626

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम इन्दर पाताका जनवरी 1908 ता दिसम्बर 1908 12 अंक

लेखक ब्रह्मचारी धर्म पाल जी B.A

प्रकाशन वर्ष.....1908.....

आगत संख्या.....626.....

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

626

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۳

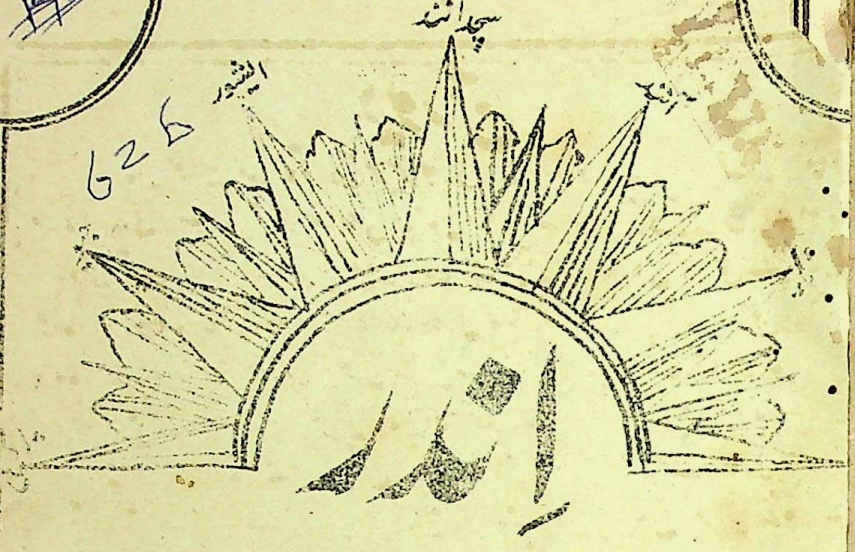

626

سچدانند

ایشور

اِندر

جلد سوم | جنوری ۱۹۰۸ء | نمبر ۱

آسمانی گولہ

المعروف بہ

لاہوری دیو کی مونچھ کا بال یا اپیل کی اپیل

ایڈیٹر۔ دھرم پال۔ بی۔ اے

لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیورتن

دیوسماج کا وکیل بلکہ دیوگورو کی مونچھ کا بال ہے۔ خدا کو گالیاں دینا خدا کی ہستی کو مٹاڈالنے کی کوشش کرنا۔ خداپرستی پر مخول اڑانا۔ خداپرستوں کی پگڑیاں اتارنا ویدوں کو پاؤں تلے روندنا۔ ویدوں کی تعلیم پر نہایت ہی گندے اور دل آزاری سے پُر مخول اڑانا۔ سوامی دیانند کے نام پہ دھبے لگانا اور اُن کو شرمناک گالیاں دینا۔ آریہ سماج پر ناپاک سے ناپاک حملے کرنا اور مسلمانوں کی طرح بلکہ اُن سے بڑھ کر آریہ سماج کے برخلاف لغو باتیں مشہور کرنا دیورتن کا پیشہ بلکہ اُس کی زندگی کا مقصد ہے۔ "اگنی" کو پڑھ کر دیورتن نے آگ کھائی اور انگارے اگلے ہیں۔ اُس نے میرے نام چالیس صفحوں سے زیادہ کی رجسٹرڈ چٹھی بھیجی۔ جس کو اُس نے اخباروں میں بھی شائع کر دیا ہے۔ اس چٹھی میں دیورتن نے لکھا ہے کہ میں اوّل درجہ کا محسن کش ہوں۔ طوطا چشم ہوں۔ گستاخ ہوں۔ منتقم ہوں۔ کمینہ ہوں۔ کم ظرف ہوں۔ بے حیا ہوں۔ بے شرم ہوں۔ جعلساز ہوں۔ بے ایمان ہوں۔ بدنیت ہوں۔ جھوٹا ہوں۔ بکواسی ہوں۔ شریر ہوں۔ مجرم ہوں۔ چور ہوں۔ چوری کروانیوالا ہوں۔ چوری کا مال لینے والا ہوں۔ وشواس گھاتک ہوں۔ جیل خانے میں بھیجے جانے کے لائق ہوں۔ اس قسم کی درجنوں گالیاں اُس نے مجھے دی ہیں۔ میں انسان ہوں۔ فرشتہ نہیں ہوں۔ میں نے دیوگورو کی طرح کبھی دعوے نہیں کیا۔ کہ میں انسانی کمزوریوں سے آزاد ہوں۔ بنابریں اگر میں مان بھی لوں۔ کہ دیورتن نے مجھے جن الفاظ میں یاد کیا ہے وہ سب سچ ہے۔ تو بھی کیا؟ جھگڑا یہ نہیں ہے۔ کہ میں کیسا ہوں۔ بلکہ بحث اس بات پر ہے۔ کہ دیوسماج کے دعاوی کہاں تک سچے ہیں۔ مجھے از حد خوشی ہوتی۔ اگر دیورتن درجنوں گالیاں دینے کی بجائے میرے بیان کی تردید کرنے میں کامیاب ہوتا۔ اور جس زور شور سے اب تک دیوسماج کے دعووں کو پیش کیا جاتا رہا ہے۔ اُسی زور شور سے وہ اُن دعوؤں کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھاتا۔ اور میرے پیش کردہ واقعات سے انکار کرتا۔ مگر "اگنی" میں بیان کردہ واقعات کی اُس نے کہاں تک تردید کی ہے۔ یا انکار کیا ہے۔ اُس کا پتہ میرے ان اوراق سے لگ جائیگا۔ یہ بات سب کو یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ اس ناخوشگوار بحث کی ابتدا دیوسماج کی طرف سے ہوئی ہے۔ امرسنگھ کی چٹھی مبتدا اور دیورتن کی چٹھی اُس کی خبر ہے۔ اور دیوگورو بھگوان بیچ میں کلمہ ربط ہے۔ میں نے اگر کچھ کیا ہے۔ تو صرف اتنا کہ مبتدا کو خبر اور کلمہ ربط کے ساتھ ملا کر پبلک کے سامنے ایک جملہ فعلیہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ اگر میری طرف سے اس ترکیب میں کوئی نحوی غلطی ہوئی ہے۔ تو صرف اسقدر کہ میں نے دیوسماج کے مبتدا۔ خبر اور کلمہ ربط کے جوڑ توڑ سے بجائے جملہ اسمیہ بنانے کے جملہ فعلیہ بنایا ہے۔ مگر میں بھی لاچار ہوں۔ کیونکہ اس ترکیب میں ذکر ہی بر فعلیوں کا ہے۔ جملہ اسمیہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ امید ہے کہ ناظرین اس نحوی غلطی کے لئے مجھے معاف فرمائینگے۔

دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

626;U

اِندر

جنوری سنہ ۱۹۰۸ء

لاہوری دیو کی مونچھ کا بال

یا

اپیل کی اپیل

ناظرین! میں آج پھر آپ کے سامنے ایک ناخوشگوار مضمون پیش کرنے کے لئے مجبور ہوا ہوں۔ معاف کیجئے۔ آپ نے دسمبر کی سخت سردی "اگنی" سے تاپ تاپ کر گذاری۔ آپ کی حالت درحقیقت قابل رحم ہوتی۔ اگر آپ کے پاس یہ آگ نہ پہنچائی جاتی۔ کیونکہ اول تو دسمبر کا مہینہ قدرتاً سرد۔ اوپر سے "اندر" غایب۔ سردی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ شاید آپ اِندر کی غیر حاضری کو سخت محسوس کرتے۔ ممکن تھا منجمد ہو جاتے۔ اور شاید برف کا ڈھیلا بن جاتے۔ مگر اگنی نے سارا تختہ پلٹ ڈالا۔ صرف یہی نہیں۔ کہ آپ دسمبر کی سردی سے بچ گئے۔ بلکہ آپ نے لبنٹ کی بہار کو یہ کاغذی آگ تاپ تاپ کر ایسی ہنسی خوشی گذارا۔ کہ مارے ہنسی کے آپ کے پیٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں بل پڑ گئے۔ کیا آپ نے اس سے پہلے بھی کبھی کاغذی آگ سے تاپا تھا؟ یہ سب شری دیو گورو بھگوان کی جیوتی اور شکتی کے زندہ معجزے اور ان کی چلتی پھرتی کرامات ہیں۔ مگر آپ کو دعوہ دیا گیا تھا۔ کہ جنوری کے پرچہ میں محمد اور محمدی تعلیم پر بحث ہوگی۔ لیکن کیا کیا جاوے وہ بحث تو لکھی کی لکھی ہی پڑی رہی ادھر سے لاہوری ابو جہل نے سر نکال مارا۔ میں نے خیال کیا تھا۔ کہ یہ ابو جہل میری اپیل پر کان لڑائے گا۔ اور صرف بت پرستی سے ہی باز نہیں آجائیگا۔ بلکہ اس وقت تک اس نے جس قدر خدا خدا پرستی اور خدا پرستوں کو کوسا۔ اور پانی پی پی کر کوسا ہے۔ اُس سے بھی تائب ہو کر کلمہ توحید لا الہ الا اللہ پڑھ کر سچے دل سے موحد بن جائیگا۔ لیکن معاملہ کچھ اور نکلا۔ مجھے نہ صرف دُکھ ہی ہوا ہے بلکہ از حد افسوس بھی ہوا ہے۔ کہ اس لاہوری دیو نے مجھے اس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے کہ اب میں کچھ لکھوں۔ میں نے اپیل میں کچھ بھی نہیں لکھا صرف چند ایک موٹے موٹے اشارات تھے۔ جو کہ اگر یہ شخص عقلمند ہوتا۔ تو اس کے لئے کافی تھے لیکن افسوس اُن اشارات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ شخص اپنے کفر شرک الحاد پر جم گیا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ اگر ایک گمراہ انسان لوگوں کو گمراہ کرنے اُن کے دین و ایمان کو غارت کرنے کے مذموم فعل سے باز نہیں آتا۔ تو کیا دوسری طرف اُن لوگوں کو اپنی کوششوں سے باز آجانا چاہیئے۔ جو کہ اس قسم کے پاکھنڈوں سے پبلک کو آگاہ کرنا فرض سمجھتے ہیں؟ اگر ایک دشٹ اپنی دشٹتا کو نہ چھوڑے۔ تو سادھو پرش اُس کی دشٹتا کو دور کرنے کے سودھاؤ کو کیوں چھوڑ دیں۔ دیو سماج والوں نے "اگنی" کو پڑھ کر میرے ساتھ جو کچھ سلوک کیا میں اس کی مطلق شکایت نہیں کرتا۔ بلکہ میں خوش ہوں۔ کہ میرے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا۔ کیونکہ میں اس میں اُمید کی خوشبو پاتا ہوں۔ میں ان کی مکروہ کارروائیوں کا کراہیت سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا۔ میں اُن کا بھلا چاہتا ہوں۔ اُن کو اس گمراہی سے نکالنا چاہتا ہوں۔ جس میں کہ وہ مبتلا ہیں۔ اور اپنے ساتھ سینکڑوں ہی استری اور پرشوں کو لئے بیٹھے ہیں۔ جو کہ سرل ہیں۔ مگر اُن کے دام میں پھنس گئے ہیں۔ میں نہیں کہتا۔ کہ کوئی شخص اس جد و جہد میں میرا ہاتھ بٹائے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ہاتھ بٹانے کا وعدہ کرنے والے انسان موقع پر آکر ساتھ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اس لئے انسانوں کی پرواہ نہ کر کے میں اپنے فرض کو پورا کروں گا میں نے اس وقت تک اپنے دوست و دشمن کی پرواہ نہیں کی۔ اس نئی لڑائی میں جس میں میں آنے کے لئے مجبور کیا گیا ہوں۔ میں کسی کی پرواہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہونگا۔ میں واقعات کو پبلک میں پیش کرتا جاؤنگا۔ مگر بیشتر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے کہ میں اُن واقعات کو پبلک کے سامنے رکھوں۔ میں ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ایک دفعہ پھر اس لاہوری دیو کے دربار میں اپیل کر کے دیکھ لوں شاید اب بھی وہ سنبھل جائیں۔ ناظرین کو معلوم نہیں ہوگا۔ کہ دیو سماج والوں نے اُنکی کے جواب میں میرے نام ایک چالیس پچاس صفحہ کی رجسٹرڈ چٹھی بھیجی تھی۔ جو کہ مجھے یکم دسمبر کو ملی۔ اور اس چٹھی کو انہوں نے اپنے اخبار میں بھی شائع کر دیا ہے۔ چونکہ انہوں نے خود ہی اس چٹھی کو پبلک کیا ہے۔ اس لئے اب یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ اس کو ایک پرائیویٹ چٹھی سمجھ کر چھپا رکھوں۔ بلکہ میرا فرض ہے۔ کہ میں اس کا جواب دوں۔ تاکہ اس چٹھی سے اگر کسی قسم کی غلط فہمی پھیلنے کا احتمال ہو تو وہ دور ہو جائے۔ مگر میں اس چٹھی کے جواب میں اس کے بھیجنے والے کو مخاطب کرنا اپنی کسرشان اور ہتک خیال کرتا ہوں میں اس شخص کو اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اس لائق نہیں سمجھتا۔ کہ اس کو مخاطب کروں۔ بنا برین میرا خطاب پھر شری دیو گورو بھگوان سے ہی ہوگا۔ کیونکہ آخر وہ میرے بزرگ ہیں۔ کیا ہوا وہ گر گئے ہیں۔ میں ان کا عزیز ہوں۔ اپنے کسی بھی گرے ہوئے بزرگ کی "گرد جھاڑنا" ہر خوردار و عزیزوں کا فرض ہے۔ میں اُن سے اپیل کرونگا۔ کہ وہ ایک دفعہ پھر میری بات پر غور کریں میں اُن کو موقع دونگا۔ کہ وہ اپنی پولیسی میں تبدیلی کرنے پر غور کریں۔ میں اُن سے التماس کرونگا۔ کہ وہ اب بھی خدا۔ خدا پرستی۔ آریہ سماج۔ وید۔ سوامی دیانند وغیرہ پر پھبتیاں اڑانا چھوڑ دیں۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ سنبھل جانے کے لئے کافی موقعہ ہے۔ میں اپنے موجودہ بیان میں جہاں شری دیو گورو بھگوان کی توجہ کو دوبارہ اس طرف کھینچونگا۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ اس چٹھی کا جواب بھی دونگا۔ جو کہ میری اپیل کے جواب میں اس "بڑے گھر" سے جس میں کہ میرا بھگوان رہتا ہے۔ وصول ہوئی۔ آخر میں میں ناظرین سے پھر معافی مانگتا ہوں۔ کہ وہ دانت تلے زبان لے کر ذرا اس مضمون کو پڑھ جائیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اُن کے نزدیک اس قسم کے مضامین "اندر" میں شائع ہونے کے لائق نہیں سمجھے جائیں گے۔ مگر میں "اندر" کے کالموں کو لاچاری کی حالت میں لاہوری دیو کے ارپن کرنے کے لئے مجبور ہوا ہوں۔ کتاب کی شکل میں ان مضامین کا شائع ہونا بہتر تھا۔ لیکن میں پبلک پر کتابوں کی خریداری کا زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ چلو ذرا کچھ دیر کے لئے یہ بہلاوٹ ہی سہی۔ آخر "اندر" کی سات کریں ہیں۔ ان میں سے اگر ایک کرن اس لاہوری دیو کے قلعہ پر جا پڑے۔ اور اس کے "بھیتر" کے حالات کو پبلک پر روشن کر دے تو میرے خیال میں یہ تماشا میجک لیٹرن کے تماشے سے تو زیادہ مہنگا نہیں ہوگا۔ اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

مضمون میں میں صرف لاہوری دیو کی مونچھ کا بال ہی پبلک میں پیش کرونگا۔ جب یہ دیو اور اُسکی مونچھ کے بال اپنی طرز تحریر میں تبدیلی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو پھر میں کیوں اپنا طرز بدلوں۔ میرا طرز کوئی برا نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ مسخر۔ مخول۔ دل لگی۔ ٹھٹھول پھکڑ بازی کو نہیں چھوڑتے۔ تو میں زندہ دلی کو چھوڑکر مردہ کیوں بنوں۔ ممکن ہے میری زندہ دلی پر بعض لوگوں کو اعتراض ہو۔ لیکن میں اس قسم کی سختی سے کام لینا نہیں چاہتا۔ جو کہ مخالف کو تنگ کردے۔ میں اسی میں خوبی سمجھتا ہوں۔ کہ تحریر ایسی نرم اور پر از دلفگات ہو۔ کہ جہاں مخالف کو سر ہلانے تک کا موقع نہ ملے۔ وہاں وہ خود بھی اپنے برخلاف بیان کو سن کر ایک دفعہ تو خوش ہو جائے۔ پیچھے سے خواہ گالیاں ہی دے۔ اگر میں چاہوں۔ تو بوڑھوں کی طرح نہایت چبا چبا کر کلمات تحریر میں لاسکتا ہوں۔ یا اسیطرح ٹھٹھول کرسکتا ہوں جس طرح کہ دیو سماج کے محرر کرتے ہیں۔ مگر جہاں میں اپنی تحریر میں بچپنے پن کو نہیں لانا چاہتا۔ دوسری طرف میں اس بات سے بھی محترز رہنا چاہتا ہوں۔ کہ دیو سماج کے محرروں کی طرح باپ بیٹے کو جوتیوں سے پٹواؤں۔ یا باپ کو گھوڑا بنا کر بیٹے کو اس پر سوار کروا کر چابک لگانے کے ناپاک مخول اڑاؤں میں دونوں انتہاؤں کے بین بین زندہ دلی سے کام لینا چاہتا ہوں۔ تاکہ ایک پنتھ دو کاج مطلب بھی ہاتھ آجاوے۔ اور مخالف آزردہ بھی نہ ہوں۔ تحریر نہ دوست کو گران گذرے نہ دشمن کو بار بلکہ مخالف و موالف دونوں ہی اس سے حظ حاصل کرسکیں۔ اس معیار کو مدنظر رکھ کر میں یہ مضمون لکھتا ہوں۔ ہاں اگر دیو سماج والے یہ وعدہ کریں۔ کہ وہ آئندہ خدا خدا پرستی۔ وید آریہ سماج سوامی دیانند پر مخول نہیں اڑایا کریں گے۔ تو میں اس زندہ دلی کو بھی ترک کردونگا۔ بلکہ ان کا پیچھا ہی چھوڑ دونگا۔ ورنہ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر فرعونے را موسیٰ۔ وہ جس طرح چاہیں۔ کرکے دیکھ لیں۔ میرے قلم میں ہر ایک قسم کی تحریر کی طاقت ہے۔ جس قسم کی تحریر کی وہ تمنا کرینگے۔ اس کے مقابلہ میں میرے قلم کو موجود پائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ قلم رکھ دیں گے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاہوری دیو کی مونچھ کا بال

یا

اپیل کی اپیل

پہلا فقرہ

ہے دیو جن دنوں آپ لاہور کی سخت سردی سے تنگ آکر ٹھٹھر رہے تھے۔ اُن
دنوں میں مَیں بھی لاہور کی سردی سے تنگ آکر آگ سلگانے کی فکر میں لگ رہا تھا۔ ہے
دیو! گرمی کا موسم آپ نے سولن پربت پر کاٹا۔ اور میں نے الموڑہ اور ہردوار میں۔ آخر ہم دو
تھوڑے سے دنوں کے فاصلہ پر لاہور میں واپس آگئے۔ آپ اپنے قلعہ میں گھس گئے۔ اور میں
اپنی جھونپڑی میں۔ قدرت نے ہم دونوں کا حصہ کسیقدر مشترکہ بنایا ہے۔ اور تو اور داڑھی مو
کے لحاظ سے بھی ہم ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ ہے دیو! آپ دھن ہیں۔ آپ
کی داڑھی دھن ہے۔ اور آپ کی مونچھیں بھی دھن ہیں۔ جن پر ہفتہ میں دو تین بار اُسترا
چلتا ہے۔ مگر وہ اسقدر ڈھیٹھ اور بے شرم ہیں۔ کہ پھر اُگ آتی ہیں۔ مگر آپ بھی ہمت سے
دھنی ہیں۔ کہ ہاتھ دھو کر اُن کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ ہے دیو! آپ مونچھ نہیں رکھتے
نہ ہی داڑھی۔ پھر میرا آپ کی مونچھ کا بال لکھنے سے کیا مطلب۔ ہے دیو یہ ایک دیوی
کا محاورہ ہے۔ میں بہت ہی جلدی اس کا مطلب آپ کے سامنے پیش کرونگا۔ آپ
نے کرپا کر کے بھائی امرسنگھ کے امرکوش یا دگیانک ڈکشنری میں اس کے معنے مت ڈھونڈ
کیونکہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ بھائی امرسنگھ جی اس کے معنے مونچھ کے بال کی بجائے رکھ
جگہ کا بال نہ کردیں۔ خاصکر جب کہ اُن کو یہ علم بھی ہے۔ کہ آپ مونچھ رکھتے ہی نہیں۔ تو پھر بال
کیا معنے۔ ہے دیو! مجھے امرسنگھ کے دگیانک کوش کا بڑا خطرہ رہتا ہے۔ اس میں ہر ایک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ات کے اُلٹے ہی معنے نکلتے ہیں۔ ہے دیو! آخر لاہور میں سردی نے زور پکڑا۔ اتنا زور
ڑا۔ کہ لوگ گھروں میں گھس گئے۔ لحاف اوڑھ لئے۔ غریب غربا مارے سردی کے کانپ رہے
تھے۔ ہے دیو! ایسی بے کسی۔ بے بسی کی حالت میں اگر اُن کو کسی جگہ سے لکڑیوں کا مُٹھا
لوئلوں کی مُٹھ ملجاتی تھی۔ تو وہ اُس میں آگ لگا کر تاپتے اور سردی بجھاتے تھے۔ مگر آپ
نتے ہیں۔ کہ لاہور میں یہ چیزیں کس قدر مہنگی ملتی ہیں۔ آخر نباہ نہ سکے۔ چاروں طرف
سے الغیاث۔ الغیاث کا شور بلند ہوا ہے دیو! جس طرح آپ اپنے بھگتوں کی عورتوں کو اُن
کے خاوندوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کے لئے تیار دیکھ کر بے چین ہو جاتے ہیں۔ اور
نا پینا چھوڑ کر اُن کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔ اسی طرح میرا حال ہوتا ہے۔ میں بھلا
تنے غریبوں کو سردی سے ٹھٹھرتا ہوا دیکھ کر کب آرام سے بیٹھ سکتا تھا۔ ہے دیو! آخر میں
نے آپ سے کچھ نہ کچھ ہمدردی کا سبق ضرور سیکھا ہے۔ آپ کے دل میں تو عورتوں کے
لئے اس قدر ہمدردی ہے۔ کہ آپ اُن میں اور اُن کے خاوندوں میں میل ملاپ کرانے
ام بھی کرتے رہتے ہیں۔ ہے دیو! نہ صرف معمولی شریف عورتوں کے لئے آپ کے دل
ہمدردی ہے۔ بلکہ ایک بار آپ نے اپنے پوتر آشرم میں بھاگوتی جیسی کنجریوں کو بھی
ردی کے گہرے بھاؤ سے بھر کر جگہ دی ہے۔ ہے دیو جن دنوں میں بھاگوتی کنجری
کے پتت پاون آشرم میں باس کرتی تھی۔ اُن دنوں میں میرا دل آپ کے شری چرنوں
جھک گیا تھا۔ کہ دھن ہیں۔ آپ جو ایسا کام کرتے ہیں۔ اور دھن ہے بھاگوتی جو مہاتیاگ
گرہن کر کے اپنی پریکٹس کو چھوڑ کر دیو گورو کے بھگتوں کو روٹی پکا کر کھلاتی۔ اور ان کی ہر
رے سیوا کرتی ہے۔ ہے دیو! آپ نے ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی نوکری چھوڑ کر مہاتیاگ
گرھن کیا۔ غالباً بھاگوتی کی آمدنی بھی اس سے کم نہیں ہوتی ہوگی۔ پر تو! ہے دیو! جیسے مہا
بت گرھن کرنے کے بعد آپ دوکان کھولکر بیٹھ گئے۔ ویسے ہی وہ بھی دوبارہ اپنی
ان پر واپس چلی گئی ہے دیو! جن دنوں میں وہ دیو آشرم کے دیوکون میں رہتی تھی۔
ے دن ہلڑ مچا رہتا تھا۔ ہے دیو آخر وہ آپ کے دربار سے چوتی اور شکتی پا کر بلکہ بھرپور
رنگ لوٹ گئی۔ ہے دیو! اس سارے قضہ کے متعلق کاغذات آپ کی فائل میں موجود
ہے دیو آپ کی جیون پتھ نامی پنڈ اپوتھی میں اس کا ذکر چھپا تھا۔ ہے دیو! اگر آپ
اپنی تمام فائل اور جیون پتھ کی جلدیں پڑھنے کی اجازت دے دیں۔ تو میں یہ تمام باتیں آپ کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دکھا سکتا ہوں۔ ہے دیو! میں بھاگوتی سنگ کے قصے کو زیادہ طول نہیں دیتا۔ میرا مطلب صرف اسی
قدر ہے۔ کہ آپ کے دل میں کسقدر ہمدردی ہے۔ اس میں نہ صرف معمولی عورتوں کے لئے
ہی جگہ ہے۔ بلکہ کنجریوں تک کے لئے بھی ہمدردی ہے ہے دیو! آپ دھن ہیں۔ ہے دیو!
میں آپ کی جیونی اور شکتی کو پاکر بھلا کب اسقدر سنگ دل ہو سکتا تھا۔ کہ اتنے لوگ سردی سے
ٹھٹھریں۔ اور میں چپ چاپ بیٹھا تماشا دیکھتا رہوں۔ اور اُن کی کچھ بھی مدد نہ کروں۔ ہے
دیو! اُن میں اس قدر بے عزتی۔ بے حیائی۔ بے شرمی نہیں تھی۔ کہ وہ بھائی امر سنگھ
جی کی طرح غیر جنسوں کے جسم کے ساتھ جسم ملا کر گرم ہو جاتے اور سردی سے بچ جاتے۔
ہے دیو! بھائی امر سنگھ نے فرکشن (رگڑ) کے اصول پر عمل کر کے کیسا آنند پایا۔ وہ تو امر سنگھ
ہی جانتا ہوگا۔ ہے دیو! بھائی امر سنگھ لکھتا ہے۔ کہ اس عمل سے اس کے آتما اور شریر کو
ہانی پہنچی۔ آتما کو تو ہانی پونچی۔ مگر اُن کے شریر کو کیا ہانی پہنچی تھی۔ ہے دیو! امر سنگھ اس بات
کا ذکر نہیں کرتا۔ کہ جسم کو کیا ہانی پہنچی تھی۔ شاید سٹر ماتا ہو۔ آخر جاننے والے جان ہی جاتے
ہیں۔ کہ بھائی امر سنگھ کو اس بار بار کی فرکشن سے کیا ہوا ہوگا۔ ہے دیو! امر سنگھ تو آپ کا
جنرل سکریٹری ہے۔ بھلا اگر اس کی عورت زہر کھا کر مر گئی تھی۔ تو وہ آپ کی تقلید میں دوسرا
بیاہ کر لیتا۔ تیسرا کر لیتا۔ آخر اس کی بھی تو کوئی چیلی چانٹی ہوگی۔ مگر بیگانی عورتوں کے ساتھ اس
قسم کی حرکات کرنا اور وہ بھی بھری ہوئی ریل گاڑی میں۔ ہے دیو مجھے تو بہت برا فعل معلوم
ہوتا ہے۔ شاید بھائی امر سنگھ جی کے دگیانگ کوش میں اس کے کچھ اچھے معنے ہوں گے۔
ہے دیو لاہور کے باشندوں کی ترسناک حالت کو دیکھکر میرا دل بھر آیا۔ میں نے ادھر ادھر
تلاش کی۔ کہ کہیں لکڑیوں کا ڈھیر نظر آجاوے۔ تو اس میں آگ لگا دوں۔ تاکہ سب کے سب کوٹ
کرتوں کے بٹن کھول کھول کر تاپنے لگ جائیں۔ اور سردی سے بچ جائیں۔ مگر مجھے ایسا
کوئی ڈھیر نہ نظر آیا۔ آخر کار ہے دیو! آپ کا چوبی قلعہ نظر آگیا۔ جو کہ انارکلی میں واقع ہے۔
ہے دیو آپ انارکلی کے عین بیچ میں رہتے ہیں۔ وہی انارکلی جس میں آپ نے مہاتیاگ
برت گرہن کیا تھا۔ ہے دیو! انارکلی بھی کیا عجیب بازار ہے۔ بیسیوں عورتیں گھر بار کو چھوڑ کر
بچوں کو چھوڑ کر۔ دین کو چھوڑ کر ایمان کو چھوڑ کر جہاں تیاگ برت گرہن کر کے انارکلی میں آبیٹھتی
ہیں۔ ان عورتوں کا تیاگ کسقدر عظیم الشان ہے۔ بس بیٹھی ہوئی ہیں۔ رات دن بیٹھی رہتی
ہیں۔ مگر تیاگ برت دھارن کر کے بھی اور دین و دنیا کو تیاگ کر کے بھی ہے دیو! یہ عورتیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سی طرح کی کارروائیاں کرتی ہیں۔ جو کہ آج کل کے بعض سیاسی کرتے دیکھے جاتے ہیں ہے
یلو! چور کی داڑھی میں تنکا یہ ایک مشہور مثل ہے۔ آپ شاید اس بیان کو اپنی حرکت پر چوٹ سمجھیں
ور آپ کو اپنا مہاں تیاگ برت گرہن کر کے اور بعد ازاں ایک لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا واقعہ
لو آجاوے۔ اور آپ جھنجلا اٹھیں۔ مگر ہے دیلو! ایسا نہیں ہے آپ داڑھی ہی نہیں رکھتے۔ تو اس
یں تنکا کہاں سے اٹک سکتا ہے۔ آپ نے اچھا کیا کہ شادی کر لی۔ کیونکہ آپ کا مہا تیاگ برت گرہن
ر کے پھر کیچڑ میں پھنس جانا اگرچہ سادھو مہاتماؤں کے نزدیک اور پراچین شاستروں کے مطابق
یت ہی برا فعل ہے۔ مگر اتنا برا نہیں جتنا برا کہ آپ کے جنرل سکرٹری بھائی امر سنگھ کا طریقہ ہے دیلو!
امر سنگھ کی شادی بھی کروا دیجئے۔ کیونکہ وہ لکھتا ہے۔ اور آپ کو ہی لکھتا ہے۔ کہ کام باسنا
س پربھوت کی مانند سوار ہو کر اس کو اندھا کر دیتی ہے۔ پاگل بنا دیتی ہے بے ہوش کر دیتی ہے۔
ہ دیلو! ہا! اندھا پاگل اور بے ہوش ہو کر ہی تو وہ بیگانی عورتوں کے ساتھ جسم ملاتا ہے۔ ہے دیلو
پ کرپا لو دیا لو ہیں۔ کرپا سندھو اور دیا ساگر ہیں۔ امر سنگھ پر دیا کیجئے۔ کسی سے گٹھ جوڑا کر دیجئے
یونکہ کام باسنا برا دیلو ہے۔ جب آپ جیسے مہا تیاگی۔ ویراگی۔ اس کے پنجے میں آگر گرے۔ تو وہ
تو آپ کے سامنے ابھی کل کا بچہ ہے۔ کیا ہوا اسکی داڑھی سفید ہو گئی ہے۔ شاید دھوپ میں بیٹھ
کر سفید کر لی ہو۔ ہے دیلو مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں وہ اپنی اس قسم کی حرکات پر پولیس کے ہاتھ
میں پڑ کر چنوں کی دال کھانے کے لئے مجبور نہ ہو۔ ہے دیلو! چنوں کی دال کھانا بھی ایک ذو معنی
محاورہ ہے۔ امر سنگھ کے ڈیانک کوش میں اس کے معنے نہ ڈھونڈھنا۔ وہاں کچھ اور ہی نکلیگا
ہے دیلو! آخر میری نظر آپ کے قلعہ پر جا ٹکی۔ وہی قلعہ جو انارکلی میں واقع ہے۔ آپ نے یہ قلعہ
خدا پرستوں کے روپیہ سے تعمیر کروایا۔ آخر آپ نے اسی قلعہ کے اندر بیٹھ کر "اوم بلو۔ آدم بلو" کی بجائے
"خداوند بلو۔ خداوند بلو" کا شور مچانا۔ اور خدا۔ خدا پرستی۔ اور خدا پرستوں کے خلاف دانت پیسنا
کان جھاڑنا۔ اور دھوتی ہلانا شروع کیا۔ آہ! وہ ۔ تی۔ ہل۔ آ۔ نا۔ ہے دیلو! خدا پرستوں
کی مدت سے اس قلعہ پر آنکھ لگ رہی تھی۔ اور وہ چاہتے تھے۔ کہ کوئی بہانہ نکلے۔ اور اس
تنکا میں آگ لگائے۔ ہے دیلو! مارے ڈر کے کوئی جرأت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ آپ نے
سب کے ہاتھ کاٹے ہوئے تھے۔ بلکہ سب نے اپنے اپنے ہاتھ کٹوا لئے تھے۔ اتنے کٹوا
لئے تھے۔ کہ ان میں یاسلائی تک رگڑنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ ہے دیلو! آپ کا یہ
عزیز۔ برخوردار۔ نور چشم۔ قرۃ العین۔ سعادت دارین۔ آپ کا قبلہ کونین۔ بلکہ سلف آف قونین

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مدت سے ایک کونے میں بیٹھا ہوا ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم میں اس دست بریدن کو دیکھ رہا تھا۔ آپ بھی چور نظر سے گھور رہے تھے۔ ہُ۔ و۔ ن۔ ہوں۔ نکل گیا ہے۔ بچہ تو نکل گیا ہے۔ تو ضرور کسین برخورداری کرے گا۔ اور بقول یار نے جوتے لگائے اس قدر بن پیسے میزی حجامت ہوگئی۔ تو کسی نہ کسی دن میری حجامت کے پیسے ضرور بچا دے گا۔ ہے دیو! مجھے آپ سے بڑا ہی پیار آتا ہے۔ دل چاہتا ہے۔ آپ سے لپٹ جاؤں۔ مگر پھر سوچتا ہوں۔ میں آپ کا ایک دُبلا پتلا مشت استخوان عزیز ہوں۔ کہیں وہ گدھے اور خرگوش والا معاملہ نہ ہو۔ وہ کیا؟ ہے دیو! وہ بھی سن لیجئے۔ ایک گدھا جنگل میں چر رہا تھا وہاں خرگوش بھی آنکلا۔ گدھے نے خرگوش سے کہا۔ برخوردار۔ تو اکیلا۔ میں اکیلا۔ آؤ دونوں دوستی لگالیں۔ ایک اکائی دو گیارہ۔ بڑے مزے سے گذرے گی۔ ہے دیو! ایک طرف خر اور دوسری طرف خرگوش۔ دونوں ہی عقل کے دھنی۔ آخر جُڑ بیٹھے۔ بڑے آنند سے گذرنے لگی ہے دیو! جُڑ بیٹھنا بھی ایک ذو معنی محاورہ ہے۔ اُمر سنگھ سے اس کا مطلب مت پوچھنا۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں وہ یہ نہ کہہ دے۔ کہ وہ دونوں اسی طرح جُڑ بیٹھے تھے۔ جسطرح کہ امر سنگھ ریل گاڑی میں۔ ہے دیو! ایک دن خرگوش نے گدھے سے کہا۔ کہ میرا دل آپ سے پیار کرنے کو چاہتا ہے۔ گدھا بولا۔ اے عزیز میں تیرا بڑا ہوں۔ اور تو چھوٹا۔ کیا مضائقہ ہے آ۔ پیار کرلے۔ یہ سن کر وہ دُبلا پتلا خرگوش گدھے کے اردگرد کودنے پھاندنے لگا۔ مگر گدھا بھی آرام سے لیٹ گیا۔ خرگوش کبھی اس کے کان کو چھیڑتا۔ کبھی دم کو کھینچتا۔ کبھی اُسکی پیٹھ پر چڑھ جاتا۔ کبھی سر پر۔ آخر پیار کر چکا۔ تو گدھا بولا برخوردار اب میرا دل بھی چاہتا ہے۔ کہ آپ کی بلائیں لوں۔ خرگوش نے کہا کیا مضائقہ۔ لیجئے۔ یہ سُنکر گدھا ہنہنایا اور دھڑم سے خرگوش پر گرا۔ خرگوش کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ اور وہ مرگیا۔ ہے دیو مت خیال کیجئے۔ کہ میں نے آپ کو گدھا بنایا ہے۔ جب میں خرگوش نہیں ہوں۔ تو آپ کیونکر گدھا بن سکتے ہیں۔ مطلب صرف اتنا ہی ہے۔ کہ آپ دیو ہیکل ہیں۔ میں لاغر اندام۔ اس لئے میں آپ سے دور ہی دور رہتا ہوں۔ ہے دیو! آخر نومبر کی سردی بڑھ گئی۔ اور دسمبر کی آمد آمد ہوئی۔ میں نے لوگوں کو ٹھٹھرتے دیکھا۔ آخر نہ رہ سکا۔ میں نے آپ کے چوبی قلعہ میں دیا سلائی رگڑ ماری۔ رگڑ ماری۔ آخر رگڑتے رگڑتے ماری۔ اوہ۔ ہو۔ ہو!! شعلے نکلے نہ پھر۔ غضب کے شعلے نکلے۔ چاروں طرف آگ ہی آگ۔ آگ بھڑک اٹھی۔ جس کو دیکھو۔ وہی تاپ رہا ہے۔ بچہ بوڑھا۔ ادھیڑ۔ نوجوان جدھر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نظر دوڑاؤ۔ اس "اگنی" کو کشمیریوں کی کانگڑی کی طرح بغل میں دبائے یا ہاتھ میں لئے پھرتا ہے۔ اور دعائیں دے رہا ہے۔ دھرمپال خدا تیرا بھلا کرے۔ تو نے بڑا پن کیا۔ کہ لاہوری دیو کے قلعہ میں آگ لگا کر تو نے ہمیں تاپنے کا موقع دیا۔ ورنہ بخدا ہم دسمبر کی سردی کو برداشت نہ کر سکتے۔ خاص کر جبکہ "اندر" نے بھی ایک ماہ تک غایب رہنے کی ٹھان لی تھی۔ ہے دیو! لوگ کہتے ہیں۔ اور سب ہی کہتے ہیں۔ کیا ہندو کیا مسلمان کہ میں نے بڑا پر اُپکار کیا۔ مگر ہے دیو! میں کیسے مان لوں۔ کہ میں نے پر اُپکار کیا۔ جبکہ میں آپ کی طرح نہ سنیاسی ہوا نہ ویراگی۔ نہ میں نے آپ کی طرح مہاتیاگ برت گرہن کر کے انارکلی میں دوکان کھولی۔ ہے دیو! میں تو کبھی کبھی لاہور میں آتا ہوں۔ اور رہتا بھی شہر سے باہر ہی ہوں۔ انارکلی سے دور۔ دور۔ بہت دور۔ آخر آگ بھڑکی۔ شہر بھر نے تاپنا شروع کر دیا۔ ہے دیو! آپ بھی خوب تپے۔ آپ کے پنڈے پجاریوں نے آنکھیں تک سینک ڈالیں۔ ہے دیو! آنکھیں سینکنا بھی ایک ذومعنی محاورہ ہے۔ امر سنگھ اس کا استعمال خوب جانتا ہے۔ لکھتا ہے کہ وہ استری گھونگھٹ نکالے ہوئے تھی۔ بیچ بیچ میں اس کا مکھ دیکھنے کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔ بس اسی کو کہتے ہیں۔ ذومعنی محاورہ۔ ہے دیو! امر سنگھ تو آپ کا جنرل سکرٹری ہے۔ آپ نے عینک لگالی۔ اُس کے بھی لگا دیجئے۔ ہے دیو عینک لگانا بھی کچھ نرالی بولی ہے۔ آپ خود نرالے ہیں۔ لاثانی ہیں۔ آپ نے عینک بھی مزیدار لگائی یہ عینک دینے والا بوڑھا آپ کے بیٹے کانتی نارائن کے ساتھ انارکلی میں ابھی تک عینکیں فروخت کر رہا ہے۔ اور زندہ ہے۔ ہے دیو! آپ نے ان عینک فروشوں کی دوکان کا نام دیوانند برادرس رکھ چھوڑا ہے۔ ہے دیو! لوگ کہتے ہیں۔ کہ آپ نے اپنی چاہتی بیوی ماتا پوجنیہ جی یا شریمتی دیوکی جی کے نام کو دنیا میں زندہ رکھنے کے لئے ہی اپنے سماج کا نام دیو سماج رکھا ہے۔ ہے دیو! میں اس بات کو تو نہیں مانتا۔ کہ جس طرح محمد نے اپنے بیٹے زید کی عورت کے ساتھ نکاح کر کے بیٹے کا اسم مبارک قرآن شریف میں درج کر کے حالانکہ اس میں باقی کے کسی بھی اُن کے یار غار۔ خلیفہ۔ امام وغیرہ کا نام نہیں پایا جاتا۔ اُس کے نام کو مشہور کر دیا۔ اسی طرح آپ نے بھی دیو سماج کا نام رکھا ہو۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ شریمتی دیوکی جی کے پہلوٹھے بیٹے دیوانند کے نام پر آپ نے دیوانند برادرس کی دکان ضرور کھلوا رکھی ہے۔ جس میں علاوہ دیگر اشیاء کے عینکیں بھی فروخت ہوتی ہیں۔ ہے دیو! میں آپ کے پاس یا آپ کے بیٹے کے پاس جلدی ہی ایک بل روانہ کروں گا۔ کیونکہ میں اُنکی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دکان کا اشتہار دے رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ہزاروں لوگ اس عینک فروش بڈھے کی دوکان کا ذکر پڑھیں گے اور عینکوں کے طالب اس کی دوکان پر آئیں گے۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہیں گے۔ رحذا کے واسطے ہمیں بھی ایک اچھی سی عینک دیدو۔ ہے دیوا! کیا میں جھوٹ لکھ رہا ہوں۔ کیا وہ بوڑھا مصرّ عینکین نہیں بیچ رہا۔ اور کیا وہ دیوانند برادرس کے ساتھ عینک فروشی میں شامل نہیں ہے۔ پھر جب میں ایک سچا اشتہار دے رہا ہوں۔ اور آپ کو تشہیر کر رہا ہوں۔ تو آپ مجھے کمیشن کیوں نہیں دینگے۔ ہے دیوا! اشتہار اور تشہیر عربی کے الفاظ ہیں۔ مادہ ایک ہی ہے۔ لیکن وزن الگ الگ ہے۔ اس لئے ان کے معنے بھی الگ الگ ہیں۔ وزن کے گھٹنے بڑھنے کا ہی تو سارا کھیل ہے۔ اس اصول سے آپ بھی بری نہیں ہیں آپ چونکہ تناسخ کو نہیں مانتے۔ اس لئے ایک موقع پر شاید آپ کا وزن گھٹنے کی حالت میں آپ کے جو لڑکا دیوانند پیدا ہوا۔ اس کا ایک بازو ہی گھٹ گیا۔ اور وہ بیچارہ ٹنڈا ہی باہر تشریف لے آیا۔ اب تک آپ کی جان کو روتا ہے۔ ہے دیوا! وزن تو آپ کا کم۔ مگر سزا اسلئے آپ کے معصوم بچے کو یہ بھی آپ کی عجیب و غریب زندہ کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔ ہے دیوا! آپ نے کیا کیا معجزے نہیں دکھائے آپ نے تناسخ سے انکار کر دیا۔ بلکہ اسپر کھلی اڑائی۔ اور پھر آپ کے گھر میں ہی معجزہ ہو گیا۔ آپ ایکطرف تو تناسخ سے منکر ہیں۔ دوسری طرف اپنے آپ کو اور اپنی سنگھٹن کو مکمل بتاتے اور پورنانگ کہتے ہیں۔ یہہ ٹنڈا لڑکا آپ کے گھر میں کیوں پیدا ہوا۔ شاید آپ کا ہاتھ ہل گیا ہو۔ ہے دیوا! یہ تو فضول باتیں ہیں۔ کبھی فرصت کے وقت کریں گے۔ اور یہ ہیں بھی پرائیویٹ۔ مجھے کیا معلوم کہ ہاتھ ہلا تھا یا کیا۔ اور آپ بتانے بھی کیوں لگے ہیں۔ کہ کیا کسر رہ گئی۔ یا خطا ہو گئی تھی۔ آپ تناسخ کو مانیں یا نہ جو بات صحیح ہے وہ غلط تو ہونے سے رہی۔ دیوانند ٹنڈا پیدا ہوا۔ مجھے کیا معلوم کہ اس میں آپ کا قصور ہے یا آپ کی عورت کا۔ یا آپ دونوں کا۔ یا اُس لڑکے نے ہی گیند بلا کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ یہ آپ کا خانگی جھگڑا ہے۔ پنچائت کر کے نپٹا لیجئے۔ یا دیو سماج کی ہیڈ کونسل جس کا نام آپ نے دیو سماج پریشد رکھ چھوڑا ہے۔ اس میں پیش کر کے فیصلہ کروا لیجئے۔ ہے دیوا! آگ لگی۔ اور خوب لگی۔ اگنی بھڑکی۔ اور خوب بھڑکی۔ آپ کے نام میں ہی "اگنی" ہے بس پھر کیا تھا۔ اگنی سے اگنی جا ٹکرائی شعلے بلند ہوئے آسمان تک پہنچے نہیں نہیں غلط۔ دیو لوک تک پہنچے۔ آپ کے پرلوک نواسی بزرگ بھی جو آپ کے پاس اکثر آتے جاتے رہتے ہیں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس آگ کو بجھانے کے لئے بے تحاشا لنگوٹی دھوتی کر کے بھاگے آئے ہوں گے ہے دیوا کیا وہ کانا دیو بھی آیا تھا۔ جس کو آپ نے میری موجودگی میں پاخانہ میں قید کیا تھا۔ اور جس نے آپ کے باپ یا دادا کے شرادھ کی تقریب پر آکر یہ کہا تھا۔ کہ میں ہی تمہارا باپ ہوں۔ تو میرا ترپن کر۔ مگر آپ نے اس کو پہچان لیا تھا! ہے دیو! اس دن تو میں آپ کے دیو آشرم میں ہی تھا۔ واہ! واہ کیا آنند کا دن پاخانہ کے باہر کی موری کو تو میں نے ہی بند کیا تھا ہے دیو! یہ جنوں۔ بھوتوں۔ دیوتوں کی باتیں پھر کریں گے۔ آہا کیا ہی پیاری پیاری میٹھی میٹھی باتیں ہیں۔ سائنس کا رس ٹپک رہا ہے۔ یہ رس گلے آپ کے ہی گھر میں تیار ہوتے ہیں۔ ہے دیو! جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آگ آپ کی طاقت سے باہر ہے۔ آپ اور آپ کے پرلوک نواسی سہائکاری اُس کو بجھانے کے ناقابل ہیں۔ تو آپ نے پولیس کی مدد لی۔ ہے دیو! آپ کی دیوکی نے اس وقت آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ہے دیو! دیوکی سے مراد اپنی عورت سے مت سمجھنا بلکہ دیوکی سے میری مراد آپ کی دیو جیسی طاقت سے ہے۔ آپ تمام جگتوں کی روشنی۔ مکمل دھرم اوتار۔ مکمل انسان۔ خدا سے بھی بڑے۔ بلکہ خود خدا اور پھر آپ انسانوں کی مدد کے لئے محتاج ہوئے آپ کی دیوکی نے جس پر آپ کو اتنا ناز تھا۔ آپ کی کچھ مدد نہ کی۔ بلکہ آپ معمولی سپاہیوں کے محتاج ہوئے ہے دیو! اگر میری پچھلی تحریر سے نہیں تو کم از کم اسی طاقہ سے آپ کے پنڈے پوجاریوں کو سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ آپ کسقدر کمزور انسان ہیں۔ اور آپ کو بانس پر چڑھانا ان کی کس قدر بھول ہے۔ ہے دیو! آپ اس لائق نہیں ہیں۔ کہ آپ کو وہ بانس پر چڑھائیں۔ اور آپ کو مکمل انسان بنا کر آپ کے پیچھے گزوں لمبی چوڑی دم لگائیں۔ یا آپ کو جیوتی داتا بتائیں آپ خود اندھیرے میں ہیں۔ تو دوسروں کو روشنی کیا دینگے آپ کو اپنے گھر کا ہی پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ دوسروں کو کیا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ ہے دیو! یہ تو میرا تمہیدی فقرہ ہے۔ اب میں بتاؤں گا۔ کہ آگے آپ کی مونچھ کا بال کدھر بھاگا۔ اور اُس نے کیا کچھ کیا۔ ہے دیو! آپ کی مونچھ کے بال بار بار سر کٹوا کر بھی باہر نکل آتے ہیں۔ ضرورت ہے۔ کہ ان کو اب موچنے سے اکھاڑا جاوے۔ تاکہ پھر جلدی نہ اگیں۔ ہے دیو! میں استرے سے کام نہیں لونگا۔ کیونکہ میں اناڑی ہوں۔ میں ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں آپ کا ہی ہونٹ نہ کاٹ ڈالوں اگر آپ ہی زخمی ہو گئے۔ تو پھر میں پیار کس سے کرونگا۔ اس لئے ہے دیو میں آپ کو تو کچھ نہیں کہونگا ہاں ذرا موچنے سے آپ کی مونچھ کا بال اکھاڑ دونگا۔ ہے دیو! آپ کے بال بڑے نوکیلے ہیں ایسی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفائی کرونگا۔ کہ ہاتھ پھیرنے سے بھی نہ رڑکیں۔ یہ پنجابی محاورہ آپ کے حسب حال ہوگا پہلی نوک تو یہی ہے۔ کہ آپ کے بال نوکدار ہیں ہے دیو اب آگے چلئے:۔

دوسرا فقرہ

ہے دیو! جب میں آپ کے قلعہ میں آگ لگا چکا۔ تو خوب شعلے بلند ہوئے۔ آخری نومبر کو جب کہ میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ تو آپ کا ایک سیوک میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دیو آشرم کے تمام بوڑھے بچے۔ مرد۔ عورت۔ لڑکے۔ لڑکیاں۔ ماتم میں مبتلا ہیں اور وہ سب مجھکو گالیاں دے رہے ہیں کہ کیسا محسن کش نکلا۔ ہے دیو اُس دوت نے مجھے بھی بتایا۔ کہ شرمیان دیوت سنگھ جی یہ کہہ رہے تھے۔ کہ ہم نے تو ایک ہسپتال کھول رکھا ہے۔ جس میں مختلف قسم کے مریض آتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ میرے یہاں پھوڑا ہے۔ کوئی کہتا ہے میرے یہاں پھنسی ہے۔ کوئی کہتا ہے میرے یہاں درد ہے۔ جب تک وہ بتائیں نہ تب تک ہم اُن کا علاج کیا کر سکتے ہیں۔ ہمیں اس کتاب کا تو افسوس نہیں۔ افسوس صرف اس بات کا ہے۔ کہ ہمارے ریکارڈ میں سے بعض چیزیں باہر گئیں۔ ہے دیو! آپ میو ہسپتال کے پاس رہتے ہیں اگرچہ جس طرف آپ رہتے ہیں۔ اُس طرف میو ہسپتال کا عظیم الشان پاخانہ بھی ہے۔ مگر دیوت سنگھ کی بات کو سنکر مجھے ہنسی آئی۔ کہ جو لوگ ڈاکٹر بننے کا دم بھرتے ہیں۔ اُن کے اپنے ہی دُمبل نکل رہے ہیں۔ تو وہ اوروں کا علاج کیا کرتے ہوں گے ہے دیو! اس دوت نے مجھے یہ بھی بتایا۔ کہ دیو سماج والے آپ کے نام ایک چٹھی لکھ رہے ہیں جو کہ عنقریب آپ کو ملیگی ہے۔ میں نے چٹھی کا نام سُنکر سوچا کہ کیا بھائی امر سنگھ کی ایک چٹھی کا جواب اُن کو کافی نہیں مل گیا۔ کہ اُس نے میرے نام الموڑہ بھیجی تھی۔ کہ وہ اب دوسری چٹھی لکھنے لگے ہیں۔ ہے دیو! وہ دوت بہت سی باتیں کر کے چلا گیا۔ ہے دیو اُن ہی دنوں میں ہمارے لاہور آریہ سماج کا سالانہ جلسہ تھا۔ مجھے ملنے والوں سے فرصت کم ملتی تھی۔ ایک دن شام کے وقت میرے بزرگ شرمیان پنڈت امراؤ سنگھ جی مجھ سے ملنے آئے۔ ہے دیو! پنڈت امراؤ سنگھ جی ہمارے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور کے آفس سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ پہلے آپ رڑکی میں رہتے تھے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرے بڑے کرم فرما ہیں۔ ہے دیو! پنڈت صاحب موصوف نے میری پیٹھ ٹھونکی اور بولے
شاباش آپ نے خوب لکھا۔ جو کچھ لکھا۔ لاجواب لکھا۔ پاکھنڈ کو توڑا۔ ہے دیو میں نے کہا۔ کہ
لوگوں کا پاکھنڈ یہاں تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ دیو گورو کہتا ہے۔ کہ پرلوک میں بھی اسکی
یم پھیل رہی ہے۔ اس کے ماتا پتا۔ اسکی پہلی دو مرحومہ عورتیں۔ اس کے بچے جو کہ چھوٹی عمر
مر چکے تھے۔ اور سنت بچن سنگ بہاری جیسے کئی بھگت بڑے زور شور سے دیو گورو کی جیوتی
پرلوک میں پھیلا رہے ہیں۔ اور تو اور وہ کہتے ہیں۔ کہ اُن کا گورو پنڈت شبدیال سنگھ جو
پہلے خدا پرست تھا۔ مرنے کے بعد اندھکار میں پھنسا رہا۔ مگر جب اُس نے شری دیو گورو
شرن لی۔ اور خدا پرستی کی گندی تعلیم کو اُس نے چھوڑا۔ تو پرلوک میں اس کا ادھار ہو گیا۔ اور
دیو لوک کو پراپت ہو گیا۔ ہے دیو! میرے بزرگ پنڈت امراؤ سنگھ نے جب میرے منہ
ے پنڈت شبدیال سنگھ کا نام سنا۔ تو اُن کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اور اُن کا چہرہ مارے
مہ سے لال ہو گیا۔ اور وہ دونوں ہاتھوں سے میز کو کوٹ کر غضب ناک آواز میں بولے
..... جھوٹ بکتا ہے۔ میرے والد ماجد کے نام پر دھبہ لگا رہا ہے۔ ہے دیو!
طرف تو مجھے اُن کے منہ سے وہ گالی سُنکر جو کہ نہایت غصے کی حالت میں اُن کے منہ
ے نکل گئی تعجب ہوتا تھا۔ دوسری طرف میں حیران تھا۔ کہ ان کے والد ماجد کا دیو گورو
وان کے ساتھ کیا تعلق! ہے دیو! آخر میں نے پوچھا۔ کہ آپ پنڈت شبدیال سنگھ جی کا
سن کر جو کہ دیو گورو بھگوان کے گورو تھے۔ اتنے اشتعال میں کیوں آ گئے۔ کہ آپ اپنی زبان
ی قابو نہ رکھ سکے۔ وہ بولے۔ اور اسی طرح غضب ناک ہو کر بولے۔ یہ شخص میرے باپ کے
بوسہ لگا رہا ہے۔ وہ ایک سچے خدا پرست اور پرماتما کے سچے بھگت تھے۔ یہ بے دین۔
رک۔ کافر اُن کا ناخلف شاگرد ثابت ہوا۔ ہے دیو! میں نے پنڈت صاحب سے پوچھا۔ کہ
پنڈت شبدیال سنگھ جی کون تھے۔ کیونکہ دیو گورو بھگوان اب تک ان کی بڑی عزت کرتا
ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھے جو کچھ ملا۔ اپنے پوجنیہ گورو سے ملا۔ پنڈت صاحب بولے۔ کہ
ت شبدیال سنگھ جی میرے والد تھے۔ جس قسم کی ناپاک تعلیم یہ شخص دے رہا ہے۔ وہ اس
قطعی دشمن تھے۔ لاحول ولا۔ کیسا جھوٹا شخص ہے۔ کہ میرے باپ کے نام کو بدنام کر رہا ہے
دیو! پنڈت امراؤ سنگھ جی کے منہ سے یہ کلمات سن کر کہ آپ جن کو اپنا گورو کہتے ہیں۔ وہ
کے ہی والد ماجد تھے۔ میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ پنڈت امراؤ سنگھ جی آریہ سماج کے رتن

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرے بزرگ۔ واجب التعظیم۔ اوہ! آپ اُن کے والد مرحوم کی اس طرح مٹی پلید کریں۔ ہے
دیو! آپ کی ایسی کرتوت پر میں بھی لعنت بھیجنے کے بغیر نہ رہ سکا۔ اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ
نہایت پرلے درجہ کے محسن کش ہیں۔ آپ نے پنڈت شبدیال سنگھ جی سے اس قدر اپکار پا
لیکن اب آپ اُن کی ہی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ آپ نے خدا کے نام پر ٹکڑے کمائے۔ لیکن
اب آپ اُسی خدا کی جڑ کاٹ رہے ہیں۔ ہے دیو! دنیا میں آپ سے بڑھ کر محسن کش کون
ہو گا۔ شرم کیجئے۔ ہے دیو! یہ تو ایک چلتی اینٹ تھی۔ جس کو میں آپ کی محسن کشی کے شیش
محل پر مارنے کے لئے مجبور ہوا ہوں۔ ہے دیو! جب میں نے پنڈت امراؤ سنگھ جی سے سنا
کہ اُن کے والد مرحوم آپ کے گورو تھے۔ تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی۔ کہ میں ان کی زبان
مبارک سے اُن کے والد مرحوم کے حالات سنوں۔ چنانچہ وہ گھنٹوں تک اپنے والد مرحوم کے
حالات مجھے سناتے رہے۔ جن کو سُن کر میرے دل پر بہت ہی پاک اثر پڑے۔ اس مہا
آتما کے لئے میرے دل میں عزت پیدا ہوئی۔ اسی قدر آپ کے لئے نفرت پیدا ہوئی۔
کیونکہ آپ ایک سچے ایشور بھگت کے نام پر کلنک لگا رہے ہیں۔ ہے دیو! بہت دیر
تک بات چیت ہوتی رہی۔ اُنہوں نے مجھے آپ کے پرانے حالات بھی بتائے۔ جو نہایت
ہی شرمناک تھے۔ آخیر میں میں نے اُن سے درخواست کی کہ آپ اپنے والد ماجد کی
سوانح عمری لکھئے اور اس لاہوری دیو کے اُن کے ساتھ سمبندھ کو بھی ظاہر کیجئے۔ تاکہ یہ شخص
آپ کے والد مرحوم کے پاک نام پر مٹی نہ پھینک سکے اور اس کی قلعی بلکہ ٹانکے تک اچھی طرح
اکھڑ جائیں ہے دیو! انہوں نے مجھے وعدہ کیا۔ کہ میں لکھونگا۔ ہے دیو! آپ خاطر جمع
رکھیں۔ آپ جس قسم کی مکاری۔ پاکھنڈ سے پنڈت شبدیال سنگھ جی کے نام کو بدنام کر رہے
ہیں۔ عنقریب اس پاکھنڈ کو توڑنے کے لئے یہ سوانح عمری ایک عمدہ ہتیار ثابت ہو گی۔ ہے
دیو! آپ گر گئے ہیں۔ میں آپ کا عزیز ہوں۔ آپ کی اچھی طرح گرد جھاڑوں گا۔ اور جھڑکاؤں گا
تاکہ آپ لوگوں کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ اسی خدا نے جس پر آپ مخول اڑا رہے ہیں۔ آپ کو
ایک خدا پرست کے چنگل میں پھینکا ہے۔ تاکہ وہ آپ کے بگڑے ہوئے دماغ میں نمرودی مچھر
داخل کر کے لوگوں کے لئے آپ کو عبرت بنائے اور دکھائے کہ خدا سے بغاوت کا انجام
کیسا بُرا ہوتا ہے۔ ہے دیو! شرمیان پنڈت امراؤ سنگھ جی بہت رات گئی میرے پاس سے
اُٹھکر گئے۔ میرا دماغ جوش سے پُر تھا۔ سویا تو سو گیا۔ لیکن رات کو ایک عجیب خواب دیکھا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرے مکان کی چھت پر اور اس کے اردگرد خوفناک دیو مشورہ کرتے دیکھے گئے جن میں مرد اور عورتیں دونو شامل تھے۔ وہ دیو یہ صلاح کر رہے تھے۔ کہ میرے مکان کی چھت کو مجھ پر گرا دیں۔ تاکہ میں نیچے دب کر مر جاؤں۔ میں نے دیکھا۔ اور ان میں سے کئی شکلوں کو پہچانا۔ ایک دیو رتن تھا دوسرا امر سنگھ۔ تیسرا کوئی اور تھا۔ جس کو میں پہچان نہ سکا۔ عورتوں میں ایک پریم دیوی تھی۔ ایک آپ کی عورت لیلاوتی۔ ہے دیو! وہ کہہ رہی تھیں۔ کہ اس شخص کی کتاب "اگنی" نے ہمیں دیو لوک میں جلا کر خاک سیاہ کر دیا ہے۔ ہم میں طاقت ہے۔ کہ اس کے سر پر چھت کو گرا دیں۔ اور اس کا خاتمہ کر ڈالیں۔ تاکہ یہ آئندہ ہمارے گورو کے مشن کے برخلاف کچھ نہ لکھے۔ وہ عورتیں دیو رتن وغیرہ کو یہ صلاح دے رہی تھیں۔ کہ اتنے میں پرلوک سے بھاگے ہوئے میرے دوست ڈاکٹر ہرنام سنگھ جی بھی آ گئے۔ ہے دیو! ڈاکٹر ہرنام سنگھ اگرچہ آپ کا سیوک تھا۔ مگر وہ نہایت ہی عمدہ انسان تھا۔ وہ میرا دلی دوست تھا۔ میں اور وہ اکٹھے ہی دیو آشرم میں رہتے تھے۔ اکٹھے کھاتے پیتے۔ اکٹھے سیر کو جاتے تھے۔ ہے دیو! میں اپنے دوست کی یاد کو اب تک نہیں بھولا۔ اور کبھی بھی نہیں بھولونگا۔ آہ! پیارے ہرنام سنگھ۔ تیرا نام مبارک ہے۔ تیری یاد اب بھی میری آنکھوں کو نم کر رہی ہے۔ تو نے میری خاطر اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہ کی۔ تو نے میری بیماری کا حال سنا اور میرے پاس آنا چاہا۔ اگرچہ دیو سماج کے بعض آدمیوں نے تجھے میرے پاس آنے سے روکنا چاہا۔ تو اسسٹنٹ سرجن کا امتحان سب سے اول درجہ پر پاس کر چکا تھا۔ اور تیری امیدوں کا غنچہ کھلنے والا تھا۔ لیکن میری بیماری نے تجھے بے چین کر دیا۔ اور تو میرے پاس پہنچا۔ مجھے بچاتا ہوا تو آپ موت کے منہ میں چلا گیا پیارے ہرنام تو نے دوسرے کی خاطر اپنی زندگی کو قربان کیا۔ میں نے تیرے نام پر اپنی زندگی کا سنکلپ کیا۔ اور میں اس سنکلپ پر اب تک قائم ہوں۔ اور آخری دم تک قائم رہوں گا۔ ہے دیو! میری زندگی کے بہت سے راز ہیں۔ جن کا بہت تھوڑے لوگوں کو پتہ ہے۔ ہے دیو! اگر میں نے ناول نویس بننا ہو۔ تو اپنی زندگی کے رازوں کی بنا پر میں درجنوں ناول لکھ سکتا ہوں۔ ہے دیو آپ کی زندگی ڈراما ہے۔ مگر میری زندگی ناول ہے ہے دیو! میرے دوست ہرنام سنگھ جی نے اُن سب دیووں کو سمجھایا۔ کہ اگر تم دھرمپال کے سر پر چھت گرا دو گے۔ اور اُس کو مار ڈالنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ تو یقین کرو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ تم بہت پچھتاؤ گے۔ کیونکہ مرکر آخر اس نے دیولوک میں آنا ہوگا۔ اگر وہ بھولوک میں رہ کر تمہارے دیولوک میں آگ لگا سکتا ہے۔ تو جب وہ دیولوک میں آجائیگا۔ تب کس قدر آفت برپا کریگا۔ پس بہتر یہی ہے۔ کہ تم اس کو مارنے کے ارادے سے باز آجاؤ۔ تاکہ تم کو پچھتانا نہ پڑے۔ یہ سُنکر وہ لوگ سرگوشیاں کرنے لگے۔ کہ اتنے میں ایک طرف سے ایک نورانی شکل نمودار ہوئی۔ اس کے چہرے پر جلال تھا۔ مگر اس کی آنکھوں میں قہر تھا۔ اُس نے آتے کے ساتھ ہی ان لوگوں کے سر پر اس زور سے ہنٹر مارا۔ کہ وہ بھاگ نکلے۔ وہ نورانی فرشتہ میری طرف آیا۔ اور مجھے گودی میں اُٹھا کر پیار کیا۔ اور کہنے لگا۔ "بیٹا! تم نے بہت اچھا کام کیا۔ اور تم بہت اچھا کام کر رہے ہو تم پاکھنڈیوں سے مت ڈرو۔ جہاں تک ہو سکے۔ ان کے پاکھنڈوں کو توڑتے جاؤ۔ خواہ تم کو تکلیف بھی پہنچے" ہے دیو! اس نورانی فرشتہ کی پریم بھری گود میں سے میں نے سوال کیا "اے واجب التعظیم بزرگ! آپ کون ہیں۔ اور یہ سب لوگ جن کو آپ نے مار بھگایا ہے۔ یہاں پر کیا کر رہے تھے" وہ فرشتہ بولا "یہ سب آپ کی تباہی کے منصوبے باندھ رہے تھے۔ اور آپ کو تباہ کرنے کی نیت سے آئے تھے۔ کہ اتنے میں مجھے پتہ لگ گیا۔ اور میں بھاگا آیا۔ خاطر جمع رکھو۔ کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ میرا نام شبد یال سنگھ ہے۔ میں اس چھوکرے کو جواب مجھے بدنام کر رہا ہے۔ ہونہار سمجھ کر پرماتما کی بھگتی کی تعلیم دیتا تھا۔ مگر افسوس۔ اس ناخلف نے ایشور بھگتی کو چھوڑ کر ایشور کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اور مجھے بھی سخت بدنام کیا۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ جو اس دیو کو تنبیہ کی۔ تم میرے عزیز خلف الرشید اُمراؤ سنگھ سے اس معاملے میں بہت کچھ مدد لے سکتے ہو۔ وہ تمہارے پڑوس میں ہی رہتا ہے۔ تم دونوں ملکر اس نالائق کو سمجھاؤ۔ کہ وہ خلق خدا کو گمراہ نہ کرے۔ اور میرے نام کو بٹہ نہ لگائے۔ میں خدا پرست تھا۔ اور مردم پرستی کا جانی دشمن۔ بیٹا! آفرین ہے تمہاری ہمت پر اور شاباش ہے تمہاری جُرأت پر۔ اسی طرح ان نالائقوں کو سیدھا کرتے جاؤ۔ ہم سب کا آشیرباد آپ کے ساتھ ہے" ہے دیو! اس نورانی فرشتہ کے چلتے وقت میری پیٹھ کو ٹھونکا۔ اور میں بیدار ہو گیا۔ صبح کے چار بجے تھے۔ بہت دیر تک سوچتا رہا۔ کہ اس خواب کی اصلیت کیا ہے۔ آخر پتہ لگا۔ کہ رات جو پنڈت اُمراؤ سنگھ جی کے ساتھ بات چیت ہوتی رہی تھی۔ اسکی یہ سب بازگشت تھی۔ مگر پھر بھی میں دل ہی میں کہہ رہا تھا کہ میرے خوابات میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہوتی ہے۔ کیا تعجب اسمیں بھی کچھ سچائی ہو۔ اور وہ والے میرے برخلاف کچھ سازش گھڑ رہے ہوں۔ کیونکہ پہلے بھی تو ایکدفعہ وہ اسی قسم کی تباہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سازش میرے برخلاف گھڑ چکے اور منہ کی کھا چکے ہیں۔ ہے دیو! آپکو تو اس سازش کا پتہ ضرور ہوگا۔ مگر میں اس کو فی الحال پبلک میں لانا نہیں چاہتا۔ اور اگر میں اس کو پبلک میں لایا بھی۔ تو اس وقت لاؤنگا۔ جبکہ میں اپنے آپ کو مجبوری کیحالت میں پہنچا ہوا پاؤنگا۔ کیونکہ میں اب بھی نہیں چاہتا۔ کہ آپ کو خطرے کے منہ میں ڈالوں۔ اگرچہ آپ نے مجھے خطرات میں ڈالنا چاہا ہے۔ ہے دیو! میری زندگی اسرار سے پُر ہے۔ من دانم و تو دانی و داند دلِ من۔ اور بس ہے دیو! یقیناً آپ اتنے خر دماغ نہیں ہیں۔ کہ اس اشارے کو نہ سمجھیں۔ بس تاڑ جائیے۔

ہے دیو! صبح کا وقت تھا۔ آخر میں اُٹھ بیٹھا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر نہا دھونت کرم کر کے میں بہت جلدی ہی مہاتما منشی رام جی کی سیوا میں پہنچا۔ جو کہ اُن دنوں میں لاہور کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر تشریف فرما تھے۔ کچھ دیر کے بعد اپنی جھونپڑی پر واپس آیا۔ تو چٹھی رسان کو ایک رجسٹرڈ چٹھی لئے کھڑا پایا۔ دستخط کئے۔ چٹھی کھولی چٹھی تھی۔ یا شیطان کا چٹھا۔ پورے اکیالیس صفحہ کا ابلیس نامہ تھا۔ اوپر لکھا ہوا تھا "دیو آشرم لاہور" اور پھر انگریزی میں لکھا تھا۔ کہ ۳۰ نومبر کو پوسٹ کی گئی۔ اور پھر لکھا تھا "بنام مسٹر دھرم پال بی۔ اے۔ ایڈیٹر رسالہ اندر لاہور"

چٹھی کے آخر میں دیورتن کے دستخط تھے۔ ہے دیو! سچ کہتا ہوں۔ دیورتن کے نام سے آنکھیں چار ہوئیں۔ دل بھر آیا۔ چٹھی کو آنکھوں سے لگایا۔ پیار کیا۔ چاہا۔ کہ بغلگیر بھی ہو جاؤں۔ مگر پھر یہ سوچکر کہ کسی دوسری چٹھی کو سوکن بننے کا خیال نہ آجاوے۔ میں نے اسکو جیب میں ڈال لیا ہے دیو! رات کا خواب کچھ کچھ عملی شکل پکڑنے لگا۔ چٹھی کو پڑھتا تھا۔ اور کلیجہ میں ٹھنڈک پڑتی جاتی تھی ہا! کیا مزیدار گالیاں۔ کیا رسدار بدکلامی۔ کیا طعنے کیا نوک جھونک۔ کیا سوکنوں کی سی شکایت خر چلا اُٹھا۔ کلام تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا۔ نہیں نہیں۔ کلام تلخ مے زیبد لب دیو نجس خارا ہے دیو! دیورتن نے اس چٹھی میں جسقدر نجاست کھائی ہے۔ نہیں توبہ جسقدر نجاست اُگلی ہے۔ اُس کو آگے چلکر ذکر کرونگا۔ ابھی تو میں اپنے خواب کے جھگڑے میں ہی لپٹ رہا ہوں۔ ہے دیو! میرا خواب دیو کی طرح بلند ہوتا اور ڈراونی شکل اختیار کرتا گیا۔ یہاں تک کہ جب میں مہاتما منشی رام جی کو ریل پر سوار کر کے ساڑھے تین یا چار بجے کے قریب اپنے دفتر پر واپس آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں خواب مجسم موجود ہے۔ دیورتن موجود۔ امر سنگھ موجود۔ تین چار پولیس کے سپاہی موجود۔ انسپکٹر موجود۔ میں حیران۔ کہ کیا ہو گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ کہ کیا پریم دیوی اور لیلاوتی بھی تو نہیں آگئیں۔ مگر وہ خواب کا معاملہ تھا۔ اور یہ بیداری کا۔ ہے دیو! میں اکیلا۔ نہ یار نہ مددگار

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک دفعہ تو جی میں آئی۔ کہ ایک بار آپ کی طرح سیاپہ کر اُٹھوں۔ کہ ہائے میرا کوئی نہیں۔ مگر پھر مسکراہٹ نے ہونٹ پکڑ لئے۔ سوچا۔ کہ دیوگورو ایک ناستک ہے۔ وہ اگر روئے پیٹے اور یہ کہے۔ کہ میرا کوئی نہیں تو اس کو زیب دیتا ہے۔ لیکن میں آستک ہوں۔ میری پُشت پناہ پرماتما ہیں۔ جو ہوگا۔ ٹھیک ہوگا چلو پوچھو تو ان سے کہ کیوں آئے ہیں۔ ہے دیو! میں نے کہا کہ کبھی ہم آپ کے مہمان تھے۔ زہے قسمت ہماری۔ جو آج آپ ہمارے گھر تشریف لائے۔ کہئے کیا معاملہ ہے۔ ہے دیو! امر سنگھ کا چہرہ تو ایسا تھا۔ جیسے بس کیا کہوں۔ چُپ ہی رہتا ہوں۔ پہلے ہی وہ مجھ سے چڑا ہوا ہے اب اگر اس کے چہرے کی بناوٹ کا نقشہ کھینچونگا۔ تو شاید اُس کا زیادہ چرخہ گھوم جائے۔ ہاں دیورتن خوب اکڑا ہُوا تھا۔ ایسا اکڑا ہُوا تھا۔ کہ گویا دھوبی نے چادروں کی مایا لگاکر ابھی ابھی اس کو استری کیا ہے۔ ہے دیو! استری کرنے سے آپ نے کچھ اور نہ سمجھ لینا ہے دیو! دیورتن ہے بڑا نقال۔ جب میں دیو آشرم میں رہا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی آپ کو خوش کرنے کے لئے۔ میں۔ ڈاکٹر ہرنام سنگھ بھائی امر سنگھ۔ اور دیورتن ڈراما کیا کرتے تھے۔ تو دیورتن لہنگہ پہنکر ایسی عمدہ استری بنا کرتا تھا اور "وے ویرا۔ وے ویرا" کرکے اور استریوں کی نقلیں لگاکر اور تمام حاضرین کو ایسا ہنسایا کرتا تھا کہ پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے۔ ایک ڈراما میں میں تناسخ پرشاد بنکر اس داڑھی دار عورت کا خصم بنا تھا اس نے مجھے کہا۔ کہ میں تیری ماں ہوں۔ تو مجھے تنگ نہ کر۔ مجھے غصہ آگیا۔ اور میں نے اس کی گت پکڑ کر ایسی رسید کی تھیں۔ کہ یہ رو پڑی تھی۔ اور تناسخ کو گالیاں دیکر کہتی تھی۔ ہائے دیانند! تیرا بیڑا غرق۔ تو نے تناسخ کی گندی تعلیم دیکر ماؤں کو بیٹیوں کے ہاتھ میں دیدیا۔ ہائے میری گتڑی ہائے میرا چونڈا۔ ہائے ڈب گئی۔ ہائے مرگئی۔ "ہائے وہاڑا۔ ہائے"۔ "ہائے وہاڑا ہائے!" یہ کہکر اس نے اس غضب کا سیاپہ کیا۔ اور دو ہتڑ پٹی۔ کہ ہے دیو آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ گئے۔ اور تمام عورتیں لوٹ پوٹ ہو گئیں۔ مگر جتنا یہ زیادہ شور مچاتی تھی۔ اتنا ہی میں اس کی گت کو پکڑ کر اس کے زیادہ جوتے لگاتا تھا۔ یہاں تک کہ بھائی امر سنگھ جی سوامی گپوٹانند بنکر ہمارے جھگڑے کو نپٹانے کے لئے آئے۔ اور ہم دونوں نے ان کو اپنی اپنی کہانی سنائی۔

ہے دیو! آپ کے سامنے اس قسم کے ڈرامے ہوا کرتے تھے۔ اور آپ ان بیہودگیوں کو دیکھ کر بڑے گدگدہوتے تھے۔ اور آریہ سماج کی نقلیں اُتروا کر خوب پھولتے تھے۔ تناسخ کی تردید میں آپنے جو نظارے دکھائے ہیں۔ وہ ان ہی ڈراموں کی نقل ہیں ہے دیو! مجھے کیا علم تھا۔ کہ کسی دن مجھے یہ بھنگڑپن چھوڑ کر انسان بننا پڑیگا۔ ہے دیو! میں تو اُس بھنگڑ محلہ سے نکل آیا۔ لیکن دیورتن ابھی تک وہی پیشہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر رہا ہے۔ خوب تمسخر اُڑاتا ہے۔ خدا اور خدا پرستی وغیرہ پر خوب پھبتیاں گھڑتا ہے ہے دیو! دیورتن بڑا اکڑا ہُوا تھا۔ اِستری کئے ہوئے پاجامہ کی طرح اکڑا ہوا تھا۔ بار بار کھانستا تھا۔ گویا کہ اس کے حلق میں کسی نے کچھ پھنسا دیا ہے۔ ہے دیو! میں تو یہ نہیں کہتا۔ کہ وہ سُوئر کے بال کی طرح اکڑا ہُوا تھا۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ وہ آپ کی مونچھ کے بال کی طرح نوکیلا۔ اکڑا فوں۔ غُر۔ غُر۔ غُون بن رہا تھا۔ بار بار ڈنڈا ہلا رہا تھا۔ آنکھیں مٹکا مٹکا کر باتیں کر رہا تھا۔ آخر پتہ لگا۔ کہ آپ میرے دفتر کی تلاشی لینے آئے ہیں۔ میں نے دفتر کی الماریاں۔ میز۔ ٹرنک۔ وغیرہ کے قفل کھول کر جھٹ پٹ ان کے سامنے رکھ دئے۔ کہ لیجئے حضور۔ نکالئے کیا نکالتے ہیں۔ ہے دیو! وہ وقت بھی کیا ہی آنند کا وقت تھا۔ یہ خبر کہ دفتر اندر کی تلاشی ہو رہی ہے۔ آناً فاناً چاروں طرف پھیل گئی۔ اندر کوراہو اور کیتو لپٹیں۔ اور دُنیا کو خبر نہ ہو۔ ہے دیو! امر سنگھ اور دیورتن اچانک راہو اور کیتو کی طرح آدم بو۔ آدم بو کرتے ہوئے اندر سے لپٹ گئے۔ اور اندر کے دفتر کا کونا کونا ڈھونڈنے لگے ہے دیو! جب وہ سُوں سُوں کرتے ہوئے چاروں طرف ہاتھ مار رہے تھے۔ تو مجھے اپنی پرانی زندگی کے شکار کے سین یاد آ گئے۔ ہے دیو! میں اپنی چودہ پندرہ سال کی عمر میں بڑا شکاری تھا۔ بہت عمدہ بندوق چلاتا تھا ایسا نشانہ لگاتا تھا۔ کہ شکار لڑھکنیاں کھاتا نظر آتا تھا ہے دیو! مجھے یاد ہے۔ کہ ایکدفعہ فیروزپور میں جبکہ میں اپنے بھائی کے پاس تھا۔ ایک کسان نے آکر خبر دی۔ کہ ہمارے کماد میں سُوئر گھس آئے ہیں۔ آپ بندوق لے چلیں۔ اور کُتوں کو بھی ساتھ لے لیں۔ میں شکار کا شوقین تو تھا ہی۔ فوراً چل پڑا۔ کماد میں کُتوں کو چھوڑ دیا۔ وہ کماد کے اندر کونے کونے پر سُوں سُوں کرتے پھرتے تھے میں باہر ایک درخت پر بندوق لئے بیٹھا تھا۔ کہ نکلیں تو نشانہ ماروں۔ آخر نشانہ لگ گیا۔ ہے دیو! جب میں نے امر سنگھ اور دیورتن کو اندر کے کونے کونے میں سُوں سُوں کرتے اور ہاتھ مارتے دیکھا تو مجھے وہی شکار کا سین یاد آ گیا۔ جب دیورتن کرسی لگا کر الماری کے اوپر کے کاغذات کو دیکھنے کے لئے بڑھا۔ تو کاغذوں کے ریم اس کے سر پر گرے۔ اور وہ دُھوں دھڑم کرتا ہُوا زمین سے جا لگا ایسا لگا۔ کہ مجھے اندیشہ ہو گیا۔ کہ کہیں غریب کا سر تو نہیں ٹوٹ گیا۔ ہے دیو! پوچھ لیجئے۔ کہ اُس نے تلا بازی کھائی تھی یا نہیں۔ میں نے ان کی توضیح کرنے کے لئے اپنے منیجر سے کہا۔ کہ اندر کے پچھلے سالوں کے تمام خطوط۔ کارڈ۔ لفافے۔ غرضیکہ پندرہ بیس سیر کے قریب جسقدر خط و کتابت پڑی ہے۔ سب ان کے سامنے رکھ دیجئے۔ تاکہ ان کو تلاشی کی قدر و عافیت معلوم ہو۔ ہے دیو! اتنے بڑے ڈھیر کو دیکھ کر ان کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ ماتھا پھوڑ کر بیٹھ گئے۔ اور لگے سر دُھننگ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کلرک کا کام کرنے۔ بیچارے بھوکے پیاسے کرتے تو کیا۔ نہ کرتے تو کیا۔ آخر چار پانچ گھنٹہ خاک چھانکر بیرنگ واپس لوٹ گئے۔ ہے دیو! مجھے ان کی محنت کا پھل مل گیا۔ یعنی مجھے دو پیسہ کی بچت ہوئی کیونکہ جب وہ دفتر کے پرانے خطوط کو دیکھ رہے تھے۔ تو ان میں سے ایک لفافہ کے اندر سے دو پیسہ کے ٹکٹ نکل آئے۔ جو کہ انہوں نے بڑی خوشی سے میرے منیجر کے سپرد کر دئے۔ اور میں نے ان کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا۔ ہے دیو! اگر میرا منیجر چار دن لگا کر بھی ان خطوں کی پڑتال کرتا۔ تو بھی اس کو یہ دو پیسہ کے ٹکٹ نہ مل سکتے۔ مگر دیورتن اور امر سنگھ نے ایسی جلدی اور پھرتی سے ہاتھ مارا۔ کہ ہم سب دنگ رہ گئے۔ ہے دیو! آگے ان لوگوں نے کیا کیا۔ اور ان کی کیا گت بنی۔ اس کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں لکھتا۔ میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ آپ ایسے گرے ہوئے اور کمزور انسان ہیں۔ کہ راہ راست کو ترک کر کے ان نکمے ہتھیاروں پر اتر آئے۔ جن کی کہ مجھے آپ سے ہرگز توقع نہیں تھی۔ اچھا ایں ہم غنیمت است۔ آپ کی جوبلی سے لوگوں نے فیض پایا۔ لیکن آپ نے میری اپیل پر دھیان نہ دیا۔ بلکہ آپ کی مونچھ کے بال دیورتن نے الٹا مجھے گالیاں دیں۔ اور برا بھلا کہا ہے دیو! اب میں آپ کی مونچھ کے بال کو پکڑتا ہوں۔ اس نے جو کچھ جھوٹ اور بکواس لکھا اور کیا ہے میں اس کو آپ کے سامنے پیش کر کے آپ سے دوبارہ اپیل کرونگا۔ کہ آپ اب بھی میری بات کو مان لیں۔ اور اپنے پنڈے پوجاریوں کو ان شرارتوں سے منع کر دیں۔ جو کہ وہ خدا۔ خدا پرستی۔ خدا پرستوں آریہ سماج۔ سوامی دیانند۔ وید اور ویدوں کے مسایل کے برخلاف کر رہے ہیں۔ ہے دیو! میری بات پر غور کیجئے۔ پھر سوچئے۔ اور اس بھنگڑپن کو چھوڑ کر انسان بنئے +

تیسرا فقرہ

ہے دیو! آپ کی جوبلی آئی۔ اور چلی گئی۔ کسی کو خطاب ملا۔ کسی کو ملک۔ کسی کو گھوڑے ملے۔ کسی کو گدھے۔ کسی کو یورپ ملا۔ کسی کو امریکہ۔ کسی کو ایشیا۔ کسی کو افریقہ۔ ہے دیو! آپ کا چھوٹا سا سیوک بھی اسقدر مالا مال ہو گیا۔ کہ وہ راجوں مہاراجوں پر ترس کھاتا ہے۔ پرنتو ہے دیو! مجھ کنگال کو آپ کے دربار سے کیا ملا۔ گالیاں ملیں۔ دھمکیاں ملیں۔ حملے ملے۔ ہے دیو! میں نر دھن آپ کے سر بوجھ دربار میں اپیل لیکر آیا۔ پرنتو ہے دیو! آپ نے اپنے چوب برداروں کو حکم دیدیا۔ کہ نکالدو اس کو باہر۔ ہے دیو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آپ کا ایک چوب بردار بلکہ چولہ بردار گرگٹ کی طرح گردن اکڑاتا ہُوا میری طرف آیا۔ اور بالکل گرگٹ کی طرح گردن کو نیچے اوپر کرنے اور مجھے گھورنے لگا۔ ہے دیو! مجھے بڑا ڈر لگا۔ کہ شاید کھا جائے گا۔ یا مار بیٹھے۔ پہلے تو جی میں آئی۔ کہ بھاگ جاؤں۔ یا اِس گرگٹ کی دُم سے لپٹ کر اس کے پیچھے جا چھپوں ہے دیو! اُس نے مجھے بڑا گھورا۔ خوب تاڑ پھاڑ کی۔ اس کا نام دیورتن تھا۔ یہی آپ کی مونچھ کا بال ہے۔ جب وہ مجھے گھور رہا تھا۔ تو میں نے کہا۔ کمبخت دیو! موجودہ تعلقات کا اگر تجھے کوئی خیال نہیں آتا۔ تو پچھلے زمانہ کو ہی یاد کر۔ جبکہ تو میری عورت بنا تھا۔ اور تجھے لہنگہ پہنا اور جوتیاں لگا دیو گورو کو ہنسایا تھا۔ ہے دیو! میری بات کو سُنکر وہ بولا:۔

صاحبِ من!

"آپنے شری ستیانند اگنی ہوتری المعروف بہ شری دیو گورو بھگوان کے دربار میں میری اپیل کے نام سے جو کتاب حال میں ہی ہمارے خلاف شائع کی ہے۔ اس کی ایک کاپی کو کل بعد دوپہر ایک دوست کے پاس سے مجھے بھی ادھر اُدھر سے پڑھنے کا موقع ملا" ہے دیو۔ جب دیورتن نے یہ کہا۔ تو مجھے خوشی بھی ہوئی اور رنج بھی۔ خوشی اس لئے کہ خیر میری اپیل کو آخر پڑھ ہی لیا۔ رنج اس لئے آگے معلوم نہیں کیا جواب دیگا۔ ہے دیو! میں اِس مچھبال کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کی گردن صراحی طرح اکڑی ہوئی اور اس پہ چھوٹا سا سر اسطرح لگا ہُوا تھا جسطرح حُقہ کی نڑی پر چلم رکھی ہو ہے دیو تھوڑی دیر کے بعد اُس نے حُقہ کی طرح گڑگڑ کیا۔ اور بولا "مجھے جہاں کہیں سے آپ کی تحریر پڑھنے موقع ہُوا۔ وہیں پر اُسے میں نے اپنے پوجنیہ شری دیو گورو بھگوان کے سمبندھ میں اس قدر سایت کمینہ درجہ کے حملوں۔ گندے ہنسی مخول۔ اور فحش کلامی سے پُر اور آپکے پیدائشی جوہر کے ونوں سے لبریز پایا۔ کہ مجھے آپ کی وہ کل تحریر پڑھنے کے لائق معلوم نہیں ہوئی" ہے دیو! اس مچھبال کے اِس جواب کو سُنکر پہلے تو میں نے چاہا۔ کہ غصہ ہو جاؤں۔ اور اس کو ذرا آنکھیں دکھاؤں۔ مگر پھر وچا۔ کہ غصہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ یہ ہنسی خوشی کا معاملہ ہے۔ میں ذرا اس سے ہنس کر بات کرونگا یہ خود ہی ڈھیلا ہو جائے گا۔ ہے دیو! میں نے اس سے کہا۔ مچھوئے سُن۔ ہے دیو! مچھوا دو معنی لفظ ہے۔ امرسنگھ کے امرکوش میں اس کے معنے مت ڈھونڈنا۔ وہ تو فوراً کہدیگا۔ کہ مچھوا مچھلی مار کہتے ہیں۔ ہے دیو اس کے معنے میں بتاتا ہوں۔ میں نے مونچھ کے بال کو مچھبال بنایا۔ مچھوا اسکی صغیر ہے۔ اور بہت پیاری تصغیر ہے۔ اور یہ تصغیر میں نے خود ہی بنائی ہے۔ جیسے پلنگ سے نگڑی۔ ہے دیو! دیورتن ہے تو بڑا ٹیڑھا ترچھا۔ مگر پھر بھی پُرانے تعلق کی بنا پر آخر پیارا آہی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتا ہے۔ کہاں وہ دن کہ ؎ دست برگت مچھوا دارم۔ من چہ پروائے مصطفےٰ دارم ہے دیو! دیکھنا مصطفےٰ آیا۔ آپ تو اس کے بھی دشمن ہیں۔ مگر مصطفےٰ بت پرستی کا دشمن تھا ہے دیو! دیولوک میں آپکی اور مصطفےٰ کی صاحب سلامت تو خوب ہوگی۔ ہے دیو! میں نے مچھوئے سے کہا۔ سُن بھلے مانس۔ یا پُرانے تعلق کی بنا پر سُن بھلی مانس۔ تو نے ساری اپیل کو اول سے لیکر آخر تک پڑھا نہیں۔ کیونکہ اگر تو پڑھ لیتا۔ تو تجھے فوراً پتہ لگ جاتا۔ کہ کمینہ درجہ کے حملے کرنیوالا۔ گندے ہنسی مخول اور فحش کلامی کرنیوالا کون ہے۔ میں یا تیرا لمبودر گورو۔ دیکھ تیرے لمبودر گورو نے کس قدر گندے مخول کئے ہیں۔ کسقدر تناسخ پر کمینہ حملے کئے ہیں۔ جو شاید کوئی چوہڑا چمار بھی نہ کرے۔ ہے دیو! مچھوا یہ سنکر پیٹ اُٹھا۔ بولا۔ دیانند کی تعلیم ہی ایسی ہے۔ تو ہم کیا کریں ہے دیو! آپ ذرا اپنے پیٹ کی قسم کھا کر بتائیں۔ ہے دیو! پیٹ کی قسم کھانے میں آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا کیونکہ نہ آپ خدا کو مانیں۔ نہ کسی کتاب کو۔ صرف پیٹ ہی پیٹ ہے۔ ہے دیو! آپ کو پیٹ کی قسم! کیا دیانند کی تعلیم درحقیقت ایسی ہی ہے۔ کہ اُس پر آپ یا آپ کے مچھوئے اِس قسم کے گندے مخول۔ پاجی پن کی پھکڑ بازی۔ کمینہ حملے اور شرمناک پھبتیاں اُڑائیں۔ اور ڈوموں کو بھی مات کر جائیں۔ اور میں اگر ان کو اس پاجی پن سے روکوں۔ اور بجائے سخت کلامی کے شیریں کلامی سے کام لُوں۔ اور ان کو ہنسی خوشی کے الفاظ میں سمجھاؤں۔ تو وہ اُلٹا مجھے بُرا کہیں ہے دیو! آپ اور آپ کے مچھوئے شاید یہ چاہتے ہیں۔ کہ جسطرح آپنے تناسخ کی تردید میں ایک کو بیٹا اور دوسرے کو ماں بنا کر یا ایک کو گھوڑا اور دوسرے کو بیٹا بنا کر ایک دوسرے کے ہنٹر لگائے ہیں۔ اسی طرح میں بھی آپ کو یا آپکے مچھوؤں میں سے ایک کو دیو اور دوسرے کو دیوی بنا کر آپ پر شرمناک پھبتیاں اڑاؤں۔ اور آپ کی طرح مخول اُڑاؤں۔ مگر میں ایسے شرمناک طریقہ کو پسند نہیں کرتا۔ ہے دیو! میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ سے ہنسی سے بات کروں۔ اور زندہ دلی سے کام لُوں۔ کیونکہ اگر میں ہی مر گیا۔ تو پھر آپ کو ہنسانے کون آئیگا۔ ہے دیو! مچھوا کہتا ہے۔ کہ میں نے آپ کے سمبندھ میں فحش کلامی سے کام لیا ہے۔ ہے دیو! میں تو آپ سے بار بار پوچھتا رہا ہوں۔ کہ کیا کہیں آپ کی شان ایزدی میں میں نے کوئی حاشائستہ الفاظ تو استعمال نہیں کئے۔ اگر کئے ہوں۔ تو بتا دیجئے۔ تاکہ میں ان کو واپس لے لوں۔ ہے دیو! آپ سر ہلاتے گئے۔ کہ چلئے چلئے۔ کچھ نہیں۔ ہے دیو! مچھوا بھی تو نہیں بتاتا۔ کہ میں نے کونسی فحش کلامی آپ کے حق میں کی ہے۔ ہے دیو! وہ بتا بھی کیا سکتا ہے۔ جبکہ وہ خود ہی کہتا ہے۔ کہ

[illegible] ہے دیو! مچھوا خواہ لڑ رہا ہے لیکن جسقدر وہ زیادہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خفا ہوتا ہے۔ اسی قدر وہ مجھے زیادہ پیارا لگتا ہے۔ میں جھک جھک کر مارے پیار کے اس کے منہ کی طرف دیکھتا ہوں۔ پیارے مچھی۔ جھات!!! ہے دیو! مچھی کے معنی مچھلی نہ سمجھ لینا۔ مچھی مچھوئے کی تصغیر ہے۔ ہے دیو! یہ ایک فطرتی بات ہے۔ کہ جس قدر آپس کا پیارا بڑھتا ہے اسی قدر ایک دوسرے کو مصغر ناموں سے پکارنا پیارا لگتا ہے۔ ہے دیو! میں آپ سے کس قدر پیار کرتا ہوں۔ اِس کا اندازہ اسی سے لگا لیجئے۔ کہ میں بٹ برکھش کے نیچے بیٹھے ہوئے رام اپاسک کی طرح بار بار آپکا نام جپ رہا ہوں۔ جب میں آپ سے پیار کرتا ہوں۔ تو دیو رتن سے کیوں نہ کروں۔ کیونکہ وہ آپ کی مونچھ کا بال ہے۔ ہے دیو! یہ ننھا کیسا بسور بسور کر باتیں کرتا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ جیون تت کی تحریروں کے ذریعہ اب تک خدا کے غلط اور مضر یقین اور آریہ سماج کی گناہ آلودہ اور خوفناک تعلیم اور آریہ سماج کے بانی اور اس کے پیروؤں کی حقیقت جسقدر ظاہر کیجا چکی ہے۔ اس نے دیو سماج کے لئے عموماً اور میرے لئے خصوصاً آریہ سماج اور بعض دیگر خدا پرستوں کے اندر جسقدر مخالف یا دشمن پیدا کر دئے ہیں۔ ان کا جیسے مجھے بہت کچھ علم ہے۔ ایسے ہی ایسے مخالفوں کا پیدا ہو جانا اور اُن کے طرح طرح کے نہایت کمینہ اور ناواجب طریقوں سے ہماری مخالفت اور ہمارے پاک کام کو نقصان پہنچانے کے لئے آمادہ ہو جانا ایک لازمی نتیجہ سمجھتا ہوں۔ ہے دیو! دیکھا اس ننھے کا ہونٹ۔ کتنا لمبا فقرہ بول گیا۔ ہے دیو! یہ پدی جتنا تو آدمی ہے۔ اور پدے جتنا اسکا دماغ۔ اور اس کے منہ سے فقرے کیچوئے کی طرح اتنے لمبے لمبے نکل رہے ہیں۔ کہ گویا ابھی کسٹر ایل پی کر آیا ہے۔ ہے دیو! یہ کیسا بسور رہا ہے۔ اور کیا کہتا ہے۔ ہے دیو! یہ پدی کہتا ہے خدا کا غلط اور مضر یقین۔ آریہ سماج کی گناہ آلودہ اور خوفناک تعلیم۔ آریہ سماج کے بانی اور اس کے پیروؤں کی حقیقت! ہے دیو! پھر کہتا ہے۔ جیون تت کی تحریریں۔ ہے دیو! اس ننھے مچھی کی حماقت پر تو آپ بھی ہنس دینگے۔ ہے دیو! یہ بغلول کیا فرماتا ہے۔ ہے دیو۔ کیا آپ نے بغلول کی کہانی سُنی ہے۔ اچھا پھر کبھی سناؤنگا۔ بڑی مزیدار ہے۔ ہے دیو! آپ خود بھی تو مدت تک خدا کو مانتے رہے۔ خدا کے دربار میں ناچتے کودتے رہے۔ اور عشق آلہی کے جلسے اُڑاتے رہے۔ سب بھائی بہن ملکر سُر تال جماتے رہے۔ آخر آپ نے پینترا بدلا اس کا مطلب یہ کہ یا تو آپ مکار تھے۔ یا اجہل۔ یہ آپ جانیں یا یہ پدی۔ ہے دیو! کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ! کیا یہ مچھوئے اور کیا خدا پرستوں کے ساتھ جنگ۔ مدت سے بھنگڑ پن کرتے چلے آرہے تھے۔ خدا پرست نے ان کی گوشمالی کی۔ تو ان کے طبلے طنبورے ٹوٹ گئے۔ اور سب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اٹی سٹی بھول کر کوتوالی دوڑے گئے۔ کہ برائے خدا ہماری تاریں جوڑ دو ہے دیو! آجکل تو کنجڑے قصائیوں نے بھی اپنے اپنے اخبارات نکالے ہوئے ہیں۔ ان مچھوؤں نے اخبار نکال لیا۔ تو کیا ہُوا ہے دیو! ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میں ہردوار کو جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک شخص کے پاس آپ کا مچھوا اخبار تھا۔ میں نے پوچھا۔ کہ یہ تو دیو سماج کا اخبار ہے۔ تم کیوں پڑھتے ہو۔ کیا ناستک ہو۔ وہ بولا۔ اجی نہیں۔ ریل میں ٹٹی جانا پڑتا ہے۔ فراغت کے بعد کاغذوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے اس کو رکھ چھوڑا ہے۔ تمام حاضرین نے فرمائشی قہقہہ لگایا۔ ہے دیو! یہ تو ہے آپ کے اس اخبار کی خیر و عافیت اور قدر و منزلت جس پر آپ کا مچھوا ٹانگ اُٹھا اُٹھا کر غلط بازیاں کھا رہا ہے۔ اور اسطرح ناز و نخرے کر رہا ہے کہ "ایسے مخالفوں کی اس قسم کی مخالفت یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ جو طاقت جیون تت کی تحریروں میں خرچ کی گئی ہے۔ اُس نے ہزاروں برس کے جمے ہوئے غلط ڈھکوسلوں کے ماننے والوں کے اندر تھوڑے سے عرصہ میں ہی کس قدر ہل چل اور گھبراہٹ پیدا کر دی ہے۔ اور اب وہ اپنے جھوٹے یقینوں اور گناہ آلودہ تعلیموں کی بودی دیواروں کی بنیادیں ستیہ کے زوردار حملوں سے ہلتی ہوئی دیکھ کر اُن کے بچاؤ کے لئے کیسے کمینہ اوزاروں پر اُتر آئے ہیں"۔ واہ رے پدّی تیرا گھونسلا۔ اور اسمیں تیرے زوردار "حملوں" کا انڈا۔ زوردار "حملوں" سے کیا مراد ہے۔ یہ کس کی جمع ہے۔ حملے کی یا حمل کی۔ ہے دیو! ننھا پنچھی کیسا تان تان کر مار رہا ہے دیواروں کو بھی جڑ بنیاد سے ہلا دیا ہے ہے دیو! یہ ٹیٹری کیا بولتا ہے۔ ہے دیو! ٹیٹری ایک ہوا لور ہے۔ جس کے متعلق پنجابی میں یہ بات مشہور ہے۔ کہ جب وہ رات کو سوتا ہے۔ تو ٹانگیں اوپر کھڑی کر لیتا ہے۔ تاکہ اگر خدانخواستہ رات کے وقت آسمان ٹوٹ پڑے۔ تو اس کی ٹانگوں پر اٹکا رہے۔ ہے دیو! یہی حالت اس مچھوئے کی معلوم ہوتی ہے۔ ہے دیو! یہ ننھا مچھی بڑا زور کر رہا ہے۔ جیون تت کی تحریروں میں خوب طاقت بھر کر نکالتا ہے۔ اور اپنے ایسے ایسے "حملوں" سے دیواروں کو بھی ہلا رہا ہے۔ ہے دیو! اس ننھے مچھی کی حماقت اس مچھر سے اینچ بھر بڑھ کر ہی ہے جو کہ ایک بیل کے سینگ پر آ بیٹھا۔ اور کہنے لگا۔ میاں بیل! تکلف مت کرنا۔ اگر میرا بوجھ زیادہ معلوم ہو۔ تو بتا دینا۔ تاکہ میں دوسرے سینگ پر جا بیٹھوں۔ ہے دیو! اگر خدا۔ خدا پرستی۔ آریہ سماج۔ دیو سوامی دیانند۔ اور دیگر خدا پرستوں پر گندے اور ناپاک مخول اُڑانا ہی ان کے زوردار حملے ہیں۔ تو ان خوبیوں کی سنگینوں سے خدا کی پناہ۔ لیکن اگر خدا اور خدا پرستی پر سنجیدگی۔ متانت سے بحث کرنے کا نام زوردار حملہ ہے۔ تو میں کہونگا۔ کہ آپ کے مچھوئے اس روش سے عاری ہیں۔ وہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انارکلی کی گندی موری میں سے چوہوں کی طرح تھوتھنی نکال نکال کر خدا کو گالیاں دیکر پھر اسی موری میں جا گھستے ہیں۔ مگر پھر بھی کبھی نہ کبھی ان کی بوتھی پر کسی نہ کسی خدا پرست کا ہنٹر پڑ ہی جاتا ہے۔ اور وہ چرچر چوں چوں کرتے اسی جگہ جا چھپتے ہیں۔ ہے دیو! اسکا نام ستیہ کے زوردار حملے نہیں ہیں۔ اگر آپ نے یا آپ کے مچھوؤں نے ستیہ کا زور دیکھنا ہو۔ تو ایکدفعہ آپ اپنے دیوشاستر کو بھی اسیطرح پبلک میں لائیں جسطرح کہ دوسرے خدا پرستوں کی مذہبی کتابیں ہیں۔ ہے دیو! آپ کو اس مچھوا پوتھی کا اسقدر فکر رہتا ہے۔ کہ باہر گئی۔ اور آپ کی دکانداری اُڑی۔ تب ہی تو آپ اس کے مسودہ کو چھپواتے نہیں ہیں۔ بلکہ قلمی ہی رکھ چھوڑا ہے۔ اور وہ بھی اتنی گودڑیوں۔ پیٹیوں۔ اور تہوں کے اندر۔ کہ جیسے کوئی کوڑھی اپنے کوڑھ کو چھپاتا ہو۔ آپ کے اندرونی مرض کو ذرا باہر کی ہوا لگی۔ تو کتنی بدبو پھیلی۔ لوگ! ہائے توبہ بنکار اُٹھے۔ ہے دیو آپ کا مچھوا کہتا ہے۔ کہ "جیسے جیون تت میں اس قسم کی تحریریں پہلے بھی کسی مخالفت یا موافقت کی پرواہ کرکے نہیں لکھی گئیں۔ بلکہ محض جھوٹ اور کلپنا کے خوفناک جال اور گناہ آلودہ مسایل کے مضر اثروں سے اپنے ہموطنوں کو بچانا اور اُن کے اندر ستیہ دھرم اور نیکیاں مولک مت کی شکچھا پھیلانا اور اُن کے اندر نیچ جیون سے نکلکر اوچ جیون کے لئے خواہش اور تحریک پیدا کرنا اِن تحریروں کا مقصد ہے۔ ویسے ہی آیندہ بھی کسی کمینہ سے کمینہ اور منتقم سے منتقم مخالف کی مخالفت ہمارا مُنہ بند کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی اور ہماری تحریروں کا سلسلہ اس قسم کی کمینہ مخالفتوں سے ہرگز نہیں رُک سکتا"۔ ہے دیو! یہ کیسا مزیدار فقرہ ہے۔ ایک شخص آپ کے مچھوؤں کو نصیحت کرتا ہے۔ کہ خدا۔ خدا پرستی اور خدا پرستوں پر مخول مت اُڑایا کرو۔ اپنے آچرنوں کو ٹھیک کرو۔ اپنے گھر کو درست کرو۔ اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھو۔ دوسروں کی آنکھوں کے تنکوں کو نکالنے مت دوڑو۔ مگر آپ کا مچھوا اس قسم کے ناصح کو کمینہ۔ مخالف۔ منتقم کہتا ہے۔ ہے دیو! یہ مچھوا ہر ایک بات کو اُلٹا سمجھتا ہے۔ ہے دیو! بغلول کی عورت میں یہی عادت تھی۔ وہ بغلول کی ہر ایک بات کو اُلٹا سمجھتی اور اُلٹا کرتی تھی۔ آخر کار ایک دن تنگ آکر وہ دریا میں ڈوب گئی۔ بغلول دریا کے اوپر کی طرف اسکو تلاش کرنے لگا۔ کسی نے پوچھا۔ کیا دیکھتے ہو۔ بولا۔ میری عورت ڈوب گئی ہے۔ اسکی لاش تلاش کر رہا ہوں۔ ناصح نے کہا۔ عجب حمق ہے۔ لاش تو نیچے بہ کر گئی ہوگی۔ تو اوپر تلاش کرتا ہے۔ بغلول بولا۔ ٹھیک ہے لیکن میری عورت ہر ایک بات میں اُلٹا ہی راستہ چلتی تھی۔ اور وہ مرکر بھی اُلٹی ہی طرف کو گئی ہوگی ہے دیو۔ میں نے عمدہ نصیحت کی تھی۔ لیکن آپ کے مچھوئے اُلٹے چلے۔ اور مجھے ہی منتقم کہنے لگ گئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے دیوآ گے چل کر دیورتن کہتا ہے۔ کہ "آپ نے اپنے جس دوست منسارام جی کی ڈائریوں میں سے کچھ حصے نقل کر کے چھاپے ہیں۔ وہ کئی دن سے ہمارے پاس یہ ظاہر کرتے رہے ہیں۔ کہ آپ نے ان کی نوٹ بکیں اور ڈائریاں چرالی ہیں"۔ ہے دیو! آپ کا مچھوا اور اسکا چھوٹا بھائی یہ صریحاً جھوٹ بک رہے ہیں۔ وہ تو جب دیو سماج کی نوکری چھوڑ کر میرے پاس آیا تھا۔ تو اس نے علاوہ دیو سماج کے بعض شرمناک اندرونی سیکنڈلس کے مجھے یہ بھی کہا تھا۔ کہ دیورتن کی عورت نے میری استری کی انگوٹھی چُرا کر اپنے لہنگہ میں چھپالی تھی۔ بڑی مشکل سے برآمد ہوئی۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ بات کہاں تک سچ ہے یا جھوٹ۔ وہ مجھ سے جو کچھ بیان کرتا رہا۔ اگر اس کو شائع کردوں۔ جیسا کہ آپ کے مچھوئے نے شائع کیا ہے۔ تو دیوآشرم کی جھلک سب کو نظر آجاوے۔ منسارام آپکا سیوک ہے یا کم از کم سیوک تھا۔ اس کی عورت آپ کی سیوکا ہے۔ آپ جو چاہیں۔ اس سے کہلوا سکتے ہیں اور جو پٹی اس کو پڑھانا چاہیں۔ پڑھا سکتے ہیں۔ وہ ایک ناشکر گذار شخص ہے۔ میں نے عین مصیبت کی حالت میں اس کا ہاتھ پکڑا۔ جبکہ وہ روتا ہوا میرے پاس آیا۔ علاوہ بارہ روپیہ ماہوار کا مکان دینے کے اس کو بیس روپیہ ماہوار کا جیب خرچ بھی دیا۔ حالانکہ دیوآشرم میں وہ ایک سڑی ہوئی کوٹھڑی میں رہتا تھا۔ اور تیرہ چودہ روپیہ سے زیادہ اس کو نہیں ملتا تھا۔ بلکہ وہ دیو سماج کی اس نوکری سے بھی جلدی ہی موقوف ہونیوالا تھا۔ جیسا کہ اسکے ساتھی ایشان پرشاد کو موقوف کر دیا گیا تھا جب میں نے دیکھا کہ یہ شخص میرے پاس رہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میرے پاس رہنے میں اس کے تمام رشتہ دار اور دیو سماج کے آدمی ناراض تھے۔ تو میں نے بڑی مہربانی کر کے پنڈت رام بھجدت جی کے پاس اسکی سفارش کی۔ کہ اپنے پریس میں اسکو جگہ دیدیں۔ اور انہوں نے باوجودیکہ اُن کے دفتر میں گنجائش نہیں تھی۔ میرے کہنے پر اسکو جگہ دی۔ ہے دیو! میں نے اس شخص کو موقوف تک کرنے کا لفظ تک بھی نہیں کہا تھا۔ تاکہ کہیں اس کی دل شکنی نہ ہو۔ بلکہ بڑی عزت سے اسکو رخصت کیا۔ ہے دیو! اس سے پوچھئے۔ کہ ایسا ہُوا تھا یا نہیں۔ لیکن افسوس! یہ شخص ناشکر گذار نکلا۔ بلکہ آپ کے مچھوؤں نے اسکو ناشکر گذاری پر آمادہ کیا۔ اور اسکو میرے برخلاف کھڑا کر دیا۔ ہے دیو! میں اس تمام شرارت کو جانتا ہوں۔ آپکے مچھوئے ہیں ہی ایسے انسان۔ کہ وہ سرل آتماؤں سے اس قسم کے کام لیتے ہیں ہے دیو۔ آگے چلکر آپ کا مچھوا کہتا ہے کہ "آپکو اپنے اس دوست کے متعلق یہ واقعہ ضرور اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ جب وہ آپ دونوں ہمارے سکول میں کام کرتے تھے۔ تب اُن کے چلن پر ذرا سا شک ہو جانے پر بھی باوجودیکہ تب آپ انکی طرفداری اور حمایت کرتے تھے۔ انہیں اس سکول سے نکالد

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گیا تھا۔" ہے دیو! جو الزام اس شخص پر لگایا گیا تھا۔ وہ قطعی جھوٹا تھا۔ میری اسوقت بھی یہی رائے تھی۔ کہ وہ الزام جھوٹا تھا۔ اور اب بھی یہی رائے ہے۔ کہ وہ جھوٹا الزام تھا۔ میں نے اس کمیٹی میں بھی جسکا کہ میں ایک رُکن بنایا گیا تھا۔ جو کہ اس معاملہ کی تفتیش کیلئے مقرر ہوئی تھی۔ بار بار اپنی اس رائے کا اظہار کیا تھا۔ کہ میرے نزدیک یہ شخص بالکل بیگناہ ہے۔ اور جو الزام اسپر لگایا جاتا ہے۔ وہ غلط ہے۔ ہے دیو! آپ کا مچھؤا لکھتا ہے۔ کہ شک ہونے پر ہی اسکو سکول سے الگ کر دیا تھا۔ ہے دیو! یہ کیسی حماقت تھی اور حماقت ہے۔ شک کا فائدہ ملزم کو ملتا ہے۔ لیکن آپ کا دربار ہی نرالا ہے کہ شک پیدا ہو جانے پر تو آپ ایک شخص کو الگ کر دیتے ہیں۔ لیکن امر سنگھ جیسے شخص کو جو اقرار کرتا ہے کہ اس نے بیگانی عورت کیساتھ ریل میں وہ سیاہ کاری کی۔ جسکا اُس نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے اسکو آپ اسی طرح دندناتا ہُوا پاتے ہیں۔ بلکہ وہ آپ کا جنرل سکرٹری ہے۔ اگر کوئی سزا دی ہو۔ تو بتائیے ہے دیو! ایسے اندھیر کھاتہ میں کیونکر ممکن تھا۔ کہ میں خاموش رہتا۔ آخر میں نے آپ کے کانوں میں وہ گرما گرم مصالحہ ڈالا۔ کہ آپ بلبلا اُٹھے۔ اور چلّا اُٹھے۔ کہ اس شخص کو کہدو۔ سکول سے چھ ماہ کی رُخصت لے لے۔ ہے دیو! یہی وہ دن تھے۔ جبکہ میں نے آپ کو پاگل لکھا تھا کیونکہ میں اِن اُلٹے فیصلوں سے ذرہ پر چارکوں کی سیاہ کاریوں پر چشم پوشیوں کے معاملات پر لعنت کرتا تھا۔ اور آپ کو ڈانٹتا تھا۔ کہ ستہ دمت کچلئے۔ اور جھوٹ پر کان مت لگائیے۔ ایسا نہ ہو۔ آپکا سکول اور آپکے سکول والے سب اُڑ جائیں۔ اور سکول کی عمارت سردار جمیت سنگھ کے گھوڑوں یا بیلوں کے اصطبل اور کھرلیوں کے کام آئے ہے دیو! اُن دنوں میں تو آپ ہوائی گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور آپکے مچھوئے کشتی میں ڈوبنے کیلئے بیٹھے تھے۔ آپنے میری بات کو نہ سُنا۔ اسوقت نہ سُنا۔ اب ہی کانوں کی میل نکلوائیے۔ دیدے پھاڑ کر دیکھئے میں کیا دکھلا رہا ہوں۔ اور آپکے بھگتوں کی سیاہ کاریوں۔ مجرمانہ کرتوتوں۔ قاتلانہ اور پشاچانہ حرکات کو کیونکر آپکے آگے دھر کر انصاف کے لئے شور مچا رہا ہوں۔ ہے دیو! آپ واقعات کو دیکھئے۔ اپنے مچھوؤں کی برخورداری کو تاڑیئے۔ ہے دیو آپ کا مچھؤا میرے متعلق لکھتا ہے کہ "آپ کو بھی ایک اور جرم میں سکول سے الگ کر دیا گیا تھا۔ اور اسکے بعد باوجود آپ کی درخواست کے دوبارہ آپکو سکول کی ملازمت میں نہیں لیا گیا۔" ہے دیو! آپ کا مچھؤا ہے تو بڑا شاطر۔ کیسا دبے پاؤں حملہ کرتا ہے۔ مگر کیا کرے نزول ہے۔ مردم پرست ہے۔ مردم پرستی نے اسکو مردک بنا دیا ہے۔ اگر یہ مرد ہوتا۔ تو صاف الفاظ میں لکھتا۔ کہ وہ کونسا جرم تھا جسکی پاداش میں مجھے سکول سے الگ کیا گیا۔ مگر کوئی جرم ہوتا۔ تو لکھتا ہے دیو! آپ اس سے پوچھئے۔ کہ کیا میں نے کسی دیو سماج کے سیوک کی استری سے بغلگیری کی تھی کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسکی مجھے یہ سزا ملی۔ یا کیا میں کسی سیوک کی استری کے ساتھ ایکانت سیون کیا کوتا تھا کہ جس کا خاوند مجھ پر تلوار چلانے دوڑا ہو۔ یا کیا میں کسی دوسرے سیوک کو مار ڈالنے پر آمادہ ہوا تھا۔ یا کیا میں بسکٹ چور تھا۔ یا کیا میں آپکے اُن سیوکوں کی طرح جو زنا کاری کر کے بھی آپ کے بھگت بنے چلے آتے ہیں کسی اسی قسم کے پاپ کا مرتکب ہوا تھا۔ یا کیا میں امر سنگھ کی طرح بیگانی عورتوں کے ساتھ جسم رگڑا کرتا تھا۔ یا کیا میں نے مہاتیاگ برت گرہن کر کے دیو سماج سکول کی لڑکیوں میں سے کسی کی خاطر اپنا برت بھنگ کیا تھا۔ وہ کونسا جرم تھا۔ جسکا نام لیتے ہوئے یہ نامرد کانپتا ہے۔ کیوں نہیں خم ٹھونک کر میدان میں آتا۔ بزدل۔ مفت کی غلط فہمی پھیلانا چاہتا ہے۔ اسکی نیت بد معلوم ہوتی ہے۔ ہے دیو! میرا اور آپ کا معاملہ اور ہے۔ آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ میں نے آپ کے سکول کو کیوں چھوڑا۔ لیکن آپکے مچھوئے خواہ مخواہ بے شرمی سے کام لے رہے ہیں۔ ہے دیو! چونکہ اس مچھوئے نے میری ذات کے متعلق جرم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسلئے میرا فرض ہے۔ کہ میں بتاؤں۔ وہ کونسا جرم تھا۔ جسکی بنا پر میں سکول سے الگ ہوا نہ کہ الگ کیا گیا۔ تاکہ اس مجرمانہ نیت کے مچھوئے کی بدنیتی کا پتہ لگ سکے۔ ہے دیو ذرا سنئے +

چوتھا فقرہ

ہے دیو! آپ اپنے آپ کو تمام پاپوں سے بری بتاتے ہیں۔ مگر میں ایسا دعوے نہیں کر سکتا۔ اگرچہ میں آپکی طرح مہاتیاگ برت گرہن کر کے بوڑھی گھوڑی لال لگام کا مصداق نہیں بنا ہوں۔ تاہم میں ایک انسان ہوں۔ اور کمزور انسان ہوں۔ ہے دیو! آپنے پرماتما کو جواب دیدیا۔ اور ایشور بھگتوں پر مخول اڑانے لگ گئے۔ اور خود پرماتما سے بھی اوپر چلے گئے ہے دیو! میں آپ کی بلندی تک کب پہنچ سکتا ہوں میں ایک نہایت ہی ادنےٰ درجہ کا خدا پرست ہوں۔ خدائی کا دعوے تو درکنار ہے دیو! میں اپنے آپ کو اس لائق بھی نہیں سمجھتا۔ کہ پرماتما کے سچے بھگتوں میں نام لکھوا سکوں۔ ہے دیو میں کمزور ہوں۔ اور انسانی کمزوریوں سے بھرا ہوا ہوں۔ مگر میں خدا پرستوں پر مخول نہیں اڑاتا ہوں۔ نہ ہی خدا پر پھبتیاں گھڑتا ہوا اس کے وجود سے منکر ہوں ہے دیو! اگرچہ میں کمزور ہوں۔ اور ایک نہایت ہی معمولی انسان ہوں۔ مگر میں ایک غیر معمولی چٹان پر کھڑا ہوں۔ اور ایک لاثانی طاقت کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پناہ پشت پناہ مانتا اور محسوس کرتا ہوں ہے دیو! میرے بازو کمزور ہیں۔ لیکن ان کمزور بازوؤں میں اسقدر طاقت ضرور ہے۔ کہ آپ یا آپکے مردم پرست بزدل۔ ڈرپوک۔ بیدین۔ مشرک۔ مچھوؤں کو ایک دو گردنیاں دیکر انارکلی کی گندی موری میں جا دھکیلوں۔ اور اُن کی آنکھیں کھولدوں۔ ہے دیو! میں نہیں کہتا۔ کہ میں پاپوں سے بری ہوں۔ یا میں نے کبھی لغزش نہیں کھائی۔ مگر ہے دیو! آپ کے مچھوئے نے میرے لئے "جرم" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ ایک سنگین لفظ ہے جس سے اسکی مراد لوگوں میں میرے متعلق غلط فہمی پھیلانا ہے۔ ہے دیو! "جرم" کا لفظ پڑھ کر لوگ سمجھیں گے کہ میں نے معلوم نہیں کونسا جرم کیا تھا۔ کہ جس کی پاداش میں مجھے دیو سماج کے سکول کو چھوڑنا پڑا۔ ہے دیو! آپ کا مچھوا پنڈا ہی تو ہے۔ اس قسم کے بزدلوں۔ گیدڑوں۔ اور چھپکر چوٹ کرنے والے تاریکی کے فرزندوں کو میں نے ہمیشہ نڈر ہوکر چیلنج دیا ہے۔ کہ وہ خفیہ چوٹوں کی بجائے میدان میں نکل کر حملہ کریں۔ تاکہ میں جواب دے سکوں۔ ہے دیو! میں فرشتہ نہیں ہوں۔ تاہم نڈر ہوں انسانی کمزوریوں سے پاک نہیں ہوں۔ تاہم میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میری وہ کمزوریاں میری لغزشیں ایسی نہیں ہیں۔ جن کو کبھی بھی پبلک میں پیش کرنے سے مجھے جھجک آئے۔ ہے دیو! آپکا مچھوا کہتا ہے۔ کہ مجھے ایک جرم میں سکول سے الگ کر دیا گیا تھا ہے دیو! آپ کو تو پتہ ہے۔ کہ میرا یہ جرم کیا تھا۔ مگر دوسروں کو بھی تو ذرا معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ میں کیسا "مجرم" اور گردن زدنی تھا۔ کہ دیو سماج کے "پاک انسٹی ٹیوشن" سے "علیحدہ کیا گیا" ہے دیو! میں ذرا اس جرم کی تشریح کر دینا چاہتا ہوں۔ ہے دیو! میں مشن کالج سے ایف۔ اے پاس کر کے آپکے سکول میں آنریری کام کرنیکے لئے موقعہ چلا گیا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ میں نے محض جیب خرچ کے لئے تیرہ یا چودہ روپیہ لینے منظور کئے تھے۔ کیوں سچ ہے یا نہیں؟ ہے دیو! اُن دنوں میں میرے دل میں پھر بھی آپکے اور آپ کے دو ایک مچھوؤں کیلئے عزت تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں نے یہ آنریری کام لیا۔ ہے دیو! میں آپکے ہائی سکول میں سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوا۔ کیوں سچ ہے یا نہیں؟ ہے دیو۔ میں نہایت ہی جانفشانی اور دیانت داری سے اُستاد کا کام کرتا تھا جیسا کہ سردار گورمکھ سنگھ بی۔ اے پلیڈر فیروزپور نے باوجودیکہ انہوں نے میرے برخلاف تحریر شایع کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس تحریر میں اس بات کو تسلیم کیا۔ کہ میں ایک نہایت عمدہ ٹیچر تھا۔ ہے دیو میں گورمکھ سنگھ کی چٹھی "اگنی" میں نقل کر چکا ہوں کیوں سچ ہے۔ یا نہیں؟ ہے دیو! اس سکول میں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے ہی پڑھا کرتے تھے۔ کیوں سچ ہے۔ یا نہیں؟ ہے دیو! جن دنوں میں میں وہاں سیکنڈ ماسٹر تھا۔ تو سکول میں کئی ایک سیکنڈ بس ہوئے جن

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی بنا پر میں نے سخت ایجی ٹیشن کیا۔ کہ لڑکیوں کو یا تو لڑکوں کے سکول سے الگ کر دینا چاہئے۔ یا اُن کیلئے علیحدہ سکول کھولنا چاہئے۔ یہ اسی ایجی ٹیشن کا نتیجہ تھا۔ کہ لڑکیوں کو لڑکوں کے سکول سے الگ کیا گیا۔ اور اُن کیلئے فیروز پور میں علیحدہ سکول کھولا گیا۔ کیوں سچ ہے یا نہیں ہے دیو! اس سکول میں پھر بھی سکنڈلس ہوتے رہے۔ ہے دیو! لوگوں کو شاید کم پتہ ہوگا۔ کہ اپنے برہمچریہ کو پسر جیوت کرنے کیلئے لڑکوں اور لڑکیوں کو برہمچاری اور برہمچارنیاں بھی بنانا شروع کیا ہوا ہے۔ ہے دیو یہ آپ کا محض سوانگ ہی سوانگ ہے۔ ورنہ جس قسم کے وہ برہمچاری یا برہمچارنیاں ہیں۔ وہ میں جانتا ہوں یا آپ۔ ہے دیو! آپ کے برہمچاری اس سکول میں پڑھتے تھے۔ آپکے دو برہمچاریوں نے ایک دفعہ آپس میں خانہ جنگی کی۔ اور میں نے استعفا پر زور دیا۔ کہ ان کو سکول سے خارج کر دینا چاہئے مگر آپ نے آپکے پنڈتے پجاریوں نے میری بات سے اختلاف کیا۔ کہ یہ سیدوں کے لڑکے ہیں۔ اگر انکو خارج کر دیا گیا۔ تو پھر کس سکول میں جائینگے۔ ہے دیو! میں چپ ہو رہا۔ ہے دیو! دوسرے موقع پر پھر وہ لڑکوں نے اس قسم کی حرکت کی۔ میں نے پھر استعفا پر زور دیا۔ کہ ان کو سکول سے خارج کر دینا چاہئے۔ مگر لاحاصل۔ ہے دیو! اس کے بعد چند بدمعاش لڑکوں نے سازش کر کے منسا رام پر ایک شرمناک الزام لگایا جسکو سکوں سے موقوف کرنے کے بارے میں آپ کا مچھوا پہلے لکھ چکا ہے۔ ہے دیو! میں نے اسوقت بھی یہی کہا تھا۔ کہ یہ لڑکے بدمعاش ہیں۔ منسا رام پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں۔ انکو سکول سے خارج کر دینا چاہئے۔ ہے دیو! آپکے دربار سے اس جھگڑے کا بھی اوٹ پٹانگ فیصلہ آیا۔ اور وہ محض اسی وجہ سے تھا۔ کہ وہ لڑکے آپکے بڑے بڑے پنڈتے پوجاریوں کے لڑکے تھے۔ اور منسا رام ایک بیکس آدمی تھا۔ ہے دیو! آپ کا سب سے دولتمند سیوک ہاسہ مل ہے۔ جس نے پندرہ بیس ہزار روپیہ سے آپ کی پیٹ پوجا کی ہے۔ اس کے دو لڑکے موتی۔ چونی اسی سکول میں پڑھتے تھے۔ ایکدن ایک قصور میں میں نے ان کو بنچ پر کھڑا کر دیا۔ ان دونوں نے منیجر کے پاس شکایت کی۔ کہ ہم سکول چھوڑ دینگے۔ منیجر نے جو اکثر جھوٹی رپورٹیں کرنے کا عادی تھا۔ جھٹ آپکے دربار میں اُن لڑکوں کی طرف سے شکایت لکھ ماری۔ اور دو چار میرے برخلاف بھی جڑیں۔ ہے دیو! آپنے نہایت بے شرمی سے یہ کہلا بھیجا۔ کہ میں اُن لڑکوں سے معافی مانگوں۔ کہ میں نے ان کو کیوں بنچ پر کھڑا کیا۔ ہے دیو! میں جانتا تھا۔ کہ یہ سب اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ دیوان ہاسہ مل جس کے وہ لڑکے ہیں۔ ایک موٹی مرغی ہے۔ جو آپکے لئے سونے کے انڈے دے رہی ہے۔ بنا بریں اسکے لڑکوں کی رعایت منظور ہے۔ ہے دیو! آپ کا یہ حکمنامہ ایسا شرمناک تھا۔ کہ اس سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سکول کی ڈسپلن کا فوراً خاتمہ ہو جاتا۔ کیونکہ میں نے ٹھان لی تھی۔ کہ تمام سکول کے اُستادوں اور لڑکوں کے سامنے اسبات کا اظہار کروں۔ اور معافی مانگوں۔ مگر ڈرپوک منیجر نے میرے پاس آکر ہاتھ پاؤں جوڑے۔ کہ آپ ایسا مت کریں۔ بلکہ محض تنہائی میں اُن لڑکوں کو کہہ دیں۔ کہ تمہارے ساتھ پھر ایسا سلوک نہیں ہوگا۔ ہے دیو! یہ تو امر واقعہ تھا۔ کہ میں نے ان لڑکوں کو بنچ پر کھڑا کیا۔ اور میں اسکو ڈسپلن کیلئے ضروری سمجھتا تھا۔ مگر آپکے اندھے دربار میں ان باتوں کی کیا قدر۔ وہاں تو ٹکوں کی گنتی ہے۔ خیر میں نے اُن لڑکوں کو کہہ دیا۔ کہ آئندہ تمہیں بنچ پر کھڑا نہیں کیا جاوے گا۔ بعد ازاں جب تک میں سکول میں رہا۔ میں نے انکو کبھی بنچ پر کھڑا نہیں کیا۔ بلکہ اگر وہ کوئی قصور کرتے تھے۔ تو یا تو زمین پر ہی کھڑا کر دیتا تھا۔ یا کان پکڑوا دیتا تھا۔ بہر صورت انکو بنچ کی سزا نہیں دیتا تھا۔ کیونکہ اس سزا کے برخلاف میں وعدہ کر چکا تھا۔ میں ڈسپلن لانا چاہتا تھا۔ مگر ہے دیو! آپ اور آپ کے مچھوئے کیا جانیں۔ کہ ڈسپلن کیونکر آتی ہے۔ وہاں تو ٹکے کا سوال تھا۔ نہ کہ ڈسپلن کا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب دوسرے موقع پر میں نے پنڈت گنڈا رام صاحب تحصیلدار موگہ کے دو لڑکوں کو جو کہ انٹرینس میں پڑھتے تھے۔ ایک خاص حرکت پر جرمانہ کر دیا۔ اور ہیڈ ماسٹر میرے ساتھ اسبارے میں اتفاق رکھتا تھا۔ کہ میں نے اُن پر جو جرمانہ کیا تھا۔ وہ ٹھیک تھا۔ مگر سکول کا منیجر جسکو میں اول درجہ کا بزدل۔ ڈرپوک۔ خوشامدی سمجھتا تھا۔ اور جو میرے سامنے تو بھیگی بلی کی طرح میاؤں میاؤں کرتا رہتا تھا۔ لیکن دخل در معقولات کر کے سکول کی ڈسپلن کو خراب کرتا رہتا تھا۔ میرے پاس بھاگا آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ وہ تحصیلدار کے لڑکے ہیں۔ آپ نے اُن پر جرمانہ کر دیا۔ غضب کیا۔ وہ بھلا کب جرمانہ دینے لگے۔ میں نے کہا۔ تحصیلدار نہیں۔ اگر وہ خدا کے بچے بھی ہوتے۔ تو بھی میں ان کی اس ناجائز کرتوت پر ان کو جرمانہ کرتا۔ آپ دخل مت دیں۔ اپنی وکالت سے کام رکھیں۔ ہم خود جرمانہ وصول کر لینگے۔ اگر وہ نہیں دینگے۔ تو سکول سے خارج کر دینگے۔ اُن دو کے نکل جانے سے سکول ٹوٹ نہیں چلا ڈسپلن قائم رکھنی ضروری ہے۔ لیکن اس بزدل کو نیند کہاں اور چین کدھر۔ بھاگا بھاگا تحصیلدار کے پاس گیا۔ اور وہاں معافی مانگنے لگا۔ کہ ہمارے سیکنڈ ماسٹر صاحب ذرا طبیعت کے تیز ہیں۔ آپکے لڑکوں نے کچھ شرارت کی تھی۔ اسپر انہوں نے انکو جرمانہ کر دیا ہے۔ آپ انکو ذرا تنبیہ کر دیں۔ کہ وہ پھر ایسا نہ کریں ہے دیو! یہ دخل در معقولات پھر میرے پاس بھاگا آیا۔ اور خفیہ پولیس کے آدمی کی طرح دانت نکالکر کہنے لگا۔ کہ تحصیلدار صاحب نے اپنے لڑکوں کو خوب گالیاں دیں۔ کہ خبردار سکول میں کوئی شرارت مت کرنا۔ اب آپ جانے دیجئے۔ وہ پھر ایسا نہیں کرینگے۔ ہے دیو! اس شخص کی حرکت پر میں آگ بگولا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگیا۔ اور میں جھنجلا کر بولا۔ کہ تم کیسے منیجر ہو۔ کہ خواہ مخواہ ڈسپلن کے لانے میں روک بنتے ہو تحصیلدار نے اپنے لڑکوں کو گھر پر دھمکا دیا۔ تو اس کا سکول کی ڈسپلن سے کیا تعلق شرارت تو کریں لڑکے سکول میں اور ان کو سزا ملے گھر پر۔ جن لڑکوں کے سامنے اور جن استادوں کے سامنے انہوں نے سکول کی ڈسپلن کو توڑا ہو۔ جب تک اُن کے ہی سامنے انکو سزا نہیں دیجاوے گی۔ تب تک تحصیلدار کا اپنے گھر میں ان کو دھمکانا ایک احمقانہ بات ہے۔ اگر تحصیلدار اپنے لڑکوں کو مار بھی ڈالے۔ تو بھی اس کا اثر ہمارے سکول کی ڈسپلن پر نہیں پڑ سکتا۔ تاوقتیکہ لڑکوں کو سکول کے قواعد کیمطابق سزا نہ دیجاوے رہنے دیو! منیجر جس کو میں ایک بیدماغ آدمی سمجھتا تھا۔ مجھے غصہ سے بھرا ہوا دیکھ کر دُم دبا کر چلا گیا۔ اور کچھ نہیں بولا۔ میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ کہ کیا کیا جاوے۔ آخر مجھے ہی خاموش ہونا پڑا ہے دیو! میں نہیں چاہتا تھا۔ کہ سکول میں کسی قسم کی خلاف قاعدہ بات ہو۔ یا بے ایمانی کی جاوے۔ علاوہ دیگر نقائص کے اور لڑکوں کی شرارتوں کے جن کا میں کچھ ذکر کر چکا ہوں۔ میں نے آپ کے سکول میں یہ بھی بے ایمانی موجود پائی۔ کہ لڑکوں میں سے اکثر کی فیس معاف تھی۔ اور بعض سے نصف لیجاتی تھی۔ لیکن رجسٹر میں پوری درج کی جاتی تھی۔ یہ ایک خوفناک بے ایمانی تھی۔ جس کے برخلاف میں نے سخت شور مچایا۔ منیجر اور ہیڈ ماسٹر نے میرے مُنہ پر ہاتھ رکھنا چاہا۔ میں سکول کے رازوں کو باہر نکالنے کیلئے تیار نہیں تھا۔ اسلئے کچھ دیر تک خاموش رہا۔ مگر وہ بے ایمانی بہت کچھ جاری رہی۔ گو میں اس کے کم کرنے میں بہت کچھ کامیاب ہُوا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اب اس قسم کی بے ایمانی سکول میں کی جاتی ہے یا نہیں۔ ہے دیو! جن دنوں میں میں سکول میں تھا۔ اُن دنوں میں سکول کے اُستاد اور دیگر کر مچاری مع سردار جمیت سنگھ و سرمکھ سنگھ وغیرہ کے کبھی کبھی موگہ کے اِرد گرد کے گاؤں میں دیو سماج کے پرچار اور سکول کیلئے چندہ جمع کرنے کیلئے بھی چلے جایا کرتے تھے۔ ہے دیو! جمیت سنگھ ذیلدار ہے اور آنریری مجسٹریٹ۔ اس کا لڑکا وکیل۔ اس لئے قدرتاً ان دونوں کا رُعب اِرد گرد کے گاؤں کے جاٹوں پر زیادہ تھا۔ ہے دیو! میں ان کو اکثر اپنے رُعب داب اور سرکاری دبدبہ کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے دیکھ کر جلا بھنا کرتا تھا۔ بعض اوقات یہ بُری طرح سے جاٹوں سے روپیہ وصول کرتے تھے۔ اور میں ان کو ان کی اس قسم کی حرکات پر ہمیشہ کوستا رہتا تھا۔ ان کے ساتھ اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ ہے دیو! میں آپ کے پاس اس قسم کی شرمناک کارروائیوں کے بارے میں وہ لمبے خطوط بھیجتا تھا۔ جن کو پڑھ کر یا سُنکر آپ اکثر میرے ہی گلے کا ہار بن جاتے تھے۔ اور مجھے ہی ڈانٹ ڈپٹ بتایا کرتے تھے ہے دیو! اُن ہی دنوں میں آپ کا ایک بھگت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سکول کے ایک ماسٹر کو مارنے کی نیت سے موگہ سے آیا جس کا ذکر میں "اگنی" میں کر چکا ہوں۔ میں نے اس کے
س اقدام قتل پر سخت ایجی ٹیشن کی۔ اور آپ کو بیدار کیا۔ کہ اس شخص کو کافی سزا ملنی چاہئے یا عدالت
ں چارہ جوئی کر کے اس کو سزا دلوانی چاہئے۔ لیکن آپ کے دربار میں ٹکوں کی گنتی ہوتی ہے وہاں
ن حرکات کو کون پوچھتا ہے۔ ہے دیوا میں بڑے زور سے کہتا ہوں۔ کہ آپ اور آپ کے پجوئے
ستیہ دھرم ستیہ دھرم کی پکار مچا رہے ہیں۔ یہ محض ایک دھوکہ ہے۔ ورنہ جس قسم کی شرمناک
رتوتیں آپ کے پجوئے اور بھگت کرتے ہیں۔ وہ سخت گردن زدنی ہے۔ ہے دیوا آپ نے اس بات
جی دھیان نہ دیا۔ میری شکایتوں کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور میں سخت تنگ آ گیا۔ مگر آپ نے
یائے اس کے کہ میری باتوں کو سنتے۔ اور ان پر عمل کرتے۔ الٹا مجھے دیا نے کیلئے یہ جان کر کہ یہ
یر کا بچہ پنڈوں اور گیدڑوں کے قابو آنیوالا نہیں ہے۔ آپ نے میری ہی سرکوبی کے لئے اپنے بڑے
بیٹے ہرنارائن کو ہیڈ ماسٹر مقرر کر کے موگہ روانہ کیا۔ اس فرعون نے آتے کے ساتھ ہی میرے برخلاف
ڑ توڑ کرنے شروع کئے۔ اس کی حرکات کو دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا۔ ہے دیوا میں نے اس
لکھ دیا کہ اگر تم مجھ سے بے ایمانی کی توقع رکھتے ہو۔ تو یہ بات ناممکن ہے۔ اگر تم مجھکو بیجا طور پر
انا چاہتے ہو۔ تو میں نہیں دبونگا خشک لکڑی ہوں۔ ٹوٹ جاؤنگا۔ مگر بیجا سختی کو کبھی برداشت
یں کرونگا ہے دیوا جب اس نے دیکھا۔ کہ میں لڑکوں میں بھی آزادی کی سپرٹ پھونک رہا ہوں
ان کو غلامانہ خیالات سے نکال رہا ہوں۔ جیسا کہ دیو سماج میں غلامی کا طریقہ تھا۔ اور ہے۔ تو
ں نے ان کو میرے برخلاف چلانا چاہا۔ ایکدن سب لڑکوں کو سکول میں جمع کر کے اس نے لیکچر دیا
لڑکوں کا فرض ہے۔ کہ وہ من مانی چال نہ چلیں۔ بلکہ جو کچھ بھی ان کے بڑے ان کو آگیا دیں۔
ی پر چلیں۔ بڑوں کی آگیا میں ان کو ہرگز چوں چرا نہیں کرنی چاہئے۔ ان کو نہیں چاہئے کہ وہ خود
نی عقل کو دوڑائیں۔ یا کسی کے بہکانے میں آ کر آزادانہ روش اختیار کر لیں۔ ہمارے دیوں داتا
ری دیوگورو بھگوان اور ان کے سیوک کر چاری جو کچھ بھی ہم کو آگیا دیں ہمیں بلا چوں وچرا اس پر چلنا
ہئے وغیرہ وغیرہ ہے دیوا میں جانتا تھا۔ کہ ہرنارائن کا یہ لیکچر کس کی طرف تھا۔ دوسرے
ن میں نے اپنے لیکچر میں کہدیا۔ کہ بڑوں کی آگیا ماننا بہت اچھا کام ہے لیکن ہم کو یہ ضرور
ہ لینا چاہئے۔ کہ وہ آگیا کیسی ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک شخص ہمارا بزرگ ہو۔ اور
ہم کو ضرور سیدھا راستہ ہی دکھائے۔ ہم میں سے کتنے ہی ایسے ہیں۔ جنکے باپ یا دوسرے بزرگ
راب پیتے ہیں۔ گوشت کھاتے ہیں۔ اور اس کو برا نہیں سمجھتے۔ کیا وہ اگر یہ آگیا دیں۔ کہ تم بھی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گوشت کھاؤ۔ اور شراب پیو۔ تو ہم کو ان کی آگیا ماننی چاہیئے۔ ہرگز نہیں۔ کیا اگر میں تم کو یہ کہوں کہ
میں تمہارا بزرگ استاد ہوں۔ تم کنوئیں میں جا گرو۔ تو تم جا گرو گے؟ میں اگر یہ کہوں۔ کہ تم چوری
کرو۔ تو تم چوری کرو گے۔ کیا میں اگر تم کو یہ کہوں۔ کہ تم زہر کھا لو۔ تو تم کھا لو گے؟ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ہمیں
اُن لوگوں کی جن کو ہم اپنا بزرگ سمجھتے ہیں۔ اندھوں کی طرح پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ انکی نیک
باتوں۔ نیک آگیاؤں پر چلنا چاہیئے۔ اور بُری آگیاؤں سے بچنا چاہیئے۔ کبھی بھی اُن پر عمل نہیں
کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر میں اس اصول کو بھی مان لوں۔ کہ بزرگوں کی ہر ایک بات ہی قابل تسلیم و قابل
تقلید ہوتی ہے۔ تو میں چونکہ تمہارا بزرگ اُستاد ہوں۔ اِس لیئے میں تم کو کہونگا۔ کہ تم میری بات کو مانو
اور میری بات یہ ہے۔ کہ تم اپنے کسی بھی بزرگ کی اندھے ہو کر پیروی مت کرو۔ بلکہ آنکھوں سے
دل سے دماغ سے کام لو۔ کیا تم ایک بزرگ اُستاد کی اِس آگیا کو مانو گے؟ ہے دیو
یہ لیکچر تھا۔ کہ جس پر آپ کے صاحبزادے کو طیش آگیا۔ اور میری اُس کے ساتھ کلم کھلا کھٹا پی
ہوگئی یہی ایک جرم تھا۔ یہی ایک ناقابلِ معافی گناہ تھا۔ کہ جسکی بنا پر وہ آپ کے پاس بھاگا گیا۔ اور
میرے برخلاف سیاپہ کیا۔ ہے دیو! آپنے مجھے فوراً لاہور میں طلب کیا۔ اور کہا کہ بغاوت کب چھوڑو گے
ہے دیو! میں باغی نہیں تھا۔ نہ ہی سرکش۔ ہاں بے ایمانی سے ڈرتا تھا۔ میں بچوں کی زندگیوں کو تباہ
کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ ان کو انسان بنانے کا خواہشمند تھا۔ میں ان کو شاہ دولے کے چوہے بنے
دیکھکر خوش نہیں ہو سکتا تھا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ وہ کچھ سوچ سمجھ سے کام لینے والے انسان بن
سکیں ہے دیو! میری یہی بغاوت تھی یہی میرا جرم۔ ہے دیو! معلوم نہیں! آپکے دیو کمار نے
آپکے کان میں کیا پھونک ماری۔ کہ آپنے مجھے کہا۔ کہ تم چھ ماہ کی رخصت لیکر ہمارے پاس دیو آشرم
میں آجاؤ۔ تاکہ تمہارے کانٹے جھڑ جائیں۔ ہے دیو! میں نے چونکہ بی اے کا امتحان دینا تھا۔ اور میرا
ڈیڑھ سال اسی قسم کے فضول جھگڑوں میں ضائع ہو گیا تھا۔ اِس لیئے میں نے آپ کے حکم کو بہت اچھا سمجھا
کہ بی اے کی تیاری بھی ہو جائیگی۔ اور کچھ زیادہ تجربہ بھی ہو جائیگا۔ ہے دیو! میں موگہ واپس
چلا گیا۔ موگہ نواسی پنڈے پوجاریوں کی بے ایمانیوں اور ان کی جھوٹی رپورٹوں سے میں واقف تھا
میں ابھی موگہ واپس گیا ہی تھا۔ کہ آپکے برخوردار نے میرے برخلاف آپکے پاس اِس مضمون کی چٹھی لکھی
میں نے سکول کے تمام اندرونی حالات کی ایک چٹھی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن پنجاب لاہور۔ ایک
چٹھی انسپکٹر آف سکولز دہلی سرکل کے پاس بھیجدی ہے۔ کہ سکول کو توڑ ڈالا جاوے کیونکہ اِس
میں سخت درجہ کی بدمعاشیاں اور بے ایمانیاں ہوتی رہتی ہیں اور لڑکوں کی زندگی تباہ کیجاتی ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس جھوٹی رپورٹ کے ملنے پر آپ نے اپنی کونسل میں جس کو میں چوہوں کی کونسل کہونگا۔ یہ رزولیوشن پاس کیا۔ کہ مجھے اطلاع دیدی جاوے۔ کہ اگر میں دو ہفتہ کے اندر اندر چھ ماہ کی رخصت کی عرضی نہ بھیجوں۔ تو موقوف کر دیا جاؤنگا۔ یہ رزولیوشن اور اس کے ساتھ میرے خطوط آپ کے اکتوبر ۱۹۰۲ء کے فائل میں ضرور موجود ہونگے۔ ہے دیو! دو ہفتہ تو درکنار میں نے دو دن کے اندر اندر عرضی روانہ کر دی عرضی کے پہنچنے پر آپ کے پنڈت دیو رتن کا مجھے خط ملا۔ کہ پیشتر اس کے کہ آپ کی رخصت منظور کی جاوے۔ آپ کے متعلق یہ خطرناک رپورٹ ملی ہے۔ کہ آپ نے سکول کے اندرونی حالات کے بارے میں ڈائرکٹر اور انسپکٹر کے پاس کچھ لکھا ہے۔ پس جب تک اس کی تحقیقات نہ کی جائے گی آپ کی عرضی کا کوئی جواب نہیں دیا جاوے گا۔ ہے دیو! آپ ذرا اپنے اکتوبر ۱۹۰۲ء کی چٹھیوں کا فائل نکال کر دیکھئے۔ اور میری اس مضمون کی چٹھی نکال کر پڑھئے۔ کہ جس شخص نے آپ کو اس قسم کی رپورٹ دی ہے۔ وہ میرے نزدیک بڑا جھوٹا بے ایمان۔ اور پاجی ہے۔ میں نے ہرگز ہرگز اس قسم کی کوئی چٹھی انسپکٹر یا ڈائرکٹر کے پاس روانہ نہیں کی۔ اگر آپ کو میری بات پر یقین نہ آتا ہو۔ تو آپ فوراً ڈائرکٹر یا انسپکٹر کے آفس میں ایک ایک خط اس مضمون کا بھیجکر پوچھ لیں۔ کہ آیا اس ماہ میں اُن کے پاس دیو سماج ہائی سکول موگہ کے کسی بھی اُستاد کی اس قسم کی کوئی چٹھی آئی ہے یا نہیں اگر آئی ہو۔ تو جو سزا آپ مناسب سمجھیں مجھے دیں۔ اگر نہ آئی ہو۔ تو پھر اس بے ایمان۔ پاجی کو سزا دیں۔ جس نے اس قسم کی جھوٹی رپورٹ میرے برخلاف کی ہے۔ ہے دیو! اس چٹھی کا جواب مجھے آج تک نہیں ملا۔ ایک ہفتہ تک انتظار ہی کرکے جب میں نے یہ دیکھا۔ کہ اس میں کچھ مکاری کی جاری ہے۔ اور مجھے ٹال مٹول کرکے خواہ مخواہ دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ تو میں نے فوراً ہیڈ ماسٹر کے کمرے میں جاکر کتابیں اس کی میز پر ماریں۔ اور اس کو کہا۔ کہ تم اپنے باپ کو جہاں آئے دن جھوٹی رپورٹیں بھیجتے رہتے ہو۔ وہاں اُن کے ساتھ آج ایک یہ سچی رپورٹ بھی کر دو۔ کہ عبدالغفور میرے سامنے میز پر کتابیں مار کر سکول کو بھی لات مار گیا ہے۔ اس کی جگہ کسی دوسرے کو رکھ لو۔ وہ اب ایسے مکاروں بے ایمانوں۔ جھوٹوں میں کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ہے دیو! جب میری اس "گستاخی" کی خبر آپ کو لگی۔ تو آپ نے فوراً دیوت سنگھ کو میرے پاس موگہ روانہ کیا۔ اس نے مجھے از سر نو سبز باغ دکھانے شروع کئے۔ اور منت سماجت کی۔ کہ میں اپنے ارادے سے باز آجاؤں۔ تین چار گھنٹے مغز کھپائی کرنے کے بعد جب اس نے دیکھا۔ کہ یہ نہیں مانتا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ اچھا سکول کو چھوڑ دیا۔ تو کیا ہوا سماج کو تو نہیں چھوڑو گے۔ میں نے کہا۔ اس کا جواب میں کل دونگا۔ ہے دیو! میں نے خوب غور کیا۔ آخر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی نتیجہ پر پہنچا۔ کہ اس قسم کے گرے ہوئے انسانوں میں رہنا زندگی تباہ کرنا ہے۔ بہتر یہی ہے۔ کہ جب سکول کو چھوڑنا ہے۔ تو ان کی منڈلی کو بھی خیرباد کہدوں۔ چنانچہ دوسرے دن میں نے سماج سے بھی استعفا دیدیا۔ ہے دیو! یہ ہے میری کہانی سکول سے علیحدگی کی۔ یہ ہے میرا جرم۔ اور یہ ہے میرا گناہ جس کو آپ کے مچھوئے نے دبے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ باقی رہا۔ آپکے مچھوئے کا یہ کہنا۔ کہ میں آہنکاری تھا۔ ابھائی تھا۔ مغرور تھا۔ متکبر تھا۔ ڈسپلن میں نہیں چل سکتا تھا۔ یہ سب ان کی بکواس اور جھوٹ ہے۔ میں دیانتدار تھا۔ بے ایمان نہیں تھا۔ سکول سے علیحدگی کے بارے میں اس سے زیادہ اگر کوئی جرم وہ مجھ پر ثابت کر سکتے۔ یا الزام لگا سکتے ہوں۔ تو میں ان کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ اب بھی بزدلی۔ نامردی کو چھوڑ کر میدان میں آئیں۔ تاکہ اُن کا منہ توڑ سکوں۔ ورنہ ہیجڑوں۔ مردوں کی طرح ان کو دبی چوٹیں نہیں کرنی چاہئیں۔ باقی رہا۔ آپ کے مچھوئے کا یہ کہنا۔ کہ میں نے دوبارہ سکول میں جانے کی درخواست کی۔ یہ کونسی بات ہے۔ میں دوبارہ چھوڑ کر سہ بارہ درخواست کرنے کیلئے تیار ہوں۔ کہ آپ ایکدفعہ مجھے اپنے سکول میں پھر لے۔ تاکہ میں معصوم بچوں کے دین و ایمان کو تمہارے مچھوؤں اور پنڈے پوجاریوں کے ہاتھ سے غارت ہونے سے بچا سکوں۔ میں تو اب بھی تیار ہوں۔ مگر ہے دیو! آپ اور آپکے مچھوئے خدا پرست نہیں ہیں۔ بلکہ مردم پرست ہیں۔ مردم پرستی نے مردک بنا دئے ہیں۔ وہ ایک خدا پرست کے قدم سے کانپتے۔ لرزاتے اور تھرتھراتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر اس کو سکول میں لے لیا۔ تو پھر شاہ دولے کے چوہے کہاں سے پیدا ہونگے۔ ہے دیو! اگرچہ میں آجکل کے سکولوں میں کام کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ تاہم میں آپ کے سکول میں کام کرنے کے لئے سر سے پاؤں تک تیار ہوں۔ میں اپنی خدمات مفت دیتا ہوں۔ جیسے کہ میں نے پہلے دے رکھی تھیں۔ پہلے تو میں کچھ جیب خرچ بھی لے لیتا تھا۔ لیکن اب میں آپ سے ایک کوڑی تک بھی نہیں لونگا۔ اور کم از کم ایک سال تک آپ کے سکول میں ہیڈ ماسٹری کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اور قطعی تیار ہوں۔ اگر آپ چاہیں۔ تو اس مہینے سے ہی میری خدمات سے فائدہ اُٹھانا شروع کر سکتے ہیں۔ کیوں! ہے ہمت۔ ہے بہادری کچھ دم رکھتے ہو۔ ایک تجربہ کار گریجوایٹ تمہارے سکول میں آنے کیلئے تیار ہے۔ کیوں دیو! لیتے ہو۔ ہے دیو! آپ سر ہلا کر اور جھوم کر بولینگے۔ لے تو لیں۔ لیکن کیا کریں۔ ڈر لگتا ہے۔ کہ وہ چار بال جو پہلے چھوڑ گیا تھا۔ اب وہ بھی نہیں چھوڑے گا۔ اچھا بخیر و شما بسلامت +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پانچواں فقرہ

ہے دیوا آپ ریوڑیاں تو بڑے مزے سے کھایا کرتے ہیں کیسی کڑاکے دار ریوڑی! ہے دیوا آپکا چھوٹا ہے تو بڑا چالاک جرم کا لفظ لکھکر کیسا ہیجڑے کی طرح ہاتھ مار گیا۔ ہے دیو! ہاتھ مارنے کے معنے کچھ اُلٹ پلٹ نہ سمجھ لینا۔ کیونکہ آپ کے پنڈتے پوجاری ہاتھ مارنے کے عادی بھی دیکھے جاتے ہیں ہے دیوا آپکے چھوٹے کو میں نے جو روشنی دکھائی ہے۔ اب ذرا اس میں ہاتھ مار کر دکھائے تو مزہ پائے ہے دیوا اس ریوڑی کو آپ بھی ہونٹ بند کر کے چبانا۔ ایسا نہ ہو نیچے اوپر سے آواز نکل جائے۔ ہے دیوا آپ کا چھوٹا لکھتا ہے۔ کہ مجھے ایک "جرم" میں سکول سے الگ کر دیا گیا تھا۔ ہے دیو! میں اور جرم! ٹھیک ہے ٹھیک!! میں بڑا مجرم تھا۔ مگر آپ سے تو پھر بھی چھوٹا تھا۔ میرا یہ جرم کہ میں پنڈتے پوجاریوں کی بے ایمانیوں۔ شرارتوں۔ شرمناک کرتوتوں پر آپکے کان پھٹکارا کرتا تھا۔ مگر آپ کا جرم یہ کہ آپ مجھے باغی کہا کرتے تھے۔ ہے دیوا باغی کون تھا میں یا آپ! آپ شیطان کی طرح خدا سے باغی ہو گئے۔ میں انسان کی طرح آپ سے باغی ہو گیا۔ کون بڑا۔ ہے دیوا آپ بڑے میں چھوٹا۔ ہے دیوا آپ کا چھوٹا کہتا ہے۔ کہ میں ایک جرم میں سکول سے الگ کیا گیا تھا ہے دیوا میں جس قسم کا ٹیچر تھا۔ اُس کی شہادت گورمکھ سنگھ دیتا ہے۔ باقی رہا میرا کردار۔ اُس کے متعلق آپ کے باپ نے پرلوک سے شہادت دی تھی۔ ہے دیوا آپ کا باپ جھوٹ تو نہیں بولتا۔ ہے دیوا یہ معلوم تو آپکو کا باپ ہی ہوتا تھا۔ شاید آپکے باپ کے بہانہ سے کوئی اور آکر بول گیا ہو۔ کیونکہ بعض دفعہ آپ کو دوسری روحیں بھی آکر دھوکہ دے جاتی ہیں۔ اور آپ کے باپ دادا انگور کا رس کھا جاتی ہیں۔ ہے دیوا آپ کا باپ یا آپکے باپ کے بہانہ سے کوئی سوتیلا آکر کیسے بولا تھا۔ سُن لیجئے۔ ہے دیوا! میں موگہ میں آپکے سکول کا سکنڈ ماسٹر تھا۔ اُسی سکول میں ایک آپ کا بھگت ماسٹر گوربچن سنگھ بھی تھا۔ ہے دیوا میں ذرا حلیہ بتا دوں۔ تاکہ آپ یہ نہ کہیں۔ کہ گوربچن سنگھ ہمارے سکول میں کوئی تھا ہی نہیں۔ ہے دیوا اُس کا قد بڑا لمبا تھا۔ آپ سے بھی لمبا تھا۔ شاید آپکے باپ سے بھی لمبا ہو۔ اُس کی داڑھی بھی لمبی تھی۔ اتنی لمبی بلکہ اتنی لامبی۔ کہ میں اُسکو کئی بار کہا کرتا تھا۔ کہ ماسٹر جی۔ آپ کی داڑھی لمبی۔ آپکے کیس لمبے۔ داڑھی جمع کریں مساوی ہے ڈول کی لیج۔ ہے دیوا گوربچن سنگھ بڑا ہنسا کرتا تھا۔ خدا رحم کرے۔ بھلا لوگ تھا۔ شاید اب بھی ہو۔ ہے دیوا گوربچن سنگھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا قد لمبا تھا۔ کیس لمبے اور پھر داڑھی لمبی۔ اُدھر سے ایک آنکھ بھی لمبی ہے دیوا! میں گوربچن سنگھ سے کہا کرتا تھا۔ ماسٹر جی! قد ضرب داڑھی ضرب کیس ضرب آنکھ مساوی ہے رنجیت سنگھ۔ وہ ہنسکر بولا کرتا تھا۔ نہیں۔ نہیں۔ کیس ضرب کڑا ضرب کنگھا ضرب کچھ مساوی ہے خالصہ بہادر گوربچن سنگھ ہے دیوا! گوربچن سنگھ کا رد نہیں رکھتا تھا۔ صرف چار کار ہی رکھتا تھا۔ اسلئے مجھے اُس کی اِس مساوات کو صحیح کرنیکے لئے کہنا پڑتا تھا۔ نہیں ماسٹر۔ کیس ضرب کڑا ضرب کنگھا ضرب کچھ منفی کا رد مساوی ہے عورت۔ ہے دیوا! اس پر ہماری خوب نوک جھونک ہوتی تھی۔ وہ کہا کرتا تھا۔ یہ مساوات غلط ہے۔ میں کہا کرتا تھا۔ ٹھیک ہے خالصہ بہادر کار و یا تلوار کے بغیر کچھ نہیں عورت ہے ہے دیوا! عورت کا ذکر آ گیا ہے۔ آپ کو کچھ گھبراہٹ تو نہیں معلوم ہوتی۔ ہونی تو نہیں چاہیئے۔ کیونکہ آپ تو اِن باتوں سے پلے ہوئے ہیں۔ ہے دیوا! ماسٹر گوربچن سنگھ کا گھر تھا یا سُسرال مگر وہ تھا ایک گاؤں میں جس کا نام ناتھے والا ہے۔ ہے دیوا ایک دن ماسٹر اسی ناتھے والے میں گیا۔ اور کچھ دنوں کے بعد اپنی عورت سمیاں کور کو لیکر موگہ آیا۔۔ ہے دیوا! کور کے معنے فارسی میں اندھے کے ہیں۔ مگر اس کو فارسی لفظ مت سمجھنا نہ ہی امر سنگھ کے امرکوش میں اس کے معنے تلاش کرنا۔ وہاں شاید کسی اندھے کا چھاپڑ جائے ہے دیوا! کبھی آپنے پنجابی محاورہ اندھے کا چھا سُنا ہے۔ ہے دیوا! جب گوربچن سنگھ اپنی عورت کو موگہ لے آیا۔ تو ایک دن رات کے وقت وہ میرے پاس بھاگا آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں آپکو ایک خوشخبری سناتا ہوں میں نے کہا سُناؤ! اُس کا پیدا ہوا یا لڑکی۔ ماسٹر بولا۔ نہیں۔ جلدی مت کرو۔ سُنو تو سہی۔ میں نے کہا اچھا اچھا میں آہستہ کرتا ہوں۔ سُنایئے۔ ہے دیوا! ماسٹر بولا۔ کہ ہمارے گھر میں شردھیا جی آئی ہوئی ہیں۔ ہے دیوا! شردھیا جی کا نام سُنکر میں چارپائی پر سے اُچھل پڑا۔ گویا کہ پستول نے کاٹا ہے یا کھٹمل نے ہے دیوا! میں گوربچن سنگھ کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ اس قدر کھل کھلا تھا۔ جیسے مکئی کے کھیت میں پھوٹ پھوٹی پڑی ہو۔ اُس کی لمبی آنکھ کبھی چمکتی کبھی بند ہوتی تھی۔ ٹھیک جیسے کہ اندھیری رات میں جگنو مچھوں کیا کرتا ہے۔ وہ بار بار ناک مار رہا تھا۔ لمبی داڑھی اور گچھے دار مونچھوں نے اگرچہ ناریل کے بالوں کی طرح اُس کے ہونٹوں کو چھپا رکھا تھا۔ تاہم اُس کے دندانہ دار ہونٹوں پر مسکراہٹ اس طرح جمی ہوئی نظر آتی تھی۔ جیسے سامبھر جھیل کے کنارے پر نمک کی پپڑی۔ وہ ہونٹ ہی ملیح تھے۔ ہے دیوا! شاید آپ ملیح کے معنے نہ سمجھیں۔ سُن لیجئے یہ عربی کا لفظ ہے اس کے معنے ہیں نمکین ہے دیوا! آپ شاید یہ خیال کریں۔ کہ میں نے ہونٹوں کو ملیح یا نمکین کیسے جانا۔ کیا میں نے انکو کبھی چکھا تھا۔ ہے دیوا! لاحول۔ لاحول۔ ایسا نہیں۔ ملیح لفظ ذائقہ کے علاوہ رنگت کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے دیوا! ہونٹوں کی رنگت میں ملاحت تھی۔ ہے دیوا! میں نے ماسٹر جی سے حیران ہو کر کہا۔ اچھا!! شردھیا جی تشریف لائی ہیں!!! کس کے سر پر؟ ماسٹر جی بولے۔ میری عورت کے سر پر۔ ہے دیوا آپ تو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ شردھیا کماری پریم دیوی جی کے ساتھ آپ کا کیا تعلق تھا۔ مدت ہوئی وہ مر گئیں۔ جن دنوں میں میں موگہ میں تھا۔ اس سے کئی سال پہلے وہ مر چکی تھیں۔ میں سنا کرتا تھا کہ وہ کبھی کبھی عورتوں کے سر پر چڑھ آتی ہیں۔ یا آپ ان کو بلاتے ہیں۔ جن دنوں میں میں دیوا شرم لاہور میں رہتا تھا۔ اُن دنوں میں تو آپ اکثر ان کو بلایا کرتے تھے۔ اور وہ زیادہ تر دیورتن کی عورت شریمتی بدھو جی یا ڈاکٹر پرسرام کی عورت شریمتی لکشمی بائی جی پر چڑھا کرتی تھیں۔ ہے دیوا! مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ ایکدفعہ شریمتی دوسری لکشمی نے جن کا کہ دیورتن سے بڑا پریم تھا۔ وہ جادو کی انگوٹھی اُٹھا لی۔ اور دیو مندر میں جا بیٹھی۔ میں نے پوچھا۔ کیا کرنے لگی ہو لکشمی بولی۔ میں دیکھتی ہوں۔ کہ آیا شردھیا جی میرے پاس بھی آتی ہیں۔ یا نہیں۔ ہے دیوا! وہ دیر تک بیٹھی رہی۔ مگر اُن کے پاس نہ شردھیا جی آئیں۔ نہ شردھے جی۔ اس نے انگوٹھی دے ماری۔ ہے دیوا! دوسرے دن وہی انگوٹھی لیکر میں دیو مندر میں جا بیٹھا۔ خوب تاڑ پھاڑ کر کے انگوٹھی کے نگینے کی طرف دیکھتا رہا۔ کہ اب کوئی آتی ہے یا اب کوئی آتا ہے۔ مگر نہ آیا۔ نہ آئی۔ ہے دیوا! ایکدن دیورتن کی عورت بیمار تھی۔ میں اس کو دوائی پلا رہا تھا۔ کہ ان کا ہاتھ ہل گیا۔ وہ بولی۔ دیکھتے ہو۔ میرا ہاتھ ہلا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں دیکھتا ہوں کیا بخار زیادہ ہے۔ وہ بولی نہیں بخار تو نہیں۔ کُشل کے دادا تشریف لائے ہیں۔ ہے دیوا! کُشل دیورتن کے لڑکے کا نام تھا۔ جو کہ اُن دنوں میں زندہ تھا۔ کُشل کا دادا دیورتن کا باپ اور اُس کی عورت کا سُسر ہوا۔ میں نے ہنسکر کہا۔ کہ آج تو آپکے سُسر آپ پر چڑھے ہیں۔ تو پھر آپ گھونگٹ کیوں نہیں نکال لیتے کیا سُسر کے سامنے ننگے مُنہ بیٹھنا چاہیئے؟ وہ بولی۔ نہیں وہ تو میری خبر لینے آئے ہیں۔ اور تسلی دیتے ہیں۔ کہ تم جلدی ہی راضی ہو جاؤ گی۔ ہے دیوا! جب کُشل کی ماں راضی ہو گئی۔ تو پھر کُشل بیمار ہو گیا اُس کا دادا اسکی ماں پر پھر آ چڑھا۔ دیورتن موجود تھا۔ اُس نے کُشل کے لئے دیورتن کو نسخہ لکھا یا ہے دیوا! دیورتن سے پوچھیئے۔ کہ وہ ہرڑ۔ بہیڑے آنولے کا کیا نسخہ تھا۔ جو کہ اس کے باپ نے اس کو لکھایا تھا۔ ہے دیوا! دیوا کثرم میں اس قسم کے پاکھنڈ روز ہوتے رہتے تھے۔ آج فلاں پر لوک تو اسی فلاں عورت پر چڑھ گئے ہیں۔ آج فلاں عورت فلاں پر لوک تو اسی کو سر پر لئے بیٹھی ہے عجیب اُتار چڑھاؤ لگا رہتا تھا۔ ہے دیوا! شردھیا جی کا نام سنکر میرے دل میں آئی۔ کہ ایک دفعہ میں بھی درشن کر آؤں۔ میں نے ماسٹر جی سے کہا۔ ماسٹر مجھے بھی لے چلو! وہ بولا۔ کیا مضائقہ چلئے میں ساتھ ہو لیا۔ شام کا وقت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا۔ سردار جمیت سنگھ صاحب کے مکان پر پہنچے۔ ہے دیوا آپ جانتے ہیں کہ سردار صاحب کے دو مکان تھے ایک پختہ۔ دوسرا کچا چوبارہ۔ یہ کچا چوبارہ کچے کاموں کیلئے رکھا ہوا تھا۔ ہے دیوا جب ہم دونوں اُس کچے چوبارہ پر پہنچے۔ تو آگے دیکھیوں تو کور بچن سنگھ کی عورت بڑی بڑی گول گول سرخ آنکھیں نکالے چارپائی پر بیٹھی ہے۔ اور اسکے اردگرد کتنے ہی مرد عورتیں اور سکول کے لڑکے جمع ہیں۔ اُن مردوں میں جمیت سنگھ اسکے لڑکے سُرمکھ کے علاوہ ماسٹر گنگا رام صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر دیو سماج ہائی سکول موگہ اور ان کی عورت شریمتی پرتاپی جی بھی موجود تھیں۔ پرتاپی کو وہاں دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر شردھیا جی کے اُپدیش سے اس عورت کی گتی بدل جاوے۔ تو کیا ہی اچھا ہو۔ ہے دیوا! پرتاپی آپ کو بڑی سخت گالیاں دیا کرتی تھی۔ ایکدفعہ اُس نے قینچی لیکر اپنے سر کے سارے بال کاٹ ڈالے۔ اور لگی سیاپہ کرنے مرگیا دیوگورو مرگیا دیوگورو۔ ہے دیوا! ہم سب اسکی منت خوشامد کیا کرتے تھے۔ مگر وہ نہیں سنتی تھی۔ ایکدن وہ میرے سامنے آپکو گالیاں دے رہی تھی۔ میں نے اسکو ڈانٹا۔ کہ تو ایسی گالیاں مت دے۔ ہے دیوا! وہ میرے پیچھے ہی چمٹا لیکر بھاگی۔ کہ کھڑا رہ نکموئے۔ تُوں تیری خبر! ہے دیوا! میں نے سوچا۔ کہ اگر اسنے چمٹا جڑ دیا۔ تو مرجاؤنگا۔ بھاگ نکلوں۔ ہے دیوا! میں کہا کرتا تھا۔ کہ اگر اس عورت کی گورو کی کرپا سے گتی بدل جاوے۔ تو کیا ہی اچھا ہو۔ مگر بدلی پر ہے دیوا! مرد اور عورتیں ماسٹر جی کی عورت کے سامنے زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ انکو اُپدیش دے رہی تھی۔ کہ اتنے میں میں جا نکلا مجھے دیکھ کر وہ بولی۔ یا جو بھی اسپر سوار تھا بولا۔ دیکھو سردار جی! یہ لڑکا بہت ہی نیک اور ہونہار ہے۔ اس کو ہاتھ سے مت کھونا۔ ہے دیوا یہ آپکے مرے ہوئے بھگتوں یا رشتہ داروں میں سے کسی نے میرے متعلق شہادت دی۔ کہ میں کیسا نیک اور ہونہار تھا۔ ہے دیوا! آگے پھر اس پرلوک نواسی دیوتا نے جو کہ ماسٹر جی کی عورت پر سوار تھا۔ کیا کیا گُل کھلائے۔ اور ماسٹر جی نے اسکو کیونکر گلے سے پکڑ کر باہر نکالا یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ اگرچہ مزیدار ہے۔ اور پھر وہ دیوتا سکول کے ایک لڑکے پر سوار ہوگیا۔ عجیب کہرام مچا۔ ہے دیوا! اس تمام واقعہ کا آپکو بخوبی پتہ ہے۔ کیونکہ آپکے پاس اس کے متعلق برابر خطوط بھیجے جایا کرتے تھے۔ موگہ نواسی آپکے بھگتوں میں سے ایک بھی بھگت ایسا نہیں تھا۔ جسکو اس ڈراما کا پتہ نہ ہو ہے دیوا! اس واقعہ کے پہلے حصہ کو بیان کرنے سے میرا مطلب صرف اسقدر ہے۔ کہ میری نیکی اور ہونہاری پر آپکے پرلوک نواسی بھی شہادت دیا کرتے تھے۔ ہے دیوا! اس دیوتا یا دیوی کی کہانی ریوڑی کیطرح بڑی کڑاکے کی ہے مگر میں اسکو اسجگہ بیان نہیں کرتا۔ کیونکہ مطلب سعدی دیگر است۔ ہے دیوا! آپکا مجھوا کہتا ہے" اسکے علاوہ آپکو یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ یہ دوست اپنے مختلف اپرادھوں کے باعث دیو سماج کیطرف سے سزایاب ہوکر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اونچے درجہ کی ممبری سے بھی خارج رہ چکا ہے"۔ ہے دیوا آپکا مچھوا غلط کہتا ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ شخص کم از کم ۲ نومبر سنہ ۱۹۰۶ء تک برابر دیوسماج کا سیوک رہا ہے اور تھا۔ اب اگر "اگنی" سے جل بھن کر اسکو خارج کر دیا ہو۔ تو معاملہ دیگر ہے۔ ہے دیوا آگے چلکر آپکا مچھوا کہتا ہے۔ کہ میں نے اسکو دیوگورو کا بھگت اور پوجاری ظاہر کر کے دیوسماج پر جو خاک دھول اڑائی ہے۔ وہ شرمناک ہے۔ ہے دیوا میں نے خاک دھول نہیں اڑائی۔ بلکہ دیوسماج کے پوجاری اور بھگت خود ہی بھینسے کیطرح اپنے ہی سینگوں سے اپنے سر پہ مٹی ڈال رہے ہیں۔ میں نے دیوسماج کے پوجاریوں کی ہی تحریریں پیش کی ہیں۔ جن سے وہ مر کر بھی انکار نہیں کر سکتے۔ ہے دیوا میں اب بھی دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ یہ سب آپ کے بھگت۔ کٹر بھگت اور پکے پوجاری ہیں۔ مگر انکی جو شرمناک حالت میں نے آپ کو دکھائی ہے۔ وہ گردن زدنی ہے۔ ایسے ایسے مجرموں کو جو پیگلے بھگت بنکر بھری ہوئی ریل گاڑیوں میں بھی۔ سیاہ کاریوں سے باز نہ آتے ہوں جتنی بھی سزا ملے۔ تھوڑی ہے۔ ہے دیوا آپ دھن ہیں۔ آپ کیسے اُلٹے لٹک رہے ہیں۔ آپکے تمام فیصلہ کیسے نیچے ٹانگیں اوپر کئے پڑے ہیں۔ امرسنگھ جیسے مجرموں۔ اور اقدام قتل کے مجرموں کو آپ نے کیا سزا دی ذرا بتا تو دیجئے۔ شرم کس بات کی۔ ناچنے لگی تو پھر گھونگٹ کیسا۔ ہے دیوا آپکا مچھوا بھی کس قدر برخوردار اور سعادت مند ہے۔ مجھے گالیاں دیتا ہے۔ اور اپنی پیٹھ کو نہیں دیکھتا۔ کہ اسمیں کتنا بڑا پیپل کا پیڑ اُگ رہا ہے۔ جسکے سایہ میں بیٹھنے کی یہ تمنا کر رہا ہے۔ میری باتوں کو شرمناک اور کمینہ حرکات کہہ رہا ہے۔ اور اپنی شرم کو ڈھانکنے سے عاری ہے۔ ہے دیوا یہ مچھوا کہتا ہے۔ کہ "دیوسماج نے کبھی اور کسی حال میں اپنے کسی ممبر کی مقررہ پرتگیاؤں میں سے کوئی پرتگیا بھی بھنگ ہونے پر اسے کبھی بھی چشم پوشی کی نگاہ سے نہیں دیکھا"۔ ہے دیوا یہ اس مچھوے کا صریحاً جھوٹ ہے۔ ہے دیوا آپ ذرا اپنی پرتگیا پر ہی نظر مارئیے۔ کہ آپنے اسکو کس طرح توڑ کر چور چور کیا۔ آپنے ہزاروں آدمیوں کے سامنے جو پرتگیائیں کی تھیں۔ ان کو کس بے رحمی اور بے دردی بلکہ بے شرمی سے توڑا۔ پھر ان مچھوؤں نے آپکو کیا سزا دی۔ کچھ بھی نہیں۔ بلکہ وہ خود بھی اندھے ہو گئے ہے دیوا جب آپ ان کے بلبوتے گورو ہو کر اپنی پرتگیاؤں کو نہایت ہی بے شرمی۔ بے حیائی اور کج ادائی سے توڑ سکتے ہیں۔ تو یہ تو ابھی کل کے بچے ہیں۔ ذرا پیدا تو ہو لیں۔ ہے دیوا کیا یہ سچ نہیں۔ کہ آپ کے بھگتوں میں اب تک بھی وہ آدمی موجود ہیں۔ جنہوں نے آپ کے سیوک ہو کر بھگت ہو کر دوسرے سیوکوں یا بھگتوں یا غیر مردوں کی عورتوں سے زنا کاری کی۔ مگر وہ اب تک آپ کے بھگت چلے آتے ہیں۔ آپ نے ان کو کیا سزا دی۔ ذرا اسکا بھی تشریح کروا دیجئے۔ یا خود ہی کر دیجئے۔ یا مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں آپ کے تھیلے کو آکر دیکھوں۔ اور اس میں سے وہ کاغذات نکالکر پبلک میں پیش کروں۔ جس سے ان سیاہ کاروں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی شرمناک گردن زدنی سیاہ کاریوں کا پتہ لگ سکے۔ ہے دیو! آپ کا مچھوا کہتا ہے "آپ جیسے گستاخ۔ طوطا چشم۔ اور منتقم مزاج شخص کو بھی حسب موقعہ کان پکڑ کر اپنی انسٹی ٹیوشن سے نکالنے میں دریغ نہیں کیا"۔ ہے دیو! آپ کے مچھوئے کا یہ بھی مزید ارنا ز ہے۔ کان پکڑ کر تم نے مجھے نکالا یا میں نے تمہارے کان پر بلکہ تمہارے پیٹ پر چانٹا رسید کر کے تم کو اپنے سامنے سے ہانک دیا اور باوجودیکہ تمہارے مچھوئے مدت تک میرے آگے پیچھے پھرتے اور خوشامدیں کرتے رہے۔ کہ اپنا استعفا واپس لے لو۔ اور از سر نو سیوک بن جاؤ۔ مگر میں ایسے مکار اور پاکھنڈیوں کے ہاتھ سے اپنے دین و ایمان کو دوبارہ تباہ کروانے کیلئے تیار نہیں تھا۔ ہاں ان کے سکول کی اینٹ سے اینٹ بجانے کیلئے میں نے کئی دفعہ کوشش کی۔ اور اب بھی کر رہا ہوں۔ کہ کسی طرح مجھے وہاں لے لو۔ ہے دیو! مچھوا کیسا ڈھیٹھ ہے۔ کہتا ہے کان پکڑ کر نکالدیا۔ یہ نہیں کہتا۔ کہ تو ایسا چالاک نکلا۔ کہ ہمارا کان بلکہ کچھ اور بھی کاٹ کر نکل گیا۔ ہے دیو! مچھوا کہتا ہے۔ کہ میں گستاخ ہوں۔ مگر یہ اس کا بکواس ہے میں گستاخ نہیں تھا۔ بلکہ دیانتدار تھا۔ میں ان بے ایمانیوں کی جڑ کاٹنا چاہتا تھا۔ جو کہ تمہارے "پاک انسٹی ٹیوشن" میں جائز سمجھی جاتی تھیں۔ اور جن کے دور کرنیکے لئے میری کوششوں کو گستاخی سمجھا جاتا تھا۔ ہے دیو! مچھوا کہتا ہے۔ کہ میں طوطا چشم ہوں۔ مگر یہ غلط ہے۔ بلکہ برعکس ہے۔ طوطا چشم اس مچھوئے کا لمبودر گورو ہے ہے دیو! اس مچھوئے کا لمبودر گورو مدت تک خدا کا نام لیکر ٹکڑے کھاتا رہا خدا کے نام پر اپیلیں کر کے لوگوں سے روپیہ بٹورتا رہا۔ خدا کا نام لیکر ان کو دھوکہ دیتا رہا۔ اور ظاہر یہ کرتا رہا۔ کہ اس نے بڑی قربانی کی ہے۔ لیکن جب اس کے پاس بہت سا روپیہ جمع ہو گیا۔ اور اس کے مکانات بن گئے۔ تو اس نے خدا۔ خدا پرستی اور خدا پرستوں سے طوطے کی طرح نہیں بلکہ الو کی طرح ایسی آنکھوں کی پتلی سکیڑی۔ کہ یا تو وہ خدا کو سامنے دیکھا کرتا تھا۔ یا اب انارکلی کی گندی نالی میں گھس کر اس کو خدا نظر آنے سے بند ہو گیا۔ اور اس کو وہی انسان چوہے چھپکلیوں کی طرح اپنے ارد گرد پھدکتے نظر آئے۔ جو کہ کبھی کبھی اس مچھوئے کی طرح بوتھی نکالکر خدا۔ خدا پرستی اور خدا پرستوں کے برخلاف چوں۔ چوں۔ چوں کر جاتے ہیں۔ مگر اپنی بوتھی پر خدا پرستوں کے ہنٹر کھا کر اسی گندی نالی میں جا چھپتے ہیں۔ ہے دیو! آپ خود انصاف کریں۔ کہ طوطا چشم کون ہے۔ میں یا اس کا لمبودر گورو۔ جب اس کا گورو طوطا چشم ہے۔ تو یہ مچھوا الو چشم کیوں نہیں ہوگا ہے دیو! یہ طوطا چشم گورو کا بھگت مجھے منتقم لکھتا ہے۔ یہ بھی اس کی بوم چشمی کا ثبوت ہے۔ ہے دیو میں نے آپ کو کیسی عمدہ نصیحتیں کی تھیں۔ میں نے آپ کے دربار میں جو اپیل کی تھی۔ کوئی بھی عقلمند اور منصف مزاج

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ نہیں کہیگا۔ کہ میں نے اس میں کسی انتقام کو مدِ نظر رکھ کر یہ حرکت کی ہے۔ بلکہ میں نے آپ کو اسی خدا کی طرف آنے کی دعوت دی تھی۔ جس سے آپ طوطا چشمی کر کے اور اپنی تمام پرتگیاؤں پر پانی کیا۔ بلکہ آگ لگا کر ایسے ڈھیٹھ اور بے شرم ہو گئے۔ کہ اس کو برملا گالیاں دینے لگ گئے۔ ہے دیوا کیا ایسی اپیل میرے انتقام کی پرٹ کو ظاہر کرتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا میں آپ کا برخوردار قرۃ العین ہو کر آپ سے کوئی انتقام لے سکتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ یہ اس مچھوئے کا جھوٹا بکواس ہے۔ آپ اس کو مت سنئے۔ اور اس کا یقین مت کیجئے۔ ہے دیوا آگے چل کر یہ مچھوا لکھتا ہے۔ کہ "دیو سماج پر حملے کرنے کے لئے تیار ہو جانا اور اس کے مقابل میں اپنی آریہ سماج کی نسبت غالباً یہ ذاتی علم یا تجربہ رکھ کر بھی کہ آریہ سماج کے اندر کتنے ہی قابل اعتراض چلن رکھنے والے لوگ کھلم کھلا طور سے چھاتی ٹھونک کر موجود رہتے ہیں۔ آپ کا اسی آریہ سماج کی حمایت کے لئے کمر باندھ کر تیار ہو جانا آپ کو جس رنگت میں ظاہر کرتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔" ہے دیوا آپ نے دیکھ لیا۔ کہ اس مچھوئے کے منہ میں سے کیچوئے کی طرح کتنے لمبے لمبے فقرے نکل رہے ہیں۔ ہے دیوا کیچوا کسی دوسرے راستہ سے نکلا کرتا ہے۔ لیکن مچھوؤں کی ہر ایک بات بغلول کی عورت کی طرح اُلٹی ہے۔ اور وہ اُلٹا ہی سمجھتے ہیں۔ ہے دیوا میں جانتا تھا۔ کہ دیو سماج کیا ہے۔ اور اس کے بھگت کیسے ہیں۔ مگر میں خاموش تھا۔ کیونکہ میں ان کو اُن کے اصلی رنگت میں پبلک میں لانا نہیں چاہتا تھا۔ اب جبکہ اُن کے زور دینے پر میں نے ایسا کیا۔ تو آپ کے مچھوئے پیٹ اُٹھے۔ ہے دیوا کیا یہی انسانیت ہے۔ کہ وہ مجھے لکھنے کیلئے مجبور کریں۔ اور جب میں لکھوں۔ تو وہ اُلٹا مجھ پر ہی حملہ کرنے دوڑیں۔ نیکی برباد گناہ لازم۔ اِن مچھوؤں کی ہر ایک بات اُلٹی ہے۔ یہ اُلٹے۔ گورو۔ اُلٹا بات اُلٹی۔ آزار اُلٹا۔ لحاف اُلٹا۔ کھاٹ اُلٹی۔ ہے دیوا دیکھا ان پوستین پوشوں کی رنگت کو۔ مچھوا آریہ سماج پر دانت نکال کر دوڑتا ہے۔ مگر اس کی بوتھی پر وہی پڑیگا۔ جو پڑتا چلا آیا ہے۔ اس کو پتہ نہیں۔ کہ اول تو آریہ سماج کا یہ عوے نہیں۔ کہ دیو سماج کی طرح اس کا اوتے اوتے مجسم بھی اُن پاپوں سے بچا ہوا ہے۔ جو کہ پرانے زمانہ کے رشی منی۔ ولی پیغمبر۔ پیر اوتار کرتے تھے۔ دوسرے اگر ان میں سے کوئی اس قسم کی سیاہ کاری کا جیسی کہ امر سنگھ نے کی اقرار کرے۔ یا اس کے برخلاف ایسی شہادتیں کافی مل جائیں۔ کہ وہ سیاہ کار ہے۔ تو یا تو وہ خود ہی ممبری سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یا علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر بفرض محال وہ ڈٹا رہے تو آریہ سماج میں اس کی وہ عزت کبھی اور کسی صورت میں بھی نہیں رہتی۔ جو کہ امر سنگھ کی دیو سماج

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں رہ سکتی ہے۔ ہے دیو! آپ جانتے ہیں۔ کہ آپ کے بھگتوں میں سے کتنے بھگتوں نے بیگانی عورتوں کو خراب کیا۔ مگر وہ اب تک آپ کے بھگت چلے آتے ہیں۔ آپ نے ان کو کیا سزا دی؟ ذرا بتایئے تو سہی۔ ہے دیو آریہ سماج یا آریہ سماجی وہ دعوے نہیں کرتے۔ جو کہ آپ یا آپ کے مچھوئے کرتے ہیں۔ تاہم آریہ سماج میں استبا کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کہ مشتبہ چال چلن کا کوئی آدمی کسی ایسے ذمہ واری کے عہدے پر نہ آنے پاوے۔ جیسا کہ دیو سماج میں امر سنگھ جنرل سکرٹری بنا ہوا ہے۔ ہے دیو! مچھوا کہتا ہے۔ کہ میں آریہ سماج کی حمایت کے لئے کمر باندھ کر تیار ہو گیا ہوں۔ ہے دیو! جب یہ مچھوا دیو سماج جیسی گری ہوئی منڈلی کے لئے لڑنے مرنے کو تیار ہے جس میں بت پرستی۔ بیدینی۔ شرک۔ الحاد اور توہمات کی تعلیم دیجاتی ہو۔ اور جس کے بڑے بڑے آدمیوں کی وہ شرمناک حالت ہو۔ جو کہ میں نے دکھائی۔ اور جس کے بھگت ایک دوسرے کو قتل تک کر دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہوں۔ تو اس کے مقابلے میں اگر میں آریہ سماج جیسی سوسائٹی کے لئے لڑوں مروں۔ جو کہ لوگوں کو بیدینی۔ کفر۔ شرک۔ الحاد کے خوفناک اور گندے گڑھے سے نکالکر ایک پرماتما کی طرف لاتی ہو۔ دیو سماج کے دیو شاستر کی طرح ویدوں کو کوڑھیوں کے کوڑھ کی طرح چھپا کر نہ رکھتی ہو۔ بلکہ مرد میدان بنکر تعلیم دیتی ہو۔ اور مچھوئے جیسے بزدلوں۔ ڈرپوکوں کو للکار کر چیلنج دیتی ہو۔ کہ آؤ۔ اگر تم کچھ سچائی رکھتے ہو۔ تو اس کو کوڑھیوں کے کوڑھ کی طرح سات کوٹھڑیوں کے اندر چھپا کر مت رکھو۔ بلکہ سب پر ظاہر کرو۔ تاکہ سچائی سے لوگ فائدہ اٹھائیں اور جھوٹ سے بچیں۔ ہے دیو! اگر میں ایسی سماج کے لئے کھڑا ہو گیا۔ تو کیا میں آپ کے ان گرے ہوئے مچھوؤں سے بھی گیا گذرا۔ ہے دیو! ہے۔ نون۔ ہن۔ تے۔ رے۔ تر ہنٹر ان کی بوتھی پر۔ بولیں تو یہ میرے سامنے کیا بولتے ہیں۔ یہ بے شرمی سے ویدوں پر مخول اڑاتے ہیں۔ تناسخ پر پھبتیاں گھڑتے ہیں۔ کہیں باپ کو گھوڑا بنا کر بیٹے کو اس پر چڑھا کر بیٹے کے ہاتھ سے باپ کے ہنٹر لگواتے ہیں۔ کہیں ایک عورت کو اس کے خاوند کی ماں بتا کر خاوند کے ہاتھ سے اس کو پٹوانے کی کہانیاں گھڑتے ہیں۔ ہے دیو! آپ اور آپ کے مچھوئے اس قسم کے گندے۔ ناپاک۔ شرمناک مخول تناسخ پر اڑاتے ہیں۔ کیا ہمارا دل نہیں ہے۔ کیا ہم پتھر ہیں۔ کہ ان بیدینوں کی اس قسم کی پاجیانہ بھنگڑپن سے ہمارے جذبات کو چوٹ نہ لگے۔ ہے دیو! آپ ان کے گورو ہیں۔ اور بڑے گورو ہیں۔ آپ اور آپ کے نالائق مسخرے تناسخ پر مخول اڑاتے ہوئے بیٹے کو باپ پر یا ماں پر چڑھاتے وقت شرم و حیا کو ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں۔ مگر تم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سب کے سب ایسے گرے ہوئے ہو۔ کہ تمہارے مُردار باپ دادا تمہارے کسی پرلوک سے چلکر آئے دن تمہارے سامنے ہی اپنی بہو بیٹیوں پر "چڑھتے" ہیں۔ اور وہ وہ شرمناک پاکھنڈ کرواتے ہیں۔ جو گرون زدنی ہیں۔ تم اپنے باپ دادوں کو اپنی بہو بیٹیوں پر "چڑھا ہوا" دیکھ کر خوش ہوتے ہو۔ بلکہ اپنے ایسے مُرداروں کی خاطر تواضع کرتے ہو۔ ڈبل ہنٹر تمہاری بوتھی پر۔ شرم کرو۔ ڈوب مرو۔ اور اس بھنگڑ پن سے باز آؤ۔ جو کہ تم نے پاجیانہ روش اختیار کر کے خدا۔ خداپرستی خداپرستوں۔ وید۔ آریہ سماج۔ سوامی دیانند۔ و دیگر الیشور بھگتوں کے لئے جائز سمجھا ہوا ہے۔ ورنہ لکھ چھوڑو۔ کہ دوسری طرف بھی کسی کے ہاتھ میں قلم ہے۔ جو تمہارے قلم کو توڑ کر اگنی میں جلا دیگا

چھٹا فقرہ

ہے دیو! آپ نہ صرف تمسخر پسند ہی ہیں۔ بلکہ خود بھی ایسے مسخرے ہیں۔ کہ طرح طرح کی نقلیں اُتارنے میں آپ کو کمال دسترس ہے۔ آپ نے تناسخ کی تردید میں جس قسم کے مخول کئے ہیں۔ وہ اگرچہ شرمناک ہیں۔ تاہم اتنے شرمناک نہیں۔ جتنی کہ آپ کے وزیر اعظم امر سنگھ کی کرتوت۔ یا آپ کی اپنی ہی کرتوت۔ ہے دیو! آپ یا آپ کے دھوتی بردار یا پاجامہ پوش کہینگے۔ کہ میں بھی تمسخر کرتا ہوں۔ ہے دیو! میں نے اس پہلو میں جو کچھ حاصل کیا ہے۔ وہ سب آپ کے ہی چرنوں کی بدولت ہے ہے دیو! میں تمسخر تو نہیں کرتا ہوں۔ ہاں قدرے زندہ دلی سے کام لے رہا ہوں۔ وہ بھی محض اسلئے کہ آپ اپنی شرمناک روش کو چھوڑ کر متین بن جائیں۔ ہے دیو! اگر آپ مجھے بھی مسخرہ کہیں گے۔ تو کام بگڑ جائیگا۔ کیونکہ پھر ہمارا گذارہ کیسے ہوگا۔ ہے دیو شیخ سعدی طہرانی نے سکندر نامہ میں لکھا ہے۔ کہ وہ درویش بہ یک گلی میں خسپند۔ مگر دو مسخرہ بہ یک پاجامہ نگنجند۔ پس میں تمسخر کی گدی آپ کے ہی سپرد کرتا ہوں۔ بلکہ آپ کو بھی اُس سے ہٹانا چاہتا ہوں۔ ہے دیو! میں تو آپ کا سیوک تھا۔ اور اب عزیز ہوں۔ آپ میرے گورو تھے۔ اور اب وہی ہیں۔ جو ہوا کرتے ہیں ہے دیو! کیا آجتک آپکا کوئی سیوک آپ سے کسی گُن میں بڑھ کر تشریف لیگیا ہے۔ یا لیجا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہے دیو! آپ تندہ جانا تو کجا آپ [illegible] پہنچ سکتا ہے دیو! آپ کی جوڑ کے موقع پر ۱۹ ارتاریخ

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دسمبر ۱۹۰۷ء کی شام کے عین ۷ بجے تین منٹ بیس سیکنڈ پر آپکے ایک مچھوئے نے اپنے لیکچر میں کہا تھا کہ شری دیوگورو بھگوان کہا کرتے ہیں۔ کہ مت سمجھو۔ تم دس پاپ چھوڑ کر انسان بن گئے ہو۔ ابھی تو ہم نے تم کو گدھا بنایا ہے ہے دیو! اُس مچھوئے کی بات مجھے بڑی پیاری لگی۔ آپنے درحقیقت ان کو گدھا ہی بنایا ہے۔ مگر ہے دیو! آپ تو تناسخ کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ تناسخ پر نہایت شرمناک طریقہ سے کھلی اُڑاتے ہیں۔ تو پھر یہ انسانوں سے آپنے گدھے کیسے بنا دئے۔ ہے دیو! جب یہ لوگ بڑے فخر سے اپنے آپ کو آپکے دربار میں گدھے کی پدوی پایا ہوا تسلیم کرتے ہیں۔ اور آپکے گدھے بننا منظور کرتے ہیں۔ تو اگر میں آپکے ہی الفاظ میں انکو آپکے گدھے کہوں۔ تو آپکو بُرا تو نہیں معلوم ہوگا۔ ہے دیو! آپ کے گدھوں سے مجھے بھی عجیب پالا پڑا ہے۔ ہے دیو! ایکدن آپکے گدھے میرے دفتر میں آگھسے۔ اور تلاشی لینے لگے۔ مجھے ڈر لگا۔ کہ کہیں دولتی نہ جڑدیں۔ ہے دیو! میرے تمام دفتر کو اُلٹ پلٹ کر کے آپکے گدھوں نے بالکل اصطبل ہی تو بنا دیا۔ ہے دیو! میں بہتیرا کہتا تھا۔ کہ جن کاغذات کی تم تلاش کرتے ہو۔ وہ میرے دفتر میں تمکو نہیں ملینگے۔ مگر آپکے گدھے کب مانتے تھے۔ دیورتن بڑا ہنستا تھا۔ کئی دفعہ تو وہ ایسا قہقہہ لگاتا تھا۔ کہ گویا ہنہنا رہا ہے۔ ہے دیو! وہ اکڑا ہُوا بھی عجیب طرز پر تھا۔ استری شدہ پاجامہ کیطرح اکڑا ہوا تھا۔ ہے دیو! معاف کرنا۔ یاد آگیا۔ میں نے کہا تھا۔ کہ آپ بڑے مسخرے ہیں۔ آپنے تناسخ کی تردید میں جو مخول اُڑائے ہیں۔ بھلا کیا وہ آپکی کرتوت ہے۔ یا آپکے گدھوں کی۔ ہے دیو! آپ بولینگے۔ ہمارے گدھے ایسا کب لکھ سکتے ہیں۔ وہ تو چشم بد دُور۔ تیرتھ کے پنڈے ہاتھ میں لوٹا مُنہ میں کھجور رہ سب ہماری ہی مایا ہے۔ ہے دیو! درحقیقت وہ آپکی ہی مایا۔ آپکی ہی لیلا۔ آپکی ہی رچنا ہے۔ ہے گردھب سوامی! آپ دھن ہیں۔ سوامن! آپنے کمال کر دیا۔ خوب گڈی اُڑائی۔ باپ کو گھوڑا بنا کر بیٹے کو اسپر چڑھا دیا۔ اور آپنے خوب ہنٹر لگوائے۔ گھوڑا کہتا ہے۔ میں تیرا باپ ہوں۔ تو مجھے چھوڑ دے۔ مگر آپ ہیں کہ بیٹے سے ایک اور ہنٹر سہی کرواتے ہیں۔ ہے گردھب سوامی! نظارہ تو آپنے خوب کھینچا۔ واہ! واہ! واہ! وا!!۔ لو دیکھو تناسخ کے غم میں وہ دُبلی بھاگا۔ ہے دیو! موگہ میں آپکا باپ یا آپکے باپ کے دوستوں میں سے کوئی دوسرا مُردار آدمی پرلوک سے چلکر ماسٹر گوربچن سنگھ کی عورت پر آچڑھا تھا! ہے دیو! اسکا ذکر میں پیچھے کر آیا ہوں پانچ دن تک متواتر چڑھا رہا۔ وہ عورت بہتیرا چلائی۔ کہ میں تیری بہو بیٹی ہوں۔ تو مجھے چھوڑ دے۔ تمام سکول کے لڑکو نہیں اِسبات کا چرچا تھا۔ اور بعض اس پاکھنڈ کو دیکھنے بھی جاتے تھے۔ ہے دیو! وہ بھوت برابر اُس پر چڑھا رہا۔ ہے دیو! آپکو خبر دیگئی۔ کہ کیا کیا جاوے۔ آپنے پرلوک میں ارجنٹ تار دیکر پوچھا۔ کہ اس لڑکی پر کون چڑھا ہے۔ آپ کے پرلوک واسیوں نے اپنے ٹیلیگراف آفس سے آپکو جواب دیا۔ اور وہ جواب تھا بڑا مزیدار۔ ہے دیو! آپ خود ہی بتادیں۔ کہ وہ کیا جواب تھا۔ ہے دیو! جب وہ جواب آگیا۔ تو ماسٹر نے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آنکھیں بند کرلیں۔ کیس بکھیر لئے۔ اور کہا۔ میں سنت بچرنگ بہاری ہوں۔ ہے دیو! سنت بچرنگ بہاری بھی آپ کا ہی آدمی تھا۔ جو مر گیا تھا۔ ہے دیو! ان پاکھنڈوں کا اثر لڑکوں پر جو پڑتا تھا۔ وہ میں ہی جانتا ہوں۔ ہے دیو! اُدھر عورت پر آپ کا کوئی پرلوک نواسی رشتہ دار چڑھا ہوا تھا۔ اِدھر اُس کے خصم پر بچرنگ بہاری چڑھ گیا۔ خوب دنگہ ہونے لگا۔ آخر ایک نے دوسرے کے ایسا ہنٹر لگایا۔ کہ آپ کا مُردہ باپ یا جو کوئی بھی آپ کا رشتہ دار اس عورت پر سوار تھا آپ کی ایسی شرمناک تعلیم کے غم میں دُلکی بھاگ نکلا۔ ہم سب نے تالیاں بجائیں۔ وہ بھاگا۔ وہ بھاگا وہ بھاگا۔ ہے دیو! مگر اُن کو تو مزہ آگیا تھا۔ دوسرے دن وہ دونوں پھر آچڑھے۔ اور خوب دنگل ہُوا ہے دیو! دوسرے دن یہ دنگل سکول کے لڑکوں کے سامنے بورڈنگ ہاؤس میں ہوا۔ یہ کہانی ذرا تڑاکے دار اور کڑاکے دار ہے۔ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں اس کے کڑاکے سے کاغذ ہی نہ پھٹ جائے۔ اس لئے ان دونوں سواروں کو چڑھا ہوا ہی چھوڑ کر ہے گرو صب سوامی! میں آپکے شری چرنوں میں پھر حاضر ہوتا ہوں۔ ہے دیو! میں نے کہا تھا۔ آپ بڑے مسخرے ہیں۔ اور اس پہلو میں میں نے جو زندہ دلی سیکھی ہے۔ ہے دیو وہ آپ کے ہی چرنوں کی بدولت ہے۔ ہے دیو! مجھے تمسخر کرنا تو بالکل نہیں آتا۔ ہاں آپ کو اور آپ کے پجھوؤں کو ان کی نہایت ہی شرمناک روش سے موڑنے کے لئے اور انکو سنجیدگی سکھانے کے لئے مجھے یہ روش اختیار کرنی پڑی ہے۔ ورنہ مجھے کیا ضرورت تھی۔ کہ میں آپ کی گندگی کے بھٹے میں اینٹ مارتا۔ ہے دیو آپ میرے بزرگ ہیں۔ میں چھوٹا آپ بڑے۔ آپ کے مخول بھی ہاتھی کے کان کے برابر بڑے بڑے اور اس کی سونڈ جتنے لمبے ہوتے ہیں۔ آہا! جب آپ خدا پر مخول اڑاتے ہیں۔ آہا! جب آپ خدا پرستی کا تماشا کرتے ہیں۔ آہا! جب آپ آریہ سماج کا ڈراما کرتے ہیں۔ آہا! جب آپ سوامی دیانند پر پھبتیاں اُڑاتے ہیں۔ آہا۔ جب آپ ویدوں کے پاکیزہ مسایل پر طوطے اُڑاتے ہیں۔ تو آپ کا مُنہ ایسا پیارا لگتا ہے۔ جیسے گدھے کی دُم میں پالان کی رسّی ہے دیو! آپ مجھے کیسے پیارے لگتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ جس وقت آپکے مُنہ سے یہ پیارے پیارے میٹھے۔ میٹھے مخول اس طرح ٹپکتے ہیں۔ جس طرح کہ شیرے کی مٹی میں شیرہ۔ تو دل اُمڈ آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ شہد کی مکھی کی طرح آپ سے لپ۔ لپ۔ لپ۔ لپٹ موقوف بس لپٹ جاؤں۔ ہے دیو! دیکھنا کہیں یہ نہ کہدینا۔ کہ جا بچہ۔ میں ہارا تو جیتا۔ جا۔ میں نے مخول چھوڑا۔ اب تو میرا پیچھا چھوڑ دے۔ توبہ میری۔ ہے دیو! نا نا!! نا!!! ایسا مت کہنا۔ ورنہ جاٹوں کے لونڈے آپکے پیچھے تالی بجا دینگے۔ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیو گورو ہار گیا۔ ہار گیا۔ اوئے۔ اوئے یا اوئے!!! ہے دیو! خدا نہ کرے۔ کہ آپ کو یہ ذلت دیکھنی نصیب ہو۔ آپ نے مخول بازی کا شریف پیشہ ہرگز مت چھوڑنا برابر خدا کو دبائے جانا۔ خدا پرستی کا پنجر ایک دفعہ تو ڈھیلا کر کے چھوڑنا۔ آپ کے گدھوں کی عمر دراز ہو۔ وہ بھی اس پیشے میں بڑے شاطر ہیں۔ ہے دیو! سچ کہا ہے کسبے کمال کن کہ عزیزے جہاں شوی۔ ان "کسبیوں" کے "حملوں" نے تو بس خدا پرستی کا پیٹ پھاڑ ڈالا ہے۔ مگر اپنا بھی پھڑوا لیا ہے۔ ہے دیو! اصلی بات تو پھر بیچ میں ہی پھنس رہی۔ ہاں تو! بس آپ کے گدھے میرے دفتر میں آ گھسے۔ دیو رتن بڑا اکڑا ہوا تھا۔ ایسا اکڑا ہوا تھا کہ گویا دھوبی نے اس کو پاجامہ کی طرح ابھی استری کیا ہے۔ ہے دیو! امر سنگھ بڑا ڈھیلا تھا۔ آزاد بند کی طرح ڈھیلا ڈھالا تھا۔ ہے دیو! یہ جوڑی تھی تو بڑے مزے کی۔ آپ بھی غضب کے جیون تت پرور شک ہیں۔ آپ نے خوب تاڑا۔ مزے کی تاڑ لگائی۔ استغاثہ تو دلایا امر سنگھ سے اور ساتھ جوڑ دیا اُس کے دیو رتن کو۔ ہے دیو! جب یہ لالوں لولوں کی جوڑی جھومتی جھامتی قدم رنجہ فرما ہوئی۔ تو میں نے آدم قد کھڑے ہو کر اُن کو لبیک کہا۔ اور کرسی دی۔ اور اُن کی خیر و عافیت دریافت کی۔ ہے دیو! بھلا اگر میں کبھی آپ کے دربار میں آؤں۔ تو کیا مجھے بھی کرسی ملیگی یا نہیں؟ ہے دیو! کرسی تو کیا ملنی ہے۔ شاید ایک دو دولتے جڑ دیں۔ کیونکہ آخر آپ ہیں تو وہی ڈارون والے نہ۔ ہے دیو! جن دنوں میں آپ ڈارون تھیوری پر اُپدیش دیا کرتے تھے۔ اور میں آپ کے دیو آشرم میں رہتا تھا۔ تو بڑا آنند آیا کرتا تھا۔ ہے دیو! جب آپ کہا کرتے تھے۔ کہ ہم سب بندروں سے آئے ہیں۔ ہمارے پراچین بزرگ بندر تھے یا بندروں کی اولاد۔ مگر ببھنستا کے نیم انوسار کوئی بندر ہی رہ گیا۔ کوئی شیر بن گیا۔ کوئی گائے۔ کوئی انسان۔ کوئی حیوان۔ ہے دیو! اُن دنوں میں مجھے "ببھنستا" کا لفظ سمجھ میں نہیں آتا تھا یہ کیا بلا ہے۔ لیکن اب تو میں جان گیا ہوں۔ کہ آپ نے "لا۔ اف۔ ڈفرینسی اے۔ شن" کا ترجمہ ببھنستا کا نیم کیا ہوا تھا۔ ہے دیو! جب ہم آپ کا بنایا ہوا یہ سنگیت گایا کرتے تھے۔ کہ:-

پشو جگت سے ہم ہیں آئے۔ ان کو اپنا جانیں گے
اور کسی کو بھی اکارن۔ کلیش نہیں پہنچائیں گے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو جرا بچہ آتا تھا۔ ہے دیو! اب وہ مانند نہیں آتا۔ کیونکہ دل گوارا نہیں کرتا۔ اور عقل مانتی نہیں کہ میں آپ کی طرح اپنے آپ کو بندروں کا بچہ یا اپنے ابتدائی بزرگوں کو بندر بتاؤں۔ ہے دیو! دل تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ آپ بھی اپنے آپ کو پشوؤں میں سے آیا ہوا یا بندروں کی اولاد مانیں۔ مگر آپ بالغ ہیں۔ میں آپ کو روک نہیں سکتا۔ آپ اپنے آباؤ اجداد کو جو چاہیں کہیں اور جنکو چاہیں۔ اپنا آباؤ اجداد بتائیں۔ آپکا اختیار ہے۔ گو مجھے اس سے انکار ہے۔ ہے دیو! بات پھر بیچ میں ہی رہ گئی۔ ہے دیو! آپکے گدھوں کی جوڑی آئی۔ اور میں نے ان کو کرسی دی۔ امر سنگھ کو میں نے تاڑا۔ اور اس نے مجھے تاڑ لگائی۔ ہے دیو! تاڑ تو آپنے بھی ماری۔ مگر امر سنگھ کا پاؤں بھاری پڑا۔ ہے دیو! تاڑ مارنا اور پاؤں بھاری پڑنا ذو معنی محاورے ہیں امر سنگھ کے امر کوش میں ان کے معنی مت تلاش کرنا۔ اگر کبھی گڑبڑ کا اندیشہ ہو۔ تو مجھ سے ہی براہ راست پوچھ لینا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ مرغے مرغی کی کتھا لے بیٹھیں۔ ہے دیو! آپ کو امر سنگھ کے متعلق کبھی کسی قسم کا شک تو کیا ہونا تھا۔ بلکہ امر سنگھ کی وہ ریل والی۔ وہی نہ۔ بس تاڑ جائے۔ ہے دیو! امر سنگھ نے کہا! میری چٹھی مجھے دیدو۔ ہے دیو۔ میں نے کہا۔ کونسی۔ امر سنگھ بولا۔ وہی جو آپنے نقل کی ہے۔ ہے دیو! آگے اس نے کیا کہا۔ میں نہیں بتاتا۔ کیونکہ یہ بھی ایک گورمنتر ہے۔ ہے دیو! آپ مردوں اور عورتوں کے کان میں پھونک مارتے ہیں۔ اور ان کو "اوم۔ دھن دیو گورو" کا منتر دیتے ہیں۔ میں نے امر سنگھ اور دیورتن کے کان میں بھیتر پھونکیں ماریں۔ مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ ہے دیو! میں ان کے ایک کان میں پھونک مارتا۔ تو یہ ہون۔ ہون!! کر کے دوسری طرف منہ پھیر لیتے۔ میں دوسری طرف پھونک مارتا۔ تو یہ تیسری طرف منہ کر لیتے۔ ہے دیو! ان کی ایسی حالت کو دیکھ کر مجھے بھان متی کے بندر کا تماشہ یاد آگیا۔ ہے دیو! کیا آپنے کبھی بندر کا تماشہ دیکھا ہے۔ آپنے کاہے کو بندر کا تماشہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ آپ تو ہوئے ڈارون کے بھگت۔ آپ ایسے بے غیرت کہاں۔ کہ اپنے بزرگوں کا تماشہ دیکھیں۔ آپ تو ہمارے پراچین رشی منیوں اور بزرگوں کی تعلیم پر مخول اڑا کر تماشا دیکھنے میں ہی لام۔ ڈے۔ لڈ۔ اوہ بندر کی طرح بڑے چنچل ہجے ہیں۔ آپ لذت پاتے ہیں۔ ہے دیو! آپ میرے بزرگوں کا تماشہ دیکھتے ہیں۔ میں آپ کے بزرگوں کا عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ ہے دیو! جب بھان متی بندر کو کاٹھ کے پٹڑے پر بٹھا دیتا ہے۔ اور بندریا لہنگہ پہنے اس کے ارد گرد پھرا کرتی ہے۔ ہے دیو! ذرا ٹھیرئے لہنگہ کی یاد سے میرا دل بھر آیا ہے۔ ہے دیو! ذرا میں سرد آہ بھر لوں۔ ہائے دیورتن! میرا اور تیرا دو پرانا تعلق!! سچ ہے جب لہنگہ یاد آتا ہے۔ تو تیری یاد آتی ہے۔ ہائے دیورتن! کیا تو مجھے بھول گیا ہے۔ مجھے اس پرانے لہنگہ کی قسم سچ بتا۔ کیا تو نے بھی کبھی مجھے یاد کر کے اس طرح سرد آہ بھری ہے ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دنیا میرے دل کا غبار نکل گیا۔ اب میں آگے چلتا ہوں۔ ہے دیو! جب بندر یا لنگور پہنے بندر کے ارد گرد پھرا کرتی ہے تو بھان متی بندر کے کان میں پھونک مار کر کہتا ہے۔ بھلے مانس مان لے۔ کر لے شادی مگر بندر اپنا مُنہ دوسری طرف موڑ لیتا ہے۔ بھان متی پھر اُس کے کان میں پھونک مارتا ہے۔ بسا لے اِس کو گھر۔ مگر بندر مُنہ موڑ کر پیٹ پر ہاتھ مارتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ بسا تو لوں۔ مگر اسکو روٹی کہاں سے دونگا۔ ہے دیو! آخر بڑی چین چپٹ کے ساتھ بنسی کرمانتا ہے۔ ہے دیو! وہ تو پھر بھی آخر مان جاتا ہے۔ مگر امر سنگھ اور دیورتن نے ایک نہ مانی۔ یہ اپنے بزرگوں سے بھی بڑھ کر ضدی نکلے۔ آخر دیورتن بولا یا دیورتن کی قلم بولی ہے دیو! اصل میں تو قلم بولا کرتا ہے۔ مگر دیورتن کی قلم بولتی ہے شاید اِس پر بھی لنگور کا اثر پڑا ہو۔ خیر! دیورتن کی قلم بولی سے شریمان امر سنگھ جی کے جس ریخ کے خط کو اپنے مال مسروقہ بیان کر بھی حاصل کیا۔ اور اپنے پاس رکھا اور مشتہر کیا ہے۔ اِس کے مطالعہ سے اگر کوئی بات ظاہر ہوتی ہے۔ تو وہ صرف یہ کہ شریمان جی مذکور اس بات سے بھی دُکھی ہیں۔ کہ کیوں کسی غیر استری کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کا خیال تک بھی اُن کے اندر پیدا ہوا" ہے دیو! آپ نے دیکھ لیا نہ! اِس مچھوے نے ہاتھی کی لید کی طرح کتنا بڑا فقرہ لیا ہے۔ اور اس پدی نے اتنا بڑا جھوٹ بولا ہے کہ آپکے پیٹ سے بھی کئی گنا زیادہ ہے۔ کہتا ہے کہ مسروقہ مال جان کر میں نے امر سنگھ کے خط کو اپنے پاس رکھا اور مشتہر کیا ہے دیو! آپ نے ابھی تک اُس کو سچ مچ گدھا ہی بنایا ہے کیونکہ اگر اس کا دماغ ہوتا۔ تو مجھ پر مال مسروقہ کے مشتہر کرنیکا جرم کیوں لگاتا۔ کیا کبھی دنیا میں آج تک کسی نے مال مسروقہ کو مشتہر بھی کیا ہے۔ اگر میں اس قسم کی گندی چیزوں کو جنکو آپ پوتڑوں کے اندر چھپا چھپا کر رکھتے ہونگے۔ مال مسروقہ سمجھتا۔ تو میں اُن کو پبلک میں کیوں پیش کرتا۔ اور پھر یہ کتنے روپیہ کا مال تھا یا ترمال یا رومال۔ ہے دیو! امر سنگھ کو اس مالش سے آسند تو بڑا آیا۔ اب تو مصدر قیوض میں یہ اصلاح کر لینی چاہیئے۔ مالیدن ملنا امر سنگھ مضارع کیوں ہے ٹھیک یا نہیں ہے دیو! اس قسم کی قیمتی جائداد کا آپ کے ہاں کوئی رجسٹر بھی تھا جس میں آمد و آمد درج ہوتی ہو۔ اگر آپ کا یہ "مال چوری گیا تھا۔ تو کب۔ اور کس وقت؟ آپنے پولیس میں اُس وقت اس کی رپورٹ کی تھی یا نہیں؟ چور کون تھا؟ یا کون تھی؟ ہے دیو! اِس مچھوے کے مخل پر آپ نے ہاتھ تو خوب پھیرا ہے۔ اڑنگ بڑنگ۔ توتی تڑنگ۔ بندر کے بچے نے اُڑا دیئے کیا کہنا ہے اِس ہیرا پھیری اور چکر چکری کا مچھوا کہتا ہے۔ کہ امر سنگھ کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ وہ اس پر دُکھی ہوا۔ ٹھیک ہے تو پھر وہ ملنے والا کون تھا۔ تم یا تمہارا لمبودر گورو ہے دیو! دیکھا گدھے کو۔ مگر گدھا تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ وہ تو ایک ہی طرح پر ہنہنایا کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ابھی آپ نے اُن کو گدھے کی پدوی سے بھی محروم رکھ چھوڑا ہے۔ ہے دیو آگے چل کر مچھوا کہتا ہے۔ کہ "کیوں کسی استری کا بدن ریل کے سفر میں مسافروں کی بھیڑ کے باعث لاچاری کی صورت میں بھی اُن کے بدن سے چھو جانے پر اُن کے اندر کوئی خراب اثر ہوا" ہے دیو! آپ کا مچھوا پاجامہ کی طرح آزار بند کی وکالت کر رہا ہے۔ مگر آزار بند خاموش ہے کچھ نہیں بولتا۔ امر سنگھ غریب کیا بولے آخر کر جو بیٹھا۔ ہے دیو! امر سنگھ کی سفید داڑھی کو دیکھکر مجھے لاہور کا چڑیا گھر یاد آجاتا ہے ہے دیو! وہی چڑیا گھر جس کے جانوروں کو آپ چوگہ دیا کرتے تھے۔ ہے دیو! وہاں ایک پنجرے میں سیہ جانور تھا۔ پتہ نہیں اب ہے یا نہیں۔ ہے دیو! سیہ کے بدن پر بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ جس سیہ کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ اُس کے جسم پر بھی کانٹے تھے۔ ہے دیو! مگر وہ کانٹے سفید تھے۔ کہیں کہیں اُن میں کوئی سیاہ کانٹا بھی تھا ہے دیو! جب میں چڑیا گھر میں جایا کرتا تھا۔ تو میں اُس جانور کو تریچ۔ پچ کر کے بُلایا کرتا تھا۔ وہ اپنے سفید سفید کانٹے کھڑے کر کے میری طرف بھاگا آتا تھا۔ ہے دیو! یہ سچ کہتا ہوں۔ امر سنگھ کی سفید اور نورانی داڑھی جسمیں کہیں کہیں سیاہ ڈورے بھی ہیں۔ دیکھکر مجھے وہ پیارا پیارا سیہ جانور بڑا ہی یاد آیا۔ ہے دیو! داڑھی بھی پرماتما کا دیا ہوا نور ہے۔ مگر آپ تو پرماتما کو مانتے ہی نہیں۔ تب ہی تو اس نور کے ترٹھ کے سیاہ کاری ہوتی ہے۔ ہے دیو! آپ کے مچھوئے کو امر سنگھ کی داڑھی کی لاج رکھنے کے لئے اور تو کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ آریہ سماج پر ہی مگر مچھ کی طرح بُوتھا کھول کر دوڑا ہے۔ کہتا ہے۔ کہ تمہارے فلاں لیڈر نے فلاں شخص کے برخلاف اخبار میں لکھا ہے۔ فلاں نے یہ لکھا ہے۔ ہے گردھب سوامی! آپ کے گدھے کو اتنا بھی شعور نہیں۔ کہ وہ سوچ سکے۔ کہ اگر آریہ سماج کے کسی لیڈر نے کسی کے برخلاف لکھا ہے۔ تو وہ ڈنکے کی چوٹ لکھا ہے۔ تمہاری طرح کوڑھیوں کے کوڑھ کی مانند اوپر سے مخمل لپیٹ کر لوگوں کو یہ دھوکہ تو نہیں دیا۔ کہ ہم ایسے ہیں۔ اور ہمارا گورو ایسا ہے دیو! ان مچھوؤں کے کوڑھ پر سے جسکو یہ چھپائے پھرتے ہیں۔ ذرا سی پٹی کھسکی تو اس قدر بدبو پھیلی۔ کہ یہ نیم کی ٹہنی ہلاتے پولیس کی چوکی میں بھاگتے نظر آئے۔ کہ ہائے ہم لُٹ گئے۔ ہے دیو! آگے چلکر یہ مچھوا خود ہی اپنے بیان کی تردید کر دیتا ہے۔ جبکہ وہ لکھتا ہے کہ "آریہ سماج ان سب واقعات کو چپ چاپ نگل جاتی ہے" ہے دیو! شاید اس مچھوئے کی عقل پر مکھی انڈے دے گئی ہے۔ ایک طرف تو وہ یہ لکھتا ہے۔ کہ لالہ منشی رام نے دکھی دل کی پردہ داستان میں یہ شائع کیا۔ اور پرچار ک میں یہ کچھ لکھا۔ دوسرے نے اُس کے جواب میں یہ لکھا اور وہ۔ مگر پھر یہی مچھوا کہتا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ آریہ سماج ان سب واقعات کو چپ چاپ نگل جاتی ہے۔ ساری دُنیا میں شور مچ گیا۔ اور خود آریہ سماج اور اُس کے آدمیوں نے ہی شور مچا دیا کہ ہمارے اندر یہ کمزوریاں ہیں۔ مگر اس مچھوئے کے نزدیک آریہ سماج پھر بھی چپ چاپ ہی رہی۔ ہے دیو! آپکا گر رہا ہے بڑا منطقی۔ اپنے بیان کی آپ ہی تردید کرتا چلا جاتا ہے ہے دیو! مچھوئے لکھتا ہے کہ "کیا یہ سب کچھ جان کر آپکا صرف آریہ سماج کی حقیقت کو ظاہر ہوتا دیکھکر گھبراہٹ اور اس گھبراہٹ سے بھڑک کر دیو سماج کے متعلق کمینہ بکواس کرنے لگے آریوں کا ساتھی بنے رہنا آپ کی بہت افسوسناک حالت کو ظاہر نہیں کرتا" ہے دیو! اس پدی کی گھڑنت کو دیکھنا۔ یہ اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ میں وہ شخص ہوں۔ جس نے آریہ سماج کے اندرونی نقائص پر خود اپنے قلم سے بار ہا زبردست حملے کئے ہیں۔ اور اُس کی کمزوریوں کو آریہ پبلک میں ظاہر کیا ہے۔ تاکہ اُن کی اصلاح کی جا سکے۔ پھر اس مچھوے کا یہ لکھنا کہ میں آریہ سماج کی حقیقت کو دیکھکر گھبرا اُٹھا ہوں۔ کتنا بڑا بکواس اور کمینہ حالت بلکہ شرمناک حال ہے ہے دیو! میں نے دیو سماج کے متعلق بکواس نہیں کیا۔ بلکہ بکواس آپ اور آپکے مچھوے کر رہے ہیں کہ دیو سماج کو اور اپنے آپ کو لاثانی بتا رہے ہیں۔ حالانکہ دیو سماج کی تعلیم اور اُس کے ممبران کی حالت ایسی خوفناک اور قابل نفرت ہے۔ کہ یا ید وشاید ہے دیو! آپ کے مچھوؤں کی یہ کمینہ حرکت۔ شرمناک ننگدلی ہے۔ کہ ایک طرف تو وہ مجھ سے درخواست کریں۔ کہ میں دیو سماج اور اس کے پوجیہ بانی اور دیو سماج کے آدمیوں کے بارے میں کچھ نہ لکھوں۔ اور پھر دوسری طرف جب میں نے اُن کی درخواست پر ایسا کیا۔ تو وہ اُلٹا مجھے ہی سانپ کی طرح کاٹنے دوڑے۔ کیا اس سے بڑھکر کمینگی۔ بے شرمی۔ اور پاجی پن کی مثال کوئی اور ہو سکتی ہے۔ ہے دیو! ان مچھوؤں سے نہیں بلکہ میں آپ سے کہونگا کہ آپ نے سخت غلطی کی۔ جو میری اپیل پر دھیان نہ دیا۔ آپ سخت غلطی کر رہے ہیں۔ اگر اب بھی آپ میری بات پر غور نہیں کرینگے۔

ساتواں فقرہ

ہے دیو! کیا میری تحریر آپ سے سمجھتی تو نہیں۔ اگر سمجھے۔ تو بتا دینا۔ تاکہ میں قلم کی نوک پر مخمل لپیٹ کر لکھوں۔ بھلا میری تحریر آپکو کڑوی تو کیا لگتی ہوگی۔ ہے دیو! تکلف مت کرنا۔ اگر کڑوی لگے تو کہہ دینا۔ میں آئندہ ہی میں پہاڑی مکھیوں کا شہد ڈال کر لکھ سکتا ہوں۔ پھر بڑی میٹھی تحریر نکلیگی۔ ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیو! کیا آپ نے کبھی پہاڑی شہد بھی چاٹا ہے۔ بڑا مزیدار ہوتا ہے۔ لیکن ایسا مزیدار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آپ کے پنڈے پوجاریوں کی باتیں۔ اور داؤ گھاتیں۔ ہے دیو! آپ کے مچھوئے شکار کھیلنا خوب جانتے ہیں۔ آپ نے ان کو مکڑی کی طرح انسانی مکھیوں کا شکار کرنا خوب سکھایا ہے۔ ہے دیو! آپ نے میرا استعفا تو ضرور پڑھا ہوگا۔ اس میں میں نے دیگر کتابوں کے علاوہ آپ کے شکاریوں کے پرچار کے تجربوں کی بھی تین کاپیاں واپس کرنیکا ذکر لکھا ہے۔ ہے دیو! یہ کاپیاں تھیں تو بڑی مزیدار شکار مارنے کے نئے سے نئے ڈھنگ لکھے ہوئے تھے۔ ہے دیو! کیا آپ نے کبھی مکڑی کے جال میں بھڑ کو بھی پھنسا ہوا دیکھا ہے۔ آہا! بڑا تماشا ہوا کرتا ہے۔ مکڑی سمجھتی ہے کہ آج بڑا تھی پھنسا ہے۔ خوب پیٹ بھریگا۔ خوشی خوشی۔ بھاگی۔ بھاگی جاتی ہے اور اس کے ارد گرد جالا تننے لگتی ہے۔ تاکہ ہونٹ کر مار ڈالے۔ لیکن بھڑ اس کی ناک پر بلکہ اس کی بوتھی پر ایسا ڈنگ لگاتی ہے کہ وہ دور جا بیٹھتی ہے۔ ہے دیو! بوتھی بھی کیا پیارا لفظ ہے۔ بے۔ واؤ۔ بو۔ تے۔ ھے۔ تھی۔ بوتھی۔ دیکھو تو سہی۔ اس کے ہجے بھی کیسے پیارے ہیں۔ ہے دیو! آپ کے مچھوؤں کی بوتھی کا تو پھر کہنا ہی کیا ہے۔ اس کو تو گھڑنیوالا خدا کے سوائے کوئی دوسرا ہی ہوگا۔ کیونکہ آپ اور آپ کے مچھوے خدا کو تو مانتے ہی نہیں۔ ہے دیو! مکڑی بڑا حیران ہوتا ہے۔ کہ آج کیا بلا آ پھنسا۔ جو ہمارا بوتھی سوج گیا۔ ہے دیو! مکڑی دیکھتا ہے۔ نائیں۔ نائیں۔ یہ مکھی نائیں یہ بھڑ ہے۔ ہے دیو! مکڑی کہتا ہے۔ میاں بھڑ۔ تو نے ہمارا بوتھی کاٹا اب تو ہمارا پیچھا چھوڑ بھڑ کہتا ہے۔ بھین۔ بھین۔ بھین۔ ہم تمہارا بوتھی کاٹا۔ اب تمہارا جال بھی کاٹتا ہے۔ تاکہ پھر کوئی مکھی لوگ تم میں نہ پھنسے۔ ہے دیو! آخر بھڑ اڑ جاتی ہے۔ اور مکڑی خدا کا شکر کرتی ہے۔ جان بچی ہزاروں پائے۔ ہے دیو! علم حیوانات کا کیسا مزیدار ٹوٹکا۔ آپ اور آپ کے مچھوئے تو ہوئے ڈاروں کے وہی ہے دیو! ڈاروں نے حیوانوں کے بیرونی ڈھانچہ کے ارتقاء پر بحث کی۔ سپنسر نے جسم سے آگے دل و دماغ کی قوتوں کے نشو و نما پر۔ مگر "مذہبی دنیا کی مکڑی" پر کسی نے کچھ نہ لکھا۔ شاید اگر ان دونوں اصحاب کے پاس آپ کے دیو شاستر کی کوئی کاپی پہنچ جاتی۔ تو مسٹر ہربرٹ سپنسر صاحب اپنی مشہور و معروف کتاب "لیڈی آف دی لیک" میں "مذہبی دنیا کی مکڑیاں" کی سرخی جما کر ایک دو فصلیں تو ضرور جڑ دیتے۔ ہے دیو! آپ نے لیڈی آف دی لیک کو تو پڑھا ہوگا واہ! وا! ہربرٹ سپنسر اور لیڈی آف دی لیک۔ کیسا پائدار جوڑ میل!! ہے دیو! یہ بھی ایک جیون تت ہے۔ لکھ لیجئے دیو شاستر میں کسی کے کان میں پھونکنے کے کام آئیگا۔ ہے دیو! آپ کے مچھوؤں نے مجھے پھانسا۔ اور میں پھنس بھی گیا۔ مگر میرے قلم کا ڈنک۔ اور ان کی بوتھی۔ بڑا مزیدار جوڑ میل ہوا۔ غریب اب تک بوتھی پکڑے کوتوالیوں میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھاگے پھرتے ہیں۔ ہے دیو! ذرا ان کی بوتھی پر پہاڑی شہد لگائیگا۔ تاکہ سوجن اُتر جائے ہے دیو! ان کی سوجی ہوئی بوتھی میں سے گالیاں بھی بڑی وزندار نکل رہی ہیں۔ ہے دیو! آپ نے خدا پرستی۔ اور مردم پرستی کا فرق دیکھا کہ نہیں نہیں دیکھا۔ تو اب دیکھ لیجئے کہ کس کے چہرے پر سوجن ہے۔ ہے دیو! میں ہوں تو بڑا محسن کش۔ میرا قلم آپ کے مچھوؤں کی بوتھی پر ایسا چبھا۔ کہ یہ تڑپ اُٹھے۔ ایسے کہ گویا تتئے نے کاٹا ہے ہے دیو! تتیا بھڑ کا چھوٹا بھائی ہوتا ہے جیسے آپ کے بڑے بیٹے دیوکمار ہر نارائن اگنی ہوتری کا چھوٹا بھائی دیوکمار کانتی نارائن اگنی ہوتری۔ ہے دیو! آپ کی جوبلی کے موقع پر آپ کے مچھوؤں نے ایک کتاب بانٹی تھی جس کا نام تھا۔ لاثانی طہور۔ لاثانی برت۔ ہے دیو! اس کے صفحہ آٹھ پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ کہ "شری دیوگورو بھگوان نے اپنی سماج میں ہندوؤں کی مختلف اعلےٰ ذاتوں کے درمیان باہمی کھان پان اور شادی کے دستور کو جاری کیا ہے۔ اور اب تک کئی شادیاں ایسی ہو چکی ہیں کہ جن میں ہر ایک ذات کا تھا اور کنیا دوسری ذات کی"۔ ہے دیو! آپکا یہ کام بڑا ہی اُتم ہے مگر آپ نے کسی شادی کا ذکر نہیں کیا۔ کیوں بھلا؟ ہے دیو! اگر اور کچھ نہیں تھا تو آپ اپنے صاحبزادے دیوکمار کانتی نارائن اگنی ہوتری کی شادی کا ہی ذکر کر دیتے ہے دیو! آپ تو ہوئے قنوجیے برہمن خاص اکبر پور ضلع کانپور کے "بھیتر کے بھیتر" پیدا شدہ۔ اور آپ نے اپنے لڑکے کی شادی کی "چودھری پوکھر داس صاحب مجسٹریٹ کیا کہتے ہیں" کی لڑکی کے ساتھ۔ ہے دیو! چودھری پوکھر داس صاحب پنجابی۔ پھر کھتری۔ پھر اروڑہ۔ اوہ! کیسے غضب کے بندھن ٹوٹے۔ ایسے ٹوٹے۔ ایسے ٹوٹے کہ بالکل ہی ٹوٹ گئے۔ سگائی تک بھی ٹوٹ گئی اور خوب ہی ٹے۔ واؤ۔ ٹو۔ ٹے۔ یے۔ ٹی۔ ٹوٹی۔ ہے دیو! دھن ہے آپ کی جیوتی جسمیں بندھن نظر آتا ہے اور دھن ہے آپ کی شکتی جسمیں بندھن ٹوٹ جاتا ہے دھن ہے آپکا سر بوچ دربار جسمیں جو بھی آیا یا آئی وہ آتم بنا شک بندھن اُن کے کٹ جاویں۔ جے۔ جے دیوگورو" ہے دیو! آپ نے تناسخ پر جسقدر بھی مخول کئے ہیں۔ وہ اگرچہ شرمناک ہیں لیکن اُن میں عکس تو کچھ آپکے ہی دربار کا پڑتا نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا آپ نے اپنے اور اپنے گھر کے ذاتی تجربات کا اسمیں ذکر کیا ہے۔ اچھا! یہ پرائیویٹ باتیں ہیں۔ کسی کی پردہ دری کرنا دین اسلام میں منع ہے۔ کیونکہ اسلام میں اللہ میاں کا نام ستار ہے۔ ہے دیو! یہ وہ ستار یا اکتارا نہیں ہے جو آپکے وجے پتا کے بھیتر ٹون۔ ٹون کر رہا ہے۔ بلکہ یہ ڈبل تار کا ستار ہے۔ ہے دیو! وہ وجے پتا کہ والا اکتارا ہے تو بڑا مزیدار کیسا منہ سے منہ ملائے پڑا ہے۔ کہ بس لب بہ بند و چشم بند۔ اچھا! یار زندہ صحبت باقی۔ کبھی آپ کے اکتارے کی سُر بھی چھیڑونگا۔ ابھی تو مجھے آپکے مچھوؤں کی بوتھی کا فلاں [illegible] ہے کہ یہ سوجن کب اُتریگی ہے دیو! میں پھنستا تو پھنس گیا۔ لیکن مزا بڑا آیا۔ آپکے مچھوے میرے ارد گرد جالا تننے کے لئے کیا کیا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترکیبیں کرتے تھے۔ وہ بڑی ہی چٹ پٹی ہوتی تھیں۔ ہے دیو! مجھے یاد ہے۔ کہ جب میں دیو آشرم میں رہتا تھا۔ تو آپ کے ایک مچھوے نے مجھے اپنی رام کہانی سنانی شروع کی۔ بڑی عجیب تھی۔ وہ بولا کہ میرے دل میں یہ بھاؤ پیدا ہوا۔ کہ کنجریوں کے بھیتر شری دیو گورو بھگوان کی جیوتی کو پہنچاؤں۔ ہے دیو! ذرا دیکھنا کہیں وہ سُن تو نہیں رہا۔ اچھا سُن لیگا تو کونسی بُری بات ہے۔ آپکی جیوتی اور شکتی کا ہی پرکاش ہو رہا ہے ہے دیو! وہ بولا۔ کہ آخر ایک رات میں ایک کم عمر۔ خوبصورت کنجری کے مکان پر پہنچا۔ اور شری دیو گورو بھگوان کی جیوتی اور شکتی سے بھرپور ہو کر اسکو اُپدیش دیا۔ چلا آیا۔ دوسرے دن پھر گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ کنجر نے مجھے کان سے پکڑ لیا اور میرے مُنہ پر ایسے زور سے چانٹا لگایا۔ کہ میں نے وہاں سے بھاگ کر دیو آشرم میں آکر دم لیا۔ ہے دیو! جب آپکا مچھوا یہ رام کہانی سُنا رہا تھا۔ تو میں کھل کھلا کر ہنس پڑا اور کہا۔ دھن ہیں آپ جو کنجروں سے مار کھا کر آتے ہیں۔ ہے دیو! وہ بولا۔ اچھا اچھا ایک اور کہانی سنو ہے دیو! میں نے کہا۔ نہیں۔ نہیں میں کنجروں کی کہانیاں سُننا نہیں چاہتا۔ ہے دیو! دیکھتا وہ بوڑھی آپکے پیچھے کھڑا مُسکرا رہا ہے۔ اور ہونٹوں پر اُنگلی رکھ کر اشارہ کر رہا ہے۔ کہ میں نے تجھے اس لئے تو کنجر کتھا نہیں سُنائی تھی۔ کہ تُو نے اِس کا ذکر کرنا۔ ہے دیو! جانے دیتا ہوں کیا لینا ہے ان باتوں سے آپکے مچھوؤں کا تو ہوا یہ پیشہ کہ وہ نئے پھنسے ہوئے شکار کو زیادہ پھانسنے کے لئے پہلے تو اپنی جیون کتھا سُنا دیتے ہیں کہ میں ایسا بدمعاش تھا۔ میں ایسا گنڈا تھا۔ میں ایسا لُچا تھا۔ کہ بس پھر دھیرے دھیرے اُس سے اُسکی کتھا سُن لیتے ہیں۔ بلکہ لکھوا لیتے ہیں۔ اُس کے اس طرح ہاتھ کاٹ دین کا چھوڑتے ہیں۔ نہ دُنیا کا۔ اگر کبھی اُن کے برخلاف بولنا بھی چاہے۔ تو اسکی داستان موجود۔ جھٹ خبار میں نکل جاتی ہے۔ ہے دیو! آپ کے مچھوؤں کا یہ پیشہ نہایت ہی مکروہ۔ گندہ۔ ناپاک اور پاجی ن کا ہے۔ ہے دیو! مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ جب میں موگہ میں تھا۔ اور زیادہ "باغی" رہتا تھا۔ تو پ کے ایک پرودست مچھوے نے مجھے بیدست و پا کرنیکے لئے آخری تجویز یہی سوچی۔ کہ کسی طرح میں کوئی س قسم کی تحریر دیدوں۔ کہ ہمیشہ کے لئے میرے ہاتھ کاٹے جائیں۔ ہے دیو! وہ مجھے باہر لے گیا۔ ور لگا اوتار چڑھاؤ کی باتیں کرنے۔ اپنی زندگی کے تمام روزنامچہ میرے سامنے کھولدئے۔ کبھی ہتا۔ کہ جب میں . . . . کالج میں پڑھا کرتا تھا۔ تو یہ بدمعاشی کرتا تھا۔ جب میں اپنے گھر . . . . . آتا تھا۔ تو اس قسم کی کرتوتیں کیا کرتا تھا۔ ہا! میری حالت بڑی افسوسناک اور میری زندگی بڑی خراب رہی خر پکڑنیوالے نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہے دیو! جس طریقہ پر وہ اپنی جیون کتھا سُنا رہا تھا۔ اور جس طرح وہ ٹھنڈی سانس بھر رہا تھا۔ وہ قابل دید نظارہ تھا۔ کاغذ پر کیا بیان کروں۔ ہے دیو! جب وہ یہ جال بچھا اور دانہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بکھیر چکا۔ تو اُس نے مجھے اُترنے کیلئے کہا۔ بولا! آپ کے بڑے دھن بھاگ جو اتنی چھوٹی اوستھا میں آپ کو نارنہارے شری دیو گورو کی شرن میں آجانے کا اوسر پراپت ہوگیا ہے دیو! میں نے کہا۔ جی ہاں! میرے بڑے دھن بھاگ ہیں۔ جو میں انکی شرن میں آگیا۔ ورنہ معلوم نہیں آپ کی طرح میں بھی بدمعاش بن گیا ہوتا۔ ہے دیو! اس نے چور آنکھوں سے مجھے تاڑا۔ اور دوسری طرف منہ کر کے مسکرا کر بولا۔ دیکھو نہ۔ پھر بھی انسان آخر انسان ہی ہے۔ آخر تم نے بھی تو کبھی اس قسم کی غلطیاں کی ہونگی۔ ہے دیو! مَیں نے کہا۔ مَیں نے اپنی عمر میں سب سے بڑا گناہ ایک ہی کیا ہے۔ اور وہ جانوروں کا شکار تھا ہے دیو! وہ شکاری بولا۔ ہوں۔ ہوں! یہ ایک ذرا سی بات ہے۔ کچھ اور بھی کیا ہوگا۔ ہے دیو! میں نے کہا۔ کہ جس قسم کی بدمعاشیوں کا آپنے حال سنایا ہے اس قسم کی بدمعاشی کرنا تو درکنار مجھے اُن میں سے بعض کا تو نام بھی آپ کی ہی زبانی معلوم ہُوا ہے آپ کی کرپا سے آج نام کا پتہ لگا ہے۔ کل کو آپ کی بدولت ہے دیو! مَیں ابھی فقرہ پورا کرنے بھی نہیں پایا تھا۔ کہ وہ میری طرف لٹھ اُٹھا کر دوڑا۔ ہُوت۔ تو مسخرا ہے ہے دیو! میں اسکے سامنے سے اس طرح بھاگا۔ جیسے آپکا مچھوا کنجر کے سامنے سے بھاگا تھا میں نے سکول کے احاطہ میں آکر دم لیا۔ اور وہاں ایک اُستاد کو یہ واقعہ سنایا۔ کہ آج تو یہ یہ کارروائی ہوئی۔ اور یہ یہ کہانی سُنی۔ وہ حیران ہوکر بولا۔ کہ آپ غضب کے کن کترے ہیں۔ جو دم جھلنے میں نہ آئے۔ یار کیا کروں۔ میں تو اپنے ہاتھ کٹوا چکا ہوں۔ مگر آپ اُس بڑے ..... کے بھی کان کاٹ کرنے آئے مجھے بھی پہلے اسی قسم کی کہانی سنائی تھی۔ ہے دیو! اس اُستاد نے اپنی کمزوریوں کا آپ کے سامنے اعتراف کیا تھا۔ بلکہ تحریری اعتراف کیا تھا۔ آپکا فرض تھا۔ کہ انکو اپنے تک ہی محدود رکھتے۔ لیکن شرم اور ڈوب مرنے کی بات ہے۔ کہ آپنے انکو "ایک نوجوان کی عبرتناک کہانی" کی شکل میں شائع کر کے اس کو بیدست وپا کر دیا۔ ہے دیو! آپ اور آپکے مچھوئے اسی طرح انسانوں کو بیدست وپا بناتے ہیں۔ اب اگر وہ نوجوان کسی دوسری سوسائٹی میں جانا چاہے۔ یا آپ کو چھوڑنا چاہے۔ تو آپ جھٹ کہہ دینگے۔ کہ یہ تو پہلے ہی بدمعاش تھا۔ دیکھو۔ اس کی اپنی تحریر۔ "نوجوان کی عبرتناک کہانی" موجود ہے۔ ہے دیو! آپ کے شکاری مچھوؤں کو جب میرے برخلاف کچھ اور لکھنے کیلئے نہ ملا۔ تو اسی کو غنیمت سمجھا کہ مجھے محسن کُش۔ طوطا چشم۔ گستاخ۔ مغرور۔ آہنکاری وغیرہ کہا۔ ہے دیو! میں مغرور نہیں ہوں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی اس دکانداری کی جڑ اُکھاڑنے یا کم از کم نوجوانوں کو آپ کے نہایت ہی خطرناک پیشہ سے آگاہ کرنیکا کام پرماتما نے میرے سپرد کیا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور مجھے یقین ہے۔ کہ اگر میرے مضامین کا سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا۔ تو میں آیندہ کیلئے سینکڑوں نوجوانوں کو آپ کے خطرناک جال میں پھنسنے سے روک دونگا ہے دیو! میں آپ کے گھر سے ذاتی طور پر واقف ہوں۔ اور آپ کی دُکانداری کے تمام اسراروں کو بخوبی جانتا ہوں اسمیں شک نہیں۔ کہ نوجوانوں کو تباہ کرنیکے لئے آپ جس قسم کے وسائل بلکہ ناجائز وسائل کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ ایسے خطرناک ہیں کہ جن کے متعلق ذاتی علم رکھتے ہوئے مجھے بعض اوقات سخت غصہ آتا ہے۔ لیکن میں غصہ کو ضبط کرتا ہوں۔ مَیں نہیں چاہتا۔ کہ واقعات کی موجودگی میں مَیں اپنی تحریر کو سخت کردوں۔ لیکن اگر کسی جگہ سختی آجائے۔ تو ہے دیو! مَیں اس کے لئے آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ آخر آپ جانتے ہیں۔ کہ میں کس قسم کی چٹھی کا جواب لکھ رہا ہوں۔ وہ چٹھی جسمیں مجھے سخت سے سخت گالیاں دی گئیں ہیں۔ ہے دیو! یہ تو ہوئی دوستانہ شکایت۔ اب آمدم برسرِ کھونٹی۔ ہے دیو! آپ کا مچھوا اپنی چٹھی میں لکھتا ہے۔ کہ "میرے متعلق کنور جیدیو سنگھ صاحب کے ساتھ جو پرائیویٹ خط وکتابت آپنے مشتہر کی ہے۔ آپ کا یہ فرض نہ تھا۔ کہ اگر اس پرائیویٹ خط وکتابت کو آپنے کسی بیجا طور سے حاصل کر کے چھاپنا مناسب سمجھا ہی تھا۔ تو آپ کُل کی کُل خط وکتابت اور اس کے متعلق آخیر تک کے واقعات درج کرتے ..... لیکن آپ کا اِن مکمل واقعات کا ذکر کرنے کے بنا صرف گمراہ کرنیوالی ادھوری خط وکتابت کو مشتہر کر کے مجھے بدنام کرنا میرے سمبندھ میں آپ کی جسقدر افسوسناک حرکت ہے وہ کسی انصاف پسند اور شریف آدمی پر ظاہر ہونیکے بنا نہیں رہ سکتی"۔ ہے دیو! آپ کا مچھوا ہے بڑا شریف آدمی۔ مجھے گالیاں تو دیتا ہے۔ لیکن لگتا بڑا پیارا ہے۔ کیا بتاؤں! لہنگ یاد آجاتا ہے۔ ورنہ دل تو چاہتا ہے کہ پُرانے طریقہ کی دو چار اور رسید کردوں۔ ہے دیو! میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میں نے وہ خط وکتابت ہرگز ہرگز کسی ناجائز طریقہ سے حاصل نہیں کی۔ آپ سوچیں۔ کہ آپ کے گھر کے اسرار کس قدر مقفل رہتے ہیں۔ مَیں نہ آپ کے گھر آؤں نہ جاؤں۔ نہ مجھے آپ کی سماج سے تعلق۔ اگر مجھے آپ کے گھر کے بھید معلوم ہوتے ہیں۔ تو وہ آپ کے ہی برخورداروں کی معرفت۔ میں کیا جانوں۔ کہ آپ کے آشرم میں سب کے سب ایسے بے ایمان۔ چور۔ ڈاکو ہی رہتے ہیں۔ جو ناجائز طریقہ سے خطوط حاصل کر کے مجھے دیتے ہیں۔ ہے دیو! چاروں جگتوں کی آپ روشنی۔ بلکہ تمام روشنیوں کی روشنی۔ لیکن آپکے اپنے ہی گھر میں اسقدر اندھیرا۔ کہ آپ کو پتہ تک نہیں۔ کہ کیا کہیں آپ کی ہی عورت آپ کے خط دوسروں کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو نہیں دیتی۔ چراغ تلے اندھیرا آپ کے ہی گھر میں دیکھا۔ ہے دیو! آپ کے مچھوئے کا فرض ہے۔ کہ وہ ثابت کرے۔ کہ میں نے کسی ناجائز طور پر ان کاغذات کو حاصل کیا ہے۔ باقی رہی اس کی یہ شکایت کہ میں نے ادھوری خط و کتابت نقل کی ہے۔ یہ قطعی فضول ہے۔ کیونکہ جس شخص کو کنور جیدیو سنگھ نے یہ خطوط دئے تھے۔ اُس نے اس کو ان خطوط کے علاوہ دوسرا کوئی خط نہیں دکھایا تھا۔ اگر اسوقت کوئی دوسرا خط ہوتا۔ تو وہ ضرور دکھلاتے۔ اب اگر آپ کے مچھوؤں نے "اگنی" سے جل بھن کر اس قسم کی خط و کتابت کر لی ہو۔ تو امر دیگر ہے۔ لیکن میں پھر اُس کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ اس غلط فہمی کی وجہ صاف طور پر بیان کرے۔ کہ معاملہ کیا تھا۔ شرم کی بات ہے۔ کہ وہ مجھے گالیاں دے رہا ہے۔ لیکن اصلی بات پھر بھی نہیں بتاتا۔ ہے دیو! کیا اس کیلئے ڈوب مرنے کا موقع نہیں ہے۔ کہ وہ خدا پرستوں کی باہمی غلط فہمیوں پر تو اخبار کے کالم کے کالم سیاہ کرے۔ اور اپنے متعلق واقعات سے انکار کرنے دوڑے۔ ہنٹر اسکی بوتھی پر۔ بولے تو وہ کیا بولتا ہے۔ ہے دیو آگے چلکر یہی مچھوا لکھتا ہے۔ کہ "آپکو بخوبی معلوم ہے۔ کہ جیون پتھ پبلک اخبار نہیں۔ اور نہ وہ جائز وسائل کے ذریعہ آپ تک پہنچ سکتا ہے"۔ ہے دیو! بھلا اگر میں یہ ثابت کر دوں۔ کہ اس نے یا اسکی عورت نے یا اس کے کسی ساتھی مچھوئے نے مجھے از سر نو اپنے دام میں پھنسانے کیلئے جیون پتھ میری نذر کیا تھا۔ پھر تو یہ مچھوا مانیگا۔ کہ ہاں ٹھیک ہے۔ جیون پتھ ناجائز نہیں۔ بلکہ جائز وسائل سے مجھ تک پہنچا۔ ہے دیو! آپکا مچھوا ہے تو بڑا بے پیندی کا لوٹا۔ اِدھر سے ٹھوکر لگتی ہے۔ تو اِدھر لڑھک جاتا ہے۔ اور اُدھر سے پڑتی ہے۔ تو اِدھر سرکتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ "یقیناً اگر سنہ اور پاک کرکٹر کے اندر کوئی بل ہے تو آپ ہرگز اپنے مذکورہ بالا جھوٹے اور ہتک آمیز اور خود گھڑ کر لکھے ہوئے بیان کو کسی طرح اور کسی جگہ سچ ثابت نہیں کر سکتے"۔ ہے دیو! آپنے دیکھا اس بے پیندی کے لوٹے کی گردن۔ کیسا اکڑ رہا ہے۔ اس کے نزدیک میں نے آپکے اخبار جیون پتھ میں سے جو کتھا نقل کی ہے۔ وہ بالکل جھوٹی اور میری اپنی گھڑنت ہے۔ نامعقول! ہے دیو! یہ مچھوا تو آپ کو بھی جھوٹا بتا رہا ہے۔ گویا آپ نے جو اپنے کسی بھگت کی عورت اور اس کے ساتھی یا یار کو سر کٹنے سے بچا لیا تھا۔ وہ بات جھوٹ ہے۔ ہے دیو! اگر وہ جھوٹ ہے۔ تو آپ نے اس کو اپنے اخبار میں کیوں چھاپا۔ مگر نہیں۔ نہیں۔ آپ کی یہ جیون کتھا بالکل سچ ہے۔ ہے دیو! یہ میاں مٹھو ہی جھوٹ کہہ رہا ہے۔ کہو میاں مٹھو رام! رام! مگر آپ تو رام کو مانتے نہیں۔ تو یہ رام! رام! کیسے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بولیگا۔ اچھا بولو میاں مٹھو۔ ٹیں۔ ٹیں۔ میاں مٹھو! تم تو کیا میں تو تمہارے لمبودر گورو کو بھی چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ میرے بیان کو گھڑنت ثابت کرے۔ اس جگہ نہیں۔ تو اپنے کسی فرضی دیولوک میں ہی جاکر ثابت کردے۔ گالیاں دیکر تو تم بھی اس واقعہ کو نہیں چھپا سکتے ہے دیو! آپ کا مچھوا لکھتا ہے۔ کہ "آپ کا میرے متعلق یہ نہایت ہتک آمیز بیان سراسر آپ کی شرمناک گھڑنت۔ محض جھوٹ۔ اور سخت درجہ کی مجرمانہ کارروائی ہے"۔ ہے دیو! دیکھنا آپ نے اس نلکی کا پارہ۔ یہ پدّی کتنا گرم ہو رہا ہے۔ ہے دیو! اتنا تو میں نے پہلے بھی لکھا تھا۔ کہ اگر ناموں کے متعلق مجھے غلط رپورٹ ملی ہو۔ تو مجھے اصلی نام بتا دینا۔ مگر یہ پدّی جھانپل کی طرح دم پھیلا کر "چی۔ پوں۔ چی" "چی۔ پوں۔ چی" تو کر رہا ہے۔ لیکن میرے سوال کا جواب پھر بھی ندارد۔ میں اس کو دوبارہ چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر اس میں کچھ بھی ہمت ہو۔ تو میرے سوال کا دو لفظی جواب دے دے۔ اور بس یعنی صرف اتنا بتا دے۔ کہ وہ بھگتنی کون تھی۔ اور اس کا یار بھگت کون تھا۔ جن کی گردن کٹنے لگی تھی۔ تاکہ میں اس کا نام کتاب میں سے کاٹ دوں۔ ہے دیو! یہی مچھوا جیون پتھہ کا ہرتا کرتا ہے۔ سب ہی کچھ جانتا ہے لیکن بتاتا نہیں۔ جب تک سچ سچ نہیں بتائیگا۔ اور میرے سوال کا جواب نہیں دیگا۔ میں اسی کو رگڑونگا۔ خواہ یہ عدالت چھوڑ کر اپنے کسی فرضی دیولوک میں بھی کیوں نہ بھاگا جائے۔ باقی اس کی بدکلامی۔ اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے۔ کہ کلام زشت مے زیبد لب دیو نجس خارا۔ ہے دیو! اپنے مچھوئے کی نجس خائی کو آپ تو دیکھتے ہی ہیں۔ کہ جب یہ خدا کو گالیاں دینے سے باز نہیں آتا۔ تو میں کیا اُس کا داماد ہوں۔ جو مجھے گالیاں نہیں دیگا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے "اب آپ نے اس انتخاب میں جس قدر بددیانتی اور مجرمانہ حرکت سے کام لیا ہے۔ اسے میں نیچے ظاہر کرتا ہوں۔ جیون پتھہ میں چھپی ہوئی عبارت حسب ذیل ہے۔ ایک دن ایسی گھٹنا ہوئی۔ کہ اس کی یہ پتنی اسی جن کے ساتھ (کسی اشبھ ابھپرائے سے نہیں) کچھ دیر اکیلی بیٹھی رہی۔ اس عبارت میں خطوط وحدانی کے اندر کی جس عبارت پر میں نے لکیر کردی ہے۔ اس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ استری کسی بُرے مقصد کو لیکر اس شخص کے پاس ہرگز بیٹھی ہوئی نہ تھی۔ لیکن افسوس کہ آپ نے اپنی مجرمانہ نیّت کے باعث خطوط وحدانی کے اندر کی عبارت کو اپنے اقتباس میں سے صاف اُڑا دیا ہے۔ تاکہ کہیں یہ ظاہر نہ ہو جائے۔ کہ اس کتھا کے اپنے ہی بیان کے رُو سے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جس استری اور پُرش کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی نسبت کسی قسم کا شک کرنے کی در اصل کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اور وہ محض نیک نیتی کے ساتھ اور ویسے ہی معمولی طور پر اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ جیسے کہ کسی بھی گھر کے اندر بارہا کسی بھی استری پُرش کا بیٹھنا نہ صرف ممکن بلکہ روزانہ واقعہ کی چیز ہو سکتا ہے۔ کیا آپ کا اس طور پر ایک چھپی ہوئی عبارت کو نقل کرتے وقت اس کے نہایت ضروری حصّے کو کہ جو معاملہ کی اصلیت کو بالکل اور رنگت میں ظاہر کر دیتا ہے صاف اُڑا دینا آپ کی صریحاً جعلسازی اور بے ایمانی نہیں ہے۔ اور آپ کی شرمناک مجرمانہ نیت کو صاف طور پر ظاہر نہیں کرتا؟ ہے دیو! آپ اس مچھوئے کو کہہ دیں۔ کہ نہ دھرم پال جعلسازی کا مرتکب ہے۔ نہ اس کی نیت مجرمانہ تھی۔ اور نہ ہے۔ ہے دیو! آپ کے مچھوئے کا یہ فرمانا تو قطعی بے سروپا ہے۔ کہ وہ دونوں پنڈے اور پنڈی اسی طرح گھر میں بیٹھے ہوئے تھے جس طرح کہ کسی بھی گھر کے اندر بارہا استری و پُرش بیٹھے دیکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اوّل اگر وہ اسی طرح سے سادھارن طور پر بیٹھے ہوئے ہوتے۔ جس طرح کہ گھروں میں استری پُرش بیٹھتے ہیں۔ تو عورت کے خصم کو کبھی بھی تلوار چلانے کا خیال نہ آتا۔ کیا گھروں میں سادھارن طور پر بیٹھنے والوں میں اس طرح کبھی تلوار بھی کھینچی گئی ہے۔ پس صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ سادھارن طور پر بیٹھے ہوئے نہیں تھے۔ بلکہ اُن کے اکیلے بیٹھنے کا طریقہ اسادھارن تھا +

دوم۔ کتھا کے اندر ہرگز اس بات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کہ وہ اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے۔ جس طرح کہ گھروں کے اندر استری اور پُرش بیٹھے ہوتے ہیں۔ بلکہ کتھا لکھنے والا جانتا ہُوا معلوم دیتا ہے۔ کہ اس میں بات کچھ اور بھی تھی +

سوم۔ جس شخص کے ساتھ وہ عورت اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ یا کچھ اور کر رہی تھی۔ وہ شخص پہلے بھی اسی قسم کی مجرمانہ حرکت کا مرتکب ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس سے پہلی کتھا میں اس شخص کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ:-

۱- کہ وہ نوجوان عورتوں کے پاس بیٹھنے کا عادی تھا +

۲- وہ ان کو دیکھنے یا بقول لُچ منڈلی "آنکھیں سینکنے" کا مشتاق تھا +

۳- وہ اُن کے ساتھ بات چیت بھی کرنے کا خواہش مند رہتا تھا +

۴- وہ اکثر گھنٹوں کسی نوجوان غیر استری کے ساتھ بات چیت کرنے کا عادی تھا +

۵- کبھی کبھی وہ کسی نوجوان استری کے ساتھ ایکانت میں بیٹھ کر بھوجن بھی پاتا تھا +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۶- اس کے علاوہ اور بھی کچیشٹائیں کیا کرتا تھا +

۷- اس کی ایسی ایسی کرتوتوں سے اس کی پتنی بہت دُکھی رہتی تھی +

۸- اس شخص نے آخر کار اپنے اپرادھوں کا اعتراف کیا +

یہ تو ہوئی پہلی کتھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص اچھے چال چلن کا آدمی نہیں تھا بلکہ کوئی بڑا نیچ اور گرا ہُوا بھگت تھا + دوسری کتھا میں جن الفاظ میں اس شخص کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب صاف یہ ہے کہ :-

۱- یہ شخص بڑا نیچ اور گرا ہوا تھا +

۲- اسکی گتی بڑی نیچ اور اُلٹی تھی۔ وہ اپنی نیچ عادت کے مطابق ایک دوسری نوجوان استری کا ساتھی یا یار بنا ہُوا تھا +

۳- یہ نیچ آدمی اس عورت کے ساتھ بھی ایکانت سیون کا عادی تھا +

۴- اس کے ساتھ ساتھ رہنا حالانکہ وہ عورت بیگانی تھی۔ اس کو بہت پسند تھا +

۵- وہ اس بیگانی عورت کے ساتھ باہر سیر کرنے بھی جاتا تھا +

۶- یہ شخص اس عورت اور اسکے خاوند کے باہمی تعلقات میں بہت دست اندازی کرتا رہتا تھا۔ جس کا کہ اس کو کوئی جائز حق حاصل نہیں تھا +

۷- پتی کے دل میں اپنی عورت کے کیرکٹر کے بارے میں شک پیدا ہو گیا۔ اور یہ شک پیدا ہو جانا ضروری تھا

۸- عورت کی دیگر حرکات سے اسکا یہ شک اور بھی دوبالا ہو گیا۔ اور ہو جانا چاہئے تھا +

۹- ایکدن اس نے اپنی عورت کو اپنے یار کے ساتھ اکیلے بیٹھا دیکھ لیا + وغیرہ وغیرہ +

یہ تو ہُوا دونوں کتھاؤں کا ترجمہ مگر ہے دیو آپ کا مچھوا کہتا ہے۔ کہ میں نے یہ عبارت کہ "وہ کسی، شبھہ ابھپرائے کو لیکر" بیٹھے ہوئے نہیں تھے۔ ترک کر دی ہے اور میری نیت شرمناک طور پر مجرمانہ ہے بیشک میں نے یہ عبارت ترک کر دی ہے۔ دیدہ و دانستہ کی ہے یا غلطی سے کی ہے۔ اس پر بحث نہیں۔ لیکن اگر میں اس عبارت کو نقل کر بھی دیتا۔ تو بھی کیا۔ بلکہ اس سے اس عورت اس کے خاوند اور اس کے یار کی حالت اور بھی بدتر ظاہر ہوتی ہے! وہ اسطرح پر کہ :-

۱- اس عورت کا یار اچھے چال چلن کا آدمی نہیں تھا۔ جیسا کہ اس کتھا اور اس سے پہلی کتھا کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے +

۲- اس نیچ آدمی کا بیگانی عورتوں کو تاڑنا۔ اُن کے ساتھ بات چیت کرنا۔ سیر کرنا یا ایکانت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سیون کرنا اور وہ بھی نوجوان عورتوں کیساتھ اسبات کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ ایک گندے چلن کا آدمی تھا

۳۔ بیگانی عورتوں کے ساتھ ایکانت سیون کرنے اور خلوت میں اُن کے ساتھ گھنٹوں بات چیت کرنیکا مطلب سوائے اس کے کہ وہ اپنی نیچ پر کرتی کو خوراک دیتا تھا اور کچھ نہیں ہوسکتا +

۴۔ اس عورت کا یار اسکے اور اسکے خاوند کے تعلقات میں بھی ناجائز دست اندازی کرتا تھا جو خاوند کو پسند نہیں تھا +

۵۔ یار کے تعلق میں اس عورت کی طرف سے بھی بعض ایسی حرکات ظاہر ہوتی تھیں۔ جس سے خاوند کا شک اور بھی پختہ ہوگیا +

۶۔ پس اِن تمام واقعات کی موجودگی میں یہ ظاہر کرنا کہ وہ دونوں کسی اشبھ ابھپرائے کو لیکر بیٹھے ہوئے نہیں تھے۔ قطعی فضول اور بے معنی بکواس ہے +

۷۔ کتھا کا لکھنے والا اس خطوط وحدانی کے فقرہ کو دیتے وقت اس بات سے ڈرتا ہے۔ کہ اگر یہ کبھی پبلک میں آجائے۔ تو بچاؤ کی صورت بنی رہے۔ حالانکہ باقی کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اس قدر زبردست اور شک کو پایہ یقین تک پہنچانے والے ہیں۔ کہ یہ فقرہ ان کی سنگینی میں فرق نہیں ڈال سکتا۔ پس یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی اشبھ ابھپرائے کو لیکر بیٹھے ہوئے ایکانت سیون کر رہے تھے۔ بلکہ معاملہ کچھ اور تھا۔ جس کو چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن :-

۸۔ اگر بفرض محال یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ کہ وہ کسی بُرے ارادے کو لیکر ایکانت سیون نہیں کر رہے تھے۔ تو بھی حالت بدستور خطرناک اور دیوسماج کیلئے باعث شرم رہتی ہے۔ کیونکہ :-

اوّل۔ جبکہ دیوسماج کا ایک مرد کسی بیگانی عورت کے ساتھ (بلا تمیز اس کے کہ وہ مرد کس قدر گرے ہوئے چلن کا آدمی ہے) کسی اشبھ ابھپرائے کو لیکر بات چیت نہیں کرتا۔ یا بالفاظ دیگر کسی شبھ ابھپرائے کو لیکر ایسا کرتا ہے۔ تو اس شبھ چنتک پر دیوگورو کے دوسرے بھگت کا تلوار لیکر دوڑنا جسقدر دیوگورو بھگتوں کی شرمناک۔ مجرمانہ۔ قاتلانہ۔ پشاچانہ اور پاچبانہ زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ کیونکہ :-

دوم۔ جبکہ کسی ہتنکر بات چیت پر (اگر کتھا میں مندرج واقعہ کو ہتنکر بھی فرض کر لیا جاوے) دیوگورو کے بھگت ایکدوسرے کا گلا کاٹنے کیلئے تیار ہوجاتے ہیں۔ تو وہ واقعات کی موجودگی میں کسقدر لہو لہان اور مار پیٹ کرتے ہونگے۔ اسکا اندازہ کون لگا سکتا ہے +

ہے دیو! میری نیت مجرمانہ نہیں تھی۔ نہ ہی میں جعلساز ہوں۔ ہاں آپکے پنڈے پوجاریوں کی جن نہایت ہی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شرمناک کرتوتوں پر میں نے واقعات کی بنا پر روشنی ڈالدی ہے۔ وہ کیا عوام الناس کی نظر میں کیا عدالت کی نظر میں از سرتا پا احمقانہ۔ ابلہانہ۔ وحشیانہ۔ مجرمانہ قاتلانہ اور پشاچانہ ہیں۔ اگر میری بات پر اعتبار نہ ہو۔ تو چلئے عدالت سے فیصلہ کروالیجئے۔ ہے دیو! میرا اس کتھا کے نقل کرنیسے یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ وہ عورت گنہگار تھی یا اسکا خاوند۔ بلکہ میرا مطلب صرف یہ دکھانا تھا۔ کہ دیوگورو کے بھگت اقدام قتل کے بھی مجرم دیکھے جاتے ہیں۔ ہے دیو! اگر آپ میں اور آپکے کسی بھی لنگوٹی بردار میں جرأت ہو۔ تو میں ڈبل چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے بیان کی تکذیب کریں۔ ورنہ ان برخورداروں کو مارے شرم کے ڈوب مرنا چاہئے۔ اور خدا کو گالیاں دیکر۔ خداپرستوں پر مخول اُڑاکر اپنی برخورداری کا ثبوت نہیں دینا چاہئے۔ کاش وہ میرے ایک بھی چیلنج کا جواب دینے کیلئے قلم اُٹھائیں۔ ہے دیو! آگے چلکر آپ کا مچھوا میری کتاب کو فحش قرار دیتا ہے لیکن اس پدی کو اتنا علم نہیں۔ کہ آخر اس کتاب میں کرتوتیں کن کی ہیں۔ اگر اُن کرتوتوں کی بنا پر اس کتاب کو فحش کہا جاسکتا ہے۔ تو جن کی وہ کرتوتیں ہیں۔ وہ حضرات کتنے درجہ فحش اور گندے ہونگے ہے دیو! دیکھا اس پدی کا سر۔ خود ہی اپنے سر پر ٹنڈ پھوڑ رہا ہے۔ بھلا ایسے لوگوں کو حجام کی کیا ضرورت۔ ہے دیو! ذرا اسکی چی۔ پوں۔ چی تو سُن لینا۔ کہتا ہے "کیا ایسی جعلسازی۔ اور بے ایمانی کی مثال دکھاکر ہی آپ اپنی خداپرستی اور آریہ سماج کی لاج رکھنے اور میرا منہ اور قلم ایسی خداپرستی اور آریہ سماج کے خلاف بولنے سے بند کرنے میں کامیاب ہونے کی اُمید رکھتے ہیں" ہا! پیارے بوتھی۔ بوتھی!! تیرے مُنہ میں پیاز کے چھلکے اور میتھی کا ساگ ہے دیو! دیکھنا ذرا گھڑیال کی طرح آپ کے مچھوئے نے خداپرستی اور آریہ سماج کے برخلاف کتنے جبڑے کھول رکھے ہیں۔ نہیں بوتھی نہیں مجھے تجھ پر کوئی اُمید نہیں۔ ہے دیو! جب آپ نے میری اُمید کو توڑ ڈالا۔ اور میری اپیل پر دھیان نہ دیا۔ تو اس بیچارے کا کیا قصور۔ لیکن ہے دیو! اس بوتھی کو اتنا کہہ دیں۔ کہ وہ مُنہ تو جتنا مرضی ہے۔ کھولتا ہے۔ کوئی بند نہیں کرے گا۔ لیکن دوسری طرف بھی کسی کے ہاتھ میں قلم ہے جو اس کے حلق کی خبر لاسکتا ہے۔ پھر اس بوتھی کو رونا نہیں ہوگا۔ ہے دیو یہ بوتھی لکھتا ہے۔ کہ "آپ کی یہ شرمناک حرکت کس قدر مجرمانہ حرکت اور آپ کی یہ اُمید کس قدر فضول اور لاحاصل اُمید ہے۔ یقیناً اگر آپ کی ایسی جعلسازی اور بے ایمانی کی بنا پر عدالت میں چارہ جوئی کی جاوے۔ تو وہ آپ کو بڑے گھر کی سیر کروا سکتی ہے"

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے دیو! یہ پدی پیٹا نے تو بڑے چھوڑ رہا ہے۔ ڈٹا ناکس کو ہے۔ کیا اسی کو نہ جو اُس کو لہنگا پہنا کر اُس کی گت پکڑ کر اُسکو کبھی آپ کے سامنے ہی جوتیاں لگا چکا ہو۔ ہے دیو! یہ عدالت میں جاتا کیوں نہیں۔ آپ ہی ذرا اسکو آگے سرکا دیجئے۔ دیکھوں تو پھر اس کے لہنگہ کی بہار ہے دیو! اس مچھوے نے کیا مجھے جوتی چور یا بسکٹ چور سمجھ رکھا ہے۔ جو اُس سے ڈر جاؤنگا ہے دیو! میں وہ آسامی نہیں ہوں۔ جو اپنی پُرانی لہنگہ پوش پاپوش خور میم صاحبہ سے ڈر کر بھاگ جاؤں۔ میری پُرانی میم صاحبہ! بندگی۔ کہو۔ وہ پُرانا لہنگہ پڑا ہے نہ۔ دیکھنا گم مت کر دینا۔ شاید عدالت میں پیش کرنا پڑے۔ ہے دیو! آپ کا مچھوا مجھے محسن کشی کا ملزم بھی گردانتا ہے۔ لیکن آدھی ٹنڈ تو پھر اُسی کے سر پر ٹوٹتی ہے۔ اور باقی کی آدھی آپ کے سر پر! ہے دیو! اردھم اردھم سوا ہا! وہ یوں! آپ نے خدا کے نام پر روپیہ جمع کیا۔ مکان بنایا۔ آخر اُسی خدا کو آپ نے گالیاں دیں۔ اور اُس کی جڑ کاٹنے کے درپے ہوئے۔ لیجئے آدھی ٹنڈ تو آپ کے حصے میں۔ محسن کے معنی احسان کرنیوالا۔ میں نے آپ کے اور آپ کے مچھوؤں کے نقائص آپ پر ظاہر کئے۔ اور آپ سب کو اپنے پُرانے محسن پرماتما کی طرف بلایا۔ تاکہ آپ لوگ محسن کشی کے الزام سے بچ سکو۔ پس ان معنوں میں میں نے آپ پر احسان کیا۔ بنا بریں میں آپ کا محسن ہوا۔ مگر آپ کے مچھوئے نے مجھے گالیاں دیں۔ لیجئے۔ آدھی ٹنڈ آپ کے مچھوئے کے سر پر لگی۔ لیکن ایک ٹھیکرا آپ سب کے سر پر مشترکہ لگا۔ وہ یوں۔ کُشتن کے معنے ہیں قتل کر ڈالنا۔ محسن کُش وہ جو اپنے محسن کو قتل کر ڈالے یہ ظاہر ہے کہ میں نے نہ آپ کو قتل کیا۔ نہ آپ کے کسی مچھوئے کو۔ پس میں محسن کش نہ رہا لیجئے یہ ٹھیکرا بھی آپ کے ہی لگا۔ اگر قتل سے مراد روحانی قتل لو۔ تو روحانی طور پر تو تم اُسی دن مر گئے۔ جس دن تم نے پرماتما کے برخلاف سرکشی کی۔ اور اپنی روح کو دہات وغیرہ کے ذرات سے بنا ہوا فانی تسلیم کر لیا۔ چلئے تمہاری صفائی تمہاری روح کی بھی صفائی سے ٹھنڈ ٹھنڈا اُسترا نکل آئی ٹنڈ۔ دیو کہے سُن دیو کی کیا بھلی یہ پھنڈ۔ ہے دیو! آپ کا مچھوا مجھے کہتا ہے "کیا آپ اپنی ایسی حرکت کے ذریعہ اپنی نئی اختیار کی ہوئی خدا پرستی اور آریہ سماج کے لئے میرے یا کسی بھی شریف آدمی کے اندر کوئی عزت پیدا کر سکتے ہیں" ہے دیو! ہرگز نہیں۔ بھلا میں اس پدی کے اندر عزت کیسے پیدا کر دوں۔ جس کو لہنگہ پہنا کر میں نے آپ کے سامنے پاپوشیدن کیا ہو۔ بھلا اُس کے دل میں میرے لئے عزت پیدا ہو سکتی ہے۔ یا خدا پرستی کے لئے۔ وہ شریف اور ہوتے ہیں۔ جن کا اسکو کھٹکا ہے۔ وہ کنجروں کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مکان پر جاکر چانٹے نہیں کھایا کرتے۔ اور نہ ہی اُن کے گھروں میں "چونسی" "وپینسی" کھیلا کرتے ہیں ہے دیوا ذرا دیورتن سے پوچھنا تو سہی۔ کہ "چونسی" "وپینسی" کس کو کہتے ہیں ہے دیوا آگے چل کر یہ شریف زادہ شرافت کی قسمیں مقرر کرتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ وہ اصل شریف شخص وہ ہے۔ کہ جو کسی اور شخص کے متعلق اپنی طرف سے کوئی جھوٹا الزام اور غلط اور گمراہ کرنیوالا بیان نہ گھڑے اور نہ مشتہر کرے ہے دیوا شرافت کے لئے تو یہ کسوٹی بڑی مزیدار ہے۔ لیکن آپ کے بے بنیادی کے لوٹے اس پر بھی رگڑ کھانیکو تیار نہیں ہونگے ہے دیوا آپ نے اور آپکے مچھوڑوں نے خدا پر اس قدر جھوٹے الزامات لگائے خدا پرستی کے برخلاف اس قدر غلط اور گمراہ کرنیوالے بیانات گھڑے۔ شائع اور مشتہر کئے کہ جنکا کوئی عدد وحساب نہیں۔ پس اس کسوٹی کے مطابق آپ اور آپکے مچھوٹے ہرگز ہرگز اس لائق نہیں۔ کہ کوئی بھی ان کو شریف کہہ سکے۔ آیا سمجھ شریف میں۔ ہے دیوا یہی شریف زادہ پھر لکھتا ہے "اس سے دوسرے درجہ پر وہ لوگ ہیں۔ جو اپنی خرابی کے معلوم ہو جانے پر فوراً اُس کے لئے شرمسار اور دُکھی ہو کر اُس کے لئے واجب تلافی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں" ہے دیوا آپکے شریف النسل کی یہ کسوٹی بھی مزیدار ہے۔ مگر ایک ہی رگڑ میں آپ سب کا رنگ فق ہو جائیگا۔ کیونکہ میں نے آپ سب کے سامنے آپ لوگوں کی خرابیوں کو ظاہر کیا۔ آپنے صرف یہی نہیں۔ کہ میرے لئے کوئی شکر گذاری کا بھاؤ محسوس نہیں کیا۔ صرف یہی نہیں کہ آپ اُن بدکرداریوں کے لئے شرمسار نہیں ہوئے۔ صرف یہی نہیں۔ کہ اُن سیاہ کاریوں سے آپ کو کوئی دُکھ نہیں ہوا۔ صرف یہی نہیں۔ کہ اُن تمام شیطانی حرکات سے آپ لوگوں نے گذشتہ اصلاح آئندہ را احتیاط کہتے ہوئے کوئی تلافی نہیں کی۔ بلکہ اُلٹا پہلے سے بھی زیادہ ڈھیٹھ ہو کر مجھے گالیاں دیں۔ کوتوالی میں بھاگے گئے مقدمہ کی تیاریاں کیں۔ اور مجھے ہر ایک طرح سے بے عزت کرنا چاہا۔ بلکہ کیا۔ پس تم اپنے ہی معیار شرافت کے مطابق ہرگز ہرگز اس لائق نہیں ہو۔ کہ کوئی بھی شریف آدمی تمکو شریف کہہ سکے۔ آیا سمجھ شریف میں ہے دیوا آگے چلکر یہی شریف زادہ پھر لکھتا ہے "آریہ سماج کے اندر کچھ لوگ اب اس حالت میں پہنچ گئے ہیں۔ کہ وہ .... یہاں ایک طرف اور دل کے متعلق جھوٹ گھڑنے کی عادت کو بدستور قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ وہاں عدالت کے ڈنڈے سے بھی نڈر ہو کر پورے بے شرم بن گئے ہیں" ہے دیوا بے شرم آریہ سماج کے آدمی ہیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا دیو سماج کے اِس کا صحیح صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا ہوں نہ آپ۔ کیونکہ ہم دونوں اِس وقت میدان میں تُلے بیٹھے ہیں۔ ناظرین خود ہی اِس کا فیصلہ کرینگے۔ میں صرف اِسی قدر کہہ سکتا ہوں کہ آریہ سماج نے اپنے ممبروں کے متعلق کبھی بھی آج تک اِس قسم کی اشتہار بازی نہیں کی جس قسم کی کہ دیو سماج کر رہا ہے۔ آریہ سماج نے اپنے تعلق میں آنیوالوں کے بارے میں کبھی بھی وہ لمبے چوڑے دعوے نہیں کئے۔ جو کہ دیو سماج کر رہا ہے۔ بنا بریں اگر آریہ سماج کے آدمی کسی پہلو میں کمزور ہوں۔ تو آریہ سماج اپنے دعووں کے لحاظ سے بالکل قابل معافی اور قابل درگذر ہے۔ مگر باوجود اِس منکسر المزاجی کے جو کہ آریہ سماج دکھا رہا ہے۔ باوجود لمبے چوڑے دعووں کی عدم موجودگی کے جو کہ آریہ سماج میں دیکھی جاتی ہے۔ میں فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ دیو سماج کے آدمیوں کی زندگیوں کا آریہ سماج کے آدمیوں کی زندگیوں سے مقابلہ کر کے دیکھیں۔ اور نتیجہ نکال لیں کہ بے شرم کون ہے +

آٹھواں اور آخری فقرہ

ہے دیوا اب میں آپکے عزیز کی چٹھی کا سب سے آخری فقرہ آپکے سامنے پیش کر کے اِس کے جواب پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ہے دیوا آپکے عزیز دیورتن کی چٹھی کا آخری فقرہ یہ ہے "دو باقی رہا یہ امر کہ آیا آپ کی اِس قسم کی مجرمانہ کارروائیوں سے آپکے سوامی دیانند جی کی جھوٹی بیانیاں اور اُنکی نہایت خوفناک گناہوں اور جہادیسے مخل امن مسائل کی تعلیم پبلک کے سامنے آنے سے رُک جائیگی۔ یا شری دیو گورو بھگوان کے لاثانی دھرم شکتیوں کے ذریعہ جو صدہا آتماؤں کی زندگیاں مختلف درجوں میں بدل کر اعلےٰ اور بہتر بن گئی ہیں۔ اور بن رہی ہیں اُن کے متعلق حیرت انگیز واقعات پیدا ہونے اور پبلک کے سامنے آنے سے بند ہو جائینگے۔ اور آیا آپ یا آپکے ہم مذہب یا ہم فطرت لوگ دیوت کے اس ظہور کا کام بند کر دینے اور اس کے سورج کے سامنے خاک اُڑا کر اُسے چھپانے میں کچھ کامیاب ہو سکینگے۔ ہرگز نہیں۔ ایں خیالست محالست وجنوں۔ راقم آپکا وغیرہ دیورتن"

ہے دیوا میں مجرم ہی سہی۔ لیکن کیا اگر کوئی مجرم اچھی بات بتائے۔ یا کوئی نیک مشورہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو اُسکو اس لئے نہیں ماننا چاہئے۔ کہ وہ ایک مجرم کے مُنہ سے نکلتی ہے۔ مان لو کہ میں درحقیقت ویسا ہی ہوں۔ جیسا کہ آپکے عزیز نے اپنی چٹھی میں مجھے لکھا ہے لیکن کیا میری تحریر میں ایک بھی ایسی بات نہیں تھی کہ جس سے میرے جرموں کی تلافی ہو سکتی ہو۔ اچھا مجھے مایوس نہیں ہونا چاہئے میں نے نہایت ہی نیک نیتی سے اپنے فرض کو پورا کیا۔ اور کر رہا ہوں۔ میں نے آپ سے چند باتوں کی اصلاح کی درخواست کی۔ مگر آپ نے مجھے مایوس کیا۔ اب میں نہ صرف آپ کو بلکہ آپکے عزیزوں کو بھی ساتھ ہی مخاطب کر کے ایک بار پھر کہدینا چاہتا ہوں۔ کہ تم نے میری پہلی اپیل پر دھیان نہ دیا۔ جو کہ تمہاری ہی بہتری کے لئے تھی۔ تم نے صرف یہی نہیں کہ میری بات پر دھیان نہیں دیا بلکہ اُلٹا مجھے گالیاں دیں۔ مجھے کمینہ کہا۔ بے شرم کہا طوطا چشم کہا منتقم کہا گستاخ کہا جعلساز کہا بے ایمان کہا محسن کش کہا اور معلوم نہیں کیا کیا کہا۔ تم نے مجھ پر چوری کا الزام لگایا۔ تم نے مجھے چوری کا مال لینے کا مجرم گردانا۔ تم میرے دروازے پر پولیس لے کر چڑھ آئے۔ تم نے میری وجہ سے میرے مہمانوں کی بھی بے عزتی کی۔ میری وجہ سے تم نے میرے مہمانوں کی عورتوں کو بھی دُکھ دیا۔ تم نے میرے ہی گھر پر آکر میرے مہمانوں کو نصف درجن آدمیوں کے اور میرے سامنے اور پولیس کے سامنے ڈیم اور راسکل کہا اور طرح طرح کی شرمناک گالیاں دیں۔ تم نے مجھے پولیس کے شکنجہ میں جکڑا۔ تم نے مجھے کیا کیا دُکھ دینے کا ارادہ نہیں کیا۔ اور کن کن طریقوں سے تم نے میری بے عزتی کرنی نہیں چاہی۔ اور کیسی دلیری سے تم نے میرے مہمانوں کو بے عزت کیا۔ میرے دوستو! میرے عزیزو۔ میرے ایک وقت کے پیارے عزیزو۔ اگر میں اُسی سپرٹ کا انسان ہوتا جس سپرٹ کے تم ہو۔ تو یقین کرو۔ تم میرے گھر پر ہی میرے ساتھ۔ میرے مہمانوں کے ساتھ۔ میرے مہمانوں کی عورتوں کے ساتھ انسانیت سے گرا ہوا سلوک کر کے صحیح سلامت واپس نہ جا سکتے۔ اور صحیح سلامت ہرگز واپس نہ جا سکتے جس خدا پر تم مخول اُڑاتے ہو۔ یہ اُسی پیارے نام کی بدولت ہے۔ جن پوتر ویدوں کو تم پاؤں کے نیچے کچل رہے ہو۔ یہ اُن ہی ویدوں کے طفیل ہے۔ جس آریہ سماج کو تم گالیاں دے رہے ہو۔ یہ اُسی آریہ سماج کے برگزیدہ آدمیوں کی محبت کا اثر ہے۔ جس دیانند کو تم پاکھنڈی اور مکّار اور طرح طرح کے گناہوں کی تعلیم دینے والا کہتے ہو۔ یہ اُسی پوتر آتما کے نام کا اثر ہے۔ یہ سب اِن ہی پوتر ناموں کی برکت سمجھو۔ کہ اِن سب مقدسات نے لگاتار میرے آتما پر عمل کر کے میرے اندر سے اسلام کی وہ خونخوار سپرٹ دور کر دی۔ جو کہ اگر میرے اندر موجود رہتی۔ تو تم یقین کرو۔ کہ جس طرح تم نے میرے ہی گھر پر آکر میرے ساتھ۔ میرے مہمانوں کے ساتھ میرے گھر پر نہایت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی شرمناک سلوک کیا تھا۔ یقیناً تم جس طرح صحیح سلامت آئے تھے۔ میرے گھر سے پھر تم ہرگز ہرگز اسطرح صحیح سلامت واپس نہ جا سکتے۔ اور نہ جا سکتے۔ مگر میں نے جس بردباری سے جس شرافت سے۔ جس حلیمی سے تمہاری اپنے گھر پر آؤ بھگت کی جس طرح تمہیں تمہارے کام میں اگرچہ وہ کام میرے ہی بے عزت کرنیکا تھا۔ تمہاری مدد کی۔ اور جس طرح نہایت ہی زندہ دلی سے میں نے تمہاری گالیوں کے جواب میں جو کہ تم نے مجھے اور میرے مہمانوں کو دیں۔ تمکو ہنسایا۔ اور اپنے مہمانوں کو اینٹ کا جواب پتھر دینے سے روکا۔ اور جسطرح میں خود اندھیرے میں لیمپ لیکر تمہیں بارام اپنے مکان کی سیڑھیوں پر سے راستہ دکھانے کے لئے گیا۔ اور جس طرح میں نے تم سے یہ چلتے وقت کہا۔ کہ اگر میرے غریب خانہ پر آکر آپکو کسی قسم کی تکلیف ہوئی ہو۔ تو آپ نے معاف کرنا۔ وہ سب اس بات کے ثبوت میں کافی شہادت ہے۔ کہ پرماتما کی محبت نے۔ ویدوں کی تعلیم نے۔ آریہ سماج کے برگزیدہ انسانوں کی صحبت نے۔ آریہ سماج نے۔ اس کے مقدس بانی مہرشی سوامی دیانند کے پوتر جیون نے غرضیکہ ان سب مقدسات نے مل کر میری زندگی کو اسلام کی پستی سے اٹھا کر اگر بہت اعلےٰ نہیں بنا دیا۔ تو کم از کم ایک ایسا انسان بننے کی طرف میرے قدموں کو ضرور چلا دیا ہے جو کہ بدی کے عوض میں نیکی کو پسند کرتا ہو۔ جو مظلوم بننا ظالم بننے سے اچھا خیال کرتا ہو۔ جو گالیاں دینے کی بجائے گالیاں کھا لینا بہتر سمجھتا ہو۔ میرے رحم کے مستحق اور تمام خدا پرستوں کے رحم کے مستحق دوستو! آخر میں نے تم کو کہا۔ تو کیا؟ کیا یہی کہ تم پرماتما پر مخول مت اڑایا کرو۔ تم اس کو گالیاں مت دو۔ تم ایشور کے بھگتوں کو گالیاں مت دو۔ تم ویدوں کو پاؤں کے نیچے مت روندو۔ تم ان ہی پرچین رشی منیوں کی اولاد ہو۔ جنہوں نے پرماتما کی محبت میں ویدوں کی رکھشا کے لئے پرانتک دے دئے تم ان ہی بزرگوں کے نشان ہو جنہوں نے ویدوں کے ایک ایک مسئلے پر غور کرتے کرتے عمریں ختم کر دیں۔ تم ان مسائل پر کھلی مت اڑاؤ۔ تم ان رشی منیوں کو بندر مت کہو۔ کیونکہ تم ان کی ہی اولاد ہو۔ میرے دوستو! میں اپنا انصاف تم پر نہیں بلکہ عوام الناس پر چھوڑتا ہوں۔ کہ آیا تم سے ایسی اپیل کرنے میں میں نے کوئی غلطی کی تھی۔ خاصکر جبکہ وہ اپیل بھی تمہارے ہی کہنے پر لکھی گئی ہو میرے دوستو! تم مجھے اپنا بدخواہ سمجھتے ہو محسن کش سمجھتے ہو دشمن سمجھتے ہو۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے اگر میں تمہارا بدخواہ ہوتا۔ اگر میں محسن کش ہوتا۔ اگر میں تمہارا دشمن ہوتا۔ اگر میں منتقم ہوتا۔ تو کیا میرے لئے انتقام کا وہ نہایت ہی عمدہ موقع نہیں تھا۔ جبکہ میں تمہارے سکول میں سیکنڈ ماسٹر تھا۔ اور جبکہ میرے ہاتھ میں تمہارے نہایت ہی پوشیدہ پوشیدہ کاغذات رہتے تھے۔ کتابیں تھیں۔ فائل تھے۔ اور سب ہی کچھ تھا کیا اگر میری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیت تم کو نقصان پہنچانیکی ہوتی۔ تو میں اُن کاغذات کو تمہیں واپس دے دیتا۔ کیا میں تمہیں اُن ہی الفاظ میں لکھنا
دیتا جن الفاظ میں کہ میں نے دیا تھا تم کہتے ہو کہ میں نے چوری کی۔ یا چوری کا مال لیا لیکن یہ تمہاری سراسر غلطی
ہے۔ اگر میں چور ہوتا۔ یا مجھے چوری کا مال لیکر تمہیں نقصان پہنچانیکی خواہش ہوتی۔ تو کیا تمہارے دوسرے
دوسرے سیکڑوں کی طرح میں تمہارے اندر ہی رہتا ہوا اس قسم کا کاغذات جمع نہیں کر سکتا تھا۔ یا اپنے پاس پڑے
ہوئے کاغذات خطوط۔ کتابیں۔ فائل وغیرہ کو دبا کر نہیں رکھ سکتا تھا۔ جو کہ تمہارے برخلاف ایک زبردست
مصالح تھے۔ مگر تم جانتے ہو۔ اور اچھی طرح جانتے ہو۔ کہ تمہاری سماج سے استعفا دینے وقت میں نے تمہاری
ایک ایک کتاب۔ کاغذ۔ خطوط۔ مسودے اور دیگر پوشیدہ رکھے۔ جانیوالی کاپیاں واپس کر دیں ایسا کیوں
کیا؟ اس لئے کہ میری تمکو نقصان پہنچانیکی نیت نہیں تھی۔ اور اب بھی میری نیت ایسی نہیں ہے۔
میں صرف اسی قدر چاہتا ہوں۔ کہ تمہاری جن حرکات سے پبلک کو نقصان پہنچ رہا ہے یا اُن کے جذبات
کو تم نقصان پہنچا رہے ہو۔ تم اُن حرکات کو چھوڑ دو۔ میرا صرف اسی قدر تم سے جھگڑا ہے۔ اور یہی اپیل
تھی اور ہے۔ تم نے میری بات کو نہ سُنا۔ اگر سُنا تو اُلٹا سمجھا۔ اور میرے ساتھ بالکل اُلٹی کارروائی
کی۔ تم نے میرے ساتھ پولیس کے ذریعہ یا قانون کے ذریعہ جو سلوک کیا۔ یا کرنا چاہتے ہو۔ اسکا جواب
نہ میرے پاس ہے۔ نہ ہوگا۔ میں تمہاری عدالتی کارروائیوں کے مقابلہ میں شکست ماننے اور خاموش رہنے
کیلئے تیار ہوں۔ مگر اس بات کو قطعی ناممکن سمجھو۔ کہ تمہارے قلم کے مقابلہ میں میرا قلم شکست کھا جائیگا۔
یا خاموش رہیگا۔ میرا قلم میری دوسری زبان ہے۔ دوسرا سر ہے۔ میرے دونوں سر اور یہ دونوں زبانیں
ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ میرے دوستو! تم یا تمہارا کوئی ہم فطرت ساتھی میرے اُن دونوں سروں
میں سے ایک کو کاٹ کر دوسرے کو خاموش نہیں کروا سکتا۔ اگر کٹینگے تو یہ دونوں ہی کٹینگے میرے دوستو
تم میرے سر کی موجودگی میں میرے قلم کو نہیں کاٹ سکتے۔ اور نہیں کاٹ سکوگے۔ میرے دوستو! اگر
تم چاہو۔ تو میرے دونوں سروں کو تم اپنا دوست بنا سکتے ہو۔ اگر تم چاہو۔ تو اِن کو اپنا دشمن بنا سکتے ہو۔
مگر یہ سب کچھ اس بات پر منحصر ہے کہ تم میری اپیل کا جواب ہاں میں دیتے ہو۔ یا نہ میں۔ اب تک تم نے
جو کچھ جواب دیا ہے۔ اُس سے مجھے یہی شبہ پڑتا ہے۔ کہ تم مجھے ہمیشہ کے لئے اپنے برخلاف کھڑا کر لینا چاہتے
ہو میرے دوستو! میں نے تمہاری پہلی چٹھی کا جو کچھ جواب دیا تھا وہ تم نے دیکھ لیا میرا خیال تھا۔ کہ اس جواب سے
تمہاری تسلی ہو جائیگی۔ اور تم آئندہ خط و کتابت کو بند کر دوگے۔ مگر تم نے غلطی کی۔ جو مجھے دوسری چٹھی
لکھدی۔ میرے دوستو! گو میں تمہاری طرح تہذیب کا دم نہیں بھرتا ہوں۔ تاہم میں اتنا غیر مہذب
بھی نہیں ہوں۔ کہ تمہاری کسی بھی ضروری چٹھی کا جواب نہ دوں۔ میں تمہاری اس دوسری چٹھی کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِن صفات میں جواب دیکر تم سے ایک دفعہ پھر اپیل کرتا ہوں۔ کہ تم اپنی پوزیشن پر غور کرو میرے دوستو! میری تحریر کے مطلب کی طرف دھیان دو۔ میں نے تمہارے سامنے تمہاری چٹھی کا جواب پیش کیا ہے اگر میں نے اس میں کسی جگہ دل لگی سے کام لیا ہے۔ تو وہ اس لئے نہیں کہ میں اس تحریر کو یا اس روش کو پسند کرتا ہوں۔ بلکہ صرف اس لئے کہ تمکو یہ دکھاؤں۔ کہ اگر تم اپنی روش کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہو۔ تو دنیا میں اور بھی کسی کے ہاتھ میں قلم ہے۔ جو تم کو تمہارے ہی پسند کئے ہوئے میدان میں نیچا دکھا سکتا ہے۔ میرے دوستو! اس چٹھی کے آخری فقرہ سے جو کہ تم نے میرے نام لکھی ہے۔ مجھے شبہ پڑتا ہے۔ کہ تم اپنی روش کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہو۔ اگر میرا یہ شبہ ٹھیک ہے تو میں نہایت ہی افسوس کے ساتھ تمکو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ تم غلطی پر ہو۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ تم اپنی اس قسم کی حرکات سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکو گے۔ کیا تم پرماتما کے نام کو دنیا سے مٹا سکو گے۔ کیا پرماتما کو تمہارا گالیاں دینا اور اس کے نام پر مخول اُڑانا اُس کی ہستی کو کائنات سے نابود کر سکتا ہے۔ کیا اگر تم اسکو نہ دیکھ سکو گے۔ یا نہ جان سکو۔ تو دنیا میں ایسے انسان نہیں۔ رہینگے۔ جو اسکو جانینگے۔ اور دیکھینگے۔ کیا جس پرماتما کے سچے گیان کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اس کے برگزیدہ چاکر انواع و اقسام کی تکالیف اُٹھاتے اور سر کٹواتے چلے آئے ہیں۔ اسکی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور زیادہ سے زیادہ انسان پیدا نہیں ہونگے۔ پرماتما کے نام پر تمہاری اس قسم کی ہنسی دل لگی ان چاکروں کو اپنا فرض پورا کرنے سے روک سکتی ہے کیا جن ویدوں کی امرت بانی سے کروڑہا انسان حیات ابدی پاتے چلے آئے۔ اُن ویدوں کو پاؤں کے نیچے کچل کر تم سچائی پر خاک ڈالنے میں کامیاب ہو سکو گے۔ کیا جس آریہ سماج نے لاکھوں انسانوں تک ویدوں کی پونر تعلیم کو پہنچا کر ان کو تاریکی سے نکال کر روشنی کے میدان میں لا کھڑا کیا ہے اس آریہ سماج کے برخلاف جنگ کر کے تم کبھی بھی فتح پانیکی امید کر سکتے ہو۔ کیا جس بال برہمچاری نے ہر ایک قسم کے پرلوبھنوں سے اوپر ہو کر اور انواع و اقسام کی تکالیف اُٹھا کر نیز نوع انسان کی بہبودی کے لئے اپنے آپکو قربان کر دیا۔ اس کے پوتر نام پر تم کسی قسم کا دھبہ لگانے میں کامیاب ہو سکو گے آسمان بولیگا۔ اور زمین شہادت دیگی۔ کہ تم اپنے مقاصد میں ناکامیاب رہے۔ میرے دوستو! جس قدر چاہو۔ تم مجھے گالیاں دو۔ لیکن میرے دل میں تمہارے لئے ابھی تک وہی محبت ہے۔ جو کہ پہلے تھی۔ میں تمہارے اندر رہتا ہوا بھی تمہارے نقائص کو تم پر ظاہر کرتا تھا۔ اور اب بھی کرتا ہوں۔ کیونکہ میں تمہاری بہبودی اسی میں سمجھتا ہوں۔ کہ تم اپنے نقائص کو دیکھو۔ اور اپنی سوسائٹی سے اُن کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دور کرنے کی کوشش کرو۔ تم میری اس روش کو مخالفانہ مت سمجھو۔ بلکہ دوستانہ سمجھو۔ تم مجھے اپنا خیر خواہ گردانو۔ کہ میں تمہارے سامنے وہ آئینہ پیش کرتا ہوں جس میں تمکو تمہاری اصلی صورت نظر آسکتی ہے۔ بشرطیکہ تم آنکھ نہ بند کرلو۔ میری یہ روش تمہارے ہی لئے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ کہ آریہ سماج کے اندر رہتا ہوا میں آریہ سماج کے نقائص کو اس پر برابر ظاہر کرتا رہتا ہوں۔ اور ویسے ہی زوردار الفاظ میں ظاہر کرتا ہوں۔ جن الفاظ میں کہ میں نے تمہاری سوسائٹی کے نقائص ظاہر کئے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ آریہ سماج کے اندر بھی تمہاری قسم کے ایسے آدمی موجود ہیں۔ جو میری تحریر کو مخالفانہ سمجھتے ہیں۔ لیکن جیسا اُن کا میری تحریر کو مخالفہ سمجھنا غلطی ہے ویسے ہی تمہاری بھی غلطی ہے۔ میں اس اصول کو مدنظر رکھتا ہوں۔ کہ جس کشتی میں انسان سوار ہو وہ حتی المقدور یہ دیکھتا رہے کہ آیا کشتی میں کہیں کوئی ایسا سوراخ تو نہیں ہے۔ جس کے ذریعہ کشتی میں پانی بھر جانے کا احتمال ہو۔ اگر اسکو درحقیقت کوئی ایسا خطرناک سوراخ نظر آئے۔ تو وہ کشتی والوں کو اُس سے آگاہ کردے۔ میرے دوستو! جب میں تمہاری کشتی میں سوار تھا۔ میں برابر اُس کے سوراخوں کو تمہارے سامنے بڑے زوردار الفاظ میں پیش کرتا رہتا تھا۔ گو تم میری تحریر کو باغیانہ ہی سمجھتے تھے۔ جس کشتی میں میں اب سوار ہوں۔ وہاں بھی میں اپنی بساط کے مطابق آنکھوں سے کام لے رہا ہوں۔ میرے دوستو! تم اپنی نازک ذمہ واری کو سوچو! سینکڑوں جانیں تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ زندگی دل لگی نہیں ہے۔ جس قسم کی دل لگی تم کرتے ہو۔ وہ ناپسندیدہ ہے میں تم سے اگر کوئی اپیل کرتا ہوں۔ تو صرف یہی۔ کہ سنجیدگی اختیار کرو۔ مخول اُڑانا۔ تمسخر کرنا بالکل آسان ہے۔ تم نے میری تحریر کو دیکھ لیا مگر کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ جسطرح تم اپنی تمسخرانہ تحریروں پر ناز کرتے ہو۔ اس طرح میں بھی کرتا ہوں ہرگز نہیں۔ میں اس طرز تحریر کو قطعی ناپسند کرتا ہوں۔ میں نے اپنے رسالے کے قیمتی کالمونکو تمہارے دل پر اس بات کو نقش کرنے کیلئے ضائع کیا ہے۔ کہ میں تم کو بتا سکوں۔ اور تم سمجھ سکو۔ کہ دنیا میں تم سے بڑھکر دل لگی کرنیوالے موجود ہیں۔ ورنہ میں نہ اس روش کو پسند کرتا ہوں نہ اس طرز تحریر کو۔ میرے دوستو! آخیر میں میں تمہیں پھر سنجیدہ ہونے کیلئے اپیل کرتا ہوں گو میں نے اپنے قلم کو بہت سنبھل کر چلایا ہے تاہم میں انسان ہوں۔ لغزش کھا سکتا ہوں۔ اگر میری تحریر میں کہیں بیجا سختی ہو۔ یا میرے قلم نے کہیں لغزش کھائی ہو۔ تو میں نہ صرف تم سے بلکہ تمام ناظرین سے بھی بصد عجز و التماس معافی کا خواستگار ہوں۔

آپ کا اور پبلک کا خیر خواہ

دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مختصر مگر نہایت ضروری خبریں

۱۔ دیوگورو بھگوان کی جو بلی پر اُس کے چند پنڈوں نے یہ پرتگیا کی ہے۔ کہ وہ اپنی تمام عمر خدا اور خداپرستوں کو گالیاں دینے کے لئے ارپن کرتے ہیں۔ ورنہ قربانی کے معنی کیا؟

۲۔ دیوسماج میں آجکل عجیب گڑبڑ پڑ رہی ہے۔ لمبی چوڑی کمیٹیاں ہو رہی ہیں۔ "دراگنی" کے شعلوں کو بجھانے کے لئے تجاویز سوچی جا رہی ہیں نتیجہ جلدی ہی پبلک کے سامنے آجائیگا +

۳۔ دیوسماجیوں نے "دراگنی" کے مصنف پر جو استغاثہ دائر کیا تھا۔ اس کے سر پیر کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں لگا۔ معاملہ کھٹائی میں پڑتا نظر آتا ہے +

۴۔ مرزائی گروہ پر بھی "دراگنی" نے خوف طاری کر دیا ہے۔ ان کو شاید یہ اندیشہ ہے کہ کہیں اکل اُن کی دکان کا بھی دیوالہ نہ نکل جائے۔ "الحکم" قادیانی نے "دراگنی" اور اُس کے مصنف پر جو ریمارکس کئے ہیں۔ وہ مرزائیوں کی گھبراہٹ کا کافی ثبوت ہیں +

۵۔ "دراگنی" کے مصنف پر دو استغاثہ دائر کئے گئے ہیں۔ ایک زیر دفعہ ۱۱۴۔ از طرف امر سنگھ۔ دوسرا زیر دفعہ ۳۸۰۔ از طرف منسارام۔ تیسرا ازالہ حیثیت عرفی کا ہونے والا تھا۔ معلوم نہیں کیوں رُک گیا۔ اچھا ہوتا وہ بھی ہو جاتا +

۶۔ دیوسماج کے بھگت منسارام کے گھر کی تلاشی ہوئی۔ وہاں سے بہت سے عجیب و غریب کاغذات اور کتابیں برآمد ہوئیں۔ جو پولیس کے سپرد کر دی گئیں۔ اگر یہ کاغذات پبلک میں آگئے۔ تو دیوگورو بھگوان کو بڑا مزہ آئیگا +

۷۔ تیسری تلاشی ایشان پرشاد کے گھر کی ہوئی۔ جو کبھی دیوسماج کا بھگت تھا وہاں سے بھی دیوگورو بھگوان کی پرانی جیوتی کا ایک ٹکڑا برآمد ہوا۔ جو پولیس اُٹھا لائی +

۸۔ مقدمہ تو معلوم نہیں چلے یا نہ۔ لیکن دیوسماج کے آدمی اندر ہی اندر ایسی خوفناک افواہیں اڑا رہے ہیں۔ کہ گویا دھرم پال کو پھانسی ملنے والی ہے اس قسم کی تمام افواہیں وہ اپنے آتش زدہ گروہ کو تسلی دینے کے لئے اڑاتے ہیں۔ کسی آریہ بھائی کو ان پر کان نہیں لگانا چاہیئے +

۹۔ اس گڑبڑ کے متعلق باہر سے جس قدر خطوط آتے ہیں۔ اُن کا علیحدہ علیحدہ جواب دینا مشکل ہے۔ سب کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ "دراگنی" کا مصنف اکل خور انہیں ہے اگر اُس کے پاس پلے کچھ پڑ گیا۔ تو سب بھائیوں کے ساتھ بانٹ کر کھائیگا۔ اس لئے کسی کو بھی بیصبر نہیں ہونا چاہیئے

۱۰۔ دیوسماج والوں نے سندھ میں بھی اپنا زہر پھیلا رکھا ہے۔ ایک سندھی مہاشہ نے "دراگنی" کو سندھی زبان میں شائع کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ جو اُس کو دے دی گئی اُن کو چاہیئے۔ کہ بہت جلدی دیا سلائی رگڑ ماریں +

۱۱۔ فیروزپور کے ضلع کے جاٹوں کو دیوگورو نے بہت پھانس رکھا ہے ضرورت ہے کہ کوئی خدا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پرست دواگنی" کو گورکھی میں شائع کرکے ان لوگوں میں تقسیم کروانے کا کام اپنے ذمہ لے
کیا فیروز پور کے مشہور وکیل سردار چنن سنگھ صاحب اس طرف کچھ دھیان نہیں دینگے؟

۱۲۔ "دواگنی" کے مصنف کو اس بات کا افسوس ہے۔ کہ ابھی تک انبالہ۔ راولپنڈی
کوئٹہ۔ پشاور۔ شکارپور۔ پٹیالہ۔ نابھہ کے پرشارتھی بھائیوں نے اس طرف بہت
کم توجہ دی ہے۔ دیوسماج کے کھٹمل ان جگہوں میں زیادہ پھیل رہے ہیں۔ بہت جلدی
اس کیٹنگ پوڈر کو وہاں چھڑکنا چاہیئے۔

۱۳۔ موگہ کے پرشارتھی سردار لعل سنگھ صاحب مختار اور پرچارک دھنودت جی بی اے
پلیڈر اور اُن کے ساتھی بھائی موگہ اور اس کے گرد و نواح میں اس کیٹنگ پوڈر کو بہت
اچھی طرح چھڑک رہے ہیں۔ اس علاقہ میں اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکل رہا ہے۔ پبلک
کو بہت جلدی ہی اس کا پتہ لگ جائیگا۔

۱۴۔ "دواگنی" کا ڈیڑھ ہزار کا پہلا اڈیشن دسمبر میں ہی ختم ہو گیا تھا۔ دوسرا دو ہزار
کا جو نیا اڈیشن دسمبر میں ہی پھر نکالا گیا۔ اس وقت تک "اِندر" کی طرف سے ہزاروں
کاپیاں مفت یا بہت کم قیمت پر باہر روانہ کی جا چکی ہیں۔ مگر "اندر" اکیلا اس بوجھ کو
کب تک برداشت کر سکیگا۔

۱۵۔ "دواگنی" کا تیسرا اڈیشن جنوری میں شائع کرکے بلا قیمت تقسیم کرنے کا ارادہ ہے مگر
"اِندر" کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ زیادہ دیر تک اس بوجھ کو برداشت کر سکے۔ کیا
جہاں ناستک لوگ آئے دن خدا کو گالیاں دینے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ہزاروں
روپیہ خرچ کر رہے ہیں۔ وہاں اُن کے مقابلے میں اُن کے اس زہر کو دور کرنے کے لئے
چھ خدا پرست بھی ایسے نہیں نکلینگے جو پچاس پچاس روپیہ قربان کر سکیں۔ تاکہ کم
کم چھ ہزار کا تیسرا اڈیشن ضروری مقامات میں بلا قیمت تقسیم کرنے کے لئے بھیجا جا سکے۔

۱۶۔ خدا کو گالیاں دینے اور لوگوں کے دین و ایمان کو غارت کرنے کے لئے اگر دیوسماج کے
کئی آدمی اپنی زندگی قربان کر سکتے ہیں۔ تو کیا اُن کے اس ناپاک کام کے زہر کو دور کرنے
کے لئے خدا پرستوں میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں نکلیگا۔ جو کم از کم تین ماہ کا چکر لگا کر
ایک دفعہ ضروری مقامات پر "دواگنی" کو پھینک آئے اور بس۔

۱۷۔ جس خدا کو دیوسماجی پنڈے گالیاں دے رہے ہیں۔ اور اس کے وجود سے منکر ہیں
یقیناً اُسی خدا نے ایک خدا پرست کے ہاتھ سے اُن پر "دواگنی" جیسا عذاب نازل کیا ہے
تاکہ لوگ عبرت پکڑیں۔ اگر "دواگنی" کی مار اور آسمانی گولہ" کی بوچھاڑ سے بھی یہ لوگ خدا
کو گالیاں دینے سے باز نہ آئے۔ تو یقیناً ان پر کوئی ایسی جا نازل ہوگی۔ جس سے یہ کبھی
سنبھل نہ سکینگے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۳

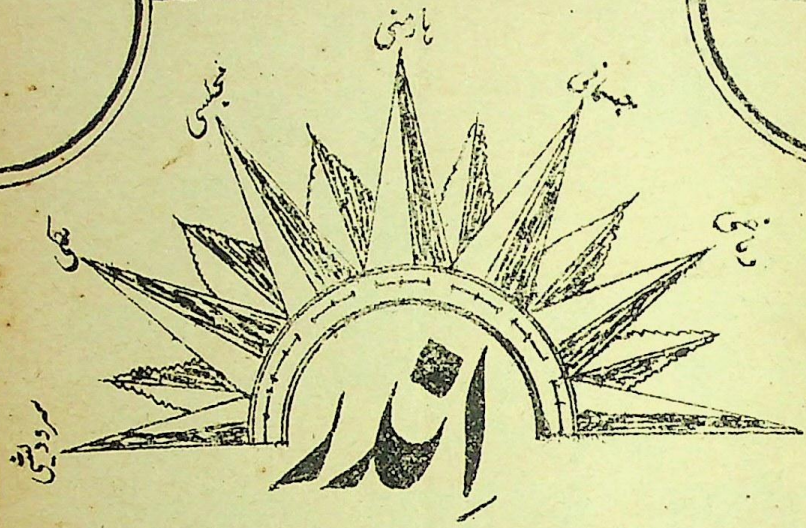

اِندر

جلد سوم | فروری سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۲

فہرستِ مضامین

آنند دھرم - از لارڈ آوبری مصنفہ ایڈیٹر ۷۳
سارناتھ کی یاترا شریمان کیشب دیو شاستری کلکتہ ۸۸
مسئلہ شدھی اور آریہ سماچار - مہاشہ چنڈی پرشاد جی - ایم - اے ۹۲
اِندر اور ہم - مہاشہ چنڈی پرشاد جی ایم - اے ۱۰۲
آریہ سماج کے نادان دوست - مہاشہ چنڈی پرشاد جی ایم - اے ۱۰۹
آریہ سماچار اور آریہ سماج کانپور کے جھگڑے کا فیصلہ - از ایڈیٹر ۱۱۹
دیوگورو کی گودڑی میں ایک اور ٹانکا لنور جیدیو سنگھ جی رئیس رائپور رانیکا انبالہ ۱۲۱
دیوگورو کے بھگت ایمانداری سے ان سوالوں کا صحیح صحیح جواب دیں - از ایڈیٹر ۱۲۷
پرسی کیوشن - از مہاشہ کاشی ناتھ جی فدا ۱۲۹
برٹش راج میں ہمارے مہربان از مہاشہ کاشی ناتھ جی فدا ۱۳۰
فریاد ہند از مہاشہ چنڈی پرشاد جی شیدا دہلوی ۱۳۱
فریاد بکری از مہاشہ منوہر لال جی کشتہ ۱۳۵
بلبلہ - منشی تلوک چند صاحب محروم ۱۴۰
بلبل اسیر - از مسٹر اصغر شاہپوری ۱۴۱
ہندوستاں کے ہم ہیں ہندوستاں ہمارا از منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی ۱۴۲
ہندوستانیوں کی حالت زار ٹرنسوال میں (پرکاش لاہور) ۱۴۳

ایڈیٹر - دھرم پال - بی - اے
لاہور
سالانہ قیمت ۳ - ممالک غیر ۸ - نمونہ کا پرچہ ۶/

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر کے دس احکام

۱۔ فروری ۱۹۰۸ء سے اِندر بجائے دس تاریخ کے ہر ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ ناظرین اِس تبدیلی کو نوٹ کر لیں ٭

۲۔ اِندر نمونہ کی رسم کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ نمونہ کے شوقینوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مارچ ۱۹۰۸ء سے اندر کا پرچہ بطور نمونہ کسی کو ۴ر کے ٹکٹ یا ۶ر کا وی پی آنیکے بغیر روانہ نہیں کیا جاویگا فیکشن

۳۔ بعض اصحاب اس خیال پر وی پی واپس کر دیتے ہیں کہ جو پرچہ اُن کے مذاق کے مطابق نکلیگا ۴ر کے ٹکٹ بھیج کر منگوا لینگے آئندہ کیلئے اُنکے واسطے بھی وہی شرط ہے جو کہ نمونہ کے شوقینوں کیلئے ہے

۴۔ ہر ایک خط جس میں نمونہ طلب کیا گیا ہو۔ مگر شرط نمبر ۲ پوری نہ کی گئی ہو۔ بلا تامل چاک کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا فضول خط کوئی صاحب بھیجنے کی تکلیف نہ اُٹھائیں ٭

۵۔ تبدیلیٔ پتہ کی اطلاع یا پرچہ کی گم شدگی کی شکایت کے ساتھ اگر چٹ کا نمبر نہ لکھا ہو تو سمجھ کہ وہ خط دفتر میں آنے کے ساتھ ہی چاک کر دیا جائیگا۔ اُسکی کوئی تعمیل نہیں ہوگی اور نہیں ہو سکتی

۶۔ پرچہ کی گم شدگی کی اطلاع اسی مہینہ میں آنی چاہیئے۔ اگر دوسرے یا تیسرے ماہ میں کی جاویگی۔ تو پرچہ کسی صورت میں بھی روانہ نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں فائل کو مکمل رکھنے والوں کو ۴ر کے حساب سے پرچہ مل سکتا ہے ٭

۷۔ ہر ایک وی پی جو واپس آتا ہے۔ بلا تامل رجسٹر میں سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ یہ مطلق نہیں پوچھا جاتا کہ وی پی کیوں واپس کیا گیا۔ خواہ خریدار نے اپنی مرضی سے واپس کیا ہو ڈاکخانے والوں کی غلطی سے پرچہ فوراً بند کر دیا جاتا ہے تاوقتیکہ خریدار دوبارہ اجرا کی درخواست نکرے

۸۔ اِندر کے دفتر کا انتظام مکمل ہے۔ تمام خطوط اور شکایتوں کی باقاعدہ تعمیل کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ تعمیل کی شرائط کے اندر ہوں ٭

۹۔ یہ ضروری نہیں کہ اِندر کا ایڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کے ساتھ کلیتہً اتفاق رکھے یا باہر سے آئے ہوئے تمام مضامین کو اندر میں جگہ دے۔ یا واپس کرے تاوقتیکہ مضمون نگار مضمون کی واپسی کے محصول کا ذمہ دار نہ ہو ٭

۱۰۔ اِندر ان قواعد کا پابند ہے۔ باقاعدہ وقت پر نکلتا ہے۔ اُس کے ناظرین کو بھی اُس کے قواعد کا خیال رکھنا چاہیئے تاکہ فضول خط و کتابت میں کسی کا بھی ہرج نہ ہو ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

فروری ۱۹۰۸ء

آنند دھرم

اپیکیٹس کا قول ہے۔ کہ اگر انسان ناخوش رہتا ہے۔ تو یہ اس کا اپنا ہی قصور ہے کیونکہ پرماتما نے کسی انسان کو ناخوش رہنے کے لئے نہیں بنایا۔ بلکہ اس نے انسانوں کو آنند کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہماری زندگی ایک بیش بہا نعمت ہے۔ جُوں جُوں ہم بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ ہمارے دل میں قدرتاً یہ سوال پیدا ہونے لگتا ہے۔ کہ ہماری زندگی کا اصلی مقصد کیا ہونا چاہئے۔ اگرچہ بہت سے لوگ جماعت کرامات کے مقولہ کی سچائی کو تسلیم نہیں کرتے۔ مگر چونکہ انسان مدنی الطبع وجود ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کی مدد کے بغیر زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہماری زندگی کا اصلی مقصد یہی ہے۔ اور یہی ہونا چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو سُکھ پہنچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ دُنیا میں بہت سے انسان تو اس دُھن کے ایسے پکے دیکھے جاتے ہیں۔ کہ اُن کے نزدیک اپنے آپ کو سُکھ پہنچانا گویا پاپ ہے۔ وہ کہتے ہی یہی ہیں۔ کہ پر اوپکار کی زندگی بسر کرنا ہی دھرم ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہمیں اپنی ذاتی خوشی کو کسی صورت میں بھی مدِنظر نہیں رکھنا چاہئے۔ اور اگر ہم غور سے دیکھیں۔ تو اصلی آنند وہی ہے۔ جو کہ دوسروں کو خوش کرنے سے ملتا ہے۔ خود غرضی کو مدِنظر رکھ کر کام کرنے سے ہم کو کبھی قسم کا ذاتی آنند مل ہی نہیں سکتا۔ یہ بالکل ممکن ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ دُنیا میں ہمارے پاس بھوگ کے سامان بہت کثرت سے ہو جائیں۔ لیکن اگر ہم بھوگوں کو اپنے اوپر حکومت کرنے کی اجازت دے بیٹھیں گے۔ تو بھوگ ہم کو بھوگ ڈالیں گے۔ اور دُکھ کا کارن بن جائیں گے۔ سینیکا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ وہ آدمی کیسی گندی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہُوا ہے۔ جس کو کہ رنج و راحت جیسے دوبے وفا دوست جب چاہیں۔ آدباتے ہیں۔ مگر میں یہ خیال کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ اگر ہمارے ہاں کے بڑے آدمی لوگوں کو دھرم آنند اور آنند دھرم کا ایک ساتھ اُپدیش کریں۔ تو دنیا سے بہت سارا دنا پیٹنا دور ہو جائے۔ اور دنیا پہلے کی نسبت زیادہ بہتر اور روشن ہو جاوے۔ کیونکہ اگر ہم کو یہ پتہ لگ جاوے۔ کہ ہمارے خوش رہنے سے دوسروں کو بھی خوشی ملتی ہے۔ تو ہمیں دوسروں کی خوشی کی خاطر جہانتک ہو سکے خوش رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسمیں شک بھی کیا ہے۔ کہ خوش باش اور ہنس مکھ انسان سورج کی طرح اپنی خوشی کی کرنوں کو اپنے تعلق میں آنیوالوں پر ڈالنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہمارا اپنا اختیار ہے۔ کہ اگر ہم چاہیں۔ تو دُنیا کو اپنے لئے سُورگ بنا سکتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں۔ تو اسی کو اپنے لئے نرک بنا سکتے ہیں۔ جو لوگ غمگین اور اُداس رہتے ہیں۔ وہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ انمیں ایک قسم کی خود غرضی ہے۔ جو اِن کو اِن سبات پر تسلّی پانے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ کہ پرماتما نے ہماری قسمت میں اُداسی اور غم ہی لکھ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ اصلی یا وہمی چوٹوں یا شکایتوں کو یاد کر کے کُڑھتے رہتے ہیں۔ ہنس مکھ اور بشاش رہنے کے لئے خاص کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے آپکو خوش رکھنا اور اُداس نہ ہونے دینا بھی ایک قسم کا ہُنر ہے۔ اس بارے میں ہمیں اپنی اسی طرح خبر گیری اور حفاظت کرنے کی ضرورت ہے۔ گویا کہ ہم کسی دوسرے انسان کی حفاظت کر رہے ہیں۔ درحقیقت رنج و راحت دونوں توام ہیں۔ مسٹر شیلے صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم حیرت زدہ ہو کر غیر موجود چیزوں کیلئے آگے اور پیچھے دیکھتے رہتے ہیں۔ ہمارے زور زور کے قہقہہ بھی اپنے اندر کچھ نہ کچھ پژمردگی کی آمیزش ضرور ہی رکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک سب سے میٹھے بھجن وہ ہوتے ہیں۔ جن میں زیادہ تر رونے پیٹنے کے نقشہ ہی کھینچے گئے ہوں۔ ہماری ہی قوم کی قوم ہی اُداسیوں کی ہے۔ ہماری قوم کے بارے میں یہ مثل مشہور ہے۔ کہ وہ کھیلتے ہوئے بھی روتے رہتے ہیں۔ مگر کیا میں اس بات کو تسلیم کروں۔ کہ ہماری قوم کے بارے میں جو یہ رائے قائم کی گئی ہے۔ وہ محض ایک عارضی ہے۔ "خوش باش انگلینڈ" ایک پُرانا مقولہ ہے۔ کاش اسکی صداقت اس زمانہ میں بھی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظاہر ہو سکے +

اگر ہم اُداس ہونا چاہیں۔ تو ہمیں ایکدفعہ مشرق کی طرف نگاہ ڈالکر دیکھ لینا چاہئے[1]۔ عمر خیام کی رباعیوں سے بڑھ کر مشرق کی اداسینتا کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ ابتدا ہی یوں کرتے ہیں :-

"ہم نے اس دنیا میں ایک یا دو دن ٹھیرنا ہے"

"ہم کو دنیا سے سوائے رنج و الم کے اور کچھ نہیں ملنا"

"آخر کار دستِ تاسف ملتے ہوئے زندگی"

"کی حقیقت سے بے علم ہم اس جہان سے لد جائینگے"

اسی طرح ایڈون آرنلڈ صاحب اس گیت کا ترجمہ کرتے ہوئے جو کہ دیوتاؤں نے گوتم بدھ کے سامنے گایا تھا۔ لکھتے ہیں :-

"ہم تو ہوا کی پھونک ہیں۔ ہوا چاروں طرف"

"آرام کے لئے گھومتی ہے۔ مگر اس غریب کو کہیں بھی آرام نہیں ملتا"

"بس ہماری زندگی بھی ہوا کیطرح ہی ہے۔ جھگڑوں لنگڑوں"

"پیچ چلاہٹ میں ایک ہچکی آئی اور دم برابر!"

اگر یہ بات سچ ہو۔ اگر انسانی زندگی درحقیقت ایسی ہی یاس مجسم سمجھ لی جاوے۔ جیسی کہ اِن اشعار میں بیان کی گئی ہے۔ تو اس میں شک نہیں۔ کہ نروان کی خواہش کرنی چاہیئے خواہ اس میں آتما ناش ہی ہو جاتا ہو۔ مگر کیا ہم اس رونے کے پہلو کو چھوڑ کر اپنے سامنے زندگی کا ایک بہتر۔ بہادرانہ اور اُمید سے بھرا ہوا پہلو نہیں رکھ سکتے۔ زندگی محض زندہ رہنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ زندہ دلی کا نام ہے۔ سینیکا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دُنیا میں بعض

[1] لارڈ آوبری کے نزدیک مشرق بالکل ہی اُداسی سادھوؤں کا ڈیرہ ہے۔ جن کی جٹوں میں سے اداسینتا کی پٹیاں نکل رہی ہیں۔ ان کا یہ خیال بالکل ٹھیک ہے۔ کیونکہ ادھر تیس کروڑ ہندوستانی ہیں جو بھنگ گنگ میں شوجی کی طرح ایسے الست مست ہو رہے ہیں۔ کہ اگر کوئی ان کا چوغہ اُتارنے لگے تو یہ مسیح کی طرح کرتہ اُتار کر بھی اس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ کہ لے بھئی یہ بھی لے جا۔ ذرا بوجھ ہلکا کر ضا تیرا بھلا کرے۔ ادھر اڑتالیس کروڑ چینی افیون کے نشے میں مدہوش پڑے ہیں۔ باقی وسط اور مغربی ایشیا کے کچھ خانہ بدوش ہیں۔ جو موت مجسم کی طرح آج یہاں کل وہاں مارے مارے پھرتے ہیں جاپان کو چھوڑ کر مشرق کا مشرق ہی اداسیوں کا اکھاڑہ بن رہا ہے۔ اکھاڑہ بھی ایسا کہ جس کے درشن ماتر سے ہی بقول لارڈ موصوف انسان ویرآگی ہو جائے +

ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ جو اپنی زندگی کا کوئی اُدیش نہیں رکھا کرتے۔ بلکہ وہ صرف اس طرح زندگی میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ جس طرح کہ ایک تنکا دریا میں تھپیڑے کھاتا پھرتا ہو وہ چلتے نہیں۔ بلکہ پیچھے سے ہانکے جاتے ہیں۔ ہومر صاحب یولیسس کے الفاظ میں فرماتے ہیں۔ کہ چلتے چلتے رُک جانا۔ خاتمہ کر بیٹھنا۔ بغیر جلوہ دکھائے ہی مدھم پڑ جانا بڑا ہی مکروہ کام ہے جو لوگ کاروبار میں دلچسپی نہیں لیتے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ بس جانوروں کی طرح سانس لے چھوڑنا ہی زندگی کا مقصد ہے۔ گوئٹے صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تیس سال کی عمر میں یہ مصمم ارادہ کیا تھا۔ کہ زندگی کو اٹکل پچو نہیں گذارنا چاہیئے۔ بلکہ اس کو مکمل اور قابل تعریف بنانا چاہیئے +

زندگی کا اندازہ وقت سے نہیں کیا جاتا۔ بلکہ خیالات اور کام ہی زندگی کا معیار ہیں۔ زندگی بہر صورت روشن پہلو کو لیئے ہوئے مزیدار اور آنند دائک ہونی چاہیئے۔ گو سب آدمی آنند روپ نہیں ہو سکتے۔ مگر ہر ایک آدمی آنند کا مستحق ضرور ہے۔ اگر ہم اپنے فرض کو پورا کرتے جائیں۔ اگر ہم چھوٹی چھوٹی باتوں کو خوردبین سے نہ دیکھا کریں۔ اگر ہم مستقل مزاج ہو کر چیزوں کے روشن پہلو کو نہیں۔ بلکہ اُن کے اصلی روپ کو جیسی کہ وہ ہیں۔ دیکھا کریں اگر ہم اپنے اردگرد کی بیشمار برکتوں سے حظ اُٹھائیں۔ تو ہم ضرور یہ محسوس کریں گے کہ زندگی وبال جان نہیں ہے۔ بلکہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ ہربرٹ کا قول ہے :-

"آدمی کے اسقدر خدمتگار ہیں۔ کہ وہ اِنکا شمار نہیں کر سکتا۔ جس راستہ"
"میں وہ چلتا ہے۔ اسی راستہ میں اس کے غمگسار موجود ہیں۔ گو اس کو ان کا"
"پتہ نہیں۔ وہ اُسکی بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی اس کے سرہانے موجود"
"رہتے ہیں۔ اوہ! پریم کی بادشاہت کیسی وسیع ہے۔ انسان بذات خود ایک"
"دنیا ہے۔ مگر اسکی سیوا کرنے کیلئے ایک اور دُنیا موجود ہے" +

مگر ہم میں سے بہت تھوڑے انسان ہیں۔ جو زندگی کے اوپھکار کو سمجھتے ہیں۔ یا جن کو یہ پتہ ہے۔ کہ پرماتما نے اس سندر سنسار کو ہمارے ہی آرام کیلئے بنایا ہے۔ یا جو یہ جانتے ہوں۔ کہ ہم جو کچھ بننا چاہیں۔ وہی بن سکتے ہیں۔ یا جن کو یہ علم ہے۔ کہ ہم رنج والم پر اپنی کوشش سے غالب آ سکتے ہیں۔ ڈنٹی صاحب موقع کے ہاتھ سے کھو دینے کو انسان کا اپنا بھاری دوش ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ انسان اپنے ساتھ ظلم کر سکتا ہے۔ اور پرماتما

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی دی ہوئی طاقتوں کا ناجائز استعمال کرسکتا ہے۔ مگر اس قسم کے پاپ کیلئے اس کو ہمیشہ تک رونا اور افسوس کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ اس کا یہ افسوس اسوقت بالکل بے سود ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی طاقتوں کا ناجائز استعمال کرتا ہے۔ وہ اپنے آپکو زندگی اور روشنی سے محروم کرلیتا ہے۔ اور اسوقت جبکہ اسکو خوش ہونا چاہئے تھا۔ وہ رنج والم میں مبتلا ہونے کیلئے مجبور ہوتا ہے +

رسکن صاحب دنیا کی خوبصورتی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ لوگ سمجھتے ہیں پرماتما نے اس سنسار کو گویا بالکل فضول بنایا ہے۔ اور کہ اسمیں کوئی چیز ایسی نہیں ہے۔ جس کے لئے ان کو پرماتما کا مشکور ہونا چاہئے۔ واعظ ہم کو وعظ دیتے ہیں۔ کہ پرماتما سے پیار کرو مگر وہ یہ کبھی نہیں کہتے۔ کہ اُن چیزوں سے پیار کرو۔ جن میں پرماتما نے اپنے سوندریہ کا ثبوت دیا ہے۔ وہ یہ تو کہتے ہیں۔ کہ پرماتما ہم کو روٹی کپڑا دے۔ مگر وہ یہ نہیں کہتے۔ کہ ہم کو پرماتما کی اس عظمت کو محسوس کرنا چاہئے۔ جو کہ اسکی مخلوقات میں نمایاں ہے۔ وہ ہمکو وعظ دیتے ہیں۔ کہ اکیلی کوٹھڑیوں میں جاکر پرماتما کی بھگتی کرو۔ مگر وہ یہ نہیں کہتے۔ کہ باہر کھلے میدانوں میں جاکر دیکھو۔ کہ پرماتما کی عظمت کیسی عجیب ہے۔ وہ نفس کشی کے فرائض پر زور دیتے ہیں۔ مگر وہ آنند دینے والے دھرم کا اُپدیش نہیں دیتے۔ باوجود ان تمام باتوں کے ہم میں سے ہر ایک انسان جُوں جُوں زندگی کا سفر طے کرتا جاتا ہے۔ اگر وہ چاہے۔ تو اس کے تمام خارستانوں کو اپنے لئے گلشن بنا سکتا ہے۔ یا اسکی تمام ہمدردی سے محروم ہوکر لعنت وملامت کا نشانہ بنکر گمنامی کی زندگی بسر کرتا ہُوا خاک چھان سکتا ہے +

سر مہری ٹیلر نے سچ کہا ہے۔ اور ہم اس کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم اپنی گذشتہ زندگی پر نظر ماریں۔ تو ہم کو پتہ لگیگا۔ کہ اسمیں اس قسم کے سنہری موقع کثرت سے آئے ہیں۔ جن کو ہم نے کھو دیا ہے۔ سر طامس برون صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص زندگی سے محظوظ ہونا نہیں جانتا۔ میں اس کو مُردہ خیال کرتا ہوں۔ اگرچہ وہ گوشت پوست بھی کیوں نہ رکھتا ہو سینٹ برنارڈ صاحب نے تو یہاں تک کہا ہے۔ کہ دُنیا میں اگر مجھے کسی طرف سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ تو وہ میرے اپنے ہی وجود سے پہنچ سکتا ہے۔ گویا جو نقصان مجھے پہنچنے والا ہے۔ اس کا منبع میں ہی ہوں۔ میں ہی اپنی خطا کاریوں کا ذمہ دار ہوں۔ بعض پُرانے زمانہ کے اخلاق مجسم لوگوں نے بہت ہی اچھی تمثیلیں دی ہیں۔ چنانچہ مارکس آریلیس صاحب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرماتے ہیں۔ کہ دیوتاؤں نے انسان کو ایسی طاقتیں کافی حد تک دے رکھی ہیں۔ کہ وہ اپنے آپ کو بدی کی ترغیبوں سے بچا سکیں۔ جو باتیں انسان کو گندہ نہیں کرتیں۔ وہ اس کی زندگی کو بھی اپوتر نہیں بنا سکتیں۔ اپیکٹی ٹس صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اگر انسان ناخوش رہتا ہے تو یہ اس کا اپنا ہی قصور ہے۔ پرماتما نے اس کو ناخوش ہونے کیلئے نہیں بنایا۔ دوسرے موقع پر آپ یوں لکھتے ہیں۔ کہ میں اشباک کے لئے جو کہ میرے پیش آتی ہے ہمیشہ پرماتما کا شکر ادا کرتا رہتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ جو کچھ پرماتما میرے لئے پسند کرتا ہے۔ وہ اس سے بہتر ہے۔ جو کہ میں اپنے لئے آپ پسند کرتا ہوں۔ دوسرے موقع پر آپ فرماتے ہیں۔ یہ خواہش مت کرو۔ کہ دنیا میں ہر ایک بات تمہاری ہی مرضی کے مطابق ہو۔ نہیں بلکہ یہ خواہش کرو کہ دنیا میں ہر ایک بات ویسی ہی ہو۔ جیسی کہ وہ ہونی چاہیئے۔ اس سے تمہاری زندگی آنند دائک ہو جائیگی۔ لیکن اگر تم اس چیز کی خواہش کرتے ہو۔ جو کہ تمہاری اپنی نہیں ہے۔ تو یقین کرو۔ تم اپنے ہاتھ سے اپنی پہلی چیز کو بھی کھو دو گے۔ میرے خیال میں ایسے چند ہی انسان ہونگے۔ جو سینٹ برنارڈ کے سے خیالات رکھتے ہوں۔ ہم تکالیف۔ بیماری اور تفکرات سے رنج اٹھانے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بعض اوقات ہمیں اُن لوگوں کی سرد مہری۔ غلطی یا جہالت سے بھی دکھ اٹھانا پڑتا ہے۔ جن کو کہ ہم پیار کرتے تھے۔ بعض اوقات کروڑہ میں آجانے کے باعث ہمارے کئی کئی دن ہمارے لئے تاریک ہو جاتے ہیں۔ ہیگل کی بابت مشہور ہے کہ جب ۱۴ اکتوبر ۱۸۰۶ء کو جینا کے میدان پر خونخوار جنگ ہو رہا تھا۔ تو وہ اپنی کتاب لکھنے میں مشغول تھا۔ اور اس کو کچھ علم نہیں تھا۔ کہ میرے پاس ہی جنگ بھی ہو رہا ہے۔ میتھیو آرنلڈ صاحب نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔ کہ ہمیں اجرام فلکی سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ اجرام فلکی کیسی شانتی سے اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ حالانکہ اُن کے اِرد گرد گھمسان ہے۔ مگر وہ اس سے گھبراتے نہیں ہیں۔ وہ ہر ایک قسم کے مکروہ نظارے دیکھتے ہیں۔ مگر وہ اشانت نہیں ہوتے۔ وہ کبھی یہ نہیں چاہتے۔ کہ کوئی ہم سے پیار کرے یا ہمارا دل بہلائے۔ یا ہمارے ساتھ ہمدردی کرے۔ وہ اپنے آپ میں مگن ہیں۔ پرماتما نے دنیا میں اور بہت کچھ پیدا کر رکھا ہے۔ مگر وہ اس کی طرف سے آنکھ بند کر کے اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اپنے مقررہ فرائض میں لگے ہوئے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ ان کی زندگی کیسی اعلےٰ اور سبق آموز ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ انسان آپ ہی اپنے لئے ایک رہنمائی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنیوالا ستارہ ہے۔ اپنے نیک و بد اعمال کے لئے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں۔ سر طامس برڈن صاحب فرماتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ انسان عوام الناس کو کسی بدی میں پھنسا ہوا دیکھ کر آپ بھی اسی رو میں بہہ جائے۔ اُس کیلئے یہ بہتر ہے۔ کہ وہ اس تمام بھیڑ سے علیحدہ ہو کر سمندری چٹان کی طرح ستھ پر ورڑھ رہے۔ خواہ تمام دُنیا اس کا ساتھ چھوڑ دے۔ مگر انسان ایسے کمزور ہیں۔ کہ وہ اس قسم کی علیحدگی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ اُن کے لئے اس قسم کا خیال ہی بذات خود تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بقول بیکن صاحب دل اس جزیرہ کی مانند نہیں ہے۔ جو کہ براعظم سے کٹ کر سمندر میں علیحدہ پڑا ہو۔ بلکہ یہ خود ایک براعظم ہے۔ جس کے ساتھ دوسرے ٹکڑے بھی شامل ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو اردگرد کی دُنیا سے علیحدہ کرلیں۔ اور جو لوگ دُنیا میں دُکھ اُٹھا رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ کسی قسم کی ہمدردی یا غمخواری نہ کریں۔ تو ہم اپنے آپ کو ان کی خوشی سے بھی منقطع کرلیں گے۔ اور ہمیں اس علیحدگی سے نفع کی نسبت نقصان زیادہ اُٹھانا پڑیگا۔ اگر ہم لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنا چھوڑ دیں۔ اور اپنے آپ کو خود غرضی کی سخت زنجیروں سے جکڑ لیں۔ تو گویا ہم اپنے آپ کو زندگی کی بہت سی پاکیزہ خوشیوں سے بھی محروم کر لیتے ہیں۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم کو کسی قسم کا دُکھ محسوس ہی نہ ہو۔ تو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ احساس کی طاقت کے مارنے سے ہم کو پھر کسی قسم کی خوشی بھی محسوس نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں بہت سی ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ جن کو ہم بُرا سمجھتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ اچھی ہوتی ہیں۔ اسلئے بقول مسٹر برڈن صاحب ہمیں اُن باتوں پر خواہ مخواہ جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے۔ جن کو کہ ہم نے اچھی طرح سے سمجھ نہیں لیا۔ نہ ہی اُن ترجمات کو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔ جو کہ ان میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ پلوطارق صاحب فرماتے ہیں۔ کہ رنج والم ایسے دہاگے ہیں۔ جو کہ رُوح اور جسم کو باندھے ہوئے ہیں۔ رنج کسی آئیوالے خطرہ کے برخلاف ایک قسم کا نوٹس سمجھنا چاہیئے۔ پس زندگی کی حفاظت کے لئے یہ ایک ضروری پاسبان ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ یا اگر یہ خطرات سے ہم کو آگاہ نہ کرے۔ تو وہ تمام برکات جن سے کہ ہم چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے لئے بالکل مہلک ثابت ہوں۔ بہت سے ایسے لوگ جنہوں نے اس معاملہ پر غور نہیں کیا اکثر یہ خیال کیا کرتے ہیں۔ کہ جسم کے وہ اعضا یا وہ حصے جو کہ اندر کو زیادہ دبے ہوئے ہیں۔ جس کی طاقت زیادہ رکھتے ہیں۔ لیکن معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارا چمڑا جو کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سب سے باہر ہے۔ سب سے بڑا پاسبان ہے اور کسی آنے والے خطرہ کی فوراً ہم کو اطلاع کر دیتا ہے۔ اور اندر کے اعضا جہاں تکلیف چنداں معنے نہیں رکھتی۔ اسوقت تک جب تک کہ وہ تندرست رہتے ہیں۔ مقابلتہً حس کی طاقت سے قطعی محروم ہیں۔ ان میں دماغ بھی شامل ہے جو کہ سمجھ بوجھ کا مرکز ہے۔ آرتھر ہلپس صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم گناہ کا اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں۔ کہ یہ کہاں سے آیا۔ لیکن گناہ بذات خود کیا چیز ہے۔ ہم اکثر کہتے ہیں۔ کہ ہماری تکالیف اور ہماری آزمائشیں ہمارے لئے مفید ہیں۔ ہم ایسا ان کے نتائج کو دیکھ کر ہی کہتے ہیں۔ لیکن ہم یہ کبھی نہیں کہتے۔ کہ وہ بذات خود اچھی چیزیں ہیں۔ مگر پھر بھی ان کا گیان ضروری ہے۔ اگر اُن کے اندر سے نہ گذرا جاوے۔ تو اُن کا گیان کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ آخر ہم دیوتا نہیں ہیں۔ کہ بغیر کسی چیز کے اندر سے گذرنے کے ہی ہم کو اس کا علم ہو جاوے۔ پس وہ تمام چیزیں جن کے اندر سے انسان گذرتا ہے۔ اس کے لئے نہایت ہی مفید کہی جا سکتی ہے۔ سادھارن معمولوں میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کو گناہ کے نام سے موسوم کیا جا سکے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں۔ وہ ہم کو نہ ملے۔ مگر ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے۔ اس بارے میں فیلیکا جی کی ایک سنہری نظم کا ترجمہ لی ہنٹ صاحب پیش کرتے ہیں۔ کہ پرماتما جو کہ انت اور شُدھ سروپ ہے۔ وہ ہماری ضرورتوں کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ ہماری پرارتھناؤں کو سنتا اور دُکھ کے سمے میں ہماری سہایتا کرتا ہے۔ اگر پرماتما ہم کو وہ چیزیں نہیں بھی دیتا۔ جو کہ ہم اپنا حق سمجھتے ہیں۔ تو بھی اسمیں ہماری ہی بہبودی مدنظر رکھتا ہے۔ یا بظاہر وہ اُن چیزوں سے انکار کر کے دراصل ہمیں ان سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔ مگر وہ جو کہ پرماتما کی مداخلت کے خیال کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ کہ اس برہمانڈ میں جتنے قوانین کام کر رہے ہیں۔ وہ سب ہماری ہی بہبودی اور خوشی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اور اگر کوئی دُکھ آتا بھی ہے۔ تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ مصیبت بھی ہمارے لئے اپنے اندر ایک خاص عظمت خاص شانتی اور خاص آنند رکھتی ہوئی ہم کو پہلے سے زیادہ مضبوط۔ پوتر۔ اعلےٰ۔ آزاد اور مقابلہ کیلئے مضبوط بنا جاتی ہے۔ اور ہمارے اندر بلند خیالی سنجیدگی۔ اور آخیر دم تک ساتھ رہنے والی گمبھیرتا چھوڑ جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم یہ اُمید نہیں کر سکتے۔ کہ ہماری زندگی ضرور ہی خوشی کی زندگی ہو سکتی ہے۔ تو پھر ہم کو دوسری بات کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ یعنی تمام مصائب کا بہادرانہ مقابلہ کرنا چاہیئے۔ ایسا کرنے سے ہماری بدقسمتی بھی خوش قسمتی میں تبدیل ہو جائیگی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سینیکا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ بعض اوقات ہماری مصیبت ہمارے لئے بڑی ہی فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ اور عالیشان کھنڈرات سے پرانی عظمت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ ہلم ہولز صاحب کا سائنس میں ترقی کرنے کا آغاز اس وقت سے ہوا۔ جبکہ اُن پر ایک مہلک بیماری نے حملہ کیا تھا ان کو ٹائیفائڈ یا محرقہ تپ نے آدبایا۔ چونکہ وہ طالبعلم تھے۔ اس لئے ہسپتال میں ان کا مفت علاج ہوتا رہا۔ اس سے اُن کے معمولی اخراجات بچ رہے۔ چنانچہ اس بچت سے انہوں نے ایک خوردبین خرید لی۔ جو کہ ان کی علمی ترقی کے لئے بعد میں ایک رہنما ثابت ہوئی۔ کیسٹلر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ سیونرولا صاحب وفادار خاوند اور شفیق باپ بن سکتا تھا۔ مگر وہ تواریخ میں کبھی بھی اپنا نام نہ چھوڑ جاتا۔ اور کبھی بھی انسانی زندگی کے لئے ایک قابل تقلید مثال نہ بنتا۔ اگر اس پر مصیبت نہ پڑی ہوتی۔ مصیبت نے اسپر حملہ کیا۔ اس کے دل کو چور چور کر دیا۔ اور اس کو چاروں طرف سے غم والم نے گھیر لیا۔ جس مصیبت نے اس کے سر پر دُکھ کے کانٹوں کا تاج رکھا تھا۔ وہی مصیبت اس کو غیر فانی زندگی کا تاج دے گئی۔ وہ ایک لڑکی پر فریفتہ تھا۔ اُسی پر اس کی تمام اُمیدوں کا دارومدار تھا۔ اسی کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے ہوئے تھا۔ مگر جب لڑکی کے والدین نے کچھ تو اس کے پیشہ کی وجہ سے اور کچھ اس کی اپنی شخصیت کی وجہ سے اس کے ساتھ ایسے رشتہ سے انکار کر دیا۔ تو اس نے سمجھا۔ کہ مجھ پر موت نازل ہو گئی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ موت نہیں تھی بلکہ حادثہ اس کے لئے ابدی زندگی دینے والا ثابت ہوا +

ابدی کے وجود سے انکار کرنا ناممکن ہے۔ انسان مدت سے اس پر دماغ لڑاتے چلے آئے ہیں۔ وحشی آدمیوں نے اس کو بھوت پریت کی طرف سے منسوب کر کے حل کرنا چاہا۔ یونانیوں نے انسان کی مصیبتوں کو آسمانی دیوتاؤں اور دیویوں کے باہمی جنگ وجدل کا نتیجہ سمجھا۔ دوسرے لوگوں نے دو ایسی ہستیاں مان لیں۔ جن میں سے ایک انسان کی خیر خواہ دوسری بدخواہ ہے۔ لیکن اگر بغور دیکھیں۔ تو ہم فعل مختار ہیں۔ اور ہماری یہ مختاری یا سوتنتر تا ہی ہماری بدافعالیوں کی ذمہ دار ہے۔ ہم سوتنتر ہیں۔ اگر ہم اپنے لئے کوئی اچھا یا بُرا کام پسند کرتے ہیں۔ تو یہ ہماری اسی ہی آزادی کا نتیجہ ہے۔ دو اور دو مل کر پانچ کبھی نہیں ہو سکتے۔ اپیکٹی ٹس صاحب جو پیٹر انسانوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ اے انسانوں اگر اس بات کا امکان ہوتا۔ کہ تمہارے اجسام یا اموال کو کبھی بھی کوئی صدمہ نہ پہنچتا۔ تو ایسا ہی کر دیتا مگر چونکہ یہ بات ناممکن ہے۔ اس لئے میں نے تمہاری سرشت میں اپنی جبلت کا تھوڑا سا حصہ

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ودیعت کر دیا ہے۔ یہ ایشور یہ ودیعت یا امانت ایسی چیز ہے۔ جس کا ہمیں مناسب استعمال کرنا چاہیئے۔ یہ ودیعت ہمارے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ یہ ودیعت یا جیوآتما تمام چیزوں سے بڑھ کر قیمتی ہے۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو۔ کہ تم نے اس امانت کی حفاظت کے لئے کیا تدابیر کی ہیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ تم جو ذرا ذرا سی باتوں کا حساب کرتے رہتے ہو۔ تم نے اس بیش بہا خزانہ کو یونہی لاپرواہی سے نہیں رکھ چھوڑا ہوگا۔ اگر ہم بدی یا مصیبت سے بچ نہیں سکتے تو یہ ہمارے اپنے اختیار کی بات ہے۔ کہ ہم اپنی زندگی کو کسی اچھے یا بُرے کام میں لگا کر اپنے لئے آئندہ دائمی یا دُکھ جنک بنالیں۔ بیوقوف آدمی کو تسلی دینے کے لئے وقت کی ضرورت ہے مگر دانا آدمی عقل سے تسلی پالیتا ہے۔ اور دُنیا میں دُکھ اپنے ہی ہاتھوں کی سہیڑی ہوئی چیز ہے۔ مانا کہ ہم اپنے مالک آپ نہیں ہیں۔ کم از کم ہم اپنے آپ کو نیک و بد بنانے والے تو ضرور ہیں۔ بہت سے انسان ایسے ہیں۔ جن کے لئے بڑے بڑے دُکھ۔ بیماریاں۔ موت وغیرہ کچھ معنی نہیں رکھتیں۔ بلکہ وہ روزمرّہ کے ہی چھوٹے چھوٹے جھگڑوں ٹنٹوں سے اپنی زندگی کو مصیبت زدہ بناتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ہماری بہت سی مصیبتیں درحقیقت ایسی خفیف ہوتی ہیں۔ کہ اگر ہم خود ہی ان کو بڑا نہ بنالیں۔ تو بڑی آسانی سے دور کی جاسکتی ہیں۔ شوک اگر ہمارے گھروں میں روز کے جھگڑے یا غلط فہمیاں نہ ہوں۔ تو ہمارے گھر کیسے سُورگ دھام بن جائیں۔ مگر ہماری فطرت میں یہ بات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کہ ذرا ذرا سی باتوں پر جھگڑا کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم دوسروں کے جھگڑوں رگڑوں میں نہ پھنستے پھریں۔ تو بھی ہماری زندگی بڑے آرام کی زندگی ہو سکتی ہے۔ الغرض ہم پر جو مصیبت آتی ہے۔ وہ ہمارے اپنے ہی کرموں کا پھل ہوتی ہے۔ گو وہ کرم دیدہ و دانستہ نہ سہی بلکہ بھول کر ہی کئے جاتے ہوں۔ بہت سے انسان ایک لمحہ بھر کی خوشی یا سواد کے لئے اپنی باقی کی تمام زندگی کو تلخ کر دیتے ہیں۔ اور عمر بھر کی خوشی کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ اگر سچ پوچھو۔ تو مصیبتیں خود ہم پر نازل نہیں ہوتیں۔ بلکہ ہم مصیبتوں کے پاس جا کر ان کو بلا کر اپنے پاس لاتے ہیں۔ اور ہم میں سے بہت سے انسان اکثر ضرورت طرح اپنی زندگی کو تباہ کر دیتے ہیں۔ رابرٹ سری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ انسان بہت سی صورتوں میں اپنی موجودہ زندگی سے باقی کی زندگی کو مصیبت زدہ بناتے رہتے ہیں۔ یا جیسا کہ گوئٹے صاحب فرماتے ہیں۔ کہ تفکرات سے چور ہُوا ہُوا انسان ہمیشہ سے نخوت کا تخم بوتا اور مایوسی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی فصل کاٹتا چلا آیا ہے۔ ہم کئی دفعہ آئندہ کی زندگی اور اس کے خطرات کو سامنے لاکر بھی دُکھ اُٹھاتے ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات ہم جن وہمی خطروں کے بھُوت سے ڈرا کرتے ہیں۔ وہ کبھی بھی وقوع میں نہیں آتے۔ ہم کو حتی المقدور اپنے فرائض کو پُورا کرتے رہنا اور نتیجہ کی صبر سے انتظاری کرتے رہنا چاہئے۔ کئی دفعہ یہ بات سُننے میں آتی ہے۔ کہ فلاں شخص کثرت کام کی وجہ سے مرگیا مگر نہیں لوگ تفکرات اور بیفائدہ کڑھنے کے باعث موت کا شکار ہوتے ہیں۔ شیکسپیر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہم اپنے دُکھوں کا علاج پرماتما سے پوچھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا علاج ہمارے اپنے ہی ہاتھ میں ہوتا ہے۔ مگر یہ مقولہ محض عمر رسیدہ انسانوں کے لئے صحیح ہو سکتا ہے۔ بچوں کے لئے نہیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ میں کہونگا کہ یہ ایک غلطی ہے۔ کہ انسان بچپن کے زمانہ کو آنند کا زمانہ سمجھتے ہیں۔ بچوں کو بعض اوقات حد سے زیادہ فکر اور وہ حد سے زیادہ دُکھ سُکھ کو محسوس کرنے والے ہوتے ہیں۔ مرد آخر مرد ہے اور وہ اپنی قسمت کا مالک ہے۔ مگر بچے دوسروں کے رحم پر نربھر ہوتے ہیں۔ مسٹر ریری صاحب جو کہ گھوڑوں کو سدھارنے کا کام کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تجربہ سے دیکھا۔ کہ اگر میں کسی گھوڑے کو غصہ سے یاد کرتا تھا۔ تو گھوڑے کی نبض معمولی سے بڑھ کر فی منٹ دس دفعہ زیادہ حرکت کرتی تھی۔ خیال کرو۔ کہ جب گھوڑوں کا یہ حال ہوتا ہے۔ تو بچوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ بچوں کا حد سے زیادہ متفکر ہونا چنداں خطرہ کی بات نہیں ہے۔ ہاں ان کی ہٹ کے برخلاف چلنا اُن کے لئے بڑا خطرناک ہے۔ بقول ایمرسن صاحب طوفان کی شدت کا اندازہ جہاز کی کوٹھڑی میں بیٹھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو کسی وہمی تکلیف سے بچانے کا علاج سوچتے سوچتے سچ مچ کی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اپیکیورس صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو انسان تھوڑے پر شاکر نہیں رہتا۔ وہ بہت پر بھی شاکر نہیں ہو سکتا۔ ہم رات دن جان کھپائی کرتے رہتے ہیں۔ مگر ہم کو پھر بھی تسلی نہیں ملتی۔ سینیکا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ استعمال سے زیادہ کی خواہش ضرورت سے زیادہ کی خواہش کرنا ہے۔ اور جو چیز ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے۔ وہ ایک طرح پر چاہنے والے کے لئے گدھے کی طرح بوجھ ہی ہُوا کرتی ہے۔ جس کو کہ وہ اُٹھانے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ ہم میں سے اکثر انسان اپنے آپ کو نکمی باتوں کے لئے مصیبت میں ڈالتے رہتے ہیں۔ اور زندگی کے سفر میں ایسی چیزوں سے اپنے آپ کو لادتے رہتے ہیں۔ جو بالکل فضول

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور مُردہ بوجھ ہوتی ہیں۔ بقول بیکن صاحب انسان جسقدر زیادہ لدو بنتا ہے۔ اسی قدر اسکی
رفتار زیادہ کم ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کی حالت بعینہٖ اس وائٹ نائٹ یا سورما بہادر کی
ہوتی ہے۔ جو کہ کسی مہم پر روانہ ہُوا تھا۔ اور جس نے یہ سوچکر کہ شاید راستے میں کہیں رات
وقت چوہے مجھے دق کریں۔ ایک چوہے دان ساتھ اُٹھا لیا تھا۔ اور شاید راستے میں شہد
کی مکھیاں مل جائیں۔ ایک محال بھی ساتھ لے لیا تھا۔ اسی طرح ہر ایک فضول چیز سے
اپنے آپ کو لاد لیا تھا۔ مسٹر ہیرن صاحب اپنے سفرنامہ میں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب
میں دریائے کوپرمائین کے منبع کو دیکھنے چلا۔ تو عین روانہ ہونے کے ساتھ ہی امریکہ کے
وحشیوں نے مجھ پر چھاپہ مارا۔ اور میرا بہت سا مال و اسباب لُوٹ کر لے گئے۔ جسکا نتیجہ
کہ میں پہلے کی نسبت بہت سبکدوش ہو گیا۔ اور دوسرے دن بڑے آنند سے سفر کیا۔ مگر میں
اتنا اور کہنا چاہتا ہوں۔ کہ وحشیوں نے میرے علمی اوزاروں کو بھی توڑ ڈالا۔ وہ درحقیقت
میرے لئے ایک قسم کا بوجھ ہی تھے۔ مارکس آریلیس صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب تم پر کوئی
مصیبت آپڑے۔ تو ہمیشہ اس اُصول پر کام کرو۔ کہ یہ مصیبت مصیبت نہیں ہے۔ بلکہ
میری خوش قسمتی ہے۔ کہ میں اس کو بُردباری اور حوصلہ سے برداشت کروں۔ کہ مجھے حوصلہ
دکھانے کا موقع مل گیا ہے۔ غصہ ہونے سے ہمارا اپنا زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس
جو کہ ہم کو غصہ دلاتا ہے۔ جن باتوں پر ہم غصہ ہوتے ہیں۔ اُس سے تو ہم کو اتنا نقصان اُٹھانے
کا خطرہ نہیں ہوتا۔ جسقدر نقصان ہم کو اُن باتوں سے پہنچتا ہے۔ جو کہ ہم غصہ کی حالت میں
بیٹھتے ہیں۔ دنیا میں ایسے آدمی بکثرت موجود ہیں۔ جو کہ خانگی جھگڑوں رگڑوں سے اپنی
کو وبال بنا رہے ہیں۔ مگر دس صورتوں میں سے نو صورتوں میں یہ دُکھ دور ہو سکتا ہے۔ اگر
چینی کئے جانے پر لوگ چیں بہ جبیں نہ ہُوا کریں۔ اگر نکتہ چینی یا کسی قسم کا خلاف فیصلہ سچائی
مبنی ہو۔ تو اس کو بطور ایک آگاہی کے خوش آمدید کہنا چاہئے۔ لیکن اگر یہ بیجا ہو۔ تو پھر ہم کو
کی کیا ضرورت ہے؟ علاوہ ازیں اگر ہم پر کوئی مصیبت آ بھی پڑی ہے۔ تو اس کو ہیبتناک سمجھ
سے ہم اس کو دوگنا کر دیں گے۔ اپیکٹی ٹس صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے مرنا تو ضرور ہے
کیا یہ بھی ضروری ہے۔ کہ میں افسوس کرتا ہُوا مروں۔ اگر میں قید کیا جاتا ہوں۔ تو کیا مجھے
بھی چاہئے۔ اگر میں جیل خانہ میں جانے کے لئے مجبور کیا جاتا ہوں۔ تو کیا مجھے کوئی شخص
اس بات کے لئے بھی مجبور کر سکتا ہے۔ کہ میں وہاں جا کر آنند اور سنتوش سے نہ رہوں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تم جیل خانے میں بھیجے جاؤ گے؟ مروک! تم کیا بکتے ہو۔ تم میرے جسم کو قید کر سکتے ہو۔ مگر میرے آتما کو پرماتما بھی قید نہیں کر سکتا +

اگر ہم خوش نہیں رہتے۔ تو قصور ہمارا اپنا ہے۔ سقراط کو دکھ دینے والے تیس ظالم تھے مگر وہ پھر بھی خوش رہتا تھا۔ اپیکٹی ٹس ایک معمولی غلام تھا۔ مگر اس کے خیالات کی بلند پروازیوں کے لئے ہم اس کے کسقدر ممنون و مرہون ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص اس دنیا میں ننگ دھڑنگ۔ بے گھر۔ بے در بے زر بے چراغ و بے باغ بے شہر و بے محل بے غلام و بے آشاث ہو کر مزے سے زندگی بسر کر سکتا ہے۔ مگر دیکھو۔ پرماتما نے مجھے تمہارے سامنے بطور ایک نمونہ کے بھیجا ہے۔ تاکہ میں تم کو دکھا دوں۔ کہ جس بات کو تم ناممکن خیال کرتے ہو۔ وہ ممکن ہے۔ میری طرف دیکھو۔ میں بے گھر۔ بے زر بے غلام و بے محل ہوں۔ میں زمین پر سوتا ہوں۔ میری بیوی نہیں ہے۔ میرے بچے نہیں ہیں۔ کوئی محل نہیں ہے۔ آسمان کی چھت میرے سر پر اور زمین کا بچھونا میرے نیچے اور ایک پھٹا پرانا کرتہ میرے بدن پر ہے۔ بتاؤ دنیا میں مجھے اور کس چیز کی کمی ہے۔ دیکھو! میں غم سے مبرا ہوں۔ ڈر سے لاپرواہ ہوں۔ میں آزاد ہوں۔ کیا تم نے مجھے کبھی اپنے مقاصد میں ناکامیاب ہوتے یا ترغیبات میں پھنستے دیکھا ہے؟ کیا میں نے کبھی کسی انسان یا پرماتما کے برخلاف شکوہ کیا ہے؟ کیا میں نے کبھی کسی انسان پر کسی تکلیف کا دوش لگایا ہے؟ کیا تم میں سے کسی نے مجھے کبھی غمگین دیکھا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ میں اُن لوگوں سے جن سے تم ڈرتے ہو۔ یا جن کی تم خوشامد کرتے ہو۔ کیسی آزادی سے ملتا ہوں۔ کیا میں ان کو غلاموں سے بڑھکر جانتا ہوں؟ میں اُن کو غلام سمجھتا ہوں۔ وہ کون شخص ہے۔ جو مجھے دیکھتا ہو۔ اور یہ خیال نہ کرتا ہو۔ گویا کہ وہ اپنے آقا اور بادشاہ کو دیکھ رہا ہے" دیکھو۔ ہمارے پاس شکریہ ادا کرنے کے لئے پرماتما نے کس قدر سامان رکھ چھوڑے ہیں۔ ہم میں بہت تھوڑے آدمی ایسے ہیں۔ جو روزانہ برکتوں کا خیال کرتے ہوں۔ ہم ان کو بالکل معمولی سمجھ کر نظرانداز کر دیتے ہیں۔ مگر میکائیل انگلو نے کہا ہے۔ معمولی باتوں سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ اور تکمیل کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ ہم ان کو بھول جاتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ ہر وقت ہمارے اردگرد موجود ہیں۔ مگر جیسا کہ مسٹر پیٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اگر ہم ان روزمرہ کی نعمتوں پر غور کریں۔ ہم اپنے کھان پان کی چیزوں۔ دودھ اور میوجات وغیرہ پر نظر ماریں۔ تو ہم ان کی تعریف میں شاعروں کی طرح

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کتابیں کی کتابیں لکھ ڈالیں۔ مگر یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اگر ہم تاریکی کے پردوں اور مجالست کی کمی کو دور کر کے اِن باتوں پر گہری نظر ڈالیں۔ آئزک والٹن صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیں پرماتما کی نعمتوں کو معمولی جان کر ان کی طرف سے لاپرواہی اور پرماتما کا شکریہ ادا کرنے سے کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمارا ایک دوسرے سے میل ملاپ ہی جو کہ ہماری خوشی کا باعث ہوتا ہے۔ ایک ایسی نعمت ہے۔ کہ جس کے لئے ہمیں پرماتما کا دھنیباد ادا کرنا چاہیئے اگر ایک اندھا دریاؤں خوبصورت پہاڑوں۔ چراگاہوں۔ سبزہ زاروں اور اس قسم کی دیگر خوبصورت چیزوں کو دیکھنے کے لئے بینائی حاصل کر سکے۔ تو وہ اس نعمت کے عوض میں کیا کچھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ مگر ہم روزمرہ اِن چیزوں کو دیکھتے ہوئے بھی پرماتما کا شکریہ ادا نہیں کرتے اپیکیورس صاحب فرماتے ہیں۔ کہ قناعت زیادہ دولت جمع کر لینے میں نہیں ہے۔ بلکہ ضروریات کے کم کرنے میں ہے۔ اس کمبخت ملک میں ہماری ضروریات بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ تاہم اگر وہ معقول ہوں۔ تو وہ پوری کی جا سکتی ہیں۔ مگر قدرت اپنے آپ ہی اُن تمام سامانوں کو مہیا کر دیتی ہے۔ جو کہ انسان کی سچی خوشی کے لئے ضروری ہیں۔ اسکن صاحب فرماتے ہیں کہ اناج کو بڑھتے ہوئے یا شگوفوں کو کھلتے ہوئے دیکھنا۔ یا کھیتوں میں جفاکشی سے کام کرنا۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ سوچنا۔ محبت کرنا۔ پرارتھنا کرنا ایسی چیزیں ہیں۔ جو انسان کو خوش کر سکتی ہیں۔ جرمی ٹیلر صاحب فرماتے ہیں۔ اور اگر میں چوروں کے ہاتھ پڑ گیا ہوں اور انہوں نے مجھے لوٹ لیا ہے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ آخر انہوں نے مجھ سے سورج۔ چاند آگ۔ پانی۔ مونس بیوی۔ غمگسار دوست۔ سہارا دینے والے معتروں کو تو مجھ سے نہیں چھین لیا۔ میں اب بھی اسی طرح بات چیت کر سکتا ہوں۔ اور جب تک مجھے یہ یقین ہے۔ کہ انہوں نے میرا ہنس مکھ چہرہ اور میرا بشاش دل مجھ سے نہیں چھین لیا۔ تب تک میں کہونگا۔ کہ انہوں نے میرا کچھ بھی نہیں چھینا۔ وہ جس کے پاس خوشی کے اس قدر سامان موجود ہوں کیا اس کو اُداس ہونے کی گنجایش ہے۔ ہاں جس نے ان سامانوں کو بھی کھو دیا ہو۔ یا جو ان کی قدر نہ کرتا ہو۔ وہ بیشک کانٹوں کے ڈھیر پر بیٹھ کر رو تا رہ سکتا ہے۔ اپیکٹی ٹس صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو انسان اپنے سامنے سورج۔ چاند۔ ستاروں کو دیکھتا اور بجز و بر سے محظوظ ہوتا ہے۔ وہ بیکس و بے بس نہیں کہا جا سکتا۔ لوتھر نے کہا ہے۔ کہ سورگ کا اطلاق اس تمام دُنیا پر کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ہمیں اور کس چیز کی ابھلاشا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنی چاہیئے۔ مسٹر گریگ صاحب فرماتے ہیں:۔

"پرماتما نے ہماری بھوگی کو ہر ایک قسم کی خوبصورتی سے سجا رکھا ہے۔ اسمیں ہمارے لئے ہر ایک قسم کے مالسنک اور آتمک آنند کا بھنڈار موجود ہے کہیں پیاری پیاری شکلیں ہیں۔ کہیں گوناگوں رنگ ہیں۔ کہیں بوقلموں ذائقہ ہیں۔ کہیں دِل خوش کن آوازیں ہیں۔ اور روح افزا نغمے ہیں۔ ایک طرف سورج کی روشنی کھلی ہے۔ دوسری طرف رات کے وقت چاند کی چاندنی چٹکی ہے۔ کہیں جھیل ہے۔ کہیں دریا۔ کہیں جنگل ہے۔ کہیں سمندر۔ اگر ایک طرف برفانی چوٹیاں عصمت کا جامہ پہنے کھڑی ہیں۔ تو دوسری طرف منطقہ حارہ کے درخت ہیں۔ پرماتما نے ہمارے گھر کو طلوع و غروب آفتاب کے نظاروں طوفان و اندھیری کے غباروں سے مزین کر رکھا ہے۔ غرضیکہ ہم چاروں طرف سے ایسی بیش بہا برکتوں سے گھرے پڑے ہیں کہ اُن سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ پرماتما نے ہمارے حواسوں کو بھی ایسا بنا دیا ہے۔ کہ ہم ان تمام محسوسات سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔ ہمارے حواسوں کے خطہ کے سامان چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں۔ اسی طرح ہماری فطرت کے دوسرے پہلوؤں کے لئے بھی یہاں خوراک موجود ہے جو شخص ان باتوں پر غور کرتا ہے۔ وہ اسی نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پرماتما نے جیسے حواسوں کے لئے محسوسات پیدا کر دئے ہیں۔ ویسے ہی اس نے ہماری بُدھی کے لئے بھی ایک خاصہ بھنڈار بنا دیا ہے۔ وہ جو کہ پریم کا متوالا ہو۔ جس نے پریم کا آنند پایا ہو۔ وہ اِن تمام چیزوں کو دیکھ کر پرماتما کے لئے بھگتی بھاؤ سے بھر جاتا ہے۔ اگر ہم پرماتما کو اس ماتا سے تشبیہ دیں جو کہ اپنے بچوں کا دل بہلانے کے لئے ان کی خوشی کے سامان پیدا کرتی ہو۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ دُنیا میں ہماری خوشی کا کوئی بھی ایسا سامان نہیں ہے جو کہ پرماتما نے ہمارے لئے پیدا نہ کر رکھا ہو"+

(لارڈ آوبری کی کتاب سے ترجمہ کیا گیا۔ ایڈیٹر)

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سارناتھ کی یاترا

کاشی سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب سارناتھ کا ستوپ واقع ہے۔ یہ مقام ہندوؤں کے مہادیو کے قدیم اور عظیم الشان مندر کے لئے نہیں۔ بلکہ بودھوں کے پرانے قدیم۔ مگر تعجب خیز کھنڈرات کے لئے مشہور ہے۔ کسی زمانہ میں جینیوں نے بھی اس رقبہ زمین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور موجودہ جین مندر جو سارناتھ کے ستوپ کے جنوب مشرق کی جانب صرف ایک سو گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس امر کی شہادت دے رہا ہے۔ کہ سارناتھ کے مقام کی پرانی عظمت اور شہرت سے فائدہ اٹھانے میں ہندوؤں کی طرح جینیوں نے بھی پیش قدمی کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ بودھوں کا خیال ہے۔ کہ جسوقت ہندوستان سے بودھ دھرم دور ہو گیا۔ اور پڑوس کے ممالک کے بودھ مت اولمبھیوں نے اس طرف آنا چھوڑ دیا۔ انہی ایام میں بودھوں کے متبرک مقامات ہندوؤں کے قبضہ میں آ گئے۔ گیا۔ اور سارناتھ بھی اسی زمرے میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن سارناتھ کی تقدیس اس ایک پرانے اور بوسیدہ ستوپ سے ہی نہیں۔ بلکہ دیگر مستقبل زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والی اشیاء سے قیاس کیا جاتا ہے۔ دن بدن بڑھتی جاویگی۔ اس وقت تک پرانی عمارتوں کی طرح یاتری یا سیاح لوگ صرف اس حیرت انگیز ستوپ کی بلندی۔ اور قدامت کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے لیکن اب سیاحوں کے لئے پرانے کھنڈرات میں سے بہت سے نئے اور دلچسپ اسباب ایسے مل گئے ہیں کہ جن کے جاننے اور سمجھنے کے لئے درجنوں انسانوں کی لگاتار محنت درکار ہے۔ کاشی کے سیاح بالعموم سارناتھ کی سیر کیا کرتے ہیں۔ انہیں بتلایا جاتا ہے۔ کہ کسی زمانہ میں کاشی کی آبادی اسی سرزمین پر تھی۔ موجودہ کاشی۔ اسکی پرانی عمارتیں۔ اور آبادی زبان حال سے بتلا رہی ہے کہ گذشتہ پانچسو برسوں کے اندر یہ بستی آبادی کی صورت میں آئی۔ بعض تاریخی مقامات اب بھی باغ۔ جنگل۔ اور بن کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اگر اس خیال پر یہ امر مان لیا جاوے۔ کہ پہلے سارناتھ کے قریب کاشی کی آبادی تھی۔ تو بلاشبہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ درمیان کے پانچ میلوں میں بھی آبادی کے قدیم نشانات ملنے چاہئیں۔ راجگھاٹ بنارس کی بستی میں سب سے پرانا حصہ ہے۔ اور وہ مقابلتاً دوسرے حصوں کے نزدیک واقعہ ہے۔ خیر۔ کچھ ہی ہو۔ اس وقت ہم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اختصار کے ساتھ سارناتھ کے موجودہ حالات کا تذکرہ کریں گے +

سارناتھ بی۔ این۔ ڈبلیو ریلوے پر ایک چھوٹا سا سٹیشن ہے جو بنارس سٹی سٹیشن سے تقریباً ۳ میل کی دوری پر واقعہ ہے۔ یاتری اسی سٹیشن سے اترتے اور مغرب کی جانب ایک سڑک پر سارناتھ کی جانب روانہ ہو پڑتے ہیں۔ تقریباً آدھ میل کے فاصلے پر سڑک کی بائیں جانب ایک پرانا ستوپ ہے۔ اس ستوپ کا محیط تقریباً چار سو گز ہوگا۔ ستوپ کیا ہے پرانی اینٹوں۔ اور ملبے کا ڈھیر ہے۔ نہ معلوم کتنی صدیوں سے یہ عمارت گرتی گرتی موجودہ صورت تک پہنچی ہے۔ اس عمارت کو جگہ جگہ سے کھود کر دیکھا گیا ہے۔ اور جس جس جگہ سے دیواریں نکلی ہیں۔ انہیں ننگا کر کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ تھوڑے عرصے سے اس ستوپ کی چوٹی پر ایک ہشت پہلو ایک منزلہ عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ اس منزل کے عین درمیان میں شش پہلو جنگلہ بنایا گیا ہے۔ اور پرانی عمارت کی تہ تک ایک چوڑا سوراخ دکھلایا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ستوپ کے اندر کسی زمانہ میں کوئی بڑا بھائی ہال یا خلا رکھا گیا تھا۔ اسی درمیانی مرکز کو دیکھنے کے لئے اور بھی روشن دان بنائے گئے ہیں۔ لیکن موجودہ صورت میں اس کے اندر جانا خالی از خطر نہیں۔ اس عمارت کو چھوڑ کر یاتری اصل ستوپ کی جانب روانہ ہوتا ہے تقریباً آدھ میل کے فاصلہ پر ایک اور لمبا ستوپ ہے۔ اور یہی سارناتھ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس مندر سے تقریباً چار سو گز کے فاصلے پر بجانب شمال مشرق مہادیو کا مندر ہے۔ ستوپ سے مشرق کی طرف ایک مزار ہے اور جنوب کی جانب جین مندر ہے۔ آج کل سارناتھ پر دو بودھ بھکشو (سیون نواسی) ٹھیرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو اس دیش کی بولی میں کسی قدر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا تھا۔ اور دوسرا محض لنکا کی بھاشا جانتا ہے۔ نہ وہ انگریزی سمجھتا اور نہ ہی ہندی میں بات چیت کر سکتا ہے +

گذشتہ چار سال سے ہم بودھ دھرم کے مشہور اُپدیشک دھرم پال کے ایک انتہی ٹیوٹ کا حال اخبارات کے ذریعے سے جان رہے تھے۔ ہمارا خیال تھا۔ کہ گری ہوئی شودر جاتی کے اُپکار اور اُدھار کیلئے سوامی دھرم پال نے قیمتی اور قابل قدر خدمات کی ہونگی۔ موقعہ پر پہنچکر ہمارے دل میں متضاد خیالات پیدا ہونے لگے۔ ہندوستان کی گری پڑی سوسائٹی۔ اور شودروں کی دردانگیز حالت کا نقشہ باندھ کر دھرم پال نے امریکہ میں لیکچر دئے۔ ان خیالات سے متاثر ہو کر ایک درمند لیڈی نے اٹھارہ ہزار نقد روپیہ دھرم پال کے حوالے کیا۔ اور درخواست کی کہ

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِن روپیوں سے شودروں میں دستکاری - اور موجودہ سائنس کے مطابق اوزاروں پر کام کرنے کی تعلیم دیجاوے - دھرم پال جی نے بنارس کو اپنا مرکز بنایا - اور ایک مشہور و تجربے کار پرنٹر کو اپنے ہمراہ امریکہ سے لاکر انسٹی ٹیوٹ کا کام جاری کر دیا - ایک چھوٹی سی عمارت اور ایک کھٹی اس انسٹی ٹیوٹ کے پس ماندہ سامان اب بھی وہاں موجود ہیں - دھرم پال جی نے بنارس میں انسٹی ٹیوٹ کیا کھولا - سارناتھ کو بودھ دھرم کا مرکز بنانا چاہا - لوگوں کی مخالفت - کارکنوں کی غفلت اور دشواش گھات کی زندہ مثال نے تین سال کے اندر ہی اس انسٹی ٹیوٹ کو نیست نابود کر دیا - وہ آج ایک لور پرائمری کا مدرسہ بن رہا ہے - جس میں گاؤں کے ۲۵ لڑکے ابتدائی تعلیم کے لئے آتے ہیں - اور جس پر ۱۲- روپیہ ماہوار کا صرفہ ہے - کیونکہ ایک ہی مُدرس ہے اور اُسے بارہ روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے +

اسی مدرسہ کے پاس سارناتھ کا ستوپ ہے - ہم نے بودھ بھکشو سے بہت سے سوالات پوچھے - لیکن اُسے اتنی بھی واقفیت نہ تھی - جتنے کہ آج کل کے کالج کے طلبا اور اخبار پڑھنے والوں کو رہتی ہے - یہ ستوپ تقریباً ۱۰۰ گز بلند اور اُس کا محیط تقریباً ۱۵۰ گز ہوگا - عمارت کئی جگہوں سے گر گئی ہے - لیکن نیچے کی نصف عمارت اس کی عظمت اور بزرگی کو جتلانے کے لئے ابھی کافی سامان بہم پہنچاتی ہے - معلوم ہوتا ہے - کہ ساری عمارت پہلے پختہ اینٹوں سے چُنی گئی ہے - بعد عمارت کے گرد پتھر نصب کئے گئے ہیں - ان پتھروں پر مختلف قسم کے بیل بوٹیاں کندہ کی گئی ہیں - عمارت میں اندر جانے کیلئے کہیں بھی دروازہ نہیں - اونچائی سے معلوم ہوتا ہے - کہ درمیان کا حصہ کھوکھلا ہوگا - اور اس کے اندر دانت یا کوئی حصہ محفوظ رکھا گیا ہوگا - اب تک اسی عمارت کو بودھ مندر یا ستوپ کہتے ہیں - انہی پتھروں پر جو عمارت کے اردگرد چُنے گئے ہیں - جگہ بجگہ پوجا کے نشانات ہیں - برھما - اور جین کے یاتری اِن پتھروں پر سونے کا پتر چڑھاتے ہیں - تبت کے یاتری اِن پتھروں پر چراغ جلا کر آرتی دیتے سر جھکاتے - اور منتیں مناتے ہیں - اسی ستوپ کے جنوب کی طرف سارناتھ کی پُرانی آبادی ملی ہے +

سارناتھ کے کھنڈرات کی نسبت اس موقعہ پر کچھ بھی وثوق سے کہا نہیں جا سکتا - اس مقام میں سے بہت سے کتبے اور پتھر ایسے موصول ہوئے ہیں - جنہیں مدراس میں - ڈی سائفر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے - اور جن پر عنقریب ایک باقاعدہ رپورٹ شائع ہوگی لیکن

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسقدر کھنڈرات کھودے گئے ہیں۔ اُن میں سے اس قدر سامان میسر ہُوا ہے جو بذات خود ایک عجائب گھر کا کام دے رہا ہے۔ سارا رقبہ جو کھودا جا چکا ہے۔ دو اڑھائی سو گز کے درمیان ہے لیکن انومان کیا گیا ہے۔ کہ کم از کم ایک میل تک ایسی آبادی اور عمارتیں ملیں گی۔ سب سے زیادہ قابل قدر بات یہ ہے۔ کہ پرانی عمارتوں اور بود و باش کا نقشہ یاتری کی آنکھوں تلے پھر جاتا ہے۔ رہایش کے مکانوں میں ایسے باترتیب ہال موجود ہیں۔ جن میں سینکڑوں آدمی ملکر سبھا کر سکتے ہیں۔ کہیں بھکشوؤں کیلئے عبادت کا سامان دھرا ہے۔ کہیں تپ کرنے کی نشست بنی ہے کہیں مکان کے عین قریب کنواں موجود ہے۔ بعض جگہ کمروں اور مکان کی اونچی کرسی کے لئے سیڑھیاں بنی ہیں۔ جگہ بجگہ صاف پتھروں سے فرش ترتیب دے گئے ہیں۔ بعض عظیم الشان عمارتوں کے آگے۔ اور دروازے پر ہر دو طرفہ پتھر کے ہاتھیوں کو اس طرح سجایا گیا ہے۔ گویا دہلی دربار کا پروسیشن ہے۔ کسی عالیشان عمارت کے دروازے پر لال۔ اور روغن شدہ پتھر سے شیر بنا کر عمارت کی خوبصورتی کو دوبالا کیا گیا ہے۔ کہیں صحن کے اندر بُدھ دیو کی مُورتی نصب ہے۔ اور اُسپر چھاتا لگایا گیا ہے۔ قدآدم سے بھی بہت اونچی ایک ایسی مورتی بُدھ دیو کی طیار کی گئی ہے۔ جس میں دھوتی کے تمام تاریک اور روشن حصے عمدہ عیاں ہیں۔ سر سے پاؤں تک کے تمام اعضاء تناسب سے طیار کئے گئے ہیں۔ اور لطف یہ کہ یہ سب کچھ ایک ہی پتھر سے طیار ہُوا ہے۔ بلکہ جس پتھر کے سہارے یہ بُت کھڑا کیا گیا ہے۔ وہ بھی ستون اسی میں شامل ہے۔ چھاتا۔ اور چھڑی بھی پتھر کی ہے۔ اسپر بہت باریک نقش کاری کا کام ہے۔ اور یہ بھی سب کچھ ایک لال پتھر سے طیار ہُوا ہے۔ حالانکہ چھاتے کا قطر تقریباً ۱۰ فٹ لمبا ہے۔ ان کھنڈرات میں راجہ اشوک کا ایک بڑا کتبہ ملا ہے۔ جس کا پتھر تقریباً زمین سے ۲۵ فیٹ باہر نکلا ہوا ہے۔ اور نہ معلوم کتنا زمین کے اندر ہوگا۔ اور یہ سارا بلا جوڑ ایک پتھر کا معلوم ہوتا ہے۔ جس پتھر کو بہت صاف کر کے اس قابل بنایا گیا ہے کہ اُن پر احکام لکھا جاوے۔ الغرض یہ سب ٹوٹی پھوٹی عمارتیں کسی عالی قدر شہر کی عمارتوں کا نشان بتلا رہی ہیں۔ جگہ بجگہ پتھروں پر نقش ملتے ہیں۔ سینکڑوں بُدھ کی مورتیاں ملی ہیں۔ بعض صرف ایک بالشت بھر کی ہیں۔ اور بعض بڑی ہیں۔ کہیں سمادھی کی حالت بتلائی گئی ہے۔ اور کہیں کھڑے ہو کر اُپدیش دینے کی صورت دکھلائی ہے۔ اِن تمام مورتیوں کے اندر صرف ایک مورتی ایسی ملی ہے۔ جو گنیش کی مورتی سے متشابہ ہے۔ بعض مستورات کے بُت بھی ملے ہیں۔ ان تمام مورتیوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور بتوں کے ساتھ ساتھ برتنوں کی مختلف شکلیں۔ اور برتن بھی ہیں۔ جنہیں ترتیب سے ایک شیڈ کے اندر سجا دیا گیا ہے۔ جسطرح مختلف قسم کے پتھروں پر کام کیا گیا ہے۔ وہ ظاہر کرتا ہے کہ اس زمانہ کی تہذیب معمولی کم فہم اور نیم وحشی لوگوں کی تہذیب نہ تھی۔ ان کھنڈرات کے علاوہ آس پاس کی زمین بھی کئی جگہوں سے کھودی پڑی ہے۔ اور جس جگہ کسی دیوار یا عمارت کا نشان ملا ہے۔ وہ نشان ظاہر کر کے کسی اور وقت کے لئے کام کو ملتوی کر دیا گیا ہے۔ جس وقت یہ سارا شہر کھودا جاویگا۔ اُس وقت کسی بلا تعصب اور محقق آدمی کو بھارت کی پُرانی تاریخ یا تہذیب پر رائے زنی کرنے کا ایک عمدہ اور مناسب موقعہ ملیگا۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ یہ کھنڈرات اپنے ساتھ کئی عمدہ اور نیک خیالات کو لئے ہوئے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اور اگر ضعیف الاعتقادی کو نظر انداز کر دیا جاوے۔ تو بھی اس مقام کی تقدیس باقی رہتی ہے۔ گورنمنٹ کا خیال ہے۔ کہ ان کھنڈرات کو کھودنے کا کام برابر جاری رکھا جاوے۔ اور سارناتھ کے مندر کے قریب ۳۵ ہزار روپیہ کی لاگت سے ایک ایسا مکان بنایا جاوے۔ جس میں ان کھنڈرات سے موصول ہوئے تمام قابل قدر اشیاء کو محفوظ کیا جاوے۔ اور وہ مکان ایک باقاعدہ میوزیم یا عجائب گھر کا کام دے۔

(کیشب دیو)

مسئلہ شدھی اور آریہ سماچار

(از مہاشہ چنڈی پرشاد ایم اے)

ایں چہ شوریست کہ در دور قمر مے بینم — ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر مے بینم
ہر کسے روز بہی مے طلبد زیں ایام — مشکل ایں است کہ ہر روز بتر مے بینم

اس مسئلہ کے متعلق ماہ ستمبر ۱۹۰۹ء کے آریہ سماچار میں تین مضامین نظر سے گذرے یک بعنوان "آریہ سماج اور شدھی" از قلم سب ایڈیٹر۔ دوسرا بعنوان "اندر اور مہم" از قلم ایڈیٹر۔ تیسرا بعنوان "آریہ سماج کے نادان دوست" از قلم یکے از ممبران آریہ سماج کانپور پہلا مضمون تو خاص مسئلہ شدھی پر ہے۔ باقی دو مضامین اُس مضمون کے جواب میں ہیں۔ جو کہ رسالہ ہذا میں بعنوان "آریہ سماج کانپور کی شرمناک کرتوت" شائع ہو چکا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ چونکہ تینوں مضامین میں ایڈیٹر آریہ سماچار کی جانب سے اُصولی بحث کا دعوے ہے۔ لہذا ایسے وقت میں کہ جب اس مسئلہ کی بدولت اندر اور آریہ سماچار میں باہمی جنگ و فساد کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مضامین مذکور الصدر کی ضرورت و ذاتی قابلیت پر متانت اور سنجیدگی سے غور کیا جاوے اور اس امر کی تحقیقات کیجاوے کہ اُن میں اُصولی بحث کہاں تک کی گئی ہے۔ اور ایڈیٹر صاحب کے اس لکھنے کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہ "سخت کلامی اور دلازاری ویدک دھرم کے لوازمے نہیں ہیں" اس امر کی چھان بین کیجاوے۔ کہ اس مقولہ کو تینوں مضامین میں کہاں تک مدِ نظر رکھا گیا ہے اور مسئلہ شدھی کہاں تک حل ہوا ہے ؛

پہلے مضمون میں سب ایڈیٹر صاحب نے ایک جگہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ "اس قومی جنگ و جدل کے زمانہ میں کوئی عقل سلیم رکھنے والا اُن دسائس و تدابیر سے منحرف نہیں ہو سکتا جو اُس کی قوم بالنسل کی افزایش کا باعث ہیں۔ افزایش نسل سے مسئلہ شدھی کا خاص تعلق ہے۔ اس لئے کوئی ہندو جو دنیا میں اپنی قومی ہستی کے بقاء کا خواہشمند ہے۔ اس مسئلہ کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔" اس تحریر میں اول تو ایک خاص بات قابل غور یہ ہے کہ "قومی ہستی" کا لحاظ رکھتے ہوئے سناتن دھرمیوں اور آریہ سماجیوں میں کوئی فرق مدِ نظر نہیں رکھا گیا۔ حالانکہ بحالت موجودہ دونوں میں بہت کچھ تفرقہ ہیں۔ بالفرض اگر یہ مان لیا جاوے کہ یہاں پر "ہندو" سے مُراد بھارت ورش کے رہنے والے سے ہے۔ تب یہ سوال اُٹھتا ہے۔ کہ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ غیر مذاہب اشخاص کو محض شدھ کر لینے سے وہ آپ کی "قوم" کے افراد شمار کئے جاوینگے۔ ہمارے خیال میں تو تاوقتیکہ کھان پان کے تعلقات اور بیاہ شادی آپس میں قایم نہ ہونگے۔ نسل یا قوم کا بڑھنا ناممکن ہے۔ ہاں۔ اگر کسی وقت میں سناتن دھرمی اور آریہ سماجی دونوں اِس بات کو مان لیویں۔ کہ کسی مُسلمان یا عیسائی کو شدھ کر کے "ہندو" بنا سکتے ہیں۔ اور اُس کے ہندو بن جانے پر اُس کے وہی حقوق سمجھے جاویں۔ جو کہ اور ہندوؤں کے ہیں۔ تب تو یہ اُمید کیجا سکتی ہے کہ افزایش جماعت ممکن ہے۔ مگر اب ایک دوسرا سوال یہ اُٹھتا ہے۔ کہ کیا آریہ سماج میں داخل ہونے والے اس غرض سے آتے ہیں۔ کہ وہ ہندو بنکر ہندوؤں سے تعلقات پیدا کریں گے۔ اور آریہ سماج اُس کو اس غرض سے لیتا ہے۔ کہ "ہندو" بنا کر ترقی جماعت ہو جاویگی۔ ہمارے علم کے مطابق ابھی تو خود سناتن دھرمیوں میں اِسقدر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرقہ اور قومیں ہیں کہ اُن کے آپس کے میل جول کو ایک زمانہ چاہئے۔ اور نہ آریہ سماجیوں کی کوئی جداگانہ قوم موجود ہے۔ لہذا تعجب معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کونسی قوم یا نسل ہے کہ جس کی افزائش کا سب ایڈیٹر صاحب کو خیال ہے۔ اور جس کی ہستی کے بقاء کی ان کو اس قدر فکر ہے۔ مگر اب ایک نیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ آریہ سماجک سوسائٹی کے لئے جو کہ گن کرم و سبھاؤ کو پردھان مانتی اور سناتی ہے۔ اور جو کہ ویدک دھرم کو تمام دُنیا میں پھیلا دینے کی دعویدار ہے بالخصوص "افزائش نسل" یا قومی ہستی کے بقاء کا خیال مسئلہ شُدھی کے متعلق کیسا۔ آریہ سماج ایک نئی ذات یا قوم نہیں بلکہ ایک کاسموپالٹین سوسائٹی ہے۔ جو کہ ویدک اُصولوں کی عظمت کو تمام دنیا میں پھیلا دینے کا اور سنسار کا ہر طرح پر اُپکار کرنے کا فرض اپنے اوپر لئے ہوئے ہے جو شخص اُس میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ ہمارے خیال میں اُس کے لئے محض یہ ضروری ہے کہ وہ ویدوں پر ایمان رکھتا ہو۔ اور ویدک اُصولوں پر چلنا اور دوسروں کی اُنتی کے لئے کوشاں ہو اپنا فرض سمجھتا ہو۔ بیاہ شادی کے لئے یہ اُصول مانا گیا ہے۔ کہ گن کرم و سبھاؤ کو پردھان مان کر بلا لحاظ قوم و فرقہ کے شادی ہونی واجب ہے۔ یعنی کوئی مسلمان یا عیسائی اس سوسائٹی میں داخل ہو کر یہ حق حاصل نہیں کر لیتا۔ کہ اہل ہنود میں سے اُس کے لئے بیوی یا خاوند بھی مہیا کیا جاوے۔ یہ ضرور ہے کہ ویدک اُصولوں کو ماننے والے گروہ میں شادی ہونی اُس کے لئے بہت ہی مناسب ہے۔ اور ممبران آریہ سماج کا فرض ہے۔ کہ اس معاملہ میں اُس کی امداد کریں۔ ممکن ہے کوئی اہل ہنود ہی میں سے ایسا زندہ دل نکل آوے۔ جو اُس سے تعلقات شادی روا رکھے۔ وہ مجاز ہے۔ کہ گن کرم و سبھاؤ کے لحاظ سے جہاں چاہے شادی کرے۔ لہذا مسئلہ شدھی کو محض اس غرض سے حل کرنا کہ "نسل کی افزائش ہو" ہمارے خیال کے مطابق ٹھیک نہیں کیونکہ آریہ سماج کا خاص الخاص فرض یہ نہیں ہے۔ کہ وہ نسل کی افزائش کے وسایل و تدابیر بہم پہنچاوے۔ آریہ سماج کا چھٹا اُصول ہے کہ "سنسار کا اُپکار کرنا اُس سماج کا مکھیہ اودیشہ ہے" اور عموماً آریہ سماج ایک مذہبی سوسائٹی تصور کی جاتی ہے۔ اور ویدک دھرم کو عالمگیر بنانا اِس کا معیار خیال کیا جاتا ہے۔ یعنی جتنے ویدوں پر ایمان لانے والے اُسمیں شامل ہونگے۔ اُتنا ہی اُس سوسائٹی کا دائرہ وسیع ہوگا۔ اس قومی جنگ و جدل کے زمانہ میں قومی ہستی کے بقاء کا خواہشمند ہونا ایک پولٹیکل خواہش ہے۔ اور بہت ہی جائز اور مناسب خواہش ہے۔ لیکن اس بارہ میں ہادیان قوم نے کُل ہندوستانیوں کو ایک قوم تصور کر رکھا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیونکہ اس معاملہ میں مذہبی و سوشیل تفرقات کو روا رکھنا قومی دعا کے لئے نقصان دہ تصور کیا جاتا ہے لہذا جب آریہ سماج میں غیر مذاہب اشخاص کو شامل کرنے کی فکر میں مسئلہ شدھی کی بحث کی گئی تو مسئلہ شدھی کو بالخصوص افراد نسل سے کیوں وابستہ کیا گیا۔ ہمارے خیال میں تو آریہ سماج کے خاص مقصد کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ ثابت کرنا واجب تھا۔ کہ بلا شدھی کے کسی مسلمان یا عیسائی کو آریہ سماج میں داخل کر لینا کیوں جائز نہیں سمجھا جاتا۔ یعنی جب کسی مسلمان یا عیسائی کیجانب سے ویدوں پر ایمان رکھنے کا اقرار ہو گیا۔ پھر شدھی کی قید کیوں لگائی جاتی ہے۔ اگر یہ خیال ہے۔ کہ شدھی بذات خود بہت ہی متبرک کام ہے۔ اور صفائی اور پاکیزگی حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے تو شدھی کو ممبران آریہ سماج کے فرائض میں کیوں نہیں شامل کیا جاتا۔ یعنی شدھی سماج میں داخل ہونے کے بعد ضروری سمجھی جاوے۔ نہ کہ سماج میں داخل ہونے سے قبل۔ مگر شدھی کی ضرورت پر بحث ہی روا نہیں رکھی گئی۔ کیونکہ اب سناتن دھرمی اس مسئلہ کے پیرو کار ہیں۔ اس وجہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سب ایڈیٹر صاحب کے خیال میں آریہ سماج ایک بہت ہی محدود دائرہ ہے۔ کہ جس میں محض سناتن دھرمیوں کا داخل ہونا خصوصیت سے مدنظر ہے۔ یعنی آریہ سماج کو ایک نئی قوم سمجھ لیا گیا۔ ورنہ سماج کے دائرہ کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے مسئلہ شدھی پر بلحاظ اس کی ذاتی قابلیت کے بحث کرنا ضروری تھا۔ یعنی یہ کہ شدھی کا رواج عیسائیوں اور مسلمانوں کو آریہ سماج میں لینے وقت کیوں روا رکھا جاتا ہے۔ یعنی جیسی شدھی کہ فی زمانہ مروج ہے اس شدھی کا مدعا کیا ہے۔ کس چیز کی شدھی ہوتی ہے۔ جسم کی یا روح کی یا من کی مگر مضمون زیر بحث میں اس امر کے متعلق کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی +

اس سوال کو البتہ معرض بحث میں ڈالا گیا ہے کہ "شدھی کن کی ہونی چاہیئے" اور اس سوال کو یوں حل کیا گیا ہے :- "ہماری رائے میں جو ویدک دھرم سے منکر ہیں چاہے وہ گھر کے ہوں یا باہر کے آریہ سماج میں داخل ہونے کیلئے اُن کی شدھی کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ جو ویدوں پر کسی نہ کسی طرح پہلے سے ہی ایمان رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے کوئی شدھی کی ضرورت نہیں صرف آریہ سماج کے دس اصولوں کا اقبال کافی ہے"۔ اس اصول تایم شدہ میں ایک خاص بات دریافت طلب یہ ہے۔ کہ لفظ "پہلے" سے "کتنے پہلے" مراد ہے۔ معقولیت کی رو سے تو یہ ہی ضروری ہے کہ جس تمیز کی شروع سے ویدوں پہ ایمان رکھتا ہو۔ کیونکہ پیدائش سے سن تمیز شروع ہونے تک وہ بذات خود ویدوں پہ ایمان نہ لانے کا مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اگر "پہلے" سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مراد "پیدائش کے پیشتر سے" ہے۔ تو اس کے معنی صاف الفاظ میں یہ ہیں۔ کہ ایک مسلمان کو اور مسلمان ہونے کے شدھ کرنا لازمی ہے۔ لہذا اگر واقعی "پہلے" سے مراد "سن تمیز کے شروع" ہے تو کیا ایک ایسا مسلمان یا عیسائی جو سن تمیز کی شروع سے ہی ویدوں پہ ایمان رکھتا ہو بلا شدھی کے آریہ سماج میں داخل کر لیا جاویگا۔ اب ہم اس امر کی تحقیقات کرینگے۔ کہ اصول مذکور الصدر کون کونسے اعتراضات کا جواب دیدینے کے بعد قایم کیا گیا ہے۔ اور جوابات کہاں تک معقول ہیں +

اول تو ایک اصول یہ قایم کیا گیا تھا کہ "جو ویدوں کو مانے چاہے اس کا ماننا خیال کیوں نہ ہو اس کے لئے شدھی کی ضرورت نہیں"۔ لیکن جب یہ اعتراض ہوا کہ "ایک مسلمان عیسائی قبل درخواست ممبری آریہ سماج ویدوں پہ ایمان لے آتا ہے۔ پھر شدھی کیسی" تو جواب ملتا ہے بلکہ دراصل دوسرا اصول قایم ہوتا ہے کہ "جس کا تعلق اس جماعت سے ہے جو ویدوں کو الہامی یا اپنی مذہبی کتاب نہیں مانتے اس کے لئے شدھی ضروری ہے"۔ اس اصول کی رو سے تو شدھی ان کیلئے ضروری تھی جو ویدوں کو نہیں مانتے۔ یعنی ویدوں پر **ذاتی اعتقاد** نہ ہونے کے لحاظ سے۔ دوسرے اصول کی رو سے ویدوں پہ ذاتی اعتقاد یا نہ ہو۔ مگر ویدوں کو الہامی نہ ماننے والی جماعت سے تعلق رکھنے یا ہونے کی وجہ سے شدھی لازمی ہے۔ دریں صورت کونسا اصول مانا جاوے۔ کیونکہ ایک کے ماننے سے دوسرا رد

جب دوسرے اصول کی بنا پر یہ اعتراض ہوا کہ "محض اس جماعت مخصوص سے تعلق رہنے سے شدھی لازمی کیوں قرار دی گئی۔ جبکہ وہ شخص بذاتِ خود ویدوں پہ ایمان رکھنے سے منکر نہیں"۔ تب جواب ملتا ہے کہ "وہ اپنی زندگی بھر اپنے ہر قول و فعل سے اس جرم کی (کہ ویدوں سے منکر ہونے کی) تائید کرتا رہا ہے"۔ لہذا "شدھی" لازمی ہے۔ گویا اب یہ تیسرا اصول قایم ہوا کہ "جس شخص کے قول و فعل ویدوں سے منکر ہونے کا ثبوت دیں چاہے بذات خود ویدوں کا منکر نہ ہو۔ اس کے لئے بھی شدھی لازمی ہے"۔ ناظرین اس اصول کو اصول اول سے مقابلہ کریں۔ جائے غور ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں پہ شدھی کا فتوے دینے کے لئے نئے نئے اصول قایم کئے گئے۔ بلا خیال اس بات کے کہ ایک نیا اصول قایم کرنے سے پہلا اصول رد ہوتا ہے۔ آخری اصول قایم کرنے سے پیشتر یہ لکھا گیا ہے کہ "یہ اور مسلمانوں سے ہماری جدائی کا سبب اگر کوئی ہے۔ تو وہ صرف ان کا ویدوں کو نہ ماننا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب یہی سبب دوسری جگہ بھی موجود ہے۔ تو پھر ہم نہیں سمجھتے۔ کہ وہاں اس اُصول کو کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اگر سوشیل تعلقات میں یہ اُصول مانع نہیں ہو سکتا۔ تو پھر عیسائی اور مسلمانوں نے اس سے زیادہ اور کیا قصور کیا ہے۔" گویا اب **جین مت** والوں اور برہمو ز کیلئے بھی شُدھی لازم قرار دی گئی۔ اب ہم اُصول آخری کو اُصول مُسلّمہ سمجھتے ہوئے یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ جو ویدک دھرم سے مُنکر ہیں۔ آریہ سماج میں داخل ہونے کے لئے اُن کی شُدھی کیوں ضروری ہے۔ اُن کے ویدوں پر ایمان نہ لانے سے یا کچھ عرصہ کے لئے ایمان لانا چھوڑ دینے سے کیا چیز اَشُدھ ہو گئی۔ کہ جس کا اَشُدھ کرنا بذریعہ شُدھی کے مقصود ہے۔ رہا جینیوں اور برہمو ز کا آریہ سماج میں داخل ہونے سے قبل شُدھ کیا جانا اب تک تو ان جماعتوں کے افراد کے لئے شُدھی لازم سمجھا نہ کبھی عملی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور نہ شاید کسی کے قیاس میں آیا۔ ہماری ڈیرہ دون آریہ سماج ہی میں ایک جینی آریہ سماجی ہیں۔ مگر اُن کو آریہ سماج میں لیتے وقت شاید کسی کو بھی اس اُصول کا خیال نہ ہوا۔ کہ اُن کے لئے شُدھی ضروری ہے۔ اور معقولیت کے لحاظ سے بھی ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ شُدھ آچرن۔ پوتر تائی اور ویدک اُصولوں پر حتی الوسع چلنے کے لحاظ سے اُن کے لئے شدھی ضروری سمجھنا ایک بالکل فضول سی بات ہے۔ ہمارے خیال میں تو برہموز اور جینیوں کا بھی اہل ہنود ہی میں شمار ہے۔ اور عام رواج کے مطابق شدھی خصوصاً اہل اسلام اور عیسائیوں ہی کے لئے روا رکھی گئی ہے۔ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اہل ہنود کے مُتفرق فرقوں میں تھوڑے بہت سوشیل تعلقات آپس میں ضرور موجود ہیں۔ مگر اہل ہنود اور اہل اسلام میں سوشیل تعلقات بہت کم ہیں۔ حتیٰ کہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور اسی لحاظ سے آریہ سماج کے وجود سے قبل جب کوئی ہندو مسلمان یا عیسائی ہو جایا کرتا تھا۔ تو پھر اُس کا اہل ہنود میں شامل ہونا ناممکن سمجھا جاتا تھا ہاں اگر کوئی ہندو ولایت جانے یا کسی مسلمان یا عیسائی کے ہاتھ کی چیز کھا لینے کی وجہ سے اَشُدھ سمجھا جاتا تھا۔ تو اُس کی شدھی البتہ ہوتی تھی۔ لہٰذا چونکہ ہندوؤں میں ذات پات اور چھوت کا بڑا بھاری خیال تھا۔ حتیٰ کہ عیسائیوں اور مسلمانوں سے اُصولاً نفرت جائز تھی۔ اور موجودہ آریہ سماجی اُسی ہندو گروہ سے نکل کر آئے ہیں۔ اور اُن کے سوشیل تعلقات سناتن دھرمیوں سے بدستور سابق قایم ہیں۔ ایسی حالت میں (حالانکہ آریہ سماج کے بہت ہی وسیع ہیں) آریہ سماجیوں کا بلا شُدھی کسی مسلمان یا عیسائی کو آریہ سماج میں داخل کر لینا بہت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی مشکل ہے۔ کیونکہ ہر ایک ہندو کی رگ رگ میں یہ سمایا ہوا ہے۔ کہ مسلمان اور عیسائی ہندوؤں کے مقابلہ میں ضرور ناپاک یعنی اشدھ ہیں۔ اور جب تک وہ ایک مسلمان یا عیسائی کو اپنی آنکھوں سے شدھ ہوتا نہ دیکھ لیں گے۔ اُس کو کبھی اپنا بھائی نہ سمجھیں گے۔ اور اسی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے شدھی کی شرط ہے۔ ورنہ جو طبعزاد اُصول بنائے گئے ہیں۔ وہ محض ایک رواج کو اُصولاً جائز قرار دینے کے لئے قایم ہوئے ہیں۔ یعنی محض ایک دل خوش کُن دفع الوقتی معلوم ہوتی ہے۔ ہماری رائے میں تو آریہ سماج میں داخل ہونے کے لئے شدھی کی شرط لگانا آریہ سماج کے دائرہ کی وسعت کو کم کرنا ہے۔ جو شخص ویدوں کو مانے اور آریہ سماج کے دائرہ میں آنے کی خواہش کرے۔ اُس کو فوراً شامل کرلینا واجب ہے۔ ہاں۔ سوشیل تعلقات روا رکھنے کے لئے شدھی کو لازم قرار دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ کیونکہ جب تک اہل ہنود اپنے اطمینان کے لئے یہ نہ دیکھ لیں گے۔ کہ ایک شخص (جو پیشتر اہل اسلام یا عیسائیوں کے فرقہ میں شامل تھا۔ اور بہت سی ممنوع چیزیں کھاتا ہوگا) ہمارے سامنے باقاعدہ شدھ کیا گیا ہے۔ وے کبھی بھی اُس کے ساتھ تعلقات روا نہ رکھیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ آریہ سماج نے یہ ایک بڑا بھاری کام کیا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو ہندو کرلینا ممکن الوقوع کر دیا۔ مگر واضح رہے کہ یہ کام کرنا اور اِس کو رواج دینا آریہ سماج کے فرائض کا سوشیل پہلو ہے۔ نہ کہ آریہ سماج کا خاص الخاص مُدعا اور مقصد لہذا تعلقات پیدا کرنے کیلئے اہل ہنود کے لیڈرس (جسمیں کہ آریہ سماجی بھی شامل سمجھے جاویں) جس شخص کے لئے بھی شُدھی واجب سمجھیں۔ اُس کیلئے شُدھی ضروری ہے۔ ہاں۔ اتنا ضرور خیال چاہیئے۔ کہ شُدھی ایسے طریقہ پر ہونی چاہیئے۔ زمانہ اور وقت کے لحاظ سے طریق شُدھی معیوب نہ سمجھے جاویں۔ اور معقولیت پر مبنی ہوں۔ ورنہ بلحاظ معقولیت کے محض دلایل منقول کے بھروسہ پر رسومات شُدھی ادا کرنا معقول پسند اصحاب۔ کے نزدیک پوپ لیلا تصور ہوگی حاصل کلام یہ ہے۔ کہ آریہ سماج میں داخل ہونے کے لئے مسلمانوں اور عیسائیوں کیلئے شُدھی ضروری سمجھنا ہماری رائے میں ٹھیک نہیں۔ اور نہ ہم اُس منطق کی داد دینے کو تیار ہیں کہ جس منطق سے ویدوں سے مُنکر ہونیوالوں کیلئے شُدھی ضروری قرار دیگئی ہے اور ویدوں پر کسی نہ کسی طرح پہلے سے ہی ایمان رکھنے والوں کیلئے شدھی کی ضرورت نہیں قرار دیگئی جائے غور ہے کہ محض اُس منطق کی بدولت جینیوں اور برہمو کے لئے شُدھی ضروری قرار

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیگئی۔ ورنہ ان جماعتوں کے افراد کو آریہ سماج میں شامل کرتے وقت کسی کو شدھی کا خیال بھی نہ ہوتا۔ ناظرین ملاحظہ کریں۔ کہ سب ایڈیٹر صاحب آگے چلکر خود ہی لکھتے ہیں :۔

"بدقسمتی سے لکیر پر فقیر ہونا یہ ہماری کچھ عادت سی پڑ گئی ہے۔ ورنہ ہمارے بزرگ ایسے تنگ خیال و کوتاہ بین نہ تھے جیسے کہ ہم ہیں"۔

دوسرے سوال پر (یعنی "شدھی کس طریقے پر ہونی چاہیئے") جو بحث کی گئی ہے وہ ہماری رائے میں بہت ہی معقول اور قابل وقعت ہے۔ اور ہم اُن کی اِس تحریر سے کُلیتاً متفق ہیں یعنی "یہ خیال کہ سوامی جی ہمارے لئے سب کچھ کر گئے۔ سوامی جی کے مشن کو غارت کرنے والا خیال ہے۔ سوامی جی ہم بھولے بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتلا گئے اور ہماری دھارمک اور قومی ضرورتیں ہمیں سوجھا گئے اور سچ پوچھئے تو ایسا کرنے سے وہ تمام اہل ملک کی ذمہ داریوں کو عموماً اور آریوں کی خصوصاً بڑھا گئے۔ جن کاموں کو وے ملک کی بہبودی کے خیال سے جاری کر گئے ہیں اُن کو ترقی دینا اور مکمل بنانا اگر ہم اُن کے سچے پیرو ہیں۔ تو ہمارا خاص فرض ہونا چاہیئے۔ لیکن ہم دھارمک ضرورتوں کو قومی ضرورتوں سے وابستہ کرنے کے خلاف ہیں۔ قومی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے جو وسائل ہیں وہی دھارمک ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے واجب اور قابل عمل نہیں قرار دئے جا سکتے۔ یعنی یہ صریحاً ظاہر ہے۔ کہ اگر مسلمانوں و عیسائیوں و جینیوں و برہمو و پارسیوں کے لئے آریہ سماج میں لیتے وقت شدھی کی شرط ہوگی۔ تو آریہ سماج کا دائرہ بہت ہی محدود ہو جاویگا اور دیگر قوموں میں محض ایک نئی قوم اضافہ ہو جاویگی۔ اور آریہ سماج سوسائٹی ایک کاسموپالیٹن سوسائٹی نہ رہیگی"۔

شدھی کی ضرورت کو ہم بھی محسوس کرتے ہیں۔ مگر محض اس خیال سے کہ ایک مسلمان یا عیسائی کے ساتھ جو کہ ویدک اصول پر چلنے کا وعدہ کر چکا ہے۔ سوشیل تعلقات قائم ہوں اور قومی اتحاد بڑھے اس پر یہ سوال پیدا ہوگا کہ "شدھی کی ضرورت اُس کی ذاتی قابلیت کے لحاظ سے ثابت کی جاوے"۔ اس کے متعلق اول تو ہم سب اڈیٹر صاحب کی اس تحریر کو پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ "شدھی بذات خود ایک نہایت متبرک کام ہے۔ اور اسی لئے ہمارے شاستروں میں ہر ایک شخص کے لئے روزانہ شدھی کی ہدایت کی گئی ہے چنانچہ پنچ مہایگیہ بھی جو ہر شخص کے روزانہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرائض میں داخل ہیں۔ ایک قسم کے پرائشچت ہیں جو شدھی کے لئے کئے جاتے ہیں۔ پس اگر اس پہلو سے بھی دیکھا جائے تو شدھی کا ہونا ہمارے عیسائی اور مسلمان بھائیوں کی زیادہ خوشنودی کا باعث ہونا چاہیئے نہ کہ دلشکنی اور ناراضگی کا۔ کیونکہ شدھی کے ذریعہ سے وے جس پاکیزگی اور صفائی کو حاصل کرتے ہیں۔ ہندو اُس سے محروم رہتے ہیں۔" اس تحریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ شدھی سے پاکیزگی اور صفائی حاصل ہوتی ہے۔ ہم کو بھی اس رائے سے اتفاق ہے۔ لیکن ہماری رائے میں شدھی سے "وجسم کی اندرونی و خارجی شدھی" مقصود ہے اور تھوڑا بہت من پر بھی اثر پڑتا ہے۔ یعنی شدھی مُروّج سے آتما کی شدھی نہیں ہوتی۔ آتما کی شدھی گیان اور کرم کی فضیلت پر مبنی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمان اور عیسائی اشُدھ کیوں سمجھے جاتے ہیں ہماری رائے میں تو وجہ یہ ہے کہ اُن کے گوشت خوار ہونے سے یا اُن کے مذہب میں ایسی چیزوں کا کھانا مروج ہونے سے کہ جو اہل ہنود میں ممنوع ہیں۔ ہندو لوگ اُن کو اشُدھ سمجھتے ہیں۔ اس لئے اعتراض یہ ہوگا کہ "اہل ہنود میں بہت سے فرقے گوشت کھاتے ہیں۔ اور پورب کی طرف کے براہمن تو خوب ہی کھاتے ہیں۔ اگر مسلمان وہ گوشت کھاتے ہیں جو ہندوؤں کے یہاں ممنوع ہے۔ تو بہت سے ہندو وہ گوشت کھاتے ہیں جو مسلمانوں کے یہاں ممنوع ہے۔ تو پھر گوشت خواری کے لحاظ سے ہم میں اور اُن میں فرق کیا رہا۔" اس اعتراض پر ہندوؤں کی جانب سے یہی جواب ہو سکتا ہے۔ کہ "تم کو اشدھ سمجھنا ہماری طبیعت ثانی ہو گئی ہے۔ اور چونکہ تم ویدک اصولوں کو مانتے ہوئے ہم سے سوشیل تعلقات کے خواہشمند ہو اس لئے ہم اپنے اطمینان کے لئے شدھی روا رکھتے ہیں۔" مگر دریں حالت آریہ سماج کا فرض ہے۔ کہ سناتن دھرمیوں کی دلجوئی کو مدنظر رکھتے ہوئے شدھی کے فوائد کو سناتن دھرمیوں پر بھی روشن کرتا رہے۔ تاکہ وہ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ہندو چاہے گوشت خوار ہو یا کسی اور لحاظ سے اشُدھ ہو مگر شدھی سے ہمیشہ بری ہے اور مسلمان چاہے کتنا ہی پرہیزگار متقی اور گوشت سے قطعی نفرت کرنے والا ہو مگر اُس کے لئے شدھی ضروری ہے اور اسی طرح پر رفتہ رفتہ لکیر پر فقیر ہونے کی عادت چھوٹ جائیگی۔ رہی یہ بات کہ شدھی کس طریقے پر ہونی چاہیئے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طریقہ معقول ہو اور ایسی چیزوں سے شدھی ہو کہ جن کو عموماً شدھ کرنے والی سمجھا جاتا ہو۔ مثلاً گوبر اور گوموتر سے آچمن کرانے میں ضرور اعتراض ہوگا۔ کیونکہ گوموتر گوبر کھانے" یا "منہ میں ڈالنے" کے لحاظ سے ضرور ناپاک سمجھے جاتے ہیں۔ اور گوبر یا گوموتر کا آچمن اس منطق کی بنا پر جائز نہیں قرار دیا جاویگا کہ چونکہ گوموتر اور گوبر سے ہندو لوگ اپنے مکانات صاف کرتے ہیں۔ لہذا منہ میں ڈالکر جسم کی بھی صفائی کردی جاوے۔ باقی جو طرایق شدھی ہیں اُن کے متعلق بھی ہم اپنی رائے ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں +

برت رکھانا بہت عمدہ بات ہے۔ کیونکہ اس طریقہ میں ایک گوشت خوار کے بدن کے اندرونی خراب بخارات اور جتنا بھی کہ خراب مادہ بھرا ہوا ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔ ناپاک جذبات تھوڑے بہت دور کرنے کے لئے برت رکھنا یا رکھانا ایک بہت ہی عمدہ نسخہ ہے۔ اور برت کے بعد تازہ میوہ جات کھانے کو دئے جاویں تو برت رکھنے والے کے لئے بہت ہی مفرح ہوگا۔ اور حکمت کی رو سے خون کو بھی صاف کریگا۔

دان کرانا بھی عمدہ بات ہے تاکہ سخاوت کی عظمت اس شخص پر روشن ہو اور غربا کو اُس سے فائدہ ہو لیکن جسم کی صفائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا یعنی یہ اُس کی مرضی پر چھوڑ دینا واجب ہے۔ ممکن ہے کہ وہ پیشتر ہی سے بڑا سخی ہو یا دینے کے قابل نہ ہو۔ دان کرانے سے من پر ضرور اثر پڑتا ہے۔ لیکن من کی شدھی بڑی ریاضتوں سے حاصل ہوتی ہے۔ جپ بھی بذات خود اچھی چیز ہے ویدمنتروں کے اُچارن بہت ہی مفید مانے گئے ہیں اور اگر Theory of repetition کا لحاظ رکھا جاوے تو جپ کا اثر دل و دماغ پر بہت ہوتا ہے۔ سر مُنڈوانا بھی اچھا ہے۔ تاکہ سر کی صفائی ہو۔ سر کے بالوں میں اکثر غلاظت کی وجہ سے بو آیا کرتی ہے۔ بلکہ بہت اصحاب تو سال بھر میں ایک دفعہ سر منڈوانے کو ایک بہت ہی فائدہ مند بات سمجھتے ہیں۔ اشنان سب میں زیادہ ضروری ہے۔ لیکن گرم پانی کا اشنان زیادہ مفید ہے۔ تاکہ مسامات کھل جاویں اور غلاظت دور ہو۔ ہون کرانا بہت ہی مناسب ہے۔ اس کے فوائد سب پر روشن ہیں۔ غرضیکہ جسم کی شدھی معقول طرائق سے حتی الوسع کرائی جاوے تاکہ اہل ہنود کا اطمینان ہو جاوے کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ہاں۔ اب شدھی ہوگئی" ٭

شُدھی کا تذکرہ سنسکار ودھی میں ہمارے خیال میں اس لئے نہیں آیا کہ سوامی جی کو یہ خیال بھی نہیں تھا۔ کہ مسلمانوں عیسائیوں وغیرہ کو آریہ سماج میں داخل کرنے کے لئے شدھی ایک ضروری بات ہے۔ ورنہ کیسے ممکن تھا۔ کہ وہ آریہ سماج میں داخل ہونے کی شرط کا تذکرہ نہ کرتے ہماری رائے میں مسلمان اور عیسائی شدھی کو بُرا نہیں سمجھتے لیکن اُن کو قدرتاً یہ بُرا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سناتن دھرمی باوجود گوشت کھانے والا ہونے اور شراب خور ہونے کے بھی محض بوجہ اس کے کہ وہ ویدوں پر پہلے سے ہی ایمان رکھتا ہے شدھی سے بری ہے مسلمانوں اور عیسائیوں کو ضرور حیرت ہوگی کہ شدھی کو ویدوں پر ایمان لانے یا نہ لانے سے کیا نسبت۔ کیا شدھی میں یہ تاثیر ہے کہ ویدوں پر ایمان ظاہر کرنے والوں کے عقیدے بالکل مستقیم ہو جاوینگے۔ غرضیکہ جو اصحاب آریہ سماج میں داخل ہونے کے لئے مسلمانوں عیسائیوں جینیوں اور برہمو پر شدھی کی قید لگاتے ہیں اُن کو چاہیئے کہ ثابت کریں کہ شدھی اُن جماعتوں کے لئے کیوں ضروری ہے ٭

۲۔ اِندر اور ہم

اب ہم دوسرے مضمون بعنوان "اِندر اور ہم" کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ اس کا غصّہ بالخصوص پنچ گویہ (جس کو بعض اصحاب پنچ گبیہ بولنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں) سے آچمن کرانے پر تھا۔ کیونکہ ان الفاظ کا عام مفہوم یہ ہے کہ اُن پنچ رتنوں میں علاوہ شہد۔ دہی۔ اور دودھ کے گوموتر اور گوبر بھی شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی بھی ذی ہوش شخص سنیگا کہ اس شائستگی کے زمانے میں آریہ سماجیوں نے ایک پرش کو دینے اُس کی استری کو شُدھ کرنے کے لئے گوبر اور گوموتر اُن کے منہ میں ڈالا۔ وہ بالضرور کہیگا کہ کیسی شرم کی بات ہے کہ آریہ سماجی جو rationalists ہونے کا دعوے کرتے ہیں ایسی فضول اور ناپاک رسومات کو روا رکھتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ شدھ نرمل جل سے آچمن کرائی جاتی اور سیب اور انگور کھلائے جاتے ایسی چیزوں سے منہ کو شدھ کرنا کہ جو غالباً کسی کی بھی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خورد و نوش میں شامل نہیں ہوتے معیوب نہیں تو کیا مرغوب اور مقبول ہے۔ مگر
اب تو معاملہ ہی دگرگوں ہو گیا۔ یعنی آریہ سماچار میں ایڈیٹر صاحب کا مضمون شائع
ہوتے ہی معاملہ متنازعہ پر بحث کا خاتمہ ہو گیا۔ ایڈیٹر صاحب فرماتے ہیں "دوشدھی
متنازعہ میں فی الواقع گوموتر اور گوبر استعمال نہیں کرایا گیا۔ ہمارے پہلے نامہ نگار کے
قلم سے بجائے پنچامرت کے لفظ پنچ گویہ نکل گیا اور پروف دیکھنے میں بھی یہ غلطی نظر انداز
ہو گئی"۔ لیکن اس کے بعد میں آپ یوں رقمطراز ہیں۔ "چونکہ امر واقع سے ہم لوگ واقف
تھے کسی کے ذہن میں یہ خیال بھی پیدا نہ ہوا جس خیال نے اندر کو اس قدر پیچ و
تاب میں ڈالا۔ اگر مہاراج اندر جو آریہ سماج کی ہوا خواہی کا دم بھرتے ہیں قبل اس
کے کہ آریہ سماج کانپور کی کرتوت کو پبلک میں لانے کی تکلیف گوارا کرتے آریہ سماج
سے ہی پہلے جواب طلب کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا"۔ ہم! ایڈیٹر آریہ سماچار سے بہ ادب
تمام دریافت کرتے ہیں کہ مفصلات کے اشخاص کو معاملہ متنازعہ کی خبر آپ کے رسالہ
ہی سے تو پہنچی تھی۔ اور اُن اشخاص کا امر واقعہ سے واقف نہ ہونا آپ ہی کے رسالہ
کی بدولت ہوا۔ تسپر آپ اندر سے کہتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے آریہ سماج سے کیوں نہ پوچھ
لیا۔ خوب۔ گویا ہم یوں سمجھیں کہ آپ کے رسالہ میں جو کچھ شائع ہوتا ہے وہ مستند
نہیں اور راست نہیں اور جو واقعات کہ اس میں شائع ہوا کریں اُن کی راستی یا
صداقت کے اطمینان کے لئے کسی باوقعت سوسائٹی سے پرائیویٹ خط و کتابت
کرے اور جب تک اطمینان نہ ہو آریہ سماچار کی تحریر پر حرف گیری کرنا یا
کوئی اعتراض کرنا گناہ عظیم سمجھا جاوے۔ مگر ایڈیٹر صاحب! آپ نے یہ جملہ معترضہ
کیا لکھ مارا کہ مہاراج اندر آریہ سماج کی ہوا خواہی کا دم بھرتے ہیں۔ ہماری رائے
قاصر میں تو ایسے ذاتی حملوں کے روا رکھنے سے مضمون زیر بحث متانت اور سنجیدگی
کے پایہ سے بلاشبہ گر گیا۔ مگر اس قسم کی تحقیقات ہم آیندہ کرینگے۔ یہ ہم ضرور سمجھے
ہوئے ہیں اور بلا پکش کے کہتے ہیں کہ اندر کا مدعا زیادہ خوش اسلوبی و خوبصورتی
سے پورا ہوتا اگر وہ کریہ وغیر فصیح الفاظ کو اپنے مضمون میں استعمال نہ کرتا کیونکہ
اسی کی شرمناک کرتوت اس کرتوت کے نقائص و عیوب بتلانے والے کو یہ حق
نہیں بخشدیتی کہ وہ نقائص ظاہر کرتے وقت تہذیب کے تقاضوں سے بری الذمہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوجاوے اور اس بارہ میں ہم بلا پس وپیش کہتے ہیں کہ اندر اپنے Criticism میں حد اعتدال سے متجاوز ہوگیا۔ خصوصاً گؤ موتر کا گائے کے خون سے مقابلہ کرنا ایک بہت ہی نازیبا بات تھی کیونکہ ہندوؤں کے پاس بھی اس کا جواب موجود ہے مگر اس قسم کی فضول بحث اندر کی شان کے شایاں نہیں ہے آریہ سماج کا ساتواں اصول ہے کہ سب سے پریتی پورک دھرم انوسار یتھا یوگیہ برتنا چاہیئے مگر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ غلطیاں انسانوں سے ہی ہوا کرتی ہیں۔ اندر کی سخت الفاظ سے کوئی اور نتیجہ نکالنا اور اس کی صدق دلی میں شک وشبہ کرنا ہماری کج فہمی پر محمول ہوگی بلکہ دراصل ہمارے اندرونی جذبات کی کیفیت روشن ہوگی۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ باوجودیکہ اندر کا مضمون سخت ضرور تھا مگر ذاتی حملوں سے بالکل پاک تھا اس نے جو کچھ لکھا اور جیسے بھی لکھا وہ معاملہ متنازعہ ہی پر لکھا۔ مگر اس مضمون پر جو جوابات شائع ہوئے ہیں ان میں ذاتی حملے بھی موجود ہیں اور بہت سی ایسی غیر متعلق باتیں قلمبند ہیں جو اصل معاملہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں بلکہ باعث دلازاری بھی ہیں۔ اور ہماری رائے میں محض پریشانی طبیعت کا اظہار ہے۔ اب مضمون زیر بحث کے متعلق اپنی تحقیقات شروع کرتے ہیں۔ اول تو یہ شروع ہی فقرہ ملاحظہ ہو "ہمیں خوف ہے کہ محض اندر کا کوپ کہنے سے ہی ہم پوپ نہ سمجھ جائیں"۔ ہم صدقاً کہتے ہیں کہ ہم اس فقرہ کے معنی نہیں سمجھے اور ہم کو ایڈیٹر صاحب کا خوف بالکل بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ البتہ اتنا ضرور سمجھ گئے کہ پوپ کا قافیہ کوپ سے خوب ملا مگر یہ نہیں سمجھے کہ محض اندر کا کوپ کہنے سے ہی پوپ سمجھے جانے کا خوف کیوں ہوا۔ دوسرا فقرہ ملاحظہ ہو "آریہ سماج کانپور نے تو یہ ستم ڈھایا کہ ایک عیسائی کی شدھی برت۔ جپ۔ اشنان اور منڈن وغیرہ کے ساتھ کر ڈالی۔ آریہ سماج نے یہ گناہ کیا کہ اس شدھی کا حال بلا کسی حاشیہ کے شائع کر دیا۔ افوہ۔ یہ کیا غضب ہوگیا۔ یہ کیا طوفان بے تمیزی برپا ہوا کہ اندر کا سنگھاسن ہل گیا"۔ اس فقرہ کی ملاحظہ ہو۔ اور صداقت کے لحاظ سے ہم اس مذکور الصدر فقرہ کو یوں لکھنا مناسب سمجھتے ہیں "آریہ سماج کانپور نے تو یہ ستم ڈھایا کہ ایک عیسائی کی شدھی گؤ موتر گوبر سے آچمن کرا کے کی یا اس طریق سے کرنی مشتہر کی۔ آریہ سماچار نے یہ گناہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ اُس شدھی کا حال بلا کانٹی تحقیقات کے شائع کر دیا۔ اور پروف دیکھنے میں پنچ امرت اور پنچ گویہ میں فرق محسوس نہ کیا اور یہ مفروض کر لیا کہ پڑھنے والے پنچ گویہ سے پنچ امرت سمجھینگے" اب شاید ناظرین تھوڑا بہت سمجھ جاویں کہ "کیا غضب ہوا تھا" اور کیا طوفان بے تمیزی برپا ہوا تھا" اندر کا سنگھاسن ہلا یا نہیں۔ یہ وہی شخص جان سکتا ہے جو اس قدر غیب داں ہو کہ یہ بھی بتلا دیوے کہ فلاں فلاں شخص کو الہام ہوتا ہے فلاں شخص انسانیت کے درجے کو عبور کر چکا ہے۔ فلاں شخص باطن میں ایسا ہے اب تیسرا فقرہ ملاحظہ ہو۔ "بھلا کجا اندر اور کجا آریہ سماچار۔ کجا ہم اور کجا مہاشہ دھرم پال۔ ہمارا اُن کا مقابلہ ہی کیا۔ ہمیں نہ کبھی حوران بہشتی کی تمنا نے ستایا۔ نہ ہمیں کبھی آریہ سماج کی موت کا خواب پریشان آیا۔ نہ کبھی دولتی بازی کے مضامین ہم نے لکھے۔ نہ کبھی فرمیسنری کے عہدہ داران کا خول اُڑایا۔ بھلا ہم اور اندر آسمن تک پہنچنے کا دعوے کریں" اس فقرہ کی متانت و سنجیدگی و تہذیب ملاحظہ ہو۔ کجا اصولی بحث کا دعوے اور کجا یہ مہذبانہ مذاق۔ کجا معقول جواب دینے کی فکر۔ اور کجا یہ صلواتیں۔ کجا معاملہ متنازعہ پر ذاتی رائے کا اظہار اور کجا غیر متعلق باتوں پر دل کا غبار۔ آپ لکھ چکے ہیں کہ "سخت کلامی اور دلآزاری ویدک دھرم کے لوازمے نہیں ہیں" ہماری رائے میں تو آپ کی مذکورہ بالا تحریر مہاشہ دھرم پال کی دلآزاری ضرور کریگی۔ سچ ہے۔ دوسروں کو نصیحت کرنا آسان ہے مگر اُس نصیحت پر خود عامل ہونا مشکل ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

ہر کہ تامل نکند در جواب بیشتر آید سخنش ناصواب

اب ناظرین اُن فقروں کا ملاحظہ کریں کہ جن سے یہ روشن ہو کہ اندر کا مضمون آریہ سماچار کی سلامت روی میں کہاں تک خلل انداز ہوا ہے:۔ (۱) "آریہ سماچار صفحات بیہودہ و غیر مہذب مضامین کا نقش قبول کرنے پر قادر نہیں ہے" (۲) "اس قسم کے مضامین غیر صحیح المذاق لوگوں میں کسی اخبار کی شہرت یا اشاعت کے باعث ہو جائیں تو ہو جائیں" (۳) "لیکن آریہ سماج کانپور کے ممبران کے حق میں یہ بے انصافی ہوگی کہ اُن پر لگائے گئے بیجا الزامات کے جواب دینے کا اُنکو موقع نہ دیا جائے" ناظرین غور کریں کہ اگر آریہ سماچار کی سلامت روی میں خلل نہ پڑتا تو کیا ممکن

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا کہ فقروں اور الفاظ کی ترکیب ایسی غیر مانوس ہوتی کہ علاوہ عبارت کو خراب کرنے کے اصل مفہوم بدل جانے کا بھی احتمال ہوتا۔ چونکہ Criticism جہانتک ہو سکے Constructive ہونا واجب ہے۔ لہذا ہم اُنہیں فقروں کو اس طرز پر لکھے دیتے ہیں کہ جس سے سلامت روی قائم رہے۔ (۱) صفحات آریہ سماچار مضامین بیہودہ و غیر مہذب کے نقش کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں ہماری زبان الفاظ غیر مہذب سے مانوس نہیں ہے۔ ہمارا قلم الفاظ غیر مہذب تحریر کرنے پر قادر نہیں ہے (۲) ممکن ہے کہ اس قسم کے مضامین ایک خاص مذاق والے لوگوں میں کسی اخبار کی شہرت یا اشاعت کا سبب ہو جاویں۔ ممکن ہے کہ اس قسم کے مضامین ایک خاص مذاق والے لوگوں میں کسی اخبار کی شہرت یا اشاعت کے باعث مقبول ہو جاویں۔ (۳) لیکن آریہ سماج کانپور کے ممبران کے حق میں یہ بے انصافی ہوگی کہ اُن کو اُن الزامات کے جواب دینے کا موقع نہ دیا جاوے جو کہ اُن پر لگائے گئے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو "اگرچہ ہم مہاشہ دھرم پال کو بلحاظ اُن کی قابلیت کے ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں لیکن ہم نے اُن کو وید و شاستروں و رشی کرت گرنتھوں کا عالم کبھی نہیں سمجھا اور ویدک دھرم و مسائل شاستری کے متعلق اُن کی بیوستھا ماننے کبھی آمادہ تھے نہ اب تیار ہیں"۔ اوّل تو ہم لفظ قابلیت کے معنی نہیں سمجھے کس قسم کی قابلیت مراد ہے۔ علمی یا تحریری یا تقریری یا جسمانی یا روحانی یا دماغی۔ کیونکہ ایسے موقعہ پر لفظ قابلیت کا تنہا استعمال بے معنی تصور ہوگا۔ مہاشہ دھرم پال کو وید شاستروں میں عالم نہ سمجھنا۔ آپ نہ سمجھئے۔ مگر یہ کونسا شاستر کا اصول ہے کہ آپ محض اُسی شخص کے اصولی اعتراضات کا جواب دیں جس کو آپ عالم سمجھتے ہوں۔ کیا اسی کا نام اصولی بحث ہے۔ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اصولی اعتراضات کے جواب دینے میں نہ تو یہ لازمی ہے کہ اعتراض کرنے ضرور عالم ہی ہو۔ نہ یہ ضروری ہے۔ کہ جواب دینے والا اُس کو عالم سمجھتا ہو۔ ایڈیٹر صاحب کی منطق عجیب و غریب ہے۔

اندر نے جو اصولی اعتراضات کئے تھے اُن کا جواب تو ہمارے ناظرین

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر ہی چکے اب اندر کے اُن اعتراضات کی بابت جو کہ دلائل معقول پر مبنی ہیں آریہ سماچار کی منصف مزاجی اور معقولیت ملاحظہ ہو۔ آپ لکھتے ہیں:۔ "اندر کے اعتراضات کی معقولیت کا اندازہ ناظرین اسی ایک امر سے کر سکتے ہیں کہ امیدوار شدھی کے ٹرائل میں رکھے جانے پر اس قدر ناراض ہیں کہ آسمان سر پر اٹھا لیا" اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ "ہم نہیں کہتے ہیں کہ آریہ سماج میں کسی شخص کو لیتے وقت اُس کی جانچ پڑتال نہ کی جاوے" کیا ٹرائل اور جانچ پڑتال میں کچھ فرق ہے"۔ مہربان من۔ فرق بیشک نہیں۔ مگر ہماری رائے میں آپنے اندر کا اعتراض غلط طور پر مشتہر کیا۔ اُس کا اعتراض محض ٹرائل میں رکھے جانے پر نہ تھا۔ بلکہ ۳ ماہ کی ٹرائل میں رکھے جانے پر تھا اور یہ آپ خود بھی محسوس کر سکتے ہیں کہ "ٹرائل ۳ ماہ" اور "جانچ پڑتال" آپس میں مترادف نہیں ہیں۔ علاوہ بریں ہماری سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا کہ کسی شخص کی نیک نیتی اور نیک چلنی ایک خاص عرصہ تک زیر امتحان رکھنے سے کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر اس طریقہ سے نیک نیتی معلوم ہونی ممکن ہو تو ہمارے خیال میں شاید بہت سے معمے حل ہو جاویں۔ مگر تعجب خیز بات یہ ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی نیک نیتی معلوم کرنے کو تو ۳ ماہ درکار ہیں۔ لیکن ایک سناتن دھرمی کی نیک نیتی کا امتحان صورت دیکھتے ہی ہو جاتا ہے (The one is a psychologic problem, the other is a physiognomic one.

سعدی صاحب یہ فرما گئے ہیں ؎

توان شناخت بیک روز در شمائل مرد — کہ تا کجاش رسیدست پایگاہ علوم
بے زباطنش ایمن مباش و غرہ مشو — کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ کیا آریہ سماج میں بجز نیک نیت اور نیک چلن شخصوں کے کوئی بدچلن اور بدنیت شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا آریہ سماج میں داخل ہو جانا نیک نیتی اور نیک چلنی کا سرٹیفکٹ پا جانا ہے۔ اگر آریہ سماج میں محض نیک چلن شخصوں کا ہی داخل ہونا مدنظر ہے۔ تو داخل ہونے کے بعد نیک چلنی قائم رکھنے کے لئے کیا انتظامات ہیں۔ یا یہ مفروض ہے کہ آریہ سماج کا ممبر بدچلن اور بدنیت ہو ہی نہیں سکتا۔ ہماری رائے میں تو یہ سنسار کا اوپکار کرنا نہ ہؤا۔ کیونکہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیک نیت اور نیک چلن شخصوں کی وقعت اور عزت تو ہر جگہ ہی ہوتی ہے خصوصیت اور خوبصورتی تو اُس وقت تھی کہ بدچلن اور بدنیت شخص بھی آریہ سماج میں داخل ہو کر نیک چلن اور نیک نیت بن جاتا۔ یعنی بدنیت اور بدچلن شخصوں کے لئے آریہ سماج کا دروازہ بند ہونا ہماری رائے میں ٹھیک نہیں۔ آریہ سماج دیانند کے اُصولوں کو ماننے والوں کی سوسائٹی ہے نا کہ ایسی سوسائٹی جس میں محض نیک نیت اور نیک چلن شخص ہی داخل ہو سکتا ہے۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ ہر سناتن دھرمی آریہ سماج کا ممبر ہو سکتا ہے اور ہم کو جہاں تک علم ہے۔ کسی آریہ سماج میں نیک نیتی اور نیک چلنی کا امتحان نہیں لیا جاتا۔ اور نہ لیا جانا چاہئے لیکن آریہ سماج کانپور کے قواعد داخلہ عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔ اب ایک اور تحریر ملاحظہ کیجئے:۔ "اگر جانچ پڑتال کرنا فرض ضروری ہے تو محض اس وجہ سے کہ ایک معاملہ میں اس فرض کے ادا کرنے میں پہلوتہی اور غفلت کی گئی ہے۔ دوسرے معاملہ میں اُسی فرض کا ادا کرنا شرمناک قرار دینا عجیب و غریب منطق ہے" ہماری رائے میں واقعات کی بنا پر جو نتیجہ نکالا گیا ہے۔ وہ عجیب و غریب قطعی نہیں ہے۔ رہا منطق کا عجیب و غریب ہونا یہ الفاظ کی ترکیب پر منحصر ہے اور ترکیب خود ایڈیٹر صاحب ہی کی طبعزاد ہے۔ ہمارے خیال میں اگر الفاظ کی ترکیب یوں ہو تو منطق عجیب و غریب معلوم دے:۔ "آریہ سماج میں کسی شخص کو لیتے وقت جانچ پڑتال ضروری ہے ایک گروہ کے افراد کے ساتھ جانچ پڑتال کو قطعی نظر انداز کر دینا اور دوسرے گروہ کے افراد کے ساتھ ۳ ماہ تک جانچ پڑتال روا رکھنا (درحالتیکہ آریہ سماج ایک ایسی سوسائٹی ہے۔ جو گن کرم وسبھاؤ کو پردھان مانتی اور مناتی ہے اور ذات پات یا قوم کی قیود سے بالکل مبرا ہے) جتنے کہ ایک گروہ کے افراد کو یہ سمجھنے کہ وے دوسرے گروہ کے افراد سے افضل ہیں۔ بلا مبالغہ آریہ سماج کے لئے شرمناک بات ہے" ایک اور تحریر بھی قابل غور ہے:۔ "اندر نے بھگوت پرشاد سائل شاہجہانپوری کے ہاتھ سے پان الائچی تقسیم کرانے پر آریہ سماج کانپور کو مکار اس بنا پر قرار دیا کہ پشمو تر دیش میں مسلمانوں کے ہاتھ سے پان الائچی کھانا کچھ بُرا نہیں سمجھا جاتا" اس وقت اندر کا مضمون ہمارے سامنے موجود نہیں ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مگر اتنا ہم کو ضرور یاد ہے کہ اِندر کا یہ دوسرا نتیجہ بھی غلط طریقہ پر مشتہر ہوا۔ آریہ سماج کانپور دراصل اس بنا پر مکار قرار دی گئی تھی کہ ممبران سماج نے اُس بیچارے کے لئے تو گوموتر اور گوبر منہ میں ڈالنا روا رکھا اور اپنے لئے پان الائچی کا انتظام کر رکھا تھا۔ یعنی جبکہ کوئی مہذب اور ذی ہوش آدمی تفریح کے لئے گوبر اور گوموتر کو پی دینے کی چٹنی اور عرق لیمو سمجھ کر نہیں چکھتا تو پھر ان دونوں کو محض سائل شدھی کے لئے روا رکھنا اور آپ پان الائچی اُڑانا کیسا فعل کہلاویگا۔ سب ایڈیٹر صاحب نے اپنے مضمون میں ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ "شدھی بذات خود ایک نہایت ہی متبرک کام ہے۔ اور اسی لئے ہمارے شاستروں میں ہر ایک شخص کے لئے روزانہ شدھی کی ہدایت کی گئی ہے"۔ دریں صورت اگر حاضرین جلسہ بھی فرداً فرداً شدھی کے فوائد و اُس کی عظمت کو محسوس کرتے ہوئے سائل شدھی کے ساتھ ساتھ یا اُس سے پہلے یا اُس کے بعد گوموتر اور گوبر منہ میں ڈالکر اپنی اپنی شدھی کرتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ ورنہ "آنچہ بر خود نپسندی بر دیگراں مپسند"

اب ایک آخری تحریر اور ملاحظہ ہو۔ "آریہ سماج کی ہوا خواہی کے پردے میں مہاشہ دھرم پال جی کا اپنے یاران دیرینہ مسلمان بھائیوں کو اشتعال دینا جیسا مضمون زیر بحث کے آخر میں کیا گیا ہے ہمارے نزدیک سخت افسوسناک و خطرناک ہے۔ آریہ سماجوں کو اس خطرے سے متنبہ ہونا چاہیئے"۔ یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ اِندر کا فقرہ معلوم لکھنا اس کے غصہ کی انتہا تھی۔ اور واقعی قابل افسوس ہے۔ لیکن محض اس بنا پر یہ یقین کر لینا کہ مہاشہ دھرم پال ظاہر میں آریہ سماج کے دوست بن رہے ہیں مگر باطن میں دشمن جانی ہیں۔ اور اس عقیدے کے بھروسہ پر سماج دنیا میں Alarm bell بجا دینا کہ مہاشہ دھرم پال سے آریہ سماج ہوشیار رہے۔ اِندر کی غلطی کے مقابلہ میں زیادہ افسوسناک اور خطرناک ہے۔ آریہ سماج کو ایسی کمزور طبیعت والے آدمیوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے +

۳۔ آریہ سماج کے نادان دوست

اب ہم تیسرے مضمون بعنوان "آریہ سماج کے نادان دوست" کی جانب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متوجہ ہوتے ہیں۔ اس مضمون کی تمہید میں اس رائے کا اظہار ہوا ہے کہ مہاشہ دھرم پال دراصل آریہ سماج کے دشمن ہیں اور نیز یہ کہ اُن کو دھرم پال نہ سمجھا جاوے بلکہ مولوی عبدالغفور سمجھا جاوے۔ چونکہ مضمون زیر بحث میں مہاشہ دھرم پال کی کم سنی پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نویس صاحب غالباً کوئی باعُمر شخص ہیں۔ لہٰذا ہم کو تعجب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عمر رسیدہ شخص نے ایک کم سن شخص کی سخت الفاظی کی بنا پر اُس نوعمر جوشیلے شخص پر آخری فتوے کیسے دے دیا۔ اور اس فتوے کی تائید میں یہ قول پیش کر دیا ؎

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست نرود جز بوقت مرگ از دست

ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اگر اس قول پر بچوں اور جوانوں کو اخلاقی تعلیم دینے والے بھی کاربند ہو جاویں تو اخلاقی تعلیم کا سوال ہی رد ہو جاوے۔ بدچلن شخص نیک چلن ہونے سے رہا۔ کسی کی بدعادت ترک ہونے سے رہی۔ لیجئے اخلاقی تعلیم کا مسئلہ کیسے سہل طریقے پر حل ہو گیا۔ ایسے موقعہ پر تو وہ مثل صادق آتی ہے ؎

گر ایں مکتب ست و ایں مُلّا کار طفلاں تمام خواہد شد

ہم کو تعجب ہے کہ یہ قول اُس وقت کیوں یاد نہیں آتا کہ جس وقت لوگوں کو سماج میں داخل کرنے کی غرض سے اُن کی بدنیتی اور بدچلنی کی جانچ ہوتی ہے اور ۳ ماہ تک ٹرائل میں رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ جب یہ ایک امر مسلمہ ہو گیا کہ بدعادت موت ہی کے وقت دور ہوتی ہے۔ تو پھر کیوں کسی بیچارے کو ٹرائل میں رکھکر ذلیل کرتے ہو۔ ہاں۔ اگر بات ہو۔ کہ سماج میں نیک نیت اشخاص ہی داخل ہو سکتے ہیں اور بدنیت آدمیوں کے لئے سماج کا دروازہ بند ہے تو البتہ دوسری بات ہے ہم کو خوف ہے کہ اگر نیک نیتی کی شرط سماج میں داخل ہونے کے لئے قائم ہو گئی تو بہت سے شخصوں کو آریہ سماج کو آخری نمستے کہنی پڑیگی ورنہ بحالت موجودہ جو کیفیت ہے وہ عنقریب سب پر روشن ہے۔ مہاشہ دھرم پال نے تو محض گوبر اور گوموتر سے آچمن کرانے ہی پر اپنے غصّہ کا اظہار کیا تھا۔ اور آریہ سماج کانپور کی اس حرکت کو خلاف تہذیب بتلایا تھا۔ مگر مضمون نویس صاحب نے ضعیف العمری کے زمانہ میں مہاشہ دھرم پال کے مضمون پر اس قدر غصّہ کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اظہار کیا کہ اُن کو مسلمان سمجھنا شروع کر دیا اور اُن سے قطعی نا اُمید ہو گئے۔ ایسے وقت میں مہاشہ دھرم پال جی اپنے دل میں کہتے ہونگے ؎

کس کی ملت میں گنوں آپکو بتلا اے شیخ تو کہے گبر مجھے گبر مسلماں مجھ کو

اور اندر کے مضمون ہی پر کیا موقوف ہے۔ مضمون نویس صاحب کو تو ترک اسلام شائع ہوتے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ مہاشہ دھرم پال کو ویدک دھرم سے عملاً کتنا پیار ہے۔ ایڈیٹر صاحب نے لکھا تھا کہ اندر کو الہام ہوتا ہے جس کو خدا جانے یا ایڈیٹر صاحب۔ مگر مضمون نویس صاحب کا الہام تو خود آنجناب ہی کے بیان سے ثابت ہے۔ ایسے موقع پر تو ہم کو مہاشہ دھرم پال کی جانب سے حافظ کا ایک قول یاد آتا ہے ؎

الا اے پیر فرزانہ مکن عیبم زمے خانہ کہ من در ترک پیمانہ دل پیماں شکن دارم

اور تعجب معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے تعصب اور اپنی بد گمانی کو ایسی بے خوفی سے روشن کرتا ہے وہ کسی معاملہ پر متانت و سنجیدگی سے اصولی بحث کیسے کر سکیگا۔ کیا کوئی ذی ہوش شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اندر کا مضمون تنازعہ ایسا تھا کہ جس سے مہاشہ دھرم پال ویدک دھرم کا دشمن قرار دیا جاوے۔ ایک گمنام ضعیف العمر آریہ سماجی مہاشہ دھرم پال کو "نادان دوست" کا لقب بخشتے ہیں اور خود "دانا دوست" سمجھے جانے کے امیدوار ہیں۔ بالفرض اگر مہاشہ دھرم پال نے نادانی بھی کی تھی تو کیا دانا آدمیوں کا یہ کام ہے کہ سخت تحریر کی برداشت نہ کر کے اُس تحریر لکھنے والے سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو جاویں۔ ہمارا تو یہ خیال ہے۔ کہ ایک ضعیف العمر تجربہ کار دانا کو اس مقولہ پر کاربند ہونا چاہئے ؎

اگر نادان بوحشت سخت گوید خردمندش بہ نرمی دل بجوید

نادان کو دشنام دہی یا سخت الفاظی پر دانا کو تحمل کرنا واجب ہے۔ مگر تحمل تو کجا۔ مضمون نویس صاحب نے ہماری رائے میں اپنے دل کا غبار نکالنے میں کوئی کسر تو باقی رکھی نہیں۔ اب ہم اس مضمون کے متعلق اپنی تحقیقات شروع کرتے ہیں ؛

راندر کے اس اعتراض پر کہ "بھگوت پرشاد کو ۳ ماہ تک ٹرائل میں کیوں رکھا گیا"۔ جواب دیا جاتا ہے کہ "جب ایک طالبعلم بھی بلا امتحان کے کسی کلاس میں داخل نہیں ہو سکتا تو اگر دھرم کے طالب کو آریہ سماج کانپور نے اپنے اطمینان کے لئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عرصہ تک زیر امتحان رکھا تو کونسا گناہ کیا۔" بالفرض اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ آریہ سماج یعنی دھرم کلاس میں کسی شخص کا داخل ہونا امتحان داخلہ پاس کر لینے پر ممکن ہے مگر جیسے علمی کلاسوں میں طالب علموں کی قابلیت علمی معلوم کرنے کے لئے امتحان ہوا کرتا ہے۔ اور اُن کی قابلیت کو ترقی دینے کے لئے تعلیم جاری رہتی ہے اور سالانہ اور ششماہی امتحان ہوا کرتے ہیں اور بعض اوقات ناقابل ثابت ہونے پر ایک کلاس نیچے بھی اُتار دئے جاتے ہیں۔ تو آپ کی دھرم کلاس کے طالب دھرم کہ جن کو زندگی کے ختم ہونے پر ایک بڑا سخت امتحان پاس کرنا ہے۔ امتحان داخلہ پاس کر لینے کے بعد کون کونسے امتحانات میں شریک کئے جاتے ہیں۔ اگر سماج کا ممبر بن جانے کے بعد کوئی جانچ نہیں ہوتی تو آپ کا امتحان داخلہ محض برائے نام دکھاوٹی ٹھہرا کیا جاویگا۔ اندر کے اس اعتراض پر کہ "کسی ہندو امیدوار کو ٹرائل میں کیوں نہیں رکھا جاتا۔" جواب دیا جاتا ہے کہ "اگر کوئی ہندو ویدک دھرم سے پتت ہو جاتا ہے اور آریہ سماج میں شدھی کی درخواست کرتا ہے تو برابر اُسی طرح اُس کو بھی ٹرائل میں رکھا جاتا ہے۔ جس طرح کہ ایک جنم کے مسلمان یا عیسائی کو۔" سوال دیگر جواب دیگر ہے کہ جس کے جواب کے بموجب اندر کے اعتراض کا جواب دراصل یہ ہونا چاہئے کہ "ویدوں پر ایمان رکھنے والے ہندو کے لئے ٹرائل کی ضرورت نہیں۔" مگر اس پر ایک نیا اعتراض یہ ہوگا کہ کیا ویدوں پر ایمان رکھنے والے سب کے سب نیک نیت اور نیک چلن ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ نیک نیتی اور نیک چلنی معلوم کرنے کے لئے ہی تو جانچ رکھی گئی تھی۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بلا شدھی کی درخواست کے شدھی کی ضرورت محسوس کرنا اور شدھی کرنا آریہ سماج کا فرض نہیں۔ اگر واقعی یہ بات ہے تو مسلمانوں اور عیسائیوں کو چاہئے کہ سماج میں داخل ہونے کے لئے محض ممبری کی درخواست دیں نہ کہ شدھی کی۔ ہمارا خیال تو ایسا تھا کہ شدھی کرنا اور شدھی کی ضرورت محسوس کرنا آریہ سماج کا فرض ہے اور اُس فرض کے پورا کرنے کا بار آریہ سماج پر ہے نہ کہ سماج میں داخل ہونیوالے پر۔ مگر آریہ سماج کا پنور کی جانب سے شدھی کے متعلق یہ ایک نیا اصول معلوم ہوا۔

مضمون نویس صاحب بعدہٗ فرماتے ہیں۔ "وہ شخص بھی تو جس کی شدھی عمل

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یں آئی ہندو ہی تھا پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ کسی پورانک ہندو سے امتحان کیوں نہیں لیا جاتا۔" ہم اس عجیب و غریب منطق کے قائل ہیں۔ مہربانمن۔ وہ شخص ہندو بیشک تھا لیکن عیسائی ہوجانے سے قبل ہندو تھا نہ کہ قبل از شدھی ہندو تھا اور اندر کے اعتراض میں مراد ہندو آخر الذکر سے تھی نہ کہ اول الذکر سے۔ پھر آپ اتنا اضافہ اور کرتے ہیں "کیا آپ چاہتے ہیں کہ بلا ارتکاب جرم کے بھی کسی سے مواخذہ کیا جاوے۔" ہم پوچھتے ہیں کہ "کیا مجرم کا اپنے آپ کو جرم کا مرتکب نہ کہنا اُس کی رہائی کے لئے کافی ہے۔" مواخذہ کرنے والی سوسائٹی کا فرض ہے کہ ارتکاب جرم کی تحقیقات کرے نہ کہ مجرم کے جرم کا اقبال نہ کرنے پر اپنے فرائض سے سبکدوش ہوجاوے۔ اندر کے ایک دوسرے اعتراض پر آپ لکھتے ہیں کہ "کوئی آریہ سماج یہ نہیں مانتا کہ کوئی بدچلن اور بدکار شخص آریہ سماج کی ممبری کا استحقاق رکھتا ہے۔" گویا اس کے معنی یہ ہوئے کہ آریہ سماج کی ممبری کا استحقاق حاصل کرنے کے لئے علاوہ ویدوں پر ایمان رکھنے کے نیک چلن ہونا بھی ضروری ہے۔ یعنی آریہ سماج ایک ایسی سوسائٹی ہے کہ جس کی ممبری محض ایک نیک چلن شخص ہی کو مل سکتی ہے۔ اور بہت سے لوگ اس اصول سے یہ نتیجہ بھی نکالینگے کہ بحالت موجودہ آریہ سماج میں جتنے آدمی ممبر ہیں سب نیک چلن اور نیک نیت ہیں۔ ورنہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ممبر رہ سکتے۔ ہماری رائے میں نتائج مذکور الصدر کی معقولیت و صداقت پر ناظرین خود ہی غور کرلینگے بہتر ہوگا۔ برت۔ جپ۔ منڈن۔ گنگا اشنان وغیرہ پر جو اندر کا اعتراض تھا وہ ہمارے خیال میں محض اس بنا پر مبنی تھا کہ ان امور کا لحاظ ایک ہندو کو آریہ سماج میں لیتے وقت نہیں رکھا جاتا۔ مگر اس کا جواب یہ ہی دیا گیا ہے کہ "ممبری کا امیدوار ہوتا ہے نہ کہ شدھی کا۔ جہاں شدھی کا سوال ہی نہیں وہاں اُس کے متعلق اُس کے لوازم کی تعمیل کیسی۔" ہماری جانب سے یہ ہی اعتراض ہے کہ شدھی کا سوال آریہ سماج کی جانب سے اٹھنا واجب ہے نہ کہ آریہ سماج میں داخل ہونے والے کی جانب سے۔ نیز یہ کہ کیا ایک مسلمان یا عیسائی آپ کے اُصول کے بموجب محض ممبری کا امیدوار ہونے سے شدھی سے بری کیا جاویگا۔ گویا اب تک آپ لوگ خود ان شخصوں کی درخواست پر شدھی روا رکھتے آئے ہیں ورنہ شدھی کا خیال بھی نہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرے۔ اگر واقعی یہ بات ہے تو مسئلہ شادی پر بحث ہی کرنا فضول تھا کیونکہ
کی اصولی بحث سے یہ روشن ہوگیا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے جو
کی قید تھی وہ خود اُنہیں کی درخواست پر تھی۔ ناظرین اس اصول کا اُن
سے مقابلہ کریں جو سب ایڈیٹر صاحب نے قائم کیا ہے ؎

اِندر نے جو پنج گویہ سے آچمن کرانے پر خاص الخاص اعتراض کیا
اُس کے جواب میں اِندر کی سخت الفاظی پر یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ "جس
یا جس جماعت میں ایسے لائق اور مہذب آدمی موجود ہیں اُس کو پھر کسی دشمن
ضرورت ہے"۔ ہماری رائے میں یہ اصول موضوعہ ٹھیک نہیں۔ مہاشہ دھرم پال نے
آریہ سماج کا دشمن قرار دینے کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ وہ درپردہ اغراض
مقاصد آریہ سماج کے خلاف لوگوں کو ترغیب اور تلقین دیتا ہے اور ممبران
کی جانب کینہ۔ حسد۔ بُغض۔ تعصب دل میں رکھتا ہے اور کئی موقعوں پر
مرتبہ کسی نہ کسی طریقہ پر آریہ سماج کو نقصان پہنچاتے ہوئے پکڑا گیا ہے
سخت الفاظی کی بنا پر دشمن کا لقب دیدینا حد اعتدال سے متجاوز ہوجانا ہے
جذبات باطنی کو روشن کرتا ہے۔ اِندر نے اپنے مضمون میں ایک جگہ اہل یورپ
اہل امریکہ کی نسبت لکھا تھا کہ وے اس گوبر کھانے کی تہذیب کو بہت ہی
کی نگاہ سے دیکھینگے۔ مگر اہل یورپ اور اہل امریکہ کا مضمون میں تذکرہ
مضمون نویس صاحب نے جوش میں آکر اُن کو بھی صلواتیں سنانی شروع
اور اُن کو "مچھلی کھانیوالے" اور "وسکی اور رم اوڑانے والے" وغیرہ وغیرہ
سے یاد کیا اور اِندر کو جتلادیا کہ "جن کی تہذیب پر آپ نازاں ہیں اور جن
آپنا آدرش گرو مان رہے ہیں وہ کسی خاص موقع پر نہیں بلکہ معمولی طور پر
اِن کا اور اِن سے بھی غلیظ اشیاء کا استعمال کرتے ہیں"۔ گستاخی معاف
وہی "انڈا اور مچھلی کھانے والے۔ وہسکی اور رم اوڑانے والے۔ اور معمولی
پر اُن سے بھی غلیظ اشیاء کا استعمال کرنیوالے"۔ آپکے ڈہرہ دون دیانند اینگلو
اسکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوکر ہندو لڑکوں کو اپنی طرز معاشرت سکھا رہے
آریہ سماج کا نیور اُن کو اپنا ادرش گرو مان رہی ہے اور تسپر آپ اس بے خوفی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے اُن کی تہذیب اور اُن کے طرز معاشرت کی مذمت کرتے ہیں بجائے اس کے کہ
اہل یورپ اور اہل امریکہ کو ناپاک اور غیر مہذب مشتہر کرو پہلے اپنے بھائیوں کو تو تلقین
کرو کہ راہ راست پر آویں۔ ایک آریہ بھائی تو اہل یورپ اور امریکہ کی تہذیب کا مذاق
اڑاتے ہیں۔ دوسرے آریہ بھائی ایک اہل یورپ کو گرو بنانے کی ضرورت و مصلحت
پر اصولی بحث کے دعوا رتھے۔ ہم کو فی الواقع سخت افسوس ہے کہ ان اصحاب کو کہ جو
عنقریب ہر ایک معاملہ میں اصولی بحث کرنے کو تیار رہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ
بلکہ ان کے اصولوں کی عظمت و معقولیت کا اندازہ ان کے افعال و اعمال سے کر
ہی ہے نہ کہ ان کی تحریروں اور تقریروں سے۔ پیشتر اس کے کہ اُن لوگوں کے عیب
پہ نکالنے میں مشغول ہوں کہ جو صدہا باتوں میں تم سے افضل ہیں۔ اپنے گریبان میں تو منہ
ڈال کر دیکھا ہوتا۔ ایڈیٹر صاحب کے موافق مضمون نویس صاحب بھی اس امر کے شاہد
ہیں کہ "دگوبر اور گوموتر کا پنج گویہ میں استعمال نہیں کیا گیا" لیکن دونوں میں فرق
ہے کہ ایک صاحب نے تو غلطی تسلیم کی کہ پنج امرت کی جگہ بھول سے پنج گویہ شائع
ہو گیا تھا۔ دوسرے صاحب اس قسم کی غلطی تسلیم نہیں کرتے بلکہ سوال کرتے
ہیں کہ اندر نے پنج گویہ کے اصطلاحی معنی کیوں لئے۔ اور پھر بھی زعم میں آکر اصطلاحی
پر اصولی بحث شروع کرتے ہیں۔ لہٰذا اب ہم اُن کی اصولی بحث پر محققانہ نظر
ڈالتے ہیں۔ مگر پیشتر اس کے کہ ہم اپنی تحقیقات شروع کریں یہ لکھنا مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ اگر پنج گویہ کے آگے پنج اشیاء کا نام جدا جدا لکھ دیا جاتا تو معاملہ متنازعہ
فیہ شروع ہی نہ ہوتا۔ مضمون نویس صاحب کا پہلا اصولی اعتراض ملاحظہ ہو
"گیرہ وغیرہ اگر گائے کا فضلہ اور پیشاب ہونیکی وجہ سے آپ اُن کو ناپاک اور ناقابل استعمال
اور جن کو سمجھتے ہیں۔ تو شہد کو جو مکھیوں کی اوگلن ہے کیوں پاک سمجھتے ہیں" ہم دریافت کرتے
ہیں کہ آپ نے یہ کیسے فرض کر لیا کہ معترض شہد کو پاک اور قابل استعمال بالضرور سمجھتا
ہے۔ ہم کو بہت سے جینیوں کا ذاتی علم ہے کہ وہ شہد کو بوجہ مکھیوں کی اوگلن ہونے کے
ناپاک سمجھتے ہیں۔ اور کبھی نہیں کھاتے۔ لہٰذا اگر معترض کہہ دے کہ
میں شہد کو بھی ناپاک سمجھتا ہوں تب آپ کی بحث کیا وقعت رکھیگی۔ خیر۔ آپ کی خاطر
سے مان لیا کہ معترض شہد کو پاک سمجھتا ہے اور قابلِ استعمال بھی سمجھتا ہے لیکن

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس منطق کو ہم نہیں سمجھے کہ چونکہ مکھیوں کی اوگلن پاک اور قابل استعمال ہے
گائے کا فضلہ بھی پاک اور قابل استعمال سمجھا جاوے یعنی یہ کہ جب ایک فضلہ
کھانا جائز ہے تو دوسرے فضلے کو نہ کھانا کیا معنی۔ فضلے فضلے سب برابر ہیں
من۔ اصولی بحث میں ایسی علمیت اچھی نہیں کہ انسانیت کے تقاضوں کو
خیرباد کہنا پڑے۔ شہد قابل استعمال ضرور ہے لیکن کھایا جاتا ہے۔ گوبر بھی قابل
استعمال ہے لیکن زمین پر لیپا جاتا ہے۔ کھایا نہیں جاتا۔ ریشم بھی قابل استعمال
لیکن پہنا جاتا ہے۔ نہ کھایا جاتا ہے نہ لیپا جاتا ہے۔ "قابل استعمال" کے معنی
"قابل خوراک" لینے کے نہیں ہیں۔ بلکہ دراصل استعمال کئی طرح کا ہوتا ہے اس
یہ ہی کہنا شاید مناسب ہو کہ استعمال دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) اندرونی (۲) خارجی
اگر کوئی چیز خارجی استعمال کے لحاظ سے پاک ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ
استعمال کے لحاظ سے بھی ضرور پاک ہے گوبر خارجی استعمال کے لحاظ سے بیشک پاک
یعنی ہمارے نزدیک عام طور پر پاک گنا جاتا ہے لیپنے اور پوتنے میں اہل ہنود میں
اور اہل اسلام میں عموماً کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اس کو سکھا کر جو اوپلے بنتے
اُن کی آگ بہت ہی عمدہ اور پوتر خیال کی جاتی ہے لیکن کھانے یا منہ میں ڈالنے
لحاظ سے ضرور ناپاک ہے اور بحث گوبر کو منہ میں ڈالنے ہی پر شروع ہوئی تھی علا
آپ ایک عجیب غلطی یہ کرتے ہیں کہ سب فضلوں کو یکساں سمجھتے ہیں۔ خود انسا
کے کتنے فضلے ہیں لعاب دہن۔ پسینہ۔ پیشاب۔ پاخانہ۔ کان کا میل۔ ناک
وغیرہ وغیرہ۔ مگر پاک اور قابل استعمال ہونے کے لحاظ سے سب یکساں نہیں
اکثر چھوٹے بچوں کو والدہ کہدیا کرتی ہے کہ صبح اُٹھتے ہی لعاب دہن چہرہ
کسی اور جگہ کے بدنما داغ پر لگا لینے سے وہ داغ ہو جاتا ہے مگر اس کے
نہیں کہ انسان کا کوئی اور فضلہ بھی اسی طرح چہرہ پر لگانا واجب ہے۔ اکثر
بچوں کا جی بُرا ہو جاتا ہے تو اُن کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنی بغل کا پسینہ
مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ سب کی بغلوں کا پسینہ سونگھنا جائز ہے۔ یا کہ کو
انسانی فضلہ بھی سونگھنا واجب ہے۔ مضمون نویس صاحب نے اصولی بحث
علاوہ ایک خاص فقرہ یہ لکھا ہے کہ اگر گوبر اور گوموتر بھی ذائقہ میں میٹھے اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں خوشنما ہوتے تو معترض کی ضرور منظور نظر ہوتے۔ اس فقرہ کی متانت اور سنجیدگی ملاحظہ ہو ایسے فقرہ کی صداقت ہم دعوے سے اور سنجیدگی سے کہتے ہیں کہ اگر گوبر اور گوموتر زیقیہ میں بیٹھے اور دیکھنے میں خوشنما ہوتے تو مضمون نویس کے خوراکی استعمال میں کبھی کے آ گئے ہوتے۔ دوسرا اگر یوں کہے کہ چونکہ آپ شہد کو قابل خوراک سمجھکر گوبر کا کھانا اصولاً جائز اور مناسب قرار دیتے ہیں لہذا آپ غالباً اپنے قول پر عمل کرتے ہونگے۔ تو کتنا موزوں ہو مگر نہیں ایسی تحریرات کے ہم سخت خلاف ہیں۔ آگے چلکر آپنے علم طب کی رو سے گوموتر کے فوائد کا اشارہ کیا ہے۔ اتنا ہم بھی جانتے ہیں کہ مرض تلی کیلئے گوموتر پینا اکثر اصحاب مفید بتلاتے ہیں۔ مگر علم طب کی رو سے کسی چیز کے بالخصوص مفید ہونے کی وجہ سے وہ چیز بالعموم قابل استعمال نہیں قرار دی جاسکتی سنکھیا۔ علم طب کی رو سے بہت ہی مفید چیز ہے مگر عام طور پر خوراکی استعمال کے لحاظ سے زہر قاتل ہے اور گوبر کھانے کے فواید تو علم طب کی رو سے بھی ہم کو کوئی نہیں معلوم ہوتے ایک اور اصول بہت ہی عجیب و غریب قائم کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے "جو چیز جتنی مفید اور کارآمد ہے وہ اُتنی ہی زیادہ پاک مانی گئی ہے"۔ ہماری رائے میں یہ اصول ٹھیک نہیں۔ اہل یورپ و اہل امریکہ بہت سی ایسی اشیا کھاتے ہیں کہ جنکو مضمون نویس صاحب ناپاک اور غلیظ بتلا چکے ہیں مگر کھانے والے اُن کو پاک ہی سمجھکر کھاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک وہ مفید نہیں۔ اُن کے نزدیک وہ بہت مفید ہیں اصلیت یہ ہے کہ کوئی چیز سب کے لئے پاک نہیں ہے نہ سب کے لئے مفید ہے۔ بہت سے لوگ پیاز اور لسن کو ناپاک سمجھتے ہیں اور کبھی نہیں کھاتے۔ اور انسان کا خاص فضلہ ہی کتنا مفید ہے۔ اِسی فضلہ سے کھاد بنتی ہے۔ اور وہ ہی کھاد کھیتوں میں پڑکر سبزی اور اناج پیدا کرتی ہے۔ خصوصاً گوبھی اور مولی اسی فضلے کی بدولت پیدا ہوتی ہیں مگر ہمارے خیال میں کوئی ذی ہوش آدمی انسان کے فضلہ کو پاک نہیں سمجھتا۔ شفاخانوں میں بہت سی ایسی ادویات ہوتی ہیں کہ جن کے فواید عجیب و غریب ہوتے ہیں مگر اُن کی بو ناک میں آتے ہی منہ سے یہ نکلنا شروع ہوگا کہ کیسی ناپاک چیز ہے"۔ دراصل "جس چیز کو کہ کسی شخص کے حواس خمسہ قبول کرتے ہوں وہ چیز اُس شخص کے لئے پاک ہے"۔ مگر ایسا اصول قائم نہیں ہوسکتا کہ جس کا

CC-0, Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اطلاق سب پر ممکن ہو۔ آپ کی ایک اور تحریر بھی ملاحظہ ہو۔ "ہمارا معترض جس یورپ کی تہذیب کا دم بھرتا ہے اُس نے تو ایسی ایسی ناپاک چیزوں کو (جن کو اصلی حالت میں ہم چھونا تک گوارا نہیں کر سکتے) ہماری خوردنی اور پوشیدنی اشیاء کا جز بنا دیا ہے۔ ولائتی شکر۔ نمک اور رنگ وغیرہ کی ساخت اور صفائی میں جن چیزوں سے کام لیا جاتا ہے اُن کو اب ہندوستان کا بچہ بچہ بھی جان گیا ہے۔ تو کیا گوبر اور گوموتر اُن سے بھی گئے گزرے" آپ اہل یورپ سے سخت ناراض ہیں مگر آپ کی منطق فی الواقع بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ آپ گوبر اور گوموتر کو منہ میں ڈالنا اس بنا پر جائز قرار دیتے ہیں کہ بہت سی ایسی ناپاک چیزیں کہ جن کو ہم چھو نہیں سکتے ہماری خوردنی و پوشیدنی اشیا کا جز بن گئی ہیں یعنی جبکہ ہم وہی اشیا کسی نہ کسی طریقے پر مجبوراً کھاتے ہیں جو ولایتی شکر وغیرہ کی صفائی میں کام آتی ہیں۔ تو گوبر اور گوموتر منہ میں ڈالنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اگر واقعی آپ کا یہ اعتقاد ہے تو آپ اندر کے اُس اشتعال دہ فقرہ پر اس قدر ناراض کیوں ہو گئے تھے آپ تو خود اُس چیز کے کھانے کا اقبال کرتے ہیں کہ جس کا اُس نے محض ذکر ہی کیا تھا۔ اب ہم آپ کو یہ بتلاتے ہیں کہ آپ کی منطق میں کیا غلطی تھی جناب من۔ جو ناپاک چیزیں ولائتی شکر۔ نمک اور رنگ کی صفائی میں کام آتی ہیں وہ بجنسہ تو آپ نہیں کھاتے۔ کیا آپ گوبھی اور مولی کھانا اس بنا پر چھوڑ دینگے کہ وہ انسان کے فضلے سے پیدا ہوتی ہیں یا کہ گوبھی اور مولی کے ساتھ انسان کا فضلہ بھی کھایا جاتا ہے۔ اُن چیزوں کو ہندوستان کا بچہ بچہ ممکن ہے کہ جان گیا ہو۔ مگر اُن کا بجنسہ کھانا تو نہیں جان گیا۔ اور آپ تو گوبر اور گوموتر کو بجنسہ کھلوانا جائز قرار دینا چاہتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ "کیا گوبر اور گوموتر اُن سے بھی گئے گزرے" گویا اس موقعہ پر آپ گوبر اور گوموتر کو ناپاک شمار کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ ان کا مقابلہ ناپاک چیزوں سے کرتے ہیں۔ اور پیشتر آپ یہ ظاہر کر چکے ہیں۔ کہ گوبر اور گوموتر آچمن کے لحاظ سے ناپاک چیز نہیں ہیں۔ بلکہ پاک ہیں۔ دریں صورت آپ کی کونسی تحریر کی وقعت کی جاوے۔ مزید براں آپ کی اس منطق سے محض یہ ثابت ہو سکتا تھا۔ کہ گوبر اور گوموتر سے جو اشیاء خوردنی صاف ہوتی ہونگی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُن کے کھا لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ مگر آپ کی اس منطق سے گوبر اور گوموتر کا خوراکی استعمال ثابت نہیں ہوتا۔ اب ہم ایک آخری سوال کرتے ہیں اور اس مضمون کو ختم کرتے ہیں جبکہ گوبر اور گوموتر سے آچمن نہیں کرایا گیا تو اس کے اصلی معنی یہ ہوئے کہ آپ نے شدھی کے موقع پر اُن چیزوں کو ناقابل استعمال سمجھا کیونکہ اگر شدھی کو عمل میں لانے کے وقت آپ ان چیزوں کو مفید اور قابل استعمال سمجھتے تو آپ ان چیزوں سے آچمن کیوں نہ کراتے۔ لہذا جب آپ نے شدھی کے موقع پر گوبر اور گوموتر کے فوائد سے سائل شدھی اور حاضرین جلسہ کو محروم رکھا تو پھر گوبر اور گوموتر کے فوائد اور اُن کے پاک ہونے کی تائید میں اس سرگرمی سے اصولی بحث کا دعوے کیسے ہوا۔ یعنی فضول بحث شروع کرنے سے آپ کا کیا مدعا تھا ہم بذات خود تو بحث میں اس لئے شریک ہوئے۔ چونکہ ایڈیٹر آریہ سماچار کی جانب سے مسئلہ شدھی پر متانت اور سنجیدگی سے اصولی بحث کرنے کا دعوے ہوا تھا۔ اب ناظرین نے بخوبی غور کر لیا ہوگا کہ مضامین زیر بحث میں اصولی بحث کہاں تک کی گئی تھی اور کیسی کی گئی تھی۔ اور نیز یہ کہ مہاشہ دھرم پال آریہ سماج کا دشمن ہے یا دوست صادق ہے ہم نے حتے الوسع اس مضمون کے لکھنے میں سنجیدگی سے کام لیا ہے اور معاملہ متنازعہ ہی پر بحث روا رکھی ہے ؎ ع گر قبول افتد زہے عز و شرف ؎

آریہ سماچار اور آریہ سماج کانپور کے جھگڑے کا خاتمہ

میرے لائق دوست مہاشہ چنڈی پرشاد جی ایم۔ اے نے جس متانت اور سنجیدگی سے آریہ سماچار کانپور کے مضامین کا جواب دیا ہے وہ قابل تعریف ہے میں اس بارے میں اُن سے زیادہ اور کچھ نہیں لکھ سکتا میں یہ نہیں کہتا کہ میں آریہ سماج کا دوست ہوں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں اُس کا دشمن ہوں۔ میں جو کچھ کہتا یا لکھتا ہوں وہ پبلک سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میرے حق میں میری تحریروں سے پبلک خود نتیجہ نکال سکتی ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میرے کہنے یا نہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آریہ سماچار کے ذاتی حملوں سے نہ میں آزردہ ہوا ہوں نہ خفا۔ بلکہ من آنم کہ من دانم۔ اگر میرے دل میں کبھی حوروں کی تمنا پیدا ہوتی ہو۔ تو آخر میں ایک انسان ہوں میں نے کبھی دعوے نہیں کیا کہ میں انسانی کمزوریوں سے آزاد یا فرشتہ ہوں۔ میں نے برہمن ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ نہ ہی برہمن نژاد کا۔ بنا بریں اگر آریہ سماچار کے کہنے کے مطابق میرے سنسکار ٹھیک نہ ہوں تو تعجب کی کونسی بات ہے۔ اگرچہ میری کوشش یہی ہے کہ میں ذاتی کمزوریوں سے نجات پاسکوں۔ لیکن آخر میں ایک کمزور انسان ہوں اگر لغزش کھا جاؤں۔ تو یہ انسانیت کا تقاضا ہے۔ میں نے آج تک دعوے نہیں کیا۔ کہ میں وید و شاستر کا ماہر ہوں یا آچاریہ۔ نہ میں نے کبھی کسی فرد بشر کو اپنی شخصی رائے کے منوانے پر مجبور کیا ہے۔ ہاں میں نے اپنی رائے کا اظہار اکثر کیا ہے۔ اور رائے کا اظہار کون شخص نہیں کرسکتا۔ اور نہیں کرتا۔ میں نے آج تک کبھی ملہم ہونے کا بھی دعوے نہیں کیا اگر میں ملہم ہوتا تو شاید اس بحث کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ میں مانتا ہوں کہ میری تحریر بعض دفعہ سخت ہوتی ہے مگر میری تحریر کی سختی دوسری طرف کے واقعات کی سنگینی کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ موجودہ بحث میں میری تحریر کو سخت کہا گیا ہے لیکن اس واقعہ کی سنگینی کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جس پر کہ مجھے سخت تحریر نکالنے کا حوصلہ ہوا۔ میں اب بھی کہتا ہوں کہ آریہ سماج کے نام سے کسی جگہ بھی اس قسم کی کارروائی کا ہونا جس کا ذکر آریہ سماچار کے جولائی کے پرچہ میں شائع ہوا تھا آریہ سماج کے لئے ایک شرمناک حرکت اور بدنما دھبہ ہے مگر چونکہ آریہ سماج کانپور نے اب آفیشل طور پر اس دھبے کو اپنے ماتھے پر لینے سے انکار کیا ہے اس لئے آرگنیزیشن کے پوتر اصول کی پرواہ کرتے ہوئے میں اسی بات کو سچ سمجھتا ہوں۔ جس کا کہ آریہ سماج کانپور کی طرف سے باضابطہ اعلان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ اس موقع پر پنج گویہ کا استعمال نہیں کرایا گیا تھا افسوس ہے کہ آریہ سماچار کے نامہ نگار یا کاتب یا پروف ریڈر یا ایڈیٹر یا سب ایڈیٹر کی لاپرواہی کی وجہ سے اس کے کالموں میں ایک ایسی خلاف واقعہ تحریر شائع ہوئی۔ کہ جس کے برخلاف مجھے سخت تحریر نکالنی پڑی۔ اس بحث کے متعلق آئندہ کوئی مضمون درج نہیں ہوگا ؛

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوگورو کی گوڈری میں ایک اور ٹانکا

"ناظرین! آپ نے "اگنی" اور "آسمانی گولہ" کا آنند اُٹھالیا۔ آج میں آپ سے کنور جے دیو سنگھ صاحب رئیس رانی کا رائپور ضلع انبالہ کو انٹروڈیوس کرتا ہوں۔ آپ دیوگورو کے پُرانے بھگتوں میں سے ہیں۔ دیو گورو کے گذشتہ اُتسب پر آپ اُن اصحاب میں سے ایک تھے جن کی نمائش ہوئی تھی۔ دیوگورو جب ایک دفعہ موگہ گئے تھے۔ تو آپ اُن کی سواری کے آگے آگے گھوڑے پر سوار ہو بچو۔ پوش پاش کی ڈیوٹی کرنا فخر سمجھتے تھے آج ایک ہی ماہ کے اندر اُن کی جو حالت ہوئی ہے۔ وہ اگنی کا نتیجہ سمجھو۔ یا اُن کی خوش قسمتی۔ اُن کی اس چٹھی کا آپ مطالعہ کریں۔ دیوگورو کے بعض دیگر کٹر بھگتوں کے بھی خطوط آرہے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو اُن سے بھی آپ کو انٹروڈیوس کروائینگا۔ اگنی اور گولہ اسم بامسمےٰ ثابت ہو رہے ہیں۔ کاش کوئی مرد میدان بنے اور دیوسماج کے کارکنوں کو اس بات پر آمادہ کرے۔ کہ وہ آسمانی گولہ کا جواب دیں۔ تاکہ میرے ہاتھ خدائی بمب چھوڑنے کا بہانہ لگ جاوے۔ اور میں ان بیسویں صدی کے دیوتوں اور مہذب وام مارگیوں کے اُن افعال سے جو کہ یہ اپنی بہو بیٹیوں سے کرواتے ہیں۔ واقعات اور خطوط کی بنا پر پبلک کو آگاہ کرسکوں۔ مگر میں ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔ ایڈیٹر"۔

ناظرین اس تحریر کے ذریعہ میں دیوسماج کے سکرٹری کی ایک چٹھی کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ یہ جواب اس چٹھی کے اُس حصہ کا ہے جو دست بدست معاوضہ کا خواہاں ہے۔ باقی حصہ کا جواب مفصل اور مشرح آیندہ مناسب موقع پر اُس کو معہ سود در سود ملیگا۔ قبل اس کے کہ میں اُن کی چٹھی کا جواب دوں۔ چند سطریں بطور دیباچہ کے تحریر کردینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ میں تقریباً ۵½ سال تک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوسماج کا ممبر اور معتقد رہا۔ جن وجوہات سے اب علیحدگی عمل میں آئی۔ انہی وجوہات سے اب سے تین سال پہلے بھی میں اس سماج سے الگ ہوگیا تھا۔ افسوس اپنے گزشتہ تجربہ پر میں نے بھروسہ نہ کیا۔ اور شیطان نے ایک دفعہ اور انگلی دکھائی اور میں دوبارہ سماج کا ممبر بن بیٹھا۔ گزشتہ اگست میں میں نے ارادہ کیا۔ کہ دیوسماج کی موجودہ نامعقولیتوں۔ کمیوں اور نقصوں کو اُس کے بانی اور پریسیڈنٹ کے سامنے اُن کی اصلاح کے لئے پیش کروں۔ اسی غرض کو لیکر میں نے اُس ماہ میں بانی سماج کے نام پرلوک کے متعلق چند استفسارات کے لئے ایک چٹھی بھیجی تھی۔ جو مناسب وقت پر مع اُس کے جواب کے پبلک کے سامنے آئیگی۔ میرے مزاج میں تساہل نہیں ہے۔ لہذا یہ کام کھٹائی میں پڑا رہا۔ دسمبر گزشتہ میں پھر چند واقعات ایسے پیش آئے کہ جنہوں نے کھٹائی میں پڑے کام کو جلدی نپٹانے کی طرف مائل کر دیا۔ شروع حال میں جبکہ میں دیوسماج کے لٹریچر کو نوٹس لینے کی غرض سے پڑھ رہا تھا دیوسماج کے ایک کرمچاری میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے مہاشہ دھرم پال جی کی کتاب کا جواب لکھنے کی فرمائش کی۔ چونکہ ان دنوں بے تعصبی اور آزادی کے ساتھ میں نے دیوسماجی لٹریچر پڑھا تھا۔ اور پڑھ رہا تھا۔ اس سے ایک گونہ سماج سے اعتقادی ہوگئی تھی۔ میں نے انہیں کہا۔ کہ مخالفوں کی تحریروں کا جواب دینا تو ایک طرف میں خود اس کے قریب قریب کچھ کام کرنے والا ہوں۔ اس سے وہ کھٹک گئے اور برابر دو تین دن میرے پاس مجھے اس کام سے باز رکھنے کے لئے آئے۔ انہوں نے کے علاوہ اپنی طرف سے ہیڈ آفس میں اناپ شناپ کچھ گھڑ کر میری بابت رپورٹ کی۔ میرے مزید مطالعہ نے ادھر تو مجھے آئندہ اس سوسائٹی کی شمولیت سے متنفر کر دیا۔ اور میں نے ۱۶۔ ماہ جنوری کو استعفےٰ منتری دیوسماج کے نام بھیج دیا۔ ادھر دیو کے پردھان کارج آلیہ والے بھی ایسے بوکھلائے اور سٹ پٹائے۔ کہ بلا میرا جواب ہی اُنہوں نے مجھے اپنے سے الگ کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ اور اس نوید سراپا جاوید مجھے چٹھی کے ذریعہ مطلع کیا۔ ۱۷۔ جنوری کی شام کو یہ چٹھی مجھے ملی۔ اور اس چٹھی کے کچھ حصوں کا جواب میں آگے دونگا۔ میں یہ بھی ظاہر کر دیتا ہوں۔ کہ کام طیار ہو رہا ہے۔ اور عنقریب ہی دیوسماج کو اس کے اصلی رنگ و روپ میں ظاہر کر دیتے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تحریر نکلا چاہتی ہے۔ پنڈت گردھر راے جی اور مہاشہ دھرم پال جی نے اگرچہ دیوسماج اور اُس کے متعلقین کی کٹی پھٹی گودڑی میں چرکے لگائے ہیں۔ مگر چونکہ اُن کی معلومات کا دائرہ تنگ تھا۔ لہذا اب تک دیوسماجیوں کا کینڈا ویسا ہی ظاہر ہو رہا ہے یا کم از کم بنا کر ظاہر کیا جا رہا ہے۔ مگر اب اس مصالحہ سے جو تیار ہو رہا ہے۔ اس گودڑی یا یوں کیوں نہ کہوں کہ اس خرقہ بیحیائی میں دیا سلائی لگانے کا کام ہوگا۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے یہ پردہ جل کر خاک سیاہ ہو جائیگا۔ اور اس سے دیوسماج اور اس کے اکثر متعلقین جیسے کیسے وہ ہیں اپنے مبروص جسموں کے ساتھ ننگ دھڑنگ سامنے آجاوینگے۔ اس تحریر کے بعد اگر دیوسماج زندہ رہی۔ تو میرا یہ اعتقاد اور بھی زیادہ مضبوط ہو جاویگا۔ کہ انڈیا سے واقعات کو دیکھکر نتیجہ نکالنے کا مادہ دن بدن چلا جا رہا ہے۔ یوں تعجب کچھ نہ ہوگا۔ میرے محسن فاضل بابو دوارکا داس جی فرمایا کرتے ہیں۔ کہ جس ملک میں گھسیٹا نامی نامعلوم شخص بھی چیلے جانٹے اپنے گرد جمع کرلے۔ اُس ملک میں اگر دیوسماج نے چند سو آدمیوں کو جال میں پھنسا لیا۔ تو مضائقہ کیا ہے مہاشہ دھرم پال جی کے قط لگے ہوئے مگر نوکیلے قلم کی مار سے دیوسماجیوں کے ہوش و حواس پینترا بدل رہے ہیں۔ اور اب وہ سنجیدگی کی پکار مچانے لگے ہیں۔ میں اپنی تحریر میں اُن کی اس خواہش کو پورا کرونگا۔ مہاشہ دھرم پال جی کو خوش ہونا چاہئے۔ کہ اُن کی دردناک آواز جو جنوری کے اِندر کے ذریعہ میرے پاس پہنچی ہے۔ بہرے کانوں میں نہیں پڑی۔ اُن کے مذہبی خیالات سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی میں سچائی کا شیدا ہو کر سچ کی حمایت کے لئے دامے درمے قلمے سخنے اُن کا کندھا بٹانے کو طیار ہوں اس دیباچہ کے بعد میں کچھ اُن کی چٹھی کا جواب بھی لکھتا ہوں +

منتری دیوسماج لکھتے ہیں۔ کہ "آپ کی نسبت یہ رپورٹ ملی ہے۔ کہ آپ کچھ عرصہ سے پھر اُس روحانی بیماری میں مبتلا ہیں کہ جس میں ایک عرصہ پہلے مبتلا ہونے کے باعث آپ سماج میں الگ کئے گئے تھے" میں حیران ہوں۔ کہ ایک ایسا شخص جو تقریباً ۳۰ سال تک ایک لاثانی دھرم اوتار کے پاس رہکر اور اُس کی لاثانی جیوتی اور شکتی سے بہرہ ور ہو کر بھری ریل گاڑی میں دانستہ ایک غیر عورت کے جسم سے جسم اس لئے مس کرتا ہے کہ اُس سے روحانی حظ حاصل ہوتا ہے۔ اور پھر دوسری عورت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے گھونگھٹ کے کھلنے کا اُسی طرح انتظار کرتا ہے جیسے خواہشمند نیا چاند دیکھنے کے لئے کیا کرتے ہیں۔ ایسی شرمناک کمینہ روحانی بیماری کا مریض ایک دھرم سماج کا سکرٹری بنا ہوا ایک ایسے شخص کو لتاڑتا ہے جو اُن کے بھلے کے لئے اُن کے سامنے آئینہ رکھنا چاہتا ہے۔ اور اس آئینہ رکھنے کے فعل کو روحانی بیماری بتلاتا ہے۔ افسوس! شرم اور حیا کا ذرّہ بھی ایسے شخص کے بدن میں باقی نہیں رہا۔ ورنہ بجائے مشکور ہونے کے محسن کو روحانی بیماری کا مریض بتلانا وہ کب گوارا کرتا۔ اگر کسی کو اُس کے بھلے کے لئے اُس کے عیب بتلانا روحانی بیماری ہے تو میں خوش ہوں۔ کہ مجھے دورازحال وہ ذلیل اور مکروہ مرض نہیں۔ کہ جس میں منتری دیوسماج مبتلا ہیں اور جذبہ شہوت کے بھوت کو سر پر چڑھا کر بھی دھرم پرچار کرنے سے نہیں رُکتے!

پھر وہ لکھتے ہیں کہ "دیوسماج کے کرم چاریوں نے اور اُس کے بانی نے آپ کے مختلف طور سے بھلا ضرور کیا ہے۔ مگر آپ کو کسی پاپ یا بُرائی میں مبتلا نہیں کیا" آپ مذکورہ بالا خوفناک فطرت کے جوش میں آکر مشکور ہونیکی بجائے اُن کو دشمن کی شکل میں دیکھکر اُن ہی کو نقصان پہنچاویں۔ تو کس قدر افسوسناک۔ شرمناک۔ دردناک (اور اسی طرح آگے کئی ناک لکھے ہیں) نظارہ ہے"۔ افسوس اوچھے پن کے چشمے سے سیراب ہو کر آپ یہی لکھ سکتے تھے۔ جس طرح آپ کا ہادی اپنے احسان کنندوں اور گنواتے نہیں تھکتا۔ تو بھلا آپ اس دور میں اُن کے پردھان چیلے ہو کر کب پیچھے رہنے لگے تھے۔ آپ کو یاد ہے کہ اس دیش میں احسان کر کے جتلانا اور شکریہ کا متوقع ہونا اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ ایسے دریدہ دہنوں کو اگر معقول جواب دینے کے لئے اس نکتہ خیال سے تجاوز کروں۔ اور یہ لکھوں تو مضائقہ نہیں۔ بھلا اس بدلے میں میں نے بھی کچھ سیوا کی ہے یا نہیں؟ آپ کا اس طرف کیوں دھیان جانے لگا۔ آپ پھر لکھتے ہیں۔ کہ میں آج کل پاگل پن کی طرف جا رہا ہوں۔ میں آپ کی اس تحریر سے ذرا تعجب نہیں کیا۔ کیونکہ جب آپ کا ہادی خود اپنے آپ کو پاگل کہنے سے نہیں جھجکتا۔ اور سچ بولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تو یہ اُس کے چیلے اگر پاگل پاگل کا جاپ کرتے ہوئے اسی طرح اور لوگوں کو پاگل کہنے لگ جائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ بعض وقت کی پیشین گوئی بھی عجیب طرح پر سچ ہوتی ہے پنڈت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دھرمائے نے پیشین گوئی کی۔ کہ دیوگورو ایک دن خدا کو جواب دیگا۔ تو دیوگورو کے چیلے جانٹے اور وہ خود اس وقت تھوڑی دیر کے لئے اچھلے کودے۔ مگر آخر ہونی ہو کر رہی۔ پھر مہاشہ دھرم پال جی نے اُن کو پاگل لکھ دیا۔ تو آخر ایک دن آیا کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو پاگل کہہ اُٹھے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ "دیو سماج مجھ جیسے آدمی کو اپنا ممبر رہنے نہیں دے سکتی"۔ بے شک مجھے وہ کیوں ممبر رہنے دیتی۔ میں اگر کسی کو اُن کی کالی تصویر اُس کے آگے رکھنے کا قصوروار جو تھا۔ وہ تو پنڈت دیورتن جیسے آدمی کو صرف ممبر ہی نہیں بلکہ کرم چاری اور کونسلر بنا کر رکھتی ہے۔ جو مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنی خود نوشت چٹھی میں اپنے آپ کو سرٹیفکٹ دیتا ہے۔ "میں نے کبھی اپنا گورو محسوس نہیں کیا۔ میں گمراہ ہوں۔ اندھا ہوں۔ اپنے بھلے کی خواہش سے خالی ہوں۔ میں اپنی نیچ رُچیوں میں مست ہوں۔ میری اوستھا بہت نیچ ہے۔ شردھا اور انوراگ بہین کتنی ہی صورتوں میں اشردھا وان تک رہتی ہے۔ اور دشمن کی ہے۔ آپ کا سیوک ہو کر آپ کو بھی اور اوروں کو بھی بہت دھوکہ دیا کرتا ہوں"۔ بھلا جس سماج کے لیڈر اور پرچارک ایسے گمراہ۔ نیچ۔ اور دھوکہ باز (اُن کے اپنے ہی لفظوں میں) ہوں۔ وہاں میری گزر کس طرح ہو سکتی ہے۔ نہیں ہو سکتی۔ اور اس لئے نہیں ہوئی۔ ناظرین یہ چٹھی ۱۲۔ جنوری ۱۹۰۷ء کی ہے اور بیساکھ ۱۹۶۴ بکرمی کے جیون پتھ میں چھپی ہے۔ آگے چل کر منتری جی لکھتے ہیں۔ کہ "میں اپنی بری فطرت پر غالب نہیں آسکا۔ اس لئے اُن کی کونسل مجھے پھر سماج سے خارج کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ اس سے آگے وہ لکھتے ہیں۔ کہ اس سے جہاں آپ سماج کے انگ رہ کر سماج کو نقصان پہنچانے کا موقع نہ پائینگے وہاں بغاوت کرنے بے وفا بننے۔ محسن کش ثابت ہونے اور محسن کشوں کے ساتھ دوستی پیدا کرنے اور اتحاد بڑھانے اور اُن کی رنگت میں دنوں دن گہرے سے گہرے رنگے جانے اور ان نت اُنتی کرنے کے لئے کھلا اور صاف میدان بھی حاصل کرینگے۔ منتری جی آپ ذرا تو معقول بننا سیکھیں۔ جو خود سماج کو دھتا بتاویں۔ آپ اسے خارج کرنا لکھ کر کیوں اینٹھ مروڑ لیا کرتے ہیں۔ اگر کسی کے بھلے کے لئے اُس کو کنوئیں میں گرتے ہوئے بچانا بے وفا بننا اور باغی بننا ہے۔ تو میں دلیری سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہونگا۔ کہ سب سے پہلے آپ کے گوروجی اور خود آپ جیسے ان کے حواریوں کے
لئے یہ خطاب موزوں ٹھیرتا ہے۔ کیا آپ اور آپ کا لاثانی رہبر سناتن دھرم
برھم دھرم سے باغی اور بے وفا نہیں ہے؟ کیا ان دھرموں سے بہت
فوائد حاصل کر کے ان کی جڑوں میں تیل دینا بے وفائی اور بغاوت نہیں
اور ضرور ہے۔ لہذا آپ کی ساری منڈلی یا چوکڑی ہی بے وفاؤں اور باغیوں
ہے۔ رہا محسن کشی کا الزام میں کیا کروں آپ کی تو کھوپری ہی عجیب قسم کی
بھلے آدمیو! جب آپ سب کے سب ہٹے کٹے موجود ہو۔ تو ذرا سوچو تو
میں کس طرح محسن کش بنا۔ الف بے سے شروع کرو اور ہجّے کرو ہجّے۔ جب
کہیں جا کر فارسی اور عربی کے الفاظ کا استعمال سیکھو گے۔ یہ اننت اُنتی کا
بھوت تو آپ ہی لوگوں کے سر پر سوار ہے۔ آپ تو جانتے ہی نہیں۔ کہ
آپ کے اس پرلوک اور اننت انتی والے ڈھکوسلے کا کبھی بھی قائل نہ
ہؤا۔ پھر مجھے ایسا لکھتے ہوئے آپ کو جھجک نہیں آتی؟ ساتویں آسمان
تالیاں یا تو کسی زمانہ میں لیودھم پوپ اٹلی اور اس کے مصاحبوں کے ہا
میں تھیں۔ یا اب نیچر کے خاص انتظام سے آپ کے گوروجی کے ہاتھ
آئی ہیں۔ لمبے قدم چھلانگیں مارتے ہوئے جاؤ۔ اور اننت اُنتی کے ز
پر دو دو تین تین ڈنڈے بیچ میں چھوڑتے ہوئے ساتویں آسمان پر پہن
چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔ یہ وہی مثل ہے۔ حالانکہ آج تک میں نے مہا
دھرم پال جی سے یا آپ کے کسی اور مخالف سے اس مطلب کی بات تک
کی۔ مہاشہ جی کو تو پانچ چھ سال ہوئے سیوک ساتھی بنا ہؤا دیکھا تھا۔ ا
کے بعد نہیں۔ پنڈت گردھر رائے جی مہاراج کو آپ کے گزشتہ اتسب
پر اُن سے ضرور ملا تھا۔ اور مخالفت میں ساتھی ہونے کے لئے نہیں بلکہ
آپ کے لئے اُن کے بھیتر رحم پیدا ہونے کے لئے ضرور کہا تھا۔ مگر جہاں
ان دونوں صاحبوں کی پیشین گوئی پوری ہوئی ہے۔ وہاں آپ کو بھی یہ کہہ
کا میں نے اب موقع دے دیا ہے۔ اور اُن کے رنگ میں رنگے جانے کے لئے
نہیں۔ ہاں آپ کا رنگ پھیکا کرنے کے لئے تو ضرور اُن سے مل لیا کرونگا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آپ دوبارہ اس چٹھی کو میرے پاس بھیجکر اپنے اوچھے پن کا ثبوت نہ دیتے۔ تو شاید میں اس خامہ فرسائی کی تکلیف نہ اُٹھاتا۔ لہذا اس کے لئے آپ خود ہی ذمہ وار ہیں +

راقم آپکا سابقہ ساتھی سیوک
کنور حمید یو سنگھ
رئیس رائپور رانیکا۔ ضلع انبالہ

دیوگورو کے بھگت ایمانداری سے ان سوالوں کا صحیح صحیح جواب دیں

۱۔ دیوسماج ہائی سکول موگہ میں جو ۶۔ جنوری سنہ ۱۹۰۸ء سے نئی سکیم جاری کی گئی ہے۔ اس کی اصلیت کیا ہے؟

۲۔ گذشتہ دنوں میں افسران محکمۂ تعلیم کی طرف سے اُن کے سر پر کوئی ستھرے شاہی جوت پڑا تھا۔ یا نہیں۔ اگر پڑا تھا۔ تو کیوں؟

۳۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ سررشتہ تعلیم نے ان کے سکول کی بدکرداریوں کو جان کر اور پڑھکر اس کو ریگنائزڈ سکولوں کی لسٹ میں رکھنے سے انکار کر دیا ہے؟

۴۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ سررشتہ تعلیم کے افسران یا کسی خاص افسر کی طرف سے سکول کے منتظموں کو تنبیہ کی گئی۔ کہ وہ اپنی بعض خاص حرکات کے لئے تحریری معافی مانگیں۔ ورنہ اُن کا سکول ریگنائزڈ سکولوں کی لسٹ سے خارج کر دیا جاویگا؟

۵۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ انسپکٹر آف سکولز نے افسران محکمہ تعلیم کے حکم کے بموجب ان کے سکولوں کا معائنہ کرنے سے انکار کر دیا۔ تاوقتیکہ وہ اپنی شرارت اور گستاخی کے لئے تحریری معافی نہ مانگیں؟

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۶ - ۱۵- جنوری ۱۹۰۸ء کے جیون تت میں جو مضمون سکول میں طریقہ تعلیم کے تبدیل کرنے کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ اس میں اس بات کا ذکر نہیں کیا گیا آیا سکول میں پہلے کی طرح یونیورسٹی کے کورس بھی پڑھائے جائینگے۔ یا کچھ اور آیا آئندہ لڑکے یونیورسٹی کے کسی امتحان میں شریک ہوا کرینگے یا نہیں کرینگے۔ تو کس طرح؟ آیا سکول کی طرف سے یا پرائیویٹ طور پر؟

۷ - ۱۵- جنوری کے جیون تت میں صرف چالیس لڑکوں کے نام درج رجسٹر کا ذکر ہے۔ باقی کے لڑکے کہاں گئے اور چار اوستادوں کے علاوہ باقی کے اُستاد کہاں چلے

۸ - دسمبر اور جنوری میں کتنے لڑکوں نے اِن کے سکول سے ڈسچارج سرٹیفکٹ اور کتنے اُستاد نوکری چھوڑ گئے۔ کیا اُن اُستادوں میں سے کوئی بالکہ ودیالہ فیروزپور میں بھی آیا ہے یا نہیں؟

۹ - بالکہ ودیالہ فیروزپور میں سے دسمبر اور جنوری کے مہینے میں کتنی لڑکیاں والدین نے واپس بُلالیں۔ اور کن کن اصحاب کی طرف سے ماہواری چندہ آنا بند

۱۰ - دسمبر یا جنوری میں دیوگورو کے کتنے سیوکوں نے سیوکی سے استعفا دا یا سماج نے اُن کو خارج کیا اُن کے نام کیا ہیں؟ استعفا یا اخراج کی وجہ کیا تھی

۱۱ - ۱۵- جنوری کے جیون تت میں جو دیوگورو کی جوبلی کے موقع پر چند قیدیوں رہا کرنے کا بیان ہے۔ کیا دیوگورو کے بھگت ان قیدیوں کے نام معہ مفصل دے سکتے ہیں۔ اور کیا وہ بتا سکتے ہیں۔ کہ ان قیدیوں نے کیا کیا جرم تھے۔ اور کب کئے تھے؟

۱۲ - اسی جیون تت میں جو دیوگورو کے لڑکے کانتی نارائن کے اپنے باپ کی جگہ بیٹھ کر نئے سیوک بنانے کی رسم ادا کرنیکا ذکر درج ہے۔ کیا دیوگورو کے بھگت بتا ہیں۔ کہ دیوگورو نے اپنی بجائے اب کے یہ رسم اپنے لڑکے سے کیوں ادا کرائی +

۱۳ - چونکہ دیوگورو ایک دن مرنیوالا ہے کیا دیوگورو کے بھگت بتا سکتے ہیں۔ اس کی گدّی پر بیٹھنے کے لئے اُس نے کس کو مقرر کیا ہے۔ کیا وہ ان سوالوں جواب کو اور دیو سماج کی آئندہ سنگٹھن کو جو کہ جیون پتھ میں شائع ہو چکی ہے پبلک میں پیش کر کے اِندر کے ایڈیٹر کو مشکور فرمائینگے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پرسی کیوشن

(از کاشی ناتھ فدا)

ہونے دو گر عدو ہے سارا جہان ہمارا
دشمن جو ہے تو کیا ہے دورِ زماں ہمارا

اے آریہ سماجو مضبوط خوب رہنا
ہوگا نہیں کسی سے کچھ بھی زیاں ہمارا

ہم ایک ہی خدا کو ہیں مانتے سراسر
انساں نہیں ہے کوئی روزی رساں ہمارا

جو نقلی تھے سماجک استعفا دے گئے وہ
سچ جانو ان دنوں تھا اک امتحاں ہمارا

اسوسوں کی بدولت شورش ہوئی تھی برپا
حاکم ہؤا تھا ہم سے کچھ بدگماں ہمارا

فرض دھرم جان کر ہی آئے سماج میں تھے
بے شک سماج کا ہے یہ جسم و جاں ہمارا

ست دھرم کی محبت جائے نہ آتما سے
گر ہو الگ الگ بھی ہر استخواں ہمارا

کس طرح دوستی کو ہم ترک اسکی کردیں
مطلوب ہے یہ رشکِ حورِ جناں ہمارا

جو راستی ہے اُس کو ہرگز نہ چھوڑینگے ہم
ہو جائے چاہے دشمن اب حکمراں ہمارا

پیر چار سے کبھی بھی باز آئینگے نہیں ہم
جب تک کہ قبضہ میں ہے نطقِ زباں ہمارا

دل میں جو ہے تمنا وہ مٹ نہیں ہے سکتی
کٹوا دو دست و پا کو سی دو دہاں ہمارا

ہیں آریہ سماجی ہم وید کے مقلد
سو بار کوئی لکھ لے یہ ہے بیاں ہمارا

رنگر بغیر اس کے زندہ رہیں بتاؤ
ہم اس کی مچھلیاں - یہ بحر رواں ہمارا

درج آزما لو ثابت قدم رہیں گے
تخریب پر زمین ہو یا آسماں ہمارا

قانونی سختیوں سے مذہب کہیں چھٹا ہے
کچھ کر نہیں ہیں سکتیں یہ دھمکیاں ہمارا

گمکن نہیں ذرا بھی لغزش خیال کو ہو
زخمی جگر کریں گر تیغ و سناں ہمارا

دھرم اُنتی کی دھن میں کٹ جائے اپنی گردن
ہوگا مقدر ایسا یارو کہاں ہمارا

بھوگول کو سمجھتے اپنا وطن ہیں ہم تو
کچھ ایک ہی نہیں ہے ہندوستاں ہمارا

گوروں سے ہم کو نفرت کالوں سے ہو محبت
ہو سکتا ہی نہیں یہ وہم و گماں ہمارا

انگریزی قوم کو ہم بھارت سے کیوں نکالیں
ایسا نیم بتاؤ تو ہے کہاں ہمارا

جاپان و روس و یورپ سب ہے فدا برابر
آباد گرچہ بھارت میں ہے مکاں ہمارا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برٹش راج میں ہمارے مہربان

شاداں رہے ہمیشہ شاہِ شہاں ہمارا
قائم اسی سے تو ہے امن و اماں ہمارا

انگریزی سلطنت تو ہے پاسباں ہمارا
ہے ہم وطن ہی ہر اک نامہرباں ہمارا

دیکھو اٹاوہ والے تازہ مقدمہ کو
ہے اتفاق باہم جس سے عیاں ہمارا

پنڈی کے قیدیوں کا گر فیصلہ پڑھو گے
تصدیق اُس جگہ پر ہوگا بیاں ہمارا

ہم نے ہی اُس کو بدظن اپنے سے کر لیا ہے
دراصل مار لے تو ہے قدرداں ہمارا

خفیہ پولس کے رُکنو! جو کچھ بھی چاہے کر لو
ویراں نہ تم سے ہوگا ہندوستاں ہمارا

گر شے ہے کچھ صداقت نکلیگی پھوٹ کر خود
سلطان آپ ہوگا پھر مدح خواں ہمارا

تم بے قصور مجرم ہم کو بنا رہے ہو
کچھ کام مغویانہ دیکھا کہاں ہمارا

ملکی معاملوں سے کیا ہے ہمیں تعلق
ست دھرم کی اشاعت مذہب ہے ہاں ہمارا

کرتے ہیں اس کی جانب مائل طبیعتوں کو
ہوتا ہے دل کے اندر سکہ رواں ہمارا

لہراتا ہے پھریرا جذباتِ باطنی پر
گڑتا خیال میں ہے جا کر نشاں ہمارا

پرمان اور یکتی ہتھیار ہیں ہمارے
ہوتی ہے اِن سے نفرت یہ ہے گمان ہمارا

تاثیر روح پر ہم باتوں سے ڈالتے ہیں
ہے وعظ اور لکچر تیغ و سناں ہمارا

ہوتا شکار اس سے ہے طائرِ جہالت
کرتا ہے وار جس دم تیرِ زباں ہمارا

جنگ و جدل ہمارے ملت میں ناروا ہے
لڑتا نہیں کسی سے پیرو جواں ہمارا

بدخواہ اے فدا ہم ہرگز نہیں کسی کے
ہو مہربان یا ہو نامہربان ہمارا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فریادِ ہند

اے پیارے ہند تجھ پر کیا بیکسی ہے چھائی — دم گھٹتے گھٹتے آخر ہونٹوں پہ جان آئی
سُنتا ہے کون اپنی دیں ہم کہاں دُہائی — تقدیر کی بُرائی قسمت کی نارسائی

آہوں سے دل جلوں کے پتھر پگھل رہے ہیں
گردوں نہ جب پسیجا تو ہاتھ مل رہے ہیں

ساحل ہے کالے کوسوں گم گشتہ ناخدا ہے — گرداب میں ہے کشتی طوفاں بڑھا ہوا ہے
پہلو میں دل تڑپ کر یہ غل مچا رہا ہے — حسرت والم سے ہونٹوں پہ آرہا ہے

از درد بے قرارم فریاد رس الٰہی
جُز تو کسے ندارم فریاد رس الٰہی

روٹی چھنی ہے منہ کی کپڑے بچے ہیں تن کے — کانٹوں میں کھچ رہے ہیں جو پھول تھے چمن کے
صیّاد کہہ رہا ہے اس پر بھی آج تن کے — گردن کے پھانسنے کو پھندے ہیں مکر و فن کے

خنجر دکھا رہا ہے پھانسی کھڑی ہوئی ہے
فریادیوں کے دل پر بجلی پڑی ہوئی ہے

دل چاک ہو رہا ہے زخمی جگر ہے سارا — پہلو نہیں ہمارا خونیں ہے اک نظارا
ستم نے لوٹا بیدردیوں نے مارا — چھُریاں چلیں غضب کی تن ہو گیا دو پارا

حرفت تڑپ رہی ہے صنعت کا خون بہایا
بیداد گر نے مقتل ہندوستاں بنایا

بھوکے سسک رہے ہیں بچے بلک رہے ہیں — ماں باپ حسرتوں سے مُنہ اُن کا تک رہے ہیں
آنسو نہیں ہیں قطرے خوں کے ٹپک رہے ہیں — پھوڑے ہیں دل کلیجے خلقت کے پک رہے ہیں

تنگ آگئے ہیں اب تو ہندوستان والے
اپنی زمین لے لے او آسمان والے

ہمدرد بیکسوں کا بنتا نہیں ہے کوئی — جائیں کدھر کو یارب رستا نہیں ہے کوئی
تیرے سوا جہاں میں اپنا نہیں ہے کوئی — کس سے کہیں حقیقت سُنتا نہیں ہے کوئی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گونگے زبان والے۔ بہرے ہیں کان والے
مٹی میں مل رہے ہیں یوں آن بان والے

ہر شے پہ ٹیکس ایسا لا انتہا بڑھایا — خلقت پکار اُٹھی اب الاماں خدا
بدنام غیر کیوں ہوں اپنوں نے جب ستایا — یوسف کو بھائیوں نے اندھا کنواں جگہ

کیوں دوسرے چھڑائیں رنج و غم و محن سے
اُٹھتا ہے ہاے پھوڑا اپنے ہی تو بدن سے

صیاد آہ ظالم کیا شیر ہو رہے ہیں — ہر سمت چاندنے میں اندھیر ہو رہے ہیں
کم بخت ہند والے کیا زیر ہو رہے ہیں — جینے سے ابتوان کے جی سیر ہو رہے ہیں

وہ سختیاں اُٹھائیں تنگ آ گئے نفس بھی
تڑپیں گے جبکہ بسمل اُڑ جائینگے قفس بھی

ہیں خون سب کلیجے آہ و فغاں کہاں تک — مظلوم بیکسوں پر یہ سختیاں کہاں تک
شعلے بھڑک رہے ہیں بھنتی ہیں ہڈیاں تک — دل میں لگی ہے ایسی جلنے لگی زباں تک

ظالم نہیں یہاں پر یا نیم جاں نہیں ہے
اب ہم نہیں زمیں پر یا آسماں نہیں ہے

ہو اتفاق باہم مضبوط ہو صداقت — ٹھیریگی سامنے پھر دنیا کی کوئی طاقت
آپس کی رنجشوں کی جاتی رہے حماقت — آجائے یا الٰہی ہم میں نئی لیاقت

ثابت کریں یہ ہم بھی یکتاے دہر ہم ہیں
شمس و قمر فلک پر گردش میں گر بہم ہیں

رسّی کو دیکھ لیجے کیا بوجھ ہے سہارا — ہے اتفاق کا یہ ادنےٰ سا اک کرشمہ
رشتے بہم ملے تو تن تن کے بار کھینچا — ایک ایک تار کا بھی پہلے کہیں تھا دھندہ

ذرّے ملے ہوئے ہیں دنیا بنی ہوئی ہے
تاروں سے جیسے مل کر رسّی تنی ہوئی ہے

ہے اتفاق ہی کا سب لطف بانکپن ہیں — آنکھوں میں روشنی ہے تاب و تواں ہیں
قطرے لہو کے طاقت ہیں قلب پُرمحن ہیں — دانتوں سے ملکے باہم ٹھیری زباں دہن ہیں

کھانا ملے نہ ہم کو گر ہاتھ منہ جدا ہوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُٹھے نوالہ کیونکر گر انگلیاں خفا ہوں

اتنی سی بھی شرافت اپنی نہیں رہی ہے — اپنے ہی گھر میں عزت اپنی نہیں رہی ہے
سچ ہے کہ کچھ صداقت اپنی نہیں رہی ہے — پہلی سی وہ لیاقت اپنی نہیں رہی ہے
پامال ٹھوکروں سے سر اپنے ہو رہے ہیں
نااتفاقیوں سے عزت ڈبو رہے ہیں

اے ہندکے سپوتو۔ ہندوستان والو — مُردے بنو نہ اتنا اے آن بان والو
شانِ جہاں تھی تم سے تم ہو وہ شان والو — دُنیا تہِ قدم تھی اے آسمان والو
اُٹھو تو بستروں سے کروٹ بدل کے دیکھو
سوتے رہو گے کب تک آنکھیں تو مل کے دیکھو

اب اور ہیں ہوائیں دنیا بدل رہی ہے — تیغِ ستم گلوں پر تیزی سے چل رہی ہے
لو شام آن پہنچی۔ وہ دھوپ ڈھل رہی ہے — دولت کی آبرو کی میّت نکل رہی ہے
افلاس و آفتوں نے آخر نظر دکھائی
سونے نے اپنے چاندی غیروں کی کر دکھائی

دیکھیں کہاں کہاں ہم لیں اب خبر کدھر کی — چھلنی بنی ہوئی ہیں دیواریں سارے گھر کی
وہ مال جا رہا ہے دولت وہ دیکھو سر کی — حسرت سے تک رہے ہیں چیزیں اُدھر اُدھر کی
غیروں سے ہوں مقابل طاقت نہیں بدن میں
لپٹے پڑے ہوئے ہیں مُردہ بنے کفن میں

کچھ اختیار اپنا قبضہ کہیں نہیں ہے — گو مُلک ہے ہمارا گھر کی زمین نہیں ہے
دل بھی نہیں ہے اپنا جانِ حزیں نہیں ہے — وہ کون ہے یہاں جو اندوہگیں نہیں ہے
روڑے بنے سڑک کے اکثر پڑے ہوئے ہیں
قسمت پہ ہندیوں کی پتھر پڑے ہوئے ہیں

پُرساں نہیں ہے کوئی اس حالتِ دگر کا — کھچ کھچ کے جا رہا ہے غلّہ ہمارے گھر کا
آزاد ہے تجارت کیا دخل ہے بشر کا — غیروں کو مل رہا ہے جو نور ہے نظر کا
آفت میں پھنس رہے ہیں ہندوستان والے
رزق ان کا کھا رہے ہیں مغرب مکان والے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غلّہ خریدنے کو دولت کہاں سے لائیں — مُلکی رئیس اتنی ہمت کہاں سے لائیں
ہمدرد ہوں وطن کے۔ قدرت کہاں سے لائیں — چھن جائیں گر سیاں گر عزت کہاں سے لائیں

میموریل میں چندہ دیکر خطاب لیں گے
غلّہ خرید کر کیا مُلکی ثواب لیں گے

فریاد و شور کب تک اب کر لیں یہ ارادہ — اقوال اپنے کم ہوں افعال ہوں زیادہ
طے منزلیں جو کر لے اک بے بساط سادہ — بنتا ہے دیکھو فرزیں شطرنج کا پیادہ

ہم صنعتیں بڑھائیں کوشش ہو حرفتوں پر
مہر خموشی لب پر نقشِ وطن دلوں پر

کس کو دکھائیں یہ دل کب تک جلائیں جی کو — ہم میں جو کچھ کمی ہے پورا کریں اُسی کو
خاطر سے ہم بھلاویں فریادِ مفلسی کو — سیدھا بنائیں آخر تقدیر کی کجی کو

پھل لائینگی کسی دن یہ کوششیں ہماری
پوری ضرور ہونگی یہ حسرتیں ہماری

قائم ہے گر زمین بھی اور آسمان سارا — چمکے گا اک نہ اک دن ذرّے کا بھی ستارا
بغض و حسد سے لیکن کر لیجئے کنارا — اچھی طرح سمجھ لو شیدا کا یہ اشارا

اک ڈھلتا پھرتا سایہ ہر رنج و ہر خوشی ہے
اپنے بھی دن پھریں گے دنیا اگر بسی ہے

زبان۔ اُردو زبان کو ترقی دینے کے لئے یہ نہایت ہی عمدہ باتصویر ماہوار میگزین مسٹر مائل دہلوی کی زیر ایڈیٹری دہلی سے جنوری ۱۹۰۸ء سے جاری ہے۔ اس کا پہلا پرچہ ہمارے پاس ریویو کے لئے آیا۔ اس کے مضامین بہت نفیس اور مفید عام ہیں۔ لکھائی۔ چھپائی بہت عمدہ ہے۔ ہم اس ہونہار میگزین کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور اس کی درازی عمر کے لئے دل سے دعا کرتے ہیں۔ حجم ۴۸ اور ۶۴ صفحہ کے درمیان۔ قیمت سالانہ عہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فریاد بکری

"مہاشہ منوہر لال کشتہ کی یہ پنجابی نظم بڑی خوشی سے "اِندر" میں درج کی جاتی ہے۔ اِس قسم کے مضامین کی جس قدر اشاعت ہو۔ تھوڑی ہے۔ ایڈیٹر" +

الف۔ آد پرماتما یاد کرئے کل مشکلاں ہون آسان یارو
جس دا نام لیاں مکتی دھام ملدا کراں اوس تھیں جان قربان یارو
بنا اوس دے پوجو نہ ہور دوجا ایہو ویداں دے وچہ فرمان یارو
ہر جگہ تے ایشور موجود کشتہ نظر آوے نہ باجھ گیان یارو

ب بہت ہی دھرم دانشٹ ہویا لوکی مدھ تے ماس نوں کھاوندے نی
جیو رکھشا کل دا دھرم ہے سی اولٹا دیکھ پئے چھری چلاوندے نی
دودھ۔ دہی۔ مکھن جیہڑا دیوے سانوں ظالم اوسدے خون وچ نہاوندے نی
کشتہ جزا دی سزا کرتار دیوے کیتے اپنے دا بدلا پاوندے نی

ت ترس نہ آوندا پاپیاں نوں چھری پکڑ کے کرن حلال یارو
بے زبان تے ظلم روا ناہیں ذرا ہوش نوں لیو سنبھال یارو
یاد حق نوں دلوں بھلا دتا مرغی انڈے دے ول خیال یارو
کشتہ ظلم تے جنہاں نے لک بدھا مشکل انہناں نوں رب وصال یارو

ث ثابتی وچ نہ رہیا کوئی لوکی ماس شراب نوں کھان اج کل
اللہ اکبر موہوں آکھ کے تے ظالم پکڑ کے چھری چلان اج کل
ست سری اکال دا نام لے کے سکھ بکرے خوب جھٹکان اج کل
دلوں دور کبیر دا واک کر کے دونویں بحر ظلمات وچ جان اج کل

ج جس طرح ہووندی درد تینوں ایسے طرح ہی اونہاں نوں ہوندی اے
جس دا مرے لڑکا اوسدی ماں روے اسے طرح غریب اوہ روندی اے
اُسدا نہیں دردی کوئی درد ونڈے بوہے رب دے جا کھلوندی اے
آکھے کریں انصاف شتاب میرا ساڈے نال ربا ڈاڈھی ہوندی اے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چ چار دن دی تیری زندگی ہے ظالم اتنے ظلم کما ناہیں
بے زبان عاجز پکڑ قتل کرنا کسے مذہب دے وچ روا ناہیں
دودھ دہی ملائی جو دیوے تینوں ظالم اونہاں نوں پیا ستا ناہیں
کشتہ انت دا راہ ہے بہت مشکل پیا پاپ دا بھار ودہا ناہیں

ح حامی میرا نہیں کوئی جگ اندر کس پاس میں کراں فریاد ایشور
دیا کسی دے دل نہ مول آوے کل لوک ہو گئے بیداد ایشور
میرے بچیاں نوں جانوں مار کے تے لوکی ہوندے بہت ہی شاد ایشور
کشتہ دکھاں نے گھیریا آن مینوں اپنے فضل تھیں کریں آزاد ایشور

خ خوف خدا دا کرو لوکو کیوں ظلم تے ہتھ اُٹھایا اِی
جھوٹے دنیا دے دھندیا نوچہ پھس کے اپنی موت نوں دلوں بھلایا
میرے بچیاں نوں مارو مول ناہیں اساں ربدا واسطا پایا اِی
کشتہ کال دا رکھو خیال ہر دم ہُنے آیا کے ہُنے آیا اِی

د دوکھاں نے گھیریا آن مینوں پاس باہمناں دے ہُن مین جاوندی ہاں
شب و روز ورتے جھڑی نال ساڈے سارا کھول کے حال سُناندی ہاں
دشمن کُل جہاں ہو گیا میرا پئی کونج دے وانگ کرلاوندی ہاں
کرو مہر تے دسّو اوپا جلدی کشتہ کاٹ کے جگر نوں کھاوندی ہاں

ذ ذرا نہ کریں خیال دلوچہ اگوں باہمناں ایہ بتایا اِی
تیرے نال نہ دشمنی ویر کوئی خاطر کھان دی رب بنایا اِی
کالی بھیٹ منگے ہر دم بکرے دی بھیروں ناتھ نے ایہ سنایا اِی
کشتہ بکرے مارنا پاپ ناہیں رب شاستراں وچ فرمایا اِی

ر روندی تے کرلاوندی ہاں ظالم باہمناں پاپ کمایا اِی
میں تاں سمجھیا کرن لگے پکھ میرا اولٹا ہور ہی کچھ سنایا اِی
پُت مارو تے کالی نوں کرو راضی رب تسانوں ایہ فرمایا اِی
کشتہ اگے ہی ہے جگر کباب میرا جلی ہوئی نوں ہور جلایا اِی

ز زور ناہیں ساڈا نال تیرے جس طرح چاہیں توں ستا دا دا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیرے کردے بزرگ سُن رحم ساتھی ساڈی جان نوں لینے بچاوا
جیوا ہنسا پاپ ہے بڑا بھاری دتا رب نے آپ فرماوا
کرو مجھ غریب تے رحم کشتہ تیری جان نوں دیواں دعاوا
س سنی ہُن کھتریا عرض میری تیرے پاس میں آئی اوداس ہو کے
میرے کھان نوں باہمن روا رکھدے اونہاں کولوں میں آئی نراس ہو کے
میرے بچیاں تے ظلم بڑا ہووے دوڑی آئی میں ہوش حواس کھو کے
رکھیا عاجزاں دی کرن دھرم تیرا کشتہ شرن تیری آئی داس ہو کے
ش شور تے غل مچانا ہیں اگوں کھتری ایہ سنا دتا
شور بیراں نے کھادا ہے ماس تیرا ایسے واسطے اساں چا دتا
ماس کھادیاں ہوند ازور بہتا حکمت والیاں ایہ بتا دتا
کشتہ بکرے مارنا پاپ نا ہیں باہمن کھول کے کتب دکھا دتا
ص صبر پوے میرے بچیاں دا میری جان نوں بڑا جلایا ای
اگے دکھاں نے جگر کباب کیتا اُتوں آن کے نمک لگایا ای
میرے رونے تے کرلاونے دا تینوں ذرا خیال نہ آیا ای
کشتہ خوف خدا دا کریں ہر دم پیکے بھرم وچ دلوں بھلایا ای
ض ضد نا ہیں کوئی نال تیرے بچھا جو چاہیں سوئی کر لالہ
اساں عاجزاں تے ظلم روا رکھنا ئیں اُس رب پاسوں سدا ڈر لالہ
سدا عیش عشرت نا ہیں مول رہنے سدا مول نہ ہوندے زر لالہ
کشتہ کریں غرور توں دور دل تھیں نیواں رب والا دے ڈر لالہ
ط طرف میں سکھاں روان ہوئی کہیا عرض میری سنو آپ سنگھ جی
میرے بچیاں نوں مارن لوک سارے مینوں غماں نے اجڑ بگیا تاپ سنگھ جی
گرنتھ صاحب وچ لکھیا ہویا ایہ ہے جیو مارنا بڑا ہے پاپ سنگھ جی
میں غریبنی دی سنو عرض کشتہ دنے رات میں کراں ورلاپ سنگھ جی
ظ ظاہر ادیں تسلیاں او آکھن اسیں نہیں دوکھ پونچاوندے ہاں
مسلمان چھری پکڑ ذبح کردے اسیں نہیں حلال کراوندے ہاں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چ چار دن دی تیری زندگی ہے ظالم اتنے ظلم کما ناہیں
بے زبان عاجز پکڑ قتل کرنا کسے مذہب دے وچ روا ناہیں
دودھ دہی ملائی جو دیوے تینوں ظالم اونہاں نوں پیا ستا ناہیں
کشتہ انت دا راہ ہے بہت مشکل پیا پاپ دا بھار ودہا ناہیں

ح حامی میرا نہیں کوئی جگ اندر کس پاس میں کراں فریاد ایشور
دیا کسی دے دل نہ مول آوے کل لوک ہو گئے بیداد ایشور
میرے بچیاں نوں جانوں مار کے تے لوکی ہوندے بہت ہی شاد ایشور
کشتہ دکھاں نے گھیریا آن مینوں اپنے فضل تھیں کریں آزاد ایشور

خ خوف خدا دا کرو لوکو کیوں ظلم تے ہتھ اُٹھایا اِی
جھوٹے دنیا دے دھندیا نوچہ پھس کے اپنی موت نوں دلوں بھلایا اِی
میرے بچیاں نوں مارو مول ناہیں اساں ربدا واسطا پایا اِی
کشتہ کال دا رکھو خیال ہر دم ہُنے آیا کے ہُنے آیا اِی

د دوکھاں نے گھیریا آن مینوں پاس باہمناں دے ہُن مین جاوندی ہاں
شب و روز ورتے جہڑی نال ساڈے سارا کھول کے حال سُناندی ہاں
دشمن کُل جہاں ہو گیا میرا پئی کونج دے وانگ کرلاوندی ہاں
کرو مہر تے دسّو اوپا جلدی کشتہ کاٹ کے جگر نوں کھاوندی ہاں

ذ ذرا نہ کریں خیال دلوچہ اگوں باہمناں ایہ بتایا اِی
تیرے نال نہ دشمنی ویر کوئی خاطر کھان دی رب بنایا اِی
کالی بھیٹ منگے ہر دم بکرے دی بھیروں ناتھ نے ایہ سنایا اِی
کشتہ بکرے مارنا پاپ ناہیں رب شاستراں وچ فرمایا اِی

ر روندی تے کرلاوندی ہاں ظالم باہمناں پاپ کمایا اِی
میں تاں سمجھیا کرن لگے پکھ میرا اولٹا ہور ہی کچھ سنایا اِی
پُت مارو تے کالی نوں کرو راضی رب تسانوں ایہ فرمایا اِی
کشتہ اگے ہی ہے جگر کباب میرا جلی ہوئی نوں ہور جلایا اِی

ز زور ناہیں ساڈا نال تیرے جس طرح چاہیں توں ستا دا دا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیرے کردے بزرگ سُن رحم ساتھی ساڈی جان نوں لینا بچا دادا
جیوا ہنسا پاپ ہے بڑا بھاری دتا رب نے آپ فرما دادا
کرو مجھ غریب تے رحم کشتہ تیری جان نوں دیواں دعا دادا
س سنی ہُن کھتریا عرض میری تیرے پاس میں آئی اوداس ہو کے
میرے کھان نوں باہمن روا رکھدے اوہناں کولوں میں آئی نراس ہو کے
میرے بچیاں تے ظلم بڑا ہووے دوڑی آئی میں ہوش حواس کھو کے
رکھیا عاجزاں دی کرن دھرم تیرا کشتہ شرن تیری آئی داس ہو کے
ش شور تے غل مچانا ہیں اگوں کھتری ایہ سنا دتا
شور بیراں نے کھا دا ہے ماس تیرا ایسے واسطے اساں چا دتا
ماس کھادیاں ہوند ا زور بہتا حکمت والیاں ایہ بتا دتا
کشتہ بکرے مارنا پاپ ناہیں باہمن کھول کے کتب دکھا دتا
ص صبر پوے میرے بچیاں دا میری جان نوں بڑا جلایا ای
اگے دکھاں نے جگر کباب کیتا اُتوں آن کے نمک لگایا ای
میرے رونے تے کرلاونے دا تینوں ذرا خیال نہ آیا ای
کشتہ خوف خدا دا کریں ہر دم پیکے بھرم وچ دلوں بھلایا ای
ض ضد ناہیں کوئی نال تیرے بچھا جو چاہیں سوئی کر لالہ
اساں عاجزاں نے ظلم روا رکھنا ئیں اُس رب پاسوں سدا ڈر لالہ
سدا عیش عشرت ناہیں مول رہنے سدا مول نہ ہوندے زر لالہ
کشتہ کریں غرور توں دور دل تھیں نیواں رب والا دسدا ڈر لالہ
ط طرف میں سکھاں روان ہوئی کہیا عرض میری سنو آپ سنگھ جی
میرے بچیاں نوں مارن لوک سارے مینوں غماں ڈاہڑ ہگیا تاپ سنگھ جی
گرنتھ صاحب وچ لکھیا ہویا ایہ ہے جیو مارنا بڑا ہے پاپ سنگھ جی
میں غریبنی دی سنو عرض کشتہ دنے رات میں کراں وراپ سنگھ جی
ظ ظاہر ادیں تسلیاں او آکھن اسیں نہیں دوکھ پونچاوندے ہاں
مسلمان چھری پکڑ ذبح کردے اسیں نہیں حلال کراوندے ہاں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساڈا بادشاہ گورو گوبند سنگھ جی اسیں اوسدے سنگھ سداوندے ہاں
اُس تے پکڑ تلوار جھٹکایا سی اُسے واسطے اسی بھی کھاوندے ہاں

ع عقل شعور تے ہوش بھل گئی سارے جگ وچ نہیں کوئی یار میرا
جینی کرانی قرانی تے ہور پورانی سکھ ہندو نہیں کوئی غمگسار میرا

تیر ظلم نے جگر نوں چیر دتا نیر اکھیاں تھیں زار و زار میرا
کُشتہ جہان تھیں لاہ بیٹھی رونا آپ سُن سی بخشنہار میرا

غ غماں جلایا جگر میرا روندی آن ڈگی تیرے دوار ست گور
بیڑا ظلم دے بحر وچ پیا میرا اپنی مہر سیوں توں کریں پار ست گور

مینوں مار کے کھاوندے لوک سارے اوہ تاں مول نہ کرن وچار ست گور
میں غریبنی کراں پکار کُشتہ بخشنہار ست گور بخشنہار ست گور

ف فریاد فریاد فریاد کوکاں میں تے بوہڑہ میرے مہربان سائیں
میں غریبنی دکھاں دے منہ آئی اتے غماں وچہ پھس گئی جان سائیں

یتھوں کسے نوں نہیں گزند پہنچے ایہ کیوں مجھ نوں دُکھ پہنچان سائیں
بن میں گھاہ کھاواں دیواں دودھ لوکاں میرا سیخے کباب چڑھان سائیں

ک کس طرح نکلے گی جان تیری اتنا ظلم تے بندھائی لک بندیا
بے زباناں نوں پکڑ کے قتل کرنائیں روز حشر دیول بھی تک بندیا

اونہاں کی وگاڑیا ہے تیرا جنہاں چھُری ماریں چک چک بندیا
کشتہ پین گے انت نوں گھور نرکیں جہڑے ماس کھاون بے دھڑک بندیا

ق قادرا بخش گناہ میرے تیرے باجھ نہ میرا مددگار کوئی
سوالی آن ڈگی تیرے در اوپر تدھ باجھ نہ میرا ناز بردار کوئی

کل دکھیاں دے دکھاندا ناس کرنا این تیرے جیہا نہ ربا بخشنہار کوئی
کریں فضل تھیں کُشتے دا پار بیڑا میرے جیہا نہ ربا گنہگار کوئی

گ گریہ زاری کراں بہت بھاری آخر وچ درگاہ منظور ہوئی
کیتا کرم غریبنی مجھ اوپر کالی دکھاں والی رات دور ہوئی

ہویا دیداں دا نور ظہور جگ وچ گھٹا پوراناں دی مثل کافور ہوئی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یعنی اوس مہرشی نے جنم لیتا چرچا دیش دے وچ مشہور ہوئی
ل لکھ کروڑ ہے شکر اوس داجس نے بھیجیا ہے دیانند تائیں
وہندو کا راندھیری ہند اندر آپ بخشنہار ہے اوس چند تائیں
دشمن عقل دے بہت غمگین ہوئے خوشی بہت ہوئی دانشمند تائیں
بکری بیوہ دی سُنی فریاد کشتہ تے انا تھاں ٹے وڈھیا پھند تائیں
م مار آہیں جدوں روندی ساں اک برہمچاری آیا پاس میرے
ڈُبّی ہوئی ساں غماں دے بحر اندر اوڈے ہوئے سن ہوش حواس میرے
ہنوں دیوے تسلیاں پیا اتے قائم ہوش ہوئی تے نراس میرے
مددگار ایشور کوئی کھلیا اے کشتہ آیا سی وچ قیاس میرے
ن نظر نیویں کر کے عرض کیتی مینوں دوکھاں نے لیا ہے مار سوامی
کوئی نہیں دردی ساڈا درد ونڈے اتے نہ کوئی مددگار سوامی
کوئی پکڑ چھری ذبح کرے سانوں کوئی مار دائی کھچ تلوار سوامی
کشتہ وہن فراق وچ روندی ہاں میری جان تے بنی لاچار سوامی
ویکھ کے بکری حال تیرا میرا بُجھ کے جگر کباب ہویا
تیری آہ زاری اتے بیقراری میرا سُن کے دل بے تاب ہویا
گل سن کے میری جان کمبے لرزاں جسم کُل وانگ سلاب ہویا
کشتہ جدو امار نا پاپ بھاری کھڑی گل تھیں جگ قصاب ہویا
ی یاد رکھنی میری پیارئے نی خاطر تدھ دی جان قربان کرساں
جو جو دُکھ تیرے سرور تدے ہن سارے جگ دے وچ عیان کرساں
لے کے آسرا وید بھگوان والا میں تاں وچ پرچار جہان کرساں
کشتہ تدھ نوں کھاوندے لوک جہڑے جھوٹے اُنہاں دے کتبان کرساں
الف آریہ مذہب دا راہ دساں جیہڑا تدھ دے نال پیار کرسی
پیو مول شراب نہ ماس کھاوے سارے جگ دے وچ پرچار کرسی
پریتی پریم دے نال کر سبھا قائم دیش اونتی لئی وچار کرسی
کشتہ وید تے شاستر سچے سمجھن جیہڑی گل دا نہیں اعتبار کرسی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بُلبُلہ

(ماخوذ از زمانہ)

پھُولا ہؤا ہے کس لئے؟ کیا بلبلے میں ہے — اللہ کونسی یہ ہوا بلبلے میں ہے
اُف! کس قدر غرور بھرا بلبلے میں ہے — فرعون کوئی آکے چھپا بلبلے میں ہے
کتنا اُبھار۔ کتنی اکڑ۔ کیسی شان ہے
پانی کی ایک بوند میں کیا آن بان ہے

ہے آب و تاب خوب مگر یہ گُہر نہیں — ہے تاج یہ کسی کا مگر زیب سر نہیں
گنبد عجیب سا ہے مگر کوئی در نہیں — سر میں ہوا ہے اس کے مگر یہ بشر نہیں
دم خم کے ساتھ بھی نہیں تلوار بلبلہ
پھر چیز کیا ہے اے اولوالابصار؟ بلبلہ

یارب کسی کا آبلۂ پا ہے بلبلہ — یا دل کا دل جلوں کے پھپھولا ہے بلبلہ
فوراً نہان نظر سے جو ہوتا ہے بلبلہ — مجھ کو یقین ہے۔ بیضۂ عنقا ہے بلبلہ
یہ بلبلہ ہے یا کہ طلسم حیات ہے
پیدا ہؤا ابھی۔ ابھی نذر ممات ہے

چھوٹا سا نصف قطرۂ آبی کہوں اسے — یا گنبدِ فلک سے میں تشبیہ دوں اسے
جام بلور ہے جو کروں واژگوں اسے — کس مست بادہ خوار نے پھینکا نگوں اسے
پانی ہے تیز ہاتھ سے میرے نہ چھوٹ جائے
نازک بہت ہے چھونے سے شاید نہ ٹوٹ جائے

محروم اس کو چشم بصیرت سے دیکھئے — اپنی نگاہ عاشقِ قدرت سے دیکھئے
کچھ سوچئے جناب نہ حیرت سے دیکھئے — ہر ایک شے کو دیدۂ عبرت سے دیکھئے
جویائے کنہ راز نہاں کے لئے یہاں
عالم کا ذرہ ذرہ ہے اسرار کا جہاں

ہے وقت موج آب رواں اور یہ بشر — ہے بلبلہ کہ اپنی فنا سے ہے بے خبر
آجائے ایک موجۂ بادِ فنا اگر — رہ جائے بلبلے کی طرح دم میں ٹوٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتا ہے بلبلہ سبق آموزیٔ فنا
دیتا ہے آدمی کی حقیقت کا یہ پتا

پانی کی بوند بوند بشر اور حباب ہیں
اور دونو اس جہان میں نقش برآب ہیں

دونو مئے غرور سے مست و خراب ہیں
اور اس لئے غریقِ یمِ پیچ و تاب ہیں

دل میں اگر خودی نہ ہو سر میں ہوا نہو
ہوں اپنی اپنی ذات میں صورت جدا نہو

تلوک چند محروم

بلبل اسیر

صیاد قید تو نے ناحق کیا قفس میں
کیا ہاتھ تیرے آیا لایا جو مجھ کو بس میں

گلہائے نو دمیدہ اور گلستان سے چھوٹا
بچوں سے اپنے چھوٹا اور اپنی ماں سے چھوٹا

دانے کو آشیاں میں بچے بھٹکتے ہونگے
بھوکوں کے مارے اپنے سر کو پٹکتے ہونگے

کھولی نہیں ہیں آنکھیں پر تک نہیں نکالے
اُڑنے کو بیکسوں نے بازو نہیں سنبھالے

قفسِ غم و الم ہیں اب منہ میں ہیں قضا کے
کوئی نہیں ہے اُنکا حافظ سوا خدا کے

صیاد بال بچے رکھتا نہیں ہے کیا تو
اُن کے طفیل ہی میں کر دے مجھے رہا تو

آزادیوں میں اپنی کٹتی تھی زندگانی
گلچین و باغباں کی تھی مجھ پہ مہربانی

میں روز تھا چہکتا دیوارِ گلستان پر
تقدیر کھینچ لائی ہے ہے مجھے کہاں پر

میں جھولتا تھا جھولا گلبن کی ڈالیوں پر
وارفتہ تھا گلوں کی میں خوش جمالیوں پر

خورسند جی تھا اپنا نسرین و یاسمن سے
جاتا نہ تھا میں باہر دم بھر کو بھی چمن سے

نرگس کی چشمِ فتاں سنبل کی جعد مشکیں
اور شاہدانِ گل کی پوشاکِ عطر آگیں

آنکھوں میں بس رہی ہے دل میں سما رہی ہے
اب تک بہارِ گلشن جلوہ دکھا رہی ہے

دیتی نسیم گلشن غنچوں کو بھی ٹہوکا
بادِ صبا اُلٹتی گھونگھٹ عروسِ گل کا

سبزے کی لہلہاہٹ غنچوں کی مسکراہٹ
پھولوں کی بس رہی ہے آنکھوں میں اچپلاہٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا کیا میں یاد کر کے روؤں بہار گلشن
آنکھوں کو پھر دکھائے پروردگار گلشن

بجلی چمک رہی ہے بادل برس رہا ہے
ساون کا ہے مہینہ اور دل ترس رہا ہے

سب جھولتے ہیں جھولا گاتے ہیں سب ملاریں
مجکو بھی دیکھنے دے گلشن کی اب بہاریں

شاخ شجر پہ میں بھی نغمہ سرائی کرتا
پھولوں کے جمگھٹے میں جلوہ نمائی کرتا

ہر وقت شوق گلشن مجھ کو ستا رہا ہے
ہر دم فراق گل کا صدمہ دکھا رہا ہے

الطاف کی نظر کر بے بال و پر پہ صیاد!
قید الم سے مجھ کو للہ کر دے آزاد

غنچے چٹک رہے تھے پھولے تھے پھول ہر سو
لایا اسیر کر کے جوش بہار میں تو

میرا قفس ہی لے چل صیاد! تو چمن میں
اٹکی ہے جان اپنی نسرین و نسترن میں

اک پھول ہی تو لا دے ظالم مجھے کہیں سے
محبوس غم کو کچھ تو تسکیں کسی طرح دے

صیاد! زندگانی اب ہے وبال مجھ کو
اس سے تو ہے یہ بہتر کر دے حلال مجھ کو

مرنے کو جانتا ہوں میں رنج و غم سے بہتر
ہے قتل میرا ظالم قید الم سے بہتر

کس طرح چین پائے بلبل چمن سے چھٹکر
دن رات کیوں نہ روئے اصغر وطن سے چھٹکر

اصغر شاہ پوری

ہندوستاں کے ہم ہیں ہندوستاں ہمارا

(ماخوذ از "زبان")

دشمن رہے گا کب تک تو آسماں ہمارا
بدلا ہوا ہے اب کچھ رنگ فغاں ہمارا

ہوتا شریک قسمت گر آسماں ہمارا
دشمن کبھی نہ بنتا سارا جہاں ہمارا

ضبط تپ الم سے شعلے بھڑک رہے ہیں
تن من جلا رہا ہے سوز نہاں ہمارا

پھولے پھلے چمن میں اب خاک اڑ رہی ہے
"جنت نشاں" کبھی تھا ہندوستاں ہمارا

ہستی دکھا رہی ہے آثار نیستی کے
مٹنے کو ہے جہاں سے نام و نشاں ہمارا

تھا اوج پر مقدر معراج مل گئی تھی
ہم ساکن فلک تھے۔ تھا آسماں ہمارا

دست جفا نے کس کے لوٹا دھڑی دھڑی ہے
قسمت کو رو رہا ہے ہندوستاں ہمارا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گردش نے آسماں کو کجرو بنا دیا ہے — سیدھا رہے مقدر کیونکر یہاں ہمارا
حسرت جوان کی ہے ارماں ضعیف کا ہے — سارے جہاں کا دل ہے ہندوستاں ہمارا
اے انقلابِ عالم اتنا مٹا نہ ہم کو — رہنے دے کچھ جہاں میں نام و نشاں ہمارا
قسمت کی گردشوں سے جائے کہاں نکلکر — چکر میں ہے فلک کے ہندوستاں ہمارا
کچھ ایسی بیکسی ہے ماتم گلی گلی ہے — پڑھتا ہے مرثیہ اب ہر نوحہ خواں ہمارا
ارماں بھرا ہوا دل حسرت سے کہنے تا کا — پہلو میں اب نہیں ہے وہ نوجواں ہمارا
نیرنگئ جہاں کے ہیں کچھ عجب کرشمے — ہے آج مہرباں بھی نامہرباں ہمارا
آرام و چین و راحت مفقود ہیں سراسر — دشوار ہو گیا ہے جینا یہاں ہمارا

بیٹھا ہوا ہے گھر گھر رونق سخن کا سکہ
مانے ہوئے ہے لوہا سارا جہاں ہمارا

رونق - دہلوی

ٹرنسوال میں ہندوستانیوں کی حالت زار

معزز ہمعصر آرمی نیوز کی رائے نہایت صائب ہے کہ سورت میں کانگرس کے نہ ہو سکنے سے ایک بڑا بھاری نقصان یہ ہوا کہ جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کے ساتھ جو وحشیانہ ظلم ٹرنسوال میں ہو رہا ہے۔ اس پر تمام ہندوستان کی متفقہ آواز ظاہر نہ کی جا سکی اور جوہانسبرگ سے جو ڈیلی گیٹ سورت میں آئے اس امید پر کہ اپنے وطن کی سب سے بڑی پولیٹکل سبھا سے فریاد کرینگے۔ مایوس واپس گئے۔ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں ہندو۔ مسلمان عیسائی پارسی سب متفق ہیں۔ ایشیائی قانون کیسی جلدی میں اور کیسی ہٹ دھرمی کے ساتھ پاس کیا گیا ہے حالانکہ امپیریل گورنمنٹ بھی اس کو ناپسند کرتی تھی مگر ہندوستانیوں کے مقابلہ میں اہل ٹرنسوال کی خاطر زیادہ منظور تھی اس لئے کسی قدر تامل کے بعد ہوم گورنمنٹ نے اس کی منظوری دے دی۔ یہ قانون کیا ہے۔ ایک طوق غلامی ہے ہر ایک ہندوستانی کے لئے محض اس لئے کہ وہ ہندوستانی ہے ایسی سختیاں روا رکھی گئی ہیں کہ ادنے سے ادنے آدمی بھی ان ذلتوں کو روا نہ رکھے گا۔ ٹرنسوال میں کل ۱۳ ہزار ہندوستانی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھے جن میں بڑے بڑے سوداگر اساطی۔ ملازمت پیشہ اور کاریگر لوگ شامل ہیں۔ ان میں سے صرف ۴۰۰ آدمیوں نے ابھی تک اس قانون کے موافق نام رجسٹر کرائے۔ چند ہزار اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بھاری مالی نقصانات اٹھا کر ہندوستان کو چلے آئے ۶ ہزار نے ابھی تک قانون کی اطاعت منظور نہیں کی اور پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ کہ خواہ کے سب قید ہو جائیں۔ مگر اس کی تعمیل نہ کرینگے۔ ان کی اس ہمت کو آفرین ہے ان میں اعلےٰ تعلیم یافتہ لوگ نہیں ہیں۔ تاہم اصول کے پکے اور غیرت مند لوگ جبکہ ہندوستان کے پولیٹیشن آج کل ذاتی حملوں میں اپنا سارا زور خرچ کر رہے ہیں ٹرنسوالی ہندوستانی شرافت اور اتفاق اور انسانیت اور ہمت کا عملی ثبوت سچی قربانی اور مصائب و تکالیف برداشت کر کے دے رہے ہیں۔ اس معاملہ کے متعلق جو واقعیت پچھلے ہفتہ تک بہم پہنچی تھی۔ ہدیہ ناظرین ہو چکی ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا ہے آج پیش کیا جاتا ہے۔ مسٹر گاندھی نے مقدمہ دائر ہونے سے پہلے ایک مسجد کے احاطہ میں اپنے وطن کے مجمع میں لکچر دیا۔ اور اُن کو ہدایت کی کہ اس کام میں کوشش سے باز نہ خواہ جان جاتی رہے جس روز عدالت میں مقدمہ پیش تھا ہزار ہا ہندوستانیوں کچہری کے دروازہ کو گھیرا ہوا تھا اور زبردستی اندر داخل ہونا چاہتے تھے۔ اس تین آدمی گرفتار ہوئے۔ جب عدالت مسٹر گاندھی اور دیگر اصحاب کے لئے قید کا حکم چکی۔ تو ہندوستانی لوگ سیاہ جھنڈے ہلاتے ہوئے جلوس بنا کر بازاروں سے گزر جنوبی افریقہ کے کیتھولک لارڈ بشپ اور بہت سے پادریوں نے ایک میمورئیل مسٹر سمٹس ٹرنسوال کے پاس بھیجا ہے۔ کہ قانون رجسٹریشن کے قابل اعتراض دفعات پر نظر ثانی کرو مسٹر سمٹس اپنی ضد پر قائم ہے اور بڑا لمبا چوڑا جواب اس نے بھیجا ہے اور لکھا ہے کہ اس قانون کا یہ مدعا نہیں کہ ہندوستانیوں کے مذہبی خیالات کو صدمہ پہنچایا جائے یا انہیں ذلیل کیا

پریٹوریہ میں ایک اور ہندوستانی کو تین ماہ کی قید اسی قصور میں دی گئی ہے اور جوہانسبرگ میں ۱۰ جنوری کو ہندوستانیوں کے جلسے منعقد ہوئے جن میں رزولیوشن ہوئے۔ کہ اگرچہ عدالت نے ظالمانہ سزائیں ہمارے بھائیوں کو دی ہیں مگر باوجود اس کے ہم ہر طرح کے ظلم برداشت کرتے ہوئے اس قانون کی تعمیل ہرگز نہیں کریں گے۔ اور اس کے منسوخ کرانے کی جدوجہد جاری رکھینگے۔ جوہانسبرگ میں چینیوں کا بھی ایک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسے ہوا۔ اور اس میں قرار پایا۔ کہ ایشیائی قانون کے مطابق جو مقدمات ہوں اُن کے حالات بذریعہ تار کے گورنمنٹ چین کے پاس بھیجے جائیں۔ ڈربن میں بھی ایک عام جلسہ میں ۵۰۰ ہندوستانی شریک تھے۔ ۱۱ جنوری کو منعقد ہوا جس میں ایشیاٹک قانون کی مخالفت کی گئی اور اپیل ظاہر کی گئی۔ کہ ٹرنسوال کے ہندوستانی اخیر دم تک کوشش کرینگے۔ لارڈ الگن اور لارڈ منٹو کی خدمت میں ٹیلیگرام بھیجے گئے اور درخواست کی گئی۔ کہ اس معاملہ میں دخل دیں۔ نیز بمبئی کے بعض ممتاز اصحاب کو کہ تمام ہندوستان کی طرف سے اظہار ناراضگی کا انتظام کریں اس تمام شور و غل کا ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں ہے بجز اس کے کہ عدالت نے ہندوستانیوں کو جو سزائیں دی تھیں۔ وہ گورنمنٹ ٹرنسوال نے بجائے قید بامشقت کے قید محض میں تبدیل کر دی ہیں۔ پریٹوریہ میں ۷۔ ایشیائی اور گرفتار کئے گئے ہیں اور ۸ ہندوستانی اور چینیوں کو جلاوطنی کا حکم دیا گیا ہے۔ جوہانسبرگ سے خبر آئی ہے کہ برٹش انڈین ایسوسی ایشن کا چیرمین اور خزانچی اور انجمن اسلامیہ کا میر مجلس اور خزانچی علاوہ چند معزز ہندوستانی سوداگروں اور چینی لیڈروں کے گرفتار کئے گئے ہیں۔ پیٹرزبرگ کے ہندوستانیوں نے ٹرنسوال کے مظلوم ہندوستانیوں کے ڈیفنس کے لئے فنڈ کھولا ہے اور ۳۷۰۰ پونڈ چندہ جمع ہو چکا ہے۔ کیپ ٹون سے تار خبر ہے۔ کہ جنوبی افریقہ کی انڈین ایسوسی ایشن نے ایک ریزولیوشن پاس کر کے ہندوستان بھیجا ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے "بڑے رنج کے ساتھ ہم آپ کو اطلاع دیتے ہیں کہ ٹرنسوال گورنمنٹ نے ایشیاٹک قانون کے موافق ہمارے لیڈروں کو قید کر لیا ہے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ ہند ہندوستانی باشندوں کی طرف سے اس معاملہ میں دخل دیگی۔ کیونکہ اُن کے ساتھ بڑی بے رحمی کا برتاؤ ہو رہا ہے۔ پریٹوریہ میں ۱۰ ہندوستانی اور چینیوں کو ملک بدر رہونے کا اور حکم ملا۔ ایک ہندوستانی کو جس نے ملک بدر رہونے کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ ۲ ماہ قید کی سزا دی گئی ہے چینی ایسوسی ایشن کے میر مجلس کو ۲ ماہ قید کی سزا ملی اور جوہانسبرگ کے ۳۴ ہندوستانیوں کو ملک بدر رہونے کا حکم دیا گیا۔ اس کے متعلق سب سے تازہ خبر ہے کہ بجائے اس کے کہ ہندوستانیوں کی حالت زار پر رحم کر کے سختی میں کسی قسم کی کمی کی جاتی الٹا جوہانسبرگ کی میونسپل کمیٹی نے ولایت کی تجارتی کمیٹیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ٹرانسوال اور ٹرنسوال کے اس فیصلہ کی تائید کریں کہ ایشیائی وہاں نہ جا سکیں یہیں تک بس نہیں۔ سلطنت برطانیہ کی ایک اور نوآبادی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خدائی بمب

دیو سماج کے امر سنگھ کی چٹھی کا جواب "اگنی" اور دیو رتن کی چٹھی کا جواب ہوا "آسمانی
میں منتظر تھا۔ کہ کوئی تیسری چٹھی آئیگی۔ تو "خدائی بمب" چھوڑ دونگا۔ خیر بھرا پڑا ہے
وقت پر کام آئیگا۔ آسمانی گولہ کے متعلق دیو گورو کے بھگت نے اپنے ۱۵ جنوری کے پرچہ
ہے۔ کہ چونکہ اس کتاب میں نہایت کثرت سے جھوٹ۔ نہایت کثرت سے گندے مذاق
کثرت سے پھکڑ بازی۔ نہایت کثرت سے ادنےٰ درجہ کے تمسخر نہایت کثرت سے فحش کلامی اور نہایت
سے ہتک آمیز بیانات ہیں اس لئے ہم اس کو اپنے اخبار کے کالموں میں نوٹس لئے جانے کے
نہیں سمجھتے۔ چلئے چٹھی ہوئی۔ قلم پھینک دیا اور رُوٹھ گئے۔ کیوں صاحب! بس! اتنی ہی
تھی۔ ایسی بے مروتی کہ دو ہی رگڑوں میں بھنگ کی طرح گھُٹ گئے۔ انصاف تو کیجئے کہ آپ ہم
سالوں سے رگڑتے چلے آرہے تھے۔ اور ہم کیسے صبر سے آپ کی ٹھک ٹھک کو سُن رہے تھے۔
ایک پڑی اور آپ پڑ گئے۔ اور پڑے بھی کیسے؟ کلال کی طرح دانت نکال کر۔ سالہا سال
اپنی پاک قلم سے اپنے پاک اخبار کے پاک کالموں کی پاک سطروں کے پاک لفظوں کے
خدا کو نہایت ہی پاک گالیاں۔ خدا پرستوں کو نہایت ہی پاک بدکلامیاں۔ خدا پرستی پر
ہی پاک مخول۔ ویدوں پر نہایت ہی پاک مذاق۔ سوامی دیانند پر نہایت ہی پاک دھبے
سماج پر نہایت ہی پاک تمسخر۔ آریہ سماج کی تعلیم پر نہایت ہی پاک حملے۔ آریہ سماج کے
پر نہایت ہی پاک چوٹیں کر کے اپنے نہایت ہی پاک گورو کی نہایت ہی پاک تعلیم اور نہایت
پاک سپرٹ اور نہایت ہی پاک جیوتی اور نہایت ہی پاک شکتی کا ثبوت دیتے چلے آرہے
ہماری طرف سے ایک ہنٹر پڑا۔ تو آپ کا قافیہ مع ردیف تنگ ہو گیا۔ بلکہ کس گیا۔ اور آپ
تناسخ کی تردید کے گھوڑے کی طرح دُلکی چھوڑ پویہ بھاگ کر سیدھے کوتوالی اور وہاں سے
میں جا رہینگے۔ گزشتہ شورش میں آریہ سماج کے برخلاف آپ کی پانچوں گھی میں اور
میں رہا۔ کڑاہی کے نیچے "اگنی" چمکی۔ تو حضور پکوڑے کی طرح بیچ میں ہی تلے گئے۔ اب
گیا۔ کیا اگنی نے جلا دیا۔ یا گولے نے اُڑا دیا۔ ابھی تو "خدائی بمب" باقی تھا۔ اُس
بھی دیکھ لیتے۔ اچھا آپ کی چُپ تو ہماری بھی چُپ۔ ناظرین! مجھے امید ہے کہ اب دیو گورو
انسانوں کی طرح بات کرینگے۔ اب میں متانت اور سنجیدگی سے اپنی کہانی شروع کرونگا
ایسا کرنا ناممکن تھا کیونکہ ان لوگوں نے کتھا کے بیچ میں سے ہی اُٹھکر اُس دروازہ
تھا۔ جس کو اب "اگنی" نے جلا اور گولہ نے اڑا دیا ہے۔ میری کہانی کی سرخی ہوگی
میں میری زندگی کا ایک ورق" پہلے میں دیو سماج میں پھنسنے کے سامان دیو سماج
دیو سماج میں تجربات۔ دیو سماج کی اندرونی اور بیرونی ساخت پر بحث کرونگا۔ بعد ازاں
کی تعلیم و تلقین پر قلم اٹھاؤنگا۔ زاں بعد دیو سماج کی کھنڈن اور منڈن کی کتابوں پر۔
بھگت دیو سماج کو لاثانی۔ دیو گورو کو لاثانی دیو گورو کے کام کو لاثانی دیو گورو کی تعلیم کو
میں۔ یقیناً ان لاثانیوں کے بارے میں میری کہانی بھی لاثانی ہوگی ؎

الا یا ایھا السعدی ادھر آکر کہانی سن
کہ لاثانی ہے یہ جھگڑا مزہ آتا ہے ناول کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

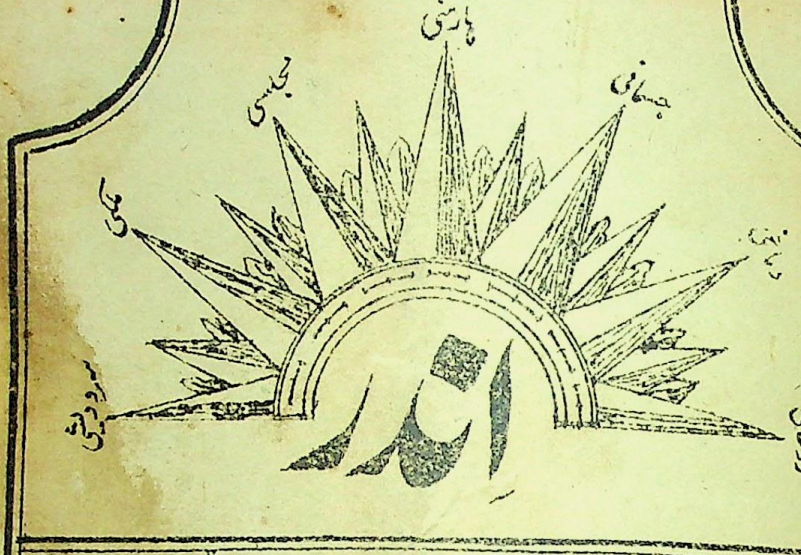

جلد سوم | مارچ سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۳

فہرستِ مضامین

۱- لیبر- از لارڈ آو بری مترجمہ ایڈیٹر ۱۴۵
۲- ہندوستان کی قدرتی دولت (زمانہ) ۱۵۳
۳- رنڈی نچانا سناتن دھرم از سناتن دھرمی ۱۶۱
۴- حضرت عیسےٰ نے کوئی نیا مذہب چلایا تھا ۱۶۴
۵- قادیانی پھکڑ کا ریویو- ایڈیٹر ۱۶۹
۶- ایک نمکین خط کا نمکین جواب- ایڈیٹر ۱۷۰
۷- دمینتی اور نورما کا پتر و تر ۱۷۸
۸- اکانومی آف ہیومن لائف کا ایک ورق ۱۸۱
۹- رام راون کا مقابلہ از پنڈت آتمارام جی ویدی ۱۸۲
۱۸- لاہوری چوہوں کی بوہڑی اور لوری ۲۱۹
۱۰- اندر کے بعض بیکار مباش ناظرین ۱۹۱
۱۱- پال کا خط آریہ سماج کے شاکی بھائیوں کے نام ۱۹۲
۱۲- میری شان- از ایڈیٹر ۲۰۳
۱۳- لاہو نواسی دُم کٹا چوہا و نیکٹیشور کی بھینٹ ۲۰۸
۱۴- کبیر بھگوان کی ٹوپی دیو گورو بھگوان کے سر ۲۱۱
۱۵- چوہوں کو موت کا خواب- از ایڈیٹر ۲۱۳
۱۶- لاہوری چوہوں کی ہلدی کی گٹھی ۲۱۴
۱۷- دیو سماج میں میری زندگی کے ورق کا سرورق ۲۱۶
۱۹- لاہوری چوہوں کی دل لگی ۲۲۰

ایڈیٹر- دھرم پال- بی- اے- لاہور

سالانہ قیمت سے روپیہ ممالک غیر ہے- فی پرچہ چھ آنے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر کے دس احکام

۱۔ فروری ۱۹۰۸ء سے اندر بجائے دس تاریخ کے ہر ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے ناظرین اس تبدیلی کو نوٹ کر لیں +

۲۔ اِندر نمونہ کی رسم کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ نمونہ کے شوقینوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مارچ ۱۹۰۸ء سے اِندر کا پرچہ بطور نمونہ کسی کو ۶ر کے ٹکٹ یا ۶ر کا وی پی آرڈر آنے کے بغیر روانہ نہیں کیا جاویگا فقط

۳۔ بعض اصحاب اس خیال پر وی پی واپس کر دیتے ہیں کہ جو پرچہ اُن کے مذاق کے مطابق نکلے ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لینگے آئندہ کیلئے اُنکے واسطے بھی وہی شرط ہے جو کہ نمونہ کے شوقینوں کیلئے ہے

۴۔ ہر ایک خط جس میں نمونہ طلب کیا گیا ہو مگر شرط نمبر ۲ پوری نہ کی گئی ہو بلا تامل چاک کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا فضول خط کوئی صاحب بھیجنے کی تکلیف نہ اُٹھائیں +

۵۔ تبدیلیٔ پتہ کی اطلاع یا پرچہ کی گم شدگی کی شکایت کے ساتھ اگر چٹ کا نمبر نہ لکھا ہوگا کہ وہ خط دفتر میں آتے کے ساتھ ہی چاک کر دیا جائیگا۔ اُسکی کوئی تعمیل نہیں ہوگی اور نہیں

۶۔ پرچہ کی گم شدگی کی اطلاع اسی مہینہ میں آنی چاہیئے۔ اگر دوسرے یا تیسرے ماہ میں جاویگی۔ تو پرچہ کسی صورت میں بھی روانہ نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں فائل کو مکمل کرنے والوں کو ۴ر کے حساب سے مل سکتا ہے +

۷۔ ہر ایک وی پی جو واپس آتا ہے بلا تامل رجسٹر میں سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ یہ مطلق نہیں پوچھا جاتا کہ وی پی کیوں واپس کیا گیا خواہ خریدار نے اپنی مرضی سے واپس کیا ہو یا ڈاکخانہ والوں کی غلطی سے پرچہ فوراً بند کر دیا جاتا ہے تاوقتیکہ خریدار دوبارہ اجرا کی درخواست نہ کرے

۸۔ اِندر کے دفتر کا انتظام مکمل ہے۔ تمام خطوط اور شکایتوں کی باقاعدہ تعمیل کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ تعمیل کی شرائط کے اندر ہوں +

۹۔ یہ ضروری نہیں کہ اِندر کا ایڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کے ساتھ کلیتہً اتفاق رکھے یا باہر سے آئے ہوئے تمام مضامین کو اِندر میں جگہ دے یا واپس کرے۔ تاوقتیکہ مضمون نگار مضمون کی واپسی کے محصول کا ذمہ دار نہ ہو +

۱۰۔ اِندر ان قواعد کا پابند ہے۔ باقاعدہ وقت پر نکلتا ہے۔ اُس کے ناظرین کو بھی اُس کے قواعد کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ فضول خط و کتابت میں کسی کا بھی ہرج

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر

مارچ سنہ ۱۹۰۸ء

اُمید

(لارڈ آوبری کی کتاب سے ترجمہ کیا گیا۔ ایڈیٹر)

میں نے لوگوں کو اکثر اس بات پر حیرانی ظاہر کرتے دیکھا ہے کہ امید بھی اوداراتا اور وشواس کی طرح ایک قسم کی نیکی ہے۔ وشواس کا مدعا غلط یا صحیح ہو سکتا ہے۔ مگر اوداراتا در حقیقت ایک نیکی ہے۔ لیکن امید کو نیکی کیوں کہا جاتا ہے؟ اس میں شک نہیں کہ مایوس ہو جانا پاپ ہے۔ اگر مایوسی پاپ ہے۔ تو اُس کے مقابلہ میں امید ضرور نیکی ہے۔ مگر امید کیا ہے؟ کسی کام کی تحصیل میں برداشت اور دُھن سے لگے رہنا ہی امید ہے۔ برداشت ایسی چیز ہے۔ جس سے انسان کا اصلی کیرکٹر سمجھ میں آسکتا ہے ایسا سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ کسی بہادری کے کام سے بھی ایسا نہیں سمجھا جا سکتا۔ دنیا میں بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو برداشت سے کام کر رہی ہیں۔ وہ سچے معنوں میں ستی ہیں۔ ہمیں شکستہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی شخص اُس وقت تک شکست خوردہ نہیں کہا جا سکتا۔ جب تک کہ وہ خود حوصلہ نہیں ہار دیتا۔ ٹیلر صاحب کا قول ہے کہ ارد گرد کے حالات سے گر جانا کوئی خرابی کی بات نہیں ہے۔ نہ ہی اپنے سے زیادہ طاقت والی طاقت سے مغلوب ہو جانا بُرا ہے۔ اس سے انسان کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں بغیر ہاتھ دکھائے دُم دبا کر بھاگ جانا یا چپکے سے اطاعت قبول کر لینا اور میدان کو چھوڑ دینا کسی صورت میں بھی اچھا نہیں ہے۔ بلکہ پاپ ہے۔ سڈنی سمتھ نے مذاقیہ طور پر کیا ہی اچھا کہا ہے۔ کہ اگر ہم دنیا میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہماری شان کے شایاں ہے۔ تو پھر ہمیں کنارے پر کھڑے ہو کر کانپتے یا سردی سے ڈرتے نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ فوراً کود پڑنا چاہیئے۔ اور جہاں تک ہو سکے ہاتھ پاؤں مار کر اس سے پار ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ بھی عجیب مزے کی بات ہے۔ کہ انسان اصلی خطرات سے نہیں ڈرتے۔ بلکہ خطرات کی وہمی شکل بنا کر ڈرتے رہتے ہیں۔ مثلاً اُن کو اس بات کا بڑا ڈر رہتا ہے کہ اگر ہم ایسا کرینگے۔ تو لوگ ہم پر ہنسینگے۔ حالانکہ لوگوں کو اُن کی طرف چنداں خیال ہی نہیں ہوتا۔ اس قسم کی جھوٹی شرم کو کبھی دل میں جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ شیکسپیر نے کیا ہی اچھا لکھا ہے

"بزدل مرنے سے پہلے ہی کئی دفعہ مر چکتا ہے۔ مگر بہادر صرف ایک ہی دفعہ موت کا مزہ لیتا ہے"

ڈان کوئیکساٹ فرضی بہادر اعطبل کی کھڑکی سے لٹک کر یہ سمجھ رہا تھا۔ کہ گویا اُس نیچے ایک عمیق خندق ہے جس میں وہ گرنے والا ہے۔ مگر جب میر یٹورنس نے اُس اصلیت سے آگاہ کیا۔ تو اُس کو پتہ لگا کہ خندق وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ بلکہ وہ زمین ہی کھڑا ہے۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے۔ جو اپنے سامنے وہمی خطرات کا نقشہ کھینچ چیخنے چلانے لگ جایا کرتے ہیں۔ دراصل بداعتباری اور بزدلی ہی ڈر کی جڑ ہے انسان کمر باندھ کر کھڑا ہو جاوے۔ تو پھر خطرہ کی کوئی بات نہیں رہتی۔ پیٹر نے فریسی اور سپاہیوں کا کیسا بہادرانہ مقابلہ کیا۔ مگر وہی پیٹر بڑے پروہت کے سامنے لونڈی اور نوکروں کے دھمکانے سے ڈر گیا۔ یہی حال بعض اوقات فوجوں کا ہوتا ہے۔ کہ میدان جیت لیا ہوتا ہے۔ مگر رات کو یہ گمان کر کے کہ دشمن نے چھاپا مارا ہے۔ فوج کی فوج ہی تتر بتر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہاں دشمن کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا اور دن کے وقت کے بعض خوف و خطرات بھی بالکل بے بنیاد ہوتے ہیں۔ کلارک فرماتے ہیں۔ کہ بہت سی مصیبتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کو اگر ہم اپنے دل میں جگہ دیں۔ اور اُن کی آؤ بھگت نہ کریں اور اُن کا خیال کر کے کڑھتے نہ رہیں۔ تو وہ یونہی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرح پھوٹ جایا کرتی ہیں۔ اور بہت سے تفکرات ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی اگر ہم پرورش نہ کریں۔ اور اُن کو اُڑنے کے پر نہ لگاویں۔ تو وہ ایک ہی دن میں مر جائیں۔ برعکس اس کے اگر ہم اُن کی پرورش کرنے لگ جائیں۔ تو وہ اس قدر انڈے بچے نکال لیتے ہیں۔ جو اپنے ساتھ بہت سی خرابیاں لاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے موجودہ حالات میں خوش نہ ہو اُس کو چاروں طرف نظر مار کر دیکھنا چاہیئے۔ کہ وہ کس آدمی کی زندگی کے ساتھ اپنی زندگی کا تبادلہ کر کے خوش ہو سکتا ہے۔ اغلباً وہ کسی کے ساتھ تبادلہ پسند نہیں کریگا۔ کیونکہ دنیا میں ہر ایک شخص کم و بیش شاکی ہے۔ بعض کے پاس وقت ہے۔ صحت نہیں ہے بعض کے پاس صحت ہے۔ دولت نہیں ہے۔ بعض کے پاس گھر ہے۔ مگر گھر میں آرام نہیں ہے۔ پس اگر وہ تبادلہ کرنا چاہتا ہے۔ تو اپنی تمام چیزوں کا دوسرے کی تمام چیزوں کے ساتھ تبادلہ کر کے دیکھ لے۔ بشرطیکہ وہ ایسا کر سکتا ہو۔ پھر اس کو بہت جلدی تسلّی مل جائیگی۔ کولرج نے ایک دفعہ بڑی مصیبت کی حالت میں سر ہمفری ڈیوی کو لکھا۔ کہ ان تمام مصیبتوں۔ انقلابات۔ خطرات اور تفکرات کے اندر ایشور وشواس میرے دل میں قائم ہے۔ جو مجھے ان تمام تغیرات میں سہارا اور میرے ایمان کو قائم رکھے ہوئے ہے مجھ پر جو مصیبتیں آتی ہیں۔ وہ اس وشواس کی بدولت برکتوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ تم امید کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ ایک پُرانی ضرب المثل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر امید نہ ہو۔ تو لوگ شکستہ دل ہو جائیں۔ کیونکہ دنیا میں ہر ایک بات کی تلافی ہو سکتی ہے۔ مگر مایوسی کی تلافی کوئی نہیں۔ سائرک کے فرزند کا قول ہے۔ افسوس ہے اُس پر جو شکستہ خاطر ہو گیا۔ اگر تم نے ہمت ہار دی تو سب کچھ ہار دیا۔ اس سے بہتر تھا۔ کہ تم پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے۔ کیمپبل کا مقولہ ہے۔ مصیبتوں کو برداشت کرنا اپنی قسمت پر فتح پانا ہے۔ کوپر نے کہا ہے۔ خبردار گھبراہٹ میں کوئی قدم نہ اُٹھا بیٹھنا۔ مصیبت کا دن گذر جائیگا۔ مگر تم ذرا انتظار کرو۔ یاد رکھو۔ کہ ہر ایک انسان غلطی کر بیٹھتا ہے۔ یہ سُن لو۔ جس شخص نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اُس نے دنیا میں کچھ کام بھی نہیں کیا مگر شرط یہ ہے کہ ہم کو ایک ہی غلطی دوبارہ نہیں کرنی چاہیئے۔ جب کوئی غلطی ہو جائے تو اس کو یاد کر کے رونے نہیں لگ جانا چاہیئے۔ بلکہ اُس سے آئندہ کے لئے سبق سیکھنا چاہیئے اور آگے کے لئے اپنی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور بجائے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رونے چلانے کے زندہ دلی سے کام کرنا چاہئے۔ چنانچہ جوزف ہیوم صاحب کہا کرتے تھے۔ کہ اگر ایک طرف دس ہزار پونڈ سالانہ کی آمدنی کی جاگیر ہو اور دوسری طرف زندہ دلی اور مجھے اُن دونوں میں سے ایک کے لینے کے لئے کہا جاوے تو میں زندہ دلی کو لے لونگا۔

کام کرنے کے لئے موجودہ وقت ہی ضروری ہے مگر بعض صورتوں میں ہمیں زمانہ گزشتہ اور زمانہ مستقبل میں بھی پناہ لینی پڑتی ہے۔ ہماری بہت سی مصیبتیں اس لئے ہم پر نازل ہوتی ہیں۔ کہ ہم مستقبل کو موجودہ پر قربان کر دیتے ہیں۔ اور آنے والی تمام خوشیوں کو ایک لمحہ بھر کی خوشی کے لئے تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے۔ کہ ہاتھ میں پکڑا ہوا جانور جھاڑی میں بیٹھے ہوئے دو جانوروں سے اچھا ہے۔ ممکن ہے کہ جھاڑی کا پرندہ کبھی بھی پنجرے میں نہ آئے۔ برعکس اس کے مستقبل کا زمانہ ضرور آتا ہے۔ کیسے خوش قسمت ہیں وہ انسان جو بقول رسکن من میں خوش رہتے ہوئے پرماتما کی طرف آنکھیں رکھتے ہیں۔ اگر ہم آیندہ پر نظر رکھیں۔ تو ہم کو بڑا آرام مل سکتا ہے۔ کیونکہ انسان کو عارضی اور فانی خوشیوں سے ہاتھ اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ عارضی خوشیاں غیر فانی زندگی کی زینت کبھی نہیں ہو سکتیں۔ برعکس اس کے دائمی آنند اپنی تمام برکتوں کے ساتھ ہم پر نازل ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ تک ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ انسان کو بہادر بننا چاہئے۔ اور کام کرنے کے لئے ارادہ برداشت کرنے کے لئے جگر رکھنا چاہئے۔ کیونکہ بقول شیکسپیر ہمارے شکوک اول دجہت کے غدار ہیں۔ جب کبھی فتح کا موقع آتا ہے۔ تو وہ ہمیں ڈرا کر شکست دلا دیتے ہیں۔ دلیری صرف نیکی ہی نہیں ہے بلکہ انسانیت کا عطر ہے۔ مرد کو بطور مرد بہادر ہونے کی ضرورت ہے۔ عورت کو بطور عورت حلیم الطبع بننے کی ضرورت ہے۔ مگر مرد اور عورت دونوں کو بہادر اور حلیم الطبع ہونے کی ضرورت ہے +

تہور کا نام بہادری نہیں ہے۔ نہ ہی خوف و خطر سے بھاگ جانیکا نام بہادری ہے۔ بلکہ خطرہ کا زور سے مقابلہ کرنا ہی بہادری ہے۔ خواہ مخواہ اور بلا وجہ خطرے میں کُودنا بہادری نہیں ہے۔ بلکہ جب خطرہ سامنے نمودار ہو۔ تو بجائے اظہار بزدلی کرنے کے اس کا عالی ہمتی سے مقابلہ کرنا ہی سچائی اور حفاظت کا راستہ ہے۔ میدان جنگ میں دشمن کے سامنے سے بھاگ نکلنا اس بات کا یقین دلاتا ہے۔ کہ اب

CC-0. Gurukul Kangri Coll...

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موت ایڑیوں کے پیچھے لگ گئی ہے۔ خصوصاً اچیلیس کی طرح جس کو کہ ایڑی پر ہی زخم
لگایا جا سکتا ہو۔ برک صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی خطرہ اسی وقت تک خوفناک معلوم
ہوا کرتا ہے۔ جب تک کہ سامنے نمودار نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ سامنے آجاتا ہے اور ہم
جان لیتے ہیں۔ کہ وہ کس قدر بڑا یا چھوٹا ہے۔ تو پھر ہمیں اس کا اتنا ڈر نہیں رہتا۔
ایک ہرن کی کہانی مشہور ہے۔ کہ وہ جانوروں کے پیروں سے ڈر کر بھاگا۔ مگر دوسری
طرف شکاری تھے۔ جھٹ اُن کے جال میں پھنس گیا۔ اسی طرح ایک فوج کا ذکر کرتے
ہیں۔ کہ وہ دُور سے گرد و غبار اُٹھتا دیکھ کر یہ خیال کر کے کہ دشمن آرہا ہے بھاگ نکلی۔
حالانکہ یہ گرد و غبار محض بھیڑوں کے ریوڑ کی وجہ سے اُڑ رہا تھا۔ جو کہ اس طرف سے
گزر رہا تھا۔ مگر فوج اس کو دشمن کی آمد سمجھ کر فرار ہو گئی۔ جس طرف کو بھاگی تھی۔ اسی
طرف سے دشمن بھی آرہا تھا۔ وہ سب کی سب گرفتار کر لی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے۔ کہ بعض اوقات خطرے سے بھاگ کر انسان اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیتا ہے
دانائی اسی میں ہے کہ ثابت قدم اور شانت چت رہو۔ پھول کے اردگرد کانٹے ہوتے
ہیں۔ مگر ہوشیاری سے ہم کانٹوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر پھول کو توڑ سکتے ہیں خطرات
میں تکلیفات ضرور ہوتی ہیں۔ مگر تکلیفات کے اندر سے گزر کر ہم سلامتی کے کنارے پر
پہنچ سکتے ہیں۔ تم قانع رہو۔ سنتشٹ رہو۔ پھر تم بالکل محفوظ ہو۔ زیادہ امیدیں
مت باندھو۔ گوتھے کا قول ہے۔ کہ جو شخص امید کم کرتا ہے۔ لیکن جو کچھ اس کے پاس
ہے اس سے زیادہ محظوظ ہوتا ہے۔ وہی کامیابی کے راز کو جانتا ہے پس تم طاقت
سے بڑھ کر امیدیں مت باندھو۔ اور پھر اُن کو جلدی جلدی پورا ہونے کی امید مت کرو
کیونکہ جو شخص انتظاری کرنا نہیں جانتا۔ اس کو ناکامیابی ہوتی ہے۔ کامیابی اُن
کے پلّے ہی پڑتی ہے۔ جو انتظاری کرنا جانتے ہیں۔ سب سے تاریک سایہ وہ ہوتا ہے
جو کہ انسان خود پیدا کرتا ہے۔ جبکہ وہ روشنی میں کھڑا ہوتا ہے۔ سب سے بڑا خطرہ وہ
ہوتا ہے۔ جو کہ انسان اپنے دل میں آپ پیدا کرتا ہے۔ مگر ہم کچھ ہی کریں۔ دنیا میں
رہتے ہوئے تفکرات کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے۔ ہمارا اپنا فرض ہے۔ کہ ہم اُن تفکرات
کو بہادری سے برداشت کریں۔ رچرڈ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جب تم پر کوئی سخت
وقت آپڑے۔ تو اپنی زندگی میں آئندہ سے گزاری ہوئی گھڑیوں کو یاد کرو۔ یقین کرو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور جان لو۔ کہ تکلیف اُٹھانا بھی ایک نعمت ہے۔ کیونکہ جو شخص تکلیف اٹھاتا ہے
وہی مضبوط ہوتا ہے۔ شیکسپیر کا قول ہے کہ ہر چہ باداباد۔ انسانی زندگی نہایت
ہی دشوار گزار دن ہے۔ جارج میکڈونالڈ نے کہا ہے۔ اگر نیت صاف ہو۔ اور
ارادہ مضبوط ہو۔ تو کوئی کام نہیں بگڑتا۔ کیونکہ اُس حالت میں اگر ہم پر کوئی
آفت آ بھی جاوے تو وہ فوراً دور ہو جائیگی۔ سورج کی روشنی دُھند اور مینہ سے
مطلع کو صاف کر دیتی ہے۔ کیونکہ سردی کے بعد گرمی اور گرمی کے بعد سردی اور
کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ بڑے بھاری طوفان کے
بعد شانتی بھی اُتنی ہی ہوا کرتی ہے۔ یاد رکھو۔ کہ ہمارا راستہ خواہ کتنا ہی تاریک اور
پُر از تکالیف ہو۔ مگر وقت ہمارے غموں کو دور کر دیگا۔ اور ہمارا راستہ کبھی نہ کبھی ضرور
صاف ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے سونے سے پہلے ہمارا دل پُر از درد و غم ہو۔ مگر صبح
اُٹھنے کے ساتھ ہی ہمارا وہ غم کافور ہو جاتا ہے۔ لونگ فیلو صاحب فرماتے ہیں:۔

اے اُداس دل دھیرج کرو۔ کڑھنا چھوڑ دو۔ دیکھو بادل کے پیچھے سورج موجود
ہے۔ دوسرے آدمیوں کا حال بھی تیرے جیسا ہی ہے۔ سب کے حصے میں کچھ نہ
کچھ راحت ضرور آئی ہے۔ اگرچہ بعض دن بڑے تاریک اور اندوہناک ہوتے ہیں۔

بعض اوقات حالات تبدیل ہو جایا کرتے ہیں۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ مصائب
نازل ہوا کرتی ہیں۔ جب کبھی ایسا موقع آئے۔ تو سمجھ لو۔ کہ اب تمہیں یقیناً بہادری
کا ثبوت دینا ہوگا۔ بعض اوقات حالات ہمیں بدلتے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اصل
میں وہ بدلتے نہیں۔ کیونکہ ہم کئی دفعہ بیرونی نشانات سے ہی دھوکہ کھا جاتے ہیں
اس لئے بیرونی نشانات کو دیکھ کر ہمیں حوصلہ نہیں ہار دینا چاہئے۔ جہاں تک
سکے کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات مصیبت اور
دکھ ہمارے لئے بطور دوستوں کے نمودار ہوتے ہیں۔ اور ہم اُن سے فائدہ اُٹھاتے
ہیں۔ نلسن نے اپنی اندھی آنکھ کا فائدہ اُٹھایا۔ جبکہ اُس کو میدان جنگ سے ہٹنے
کے لئے افسر اعلےٰ نے جھنڈی کا اشارہ کیا۔ مگر اُس نے یہ جان کر کہ اس وقت پیچھے
ہٹنا شرمناک شکست کھانا ہے۔ جھٹ اندھی آنکھ پر دوربین لگا کر بول اُٹھا۔ کہ مجھے
اس قسم کی کوئی جھنڈی نظر نہیں آتی۔ کہ میں پیچھے ہٹ جاؤں۔ پس وہ لڑا۔ اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پائی۔ سر گرانٹ ڈف صاحب ریٹن کی سوانح عمری میں فرماتے ہیں کہ بہت سے آدمیوں کو ہم اُن کی زندگی میں جانتے بھی نہیں۔ مگر اُن کی موت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں تواریخ میں ایسے آدمیوں کے نام زندہ جاوید ہیں۔ جنہوں نے کہ اصولوں کی خاطر گردن کٹوائی۔ اگر ہم دکھ اُٹھاتے ہیں۔ تو اُس کے دو ہی کارن ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ کہ ہم اپنے قصوروں کے لئے دُکھی ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم دوسروں کے لئے دکھ پاتے ہیں۔ اپنے قصوروں پر دکھ پانا اس بات کی علامت ہے کہ ہم پوتر ہو رہے ہیں۔ دوسروں کے لئے مصیبت اُٹھانا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ ہم دوسروں کو اعلےٰ بنا رہے ہیں۔ شیکسپیئر نے کہا ہے کہ دانا آدمی ماضے کے لئے بیٹھ کر رویا نہیں کرتے۔ بلکہ یہ سوچا کرتے ہیں۔ کہ جو کچھ ہو گیا۔ اس کی تلافی کیونکر کی جاوے جہاں ہمیں ایک طرف زندگی کی بے شمار خوشیوں اور نعمتوں سے محظوظ ہونا اور اُن کی قدر و منزلت کرنا چاہیئے۔ وہاں دوسری طرف رنج والم کو بھی محض بُرائی ہی برائی نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ دُکھ کے اندر بھی کچھ نہ کچھ بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے۔ اگر انسان کو سب جگہ لگاتار کامیابی ہی کامیابی ہوتی جاوے اور آزمائش کا موقع کبھی بھی نہ آئے۔ تو اُس میں خوبی کونسی ہے۔ وہ شخص کمزور رہیگا۔ اور شاید کبھی گر جاوے۔ مصیبتوں کا مقابلہ کرنا۔ مشکلات پر عبور کرنا۔ پر لوبھنوں سے بچنا رنج والم کو برداشت کرنا۔ انسان کو اُوپر اٹھاتا۔ طاقت دیتا۔ اور اُس کے کیرکٹر کو اعلےٰ بناتا ہے۔ گیکی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص ابدی زندگی چاہتا ہے۔ اس کے لئے لازمی شرط یہ ہے۔ کہ ابدی زندگی کی طرف چل پڑے۔ اور بڑی مضبوطی سے چلے۔ ہم موسم بہار کی بار سبا اور مدھم مدھم دھوپ سے آنند اُٹھاتے ہیں۔ مگر کیا قدرت کی خوبصورتی کو بڑھانے والے موسم سرما کے طوفان اور برف باری ہی نہیں ہیں۔ کنگسلے صاحب ایک معنی خیز نظم میں بادِ صبا کا یوں ذکر کرتے ہیں :۔

جنوبی بادِ صبا کے جھونکے عاشق کی سرد آہوں کی طرح آ رہے ہیں اور سست الوجود عاشق معشوق کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ مگر ایسا شخص کیا ہے؟ نکما ہے۔ سخت موسم میں زندگی بسر کرنے والے آدمیوں نے ہی انگریزی قوم کو وہ قوم بنا دیا ہے۔ جو کہ وہ اس وقت ہے۔ کیونکہ ایسے ہی آدمی تھے۔ جو کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس وقت جبکہ شمال مشرق سے برف کا طوفان چل رہا ہوتا تھا۔ گھر سے باہر نکل کر دنیا کے سمندروں میں چکر لگاتے پھرا کرتے تھے۔ اَے بادِ صبا! آ۔ چل! اور ہمارے دلوں میں ہمارے آبا و اجداد کے خون کو جنبش دے اور ہمارے دماغ اور پٹھوں کو مضبوط کر۔ اے خداوند کی فرستادہ بادِ صبا۔ تو چل! اور ہمیں آشیر بادے ؛

یقین کرو۔ مصائب شمال مشرقی طوفان ہیں۔ جو کہ ہمیں طاقت دیتی اور ہمارے خون کو جوش میں لاتی ہیں۔ ہنری ٹیلر نے کہا ہے۔ سورماؤں کا تانا اور داد صدائے آفرین اور آوازۂ شہرت سے آگے ہے۔ اگر یہ جاتا رہے تو سمجھو کہ ایک لڑائی ہار دی۔ لیکن اُن کے لئے پھر بھی گنجائش ہے کہ وہ قوت حوصلہ کو ہاریں۔ اپیکٹی ٹس صاحب فرماتے ہیں۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہر قیولیس کبھی ہر قیولیس ہو سکتا۔ اگر اس کے راستے میں شیر۔ اژدہا۔ سوئر اور اس قسم کے کمینہ خصلت انسان نہ آئے ہوتے۔ جن کو مار کر اُس نے راستہ صاف کیا۔ اگر یہ چیزیں اُس کے راستے میں نہ آئی ہوتیں تو وہ کرتا ہی کیا؟ اُس کی طاقت کا اظہار ہوتا کیونکر؟ غالباً وہ شیر کا چمڑا اوڑھے سویا پڑا رہا کرتا۔ پس ایسی آرام اور عشرت کی زندگی بسر کرتے ہوئے اول تو وہ ہر قیولیس ہی نہ بن سکتا اگر وہ بن بھی گیا ہوتا تو اُس کی زندگی سے فائدہ کیا ہوتا۔ اور اُس کے مضبوط بازو اور زور آور پٹھے کس کام کے ہوتے۔ اُس کی برداشت اور عالی حوصلگی کس مصرف کی ہوتی اگر ان تمام چیزوں کو کام میں لانے کے لئے اس کے سامنے وہ رکاوٹیں نہ آئی ہوتیں جن کو اُسے صاف کرنا پڑا۔ جب سقراط کو سا غر زہر پلایا جانے لگا۔ تو اُس کا شاگرد اپولوڈورس رو پڑا کہ اُستاد۔ آپ بے گناہ مارے جانے لگے ہو۔ سقراط نے جواب دیا تو کیا تم چاہتے ہو۔ کہ میں گنہگار ہو کر مروں؟ سینٹ پیٹر نے کہا ہے۔ کہ یہ کیسی قابل تعریف ہے کہ ایک انسان اپنے ضمیر کے لئے دکھ اُٹھاتا ہے اگر تم اپنے گناہوں کے لئے دکھ اُٹھاتے ہو۔ تو اس میں کونسی خوبی ہے۔ ہاں اگر تم کوئی گناہ نہ کرو۔ بلکہ نیکی کرو۔ اور پھر تمہیں دکھ ملے۔ اور تم اس دکھ کو بڑے صبر و تحمل سے برداشت کرو۔ تو سمجھو کہ تم پرماتما کے آشیر باد کے ادھیکاری بن گئے ؛

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان کی قدرتی دولت

اور

برآمد اشیا

از زمانہ جنوری سنہ ۱۹۰۸ء

ملک کی موجودہ تنگ حالی اور مسئلہ افلاس پر غور کرتے ہوئے پہلے یہ امر قابل لحاظ ہونا چاہیئے۔ کہ فی الحقیقت ہندوستانیوں کے وسائل آمدنی کس قدر ہیں اور ان کو کہاں تک ترقی دی جاسکتی ہے ٭

اس وقت یہاں کا سرمایہ دولت یہ چیزیں ہیں۔ کھیت۔ مویشی۔ جنگلات۔ معدنیات۔ ماہی گیری اور ریلوے وغیرہ ٭

کاشتکاری کے متعلق سوائے معمولی اجناس کے فصلوں کے تمام قیمتی ذرائع مثلاً چاء کے باغات۔ زراعت قہوہ۔ نیل اور سن کا کاروبار وغیرہ قریباً سب یوروپین ہاتھوں میں ہیں ٭

کچھ اہل سرمایہ کی غفلت۔ کچھ نقد کو دفن کر رکھنے کی عادت اور بہت کچھ قلت سرمایہ اور مشترکہ رقوم سے کام نہ کرنے کے باعث ہندوستانی اب تک ان بے شمار منافعوں سے محروم رہے ٭

مویشیان البتہ ہندوستانیوں کی ذاتی ملکیت ہیں اور اس میں دوسروں کی مداخلت نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں اس قدر مویشی موجود ہی نہیں ہیں کہ غیروں کو متوجہ ہونے کی ضرورت ہوتی۔ قلت مویشی کی نسبت ثبوت میں کسی قحط سالی کی مثال غیر ضروری ہوگی۔ صرف سنہ ۱۸۹۰ء کے اعداد قابل ملاحظہ ہیں۔ جبکہ سرکاری طور پر قحط تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ اس سال برٹش انڈیا (دیسی ریاستوں وغیرہ کو چھوڑ کر) کے ۱۴ کروڑ آبادی میں (اس میں بنگال بھی شامل نہیں اس لئے کہ اس کی کیفیت معلوم نہ ہوسکی) گائے۔ بھینس۔ گھوڑے۔ ٹٹو۔ خچر۔ گدھے۔ بھیڑ اور بکریاں ملا کر کل ۹

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کروڑ ۷ لاکھ ۵۰ ہزار ۶۵ مویشی تھے۔ اور آسٹریلیا میں جہاں صرف ۴۰ لاکھ کی آبادی ہے ایک کروڑ ۳۵ لاکھ ۸۳۱ مویشیاں ہیں۔ ہندوستان کی زراعتی حالت کے مطابق اسٹریلیا کے حساب سے یہاں ۲ ارب ۶۲ کروڑ ۸۰ لاکھ مویشی ہونے چاہئیں۔ لیکن اگر فرض کر دو کہ یہ تخمینہ کسی طرح پورا بھی ہو جائے تو تعداد ضرورت سے بہت زیادہ ہوگی اور اس شمار عظیم کے لئے یہاں چارہ بہم پہنچانا ناممکن ہوگا۔ تاہم موجودہ حالت اعتبار سے ہندوستانی کاشتکار کے لئے مویشیوں کی ترقی میں بہت بڑی گنجائش ہے خوشحال زمینداروں کو افزائش نسل کے لئے عمدہ عمدہ سانڈ رکھنا چاہئے۔ گھوڑوں اور خچروں کی نسل بڑھانے سے فوجی ضرورت کے لئے اُن کی زیادہ مانگ ہوگی۔ جس سے خوب فائدہ ہوگا۔ ادنےٰ درجہ کے کاشتکار بھی بھیڑ بکریوں کی پرورش کر کے اچھے فائدہ میں رہینگے۔ اگر ہر کاشتکار لازمی طور پر چند بھیڑ بکری پالنا اختیار کرے اور آسودہ حال زمیندار گائے۔ گھوڑے اور خچر کی نسل بڑھائیں تو بغیر مزید اہتمام کے سراسر نفع ہے۔

جنگلات سوائے بعض زمینداری رقبوں کے چونکہ سب سرکاری حفاظت و انتظام میں ہے اور لکڑی کی برآمد ممالک غیر کو بہت کم ہوتی ہے اس لئے یہ امر قابل تسکین ہے کہ اس کا کل منافع ملک ہی میں رہتا ہے ۱۸۹۸ء کے ایک نقشۂ حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صیغہ کی کل آمدنی اس سال ایک کروڑ ۹۴ لاکھ ۸ ہزار ۴۸۰ روپیہ تھی جس میں سے نصف کے قریب نگرانی اور انتظام پر صرف ہوا۔ جنگلوں سے ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایام قحط میں جب چارہ کی کمی سے مویشیاں مرنے لگتے ہیں تو سرکار محفوظ اور رکھائے ہوئے قطعات کو چرائی کے لئے کھول دیتی ہے اس طرح لاکھوں بے زبان جانور ہلاکت سے بچ جاتے ہیں۔ پرائیویٹ لوگوں کی ملکیت میں جو جنگل ہے وہ قریباً صاف ہو کر آباد ہو گئے اور اُن کی جگہ دوسرے جنگل نصب کرنے کی کوشش نہیں کی گئی حالانکہ جنگل سے سائر کی جو رقم مختلف مدات سے حاصل ہوتی ہے وہ آباد و زراعتی رقبوں کی آمدنی سے کئی گونہ زیادہ ہوتی ہے اور اس پر سرکاری مالگذاری بھی بہت کم ادا کرنی پڑتی ہے مگر زمینداروں کی تھوڑی سی لالچ نے آئندہ کے لئے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے جس کی تلافی مشکل ہے۔ جنگلوں کے کاٹنے سے طبعی طور پر بہت بڑا اثر پڑا اور بارش کی سالانہ اوسط سے اس کا نتیجہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے اگر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرکاری جنگل نہ ہوتے تو یقیناً اس ملک کی آب و ہوا پر قلت بارش کا بہت بڑا اثر ہوتا تاہم ضرورت ہے کہ گورنمنٹ مویشیوں کی چرائی میں جنگل سے متعلق مزید رعایت اور سہولتیں عطا کرے اس لئے کہ چارہ روز بروز کمیاب ہوتا جاتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ امید ہے کہ اس کا نرخ بھی چڑھتا ہی جاتا ہے۔ اس لئے اب اراضی آباد ہوتی جاتی ہے۔ اور زراعت محض مویشی پر منحصر ہے ✤

ہندوستانی کانوں سے قریباً پچاس ساٹھ لاکھ ٹن سالانہ کوئلہ برآمد ہوتا ہے۔ لیکن تمام کمپنیاں انگریزوں کی ملکیت ہیں۔ اُنہیں کا اس پر سرمایہ لگا ہوا ہے۔ اور وہی اس کا منافع سمندر پار لے جاتے ہیں۔ یہاں بھی ہندوستانی اپنی بے توجہی سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اگر ایک دو کوئلے کی کمپنیاں ہندوستانی اہتمام میں ہیں تو اُن کا شمار ہی فضول ہے۔ کچا لوہا ہندوستان کے بیشتر قطعات میں پایا جاتا ہے۔ مگر بیکار پڑا ہوا ہے یوروپین اس لئے توجہ نہیں کرتے کہ معدن آہنی ساحل سمندر سے بہت دور ہیں اور ہندوستانی اس ضرورت کے عدم احساس۔ کمی سرمایہ۔ اور مشترکہ کاروبار نہ کرنے کی عادت کے باعث اس سے بے پرواہ ہیں لیکن اگر کوشش کی جاوے تو لوہے کا کاروبار سونے سے کم منفعت خیز نہیں ہے ممالک متوسط میں لوہے کا ایک کام شروع ہوا تھا مگر خدا ہی جانے اُس میں کیوں کامیابی نہ ہوئی اب ایک امید ہوتی ہے کہ صنعت آہنی کے فروغ کی ابتدا ہو اس لئے کہ مسٹر جے دین ٹاٹا آنجہانی نے اپنی زندگی ہی میں اس تجویز کو بہت سرگرمی سے چلایا تھا جسے ان کے لائق جانشین تکمیل کو پہنچانے والے ہیں اور اس کا کافی انتظام بھی ہو گیا ہے لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ سردست ہر صوبے میں ایک ایسا ہی کاروبار وسیع پیمانہ پر اختیار کیا جائے اور پھر اس کو ترقی دی جائے ✤

یہ افسوسناک امر ہے کہ ہندوستان جو اشارۃً سونے کی چڑیا کہا جاتا ہے اس کے معدنیات طلا کا کل کام یوروپین ہاتھوں پر ہے اور دیسیوں کا برائے نام بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر باہر والے کوشش نہ کرتے تو سونے کی کانیں بند پڑی رہتیں۔ مٹی کے تیل کا کچھ حصہ آسام اور برہما کی پیداوار سے بازاروں میں دیکھا جاتا ہے۔ مگر اُس کا کوئی باقاعدہ حساب کتاب نظر سے نہیں گزرا کہ کچھ کیفیت معلوم ہو ✤

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ماہی گیری البتہ ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہے مگر اُس کی تجارت حیثیت سے نہیں کرتے انفرادی اور بے قاعدہ طور پر یہ کام ہو رہا ہے اس لئے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ ہوگلی۔ شمالی حصہ خلیج بنگال اور ساحل برہما میں ماہی گیری کے لئے ایک یورپین کمپنی قائم ہونے والی تھی مگر کافی سرمایہ نہ جمع ہونے سے کام بند ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ بنگال اس پر کچھ متوجہ ہوئی ہے اس لئے کہ تھوڑا عرصہ ہوتا ہے بنگال بورڈ آف ریونیو کے ممبر مسٹر گپتا ماہی گیری کی تحقیقات اور رپورٹ کرنے کے خاص طور پر امریکہ روانہ کئے گئے تھے۔ اگر ہندوستانیوں میں ذرا بھی ہمت ہو تو آئندہ کے لئے اس نہایت مفید تجارت کو غیر اقوام کی دست برد اور مداخلت سے محفوظ کر سکتے ہیں +

روئی کے کارخانے البتہ زیادہ تر ہندوستانیوں کی ملکیت ہیں شاید ایک تہائی یوروپین اس میں دخیل ہونگے۔ لیکن اس کے برخلاف جوٹ اور سن کے تمام کارخانے یوروپین سرمایہ اور اہتمام سے قائم ہیں۔ معلومات عام پیداوار کی تجارت میں کاغذ آبکاری۔ کٹائی۔ قہوہ۔ آٹا۔ چاول۔ تیل۔ شکر۔ نیل۔ شہتیر اور ریشم وغیرہ کے کارخانے تین حصہ یوروپین اور ایک حصہ ہندوستانی ہاتھوں میں ہیں۔ حالانکہ ان کاموں میں ہندوستانی سرمایہ اور محنت کی بہت بڑی گنجائش ہے +

اس وقت ہندوستان میں مندرجہ ذیل قسم کی مشترکہ سرمایہ والی کمپنیاں ہیں بنک اور داد و ستد۔ بیمہ کی مختلف شاخیں۔ ریلوے اور ٹرمیوے۔ جہازرانی۔ دوسری طرح کی تجارتی کمپنیاں۔ چاء۔ کاشت کی دوسری کمپنیاں۔ معادن زغال (کوئلہ) معادن طلا۔ دیگر معادن و کانہائے سنگ۔ روئی کا کاروبار۔ سن کے کارخانے۔ روئی۔ ریشم اور اون کے کارخانے۔ دھاتوں کی ڈھلائی۔ سن اور روئی کے پریس۔ اور دوسری طرح کی سوداگری مال و اسباب اور ادویات کی کمپنیاں۔ ان کی تعداد قریباً سولہ سو یا کچھ زیادہ ہے۔ اور ان پر کم و بیش قریباً چار کروڑ پونڈ یا ساٹھ کروڑ روپیہ کا سرمایہ لگا ہوا ہے۔ لیکن یہ کس قدر حیرتناک بات ہے کہ اس میں بمشکل ۱۵ کروڑ روپیہ سرمایہ ہندوستانیوں کا ہوگا یہ بات اور قابل لحاظ ہے کہ اتنے بڑے ملک میں جہاں تیس کروڑ سے زیادہ آبادی ہے تمام مشترکہ کارخانوں کا سرمایہ صرف چار کروڑ پونڈ ہے۔ حالانکہ ولایت کے صرف

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک شہر مانچسٹر کا سرمایہ کاروبار ۱۸۷۲ء میں بیس کروڑ ۷۰ لاکھ پونڈ اور ۱۸۸۱ء میں اب سے ۲۶ سال پیشتر ۳۱ کروڑ ۸۰ لاکھ پونڈ یعنے یہاں سے ۸ گونہ زیادہ تھا۔ اور اس وقت تو اُس کا تخمینہ پچاس کروڑ پونڈ سے زیادہ سمجھنا چاہیئے ٭

ہندوستان میں جس قدر ریلوے سلسلہ ہے اور اُس پر جو عظیم سرمایہ لگا ہوا ہے وہ سب کا سب یوروپین اشخاص کا ہے ٭

آبپاشی پر جو سرمایہ لگا ہوا ہے وہ بھی سب انگلستان کے مہاجنوں کا ہے۔ ہندوستانیوں کا اس میں مطلق حصہ نہیں ہے ٭

جہازرانی میں بہت کم ہندوستانی روپیہ لگایا گیا ہے اور جہازوں پر ہندوستانیوں کو خلاصیوں یا کلرکوں کا کوئی کام مل جائے تو زہے قسمت ورنہ وہ بھی نہیں۔ مال کی درآمد برآمد جو جہازوں کے ذریعے سے ہوتی ہے اس میں بھی ہندوستانیوں کا بہت کم حصہ ہے حالانکہ چالیس سال قبل جہازات کا ایک تہائی مال ہندوستانی اہتمام میں آتا جاتا تھا۔ بنگال میں خالص دیسی سرمائے سے ایک کمپنی برہما تک جہاز چلانے کے لئے قایم ہوئی ہے مگر یوروپین کمپنیوں کے سخت مقابلہ اور حریفانہ بے اعتنائیوں کی وجہ سے پہلے سال خسارہ ہوا۔ تاہم یہ امر قابل تسکین ہے کہ سال رواں میں گزشتہ نقصان پورا کر کے حصہ داروں کو معقول منافع تقسیم کیا گیا ہے اگر ہندوستانی چاہیں تو یہاں کے مختلف بندرگاہوں سے اپنے جہازی آمد و رفت کا سلسلہ بخوبی قائم کر سکتے ہیں ٭

ہندوستان سے جن چیزوں کی برآمد ہوتی ہے اس کا زیادہ حصہ انگلستان جاتا ہے۔ اس کے بعد ممالک یورپ۔ آسٹریلیا اور سیلون وغیرہ کا نمبر ہے۔ اس کی حالت حسب ذیل ہے ٭

ناریل کا ریشہ اور رسّے کی چیزیں۔ اس کی تجارت ہندوستان میں زیادہ تر تاجران ساحل مغربی کے ہاتھ میں ہے ٭

کافی کی تجارت میں ہندوستانیوں کا حصہ ۱/۲ کے قریب ہے اور دس بارہ پونڈ کی تجارت غیر ممالک کے ساتھ ہوتی ہے ٭

کپاس میں ہندوستانیوں کا معقول حصہ ہے۔ یہ پیداوار زیادہ تر یہیں صرف

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوجاتی ہے۔ کچھ باہر جاتی ہے۔ تاہم ترقی کی بڑی گنجائش ہے۔ سوت کے کارخا
بمبئی۔ شمالی اور وسطی ہند میں ہیں۔ یہ تجارت بالکل نئی ہے اور قریباً زیادہ تر سر
ہندوستانیوں کا ہے۔ پچاس لاکھ پونڈ تک اس کی تجارت ہوجاتی ہے ✣
روئی سے بنائی ہوئی دوسری چیزوں کی تجارت ۱۲ لاکھ پونڈ کے قریب ہے
ہندوستانیوں کو اس میں نقصان رہا ✣
ایک لاکھ پونڈ کے قریب ادویات کی تجارت بالکل یوروپین ہی کرتے ہیں ✣
نیل کی تجارت کو اگرچہ جرمن کی مصنوعی نیل سے مقابلہ کرنے میں نقصان
سنہ ۱۸۹۹ء میں اس کی قیمت ۱۹ لاکھ ۸۰ ہزار ۳۱۹ پونڈ کی تھی اور ہندوستانیو
اس میں صرف ۱/۳ حصہ تھا ✣
چاولوں کی برآمد زیادہ تر برہما اور بنگال سے ہوتی ہے سالانہ ایک کروڑ
اُس کی مالیت ہے ✣
گیہوں کی تجارت بہت بڑی ہے اور اگرچہ کاشتکاری ہندوستانی کرتے
جن درمیانیوں کے ذریعہ سے فروخت ہوتا ہے زیادہ نفع وہی کھا جاتے ہیں۔ اور
بڑا فائدہ رالی برادرس کا ہے جو تمام استادہ فصل گندم کے مالک ہوتے ہیں۔ اس
ہندوستانی بمشکل اس کے پیداوار کی اُجرت حاصل کرتے ہیں ✣
جوار اور باجرہ کی برآمد بھی نئی ہے ورنہ پہلے سب ہندوستان ہی میں
تھا۔ سنہ ۱۸۹۹ء میں قریباً ساڑھے سات لاکھ پونڈ باہر بھی گیا۔ گیہوں کی بر
سنہ ۱۸۸۸ء میں ہوئی یہی کیفیت دیگر اجناس کی ہے اس سے تو انکار نہیں ہو
ذریعہ سے یہاں کا گیا ہوا روپیہ کچھ نہ کچھ واپس آجاتا ہے مگر مسلسل اور روز
کی برآمد کا یہ سخت مضر اور ہولناک نتیجہ ہوا کہ گرانی یہاں مستقل ہوگئی۔ اور
یہاں کے بھوکوں کا پیٹ بھرتی وہ غیر ممالک کو چلی جاتی ہے یہاں والے فاقے کر
گوند اور لوبان کی تجارت پہلے اچھی تھی مگر سنہ ۱۸۷۰ء سے اسے زوال ہونے لگ
سن اور سن کی چیزیں زیادہ تر یوروپین پیدا کرتے ہیں اور وہی اس کی تجا
کرتے ہیں۔ حالانکہ خاص ہندوستان کی پیداوار ہے اور اس میں کافی اضافہ کیا
جاسکتی ہے ✣

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چمڑا اور کھال (جس میں بنا ہوا اور رنگا ہوا بھی شامل ہے) اس کی تجارت روز بروز ترقی پر ہے ۷۵ لاکھ پونڈ کے قریب اس کی فروخت ہو جاتی ہے۔ اصلی تجارت تو گویا ہندوستانی کرتے ہیں مگر دیکھا جائے تو ان کا صرف یہ کام ہے کہ مفصلات سے لاکر یوروپین کوٹھیوں تک پہنچا دیں اور ایک قلیل منافع پر قناعت کرلیں۔ باقی تمام فائدہ یوروپین کارخانہ والوں کی جیب میں جاتا ہے اور پھر جب خام چمڑے کی چیزیں تیار ہو کر یہاں آتی ہیں تو کئی گونہ زیادہ قیمت دیکر پھر اُسے ہم لوگ خرید کرتے ہیں یہ دوہرا خسارہ ہے ✣

جواہر کی تجارت میں ۳/۴ حصہ ہندوستانیوں کا ہے مگر کوئی ترقی نہیں ہے پٹ سن کی تجارت نہایت تیزی سے ترقی کر رہی ہے جس کی قیمت اس وقت ۱۵ کروڑ روپیہ سے زیادہ ہوگی۔ لیکن کُل یوروپین سرمایہ ہے اس سے جو چیزیں تیار کی جاتی ہیں یہ نیا کام ہے۔ بنگال میں اس کے بہت سے پتلی گھر ہیں مگر سب یوروپین ہاتھوں میں ہیں ابھی اس میں اور ترقی ہوگی لیکن ہندوستانی شاید ادھر رُخ نہ کرینگے ✣

لاکھ کی تجارت معقول منافع خیز ہے مگر ہندوستانیوں کو اُدھر توجہ نہ ہوگی زراعتی کھات کی تجارت ہندوستان میں بالکل جدید ہے اور ہندوستانی قبضہ میں ہے۔ تمام قحط میں اسے زیادہ تر ترقی ہو جاتی ہے۔ یہ مردہ حیوانات کی ہڈی ہے مگر کھال اور چمڑے کی طرح ہڈی جو ممالک غیر کو مصنوعی کیمیائی کھات بنانے کے لئے جاتی ہے۔ ہر سال ملک کے لوگ اس قیمتی چیز کے منافع سے بالکل محروم رہ جاتے ہیں اور ہڈیوں کی روانگی میں ان کو بہت قلیل رقم بچتی ہے ✣

فلزات کی تجارت کا اس ملک میں کچھ عجیب حال ہے ✣

افیون کی برآمد میں اگرچہ کمی ہوگئی اور حال کے معاہدہ گورنمنٹ چین سے بالکل بند ہو جائیگی مگر ہندوستانیوں کو اس کے فائدہ سے کوئی حصہ نہ ملا جو دراصل کثیر مقدار میں برابر حاصل کیا جاتا رہا ہے ✣

چاول کی بھوسی نئی برآمد ہے جو برہما اور بنگال سے روانہ ہوئی ہے دوسرے قطعات بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں ✣

روغندار تخموں کی تجارت پون کروڑ روپیہ کے قریب ہوتی ہے مگر ہندوستانی صرف پیدا کرتے اور قلیل نفع پر شاکر رہتے ہیں۔ اصل نفع یوروپین کوٹھی والے کماتے ہیں ✣

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاتھی دانت اور اس کے مصنوعات جو بطور برآمد دوسرے ممالک کو جاتی تھیں اس میں بہت بڑی کمی ہوگئی۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ایک ہندوستانی صنعت کو زوال ہوگیا +

سینگ کی تجارت کھالوں کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے مگر اس ملک میں اس کا بہت تھوڑا نفع رہتا ہے +

مسالا قریباً پانچ لاکھ پونڈ کے یہاں سے روانہ ہوتا ہے اور اس میں ترقی کی علامت معلوم ہوتی ہے۔ شکر ہے کہ اس پر ہندوستانیوں کا تسلط ہے دیسی شکر کی تجارت روز بروز چقندر کی شکر کے مقابلے میں کم ہوتی جاتی تھی مگر سودیشی تحریک نے کچھ جان ڈال دی ہے۔ اس طرح پر رقبہ کاشت نیشکر میں جو کمی ہوتی جاتی ہے یقین ہے کہ پھر خود عود کر جائے اس کے متعلق ایک اور امید افزا بات یہ ہے کہ کچھ دن ہوئے جب جرمن کے مصنوعی نیل کے مقابلے میں یہاں کے یوروپین کاشتکاران نیل کو نقصان ہونے لگا اور آیندہ فوائد کو سخت خطرہ کا احتمال ہوا تو لارڈ کرزن گورنمنٹ نے دور اندیشی سے اس نقصان کے رفع کرنے کے لئے انہیں کاشت نیشکر پر توجہ دلائی۔ اس کو بھی چقندر کی شکر سے مقابلہ کا اندیشہ تھا۔ اس لئے گورنمنٹ ہند نے باہر سے آنے والی شکر پر محصول درآمد بڑھا دیا۔ اس سے بھی توقع ہوتی ہے کہ کاروبار کو ترقی ہوگی +

چاء کی حیرتناک ترقی کرنے والی تجارت میں ۱۸۷۰ء سے ۱۸۹۹ء ۴۳۸ فی صدی ترقی ہوگئی۔ آئندہ اور زیادہ ہوگی۔ باغات چاء پر بہت بڑا پورپین سرمایہ لگا ہوا ہے۔ ہندوستانی صرف روزانہ اجرت پر قلی کا کام کرتے ہیں۔ آسام پوچھنے کو دو ایک ہندوستانی نام بھی دکھائی دیتے ہیں +

تمباکو کی تجارت اس لئے قابل غور ہے کہ جنوبی ہند میں اس سے اب عمدہ قسم کے چرٹ بننے لگے ہیں اور تخمیناً ڈیڑھ سو فی صدی تک ترقی ہوئی +

لکڑی کے متعلق ساگھو کی برآمد زیادہ تر انگلستان کو ہے جس کی تعداد بقدر ہے اور اس میں ۳۴۰ فی صدی کی ترقی ہے +

خام اون کی تجارت زیادہ تر ہندوستانی کرتے ہیں مگر یہاں بھی دیسی بہ قسمت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کام کر رہی ہے جو گیہوں۔ روغن ارتخم اور چمڑے میں ہے ٭
مشرقی اشیاء کی تجارت بہت بڑی مالیت کی ہے اس میں ۳۶ فی صدی کا اضافہ ہؤا ہے ٭
زر نقد میں بھی قریباً ۴۰۰ فی صدی کا اضافہ ہو گیا ہے ابھی اُسے اور ترقی ہو گی اس لئے کہ انگلستان اور ہندوستان کا تجارتی رشتہ بڑھتا جاتا ہے۔ مگر یہ نہایت افسوسناک بات ہے کہ برآمد کے متعلق صرف پیدا کرنے والی اجرت ہندوستانیوں کی جیب میں آتی ہے اور اصل نفع غیر ممالک والے لیتے ہیں۔ اگر ہندوستانی سرمایہ دار مشترکہ طور پر کام کرنے کی ہمت کریں تو اس کا معقول حصّہ ملک ہی میں رہ سکتا ہے ٭

محبان وطن سرمایہ دار ملک کی مالی بے بسی پر غور کر کے ہمت کریں ٭

حکیم برہم

رنڈی نچانا سناتن دھرم!!

پری پورن پاپ کے کارن تے — بھگونت کتھا نہ رُچی جن کو
رتن اِک اِک نار بُلائے لئی — نچواوت ہیں رن کو دِن کو
مردنگ کہے دھرگ ہے دھرگ ہے — منجر کہے کِن کو؟ کِن کو؟
تب ہاتھ اٹھائے کے نار کہے — اِن کو۔ اِن کو۔ اِن کو

شاعر کہتا ہے۔ کہ پاپ کے بڑھ جانے پر جب لوگوں کو پرماتما کی بھگتی آدی کا شوق نہ رہا تو انہوں نے وواہ شادیوں اور دیگر موقعوں پر رنڈیوں کا رات دن ناچ کروانا شروع کر دیا۔ اس نندنی کرم پر طبلہ زبان حال سے اُن کو "دھرگ دھرگ" ارتھات "دھرم۔ دھرم" پکار رہا ہے۔ طبلہ کی آواز پر منجر زبان حال سے پوچھتا ہے۔ "کِن کو کِن کو۔ کِن کو" یہ منجر کی آواز کی نقل ہے۔ گویا اس سوال پر ناچنے والی اپنے ہاتھ کی حرکت سے ناظرین کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہے۔ "اِن کو۔ اِن کو۔ اِن کو" ہمارے ہندو بھائیو! وواہ شادیوں پر پرماتما کی مستی کے گیت گانے کی بجائے کیوں اس نندنی کرم کو سناتن دھرم سمجھے بیٹھے ہو ٭

ایک سناتن دھرمی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا حضرت عیسےٰ نے کوئی نیا مذہب چلایا تھا

(ایک ودیکانند آشرم باسی کی قلم سے)

یسوع مسیح کا مذہب موجودہ زمانے کی آرتھوڈوکس عیسائیت کے مطابق نہیں اور نہ ہی یہودی قوم کے مذہب سے اس کی کچھ موافقت ہے۔ یسوع کے مذہب اور یہودیوں کے مذہبی مسائل اور خیالات میں بڑا بھاری تفاوت ہے یسوع کا مذہب ایک سیدھا سادا اور قانون قدرت سے کسی حد تک مطابقت رکھتا ہے یسوع کی تعلیم محض ایک اخلاقی تعلیم تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ یسوع نے کوئی نیا مذہب سکھلایا ہی نہیں کیونکہ اُس کی تعلیم میں عقاید مذہب وعلم الٰہی کے سلسلے کا پتہ ہی نہیں ملتا ہے یہ ایک ایسا مت تھا جس کے کوئی پرچارک نہ تھے یہ ایک ایسا مذہب تھا جس کا کوئی آئین یا دستور نہ تھا یہ ایک ایسا پنتھ تھا جس میں کسی خاص رسم کی پابندی نہ تھی۔ یہ مذہب یہودی کے مذہب کی طرح کسی خاص قانون کی قید میں نہ تھا۔ جیسا کہ ہندوستان میں مہاتما بدھ نے رسم ورواج کی غلامی اور برہمنوں کے عقاید مذہبی کے برخلاف آواز اُٹھائی اور ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں کو ہٹا سڑا کر اخلاق اخلاق کے موٹے موٹے اور سیدھے سادے اصولوں کا پرچار کیا۔ اسی طرح یہودیوں کے درمیان مہاتما بدھ کے پانچسو برس مابعد یسوع ناصری نے یہودی مذہب کے پیشواؤں اور پوپوں کے برخلاف تعلیم دی۔ یسوع نے یہودیوں کے اخلاق اور خیالات کو ناقص صورت میں دیکھا۔ یسوع یہودی مذہب کے پیشواؤں کی مکاریوں اور پاکھنڈوں کو دور کرنا چاہتا تھا۔ اُس کے دل میں اپنے ملک کے مذہب کو ریفارم کرنے کا خیال تھا اس لئے اُس نے عام فہم اخلاقی اصولوں کی تعلیم دی جس کے لئے دل سے محسوس کرنے کا تعلق ہے ظاہری طور پر کسی قانون کی پابندی لازمی نہیں یسوع کا خدا بنی اسرائیلیوں کے خدا کی طرح ظالم حسد وبغض سے بھرا ہوا خدا نہ تھا یسوع کا خدا ایک عالمگیر سپرٹ تھی موجودہ زمانے کے ایک تنگ خیال مذہب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے عقیدے کے مطابق وہ ایسا قادر مطلق مکار یا مغلوب الغضب خدا نہ تھا جو جانوروں اور حیوانوں کو مار ڈالنے اور صرف انسانوں کے بچانے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ ایک محبت کرنے والا باپ تھا۔ یسوع کی عبادت کا طریق فضول رسم و رواج کی پابندیوں میں جکڑنا نہیں۔ بلکہ روح اور باپ کے درمیان تعلق پیدا کرنا اور اُس کے لئے کسی پادری صاحب کی وکالت کی ضرورت نہیں۔ خدا کے خیال کے متعلق۔ جیسا کہ باپ آسمان پر ہے۔ یسوع نے اس خیال کو نیا ایجاد ہی نہیں کیا۔ جیسا کہ موجودہ عیسائی خیال کرتے ہیں۔ شمالی فلسطین کے مذہبی دائرے میں یہ خیالات پہلے سے ہی موجود تھے۔ جوپی ٹر کی پرستش کرنے والے ایسا ہی خیال کرتے تھے۔ کہ آسمان پر باپ ہے۔ اور یونانی لوگ اسے زیوس پیٹر بولتے تھے اور سنسکرت میں دیوس پتر بولتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں باپ آسمان میں یا دنیا کا باپ۔ سنہ ۱۷۵ اور سنہ ۱۶۳ کے درمیان بیشتر یسوع کے انطیاکس اپی فینس نے بابل اور شمالی فلسطین میں جوپیٹر کی پرستش کا رواج دیا۔ اگرچہ کئی ایک آرتھوڈوکس یہودیوں نے اس کے برخلاف واویلا مچایا۔ مگر یہودیوں کے درمیان ایسے آزاد خیال فریسی موجود تھے جنہوں نے اس خیال کو پسند کیا اور اس کا پرچار کیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہودیوں کے درمیان ایک نہایت ہی اعلےٰ درجے کا لائق پادری تھا جس کو یسوع مسیح کا سچا مقدمہ کہنا چاہئے جس کی یہودیوں کے درمیان بڑی عزت تھی یہ پادری فریسی فرقہ کا تھا جو کہ یہودیوں کے برخلاف خدا کو رحیم عادل اور باپ یقین کرتا تھا۔ اس مشہور پادری کا نام ربی ہلل تھا۔ طالمود بابل کے اس بڑے ریفارمر پادری ہلل کی نسبت کہتا ہے کہ وہ عزرا نبی کا ثانی تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ ہلل تھا جس نے پہلے پہل یہودیوں کے درمیان اس بیش قیمت اصول کا پرچار کیا۔ پادری ہلل ہمیشہ اپنا وقت مراقبے اور مطالعے میں خرچ کیا کرتا تھا۔ اور اس نے اپنے شاگردوں کو اسی قسم کی تعلیم دی۔ یسوع ابھی دس برس کا بچہ تھا جبکہ پادری ہلل کا انتقال ہوا۔ اس خیال سے ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ خدا کے متعلق فادر ہڈ کا خیال شمالی فلسطین میں یسوع مسیح کی زندگی سے بیشتر موجود تھا اور اس کا پرچار ربی ہلل نے کیا اور اس کے علاوہ اُس زمانے میں فیلو اور دوسرے نیوپلیٹونسٹ یہودی سکندریہ میں یہی تعلیم دے رہے تھے اور خدا کے فادر ہڈ اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ابنیت کے متعلق قدیم یونانیوں کو بھی خبر تھی۔ بھارت ورش کے قدیم باشندے آریہ لوگ ہزارہا برس پیشتر باپ بیٹے کی ماہیت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ یسوع نے آریوں کے ایک اعلےٰ خیال کا پرچار کیا +

جس زمانے میں یسوع گلیل میں ظاہر ہوا اُس زمانے میں ایرانیوں کے حکیم فیثاغورث کے خیالات مروّج تھے۔ اور مہاتما بدھ کے خیالات بھی زور پکڑ چکے تھے گلیل میں مذہبی جوش کی آگ بھڑک چکی تھی۔ سوشل اور پولیٹیکل رسومات پر جھگڑے برپا تھے۔ یہودیوں کے مذہب کے تین فرقے ہو چکے تھے جیسا کہ فریسی۔ صدوقی اور ایسی نیس ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ ایک دوسرے پر غلبہ پائے۔ صادوقیوں کا ایک بڑا بھاری مجمع تھا۔ علاوہ اس کے وہ کنسرویٹو تھے۔ برعکس اس کے ایسی نیس اور فریسی آزادانہ خیالات رکھتے تھے۔ یہ ایک بڑے بھاری جھگڑے فساد دہل چل اور بغاوت کا موقعہ تھا۔ قدرتی طور پر ایسے موقعے پر حب الوطنی کی آگ روشن ہو جاتی ہے اس لئے یہ ضروری تھا کہ لوگوں میں پہلے سے کسی قدر زیادہ مستعدی اور چستی پائی جاتی۔ جس طرح ہندوؤں کے درمیان یہ خیال ہے کہ نشکلنک کا اوتار ہوگا اور وہ ایسا ایسا ہوگا اور جس طرح دنیا کی جاہل قوموں کے درمیان یہ سلسلہ ابھی تک مروّج ہے۔ کہ وہ پیشین گوئی کے قائل ہیں۔ یہ پیشین گوئیوں کا نتیجہ ہے کہ ہزارہا لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید ہیں۔ یہ خطرناک مرض یہودیوں کے درمیان پھیلا ہوا تھا۔ یہودیوں کو جاوانبی کی پیشین گوئی کا یقین تھا۔ اُس زمانے کی تواریخ بیان کرتی ہے۔ کہ جو یہودی نبی بابل میں رہتا تھا۔ اُس کو جلاوطن کر دیا جاتا تھا۔ بنی اسرائیلیوں کے خاندان کی بزرگی اور جلال اور جاوے کے بیٹوں کی دنیاوی خوشی اقبالمندی کے متعلق یہودیوں کا اعلےٰ خیال تھا۔ یہودی لوگ یسوع کو دنیا کے لئے نجات دہندہ خیال نہیں کرتے تھے۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ پارسی مذہب سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ آنے والے اسی قسم کے مسیح کا خیال کرتے ہیں۔ ہرمزد کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انصاف کے دن ظاہر ہوگا۔ وہ اہرمن کے بُرے اثر اور بُرائیوں کا ناش کریگا اور دنیا کو تازہ کریگا۔ اس خیال کو فریسیوں نے منظور کیا تھا مگر آرتھوڈوکس یہودیوں نے انکار کر دیا تھا۔ اگرچہ سائنوسپٹک گاسپل کے مطابق یسوع کا دل

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہودی قوم کی اُس زمانے کی روایتوں اور یہودیوں کے فضول خیالات سے آزادانہ تھا۔ اگرچہ یسوع پارسیوں کی طرح یہ مانتا تھا کہ دنیا کے خاتمے پر مسیح آئیگا۔ اگرچہ یسوع کا خیال تھا کہ قیامت کے دن مردے قبر سے جی اٹھینگے اور سزا کا ایک دن مقرر ہے اگرچہ یسوع فریسیوں کی طرح دوزخ اور بہشت کا قائل تھا۔ اگرچہ انجیل سے اس بات کا بھی پتہ ملتا ہے۔ کہ وقتاً فوقتاً حضرت یسوع پر فرشتے نازل ہوتے رہے۔ اِن سب دلیل وعقل کے برعکس خیالات کو چھوڑ کر ہم پھر بھی معلوم کرتے ہیں۔ کہ یسوع کی زندگی عمدہ تھی۔ اُس نے اپنے خیال کے مطابق خدا کی بادشاہت کو معلوم کیا اُس نے باپ کی موجودگی کو اپنے میں محسوس کیا اور شاگردوں کو اس طرح خیال کرنے کی ہدایت دی۔ یسوع کہا کرتا تھا کہ خدا کی بادشاہت روحانی بادشاہت ہے یہودیوں نے جاوے نبی کی بادشاہت اس دنیا کی بادشاہت اور بنی اسرائیل کے خاندان کی اقبالمندی کو سمجھا مگر یسوع نے انصاف اور اخلاق کی بادشاہت کو پیش کیا۔ یسوع نے قوموں کے درمیان سے جھگڑے اور فساد کو دور کرنا چاہا اور صلح اور محبت کی بادشاہت دکھلانی چاہی اور یسوع نے اس خیال کا لوگوں کے درمیان پرچار کیا۔ جس طرح مہاتما بدھ نے ظاہر کیا کہ وہ اس دنیا میں صلح اور نیکی کی بادشاہت پھیلانے آیا ہے مہاتما بدھ نے خدا کی بادشاہت کا اظہار نہیں کیا بلکہ سچائی انصاف محبت اور صلح کی بادشاہت کا۔ مگر یسوع نے خدا کی بادشاہت کا اظہار اس لئے کیا کیونکہ لوگوں میں اُس وقت اس قسم کے خیالات موجود تھے اگر خدا کی بادشاہت کا نام نہ لیا جاتا تو یسوع کی تعلیم کا چنداں اثر نہ ہوتا +

یسوع سے دو سو سال پیشتر شمالی فلسطین میں مہاتما بدھ کے مشنریوں سے صلح اور محبت کی بادشاہت کے متعلق خیالات پھیل چکے تھے اور یہ ایک مشہور تواریخی واقعہ ہے کہ مہاتما بدھ کے مشنریوں نے حضرت مسیح سے دو سو برس پہلے شام اور فلسطین میں اخلاق محبت اور صلح کے اصولوں کا پرچار کیا۔ ان مشنریوں کا زیادہ تر اثر ایسی نیس یہودیوں کے ایک فرقے پر ہوا اور اکثروں کا یہ خیال ہے کہ یسوع اسی فرقے سے تھا۔ واقعی دلچسپی کی بات ہے کہ فرقہ ایسی نیس اور مہاتما بدھ کے پیروکاروں میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ اکثر بدھ مت کے پیروکار بھی ایسی نیس یا تھیوریپی ٹا کہلاتے ہیں پالی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زبان جوکہ سنسکرت سے نکلی ہے ستھرا پتر یعنی ستھر کا پتر یا ستھر یعنی جوکہ سنجیدہ
ہے جس کو دنیا کی تکلیف نہیں۔ ستھر بھی مہاتما بدھ کا ایک نام ہے تھیوسو
مہاتما بدھ کے وہ مرید ہیں۔ جو بطور ڈاکٹروں اور معالجوں کے کام کرتے ہیں۔
بیماریوں کو اچھا کرتے ہیں۔ ہندوستان کی تواریخ جاننے والے اس بات سے
آگاہ ہیں کہ ۲۴۹ برس قبل از مسیح مہاراجہ اشوک بدھ مت کا پیرو کار ہو گزرا
جس کے زمانے میں بہت سے مشنری بدھ مذہب کا پرچار کرنے کے لئے دور دراز
میں بھیجے گئے۔ مہاراجہ اشوک نے سائبیریا۔ سیلون۔ چین اور مصر کو مشنری بھیجے
ان مشنریوں نے بودھ مت کا پرچار کیا۔ ان لوگوں نے جنگ و جدل جہاد سے
بہا کر تلوار کے زور سے مذہب نہیں پھیلایا۔ بلکہ محبت۔ اخلاق۔ حلیمی۔ بردباری
صلح سے پھیلایا۔ مہاراجہ اشوک کے زمانے کے پتھروں کے نوشتے اور فرمان اب
پائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک فرمان میں پانچ یونانی بادشاہوں کا ذکر
جوکہ مہاراجہ اشوک کے ہمعصر تھے۔ جیسا کہ شام کا انطیاکس۔ مصر کا طالمی
کا اینٹی گونس۔ سیرین کا مگس۔ اسیرس کا سکندر۔ فرمان کی عبارت سے
ہوتا ہے کہ مہاراجہ اشوک نے ان بادشاہوں کے ساتھ رابطہ اتحاد پیدا کیا
کے ملک میں بدھ ازم کا پرچار کرنے کے لئے مشنریوں کو بھیجا۔ مہاراجہ اشوک
کرتا ہے کہ ہندوستان میں اور ممالک غیر میں ہر جگہ بدھ مذہب کی تعلیم
لوگوں نے اتفاق کیا۔ جہاں جہاں پرچار کیا گیا۔

محافی کرسچن مورخ بیان کرتا ہے کہ دو سو سال قبل از مسیح کے سیر
مذہب کے مشنریوں نے بدھ کی تعلیم کا پرچار کیا جوکہ یسوع کی تعلیم کے ساتھ
ہے۔ بودھ مت کے مشنریوں کی محنت ان جگہوں پر رائیگاں نہیں گئی۔ وہ
تک نسلاً بعد نسل بدھ مذہب کی تعلیم کا پرچار کرتے رہے۔ اس فرقے کے آد
زندگی میں مجرد رہنے کے لئے مجبور تھے اور جوان میں شامل ہوتے تھے عمر بھ
رہتے تھے۔ اور یہودیوں کے عقاید مذہب میں کوئی مجرد رہنے کا ذکر تک نہیں
اس کے سکندریہ کا نیوپلاٹونسٹ فیلو نامی جوکہ مسیح کا ہمعصر ہے وہ اپنی
بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اُس وقت ایسی نیس کی تعداد چار ہزار کے قریب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ فرقہ اسی نیس کے خیالات اور زندگی کا طریق بدھ مذہب سے مطابقت رکھتا ہے اور یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ دو سو برس قبل مسیح سے بدھ مذہب کے مشنریوں نے وہاں پرچار کیا۔ مسٹر پلنی مورخ کہتا ہے کہ اسی نیس بحر مردار کے مغربی کنارے پر رہتے ہیں وہ ایک زاہدانہ و فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ دنیا کے تمام آدمیوں سے نرالے وہ کسی عورت۔ خانہ داری کی زندگی کی خوشیوں اور روپے کے بغیر کھجور کے درخت کے تلے آرام کرتے ہیں ✣

ہمیں یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اُس زمانے میں اسی نیس بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اور ایک اور خصوصیت پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اُن میں اصطباغ [illegible] رواج تھا۔ اور یہی خصوصیت بدھ مذہب کے فقیروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ یوحنا نبی جس نے اپنی زندگی میں بپتسمے کا رواج دیا یہ بدھسٹک فقیروں کی نقل ہے بودھ [illegible] کے پیروکار کی طرح اسی نیس صبح سویرے سورج کے نکلنے سے پیشتر اُٹھا کرتے تھے۔ اور جب اپنی نماز عبادت کیا کرتے تھے تو چہرے مشرق کی طرف رکھتے تھے جب دن چڑھ آتا تھا۔ تو اپنے کام میں لگ جاتے تھے۔ زراعتی کاموں میں مویشی چرانے میں یا معمولی تجارتی پیشوں میں مصروف ہو جاتے تھے۔ گیارہ بجے تک کام میں لگے رہتے تھے۔ اس کے بعد غسل کرتے تھے اور سن کی سفید رسّی پہن رکھتے تھے۔ اور صرف نباتی غذا کھاتے تھے۔ اسی نیس لوگ شراب اور گوشت سے بالکل پرہیز رکھتے تھے۔ وے چمڑے کے تہ بند پہنا کرتے تھے جیسا کہ بدھ مذہب کے چند پیروکار پہنتے تھے۔ اسی نیس مذہب کا عقیدہ یہ تھا اور اسی نیس خدا کی عزت کی قسم کھاتا ہے۔ کہ وہ ہر ایک انسان کے ساتھ انصاف و محبت کے ساتھ رہیگا۔ وہ کبھی زندگی میں کسی کو تکلیف نہ دیگا۔ نہ ہی کسی کے کہنے پر کسی کو دُکھ دینے کا باعث ہوگا۔ کذب اور باطل پرستی سے پرہیز کریگا وہ ہمیشہ نیکی سے زندگی بسر کریگا اور نیک آدمی کی مدد کریگا۔ اور سچائی اور محبت کے اصولوں کو نگاہ [illegible] رکھیگا۔ چوری سینہ زوری ایسے کام جس سے روح ناپاک ہوتی ہے اُن سے [illegible] رہیگا" ان میں سے چند ایسے بھی تھے جو بعد ازاں خانہ داری کی زندگی بسر کرنے [illegible] لگ گئے تھے ✣

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مشہور مصنف رنین کہتا ہے کہ ایسی نیس برہمن گوروؤں کے مشابہ تھے
وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ کیا تعجب ہے۔ کہ ان لوگوں پر ہندوستان کے پراچ
مُنیوں کا ہی اثر پڑا ہو۔ مسٹر رینن کے خیالات کے مطابق بابل بدھ مذہب کی
کا سچا فوکس ہے۔ دوسرا نام مہاتما بدھ کا خالدین اور صابئین بھی تھا جس
بپتسمہ دینے والے کے معنے ظاہر ہوتے ہیں۔ آگے چل کر وہی مسٹر رینن کہتا
کہ بہرکیف ان تمام واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جان بپٹسٹ کی رسمیات
یہودی طریقے زیادہ تر مشرق سے ہی لئے گئے ہیں ٭

اِس عبارت سے صاف طور پر ہندوستان مراد ہے کہ ایسی نیس لوگوں
ہندوستان کی بدولت اس قسم کے مذہبی خیالات حاصل کئے تھے۔ اور ہم
طور پر نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ بدھ مذہب کی تعلیم کا اثر حضرت
یسوع پر ہؤا ایسی نیس یہودیوں کے فرقے کے ذریعے سے اور خاص کر یوحنا نبی
ذریعے سے یسوع پر اس تعلیم کا اثر ہؤا۔ اگرچہ یسوع نے یہ کبھی تعلیم نہیں دی
وہ دنیا کا مالک دنیا کا حکمران ہے اس نے دنیا کو پیدا کیا تو بھی اُس کے پیرو کا
اُسے خدا سمجھتے ہیں اور ایسا یقین کرتے ہیں۔ کہ اناجیل مقدس کے مطابق دنیا
خاتمے کے خیال اور انصاف کی بادشاہت نے خدا کی بادشاہت کا خیال یسوع
دل میں ایسی مضبوطی سے پیدا کر دیا تھا کہ وہ بیٹا ہونے اور اپنے باپ کا گہرا
ہونے کی وجہ سے سوچنے کے لئے مجبور ہؤا کہ وہ اس قسم کی خدا کی ڈگری پیش
کہ اُس کے ذریعے سے زمین پر سچائی محبت اور انصاف کی بادشاہت قائم ہو
یہ خیال رفتہ رفتہ یقین کے درجہ پر پہنچ گیا اور اُس نے علانیہ ظاہر کیا کہ وہ خدا
کا بیٹا ہے اور جبکہ وہ خدا کا بیٹا ہے تو وہ دنیا کا مالک اور ریفارمر ہے۔ اور
اِسی واسطے دنیا میں ظاہر ہؤا ہے کہ دنیا میں خدا کی بادشاہت پھیلے ٭

ہمیں اس پر تو بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہم یہ بتلائیں کہ حضرت یسوع
سے پہلے دنیا میں خدا کی بادشاہت نہیں تھی تو کس کی تھی۔ ان باتوں کو چھوڑ
کر ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ یسوع کے مذہب کے بنیادی اصول صفائی پرہیزگاری
بے غرضی تحمل۔ غصے کو روکنا۔ ویراگ۔ تیاگ۔ دولت سے محبت نہ کرنا۔ دنیا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چیزوں سے تعلق نہ رکھنا۔ کھشما دشمنوں سے محبت کرنا وغیرہ تھے۔ اور یہ تعلیم اور یہ اصول یسوع مسیح کی نئی ایجاد نہ تھی۔ ان اصولوں کو چاہے کتنا لمبا کریں مگر منو بھگوان نے جو دھرم کے دس لکشن بیان کئے ہیں اُن میں ان اصولوں کا خزانہ ملیگا۔ حضرت یسوع نے ایک سال کی پبلک زندگی میں بطور ایک ریفارمر کے ان اصولوں کا پرچار کیا اور اپنی زندگی کی نیک مثال سے شاگردوں کو ہدایت دی مگر ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اصول جن کا پرچار یسوع نے کیا۔ تین سو برس قبل مسیح کے بدھ مذہب کے مشنری سیریا اور بابل میں پھیلا چکے تھے۔ مگر بھارت ورش میں تو لوگ ان اصولوں کو اتنی مدت سے جانتے ہیں۔ کہ جب سے سرشٹی پیدا ہوئی۔ ویدک زمانے کو اگر یاد کیا جاوے تو پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ اصول ہمارے اندر موجود تھے۔ پراتک زمانے میں لوگ ان اصولوں کو بھول گئے۔ راکرشن بودھشٹر اور ارجن جو یسوع مسیح کی زندگی سے سینکڑوں برس پیشتر ہوئے۔ اُن کی زندگیوں میں یہ اصول عملی طور پر پائے جاتے تھے۔ مہاتما بدھ نے ۵۴۷ برس پیشتر مسیح کی زندگی کے ان اصولوں کا پرچار کیا۔ مذکورہ بالا تمام واقعات کو پڑھ کر یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ مسیح نے کوئی نیا مت جاری نہیں کیا +

قادیانی پھکڑ کا ریویو

قادیانی پھکڑ نے اپنے ۶۔ فروری سنہ ۱۹۰۸ء کے پرچہ میں صفحہ ۷ پر آریہ سماج کے متعلق نیوگ اور پردہ پر ایک نہایت ہی گندہ اور دل آزاری سے پُر اور ناپاک نوٹ لکھ کر اپنی شبطنت کا ثبوت دیا ہے۔ مگر ہمارے خیال میں اگر ایک دین دار مسلمان کو قرآن بحالت اضطرار سوئر کا گوشت کھانے کی کھلی چھٹی دیتا ہو۔ تو اگر ایسے ہی حالات میں ویدوں نے نیوگ کی اجازت دے دی۔ تو کونسا گناہ کیا۔ باقی رہا پردہ کا سوال۔ سو جب تک ہمیں یہ یقین ہے۔ کہ آریہ سماج محمد جیسے کیرکٹر کے آدمیوں اور زینب جیسی خاوند پرور عورتوں سے جو کہ ایک دوسرے کو بے پردہ دیکھکر جذبہ شہوت سے چور چور ہو کر تمام رشتوں کو اور سوسائٹی کے تمام قواعد کو بھاڑ میں جونک سکتے ہوں پاک ہے تب تک آریہ سماج کی کسی بھی دیوی کو اپنا مُنہ چھپا کر چلنے کی ضرورت نہیں ہمارا نوٹ قادیانی پھکڑ کے نوٹ کے جواب میں ہے امید ہے اُس سے اُسکی تسلی ہو جائیگی ورنہ یار زندہ صحبت باقی۔ ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک نمکین خط کا نمکین جواب

اخبارات کے ایڈیٹروں کو جس قسم کے نمکین خطوط آیا کرتے ہیں۔ اندر اُن سے بری نہیں ہے۔ گزشتہ چند ماہ سے اندر کے دفتر میں اُن خطوط کی خاصی بھرمار رہی ہے۔ آج ایک نمکین خط اور اُس کا نمکین جواب ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ پہلا خط گرامی قدر بھائی وشنولال جی ایم۔ اے۔ منصف سنبھل ضلع مراد آباد کا ہے۔ دوسرا خط اس کا جواب ہے۔ امید ہے کہ ناظرین ان دونوں خطوں کا بڑے غور سے مطالعہ کرینگے۔ ایڈیٹر ؛

سنبھل ۲۸ جنوری ۱۹۰۸ء

پریہ ور بھائی دھرم پال جی۔ نمستے۔

آپ کا پوسٹ کارڈ مورخہ ۲۳۔ جنوری ۱۹۰۸ء موصول ہوا۔ اس کو پڑھ کر بڑا تعجب ہوا۔ اس قدر تحریرات کرنے اور ایسے ایسے زور و شور کے آرٹیکل لکھ کر سبھا سے اپدیشک پاٹھ شالا کی سکیم پاس کرانے کے بعد آپ ایسی آسانی سے کہ اس عظیم ذمہ واری سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ جو آپنے خود اٹھائی ہے اور جس کا کچھ حصہ آپنے اوروں کو تقسیم کیا ہے۔ کیا آپ دوسرے درشنانند جی بننا چاہتے ہیں۔ کہ کام شروع کر کے دوسروں کے سپرد کیا اور آپ الگ۔ ذرا آپ کرپا کر گریبان میں منہ ڈال کر دیکھئے تو۔ کہ آپ کا عذر آپ کو خود کیسا معلوم ہوتا ہے۔ بھلا صاحب جرنیل لوگ لڑائی کا پہلا بگل بجتے ہی جوتیاں چھوڑ کر بھاگ نکلیں تو شاگرد پیشہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ آپ ان الفاظ کو بُرا نہ مانینگے۔ جو آپ تحریر فرماتے ہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ آپ آریہ سماج کی سیوا کے لئے مستعد ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی بات پرتی ندھی سبھا نے آپ کی راے کے خلاف کی ہے۔ جس کی وجہ سے آپ اپنے خیال میں اپدیشک پاٹھ شالا کو سبھا پر پٹک کر اپنی ذمہ داری سے بری ہو گئے۔ یا شاید دیو گورو کی بھگتی نے آپ کو ایسا از خود رفتہ کر دیا۔ کہ بالکل دل لگی کی ہی ندر ہو گئے۔ معاف فرمائیگا۔ اگر میں اظہار راے میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کلمہ گستاخی کا میری قلم سے نکل جائے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان عارضی دلچسپیوں کو چھوڑ کر اپنے اصلی کام کی طرف متوجہ ہونگے۔ آپ نے ایک اچھا سلسلہ چھیڑ کر لوگوں کے دلوں میں ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ اگر آپ اس کامیابی سے نفع اُٹھاتے تو بہت بڑا اپکار ہو سکتا تھا۔ اور آپ کے ہاتھ سے آریہ سماج کا ایک عظیم کام پورا ہو جاتا۔ مگر آپ اس راستے کو چھوڑ کر کبھی کانپور آریہ سماج کی طرف متوجہ ہوئے کبھی دیوپری کے قصوں میں پھنسے۔ اور اصلی مضمون غتربود کر دیا۔ جس کام کو شروع کیا۔ اس کے لئے اب آپ لالہ منشی رام کو اور پرتی ندھی سبھا کو ذمہ وار بتلاتے ہیں۔ میرے نزدیک تو جب آپ نے اس معاملہ کو اٹھایا ہے تو آپکی اخلاقی ذمہ واری ہے کہ اُس کو پورا کر کے دکھلاویں۔ ورنہ بہت بُرا اثر پڑیگا۔ اسی وجہ سے میں نے یہ عریضہ آپ کو ایسے سخت الفاظ میں لکھا ہے۔ ایک ایک لفظ لکھ کر اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں گت نہ بنائی جاوے۔ لیکن آپ کے بھراتری بھاؤ کے بھروسہ پر جرأت ہو جاتی ہے۔ اگر اندر میں ایسی ہی تحریریں نکلتی رہیں۔ تو آپ کا اخبار آریہ سماج کا پنچ ہو جاویگا۔ اپدیشک پاٹھ شالا میں پوری کوشش کر کے اس کو کامیاب بنانا آپ کا فرض ہے۔ کرپا کر کے اس کی طرف متوجہ ہوجئے اس خط میں اگر کوئی لفظ بیجا معلوم ہو۔ تو اس کے لئے آپ سے معافی مانگنے کو تیار ہوں مطلع فرمائیگا۔ مبلغ ماعنہ ۱۲ روپیہ چندہ موعودہ معرفت مہاتما جی اپدیشک پاٹھ شالا کو پہنچ گیا۔ اطلاعاً تحریر کیا گیا۔

سیوک وشنولال شرما

پیارے بھائی نمستے۔

آپ کا ۲۸۔ جنوری سنہ ۱۹۰۸ء کا خط مجھے ۳۱۔ جنوری کو ملا۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے خط میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جو مجھے ناگوار گزرا ہو برعکس اس کے مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں میرے جواب سے آپ کو رنجیدہ ہونیکا موقع نہ ملے۔ خصوصاً اس لئے کہ میں نے آپ کے پرائیویٹ خط کو پبلک میں لانے کی گستاخی کی ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے خط کا مفصل جواب لکھوں تاکہ دیگر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصحاب کو بھی اس کا کچھ حصہ مل جائے۔ امید ہے جس لائٹ میں جواب دینے لگا ہوں۔ آپ اُسی لائٹ میں اس کا مطالعہ کرینگے۔ ایسا نہ ہو۔ یہ لائٹ مضمون کسی دوسری لائٹ میں پڑھنے سے گراں ہو جائے ✣

۱۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں سکیم کو سبھا کے سر پر پٹک کر الگ ہو گیا ہوں۔ میری یہ کارروائی درشنانند کی مانند ہے۔ سوامی درشنانند جی مہاراج مجھے معاف فرمائیں کہ میں اُن کا نام لے رہا ہوں۔ دراصل میں بعض خوبیوں کی وجہ سے سوامی صاحب موصوف کی دل سے عزت کرتا ہوں۔ لیکن جس صفت میں آپ نے مجھے اُن سے تشبیہ دی ہے۔ میں ابھی تک اپنے آپ کو اُس صفت سے موصوف نہیں پاتا ہوں۔ مجھے اپنی کسی بھی غلطی یا کمزوری کے ماننے میں جھجک نہیں آتی۔ میں صاف ہی کیوں نہ کہ دوں کہ مجھ میں "انتظام" کا مادہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں کسی انسٹی ٹیوشن کی ذمہ واری کے لئے کبھی آمادہ ہونے کا حوصلہ کر سکتا ہوں۔ پس اپنی کمزوری کو جان کر اور محسوس کر کے اگر میں نے اس سکیم کو سبھا کے سپرد کر دیا۔ تو میرے خیال میں میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ بفرض محال اس کو غلطی بھی مان لیا جائے تو یہ اچھی سمت کی غلطی ہے۔ سوامی درشنانند جی میں تقریر کی خوبی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اُن کے مقابلہ میں اگر میں اپنے آپ میں کوئی بات دیکھتا ہوں تو صرف "تحریر" کی طاقت۔ باقی رہا کسی انسٹی ٹیوشن کے انتظام کرنے کی صفت۔ اس پہلو میں میں صفر کی طرح گول ہوں۔ اگر اس گولائی کی بنا پر آپ مجھے سوامی درشنانند جی سے تشبیہ دیں۔ تو میں آپ کے ساتھ بالکل متفق بلکہ گول ہوں دونو مربع! اگر آپ مربع چیز کو گول سوراخ میں داخل کرنے کی کوشش کرینگے۔ تو یا تو آپ مجھے ناراض کرینگے۔ یا سوامی درشنانند جی کو۔ دیکھنا! میں صاف گو بہت ہوں۔ کہیں آپ نے ہی ناراض نہ ہو جانا ✣

۲۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اگر جرنیل لوگ پہلا بگل بجتے ہی جوتیاں چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ تو شاگرد پیشہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ آپ کی یہ چوٹ میرے سر ماتھے پر بلکہ دائیں جانب کی پسلی پر۔ آپ میرے اُن مضامین کا مطالعہ کریں۔ جو کہ متواتر اندر ۱۹۰۶ء میں نکلتے رہے۔ خاص کر "بنیادی پتھر" کے عنوان سے جو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مضمون اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء کے پرچہ میں نکلا تھا۔ اُس کو آپ دوبارہ پڑھیں۔ کیونکہ وہی مضمون اس سکیم کی تہ میں ہے۔ میں نے اس میں بتایا ہے۔ کہ اس سکیم کی پورتی کے لئے تین قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ سب سے آخری اور نکمّی قسم میں مَیں نے اُن اصحاب کو رکھا تھا۔ کہ جو نہ تو غیر ہند و اصحاب کو جذب کرنے کے لئے تیار ہوں۔ نہ ہی اُن میں رہ کر کام کرنے پر مستعد۔ بلکہ جیسے کہ کسی میدان جنگ میں ڈولی بردار۔ کہار۔ خچر کش اور دیگر قلی لوگ باربرداری کے لئے فوج کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جو کہ اگلی صف میں جا کر لڑنے کی بجائے پیچھے سے سامان حرب پہنچاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اس سکیم کی تکمیل میں تیسری قسم کے اصحاب کا کام یہ بتایا تھا۔ کہ وہ دھن آدمی سے سہایتا کرتے رہیں۔ چنانچہ بعض زندہ دل اصحاب نے خچر کشوں کی فہرست میں نام لکھوائے۔ اور بڑے زور شور بلکہ گرج اور جنج چنگھاڑیں مار کر وعدے کئے۔ میں چھپاؤں کیوں۔ ان میں سب سے پہلا نام تو آپ کا ہی تھا۔ آپ کے اسم مبارک کے ساتھ یہ اسمائے گرامی بھی تھے بلکہ ہیں :-

نمبر شمار	نام	وظیفہ ماہوار	سالانہ رقم
۱	پنڈت وشنولال جی ایم۔ اے منصف سنبھل	۱۰	۱۲۰
۲	مہاشہ سمنت سنگھ جی ورما۔ منصف ریاست بلاسپور	۱۰	۱۲۰
۳	بابو رادھا کشن سنگھ جی پونا " "	۱۰	۱۲۰
۴	مہاشہ دھوم سنگھ جی ورما۔ مظفر نگر "	۱۰	۱۲۰
۵	مہاشہ ایشور داس جی پردھان آریہ سماج مردان	۱۰	۱۲۰
۶	مہاشہ شورام جی۔ پشاور صدر " "	۱۰	۱۲۰
۷	مہاشہ میلارام جی منتری آریہ سماج جنڈیالہ	۱۰	۱۲۰
۸	مہاشہ اومادت جی کمشن ایجنٹ قصور "	۱۰	۱۲۰
۹	مہاشہ رام بلاس جی۔ اجمیر " " "	۱۰	۱۲۰

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر شمار	نام	وظیفہ ماہوار	سالانہ
۱۰	ڈاکٹر ہریچند جی۔ سیالکوٹ چھاؤنی	۱۰	۲۰
۱۱	مہتہ جیمنی بی۔ اے۔ پلیڈر لائل پور	۰	۰۰
۱۲	مہاشہ ہرنام داس جی اور سیر سفید ون ..	۰	۰۰
۱۳	مہاشہ بابو رام جی۔ لدھیانہ	۷	۱۴
۱۴	لالہ آتما رام جی ہیڈ کلرک کسولی	۳	۶
۱۵	مہاشہ شیام سنگھ جی اوچیتی۔ ضلع مراد آباد	۱۰	۲۰

اِن کے علاوہ چند ایک دیگر اصحاب کے عہد نامے مع دستخط آئے پڑے
جو گزشتہ دار و گیر میں گم ہو گئے۔ اچھا یہ تو ہوا کمک کا سامان۔ اب ذرا میدان
کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔ لڑائی کا پہلا بگل بجا۔ میں نے ایک ودیارتھی کو بیس
کے وظیفہ کے وعدے پر مہاتما منشی رام جی کے پاس گوروکل کانگڑی میں
کیا۔ مجھے امید تھی۔ کہ جن اصحاب نے مجھ سے وعدے کئے ہیں۔ اُن میں
جس کو بھی لکھ دونگا۔ وہی روپیہ موعودہ مہاتما جی کے پاس روانہ کر دیگا
تو ایک دو بار میں رسالہ میں بھی شائع کر چکا تھا۔ کہ وعدہ کردہ روپیہ مہاتما
منشی رام جی کے پاس گوروکل کانگڑی میں چلا جانا چاہیئے لیکن وہ تجربہ
برات عاشقاں بر شاخ آہو ثابت ہوئی۔ میں نے پرائیویٹ خطوط
اور نام لے لے کر سنائیں۔ ایک آپ نے سُنا۔ باقی سُنتے ہی سُن ہو گئے
کے واسطے انصاف کیجئے۔ جرنیل تو میدان میں کھڑا ہے۔ لیکن جن اصحاب
نے میدان جنگ کے خچر کش بننے اور گولہ بارود بہم پہنچانے کا وعدہ کیا تھا
بلکہ لئے کھڑے تھے۔ جب وہی لڑائی کا پہلا بگل سُنتے ہی مع گولہ بارود
نوک دم بھاگ نکلے تو جرنیل کیا جوتیوں سے جنگ کریگا۔ یا ارنے بھینسے
طرح ٹکر ماریگا۔ خدارا ذرا سوچئے۔ جس میدان جنگ کے خچر کشوں کی یہ حالت
ہو۔ جن پر نہ گولہ پڑے نہ گولی لگے تو اُس کی فرنٹ رینک اور رائٹ اور لفٹ
ونگ میں کس دل اور گردے کے آدمی ہونے چاہئیں۔ جن کا وجود اگر مثل

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوں تو شاید آریہ سماج کانپور بُرا نہیں مانیگا +

۳- آپنے لکھا ہے کہ شاید آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے کوئی بات میری رائے کے خلاف کی ہے۔ جس کی بنا پر میں اپنی ذمہ واری سے الگ ہوگیا۔ میں خود جہاں تک سوچتا ہوں۔ اپنی ذمہ واری سے الگ نہیں ہوا ہوں۔ جتنی ذمہ واری میں نے پہلے لی تھی۔ میں اُسی کو اپنے لئے کافی سمجھتا ہوں۔ باقی رہا سبھا کا فیصلہ۔ وہ سبھا جانے یا سبھا کے سبھاسد۔ اگر سبھا میرے مضامین یا کم از کم اُن کی سپرٹ سے واقف ہونے کے باوجود بھی ایک ایسے شخص کو "دوشدھی" کی تکمیل یا اُس کی سکیم کی پورتی کے سر پر رکھ دے۔ جس کا گھر صرف یہی نہیں کہ ایک "آریہ گرہ" نہ ہو۔ بلکہ انڈے۔ مچھلی اور گوشت کے پکنے کے باعث اُن چوہڑے چماروں۔ بھنگیوں۔ مسلمانوں۔ عیسائیوں کے گھروں سے بھی بہت "اعلےٰ" ہو۔ کہ جن کو شدھ کرنیکا سبھا بیڑا اُٹھاتی ہے۔ تو میں سبھا کے فیصلہ کے برخلاف لٹھ لے کر تھوڑا ہی کھڑا ہونے لگا ہوں۔ معزز پرتی ندھی سبھائیں جو فیصلہ کیا کرتی ہیں وہ بڑی دوراندیشی پر مبنی ہوا کرتا ہے۔ جس کو آریہ سماج کے میرے جیسے "نادان دوست" اکثر نہیں سمجھ سکتے +

۴- دیو سماج اور دیو گروہ کے متعلق آپنے میرے مضامین کو عارضی دلچسپی بتایا ہے آپنے تو اس کو دلچسپی سمجھا ہے۔ مگر میں اس کو اس سے بھی کم ایک قسم کی تفریح اوقات سمجھتا ہوں۔ اگر ایک شخص کسی عمدہ باغ میں جاکر پھلوں یا پھولوں کے جمع کرنے کے لئے گھر سے نکلا ہو۔ اور وہ راستہ میں کسی سنڈاس یا پاخانہ کی گندی موری پر بیٹھ کر اُس کے اندر کے کیڑوں کو مارنے بیٹھ جائے۔ تو کون عقلمند ہوگا۔ جو اس کے فعل کو عبث قرار نہیں دیگا۔ آپ بڑے فیاض طبع ہیں۔ جو میرے اس فعل کو دلچسپی بتاتے ہیں۔ بھائی جان! اگر جوئیں یا سنڈاس کے کیڑے مارنے کے کام کا نام دلچسپی ہے۔ تو میں پھر دلچسپی کی تعریف اور معانی کے لئے دیو سماج کے پرچارک شریمان بھائی امر سنگھ جی کے حلیمانہ کوشش کو دیکھونگا +

۵- آپنے لکھا ہے۔ کہ میں نے ایک اچھا سلسلہ چھیڑ کر لوگوں کے دلوں میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ میں آپ کی اس عقیدت مندی کا مشکور ہوں۔ لیکن سچ پوچھئے تو وہ ولولہ نہیں تھا۔ بلکہ بُلبُلہ تھا۔ جو پیدا ہُوا اور جھٹ ٹوٹ گیا۔ لوگوں کے دلوں میں درحقیقت کوئی ولولہ پیدا ہُوا ہوتا۔ تو وہ میدان سے پیٹھ دے کر نہ بھاگتے۔ میں نے سمجھا تھا۔ کہ سرفروش پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن آپ پوچھو۔ تو سرفروش پیدا کئے جاتے ہیں۔ میں نے بُلبُلہ کو ولولہ اور ولولہ کو سرفروشاں سمجھا۔ ڈھکنا اُٹھایا۔ تو وہی بُلبُلہ بلکہ بُلبُل۔ میرا تو اب بھی یہ خیال ہے۔ کہ ہزار ولولہ اور لاکھ بلبلے پیدا ہوں۔ لیکن میدان کو وہی جیتیگا۔ کا ماٹو یہ ہوگا :-

سر بکف آتا ہوں تیرے کوچہ میں اے یار نظر کر
وہ آبلہ پا ہوتے ہیں جو ٹوٹ کے رہ جاتے ہیں

۱۱۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں اس سکیم کو آریہ پرتی ندھی سبھا کے سر پٹک الگ ہوگیا۔ یا میں لالہ منشی رام جی کو ذمہ وار بتلاتا ہوں۔ اور وہ پرتی ندھی کو ذمہ وار بتلاتے ہیں۔ آپ کی تسلی کے لئے آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کی انٹرنگ سبھا کے اجلاس منعقدہ ۲۔ فروری ۱۹۰۸ء کے ایک رزولیوشن کو نقل کر دیتا ہوں :-

نقل رزولیوشن انٹرنگ سبھا منعقدہ ۲۔ فروری ۱۹۰۸ء

اپدیشک کلاس کے متعلق قواعد کا سوال پیش ہُوا۔ نتیجہ ہُوا۔ کہ رلیمل جی اور مہاشہ دھرم پال جی قواعد بنائیں۔ اور جتنی جلدی ہو سکے انٹرنگ سبھا کے اجلاس میں پیش کریں ؛

(دستخط) کدار ناتھ تھپیڑ
منتری سبھا

لیجئے اس کشتی کو ایک تھپیڑا اور لگ گیا۔ اصل میں بات یہ ہے۔ کہ آپ یا ہم لوگ پینڈو ہیں۔ چاہتے ہیں۔ کہ ہتھیلی پر سرسوں اُگ آئے۔ لیکن سبھا کی تمام کارروائی بلکہ اُس کی تمام حرکات و سکنات شاہانہ ہیں۔ ہو تو سب کچھ جاتا ہے۔ مگر ذرا آہستہ۔ آہستہ۔ آہستہ۔ آہستہ۔ کیوں! مولانا رد

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے ٹھیک کہا ہے نہ ؎

اسپ تازی شدہ مجروح بہ زیر پالاں
خر لنگ خمید و جاں بہ منزل بُرد

سبھا کی شانِ شاہانہ اس کے رزولیوشن کے الفاظ سے ہی ظاہر ہے "جتنی جلدی ہو سکے" کوئی سمجھے۔ کہ بس تو اگرم ہے۔ قواعد پیش ہوئے۔ اور پاس! لیکن کون جانے۔ کہ قواعد پاس ہو کر کوئی عملی صورت و شکل اختیار کرینگے یا محض دیمک کے گھر کا مصالح بنیں گے۔ میرے خیال میں جب سر آگے کر دیا ہے۔ تو اختیار بدست مختار چپ چاپ تھپڑ کھاتے جانا چاہیئے۔ نہ میں گلہ کروں نہ آپ شکوہ ؛

۷۔ آپنے لکھا ہے کہ اگر دیوپری کے قصوں میں اندر پھنسا رہا۔ تو وہ آریہ سماج کا پنچ بن جائیگا۔ گستاخی معاف! اتراوت تو آپ کے دماغ میں بھی ہے۔ خواہ وہ اکھروٹ اور چلغوزہ کھانے سے آئی ہو۔ خواہ اندر کے مضامین سے۔ یقین کیجئے۔ یہ پورانک "اندر" نہیں ہے بلکہ ویدک "اندر" ہے۔ تاہم کس کا دل ہے۔ کہ زندہ دلی سے نفرت کرے۔ دیوگورو بھگوان تو پرماتما کے ساتھ بھی ٹھٹھول کرنے سے باز نہیں آتا۔ اور اُس کے چیلے چانٹے لہنگہ پہن کر ایسا اکھاڑہ جماتے ہیں۔ کہ ہنسی پیٹ میں اور پیٹ باہر۔ بھلا اگر میں نے ان بُھنڈوں کی تقلید میں چند ایک لکڑ توڑ جڑ دیں تو کیا بُرا کیا؟ آریہ سماج کا پنچ بن جائیگا کیا معنی؟ پہلے ہی سے آریہ سماج اور مسلمانوں۔ آریہ سماج اور عیسائیوں۔ آریہ سماج اور دیوسماجیوں وغیرہ کے درمیان پنچ کیا ایسا ثالث بالخیر بنا ہوا ہے۔ کہ اب تک اُس نے آریہ سماج اور اُس کے مخالفوں کے بارے میں جس قدر بھی فیصلے لکھے ہیں۔ آپ ایک کا تو نام لیں کہ جس کے برخلاف فریقین نے چوں تک کی ہو۔ اپیل کی سوجھنا تو دور کی بات ہے۔ کیا آپ ایسے پنچ کے وجود کو آریہ سماج کے لئے مبارک نہیں سمجھتے؟ اگر سمجھتے ہیں۔ تو پھر اتنی مدت سے آپ نے اس کے لئے کوئی مضمون کیوں نہیں لکھا۔ کرپا کر کے مضمون جلد بھیجئے ؛

نویدک۔ دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دمینتی اور منورما کا پترو ترّ

پہلا پترّ

"دمینتی اور منورما دو آریہ بہنیں ہیں۔ اُن کی باہمی خط و کتابت فضولیات سے پاک ہے۔ ان دونوں بہنوں کے خطوط کا سلسلہ ہم اس غرض سے درج رسالہ کرنا شروع کرتے ہیں۔ تاکہ اُس سے ایک تو ہماری دوسری آریہ بہنوں کو آپس میں پترّ بیوہار کرتے وقت ان پترّوں سے کچھ سبق مل سکے۔ دوسرے آجکل کی کنیا پاٹھ شالاؤں میں جو گڑبڑ پرنالی چل رہی ہے۔ ان دونوں بہنوں کے تجربات سے قدرے اس پر بھی روشنی پڑ جائیگی۔ ہم اس سلسلہ کا پہلا پترّ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں ہماری دوسری بہنیں بھی کچھ لکھنا چاہیں۔ تو لکھ سکتی ہیں۔ ایڈیٹر"

مراد آباد۔ ۲۴۔ جنوری ۱۹۰۸ء

پریہ منورما۔ نمستے۔

میں آپ سے جدا ہو کر مراد آباد پہنچی۔ راستہ میں بڑی تکلیف ہوئی۔ صحت پہلے ہی خراب تھی اوپر سے ریل کی کھٹ کھٹ دھم دھم۔ طبیعت اور بھی بخار ہو گیا۔ جب میں بملا کے مکان پر پہنچی۔ تو بالکل چور چور ہو رہی تھی۔ بملا دیکھتے ہی بلا کی طرح جھپٹی اور گلے سے آلپٹی۔ میں تو پہلے ہی نڈھال تھی۔ یہ من کا بوجھ اور گلے پڑ گیا۔ زمین پر گر پڑی۔ پھر تو بملا بڑی چکرائی۔ جی جی ہو گیا؟ بھلا اُس کی جی جی اُس مورکھا کو کیا جواب دیتی۔ کچھ نہیں۔ ذرا چارپائی ٹھیک کر دیجئے۔ میں لیٹونگی لیٹتے تو لیٹ گئی۔ مگر طبیعت بڑی بے چین تھی۔ چاہتی تھی کہ کوئی مجھے نہ بلائے۔ میں نے آنکھیں بند کیں۔ مگر بملا سوال پر سوال کرتی چلی گئی۔ خبر نہیں اس کے جی میں کیا آئی۔ کہ وہ چپکے سے میرے پاس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چلی گئی۔ میں نے شکر کیا۔ کہ اب ذرا نیند لونگی۔ ابھی مشکل سے آنکھ لگی
ھی۔ کہ بملا پھر آ گئی۔ مگر اب کے وہ سوم کماری اور کُل ونتی کو بھی ساتھ لے آئی
لا نے مجھے جھٹکا کر جگایا۔ جی جی! دیکھو تو آپ سے ملنے کے لئے آئی ہیں۔ میں
بھرا کر اُٹھی۔ اُن دونوں نے مجھے نمستے کی۔ وہ یہاں کی پاٹھ شالا میں پڑھاتی
یں۔ اچھی سمجھدار ہیں۔ مجھے نڈھال دیکھ کر کہا۔ کہ ابھی آپ آرام کیجئے۔ ہم
پھر آئینگی۔ وہ چلی گئیں۔ کل رات بڑی بے چینی رہی۔ نیند بھی ٹھیک نہیں
ئی۔ کمزوری زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ سوچتی ہوں کہ کیا کروں۔ میں ایسی حالت
پڑھانے کا کام کیسے کر سکونگی۔ ارادہ ہے۔ کہ ایک ماہ کی رخصت اور لے
۔ آج ہی انسپکٹر کے پاس درخواست بھیج دونگی۔ ڈاکٹر صاحب اور اُن کی
رم پتنی کو میری طرف سے بہت بہت نمستے کہدیں۔ ودّیا اور سومترا کو پیار ؛

آپ کی بہن

دمینتی

ہور۔ ۲۶ر جنوری ۱۹۰۸ء

پریہ دمینتی۔ نمستے۔

آج آپ کا پتّر ملا۔ شوک ہے۔ آپ کو راستے میں اتنا کشٹ ہؤا۔ میں اس
ے ورودہ تھی۔ کہ آپ اتنی جلدی جائیں۔ پرنتو آپ نے نہ مانا۔ میں چاہتی
ی۔ کہ آپ ایک ماہ کی رخصت اور لے لیتیں۔ اور ڈاکٹر صاحب کے پاس ہی
تیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی تو اس بات پر زور دیا تھا۔ مگر آپ نے نہ میری سنی
ن کی۔ درخواست تو آپ بھیج دینگی۔ مگر وہاں سرٹیفکٹ کس ڈاکٹر سے لوگی ؟
تک درخواست کے ساتھ ڈاکٹر کا سرٹیفکٹ نہیں ہوگا۔ انسپکٹر نہیں مانیگا۔
سمجھتی تھی۔ بملا سمجھدار ہے۔ آپ کے پتر سے معلوم ہؤا۔ کہ وہ کیول پیار کرنا
جانتی ہے۔ بملا کی کونسی بات ہے۔ ہمارے دیش کی استریوں کا پیرایہ یہی
ہے۔ اُن کو نہ آدر ستکار کے طریقے بتائے جاتے ہیں۔ نہ ششر دکھا اور
ی پوجن۔ لمبے سفر کے کارن کپڑے گرد سے بھرے ہیں۔ آنکھ۔ ناک۔ منہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کان غرضیکہ سارے چہرے پر گرد جم رہی ہے۔ مگر کوئی یہ نہیں کہتی۔ کہ
پہلے آپ کے لئے جل لاتی ہوں۔ آپ منہ ہاتھ دھولیں۔ کپڑے بدلیں
ٹٹی جانے کی ضرورت ہو۔ تو جل رکھوا دوں؟ چارپائی بچھا دیتی ہوں۔ منہ
دھوکر اور کپڑے بدل کر آپ کچھ کھا پی لیں۔ اور پھر تھوڑی دیر کے لئے
جائیں۔ تاکہ سفر کی تکان دور ہو جائے۔ اور طبیعت ٹھکانے آجائے۔
بات چیت کرینگے۔ پر نتو نہیں۔ ان باتوں کی بڑی کمی ہے۔ ہماری کنیا شا
میں بھی تو کنیاؤں کو یہ معمولی معمولی مگر اتی اوشیک باتیں نہیں سکھائی
بملا اتنی مدت تک آپ کے پاس رہی۔ اگر آپ نے اس کو ان باتوں کی
دی ہوتی۔ تو اب آپ کو اُس کے پیار سے اتنا کشٹ کیوں ہوتا۔ آپ کا
دوش ہے۔ آجکل کی کنیا پاٹھ شالاؤں کی شکچھا پر نالی ہی بڑی بھدی
کنیاؤں کو سُگھڑ بی بی بنانے کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا۔ کنتو تینتو
کی نیائیں چیل۔ کپڑوں۔ لتوں۔ بوٹ۔ گرگابی کی شوقین بنانے کی طرف
توجہ دی جاتی ہے۔ یہی کارن ہے۔ کہ اُن کو ایسے ایسے مضامین تو بہت
جاتے ہیں۔ جو اُن کی چیلتا کو بڑھائیں۔ پر نتو ان باتوں کو معمولی سمجھ کر
دیا جاتا ہے۔ کہ جو اُن کو سُگھڑ بی بی بنانے میں سہائیکاری ہوں۔ بملا
آپ کو اچھا سبق دیا۔ آشا ہے۔ اب آپ پاٹھ شالا میں جا کر کنیاؤں
کچھ کام کی باتیں بھی سکھایا کرینگی۔ ودّیا بہت دنوں تک آپ کو یاد
روتی رہی۔ ہائے میری بوا کہاں گئی؟ آشا ہے۔ آپ مجھے بھول نہیں جا
میں ایک بات لکھنا بھول گئی۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ یہاں سے چلتے سمے جلدی
سیفٹی پن کا بکس میرے پاس ہی بھول گئیں ہیں۔ اگر آپ کو ضرورت ہو
واپسی ڈاک لکھیں۔ تاکہ روانہ کر دوں۔ یدی آپ اس یاد کو میرے پاس
دینا چاہتی ہیں۔ تو میں اس کو آپ کی یادگار سمجھ کر اپنے پاس رکھ چھوڑوں گی
کا اُتر شیگھر دیں۔

آپ کی بہن
منورما۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اکانومی آف ہیومن لائف کے ایک ورق کا ترجمہ

۲۔ خاوند کے فرائض

بیوی کر۔ اور خدا کا حکم مان۔ بیوی کر۔ اور سوسائٹی کا وفادار ممبر بن۔ مگر احتیاط سے ملاحظہ کر۔ اور جلدی مت کر۔ موجودہ پسندیدگی پر تیری اور تیری آیندہ نسل کی خوشحالی منحصر ہے۔ اگر وہ اپنا بہت سا وقت پوشاک اور زیور کی آرائش میں صرف کر دیتی ہے۔ اگر وہ اپنی خوبصورتی پر نازاں ہے۔ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتی ہے۔ اور اُس کا قدم اپنے باپ کے گھر نہیں ٹکتا۔ اور اُس کی آنکھیں بے دھڑک اور آدمیوں کو دیکھتی ہیں۔ اگرچہ وہ سورج جیسی خوبصورت ہے۔ اپنی آنکھ اُس کی خوبصورتی سے ہٹالے۔ اپنے قدم اس کے راستے سے موڑلے اور اپنے روح کو اپنے خیالی پھسلاووں میں مت پھنسا۔ مگر جب تو عقلمندی کو۔ عمدہ خصائل کو۔ اپنے خیال کے مطابق اس کی سیرت اور صورت کو دیکھ لے۔ تو اُس کو اپنی بیوی بنا۔ وہ تیری دوست بننے کے لائق ہے تیری محبوبہ بیوی دیکھ! اُس کو خدا کی نعمت سمجھ کر رکھ۔ اپنے نرم چال وچلن سے اُس کا پیارا بن۔ وہ تیرے گھر کی مالکہ ہے۔ اس لئے اُس کی عزت کر۔ تاکہ تیرے گھر اس کی اطاعت کریں۔ اُس کی ضرورت کو بغیر سبب کے مت روک۔ وہ تیرے تفکرات کی شریک ہے۔ اُس کو اپنی خوشی کا بھی شریک بنا۔ نرم مزاجی سے اُس کے قصوروں کی اصلاح کر۔ زبردستی اُس سے اطاعت مت کروا۔ اپنے ارادوں کو اس کے دل میں جگہ دے۔ اُس کا مشورہ صدق دلی سے لے۔ تو دھوکا نہیں کھائیگا۔ اُس کی ہم بستری میں وفادار رہ۔ کیونکہ وہ تیرے بچوں کی ماں ہے۔ جب اُس کو تکلیف یا بیماری ہو۔ تو اپنی محبت سے اُس کی تکلیف کو نرم کر۔ تیرا رحم یا محبت بھری نگاہ اُس کے غم کو ہلکا کریگی۔ اُس کی تکلیف کو دور کر دیگی اور دس حکیموں سے بڑھکر مفید ثابت ہوگی۔ تو اُس کی جنس کی نزاکت کو دیکھ۔ اُس کے جسم کی نرمی پر نظر کر۔ اُس کی کمزوری پر سختی نہ کر۔ بلکہ اپنے نقصوں کو دیکھ۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رام راون کا مقابلہ

نمبر ۱

"ہم پنڈت آتمارام جی ویدیہی کے اس انوکھے مضمون کو بحث کی غرض سے درج کرتے ہیں۔ اس مضمون کے اندراج سے ہمارا مطلب راجہ رامچندر جی کی ہتک کرنا یا راون کو رشی ثابت کرنا نہیں ہے۔ بلکہ واقعات کی بنا پر دیکھنا ہے۔ کہ آیا رام چندر جی واقعی مریادا پرشوتم تھے۔ اور آیا راون درحقیقت کوئی راکشش ہی تھا۔ ہم مہاراجہ رام چندر جی کے مداح ہیں۔ مگر اس مضمون کو پڑھ کر راون کے لئے جو ہمارے دل میں نفرت تھی۔ وہ قطعی دور ہو گئی ہے۔ مزید بحث سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ آیا صرف رام ہی مریادا پرشوتم تھے یا رام اور راون دونوں ہی مریادا شوتم کہلائے جانے کے مستحق تھے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ رام کے مداح یا راون کے مخالف متانت اور سنجیدگی سے اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالینگے۔ ایڈیٹر"

تلسی کرت رامائن جو آج بھارت کے تقریباً تمام حصوں میں پڑھی جاتی ہے فن شاعری کی کمالیت کا نمونہ ہے۔ اس میں راجہ رام چندر جی اور اُن کے خاندان اور دیگر ساتھیوں کے علاوہ لنکا پتی راون اور اُس کے خاندان کا تذکرہ۔ جنگ و جدل۔ راون کا مارے جانا اور رام کا فتح پانا مندرج ہے۔ جہاں تک واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس تمام کہانی کو پڑھ کر لوگوں کے دلوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں یک طرفہ ڈگری نے کام کیا ہے۔ یعنی رام کو انسانوں کی حیثیت سے گزر کر مریادا پرشوتم بلکہ ایشور اوتار کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ دوسری طرف راون کو انسانوں کے درجہ سے گرا کر راکشش کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ مگر یہ واقعات کے خلاف ہے۔ میرا منشا اس مضمون میں یہ دکھانے کا ہے۔ کہ نہ تو رام چندر جی ایشور کی پدوی کے مستحق تھے۔ نہ ہی راون اس قدر نفرت اور حقارت کا نشانہ بنائے جانے کا مستحق تھا۔ جیسا کہ اُس کو آجکل بنایا جاتا ہے۔ بلکہ واقعات کچھ اور تھے۔ جن پر گہری وچار نہیں کی گئی۔ میرے خیال میں راون کی ذات پر بڑا بھاری ظلم کیا گیا ہے۔ اور راون اس سلوک کا ہرگز مستحق نہیں تھا۔ نہ ہی رام اس اوتار کی پدوی کا جو کہ اُس کو دی گئی۔ میں ناظرین کے سامنے واقعات کو پیش کرتا ہوں۔ امید ہے۔ وہ ان پر غور کرینگے۔ بحث میں سہولیت کو مدنظر رکھ کر میں نمبر دیتا جاؤنگا +

۱۔ سب سے پہلے راجہ دشرتھ نے ویدک مریادا کو بھنگ کیا۔ جبکہ اس نے ایک کی بجائے تین بیویاں کیں۔ ویدک مریادا کو بھنگ کر کے اُس کے گھر میں کلیش اپتن ہونا ضروری تھا۔ جو کہ بعد میں ہوا۔ چلئے بسم اللہ ہی غلط + ۲۔ راجہ دشرتھ کی بیویاں معمولی درجہ کی ثابت ہوتی ہیں۔ جبکہ ایک طرف کیکئی اپنے منورتھ کے سدھ کرنے میں مصروف ہے۔ اور دوسری طرف کوشلیا رو رہی ہے۔ اس خانگی جھگڑے سے جو کہ ویدک مریادا کے بھنگ کرنے کا نتیجہ تھا۔ راجہ دشرتھ کی جان عذاب میں آ گئی +

۳۔ سیتا۔ رام اور لکشمن کا چودہ برس کے لئے بن باس ہونا محض اُن کے پتا اور ماتاؤں کی باہمی رنجش کا نتیجہ تھا۔ نہ کہ ملک یا رعایا کی بہبودی کی خاطر قربانی + ۴۔ سیتا۔ رام اور لکشمن کا بن باس کی حالت میں پنچوٹی میں جھونپڑی بنا کر رہنا ایسی صورت میں امر مجبوری تھا + ۵۔ اسی جنگل میں راون کی بہن سروپ نکھا کا شکار یا سیر و تفریح کے لئے گزر ہونا ایک سادھارن بات تھی۔ نہ کہ کوئی سازش + ۶۔ سروپ نکھا جیسا کہ اُس کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ ایک مکمل خوبصورتی تھی۔ اور کنواری تھی + ۷۔ اس زمانہ میں سوئمبر ارتھات کماریوں کو اپنا پتی آپ چننے کی ویدک مریادا پرچلت تھی۔ جیسا کہ خود رام کے سوئمبر سے ظاہر ہے + ۸۔ سروپ نکھا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو یہ علم نہیں تھا۔ کہ رام کی شادی ہو چکی ہے۔ بنا بریں اُس نے شادی کی غرض
سے اپنے آپ کو رام کے پیش کیا۔ سروپ نکھا کا یہ فعل کسی صورت میں بھی بُرا نہیں
کہا جا سکتا + ۹۔ اگر یہ بھی مان لیا جاوے۔ کہ سروپ نکھا کو رام کی شادی کا علم
تھا۔ اور ایسی صورت میں جبکہ رام کی ایک بیوی موجود ہو۔ اُس کا اُن سے شادی
کی درخواست کرنا بُرا فعل تھا۔ تو بھی ہم سروپ نکھا پر کوئی الزام نہیں لگا سکتے
کیونکہ اُس زمانے میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا دستور تھا۔ خود رام کے
پتا دشرتھ کی ہی تین بیویاں تھیں + ۱۰۔ مگر دیوی سروپ نکھا ایک سمجھدار
اور نکتہ رس کنیا تھی۔ جب رام نے اُس کو کہا کہ میری شادی ہو چکی ہے۔ اور
میری استری میرے ساتھ موجود ہے۔ میں اور شادی نہیں کرونگا۔ آپ میرے
بھائی لکشمن سے درخواست کریں وہ کنوارے ہیں۔ تو دیوی سروپ نکھا نے
رام کی طرف سے فوراً منہ موڑ لیا۔ اور کسی قسم کی تکرار یا ضد نہیں کی۔ حالانکہ
اگر وہ ضد کرتی بھی۔ تو چنداں مضائقہ کی بات نہیں تھی۔ جبکہ اس وقت ایک
زیادہ بیویاں کرنے کا رواج موجود تھا + ۱۱۔ دیوی رام کے پاس سے ہٹ کر لکشمن
کے پاس جاتی ہے۔ اور اُن سے شادی کی درخواست کرتی ہے۔ ایسی درخواست
کر کے سروپ نکھا نے کوئی ناقابل معافی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ ویدک مریاوا
وہ لکشمن سے وواہ کی پرارتھنا کرتی ہے + ۱۲۔ لکشمن اُس کی درخواست کو نامنظور
کرتا ہے۔ ممکن ہے دیوی سروپ نکھا کے دل میں ان دونوں بھائیوں کی
اس قدر عزت۔ پریم اور بھگتی ہو گئی ہو۔ کہ وہ ان میں سے کسی ایک کی بنکر
میں ہی اپنی زندگی کا قیام تصوّر کرتی ہو۔ جیسا کہ بعض اوقات پریم کی چوٹ
کھا کر انیک استری اور پرشوں کا حال ہو جاتا ہے + ۱۳۔ ایسی حالت
دیوی سروپ نکھا کا لکشمن سے ضد کر بیٹھنا بعید از فہم نہیں ہے۔ یا اس
اپنے دل کی بے چینی اور بے قراری کو ظاہر کر کے وواہ کی درخواست کرنا بشر
کا تقاضا تھا + ۱۴۔ لکشمن ایک سمجھدار باپ کا لڑکا تھا۔ اور اپنی بھاوج
یعنی سیتا کو نہ کیول ماتا کی مانند سمجھ کر اُن کی عزت ہی کرتا تھا۔ بلکہ وہ اُن کے
چہرے کی طرف دیکھنے کا بھی روادار نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

رات کے لئے اس کے دل میں کیا بھاؤ تھے ۔ ۱۵ - اگر لکشمن چاہتا - تو دیوی سروپ نکھا کو یہ کہہ سکتا تھا کہ جیسے میں سیتا کو ماتا تصور کرتا ہوں - ویسے ہی تجھے بھی اپنی ماتا یا بہن سمجھتا ہوں - میں تیرے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتا - تو یقیناً سروپ نکھا ایسی اُجڈ نہیں تھی - کہ وہ رام کے اشارے کو تو سمجھ جائے اور لکشمن کی بات کو نہ سمجھتی - وہ اپنے ارادے سے باز آجاتی ۔ ۱۶ - مگر نہیں - لکشمن نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اس نردوش کنیا مکمل خوبصورتی - بلکہ خوبصورتی کی دیوی کا ناک کاٹ ڈالا - لکشمن کی طرف سے یہ ایک ایسا قابل نفرین فعل سرزد ہوا - جو اُس زمانہ کے ست یگ میں تو ایک طرف موجودہ کل جگ کے زمانہ میں بھی جبکہ مردوں کی حالت بہت گری ہوئی ہو نہ صرف تہذیب سے گرا ہوا فعل ہی تصور کیا جاتا ہے - بلکہ انسانیت سے بھی گیا گزرا جرم سمجھا جاتا ہے - کہ کوئی تہذیب کا دم بھرنے والا شخص مرد تو مرد کسی نردوش کنیا کی اس طرح ناک کاٹ ڈالے ۔ ۱۷ - لکشمن کا یہ جرم ساری آفت کی بنیاد تھا - گویا جنگ و جدل کی ابتدا راون کی طرف سے نہیں ہوتی - بلکہ رام لکشمن کی طرف سے ہوتی ہے - راون اس پہلو میں قطعی نردوش تھا ۔ ۱۸ - رام جو کہ مریادا پرشوتم سمجھا جاتا ہے - لکشمن کے اس جرم بلکہ شرمناک فعل پر چشم پوشی کرتا ہے - اور دیوی سروپ نکھا کے سامنے لکشمن کو اُس کے جرم کی کوئی سزا یا سرزنش نہ کرتا جس سے دیوی کو اپنے بھائی راون کے پاس جاکر شکایت کرنے کا موقع نہ ۱۹ ۔ لکشمن ایک پاپ کرتا ہے - جو برہم ہتیا ہے - رام اس پر چشم پوشی کرتا ہے - دیوی سروپ نکھا کی حالت سخت قابل رحم ہے - لکشمن نے اُس کی ناک کاٹ ڈالی - رام نے اُس کو تسلی نہ دی - دونوں بن واسیوں کے وحشیانہ سلوک کی اگر وہ اپنے بھائی راون کے پاس جاکر شکایت نہ کرتی - تو اور کیا کرتی ۔ ۲۰ - چنانچہ وہ دھیرج وان راجہ راون کے پاس جاتی ہے اور سارا قصہ اُس کو سناتی ہے ۔ ۲۱ - آپے سے باہر ہے - راجہ راون کی ہمت اور دھیرج پر - بہن کی ایسی خراب خستہ اور حالت زار کو دیکھ کر وہ ذرا بھی تو نہیں گھبراتا - نہ ہی غصہ میں آتا ہے - بہن کو تسلی دیتا ہے ۔ ۲۲ - رام اور لکشمن دونوں جنگل میں واس کرتے تھے - اگر راون چاہتا - تو طیش میں آکر اپنی فوج کا ایک دستہ بھیج کر دونوں کو زندہ پکڑوا لاتا - اِن کی اس وقت حیثیت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی کیا تھی۔ جو راون کی فوج کا مقابلہ کر سکتے۔ لکشمن نے کھشتری ہو کر ایک کنیا پر ہاتھ اُٹھایا۔ اور اُس کی ناک کاٹی۔ مگر راون نے برہمن ہو کر کھشتری اور کماروں پر ہاتھ اُٹھانا برہمنتو سے بعید جانا۔ اس لحاظ سے ہم راون کی جس قدر بھی تعریف کریں بجا ہے ؛ ۲۴۔ مگر راون نیتی مان تھا۔ اس معاملہ میں اس نے نیتی سے کام لینا چاہا۔ اس کی بہن کی ناک کٹ چکی تھی۔ اب وہ کسی راجہ کے ساتھ شادی کرنے کے لائق تو ایک طرف کسی معمولی آدمی کے دل پسند بھی نہیں تھی۔ راون چاہتا تھا۔ کہ جس شخص یا جن شخصوں نے اس کی بہن کا ناکارہ کیا۔ اُن سے اس کی تلافی کروائے ؛ ۲۴۔ آج کل بھی مہذب ممالک میں جہاں کورٹ شپ کا دستور ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ اگر اثنا ء کورٹ شپ میں کوئی کنیا بدنام کر دی جاوے۔ یا جوڑے کا جوڑا ہی بدنام ہو جائے۔ تو وہ جہاں کے تہاں ہی بیٹھے رہ جاتے ہیں۔ نہ تو بدنام کنیا کے ساتھ کوئی دوسرا مرد شادی کرنا گوارا کرتا ہے۔ نہ ہی بدنام مرد کے ساتھ کوئی دوسری کنیا شادی کرنا چاہتی ہے۔ پھر خاص کر ایسی حالت میں جبکہ ناک کاٹ ڈالا جاوے۔ بدنام کرنے والا مرد ہی اس کنیا سے شادی کرے۔ تو کرے۔ بلکہ بدنام کرنے والے مرد پر کنیا بدنامی عدالت نالش کر سکتی ہے اور اُس کو اپنے ساتھ شادی کے لئے مجبور کر سکتی ہے ؛ ۲۵۔ رام لکشمن کے زمانے میں سوئمبر کی رسم جس کو پورے طور پر کورٹ شپ نہیں کہا جا سکتا جاری تھی۔ لکشمن نے سروپ نکھا کی ناک کاٹ کر اس کو تمام جگت میں بدنام کر دیا تھا۔ پس اب وہ کسی دوسرے مرد کے لائق نہیں رہی تھی۔ لکشمن ہی اس سے شادی کرے تو کرے ؛ ۲۶۔ راون بدنیت شخص نہیں تھا۔ بلکہ نیتی مان اور دھرماتما پرش تھا۔ مہادیو کا گورو تھا۔ برہمن تھا۔ وید کا وکتا تھا۔ اپنی ایک ہی استری کا خاوند تھا۔ اُس نے جو نیتی اختیار کی۔ وہ سیتا جی کی عصمت کو بگاڑنے کی غرض سے نہیں تھی۔ آج تک کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکا کہ اُس نے سیتا جی پر دست درازی کی ہو۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سیتا جی کو اس واسطے لنکا میں لے آیا تھا۔ کہ رام لکشمن دونو بیقرار ہو کر اُس کی تلاش میں لنکا آئینگے۔ جب وہ سیتا کو طلب کرینگے۔ تو وہ یہ شرط پیش کریگا۔ کہ جس لکشمن

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رام کی موجودگی میں اُس کی بہن کی ناک کاٹی ہے۔ وہ اب سروپ نکھا سے شادی کرے اور سیتا کے ساتھ اس کو بھی اپنے ساتھ رکھے۔ کیونکہ سروپ نکھا کو اب سوائے لکشمن کے اور کوئی بیوی نہیں بنا سکتا تھا۔ میرا یہی خیال ہے۔ کہ راون نے اسی نیتی کو مدنظر رکھکر اگلی کارروائی کی۔ جیسا کہ میں اپنے اس دعوے کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے آگے چند باتوں کا ذکر کرونگا ۔ ۲۷۔ یہ امر واقعہ ہے کہ رام اور لکشمن تن تنہا جنگل میں تھے۔ اُن کی کوئی حیثیت یا فوج نہیں تھی۔ برعکس اس کے راون کے پاس بہت سی فوج تھی۔ اور وہ خود بھی بڑا بھاری یودھا تھا۔ اگر راون کی نیت بد ہوتی۔ تو وہ ایک ہی دستہ فوج کے ساتھ رام اور لکشمن دونوں کو مار کر سیتا کو اُن کے پاس سے چھین کر لے جا سکتا تھا۔ مگر اُس نے اس قسم کی کوئی شرارت نہیں کی ۔ ۲۸۔ بلکہ خود سادھوؤں کا بھیس بدل کر اُن کی جھونپڑی پر آیا۔ اس کا مطلق ارادہ نہیں تھا کہ وہ سیتا یا رام لکشمن کی جان لے۔ بلکہ وہ اُن کو اُن کی زیادتی کے لئے ایک سبق دینا چاہتا تھا ۔ ۲۹۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سیتا کے سامنے اس کا فقیرانہ یا سادھوانہ بھیس بدل کر آنا اور بھکشا مانگنا اس کی دھوکہ بازی تھی۔ مگر وہ کھشتری نہیں تھا۔ بلکہ برہمن تھا۔ اور برہمنوں کے لئے بھکشا مانگنا کوئی پاپ نہیں ہے۔ خاصکر جبکہ راون کو لنکا بھی ایک طرح پر بھکشا میں ہی ملی تھی ۔ ۳۰۔ جب راون رام لکشمن کی جھونپڑی پر آتا ہے۔ تو وہ دونو غیر حاضر تھے۔ اور سیتا اکیلی تھی۔ یہاں پھر ہمیں کہنا پڑتا ہے۔ کہ راون کی نیت بد نہیں تھی۔ وہ جھونپڑی کے اندر نہیں جاتا۔ کیونکہ وہ اس کو نیتی کے ورودھ سمجھتا ہے۔ بلکہ باہر سے ہی بھکشا کے لئے صدا کرتا ہے۔ اگر وہ بدنیت ہوتا۔ تو اندر سے جا کر سیتا کو اُٹھا لانے میں اس کو کیا دیر لگتی تھی ۔ ۳۱۔ کتھا کہتی ہے۔ کہ رام لکشمن سیتا کے لئے ایک خط کھینچ گئے تھے۔ کہ ہماری غیر حاضری میں اس خط سے باہر نہ نکلنا۔ مگر کتھا یہ بھی بتاتی ہے۔ کہ راون نے اس خط کے اندر قدم نہیں رکھا۔ بلکہ جب سیتا نے اس کے اندر سے بھکشا دینی چاہی۔ تو اُس نے لینے سے انکار کر دیا ۔ ۳۲۔ سیتا اس خیال سے کہ ایک برہمن بغیر بھکشا کے خالی جاتا ہے۔ اس خط سے باہر نکل کر راون کو بھکشا دینے کے لئے بھکشا ہاتھ میں لئے ہوئے اس خط سے باہر آ گئی ۔ ۳۳۔ اگر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں غلطی نہیں کرتا تو اس زمانہ میں قاعدہ تھا۔ کہ بھکشا کے ساتھ وہ پاتر بھی دیا جاتا تھا۔ جس میں کہ بھکشا دی جاتی تھی۔ سیتا چونکہ بھکشا کا ان ہاتھ میں لائی تھی اور ہاتھ سارے جسم کا ایک حصہ تھا۔ وہ کاٹا نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے راون یہ کہکر کہ مائی بھکشا پاتر واپس نہیں لوٹایا جا سکتا۔ اُس نے سیتا کو اپنے کندھ اور پیٹھ پر ڈال لیا۔ اور رتھ میں بٹھا کر لے گیا + ۳۴۔ یہاں پر راون کی ایک خوبیاں صاف عیاں ہیں۔ جن سے اُس کی نیت نہایت ہی نیک معلوم ہو ہے۔ اول اُس نے سیتا کو رام کے کھینچے ہوئے خط سے باہر نکلنے پر اٹھایا۔ اُس اندر قدم نہیں رکھا۔ سیتا نے پتی آگیا کو بھنگ کیا۔ جس کی سزا راون کے ہاتھ اُس کو ملی۔ دوم اُس نے سیتا کو پیٹھ اور کندھے پر اٹھایا۔ تاکہ سامنے سے اُٹھا وہ اُس کے گپت انگوں کو سپرش کرنے کے پاپ کا بھاگی نہ بنے۔ مگر راون کی نیت نیتی آگے چل کر اور بھی واضح ہو جاتی ہے + ۳۵۔ جس وقت راون تن تنہا اُس رتھ میں بٹھا کر لے جا رہا تھا۔ اگر وہ بدنیت یا بدچلن ہوتا۔ تو کیا سیتا کی عصمت بگاڑنے کے لئے اس کے پاس یہ بہترین موقع نہیں تھا۔ مگر راون نے اس قسم کوئی حرکت نہیں کی + ۳۶۔ اگر راون بدنیت ہوتا۔ تو وہ سیتا کو سیدھا اپنے محل داخل کرتا مگر نہیں اُس نے ایک پر استری کو اُس کے پتی کی عدم موجودگی میں محل میں لانا نیتی کے ورودھ سمجھا۔ بنا بریں اُس نے سیتا کو اپنے محل سے دور باغ میں رکھا۔ اور اُس کی سیوا کے لئے عورتیں مقرر کر دیں + ۳۷۔ اس موقع کہا جاتا ہے۔ کہ راون نے سیتا کے پاس کٹنیاں بھیجیں۔ اور اپنا عشق جتلایا یہ سب اس بھدر پرش برہمن پر متھیا کلنک لگائے گئے ہیں۔ کیونکہ اگر اس نیت بد ہوتی۔ تو اس سے پہلے اور اب بھی جبکہ سیتا اس کے قبضہ میں تھی وہ طاقت رکھتا تھا۔ کہ اپنے فاسد ارادے کو پورا کرے۔ مگر اس کا ارادہ فاسد نہیں بلکہ جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں۔ وہ رام لکشمن کو خاص سبق دینا چاہتا تھا ۳۸۔ راون پر الزام لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ایک پر استری کو اس کے پتی کے پاس سے جانا ہی کیا کم جرم ہے۔ بے شک یہ بات نیتی کے ورودھ تو معلوم ہوگی۔ مگر ایک برہمن کنیا کی کھشتری کمار کے ہاتھ سے ناک کاٹے جانا نہ صرف نیتی کے ورودھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلکہ ایک شرمناک جرم ہے۔ پس اگر راون نے نیتی کو توڑا بھی ہو۔ تو وہ رام لکشمن کے اس خوفناک جرم کے مقابلہ میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ جو کہ اُنہوں نے اُس کی بہن کے ساتھ کیا + ۴۰ - راون کا قصور رام لکشمن کے قصور کے مقابلہ میں رتی اور پہاڑ کا مقابلہ رکھتا ہے۔ دیکھ لیجئے۔ کہ اگر جرمنی کا راج کمار انگلینڈ کی راج کماری کی ناک کاٹ لے۔ تو پھر کس قدر ہنگامہ برپا ہوتا ہے۔ انگلینڈ کی تواریخ میں ایک جنگ جنکن ایرس وار کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں کہ اہل سپین نے جنکن نامی ایک انگریز ملاح کے کان کاٹ ڈالے تھے۔ اس پر دونوں ممالک کے درمیان سخت جنگ جاری ہوا۔ جو کہ سالوں تک رہا۔ جب معمولی ملاحوں کے کان کاٹ ڈالنے پر اس قدر خونریز لڑائی ہو سکتی ہے۔ تو ایک راج کماری کے ناک کاٹ ڈالنے پر راون رام لکشمن یا سیتا کے ساتھ جو بھی سخت سے سخت سلوک کرتا روا تھا۔ ہاں اگر وہ اپنی بہن کی ناک کٹی ہوئی دیکھ اشتعال میں آکر سیتا یا رام لکشمن کو جان سے بھی مار ڈالتا تو حق بجانب سمجھا جاتا۔ مگر اُس نے اس قسم کی کوئی بھی حرکت نہیں کی۔ آفرین ہے اس مہاپرش کی دھیرج اور شانتی پر۔ میں تو راون کو راکشش کیا بلکہ ایک بڑا راج رشی کہونگا۔ راکشش ہیں وہ لوگ جو ایسے مہا پرش کو راکشش کہتے ہیں + ۴۰ - میں اوپر بتا چکا ہوں۔ کہ اس ساری خرابی [illegible] لکشمن کی طرف سے ہوئی۔ اب ذرا آگے دیکھئے + ۴۱ - سیتا باغ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ رام لکشمن اُس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اتفاق سے اُن کو ہنومان جی مل جاتے ہیں۔ رام لکشمن کی کہانی سن کر وہ اُن کی مدد کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور وہ رام کی انگشتری لے کر لنکا میں اس باغ کے اندر جاتا ہے جہاں سیتا درخت کے نیچے جھولنے میں بیٹھی تھی + ۴۲ - ہنومان درخت پر چڑھ جاتا ہے اور انگشتری سیتا کی گود میں پھینکتا ہے۔ سیتا انگشتری کو دیکھتی ہے۔ اور پہچان لیتی ہے + ۴۳ - انگشتری کو دیکھ کر سیتا رو پڑتی ہے۔ کہ رام مارے گئے۔ اور یہ انگشتری [illegible] جنگلی جانور کہیں سے اٹھا لایا ہے۔ وغیرہ + ۴۴ - مگر ہنومان جی اُس کو تسلی دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ رام زندہ ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں اُن کا داس ہوں۔ اور آپ کا بھی داس ہوں۔ سیتا کی تسلی ہو جاتی ہے + ۴۵ - مگر ہنومان راون کے باغ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں اپنی فطرت پر قابو نہیں رکھ سکے۔ اور انہوں نے بندر کی طرح باغ کے پیڑوں کو توڑنا شروع کیا ۔ ۴۶ ۔ اُس کی اس شرارت کو دیکھ کر باغ کے مالی لوگ اس کو پکڑ کر راون یا اُس کے کسی دوسرے اہلکار کے پاس لے گئے مگر اُس نے ہنومان کو ایک نادان سمجھ کر چھوڑ دیا ۔ ۴۷ ۔ ہنومان کو چاہئے کہ وہ اس نیک سلوک پر راون کا بندہ زرخرید بن جاتا۔ لیکن احسان فراموش درکنار اُس نے بلاوجہ غصّہ میں آکر لنکا میں آگ لگانے کی ٹھانی۔ یہ ایک طول طویل قصہ ہے۔ جس کا ذکر فضول ہے ۔ ۴۸ ۔ ہنومان کی یہ ناشائستہ حرکت دوسری زیادتی تھی۔ جو کہ راون کے ساتھ کی گئی۔ پہلی زیادتی کی ابتدا لکشمن کی طرف سے ہوئی۔ مگر راون نے دھیرج سے کام لیا۔ دوسری زیادتی کی طرف سے ہوئی۔ لیکن راون کے دھیرج میں پھر بھی کوئی فرق نہ آیا۔ بدستور سابق شانت چت رہا۔ اگر وہ چاہتا۔ تو ہنومان کو پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کروا دیتا۔ لیکن اُس نے کچھ نہیں کیا ۔ ۴۹ ۔ جب رام لکشمن کی طرف زیادتی پر زیادتی ہوتی گئی۔ تو راون نے کھر دوکھن کو بطور ایلچی کے رام کے پاس روانہ کیا۔ تاکہ وہ راون کے اصلی مدعا کو اس پر ظاہر کرے۔ اور رام کو بتادے کہ راون کا منشا ہرگز جنگ کرنے کا نہیں ہے۔ بلکہ وہ کچھ اور چاہتا ہے راون کی خواہش یہی تھی۔ کہ کسی طرح وہ اپنی بہن کے ظلم کا بدلہ لے یہی تھا۔ کہ لکشمن اس سے شادی کرے۔ اگر راون کا منشا خونریزی کا وہ سیتا کو جان سے مار سکتا تھا۔ مگر اُس کی نیت فساد کی نہیں تھی راون کا ایلچی کھر دوکھن رام لکشمن کے پاس آتا ہے۔ رام لکشمن کے پاس وقت جو جنگلی آدمیوں کی فوج تھی۔ جن کو بندر اور ریچھ کہا گیا ہے۔ اس پل پڑی۔ رام لکشمن نے ایلچی کو مروا ڈالا۔ یہ دوسرا جرم تھا جو کہ اُس وقت مہذب دنیا تو ایک طرف آج کل کی مہذب دنیا میں بھی ناقابل معافی سمجھا ہے۔ اس کی ابتدا بھی رام کی طرف سے ہوئی۔ راون ابھی تک شانت اور وہ خونریزی کے لئے تیار نہیں ہے ۔ ۵۱ ۔ رام کی طرف سے زیادتی پر زیادتی ہوتی دیکھ کر آخر کار راون نے اپنے بیٹے میگناتھ کو ایک دستہ فوج دے کر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۵۲۔ مگر راون کا ارادہ نہیں تھا۔ کہ میگناتھ رام یا لکشمن کو مارے۔ صرف اُن کو تنبیہ کرنا تھا۔ میگناتھ برہمچاری تھا۔ اور لکشمن بھی برہمچاری تھا۔ لکشمن نے میگناتھ کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا ۔ ۵۳۔ میگناتھ نہیں چاہتا تھا۔ کہ لکشمن جان سے مارا جائے۔ بنابریں اُس نے ایک ودت نیتر کے ذریعہ لکشمن کو بیہوش کر دیا۔ جب لکشمن کو ہوش آیا۔ تو جوش آیا۔ آخر کار دونوں میں جنگ شروع ہو گیا۔ آگے کیا ہوا۔ اس کو میں پھر عرض کرونگا۔ لیکن یہانتک جتنے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جنگ کی ابتدا کے اسامان پہلے رام اور لکشمن کی طرف سے ہوئے۔ راون بالکل نردوش تھا ۔

آتمارام ویدی

اِندر اور اُس کے بعض بیکار مباش ناظرین

"بیکار مباش کچھ کیا کر۔ کپڑے ہی ادھیڑ کر سیا کر" یہ فقرہ اِندر کے بعض ناظرین پر بہت بیٹھتا ہے۔ اُن کے دل و دماغ میں اِندر کی ہواخواہی کا خیال اس قدر گھرا جما ہوا ہے۔ کہ وہ ہمارے موسم اِندر کو صلاح مشورہ دینے کے فرض سے کوتاہی نہیں کرتے مگر اُن کے مشورات پاجامہ کی طرح بڑے ڈھیلے ڈھالے ہوتے ہیں۔ پاجامہ بھی وہ جو گلے میں ڈالا گیا ہو۔ ایک مہاشہ اورنگ آباد سے لکھتے ہیں۔ کہ اگر اندر کو آپ ہفتہ وار کر دیں تو میں پانچ روپیہ ماہوار یعنی ساٹھ روپیہ سالانہ دیا کرونگا۔ اور مہاشہ اندور سے لکھتے ہیں۔ کہ اندر کا حجم بڑھا دیں اور قیمت للعہ روپیہ کر دیں اسی طرح کئی دیگر صاحب نے اپنی بیکار مباشی کا ثبوت دیا ہے مگر یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ آیا پہلے کی نسبت اندر کا حجم بڑھا بھی ہے یا نہیں پہلے سال اِندر کی مسطر بیس سطر کی تھی۔ مگر اب پچیس سطر کی ہے۔ پہلے اِندر کا حجم ۴۸ صفحہ کا تھا مگر اب ۷۶ صفحہ کا ہے۔ گویا پہلے سال کی نسبت اس سال اندر کا حجم مضمون کے لحاظ سے تقریباً ۲۴ صفحہ زیادہ ہو گیا ہے۔ لکھائی چھپائی وغیرہ کے اخراجات بھی اسی نسبت سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ مگر کیا کبھی اندر نے آجتک ان ڈھیلا مشورہ دینے والوں سے یہ درخواست کی کہ اندر کی اشاعت کا سلسلہ بھی بڑھاؤ یا کیا کبھی اس قسم کے ساٹھ روپیہ سالانہ چندہ کا فضول لالچ دکھانیوالوں نے خود کبھی اس طرف توجہ کی ہے۔ جب نہیں کی۔ تو پھر فضول مشورہ دے کر کاغذ ضائع کرنے اور بیکار مباش دماغ کا ثبوت دینے کی کیا ضرورت ہے ۔ ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پال کا خط آریہ سماج کے شاکی بھائیوں کے نام

۱- ہندوؤں کے نچلے طبقہ یا غیر ہندوؤں سے آکر آریہ سماج میں شامل ہونے والے میرے آریہ بھائیو- میں آج تم کو مخاطب کرنا چاہتا ہوں- میں مدت سے تمہاری تکالیف اور شکایتوں کو سنتا آرہا ہوں- لیکن مجھے کوئی ایسا موقع نہ ملا- کہ میں سب کو مشترکہ جواب دے سکتا- اسی سال کی شروع فروری میں تمہارے ایک دو لیڈروں نے میرے پاس اپنی تکالیف بیان کیں- اور اُن کا حل پوچھا- گو میں تمہارا لیڈر نہیں ہوں- اور نہ ہی لیڈری کی مجھ میں صفات ہیں- لیکن چونکہ تم مجھ سے علاج پوچھتے ہو- اس لئے میں تم کو مخاطب کرتا ہوں- تم جانتے ہو کہ میں صاف گو آدمی ہوں- مجھے ایچ پیچ والی باتیں نہیں کرنی آتیں- میری صاف گوئی نے خود آریہ سماج کے آدمیوں سے ہی مجھے اس قدر خطابات دلادئے ہیں- جو شاید کسی سے شاید کسی کو نصیب نہیں ہوئے ہونگے- مگر تم یقین کرو- کہ یہ خطابات میرے ترش ذائقہ رکھتے ہیں- تم کو میرے ساتھ ان خطابات کی بنا پر رشک نہیں کرنا چاہئے- بلکہ میں تمہارے ساتھ رشک کی تمنا رکھتا ہوں- کہ تم ان خطابات سے آزاد ہو- تم اچھی طرح جانتے ہو- کہ آریہ سماج میں آکر جب سے میں نے قلم پکڑا ہے- اس کا بہت سا زور تمہارے ہی حقوق کی حفاظت اور تمہارے ہی ہمدرد بنانے کی تجاویز میں خرچ ہوا ہے- گو مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک اُن تجاویز کو عملی جامہ نہیں پہنا سکا- لیکن میں نا امید نہیں ہوں- میرا خیال ہے بلکہ یقین ہے- کہ یہ سب باتیں پوری ہونگی- لیکن میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں- کہ قانون ہاتھ سے نہیں بجا کرتی- جب میں آریہ سماج کے اس ہندو حصہ کو جو کہ تم کو تمہارے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شل حقوق دینے کے لئے تیار نہیں ہے لتاڑتا ہوں۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ میں تمہیں
شل نردوش سمجھتا ہوں۔ نہیں۔ میں اس میں تمہارا بھی قصور پاتا ہوں۔ فرق صرف
تنا ہی ہے۔ کہ دوسرے گروہ کو میں اُن کی غفلت سے آگاہ کرتا رہتا ہوں۔ لیکن تم کو
تمہاری غفلت سے یا تمہاری غلطیوں سے میں نے آج تک آگاہ نہیں کیا۔ میں
چاہتا ہوں۔ کہ آج تم سے بغیر کسی قسم کے اینچ پینچ کے باتیں کروں اور تم کو تمہاری
میلی پوزیشن سے خبردار کردوں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ تم میری باتوں کو جو کہ تمہاری بہی
بہبودی کے لئے لکھتا ہوں۔ بُرا نہیں مانوگے۔ بلکہ اگر تم ان پر عمل کروگے۔ تو تم کو
ایک بڑی بھاری تسلی ملیگی +

۲۔ میرے بھائیو! تم مجھ سے اکثر شکایت کرتے رہتے ہو۔ کہ آریہ سماج کے آدمی
تم کو تمہارے حقوق نہیں دیتے۔ تمہاری شکایت ٹھیک ہو یا بے ٹھیک۔ لیکن اس
شکایت کا اتنا مطلب ضرور ہے۔ کہ تمہارے کوئی ایسے حقوق ان کے ہاتھوں میں
موجود ہیں۔ جو یہ تمہیں نہیں دیتے۔ تمہاری شکایت کے دو ہی مطلب ہو سکتے
ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ تم کو اُن حقوق کا مستحق نہیں سمجھتے۔ دوم یہ کہ تم مستحق تو ہو۔
مگر وہ غاصب ہیں۔ پہلی صورت میں اگر وہ تم کو حقوق دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن
تم مستحق نہیں ہو۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ مانگنے سے پہلے اپنے آپ کو مستحق بناؤ۔ کیونکہ
غیر مستحق کو کبھی کچھ نہیں دیتی۔ اور مستحق سے اُس کا حق کبھی نہیں چھین سکتی۔
دیر تقدم اور حق موخر ہے لیکن اگر تم اپنے آپ کو مستحق سمجھتے ہو۔ اور فریق
ثانی باوجود تمہارے مستحق ہونے کے تم کو حقوق نہیں دیتا۔ تو وہ اخلاقی طور پر
گرا ہوا گروہ ہے۔ کیا تمہارا اخلاق تمہیں اجازت دیتا ہے۔ کہ تم ایک گرے ہوئے
گروہ کے دروازے پر جا کر ہاتھ پھیلاؤ۔ میرے خیال میں ایسے ہاتھ کو کاٹ ڈالنا
چاہیئے۔ لیکن اُن کی اخلاقی گراوٹ کو جانتے ہوئے بھی تمہارا اُن کے سامنے گداگری
کا ہاتھ پھیلانا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ تم اخلاقی طور پر اُن سے بھی گرے ہوئے
ہو۔ بنا بریں تم اس لائق نہیں ہو۔ کہ تم کو کوئی حقوق مل سکیں۔ میرے خیال میں
گداگری سے بڑھکر نیچ چیز دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ تم گداگروں کے گروہ میں نہیں
رہتے ہو بلکہ آریوں کے ساتھ ملے ہو۔ یا آریہ بنے ہو۔ سلف ریسپکٹ یا آتم سنان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سلف ریلائنس یا آتم وشواش آریتو کی دو ٹانگیں ہیں۔ جو ان دونوں صفا
سے عاری ہے۔ وہ آریہ نہیں ہے۔ بلکہ مُردار ہے۔ اُس کو کہ دو کہ آریہ سماج
باہر جا کر سڑے۔ جب تک تم آریہ سماج کے ہندو گروہ سے اپنے حقوق طلب
کرتے رہو گے۔ تب تک میں تو یہی کہونگا۔ کہ ابھی تک تم اُن گداگری کے سنسکار
سے آزاد نہیں ہوئے ہو۔ جو کہ اُن نچلے طبقات میں پائے جاتے ہیں۔ جن
سے تم آئے ہو۔ سچ پوچھو۔ تو جب تک تمہارے یہ سنسکار دور نہیں ہوتے
تک تم کو حقوق ملنے بھی نہیں چاہئیں۔ لیکن جب تمہارے اندر آتم سنمان
اور آتم وشواس جڑ پکڑ جائیگا۔ تو تم اس قسم کی گداگری کو خود ہی نفرت کی نگاہ
دیکھو گے۔ جب تمہارے اندر آتم سنمان ہوگا۔ تو تم اُس کو قائم رکھنے کے لئے
وشواس سے کام لوگے۔ سنگرام کروگے۔ رفتہ رفتہ تم ایسی حالت میں پہنچ
کہ جہاں سب کے حقوق مساوی ہو جاتے ہیں۔ مانگنے تانگنے کی وہاں ضرورت
ہی نہیں رہتی۔ مگر تم پھر کہو گے۔ کہ جب ہم مستحق ہیں۔ تو ہم کو ہمارے حقوق کیوں
نہیں دئے جاتے۔ اس کا جواب میں پھر یہی دونگا۔ کہ اگر تم مستحق ہو۔ اور فریق
ثانی اخلاقی طور پر گرا ہؤا ہونے کی وجہ سے تم کو تمہارے حقوق نہیں دیتا۔ تو
اُن سے اخلاقی طور پر اعلےٰ ہو۔ تم اُن کے سامنے جا کر کیوں ہاتھ پھیلاتے ہو۔
اگر فریق ثانی یہ کہتا ہے کہ تم مستحق نہیں ہو۔ یا تم کو بھی یہ خیال ہو کہ تم درحقیقت
مستحق نہیں ہو۔ تو پھر تمہارا فرض ہے کہ تم کوشش کر کے پہلے اپنے آپ کو
بناؤ۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ان تمام جملوں کو تمہارے سامنے کھول کر بیان کروں
تاکہ تمہارے حقوق پر کافی روشنی پڑ سکے ؛

۳۔ کیا میں بتاؤں۔ کہ تمہارے حقوق کونسے ہیں۔ جن کے لئے تم آریہ سماج
کے برخلاف مجھ سے شکایت کرتے ہو۔ تمہاری پہلی اور عام شکایت جو میں مدت
سے سنتا چلا آرہا ہوں۔ یہ ہے۔ کہ آریہ سماج کے آدمی تمہارے ساتھ کھلم کھلا
کھان پان کیوں نہیں کرتے۔ تم جانتے ہو۔ کہ آریہ سماج میں کس گروہ کے آدمی
بھرتی ہیں۔ اس ہندو گروہ کے جو ابھی تک تم سے چھو جانا بھی پاپ سمجھتا ہے
آریہ سماج کے آدمی اسی سڑے ہوئے گروہ سے آئے ہیں۔ پس اگر وہ تمہارے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھلا کھان پان نہ کریں۔ تو تعجب کی کونسی بات ہے۔ مگر میں تم کو اتنا بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ آریہ سماج میں ایک خاصی تعداد ایسے انسانوں کی موجود ہے۔ جو تم سے تمہارے درجہ کے مطابق کسی قسم کا پرہیز کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مگر کھان پان کا سوال طبیعت پر منحصر ہے۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ ایک قنوجی برہمن کا لڑکا جب فاحشہ عورت کے گھر میں جاتا ہے۔ تو اُس کا حقہ بھی پیتا ہے اور کھانا بھی کھاتا ہے۔ اور اُس کے ہونٹوں کو بھی چومتا ہے۔ لیکن وہی لڑکا جب اپنے گھر میں آتا ہے۔ تو اپنی پاک دامنہ بھاوج کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھا سکتا۔ اُس کی کیا وجہ ہے۔ وجہ صرف یہی ہے۔ کہ فاحشہ عورت کے ساتھ اس کی طبیعت ملی ہوئی ہے۔ مگر وہ بھاوجہ کے ہاتھ سے بنا ہوا کھانا کھانا معیوب سمجھتا ہے۔ کیونکہ سوسائٹی کے بعض قواعد نے اس کے دل میں بھاوجہ کی طرف سے ایسے سنسکار پیدا کر دئے ہیں۔ کہ وہ کھان پان کے معاملہ میں الگ تھلگ نظر آتا ہے۔ اسی طرح اگر تم دیکھتے ہو۔ کہ آریہ سماج کا ایک ممبر ایک شرابی۔ کبابی۔ زانی۔ بدچلن ہندو کے ہاتھ کا یا گھر کا کھانا کھا لیتا ہے۔ مگر تم جو ان عیبوں سے بری ہو۔ وہ تم سے پرہیز کرتا ہے۔ تو وہ اپنی طبیعت کا مالک ہے۔ اس شرابی کبابی ہندو سے اس کی طبیعت کوئی نفرت نہیں کرتی۔ مگر تم سے کرتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ تم ناپاک یا گرے ہوئے ہو۔ بلکہ کہ اُس کی طبیعت پاک اور ناپاک میں تمیز نہ کر کے جدھر اُنس پاتی ہے۔ ھک جاتی ہے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم کھان پان کے جھگڑے میں پڑ کر کیوں اپنے آپ کو ذلیل کرتے ہو۔ تم ممتحن کیوں بنتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ جن لوگوں کا تم بعض اوقات امتحان لینے لگ جاتے ہو۔ وہ امتحان دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ جب میں تم میں سے کسی کو ممتحن بنا ہوا دیکھتا ہوں۔ یا محض امتحان کی غرض سے دوسرے کے گھر پر کھانا پانی مانگتے پاتا ہوں۔ تو میرے دل میں اس کی طرف سے اس قدر نفرت پیدا ہوتی ہے۔ کہ شاید کتے کے لئے بھی اس قدر نفرت نہ ہوتی ہوگی۔ برا مانو گے۔ لیکن میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ تم میں سے جو شخص کسی آریہ سماجی کے گھر پر جا کر اُس کا امتحان لینے کی نیت سے پانی مانگتا یا کسی دوسرے طریق کا خواستگار بنتا ہے۔ وہ ایک نہایت ہی پتت اور گرا ہوا انسان ہے۔ جو آتم سمان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے قطعی خالی ہے۔ ایسے شخص کو اگر اس آریہ سماجی کے گھر سے کُتّے کی طرح جوا
تو وہ اس بے عزتی اور بدسلوکی کا عین مستحق ہے۔ جو شخص آریہ سماج میں محض
غرض کو لیکر آتا ہے۔ کہ لوگ اس کے ساتھ کھا پی لینگے۔ یا وہ دوسروں کے
پینے کا موقع پا سکیگا۔ اور اس طرح اس کی پوزیشن بلند ہو جائیگی۔ وہ ایک
شخص نہیں ہے۔ نہ ہی دھرم ابھلاشی اور جو دھرم ابھلاشی نہیں ہوتا۔ اُ
پوزیشن کبھی بھی بلند نہیں ہؤا کرتی۔ بلکہ وہ گرا ہی رہا کرتا ہے۔ کیونکہ کھانا پینا
حیوانوں کا معراج ہے۔ جو شخص آریہ سماج میں محض اسی معراج کو مدنظر رکھ
ہے۔ وہ دھرم ابھلاشی انسان نہیں ہے۔ بلکہ حیوان ہے۔ بنا برین اسکی پو
بھی اس کے معراج کے مطابق ہی بنیگی۔ اگر تم اس پہلو میں تسلی پانا چاہتے
تو ان اشارات پر عمل کرو۔ جو کہ میں تم کو دیتا ہوں۔ یعنی کسی آریہ سماجی یا ہند
گھر میں اس کا امتحان لینے کی نیت سے مت جاؤ۔ تم ذلیل ہوگے۔ اگر کسی
شخص کے گھر میں جا کر جس کی بابت تمہیں علم ہے۔ کہ وہ ایک کمزور انسان
کو پیاس بھی لگی ہوئی ہو۔ تو تم اُس کے گھر سے پانی مت مانگو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ
ممتحن تصور کرے۔ اور تم ذلت کا منہ دیکھو۔ جہاں تک ہو سکے۔ تم دعوتوں یا ضیا
میں شریک ہونے سے انکار کر دو۔ سواے اس کے کہ تم کو خاص طور پر مجبور کیا
تم کسی شخص کو اپنے گھر پر امتحان کی غرض سے کھانا کھانے کے لئے مجبور
ایسا نہ ہو۔ وہ انکار کر دے۔ اور تم اُس کو اپنی سبکی تصور کرو۔ اگر کوئی غیر شخص
گھر پر آکر پانی مانگے۔ خواہ وہ پتت سے پتت اور چنڈال بھی کیوں نہ ہو۔ مو
ہونے کی صورت میں فوراً اُسے پانی دو۔ تم اپنی مثال سے دکھاؤ۔ کہ اگر غیروں
گھر تمہارے لئے بند ہیں۔ تو تمہارا گھر حاجتمندوں کی واجبی حاجتوں کے لئے
تمہارے دروازے پر آتے ہیں۔ ایسا ہی کھلا ہے۔ جیسا کہ پرماتما کی ہر ایک
یقین کرو۔ دروازہ اُسی کے لئے کھلتا ہے۔ جو پہلے اپنا دروازہ دوسروں کے
کھولتا ہے۔ ہندوؤں نے اپنے ہی بھائیوں کے برخلاف اپنا دروازہ بند کر دیا۔
تمام دنیا کے دروازے اُن پر بند ہیں۔ اگر اُن پر کوئی دروازہ کھلا ہے۔ تو وہ غلامی
مصائب کا دروازہ ہے ✤

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۴۔ کھان پان کے علاوہ تمہاری دوسری شکایت یہ ہے۔ کہ تمہارے وواہ شادی کے حقوق تم کو نہیں ملتے۔ یہ شکایت ایک فضول شکایت ہے۔ تم ویدک دھرم کو مانتے ہو اور جانتے ہو۔ کہ ویدک دھرم گن۔ کرم سوبھاؤ کے مطابق شادی کی تعلیم دیتا ہے۔ کوئی والد اپنے لڑکے کو اور کوئی ماتا اپنی لڑکی کو اس بات کے لئے مجبور نہیں کر سکتی۔ کہ وہ فلاں لڑکی یا فلاں لڑکے کے ساتھ شادی کرلے۔ اگر وہ مجبور کرتے ہیں۔ تو وہ ویدک دھرمی نہیں ہیں۔ بلکہ پتت انسان ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو۔ کہ تم اپنے کسی لڑکے یا لڑکی کو زبردستی کسی کے گلے مڑھو۔ یا کوئی والدین اپنے لڑکے یا لڑکی کو زبردستی تمہاری لڑکی یا لڑکے سے شادی کے لئے مجبور کرے؟ اگر تم اس جبر کے قائل ہو۔ تو تم اپنی جگہ آریہ سماج اور ویدک دھرم سے باہر جاکر تلاش کرو۔ لیکن اگر تم سمجھتے ہو۔ جیسا کہ تم کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ ویدک دھرم وواہ کی پسند یا۔ گی لڑکے اور لڑکی کے ہاتھ میں دیتا ہے۔ تو تم کو خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اگر آریہ سماج کے دائرہ کے اندر کوئی لڑکا تمہاری لڑکی کو یا کوئی لڑکی تمہارے لڑکے کو پسند کرتی ہے۔ تو تم کو اُن کے راستے میں روک نہیں بننا چاہیئے۔ لیکن اگر کوئی نہیں پسند کرتا یا کرتی۔ تو تم کو اُس کی شکایت نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ خوش ہونا چاہیئے۔ کہ تمہارا لڑکا یا لڑکی ایسے جوڑے سے پرہیز کرتا ہے جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ یا کرتی۔ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کے متعلق تمہارا فرض اسی قدر ہے۔ کہ تم اُن کے جسم کی رکھشا کرو۔ تندرستی کے لئے ضروری سامان مہیا کرو۔ ان کو عمدہ قسم کی دینی اور دنیوی تعلیم دو۔ باسلیقہ بنادو۔ اور پھر اُن کو اجازت دو۔ کہ وہ جہاں اور جس سے چاہیں شادی کرلیں۔ اس معاملہ میں تم اُن کے رہنما ہو سکتے ہو۔ مگر اُن کو غلام نہیں بنا سکتے۔

۵۔ مگر تمہاری یہ بھی شکایت ہے۔ کہ تمہارے بچوں کی تعلیم کے لئے آریہ سماج کوئی انتظام نہیں کرتا۔ تمہاری یہ شکایت بہت بجا ہے۔ مگر کیا آج تک تم نے بھی کبھی سوچا ہے۔ کہ اگر آریہ سماج تمہارے بچوں کی تعلیم کے لئے کچھ انتظام نہیں کرتا۔ تو تم نے خود اُن کے لئے کیا کیا ہے؟ کیا اگر گورنمنٹ ہمارے بچوں کی تعلیم کا معقول انتظام نہ کرے یا نکما انتظام کرے۔ تو ہمارا یہ فرض ہوگا۔ کہ ہم خاموش رہیں؟ ہرگز نہیں۔ اگر گورنمنٹ نے ایسا نہیں کیا۔ تو اہل ہند کا فرض ہے۔ کہ وہ خود کریں۔ چنانچہ وہ کر رہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں۔ تم دیکھتے ہو۔ جا بجا سکول۔ پاٹھ شالائیں۔ کالج۔ گوروکل کھل رہے ہیں۔ تم حیران نہیں ہو۔ جو کچھ بھی نہ کر سکو۔ آخر تم ان ہی انسانوں کے بھائی ہو۔ اگر آریہ سماج نے تمہارے لئے کچھ نہیں کیا۔ تو تم نے اپنے لئے کیا کیا؟ کیا تم نے آپس میں مل کر کبھی اس بارے پر وچار کیا۔ کہ آؤ ہم سب مل کر ایک ایک دو دو روپیہ ماہوار دیکر ایک زبردست تعلیم فنڈ جمع کریں۔ اور اس فنڈ کے ذریعہ ہم اپنے گاؤں گاؤں میں پاٹھ شالائیں کھولیں اور اپنی مرضی کے مطابق اُستاد مقرر کرتے چلے جائیں۔ جہاں ہمارے بچے تعلیم پائیں۔ تم مجھے بتاؤ۔ کہ اس پہلو میں آج تک تم نے خود کیا کام کیا؟ میں کہونگا کچھ بھی نہیں؟ ایسی صورت میں جبکہ تم اور تمہارے بچے پہلے کی طرح اَن پڑھ پڑے ہو۔ اور ترقی کے میدان میں قدم نہیں اُٹھاتے ہو۔ بلکہ یہ سمجھ کر کہ آریہ سماج نے تمہیں اپنے ساتھ ملا لیا اور بڑا میدان مار لیا۔ تم حقوق حقوق کا شور مچاتے ہو یقین کرو۔ تم ان حقوق سے ہمیشہ محروم رہو گے۔ جو کہ محض تعلیم یافتہ۔ دھارمک۔ کرم کانڈی اور پرشارتھی انسانوں کو ہی ملا کرتے ہیں۔ تم ان اوصاف سے مقرر نہ کے کارن اُن حقوق سے محروم ہو۔ اگر تم نے اپنے بچوں کو بھی ڈنگر کا ڈنگر ہی رہنے دیا تو وہ بھی محروم رہینگے۔ اور تم ہمیشہ کے لئے اسی پستی میں گرے رہو گے۔ جہاں کہ تم سماج میں آنے سے پہلے گرے ہوئے تھے۔ پھر تمہارا آریہ سماج میں آنا کس مصرف کا؟ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ آریہ سماج بھیک منگوں کی منڈلی بنانا چاہتا ہے۔ ہرگز نہیں وہ اپنے ہر ایک ممبر سے امید کرتا ہے۔ کہ وہ تعلیم یافتہ۔ دھارمک۔ کرم کانڈی اور پرشارتھی ہوگا۔ کیونکہ جب تک ایسا نہیں ہوگا۔ تب تک جس سنسار کا اوپکار کرنیکا آریہ سماج نے بیڑا اُٹھایا ہے۔ وہ کیونکر پورا ہو سکیگا۔ پس تم گداگری کے نشہ میں مست مت رہو۔ بلکہ پرشارتھی بنو۔ شکایت کا طریقہ چھوڑ دو۔ اپنی شکایتوں کو آپ دور کرو۔

۶۔ تمہاری یہ بھی شکایت ہے۔ کہ آریہ سماج کا کوئی اپدیشک تمہارے ہاں سنسکار کروانے نہیں جاتا۔ تمہاری شکایت بالکل درست ہے۔ مگر تم جانتے ہو۔ کہ آریہ سماج کے اپدیشک بھی آخر ہندوؤں میں سے ہی آتے ہیں۔ ممکن ہے۔ وہ اپنے پرانے ہندو سنسکاروں کی وجہ سے تم سے نفرت کرتے ہوں۔ یا تم کو ادنےٰ درجہ کا سمجھ کر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمہارے ہاں جانے سے پرہیز کرتے ہوں یا تم کو نردھن خیال کر کے تم سے دکھشنا کی وصولی کی کوئی امید نہ رکھتے ہوں۔ جن اپدیشکوں کے اس قسم کے خیالات ہوں۔ وہ تمہارے ہاں جا کر تم کو کیا سنسکرت کرینگے تم اس قسم کے اپدیشکوں سے کسی قسم کی بہبودی کی توقع مت کرو۔ وہ گڈریئے ہیں۔ اسی جگہ جائینگے۔ جہاں بھیڑوں کی اون کاٹنے کا ان کو سامان نظر آتا ہو۔ ان گڈریوں کو اپنے گھروں میں بلا کر تم کیا کرو گے۔ مگر میں تم کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ ایک دو اپدیشک ایسے بھی ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ وہ تمہارے ہی اندر رہ کر کام کریں۔ مگر چونکہ اُن کے گزارہ کا انتظام آریہ پرتی ندھی سبھا کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے وہ سبھا کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ سبھا جہاں اُن کو چاہتی ہے۔ روانہ کر دیتی ہے۔ اور ان کو جانا پڑتا ہے۔ ممکن ہے۔ جب تمہارے ہاں کوئی سنسکار ہونے والا ہو۔ تو وہ اس وقت کسی جلسہ میں پھنسے ہوئے ہوں۔ وہ جلسہ کو چھوڑ کر اور سبھا کی آگیا کو بھنگ کر کے تمہارے ہاں کیسے جا سکتے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ یہ اپدیشک تمہارے ہاتھ میں آجائیں اور تمہارے ہی بن جائیں۔ تو تم ان کے گذارہ کا معقول انتظام کرو۔ روپیہ جمع کرو۔ روپیہ آجکل ایک بڑی زبردست طاقت ہے۔ تم روپیہ کے ذریعہ ان اپدیشکوں کو ایک منٹ میں چھین سکتے ہو۔ مگر تم محض ایک چڑچڑے اور ضدی بچے کی مانند شکایت کرنا ہی جانتے ہو۔ شکایت بھی نہیں ہو۔ آخر تم کچھ تو کرو۔ جب تک تم خود کچھ بھی نہیں کرو گے۔ تب تک میں سمجھ لوں۔ کہ تم اپنی ذمہ واری کو محسوس کرتے ہو۔ شاید تمہارا خیال ہے۔ کہ تم کو کسی جادو کے ذریعہ ایک جھونپڑی سے نکال کر تخت پر بٹھا دیا جاوے۔ دیکھو نپولین جھونپڑی میں پیدا ہوا۔ مگر اس کو تخت تک پہنچنے میں کس قدر سنگرام کرنا پڑا۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ تم خود کچھ ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤ۔ اور کوئی دوسرا شخص پکی پکائی تمہارے منہ میں ڈال دیگا۔ اگر تمہاری یہی امید ہے۔ تو یہ کبھی بھی پوری نہیں ہوگی۔ تم مر جاؤ گے۔ اور کبھی بھی ترقی نہیں کر سکو گے +

۷۔ میں بعض اوقات تمہیں ایک خوفناک بلکہ شرمناک شکایت کرتے بھی سنتا ہوں۔ جو اگر سچ ہو۔ تو نہایت ہی گردن زدنی شکایت ہے۔ میں نے سنا ہے اور اگر سنتا ہوں۔ کہ تم آریہ سماج کی طرف سے سرد مہری دیکھ کر آریہ سماج کو چھوڑنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

اور مسلمان یا عیسائی ہو جانے کے بھی دھمکی دیتے ہو۔ میں تم کو سچ کہتا ہوں کہ
میں سے جو جو انسان یہ شکایت کرتا ہے۔ یا ایسا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ ایک نہ
ہی نیچ۔ پاجی۔ اور پتت انسان ہے۔ اُس کو چاہیئے۔ کہ فوراً آریہ سماج کے
سے نکل جائے۔ اور جاکر عیسائی یا مسلمان ہو جائے۔ ایسے ایسے مہا پاتکی
پاجی انسانوں کی آریہ سماج کو ہرگز ہرگز ضرورت نہیں۔ جن کا دھرم ایمان
نہ ہو۔ بلکہ جو ایک چلو بھر پانی یا ایک ٹکڑا روٹی کی خاطر دھرم سے پتت ہونے
لئے تیار ہوں۔ وہ آریہ سماج کے لئے باعث ننگ ہیں۔ اور ہرگز اس لائق
ہیں۔ کہ وہ آریہ سماج میں رکھے جائیں۔ ایسے مہا پتت انسان جتنی جلدی
سماج سے علیحدہ ہو جائینگے۔ اسی قدر وہ آریہ سماج پر احسان کرینگے۔ وہ
سماج یا ویدک دھرم کو اپنی علیحدگی سے اتنا نقصان بھی نہیں پہنچا سکتے۔ جتنا
ایک چیونٹی کے کاٹنے سے ہاتھی کے پاؤں کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ ممکن ہے۔
میں سے کوئی میرے ان الفاظ کو بُرا مانے۔ مگر آریہ سماج یا ویدک دھرم کے
کا جہان خیال ہو۔ وہاں میرے لوہے کی قلم کے ساتھ میری سپرٹ بھی فولاد
جاتی ہے۔ میں ان دونوں باتوں کے لئے کبھی بھی نرمی سے کام نہیں لے سکتا
میں تم سے پھر کہتا ہوں۔ اگر تم میں کوئی اس قسم کے نیچ خیال کا آدمی ہو۔ تو
ایمان فروش کو چاہیئے۔ کہ فوراً سے پیشتر آریہ سماج سے علیحدہ ہو جائے۔ اور
اسقریوطی کی طرح آریہ سماج میں رہ کر اس کو دغا نہ دے۔ وہ ایک گردن زدنی
رکھتا ہے۔ اور ہرگز اس قابل نہیں ہے۔ کہ آریہ سماج میں رہنے دیا جاوے۔

۸۔ یہ تو ہوئی تمہاری شکیہ یا شاکی پوزیشن۔ اب میں تم کو بتانا چاہتا ہوں۔
تمہاری پوزیشن دراصل ہونی کیا چاہیئے۔ جہاں تک میں دیکھتا ہوں۔ یا تم دیکھ
سکتے ہو۔ پرماتما نے جیسے دو ہاتھ آریہ سماج کے ہندو حصہ کو دئے ہیں۔ ویسے ہی
کو دئے ہیں۔ جیسے دو ٹانگیں اُن کو ملی ہیں۔ ویسے ہی تم کو ملی ہیں۔ جیسے دو آنکھیں
اُن کی ہیں۔ تمہاری بھی ہیں۔ جیسے دو کان اُن کو ملے ہیں۔ تم کو بھی ملے ہیں۔ جیسی
ناک اُن کو دی گئی ہے۔ تم کو بھی دی گئی ہے۔ جیسا ایک سر اُن کو ملا ہے۔ تم کو بھی
ملا ہے۔ جیسے سوچ سمجھ کا مادہ پرماتما نے اُن کو دیا ہے۔ تم کو بھی دیا ہے۔ جیسے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے یا زندگی کے میدان میں سنگرام کرنیکا مادہ اُن کو دیا ہے تم کو بھی دیا ہے۔ وہ کونسا
ہے۔ یا وہ کونسے حقوق ہیں۔ جو پرماتما نے اُن کے مقابلہ میں تم کو نہ دئے ہوں۔ پرماتما
کا سورج اُن کو اور تم کو یکساں روشنی دیتا ہے۔ اس کی ہوا ان کو اور تم کو یکساں آرام
ور زندگی دیتی ہے۔ پرماتما کی زمین جیسے اُن کے پاؤں تلے ہے۔ ویسے ہی تمہارے پاؤں
تلے ہے۔ پرماتما کی کونسی نعمت ہے۔ جو اُن کو ملی ہو۔ اور تم کو نہ ملی ہو۔ یقین کرو۔ جب
تمہارے تمام حقوق پرماتما نے لوگوں کے عین برابر تم کو دیدئے ہوں۔ تو پھر کونسے حقوق
باقی رہ جاتے ہیں۔ جو تم انسانوں سے مانگتے ہو۔ ہاں جن حقوق کو تم اپنے سے چھنا ہوا تصور
کرتے ہو۔ وہ ایک قسم کی گھوڑ دوڑ ہے۔ اگر تم اس گھوڑ دوڑ میں اُن کے برابر یا اُن سے بڑھ
کر دوڑنا چاہتے ہو۔ تو تم بھی گھوڑا لے لو۔ میں تم کو بتاؤں۔ کہ یہ گھوڑا کیا ہے۔ جس پر سوار
ہو کر تم اگر اُن سے آگے نہیں تو کم از کم اُن کے برابر اور پہلو بہ پہلو تو ضرور دوڑ سکتے ہو۔
میرے بھائیو! یہ پرشارتھ ہے۔ پرشارتھ وہ گھوڑا ہے۔ جس پر تم جس قدر عمدگی سے
بڑھ سکو گے۔ اسی قدر تم جس پہلو میں چاہو۔ ترقی کر سکتے ہو۔ پرشارتھ کا گھوڑا تم کو ہر
ایک میدان میں فتح دیگا۔ جو شخص یہ شکایت کرتا ہے۔ کہ اُس کے حقوق اس کو نہیں ملتے
سمجھو کہ وہ پرشارتھی نہیں ہے۔ محض بک بک کر رہا ہے۔ جتنا وقت وہ حقوق کے نہ ملنے پر
بک بک کرنے میں ضائع کرتا ہے۔ اگر اتنا ہی وقت وہ پرشارتھ کرے۔ تو کہیں کا کہیں
جائے۔ جب تک تم پرشارتھی نہیں بنو گے۔ تم ہمیشہ لاتیں اور گھونسے کھاتے
رہو گے۔ اور کوئی تم کو اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیگا۔ نکھٹو اور نکمے اور از کار رفتہ آدمیوں
کی طرح تم آریہ سماج کے مُنہ کی طرف کیوں تک رہے ہو۔ کیا تم خود آریہ سماجی نہیں ہو
پھر تم دیکھتے کس کی طرف ہو۔ اگر تمہاری طرح ہر ایک آریہ بھائی دوسرے کی طرف تکنے
لگ جاوے۔ تو یہ آریوں کی سوسائٹی نہیں رہیگی۔ بلکہ ٹکڑ گداؤں بھیک منگوں۔
نکھٹوؤں اور نکمے آدمیوں کی سوسائٹی بن جائیگی۔ جاؤ حقوق کی شکایت مت کرو۔
دنیا میں کوئی عورت زاد نہیں ہے۔ جو تمہارے حقوق تم سے چھین سکے۔ پرماتما نے
ہر ایک عورت زاد کے حقوق اُس کو دے رکھے ہیں۔ تم حقوق اور پرشارتھ کو مترادف
سمجھو۔ جو جس قدر اپنے حقوق کے چھیننے جانیکا الزام دوسرے کے سر لگاتا ہے۔ سمجھو
کہ وہ اُسی قدر پرشارتھی نہیں ہے کیونکہ پرشارتھ دیوتا ہر ایک کے کان میں کہتا پھرتا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ دو میری پناہ لو۔ تمہاری تمام شکائتیں دور ہو جائینگی "

۹۔ اخیر میں میں تم سے ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تم آریہ کو پھولوں کا بستر امت سمجھو۔ نہ ہی یہ خیال کرو۔ کہ ویدک دھرم عیش پسندی کی تعلیم ہے۔ آریہ سماج کو تم ایک کیمپ یا لشکر گاہ تصور کرو۔ جہاں مختلف قسم کے سپاہی جمع رہے ہیں۔ جو سپاہی یہ خیال کرتا ہے۔ کہ وہ دوسرے کی آڑ میں کھڑا ہو کر اپنی جان لے یا اپنا بوجھ دوسرے کے سر پر پھینک دے وہ سپاہی یا مرد نہیں ہے۔ بلکہ گدھے سے بھی نکما ہے۔ گدھا حیوان ہو کر دوسرے کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ وہ انسان آریہ ہو کر اپنا بوجھ دوسرے کی گردن پر پھینکتا ہے۔ یقین کرو۔ آریہ سماج اپنے بچے سالہ بچے سے لیکر پچاس سالہ بوڑھے تک سے یہ امید کرتا ہے کہ وہ اس میدان میں اپنے بھائی سے دو قدم پیچھے ہٹکر نہیں بلکہ چار قدم آگے بڑھکر ہاتھ چلائیگا۔ اگر آریہ سماج کو پھولوں کی سیج سمجھ کر آئے ہو۔ تو واپس لوٹ جاؤ۔ اگر تم نے ویدک کو شاہی سڑک تصوّر کیا ہے۔ تو پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہاں نہ پھولوں کی سیج ہے نہ شاہی سڑک۔ بلکہ دنیا مذاہب کی خاردار جھاڑیوں اور خوفناک جنگلوں سے پڑی ہے۔ آریہ سماج ایک موونگ کمپ ہے۔ جس نے ان کانٹوں کے اندر رستہ بنانا ہے۔ اور بنا رہا ہے۔ اگر تم ان پاونیروں کا ہاتھ بٹانے کے لئے آئے ہو تو لیکن اگر تم اس کیمپ کے اندر حقوق حقوق کی شکایتیں کر کے بدامنی پھیلانے ہو۔ تو سپاہیوں کی پہلی سنگین تمہاری طرف ہی سیدھی کی جاویگی۔ تم دیکھتے ہو کہ تمہارے ساتھی کس جان فشانی سے جنگ کر رہے ہیں۔ کوئی کسی طرف ہے کوئی کسی طرف۔ مگر تم ذرا بتاؤ تو سہی کہ تم کس طرف لگے ہو۔ اور اب تک آریتو کا کیا ثبوت دیا ہے۔ کیا یہی کہ کھڑے اور شکایت جڑ دو۔ تم آریہ سماج کو شاید ابھی تک اپنے آپ کو وہی رہنے دیں۔ میگھ۔ اوڈ۔ مسلمان یا عیسائی سمجھتے ہو۔ شاید اسی بنا پر اپنے آپ کو نکما خیال کر کے گداگری یا حق طلبی کا شوق رکھتے ہو۔ مگر اب تم وہ نہیں ہو۔ تم آریہ ہو۔ آریہ سماج کا حصہ ہو۔ جہاں آریہ سپاہی دوسرے بہادر میدان جنگ میں لڑ رہے ہیں۔ تم الگ بیٹھے ان کے منہ کی طرف مت تکو۔ اگر دوسروں کو سہارا نہیں دے سکتے۔ تو کم از کم اپنا بوجھ تو ان کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پھینکو۔ تم اپنا بوجھ آپ اُٹھاؤ۔ یہی انسانیت کا تقاضا ہے۔ اور یہی آریتو ہے۔ تم میری سپرٹ سے واقف ہو۔ اگر میں آریہ سماج کے ہندو حصّہ کو لتاڑتا ہوں۔ تو تم آریہ سماج سے باہر نہیں ہو۔ میں نے تم کو آریہ اور آریہ سماج کا حصہ بلکہ آریہ سماج کے لخت جگر سمجھ کر یہ سطریں لکھی ہیں۔ اگر تم میں آریوں کی سی سپرٹ ہوگی تو تم میری باتوں پر آزردہ نہیں ہوگے۔ کیونکہ یہ تمہارے ہی بھلے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ لیکن اگر تم میں وہی پرانی سپرٹ ہے۔ تو تمہاری آزردگی کی میں پرواہ نہیں کرونگا۔ کیونکہ میں اپیل کر رہا ہوں۔ اُن سے جن کی سپرٹ میں آریتو ہے۔ نہ کہ گنگادین یا ماتادین سے ٭

(٭)

میری شان

نک۔ ضلع ڈیرہ اسمعیل خاں۔ ۸۔ فروری ۱۹۰۸ء

شریمان مہاشے دھرم پال جی بی۔ اے۔ ایڈیٹر رسالہ اندر لاہور۔ نمستے

گو میں خریدار اِندر نہیں ہوں۔ مگر اندر کا مطالعہ ہمیشہ کرتا رہتا ہوں۔ اِندر ماہ مطالعہ سے گزرا ہے اس کے مطالعہ سے جو اثر پڑا ہے ضروری ہے۔ کہ اس کے متعلق آپ کو تحریر کروں۔ رسالہ زیر مطالعہ میں جس قدر مضامین ہیں۔ یوں تو سب مضامین بار بار پڑھنے کے قابل ہیں۔ مگر دو مضامین جنہوں نے مجھ پر خاص اثر کیا ہے۔ وہ "آنند دھرم" اور "مسئلہ شدھی اور آریہ سماچار" از قلم شریمان مہاشہ پرشاد جی ایم۔ اے اس قابل ہیں۔ کہ ناظرین اُن سے کماحقہ سبق حاصل کرے متانت سنجیدگی اور اعلےٰ دماغی سے مسئلہ شدھی کے متعلق اِندر اور آریہ سماچار پر لائق اہل الرائے صاحب نے خامہ فرسائی کی ہے۔ وہ قابل عزت ہے۔ امید ہے لائق مضمون نویس اِندر کے لئے قابل فخر ہونگے۔ آپ کی نڈر مگر سخت تحریر آپ کی صداقت دلی کی نشانی تو ہے مگر بہتر ہو کہ آپ سختی نہ ہی کیا کریں کیونکہ جیسے قابل عزت مہاں آتما کے زیبا نہیں ہے۔ آپ پر سب کی نگاہ ہے دشمن

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جلیں چاہیں بھنیں۔ مگر آپ کی صاف باطنی اور اعلےٰ دماغی پر حرف گیری کرنے
خود اپنی اصلیت کا اظہار کر بیٹھتے ہیں۔ آپ کا مضمون نہ تو ذاتیات پر ہوتا ہے
نہ اوٹ آف پائنٹ ہوتا ہے۔ آئندہ ذرا نرمی اختیار کرلیں۔ اور اندر کو شرمان
چنڈی پرشاد جی جیسے دیوان پرشوں کے مضامین سے زینت دیکر اندر کو واقعی
بنا دینگے۔ امید ہے کہ اس غیر متعلق تحریر کو آپ اپنی صاف باطنی کے انوسار
محسوس کرینگے۔

آپ کا دھرم بھائی
ڈاکٹر گنیش دت

۱۔ ڈیر ڈاکٹر۔ نمستے۔ آپ کے خط کے مطابق میرے پاس دو تین اور خطوط
آئے ہیں۔ اگر میں ان میں سے ایک خط کا جواب دیدوں۔ تو باقی سب خطوط کا
اسی میں آجائیگا۔ آپ کے خط کو میں نے اس لئے درج کیا ہے۔ کہ آپ اندر کے
میں سے نہیں ہیں۔ میں نے آج تک "اندر" کے خریداروں کے اس قسم کے خ
درج کرنے سے جن میں "اندر" کے مضامین کی تعریف کے پل باندھے ہوئے ہو
ہمیشہ احتراز کیا ہے۔ کیونکہ میں مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ میں اپنی یا اپنے رس
مضامین کی تعریف میں وصول شدہ خطوط کو پبلک میں پیش کروں۔ حساب
در دل ہی رہے تو اچھا ہے۔ آپ کا خط درج کرنے سے میرا مطلب لوگوں کو کہنا
خدا غائبانہ کیا۔ جتلانا نہیں ہے۔ بلکہ میں دو تین دیگر باتوں کا جواب دینا
میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے آپ کے خط کو برا محسوس نہیں
ہے۔ کہ آپ بھی اس بارے میں ایضاً کا ثبوت دینگے۔

۲۔ آپ کے خط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ میری بھی کوئی "شان" ہے۔ میں ابھی
آپ کو بے سینگ کا بچھڑا ہی سمجھ رہا تھا۔ لیکن آپ کے خط سے معلوم ہوا۔ کہ
پر بڑے بڑے "شان" دار سینگ نکلے ہوئے ہیں۔ جن کی مجھے پرواہ کرنی چا
اس "شان" دار ٹوپی کو بارہ سنگے کے شاندار سینگوں سے کم خطرناک نہیں
ہوں۔ جو کہ اس غریب کی ہلاکت کا باعث ہوئے۔ کیا میں آپ کو "شان" کی
بتاؤں؟ جس کو لوگ شان کہتے ہیں۔ وہ اصل میں سایہ ہے۔ جو کہ روشنی
ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک کوئی شخص اندھیرے میں رہتا ہے۔ اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

راندر

سایہ نظر نہیں آتا۔ لیکن جب وہ روشنی میں آجاتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر وہ ایک "پبلک مین" بن جاتا ہے۔ تب وہ سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کہ دیکھو سب کی نگاہ میری طرف ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں مجھے لکھا ہے۔ اب اس کو اپنی "شان" کی فکر پڑ جاتی ہے۔ وہ اپنے اردگرد نظر مارتا ہے۔ اور دیکھتا ہے۔ کہ اس کے جسم سے الگ ایک لمبا سا آدمی دراز ہو رہا ہے۔ جو کہ اندھیرے میں یا پرائیویٹ زندگی بسر کرتے وقت اس کو نظر نہیں آتا تھا۔ وہ سمجھتا ہے۔ خدا کی شان۔ روشنی میں آتے کے ساتھ ہی یہ کیسی "شان" وارد م نکل آئی۔ اگر وہ بیوقوف ہو۔ تب تو اُس کو اپنی "شان" کی فکر پڑ جاتی ہے۔ جس روشنی کی وجہ سے اس کو یہ سایہ نظر آیا تھا۔ اُس کی طرف پیٹھ کر کے وہ اس "شان" کے پیچھے بھاگ نکلتا ہے۔ "شان" آگے آگے اور وہ پیچھے پیچھے۔ خوب کبڈی ہوتی ہے۔ مگر نہ شان اُس کے ہاتھ آئے اور نہ وہ شان کو پکڑ سکے۔ اس دوڑ کدائی میں وہ اصلی مقصد کو بھی فوت کر بیٹھتا ہے۔ لیکن اگر وہ عقلمند ہوتا ہے۔ تو فوراً تاڑ جاتا ہے۔ کہ جس کو لوگ "شان" کہتے ہیں۔ وہ محض ایک سایہ ہے۔ جس کی پرواہ کرنا احمقوں کا کام ہے وہ روشنی کے بھنڈار کی طرف منہ کر کے دوڑتا چلا جاتا ہے۔ اس کا سایہ جس کو کہ لوگ شان کہتے ہیں۔ اس کے پیچھے پیچھے بھاگتا چلا آتا ہے۔ "شان" کے بھوکے شان کی اردل میں دوڑتے ہیں۔ مگر "شان" اُن کی اردل میں دوڑتی ہے۔ جو اس کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔ میرے خیال میں اب آپ "شان" کا مطلب سمجھ گئے ہونگے کیا میں "شان" کے دھوکے میں کہ سب کی نگاہ میری طرف ہے۔ اپنی نگاہ کو نشانہ پر سے ہٹا کر سب کی طرف دیکھنے لگ جاؤں۔ کہ فلاں کیا کہتا ہے۔ اور فلاں میرے متعلق کیا رائے رکھتا ہے؟

۲۔ آپ نے ڈاکٹر ہو کر میری سختی پر اعتراض کیا ہے۔ تعجب! جب آپ کسی مریض کے "چکری دار" پھوڑے کو گہری نشتر لگا کر مواد نکالتے ہیں۔ تو کیا آپ کو اس وقت ترس نہیں آتا۔ اور کیا مریض کی ہائے وہائی آپ کے دل کو نہیں پگھلاتی؟ بھلا اگر آپ اس گھیرے دار پھوڑے پر ذرا اوپر سے ٹنکچر آوڈین چپڑ دیا کریں۔ یا کاربولک تیل لگا کر ہی چھوڑ دیا کریں۔ اور گہرا زخم نہ لگایا کریں۔ تو آپ کا کیا ہرج ہے؟ آپ کہینگے۔ کہ میرا ہرج تو کچھ نہیں۔ لیکن جو مواد اندر سڑ رہا ہے۔ وہ باہر نہیں آئیگا۔ بلکہ اندر ہی اندر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پھیل کر مریض کی ہلاکت کا باعث ہو جائیگا۔ اس لئے ایک گہرا زخم لگا کر اس مواد کو خارج کر دینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو کیا میں آپ سے بھی زیادہ سختی سے کام لیتا ہوں میں مانتا ہوں۔ کہ جن پھوڑوں کو میں نے چیرا ہے۔ اُن کے اندر سے اس قدر بدبودار اور گندہ مواد نکلا ہے۔ کہ ارد گرد کے انسانوں کے دماغ مارے بدبو کے پھٹنے لگ گئے اور سب نے اپنی اپنی ناک پر رومال رکھ لیا۔ اور اُن میں سے کئی چلّا اٹھے۔ دھرم پال خدا کے واسطے اس گند میں ہاتھ مت ڈالو۔ مگر ڈاکٹر صاحب! آپ انصاف کریں۔ کہ پھوڑوں کے اندر سے گندہ مواد کی بدبو سے گھبرا کر کیا آپ اپنا نشتر کا کام چھوڑنے کے لئے تیار ہیں؟ آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں آئندہ نرمی سے کام لوں۔ اگر آپ مجھے لکھ دیں کہ آپ اپنے چیر پھاڑ کے کام میں کبھی گہری نشتر نہیں لگائینگے یا چیرا نہیں دینگے۔ تو میں اس عہد نامہ پر دستخط کرنے کے لئے سوچونگا ؛

۴۔ آپ اپنے کام میں ماہر ہیں۔ میں اس سے نابلد۔ بنا بریں اگر میں آپ کو صلاح دوں۔ کہ آپ یوں چیرا دیا کریں۔ یا یوں پٹی لگایا کریں۔ تو آپ ہنس دینگے۔ اور شاید دل میں خیال کریں۔ کہ عجب دخل در معقولات ہے۔ نہ جانے نہ پوچھے۔ خواہ مخواہ ٹانگ اڑاتا ہے۔ یہی حال دیگر کاموں کا ہے۔ ایڈیٹر کا کام اس سے مستثنےٰ نہیں ہے۔ ایڈیٹر اچھی طرح جانتا ہے۔ کہ کس موقع پر کیا لکھنا چاہیئے اور کس ڈھنگ پر لکھنا چاہیئے۔ ممکن ہے اس کا ڈھنگ باہر کھڑے ہوئے انسانوں کو معیوب نظر آئے۔ مگر وہ جس میں فائدہ دیکھتا ہے۔ بعد از غور و فکر اسی ڈھنگ کو اختیار کرتا ہے میں جانتا ہوں۔ کہ بعض حالات میں قطعی متین ہونے کی ضرورت پڑتی ہے۔ بعض حالات میں نرمی سے کام چلتا ہے۔ بعض میں سختی کرنی پڑتی ہے۔ بعض اوقات دل لگی سے کام ٹھیک بنا کرتا ہے۔ حالات اور موقع اور انسانوں کو دیکھ کر جس قسم کے طرز تحریر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی قسم کا طرز تحریر مجھے اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اگر میں حالات اور مواقع کو دیکھ کر قلم نہ چلاؤں۔ تو میری تحریر لفظوں کا مجموعہ ہو سکتی ہے۔ لیکن وہ اصلی مدعا پورا نہیں کر سکتی۔ بندوق چلا لینا مشکل نہیں ہے۔ لیکن مشکل گولی کا نشانہ پر مارنا ہے۔ سپاہی کو نشانہ پر گولی مارنے کے لئے کبھی جھکنا پڑتا ہے۔ کبھی ٹیڑھا ہونا پڑتا ہے۔ کبھی اپنے آپ کو بالکل زمین پر لیٹ کر نشانہ لگانا پڑتا ہے۔ میں سپاہی کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس پوزیشن کو گراوٹ نہیں سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اُس کی نظر آخر نشانہ پر ہے۔ اگر کامیابی ہوئی۔ تو فہو المراد اگر فائر خالی گیا۔ تو وہ کپڑے جھاڑ کر پھر سروقد کھڑا ہو جائیگا۔

۵۔ آپ نے مجھے مہاں آتما لکھا ہے۔ کیا آپ نے "اگنی" کو نہیں پڑھا۔ کہ اس قسم کے الفاظ لکھنے والوں کے بارے میں میری کیا رائے ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ مجھ کو اس فہرست میں شامل کریں یا میں آپ کو دوسری فہرست میں رکھ دوں؟ آپ کا مجھے مہاں آتما لکھنا اس شبد کی قیمت کو گھٹاتا ہے۔ آپنے یا تو کبھی کسی مہاں آتما کو دیکھا نہیں یا اگر دیکھا ہے۔ تو پہچانا نہیں۔ یوں آپ نے اس شبد کو یاد کر لیا ہے۔ لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ کس کے لئے اس کا استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر میرے جیسے بال سوبھاوی انسان مہان آتما سمجھے جانے لگ گئے۔ تو پھر دنیا میں معمولی آدمی کوئی بھی نہیں ملیگا۔ ڈاکٹر! میں کمزور معدہ کا انسان ہوں اس قسم کے سخت چنے ہضم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں۔

۶۔ آپنے اپنے خط میں شیرمان چنڈی پرشاد جی۔ ایم۔ اے کے مضمون کی بڑی تعریف کی ہے۔ واقعی وہ اس تعریف کے مستحق ہیں۔ میری طبیعت میں جھجک زیادہ ہے لائق اصحاب کو اندر کے لئے مضمون نگاری کی تکلیف دینا ناگوار سا معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اندر لائق اہل قلم کے مضامین سے اکثر خالی دیکھا جاتا ہے۔ یہ تو کبھی اندر کشش سے کسی کے بحر فیض میں خود بخود ہی جوار بھاٹا آجاتا ہے۔ تو دو تین قطرے ادھر بھی آپڑتے ہیں۔ ورنہ کہاں وہ اور کہاں اندر۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دوسرے اندر ابھی اس قابل بھی نہیں ہؤا۔ کہ اس میں لائق اصحاب کے مضامین درج کئے جاسکیں۔ آپ خود ہی دیکھ سکتے ہیں۔ کہ اندر کو میں نے بچوں کی سی کھیل بنا رکھا ہے۔ میں اس پہلو میں ابھی خود بچہ ہوں۔ اگر کرائسٹ کا کہنا سچ ہو۔ کہ آسمانی بادشاہت بچوں کے لئے ہے۔ تو میں شاید کرائسٹ کے دائیں طرف کرسی پاؤنگا۔ بشرطیکہ کرائسٹ میرے جیسے چوٹیلے بچوں سے گھبرانے والا نہ ہو۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں کرائسٹ میری چوٹوں سے گھبرا کر خود ہی کرسی چھوڑ کر نہ بھاگ جائے۔ دوسرے جب آپ جیسے دریادل اصحاب جو اندر کے مضامین کی تعریف میں تو دریائے بے پُل بہا دیں۔ مگر آنند پھر بھی مفت کا ہی لیتے رہیں۔ تو دیگر اصحاب اپنے وقت کو جو روپیہ سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اندر کی نظر کیوں کرنے لگے ڈاکٹر اگر چوٹ [illegible]

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاہور نواسی دُم کٹا چوہا ونیکٹیشور کے بھیس میں

ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر سب پہ سبقت لیگئی ہے بے حیائی آپ

دیو گورو کے بھگت جس قسم کے گندے اور ناپاک مخول خدا پر اڑاتے تھے۔ اور جس قسم کی گندی اور فحش گالیاں سوامی دیانند کو۔ آریہ سماج کو۔ ویدوں کو سناتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اندر کے دو ہی تھپیڑوں سے ان کو دن دہاڑے رستہ نظر آگئے۔ اور پلیگ زدہ چوہوں کی طرح بوکھلا کر پولیس اور عدالتوں میں گرتے پڑتے گئے۔ اندر کے مضامین کی تاب نہ لاکر اب ان نامردوں نے خفیہ چوٹوں پر اٹھائی ہے۔ مگر پہلے تو ان کی بوتھی پر ہنٹر پڑا تھا۔ اب ان کی دُمچی پر تھپی پڑیگی۔ گورو کا بھگت جس کو اپنی گمراہی۔ نیچتا اور دھوکہ بازی کا خود اقبال ہے۔ بعض ونیکٹیشور میں مضامین لکھتا ہے۔ ۷۔ فروری ۱۹۰۸ء کے ونیکٹیشور میں میرے ایک تحریر چھپی ہے۔ اور نامہ نگار نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ لیکن طرز تحریر ہی رہا ہے۔ کہ یہ "لاہور نواسی" دُم کٹا چوہا کون ہے۔ چنانچہ تحریر بجنسہ ہدیہ ناظرین

"کچھ سال ہوئے یہاں کے آریہ سماج نے منشی عبد الغفور کو مہاشہ دھرم پال بنالیا تھا۔ مہاشہ دھرم پال نے اپنے ساتھیوں سے آتم شلاگھا اور پردوش دش اپنے بھیتر گرہن کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اب کچھ کال سے انہوں نے اپروکت پرکرتی کا پرکاش کرنے کے لئے اندر اردو ماسک پتر جاری کیا ہے۔ ساتھیوں میں ہیرو کہلانے کے لئے کبھی آریہ سماج کی ہی دوسری پارٹی کے اندر میں کارٹون چھاپتے ہیں۔ تو کبھی اپنے سمپردائیوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں ورودھ بھی بہت ہی انوچت روپ سے ہنسی مذاق کرتے رہتے ہیں۔ اس سے سماج کے کچھ لوگ بہت چڑھ گئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ایک اخبار میں سوچنا دیدی ہے۔ کہ یدی گورنمنٹ "پال" کی انوچت کارروائی پر کچھ نوٹس نہ لیگی۔ تو ہے۔ کہ اپنے مذہب پر پران نچھاور کرنے والے مسلمان اوکت مہاشہ کو شہید بنا مہاشہ لیکھرام کے پاس نہ پہنچادیں۔ یدی مسٹر دھرم پال ہیرو بننا چاہتے ہیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں کوئی دیش ہت کا کار یہ اپنے ہاتھ میں لیتے۔ اس سے آپ کی شلاگھا بھی ہوگی۔ اور دیش ہت بھی ہوگا۔ پرنتو ہائے۔ پردوش دوش اور پرکٹن سے جو لوگ ہیرو نام سے دکھیات ہو سکتے ہوں۔ وے مہاتما اوروں کی بھلائی کے کٹھن کام کو کیوں اپنے ہاتھ میں لیں۔ "دلاہور نواسی" ونیکٹیشور سماچار ۷۔ فروری سنہ ۱۹۰۸ء"

دیکھو اب ان نامردوں کو دیش ہت کی سوجھی ہے۔ وہ دن بھول گئے۔ جبکہ یہی پتت انسان سوامی دیانند جیسے رشی پر چار چارمن کے گندے دوش لگاتے تھے اور آریہ سماج پر ناپاک سے ناپاک الزام گھڑتے تھے۔ اور خدا اور خدا پرستوں پر نہایت ہی کمینہ درجہ کے غلیظ مذاق اڑاتے تھے۔ اب یہ اندر کے ہاتھ سے یوتھی پر دوہی ہنٹر کھا کر ہائے مائے کرنے لگے ہیں ادھر آریہ سماج کی ایک پارٹی کو میرے برخلاف بھڑکاتے ہیں اُدھر مسلمانوں کو جوش دلاتے ہیں دھتکار انکی اس پاجیانہ روش پر میں مسلمانوں کی تلوار کو انکی ناپاک قلم سے اچھا سمجھتا ہوں میرے نزدیک تو کوئی بڑا ہی نیچ درجہ کا مسلمان اور گندہ عیسائی ہوگا۔ جو دیو سماج جیسے پیدینوں کے منہ سے خدا کو ناپاک گالیاں سنکر خاموش رہے۔ انکی طرفداری کرنا تو دور کی بات ہے دنیا میں ڈھیٹھ اور بے شرم بھی ہوتے ہیں۔ جس قسم کے ڈھیٹھ یہ سفید ریش لم داڑھے ہیں۔ جو سیاہ کاریاں کر کے بھی دیو سماج کے رکن بنے ہوئے ہیں اسکی مثال کم ملیگی۔ اتنی ہوئی مگر پھر بھی اُن کی دم سیدھی نہ ہوئی چنانچہ ایک پرچہ میں انہوں نے پھر خدا کی ذات پر مخول کیا ہے۔ انکا گورو جو ہکسلے سپنسر ٹینڈل وغیرہ کی کتابوں میں سے چن چن کر اکٹھا کر انکو اپنے بنا کر دکھاتا ہے وہ بھی تو انکو اس روش سے منع نہیں کرتا بلکہ خوش ہوتا ہے بہتر ہے کہ دیو سماج کے پنڈے پوجاری اپنے گورو کی آرتی کو بدل دیں اور یہ تازہ آرتی پنجابی میں گایا کریں اور یاد کر لیں۔ کیونکہ اُن کا گورو پنجابی زبان میں مخول خوب اڑاتا ہے:۔

دیو گورو کی آرتی

:- گلی گلی داچورنی میرا دھینگڑ چوہا :-

نون لیاوے مرچ لیاوے اپنی ہڈی خوب چلاوے۔ گلی گلی داچورنی میرا دھینگڑ چوہا
دودھ ملائی مکھن کھاوے اور مچھی داتیل پی جاوے۔ گلی گلی داچورنی میرا دھینگڑ
ڈاکٹر کہے شراب اڑاوے اور بکرے داماس کھا جاوے۔ گلی گلی داچورنی میرا دھینگڑ
بھنگ تمباکو چرس چھڑاوے اپنی پوجا خوب کراوے۔ گلی گلی داچورنی میرا دھینگڑ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۵۔ سونا پہنے روپا پہنے مٹک مٹک کے قدم اُٹھاوے۔ گلی گلی واچورنی میرا دھینگ
۶۔ لہنگہ پہن کے اس وَل جاواں۔ ناچ ناچ کے خوب ہنساواں۔ گلی گلی واچورنی
۷۔ دیا نند پر ٹھٹھہ اڑاواں جوتی پولا خوب ہی کھاواں۔ گلی گلی واچورنی میرا دھینگ
۸۔ پنر جم پر مار کے ٹھٹھے چوہے نوں میں خوب ہنساواں۔ گلی گلی واچورنی میرا
۹۔ چونڈا کھول کے خوب ہی پٹاں پٹ پٹ کے خون بہاواں۔ گلی گلی واچورنی میرا
۱۰۔ میرا چوہا کیا ہی سوہنا اس چوہے دے واری جاواں۔ گلی گلی واچورنی میرا
۱۱۔ میرے چوہے دی شان ہے بھاری چند سورج بھی مہماں گاویں۔ گلی گلی
۱۲۔ چوہان جگتاں دی چوہا جوتی آؤنی اسیں جوتی پاویں۔ گلی گلی واچورنی میرا
۱۳۔ آٹا گھن کے دئے بناویں اک دیا اسیں بڑا بناویں۔ گلی گلی واچورنی میرا
۱۴۔ چوہا کھیا دیا چوہا ہے ساڈا گھی اس دے وچہ خوب چواویں۔ گلی گلی واچورنی میرا
۱۵۔ تھال دے وچہ کھ کے دئے سب رل مل اہ منگل گاویں۔ گلی گلی واچورنی میرا
۱۶۔ چوہیا دے تو دھرم داتا رکھشک اور ہت کرتا۔ گلی گلی واچورنی میرا دھینگ
۱۷۔ دیو سماج داتو ئیوں بانی تو ئیوں اُس دی ماتا۔ گلی گلی واچورنی میرا دھینگ
۱۸۔ دیو دھرم داتو پر برتک دیو جیون داداتا۔ گلی گلی واچورنی میرا دھینگ
۱۹۔ نیچ گتی داتو ئیوں سوامی اوچ گتی داہرتا۔ گلی گلی واچورنی میرا دھینگ
۲۰۔ پنجے عیب شرعی آسال وچہ توبھی ڈھیٹھ ہیں۔ داتا!! گلی گلی واچورنی
۲۱۔ چوری کردے بسکٹ کھاندے اور خوب ہیں چین اڑاندے۔ گلی گلی واچورنی
۲۲۔ بُڈھے ہو کے جسم گھساندے نیچ رس ہیں اس بدھ پاندے۔ گلی گلی واچورنی
۲۳۔ تیرے بھگت سدا کر چوہیا اک دوجے دی جان ہیں کھلندے۔ گلی گلی واچورنی
۲۴۔ پھڑ تلوار جو مارن چلدے۔ تیرا بھوجن پئے سُکھلندے۔ گلی گلی واچورنی میرا
۲۵۔ گرا ہی ساڈی ایڈی چوہیا تینوں بھی بھرماندے۔ گلی گلی واچورنی میرا
(آخری ٹپہ سب پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر اور دونوں ہاتھ توتھی کے آگے کر کے زور

۲۶ { بھگت تمہارے بن کر توتھی کھوئیں دھرم اور لاج
دھرم پال نوں چھیڑ دے چوہیا۔ مٹے ایہ سردی کھاج }

اونالائق مسخرہ خدا پر مخول اڑانیوالو۔ ایک دفعہ پھر مخول کرو۔ تاکہ تمہارے سر کی کھجلی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کبیر بھگوان کی ٹوپی دیوگورو بھگوان کے سر

ٹھگنی کیا نینا جھمکاوے — کبیرا تیرے ہاتھ نہ آوے (ٹیک)

روپا پہنے روپ دکھاوے۔ سونا پہن رجھاوے — گلے ڈار تلسی کی مالا تین لوک بھرماوے

کدو کاٹ مردنگ بنایا نیمو کاٹ منجیرے — سات تُرّیا منگل گاویں ناچیں بالم کھیرے

عاشق بھینس پد منی مینڈک تان لگاویں — چُلنا پہن گدھا ہر ناچے اونٹ بشن پد گاویں

ن چُن انگیا مکری پہنے جھینگر بند لگاوے — اُلٹی چیل سرگ مرڑاوے کوّا تیر چلاوے

چڑھے کچھوا پھل توڑے بگلا بھوگ لگاوے — کہت کبیر سنو بھائی سادھو ورلائی ارتھ لگاوے

۱۔ بھگت کبیر فرماتے ہیں کہ میری بانی کے ارتھ نکالنا کسی ہی شیر مرد کا کام ہے۔ شک ٹھیک ہے۔ مگر ارتھ میں نکالتا ہوں۔ بھگت کبیر نے اصل میں دُنیاء دون کی ست کی ہے۔ مگر یہ ٹوپی دیوگورو بھگوان کے سر پر عین فٹ آتی ہے۔ دیکھ لو۔ لفظ لفظ ٹھیک اترتا ہے۔ دیوگورو بھگوان نے کیسے کیسے رنگ بدلے اور کیسے کیسے آنکھ مٹکے مارے۔ کے چیلوں کو ابھی تک پتہ نہیں لگا۔ کہ وہ کیا ہے +

۲۔ پہلے وہ معمولی ٹوپی پہنتا تھا۔ پھر اُس نے چاندی کا تاج بنایا۔ اب سونے کا تاج پہنتا ہے۔ اور گلے میں ایک سنہری پھندنا ڈال کر چاروں جگتوں کی روشنی بنکر اپنے چیلوں اور چیلیوں میں کرشن مراری بنکر بیٹھ جاتا ہے۔ جو کہ اس کے سامنے گھی کے چراغ جلا کر آرتی گاتی ہیں۔ کسی ایسے ہی پاکھنڈی کے بارے میں بھگت کبیر نے کہا ہے کہ روپا پہنے روپ دکھاوے سونا پہن رجھاوے گلے ڈار تلسی کی مالا۔ تین لوک بھرماوے +

۳۔ اس قسم کے پاکھنڈیوں کو چیلے چانٹے بھی عقل کے اندھے اور گانٹھ کے پورے ہی کرتے ہیں۔ جن کے سب کام کدو کے مردنگ اور نیمو کے منجرے کی طرح ہنسی دلانیوالے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے گورو کے سامنے بھنڈی توریوں کی طرح آرتی گاتے اور کھیروں کی طرح لہنگہ پہن کر ناچتے ہیں۔ سب ہی جانتے ہیں۔ کہ کدو کا مردنگ اور نیمو کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

منجیرا نہیں بنا کرتا بھگت کبیر کہتے ہیں کدو کاٹ مردنگ بنایا نیموکاٹ منجیری سات تریا منگل گاویں ناچیں

۴- ایسے ایسے پاکھنڈی گورو اور اُن کے چیلے چانٹوں کا حال بعینہ ایسا ہوتا جیسے انارکلی کی گندی موری کے اندر رہنے والا چوہا تو عشق کا دم بھرے اور بھینس جیسا بھدا جانور اُس کی نازنین معشوقہ بنے۔ اور ایسے عاشق و معشوق کی داد والا کون ہو؟ مینڈک جیسا کرخت آواز والا بدبودار جانور۔ اور ان کے دربار میں نہیں بلکہ لہنگہ پہن کر ناچنے والا کون ہو؟ گدھا جس کی کوئی بھی کل سیدھی نہ ہو منگل گانیوالا کون ہو؟ اونٹ۔ جس کی آواز ویسے ہی کانوں کو چھیدنے والی ہو کون۔ سیتا نند اگنی ہوتری؟ جو سنیاس لیکر پتت ہؤا ہو۔ اس کا مہا منتری امر سنگھ جیسا بڈھا شہوت کا غلام۔ اس کا منتری کون؟ دیورتن جیسا فریبی۔ نیچ گورو کی بھی مونچھیں کترنیوالا۔ آرتی گانیوالے کون؟ ڈائری والے پنڈے جیسے چلن کے آدمی جو وہی ہاتھ اُس کی تصویر پر بھی مار بیٹھتے ہوں شرم! جہاں ایسے آدمی ہونگے۔ وہاں انسان اور انسانیت کا بیڑا غرق کیوں نہیں ہوگا۔ اسی بھگت کبیر فرماتے ہیں "چوہا عاشق بھینس پدمنی۔ مینڈک تان لگاویں۔ پہن گدھا ہر ناچے۔ اونٹ بشن پد گاویں"۔

۵- پاکھنڈی انسان مکڑی کی طرح لوگوں کو جال میں پھنساتے ہیں۔ جیسے مکڑی پہنکر اپنی ٹانگوں کو نہیں چھپا سکتی۔ اسی طرح پاکھنڈی لوگ باہر سے کوئی بھیس بدل کر اپنی مکاری کو نہیں چھپا سکا کرتے۔ بلکہ جھینگر کی طرح جو زور سے ٹیں میں اپنا پیٹ پھاڑ لیتا ہے۔ ان کی مکاری کا پردہ بھی ایک دن پھٹ جاتا ہے۔ پھر رفو ہونے میں نہیں آتا۔ یا جیسے چیل اُلٹے پاؤں کر کے آسمان پر نہیں جا سکتی کوا جو غلیل کو دیکھتے ہی اڑ جاتا ہے۔ تیر نہیں چلا سکتا۔ اسی طرح پاکھنڈی اپنی الٹی کرتوتوں کی بدولت کبھی بھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتے اسی لئے بھگت فرماتے ہیں چُن چُن انگیا مکڑی پہنے جھینگر بند لگاوے۔ الٹی چیل سرگ مرڑاوے کوا تیر چلاوے

۶- پاکھنڈی لوگوں کی مثال کیسی ہے۔ جیسے کچھؤا جو پیڑ پر چڑھنے کا مدعی جو ایک محال بات ہے۔ اگر بفرض محال وہ چڑھ بھی جاوے۔ اور پھل توڑ بھی پھینکے تو کھانیوالا کون؟ بگلا۔ جس کے نہ باپ نے پھل کھایا۔ نہ دادا نے جو سڑی ہوئی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے سوائے کچھ جانتا ہی نہیں۔ دھرم کا دینے والا کون؟ دیوگورو بھگوان جس نے بھگویں لپڑوں کی بھی لاج نہ رکھی۔ لینے والا کون؟ امر سنگھ۔ جس نے سفید داڑھی کو بٹہ لگایا۔ یا دیورتن۔ جو گورو کو بھی دھوکہ دینے سے نہیں ٹلتا یا وہ ناپاک چلن کے پنڈے جو وہی ہاتھ دیوگورو کی تصویر پر جا مارتے ہوں۔ ایسے ایسے سیاہ کاروں کی سیاہ کاریوں کا بھانڈا پھوڑنا اور خلق خدا کو اُن کے ہتھکنڈوں سے بچانا کسی ورلے ہی آدمی کا کام ہے۔ اسی لئے بھگت کبیر فرماتے ہیں۔ "پیڑ چڑھے کچھوا پھل توڑے۔ بگلا بھوگ لگاوے کہت کبیر سنو بھائی سادھو۔ ورلائی ارتھ لگاوے" اگر ہمارے ارتھ غلط ہوں۔ تو دیوگورو کے پنڈے مطلع کریں۔ اگر کبیر بھگوان کا تیار کردہ کن ٹوپ دیوگورو بھگوان کے سر پر عین فٹ نہ آئے۔ تو وہ ذرا مسٹر کے۔ سی بھلا آڈٹ فٹر واقع انارکلی متصل دیو آشرم کی عین گندی موری سے دو ٹانکیں جڑوالیں قیمت جڑوائی ہم دیدینگے ۔

لاہوری چوہوں کو موت کا خواب

اندر کے ناظرین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ میں نے لاہوری چوہوں کی کونسل میں یوں ہی ہنستے کھیلتے ڈھیلا مارا تھا مگر میری دل لگی سے چوہوں کو موت کے خواب آنے لگ گئے ہیں میری تحریریں اس بچے کی مانند ثابت ہوئیں جو کسی جگہ جنگل میں بہت سے [illegible] افیونیوں بھنگیوں۔ چرسیوں کو بھنگ کی ترنگ میں اس قسم کی گپیں مارتا دیکھتا ہو۔ "اوئے نرائن سنگھا لج تاں یار اساں خدا نوں مار آئے تاں ساری زمین ساڈی ہو جاوے"۔ دوسرا بولتا ہے "او امر سنگھا بھئی آریہ سماج نے تاں ساڈا بیڑا غرق کر دتا۔ توں ذرا اُٹھدا کیوں نہیں۔ جا تاں ذرا اس سماج دا بیڑا غرق کر آ۔ نان"۔ تین چار پوستی بولتے ہیں۔ "او یارو! کل یاراں نے آریہ سماج اُتے ایڈا حملہ کیتا۔ کہ اہدی بنیاد ہلا دتی۔ بس ہن شکار ماریا کے ماریا"۔ غرضیکہ وہ سب بھنگڑ اس قسم کی فضول بکواس مار رہے ہوں کہ اتنے میں وہ چھوٹا سا لڑکا اُن کا تماشا دیکھنے کے لئے بارود بھری چھچھوندر کو آگ لگا ان میں پھینک دیتا ہے۔ چھچھوندر چھُر چھُر کرتی اُن پوستیوں کے کرتوں پاجاموں کو جلاتی نکل جاتی ہے اور وہ سب پوستی ہکا بکا ہو کر جدھر جس کا منہ اُٹھتا ہے۔ بھاگ نکلتے ہیں۔ ان میں سے ایک چلاتا ہے "اوئے نرائن سنگھا۔ اوئے میں جل گیا اوئے جل گیا او وھج اوئے وھج"

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نرائن سنگھ جواب دیتا ہے "اوے سُہریا میں تاں آپ سڑیا پیاں ای۔ میں تینوں کی بچاواں
اوئے امر سنگھ نوں ہاک ماریں اوئے ہاک ماریں"۔ امر سنگھ جواب دیتا ہے "اوئے سُہریو میں
تاں اپنا پھکّا نہیں رہیا۔ اوئے بوہڑی اوئے میں مر گیا"۔ تین چار پوستی الگ کھڑے
شور مچا رہے ہیں۔ "او خبردار رہو۔ گھبراؤ نہیں۔ اوئے ایہ تاں اِہ چھوکرا سی اوہ نٹھ گیا
نٹھ گیا۔ اوئے پھڑیو۔ پھڑیو۔ آہ گیا۔ آہ گیا۔ مار گیا سُہرا"۔ وہ تماشبین لڑکا پوستیوں کی
گھبراہٹ کا نظارہ دیکھکر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو ابھی تو یہ نالائق خدا کو مارنے کی
صلاح کر رہے تھے اور ابھی ایک چھوکرے نے آکر اُن میں چھچھوندر چھوڑ دی۔ تو اُن کو موت
نظر آ گئی۔ بعینہٖ یہی حال دیوگورو کے چوہوں کا ہو رہا ہے۔ ان کا اخبار پڑھو اُس میں
ایسے فقرات پائینگے۔ جو مخالفوں کی مخالفت کے بارے میں لکھے گئے ہیں۔ کہ ہم نے ویسے
بھی تو ایک دن مرنا ہے۔ اچھا ہو۔ جو اس مخالفت کا مقابلہ کرتے کرتے پران تیاگ
دیں۔ واہ وا! ابھی تو ذرا چھچھوندر چھوڑی ہے ابھی سے تمہیں پران تیاگنے کی سوجھی
ادھر میری حالت کیا ہے۔ میں ان کی اس تمام کھلبلی کو اور ان کے پہلے منصوبوں کو
پڑھ کر خوب ہنس رہا ہوں کہ دیکھو۔ یہ لوگ ویسے تو خدا سے جنگ کرنے دوڑتے ہیں
اور سوامی دیانند پر الزام لگاتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان چوہوں کا راج تمام دنیا پر ہو
جائے۔ لیکن حوصلہ اتنا کہ میرے جیسے ایک بچے کے ہاتھ سے معمولی ہنسی مخول میں چھچھوندر
چھوڑے جانے پر اس قدر حواس باختہ ہو گئے ہیں کہ آگا پیچھا سب بھول گیا۔ بھائی جی
حوصلہ کرو۔ حوصلہ۔

لاہوری چوہوں کی ہلدی کی گٹھی

لاہوری چوہوں میں جس قدر کھلبلی مچ رہی ہے وہ ان کے تازہ اخبار کے دیکھنے سے
بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ اُن کے پاس اپنے ننگ کو چھپانے کے لئے اور تو کچھ نہیں رہا
اب وہ اِدھر اُدھر کی زبانی شہادتیں ہی پیش کرنے کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے
۱۵۔ فروری کے پرچہ میں چند ہلدی کی گٹھیاں بطور شہادت پیش کی ہیں مگر ان کے نام
دینے سے ان کی مینگنی نکلتی معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک برہم سماج کے کسی آدمی
کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ امر سنگھ کے خط کو پڑھ کر دیوگورو کے لئے سنمان کے بھا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بھر گیا۔ کہ کس طرح ان کے بھگت اپنی خرابیوں کو ظاہر کرتے ہیں اس برہم سماجی کی بدھی بھی نیچر کے خاص انتظام کے مطابق بنی ہوئی ہوگی ورنہ وہ یہ ضرور سوچتا کہ اگر ایک بدمعاش بدمعاشی کر کے پولیس کے سامنے اپنے جرم کا اقبال کرلے تو اس سے اس کا جرم تو دور نہیں ہو جاتا۔ لاہوری چوہے نے دوسری گمنام شہادت کسی آریہ کی پیش کی ہے کہ دھرم پال کی تحریروں کو پڑھ کر وہ دیو گوروکی سنگت کا ابھلاشی ہو گیا مگر لاہوری چوہے نے اس آریہ کا نام بھی نہیں دیا۔ اسی طرح دو چار اور گٹھیاں پیش کی ہیں معلوم نہیں ان شہادتوں سے ان کا کیا بن سکتا ہے مگر یہ بہت اوچھے اور ہلکے پیٹ کے آدمی ہیں۔ اگر میں بھی اسی طرح ان کے برخلاف شہادتیں پیش کرنے لگوں جو کہ میرے پاس آئی پڑی ہیں۔ تو ان کی بوتھی سوج جائے۔ میرے پاس اندر کے عام خریداروں کے علاوہ وکیلوں۔ بیرسٹروں۔ ججوں منصفوں تحصیلداروں۔ نائب تحصیلداروں۔ پولیس کے اچھے اچھے افسروں۔ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنروں۔ ڈپٹی کمشنروں۔ راجوں۔ رئیسوں۔ فوج کے صوبیداروں محکمہ تعلیم کے انسپکٹروں غرضیکہ ہر ایک طبقہ کے آدمیوں کے خطوط یا زبانی بیان کی شہادتیں موجود ہیں کہ دھرم پال نے بہت ہی عمدہ کام کیا جو اس موذی گروہ کی قلعی کھول کر خلق خدا کو ان کے پنجے سے بچا لیا۔ برہم سماج کے کئی لائق آدمیوں نے تو میرے ہاتھ کو چوما اور آشیرباد دیا۔ کہ پرماتما اس ہاتھ کو برکت دے اور سلامت رکھے مگر میں اس قسم کی اشتہار بازی کو بہت ہی نیچ کام خیال کرتا ہوں۔ اس قسم کے نیچ کام ہر سنگھ جیسے شہوت کے غلاموں یا دیورتن جیسے نیچ بھگتوں کی شان کے تو عین شایاں ہیں۔ مگر میری شان سے بعید ہیں۔ میں جانتا ہوں جب تک میرے پاس سچائی کا زور اور اپنے بازو کا بل ہے۔ مجھے کسی قسم کی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ دیو گورو کے بھگتوں کے پاس چونکہ اس قسم کی کوئی سچائی نہیں ہے۔ جس کو وہ کھلم کھلا پبلک میں پیش کر سکیں۔ اگر دیو شاستر ہے تو وہ بھی کوڑھیوں کے کوڑھ کی طرح چھپا رکھا ہوا ہے۔ بنا بریں وہ ادھر اُدھر کے گرے پڑے انسانوں کو ہی بطور شہادت کے پیش کر کے خدا پرستوں پر فتح پانا چاہتے ہیں۔ مگر انکی یہ بوسیدہ چال نہایت ہی مکروہ ہے وہ جس قدر چاہیں سوامی دیانند پر الزام لگاتے جائیں اور خدا کو گالیاں دیتے جائیں آخر دنیا دیکھیگی کہ مکار۔ پاکھنڈی دھوکہ باز غریب شہوت پرست۔ بے ایمان کون تھا؟ دیانند ستیاسی یا ستیانند تیاگی؟

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیو سماج میں میری زندگی کے ورق

کا

سرورق

قیمت ۶/ قیمت ۶/

ہم لکھنے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں چوہوں کی طرح ہمیں رونا نہیں

آج سے پانچ ماہ پیشتر انارکلی کی گندی موری کے چوہے اپنے اخبار کے دو بھیتر
آریہ سماج کے برخلاف جس قسم کی قلابازیاں کھایا کرتے تھے اور آریہ سماج کو ایک
میں مبتلا دیکھ کر جس طرح دُم اُٹھا کر اور بوتھی سے بوتھی ملا کر مارے خوشی کے چُوں
چُوں کیا کرتے تھے۔ سنجیدہ انسانوں کی نظر میں وہ بڑا ہی عجیب نظارہ تھا۔ آریہ
سماج امتحان میں پاس ہو گیا۔ اب ان چوہوں کے امتحان کی باری آئی۔ اندر
ان کی دُم کے ساتھ ایسا پرچہ باندھا۔ کہ اُن کو اپنا سوراخ تک بھی بھول گیا
اور بجائے انارکلی کی گندی موری میں بیٹھ کر اس پرچہ کو دُمچی سے اتارنے کی کوشش
کرنے کے کوتوالی میں جا کودے۔ مگر ان بوتھیوں کی بوتھی پر وہاں بھی ستھرے شاہ
جُوت پڑا۔ وہاں سے بھاگ کر ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی میں گھسے۔ وہاں بھی ان کی بوتھی پر
ہنٹر پڑا۔ وہاں سے نکل کر ڈسٹرکٹ کورٹ میں گئے۔ وہاں بھی بوٹ پڑا۔ اب دیکھو
کس عدالتی بل میں جاتے ہیں۔ اب ذرا ان کے اخبار کی سُنو۔ کہاں تو وہ دن
ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک آریہ سماج پر مخول۔ حملے چوٹیں اور کہاں
آج یہ حالت۔ کہ تقریباً ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک نہایت
ادنےٰ درجہ کی بے قراری۔ آہ وزاری۔ گریہ وفغاں۔ مخالفوں کے دلوں سے اپیل کرو
غور کرو۔ ہم نے تمہارا کیا بگاڑا۔ جو تم ہماری بوتھی پر ہنٹر مارتے ہو۔ اے ہے۔ ہم
جائینگے۔ رحم کرو۔ رحم کرو چھوڑ دو۔ ہم تمہارا کیا بگاڑتے ہیں۔ تم تو ہمارے عزیز تھے
ہم نے تمہاری جان بچائی۔ ہم نے تم کو روٹی دی۔ کپڑے دئے۔ مگر میں جانتا ہوں
یہ سب ان کی مکاری ہے۔ اگر میں ان کا ایسا ہی عزیز تھا۔ جیسا کہ یہ کہتے ہیں
تو یہ مجھے جیل خانے میں بھجوانے کی شرمناک کوشش نہ کرتے۔ مگر ان کا مطلب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا۔ کہ ذرا اس کو سزا مل جاوے۔ تو ہمیں دُم اٹھا کر ناچنے کودنے اور بغلیں بجانے کا موقع ہاتھ لگے۔ کوئی ان چوہوں سے پوچھے۔ کہ اگر مجھے سزا مل بھی جائے تو کیا اس سے تمہاری سیاہ کاریاں نیکیوں میں تبدیل ہو جائینگی۔ یا تمہارے وہ دعاوی جن کو میں نے بیخ و بن سے اُکھاڑ کر ہمیشہ کے لئے کھاری سمندر میں غرق کر دیا ہے پھر سے جُڑ جائینگے ناممکن۔ ناممکن۔ ناممکن۔ جب اس طرف سے انہوں نے ہاتھ پلّے پڑتا کچھ نہ دیکھا تو ان چوہوں نے اب دوسری چال چلی ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح دھرم پال نے ہمارے خطوط شائع کئے ہیں۔ اسی طرح اگر ہم اس کا کوئی خط یا خطوط شائع کر دینگے۔ تو بدلہ مل جائیگا۔ مگر کوئی ان کینہ وروں منتقم مزاجوں سے پوچھے کہ کیا دھرم پال نے تمہاری طرح کبھی یہ دعوے کیا ہے۔ کہ وہ اُن شخصی کمزوریوں سے پاک ہے جو کہ اُن کے نزدیک پرانے زمانہ کے رشیوں اور منیوں میں بھی پائی جاتی تھیں؟ جن سے اُن کا اونچے سے ادنے سیوک بھی بچا ہُوا ہے؟ اگر تم دھرم پال کے کسی خط سے یہ بھی ثابت کر دو۔ کہ اُس نے لغزش کھائی تو کیا اس سے تمہاری بدکاری۔ بدچلنی سیاہ کاری۔ چوری۔ مکاری کی تلافی ہو جائیگی۔ ناممکن۔ ناممکن۔ ناممکن۔ اب ان چوہوں کا میرے پُرانے خطوں کو یا ایسے خطوں کو جن میں کسی قسم کی غلط فہمی کا ذکر کیا گیا ہو کسی جائز یا ناجائز ذریعہ سے حاصل کر کے شائع کرنا کیا اُن کی انتقامیہ کو ظاہر نہیں کرتا۔ خاصکر جبکہ اُن خطوط کے شائع کرنے سے امرسنگھ جیسے سفید ریش شہوت کے پتلوں کے خطوط کی بھی کوئی تلافی مقصود نہ ہو۔ میں ان بزدلوں۔ نامردوں۔ چوہوں کو نڈر ہو کر ڈبل چیلنج دیتا ہوں کہ اُن کے یا اُن کی عورتوں کے پاس میرے جتنے بھی خطوط ہوں وہ بلاکم و کاست شائع کر دیں۔ لفظ بہ لفظ نقطہ بہ نقطہ شائع کر دیں۔ بلکہ فیک سیملی دے دیں۔ اور جتنی جلدی ہو سکے۔ شائع کریں۔ مطلق دیر نہ کریں۔ اے ناظرین! ان بزدلوں نے اپنے ۱۵۔ فروری کے پرچہ میں نوٹس دیا ہے کہ وہ میرے خطوط کو شائع کرینگے۔ میں چوہا نہیں ہوں۔ جو اُن کی طرح رو پڑونگا۔ کہ ہائے اب میری دکان نہیں چلیگی۔ یا عدالت میں بھاگا جاؤں۔ میں ان ناستکوں۔ نامردوں کو دکھاؤنگا۔ کہ خدا پرست کیونکر ہنس ہنس کر جوابدیا کرتے ہیں۔ ناظرین! میں پہلے ہی تیار تھا۔ کہ دیوسماج میں اپنی زندگی کے ورق کو جُوں

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پبلک میں رکھ دوں۔ مگر میرے ایک بزرگ نے جن کی آگیا کو پالن کرنا میں سعادت من ہی سمجھتا ہوں۔ مجھے اس بات سے روک دیا۔ اور میرے قلم کو پکڑ لیا۔ کہ جب تک کچھ نہ لکھیں۔ تم نہ لکھو۔ اب چونکہ انارکلی کی گندی موری کے چوہوں نے آپس میں کونسل کر کے گھنٹی باندھنے کا رزولیوشن شائع کر دیا ہے۔ اس لئے میں ان کی دوسری پرچی رسید کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں۔ اُن کی دم پر ایسا پرچہ باندھونگا۔ کہ دفعہ پھر عدالتوں میں جوتیاں گھساتے نظر آئینگے۔ میں چاہتا ہوں کہ "ورق سے پہلے "سرورق" لکھ دوں۔ تاکہ واقعات کی زنجیر دیوسماج میں جا کر مل جائے اور میری زندگی کے ورق کو سمجھنے میں کسی چھوٹے سے چھوٹے بچے کو بھی تکلیف نہ ہو چنانچہ یہ "سرورق" تیار ہے اور چھپ رہا ہے۔ اس کے بعد لاہوری پاکھنڈی چوبی قلعہ پر دھڑا دھڑ گولہ برسنے لگ جائیگا۔ سرورق میں دیوسماج کے متعلق مصالح نہیں ہوگا۔ اس میں تو میں نے واقعات کا سلسلہ قائم کرنے کے لئے ابتدائی حالات دئے ہیں۔ کہ کیونکر اسلام سے میری طبیعت برگشتہ ہوئی۔ اور کہاں کہاں بھٹکتا رہا۔ اور پھر کیونکر لاہوری پاکھنڈی کے جال میں پھنسا۔ بیان نمکین ہی ہے۔ میں خود نمکین ہوں۔ سرورق کے حالات اگرچہ بہت ہی معمولی تاہم نمکین ہیں۔ پرماتمن! تیرا شکر ہے۔ کہ تجھ کو گالیاں دینے والے آخر میرے مقابلہ میں آنے لگے ہیں۔ اور مجھے تیری عظمت کا سکہ تیرے پرستاروں کے دل پر بٹھانے کا موقع ملیگا۔ دُنیا دیکھیگی۔ کہ اس قلمی جنگ میں تیرے پرستار انسان کی فتح ہوتی ہے۔ یا تیرے دشمن شیطانوں کی۔ پرماتمن! میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ تو نے مجھے اس مقدس کام کو کرنے کے لئے توفیق موقع اور جوش دیا۔ تیرے نام کی تقدیس ہو۔ اور تیرا آشیرباد میرے ساتھ ہو۔

تیرا ایک ناچیز نام لیوا

دھرم پال

کتاب چھپ رہی ہے۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر بالکل تیار ہو جائیگی۔ منیجر راندر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاہوری چوہوں کی لوہڑی اور لوری

چوہا چولئے نی چوہے مولئے نی۔ تیرا چوہا جیویگا۔ مینوں چوہا وکھا۔
تیرا چوہا ڈھاڈا اے۔ مینوں گالی کہڈا اے۔ نالے لکڑا پھروا اے۔ اڑئے چوہا وکھا۔
میرا چوہا سوہنا اِی + تینوں نہیں وکھاونگی اڑیا کیوں ستاندا ایں۔ میرا اوہا چھڈ جا۔
میرا چوہا کہنا اِی + توں تاں ہنٹر مارداِی + بوتھی خوب سجاندا اِی + اڑیا اوہا چھڈ جا۔
اڑئے چوہا کہنا اسی + میرے کھاج ہوندی سی۔ دُمچی پئی کھجاندی سی + میرے ہنٹر لگا۔
تُوں میں نہیں مارانگا + اہدی دُم سنواراں گا۔ لوری خوب سناواں گا۔ اڑئے چوہا وکھا۔
میرا اڑیا توں ڈھاڈا اے + نہیں پچھا چھڈدا اے + میرا چوہا ڈردا اے + جا اِتھوں نٹھ جا۔
لوری کتھوں دیویں گا + توتاں ہنٹر ماریں گا۔ چمڑا پیرا اتاریں گا۔ اڑیا جا نٹھ جا۔
چھیڑئے نہیں ماراں گا + اوہنوں لوری دیواں گا + گودی وچ سلاواں گا۔ مینوں چوہا وکھا
میری لوری ڈٹھی اے؟ لوری ڈھاڈی مٹھی اے + تاجی تاجی لکھی اے۔ تینوں دیواں سُنا۔

لوری

چوہا! بھائی!! چوہا!!! لال! لال!! سُوہا!!!
آئی بلّی پھڑ لیا!!! چوہا خوب تڑپھیا!!!
چوہا کہے تڑپھ کے!!! ماسی بلّی چھڈ دے!!!
بلّی کہے نہ چھڈونگی!!! جان تیری کڈونگی!!!
چوہا کرے چُوں! چُوں!!! بلّی کرے مُوں! مُوں!!!
شو جا۔ میرے چوہے۔ شو جا۔ بلّی آئی!!!
چوہیاں دی مر گئی نانی۔ نالے تائی!!!

اندر کلی کا پنڈا تناسخ پر مخول اڑاتے وقت پنجابی خوب لکھتا ہے کیا ہی اچھا ہو اگر اُس کا ہم ڈھاڑیا بھگت پہلے کی طرح لہنگہ پہنکر اس کے سامنے تھالی کٹورا ہاتھ میں لیکر یہ لوری سُنا دے۔ تاکہ مارے خوشی کے وہ لوٹ پوٹ ہو کر سو جاوے۔ چوہو! جلدی نکلو میدان میں! دیکھو ہنٹر گرم کیتے چاہو لگوالو بلا قیمت لگاؤنگا۔ مگر گندی موری سے بوتھی نکالتے وقت ہلدی کی گٹھی ساتھ لے آنا تاکہ وقت ضرورت کام آئے +

دھرم پال

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاہوری چوہوں کی دِل لگی

لاہوری چوہے جس قسم کے گندے مخول تناسخ پر اڑاتے ہیں۔ اور جس
ایک کو ماں اور دوسرے کو بیٹا بلکہ ماں کا خصم بنا کر عورتوں کو ہنٹر لگواتے
کا تھوڑا سا نمونہ تو میں دکھا ہی چکا ہوں۔ مگر ان پتت انسانوں نے خدا
بازی کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ چنانچہ ان چوہوں نے ایک کتاب
ہے۔ جس کا نام ہے "ایشور کا جھوٹا یقین اور اس کے بہت بُرے اور خو
نتیجے" اس میں دو شخصوں کا مکالمہ درج ہے۔ ایک بشواسی جو ایشور کو
دوسرا دیو سماجی منکر ہے۔ ان چوہوں کی بے باکی دیکھو۔ کتاب کے عین شر
میں بشواسی سوال کرتا ہے۔ کیا آپ ایشور کو مانتے ہیں؟ دیو سماجی منکر تب
دیتا ہے۔ "ہمارے شہر میں کئی ایشور رہتے ہیں ہمارے یہاں ایک ایشور
ایک ایشور حلوائی ہے۔ ایک ایشور کہار ہے۔ ایک ایشور ٹھٹھیرا ہے۔ ان ایشو
میں سے آپ کی مراد کس ایشور سے ہے؟" بشواسی میری مراد ان ایشور
سے کسی ایشور سے نہیں۔ بلکہ اُس ایشور سے ہے۔ کہ جو اس دنیا کا پیدا کر
ہے۔" منکر اچھا۔ تو آپ کی مراد ایشور نامی کسی سچ مچ کے انسان سے نہیں
جھوٹ موٹ کے کسی فرضی ایشور سے ہے۔" غرضیکہ یہ بیدین کتاب کے ایک
لیکر دوسرے سرے تک اسی طرح خدا کی پاک ذات پر مخول اڑاتے چلے
میں اس وقت تو کچھ نہیں کہتا۔ ہاں اب چونکہ جنگ شروع ہو گیا ہے۔
تمام کتابیں شتگنی میں بھر کر ان کے چوبی قلعہ پر ایسا وجّر پھینکونگا۔ اور ان
کی دُمچی کے ساتھ گوند نہیں بلکہ لاکھ کے ساتھ ایسا پرچہ باندھونگا کہ یہ دُم
کھجلاتے انارکلی کی گندی موری کے "بھیتر" ہی گھُس جائینگے۔ یہ چوہے
اُٹھا کر خدا پر مخول اڑاتے ہیں۔ اُن کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ خدا کی پاک ذات پر
اُڑانا اور خدا پرستوں کے منہ آنا کس کو کہتے ہیں ✣

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سب کو سُنا دو۔ سب کچھ سُنا دو

۱۔ گوروکل کانگڑی کا چھٹا سالانہ جلسہ ۱۶۔ مارچ ۱۹۰۸ء سے شروع ہوگا۔ ۱۸۔ مارچ ۱۹۰۸ء کو وید آبھمہ سنسکار ہوگا + ۲۔ اس سال کرایہ میں رعایت دینے کے لئے محکمہ ریل کے آفیسران بہت حیل و حجت کر رہے ہیں۔ ابھی تک کچھ فیصلہ نہیں ہوا + ۳۔ یاتریوں کے اُتارنے کے لئے چھپر بن رہے ہیں۔ ٹن شیڈ تو بہت سے پہلے ہی تیار تھے۔ چھپر۔ ٹن شیڈ اور خیمہ ملا کر تقریباً پانچ ہزار یاتریوں کے اُتارنے کا پربندہ ہو جائیگا + ۴۔ گزشتہ سال یاتریوں کی بھیڑ بھاڑ کے باعث گوروکل بھومی کی ہوا بہت خراب ہوگئی تھی اس سال خاص انتظام کیا ہے۔ یاتریوں کو گوروکل بھومی میں جا کر اُن ہدایات پر عمل کرنا چاہیئے جو کہ اس کے متعلق جاری کی گئی ہیں۔ ۵۔ حفظ صحت کے متعلق اس دفعہ گوروکل کے کرمچاریوں نے جو انتظام کیا ہے اس پر بہت سا روپیہ خرچ آئیگا۔ پہلے ارادہ تھا کہ ہر ایک یاتری سے لازمی طور پر اس مد کے لئے کچھ چندہ ٹیکس کے لیا جاوے۔ لیکن یہ بات یاتریوں کی اپنی مرضی پر چھوڑ دی گئی ہے۔ دس برس سے اوپر کی عمر کا ہر ایک یاتری اس مد کے لئے جو صندوق راستہ میں رکھا گیا ہوگا۔ اس میں دو آنے کے پیسے ڈال دے۔ امید ہے یاتری گن اِس نیم کو بھلی پرکار پالن کرینگے اگر کرایہ میں رعایت منظور ہوگئی۔ تو فارموں کے لئے تمام درخواستیں منتری پرتی نِدھ سبھا پنجاب لاہور آنی چاہئیں۔ کیونکہ فارم لاہور سے ہی جاری ہونگے۔ فارم لینے والے اسٹمپ کارڈ لکھا دھشٹاتا گوروکل کانگڑی کے نام بھی ڈال دیا کریں جس سے معلوم ہو جائے۔ کہ ہر ایک مقام سے کس قدر بھدر پرش یا استریاں جلسہ پر آتے ہیں تاکہ اُن کے لئے انتظام کرنے میں آسانی ہو سکے + ۶۔ یہ سب ہدائتیں لکھا دھشٹاتا گوروکل کانگڑی کی ہدایتوں کا خلاصہ ہے۔ اب ایڈیٹر انڈر کی طرف سے جو ہدائتیں یاتریوں کے نافذ کی جاتی ہیں اُن کو بھی آنکھ کھول کر سن لینا چاہیئے اول پانچوں میں پرمیشور بنا بریں اپنی گھر سے چلتے وقت پانچ روپیہ سے کم دان گوروکل کے لئے لیکر نہ چلے دوم یاتریوں میں سے جو بھی پرش مارچ کے پہلے دو ہفتوں میں زیورات کی بُرائی پر لیکچر دے۔ نہ ہی کوئی دیوی ایسا کرے۔ اگر ایڈیٹر انڈر کو معلوم ہو گیا کہ کسی نے اُس کی ہدایتوں کو توڑا ہے۔ تو اُس کا ٹکٹ کاٹ جائیگا۔ خواہ وہ دیو گورو بھگوان بھی کیوں نہ ہو +

نوٹ۔ رعایت کرایہ منظور ہو گئی ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مفت! مفت!! مفت!!!

اندر کے ہر ایک ایسے نئے خریدار کو جس کی خریداری کی درخواست ۵ مارچ
اور ۵- اپریل ۱۹۰۸ء کے درمیان دفتر اندر میں پہنچ جاویگی مفصلہ ذیل کتابوں
سٹ میں سے ایک سٹ مفت دیا جاویگا۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا درخواست
کنندہ کو اس بات کا لکھنا ضروری ہے کہ وہ کونسے سٹ کی کتابیں لینا چاہتا ہے

پہلا سٹ (پہلی چالیس درخواستوں کی تعمیل ہوگی)

کلیات آریہ مسافر۔ جس میں دھرم ویر پنڈت لیکھرام جی کی جملہ ۳۳
شامل ہیں۔ حجم سات سو صفحہ قیمت عا روپیہ +

دوسرا سٹ (پہلی ۸۳ درخواستوں کی تعمیل ہوگی)

اندر ۱۹۰۷ء کی مکمل جلد۔ جس میں بعض مضامین نہایت ہی دلچسپ
پر "اچین آریہ اور موجودہ ہندو" کا ناتمام سلسلہ قابل دید ہے یہ سلسلہ اب پھر شروع ہوگا
اس سلسلہ کو مکمل رکھنا چاہتے ہوں وہ پہلی جلد کا مطالعہ کریں حجم آٹھ سو صفحہ قیمت

تیسرا سٹ (پہلی ایک سو درخواست کی تعمیل ہوگی)

۱- اساطیر الاولین از قلم ایڈیٹر اندر۔ یہ وہ لاجواب کتاب ہے جس نے عیسائیوں
کو چکر میں ڈال دیا ہے۔ اور فتوئے قتل کی تحصیل کے لئے مکہ روانہ کی گئی ہے قیمت
۲- اگنی۔ یہ وہ آتش سوزاں ہے۔ جس نے دیو سماج کے دھوئیں اڑا دئے
کے جواب سے عاجز آکر دیو سماجی عدالت میں بھاگے گئے ہیں۔ قیمت ۴/
۳- آسمانی گولہ۔ یہ وہ اسم بامسمے بمب ہے۔ جس کے سامنے دیو سماج
قلم پھینک دیا ہے۔ از قلم ایڈیٹر۔ قیمت ۴/ +
۴- وستی کرم ودھی۔ جسمانی صحت کے قائم رکھنے اور بڑھانے کے لئے
مفید ثابت ہوئی ہے از قلم شریمان کیشب دیو جی شاستری۔ قیمت عہ روپیہ
ضروری نوٹ۔ نئے خریداروں کے علاوہ اندر کے ہر ایک ایسے پرانے خریدار
کتابیں مفت میں مل سکتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ اندر کے تین نئے خریدار بنا دے

درباری لال۔ مینجر اندر۔ لاہور

نوٹ۔ رعایت کرایہ منظور ہو گئی ہے

مطبوعہ سیوک پریس لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۳

اِندر

جلد سوم | مئی سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۵

فہرستِ مضامین

موت ... ایڈیٹر ۲۲۱

عورت اور اُس کے استحقاق ... لال ورمن ایم۔ اے ۲۳۱

ایک امریکہ نواسی بھائی کا خط از رام ناتھ پوری اوکلینڈ امریکہ ۲۳۸

سچا دان۔ پنڈت وشنو لال جی ایم۔ اے ۲۴۶

نوکھی رامائن پنڈت پدم سنگھ ایڈیٹر پروپکاری ۲۵۰

گوروکل کانگڑی کے چھٹے سالانہ جلسہ پر ایک سرسری نظر۔ ایڈیٹر ۲۶۷

لاہوری چوہوں کی دھوکہ بازی اور چیلنج پر چیلنج۔ ایڈیٹر ۲۷۰

۸۔ شری دیو گورو بھگوان خود جواب دیں۔ ایڈیٹر ۲۷۴

۹۔ دھوکہ بازی کا نیا طریقہ۔ ایڈیٹر ۲۷۷

۱۰۔ اِندر کے ناظرین کے سامنے ایک حل طلب سوال۔ ایڈیٹر ۲۷۸

۱۱۔ مسدس۔ از چنڈی پرشاد شیدا دہلوی ۲۷۹

۱۲۔ آریہ ویر از کانشی ناتھ فدا ۲۸۳

۱۳۔ سداچار۔ دیش اُدھار 〃 ۲۸۳

۱۴۔ عالم باعمل 〃 ۲۸۴

۱۵۔ مردِ میدان 〃 ۲۸۴

ایڈیٹر۔ دھرم پال بی۔ اے۔ لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر کے دس احکام

۱۔ فروری ۱۹۰۸ء سے اِندر بجائے دس تاریخ کے ہر ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے ناظرین اس تبدیلی کو نوٹ کرلیں +

۲۔ اِندر نمونہ کی رسم کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ نمونہ کے شوقینوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مارچ سے اِندر کا پرچہ بطور نمونہ کسی کو ۶ر کے ٹکٹ یا ۶ر کا وی پی آنے کے بغیر روانہ نہیں کیا جاویگا

۳۔ بعض اصحاب اس خیال پر وی پی واپس کردیتے ہیں کہ جو پرچہ اُنکے مذاق کے مطابق نہ ہو ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لینگے آئندہ کے لئے اُنکے واسطے بھی وہی شرط ہے جو کہ نمونہ کے شوقینوں کیلئے

۴۔ ہر ایک خط جس میں نمونہ طلب کیا گیا ہو۔ مگر شرط نمبر ۲ پوری نہ کی گئی ہو۔ بلا تامل ردی دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا فضول خط کوئی صاحب بھیجنے کی تکلیف نہ اُٹھائیں +

۵۔ تبدیلیٔ پتہ کی اطلاع یا پرچہ کی گم شدگی کی شکایت کے ساتھ اگر چٹ کا نمبر نہ لکھا ہو کہ وہ خط دفتر میں آنے کے ساتھ ہی چاک کردیا جائیگا۔ اُس کی کوئی تعمیل نہیں ہوگی اور نہ

۶۔ پرچہ کی گم شدگی کی اطلاع اسی مہینہ میں آنی چاہیئے۔ اگر دوسرے یا تیسرے ماہ میں جاویگی۔ تو پرچہ کسی صورت میں بھی روانہ نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں فائل کو رکھنے والوں کو ۴ر کے حساب سے پرچہ مل سکتا ہے +

۷۔ ہر ایک وی پی جو واپس آتا ہے۔ بلا تامل رجسٹر میں سے خارج کردیا جاتا ہے۔ یہ مطلق پوچھا جاتا کہ وی پی کیوں واپس کیا گیا۔ خواہ خریدار نے اپنی مرضی سے واپس کیا ہو یا والو کی غلطی سے پرچہ فوراً بند کردیا جاتا ہے تاوقتیکہ خریدار دوبارہ اجرا کی درخواست نہ کرے

۸۔ اِندر کے دفتر کا انتظام مکمل ہے۔ تمام خطوط اور شکایتوں کی باقاعدہ تعمیل کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ تعمیل کی شرائط کے اندر ہوں +

۹۔ یہ ضروری نہیں کہ اِندر کا ایڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کے ساتھ کلیتہً اتفاق رائے یا باہر سے آئے ہوئے تمام مضامین کو اِندر میں جگہ دے۔ یا واپس کرے۔ تاوقتیکہ مضمون نگار مضمون کی واپسی کے محصول کا ذمہ وار نہ ہو +

۱۰۔ اِندر ان قواعد کا پابند ہے۔ باقاعدہ وقت پر نکلتا ہے۔ اُس کے ناظرین کو بھی اس کے قواعد کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ فضول خط و کتابت میں کسی کا بھی ہرج نہ ہو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر

مئی سنہ ۱۹۰۸ء

موت

۱ نہ سردی ہے نہ گرمی۔ بہار کے دن ہیں۔ چاندنی چٹک رہی ہے۔ رات کے بارہ بج چکے ہیں۔ چاروں طرف خاموشی ہے۔ سلیم تن تنہا اپنے کمرے میں پڑا سو رہا ہے کھڑکی کھلا ہے۔ روشندان اور طاقیوں میں سے چاند کی چاندنی اس کے کمرے کو روشنی دے رہی ہے۔ چاندنی میں سلیم کا چہرا پہچان لینا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اس کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس پر ایک قسم کی وحشت طاری ہے۔ جو کہ میٹھی نیند کی علامت نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ڈراونا خواب دیکھ رہا ہے جس کا اثر اس کے بشرے پر پایا جاتا ہے۔ بے شک سلیم خواب دیکھ رہا ہے۔ اور یہ ایک خوفناک خواب ہے۔ سلیم دیکھتا ہے۔ کہ وہ اپنے یار دوستوں سے گھرا ہوا ہے۔ اُن میں کئی اُس کے نئے دوست ہیں۔ کئی پُرانے۔ مرد ہیں۔ عورتیں ہیں۔ لڑکے ہیں۔ لڑکیاں ہیں۔ سلیم اُن میں سے اکثروں سے پیار کرتا ہے۔ اور اکثر اُن میں سے سلیم سے پیار کرتے ہیں۔ سلیم ان ہمجولیوں کے ساتھ دنیا کی سیر کر رہا ہے۔ سب کے سب آنند میں مگن ہیں۔ ان چہروں میں ایک ایسا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چہرہ بھی ہے۔ جس نے اپنے آپ کو سلیم کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ اور سلیم
اپنے دل کو اس کے سپرد کر دیا ہے۔ ایک گلاب کے پھول کی نزاکت ہے۔
رنگت ہے۔ ایک اُس کی خوشبو ہے۔ دوسرا لطافت ہے۔ دونوں کی
پھول کے اندر پوشیدہ شہد کی مانند پوشیدہ مگر میٹھی ہے۔ سلیم اپنے ہو
سے الگ ہو کر دریا کے کنارے کنارے چل دیتا ہے۔ پاس ہی ایک گھنا
ہے۔ وہ اس میں گھس جاتا ہے۔ اپنے خیالات میں مست بہت دور چلا جا
اتنی دور کہ نہ وہ اپنے ہمجولیوں کو نظر آتا ہے۔ نہ اُس کے ہمجولی اس کو نظ
ہیں۔ نہ وہ اُن کی آواز سنتا ہے۔ نہ وہ اُس کی آواز کو سن سکتے ہیں۔
ابھی تک اپنے خیالات میں مست خاردار جھاڑیوں میں گھستا چلا جاتا ہے
یہاں تک کہ وہ چند گھنے درختوں میں جا پھنستا ہے۔ اُن درختوں کے
طرف سے ایک خوفناک زہریلا سانپ نکل کر سلیم کی طرف آتا ہے۔ سا
کو دیکھتے ہی سلیم کے ہوش خطا ہو جاتے ہیں۔ چاہتا ہے۔ کہ بھاگ جا
لیکن خاردار جھاڑیاں اس قدر گھنی ہیں۔ کہ اس کو بھاگنے نہیں دیتیں
بڑی تیزی سے اُس کی طرف آ رہا ہے۔ سلیم اپنے آپ کو موت کے منہ
ہے۔ وہ اس نوجوانی کے عالم میں مرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ اپنے ہمجو
کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ سب سے زیادہ
وہ چہرہ یاد آتا ہے۔ جس کے پاس اُس نے اپنے دل کو رکھ چھوڑا ہے۔
لئے اس کی جدائی کیسی تکلیف دہ ہے۔ کون ہے جو اس وقت سلیم کے
کی حالت کو جان سکتا ہے۔ یا اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگا سکتا ہے۔
آن میں ہزاروں امیدیں۔ سینکڑوں امنگیں اس کے سامنے شکستہ ہو
ہیں۔ اور وہ بے چینی کے سمندر میں غوطے کھانے لگتا ہے۔ کہ اتنے میں سا
اور آگے آ جاتا ہے۔ اور اُس کی ٹانگ سے لپٹ کر قریب ہے کہ اس کو
کھائے۔ کہ سلیم مارے خوف کے زور سے چیخ مارتا ہے۔ چیخ کے ساتھ ہی
آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ اپنے خواب کو یاد کر کے ڈرتا بھی ہے۔ مگر تسلی بھی
ہے۔ کہ میں ابھی زندہ ہوں۔ سانپ وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ یہ محض خواب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حالت تھی ٭

۲ سلیم ایک دفعہ پھر سو جاتا ہے۔ اور گھنٹہ بھر کے اندر ہی اندر وہ بہت گہری نیند میں چلا جاتا ہے۔ چاندنی ابھی تک اُس کے کمرے میں پڑ رہی ہے۔ سلیم کے چہرے کو چاندنی نے پہلے کی طرح روشن کر رکھا ہے۔ اس کے چہرے پر اب کسی قسم کے خوف و ہراس کے نشانات نہیں پائے جاتے۔ بلکہ ایک قسم کا جوش اور غصّہ نمودار ہے۔ جو سلیم کی میٹھی اور بے خوف نیند کی علامت نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلیم پھر کسی خواب کے دیکھنے میں مشغول ہے وہ پھر خواب دیکھ رہا ہے۔ وہی دریا کا کنارہ ہے۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے وہ ایک خوش و خرّم مجمع کے ساتھ سیر کر رہا تھا۔ لیکن اب نہ تو وہ مجمع ہی ہے اور نہ ہی سلیم کے دل کی حالت پہلے جیسی ہے۔ نہ کسی کی یاد اس کو بے چین کرتی ہے۔ نہ کسی کی محبت اس کو سرد آہ بھرنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ وہ قطعی تن تنہا ہے۔ اُس کے بہت سے تعلقات کٹ چکے ہیں۔ اُس کا دھیان اب کسی اور طرف لگ رہا ہے۔ جو کہ پہلے نہیں تھا۔ سلیم کا دل پہلے مختلف زنجیروں میں مقید تھا۔ لیکن اب وہ بہت کچھ آزاد ہو چکا ہے۔ سلیم اسی جنگل میں پھر جاتا ہے۔ جہاں وہ پہلے سانپ سے ڈر چکا تھا۔ وہ اس دفعہ بھی اپنے خیالات میں زیادہ ہے۔ گھنے جنگل میں اندر ہی اندر گھستا چلا جاتا ہے۔ کہ اتنے میں پاس کی خاردار جھاڑیوں میں سے وہی پہلے والا خوفناک سانپ نکل کر سلیم کو کاٹنے دوڑتا ہے۔ مگر سلیم اس سے نہ ڈرتا ہے۔ نہ گھبراتا ہے۔ وہ مردانہ وار کھڑا ہو جاتا ہے۔ جوں ہی سانپ اُس کی طرف آگے بڑھتا ہے۔ سلیم لپک کر اس کی گردن پکڑ لیتا ہے۔ اور اس کے منہ کو کھول کر اُس کی کچلیوں کو توڑ دیتا ہے۔ اور ایک دو جھٹکے دے کر اُس کو بڑے جوش اور غصّے سے ایک جھاڑی میں پھینک دیتا ہے۔ وہ اس کو اس قدر زور سے جھاڑی میں پھینکتا ہے۔ کہ اس کے بازو کو بھی زور کا جھٹکا لگتا ہے۔ اس جھٹکے سے اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور وہ سوچتا ہے۔ کہ یہ کیسا عجیب خواب تھا۔ اپنی بہادری پر کچھ نازاں ہوتا ہے ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۳- چار بجے کا عمل ہے۔ سلیم پھر سو جاتا ہے۔ وہی چاندنی اُس کے کمرے
روشن کر رہی ہے۔ اور اُس کے چہرے پر بھی پڑ رہی ہے۔ مگر اس دفعہ سلیم
چہرہ ایک نئے ہی رنگ و روپ کو لئے ہوئے ہے۔ نہ اس پر خوف اور ڈر
علامات ہیں۔ نہ ہی غم و غصّہ کے۔ نہ وحشت ہے۔ نہ سراسیمگی۔ بلکہ ایک
کی ناقابل بیان بشاشت کے آثار اس کے چہرے پر موجود ہیں۔ اُس کے
کھل رہے ہیں۔ ہونٹوں پر تبسم ہے۔ ایک عجیب قسم کی روشنی اس کے چہرے
سے نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جو سلیم کے اندرونی اطمینان اور آنند کو ظا
کر رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ سلیم کوئی نہایت ہی مزیدار خواب دیکھ
ہے۔ اور وہ خواب بھی ایسا آنند دائک ہے۔ کہ سلیم اس کو چھوڑ کر بیدار ہونا
چاہتا۔ سلیم خواب ہی تو دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک دفعہ پھر اسی دریا
کنارے پر موجود پاتا ہے۔ جہاں کہ وہ دو بار پہلے ہو آیا تھا۔ وہی ریت ہے
وہی جنگل ہے۔ چاروں طرف خاموشی ہے۔ کسی قسم کا غل غپاڑہ نہیں ہے
کوئی آدم زاد میلوں تک نظر نہیں آتا۔ مگر سلیم اپنے آپ کو ایک آہنی پنجرے
میں قید پاتا ہے۔ جس کے چاروں طرف علاوہ موٹی موٹی سلاخوں کے لو
کی باریک جالی بھی لگی ہوئی ہے۔ تاکہ جنگل کا کوئی جانور اس پنجرے کے اندر گھس
سلیم کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ پنجرا بہت ہی تنگ و تاریک ہے۔ ایک طرف
کھانے پینے کی چیزیں ہیں۔ دوسری طرف کچھ غلاظت پڑی ہے۔ مگر
خوش ہے۔ اور بے خوف پنجرے کی سلاخوں میں سے دریا کا آنند لے
ہے۔ اس کے پرانے دوستوں کا دل خوش کن مجمع اس کے ارد گرد نہیں ہے
خاص چہرہ جس کو وہ مایہ حیات تصور کرتا تھا۔ اس کے پاس نہیں ہے
پہلے جیسی کھانے پینے کی چیزیں پھل پھول بھی اس کے پاس نہیں ہیں نہ
بھجن سنا کر اس کے دل کو کھینچ رہا ہے۔ نہ اس کو اس قسم کی کوئی اور خوشی
کا سامان نظر آتا ہے۔ مگر پھر بھی سلیم دریا کا آنند لینے میں اس قدر محو ہے
وہ مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا۔ وہ دریا کی دوسری طرف ٹکٹکی باندھے
سے دیکھ رہا ہے۔ کہ ایک عجیب قسم کی روشنی ہوتی چلی جاتی ہے۔ سلیم نے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قسم کی روشنی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ اس کی طرف اور بھی غور سے دیکھنے لگ جاتا ہے۔ وہ روشنی لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ آخر اس کی کرنیں اس قدر تیز ہو جاتی ہیں۔ کہ وہ سلیم کے تنگ و تاریک پنجرے کو بھی روشن کر دیتی ہیں۔ اور سلیم پنجرے کے اندر پڑی ہوئی ایک ایک چیز کو دیکھ سکتا ہے۔ مگر اُس کی نظر اس روشنی کی طرف لگ رہی ہے۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس روشنی کے اندر دریا کے دوسری طرف ایک نہایت ہی خوبصورت بالکل مکمل خوبصورتی موجود ہے۔ یہ سب روشنی اسی خوبصورتی کے اندر سے نکل رہی ہے۔ سلیم اس شکل کو دیکھتے کے ساتھ ہی غش کھا جاتا ہے۔ رعب یا ڈر سے نہیں۔ خوف یا وحشت سے نہیں بلکہ اس ناقابل بیان سرور کے حملہ سے جس کو سلیم برداشت نہیں کر سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر ہوش میں آتا ہے۔ اور اس خوبصورتی کی دیوی کو پورے جاہ و جلال میں موجود پاتا ہے۔ سلیم ایک عاشق مزاج شخص ہے۔ وہ ہزار جان سے اس پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اپنی تمام عشق بازیوں کو بھول جاتا ہے اس کے دل کی عجیب حالت ہو جاتی ہے۔ نہ عشق کی سی بیچینی ہے نہ گھبراہٹ بلکہ ایک آگ ہے جس کے اندر وہ جل رہا ہے۔ اور اُس کو عجیب آنند آ رہا ہے۔ اُس کی نظر اس مکمل خوبصورتی پر ٹکی ہوئی ہے۔ چاہتا ہے کہ اس تک پہنچ جاوے۔ مجبور ہے۔ پنجرے میں قید ہے۔ اس کی سلاخوں کو توڑ کر وہ اُڑ نہیں سکتا۔ اس کی اندرونی آگ لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس کا دل جل اٹھتا ہے اور اب اُس کے اپنے ہی اندر سے ایک روشنی پیدا ہوتی ہے۔ جو کہ اس پنجرے پر پڑتی ہے جس میں وہ قید ہے۔ سلیم پنجرے کی کیفیت سے واقف تو پہلے بھی تھا۔ لیکن اب وہ اچھی طرح اس کی غلاظت کو دیکھتا ہے۔ اُسکی تنگی کو محسوس کرتا ہے۔ اور دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا ہے۔ کہ کہاں میں ایسی گندی جگہ میں رہنے والا اور کہاں وہ مکمل خوبصورتی۔ میرا عشق بھی کیسا بے معنی ہے۔ چھچھوندر کے سر میں چنبیلی کا تیل۔ رہوں تو ایسے غلیظ حالات میں اور عشق کا دم بھروں اس خوبصورتی کا جو کہ میرے سامنے موجود ہے وہ بہت ہی نادم اور خجل ہوتا ہے۔ چاہتا ہے کہ وہ پنجرے کی سلاخوں کو توڑ کر نکل

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جائے اور اس گند سے نجات پائے۔ وہ زور مارتا ہے۔ لیکن سلاخیں مضبوط ہیں ٹوٹ نہیں سکتیں۔ وہ کبھی ادھر سر مارتا ہے۔ کبھی اُدھر۔ مگر نہ پنجرا ٹوٹتا ہے نہ کشادہ ہوتا ہے۔ سلیم کا دم گھٹ رہا ہے۔ اور وہ اس تنگ و تاریک پنجرے میں رہنا نہیں چاہتا۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اس سے نجات پائے اور اُڑ کر دریا کے دوسرے کنارے پہنچے اور اس خوبصورتی کو جس کو وہ دور سے دیکھ رہا ہے۔ ذرا نزدیک جا کر دیکھے مگر سلیم کیا کر سکتا ہے۔ پنجرے میں قید ہے۔ یہ پنجرا جس کو وہ بڑا عمدہ سمجھا کرتا تھا۔ جس کی مضبوطی پر اُس کو ناز تھا جس کی صفائی پر وہ اتراتا تھا۔ جس کو وہ بالکل محفوظ سمجھتا تھا۔ جس سے باہر نکلنا کا وہ کبھی خواب میں بھی خیال نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن آج وہ خود چاہتا ہے کہ اُس کو توڑ ڈالے۔ اور اس سے اُڑ کر نکل جائے۔ مگر مجبور ہے۔ اس کی نظر دریا کے دوسرے کنارے ٹکی ہوئی ہے۔ اور اس طرف جانے کا اُس کو کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ وہ ایک قسم کی مایوسی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کہ اتنے میں اس پاس کے جنگل سے وہی خوفناک سانپ نکلتا ہے۔ اور وہ سلیم کے پنجرے کی طرف آتا ہے۔ آتے کے ساتھ ہی وہ پنجرے کی ایک سلاخ کے ساتھ اپنی دُم کو لپیٹ کر اس قدر زور سے جھٹکا مارتا ہے۔ کہ سلاخ دو ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ سلیم سلاخ کو ٹوٹا ہوا دیکھ کر مارے خوشی کے باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اور وہ سانپ کو اپنے لئے اس قدر مبارک سمجھتا ہے۔ کہ مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا۔ سانپ پنجرے کی سلاخ کو توڑ کر ذرا پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ سلیم اس درز کے راستے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ ایک سلاخ کے ٹوٹنے سے بہت ہی چھوٹا سا سوراخ ہوا ہے۔ سلیم دل ہی دل میں کہتا ہے۔ اے پیارے سانپ میں نے غلطی کی۔ کہ پہلی مرتبہ تجھ سے ڈر کر بھاگا۔ اور میں نے ظلم کیا۔ کہ دوسری مرتبہ تجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ اے مونس۔ اے پنجرے کی سلاخوں کو توڑ تا کہ میں اس سے رہائی پاؤں۔ اور اس دل رُبا سے ملوں۔ جس کو میں اتنی دیر سے دیکھ رہا ہوں۔ سانپ ادھر اُدھر کا چکر کاٹ کر ایک دفعہ پھر سلیم کے پنجرے کی طرف آتا ہے۔ سلیم اس کو آتا دیکھ کر اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خوش ہوتا ہے۔ کہ گویا اس کا نجات دہندہ آگیا ہے۔ سانپ پنجرے کی ایک دوسری سلاخ میں لپیٹ ڈالتا ہے۔ اور اس زور سے جھٹکا دیتا ہے۔ کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہے۔ سلیم مارے خوشی کے باغ باغ ہو جاتا ہے۔ کہ اب میری رہائی کے لمحے نزدیک آگئے ہیں۔ اب میں بہت جلدی ہی اس سانپ کی مدد سے اس پنجرے سے نجات پاؤنگا۔ اور اس مکمل خوبصورتی سے جا ملونگا جس کے دیدار نے میرے دل کو مثل سیماب بے تاب کر رکھا ہے۔ سلیم اس مکمل خوبصورتی کو دیکھ رہا ہے۔ مگر وہ ابھی تک اسی تنگ و تاریک پنجرے میں قید ہے۔ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ سانپ کے وجود کو اپنے لئے نہایت ہی مبارک سمجھتا ہے۔ سانپ جو پہلے اس کو ڈراؤنا معلوم ہوتا تھا۔ اب نہایت ہی پیارا لگتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ میں اسی سانپ کی بدولت اس تنگ و تاریک اور بدبودار غلیظ پنجرے سے نجات پاؤنگا۔ اور اس سے نکلکر اس خوبصورتی سے جا ملونگا۔ سلیم کے سامنے ایک طرف وہ خوبصورتی کھڑی ہے۔ دوسری طرف پنجرے کی غلیظ قید ہے۔ تیسری طرف سانپ ہے سانپ کو دیکھتا ہے وہ خوش ہوتا ہے۔ اس خوبصورتی کو دیکھتا ہے وہ بے خود ہو جاتا ہے مگر جب وہ اس تنگ و تاریک پنجرے کو دیکھتا ہے۔ تو سرد آہ بھر کر رہ جاتا ہے۔ کاش میں اس قید سے چھوٹوں۔ اے سانپ تو آ۔ اور مجھے اس قید سے رہائی دے۔ اے سانپ جس کو میں غلطی سے اپنا دشمن سمجھ رہا تھا۔ جس کو میں نے غلطی سے کچلنا چاہا تھا۔ اے پیارے سانپ تو میری طرف آ۔ اور مجھے اس تنگ و تاریک پنجرے سے رہائی دے۔ سانپ ایک دفعہ پھر ادھر اُدھر کا چکر کاٹ کر اس پنجرے کی طرف آتا ہے۔ اور اس کی تیسری سلاخ میں لپیٹ ڈال کر بدستور سابق توڑ ڈالتا ہے۔ مگر سوراخ ابھی بھی اتنا تنگ ہے۔ کہ سلیم اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ سلیم نکلنے کے لئے زور کرتا ہے۔ اور اس قدر زور مارتا ہے۔ کہ وہ چارپائی سے نیچے گر پڑتا ہے۔ اور اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ نہ وہ خوبصورتی ہی ہے۔ نہ سانپ نظر آتا ہے۔ نہ وہ پنجرا ہی دکھائی دیتا ہے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۴ چار بج چکے ہیں۔ اور پانچ بجے کا عمل ہے۔ سلیم اُٹھ بیٹھتا ہے۔ وہ
پرارتھنا اُپاسنا کے وید منتر پڑھتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے اپنے رات
خوابوں پر وچار کرنے لگتا ہے۔ جب وہ سوچتا سوچتا اپنے آخری خواب
پہنچتا ہے۔ اور اس کو وہ تمام نظارہ یاد آتا ہے۔ تو وہ آنند میں مگن ہو
ہے۔ اے کاش وہ خوبصورتی مجھے پھر نظر آئے۔ اے کاش! میں سویا ہی
تو اچھا تھا۔ اے کاش سانپ مجھے اس پنجرے سے رہائی دے دیتا۔ تو
ایک دفعہ اس دلربا سے مل تو لیتا۔ سلیم اس کاش کے چکر میں ایسا محو
ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو ایک اور ہی عالم محویت میں پاتا ہے۔ جہاں اس
کے تمام خوابوں کا راز کھل جاتا ہے۔ اس کو پتہ لگتا ہے۔ کہ دریا زندگی کا
ہے۔ اس کے کنارے کا خاردار جنگل دنیا کے رنج والم ہیں۔ سانپ جو
خاردار جھاڑیوں میں پوشیدہ ہے۔ وہ موت ہے۔ دریائے ہستی کے کن
میرے ساتھ جو ہمجولی تھے۔ وہ میرے یار دوست۔ عزیز و اقربا تھے وہ خو
چہرہ جو میرے ہاتھ فروخت ہو چکا تھا۔ اور جس کو میں اپنا دل دے چکا
اور جس کی جدائی میرے لئے ایک ناقابل برداشت صدمہ معلوم ہوتی
وہ میری زندگی کا ساتھی بننے والا چہرہ تھا۔ میں ان تعلقات میں پھنسے
تھا۔ کہ اپنے خیالات کی محویت میں اس خاردار جنگل میں چلا گیا۔ مو
مجھ پر حملہ کیا۔ مجھے اپنا فکر نہیں تھا۔ نہ اپنی یاد تھی۔ بلکہ ایک دُکھ
جو کہ اُن تعلقات کی بنا پر تھا۔ جن پر میں فریفتہ تھا۔ یا جو مجھ پر فریفتہ
بنا بریں میں مرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ سانپ یا مو
میرے لئے ایک خوفناک چیز تھی۔ جس قدر میرے تعلقات زیادہ تھے۔
قدر وہ مجھے یاد آتے تھے۔ مجھے اپنی طرف کھینچتے تھے۔ اور اسی قدر مجھے
سے ڈر لگتا تھا۔ کیونکہ میں ایک نازک کپڑے کی مانند۔ جو کہ جھاڑیوں
اُلجھ رہا ہو۔ اُن تعلقات میں الجھا ہوا تھا۔ جھٹکا دیکر یک لخت تعلقات
کی کانٹے دار جھاڑی سے الگ کئے جانا کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا
یہی وجہ ہے۔ کہ تعلقات کی کانٹے دار جھاڑیوں میں پھنسے ہوئے انسان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

ہمیشہ کانپتے رہتے ہیں۔ ورنہ موت کوئی ڈراؤنی چیز نہیں ہے۔ جو جس قدر بھی موت سے ڈرتا ہے۔ سمجھ لو کہ وہ اسی قدر دنیا کے تعلقات میں زیادہ دل فروخت کر چکا ہے +

۵ سلیم اپنے خواب کی پہلی منزل کو حل کر کے دوسری منزل پر پہنچتا ہے۔ اس حالت میں وہ اُن تعلقات کی زنجیروں کو کاٹ چکا ہے۔ دریائے ہستی کا پانی وہی ہے جنگل وہی ہے۔ سانپ وہی ہے۔ لیکن وہ سانپ سے نہیں ڈرتا بلکہ پکڑ کر اس کی کچلیوں کو توڑ ڈالتا ہے۔ اور اُس کو جھٹکا دے کر جھاڑی میں پھینک دیتا ہے۔ سلیم کو اپنے خواب کا ترجمہ نظر آتا ہے اور وہ اس ترجمہ کا بدیں الفاظ مطالعہ کرتا۔ جو شخص دنیوی تعلقات رکھتا ہوا اُن کے ہاتھ فروخت نہیں ہو جاتا۔ جو شخص دنیا کے کاروبار میں رہ کر اپنی منزل مقصود کو نہیں بھول جاتا۔ جس کا ہاتھ بیکار اور دل بہ یار رہتا ہے۔ موت اس کے سامنے اپنی کچلیوں کو کھو دیتی ہے اور وہ بہادر موت سے کبھی بھی نہیں ڈرتا۔ بلکہ اُس کو معمولی سا رینگنے والا کیڑا سمجھ کر اس کی گردن کو پکڑتا اور دو چار جھٹکے دے کر جھاڑی میں پھینک دیتا ہے +

۶ سلیم اپنے خواب کی دوسری منزل کو طے کر کے تیسری منزل پر پہنچتا ہے۔ دریائے ہستی وہی ہے۔ جنگل وہی ہے۔ سانپ وہی ہے۔ لیکن اس تیسری منزل میں سلیم چند نئی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے۔ اور سانپ کو اپنا مونس و غمخوار سمجھتا ہے۔ اور اس کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتا ہے۔ سلیم اپنے خواب کا ترجمہ بدیں الفاظ لکھا ہوا پاتا ہے۔ جو شخص اس دنیا میں رہتا ہوا سچے گیان کی روشنی کو پالیتا ہے۔ وہ نر بھے ہو جاتا ہے۔ گیان کی روشنی میں اس کو اپنی منزل نظر آتی ہے۔ جو نہایت ہی پر نور اور دلکش ہے۔ مکمل خوبصورتی ہے۔ پرماتما ہے۔ اور وہ پرماتما ہے۔ اُسی سچے گیان میں وہ دیکھتا ہے۔ کہ میں اس جسم میں قید ہوں جو بہت ہی تنگ و تاریک ہے۔ مل موتر سے بھرا ہوا ہے۔ کیا ایسا غلیظ جسم رکھ کر یا ایسے غلیظ پنجرے میں رہ کر میں اس پرماتما سے جا کر مل سکتا ہوں۔ اس اپنا جسم بالکل حقیر بلکہ قابل نفرت معلوم ہونے لگتا ہے۔ وہ اپنے آپ میں اور اس پُر جلال خوبصورتی میں اس جسم کو مفت کی روک پاتا ہے اور چاہتا ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ کسی طرح اس کو توڑ کر نکل جائے - اور اُس روشنی کے ساتھ جا ملے اس تیسری
حالت میں موت اُس کے لئے ڈر کی چیز نہیں رہتی - نہ ہی نفرت کی چیز
ہے - نہ ہی کچلے جانیوالی چیز نظر آتی ہے - بلکہ وہ موت کو ایک نہایت ہی پیاری
چیز تصور کرتا ہے - اُس کی آمد پر خوشی مناتا ہے - اس کو دیکھ کر مارے خوشی
کے باغ باغ ہو جاتا ہے - کیونکہ وہ جانتا ہے - کہ موت ہی وہ نجات دہندہ
ہے - جو میرے اس پنجرے کو جو میرے اور میرے پرمانند کے درمیان مفت
روک بن رہا ہے - توڑ کر مجھے آزادی دیگی اور میں اُس پرمانند سے جا ملوں
اس نجات دہندہ سے وہ نہ تو ڈرتا ہے - نہ نفرت کرتا ہے - بلکہ پیار کرتا ہے
اُس کے وجود کو اپنے حق میں ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھتا ہے ؛

۷ سلیم محویت کے عالم میں اپنے خوابوں کی تینوں منزلوں پر سے گزر جاتا
اور تینوں کے معنوں کو پڑھ جاتا ہے - مگر اسی محویت کے عالم میں وہ سوچتا
ہے کہ اس تنگ و تاریک اور غلیظ و ناپاک پنجرے سے رہائی پا کر اور اُس
و دل ربا سے مل کر میری حالت کیسی بے خودی کی ہو جائیگی - کیا میں اور وہ
ہو جائینگے - کیا میں اس میں اس قدر محو ہو جاؤنگا - کہ اپنی ہستی کو قطعی بھول
جاؤنگا - وہ اپنے اس شک کا جواب اسی محویت کی حالت میں بدیں الفاظ
ہے - بے شک میں اور وہ ایک ہو جائینگے - ہم دونوں میں کوئی حد فاصل نہیں
ہوگی - نہ اب ہے - مگر میں الگ ہونگا اور وہ الگ - لیکن ہم دونوں اس
میں ہونگے - جس کو ادویت کی حالت کہا جاتا ہے - وہ ہو الحق ہوگا اور میں
انا الحق - وہ اور میں دونوں ہی حق ہونگے - مگر وہ میں نہیں ہونگا - نہ میں
ہونگا - مگر ہم دونوں ایک ہونگے - کیا مزیدار معمّا ہے - مگر سلیم نے موت کا
حل کر لیا ہے - بیوقوف ہیں وہ جو قتل کا فتوے دے کر اُس کو موت سے
ڈراتے ہیں ؛

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عورت اور اُس کے استحقاق

"از مسٹر ورمن ایم - اے - ایڈیٹر سادھو"

زمانہ ترقی کی راہ میں سرگرم ہے - جو قدم آگے پڑتا ہے ترقی کی طرف چل رہا ہے - ہر چہار طرف ترقی کی صدا بلند ہے - سب کسی نہ کسی شکل میں کسی نہ کسی حیثیت میں - کسی نہ کسی نوعیت میں آگے بڑھے جا رہے ہیں - بڑھنا امر لازمی ہے - گردش کرنے والے پہیئے کی تیزی کو کوئی روک نہیں سکتا - بڑھنا زندگی کی علامت ہے - مگر یہ بھی یاد رہے کہ جب 'زندگی' کی رفتار تیز ہوتی ہے تو اُس کے منہ کتنے کچل جاتے ہیں - کتنوں کی ہڈیاں چکنا چور ہو جاتی ہیں - کتنوں کے نام و نشان و پوست کا پتہ نہیں رہتا - اوہ مرے آدمی جو تیزی سے چلنے والے رتھ کے جھوکے میں چلے آ رہے ہیں - ہزار چلائیں مگر اُن کی کون سنتا ہے - اسی قسم کے منظر لوگوں نے ہردوار اور الہ آباد کے کنبھ جگناتھ کے رتھ یاترا - دوسرے اسی قسم کے میلوں میں دیکھے ہونگے - بجنسہٖ یہی حال - یہی رفتار - یہی چال ترقی کے انجن کی ہے - اس چال کی لپیٹ میں پڑ کر دھکے کھاتے کمزور آدمی گیند کی طرح اُچھلتے جاتے ہیں - پھر دھکہ ملتا ہے - پھر وہ بڑھتے ہیں - اگر ان کو موقع مل گیا - تجربہ بڑھ گیا - اصلیت کو سمجھ گئے - سب جگہ پا کر ترقی کے روح کو اپنے میں ملا لیا تو فی البہا - اگر یہ نہیں ہوا تو بہر حال او ایشور ہی جانتا ہے کہ اس کی کیا کیفیت ہوگی +

جیسا ہم نے پہلے عرض کیا - یہ سچ مچ ترقی کا دور ہے - نئے خیالات ہوائی کی طرح فر فر فر فر اُڑ رہے ہیں - دُنیا کا کون سا گوشہ ہے - جو اُن کے رسوخ کے اثر - اُن کی تعلیم اور اُن کے روح سے خالی ہو - خیالات طاقت ہیں - سب کچھ ہیں - خیالات اس قسم کے روح ہیں - جو عملی جامہ پہننے کے تیار رہتے ہیں - جب تک ان لطیف قوتوں کو کثیف اور عملی قالب نہ ملیگا -

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ کیا کبھی کسی کو چین لینے دینگے؟ کبھی نہیں۔ خیالات پہلے دل میں پیدا ہو
ہیں۔ پھر اُن کی دھار زبان اور ہاتھ میں آتی ہے۔ اور انسان اُن کو دیکھ کر
ہے۔ "ہاں۔ اب کام ہو رہا ہے"۔ "ابتدا میں نہ زمین تھی نہ آسمان تھا۔ خدا
روح تھی۔ خدا نے کہا "روشنی ہو جا اور سورج۔ چاند۔ ستارے چمکنے لگے
خدا نے دیکھا۔ وہ بہت اچھے اور خوبصورت ہیں"۔ یہ کم و بیش موسیٰ کی تورات
کلام ہیں۔ سمجھنے والے ان کی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ ان میں گہری سچائی ہے
نرے گپوڑے نہیں ہیں۔ جن کو تمسخر پسند طبیعتیں مذاق میں اُڑاتی رہتی ہیں
اس کلام میں آسمان اور زمین کی تواریخ قلمبند ہے۔ جس نے خدا کے دل میں
کی وہ اُس خالق کا خیال تھا۔ پہلے یہ متحرک اور موجزن ہوا پھر اُس کی حرکت
زبان پر آئی۔ اور دنیا بن گئی۔ طرز اظہار شاعرانہ ہے۔ استعارہ کی زبان
حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسی طرح پہلے خیال لطیف ہو کر اپنا کارن
بناتا ہے۔ پھر اُس سے سوکشم شریر بنتے ہیں۔ پھر استھول شریر کی باری آتی
اور سنسار کا بیوہار ہونے لگتا ہے۔ خیالات کی طاقت پر کوئی شخص شک و شبہ
کرے۔ یہ بجلی سے۔ روشنی سے۔ ہوا سے۔ آگ سے۔ پانی سے۔ سب سے زیادہ
طاقتور ہیں۔ جب ان کی تھرانے والی صدائیں گونجنے لگتی ہیں۔ ہر چہار طرف
کے نغمے گوشزد ہوتے ہیں۔ یہ خیالات کی اصلیت ہے۔ جہاں آج کل ہر قسم کے
خیالات پیدا ہو گئے ہیں۔ اُن میں ایک عورتوں کے استحقاق کا بھی خیال
امریکا اور یورپ میں زیادہ تر اس خیال کی لہریں پھیل گئی ہیں۔ خیال چاہے
ہو یا صحیح اس پر بحث نہیں۔ مگر خیال بطور خود اصلیت ہے اور جب وہ
پاؤں نکالیگا سب کو اُس کے زیر اثر آنا پڑیگا۔ آج کل امریکا میں جو خیال
بحث رہتا ہے وہ یہ ہے کہ عورتوں کو تکلیف ہے۔ عورتوں کے استحقاق کا
ہو رہا ہے۔ عورتوں کو مردوں کے برابر مساوی حقوق نہیں عطا کئے جاتے
عورتیں مردوں کی جائداد بنی ہوئی مصیبت کی زندگی بسر کرتی ہوئی قبل از
دنیا سے کوچ کر جاتی ہیں۔ ان خیالوں کا نتیجہ کیا ہو رہا ہے۔ شادیوں سے
کسی قدر کم طلاق کے مقدمے عدالتوں میں جاری رہتے ہیں۔ عورتوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انجمنیں جا بجا قائم ہیں۔ جن میں اصلی یا فرضی ظلم پر بحث ہوتی رہتی ہے۔ عورتوں کی نگاہ میں مردوں کی حیثیت جابرانہ۔ ظالمانہ۔ سفاکانہ اور وحشیانہ قرار دی جا رہی ہے۔ مذہبی خیالات میں سخت قسم کی ہلچل آ گئی ہے۔ مسیحی مذہب کے قانون جن کے موافق پادری شادی کرتے ہیں۔ ناجائز۔ ناواجب اور غلامانہ بتائے جاتے ہیں۔ اور ہر وقت اُن کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ عورتوں کو ہمیشہ راے دی جاتی ہے۔ شادی نہ کرو۔ مجرّد رہو۔ کوشش ہو رہی ہے۔ اس قسم کے قانون کا نفاذ ہو کہ شادی صرف دو یا تین برس کے لئے ہو اور وہ معاہدے کے طور پر ہو۔ مشروط ہو۔ زندگی بھر کے لئے عورتوں کو غلام نہ بنایا جائے۔ کوئی اولاد خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ کسی خاص شخص کی قرار نہ دی جائے۔ گورنمنٹ اپنے خرچ سے بچے خانہ کھول دے وہاں اُن کی پرورش کی جائے۔ دائیاں نوکر رکھی جائیں۔ ماتاؤں کو دودھ پلانے کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔ عورت و مرد اپنی روزی کمانے کا مجاز ہو کوئی کسی کا محتاج کیوں رہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ چند خیالات ہیں۔ جو آج کل امریکا میں بالخصوص زور کے ساتھ اشاعت پا رہے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں عورتوں کے حقوق کے متعلق چند قسم کی شکائتیں پہلے سے موجود ہیں۔ مثلاً صغر سنی کی شادی کی ممانعت ہو۔ بیواؤں کی دوسری شادی کا جواز ہو۔ لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کیا جاوے وغیرہ وغیرہ۔ مگر جب ہم شائستہ و مہذب دنیا کے حالات پڑھتے ہیں تو ہم تو اپنی حالت بھول جاتی ہے اور ہم ششدر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں جو خیالات کی لہر کام کر رہی ہے وہ مضبوط نہیں ہے۔ کیونکہ مخالف اثرات کے زیر رسوخ رہنے کی وجہ سے ہم میں کافی توانائی نہیں آنے پاتی۔ نہ ہم اپنے ارادوں میں پوری پوری کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ تاہم مادہ اُبھرنے کی طرف رجوع ہے۔ اور اگر اعتدال کے ساتھ کام کرنے لگ جائے تو کس کو شک ہو سکتا ہے کہ اُس سے زیادہ فائدہ نہ حاصل ہوگا۔ مگر ہم کو خوف ہے۔ کہیں امریکا کے نئے خیالات کا یہاں بھی زور کے ساتھ اثر نہ آ جائے۔ ورنہ ہمارا وہی حال ہوگا جو ہجوم و میلے کے وقت کمزور و بوڑھے آدمیوں کا ہوتا ہے۔ ان سے بچاؤ تو کسی حالت میں ممکن نہیں ہے۔ جلد یا دیر میں "طوفان نوح" کا اثر کل

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دنیا میں پھیلیگا۔ لیکن اگر ہم اس دانا اور عاقل نبی کی طرح موقع و محل کو سمجھ
پیش بینی کے ساتھ ایک جہاز بنا رکھیں جس پر چڑھ کر اپنی حفاظت کر سکیں
شاید بہت بہتر ہوگا۔ ہندوستان میں اس وقت دو سوسائٹیاں سوشیل اصلا
کی دعویدار ہیں۔ ایک برہمو سماج جو یورپ کے تہذیب کی مقلد ہے۔ دوسری آ
سماج جو ایک طرف ضرورت کے موافق مصلحت وقت سمجھ کر یورپ کی شائستگی کے
سبق سیکھنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ ایک میں انتہا کی تقلید پرستی ہے دوسری
قومی شان کو قائم رکھتی ہوئی صرف اُن باتوں کو اپنے میں جذب کرنے کی متمنی
جن کو زمانہ کی موافقت کی وجہ سے اپنا کر لینا لازمی ہے۔ مگر باریک بین دیکھ رہے
ہیں۔ کہ وہ اثرات کی لہریں جو امریکا میں اٹھ رہی ہیں۔ کم و بیش اپنی قابلیت
قبولیت کے درجہ کے موافق بحر ہند کے ساحلوں سے بھی آ کر ٹکرا رہی ہیں۔
میں سے اس وقت ہم صرف ایک تعلیم کے مسئلہ پر غور کرتے ہیں۔ جو عورتوں کی
کا رُخ ایک خاص سمت کی جانب موڑ رہا ہے۔ تعلیم ضرور ہونی چاہیئے۔ تعلیم
استحقاق ہر کس و ناکس کو ہے۔ مرد ہو خواہ عورت۔ غریب ہو یا امیر سب کو پڑھنا
چاہیئے۔ ہماری موجودہ کمبختی صرف تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ تعلیم کی عامیت
وعظ سب سے پہلے تواریخی دنیا میں بُدھ دیو نے دیا تھا۔ اور آج کل کی طرح عا
مروجہ زبان میں وہ تعلیم دیا کرتا تھا۔ اُس کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا۔ ملک میں
جگہ ہزاروں کی تعداد میں وہار (خانقاہیں) بن گئے۔ بلا فیس لئے ہوئے بھکشو
اور بھکشونی محبت اور پریم سے لڑکے اور لڑکیوں کو اپنی پدرانہ و مادرانہ گود میں لیکر
پڑھانے لکھانے لگے۔ علم کا عام رواج ہو گیا۔ مرد و عورت سب پڑھے لکھے
سب مہذب اور شائستہ تھے۔ اور وہ زمانہ دنیا کی تہذیب کا نصف النہار سمجھا جا
تھا۔ ایسی شائستگی کا دور اس وقت سے پھر کبھی نہیں آیا۔ موجودہ تہذیب
بھی لوگ اُس کا رشک کرتے ہیں۔ مگر آیڈیل عہد کے واپس لانے میں مہذب
گورنمنٹیں و مہذب قومیں اب تک کامیاب نہیں ہوئی ہیں اس وقت کی سنسکرت
یا پراکرت کے ناٹک سے عورتوں اور مردوں کی تعلیم کے حال کا پتہ لگتا ہے۔ بدھ
کا قول ہے۔ قوم کے زندہ رکھنے کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔ بزرگوں کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تنظیم۔ ملنا جُلنا باہمی جلسے کرتے رہنا۔ اور تیسرے عورتوں کی روشن ضمیری اور شرکت سے فائدہ اٹھانا۔ یہ تینوں باتیں تعلیم کی محتاج ہیں اور اس لئے بُدھ مذہب دنیا کے تعلیمی مشن کا سب سے زیادہ زبردست پیش امام بن کر آیا تھا۔ اس تعلیم کا ماحصل جو کچھ تھا۔ وہ اس وقت کی عورتوں کے طرز معاشرت میں موجود تھا۔ اس کی جھلک اب تک بھی کم و بیش ہماری عورتوں میں موجود ہے۔ جس کی تصویر کھینچنے کی کوشش ہم نے اپنے سترہ اٹھارہ کتابوں میں جو عورتوں سے مخصوص ہیں کی ہیں۔ مگر اس کے بعد دوسرا زمانہ آیا۔ خود غرض۔ کمینہ پن اور شیطنت کی عملداری آئی۔ عورتیں جاہل بنائی گئیں۔ سواء پوجاریوں اور ایک آدھ برائے نام اہل قلم قوموں کے سب سے پڑھنے لکھنے کا ادھکار چھین لیا گیا۔ نتیجہ جہالت ہوئی اور اُس کے سلسلہ میں ہماری جو کچھ دُرگت ہوئی یا ہو رہی ہے اظہر من الشمس ہے۔ محتاج بیان نہیں۔ اس لئے ہم تعلیم کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ مگر تعلیم سوچ سمجھ کر دینی چاہئے۔ تقلید و نقل کرنے سے گریز کر کے ہم کو دنیا میں اپنی حیثیت اور اپنا مشن سمجھ کر عورتوں کو بالخصوص تعلیم دینا چاہئے ٭

امریکہ کہتا ہے۔ عورتیں آزاد ہوں۔ کسب معاش کی قابلیت پیدا کریں۔ مردوں کی دست نگر نہ ہوں۔ سُننے میں یہ سب باتیں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر انجام کیا ہوگا؟ وہی جو آجکل یورپ و امریکہ میں نظر آرہا ہے۔ آزادی کے میں بیجا کارروائیاں ہوتی ہیں۔ عورتوں سے پریم و محبت کا مادہ کافور ہو رہا ہے۔ بعض جگہوں مثلاً فرانس میں سفلی و نفسانی زندگی کی خوفناک صورت دیکھ کر خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور سب سے زیادہ مہیب وہاں کے خاندانوں کی قطع نسل کا سامان ہے۔ جس کی اب بہت شکایت کی جاتی ہے۔ عورتیں کسب معاش کے لئے موضوع ہوئی ہیں یا نہیں یہ ایک اس قسم کا سوال ہے۔ جس پر معمولی طور پر بحث کر کے فیصلہ نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس سے ہماری خانہ داری کی بدگیوں کا کیا حال ہو جائیگا۔ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ کاروبار کی ذمہ داری انسان کو سخت دل بنا دیتی ہے۔ وہ ایک طرح پر وحشی ہو جاتا ہے۔ اس کی عورتیں پوری کرتی ہیں۔ کاروبار کا لطف بھی اُن کو نہیں ملتا۔ جو تنہائی یا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تجرید کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اس لئے اگر عورت نیک ہے سلیم الطبع ہے
دھرماتما ہے تو وہ مرد کے اخلاق پر اپنے پاک اثر کا عکس ڈال کر اس کو بھی
بنا سکتی ہے۔ اور بناتی ہے اور آسانی سے زندگی کے اعلےٰ مقصد کی طر
دونوں بتدریج چلے جاتے ہیں۔ ہر کام کے دو پہلو ہوتے ہیں روشن اور
اس بات کو ہم جانتے ہیں۔ چار دیواری کے اندر رہنے والی عورتوں کے مقا
وہ عورتیں زیادہ محتاط اور ہوشیار ہو سکتی ہیں جو باہر آتی جاتی ہیں اور آز
کے زمانہ میں ان کو حفاظت خود اختیاری کی تعلیم بھی سخت ضروری ہے
کا انتظام اور طرح سے بھی ہو سکتا ہے۔ پردہ کے اندر مقید رکھنا تو ہمارے
واجداد کا کبھی اصول ہی نہ تھا۔ عورتوں کو یہ استحقاق ضرور ملنا چاہئے
مکان کے باہر کے حالات سے واقفیت پیدا کر سکیں۔ اور اُن کو اس قسم
تعلیم ملے جو اُن کے دل و دماغ کو وسیع بنا دے۔ وہ استری پن کی عظمت
سمجھیں۔ ان کو معلوم رہے دنیا کی کیا حالت ہے اور اُن کو کس ڈھنگ
چاہیئے۔ تعلیم کا دوسرا سبق یہ ہو کہ وہ خانہ داری کے فرائض بخوبی ادا کر
علے العموم سب سے زیادہ مدرسہ نسوان میں اس ضروری شعبہ کو بالکل
کر دیا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ ہر قاعدہ میں مستثنیات کا ہونا لازمی امر
اگر دس بیس عورتیں ہر ضلعوں میں ایسی ہوں جو اپنے خاص حالات
سے طبابت یا اور کسی قسم کے صیغوں میں ملازمت کر سکیں یا سکولوں
لڑکیوں کو تعلیم دیں تو چنداں مضائقہ نہیں لیکن عام طور پر عورتوں کے
میں امریکہ وغیرہ ملکوں کی آزادی کا خیال حلول کرنا دراصل اُن کو خود کشی
سبق سکھانا ہے اور اپنی پریشان حال قوم کی ہستی کو اور بھی زیادہ معرض
میں ڈالنا ہے۔ انگریز میمیں اور مسیں آج کل ڈاکخانجات۔ تار گھروں
کلرک اور تار بابوؤں کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ یورپین اور دیسی
عورتوں کا خیال بھی اس طرف رجوع ہے۔ لیکن آپ یقین رکھئے اگر ان
قسمیہ پوچھا جائے تو یہ کبھی نہیں کہینگی کہ ہم خوش ہیں۔ جب وہ دفتر
ہیں اُن پر سب کی نگاہیں پڑتی ہیں۔ آوازے کسے جاتے ہیں۔ یہ حالت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

پھر بھی آزادی کے غلط خیال سے وہ کسب معاش کی دُھن میں ایسی اسامیوں کے واسطے کوشش کرتی رہتی ہیں۔ مرد و عورت کے تعلقات نہایت نازک ہوتے ہیں کون کہہ سکتا ہے ان بیچاریوں کو اپنے بالادستوں کے زیر اثر آنے اور تکلیف پانے کا خطرہ نہیں ہے؟ تجربہ بالکل اس کے برخلاف ہے۔ پھر ہم سب کو غور کرنا چاہیئے کہ قدرت نے عورتوں کو کس طرح موضوع کیا ہے۔ مہینہ میں وہ کئی دن تک مکان کے باہر کام کرنے کے قابل نہیں رہتیں۔ وضع حمل کی وجہ سے وہ مدت تک کے لئے بیکار محض بن جاتی ہیں۔ بچوں کی پرورش کا بار قدرتی طور پر ان کے ذمہ ہے۔ یہ اُن کے اوپر مردوں کا ظلم نہیں ہے۔ بلکہ قدرت نے ان کو اسی طرح بنایا ہے۔ اور اس لئے اُن کو اپنی حیثیت سمجھکر اُسی پر قانع رہنا چاہیئے۔ یورپین و یورپشین وغیرہ کے طرز معاشرت بھی ہم سے جداگانہ ہیں۔ ان کے لڑکیوں کی شادی ماں باپ نہیں کرتے۔ لڑکی خود شوہر کی تلاش کرتی ہے۔ اکثر نوکری کے بہانہ اس قسم کی کارروائی بھی ان کے درمیان ہوا کرتی ہے۔ ہم اس سے محفوظ ہیں۔ اس بات میں ہمارے اور اُن کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے یورپ و امریکہ کے ملکوں میں جہانتک کاروباری عورات سے تعلق ہے اکثر زیادہ حالتوں میں دیکھا گیا ہے اُن کی زندگیاں صفر تھیں۔ خوشی مفقود۔ زندہ دلی کا نام خوبصورتی کی لطیف روح جو صرف عورتوں ہی سے مخصوص ہے غائب ہے۔ ان سب کو مدنظر رکھ کر ہم کو احتیاط کرنا چاہیئے کہ ہم مغرب کے خیالات کی صرف روح کو اپنے درمیان آنے دیں اس کے کثیف اور مادی اثر سے کنارہ ہو کر رہیں خیالات کا تو آنا امر لابدی ہے لیکن اگر ہم ہوشیاری سے کام لیں تو صرف اس کے بہتر حصہ کو اپنے میں شامل کر کے باقی کو چھوڑ دیں۔ ہماری لڑکیوں کی تعلیم ضرور ہو لیکن اس قسم کی ہو جو ہمارے قومی آیڈیل کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ ہم چاہتے ہیں ہم میں سیتا۔ ستی۔ پاروتی۔ دمینتی۔ پدمنی وغیرہ کی طرح عورتیں پیدا ہوں۔ جو شرم کرم۔ خاندانی عزت۔ قومی ہستی کی سچی محافظ ہوں اور وہ اس حیثیت میں اپنی اولاد اور مردوں کو سچے راہ پر رہنے کی ہدایت کرتی رہیں۔ اسی طرح حالات کے دوسرے استحقاق کی نسبت سمجھ لینا چاہیئے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک امریکہ نواسی بھائی کا خط

پیارے ہم وطن بھائی پال۔

آپ نے ہم دور بیٹھے ہندوستانیوں سے جو ہمدردی ظاہر کی ہے اس میں تہ دل سے مشکور ہوں۔ بلنکھم و وینکوور وغیرہ مقامات پر جو بدسلوکی انگلش لوگوں نے ہم ہندوستانیوں کے ساتھ کیا۔ آپ کے خیال میں لوگوں کے کیرکٹر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ بے شک ہم لوگوں میں کیرکٹر کی کمی لیکن بالکل ملزم نہیں ہیں۔ انڈیا اور امریکہ کے درمیان ہزاروں میل فاصلہ ہے۔ کتابوں سے کسی قوم کے کیرکٹر کو معلوم کرنا درست و تسلی بخش ہوتا۔ امریکن لوگوں کا اخباری کیرکٹر آپ کو معلوم ہے۔ اور وہ بھی ہندو نوجوانوں کا بے سر اگیت۔ جو وہ امریکہ سے بیٹھے ہوئے ہندوستانی اخبار میں نکالا کرتے تھے۔ ناتجربہ کار نوجوان تو الگ رہے۔ سوامی تیرتھ رام ایک دفعہ لکھا تھا۔ کہ ایک امریکن لڑکی شہر سے تین چار میل کے فاصلہ جنگل میں مقیم رام کے درشن کی خاطر پا پیادہ آیا کرتی تھی۔ مجھے مرحومہ کی چٹھی کے پورے الفاظ یاد نہیں ہیں لیکن اُن سے مطلب یہ نکلتا تھا ۱۶ سالہ امریکن لڑکیوں کی زندگی نہایت پاک اور حوصلہ افزا ہوتی ہے اور گورے رنگ سے چندھیائے ہوئے نوجوان طالب علموں نے تو اپنے پر کو دیوتا بنا دیا۔ مجھے ان باتوں سے تعجب نہیں۔ گورا رنگ بھی ایک نعمت اگر گورے رنگ کے ساتھ طبیعت بھی نیک ہو تو دنیا فرشتہ بنا دیا کرتی ہے گورے رنگ سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو جائے تو وہ مظلوم کالے رنگ پر دیا جائیگا۔ یہ عام بات ہے مجھے ثبوت دینے کی ضرورت نہیں ؛

راقم بھی ہندوستانی نوجوانوں کی امریکن چٹھیاں بڑے شوق سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا۔ اور اس کے دل میں امریکن لوگوں کے بوجہ اُن کی پاکیزگی۔ فراخ
حوصلگی۔ علمیت۔ ہمدردی۔ حب وطن۔ حب دنیا وغیرہ وغیرہ نیک اوصاف
کے عزت پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن امریکہ میں آکر اسے معلوم ہوا کہ یہاں پر جاہل
سے جاہل اور کیرکٹر سے گرے ہوئے لاکھوں لوگ موجود ہیں۔ رنگ کا جھگڑا
جس کے ماننے میں آپ کو تامل ہے۔ انڈیا بیٹھے معلوم نہ ہوگا۔ سان فرانسسکو
کا ٹکٹ لیجئے اور خود اپنی آنکھوں ملاحظہ کر لیجئے +

یہاں پر کئی ہندو مسلمان ہیں جو اپنے آپ کو عرب۔ فارس۔ ترکستان۔
افریقہ کے باشندے بتلا کر گزارہ کر رہے ہیں۔ اُن کا کیرکٹر کسی حالت میں تسلی
بخش نہیں ہے لیکن وہ عزت سے ہیں۔ کیونکہ امریکن لوگوں کو اُن کے ہندو
ہونے کا علم نہیں ہے۔ ہندوستانی کہلاویں تو مکان۔ روزگار دونوں سے ہاتھ
دھوویں۔ اور بے عزتی مفت میں ہو +

ہمیں امریکن لوگوں سے اتنی تکلیف نہیں جس قدر انگلش۔ اٹلین۔ پرتگیز
اسپانی لوگوں سے ہے۔ یہ یورپ کا فضول حصہ جب امریکہ میں داخل ہوتا ہے
چند دنوں میں ہی تکبر و بیہودہ غرور سے پھول جاتا ہے۔ امریکن نام کی دُم
کر اپنی اصلی سرشت کو بھول جاتا ہے۔ اور ہم ایشیائی لوگوں کو نظروں نیچے
بھی نہیں چاہتا +

کچھ عرصہ ہوا۔ ایک چینی طالب علم نے کوسموپلٹن نامی امریکن میگزین
میں شکایت کی تھی کہ وہ امریکن لوگوں کو اپنے ملک میں مکمل انسان سنتا تھا۔
لیکن یہاں آن کر اُسے معلوم ہوا کہ ان میں بھی کیرکٹر سے محروم جاہل بدمعاش
بھرے پڑے ہیں۔ مجھے اس چینی طالب علم کے بھولے پن پر ہنسی آتی
ہے کہ اُس نے امریکن لوگوں کو مکمل انسان کس وجہ سے سمجھ لیا۔ مانا یہ لوگ
میٹریل دُنیا میں حیرت انگیز ترقی کر گئے ہیں۔ دنیا میں سب سے دولت مند
ہیں۔ دنیا میں سب سے خوبصورت ہیں اور انسانی آرام و آسائش کے لئے
سماج کی قربانیاں کر رہے ہیں۔ دنیا کے مقابلہ میں یہاں پر بڑھ چڑھ کر عالم
سفر۔ محب وطن۔ محب دنیا۔ نیک دھرماتما لوگ کثیر التعداد میں موجود ہیں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن ہم کسی حالت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ لوگ مکمل انسان ہیں یہ لوگ
پینے میں آزاد ہیں۔ عموماً دل نیک رکھتے ہیں ٭

میں ہر روز ایک بوتل شراب پینے والے اور ایک سیر ہر طرح کے مانس
والے امریکن کو موجودہ دو وقت سندھیا کرنے والے کسی آریہ سماج کے ممبر سے
سمجھتا ہوں۔ میں ان لوگوں کے نیک اوصاف کا مداح بھی ہوں لیکن جو فرق
ان کے درمیان موجود ہیں اُن سے منکر نہیں ہوں ٭

امریکہ آنکر سب سے پہلی بات جس نے راقم کے دل و دماغ پر اپنا اثر کیا
گورے رنگ کا جھگڑا تھا۔ اگر تمام امریکن قیافہ شناس مان لئے جائیں تو
ہم کیرکٹر سے گرے ہوئے ہندوستانی لوگوں سے نامناسب سلوک کرنے پر بے
سمجھے جانے چاہئیں۔ لیکن جب تک کسی کو ایذا نہ پہنچائی ہو۔ کوئی شخص ہمیں
نہیں گردان سکتا۔ ہمیں انسانی حقوق سے محروم نہیں کر سکتا۔ لیکن ہم کو
حقوق سے محروم کیا جاتا ہے کیونکہ ہم ہندو ہیں۔ ہم ایشیائی ہیں۔ جس جگہ
راقم نے ۱۰ مہینے کام کیا اور اپنے آپ کو پریکٹیکٹ جنٹل مین کہلوایا پہلے دن
انسٹی ٹیوشن کی منتظمہ لیڈی نے اسے ہندو جان کر کام دینے سے پس و پیش
تھا اور دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے :-

راقم - کیا آپ کے ہاں فلاں کام ہے ٭

منتظمہ - ہاں ہے - کیا تم اس کام کو کر سکتے ہو ٭

ر - ہاں میں کر سکتا ہوں ٭

م - کیا تم نے آگے بھی سخت کام کیا ہے ٭

ر - میں ابھی انڈیا سے آرہا ہوں اور آتے ہی ایک جگہ پر تین دن
کیا تھا وہاں کام بند ہو گیا تو پھر تلاش میں نکلا ہوں ٭

م - تم کمزور معلوم ہوتے ہو - شاید تم اس کام کو نہیں کر سکو گے ٭

ر - میں سمجھتا ہوں - میں یہ کام کر سکتا ہوں ٭

م - (ذرا گھبرا کر) چونکہ تم ہندو ہو - تمہیں اس کام میں مشکل ہوگی

ر - (مایوس ہو کر) جب میں انڈیا میں تھا تو امریکہ والوں کو فخر تھا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوپلیٹن سنا کرتا تھا لیکن اب اس آزادی کی سرزمین پر آکر معلوم ہوا کہ
عاملہ غلط ہے۔ بالکل دور کے ڈھول والا معاملہ نکلا۔ آپ مجھے دو دن کام پر
ز مالو۔ اگر میں تسلی بخش کام نہ کر سکا تو نکال دینا ٭
م۔ (شرمندہ سی شکل میں) مجھے تو کوئی اعتراض نہیں میں ڈرتی ہوں
ہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہاں پہ انگلش۔ جرمن۔ امریکن وغیرہ یورپین لوگ مزدور
ہیں۔ وہ تمہیں تکلیف نہ دیں ٭
ر۔ اگر میرا دل صاف ہے تو مجھے کسی کی مخالفت کا ڈر نہیں۔ میرے سے کوئی
بلا وجہ فساد نہیں کر سکتا ٭
تب راقم کو کام ملا۔ اور پیچھے دو ہندو اور اسی جگہ کام کرتے رہے ٭
اگر پگڑی پہن کر کوئی شخص سان فرانسسکو میں روزگار کی امید سے نکلے تو
سوائے یاوسی اور ناحق کی تکلیف کے کچھ پلے نہ پڑیگا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے
سان فرانسسکو میں ایک پگڑی پوش بھی روزگار پر نہیں ہے۔ ایک دن چار پانچ
گھاگ میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے میرے کام کرنے کی جگہ پر آگئے۔ تمام طرف سے
عورتیں مرد انہیں دیکھنے لگے۔ میری غیر حاضری میں منتظمہ نے ان لوگوں کو میرے
مکان سے نکال دیا۔ آپ ہی فرمائیے کہ یہ لوگ فیشن و رنگ کے غلام نہیں ہیں۔ مجھے
کھولتے رنج آتا ہے۔ اور اندڑیا بیٹھے آپ کی سمجھ میں یہ بات بیٹھنی مشکل
ہے۔ نہ امریکن بھی کالے گورے رنگ کے جھگڑے میں مشغول ہیں۔ اور کالے
اہل ایشیائی تکلیف میں ہیں۔ اگر ہم مکان نہ ملنے کی وجہ سے نیچے ساتھ رکھیں
کسان ہمیں اپنے کھیت میں خیمہ نہ لگانے دیگا۔ کیونکہ ہم ہندو ہیں۔ اور شہر
کی حدود میں پولیس ڈانٹتی ہے۔ سیکرمنٹو میں دس بارہ آدمی اسی وجہ سے قید
کر لئے گئے۔ کہ انہوں نے شہر کے پاس خیمہ لگایا تھا ٭
اس میں شک نہیں کہ کیرکٹر کو رنگت پر فوقیت ہے۔ اگر ہم ہندوستانیوں
کا کیرکٹر ہوتا تو بلنگھم میں ۵۰۰ سکھ بھیڑ بکری کی طرح شہر سے نہ بھگائے جا سکتے
ولایت کو میں بھی ایسا ہی حال ہوا۔ ہندوستانی مزدوروں کو اطلاع مل گئی۔ کہ
آج رات تمہارے پر حملہ ہوگا۔ انہوں نے برٹش کونسل سیاٹل میں مدد کے لئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تار دیا۔ جواب آیا "ہم اس معاملہ میں کچھ نہیں کر سکتے"۔ اور راتوں رات ہم کیسے
سے گرے ہوئے ہندوستانیوں کو شہر بدر کر دیا گیا۔ انہی دنوں چینی جاپانیوں
ونیکودر میں حملے ہوئے ایشیائی لوگوں کا ہزاروں کا نقصان ہو گیا۔ لیکن چینی جاپانی
آزاد گورنمنٹ رکھتے ہیں۔ امریکہ میں ان کی بڑی بڑی جائدادیں ہیں۔ سالوں
بیوپار چلا رہے ہیں۔ بال بچے پاس ہیں۔ انہیں حوصلہ ہے کہ گورنمنٹ مدد گار
ہے۔ مجبور ہو کر سفید لوگوں کے مقابلہ میں نکل پڑے اور زور سے فساد کو
کیا۔ لیکن ہمارے مزدور بھائی انڈیا سے ہی گورنمنٹ کے ٹکسوں اور ساہوکاروں
کے ظلم سے ستے ہوئے نکلتے ہیں اور ان کا مدعا دلی یہ ہوتا ہے کہ دو تین سال
کر کے واپس ملک ہو جائیں یہاں پر دن کٹی کرنا چاہتے ہیں اگر آرام سے
جائے۔ اگر مقابلہ کر بھی بیٹھیں۔ تو پیچھے کوئی مددگار نہیں۔ جب ونیکودر میں
ایک انگریز نے مسمی پرتاب سنگھ کو گولی کا شکار بنایا تو سیکرٹری ہندوستانی ایسو
سی ایشن نے دیوان امرتسر کو جوابی تار دیا۔ لیکن آج تک جواب کا انتظار ہے
ہندوستانی ایسوسی ایشن نے اس کیس کو چلایا۔ وکیل کھڑا کیا جس میں دو
روپیہ کے قریب خرچ بھی ہو چکا ہے۔ اگر برٹش گورنمنٹ سے مدد کی امید ہو
بھی ہمیں حوصلہ ہو کہ ہم ہندوستانیوں کی قربانی کچھ نتیجہ لائیگی۔ لیکن ہمیں نہ
گورنمنٹ سے کچھ امید ہے نہ انڈیا والوں سے۔ بیچارہ منشی رام "انڈیا ہاوس" کے
روتا پیٹتا امریکہ میں ہی مر گیا۔ لیکن کیا ہندوستانی اخبارات نے سوائے اس
اپیل چھاپ دینے کے کوئی مدد کی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کسی اخبار نے دو
کا نوٹ تک نہیں دیا تھا۔ کیا کسی راجہ بابو نے مدد کی ✦

اب اوک لینڈ میں ہندوستانی مسافروں کے لئے ہندوستانی ہوٹل
ہندوستانی گروسری سٹور۔ ہندوستانی ایمپلائمنٹ ایجنسی کھلے ہوئے ہیں۔ اور آپ
حیران ہونگے کہ یہ کام سیلف سپورٹنگ طالب علموں کے غریب روپیہ سے کھلے ہیں
بھولا بھٹکا ہندوستان فرانسسکو یا اوک لینڈ میں پولیس کو مل جائے ہندوستانی
ہوٹل میں بھیج دیا جاتا ہے ✦

بھائی پال۔ سب سے زیادہ افسوس ہمیں آپ اخباری لوگوں پر ہے۔ جو دو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیٹھے ملکی لوگوں سے بالکل بے پرواہ ہیں۔ جو لوگ آنکھوں سامنے مرتے لوگوں سے بے پرواہ ہیں۔ وہ دور بیٹھوں کے دکھ میں کبھی شریک نہیں ہو سکتے۔ صرف آپ کا قلم ہے۔ جو امریکہ کے چارلس ایڈورڈ رسل کی طرح مظلوم خلقت کو اٹھانے انہیں انسانی حقوق دلانے کے لئے پورے زور سے کام کر رہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا جو لوگ ذات پات کی زنجیروں میں گرفتار ہیں۔ ملکی آزادی کیسے حاصل کر سکینگے کوئی قوم ہے جس کے طالب علم ہم جیسے جھمیلوں میں پھنسے ہوئے ہوں۔ کیا ہمیں آپ لوگوں سے مشکل پر کسی مدد کی امید ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہم صاف کہتے ہیں۔ ہم ہندوستانی یہاں پر انڈیا سے بُری حالت میں ہیں۔ یہاں اوک لینڈ میں پرتگیز وغیرہ قوموں کے شریر لڑکے راہ چلتے ہندوؤں پر کنکر پھینکا کرتے تھے۔ ایک سکھ کے پیچھے دس بیس لڑکے ہوتے اور اینٹ پتھر برساتے ہوئے بیچارے کو گالی سے بھگا دیا کرتے۔ ہم کیرکٹر سے محروم ہندوستانیوں کا دم ناک میں آگیا تھا آخر ہندوستانی ایسوسی ایشن نے پولیس سے مدد مانگی۔ اور لوگوں کو کہا گیا۔ تمہاری اپنی گورنمنٹ نہیں جو تمہیں مشکل میں پھنسنے پر نکال سکے۔ تم خود ہی اپنی مصیبتوں کے کاٹنے اور صفایا کرنے والے ہو۔ بے عزتی سے موت بہتر ہے۔ اینٹ کا جواب اینٹ دوگے تو بچ سکتے ہو۔" دو تین موقعوں پر ان شریف لڑکوں کی گوشمالی کی گئی اب آرام ہے۔ یہاں پر پرتگیز۔ ہسپانی۔ اٹلین وغیرہ لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں آرہے ہیں۔ ان کیرکٹر سے گرے ہوئے لوگوں نے نیویارک کو ایک خوفناک شہر بنا دیا ہے۔ لیکن اگر امریکن گورنمنٹ سے پوچھا جائے کہ ہندوؤں سے اُسے کسی طرح کی تکلیف ہے تو گورنمنٹ کا نفی میں جواب سن کر ضرور تعجب ہوتا ہے کہ پھر اس قدر شور کیوں۔ یہ شور یہ نفرت یہ عداوت۔ یہ خونریزی کی سپرٹ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم ایشیائی ہیں۔ یہ غرور و نخوت میں سڑے ہوئے جاہل لوگ ایشیائی لوگوں کے جانی دشمن ہو رہے ہیں۔ تقریباً ہر جگہ ایشیائی لوگوں کے لئے روزگار کا دروازہ بند ہو رہا ہے۔ جس مل میں گزشتہ سال ساٹھ ستر ہندو کام کرتے تھے۔ آج وہاں دو ہندو رہ گئے ہیں۔ سفید لوگ ایشیائیوں کے ساتھ مل کر کام ہی نہیں کرتے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریل روڈ۔ لکڑی کے کارخانے۔ چاندی سونے و کوئلے کی کانوں میں جہاں گورے مزدور ایشیائیوں کے ساتھ کام نہیں کرتے ٭

اخبارات اور لیکچرار مزدور پیشہ لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی سے یہی پٹی پڑھا رہے ہیں کہ "امریکہ صرف سفید آدمی کے لئے ہے" معلوم نہیں کہ امریکہ کے اصلی باشندے (ریڈ انڈین) مشرقی حصوں زندگی گزار رہے ہیں۔ خدا نے انہیں کالا رنگ دیا۔ اور گورے انسان صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں۔ وہ گورے لوگوں کے ساتھ ایک گاڑی نہیں کر سکتے۔ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ ایک سڑک پر چل پھر نہیں بارکوں میں بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ کہ "اس بارک میں کسی نیگرو کو داخل اجازت نہیں ہے"۔ ریلوے گاڑیوں پر "سفید لوگوں کے لئے" "نیگرو کے لئے"، علیحدہ علیحدہ بورڈ ہیں۔ کیا آپ کو اب بھی گورے کالے رنگ جھگڑے کے موجود ہونے میں شک ہے ٭

اگر ہم ہندوستانی امریکہ میں ظلم اٹھا رہے ہیں۔ تو چینی۔ جاپانی طرح سلوک نامناسب کے شکار ہوتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں کیر کٹر کی دولت سے بے بہرہ ہے۔ جسے کم از کم میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ باقی رہا انڈیا کی آزادی کا سوال۔ جس کے متعلق میرا یہ خ کہ جس دن ۲۸ کروڑ ہندوستانیوں میں سے کم از کم دو کروڑ تعلیم یافتہ ذات پات کے غلیظ۔ بھاری۔ خوفناک زنجیروں کو توڑ دینگے۔ سوراج ہر در و دیوار پر بلند ہو کر انڈین فریڈم کی منادی کریگا۔ "تم دوسروں حقوق کی پرواہ کرو۔ نیچر تمہارے حقوق کی پرواہ کریگی" ٭

جاپانی لوگوں کی زندگی سے واقف ہونا ہو۔ تو جاپان کی سیر ضرو کون عیب ہے جو جاپانی لوگوں میں موجود نہیں۔ لیکن اُن میں حب نرالا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ دین و ایمان۔ مذہبی اعتقادات و رسومات کو مارنے والا۔ دنیا کی نظر میں بدمعاش آدمی بھی کیر کٹر سے خالی نہیں ہے کے دل میں حب وطن اور اُس کی پیٹھ میں مستقل مزاجی کی ہڈی موجود

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اخیر میں آپ نے بھی جوش سے لکھ دیا کہ "اگر تم نے ہندوستان میں واپس آن کر مجلسی اور سوشیل قیود میں پابہ زنجیر ہونا ہے۔ تو ہندوستان میں قدم رکھنے کی بجائے راستے میں ہی ڈوب مرو" میں اُس بھائی کی حالت پر افسوس کرتا ہوں جو امریکہ جیسے آزاد ملک سے واپس ہو کر پھر مجلسی یا سوشیل قیود میں پھنس جاتا ہے۔ میں ایسے آدمی کی ہمت پر لعنت بھیجتا ہوں۔ جو امریکہ میں بیٹھے ہوئے ہندوستان والوں کو گیدڑوں کا شور سناتا رہا۔ جس نے ظاہر کر دیا کہ اعلےٰ تعلیم بھی مدتوں تک آزادی کے کیرکٹر نہیں پیدا کر سکتی۔ جس نے انڈیا کی آزادی چاہنے والوں کو دامن کر دیا۔ کہ "انڈیا کی آزادی کیرکٹر سے ہوگی نہ کہ کاغذی باتوں سے" لیکن میں ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی شخص خویش و اقارب سے جدا ہو کر امریکہ کی مصیبتیں اٹھاتا ہوا تعلیم کی خاطر پانچ چھ سال گزارے اور پھر بوجہ کیرکٹر کے کمزور ہونے کے ہندوستان کی زمین پر قدم رکھنے کے بجائے سمندر میں ہی ڈوب مرے۔ دنیا میں ہزاروں شخص ایسے پڑے ہیں۔ جن کا کیرکٹر کمزور ہے۔ لیکن وہ اپنی ذات سے دنیا کو فیض پہنچا رہے ہیں۔

داس

رام ناتھ پوری

(اوک لینڈ۔ امریکہ)

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سچّا دان

(از شریمان وشنولال جی۔ ایم۔ اے)

مس ہیلن گولڈ امریکہ کی ایک امیرزادی ہیں۔ اُن کی جائداد قریب کروڑ روپیہ کی مالیت ہے اور اُن کی آمدنی قریب تیس لاکھ روپیہ سالانہ ہے باوجود اس ثروت کے مس گولڈ اپنے ذاتی اخراجات پر بہت ہی قلیل رقم صرف کرتی ہیں اور محض معمولی طور پر سادہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ لیکن اُن کو خیرات کا شوق ہے اور انسانوں کی تکالیف رفع کرنے میں اُن کو آنند آتا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ آدمی جس قدر دوسروں کی امداد میں کوشش کرتا جاوے اُسی قدر اُس میں خیرات کا شوق بڑھتا جاتا ہے۔

چھوٹی عمر میں مس گولڈ کو اُن کے والد کے ترکہ سے یہ جائداد کثیر ملی۔ چونکہ اُن کو دان کرنے کا شوق طفولیت سے تھا۔ اور شہرت پسندی سے نفرت تھی اُنھوں نے شروع سے ہی خدمت انسانی پر کمر باندھی اور اپنی جائداد کے انتظام کی قابلیت پیدا کرنے کی غرض سے قانون پڑھنا شروع کیا مگر امتحان دینا اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ اس میں پاس ہونے سے اُن کا تذکرہ اخبارات میں ہوتا۔ مس گولڈ کی خیراتوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ سب سے اول انہوں نے وُڈی کرسکٹ نامی ایک عالیشان مکان بنا کر اُس کو اُن بچوں کے لئے وقف کیا جو کہ انگ ہین یعنی لولے لنگڑے اندھے یا بدشکل ہونے کی وجہ سے ناکارہ ہو کر دربدر بھیک مانگتے یا جرائم پیشہ اشخاص کی صحبت میں بیٹھ کر اپنی زندگی غارت کرتے تھے۔ اس مکان میں مس گولڈ نے ایک آشرم قائم کیا ہے۔ جس میں تلاش کر کے ایسے بچے جن کو کوئی چھونا اور پاس بٹھلانا تک پسند نہ کرے جمع کیے جاتے ہیں اور اُن کی پرورش تا بلوغت ہوتی ہے۔ یہ آشرم ایک دریا کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, H

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کنارے ہے اور اُس کے متعلق نہایت خوبصورت باغات ہیں۔ جن میں بچے کھیلتے ہیں۔ اور اُس مادر مہربان کے سایہ عاطفت میں پرورش پاتے ہیں ✦

ابھی چند سال ہوئے جب امریکہ اور اسپین کے درمیان لڑائی ہوئی۔ مس گولڈ نے تین لاکھ روپیہ کا مال زخمی سپاہیوں کی امداد کے واسطے دیا اور پھر ہزار روپیہ امریکن کی قومی امداد کی ایسوسی ایشن کو عطا کیا۔ علاوہ بریں جس قدر سپاہی امریکہ کی فوج میں بھرتی ہوتے ہیں۔ اُن سب کو مس گولڈ کی طرف سے ایک چھوٹی تقطیع کی جیبی انجیل ہدیہ کی جاتی ہے۔ تاکہ سپاہی فرصت کے وقت اُس کو پڑھیں اور آتمک شانتی حاصل کریں۔ مس گولڈ اکثر بذات خاص جاکر فوج کے سپاہیوں اور اُن کے لڑکوں کو بائیبل کی خوبصورت جلدیں نذر کیا کرتی ہیں۔ بعد اختتام جنگ مس گولڈ نے اپنے ذاتی مکانات میں شفاخانہ کھول کر اُن سپاہیوں کا علاج کرایا جو کہ لڑائی میں زخمی ہوئے تھے اور اُن کے لئے آسائش کے ایسے ایسے سامان بہم پہنچائے جو سرکاری شفاخانوں میں ہرگز نہیں مل سکتے تھے ✦

تھوڑے دنوں کی بات ہے جب ایک شخص مسمی فرینک اسمتھ نے جو کہ ینگ مینز کرسچن ایسوسی ایشن یعنی بال کرسچن سبھا کا ممبر تھا ایک چھوٹا سا کلب ملاحوں کے لئے جاری کیا۔ اس کلب میں وہ ناخدا رہتے ہیں جو کہ جہاز کی سواری کرتے ہیں اور جب تک جہاز بندرگاہ میں رہتا ہے تب تک بوجہ کام نہ ہونے کے اُن کی تعطیل رہتی ہے۔ چونکہ ناخدا اسم بامسمےٰ لاابالی مذہب اور شرابی کبابی ہوتے ہیں۔ اور کوئی مقام سکونت ایسا نہ تھا جہاں وہ بیٹھ کر تفریح کرتے یار رہتے اس لئے وہ جا بجا مارے مارے پھرتے تھے اور انواع و اقسام کی بدعتیں کرتے رہتے تھے۔ فرینک اسمتھ نے اپنی کلب میں ان کے لئے رہنے کی آسائش اور تفریح کے جائز سامان مہیا کئے جس سے یہ ناخدا برائیوں سے بچیں اور آرام پاویں۔ مس گولڈ نے جب اس کلب کا ذکر سنا وہ فوراً خود گئیں اور اُس آشرم کو بہت پسند کیا۔ اُسی روز اُنہوں نے بارہ لاکھ روپیہ کا چیک اُس آشرم کو بھیج دیا۔ جس سے آشرم میں سو آدمیوں کے رہنے کا انتظام

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو گیا اور ایک عمدہ ہوٹل اور کتب خانہ۔ کلب۔ سیونگ بنک وغیرہ قائم
گیا۔ غور کیجئے کہ اس دان سے کتنی آتمائیں مگن ہوں سے بچکر سکھ کی بھار
بچوں سے مس گولڈ کو بڑا پریم ہے۔ جس دن مس گولڈ اپنی جاگیر کو
راکھس بری میں آتی ہیں اُس روز اُس گاؤں کے بچوں کا تیوہار ہوتا ہے
زمانۂ قیام میں وہ بچوں کے کئی جلسے اپنے مکان پر کرتی ہیں اور اُن کے
عمدہ کھانے اور مٹھائیوں کے علاوہ طرح طرح کے کھیل مہیا کرتی ہیں اور
اور موٹر گاڑیوں پر اُن کو چڑھا کر اُن کے دلوں کو محظوظ کرتی ہیں۔ اسکول
لڑکوں کے لئے اُنھوں نے ایک چھوٹا سا مکان بطور کلب بنا دیا ہے اور اُس
دروازہ پر ہدایت لکھ دی ہے۔ کہ کوئی لڑکا فحش یا بیہودہ کلمہ زبان پر نہ لا
غرض کہ مس گولڈ کے فیض سے ہر طبقہ کے لوگ مستفیض ہوتے ہیں
اُن کو اس بات کا بڑا خیال رہتا ہے کہ کسی کو اُن کے دان کی کانوں کان
ہونے پاوے۔ بنی نوع الانسان کی خدمت کرنا انھوں نے اپنا فرض سمجھ رکھا
اور اسی مبارک فرض کی ادائیگی میں وہ اپنی کثیر دولت کو لگا رہی ہیں۔

(ماخوذ از رسالۂ ماڈرن ریویو۔ ماہ جنوری ۱۹۱۱ء)

مضمون جس کا خلاصہ اوپر لکھا گیا پڑھکر ہر شخص کی نگاہ ہندوستان
دولت مندوں کی طرف پھریگی جن کی خیرات اس اصول پر مبنی ہوتی
خیرات کرنا چاہیے جس میں "پُن پر تشٹھا دونوں ہوں" اسی اصول پر
تقسیم ملازموں اور خوشامدیوں میں کر دی جاتی ہے جن کا دوسرا نام جوتشی
صاحب۔ رسوئیا وغیرہ وغیرہ ہے۔ کچھ دنوں سے یہ طریقہ بھی نکلا ہے۔
کھاتہ کا روپیہ جو لکشمی دیوی کھاتہ کے نام سے مشہور ہے لڑکیوں بھانجیو
کی شادی میں لگا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی دیوی ہیں۔ مثل ہے ہم
ثواب۔ نئی روشنی نے ایک اور طریقہ دان کا امراے عظام میں نکالا ہے
اصول وہی ہے جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا۔ اب یہ طریقہ نکلا ہے کہ لاکھ دو لاکھ
خیرات کے نام سے کسی اعلےٰ عہدہ دار کی خدمت میں اس درخواست کے
پیش کر دیا کہ حضور جس کار خیر میں چاہیں اس کو لگا دیں۔ چنانچہ اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

...راتوں سے صدہا نمائشی کام ہو رہے ہیں +

منوجی نے فرمایا ہے کہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خیرات میں لگاؤ اور اُن لوگوں کی امداد کرو جو اُس کے مستحق ہیں۔ اگر دائیں ہاتھ سے دو تو بائیں ہاتھ کو اُس کی خبر مت ہونے دو۔ دان کا روپیہ اگر کسی طرح سے دیگر کام میں آجاوے تو دانی کے اپرادھ کا کچھ ٹھکانہ نہیں +

اگر ہم منوجی کے حکم کے موافق دسواں یا اس سے کم حصہ اپنی آمدنی کا نکالکر علیحدہ رکھتے جاویں اور وقت ضرورت اُس کو خیرات کے کاموں میں لگاتے رہیں اور خرچ کرتے وقت یہ خیال رکھیں کہ سواے خیرات کے دوسری نیت سے اُس روپیہ کو خرچ کرنا خیانت ہے تو نہ صرف ہزارہا آتماؤں کو سکھ پہنچے۔ بلکہ ہم اپنی خاص آتما کے لئے بھی توشہ عاقبت مہیا کر سکتے ہیں۔ (گو کہ ایسا خیال بھی ایک درجہ معیوب ہے) +

مزید براں ہم اپنی قوم کو بربادی اور نیستی سے بچا سکتے ہیں۔ آریہ بھائیو۔ کیا تم مس ہیلن گولڈ سے کچھ بھی شکشا نہ لوگے۔ مس گولڈ لاکھوں بائیبل تقسیم کرتی ہیں۔ کیا تم یہ ضرورت بھی نہیں دیکھتے کہ ہر سال کے نئے گریجوئیٹوں کو ایک ایک جلد ستیارتھ پرکاش انگریزی نذر کردو جس سے اُن کی آنکھیں کھلیں۔ آنے والی نسلوں میں ست سناتن ویدک دھرم کا اپدیش کرنے کے لئے تیار ہوں؟ اگر تم ضرورت سمجھتے ہو تو جلد اپنی اپنی پرتندہ سبھاؤں میں یہ تحریک پیش کرو اور اُس کے پاس ہونے سے پہلے اپنی مثال سے دکھلاؤ۔ کہ تم اسی سال سے اس کام کو کر دکھانا چاہتے ہو۔ اگر تم چاہو تو دس ہزار جلد انگریزی ستیارتھ پرکاش ایک مرتبہ چھاپنے سے ایک روپیہ فی جلد پر تم کو وہ کتاب مل سکتی ہے۔ اوم شم +

وشنو لال شرما

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انوکھی رامائن

"پنڈت آتمارام جی ویدی کے مضمون کے جواب میں ہم اس دفعہ پنڈت پدم سنگھ جی کے مضمون کو درج کرتے ہیں ایڈیٹر" +

آج کل ترقی کا زمانہ ہے۔ ترقی کا ہنڈولہ اتنی تیزی و سرعت کے ساتھ جا رہا ہے۔ کہ اُس کے اندر واقعات تہ و بالا ہو رہے ہیں۔ نیچے کا عالم اوپر اور اوپر کا نیچے ہو رہا ہے۔ لکھوکھا برس پیشتر کے واقعات کا مسیحی صدی کے کسی نہ کسی میں ثابت کر دینا ایک عام بات ہو گئی ہے۔ اب تک تو یہ ایک عام اصول تھا کہ تواریخی واقعات میں ترقی یا ترمیم تنسیخ کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اب واقعات میں بھی ردوبدل ہونی شروع ہو گئی ہے۔ بہت سے مہاپرش رام و کرم جیسے مشہور عالم مہاپرشوں کی ہستی سے ہی انکار کرنے لگے ہیں۔ کوئی کی ہستی کے تو قائل ہیں لیکن اُن کے سوانح کو اس قدر الٹ پلٹ کر سامنے پیش کرتے ہیں۔ کہ باوجود اُن کے بار بار یہ بتلانے پر بھی کہ یہ مہاتما رام و کرم وغیرہ کی زندگی کے سچے واقعات ہیں۔ یہ یقین کرنا مشکل ہو اُنہیں رامچندر جی کے حالات بتلائے جا رہے ہیں جن کے سوانح کے رامائن آدی پرانی کتابوں میں مندرج ہیں یا کہ کوئی دوسرے رامچندر بیسویں صدی میں پیدا ہوئے ہیں۔ یا اُن کے ہاتھ کوئی پرانی اور سچی تواریخ ہے۔ خیر اس وقت ہم جس انوکھی رامائن کا ذکر کرنے لگے ہیں وہ "دو رام کا مقابلہ" ہے جو کہ ماہ مارچ کے اندر میں پنڈت آتمارام ویدی کے قلم سے اس مضمون کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے اب تک ہمیں ایسے تو بہت آدمی تھے۔ جو رامچندر جی کی ہستی سے ہی انکاری تھے۔ جن کے خیال میں وہ محض ایک فرضی شخص ہیں۔ لیکن شری ویدی جی رام چندر جی کی ہستی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں۔ لیکن اُنہیں مریادا پرشوتم نہیں مانتے۔ اُن کا درجہ راون سے بھی
مانتے ہیں۔ اُن کی رائے میں راون ایک راج رشی تھا۔ اور رام چندر ایک
معمولی آدمی۔ خیر ایں ہم غنیمت است۔ اُنہوں نے کسی صورت میں رامچندر
مانا تو سہی رام چندر جی کی آتما یہی کہکر اپنے دل کو تسلّی دے لیگی :۔

"گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے با ایں ہمہ
ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے"

ہمیں سخت تعجب ہے کہ پنڈت آتمارام ویدی نے یہ واقعات جو انہوں نے
رام اور راون کے مقابلہ میں درج فرمائے ہیں۔ کہاں سے لئے ہیں۔ کیا اُن کے
مہرشی والمیکی کے ہاتھ کا لکھا ہوا رامائن کا کوئی پُرانا نسخہ آگیا ہے۔ یا کوئی
مستند تواریخ مل گئی ہے۔ جس کی بنا پر انہوں نے یہ مقابلہ لکھا ہے۔ وہ
کونسے واقعات تھے جن پر آپ نے "گہری وچار کرکے" ایسے عجیب و غریب
نتائج اخذ کئے ہیں۔ جن کو سن کر بے ساختہ ہنسی آتی ہے۔ اور افسوس ہوتا ہے
کہ کوئی بھی ہندو یا آریہ کہلانے والا آدمی اپنے بزرگوں کے کارناموں سے اتنا ناواقف
کیسے ہوسکتا۔ جس ناواقفیت کا ثبوت آپ نے اپنے اس انوکھے مضمون میں دیا
ہے۔ کاش کہ آپ اس مقابلہ کے لکھنے سے پیشتر تلسی کرت یا والمیکی رامائن کو
کم سے کم دو چار مرتبہ بغور سُن ہی لیتے۔ رام اور راون کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ
نے مہاراج دشرتھ کے کیرکٹر پر بھی ریویو کیا ہے۔ جس کی اس مضمون میں چنداں
ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ مقابلہ سری رام چندر اور راون کا تھا۔ نہ مہاراجہ دشرتھ
اور راون کا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کسی شخص کو محض اس وجہ سے بھی قابل گرفت
ٹھہرایا جاسکتا ہو۔ کہ اُس کے باپ نے کوئی غلطی کی تھی۔ پہلے زمانہ میں ایک
سے زیادہ بیویاں کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ آپ نے بھی اسے
آگے چل کر نمبر ۹ میں تسلیم کیا ہے۔ گو آپ اُسے ویدک دھرم کے خلاف قرار دیتے
ہیں۔ یہ رواج صرف راجے مہاراجوں میں ہی نہیں تھا بلکہ بعض رشی اور مہرشی
بھی ایسا کرتے تھے۔ جیسا کہ مہرشی یاگیہ ولکیہ . . . . . کی دو استریاں تھیں۔
دوسرے نمبر میں "راجہ دشرتھ کی بیویاں معمولی درجہ کی تھیں" یہ ثابت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے کی بھی نہ معلوم آپ کو اس مضمون میں کیوں ضرورت پڑی۔ مہارانی کیکئی
طبیعت کی بُری نہ تھی۔ وہ رام چندر اور سیتا کو بہت پیار کرتی تھی۔ اس کے
دیکھئے تلسی کرت رامائن اجودھیا کانڈ چوپائی ۷ الغایت ۱۹۔ اور والمیکی
اجودھیا کانڈ سرگ ۷ و ۸ و رامائن منجری اجودھیا کانڈ اشلوک ۶۸۱ و
جہاں اُس نے رام چندر جی کی تخت نشینی کی خبر سن کر بڑی فراخدلی
خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اور ورغلانے والی منتھرا (मन्थरा) کو بہت
کہا ہے۔ یہ ایک تقدیری امر یا منتھرا کی بُری صحبت کا پھل سمجھنا چاہئے
بالآخر دُشٹا منتھرا کا جادو کیکئی پر چل گیا۔ اور وہ اُس کے بہکانے میں
آخر کو وہ بھی ایک انسان تھی۔ بشریت کے تقاضے سے بری نہ تھی۔ "
طمع دیدۂ ہوشمند" بڑے بڑے ویدک دھرم کے انوپائی اس مایا کے جال
پھنس جاتے ہیں۔ کیکئی تو بھلا آپ کہہ بھی سکتے ہیں کہ وہ رام چندر کو
کے لئے ضد کرنے سے معمولی عورت تھی۔ لیکن مہارانی کوشلیا کو یہ خطاب
کن وجوہات پر عطا فرمایا ہے؟ محض رونے کی وجہ سے ہی۔ ویدی جی
انصاف تو کیجئے۔ جس غریب کا لختِ جگر۔ آنکھوں کا تارا۔ اکلوتا اور گن
بن کو جا رہا ہو۔ کیا وہ روئے بھی نہیں؟ رام چندر جی کا بن باس محض
ماتا پتا کی باہمی رنجش کا ہی نتیجہ نہیں تھا بلکہ اس میں ایک یہ بھی مصلحت
کہ اُن دنوں بنوں میں راکشسوں نے بڑا اودھم مچا رکھا تھا۔ مُنیوں
آدی کریا نہیں ہونے پاتی تھیں۔ لہٰذا اس بہانے اُن کو سزا دلانی بھی
تھی جیسا کہ رامائن سے پایا جاتا ہے +

۳ و ۴ نمبر میں نہ معلوم کن صفات میں آپ رام اور راون کا مقابلہ
ہیں؟ بن باس کی حالت میں رام چندر۔ لچھمن اور سیتا کا کٹی بنا کر رہنے
میں رہنا امر مجبوری کیوں تھا۔ اُنہیں اس امر پر کس نے مجبور کیا تھا
وہ وہاں مکان بنا کر نہیں رہ سکتے تھے یا بھرت کی التجا کو قبول کر کے
واپس نہیں آ سکتے تھے؟ ایسا کرنے کے لئے سوائے دھرم کے اور کس بات
نے اُنہیں مجبور کیا تھا +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نمبر ۵ کا کیا مطلب ہے؟ کون بتلاتا ہے کہ سروپ نکھا سازش سے رام چند
کے پاس گئی تھی۔ کیا یہ کنیا دیوی سروپ نکھا شکار بھی کھیلا کرتی تھی؟ نہیں
راج یہ شکار کھیلنے یا تفریح کے لئے نہیں آتی تھی بلکہ وہین ونڈک بن میں
اپنے موسیرے بھائی کھر (खर) کے پاس بیوگی کی حالت میں رہا کرتی تھی۔
کہنے والمیکی رامائن اُتّر کانڈ۔ سرگ ۲۴ +

۵۔ نمبر ۵ کو پڑھکر آپ کی لاعلمی اور ناواقفیت پر خواہ مخواہ ہنسی آتی ہے۔ آپ
رام اور راون کا مقابلہ کرنے اور رامائن پر ریویو لکھنے بیٹھے ہیں پر آپ کو صحیح نام تک
کرنا نہیں آتا۔ سچ فرمائیے آپ نے کبھی رامائن کو دیکھا بھی ہے؟ پنڈت جی
راج سروپ نکھا نہیں شورپ نکھار (शूर्पनखा) کہئے۔ جس کے معنی
سروپ۔ چھاج کے سے ناخن والی ایک مکمل بدصورت عورت کے ہیں نہ کہ ایک
مکمل خوبصورتی کے۔ سروپ نکھا کوئی لفظ نہیں ہے۔ آپ چاہے کسی ہندی اور
سنسکرت پڑھے لکھے آدمی سے دریافت کر لیجئے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔
اردو رامائن کے مصنف نے بھی اپنی کتاب میں یہ انوکھا نام نہیں لکھا آپ
یہ کس سے سنا ہے ذرا پتہ تو دیجئے۔ اور یہ آپ نے کس جگہ پڑھا ہے کہ سرپ نکھ
خوبصورتی تھی۔ ہم آپ سے پرارتھنا کرتے ہیں۔ کہ کرپا کرکے والمیکی رامائن۔
سرگ ۱۸ کے اشلوک ۵ لغایت ۱۲ (शारदण्डा शाण्ड) کسی پنڈت سے پڑھوا کر سنئے۔ وہاں اس مکمل خوبصورتی۔ کنیا اور دیوی کا حلیہ
اس طرح درج ہے "شوپنکھا (خراب آنکھ والی) विरूपाक्षी
بھدے یا سرخ بالوں والی) विकृता (بدصورت)
(بدآواز) दारुणा (تندمزاج) वृद्धा (بوڑھی) दारुणा
شائستہ اور سخت گفتگو کرنے والی) दुर्वृत्ता (بدچلن)
(بدنظر)" رامائن منجری کا مصنف اس مکمل خوب صورتی کی فہرست میں
(سیاہ فام) اور (خوفناک منہ والی) اتنا اور
کرتا ہے (دیکھو آرنیہ کانڈ اشلوک ۵۷) ۔ سنا جناب نے! مکمل خوبصورتی
کوئی کسر باقی رہ گئی ہو۔ تو آپ پوری کر دیجئے۔ اس کا نام ہے۔ "دو چلے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بسم اللہ ہی غلط ہوئی" ٭

۶- نمبر ۷ لغایت ۲۰ میں آپ نے جس دلیری سے واقعات کا خون
اُسے پڑھ کر نہایت افسوس ہوتا ہے۔ اس "بوڑھی کنواری"[1] کو معلوم
رام چندر کی شادی ہو چکی ہے۔ کیونکہ اُس کے دریافت کرنے پر رامچندر
اپنا سب قصہ سنا دیا تھا۔ دیکھئے والمیکی رامائن آرنیہ کانڈ سرگ ۱۸
۱۵ و ۱۶ - یہ سمجھدار اور نکتہ رس نہیں بلکہ نہایت بیوقوف عورت تھی
باوجود اس کریہ منظر ہونے کے رام چندر و لچھمن جیسے نوجوان خوبصورت
راجکماروں کے جبراً گلے پڑنا چاہتی تھی۔ "آپ کی صورت تو دیکھا چاہئے
اچھا سوئمبر تھا جس میں یہ "کنیا دیوی" رامچندر سے کہتی ہے کہ "آپ
سے شادی کر لیجئے۔ آپ کی اس استری سیتا کو اور لچھمن کو میں مار کر
لیتی ہوں۔ پھر آپ اور ہم موج کرینگے" (دیکھئے اسی سرگ کے اشلوک
لغایت ۲۸) آپ ہی فرمائیے۔ رامچندر جی کا سر پھرا تھا۔ جو ایسی مرد
عورت سے شادی کر لیتے؟ یہ نکتہ رس اور سمجھدار دیوی بے شک اُجڈ
رامچندر اور لچھمن کے میٹھے مذاق کو بھی نہ سمجھ سکی۔ رام چندر جی نے اپنے
بلا ٹالنے کے لئے لچھمن کی طرف اشارہ کر دیا کہ اُن سے درخواست کرو کیونکہ
دیکھتی ہو کہ میرے پاس تو سیتا موجود ہے۔ لچھمن جی نے مسکراتے ہوئے
چاہی اور کہا کہ میں تو رام چندر جی کا داس ہوں۔ تو باؤلی ہوئی ہے کہ
داسی بننا چاہتی ہے۔ تو رام چندر جی کے ہی یوگیہ ہے۔ تجھ جیسی پری
پا کر رام چندر اس بدصورت سیتا کو چھوڑ دینگے"۔ اس معمولی مذاق کی
نکتہ رس اور سمجھدار نے نہ سمجھا اور پھر رام چندر جی کے سر جا ہوئی
کے گلے پر چھری پھیرتے ہیں۔ جبکہ نمبر ۱۶ میں آپ یہ ارشاد کرتے ہیں کہ
نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس نردوش کنیا۔ مکمل خوبصورتی بلکہ خوبصورتی کی

[1] یہ کنواری نہیں تھی بلکہ اس کا بواہ . . . . . وڈیوت جہو کے ساتھ
تھا۔ دیکھو والمیکی رامائن اُتر کانڈ سرگ ۱۲ شلوک ۱ و ۲۔ اور ایک لڑائی میں راون کے
لڑتا ہوا اُس کا پتی مارا گیا تھا۔ مفصل دیکھو اُتر کانڈ سرگ ۲۴ ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کاٹ ڈالا الخ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" آیئے آپ ہمارے ساتھ ساتھ رامائن پڑھئے
کو معلوم ہوگا کہ یہ کنیا نردوش نہیں تھی۔ اور کہ لچھمن نے اُس کی ناک کان
میں کوئی جرم نہیں کیا۔ بلکہ مجبور ہوکر حفاظت خود اختیاری کے خیال
ایسا کیا گیا۔ سنئے جب لچھمن جی نے اُس کی درخواست کو نامنظور کیا تو وہ
تو پھر رام چندر جی کے پاس واپس آئی۔ اور یہ کہکر کہ تم اس سیتا کی
وجہ سے مجھے قبول نہیں کرتے ہو اس لئے پہلے میں اسے کھائے
جوان خوبصورت ہوں۔ وہ اپنے اس برے ارادے سے کسی طرح باز آنا نہیں چاہتی تھی۔
خود دیکھا چاہتی
کامیابی کے لئے سیتا جی کا خاتمہ کرنے پر آمادہ ہوئی۔ اُس نے بڑی
سے غیظ و غضب کی حالت میں سیتا پر حملہ کر دیا۔ جب رام چندر جی نے
حالت دیکھی تو اُس کو روکا اور لچھمن کو آگیا دی۔ کہ اس دشٹا مردم خور
کسی کو سزا دینی چاہیئے۔ کندہ ناتراش اور نالائق آدمی سے ہنسی کرنا
ٹھیک نہیں۔ دیکھو مشکل سے اس کے حملے سے سیتا بچی ہے" تب لچھمن
اُس کو سزا دی۔ دیکھئے رامائن والمیکی سرگ ۱۸۔ ایسی مکار ظالم خود غرض
کو یہ سزا بہت مناسب دیگئی تھی جسے کسی حالت میں ناجائز نہیں کہہ سکتے ✣
ان تمام واقعات پر "گہری وچار" کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ
یا لکشمن جی کا مطلق قصور نہیں تھا۔ یہ تمام شرارت اُس دشٹا
کی تھی۔ جس کی اسے مناسب سزا مل گئی۔ آپ ناحق افسوس کرتے
اور ایسی راکشسی کے قابل نفرت و ملامت حالات پر رحم کھا کر فضول
موقعہ اپنی رحم دلی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اظہار ترحم کے لئے رامائن
سے مناسب موقعے مل سکتے ہیں ✣

نمبر ۱۹ میں جو آپ آپے سے باہر ہوکر لچھمن جی کے اس فعل کو برہم ہتیا
اور اُن کے اس یتھا یوگیہ برتاؤ کو وحشیانہ سلوک قرار دیتے ہیں۔ یہ
سینہ زوری اور راج نیتی تتھا دھرم نیتی سے ناواقفیت کی دلیل ہے
کو کون روکتا ہے کہ وہ اپنے بھائی راون کے پاس جاکر شکایت
اُسے شوق سے جانے دیجئے ✣

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۹ نمبر ۲۰ آپ نے قبل از وقت رکھا ہے ابھی اس کی ضرورت نہیں پہلے اُسے اپنے بھائی کھر دوشن سے تو شکایت کر لینے دیجئے۔ بعد ازاں کے پاس بھیجتے۔ راجہ راون کی ہمت اور دھیرج پر تو حیرت آفرین ہو جاتا لیکن آپ رامائن کے مضمون سے ناواقف محض ہوتے ہوئے بھی اس سے کام لے رہے ہیں جو اناپ شناپ دل میں آتا ہے لکھ مارتے ہیں جی شورپ نکھا یا سروپ نکھا (جو آپ فرماویں) ناک کان کٹا کر سیدھی کے پاس شکایت لے کر نہیں گئی۔ بلکہ پہلے وہ کھر اور دوشن کے پاس ہی دنڈکارنیہ میں معہ بہت سے فوج کے راون کی طرف سے رہتے تھے اُنہوں نے اپنی تمام طاقت سے رام چندر جی پر چڑھائی کر دی۔ بڑا جنگ ہوا۔ خون کی ندی بہ نکلی چودہ ہزار راکشس جو کھر دوشن کی لڑنے آئے تھے۔ کام آ گئے۔ تب بھاگ کر "دیوی کنیا سروپ نکھا" کے پاس گئی۔ اس جنگ کا ذکر والمیکی رامائن سرگ ۱۹ الغایت ۳۰ مفصل درج ہے۔ اسی طرح تلسی کرت رامائن میں بھی۔

۱۰ ان چودہ ہزار راکشسوں میں سے ایک اکسمپن زندہ بھاگ گیا تھا۔ جس نے اس واقعہ کی خبر راون کو دی۔ اُس کے روتی پیٹتی شورپ نکھا پہنچی۔ اور راون کو بُرا بھلا کہکر کہنے لگی کہ میں خوبصورتی میں لاثانی ہے تمہارے واسطے اٹھائے لاتی تھی۔ محض اسی وجہ میرے ناک کان کاٹے گئے ہیں۔ (دیکھو آرنیہ کانڈ سرگ ۳۵۔ اشلوک ۲۱) دیکھا اس دیوی نے کیسا صاف و سفید جھوٹ بولا ہے۔ آپ کو کیسے ہوا کہ راون کو غصہ نہیں آیا! یا وہ نہیں گھبرایا!! اُس کے غصہ اور گھ کا حال آپ جاننا چاہیں تو والمیکی رامائن آرنیہ کانڈ سرگ ۳۴ الغایت سے سنئے وہاں آپ دیکھینگے کہ آپ کے اس راج رشی نے کیسے پیچ کھائے ہیں۔ اپنی مطلب برآری کے لئے کیسے کیسے مکروہ اور بزدلی چلیں ہیں۔ افسوس ہے آپ کو رام چندر جی و لچھمن جی کی کوئی معلوم نہیں ہوتی۔ پر اُن کی حیثیت کا حال اگر آپ سچ مچ جاننا چاہتے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھردوشن کے جنگ کا تذکرہ پڑھ کر عبرت پکڑئے ان کی مہماں کا حال ماریچ (मारीच) راکشس سے سنئے۔ راون ہرگز ہرگز اپنی فوج کے ایک دستہ سے کیا تمام طاقت سے بھی رام چندر جی کو نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اس لئے وہ بزدلی کے ساتھ دھوکا دے کر رام چندر جی و لچھمن جی کی عدم موجودگی میں سیتا کو چرا کر لے گیا۔ راون نے کشتری کماروں پر ہاتھ اُٹھانا برہمنتو سے بعید نہیں جانا" بلکہ جس طرح لومڑی نے انگور کھٹے سمجھ کر چھوڑ دئے تھے وہی بات یہاں بھی سمجھئے۔ راون کی تعریف کرنے کا آپ کو اختیار ہے۔ چاہے جتنی تعریف کیجئے۔ خواہ اس بارہ میں کوئی کتاب لکھ چھوڑئے اپنی اپنی راے۔ اپنی اپنی طبیعت کا رجحان +

۱۱ نمبر ۲۳ لغایت ۲۶ میں جو آپ نے یہ فکر ظاہر کی ہے کہ "چونکہ سروپ نکھا کی ناک کٹ چکی تھی۔ اس کے ساتھ کوئی شادی نہیں کر سکتا تھا اس لئے راون نے تلافی جرم کے خیال سے سیتا کو چُرایا۔ اور کہ سیتا کے چُرانے میں اُس کی کوئی بدنیتی یا بُری خواہش نہیں تھی" سراسر خلاف واقعہ ہے۔ جیسا کہ ہم پیشتر رامائن کے حوالہ سے ثابت کر چکے ہیں۔ شورپ نکھا کنواری کنیا نہیں تھی۔ اُس کا بواہ بدیوت جہوّ (विद्युत्जिह्व) نامی راکشس کے ساتھ ہؤا ایک لڑائی میں مارا گیا تھا اُس کے بعد وہ بیوگی کی حالت میں کھردوشن کے پاس رہتی تھی۔ کھر اُس کا موسیرا بھائی تھا۔ اور راون کی طرف سے ڈنڈک بن میں معمور تھا۔ دوشن اور ترشرا اُس کے دو مشہور سینا پتی تھے۔ آپ کو معلوم رہے کہ شورپ نکھا راون اور کمبھ کرن سے چھوٹی اور ببھیشن سے بڑی تھی (دیکھو اُتر کانڈ سرگ ۱۰ شلوک ۳۵) جس وقت آپ اُسے کنواری کنیا ثابت کر رہے ہیں اُس وقت اُس کے بھائیوں کے پوتے پڑوتے موجود تھے۔ اس لئے تب تک شورپ نکھا کا کنواری کنیا رہنا قرین قیاس نہیں +

۱۲ نمبر ۲۶ میں آپ نے سیاہ کوّے کو سفید ہنس بنانے کی لاحاصل کوشش کی ہے۔ راون ایک نہایت بدنیّت شخص تھا۔ وہ ہرگز نیتی مان نہیں تھا۔ اگر وہ نیتی مان ہوتا تو اپنے عزیز بھائی ببھیشن کو جس نے اُسے نہایت معقول

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور مناسب مشورہ دیا تھا۔ بے عزتی کے ساتھ گھر سے نہ نکال دیتا۔ اور اپنی پیاری رانی مندودری کی نصیحت کو جو اُس نے سیتا کو واپس دینے کے بارے میں کی تھی مان لیتا۔ اگر دھرم اسی کا نام ہے کہ دوسرے کی استری کو دھوکے سے چ لیا جاوے۔ خواہش نفسانی کے پیچھے پڑ کر اپنے تمام خاندان اور رعایا کو بر کرا دیا جاوے تو بے شک راون بڑا دھرماتما تھا +

۱۳ "مہادیو کا گرو تھا" تاریخ دانی کا تو آپ پر خاتمہ ہو گیا۔ مہادیو کی شش تھا گرو نہیں۔ ذرا رامائن پڑھئے۔ یا کسی سے پوچھ دیکھئے۔ برہمن ہو کر ا سے کیا؟ گستاخی معاف۔ وہ ویدوں کا ایسا ہی وکتا ہو گا جیسا آپ رامائن کے ذ

۱۴ "اپنی ایک ہی استری کا خاوند تھا" یہ محض کسی نے آپ کو دھوکا دیا اگر آپ راون کے حرم سرا کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو پڑھئے والمیکی رامائن آرنیہ کانڈ سرگ ۵۰۔ اشلوک ۱۷۔ اور سندر کانڈ سرگ ۹ لغایت ۱۲ یا اُتر کا سرگ۔ وہاں آپ دیکھینگے کہ محمد شاہ رنگیلے یا واجد علی شاہ کے حرم سرا کچھ کم چہل پہل نہیں ہے۔ افسوس ہے جس کام کی تکمیل کے لئے راون نے اپنی تمام عمر سر توڑ کوشش کی۔ سیکڑوں لڑائیاں لڑیں اور خود کو اور اپنے خاندان کو جس کے لئے تباہ و برباد کر دیا۔ اُس ضروری اور اہم جزو کو آپ اُس کی لائف سے علیحدہ کئے دیتے ہیں۔ یہ اُس کے ساتھ سراسر ظلم ہے۔ پر جب تک دنیا میں رامائن موجود ہے۔ آپ کی اس بے سری راگنی کو سنتا کون ہے؟

۱۵ رامائن پڑھنے سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ راون سیتا کو محض بُری نیت سے ہی لے گیا تھا۔ شورپ نکھا نے اور اکسمپن . . . . . سیتا کے حسن کی اُس کے سامنے بے حد تعریف کی۔ جس کو سُن کر اُس کے سر پر عشق کا بھوت سوار ہو گیا۔ جو مارچ و دیگر بہت سے اُس کے خیر خواہوں کی کوششوں کے باوجود نہیں اتر سکا۔ اُس نے سیتا کو بہکانے پھسلانے اور ڈرانے دھمکانے میں کوئی بھی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ دیکھئے آرنیہ کانڈ سرگ ۴۶ لغایت ۴۹۔ اور سرگ ۵۶۔ بے شک اُس نے سیتا کے ساتھ بلا تکار جبر نہیں کیا۔ جس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ رامائن میں لکھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Hard

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ کہ رمبھا کے ساتھ جبر کرنے پر نل کوبر نے اُس کے شاپ دے دیا تھا۔ کہ اگر تو کسی عورت کے ساتھ اُس کی مرضی کے خلاف جبر کریگا تو تیرا سر کٹ جاویگا اور ویدوتی نے جبکہ اُسے تپ کی حالت میں راون نے چھیڑا تھا یہی شاپ دے دیا تھا۔ (مفصل دیکھئے رامائن اُتر کانڈ) یا یہ کہ اُس وقت سوسائٹی کا یہ رول رہا ہو۔ جس میں کسی عورت پر اُس کی مرضی کے خلاف دست اندازی کرنا نہایت مذموم اور ممنوع سمجھا جاتا ہو۔ لہذا سوسائٹی کی ملامت کے خیال سے راون نے ایسا کیا ہو۔ اور اپنے ناپاک ارادے سے باز رہا ہو۔ یا سب سے زبردست وجہ یہ ہو سکتی ہے۔ کہ وہ سیتا پر دیوانہ ہو رہا تھا۔ اُسے جان سے زیادہ عزیز جانتا تھا۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی بخوبی جانتا تھا کہ سیتا بڑی ستی اور پتی ورتا ہے رامچندر جی کو چھوڑ کر وہ کسی دوسرے شخص سے کسی قسم کا تعلق رکھنا نہیں چاہتی۔ اس لئے اگر میں نے اُس کے ساتھ جبر کیا تو بلاشبہ خودکشی کر لیگی۔ اس صورت میں دل کو تسلی دینے کا یہ ذریعہ بھی ہاتھ سے جاتا رہیگا جو اس وقت اُس کی صورت دیکھنے سے حاصل ہے۔ ورنہ راون نے سیتا کو ڈرانے دھمکانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ سیتا کا ~~ستیتو~~ ستیتو بھنگ کرنے میں اس دشٹ راکشس نے کوئی حکمت اُٹھا نہیں رکھی۔ ہر طرح سے اُس پر دباؤ ڈالا۔ اُس کو اپنی تمام پہلی راجدھانیوں کی سردار پٹرانی بنانے کا لوبھ دیا۔ اور جب کسی طرح بھی سیتا نے نہ مانا تو کہا کہ "اچھا اگر تو بارہ مہینے کے اندر اندر مجھے قبول نہیں کریگی۔ تو سویرا تجھے صبح کی خوراک میں پکانے کے لئے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالینگی" یہ کہکر اُس نے اُس کی پاسبان راکشسیوں کو حکم دیا کہ اُس کو ڈرا دھمکا کر اور بہلا پھسلا کر غرضیکہ جس طرح ہو سکے رضامند کرو (دیکھو والمیکی رامائن آرنیہ کانڈ سرگ ۵۶۔ شلوک ۲۴ لغایت ۲۷) ویدی جی مہاراج آپ جانتے ہیں قانون میں اس فعل کا یا نیتی کا کیا نام ہے اور اس کے مرتکب کے لئے کیا سزا ہے؟ افسوس آپ نے بھی کس شخص کی حمایت میں قلم اُٹھایا ہے۔ ایسے بدچلن اور جابر آدمی کی وکالت میں کسی دھرماتما اور خاصکر ویدک دھرمی کو ہرگز ہرگز نہیں کھڑا ہونا چاہیئے ✣

۱۲۔ اس بوڑھی بدصورت اور نکٹی شورپ نکھا کے سوئمبر کا گیت آپ بے فائدہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بار بار گاتے آرہے ہیں۔ اب اسے چھوڑئے بھی۔ یہ تو ثابت ہو چکا کہ یہ کنوار
نہیں تھی۔ آپ اسے ہرگز کنیا نہیں بنا سکتے ٭

۱۷ یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے کہ راون نے رام لچھمن کو مجبور کر کے مشورہ
کو اُن کے گلے مڑھنے کے واسطے ہی سیتا کو چرایا تھا۔ لیکن آپ اس کے لئے
باتیں تو کیا ایک وجہ بھی معقول بیان نہیں کر سکتے۔ آپ نے اپنے مضمون
ہی محض خیالی اور وہمی اینٹ پر رکھی ہے۔ اس لئے آپ کی یہ عمارت جگہ جگہ
شق ہو رہی ہے۔ ۲۷ و ۲۸ نمبروں میں آپ نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ وہی
بات دُہرا دی ہے۔ ۲۹ نمبر میں آپ نے ایک نہایت ہی عجیب دلیل دی
راون برہمن تھا۔ اس لئے فقیرانہ لباس میں سیتا کے پاس آیا تھا۔ کیا
سارو رن دیو سنھا ماننے والے ویدی جی یہ صدق دل سے فرما رہے ہیں۔ کہ
حصہ ملک پر حکومت کرنے والا۔ ہزاروں لڑائیاں لڑنے والا ہر طرح کے فن
تعدی جاری اور روا رکھنے والا راون سچ مچ برہمن ہی تھا؟ اور کیا راون
گلے میں جھولی ڈالے فقیرانہ لباس میں بھیک ہی مانگتا پھرا کرتا تھا؟ ایک
ایک براہمن کے لئے اس سے زیادہ شرم کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ وہ ایک
بن باسی کے یہاں بھیکھ مانگنے جاوے۔ پر یہاں تو اعتراض ہی اس
کے بھیکھ مانگنے یا نہ مانگنے پر نہیں۔ اصل اعتراض تو اُس کی نیت پر
اُس نے بھکاری کے بھیس میں سیتا کو دھوکا دیا ٭

۱۸ راون کو لنکا بھکشا میں نہیں ملی تھی۔ بلکہ اُس نے اپنے سوتیلے بھائی
کو بیر [illegible] سے جبراً خالی کرا کر اپنے قبضہ میں کی تھی (دیکھئے والمیکی رامائن
اُتر کانڈ سرگ ۱۱) ٭

۱۹ نمبر ۳۰ میں آپ فرماتے ہیں کہ جب راون جھونپڑی پر آتا ہے تو رام لچھمن
دونو غیر حاضر تھے سیتا اکیلی تھی۔ اگر وہ بدنیت ہوتا تو مکان کے اندر چلا جاتا
لیکن اندر نہیں گیا۔ اور باہر سے ہی آواز دی۔ الخ۔ نہیں معلوم اس سے
کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ رام لچھمن کو عمداً اس چالاک اور شریر راون
ماتیچ کے ذریعہ سے کٹی سے علیحدہ کیا۔ اور اُن کی اس غیر حاضری سے فائدہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سیتا کو لے گیا۔ یہ اچھی نیتی ہے۔ کہ کسی کے مکان کے اندر داخل ہو کر تو کوئی چیز مت اٹھاؤ۔ لیکن دھوکے بازی سے اُس چیز کو مکان سے باہر کرا کر فوراً اٹھا لے جاؤ۔ ویدی جی مہاراج! اگر اس قسم کے مجرم کو نقب زنی یا قفل شکنی کی دفعہ میں سزا نہ ملے۔ لیکن یہ بذات خود اس دوسرے قسم کا جرم ہے۔ کہ ٹھگ کر یا دھوکے سے کسی کا مال مارا جاوے۔ اس قسم کے جرم کا مرتکب قانون میں سزا سے مستثنا نہیں ہو سکتا +

۲۰ نمبر ۳۱ میں آپ نے خط کھینچنے کی کتھا عجیب ڈھنگ سے لکھی ہے۔ پہلے تو ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ اس خط کھینچنے کا ذکر والمیکی رامائن میں مطلق نہیں ہے۔ بلکہ وہاں لکھا ہے۔ کہ جب مرتے وقت مارییچ نے رام چندر جی کی سی آواز میں لچھمن کو پکارا تو سیتا نے لچھمن جی سے کہا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کے لئے جاؤ۔ لچھمن جی نے بہت سمجھایا۔ کہ یہ کسی راکشس کی دھوکہ بازی معلوم ہوتی ہے۔ رام چندر جی کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔ اور وہ مجھے تمہاری حفاظت کے لئے مقرر کر گئے ہیں۔ اس لئے میں نہیں جاؤنگا۔ لیکن جب سیتا جی نے بہت اصرار و تاکید کے ساتھ وہاں جانے پر مجبور کیا تو بالآخر وہ چلے گئے۔ راون اس موقعہ کی تاک میں تھا ہی۔ لچھمن کے دور ہوتے ہی وہ سنیاسی کا بھیس بدل کر سیتا جی کے پاس پہنچا۔ سیتا جی نے اتتھی سمجھ کر اُس کا ستکار کیا۔ اور بیٹھنے کے لئے آسن دیا۔ راون نے اِدھر اُدھر کی دو چار باتیں کہہ کر اپنے مطلب کی بات شروع کی۔ کہ تو یہاں بن میں رہنے کے لائق نہیں ہے۔ تو میرے ساتھ چل میں تجھے اپنی رانی بناؤنگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ سیتا کو جب اس کی اصلی نیت کا پتہ لگا۔ تو اُس نے اُسے بہت سخت سست کہا اور لعنت ملامت کی۔ جب راون نے دیکھا کہ اس طرح کام نہیں چلیگا۔ تو اُس نے سیتا کو اٹھا کر اپنے رتھ میں بٹھا لیا اور لنکا کی راہ لی۔ (دیکھئے والمیکی رامائن آرنیہ کانڈ سرگ ۴۶ لغایت ۴۹) کٹی کے چاروں طرف لکیر کھینچنے کی کتھا تلسی کرت رامائن میں ہے۔ لیکن وہاں بھی اُس لکیر کا مطلب یہ بتایا جاتا ہے کہ اُس کے اندر کوئی غیر شخص نہیں جا سکتا تھا۔ اگر کوئی جاوے تو بھسم ہو جاوے اسی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خوف سے اندر نہیں گیا۔ نہ کہ نیتی و رُدھ سمجھ کر۔ کیونکہ چور یا کامی کسی نیتی کے پابند نہیں ہوتے +

۲۱ نمبر ۳۲ غیر مطلق سا ہے۔ نمبر ۳۳ میں آپ غلطی ہی نہیں بلکہ سخت غلطی اور بھاری بھول کرتے ہیں۔ یہ قاعدہ نہ کہیں تھا نہ اب ہے۔ بھکشا کے لئے وہ پاتر بھی جس میں رکھکر بھیک دی جاتی تھی۔ دے دیا جاتا ہو۔ یہ انوکھا آج تک ہم نے نہیں سنا اور اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ ایسا رواج تھا۔ تاہم آپ نے ایک ہی کہی! کہ چونکہ ہاتھ جسم کا ایک حصہ تھا۔ جسم سے علیحدہ نہیں جا سکتا تھا۔ اس لئے یہ سمجھ کر کہ "مائی بھیک کا پاتر نہیں ہوتا یا جاتا" کندھے اور پیٹھ پر ڈال کر رتھ پر بٹھلا لیا +

۲۲ آپ کی اس دلچسپ عبارت کو پڑھکر ہمیں بغداد کے ایک شریر حجام اور غریب لکڑی بیچنے والے کا قصہ یاد آ گیا:۔

بغداد میں ایک نہایت چالاک نائی تھا۔ اُس نے ایک لکڑی بیچنے والے سے جو اپنے خچر پر لکڑی لادے جا رہا تھا۔ پوچھا کہ بھائی خچر کے اوپر کی کل لکڑیوں کا کیا دام لوگے؟ اُس نے کہا آٹھ آنے۔ نائی نے کہا اچھا ڈلوا دو۔ جب لکڑیاں ڈال چکا تو نائی بولا کہ خچر کے اوپر جو کاٹھی ہے اُسے بھی اُتار دو۔ تو خچر کے اوپر کی لکڑیوں میں ہے۔ جس کا سودا طے ہو چکا۔ لکڑی والے بیچارے نے کاٹھی بھی اُتار دی۔ لیکن اُس دھورت نے کاٹھی لے کر ہی پیچھا چھوڑا۔ لکڑہارا خلیفہ بغداد کے پاس پہنچا۔ اور سب ماجرا سنایا۔ خلیفہ نے اسے ترکیب سمجھا دی۔ کچھ روز بعد وہی لکڑہارا اپنے گدھے کو ساتھ لئے ہوئے کے یہاں پہنچا۔ اور کہا کہ بھائی حجام میری اور میرے ساتھی کی حجامت کا اُس نے کہا دو آنے۔ جب لکڑہارا حجامت بنوا چکا۔ تب اُس نے کہا۔ میرے ساتھی اس گدھے کو بھی مونڈئے۔ یہ سن کر نائی چین و جبیں کہ بیوقوف باؤلا ہوا ہے۔ کہیں آدمی کا ساتھی گدھا بھی ہوا ہے؟ یا اس بنا کرتی ہے؟ بالآخر قصہ خلیفہ بغداد کے یہاں پہنچا۔ اُس نے سب کر نائی سے کہا۔ کہ نالائق اگر آدمی کا ساتھی گدھا نہیں ہوا کرتا۔ تو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گوروکل کانگڑی کے چھٹے سالانہ جلسہ پر

ایک سرسری نظر

میں ایک بدقسمت انسان ہوتا۔ اگر گوروکل کانگڑی کے چھٹے سالانہ جلسہ میں شامل نہ ہوا ہوتا۔ مجھے جلسوں میں شریک ہونے کا شوق نہیں ہے اور میں کوئی نادر ہی کسی جلسہ پر جاتا ہوں۔ لیکن میں ایک سنہری موقع کھو دیتا اگر پہلی دفعہ گوروکل کے سالانہ جلسہ میں شامل نہ ہوا ہوتا۔ میں ۱۴۔ مارچ کو ہی گوروکل پہنچ گیا تھا۔ اس وقت سے لیکر آخری دن تک مجھے جلسہ کے متعلق ہر وقت سے حالات جاننے اور دیکھنے کا موقع ملتا رہا۔ میں گزشتہ چار سالوں سے برابر گوروکل کے جلسوں کو دیکھتا آرہا ہوں۔ لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ چھٹا سالانہ جلسہ پچھلے تمام جلسوں پر سبقت لے گیا۔ اور غیر معمولی سبقت لے گیا جلسہ کی کامیابی انسانوں کی بھیڑ بھاڑ یا روپیہ کی زیادتی پر نہیں سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرے نزدیک جلسہ کی کامیابی کا معیار یہ ہے۔ کہ اس میں کہاں تک مفید مطلب کام ہوتا ہے۔ بھیڑ بھاڑ کے لحاظ سے ہندوؤں کا دسہرہ تہواروں سے بڑھ کر کونسا دوسرا جلسہ ہے۔ جو سبقت لے جاسکتا ہے روپیہ کے دان کے لحاظ سے ہندوؤں کے کمبھ وغیرہ میلوں سے بڑھ کر کس جلسہ میں زیادہ دان ہوتا ہوگا۔ لیکن ان جلسوں سے ملک یا بنی نوع انسان کو کیا فائدہ ہوتا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ گوروکل کے جلسہ پر اگرچہ پچھلے سالوں کی نسبت خلقت کا ہجوم زیادہ تھا۔ روپیہ کے لحاظ سے بھی پچھلے سالوں سے بڑھ کر کامیابی ہوئی ہے۔ آن کی آن میں نصف لاکھ سے زیادہ روپیہ کا جمع ہونا ایک قسم کی کامیابی ہے۔ اگرچہ وہ بہت حوصلہ افزا نہ ہو۔ مگر میرے دیک جلسہ کی کامیابی کے لئے ان باتوں کو معیار بنانا غلط ہے۔ گوروکل کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چھٹے سالانہ جلسہ کی کامیابی اس مفید مطلب کام پر سمجھنی چاہئے جو کہ
تمام سالوں کی نسبت اس دفعہ کیا گیا۔ یا کم از کم میری آنکھوں نے دیکھا
کانوں نے سنا۔ گوروکل کی تواریخ میں یہ سب سے پہلا موقع ہے۔ کہ اس
برھمچاریوں نے سالانہ جلسہ کی تقریب میں حصہ لیا۔ ۱۲۔ مارچ سے شروع
کرکے ۱۴۔ مارچ تک سرسوتی سملن ہوتا رہا۔ اس میں مختلف صوبوں کے
گرامی پنڈتوں اور دیگر علماؤں نے حصہ لیا۔ مختلف مضامین پر لیکچر دئے
بحثیں ہوئیں اور مضامین پڑھے گئے۔ ان میں سے بعض مضامین بہت
دقیق تھے۔ چھ درشنوں پر وچار کیا گیا۔ گوروکل کی اعلےٰ کلاس کے برہمچاری
نے اس بحث میں حصہ لیا۔ سرسوتی سملن کی تمام کارروائی میں سب سے
قابل ذکر وہ مضمون تھا۔ جو کہ گوروکل کی اعلےٰ کلاس کے برھمچاری اندر
سنسکرت میں پڑھا۔ سرسوتی سملن کی تمام کارروائی بجنسہ شائع ہو جائے
۱۵۔ مارچ کو گوروکل کے برہمچاریوں میں انعام تقسیم کیا گیا۔ ۱۶۔ مارچ کو
کی کارروائی شروع ہوئی۔ یگیہ ہون اور بھجنوں کی آواز سے تمام جنگل گونج
تھا۔ نظارہ درحقیقت قابل دید تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے کے بعد شدھی
پرائشچت کے متعلق کانفرنس ہوئی۔ ڈاکٹر چرنجیو صاحب بہار دواج۔
آر۔ سی۔ ایس اس کانفرنس کے پردھان مقرر کئے گئے۔ مختلف اصحاب
نے شدھی اور پرائشچت کے بارے میں تقریریں کیں۔ جو بہت دلچسپ
اور سننے کے قابل تھیں۔ ان تقریروں کو سن کر کم از کم مجھے بہت سی نئی
کا پتہ لگا۔ میرا خیال تھا۔ کہ شدھی کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے
اس کانفرنس کی تقریروں کو سن کر معلوم ہؤا۔ کہ ابھی کچھ بھی نہیں لکھا
بلکہ اس مسئلہ کو ایک دفعہ پھر پبلک کے سامنے پیش کرنے اور اُس پر بحث
کی ضرورت ہے۔ میں نے کانفرنس کی تقریروں کے مختصر سے نوٹ لے
کانفرنس کی کارروائی اور ان تقریروں کے خلاصے کو کسی دوسرے پرچہ
درج کرکے میں اُن کی بنا پر نئے سرے سے ایک سلسلہ مضامین شروع
جس سے پبلک کو کم از کم اس کانفرنس کے بارے میں ظاہر کئے گئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پتہ اور اُن کی بنا پر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کا حل مل جائیگا۔ چونکہ اس دفعہ لالہ
جیت رائے جی بھی گوروکل کے جلسہ پر تشریف لے گئے تھے۔ اور انہوں نے ۱۶
ریخ کی شام کو ہی وہاں سے واپس آجانا تھا۔ اس لئے کانفرنس کی کارروائی
دوسرے دن کے لئے ملتوی کرکے ان کے لیکچر کے لئے صبح ہی وقت نکالا گیا۔
لہ صاحب موصوف سوا دس بجے پلیٹ فارم پر آئے۔ اور پونے دو گھنٹہ تک
لیکچر دیتے رہے۔ گو آپکا گلا ساتھ نہیں دیتا تھا۔ تاہم آپ نے تعلیم کے سوال
بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی۔ اور اثناء لیکچر میں دس بارہ ہزار کے مجمع
وسیل باؤنڈ کئے رکھا۔ بعد از دوپہر بھی کئی مہاشیوں کے لیکچر ہوئے۔ جن میں سے
وامی سیتانند جی کا لیکچر سندھیا کے مضمون پر خاص طور سے سننے کے لائق
ھا۔ میرے لئے یہ پہلا ہی موقع تھا۔ کہ میں نے سندھیا کی گہری فلاسفی کو ایسے
ام فہم الفاظ میں آریہ سماج کے پلیٹ فارم پر سے سنا۔ دوسرے دن حسب
مول شدھی کے بارے میں کانفرنس ہوئی۔ اور مختلف اصحاب نے تقریریں کیں۔
ن میں بعض ذاتی حملوں سے پُر تھیں۔ سب سے آخر میں پردھان مہاشہ کی سر
تقریر ہوئی۔ اور کانفرنس کی کارروائی ختم ہوئی۔ دوپہر کو مہاتما منشی رام جی
لیکچر اور اپیل ہوئی۔ لیکچر میں اُن جملہ اعتراضات کا جواب دیا گیا۔ جو کہ بعض تعلیم
حاب کی طرف سے ابھی تک گوروکل کے طریقہ تعلیم پر کئے جاتے ہیں۔ اپیل کے
ہ ہر چاروں طرف سے روپیہ برسنے لگا۔ نصف لاکھ سے زیادہ روپیہ پلیٹ فارم پر
مشتہر کیا گیا۔ اسی دن رات کو شدھی ڈیپارٹمنٹ کے اوشٹھاتا پنڈت رام بھجدت
حب بی اے اور مسٹر کرشن جی بی اے ایڈیٹر پرکاش کے درمیان بحث
شٹھاتا جی نے یہ پکش لیا کہ غیر ہندو اصحاب کو آریہ سماج میں لانے وقت
ص رسومات ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہندوؤں کے خیالات کو ہم ساتھ رکھ
میں مسٹر کرشن کا پکش تھا۔ کہ اس میں ہندو یا غیر ہندو کا فرق نہیں ہونا
ئے۔ جو کچھ بھی ہو وہ سب کے لئے یکساں ہو۔ افسوس ہے میں اس بحث میں
ل نہ ہو سکا۔ تیسرے دن ۱۸ مارچ کی صبح کو وید آرنبھ سنسکار ہوا اور دوپہر کو
لیکچر ہوئے۔ جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاہوری چوہوں کی دھوکہ بازی

اور

چیلنج پر چیلنج

اندر کی لگاتار تحریروں نے لاہوری چوہوں کو اوسان باختہ کر دیا ہے کی اندرونی ہل چل۔ گڑبڑ۔ بم چخ اور چون چون کی رپورٹیں متواتر میرے پاس آ رہی ہیں۔ کہیں کسی کو موقوف کیا جا رہا ہے۔ کہیں کوئی خود استعفاء دے رہا ہے۔ کہیں کچھ سازش ہو رہی ہے۔ کہیں کچھ۔ غرضیکہ دیو گورو بھگوان سے لے کر بوڑھے نوجوان۔ مرد اور عورتیں عجب بم چخ مچا رہے ہیں۔ ان چوہوں کے پر تر اتر ہنٹر پڑنے سے ہوش حواس اڑ رہے ہیں۔ اب یہ نہایت ہی مکاری پر مبنی اور پبلک کو دھوکہ دینے والی تحریریں شائع کر کے یہ ثابت کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ دھرم پال کیا ہے اور اس کی تحریریں کیا مگر میں ان چوہوں کی دیمچی پر قمچی رسید کر کے ان کو دن دہاڑے ستارے جاؤنگا۔ ۱۵۔ مارچ ۱۹۰۸ء کا اخبار میرے متعلق نہایت ہی خوف بیانیوں اور جھوٹ کی بھرمار سے پُر نکالا گیا ہے۔ میں ان چوہوں کو چیلنج دیتا ہوں۔ اگر ان میں ذرا بھی جرأت ہو۔ تو وہ میرے ایک بھی چیلنج دیں۔ تاکہ پبلک کو اُن کی نیک نیتی اور شرافت کا پتہ لگ جاوے +

۱ چیلنج نمبر ۱ لاہوری چوہے نے اپنے اخبار مورخہ ۱۵۔ مارچ میں لکھا ہے۔ کہ میں نے جو ڈائری دو اگنی ہیں کی ہے۔ وہ بناوٹی ہے۔ میں اس نامرد۔ لہنگہ پوش ایڈیٹر دیورتن کو چیلنج ہوں۔ کہ وہ اس ڈائری کو بناوٹی ثابت کرے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کا ہو جائے۔ تو میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ میں انڈیا کو چھوڑ جاؤنگا۔ اور اپنا عمر میں ایک لفظ بھی دیو سماج کے برخلاف نہیں لکھونگا +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۔ چیلنج نمبر ۵ میں نے ۲۵۔ مارچ کی ڈائری میں سے جو عبارت نقل کی ہے۔ اس میں ایک استری کو پڑھانے کا ذکر ہے۔ اس پر لہنگہ پوش اڈیٹر لکھتا ہے۔ کہ چونکہ بائی جی سے مراد ڈاکٹر پرسرام کی عورت ہے۔ اور وہ ماہ مارچ میں ہرگز موگہ میں موجود نہیں تھیں۔ بنابریں یہ ڈائری غلط ہے۔ اس لہنگہ پوش کا یہ بیان سراسر جھوٹ سفید جھوٹ۔ سیاہ جھوٹ ہے۔ گورو کے گول مول سر کی طرح گول جھوٹ ہے۔ حالانکہ بائی جی سے مراد ڈاکٹر پرسرام کی عورت ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ بائی سے مراد یہاں پر بابو . . . . . جی ڈپٹی کلکٹر ملٹری پولیس . . . . . کی عورت شریمتی رامابائی جی سے ہے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ کسی دیوی کا پورا نام دوں۔ مگر چونکہ یہ نالائق شولری کے اصولوں کو پاؤں تلے روند کر اپنے ننگ و ناموس کو بھی اپنی وحشیانہ خودغرضی کے قربان کرنے پر آمادہ ہیں۔ بنابریں میں اُن کی دھوکہ دہی کو طشت از بام کرنے کی خاطر اگر کسی معزز اصحاب کے خانگی تعلقات کا جو کہ کسی داؤ پیچ سے اس گروہ کے یہ ثابت کے قابو چڑھا ہوا ہو۔ ذکر کروں۔ تو وہ مجھے معذور سمجھینگے۔ پس میں اس چوہے کو خبردار کر دیتا ہوں۔ کہ وہ اس بات سے انکار کرے۔ آیا رامابائی جی موگہ میں رہتی تھی۔ یا نہیں۔ اگر وہ یہ ثابت کردے۔ کہ رامابائی جی مع اپنی لڑکیوں کے موگہ میں نہیں رہتی تھی۔ تو میں تحریری وعدہ کرتا ہوں۔ کہ میں اس بات کے ثابت ہوتے ہی ہندوستان چھوڑ کر جلاوطن ہو جاؤنگا۔ اور اپنی تمام عمر میں ایک لفظ بھی دیو سماج کے خلاف نہیں لکھونگا ✦

۲۔ چیلنج نمبر ۶ لاہوری چوہے نے اپنے اخبار میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ چونکہ جون ۱۹۰۱ء میں موگہ کا سکول بند تھا۔ ان ڈائریوں کا مالک جب سکول میں ہی نہیں تھا۔ تو وہ سکول کے متعلق کیسے ہو سکتی ہیں۔ یہ لہنگہ پوش چوہا کیسی مکاری اور بدنیتی سے کام لے رہا ہے۔ جھگڑا اس بات پر نہیں ہے۔ کہ ایک سکول ماسٹر کی بیوی کی ڈائری ہے۔ بلکہ امر متنازعہ فیہ یہ ہے۔ کہ دیوگورو کے ایک بھگت کی بیوی ایسی ہے۔ جو کہ نہایت ہی شرمناک اور ناپاک ہے۔ میں اس چوہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ اس بات کو ثابت کرے۔ کہ یہ شخص سنہ ۱۹۰۱ء میں دیو
کا بھگت اور سیوک نہیں تھا۔ اگر وہ اس بات کو ثابت کر دے۔ تو میں تحریر
کرتا ہوں۔ کہ میں نے اس وقت تک دیو سماج کے برخلاف جتنی تحریریں نکالی
اُن سب کو جمع کر کے جلا دونگا۔ اور آئندہ اپنی تمام عمر میں ایک لفظ بھی دیو
کے برخلاف نہیں لکھونگا ۔

۴۔ چیلنج نمبر فور } اس چوہے نے اس ڈائری کے متعلق پھر آگے
لکھا ہے۔ کہ چونکہ ۱۵۔ اگست کو ہمارے سکول
دوسری جماعت میں اتنے لڑکے اور لڑکیاں موجود تھے۔ بنا بریں استاد مذکور
حرکت کب کر سکتا تھا۔ پس یہ بیان سراسر گھڑنت اور شرارت ہے۔ مگر اس چوہے
بھی سفید جھوٹ اور مکاری ہے۔ ہاں ۵۔ اگست کی ڈائری نقل کرتے وقت میں
نام "راجندر" اور "متھری" کی بجائے لفظ "دیوی" پر ہی اکتفا کیا۔ میں
لڑکیوں کے نام ارادتاً چھوڑ دئے تھے۔ تاکہ ان کے ماتا پتا کو کلیش نہ ہو۔ لیکن
ناعاقبت اندیش چوہے مجھ سے جواب طلب کرتے ہیں۔ اس لئے میں ان کو چیلنج
ہوں۔ کہ وہ اس بات سے انکار کریں۔ کہ یہ نوجوان لڑکیاں اُن کے سکول میں
وقت اور اسی کلاس میں نہیں پڑھتی تھیں۔ اور کہ اُن کا کبھی اَورل امتحان بھی
جبکہ ایک ایک طالب علم کو علیحدہ بلا کر سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ میں نے ڈائری
میں سے جو اقتباسات دئے ہیں۔ وہ میری گھڑنت نہیں ہیں۔ حالانکہ ڈائری
مالک ابھی تک دیو سماج کے زیر اثر ہے۔ مگر پھر بھی جب وہ ۲۳۔ مارچ سنہ ۱۹۰۸
شام کے ۸ بجے میرے دفتر پر آیا۔ تو اُس نے جیدیو سنگھ جی کے سامنے
کا اقرار کیا۔ کہ ڈائری لفظ بہ لفظ اُس کی ہے۔ اسی قسم کا تحریری بیان اس کا
میں موجود ہے۔ میں اس لاہوری چوہے کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر وہ ڈائری کو
گھڑنت ثابت کر دے۔ تو میں زندہ آگ میں جلا دیا جاؤں۔ یا اس قسم کی گھڑنت
کی سزا میں خود آگ میں جل کر مر جاؤنگا ۔

۵۔ چیلنج نمبر فائو } یہ لاہوری چوہا لکھتا ہے۔ کہ ڈائری کے مالک
دیو گورو کا سچا سیوک یا بھگت ظاہر کرنا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اعلےٰ درجہ کی بد دیانتی اور دھوکہ دہی ہے۔ مگر میرے خیال میں ڈائری والے پرچے
یو سنہ ۱۹۰۱ء میں گورمنٹر کا جاپ کرتے۔ گورپرشاد نقل کرتے۔ دیوگورو کی تصویر پر
دھوپ جلاتے اور اس قسم کی تمام حرکات کرتے دیکھ کر یہ کہنا کہ وہ دیوگورو کا بھگت
نہیں تھا۔ اول درجہ کی بد دیانتی۔ مکاری۔ جھوٹ اور شرارت ہے۔ ایک طرف تو
دیوگورو کا سنہ ۱۹۰۱ء میں اتنا پکا بھگت تھا۔ دوسری طرف وہ اس قسم کی شرمناک
حرکتیں کرتا تھا۔ پس میں اس لہنگہ پوش لاہوری چوہے کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ اس
بات کو ثابت کرے۔ کہ آیا سنہ ۱۹۰۱ء میں جس وقت کی ڈائری نقل کی گئی ہے۔ یہ شخص دیو
گورو کا بھگت اور سیوک نہیں تھا؟ اور کہ وہ سیوک ہو کر اس قسم کی حرکات کرتا تھا۔
نہیں؟ اگر وہ اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دے۔ تو میں تحریری وعدہ کرتا ہوں۔
میں ہمیشہ کے لئے دیو سماج کے برخلاف قلم پھینک دونگا۔ نہیں نہیں میں اپنے
ہاتھ کو کاٹ ڈالونگا۔ جو ایسی گھڑنت لکھ سکتا ہو۔ میرا مطلب اس ڈائری کی نقل
کرنے سے صرف اتنا ہی تھا۔ کہ میں پبلک کو دکھاؤں۔ کہ اگر خدا پرستی سے پاپ دور نہیں
کرتے تو مردم پرستی بھی انسانوں کو ناپاکی کے گڑھے سے نکالنے میں ناکامیاب رہی ہے۔
کسی مردم پرست کا اسی بنا پر خدا کے وجود سے منکر ہو جانا ایک ابلہانہ بات
ہے۔ جیسا کہ دیوگورو اور اس کے بھگتوں کا طریقہ ظاہر کر رہا ہے۔

چیلنج نمبر سکس

آگے چل کر یہی لاہوری چوہا لکھتا ہے۔ "پس ایک
طرف اس قدر صریحاً دھوکہ بازی کی شرمناک کارروائیاں
زنا اور دوسری طرف خدا اور خدا پرستی اور ویدا اور ایشور وغیرہ ناموں کی پکار مچانا۔
اس قسم کے حضرات کا کام ہو سکتا ہے اور ایسے لوگ پبلک کی طرف سے جس نگاہ
سے دیکھے جانے کے مستحق ہیں۔ وہ ظاہر ہے۔" اے ناظرین! اوپر کے تمام چیلنجوں
کو آپ نے پڑھ لیا اب میں ان پاکھنڈیوں دھورتوں کو چھٹا چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر
ان میں کچھ بھی جرأت ہو۔ تو میرے کسی بھی چیلنج کو اٹھا لیں۔ اور اس کو پایہ ثبوت تک
پہنچا دیں۔ اگر میں اپنے ہاتھ سے تحریر کی ہوئی سزا کو نہ بھگتوں۔ تو میں سوچونگا۔ کہ
دنیا میں میرے جیسے انسان کا زندہ رہنا زیادہ مفید ہے یا جیتے جی آگ میں
جل کر بھسم ہو جانا زیادہ فائدہ مند ہے۔ لاہوری پاکھنڈی میرے کسی بھی چیلنج کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جواب دیں۔ اور زیادہ کیا لکھوں۔ وہ مرد میدان بنیں اور جواب دیں۔ اس سے
سنہری موقع اُن کو اور کونسا ملیگا۔ مجھے امید ہے۔ کہ اندر کے ناظرین جہاں کہیں
کسی دیو سماجی کو ملینگے۔ وہ اس کو اس بات پر مجبور کرینگے۔ کہ میرے چیلنج کا جواب
تاکہ میں دیو سماج کو اپنے خطرناک قلم سے رہائی دوں ٭

شری دیو گورو بھگوان خود جواب دیں

ناظرین! فروری کے اندر میں میں نے دیو گورو کے بھگتوں سے چند ایک
کئے تھے۔ جن میں سے انہوں نے صرف ایک سوال کا جواب دیا تھا۔ وہ بھی
مہمل۔ اور باقی کسی سوال کا جواب آج تک نہیں دیا گیا۔ اب میں دیو گورو
بھگوان سے سوالات کرتا ہوں۔ وہ ان کا جواب دے کر مجھے مشکور فرمائیں
اس بات کا قطعی فیصلہ ہو جائے۔ کہ آیا جو پاپ خدا پرستی سے دور نہیں ہو
وہ اُن کی پوجا کرنے سے دور ہو سکتے ہیں ٭

۱۔ کیا آپ کے ایک پکے سیوک نے رائپور ضلع انبالہ میں ایک دوسرے
کی عورت کے ساتھ لگاتار زنا کاری نہیں کی تھی؟ کیا وہ اب بھی آپکا سیوک نہ

۲۔ کیا رائپور میں آپ کے ایک نہایت ہی پکّے اور سچے سیوک کی عورت
آپ کے ایک نہایت ہی پرانے اور وفادار کرمچاری کی بھاوجہ نے اور ایک
بھگت کی بہن نے اور آپ کی ایک ادھیا پکہ کی ماں نے دوسرے مرد کے
زنا کاری کر کے اور پھر اسقاط حمل کروا کر بچے کو زمین میں نہیں گاڑا تھا؟

۳۔ کیا انبالہ میں آپ کے ایک دوسرے سیوک نے ایک دوسرے سیوک
کے ساتھ زنا کاری کی تھی یا نہیں۔ آیا وہ اب سیوک ہے یا نہیں؟

۴۔ کیا کلیان ضلع فیروزپور میں آپ کے ایک نہایت ہی پکّے اور سچے سیوک
دوسری عورت کے ساتھ زنا کاری کی تھی یا نہیں آیا وہ اب تک بھی آپکا سیوک ہے

۵۔ کیا آپ کے کسی دیو کمار فرزند ارجمند نے دوسرے لڑکے کے ساتھ
اور کروایا تھا یا نہیں۔ آپ نے اس کو دیو آشرم لاہور میں کیا آشیرباد دیا تھا؟

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۶۔ کیا آپ کی کونسل میں کبھی یہ رزولیوشن پاس ہُوا تھا یا نہیں کہ دیورتن جو آپ کی مونچھ کا بال ہے۔ دیو سماج کی تین خاص نوجوان خوبصورت دودھواؤں کے ساتھ خط و کتابت نہ کرنے پائے۔ اگر ایسا رزولیوشن کبھی پاس ہُوا تھا تو کیوں؟

۷۔ آیا آپ نے اپنے کسی دوسرے بھگت کے ذریعہ ان عورتوں کو اس رزولیوشن کی بنا پر اطلاع دی تھی۔ کہ وہ دیورتن کے ساتھ کسی قسم کی خط و کتابت نہ کریں۔ اگر یہ خط و کتابت بند ہوئی تھی تو کیوں؟

۸۔ کیا حال میں ہی آپ کی ایک بہت پرانی سیوکا نے اور ایک سکول کی ادھیاپکہ نے اپنی ہی شاگرد لڑکیوں کا آٹا چرا کر آپ کی لاثانی جیوتی کا ثبوت دیا یا نہیں؟

۹۔ کیا آپ کی ایک وفادار سیوکا اور بھگتنی نے آپ کے ہی گھر میں رہ کر اور آپ سے ہی جیوتی اور شکتی پا کر آپ کے ہی گھر میں لگاتار متواتر چوری کی یا نہیں؟

۱۰۔ آپ کے پاس جو آپ کی عورت کی بہن یا آپ کی سالی رہتی تھی۔ اُس نے آپ کے دونساڈنک لگایا تھا۔ کہ جس سے آپ بستر مرگ پر لیٹ گئے تھے۔ کیونکہ اس نے آپ کو لکھا ہے۔ کہ اُس نے کالا سانپ بن کر آپ کو ڈسا اور وشواس گھات کیا۔ وہ وشواس وشواس تھا جس کو اس ناگن نے نگن کر دیا تھا اور آپ قریب المرگ ہو گئے تھے؟

۱۱۔ آپ کے گھر میں آپ کے ایک پُرانے کرم چاری کی بیس سال کے لگ بھگ کی جو خوبصورت نوجوان لڑکی رہتی ہے۔ کوئی شخص اس کے ساتھ شادی کیوں نہیں کرتا۔ کیا آپ اس معاملہ پر روشنی ڈال سکتے ہیں؟

۱۲۔ آپ کا جو ایک بہت پُرانا اور کٹر بھگت جس کی بھگتی کا آپ نے اپنے معجزات میں بھی ذکر کیا ہے۔ ایک دوسرے بھگت کا ہزار سے زیادہ روپیہ لے کر بھاگ گیا۔ کیا وہ بھی خدا پرستی کا ہی پھل ہے؟

۱۳۔ کیا حال میں ہی آپ کے کسی عقیدتمند کٹر کرمچاری کی ایک رشتہ دار عورت نے دوسرے مرد کے ساتھ زنا کاری کر کے اپنے بھائی۔ اپنی لڑکی۔ اپنے جیٹھ وغیرہ کے [illegible] مرنے کا موقع پیدا نہیں کر دیا؟ کیا آپ کی جیوتی اور شکتی اس عورت تک [illegible] پہنچ سکتی۔ اگر نہیں پہنچ سکتی تو کیوں؟

۱۴۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ کے ہم زلف ڈاکٹر پرسرام کا دیو سماج سے کتنے

CC-0. Kanya Gurukul Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عرصہ سے تعلق تھا۔ کیا حال ہی میں اس کا کوئی استعفا آپ کے پاس پہنچا ہے یا نہیں اگر پہنچا ہے۔ تو کیوں؟

۱۵۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ کے پرانے بھگت دینا ناتھ جی بالی کے کتنے لڑکے آپ کے ہائی سکول موگہ میں تعلیم پاتے تھے۔ کیا وہ اب بھی وہاں تعلیم پاتے ہیں۔ اگر نہیں۔ تو ان کو سکول سے ہٹا لینے کی وجہ کیا ہوئی؟

۱۶۔ کیا آپ کے بھگت دیناناتھ بالی کا سماج میں وہی درجہ ہے۔ جو کہ پہلے تھا۔ یا کہ ان کو نیچے گرایا گیا ہے۔ اگر نیچے گرایا گیا ہے۔ تو کس گناہ میں؟

۱۷۔ بھائی امرسنگھ کو جو سکرٹری کے عہدے سے برطرف کیا گیا ہے۔ کیا یہ اُسی پبل والے "حادثہ" کی سزا ہے۔ یا انہوں نے اس کے علاوہ کسی اور جگہ دیا سلائی رگڑاری تھی

مجھے امید ہے۔ کہ آپ میرے ان سوالات کا جواب دے کر مجھے مشکور فرمائینگے۔ نہ صرف مجھے ہی بلکہ پبلک کو بھی ان سوالات کے صحیح صحیح جوابات ملنے پر اس بات کا اندازہ لگانے کا موقع مل سکیگا۔ کہ آیا خدا پرستی درحقیقت ایسا ہی پاپ ہے جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں۔ یا کچھ اور۔ اور اس کے مقابلہ میں آیا آپ کی جیوتی اور شکتی درحقیقت ایسی ہی نجات دہندہ یا اُدھارنی ہے۔ جیسا کہ آپ اور آپ کے بھگت ظاہر کر رہے ہیں۔ یا کچھ اور۔ مت خیال کیجئے۔ کہ میں آپ کو یا آپ کی سماج کو نقصان پہنچانے کے لئے یہ سوالات آپ سے کر رہا ہوں۔ ہرگز نہیں میرا مطلب نقصان پہنچانے کا نہیں ہے۔ بلکہ میں اس بات کا فیصلہ چاہتا ہوں۔ کہ خدا پرستی اور مردم پرستی میں سے کونسی چیز اچھی ہے۔ جس سے انسانوں کا گنا ہوں سے کلی اوہار ہو سکتا ہو۔ تاکہ میں دھوکہ میں نہ رہوں۔ اور اُسی اُلٹے یا سیدھے راستہ کو اختیار کروں۔ جس کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں۔

آپ کا ایک پرانا سیوک

دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دھوکہ بازی کا نیا طریقہ

دیوگورو کے بھگتوں کی ریاکاری۔ مکاری۔ سیاہ کاری۔ غلط کاری۔ بدکاری۔ زناکاری غرضیکہ ہر ایک قسم کی کاری بلکہ پچی کاری کا پلستر آخر اُکھڑ گیا۔ اور پبلک کو معلوم ہوگیا۔ کہ ان کے دعاوی کہاں تک سچے اور اُن کی اشتہار بازی کہاں تک ٹھیک تھی۔ اور اُن کا خدا اور خدا پرستوں کو گالیاں دینا کہاں تک انصاف پر مبنی تھا۔ اب جب ان کے ہاتھ پلے اور کچھ نہیں پڑتا۔ تو یہ رونے بچے کی طرح نہایت ہی ادنے باتوں پر گر کر ایک نئے طریقہ پر لوگوں کو مغالطے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی جس راستے سے چاہیں بھاگیں۔ مگر میرا ہنٹر جب تک یہ سیدھے نہیں ہوتے برابر ان کی بوتھی پر پڑتا رہیگا۔ اور میں دکھاؤنگا۔ کہ آیا خدا پرست زیادہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ یا یہ گورو کے پنڈے۔ مثلاً دیوگورو کے پنڈے نے اپنے اخبار میں لکھا ہے۔ کہ لاہور کے ایک آریہ سماجی نے ہم سے بیان کیا۔ کہ جب سے اندر میں ایسے یا ویسے مضامین نکلنے شروع ہوئے ہیں۔ میں نے تو اندر ہی بند کر دیا ہے +

ناظرین! بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ کیا آئے دن اخباروں کے سینکڑوں خریدار اخبار بند نہیں کرواتے رہتے۔ اگر اندر کے کسی خریدار نے ایسا کر دیا ہو۔ تو کونسی بڑی بات ہے۔ مگر میں اس جھوٹے پنڈے کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ اس بات کو ثابت کر دے کہ لاہور کے کسی بھی آریہ یا غیر آریہ خریدار نے اندر کی خریداری اس وجہ سے بند کی ہو۔ جو کہ وہ بیان کرتا ہے۔ یہ اُس کا سفید جھوٹ ہے۔ جس کو وہ مر کر بھی ثابت نہیں کر سکیگا۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے یعنی خاص لاہور میں پہلے کی نسبت کئی گنا خریدار نئے بنے ہیں۔ علاوہ ازیں جہاں پہلے اندر دیو سماج کے کسی بھی آدمی کے پاس نہیں جاتا تھا۔ وہاں اب متعدد دیوگورو بھگت قیمتیں دے دے کر یاد کی۔ پی منگوا کر اندر کی گرنتھ سے جو دیوگورو کی جیوتی کو تاریکی میں تبدیل کر رہی ہیں فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دوسرے موقع پر یہی جھوٹا آدمی پھر لکھتا ہے۔ کہ فلاں صاحب نے ہم سے بیان کیا۔ کہ گورو کل کانگڑی کے لئے روپیہ لینے کی خاطر جو یہ سماجی ہمارے پاس آئے تھے۔ اُن کے ریڈر نے ہم سے شراب اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناچ کی درخواست کی۔ وغیرہ۔ میں اس پنڈے کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر اس
بھی ہمت ہے۔ تو وہ اُن آریہ سماجیوں کے نام ظاہر کر دے۔ تاکہ ہم اُن سے
کر سکیں۔ تیسرے موقع پر یہی جھوٹا آدمی پھر لکھتا ہے۔ کہ انجیل کے وقت
پھر۔ پسو۔ مینڈک برساتا تھا۔ اب اگنی اور گولے برساتا ہے۔ وغیرہ۔ میں
چوتھے کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ اناجیل میں سے اپنے سیاہ جھوٹ کی تصدیق کر
دکھائے۔ کیا یہ شرم کا مقام نہیں۔ کہ براہ راست مقابلہ پر آنے کی بجائے دیوتر
جیسا شخص اس قسم کی دھوکہ بازیوں اور غلط بیانیوں سے میدان جیتنا چاہتا
ہے۔ کیا عدالت کی طرف سے اس کے اور اُس کے گورو کے جو ستھرے شادی
جوت پڑ چکا ہے۔ وہ کافی نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے۔ کہ وہ اب اپنے ننگ کو
چھپانے کے لئے خاص لنڈن میں پارلیمنٹ کے سامنے اپنے خارج شدہ مقدمہ
کی سماعت کروانا چاہتے ہیں۔ بھلا اگر وہاں بھی بوٹ پڑا۔ تو پھر کہاں جائینگے
اگر یہ لوگ پہلے ہی عدالت میں نہ جاتے۔ تو اس قدر ذلیل کیوں ہوتے۔ غریب جوہر
کیسے "ظالم" سے تمہیں واسطہ پڑا !!

اندر کے ناظرین کے سامنے ایک حل طلب سوال

ناظرین! آج میں آپکے سامنے ایک سوال پیش کرتا ہوں آپ اس کا حل مجھے بتائیں۔ آپکو بتانے کی
ضرورت نہیں کہ دیو سماج کیا ہے اور میں نے کیوں اُس کے برخلاف قلم اٹھایا سوال یہ ہے کہ علاوہ اس
مصالح کے جو اس گروہ کے بارے میں میرے پاس پیشتر سے موجود تھا۔ کنور جیدیو سنگھ جی بھی اپنا تمام
گولہ بارود بلکہ میگزین کا میگزین ہی میرے سپرد کر گئے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اس گولہ باری کے
ذریعہ کس کو بنایا جاوے۔ آیا اندر کو یا کتابوں کے سلسلہ کو؟ اگر اندر کو ذریعہ آتش فشانی بناؤں تو
شاید اُس کے بعض سادہ سوبھاؤ ناظرین اس خوفناک گولہ باری سے گھبرا اُٹھیں۔ اگر کتابوں کا سلسلہ
شروع کروں۔ تو روپیہ کہاں سے آئے۔ اور اُنکی اشاعت کا کیا ڈھنگ ہو۔ روپیہ کے لئے اپیل کرنا
لئے ناممکن ہے اگر چھوٹا موٹا ٹریکٹ لکھنا ہوتا۔ تو چنداں مضائقہ نہیں تھا۔ لیکن جہاں کئی جلدوں کا
ہو وہاں حساب کتاب سے کام لینا پڑتا ہے اب دو ہی باتیں ہیں یا تو اندر کے ناظرین میں سے کم
کم ایک ہزار اصحاب بیرائے دیں کہ بے شک اندر ہی کو روپیہ دھار کر لے ہم نہیں گھبرائینگے یا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مسدس

(از چنڈی پرشاد - شیدا دہلوی)

اے اہلِ ہند جاگو اُٹھو ہوشیار ہو — سوتے ہی عمر گذری وہ غفلت شعار ہو
کیا پاسِ آبرو نہیں وہ بے وقار ہو — سارے جہاں کے سامنے تم شرمسار ہو
اپنے ہی ہاتھوں آپ کی مٹی خراب ہے
کیوں نیم وحشی بن گئے جاہل خطاب ہے

دوپہر ساری ڈہل گئی دن کا ہے اختتام — وہ نور کی سحر گئی آئی بلا کی شام
دنِ فلک سے تحتِ ثریٰ بن گیا مقام — عزت کی لن ترانی کا قصہ ہوا تمام
جب تک کہ اتفاق تھا تم میں تمیز تھی
اقبال اک غلام تھا دولت کنیز تھی

علم و ہنر میں چرخ سے اونچا تھا مرتبا — خورشید کانپتا تھا ہماری تھی وہ ضیا
سوچیں تو اپنے دل میں حقیقت کہ ہم تھے کیا — ادنےٰ سا اک کرشمہ تھا کہتے تھے برملا
ما خاک را بہ نیم نظر کیمیا کنیم
صد درد را بگوشۂ چشم دوا کنیم

[illegible] تھی ہماری جہاں میں یگانہ تھے — موجد ہر ایک فن کے تھے فخرِ زمانہ تھے
معلوم اب ہوا ہمیں ہم کیا تھے کیا نہ تھے — افسانہ بن گئے ہیں کچھ اس کے سوا نہ تھے
ہم سنگِ میل اپنی بقا و فنا کے ہیں
گویا مٹے مٹے سے نشاں نقشِ پا کے ہیں

اقبال نے بجا دیا نقارۂ رحیل — تقدیر کچھ بگڑ گئی کچھ آسماں کا نیل
اشراف کے بگاڑ میں بننے لگے رذیل — شہباز سے مقابلہ کرنے لگی ہے چیل
کم ظرف پڑھ گئے ہیں مقدر پلٹ گیا
لبریز جام ہو گیا مینا اُلٹ گیا

نازل پہ آفتیں ہوئیں کس کس کا نام لیں — تازہ بلائیں آتی ہیں اُن کا پیام لیں
دل رو رہا ہے ضبط سے کیا خاک کام لیں — ہاں سننے والے اپنے کلیجوں کو تھام لیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا لکھ سکے کوئی کہ یہ اب حال غم سے ہے
جاری لہو کی دھار شگافِ قلم سے ہے

بھوکے شکم ہیں سر پہ مصیبت ہے کال ہے — ہر وقت چاندنا ہے عجب گھر کا حال ہے
دولت لُٹی ہے عیش کی صورت سوال ہے — گر کچھ بچا کھچا ہے تو چرخے میں مال ہے
نانِ دلِ برشتہ کی بو ہے دماغ میں
آنکھوں کے تل کا تیل ہے شب کو چراغ میں

پہلی ہماری علمی لیاقت کدھر گئی — بیکار کیوں ہیں صنعت و حرفت کدھر گئی
اگلی کہاں وہ شان ہے شوکت کدھر گئی — تھا جس پہ ناز دولت و عزت کدھر گئی
پاؤں کی خاک ہند کے سرتاج ہو گئے
کیوں آج غیر ملک کے محتاج ہو گئے

غیروں کی خاک غیرتِ اکسیر ہو گئی — جرمن کی شال روکشِ کشمیر ہو گئی
کیا ہند سے حضور کی تقصیر ہو گئی — برگشتہ اس کی آج جو تقدیر ہو گئی
دولت شکار کرنے کو مغرب کی کل ہوئی
مانچسٹر کی آپ کو ململ رفل ہوئی

دیکھو تو کیسے یورپین ہوشیار ہیں — سو جان و دل سے ملک پر اپنے نثار ہیں
جاپانی بھی ترقیوں پر بے قرار ہیں — اک ہم ہیں قوم و ملک کے جو ننگ و عار ہیں
مرتے ہیں تو بدن پہ بھی دیسی کفن نہیں
افسوس ہم میں اتنی بھی حبِ وطن نہیں

توقیر جانتے ہیں ولایت کے سوٹ میں — پاؤں کی زیب ختم ہے ڈاسن کے بوٹ میں
مال اپنا کیونکر آئے نہ غیروں کی لوٹ میں — نفرت ہے اتفاق سے لذت ہے پھوٹ میں
افلاس صدقے ہوتا ہے عقل و تمیز پر
اتراتے پھر رہے ہیں جو مانگے کی چیز پر

اک دیسی سوئی بھی نظر آنی محال ہے — پھیلا وہ غیر ملک کی اشیا کا جال ہے
آرائش اور فرش کی روشن مثال ہے — وہ جسم کا بیان تھا یہ گھر کا حال ہے
گھر جسم رہنِ غیر ہیں نوبت ہے جان کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قسمت بگڑ گئی ہے وہ ہندوستان کی

حالت بُری ہے شوقِ نمائش تو کم نہیں — کھانے کو غم تو پینے کو آنکھوں میں نم نہیں
کیا خاک محنتیں ہوں کہ سینے میں دم نہیں — وہ ضعف کا ہے زور کمر ہے شکم نہیں

انداز ملکِ غیر جو آنکھوں کو بھا گئے
ہم آپ اپنے قتل کا بیڑا اُٹھا گئے

بگڑی ہوئی ہے ملک کی حالت سنوارئے — افلاس جو بڑھائیں وہ کپڑے اُتارئے
منجدھار میں ہے ناؤ ذرا سر اُبھارئے — ہاں اب بھی وقت کم نہیں ہمت نہ ہارئے

گلزار محنتوں سے نشیمن بنائیے
کانٹوں کے بن کو رشکِ گلشن بنائیے

پیچھے نہ ہو ہٹیں قدم ایسے بڑھائیے — وہ مستقل مزاجی کا نقشہ دکھائیے
خاطر میں مشکلوں کو ذرا بھی نہ لائیے — گر ہو پہاڑ تنکا بنا کر اُٹھائیے

اک شیر دل ہو سینے کے اندر دھرا ہوا
رستم صفت ہو خون رگوں میں بھرا ہوا

پہلو میں ہو جگر تو شجاعت پرست ہو — مضبوط ہوں ارادے تو ہمت نہ پست ہو
جو بڑھ رہی ہیں آفتیں اُن کی شکست ہو — کاٹو مصیبتوں کو وہ خنجر بدست ہو

ہر ایک دل جواب ہو باغِ نعیم کا
مُلکِ اُمید میں نہ رہے دخل بیم کا

محفوظ ہو بلاؤں سے پھر اپنا بال بال — بھوکے مریں نہ سینکڑوں نیز میں ہو کال
تکلیف پاس آئے کوئی اپنے کیا مجال — صنعت کی گر ہو قدر جو حرفت کا ہو خیال

آرام دہ مکان بنے ہر مکین کا
گلزارِ خُلد نام ہو اس سرزمین کا

ہر وقت کیوں نہ ہائے قیامت کا ہو گزر — ماں کی مصیبتوں کی نہ اولاد کو خبر
اتنا نہیں خیال کہ ہم اس کے ہیں پسر — مدفون کر کے میّت مفلس بنائیں زر

حالت سے آشنا نہیں ہم اُس حزین کی
آب و ہوا سے پلتے ہیں جس سرزمین کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ کون شے ہے جس کا خزانہ نہیں عیاں
جو جو ضرورتیں ہیں میسر ہیں سب یہاں
محتاج ملک غیر ہوں ہم ہے فقط گماں
سمجھیں اگر ہمارا ہے محتاج اک جہاں
ہر وقت جس پہ تاک ہے سارے جہان کی
زرخیز وہ زمین ہے ہندوستان کی

دریا وہ بہ رہے ہیں کہ ثانی نہیں کہیں
ایسے پہاڑ روے زمین پر کہیں نہیں
سرسبز جنگلوں کی ہے شاداب زمین
گرتے ہی دانہ نشو و نما پائے ہے یقین
زیر زمین وہ کانیں جواہر نگار ہیں
سب نعمتیں جہاں کی یہاں بیشمار ہیں

گر ہے کمی تو یہ ہے کہ ہم میں نہیں وقوف
یہ وہ مرض ہے جس سے کہ عاجز ہے فیلسوف
ادبار ہے کہ شمس مقدر شدہ کسوف
مشہور ہیں زمانہ میں بے علم و بے وقوف
موزونیت سے فقرہ ہمیں پر یہ چل گیا
دولت ہے گھر میں اور دوالہ نکل گیا

اس ظاہری نمود کو للہ چھوڑیئے
رشتہ بندھا ہؤا ہے جو فیشن سے توڑیئے
سادہ لباس خوب ہے دل اس سے جوڑیئے
محنت کی سمت ہمتِ عالی کو موڑیئے
ملتی مسرتیں ہیں غم جانستاں کے بعد
موقوف ہے بہار ہماری خزاں کے بعد

شیدا جو کہ رہا ہے ذرا کان دیجئے
ہندوستاں کے حال پر اب تو پسیجئے
بازار گرم صنعت و حرفت کا کیجئے
دولت کو دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کے لیجئے
نظارہ ہے بلندی و پستی کا ہر طرف
میدان کھُلا ہؤا ہے ترقی کا ہر طرف

تاثیر رنگ لائے ہماری زبان کی
زینت دوبارہ آئے اس اُجڑے مکان کی
دکھلائے ذرّہ ذرّہ جھلک اگلی شان کی
خوش حال سرزمین ہو ہندوستان کی
افسون میں پڑھ رہا ہوں بلاؤں کے واسطے
سب ہاتھ اب اُٹھائیں دعاؤں کے واسطے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آریہ ویر

(از شریمان کاشی ناتھ فدا)

جو ویدک دھرم پر سروسیہ اپنا وار بیٹھے ہیں
خوشی سے ذبح ہونے کے لئے تیار بیٹھے ہیں

نہیں کھاتے کسی کا خوف مثل لیکھرام اب بھی
دئے گردن وہ زیر خنجر خونخوار بیٹھے ہیں

نہیں پروا کسی نے دیدیا گر قتل کا فتوا
مقابل قاتلوں کے بھی وہ بے ہتیار بیٹھے ہیں

مدد اپنی حفاظت کے لئے کیوں لیں عدالت سے
وہ اپنی جان دیدینے کو بے انکار بیٹھے ہیں

ہٹا سکتی نہیں ہے انکو دنیا کی کوئی طاقت
نہیں کھٹکا ہے گر دشمن لئے تلوار بیٹھے ہیں

انہیں پروا نہیں ہے گھات میں انکے عدو گر ہے
اخوت کے نشے میں ایسے کچھ سرشار بیٹھے ہیں

کسی سے مصلحان دھرم کا کچھ ہو نہیں سکتا
وہی مٹجائینگے جو درپئے آزار بیٹھے ہیں

سبھا میں آریوں کی دیکھ لو اک گیان چرچا ہے
فقط بہتان ہے انپر کہ وہ غدار بیٹھے ہیں

نہیں محدود انسان تک ہے انکی کوشش پیہم
وہ کرنے کو پرانی ماتر کا اودھار بیٹھے ہیں

سداچار۔ دیش اُدہار

کبھی سلطان جو تھے اب ہوئے نادار بیٹھے ہیں
جو آقا تھے بنے وہ آج خدمتگار بیٹھے ہیں

نہیں ہے کانگرس اتسب پر کوئی دھرم کا لکچر
جدھر دیکھو اُدھر ہی شاکئے سرکار بیٹھے ہیں

کوئی اک لفظ بھی کہتا نہیں ہے نیک چلنی پر
یہ بھارت ورش کا کرنے کو کیا اُپکار بیٹھے ہیں

کسی کا دھیان ہی جاتا نہیں آچار کی جانب
وکیل و ڈاکٹر بیرسٹر و مختار بیٹھے ہیں

جو مذہب چھوڑ کر ملکی ترقی کے ہیں گرویدہ
وہ بیڑا غرق کرنے کیلئے منجدھار بیٹھے ہیں

بہم وشواش ہونیکا نہیں بے دھرم کے ہرگز
سمجھ لیں سوچ لیں جتنے یہ خوش گفتار بیٹھے ہیں

سہارے سے ترے اے ہمت عالی زمانہ میں
ذلیل و خوار جو تھے بنکے عزت دار بیٹھے ہیں

بغیر سعی ہو سکتا نہیں ہے اُن کو کچھ حاصل
بھروسہ پر جو تیرے طالع بیدار بیٹھے ہیں

نہ پہنچینگے کبھی وہ منزل مقصود تک ہرگز
کہ جو راہ سفر کی سختیوں سے ہار بیٹھے ہیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درازی راستہ کی ایسے قدموں سے نہ طے ہوگی ابھی جو شکوہ سنج زخم لوگ خار بیٹھے ہیں

عالم باعمل

جو فرض سے اپنے کبھی غافل نہیں ہوتا دکھ درد کبھی اُس کے مقابل نہیں ہوتا
لافانیتِ روح پہ وشواش ہے جس کا وہ سامنے شیروں کے بھی بزدل نہیں ہوتا
معقول جو انسان ہیں خدا سے نہیں ہٹتے اُن سے یہ کبھی دعوئے باطل نہیں ہوتا
تعلیم بد اخلاق کی جس کو نہ ملی ہو حورانِ بہشتی پہ وہ مائل نہیں ہوتا
ست دھرم کا پرچار ہو کیا عیش طلب سے مُردہ جو بشر ہو کبھی قابل نہیں ہوتا
تن من کو جو اس پر نہ کرے پہلے نچھاور خاتونِ مسرت سے وہ واصل نہیں ہوتا
کس طرح سے پھر دشمنیٔ دھرم ہو ہم سے اپنا ہی عدو کوئی بھی جاہل نہیں ہوتا
بدنام عبث کرتا ہے سوامی کے مشن کو
ویدوکت اصولوں پہ جو عامل نہیں ہوتا

مردِ میدان

گر سامنے کچھ عقدۂ مشکل نہیں ہوتا دم بھر کو بھی مسرور مرا دل نہیں ہوتا
جب تک کوئی صدمات کا حامل نہیں ہوتا وہ اپنی نگہبانی کے قابل نہیں ہوتا
خطرات کے پردہ میں خوشی جلوہ نما ہے جو ڈرتا ہے دیدار اُسے حاصل نہیں ہوتا
غواص سمندر کی تہوں سے ہیں اٹھاتے حاضر کبھی موتی لبِ ساحل نہیں ہوتا
جو قید سے بدیوں کی زمانہ کو چھڑاوے مطلق بھی اُسے خوفِ سلاسل نہیں ہوتا
خودداری کی عظمت پہ کیا غور ہے جس نے ہرگز وہ کسی سے کبھی سائل نہیں ہوتا
تابع میں حواسوں کو فدا جس نے کیا ہے
سکھ کونسا ہے اُس کو جو حاصل نہیں ہوتا

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوگورو کے سخت جھوٹے اور نہایت ہی بے شرم پنڈتوں کو ایک اور چیلنج

دیوگورو کے پنڈتوں نے جھوٹ لکھنے اور نہایت ہی شرمناک طور پر سیدھے سادے لوگوں کو دھوکہ دینے میں جو کمال حاصل کیا ہے۔ وہ لاثانی ہے۔ لیکن ان جھوٹے اور دھوکہ باز انسانوں کی ہر ایک سیاہ کاری اور ٹیڑھی چال کو روشنی میں لانے اور ان انارکلی کے کوڑیوں کے جھوٹے اور بے بنیاد دعووں کو قطعی بیخ و بن سے اکھاڑ کر ہمیشہ کے لئے کھاری سمندر میں غرق کر دینے کے لئے یقیناً اندر کی کریں بھی لاثانی ثابت ہو رہی ہیں۔ ان جھوٹے آدمیوں کو اسی پرچہ میں کئی جگہ چیلنج دے چکا ہوں۔ لیکن ان کی بوتھی پر ایک گرما گرم ہنٹر رسید کر کے ان کی اول درجہ کی دھوکہ بازی اور جھوٹ بیانی پر ان کو ایک اور چیلنج دیتا ہوں۔ ان جھوٹے آدمیوں نے اپنے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۸ء کے پرچہ میں لکھا ہے کہ دھرم پال۔ پنڈت گردھر رائے اور کنور جید یوسنگھ نے پنڈت صاحب موصوف کے مکان پر ایک خاص اجلاس دیوسماج کے بارے میں کیا۔ جس میں دھرم پال نے یہ گفتگو کی۔ اور کنور جید یوسنگھ نے فلاں بات کی۔ اور پنڈت گردھر رائے نے یہ کہا۔ اور فلاں رزولیوشن پاس ہوا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ ایسا کوئی بھی واقع نہیں ہوا۔ بلکہ جس تاریخ کا اس دیوسماجی جھوٹے پنڈے نے ذکر کیا ہے۔ اس تاریخ کو میں جالندھر میں تھا۔ اور کنور صاحب رائے پور میں تھے۔ اور اغلباً پنڈت گردھر رائے صاحب بھی اپنے مکان پر نہیں تھے۔ ایسی صورت میں کیونکر ممکن تھا۔ کہ ہماری کوئی اس قسم کی میٹنگ ہوتی پس اس جھوٹے آدمی نے جو کچھ اپنے ۱۵۔ اپریل کے پرچہ میں لکھا ہے۔ وہ نہایت ہی شرمناک جھوٹ ہے۔ میں اس کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ اپنے بیان کی کسی بھی زمینی یا آسمانی ذریعہ سے تصدیق کرے۔ اگر وہ اپنے بیان کو ثابت کر دے تو میں پھر کہتا ہوں کہ اس وقت تک میں نے جو کچھ بھی دیوسماج کے برخلاف لکھا ہے۔ اس سب کو رد لگا۔ اور آئندہ ایک لفظ بھی اس کے برخلاف نہیں لکھونگا۔ ورنہ ان جھوٹے اور ہزار آدمیوں کو اس قسم کے شرمناک جھوٹ لکھ کر لوگوں کو دھوکہ نہیں دینا چاہیئے۔

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Digitized by eGangotri

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوگورو کی شکتی کہاں گئی!

دیوگورو کی شکتی جس کو وہ پرماتما کی طاقت سے بھی زیادہ اُدھارنی بتا رہا تھا۔ کس گندی موری میں جا گھسی ہے۔ کیوں نہیں وہ اب اپنے پرانے اور نہایت ہی بھگتوں کو جو اس کی صف کو چھوڑ کر ہماری طرف آ رہے ہیں روک سکتا۔ ناظرین! دیو گورو کے معمولی بھگتوں کے بارے میں جنہوں نے اس پاکھنڈی کو چھوڑ دیا ہے روز تو آئے دن ہی میرے پاس خطوط آتے رہتے ہیں۔ لیکن اُن میں سے ایک خط سردار بھگت سنگھ صاحب پوسٹماسٹر سیگانگ ملک برہما کا ذرا قابل ذکر ہے۔ سردار صاحب تقریباً دس سال سے دیوگورو کے پکے بھگت چلے آ رہے تھے۔ ان کے تین لڑکے موگہ کے ہائی سکول میں بھی پڑھتے تھے۔ لیکن اب اُنہوں نے لڑکوں کو سکول سے ہٹا کر دیوگورو کے پاکھنڈ کو خیرباد کہکر یہ ٹھان لی ہے۔ کہ وہ اس پاکھنڈی کی اصلیت کو جہاں تک ظاہر کریں۔ چنانچہ سردار صاحب لکھتے ہیں کہ میں جلدی ہی آپ سے ملنے کے لئے پنجاب آ رہا ہوں۔ اور آپ کو دیوسماج کے مفصل حالات بتاؤنگا۔ مجھے امید کرنی چاہیئے کہ دیوگورو کے دوسرے کٹر بھگت بابو اگرسین جی ہیڈ کلرک ملٹری پولیس بھاموملک بر اس پرچہ کا غور سے مطالعہ کرینگے۔ اور اپنی خط و کتابت میں انہوں نے دیوسماج کے متعلق جن امور کے بارے میں مجھ سے سوالات کئے تھے۔ اس پرچہ میں اُن کا کافی و شافی جواب پاکر اب زیادہ دیر نہیں کرینگے۔ بلکہ فوراً سردار بھگت سنگھ جی کی طرح اس پاکھنڈ جال کو توڑ کر نکل آئینگے۔ اور یا پھر وہ میری تمام تحریروں کا میرے سوالات کا میرے چیلنجوں کا تسلی بخش جواب دیکر مجھے قائل کر کے اپنا ساتھی بنالیں۔ میں تیار ہوں + دھرم پال

مینجر کا نوٹس

اِندر کے نئے خریداروں کو جن کی درخواست خریداری بھی ۱۹۰۸ء میں دفتر اندر میں پہنچ جائیگی۔ مفصلہ ذیل کتابیں مفت نذر کی جاوینگی:- ۱- اگنی قیمت ۶/ + ۲- دستی کرم ودھی قیمت ۳- اساطیر الاولین قیمت ۶/ + ۴- وکیل حیوانات باتصویر قیمت ۴/ + ۵- اندر سنہ ۱۹۰۶ء کی نامکمل جلد۔ ان میں سے اِندر سنہ ۱۹۰۶ء کی نامکمل جلدیں بہت تھوڑی سی ہیں جو درخواست اُن کو شاید اس نامکمل سے بھی محروم رہنا پڑے + درباری لال۔ مینجر۔ اندر۔ لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

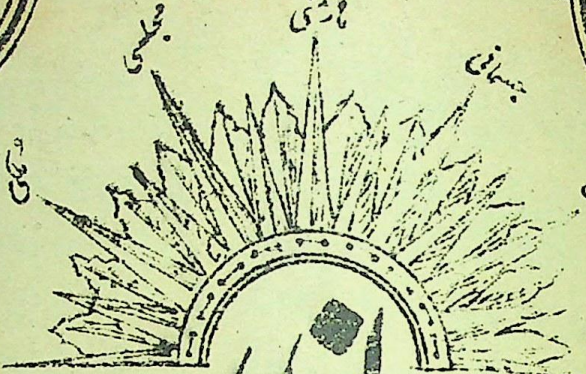

اِندر

جلد سوم | جون سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۶

فہرست مضامین

۱۔ خواب ہستی۔ ایڈیٹر ۳۸۹
۲۔ شاریرک بل۔ ایک ویدش سیوک ۳۹۹
۳۔ محبت و مروت کا فرض اوّلین
از مہاشہ رام ناتھ پوری۔ اوک لین ایڈیٹر ۴۰۸
۴۔ دہلی کے خواجہ حسن نظامی کی
کذب بیانی۔ ایڈیٹر ۴۱۱
۵۔ مہاتما منشی رام جی کی
صحت یابی۔ ایڈیٹر ۴۱۹
لاہوری پاکھنڈی ضمیمہ اندر ۴۲۱

ایڈیٹر۔ دھرم پال۔ بی۔ اے
لاہور

سالانہ قیمت سے۔ ممالک غیر ہے۔ نمونہ کا پرچہ ۲ آنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر کے دس احکام

۱- فروری سنہ ۱۹۰۸ء سے اِندر بجائے دس تاریخ کے ہر ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے ناظرین اس تبدیلی کو نوٹ کرلیں ✣

۲- اِندر نمونہ کی رسم کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ نمونہ کے شوقینوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اِندر کا پرچہ بطور نمونہ کسی کو ۶ر کے ٹکٹ یا ۱ر کا وی پی آنے کے بغیر روانہ نہیں کیا جاتا فیصلہ

۳- بعض اصحاب اس خیال پر وی پی واپس کر دیتے ہیں کہ جو پرچہ اُن کے مذاق کے مطابق نہیں ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لینگے۔ آئندہ کے لئے اُن کے واسطے بھی وہی شرط ہے جو کہ نمونہ کے شوقینوں کے

۴- ہر ایک خط جس میں نمونہ طلب کیا گیا ہو مگر شرط نمبر ۲ پوری نہ کی گئی ہو۔ بلا تامل چاک دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا فضول خط کوئی صاحب بھیجنے کی تکلیف نہ اٹھائیں ✣

۵- تبدیلیٔ پتہ کی اطلاع یا پرچہ کی گم شدگی کی شکایت کے ساتھ اگر چٹ کا نمبر نہ لکھا ہو تو صحیح وہ خط دفتر میں آنے کے ساتھ ہی چاک کر دیا جائیگا اُسکی کوئی تعمیل نہیں ہوگی اور نہیں

۶- پرچہ کی گم شدگی کی اطلاع اسی مہینہ میں آنی چاہیئے۔ اگر دوسرے یا تیسرے ماہ میں کی جاوے گی۔ تو پرچہ کسی صورت میں بھی روانہ نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں فائل کو مکمل رکھنے والوں کو ۴ر کے حساب سے پرچہ مل سکتا ہے ✣

۷- ہر ایک وی پی جو واپس آتا ہے۔ بلا تامل رجسٹر میں سے خارج کر دیا جاتا ہے مطلق نہیں پوچھا جاتا کہ وی پی کیوں واپس کیا گیا۔ خواہ خریدار نے اپنی مرضی سے واپس کیا ہو یا ڈاکخانے والوں کی غلطی سے پرچہ فوراً بند کر دیا جاتا ہے تاوقتیکہ خریدار دوبارہ اجرا کی درخواست نہ کرے

۸- اِندر کے دفتر کا انتظام مکمل ہے۔ تمام خطوط اور شکایتوں کی باقاعدہ تعمیل کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ تعمیل کی شرائط کے اندر ہوں ✣

۹- یہ ضروری نہیں کہ اندر کا ایڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کے ساتھ کلیتہً اتفاق رکھے یا باہر سے آئے ہوئے تمام مضامین کو اندر میں جگہ دے۔ یا واپس کرے تاوقتیکہ مضمون نگار مضمون کی واپسی کے محصول کا ذمہ وار نہ ہو ✣

۱۰- اِندر ان قواعد کا پابند ہے۔ باقاعدہ وقت پر نکلتا ہے۔ اُس کے ناظرین کو بھی اُس کے قواعد کا خیال رکھنا چاہیئے تاکہ فضول خط و کتابت میں کسی کا بھی ہرج نہ ہو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر

جون سنہ ۱۹۰۸ء

خوابِ ہستی

پہاڑ کی چوٹی پر ایک خوبصورت - ہوادار بنگلہ بنا ہؤا ہے - مکان نہایت ہی صاف اور اُس کے اردگرد کا قدرتی نظارہ نہایت ہی دلکش ہے بنگلہ کے چاروں طرف رنگ رنگ کے خوشبودار پھولوں کے پودے پھولوں سے لدے کھڑے ہیں - ہوا کے نرم نرم جھونکے ان کی روح افزا خوشبو کو اپنے دامن میں لپیٹ کر بنگلہ کے دروازوں کے اندر سے گزر رہے ہیں - بنگلہ کے چاروں طرف پھولوں کے پودوں کے علاوہ صنوبر کے درخت ہیں - جن کی شاخیں جعد مشکیں کی طرح گو پراگندہ ہیں مگر عاشقانِ قدرت کے دل کو پراگندہ نہیں کرتیں - جب ہوا ان شاخوں کے اندر سے گزرتی ہے - تو ایک عجیب سریلا راگ پیدا ہوتا ہے - جس کو ہر ایک انسان نہیں سمجھ سکتا - پہاڑ کی یہ چوٹی بہت اونچی ہے - گو مطلع صاف ہے - چاند اپنی پیاری شکل میں جلوہ افروز ہے - تاہم بیچ بیچ میں ہوا کے جھونکوں کے ساتھ چھوٹا سا سفید بادل کا ٹکڑا اِدھر اُدھر سے لڑھکتا ہؤا صنوبر کی شاخوں کے اندر سے گزر کر بنگلہ کے اردگرد چھا جاتا ہے - چاروں طرف سنّاٹے کا عالم ہے - مگر نیچر اپنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پورے جوبن میں بنگلہ کے اردگرد جلوہ گر ہے۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جس کی قدر و قیمت وہی دل جان سکتا ہے۔ جو آنکھیں رکھتا ہے۔ بنگلہ کے تمام دروازے اور کھڑکیاں کھلی ہیں۔ سلیم سو رہا ہے۔ چہرہ ننگا ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر اردگرد دور تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ ہوا لطیف ہے۔ اور وہ گری ہوئی انسانیت کے اُن ادنےٰ درجہ کے خیالات کے ذروں سے پاک ہے۔ جن سے کہ کسی بھی شہر یا گاؤں کے اردگرد کی ہوا لدی ہوئی پائی جاتی ہے۔ ہوا بنگلہ کے ایک دروازے سے داخل ہوتی اور سلیم کے کھلے رخساروں کا مادر مہربان کی طرح بوسہ لیتی ہوئی اور اس نوجوان پر شانتی اور پوترتا کی بارش برساتی ہوئی دوسرے دروازے سے نکل جاتی ہے۔ سلیم کا چہرہ بشاش ہے۔ اُس کی بند آنکھوں سے۔ اُس کے تبسم بھرے ہونٹوں سے۔ اُس کے کھلے ہوئے رخساروں سے آنند کی لہریں نکل رہی ہیں۔ سلیم سو رہا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ نہیں۔ وہ سویا ہؤا بھی جاگ رہا ہے۔ کیونکہ وہ ایک آنند بھرے خواب کا لطف اٹھا رہا ہے۔ اگر یہ خواب ہی ہے۔ تو یہ ایک قابل رشک خواب ہے۔ جو ہر ایک انسان کے حصے میں نہیں آتا۔ بے شک یہ ایک خواب ہی ہے۔ جو کہ سلیم دیکھ رہا ہے؟ سلیم دیکھتا ہے کہ وہ ایک نہایت ہی وسیع اور پر فضا میدان میں ایک نسبتاً اونچی جگہ پر کھڑا ہے۔ وہ میدان اپنی خوبی و خوبصورتی کے لحاظ سے نہایت ہی دلکش ہے۔ سلیم دیکھتا ہے۔ کہ اُس میدان میں بے شمار انسان موجود ہیں۔ اور وہ سب کے سب "آنند۔ آنند۔ آنند" کا گیت گا رہے ہیں۔ سلیم اپنے دائیں بائیں۔ آگے پیچھے غرضیکہ جس طرف کان دیکر کھڑا ہوتا ہے۔ اُسی طرف سے اُس کو آنند۔ آنند۔ آنند کی آواز سنائی دیتی ہے۔ سلیم جاننا چاہتا ہے کہ اس آواز کا کیا مطلب ہے اور لوگ کیا کر رہے ہیں۔ وہ جھٹ اُس اونچی جگہ سے چھلانگ مارتا ہے۔ تاکہ لوگوں میں گھس کر حقیقت کا پتہ لگائے۔ لیکن سلیم اصل میں اس اونچی جگہ سے چھلانگ نہیں مارتا بلکہ وہ بنگلہ کے اندر اپنی چارپائی پر سے نیچے گر جاتا ہے۔ اور اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور وہ اپنی اس بہادری پر خوب ہنستا ہے۔ کہ واہ! وا! بڑی مزے کی چھلانگ ماری۔ سلیم بہادر! تیری زندہ دلی کا کوئی ٹھکانا ہے۔ تو سویا ہؤا بھی چھلانگیں لگاتا رہتا ہے۔ خیر گذری۔ جو کوئی دانت نہیں ٹوٹ گیا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ کہکر سلیم ہنستا مسکراتا ایک دفعہ پھر نیند کی آنند بھری گود میں چلا جاتا ہے مگر وہ اپنے آپ کو اسی پُر فضا میدان میں موجود پاتا ہے۔ جہاں وہ پہلے "آنند۔ آنند۔" کا گیت سُن چکا تھا۔ وہ اس آنند کی حقیقت کا پتہ لگانے کے لئے انسانی بھیڑ میں جا گھستا ہے۔ سلیم دیکھتا ہے۔ کہ جا بجا ٹولیاں بنی ہوئی ہیں۔ اور وہ سب "آنند۔ آنند۔ آنند" کا شور مچا رہی ہیں۔ سلیم بڑا حیران ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ پاگل تو نہیں ہو گئے۔ کہ سب ایک ہی چیز کے پیچھے مست ہو رہے ہیں میں ذرا دیکھوں تو سہی۔ کہ یہ بات کیا ہے۔ سلیم چار قدم اور آگے بڑھتا ہے۔ اور انسانوں کی ایک منڈلی کو دیکھتا ہے۔ جو دائرہ باندھے بیٹھی ہے۔ اس منڈلی میں سلیم کا ایک پُرانا روشناس رام رتن بھی ہے۔ رام رتن نے جوں ہی سلیم کو آتے دیکھا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف لپکا اور سلیم کو کشاں کشاں اُس منڈلی کے پاس لے گیا سب نے سلیم کو تعظیم دی۔ سلیم نے ان کا شکریہ ادا کر کے پوچھا۔ کہ آپ لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں۔ سب یک زبان ہو کر بولے۔ کہ آنند لوٹ رہے ہیں۔ سلیم اس جواب کو سن کر تسلی نہیں پاتا۔ بلکہ دوبارہ سوال کرتا ہے۔ کہ کیسا آنند؟ وہ جواب دیتے ہیں۔ کہ کھانے۔ پینے۔ ہنسنے۔ کھیلنے اور گپ شپ لڑانے کا آنند! وہ سلیم کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ آئیے آپ بھی آنند لوٹئے۔ سلیم جواب دیتا ہے۔ کہ معاف کیجئے۔ میں آپ سے ہی آپ لوگوں کے آنند کا آنند لونگا۔ مجھے شرکت سے معاف رکھئے۔ سلیم ایک طرف کھڑا ہوا اُن کی حرکات کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور جس چیز کو وہ آنند کر رہے ہیں۔ اس پر غور کرتا ہے۔ اُن کے سامنے کھانا رکھا جاتا ہے۔ کھانا نہایت ہی پر تکلف ہے۔ انواع و اقسام کے کھانے آچار۔ چٹنی۔ میوے اُن کے سامنے آتے ہیں۔ اور وہ کھانا شروع کرتے ہیں۔ ایک شخص بول اٹھتا ہے واہ! واہ! زنی تو ایسی لذیذ بنی ہے۔ کہ کھا کر آنند آتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ بھئی یہ چٹنی تو بڑی مزیدار ہے۔ رام جانے۔ ایسی چٹنی میں نے تو پہلے کبھی نہیں کھائی۔ تیسرا بول اُٹھتا ہے۔ ذرا سیب کا تو ملاحظہ فرمائیے۔ دیکھئے تو کیسا آنند آتا ہے۔ غرضیکہ وہ سب کے سب اس قسم کی گپیں مارتے اپنے پیٹ کو بھرتے جاتے ہیں۔ سلیم ایک طرف بیٹھا ہوا اُن کی حرکات کا بغور مطالعہ کر رہا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے۔ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ فرنی جو پہلے اس قدر کشش اور آنند کی چیز معلوم ہوتی تھی۔ اُن کے سامنے پڑی ہے۔ مگر وہ اُس کو کھا نہیں سکتے۔ چٹنی موجود ہے۔ دل چھونا تک بھی گوارا نہیں کرتا۔ وہی لذیذ کھانے جو چند منٹ پہلے اس قدر سے بھرے ہوئے نظر آتے تھے۔ اب اُن میں کوئی کشش نہیں رہتی۔ صرف یہی نہیں۔ کہ اُن کے کھانے سے کوئی آنند نہیں ملتا۔ بلکہ اگر زبردستی ان کو اندر ٹھونس جائے۔ تو قے آنے کا اندیشہ ہے۔ سلیم دیکھتا ہے۔ کہ ان لوگوں کے آنند کا چند منٹ میں نقشہ پلٹ گیا۔ اور تمام آنند نفرت میں تبدیل ہو گیا۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ان کی بات چیت میں کچھ زندہ دلی پائی جاتی تھی۔ لیکن اب وہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ سب کے سب بھینس کی طرح پیٹ بھر کر کوئی ادھر دراز ہو گیا ہے۔ کوئی اُدھر جا لیٹا ہے۔ چند ہی منٹوں میں اُن کا آنند نیند میں غائب ہو جاتا ہے۔ سلیم اس تمام کیفیت کو دیکھکر آگے بڑھتا ہے۔ اور دوسری پارٹی سے ملتا ہے۔ یہ رنگیلے انسانوں کا مجمع ہے۔ مگر سب کے سب آنند کا گیت گا رہے ہیں۔ سلیم ایک کونے میں کھڑا کھڑا تماشا دیکھ رہا ہے۔ بوتل اڑ رہی ہے۔ اور پینے والے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک ادھر گر پڑا۔ دوسرا اُدھر پل پڑا۔ تیسرا چوتھے کے اوپر گرا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی باقیوں نے بھی کان کھڑے کئے۔ آپس میں خوب چلی۔ ایک ہمارے تماشبین سلیم کے بھی آ لگی۔ اور وہ بھاگا۔ مگر ایک سوراخ میں پاؤں پھنس کر رہ گیا۔ تکلیف کے زور کیا۔ سلیم کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے چارپائی کی پائنتی میں اپنے پاؤں کو اُلجھا ہوا پایا۔ شکر کیا کہ معاملہ خواب کا تھا۔ ورنہ بوتل کا ٹکڑا جس زور سے لگا تھا۔ ضرور سر پھوڑ دیتا۔

افسوس! آنند کے متلاشی آنند کی حقیقت سے کس قدر گمراہ ہیں۔ یہ کہکر سلیم پھر سو جاتا ہے۔ اور وہ ایک دفعہ پھر اسی پر فضا میدان میں چلا جاتا ہے۔ وہی آنند۔ آنند کی آواز اس کے کان میں آ رہی ہے۔ وہ ادھر ادھر ٹہل رہا ہے۔ کہ اتنے میں ایک سفید ریش نورانی شکل انسان اس کے پاس آکر کہتا ہے۔ لڑکے تو کیا دیکھ رہا ہے۔ سلیم جواب دیتا ہے۔ کہ میں لوگوں کا تماشا دیکھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوں کہ وہ کیا کر رہے ہیں یہ سن کر اُس نورانی شکل نے جواب دیا۔ تم باہر کے حالات دیکھ رہے ہو۔ کیا تم نے ان لوگوں کے دل کو بھی کبھی دیکھا ہے۔ ان کے دل کو دیکھو تاکہ تم کو حقیقت کا پتہ لگے۔ سلیم جواب دیتا ہے۔ کہ دل کی حالت میں کیونکر جان سکتا ہوں۔ میں باہر سے دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ آنند میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نورانی انسان سلیم کے ہاتھ میں ایک دل نما شیشہ دے کر اس بھیڑ میں غائب ہو جاتا ہے۔ سلیم اس دل نما کو آنکھ سے لگا کر انسانی دلوں کو جو خوبصورت رنگ و روغن اور قیمتی کپڑوں کے نیچے پوشیدہ ہیں۔ دیکھنے لگتا ہے۔ اور پہلی ہی نظر میں وہ جو کچھ بھی دیکھتا ہے۔ اُس کو سامنے لا کر کانپ جاتا ہے۔ سلیم نہایت ہی خوبصورت چہروں کو دیکھتا ہے۔ جو نہایت ہی قیمتی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ جن کی چال ڈھال مستانہ ہے۔ لوگ اُن کی طرف دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کیسی آنند کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ سلیم دل نما کے ذریعہ اُن کے دلوں کو ہزارہا بیماریوں کا مسکن دیکھتا ہے۔ اُن کے دل تفکرات کے ذخیرے ہیں۔ جذبات سفلی نے اُن کو روگی بنا رکھا ہے۔ ان کا دن منصوبوں میں اور رات بے چینی میں کٹتی ہے۔ خوبصورت کپڑے اُن کو آنند نہیں دے سکتے۔ دولت اُن کو آنند نہیں دے سکتی۔ کھیل کود کے تمام سامان اُن کو آنند نہیں دے سکتے۔ اور وہ ماہیئے بے آب کی طرح تڑپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سلیم دل نما کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ کہ دل میں جو جگہ آنند کے چشمہ کے لئے مخصوص ہے اس پر ان لوگوں نے دھات کے ٹکڑوں۔ مٹی کے تودوں۔ گھوڑے گاڑیوں اور دنیا کی دیگر نمائشات کے اس قدر ڈھیر لگا رکھے ہیں۔ کہ وہ چشمہ سوکھ گیا ہے سلیم دیکھتا ہے کہ انسانوں کے دلوں میں ایک آگ جل رہی ہے۔ جو اُن کو جلا رہی ہے دولت مند اپنی دولت کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا جل رہا ہے۔ شہرت پسند شہرت کی آگ میں بھسم ہو رہا ہے۔ جذبات سفلی نے انسانی خرمن میں عجیب شعلے برپا کر رکھے ہیں۔ جو کسی بھی انسانی طاقت سے بجھائے جانے ناممکن معلوم ہوتے ہیں۔ سلیم ان نظاروں کو دیکھ کر دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس طرف کو چھوڑ کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ کہ شاید اُدھر آگ کے یہ شعلے نہ ہوں۔ وہ انسانی سوسائٹی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان کا پیٹ بھر جاتا ہے۔ فرنی جو پہلے اس قدر کشش اور آنند کی چیز معلوم ہوتی تھی۔ اُن کے سامنے پڑی ہے۔ مگر وہ اُس کو کھا نہیں سکتے۔ چٹنی موجود ہے۔ دل چھونا تک بھی گوارا نہیں کرتا۔ وہی لذیذ کھانے جو چند منٹ پہلے اس قدر آنند سے بھرے ہوئے نظر آتے تھے۔ اب اُن میں کوئی کشش نہیں رہتی۔ صرف یہی نہیں۔ کہ اُن کے کھانے سے کوئی آنند نہیں ملتا۔ بلکہ اگر زبردستی ان کو اندر ٹھونسا جائے۔ تو قے آنے کا اندیشہ ہے۔ سلیم دیکھتا ہے۔ کہ ان لوگوں کے آنند کا چند منٹ میں نقشہ پلٹ گیا۔ اور تمام آنند نفرت میں تبدیل ہو گیا۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ان کی بات چیت میں کچھ زندہ دلی پائی جاتی تھی۔ لیکن اب وہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ سب کے سب بھینس کی طرح پیٹ بھر کر کوئی اِدھر دراز ہو گیا ہے۔ کوئی اُدھر جا لیٹا ہے۔ چند ہی منٹوں میں اُن کا آنند نیند میں غائب ہو جاتا ہے۔ سلیم اس تمام کیفیت کو دیکھکر آگے بڑھتا ہے۔ اور دوسری پارٹی سے ملتا ہے۔ یہ رنگیلے انسانوں کا مجمع ہے۔ مگر سب کے سب آنند کا گیت گا رہے ہیں۔ سلیم ایک کونے میں کھڑا کھڑا تماشا دیکھ رہا ہے۔ بوتل اڑ رہی ہے۔ اور پینے والے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ایک اِدھر گر پڑا۔ دوسرا اُدھر پڑا۔ تیسرا چوتھے کے اوپر گرا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی باقیوں نے بھی کان کھڑے کئے۔ آپس میں خوب چلی۔ ایک ہمارے تماشبین سلیم کے بھی آ لگی۔ اور وہ بھاگا۔ مگر ایک سوراخ میں پاؤں پھنس کر رہ گیا۔ تکلیف کے زور کیا۔ سلیم کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے چارپائی کی پائنتی میں اپنے پاؤں کو اُلجھا ہوا پایا۔ شکر کیا کہ معاملہ خواب کا تھا۔ ورنہ بوتل کا ٹکڑا جس زور سے لگا تھا۔ ضرور سر پھوڑ دیتا۔

۴۔ افسوس! آنند کے متلاشی آنند کی حقیقت سے کس قدر گمراہ ہیں۔ یہ کہکر سلیم پھر سو جاتا ہے۔ اور وہ ایک دفعہ پھر اسی پرفضا میدان میں چلا جاتا ہے۔ وہی آنند۔ آنند کی آواز اس کے کان میں آ رہی ہے۔ وہ اِدھر اُدھر ٹہل رہا ہے۔ کہ اتنے میں ایک سفید ریش نورانی شکل انسان اس کے پاس آ کر کہتا ہے۔ لڑکے تو کیا دیکھ رہا ہے۔ سلیم جواب دیتا ہے۔ کہ میں لوگوں کا تماشا دیکھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں یہ سن کر اُس نورانی شکل نے جواب دیا۔ تم باہر کے حالات دیکھ رہے ہو۔ کیا تم نے ان لوگوں کے دل کو بھی کبھی دیکھا ہے۔ ان کے دل کو دیکھو تاکہ تم کو حقیقت کا پتہ لگے۔ سلیم جواب دیتا ہے۔ کہ دل کی حالت میں کیونکر جان سکتا ہوں۔ میں باہر سے دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ آنند میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نورانی انسان سلیم کے ہاتھ میں ایک دل نما شیشہ دے کر اس بھیڑ میں غائب ہو جاتا ہے۔ سلیم اس دل نما کو آنکھ سے لگا کر انسانی دلوں کو جو خوبصورت رنگ و روغن اور قیمتی کپڑوں کے نیچے پوشیدہ ہیں۔ دیکھنے لگتا ہے۔ اور پہلی ہی نظر میں وہ جو کچھ بھی دیکھتا ہے۔ اُس کو سامنے لاکر کانپ جاتا ہے۔ سلیم نہایت ہی خوبصورت چہروں کو دیکھتا ہے۔ جو نہایت ہی قیمتی لباس پہنے ہوئے ہیں۔ جن کی چال ڈھال مستانہ ہے۔ لوگ اُن کی طرف دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کیسی آنند کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ سلیم دل نما کے ذریعہ اُن کے دلوں کو ہزارہا بیماریوں کا مسکن دیکھتا ہے۔ اُن کے دل تفکرات کے ذخیرے ہیں۔ جذبات سفلی نے اُن کو روگی بنا رکھا ہے۔ ان کا دن منصوبوں میں اور رات بے چینی میں کٹتی ہے۔ خوبصورت کپڑے اُن کو آنند نہیں دے سکتے۔ دولت اُن کو آنند نہیں دے سکتی۔ کھیل کود کے تمام سامان اُن کو آنند نہیں دے سکتے۔ اور وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سلیم دل نما کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ کہ دل میں جو جگہ آنند کے چشمہ کے لئے مخصوص ہے اس پر ان لوگوں نے دھات کے ٹکڑوں۔ مٹی کے تودوں۔ گھوڑے گاڑیوں اور دنیا کی دیگر نمائشات کے اس قدر ڈھیر لگا رکھے ہیں۔ کہ وہ چشمہ سوکھ گیا ہے سلیم دیکھتا ہے کہ انسانوں کے دلوں میں ایک آگ جل رہی ہے۔ جو اُن کو جلا رہی ہے دولت مند اپنی دولت کے ڈھیر پر بیٹھا ہوا جل رہا ہے۔ شہرت پسند شہرت کی آگ میں بھسم ہو رہا ہے۔ جذبات سفلی نے انسانی خرمن میں عجیب شعلے برپا کر رکھے ہیں۔ جو کسی بھی انسانی طاقت سے بجھائے جانے ناممکن معلوم ہوتے ہیں۔ سلیم ان نظاروں کو دیکھ کر دل برداشتہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس طرف کو چھوڑ کر دوسری طرف نکل جاتا ہے۔ کہ شاید اُدھر آگ کے یہ شعلے نہ ہوں۔ وہ انسانی سوسائٹی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بچتا ہوا جنگل کی راہ لیتا ہے۔ اور بہت سے انسانوں کو اُس جنگل میں موجو
پاتا ہے۔ جن کے پاس نہ روپیہ ہے۔ نہ کپڑا۔ نہ حشمت ہے۔ نہ ثروت۔ سلیم خیال
کرتا ہے۔ کہ شاید یہ لوگ آنند سے ہونگے۔ دیکھوں تو ذرا ان کے دل کا کیا حال
ہے۔ وہ دل نما لگاتا ہے۔ لیکن اُن کے دلوں کو بھی سخت اشانت پاتا ہے۔ دل
ہیں جو خواہشات سے بھرے ہوئے ہیں۔ دل ہیں جو جذباتِ بد کا مسکن بن رہے
ہیں۔ دل ہیں جو دنیاداروں سے بڑھ کر لدے ہوئے ہیں۔ دل ہیں۔ جو شہرت
کے بھوکے ہیں۔ دل ہیں جو پوجا کئے جانے کے خیال میں غرق ہیں۔ سلیم اس
طبقہ کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اور آگے چل پڑتا ہے۔ وہ سنگین مکانات کو دیکھتا ہے
جن کے دروازوں پر موٹے حروف میں لکھا ہوا ہے "امن اور شانتی"۔ سلیم
سمجھتا ہے۔ کہ شاید ان مکانات کے رہنے والے ہی شانت ہونگے۔ مگر نہیں۔
اس کا دل نما بتاتا ہے۔ کہ وہ محض دھوکہ ہے۔ آگ یہاں پر بھی اپنا کام کر رہی ہے
سلیم پھر آگے چل پڑتا ہے۔ اُس کا دل نما اس کا مددگار ہے۔ سلیم دوسرے
مکانات کو دیکھتا ہے۔ جن پر لکھا ہوا ہے۔ "وحدہٗ لاشریک لہ"۔ سلیم اُن میں جاتا
ہے۔ مگر اس کا دل نما اُس کو بتاتا ہے۔ کہ یہاں بڑی خوفناک آگ جل رہی ہے۔
جذبات کے شعلے اس قدر بلند ہو رہے ہیں۔ جو اپنی نوعیت میں "وحدہ لاشریک لہٗ"
ہیں۔ سلیم وہاں سے بھی بھاگ نکلتا ہے۔ دُور سے ایک شاندار برج نظر آتا ہے
اس پر ایک گول چکر ہے۔ جو پھر رہا ہے۔ مگر اُس برج کے نیچے ایک بھٹی روشن
ہے۔ جس میں ہزارہا مرد و عورت جیتے جی جل رہے ہیں۔ سلیم اس نظارہ کو
دیکھ کر کانپ جاتا ہے۔ انسانی سوسائٹی کی قابل رحم حالت پر آنسو بہاتا ہوا
وہ ایک پہاڑ کی طرف چل دیتا ہے۔ راستہ مشکل ہے۔ مگر وہ جھاڑوں کانٹوں کو
پکڑتا ہوا اُس کی چوٹی پر جا پہنچتا ہے۔ دل نما کو وہ پہاڑ کی چوٹی پر سے نیچے
پھینک دیتا ہے۔ اور سخت اشانتی سے بھر جاتا ہے۔ اُس کی آنکھوں سے
آنسو بہ نکلتے ہیں اور وہ ایک دفعہ اُن تمام نظاروں کو سامنے لاکر زور سے چلا
اٹھتا ہے۔ آنند کہاں! آنند کہاں!! سلیم چونک اٹھتا ہے۔ جبکہ ایک جانب
سے آواز آتی ہے۔ آنند یہاں! آنند یہاں!! سلیم اپنے اردگرد نظر مارتا ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ایک شلا کے اوپر اُسی نورانی شکل کو چشم بند دیکھتا ہے۔ جس نے اس کو دل نما دیا تھا۔ سلیم اس نورانی شکل کی طرف جاتا ہے۔ اور اُس کے نزدیک جا بیٹھتا ہے۔ سلیم دیکھتا ہے کہ اُس کے ہونٹ متحرک ہیں۔ اور وہ کچھ آہستہ آہستہ بول رہا ہے۔ سلیم ذرا اور نزدیک جاتا ہے۔ اور اس نورانی شکل انسان کو یوں کہتے ہوئے سنتا ہے:۔ "آنند سروپ! میں لوگوں کو آنند کے گیت گاتے سنتا ہوں۔ مگر وہ کہاں ملتا ہے؟ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ لذیذ کھانوں میں ملتا ہے۔ میں نے لذیذ کھانے کھائے۔ مگر مجھے آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ خوبصورت اور قیمتی کپڑوں میں ملتا ہے۔ میں نے اچھے کپڑے پہنے۔ مگر مجھے آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ عمدہ مکانات میں رہنے سے ملتا ہے۔ میں عمدہ مکانات میں رہا۔ مگر مجھے آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ روپیہ میں ملتا ہے۔ میں نے روپیہ حاصل کیا۔ مگر مجھے آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ شہرت میں ملتا ہے۔ میں نے شہرت حاصل کی۔ مگر مجھے آنند نہ ملا۔ آنند سروپ۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ راجوں مہاراجوں کے گھر میں ملتا ہے۔ میں وہاں بھی گیا۔ مگر مجھے آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ استری اور پریش کے خاص ملاپ میں ملتا ہے۔ میں نے اُن لوگوں کو دیکھا جو اس طرف سے گزرے ہیں۔ مگر میں نے اُن کو بھی آنند سے خالی پایا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ شراب میں ملتا ہے۔ میں نے اُن لوگوں کو دیکھا جو اس کا تجربہ کر چکے ہیں۔ ان کی حالت بتاتی ہے۔ کہ آنند وہاں بھی نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں ملتا ہے۔ میں نے وہاں بھی آنند نہ پایا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ آبشاروں۔ سبزہ زاروں میں ملتا ہے۔ مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ پرندوں کی چہچہاہٹ میں ملتا ہے مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ پہاڑوں کی گھنڈ راؤں میں ملتا ہے مگر میں نے وہاں بھی آنند نہ پایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ تندرستی میں ملتا ہے۔ مگر مجھے اس میں بھی آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ یار دوستوں کی گپ شپ میں ملتا ہے۔ مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ آنند ساگر! لوگ کہتے ہیں کہ وہ ماتا پتا کی گود میں ملتا ہے۔ مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ آنند مے! لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ بھائی بہنوں کے پریم میں ملتا ہے۔ مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ وہ امتحان پاس کرنے سے ملتا ہے۔ میں نے بہت سے امتحان پاس کر کے مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ پریتم! لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ اچھی اچھی پستکوں میں ہے۔ میں نے اُن پستکوں کو دیکھا۔ مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایمان سے ملتا ہے۔ میں نے ایمان سے کام لیا۔ مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ عقل سے ملتا ہے۔ میں نے عقل سے کام لیا۔ مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ عقل کو جواب دینے سے ملتا ہے چنانچہ میں بے وقوف بنا۔ مگر مجھے وہاں بھی آنند نہ ملا +

۵۔ پران پتی! جب میں ان تمام مادی چیزوں میں آنند نہ پاکر مایوس ہو گیا تو بتانے والوں نے مجھے بتایا۔ کہ آنند کا بھنڈار تو ہی ایک آنند سروپ ہے۔ مجھے تیری ہی تلاش کرنی چاہیئے۔ آتما کے آتما! میں نے تجھے کہاں کہاں ڈھونڈا مگر تو مجھے نہ ملا۔ میں تیری تلاش میں سرگرداں ہوا۔ مگر تو ہاتھ نہ آیا۔ میں مسجد میں گیا۔ مگر تو نہ ملا۔ میں نے گرجا میں تیری تلاش کی۔ مگر میری تلاش فضول ثابت ہوئی۔ میں مندر میں گیا۔ دھرم شالہ میں پہنچا۔ مگر تیرا دیدار نہ ہوا۔ میں نے قرآن کو اُٹھایا۔ اُس نے تیرا نام بتایا۔ مگر میں نے تجھ کو نہ پایا۔ میں نے بائیبل کو کھولا۔ اُس نے مجھے تیری طرف اشارہ کیا۔ مگر تجھ تک نہ پہنچایا۔ میں نے ویدوں کو تیرے گیت گاتے سنا۔ میں نے اُپ نشدوں کو تیرا مکمل پتہ بتاتے دیکھا۔ مجھے تیری ذات و صفات کا نشان ملا۔ مگر تو پھر بھی میرے لئے معمہ رہا۔ میں نے تجھے جانا۔ مگر میں نے تجھے نہ پہچانا۔ میرے دماغ نے تجھے تسلیم کیا۔ مگر میں پھر بھی آنند سے محروم رہا۔ علم و عقل تیرے سامنے جھک گئے۔ مگر میں پھر بھی آنند سے محروم رہا۔ اس لئے کہ علم و عقل سے میں تجھ کو جان سکتا تھا۔ مگر ان اوزاروں سے میں تجھ کو پہچان نہ سکا +

۶۔ میری آنکھ کی آنکھ! میں نے تجھ کو آنکھ سے دیکھنا چاہا۔ مگر تو نظر نہ آیا۔ میرے ہاتھ کے ہاتھ! میں نے تجھے ہاتھ سے ٹٹولنا چاہا۔ مگر تو ٹٹولا نہ گیا۔ میری عقل کی عقل! میں نے تجھے عقل کے ذریعہ دیکھنا چاہا۔ مگر مجھے دکھائی نہ دیا۔ میرے کان کے کان! میں نے تجھے کان کے ذریعے سننا چاہا۔ مگر تو مجھے سنائی نہ دیا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

ے پران کے پران! میں نے پرانوں کے ذریعہ تجھ تک رسائی چاہی۔ مگر میں کامیاب نہ ہوا۔ پریتم! ان تمام چیزوں کے ذریعہ میں نے تجھ کو جانا۔ مگر میں تجھے پھر بھی پہچان نہ سکا۔ علم نے بدھی کو روشن کیا۔ بدھی نے تیرا پتہ دیا۔ مگر تجھ تک دونوں کی رسائی نہ ہوئی۔ کیونکہ تو محض جاننے جاننیکی چیز نہیں ہے۔ بلکہ پہچانے جانے کی چیز ہے ۔

۶ ۔ میرے آتما کے آتما! نہیں میں غلطی کرتا ہوں۔ میں ہی تو آتما ہوں اور آتما میں ہی ہوں۔ پھر میرے آتما کے آتما کے کیا معنی۔ میں آتما ہوں۔ اور تو میرا آتما ہے۔ میرے آتما! جب میں ان تمام چیزوں سے اور ان تمام چیزوں میں تجھے نہ دیکھ سکا اور تجھے نہ پہچان سکا۔ تو میں مایوس اور بے قرار ہو کر گر پڑا۔ مجھ پر حالت استغراق طاری ہو گئی۔ میری آنکھ آنکھ نہ رہی۔ میرے کان کان نہ رہے میرا من من نہ رہا۔ میری عقل عقل نہ رہی۔ میرے ہاتھ ہاتھ نہ رہے۔ میرے دل کی حرکت بند ہو گئی۔ پردے پھٹ گئے۔ اور میں اس حالت میں پہنچ گیا جس کو کوئی زمینی یا آسمانی طاقت بیان نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ پہنچنے اور پہچانے جانے کی حالت ہے۔ نہ کہ بیان کرنے اور جاننے جانے کی چیز۔ پران پتی! اس حالت استغراق میں میں نے تجھے پہچانا۔ مگر کس چیز کے ذریعے پہچانا۔ وہ میں نہیں بتا سکتا کیونکہ جس چیز کو میں تجھے پہچاننے کی طاقت خیال کرتا تھا۔ وہ اس وقت میرے ساتھ نہیں تھی۔ میں نے تجھے دیکھا۔ مگر کس چیز کے ذریعہ دیکھا۔ وہ میں نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ جس چیز کو میں تجھے دیکھنے کی طاقت خیال کرتا تھا وہ طاقت اس وقت میرے ساتھ نہیں تھی۔ میں نے تجھے محسوس کیا۔ مگر کس چیز کے ذریعے محسوس کیا میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ جس چیز کو میں تجھے محسوس کرنے کی طاقت خیال کرتا تھا۔ وہ اس وقت میرے ساتھ نہیں تھی۔ پران پتی! میں نے تجھے پایا۔ میرے تمام شکوک دور ہو گئے۔ تیرے سامنے ہر ایک چیز ہیچ ہو گئی یہاں تک کہ وہ آنند بھی جس کے لئے میں اتنا سرگردان رہا۔ اور جس کو میں اپنی زندگی کا مقصد سمجھ رہا تھا۔ میرے سامنے ہیچ ہو گیا۔ آنند اپنی حقیقت کو کھو بیٹھا۔ اور مجھے پتہ لگا۔ کہ زندگی کا مقصد آنند نہیں ہے۔ بلکہ تو ہے کیونکہ اگر تو ہے۔ تو سب کچھ ہے۔ اگر تو نہیں ہے۔ تو آنند بھی نہیں ہے۔ تجھے پا کر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں آنند بھی پا سکتا ہوں۔ مگر آنند پا کر میں تجھے نہیں پا سکتا۔ پران ناتھ
میں نے تجھے پایا۔ نہیں نہیں! کرپا ساگر! میری کیا حیثیت کہ میں تجھ کو
سکتا۔ یہ تیری ہی کرپا ہے۔ کہ تو نے اپنے آپ کو مجھے دیا۔ میں اس انوگر
کے لئے تیرے سامنے کیا بھینٹ دھروں۔ آہ! میرا ہے ہی کیا۔ جو میں تیرے
سامنے رکھوں۔ مجھے تو یہ بھی علم نہیں۔ کہ میں خود کیا ہوں۔ صرف اتنا جانتا
ہوں۔ کہ میں کچھ ہوں۔ سوامی! میں جو کچھ بھی ہوں۔ تیرا ہوں۔ پس میں
اس "جو کچھ" کو تجھ میں سواہا کرتا ہوں"۔

یہ کہکر اس نورانی شکل نے اس زور سے "اوم سواہا" کہا۔ کہ سلیم نیند
سے بیدار ہو گیا۔ نہ وہ شکل ہی تھی۔ نہ وہ پُر فضا میدان۔ ہاں ایک کشمکش
تھی۔ جس نے سلیم کو چکّر میں ڈال رکھّا تھا۔ وہ آنند کو ہی زندگی کا مقصد سمجھتا
تھا۔ لیکن آج اس کو پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ غلطی پر تھا۔ کیونکہ اگر محض آنند
ہی زندگی کا مقصد ہوتا۔ تو دنیا میں اُن تمام انسانوں کی زندگی ناکامیاب
زندگی سمجھی جاتی۔ جنہوں نے اس علم و عقل سے باہر والی ہستی تک پہنچنے یا
دوسروں کو اس تک پہنچانے میں سخت سے سخت عذاب جھیلے۔ زہر کے پیالے
دئے گئے۔ پھانسی پر لٹکائے گئے۔ زندہ آگ میں جلائے گئے۔ سلیم کو پتہ لگتا
ہے۔ کہ جو شخص اُس ہستی تک اس لئے پہنچنا چاہتا ہے۔ کہ اُس کو آنند ملیگا
وہ خود غرض ہے۔ دکاندار ہے۔ مطلب پرست ہے۔ اس کو کہ دو کہ اس کو
آنند ہی ملیگا نہ آنند سروپ۔ جس کو اُس کی تلاش ہے۔ وہ آنند سے منہ
موڑ کر یہ کہتا ہؤا سنائی دیتا ہے:۔

چڑھا منصور سُولی پہ پکارا عشق بازوں کو
یہ زینہ بام کا اس کی ہے آئے جس کا جی چاہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شاریرک بل

کون نہیں جانتا کہ سنسار میں چاروں طرف "مقابلہ" کا گھور سنگرام ہو رہا ہے۔ ہر صیغہ میں ہر ڈیپارٹمنٹ میں "مقابلہ" کا شور مچا ہوا ہے جس کے دماغ میں زیادہ علم۔ باہو میں زیادہ بل ہوتا ہے۔ وہی سنسار میں راجیہ کرتا ہے۔ خالی شور مچانے۔ محض جذبات بھڑکانے سے کامیابی قطعی ناممکن ہے۔ "گیان" اور "بل" ان دونوں پر ہی سنسار کی انتی کا حصر ہے سنسار میں ہمیشہ سے "بل" کی پوجا ہوتی چلی آئی ہے۔ وحشی اور غیر مہذب قومیں بھی اپنا سردار اس شخص کو انتخاب کرتی ہیں جو قد میں دراز۔ جسم میں مضبوط اور سڈول ہو۔ کوئی کام شروع کیا جاوے پہلی اوشکتا اس میں شاریرک بل کی ہے۔ بیمار آدمی کام شروع کرتے ہی تھک جاتا ہے۔ کمزور و نحیف جسموں سے اُن مصیبتوں کے برداشت کرنے والی سختیوں میں سے گزرنے کی توقع کرنا محض غلطی ہے جن کا برداشت کرنا کسی کاریہ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری و لازمی ہے۔ سب پرکار کی اُنتی و سب قسم کی اصلاحوں کا آغاز شاریرک اُنتی سے ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ امر کبھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ انسانی ترقی اُسی صورت میں مکمل کہی جا سکتی ہے جب کہ جسمانی۔ دماغی۔ روحانی طور پر پہلو بہ پہلو نشوونما ہو۔ ایک پہلو میں کمی یا غفلت باقیوں پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہتی۔ ایک قسم کی ترقی کے لئے باقی ترقیوں کی پہلو بہ پہلو ضرورت ہے۔

اخلاقی و دماغی نشوونما کو نظر انداز کر کے جسمانی طاقت کو بڑھانا محض وحشی پن اور جہالت ہے۔ اور جسمانی صحت کی طرف سے لاپرواہی کرنی دماغی روحانی نیکیوں کی جڑ کاٹنا ہے۔

اگر ایک انسان اپنے آپ کو برائی کے سپرد کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسمانی صحت کا بھی ناش کر لیتا ہے۔ بلکہ اپنی اخلاقی۔ دماغی طاقتوں کو بھی بدتر بناتا ہے۔ اس لئے خالی جسمانی ترقی ہی کرنا یا روحانی و دماغی طاقتوں ہی نشو و نما دینا مہلک غلطی ہے۔ یہ سب ترقیاں آپس میں ایک دوسرے وابستہ ایک دوسرے پر نربھر ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نوجوانوں کی جسمانی بربادی کا پیش خیمہ اُن کا اخلاقی تنزل ہوتا ہے۔ اور جب تک ان میں اخلاق کی سی پرواہ رہتی ہے تب تک شاریرک بل قایم رہتا ہے۔ جو انسان جسمانی پر کمزور ہوں اُن کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنی کمزوریوں و بیماریوں کے اصلی اسباب معلوم کرنے کی طرف توجہ دیں۔ جسمانی کمزوری دیگر برائیوں کی بہت سی صورتوں میں اباو اجداد۔ ماں باپ سے ورثہ میں نصیب ہوتی ہے اس لئے لائق ڈاکٹروں کے مشورہ و شاریرک وگیان کے متعلق لٹریچر کے مطالعہ سے اپنی کمزوری و بیماری کے صحیح اسباب معلوم کرنا پہلی ضرورت ہے اپنی موروثی کمزوری کو اپنی خوراک کو درست کرنے۔ باقاعدہ روزانہ ورزش و اسی قسم کے وسائل سے رفع کر سکتا ہے۔ احتیاط۔ اعتدال۔ استقلال سے اپنی گم شدہ صحت کو واپس لا سکتا ہے۔ اور ایک قابل رشک صحت کا مالک بن سکتا ہے

بہت سے انسان اپنے تنومندی و طاقت کے بیجا گھمنڈ میں قوانین صحت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ اپنی عادتیں بگاڑ کر طرح طرح کی بے اعتدالیاں کرتے ہیں جن کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اُن کو قبل از وقت شمشان بھومی میں پہنچنا پڑتا ہے۔ جو آدمی قوانین صحت کو جانتا اور اُن کے مطابق اپنے جیون کو ڈھالتا ہے۔ زیادہ صحتور اور دراز عمر ہوتا ہے۔ خواہ عام طور پر وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ بہ نسبت اُس آدمی کے جو دیدہ و دانستہ یا ناواقفیت سے طاقت کے گھمنڈ و زعم میں قوانین صحت کی مطلق پرواہ نہیں کرتا اور قدم قدم پر اُن کو توڑتا ہے۔ دنیا میں ہزاروں قسم کی بیماریوں اور بے اعتدالیوں کی جڑ میں جہالت۔ لاعلمی۔ اگیانتا کام کر رہی ہے۔ ہمارا پختہ و کامل یقین ہے۔ کہ آئے دن لوگ بدمعاشی و بیہچار کر کے نت نئی بیماریوں میں مبتلا ہیں و اپنے ایسے اعمال کے نتائج سے بے خبر ہیں +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ابھی بچپن کا ہی زمانہ ہوتا ہے۔ کہ وہ عورتوں کی نسبت نئی نئی کہانیاں سنتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں عجیب ولولہ وشوق پیدا ہو جاتے ہیں اور قدرتاً اُن کی طرف بڑی رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ بچپن کی صحبت اور اس قسم کی داستانوں سے جذبات قدرتی طور پر بھڑکتے ہیں۔ جن کو پورا کرنے کے لئے طرح طرح کی مکروہ دگردن زدنی کارروائیاں کرتے ہیں۔ کیا یہی وجہ نہیں ہے۔ کہ ہماری درسگاہوں۔ کالجوں۔ سکولوں میں جلق۔ اغلام جیسی شرمناک بتریاں وبدمعاشیاں طالب علموں میں پائی جاتی ہیں۔ اور جو دن بدن اس قدر بڑھ رہی ہیں کہ الاماں۔ ان کے انسداد روک کے لئے خاص انتظام واحتیاطیں درکار ہیں۔ اس قسم کی کرتوتوں سے دماغی طاقتوں کا ستیاناش ہو جاتا ہے اور طرح طرح کی خوفناک بداخلاقیاں پھیلانے میں موید بنتی ہیں۔ جسمانی نشوونما کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ان بدمعاشیوں کی تہ میں جہالت بڑا بھاری کام کر رہی ہے۔ اگر ماں باپ اپنی سنتان کی طرف اپنے فرائض پورا کرنے میں ثابت قدم رہیں۔ اور اُن فرائض کے انجام دینے میں کمر بدھ ہوں۔ تو ان بیماریوں۔ بدمعاشیوں میں بہت کچھ کمی ہو سکتی ہے۔ سنسار میں شانتی کا راجیہ آسکتا ہے۔ ماں باپ کا اپنی اولاد کو ان ترغیبوں۔ بُرے سنسکاروں بے اعتدالیوں وبُری صحبتوں سے روکنے ومنع کرنے میں شرم وحیا کرنی ایک مہلک غلطی۔ و سخت احمقانہ حرکت ہے۔ جو ماں باپ اپنی سنتان کو بدچلن آدمیوں کی صحبت میں رہ کر ایسی باتیں سیکھنے کی اجازت دیتے ہیں اور "ویریہ رکشا" وغیرہ پوتر کاریوں میں جھوٹی شرم وحیا سے اپنی زبان کھولنا مناسب نہیں سمجھتے وہ نہایت خوفناک جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کا فرض اوّلین ہے کہ اپنی سنتان کو ان خوفناک گڑھوں میں گرنے سے بچائیں اور شروع سے ہی اپنی سنتان کے دلوں میں پوتر تا۔ نیک چلنی۔ پاکیزگی کوٹ کوٹ کر بھر دیں اس جھوٹی شرم وحیا نے احمقانہ خاموشی وبے پروائی نے ہزاروں خاندانوں کو چراغ ولاکھوں گھروں کو تباہ کر دیا ہے۔ کاش لوگ اپنی ذمہ واریوں کو سمجھیں "اپنے آپ کو پوتر بناؤ" یہ ایک ایسا سنہری نیم ہے کہ ہر فرد بشر کو اپنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیون میں اسے گھٹانا چاہیئے۔ بطور موٹو کے اسے ہر وقت آپنے آگے رکھے۔ اور عمل کے وقت لغزش نہ کھائے بلکہ ثابت قدم رہے۔ لیکن پوترتا کا حاصل کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے اور نہ ہی کسی سوانگ تماشہ۔ آڈمبر کا نام ہے۔ پوترتا حاصل کرنے کے لئے بڑی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ چاروں طرف ہمارے ترغیبیں تنزل کی طرف لے جانے کے لئے موجود ہیں۔ اور اگر ہمارے میں اندری دمن کی طاقت نہ ہو تو بلاشبہ ہمیں گرانے میں کامیاب ہوجاتی ہیں ؛

قدرت نے ہم میں ویریہ کی طاقت عطا کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ بلکہ یہ ایک نہایت بیش قیمت نعمت ہے۔ جن آدمیوں نے سنسار میں کچھ کام کیا ہے یا بنی نوع انسان کی قسمت پلٹنے میں حصہ لیا ہے اور جن کے نام اتہاس میں سورج چندرمان کی طرح چمک کر دوسروں کو پرکاش دے رہے ہیں۔ اُن کی ساری جد جہد و کوشش کی تہ میں "برہمچریہ" کا سنہری اصول کام کرتا تھا۔ جذبات پر غالب آنا۔ نفس کو روکنا جملہ انسانی طاقتوں کو نشوونما دینا ہے۔ یہ بات ہر شخص اچھی طرح سے سوچ سمجھ لے کہ کوئی انسان اپنی جسمانی طاقت کو اعلےٰ نہیں بنا سکتا۔ اگر اس کے خیالات اور قول و فعل پاکیزہ نہیں ہیں۔ اور دل میں گندگی اور بُرائی بھری ہوئی ہے۔ جسم کو مضبوط اور سڈول بنانے کے لئے من کی پوترتا ایک بڑی لازمی اور ضروری شرط ہے ؛

گندی اور فحش کتابوں کے پڑھنے سے کوئی چیز زیادہ من کو گندہ اور ناپاک نہیں بناتی۔ گو پاک لٹریچر درست شاستر مطالعہ کے لئے کافی موجود ہے لیکن آئے دن ہزاروں گندی اور ناپاک کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ لوگ ان کو بڑے شوق ذوق سے پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اُن کے نفسانی جذبات کو بھڑکاتی ہیں۔ خیالات کو گندہ اور فاسد بناتی ہیں۔ نیکی اور پاکیزگی کے خیالات کو بیخ و بن سے اکھیڑ ڈالتی ہے۔ امیر و دولت مند گھرانوں میں ایسی سینکڑوں کتابیں دیکھنے میں آتی ہیں جو دل۔ دماغ اور جسم کے کمزور بنانے میں جلق و اغلام سے بڑھکر کام کر رہی ہیں۔ اس لئے ایسے ناپاک لٹریچر کو (خواہ وہ کسی زبان میں ہو) پڑھنے دینا نوجوانوں کی جسمانی۔ دماغی۔ اخلاقی طاقتوں کو ملیامیٹ کرنا ہے ؛

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گندے لٹریچر کے علاوہ فحش تصویریں بھی کم خطرناک نہیں ہیں۔ ایسی فحش تصاویر نفسانی جذبات کو تیز کرتی ہیں۔ اور سینکڑوں ہزاروں قسم کی بیماریاں معصوم اور بیگناہ نوجوانوں میں پیدا کرتی ہیں۔ اس لئے ایسی تصاویر کو اپنے مکانوں میں سے فوراً باہر نکال دینا چاہیئے۔ خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی خوبصورت اور قیمت میں کتنی ہی اعلےٰ کیوں نہ ہوں۔ دل کی پاکیزگی۔ من کی پوترتا۔ ان اشیا کی نسبت لاکھوں گنا زیادہ قیمتی ہے ✣

جسم کو اعلےٰ اور مضبوط بنانے کے لئے قول کی پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ گندی و ناپاک باتیں اپنا سنسکار ڈالے بغیر نہیں رہتی۔ گندہ کلامی اُس آدمی آتما پر ہی اثر نہیں ڈالتی جو اس کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ اردگرد بھی اثر ڈالے بغیر نہیں رہتی۔ دل میں ایک دفعہ کوئی سنسکار پڑ جاوے پھر اس کا اثر رفع کرنا امر محال ہے ✣

ان چیزوں کے علاوہ ایسے آدمیوں سے بھی کوسوں بھاگنا چاہیئے جن کی گفتار۔ کردار۔ زندگی گندہ اور ناپاک ہے خیالات جن کے نیچ ہیں۔ ناپاکی و گندگی سے دُور بھاگ جاؤ۔ گندی کہانیاں و باتیں سنتے وقت اپنے کانوں کو بند کر لو۔ کیونکہ وہ سیدھی دل و دماغ کو گندہ بناتی ہیں ✣

جسم کی صفائی کے لئے خون کی صفائی بڑی لازمی اور ضروری ہے اپنے خون کو ناپاک بنائے بغیر۔ کوئی گوشت نہیں کھایا جا سکتا۔ گوشت خوری کی بدولت ہزاروں قسم کی کھال کی بیماریاں دنیا میں پیدا ہو رہی ہیں۔ بعض لوگ ایسے جانوروں کی ضرورت و مفاد پر بحث کیا کرتے ہیں۔ لیکن یہ دوست بھول جاتے ہیں کہ قدرت نے کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ سُور۔ مُرغ۔ بطخ۔ مچھلی وغیرہ اس قسم کے سب جانور قدرت کے بھنگی ہیں۔ اُن کی غذا قدرتی طور پر ایسی ہے جو دنیا میں ناپاکی و بیماری پھیلانے کا باعث بنتی ہیں۔ خیالات کی پاکیزگی کے لئے خوراک کا پاکیزہ ہونا بھی ضروری ہے ✣

ثقیل۔ غیر مکتفی۔ ناقص۔ دیر ہضم چیزیں کھانے سے کمزوری و مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ دن بھر میں تین دفعہ کھانا بالکل کافی ہے۔ ہر ایک کھانے میں کم از کم پانچ گھنٹہ کا وقفہ ہونا ضروری ہے۔ کھانے پینے کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اوقات میں پابندی کا ہونا نہایت ضروری ہے مقررہ وقتوں کے علاوہ کھانا کھانے سے ہاضمہ کی کارروائی میں خلل آجاتا ہے۔ اور معدہ اس نئی اور تازہ خوراک کے لئے رجوع ہوتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ معدہ پہلی خوراک کو بغیر ہضم کئے انتڑیوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ جس کی بدولت دردسر اور غیر کافی پرورش ہوتی ہے۔ اس قسم کی بے قاعدگیوں اور بے اعتدالیوں سے نروس سسٹم (اعصاب) کمزور ہو جاتا ہے۔ پیچش۔ دست۔ بدہضمی وغیرہ مختلف تکالیف ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اپنی خوراک ٹھیک وقت پر باقاعدہ کھاؤ اور اُس کو بخوبی طور پر چباؤ۔ معدہ میں بھرمار کرنے سے سخت احتیاط رکھو۔ معدہ کی خرابی ہی بہت سی امراض کا باعث بنا کرتی ہے۔ اس لئے معدہ کو خراب بنانے سے زیادہ کوئی گناہ و جرم نہیں ہے۔ ان تمام اشیا سے قطعی پرہیز کیا جاوے جو دل۔ دماغ۔ جسم کی طاقتوں کو نشو و نما دینے کی بجائے زائل کرنے والی ہوں +

جسمانی کمزوری کے اسباب میں "نیند" بھی بڑا بھاری درجہ رکھتی ہے۔ ایک معمولی صحت ور آدمی کے لئے سات گھنٹہ نیند کافی ہے۔ لیکن ضرورت محسوس کرنے پر اس کی تعداد میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ زیادہ سونا اور پوری نیند لینا بیماری اور کمزوری سے نجات حاصل کرنا ہے۔ نوجوانوں و شوقینوں میں اکثر یہ عادت پائی جاتی ہے کہ رات کا وقت جو قدرتی طور پر سونے اور آرام کے لئے مقرر ہے۔ طرح طرح کی تفریحوں۔ ناٹکوں۔ تھیٹروں۔ تماشوں میں صرف کرتے ہیں۔ ہاں بعض آدمی اپنا جسم۔ دل و دماغ کی طاقتوں کو بدمعاشی و بداخلاقی کی صحبتوں میں ناش کرتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کی جملہ کارروائیوں سے من کی پوتر تا و جسم کی مضبوطی کے لئے قطعی پرہیز کیا جاوے۔ یہ بھی کبھی بھولنا نہیں چاہئے کہ رات کے پہلے وقت میں سونا راحت و تندرستی کے زیادہ مفید ہے بہ نسبت پچھلے وقت کے سونے کے۔ صبح کے وقت جوں ہی آنکھ کھلے چارپائی سے فوراً اُٹھ بیٹھنا چاہئے۔ کاہلی اور سستی میں چارپائی پر پڑے رہنے کا نام نیند یا آرام نہیں ہے۔ رات کو سوتے وقت بے چینی یا بے خوابی بیماری کی علامت ہے۔ نیند گہری بلا خلل کے ہونا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہئے۔ رات کو خواب آنے نہیں چاہئے۔ اگر رات کو طرح طرح کے ڈراؤنے یا وحشناک خواب آتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ تمہارے معدہ میں کوئی خوراک بغیر ہضم کے پڑی ہے۔ اور یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ کونسی خوراک کھائی تھی جو معدہ میں بغیر ہضم ہوئے پڑی ہے۔ اگر کسی وقت تمہاری نیند میں خلل آجاوے تو یاد رکھو یہ بلا سبب نہیں ہے۔ اور اس کے اسباب معلوم کرنے میں کبھی تامل وتساہل نہ کرنا چاہئے ٭

ہر ایک انسان کے بچہ کو اپنے کھانے پینے کے نتائج سے محتاط اور خبردار رہنا چاہئے۔ جب تمہیں درد سر یا کوئی اور شکایت معلوم دے تو اُس کے وجوہات معلوم کرنے کی فوراً کوشش کرنی چاہئے۔ گدگدے یا پروں کے بستروں پر سونا خواہ کتنا ہی بھلا معلوم دے لیکن سخت نقصان دہ ومضر ہے۔ جو اپنے جسموں کو مضبوط بنانا چاہتے ہوں اُن کو ایسے بستروں سے قطعی پرہیز کرنا چاہئے۔ اور سخت بستروں کو نرم بستروں سے قطعی پرہیز کرنا چاہئے اور سخت بستروں کو نرم بستروں پر ترجیح دینی چاہئے۔ پروں کے بستروں پر سونے سے ریڑھ کی ہڈی کو ناواجب گرمی پہنچنے سے ویریہ رکشا کو بہت نقصان پہنچتا ہے سخت وکھردرے بستروں پر سونا نہایت مفید ہے۔ اوپر کا کپڑا بھی بہت گرم نہ ہو٭

شادی شدہ وکنواروں کو دونوں کو علیحدہ علیحدہ بستروں پر اکیلے سونا چاہئے۔ جب دو انسان ایک ہی بستر پر سوتے ہیں تو دونوں میں سے جو مضبوط ہوتا ہے اپنے کمزور ساتھی کی طاقت کو سلب کر لیتا ہے۔ جب دونوں میں سے کسی کو تپ دق۔ خون کی خرابی یا کوئی اور بیماری ہو تو دوسرا آدمی بھی اُس کا حصہ بٹانے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ خواب گاہ ایسی ہونی چاہئے۔ جس میں دھوپ آتی جاتی رہے۔ ہوا کا کافی گذر ہوتا رہے۔ کمرہ ہوادار وروشنی والے ہونے چاہئیں۔ رات بھر تازہ ہوا کافی طور پر آتی جاتی رہے ٭

جسم کو خوبصورت۔ صحتور اور مضبوط بنانے میں روزانہ ورزش کو بھی کچھ دخل ہے۔ روزانہ ورزش سے جسم کی نشوونما میں قابل قدر اضافہ ہوتا ہے۔ "ویریہ رکشا" کے لئے ورزش ایک نہایت مفید وضروری اُصول ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صبح کے وقت آفتاب طلوع ہونے سے پہلے پانچ سات میل کھلی وصاف ہوا میں چلنا نہایت مفید ہے۔ ڈمبل وغیرہ کی ورزش بھی بہت فائدہ مند ہے ٭

ویریہ کو ضائع کر کے جب کوئی انسان اپنے جسم و دماغ کو خراب کر چکا ہے۔ تو اس کا علاج سوائے کامل تجرّد کے اور کچھ نہیں۔ جذبات کو روکنا۔ نفس پر غالب نہایت ضروری ہے۔ جو لوگ جسمانی و دماغی طور پر کمزور ہوتے ہوئے بدستور وشے بھوگ میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں کہ وہ اپنی جسمانی طاقتوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ صحت کا ستیاناش۔ دماغ کو کمزور بنا رہے ہیں۔ اپنے آپ کو وہ یا تو پاگل خانے کے لئے طیار کر رہے ہیں یا اپنی موت کو بلا رہے ہیں بدمعاشیاں بداعتدالیاں کرتے ہوئے صحت و تنومندی کی توقع رکھنا ایک نہایت بیہودہ خیال ہے۔

بعض لوگ یہ بھی خیال رکھتے ہیں کہ اعضاے کی حرکت و ورزش سے پٹھے اور رگیں مضبوط ہوتی ہیں اس لئے اعضاے مخصوصہ کو بھی مضبوط بنانے کے لئے حرکت دینے کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ اصلیت سے قطعی ناواقف ہیں اُپستھ اندریہ میں بہت سی نسوں کا سموہ اور سمبندھ ہوتا ہے جو سارے جسم میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ غیر قدرتی طریقہ میں ناواجب حرکت سے بجاے مفاد کے نہایت نقصان ہوتا ہے۔ متواتر حرکات سے عضو چھوٹا ہو جاتا ہے۔ سارے جسم کی نروس سسٹم کو کمزور بنا دیتا ہے۔ عام لوگوں پر ہی کیا منحصر ہے۔ بلکہ بعض حکما و ڈاکٹروں کا بھی خیال ہے کہ حفظ صحت کے لحاظ سے کامل تجرد مضر ہے لیکن یہ خیال سخت خطرناک اور غلط ہے۔ امریکہ میں ساٹھ سے زیادہ ڈاکٹروں نے کمیٹی کر کے بالمتفقہ اس خیال کی تردید کی ہے۔ اور کامل تجرّد پر بڑا زور دیا ہے ٭

ان طریقوں سے عام طور پر "شاریرک بل" دن بدن بڑھتا جاویگا۔ لیکن اگر حالت ابتر ہو چکی ہو۔ جسم و دماغ بہت نحیف و کمزور ہو چکے ہوں۔ منی کے متواتر ضائع کرنے سے بل گیان وغیرہ بالکل نیست و نابود ہو چکے ہوں۔ ایسی صورت میں لائق ڈاکٹروں سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ لیکن یہاں بھی سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ حریص۔ بے اصولے۔ در آچاری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے بیماری اور بدمعاشی کے بڑھانے میں بڑا بھاری حصہ لیا ہے۔ لوگوں کو پاکیزہ دنیک چلن بنانے کی بجائے اُن کو زیادہ بدچلن بنایا جاتا ہے۔ مریض بجائے اس کے کہ علاج سے تسکین و شانتی پائے۔ ان بے اصولے حکیموں کی بدولت نت نئی بے اعتدالیوں سے اپنے آپ کو زندہ درگور بناتا ہے۔ جو حکیم یا ڈاکٹر شادی کے جائز حدود سے تجاوز کر کے آدمیوں کو دوسری جگہ جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ وہ بذات خود بڑے خوفناک جرم کے مرتکب ہیں اور سخت سزا کے مستحق ہیں۔ ایسے ڈاکٹروں یا حکیموں سے کوسوں بھاگنا چاہیئے۔ جو لوگوں کو بدچلنی و بدمعاشی کے لئے درپردہ اُکساہٹ دیتے ہوں۔ ایسے علاج ہمیشہ خوفناک ہوا کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد دیگرے نئی بیماریاں آدبالیتی ہیں۔ اخلاقی حالت دمبدم کمزور ہو جاتی ہے۔ سوزاک۔ آتشک جیسی خوفناک امراض آدبالیتی ہیں۔ اس لئے صرف ایسے ڈاکٹروں سے مشورہ لینا چاہیئے جو تجربہ کار و سدا آچاری ہوں ✣

آخیر میں ہم پاکیزگی اور پوتر تا پر پھر زور دینا چاہتے ہیں۔ شخصی پاکیزگی ایک نہایت ضروری اور لازمی بات ہے۔ سب سے بڑی حب الوطنی و دیش بھگتی یہی ہے۔ کہ ہر شخص اپنے آپ کو پاکیزہ و سدا آچاری بنائے۔ پاکیزگی کا اثر صرف اپنے آپ تک ہی محدود نہیں رہتا۔ بلکہ کل جماعت پر اثر پڑتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تمہاری اولاد تمہاری سنتان اُن ہی سنسکاروں کو لیکر سنسار میں آتی ہے۔ اگر تمہاری زندگیاں گندی اور اپوتر ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ تمہاری سنتان اس سے بڑھکر گندی اور بدمعاش نہ ہوگی۔ اگر ہم میں کوئی برائیاں ہیں تو وہ ہم نے اپنے آباواجداد و گردونواح کے اثرات سے حاصل کی ہوئی ہیں۔ مبارک ہوگا وہ دن جب انسان کے بچہ اپنی ذمہ واریوں کو محسوس کرنا سیکھینگے ✣

راقم ایک دیش سیوک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عورت و مرد کا فرض اوّلین

امریکہ کے ایک مشہور شہر میں ایک گھر ہے جس میں دو نوجوان مرد و عورت خاوند بیوی کے رشتہ میں رہتے تھے۔ شادی ہونے سے پیشتر خاوند بیوی سے نہایت عزت و محبت سے بات چیت کیا کرتا تھا۔ ہر ایک ایک دوسرے سے خوش تھا۔ آخر شادی کی رسم پوری ہوئی۔ اور دونوں اکٹھے رہنے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد اس گھر میں ایک لڑکی نے جنم لیا۔ جس سے بیوی کی عزت خاوند کے دل سے کم ہو گئی۔ محبت و عزت کے درخت کو گھن لگنا شروع ہوا۔ بیوی بھی حیران تھی کہ اب یہ نمایاں تبدیلی کیوں۔ عورت مرد آپس میں خواہشات نفسانی کو پورا کرتے رہے اور دوسرے سال مرد کی خواہش کے برخلاف لڑکی پیدا ہوئی۔ خاوند اپنی بیوی سے نہایت ناراض ہو گیا۔ دردزہ سے کمزور شدہ عورت کے لئے یہ ہمدردی۔ یہ حوصلہ افزائی۔ یہ دلجوئی تھی جو خاوند نے کی۔ عورت پھر حاملہ ہوئی اور تیسرے سال پھر لڑکی پیدا ہوئی۔ اب تو خاوند کا سر پھر گیا۔ عورت کو مارنے پیٹنے لگا۔ غصے کی انتہا نہ رہی۔ چھ مہینے تک خاوند نے بیوی سے گفتگو بند رکھی۔ اور اپنے بچوں کی پرورش کے لئے مدد بند کر دی۔ پیاری عورت صبر سے مزدوری وغیرہ کر کے بچوں کی خوراک۔ لباس کا انتظام کرتی رہی۔ اگلے سال پھر لڑکی پیدا ہوئی اور خاوند کو تاب برداشت نہ رہی اور طلاق کی سوجھنے لگی۔ یہی نوجوان خاوند جو اپنی محبوبہ عورت کو شادی ہونے سے پہلے شگفتہ چہرے سے ملتا۔ اور نہایت شائستہ لب و لہجہ میں گفتگو کیا کرتا اور اپنی محبوبہ عورت کے حکم پر بندر کی طرح ناچتا پھرتا اور اس کے لئے اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار تھا۔ بعد میں اس کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتے شرم نہیں کھاتا تھا۔ دنیا کا کونہ کونہ ڈھونڈ مارو ہر جگہ کم و بیش ایسے آدمی پاؤ گے۔ مرد عورت کے ساتھ شادی ہو جانے کے چند دن بعد طبیعت بدل لیتا ہے۔ اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھنے لگتا ہے اور بچوں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے وہ گھر میں بیوی کے لئے راکھش اور بچوں کے لئے ہوّا کی مانند رہتا ہے۔ اور اس حالت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پسند کرتا ہے۔ ماں بھی بچوں کو چپ کرانے یا کسی کام سے باز رہنے کے لئے باپ کا خوف دلاتی ہے۔ بچے سمجھنے لگتے ہیں۔ کہ باپ گھر میں ایک ہیبتناک حیوان ہے اور اس سے خوف کھانا چاہیئے۔ بچے ماں سے لڑ جھگڑ لینگے۔ لیکن باپ کے نظر آتے ہی سہم جائینگے۔ کئی ظالم مغرور باپ تو قصائیوں کی طرح بچوں کا چمڑا ادھیڑنے لگ جاتے ہیں۔ خدایا ایسے گھروں میں ننھے نہ بھیج۔ ان گھروں میں ان فرشتوں کی ضرورت نہیں۔ عورت کا کیا قصور ہے اگر اس کے پیٹ سے لڑکوں کی بجائے لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں۔ اس کے ہاتھ میں کوئی مشین نہیں جو اپنی مرضی کے مطابق لڑکے اور لڑکیاں گھڑ سکے۔ لڑکے اور لڑکیاں بنانا اس کے احاطۂ طاقت سے باہر ہے ؛

شادی ہوتے ہی عورت کی ذمہ واری بڑھ جاتی ہے لیکن اُسے یہ تبدیلی جلدی محسوس نہیں ہوتی۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ حیران رہ جاتی ہے۔ اور بہت تکلیف محسوس کرتی ہے۔ بچہ ذرا چلّائے تو وہ چھڑوں سے اس ننھے سے گوشت کے لوتھڑے کو پیٹتی ہے۔ خاوند سے۔ ساس سے۔ نند سے ذرا ناراضگی ہوئی تو اپنا غصہ اس بے گناہ معصوم بچے پر نکالتی ہے۔ یہ سختیاں ظاہر کرتی ہیں کہ عورت بچے کو اپنا بچہ نہیں سمجھتی وہ مرد کو سزا دینے کے لئے اُس کے بچہ کو (جو اُس کے خون کا حصہ ہے) پیٹ لینا ہی کافی سمجھتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس اندھیر نگری کا ذمہ دار کون ہے۔ میری رائے میں ملزم مرد ہے۔ پڑھنے والے شادی شدہ لوگ تم ملزم ہو۔ ہاں بیشک۔ تمہارے گھروں میں کم و بیش یہ اندھیر نگری مچی ہوئی ہے۔ تم نے عورت کو اپنی خواہشات کا شکار بنایا۔ وہ بار بار درخواست کرتی رہی۔ لیکن تم نے بالکل پرواہ نہیں کی۔ تم نے اس کے پیٹ پر قید لگائی۔ تم نے اُس کے خون پر۔ اُس کے گوشت پر ٹیکس لگائی تم نے اُس کے آرام و تندرستی پر ٹیکس لگائی۔ تم نے بہت ظلم کیا لیکن پھر بھی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتے ہو اور سمجھے جا رہے ہو۔ عورت تمہارے بچے کو اپنا نہیں سمجھتی۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ یہ صرف تمہارا مال ہے۔ وہ اس بوجھ کو نو مہینے تک اٹھانے کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ بچوں کی خواہشمند نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو وہ کبھی ناراض نہ ہوتی۔ اور شکایت نہ کرتی۔ وہ اس بچے کی اپنے دل کے خون سے پرورش کرنا نہیں چاہتی تھی ورنہ وہ حمل ہونے کے دنوں میں نہ کڑھا کرتی۔ لیکن تمہاری زبردستی نے بے گناہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عورت کو سال بھر بیماروں کی طرح رکھا اور بُری طرح تڑپایا۔ اور اس کے ساتھ بے گناہ بچے کو بھی دوزخ میں ڈالا۔ تمہیں خبر ہونی چاہیئے۔ کہ ماں کی تکلیفات سے زندگی بچے کی زندگی کو تباہ کریگی۔ اور ماں کی خوش و خرم زندگی بچے کو تندرست خوبصورت۔ ذہین آزاد وغیرہ نیک اوصاف سے موصوف بنائے گی ✣

اے شادی شدہ نوجوانو اگر تم اپنے بچوں کی پرورش۔ تعلیم کے اخراجات برداشت کرسکتے ہو۔ تو اپنی عورت سے یہ سوالات پوچھو۔ کہ آیا:۔

۱۔ وہ اپنے گھر میں اولاد کی ضرورت سمجھتی ہے ✣

۲۔ اگر سمجھتی ہے۔ تو کیا آنیوالے مہمان کو بغیر رنجیدہ ہونے کے خوشی سے ۹ مہینے اپنے پیٹ میں کھیلنے کودنے۔ سونے کے لئے جگہ دے سکتی ہے ✣

۳۔ کیا بچے کی اپنے دل کے خون سے پرورش کرسکتی ہے ✣

۴۔ کیا حاملہ ہونے کی صورت میں تکلیفات وغیرہ کو غصہ کی بجائے شانتی سے برداشت کریگی یا برداشت کرنے کی کوشش کریگی ✣

۵۔ کیا ہر وقت خاصکر حاملہ ہونے کی حالت میں دلیر۔ آزاد۔ انصاف پسند۔ خوش طبع تندرست۔ چست۔ ملائم طبیعت رہنے کی کوشش کریگی ✣

۶۔ کیا اس بات کا خیال رکھیگی کہ بچے کو نیک یا بد بنانا ماں باپ کے ہاتھ میں ہے اور اس میں ماں کا بھاری حصہ ہے ✣

۷۔ کیا وہ بچے کو روتے ہوئے دیکھ کر غصّے ہونے یا مارنے پیٹنے کی بجائے خوش مزاجی سے چپ کرانے کی عادت بنائیگی ✣

۸۔ کیا بچّوں کو کتّے۔ فقیر۔ ہوّا۔ بھوت وغیرہ سے ڈرایا تو نہیں کریگی ✣

۹۔ کیا بچّوں کو سلانے۔ جگانے کھلانے نہلانے کپڑے پہنانے وغیرہ فرائض کو محبت سے پورا کریگی ✣

۱۰۔ کیا بچوں کے ساتھ ہر وقت خندہ پیشانی سے پیش آیا کریگی اور انکی عزت کیا کریگی

اگر ان سوالات کا جواب تسلی بخش نہیں ملتا۔ اور تم بچے پیدا کرنے کی کوشش یا اپنے نفسانی جذبات کو پورا کرتے ہو۔ تو تم دونوں مرد و عورت ظالم۔ جلّاد۔ گنہگار اور بچہ کُش ہو ✣

رام ناتھ پوری۔ ایک لینڈ۔ امریکہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دہلی کے خواجہ حسن نظامی کی کذب بیانی

پُرانی دہلی میں حضرت نظام الدین اولیا کی قبر ہے۔ قبر کے ساتھ لگتی ایک باؤلی ہے۔ باؤلی کے بارے میں وہاں کے مجاوروں نے عجیب وغریب جھوٹی کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ چنانچہ سال گزشتہ میں جب مجھے دہلی جانے کا اتفاق ہؤا۔ اور میں نے حضرت نظام الدین صاحب اولیا کی قبر اور اس باولی کو دیکھا۔ تو اس کے ساتھ ہی مجھے کئی ایک جھوٹی کہانیاں جن کی اسلامی دنیا میں اور خصوصاً مجاوروں کی دنیا میں کمی نہیں ہے سنائی گئیں۔ ان میں سے ایک بڑی مزیدار تھی۔ جو کہ میرے اس مضمون کی تمہید کے لئے بالکل موزوں معلوم ہوگی۔ مجاور نے مجھے بتایا۔ کہ جن دنوں میں تغلق آباد کا قلعہ بن رہا تھا۔ اُن ہی دنوں میں حضرت صاحب باؤلی بنوا رہے تھے۔ بادشاہ نے تمام مزدوروں کو حکم دیدیا کہ خبردار! نظام الدین کی باؤلی بنانے کوئی نہ جائے۔ مگر مزدور عقیدت مند تھے۔ دن کو تو نہ جاتے۔ بلکہ تعمیر قلعہ میں ہی لگے رہتے۔ لیکن رات کو وہ حضرت صاحب کی باولی بنانے کا کام کیا کرتے تھے۔ ایک رات کو چراغوں کا تیل ختم ہوگیا۔ اور مزدور کام کرنے سے رہ گئے۔ ان میں سے ایک کہیں تیل لینے کے لئے گیا۔ رات چونکہ زیادہ گزر گئی تھی۔ دکاندار نے کہا! ابے! دن کو کیا تو مر گیا تھا۔ جواب آدھی رات کو دکان کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے چل بھاگ جا۔ اس وقت تیل ویل کوئی نہیں مل سکتا۔ مزدور نے جواب دیا۔ کہ مجھے اپنے لئے تو نہیں چاہیئے۔ حضرت نظام الدین صاحب کی باؤلی پر ہم لوگ کام کر رہے ہیں۔ وہاں ضرورت ہے۔ دکاندار نے تنگ ہوکر کہا۔ ابے بھڑوے۔ کیوں بک بک کر رہا ہے۔ اگر تیرا حضرت ایسا ہی ولی ہے۔ تو وہاں ہی تیل کیوں نہیں پیدا کر لیتا۔ چل بھاگ یہاں سے۔ یہ سوکھا جواب سن کر وہ مزدور حضرت صاحب کے پاس واپس آیا۔ اور سارا ماجرا کہ سنایا۔ حضرت نے جواب دیا۔ اچھا کوئی بات نہیں ہے۔ تم باولی کے پانی کو دیوں میں ڈال کر جلاؤ۔ مزدوروں نے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسا ہی کیا۔ اور پانی بطور تیل کے جلنے لگا۔ ولی صاحب کی اس کرامت کا دوسرے ہی دن تمام شہر میں ڈھنڈورا پٹ گیا۔ اور جوق در جوق لوگ اُن کے دیدار اور بیعت کے لئے آنے شروع ہو گئے۔ بادشاہ نے بھی اُن کے قدم مبارک لئے اور اپنی گستاخی کے لئے نادم ہو کر معافی مانگی۔ وغیرہ۔ یہ کہانی تھی۔ جو کہ وہاں کے مجاوروں نے بڑی متانت اور سنجیدگی سے سنائی۔ باؤلی کا پانی اس وقت بڑا گندہ اور کائی ہے۔ اگر کوئی دلچسپی کی چیز ہے۔ تو وہاں پر چند دیہاتی لڑکوں کا ایک بڑے گنبد سے باولی میں چھلانگ مار کر تماشبینوں سے پیسہ لینا ہے۔ اور بس۔ خواجہ نظام الدین اولیا کی درگاہ کی بدولت اس وقت کئی مسلمان ٹکڑے کھا رہے ہیں۔ میں نے سنا ہے۔ کہ خواجہ حسن نظامی دہلوی کا بھی اسی خانقاہ سے تعلق ہے۔ خواجہ صاحب کیوں میرے قلم کے نیچے آئے۔ اس کی وجہ محض ان کی یاد آوری ہے۔ گزشتہ گورڈکل کے سالانہ جلسہ پر خواجہ صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آکر انہوں نے وطن اخبار میں گوردوکل کو آریہ درویش خانہ کا نام دے کر دو مضامین لکھے۔ اُن میں سے دوسرا مضمون بعینہٖ باولی والی کہانی کی طرح مزیدار ہے۔ خواجہ صاحب کے پیر و مرشد حضرت نظام الدین اولیا کی کرامت کی کہانی کا کہ جن کی وجہ سے آپ کو نظامی کہلانے کا حق حاصل ہے۔ آپ نے نمونہ دیکھ لیا۔ آپ اس کہانی کو پڑھ کر فوراً بول اُٹھینگے۔ کہ یہ محض جھوٹ اور گپ ہے جو کہ وہاں کے مجاوروں نے محض ٹکے سیدھے کرنے یا ٹکڑے کمانے کے لئے گھڑی ہے۔ لیکن اس جھوٹ بیانی اور لن ترانی سے بڑھ کر خواجہ کا دوسرا مضمون ہے۔ جو کہ انہوں نے ۲۴۔ اپریل ۱۹۰۹ء کے "وطن" میں شائع کروایا ہے۔ جس کو اگر بابل کے مضمون کے مقابلہ میں "باولے" کا مضمون کہا جاوے۔ تو چنداں مبالغہ نہیں ہوگا۔ پیشتر اس کے کہ میں اس مضمون کا باولا پن ظاہر کروں۔ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ خواجہ صاحب نے اس مضمون میں باولے پن کا ثبوت دینے میں کیوں اتنی تیزی اور جلدی سے کام لیا۔ ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۹ء کو جبکہ مہاتما منشی رام جی کی اپیل ہو چکی اور روپیہ بھی جمع ہو چکا۔ تو لوگ اُٹھ کر چلنے لگے۔ میں بھی چلا۔ میرے پاس ایک والنٹیر مہاشہ ایک رقعہ لائے۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ خواجہ حسن نظامی صا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دہلی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں اس بات کو سن کر بہت ہی خوش ہوا۔ چونکہ
اس وقت میرے اردگرد اس قدر بھیڑ تھی کہ مجھے چلنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ میں نے
اس والنٹیر کو کہا کہ ایسی بھیڑ میں خواجہ صاحب مجھ سے کیا مل سکینگے۔ نہ مجھے بات
چیت کا لطف آئیگا۔ نہ اُن کو۔ بہتر ہے کہ وہ بنگلہ پر تشریف لے آئیں۔ میں اس بھیڑ
سے پیچھا چھڑا کر بنگلے پر پہنچا۔ اور خواجہ صاحب کی انتظاری کرنے لگا۔ مگر خواجہ
صاحب نہ آئے۔ دوسرے دن میں نے ایک مہاشہ کو خاص اس مطلب کے لئے
کیمپ میں بھیجا۔ کہ وہ خواجہ صاحب کا پتہ لائے۔ آیا وہ کیمپ میں ہی ہیں۔ یا چلے
گئے۔ اگر موجود ہوں۔ تو آپ ان کو یہاں آنے کی دعوت دے آئیں۔ مجھے بتایا گیا
کہ خواجہ صاحب کا کہیں پتہ نہیں لگا۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ وہ چلے گئے ہونگے خیر
بات گئی آئی۔ وہاں سے آکر خواجہ صاحب نے جو مضمون وطن میں لکھا۔ وہ غالباً
میرے اس شوق کا نتیجہ ہے۔ جو کہ میں اُن سے ملنے کے لئے رکھتا تھا۔ اس مضمون
کو پڑھ کر مجھے سخت افسوس ہوا۔ اس لئے نہیں۔ کہ وہ ایک مسلمان کے قلم سے
نکلا ہے۔ ناظرین ذرا اس مضمون کا ملاحظہ فرمائیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں:۔

"جلسہ میں سب سے زیادہ دلچسپ وجود دھرم پال کا تھا۔ جن کے درشن کے
لئے تمام مرد و عورت کو پرا اضطراب شوق تھا۔ دھرم پال جی خبر نہیں کس گوشہ
میں مقیم تھے۔ کہ جگہ جگہ اُن کی تلاش کی جاتی تھی۔ ہم نے چاہا۔ کہ تخلیہ میں دھرم پال
سے ملاقات کر کے کچھ باتیں کریں۔ مگر شاید کسی مصلحت سے اراکین گورد نمل نے
اس ملاقات کو منظور نہ کیا۔ اس وقت ہم نے خواہش کی۔ کہ عین جلسہ کے موقع
پر دھرم پال سے دو دو باتیں کر لیں۔ لالہ منشی رام نے تو اس خواہش کو منظور
کر لیا۔ مگر خود دھرم پال نے اس علانیہ ملاقات سے بھی انکار کیا۔ دھرم پال پستہ
قد۔ نوعمر لڑکا ہے۔ داڑھی مونچھ اور سر کے بال ندارد ہیں۔ ایک معمولی دھوتی۔
اور سوسی کا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ ہاتھ میں لمبی سی بانس کی لکڑی تھی۔ جو غالباً
فقیرانہ نشانی کے طور پر تھی۔ جس وقت دھرم پال جلسہ سے اُٹھے۔ لوگوں نے اُن
کو گھیر لیا۔ شوق کا یہ عالم تھا۔ کہ خلقت اس دبلے پتلے وجود پر گری پڑتی تھی۔
عورتیں اپنے زیور اور کپڑے بطور دان و خیرات اُن کو دیتی تھیں۔ اور مرد نقد

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روپیہ و کمبل۔ یہ خیرات خاص دھرم پال کا حصہ ہوتی ہے۔ گوروکل کو اس سے کچھ واسطہ نہیں ۔"

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مضمون کو "وطن" کے لئے لکھنے سے پیشتر خواجہ صاحب حضرت نظام الدین اولیا کی باولی میں غوطہ کھا کر باولے ہی تو ہو گئے ہونگے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ وہ اس قدر کذب بیانی کیوں کر گئے خواجہ صاحب کے لئے میرے دل میں بڑی عزت تھی جو اُنکے اُن مضامین کے پڑھنے سے پیدا ہوئی تھی۔ جو کہ وہ اردو کے بعض رسالوں میں لکھتے رہتے ہیں۔ جن میں سے اکثر میری نظر سے گذرتے ہیں۔ لیکن افسوس "وطن" کے مضمون کو پڑھکر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ وہ ابھی تک مجاوری کی منزل سے آگے نہیں بڑھے۔ خواجہ صاحب کا پہلا جھوٹ تو یہی ہے۔ کہ میں نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ دوسرا جھوٹ یہ ہے۔ کہ میں ہاتھ میں کوئی ایسی بانس کی لمبی سی چھڑی پکڑے ہوئے تھا۔ جو شاید جھوٹے آدمیوں کو دھکیلنے کے لئے ہو۔ چوتھا شرمناک اور نہایت ہی گرا ہؤا جھوٹ یہ ہے۔ کہ عورتیں مجھے زیور اور کپڑے بطور دان دیتی تھیں۔ پانچواں جھوٹ یہ ہے۔ کہ مرد مجھے نقد روپیہ اور کمبل دان دیتے تھے۔ اس قسم کے شرمناک جھوٹ شائع کرنا خواجہ صاحب کے دامن پر ایک بدنما دھبا لگانے سے نہیں رہ سکتے۔ باقی باتیں تو معمولی ہیں اُن کو تو جانے دیجئے۔ مگر کیا خواجہ صاحب کسی بھی زمینی یا آسمانی ذریعہ سے اپنے اس بیان کو کہ مرد اور عورتیں مجھے روپیہ اور زیورات وغیرہ دان دیتے تھے۔ ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر ہیں تو میں ان کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ اس کو ثابت کریں۔ اور اگر ضرورت ہو۔ تو وہ اپنے پیر و مرشد نظام الدین اولیا کی روح کو بھی اپنی مدد کے لئے بُلا لیں۔ ورنہ شرافت اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ جس ہاتھ سے انہوں نے یہ شرمناک کذب بیانی "وطن" میں شائع کی ہے اُسی ہاتھ سے وہ اس کی تردید بھی اسی اخبار میں شائع کروا دیں۔ تاکہ پبلک کو معلوم ہو جائے۔ کہ شرافت کس کو کہتے ہیں۔ آگے چل کر خواجہ صاحب نے شدھی کے بارے میں حسب ذیل عبارت لکھی ہے :-

CC-0. Gurukul Kangri Collection, H

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

"جب کوئی مسلمان یا عیسائی آریہ بنایا جاتا ہے۔ تو بہت سی عجیب و غریب رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔ مثلاً اس کی داڑھی۔ مونچھ اور سر کے بال مونڈ ڈالتے ہیں۔ سات روز یا گیارہ روز تک سوائے دودھ یا ترکاری کے اناج کھانے کو نہیں دیتے۔ اس کے بعد مرتد کو برہنہ کیا جاتا ہے۔ اور ایک لنگوٹی بندھوا کر عام جلسہ میں ہون کروایا جاتا ہے۔ ہون کر کے اسی برہنگی کے عالم میں مرتد کو بھیک مانگنے کا حکم ملتا ہے۔ مرتد حاضرین جلسہ کے آگے بھیک مانگتا ہے اور جو کچھ اس کو اگری سے حاصل ہو۔ اپنے جلسہ کے بڑے گورو کے آگے رکھ دیتا ہے۔ الغرض اس قسم کی رسموں کے بعد مرتد کی آریہ توبہ قبول ہوتی ہے۔ لیکن باوجود ان تمام ذلیل کرنے والی مراسم کے مرتد کھلم کھلا آریوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک نہیں کیا جاتا۔"

خواجہ صاحب نے یہاں پر بھی وہی باولی والا قصہ دہرایا ہے۔ آریہ سماج اس بات کو ضروری نہیں سمجھتا۔ کہ کسی بھی غیر ہندو کو آریہ سماج میں لیتے وقت اس کی داڑھی مونچھ یا سر کے بال مونڈے جائیں۔ چنانچہ اس بیان کی تصدیق میں میں خود آریہ سماج میں موجود ہوں۔ جب میں آریہ سماج میں آیا۔ تو نہ میرے سر کے بال مونڈے گئے۔ نہ مونچھوں کے۔ داڑھی تو میں پہلے سے ہی نہیں رکھتا تھا۔ جب آریہ سماج میں ایسا کوئی اصول ہی نہیں ہے۔ تو میرے سر یا مونچھوں کے بال کیونکر مونڈے جا سکتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہرگز نہیں کیا گیا۔ خواجہ صاحب نے یہ بھی جھوٹ لکھا ہے۔ کہ اس کو سات روز یا گیارہ روز تک سوائے دودھ یا ترکاری کے اناج کھانے کو نہیں دیتے۔ سات روز یا گیارہ روز تو ایک طرف مجھے تو ایک دن یا نصف دن کے لئے بھی یہ نہیں کہا گیا تھا۔ کہ تم نے اناج مت کھانا۔ خواجہ صاحب کا یہ بھی جھوٹ ہی ہے۔ کہ اس کو ایک لنگوٹی بندھوا کر جلسہ میں ہون کروایا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب! مجھے تو کسی نے لنگوٹی نہ بندھوائی۔ بلکہ میرے انکار کرنے کے باوجود آریہ سماج کے آدمی مجھے سر سے پاؤں تک خوبصورت کپڑے پہنا کر جلسہ میں لے گئے تھے۔ حالانکہ جون کی تپتی گرمی تھی لیکن مجھے ایک خوبصورت بلکہ بھڑکدار پگڑی اور پاؤں میں بڑی عمدہ نرم نرم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جراہیں پہنائی گئی تھیں۔ بلکہ میں الٹا ہنس رہا تھا۔ کہ تم مجھے جلسہ میں لے جا
ہو یا دولہا بناتے ہو۔ پس ایسی صورت میں میں کیونکر مان لوں۔ کہ آریہ سماج مسلمان
یا عیسائیوں کے ساتھ ضرور وہی سلوک کرتا ہے جو کہ خواجہ صاحب بتا رہے ہیں۔
خواجہ صاحب کی یہ بھی ایک شرمناک کذب بیانی ہے۔ کہ اس برہنگی کے عالم میں
مرتد کو بھیک مانگنے کا حکم ملتا ہے۔ معلوم نہیں۔ اس شرمناک جھوٹ کے لئے
خواجہ صاحب کے پاس کیا ثبوت ہے۔ خواجہ صاحب کی ان شرمناک کذب بیانیوں
کی تکذیب میرے ذاتی تجربہ سے بڑھکر اور کس چیز کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ میں اوپر لکھ
چکا ہوں۔ کہ میرا نہ سر مونڈا گیا۔ نہ مونچھ۔ داڑھی تو میں پہلے ہی نہیں رکھتا تھا۔ نہ
مجھے بھوکا مارا گیا۔ نہ میرے کپڑے اُتارے گئے۔ علے ہذا القیاس کسی شخص نے مجھ
سے بھیک بھی نہیں منگوائی۔ کیونکہ ایسا کوئی طریقہ آریہ سماج میں مروج نہیں ہے
بلکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ یعنی مجھ پر چاروں طرف سے پھولوں کی بارش
کی گئی۔ بعد ازاں میں پلیٹ فارم پہ آیا۔ اور مجھ پر پھر پھول برسائے گئے۔ اس
گلباری کے بعد میں نے وہ لیکچر دیا۔ جو اب تک مسلمانوں کی نیند میں خلل ڈال
رہا ہے۔ خواجہ صاحب کی یہ بھی شرمناک کذب بیانی ہے۔ کہ جو کچھ اس گداگری سے
حاصل ہوتا ہے۔ مرتد اسے اپنے جلسہ کے بڑے گورو کے آگے رکھ دیتا ہے۔ بھلا
جب بھیک منگوائی ہی نہیں جاتی۔ تو اس کا گورو کے سامنے لاکر رکھنا کیا معنی اخیر
میں خواجہ صاحب نے یہ بھی ایک قسم کا نیم جھوٹ ہی بولا ہے۔ کہ مرتد کھلم کھلا
آریوں کے ساتھ کھانے پینے میں شریک نہیں کیا جاتا۔ میں اس کو نیم جھوٹ اس
لئے کہتا ہوں۔ کہ خواجہ صاحب نے اس میں بطور اصول کے تمام آریوں کو اور تمام
"مرتدوں" کو دھر گھسیٹا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ بعض آریہ ایسے ہیں۔
جو ہر ایک "مرتد" کے ساتھ کھلم کھلا کھانے پینے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ برعکس
اس کے بعض "مرتد" بھی ایسے ہیں۔ جو ہر ایک آریہ سماجی کے ساتھ کھانے پینے
کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ اصلیت یہ ہے۔ کہ جس کے ساتھ کسی کا دل چاہے
کھائے۔ جس کے ساتھ نہ چاہے۔ نہ کھائے۔ اس میں مرتد اور غیر مرتد کی
کوئی تمیز نہیں ہے۔ یہ تو ہیں واقعات جو میں نے بیان کئے ہیں۔ لیکن سوال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, H

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے اس قسم کی شرمناک کذب بیانی کیوں کی؟ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ وہ مسلمانوں کے دل میں آریہ سماج کی طرف سے نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ کوئی مسلمان آریہ نہ ہونے پاوے۔ میں حیران ہوں۔ کہ خواجہ حسن نظامی جیسا شخص جو ادراک باطنی کا مدعی ہو کیونکر ایسے شرمناک جھوٹ لکھنے کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ دوسرے موقع پر گورو کل کے برہمچاریوں کے بارے میں رائے زنی کرتے ہوئے خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ "اگر تم کو ذرا سا بھی باطنی ادراک ہو۔ تو اُن کے پاس بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر گھبرانے لگو گے۔ کیونکہ یہ صرف ظاہری صورت ہی صورت ہے۔ ان کے باطن میں حسد اور جذبہ انقلاب کے سوا کچھ نہیں پایا جاتا۔" دیکھئے تو خواجہ صاحب نے اپنے ادراک باطنی کے ذریعہ اُن معصوم بچوں کے دلوں کا حال جان کر کیسا ناطق فیصلہ دیا ہے۔ کہ ان کے باطن میں سوائے حسد اور جذبۂ انقلاب کے اور کچھ نہیں۔ خواجہ صاحب کو ایسی شرمناک گھڑنت لکھتے ہوئے ذرا تو ہوش سے کام لینا چاہئے تھا۔ میرا جہاں تک علم ہے۔ خواجہ صاحب کو ان برہمچاریوں سے ملنے یا بات چیت کرنے کا ہرگز موقع نہیں دیا گیا تھا۔ معلوم نہیں انہوں نے کیسے دور سے ہی علم باطنی کے ذریعے اُن کے بارے میں ایسی غلط رائے قائم کر لی۔ اگر ہم ایک منٹ کے لئے اُن کے اس ادراک باطنی پر مبنی رائے کو صحیح بھی تسلیم کر لیں۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ جو شخص بغیر بات چیت کرنے یا ملنے جلنے کے محض کھڑے ہونے سے ہی دوسروں کے دل کا پتہ لگا سکتا ہے۔ کیا وہ اندھا اور پاگل ہو گیا تھا۔ جبکہ دوسرے موقع پر اُس نے واقعات کے قطعی برخلاف بلکہ شرمناک طور پر اخبار میں جھوٹ بیانی کی اگر وہاں پر اس کا ادراک باطنی نظام الدین کی باولی میں غرق ہو گیا تھا۔ تو کم از کم اس کو خارجی ذرائع سے تو پتہ لگانا چاہئے تھا کہ آیا جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ سچ ہے یا محض شرمناک جھوٹ۔ میرے خیال میں اس قسم کا شرمناک جھوٹ لکھنے والا شخص ادراک باطنی تو ایک طرف واقعات خارجی سے بھی قطعی اندھا ہے۔ دوسرے موقع پر خواجہ صاحب نے ایک اور شرمناک جھوٹ لکھا ہے۔ وہ یہ کہ جلسہ کے موقع پر کتب فروش باواز بلند مسلمانوں کی ناپاکیاں پڑھ پڑھ سناتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ مسلمانوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی ناپاکیاں حد سے زیادہ ہیں۔ اُن ناپاکیوں میں سے ایک ناپاکی تو خود خواجہ صاحب کا یہ شرمناک مضمون ہی ہے۔ جس کا جواب میں دے رہا ہوں۔ لیکن جلسہ کے موقع پر کوئی کتب فروش ایسا نہیں کرتا۔ جیسا کہ خواجہ صاحب کا بیان ہے۔ آگے چلکر خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ "گورو کل کو ہندوستان کی اصلی قدیمی اور قابل تقلید زندگی سے کچھ واسطہ نہیں وہ ملک میں ایک خطرناک زہریلی جماعت پیدا کرنے کی فکر میں ہے۔ جس سے تھوڑا سا گورنمنٹ کو اور بہت بڑا میں دوبارہ کہتا ہوں کہ واقعی پورا خطرہ اسلام اور مسلمانوں کو ہے"۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ خواجہ صاحب کی اس شر انگیز تحریر کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہے۔ کہ وہ گورو کل کو ایک سٹیشن کا مرکز قرار دیں۔ میرے خیال میں اسلام اور مسلمانوں کو نہ تو گورو کل ہی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ نہ آریہ سماج۔ ہاں اسلام اور مسلمانوں کی جڑ اگر کوئی کاٹ رہا ہے۔ تو وہ خواجہ حسن نظامی جیسے مسلمان ہی ہیں۔ جو کہ پبلک کو گمراہ کرنے کی خاطر نہایت ہی شرمناک جھوٹ شائع کرنا جائز گردانتے ہوں۔ جس اسلام کے مذہبی پیشوا خواجہ حسن نظامی جیسے شخص ہوں۔ جن کی ایمانداری کا نمونہ میں اوپر دکھا چکا ہوں۔ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ اسلام آریہ ورت کے اندر اپنی ہستی کو زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکیگا۔ بلکہ وہ اپنے اس قسم کے لیڈروں کے ہاتھ سے خود ہی بیخ و بُن سے اکھڑ جائیگا۔ میں خواجہ حسن نظامی کی شرافت سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ اگر وہ مردمیت کے مادہ سے قطعی محروم ہو بالکل "خواجہ" ہی نہیں بن گئے ہیں۔ تو وہ اپنے ہی مبارک ہاتھوں سے اپنے مضمون کی "وطن" میں تردید کر دیں۔ تاکہ اپنی شرمناک کذب بیانیوں سے لبریز مضمون سے جو داغ انہوں نے اپنے مذہبی جامہ پر لگا لیا ہے۔ وہ دُھل جائے ورنہ ایک حسن نظامی نہیں اگر اُن جیسے لاکھوں مسلمان بھی اس قسم کے جھوٹ شائع کر کے آریہ سماج یا گورو کل کو نقصان پہنچانا چاہیں۔ تو بھی اُن کے مضامین کا وہی حشر ہوگا جو کہ ایک گندگی کے کیڑے کا ہوا کرتا ہے جو نجاست میں پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مر جاتا ہے۔ دہلی کے آریہ بھائیوں سے نوید ان ہے کہ وہ اِندر کے اس پرچہ کو خواجہ صاحب تک پہنچا دیں۔ مجھے اُن کا ٹھیک پتہ معلوم نہیں +

دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and

مہاتما منشی رام جی کی صحت یابی

آریہ پرشوں کو یہ بات بخوبی معلوم ہے۔ کہ مہاتما جی مدت سے ہرنیا کی بیماری سے روگی چلے آتے تھے۔ چنانچہ کئی دفعہ ان کی اس بیماری نے خطرناک صورت اختیار کرلی۔ جن میں سے ایک موقع اجمیر کا تھا۔ جبکہ ان کی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ اس کے علاوہ اس بیماری نے ان کو دیگر محنت اور دوڑ دھوپ کے کاموں میں حصہ لینے سے بھی تقریباً ناقابل بنا رکھا تھا۔ آپ مدت سے اس فکر میں تھے۔ کہ ایک دفعہ اپریشن کروا کر اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیں۔ چنانچہ اپریشن کے لئے انہوں نے کئی دفعہ ارادہ کیا۔ اور لاہور بھی آئے۔ لیکن پھر کسی ایک یا دوسری وجہ سے اپریشن نہ کروا سکے۔ گزشتہ مارچ کے اخیر میں جبکہ وہ راولپنڈی سماج کے جلسہ سے واپس تشریف لائے۔ تو انہوں نے لاہور ٹھیرنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ وہاں کے ڈاکٹروں سے ملکر مشورہ کرلیں۔ مگر پھر وہ جلدی ہی جالندھر ٹھیرتے ہوئے گوروکل تشریف لے گئے۔ گوروکل سے تیسرے روز ہی مجھے اُن کا تار ملا۔ کہ وہ لاہور آرہے ہیں۔ ان کا اتنی جلدی گوروکل سے واپس آنے کا سبب یہی قیاس کیا گیا۔ کہ شاید ہرنیا کا کیس نازک ہوگیا ہو۔ چنانچہ وہ ۴۔ اپریل کو لاہور پہنچے۔ اور وہاں ڈاکٹروں سے مشورہ کر کے آخرکار اُنہوں نے آخری فیصلہ کرلیا۔ کہ اپریشن ضرور کروالینا چاہیئے اپریشن کے لئے جالندھر میں میجر ڈاکٹر سمتھ صاحب ایم۔ ڈی کو منتخب کیا گیا۔ چنانچہ لاہور سے آپ جالندھر تشریف لے گئے۔ ۱۲۔ اپریل سنہ ۱۹۰۸ء کی صبح کے ساڑھے دس بجے کے قریب اپریشن ہوا ڈاکٹر صاحب موصوف نے جس صفائی سے عمل جراحی کیا۔ بتایا گیا ہے۔ کہ وہ نہایت ہی عمدہ اور قابل تعریف تھا اتنی چشم دید بات تو میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ کہ ایسے بڑے اپریشن میں جہاں کثرت سے خون بہنے کا احتمال کیا جایا کرتا ہے۔ ایک قطرہ بھی خون کا نہیں گرنے دیا کلوروفارم کے سنگھانے کے وقت سے لے کر ٹانکے وغیرہ لگا کر اور پٹی باندھنے

CC-0. Lamtuki Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے وقت تک کل پچیس منٹ لگے۔ اس کے بعد مریض کو ہوش میں آنے کے لئے چارپائی پر لٹا دیا گیا۔ نصف گھنٹہ کے بعد مریض ہوش میں آگیا۔ کلور کے اثر سے قے وغیرہ کا آنا لازمی تھا۔ چنانچہ اس روز شام تک اُن کو قے آتی رہی۔ قدرے درد بھی رہا۔ مگر دوسرے دن درد کا زخم تو برائے نام رہ گیا۔ ہاں پیٹ میں نفخ ہو جانے کی وجہ سے بہت تکلیف ہوئی۔ مگر انیما وغیرہ کرنے سے یہ بھی جاتی رہی۔ چوتھے روز اپریشن کی جانب کے ٹسٹی کل میں سخت درد اور قدرے سوزش بھی ہو گئی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب موصوف نے نشتر کے ذریعہ اس طرف سے قدرے مواد فاسد خارج کر دیا۔ پھر کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ ساتویں روز پٹی کھول دی گئی۔ اور ٹانکے توڑ دئے گئے۔ اور مہاتما جی کو چارپائی پر کھلی طور پر کروٹ لینے یا تکیہ کے سہارے بیٹھنے کی اجازت مل گئی تیسرے ہفتہ میں وہ چلنے پھرنے لگ گئے۔ اپریشن چونکہ رائزادہ بھگت رام جی کی کوٹھی پر ہوا تھا۔ اس لئے وہ تقریباً تین ہفتہ تک وہاں ہی رہے۔ چوتھے ہفتہ میں وہ وہاں سے اپنی کوٹھی پر آگئے۔ اس مضمون کے ناظرین کے ہاتھوں تک پہنچنے تک یا تو مہاتما جی گورو کل میں ہونگے۔ یا کسی سرد پہاڑ پر۔ ڈاکٹر نیجر سمتھ صاحب بڑے خوش اخلاق اور بامروت اصحاب میں سے ہیں۔ جب اُن کو کچھ دکھشنا دینے کا وچار کیا گیا۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ کہ میں ڈاکٹری اور دھرم کا کام کرنے والوں سے کوئی دکھشنا نہیں لیتا ہوں۔ جب اُن سے کہا گیا۔ کہ آپ روپیہ نہ لیں۔ لیکن کسی دوسری شکل میں اس بھینٹ کو سویکار کریں۔ تو بھی اُنہوں نے یہی جواب دیا۔ کہ میں اپنے لئے کسی صورت میں ایک کوڑی بھی نہیں لے سکتا۔ ہاں اگر تم دینا ہی چاہتے ہو۔ تو کسی خیراتی کام میں دے دو۔ ہم سب کو ایسے خوش اخلاق انسان کا دل سے مشکور ہونا چاہیئے۔

دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and

ضمیمہ اِندر بابت جون سنہ ۱۹۰۸ء

لاہوری یا کھنڈی

مصنفہ

دھرم پال۔ بی۔ اے

ایڈیٹر۔ اِندر۔ لاہور

مئی سنہ ۱۹۰۸ء

سیوک پریس لاہور میں باہتمام لالہ شام داس پرنٹر
چھپوا کر نہاشہ دھرم پال بی۔ اے پبلشر نے شائع
کیا

بار اوّل اڑھائی ہزار کاپی قیمت فی کاپی ۱ر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انتقام

کی مجسم تصویر اگر کسی نے دنیا میں دیکھنی ہو۔ تو وہ دیوگورو بھگوان کو دیکھ لے۔ انتقام کے خو
جذبہ سے مغلوب ہو کر جیسے دیوگورو بھگوان نے ایک ایک خدا پرست پر جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا اور اس کے
چیلوں نے نہایت ہی شرمناک طور پر بے بنیاد بیانات دئے۔ اور جس طرح خود دیوگورو
بھگوان عدالت میں مجرم قرار دیا گیا۔ اور اس کے شرمناک جرموں کی سزا میں اُس کو جیل
ہوئی۔ اور جیسے اُس کا چال چلن عدالت نے شکیہ قرار دیا۔ اور اس کی مقدمہ بازی کو قطعی
بے بنیاد ظاہر کیا۔ یا جیسے مغلوب الغضب ہو کر وہ ایک ایک بار اپنی سگی بہن کا ناک کاٹنے
دوڑا اور خون بہایا۔ یا اس سے بھی بڑھکر جیسے دیوگورو نے ایک ایک وقت میں اپنے ہی
محسن اوستاد کی شرمناک طور پر چوری کی اور چوری کے پیسے جوئے میں اڑا دئے۔ یا
جیسے دیوگورو نے اپنی نہایت ہی نیچ پرکرتی کے بس ہو کر راتوں گھر سے غیر حاضر رہ کر جوئے
بازوں کے ساتھ رات کاٹی۔ اور معلوم نہیں کیا کیا کرتا رہا۔ ویسے ہی اور ٹھیک اُسی طرح
انتقام کے بھوت سے اندھا ہو کر اُس نے اور اُس کے دام افتادوں نے مجھے عدالت میں
گھسیٹا۔ اور پولیس میرے گھر پر لے آئے۔ تاکہ وہ مجھے عدالت میں رسوا کریں۔ مگر جب
اس میں اُن کو کامیابی نہ ہوئی۔ تو انہوں نے انتقام سے اندھا ہو کر مجھے بدنام کرنا چاہا۔
چنانچہ مجھے اپنی اخبار میں جھوٹا۔ دھوکہ باز۔ منتقم۔ طوطا چشم۔ بے حیا۔ شریر۔ معلوم
نہیں کیا کیا لکھا۔ جب اس سے بھی اُن کی سیری نہ ہوئی۔ تو انہوں نے انتقام سے متحرک
ہو کر ایک اور کتاب میرے برخلاف شائع کی۔ جس میں نہ صرف مجھے ہی پیٹ بھر کر گالیاں
دی گئیں ہیں۔ بلکہ میرے ساتھ آریہ سماج اور سوامی دیانند کو بھی گالیاں دی ہیں۔ اب
معلوم نہیں کہ وہ انتقام کے بس ہو کر اپنے روپیہ کے زور سے یا اپنے بعض بے لگام چیلوں
کے ہاتھ سے جو ایک ایک بار اقدام قتل کے بھی مجرم دیکھے گئے ہیں۔ جیسا کہ میں اگنی میں دکھا
چکا ہوں اور جن کے نزدیک کسی دوسرے پر تلوار کھینچ لینا یا مار ڈالنے کا ارادہ کر لینا ایک
معمولی سی بات ہے۔ وہ کیا کیا سازشیں کرینگے۔ کچھ ہی ہو میں اُن کی تحریر کا جواب دینا
لازمی اور ضروری سمجھتا ہوں۔ میں نے امرسنگھ کی چٹھی کا مناسب جواب اگنی میں دیدیا۔
دیورتن کی چٹھی کا جواب آسمانی گولہ میں دے دیا۔ اب دیورتن کی پوتھی کا جواب لاہوری
پاکھنڈی کی شکل میں شائع کرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ لکھا یا لکھتا ہوں۔ وہ محض اُن کی
تحریروں کے جواب میں بطور سلف ڈیفنس کے ہے۔ نہ کہ ابتدائی حملہ۔ میں نے نہ کبھی
مارے جانے کی پرواہ کی ہے۔ نہ کرتا ہوں۔ نہ کرونگا۔ کیونکہ پاکھنڈیوں کے پاکھنڈ کو قطعی
بیخ و بن سے اکھاڑ کر پبلک کو اُن کے مکر جال سے بچانے میں اگر میری ایک جان نہیں
ہزار جان بھی قربان ہو جائے تو غنیمت ہے۔

پبلک کا خیر خواہ

دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and

ڈیفنس

پہلا فقرہ

ابتدائی کلمات

ناظرین! ویدی سماج کے بدکار اور مکار انسانوں کے برخلاف میں نے کیوں قلم اُٹھایا اس کے بیان کرنے کی اب ضرورت نہیں۔ میں نے ان لوگوں کے جھوٹے اور ناپاک دعوؤں کو قطعی بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے اُن کی جو حقیقت اگنی اور آسمانی گولہ میں اور بعد ازاں اندر کے متعدد پرچوں میں کھولی ہے اور آئندہ کھولونگا۔ اس کا اُن کے پاس اگر کوئی جواب ہے تو یہی ہے۔ کہ پہلے تم ہمیں جیون داتا۔ جیوتی داتا۔ دھرم داتا کہا کرتے تھے۔ اب تم ہم کو بدکار۔ سیاہ کار۔ مکار وغیرہ کہتے ہو۔ پس تم خود ہی جھوٹے ہو۔ یہ عطر ہے۔ اُس کتاب کا جو کہ ان بدکاروں نے میرے برخلاف لکھی ہے۔ اس کتاب کی ایک کاپی میرے مینجر نے ۱۲۔ مئی ۱۹۰۸ء کو بعد از دوپہر مجھے لاکر دی۔ میں اگرچہ بخار اور ڈائریا کی وجہ سے جو کہ لاہور کی ناموافق گرمی کا پھل تھے۔ بہت کمزور ہو رہا تھا۔ تاہم میں نے اُس کا مطالعہ کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ میں نے اس کو پڑھا۔ اس تمام کتاب کا خلاصہ مطلب اتنا ہی ہے کہ پہلے جب تم ہم میں تھے۔ تو تم ہم کو دیوتا کہتے تھے۔ اب آریہ سماج کے اثروں کی بدولت تم ہم کو شیطان کہتے ہو۔ پس تم جھوٹے ہو۔ اس تمام کتاب کا مختصر اور الزامی جواب تو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اتنا ہی کافی ہے۔ کہ پہلے تم اور تمہارا گورو پرم دیو پرمیشور کے بارے میں
خیال رکھتے تھے کہ :-

پرم دیو پرمیشور کو بھول کر اُن کے گنوں یا اُن کی صفات کے خلاف آدمی
خیال۔ کلام یا عمل میں جو زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا نام پاپ جیون ہے۔
..... پس ایشور سے باغی روح دیوت سے خالی ہوتی ہے ..... جو شخص
پرم دیو سے باغی ہوتا ہے وہ پرم دیو پرمیشور کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں رکھتا اور
اُن کو چھوڑ کر صرف دنیا پرستی کرتا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش اور دیو جیون صفحہ ۲۲)

پس اپنے ہی بیان کے مطابق تم اور تمہارا گورو نہ صرف پرماتما سے باغی
ہو۔ بلکہ اول درجہ کے پاپی۔ دنیا پرست اور مکار ہو۔ یہ تو ہوا نہایت ہی مختصر
الزامی جواب۔ بلکہ تحقیقی جواب جیسا کہ ان لوگوں کی بدکاریوں۔ مکاریوں۔ سیاہ کاریوں
سے ظاہر ہے جو اگنی۔ آسمانی گولہ یا اندر کی متعدد تحریروں کے ذریعے ظاہر کی گئی
ہیں۔ جو ایک طرح پر اُن کی پرم دیو پرمیشور سے بغاوت کا نتیجہ ہیں۔ ان سیاہ
کاریوں کا نہ تو اُن کے پاس کوئی جواب ہے۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ اب تو وہ کولھو اور
تیلی والی مثال کا معاملہ ہے۔ کہ اچھا میرے سر پر کھاٹ تو تیرے سر پر کولھو۔
قافیہ تو نہ ملا۔ قافیہ نہ سہی۔ بوجھ تو ہے۔ میں نے ان لوگوں کی بدکاریوں کو طشت
از بام کرنے کے لئے ان کے خطوط شائع کئے۔ اس کے جواب میں انہوں نے
میرے خطوط شائع کر دئے۔ مگر میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ یہ خطوط کس قدر
وقیمت کے ہونگے۔ ان کے شائع کرنے سے مجھے اتنا بھی نقصان نہیں پہنچ
سکتا۔ جتنا کہ ایک ہاتھی کو مچھر کے کاٹنے سے پہنچ سکتا ہو۔ بلکہ معاملہ بالکل ہی
دگرگون ہے۔ کیونکہ ان خطوط کے شائع کرنے سے یہ میرے کیرکٹر پر اس قسم
کا کوئی دھبہ نہیں لگا سکے اور نہیں لگا سکتے تھے۔ جس قسم کے کہ اُن کے
اپنے کیرکٹر ہیں۔ جن کا نمونہ میں نے اگنی میں دکھایا۔ اور آئندہ دکھاؤنگا۔
بلکہ الٹا ان خطوط نے میرے کیرکٹر کا ایک روشن پہلو ظاہر کر دیا ہے۔ جو شاید
کبھی بھی پبلک میں نہ آتا۔ اگر یہ خطوط شائع نہ کئے جاتے۔ کیونکہ یہ خطوط
زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ میں نے ان لوگوں کے لئے اس قدر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and

تک قربانیاں کیں۔ جو ہر ایک نوجوان نہیں کر سکتا میں نے اپنے ماتا پتا کو
ان کے لئے قربان کیا بھائی بہنوں کو قربان کیا۔ یونیورسٹی کے وظیفہ کو قربان کیا۔
اپنی آئندہ زندگی کی تمام امیدوں کو قربان کیا سب سے بڑھ کر اپنی زندگی کو بھی
اُن کی قربانگاہ پر بھینٹ دھر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی قوت ارادہ کو بھی ان
کے لئے قربان کر دیا۔ یہاں تک کہ معمولی سی معمولی بات کا جواب دینے کے لئے بھی
میں نے اُن کی مرضی کو مقدم سمجھا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مجھ میں قربانی کی
سپرٹ کس قدر زبردست تھی۔ دیورتن نے اس کتاب کے اوپر یہ الفاظ لکھے ہیں
"ایک نصیحت بخش مطالعہ اور نتیجہ خیز مقابلہ" بے شک دیورتن نے یہ بہت ٹھیک لکھا
ہے یہ کتاب درحقیقت ایک نصیحت بخش مطالعہ ہے کیونکہ اس سے پتہ لگتا ہے۔
کہ ایک نوجوان کسی سوسائٹی کے لئے کہاں تک ہر ایک قسم کی قربانی کر سکتا ہے۔
جیسا کہ میں نے کہا اور درحقیقت یہ ایک نتیجہ خیز مقابلہ ہے کہ ایک طرف تو وہ نوجوان
ہے جو اس سوسائٹی کے لئے تعلقات۔ دین و ایمان۔ یار دوست۔ دنیاوی امیدوں
اپنی پیاری زندگی یہاں تک کہ اپنی قوت ارادہ تک کو بھی فنا کر دیتا ہے مگر دوسری
طرف وہ سوسائٹی ہے جو ایسے نوجوان کو اپنے اندر جذب کرنے یا اس کی طاقتوں سے
فائدہ اٹھانے کے بالکل ناقابل ثابت ہوتی ہے۔ ایسے نوجوان کی زندگی یا اس کے
خطوط درحقیقت ایسے ہی ہو سکتے تھے کہ حریف بھی ان پر نصیحت بخش مطالعہ اور
نتیجہ خیز مقابلہ کے الفاظ لکھنے کے لئے مجبور ہوا۔ اس سے بڑھکر میرے کیرکٹر کے
روشن پہلو کی تائید میں اور کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ بیشک یہ ایک شہادت ہے۔
جس کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔ کیا میں اس کتاب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھوں
ہرگز نہیں میں اس کو خوش آمدید کہتا ہوں اور دونوں ہاتھوں سے اُٹھا کر آنکھوں سے
لگاتا ہوں۔ دیو سماج نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے کہ میرے خطوط شائع کر دئے اگرچہ
اُن کی نیت ان خطوط کے شائع کرنے سے یہی تھی۔ کہ مجھے تباہ کر دیا جاوے۔ مجھے
زہر دیا گیا وہ زہر میرے لئے تریاق ثابت ہوا۔ ان تمام خطوط سے یہ بات صاف
ظاہر ہوتی ہے کہ دیو سماج میں میرا کیرکٹر اس قسم کی تمام بدمعاشیوں سیاہ کاریوں
بدکاریوں اور نہایت ہی سخت مجرمانہ حرکات سے قطعی پاک رہا ہے جس کے کہ دیو گورو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے پنڈے پوجاری مرتکب پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اُن کے خطوط کی بنا پر میں نے
اُن کو ظاہر کیا۔ اور آئندہ اور بھی خوفناک طور پر ظاہر کرونگا۔ کوئی ضرورت نہیں
کہ میں اس کتاب کا جواب لکھتا۔ لیکن اس خیال سے کہ کہیں ان بدکار انسانوں کو
میں یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے۔ کہ ہماری کتاب لاجواب ثابت ہوئی۔ میں نہایت ہی
مختصر الفاظ میں اس کا جواب تحریر کرونگا۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں جواب دوں میں یہ
دینا چاہتا ہوں۔ کہ ان لوگوں میں چونکہ بے ایمانی اور دھوکہ دہی کی سپرٹ نہایت ہی
زوردار ہے۔ اس لئے یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ انہوں نے میرے خطوط کے اصلی الفاظ
میں کمی بیشی یا تغیر و تبدل کیا ہو۔ تاکہ اُن کا مطلب سادہ ہو جائے جیسا کہ ان کی ایک
تازہ تحریر کو میں بطور نمونہ کے پیش کرتا ہوں۔ دیورتن نے اگنی میں سے اپنے ۳۰ اپریل
۱۹۰۸ء کے پرچہ میں چند سطریں نقل کی ہیں۔ جن میں نہایت ہی شرمناک
بے ایمانی سے اُس نے چھ لفظوں کو قطعی بدل دیا ہے۔ یہ بھی نہیں کہ ترجمہ کیا ہو۔
یہ بھی نہیں کہ عبارت ترک کر دی ہو۔ بلکہ لفظ کے لفظ بدل دئے ہیں۔ مثلاً اگنی کے
صفحہ ۱۶ پر ۳ر نومبر ہے۔ دیورتن نے اس کو ۱۳۔ نومبر کر دیا ہے۔ اگنی کے صفحہ ۱۶ پر
۱۹۰۲ء ہے۔ دیورتن نے اس کو ۱۸۹۰۲ء کر دیا ہے۔ اگنی صفحہ ۱۶ پر لفظ "اصل نقل"
ہے۔ دیورتن نے اس کو "نقل" کر دیا ہے۔ اگنی کے صفحہ ۱۶ پر لفظ "ناقابل اعتراض"
ہے۔ دیورتن نے اُس کو "قابل اعتراض" بنا دیا ہے۔ "اگنی" کے صفحہ ۱۶ پر لفظ
"ہی" ہے۔ دیورتن نے اُس کو لفظ "بھی" بنا دیا ہے۔ اگنی کے صفحہ ۱۶ پر لفظ
"ابھی" ہے۔ دیورتن نے اس کو "ہی" بنا دیا ہے پس جس صورت میں کہ دیورتن جیسا
دھوکہ باز انسان ایک ایسی کتاب کی چند سطریں نقل کرتے وقت جس کی ہزاروں
کاپیاں اس وقت تک ایشیا۔ افریقہ۔ یورپ۔ امریکہ میں پھیل چکی ہوں۔ اور جس کو
ہزاروں شاید لاکھوں انسانوں نے پڑھا ہو۔ اس قدر بے ایمانی سے کام لے سکتا ہے
کہ لفظوں کے لفظ بدل دئے۔ جس سے مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا۔ تو اس نے میرے ان
خطوط کے شائع کرنے میں جن کی کوئی نقل میرے پاس نہیں تھی۔ جس قدر بھی بے
ایمانی یا تغیر و تبدل سے کام لیا ہوگا اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ یہاں تک
بعض خطوط کے متعلق تو مجھے شبہ ہے۔ کہ وہ بالکل بناوٹی ہیں۔ یا اُن میں خوفناک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and

تغیر و تبدل کیا گیا ہے۔ مگر خیر بناوٹی ہوں یا اصلی۔ اس وقت میں فرض کر لیتا ہوں
کہ دیورتن نے میرے نام سے جو خطوط شائع کئے ہیں وہ سب میرے ہی ہیں۔ اور کہ
اُس نے اُن میں کسی قسم کا بیجا تصرف نہیں کیا ہوگا۔ میں اُس کی کتاب کی پڑتال
شروع کرتا ہوں۔ دیورتن نے اس کتاب کے پہلے باب میں میرے پتا کے متعلق لکھا ہے
کہ وہ کپڑے بننے کا کام کرتے تھے۔ مگر کیا کوئی ایسا کام کرنا جس سے بنی نوع انسان کا ننگ
ڈھانپا جا رہا ہو۔ اور جو ایک مہذب اور وحشی قوم کے درمیان تمیز کا ایک زبردست
نشان ہو۔ جرم یا گناہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ میرے پتا جو کچھ تھے۔ وہ میں اپنی زندگی کے
ورق کے سرورق میں دکھا چکا ہوں۔ اس سے بڑھکر میرے پتا کے بارے میں دوسرا
کوئی شخص کچھ نہیں لکھ سکتا۔ مجھے فخر ہے کہ میرے پتا دیانتدار۔ خدا ترس۔ متقی۔
پرہیزگار۔ عالم باعمل تھے۔ وہ دیوگورو کی طرح پاکھنڈی۔ مکار۔ دھوکہ باز یا ریاکار
نہیں تھے۔ نہ ہی دیوگورو کے بھگتوں کی طرح وہ سیاہ کار بدکار یا فریبی تھے۔ ایک
سعادتمند لڑکا اپنے پتا کے جن اوصاف پر فخر کر سکتا ہے۔ میں خوش قسمت انسان
ہوں۔ کہ وہ تمام اوصاف میرے پتا میں موجود تھے اور میں اپنے پتا کی زندگی کو اپنے
لئے ایک قابل قدر اور قابل فخر چیز سمجھتا ہوں۔ میں نے "ورق کے سرورق میں"
نہ صرف اپنے پتا کا ہی حال دیا ہے۔ بلکہ میں نے بالکل نیک نیتی سے اپنے بچپن کی
اُن شرارتوں کو بھی بیان کیا ہے۔ جو کہ عموماً بچوں میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً گھر کے
بچوں کے ساتھ ہنسی کھیل اپنی بہن کے ساتھ نردوش کھیل کود یا دل لگی۔ اپنے
اُستاد کے ظلم اور اُن ظلموں کی بنا پر میرے دل میں جو خیال گزرتے تھے۔ اپنی ماتا کی
موت اور موت کو جس لائٹ میں میں نے دیکھا وغیرہ وغیرہ واقعات کو میں نے اسی طرح
اور ایسے ہی الفاظ میں بیان کیا۔ جیسے کہ وہ ہوئے تھے۔ ان واقعات کو نقل کر کے
دیورتن نے نتیجہ نکالا ہے۔ کہ میں شروع سے ہی منتقم مزاج شرارت کو شرارت
کی خاطر پسند کرنیوالا اور محسن آزار تھا۔ حالانکہ یہ اس شخص کی سخت غلطی اور کم فہمی
ہے۔ کوئی بھی نیک نیت پڑھنے والا میرے خود نوشت حالات کو پڑھکر اس نتیجہ پر
نہیں پہنچیگا۔ جس نتیجہ پر کہ دیورتن جیسا منتقم۔ دھوکہ باز اور بدنیت انسان پہنچا
ہے۔ مگر دیورتن نے ایسی بدنیتی سے کیوں کام لیا ہے اور ایسا نتیجہ کیوں نکالا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس لئے کہ وہ دکھا سکے کہ یہ نوجوان دیوسماج میں آنے سے پہلے کیسا شریر اور منتقم تھا مگر دیوسماج نے اُس کو دیوتا بنا دیا۔ چنانچہ دوسرے باب سے اُس نے اس بات پر روشنی ڈالنے کا کام شروع کیا ہے۔ دیورتن کی کتاب کے پہلے باب کا جواب ہو چکا۔

دوسرا فقرہ

میں ورق کے سرورق میں اپنی خود نوشت داستان کو اس جگہ تک پہنچا چکا ہوں جہاں میں قطعی ناستک ہو چکا تھا اور مجھے دیوگورو کے ایک ناستک بھگت سے جو کہ میرا ہم جماعت تھا ملنے کا موقع ملا۔ اس کے بعد میں کیونکر دیوسماج میں آیا اور وہاں کیا کچھ دیکھا یا کیا۔ وہ سب ابھی اندھیرے میں ہے جب تک میں خود اس پر سلسلہ وار روشنی نہ ڈالوں۔ کوئی شخص اس کو کما حقہ نہیں سمجھ سکیگا۔ مگر یہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔ جس پر میں کبھی قلم اُٹھاؤنگا۔ فی الحال تو مجھے دیورتن کی شرمناک جھوٹ بیانیوں اور دھوکہ بازیوں کو طشت از بام کرنا ہے۔ جو کہ اُس نے اس کتاب میں کی ہیں۔ یا اُن خطوط کا جواب دینا ہے۔ جو اُس نے شائع کئے ہیں۔ اپنی کتاب کے دوسرے باب میں جو دو صفحوں سے زیادہ نہیں ہے۔ دیورتن نے اسی طالب علم کی طرف اشارہ کیا ہے جو میرا ہم جماعت تھا۔ مگر نہ تو وہ اُس وقت کے میرے ہی مفصل حالات دے سکا ہے۔ نہ اس طالب علم کے۔ برعکس اس کے اُس نے جو کچھ لکھا ہے۔ اُس میں بھی سخت جھوٹ اور شرمناک غلط بیانی کی ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ جب میرے اندر اسلام کی طرف سے خوفناک شکوک پیدا ہو گئے۔ جیسا کہ میں "سرورق" میں دکھا چکا ہوں۔ تو مجھے اپنے گھر کو چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ گھر میں رہ کر میں اس آزادی سے محروم کیا جاتا تھا۔ جو کہ میں مذہبی چھان بین کے لئے ضروری سمجھتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں اپنی دنیوی تعلیم کو بھی جاری رکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں گھر کو الوداع کہکر بورڈنگ ہوس میں چلا گیا وہاں ہی رہتا وہاں ہی پڑھتا اور وہاں ہی بھوجن پاتا۔ میں چونکہ فضول خرچ یا شوقین نہیں تھا۔ اس لئے میرے اخراجات کے لئے اول تو وہ وظیفہ ہی کافی ہوتا تھا۔ جو کہ مجھے گورنمنٹ کی طرف سے ملتا تھا۔ اگر روپیہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and

کی ضرورت پڑتی تھی۔ تو میرا ایک بھائی جس کے ساتھ بعد میں میرے تعلقات کٹ گئے روپیہ بھیج دیتا تھا۔ مگر میں حتی المقدور اپنے بھائی کو اپنے ذاتی اخراجات کے لئے بہت کم تکلیف دیتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ سردار گورمکھ سنگھ کے مکان پر اکثر آنا جانا تھا۔ گورمکھ سنگھ دیوگورو کا بھگت تھا۔ وہ مجھے اکثر کبیر جی کے دوہے یا گرنتھ یا بلھے شاہ یا دیگر بھگتوں کی بانی سنایا کرتا تھا اور میرے دل پر گورو کی ضرورت کو نقش کرتا رہتا تھا۔ میرا اُن کے ساتھ جب تک میں فیروزپور میں رہا۔ صرف اتنا ہی تعلق تھا اور اتنا ہی تعلق رہا۔ مگر دیورتن لکھتا ہے۔ کہ "سردار گورمکھ سنگھ جی نہ صرف اُن کی روحانی خوراک بلکہ جسمانی خوراک کا بھی اپنے یہاں بندوبست کرتے رہے یہاں کی دھرم پتنی ان کے لئے کھانا بناتی اور خود سردار جی انہیں کھلاتے رہے" دیورتن نے یہ ایک ایسا شرمناک اور قابل نفرت جھوٹ لکھا ہے۔ جو قطعی گرون زدنی ہے۔ حالانکہ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں جب تک فیروزپور میں رہا میں نے سردار صاحب کے کھانا کھانا تو ایک طرف کبھی پانی تک بھی نہیں پیا۔ بلکہ بورڈنگ سے بھوجن پاکر رات پڑے میں اسی طالب علم کے ساتھ اُن کے مکان پر جاتا۔ اور نو یا دس بجے کے قریب واپس آجاتا تھا۔ اس اثنا میں میں نے نہ کبھی اُن کے مکان پر پانی پیا۔ نہ کھانا کھایا۔ دیورتن نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ قطعی جھوٹ۔ سیاہ جھوٹ ہے۔ لیکن اس جھوٹ کے لکھنے سے اس کی مراد یہ ہے۔ کہ وہ یہ ثابت کرے۔ کہ جس شخص کے گھر میں میں کھاتا تھا۔ اسی کے برخلاف میں نے تحریر لکھی۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ بلکہ اصلیت یہ ہے۔ کہ جس شخص کے پاس جانے اور جس کی صحبت میں بیٹھنے کی بدولت مجھے گھر بار چھوڑنا پڑا۔ اسی نے مجھے کچلنے کے لئے کسی اخبار میں شائع کرنے کی خاطر وہ تحریر لکھی۔ جس کو میں نے "اگنی" میں خود ہی پیش کر دیا ہے۔ اگر میں یہ بھی فرض کرلوں۔ کہ دیورتن کے نزدیک گورمکھ سنگھ نے میری پرورش کی۔ تو کیا گورمکھ سنگھ کا اپنے ایک پروردہ کو کچلنے کے لئے ایک شرمناک مضمون لکھنا اس کی انسانیت اور نیک نیتی کی دلیل ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بقول "کہ پروردہ شتن نہ مردی بود" اس نے نامردی کا ثبوت دیا۔ جب میں انٹرنس کا امتحان پاس کرچکا۔ تو میں نے لاہور میں جانا چاہا۔ چونکہ امتحان میں پنجاب بھر میں دوم رہنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی وجہ سے مجھے اس قدر کافی وظیفہ مل گیا تھا۔ کہ میں بغیر کسی دوسرے کی مدد کے
کالج میں اپنی پڑھائی کو جاری رکھ سکتا تھا۔ پس میں لاہور پہنچا۔ اور کسی بورڈنگ
میں رہنے کی تجویز کی۔ لیکن دیورتن نے کہا کہ بورڈنگ میں رہ کر تم کو جیون داتا کی
سنگت کا موقع نہیں ملیگا۔ پس بہتر یہی ہے۔ کہ تم دیو آشرم میں رہو۔ میں نے یہ
جان کر کہ دیو آشرم میں رہنے سے میری پڑھائی کا ہرج ہوگا۔ میں نے پہلے تو انکار
کر دیا۔ لیکن بعد ازاں دیورتن کے اصرار کرنے پر میں نے مان لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
میری طالب علمی کی زندگی قطعی تباہ ہو گئی۔ اور آشرم میں رہنے کا یہ اثر ہوا۔ کہ
میرے وقت کا ایک بڑا حصہ یا تو رونے میں گزرتا تھا۔ یا آشرم کے مہنتوں کے
کپڑے دھونے۔ جھاڑو دینے یا پیشاب کی نالیوں کو صاف کرنے میں گزرتا تھا کیونکہ
یہ احمق انسان میرے ہاتھ سے کتاب چھین کر پھینک دیتے تھے۔ اور مجھے جیون
کے سادھن کرنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ جیون کے سادھن کیا تھے۔ اُن کے
کپڑے دھونا۔ ان کے کمروں میں جھاڑو دینا یا دیو گورو کے پاخانہ کی نالیوں کو صاف
کرنا یا باہر سے مٹی لانا وغیرہ واہ وا! یہ جیون کے سادھن تھے! خیر یہ ایسی باتیں ہیں
جن کا مفصل ذکر میں "ورق" میں کرونگا۔ دیورتن کا اپنی کتاب میں میرے متعلق یہ
لکھنا کہ "یہاں آنے پر انہیں دیو آشرم میں رہنے کے لئے مفت جگہ دی گئی۔ اور
شریمان دیورتن نے اُن کے لئے اپنے گھر میں کھانا پکوانے اور انہیں مثل اپنے
عزیزوں کے اپنے پاس رکھنے کا بھار اپنے سر پر لیا..... اور شری دیو گورو
بھگوان ان کے کرم چاریوں اور سیوکوں کی سنگت کے اثروں میں رہنے کا موقع
حاصل ہوا" ان کی جس نیک نیتی یا فیاضی کو ظاہر کرتا ہے۔ مجھے اس کے بیان
کرنیکی ضرورت نہیں۔ یہ مکار انسان اپنے رتی بھر احسان کو تو من بھر کر کے دکھاتے
ہیں۔ مگر دوسرے کے من بھر احسان کو بالکل خاک میں ملا دیتے ہیں۔ کیا میں جو
اپنی تمام خودداری کو خاک میں ملا کر تمہارے ناپاک کپڑے دھوتا رہا۔ اپنی تمام سلف
ریسپکٹ کو جہنم رسید کر کے تمہارے مکانوں کو صاف کرتا رہا۔ تمہارے گورو کی پاخانہ
پیشاب کی موریوں کو صاف کرتا رہا۔ تمہارے گورو کے دو لڑکوں کو مفت بلا کسی قسم
فیس کے پڑھاتا رہا۔ تمہارے ہاں مفت بلا کسی قسم کی اجرت کے ایک کلرک کا کام کرتا رہا اور سینکڑوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and

پیش خطوط۔ روزنامچہ اور معلوم نہیں کیا کیا نقل کرتا رہا۔ تمہارے لئے
کتابوں کے ترجمے کرتا رہا۔ تمہاری بعض کتابوں کے پروف دیکھتا رہا۔
پریسوں میں جاجاکر تمہاری کتابیں چھپواتا رہا۔ تمہارے لئے کاتبوں کا
انتظام کرتا رہا۔ تمہارے مکان کے لئے اچھرے وغیرہ مقامات پر جاکر
اینٹوں کا انتظام کرتا رہا۔ مزدوروں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ اور میں کالج لائف
میں گرمی کی تعطیلوں کو بجائے سیر سپاٹہ یا آرام میں گذارنے کے تمہارے
سکول میں جاکر تمہارے بچوں کو پڑھاتا رہا۔ اور اس محنت اور شاق
محنت میں بستر مرگ پر لیٹ گیا۔ تمہارے سیوکوں اور شردھالوؤں
کو سمجھائیں کرواتا رہا۔ تمہارے آشرم کے پودوں کو پانی دیتا اور ان
میں کھاد ڈالتا رہا۔ تمہارے مکانوں کو سجاتا رہا۔ تمہارے ایک
ایک بیمار رشتہ دار کے سرہانے راتوں جاگتا رہا۔ آدھی آدھی رات گئے
پلومر کی دوکان پر جاجاکر دوکان والوں کو جگاتا اور تمہارے عزیز واقارب
کے لئے دوائیاں لاتا رہا۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیا میری یہ تمام خدمات تمہارے
مفت مکان دینے کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں؟ بیشرم
انسانوں! تم نے اپنے احسانوں کا جاپ کرتے ہوئے ان میں سے کہیں تو
ایک آدھ کا ذکر کیا ہوتا۔ تمہاری خاطر میں نے اپنے جسم کا ستیاناس کیا۔
تمہاری خاطر میں نے اپنی کالج لائف کو تباہ کیا۔ تمہاری خاطر میں نے
اپنی جان پر بھی سخت سے سخت ظلم کئے۔ مگر افسوس! بلکہ شرم۔ کہ تم ان
باتوں کو بھول گئے۔ اس لئے کہ تم اپنے ہی الفاظ میں محسن کش۔ باغی۔ پاپ
جیون رکھنے والے۔ دنیا پرست۔ مکار۔ اور دھوکہ باز ہو۔ جیسا کہ تمہاری
تحریریں ظاہر کر رہی ہیں۔ میں نے ثبوت دیا۔ اور آئندہ دونگا۔ دیو رتن
کی کتاب کے دوسرے باب کا جواب ختم ہوا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیسرا فقرہ

دیورتن نے اپنی کتاب کے تیسرے باب میں یہ بات ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ کہ دیوسماج کی بدولت میں نے اسلام ترک کیا۔ اسلام کے بارے میں میرے جو خیالات دیوسماج میں آنے سے پیشتر ہو چکے تھے۔ ان کو میں سرورق میں بیان کر چکا ہوں۔ دیورتن نے جو خط و کتابت اس جگہ نقل کی ہے۔ اس سے اگر کوئی بات ثابت ہوتی ہے تو یہ کہ میں نے دیوسماج کی خاطر کس قدر قربانیاں کیں۔ اور میں نے کیونکر ان لوگوں کی خاطر اپنی مرضی کو بھی فنا کر دیا تھا۔ اگرچہ دیوآشرم میں رہتے وقت جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ میرا بہت سا وقت رونے دھونے اور دیگر آشرم کے کاموں میں گذرتا تھا۔ تاہم میں پھر بھی کچھ نہ کچھ وقت پڑھنے کے لئے نکال لیتا تھا۔ میں نے اسی خستہ حالت میں ایف۔ اے کا امتحان دیا۔ پاس ہو گیا۔ اور وظیفہ کے لئے امیدواروں کی فہرست میں میرا نام بھی آگیا۔ مگر میں اس وقت موگہ کے سکول میں چلا گیا تھا۔ وہاں پر میرے پاس مسٹر ایچ۔ سی۔ ویلٹی صاحب کی جو کہ ان دنوں میں مشن کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔ وہ انگریزی چٹھی پہونچی۔ جس کو دیورتن نے اپنی کتاب میں مع میرے خط کے شایع کیا ہے۔ پرنسپل صاحب کی چٹھی مورخہ ۴ مئی سنہ ۱۹۰۱ء کا ترجمہ یہ ہے۔

میرے پیارے عبدالغفور۔

تم نے جوبلی سکالرشپ حاصل کیا ہے۔ مگر یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ آیا تم دراصل اس کے مستحق ہو یا نہیں۔ کیونکہ تم نے یونیورسٹی کے امتحان میں داخلہ کی درخواست پر اپنا مذہب دیودھرم درج کیا ہے۔ مہربانی کر کے مجھے بتاؤ۔ کہ آیا دیودھرم کا پیرو ہو کر تم اپنا تعلق اب مسلمان جماعت سے قطع سمجھتے ہو۔ میرے خیال میں یہ نتیجہ لازمی طور پر نہیں نکلتا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and

لیکن اس سوال کا ٹھیک جواب تم ہی دے سکتے ہو۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ تم اس بارے میں مجھے جلد پتہ بتا دو۔ صدق دل سے آپ کا

ایچ۔ سی۔ ویلٹی

میں نے اپنی مرضی کو دیو گورو اور اس کے بھگتوں میں اس قدر فنا کر رکھا تھا۔ کہ ان کی صلاح کے بغیر میرے لئے کوئی کام بھی کرنا بڑا مشکل تھا۔ چنانچہ میں نے اس چٹھی کو بجنسہ موگہ سے دیورتن کے پاس اپنے اس خط کے ساتھ روانہ کر دیا کہ:۔

میں پرنسپل صاحب کی چٹھی اس لفافے میں آپ کی سیوا میں بھیجتا ہوں۔ جیسا آپ مجھ کو لکھیں گے میں ان کو لکھ دونگا!!

دیورتن نے مجھے اس کے جواب میں لکھا۔ کہ وظیفہ سے انکار کر دو!! چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ میں نے یہ قربانی کیوں کی۔ کیا اس قربانی کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے یا نہیں۔ باقی رہا یہ جھگڑا کہ میں نے داخلہ کی فارم پر اپنا مذہب دیو دھرم لکھوایا تھا۔ اس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ جب میں داخلہ کی فارم پُر کرنے لگا۔ تو میں نے دیورتن سے پوچھا۔ کہ میں مذہب کے خانے میں کیا لکھوں۔ اس نے کہا جو مرضی ہے لکھ دو۔ میں نے "Nill" نل لکھ دیا۔ دیورتن نے کہا۔ کہ کیا نل بھی کوئی مذہب ہوتا ہے۔ میں نے کہا پھر کیا لکھوں۔ دیورتن نے کہا۔ کہ کیوں نہیں دیو دھرم لکھتے۔ میں نے جواب دیا۔ کیا دیو دھرم بھی کوئی مذہب ہوتا ہے۔ نل ہی ٹھیک ہے۔ اس پہ اس بدمزاج شخص نے اپنا کھایا پیا سب وصول کرنا شروع کیا۔ تم بزدل ہو۔ ناشکر گذار ہو۔ ڈرپوک ہو۔ اپنی ضمیر کا خون کرتے ہو جو دیو دھرم نہیں لکھتے ہو۔ تم ابھی تک اپنی مرضی نہیں چھوڑتے ہو۔ میں نے یہ کچھ سنکر اور سرنگوں ہو کر Thy will be done "تیری مرضی پوری ہو" لکھکر دیو دھرم ہی لکھ دیا۔ پھر جب پرنسپل صاحب کی چٹھی آئی۔ تو میں نے اپنی مرضی کو پیچھے رکھا۔ اور چٹھی بجنسہ دیورتن کے پاس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاہور روانہ کر دی۔ پرنسپل صاحب کا یہ منشا تھا۔ کہ اگر میں ان کو لکھ دوں
کہ میرا تعلق مسلمان جماعت کے ساتھ ہے۔ تو میں وظیفہ لے سکتا
ہوں۔ اگر میں ایسا لکھ دیتا۔ تو شاید میرے لئے کوئی گناہ کی بات نہ
ہوتی کیونکہ میں خیالات کے لحاظ سے دھریہ تھا۔ مگر سوشیل پولیٹیکل
کے لحاظ سے ابھی تک بدستور مسلمان ہی تھا۔ اور مسلمانوں کی
جماعت میں دہریوں کی کمی نہیں ہے۔ اگر جہانگیر جیسے اصحاب سور
کھا کر اور اسلام کی تمام باتوں کو جواب دیکر بھی مسلمان کہے جا سکتے تھے
تو میں جو گوشت خواری وغیرہ عیوب سے بری تھا۔ اگر وظیفہ کی خاطر
اپنا تعلق مسلمان جماعت کے ساتھ بتا دیتا۔ جیسا کہ پرنسپل صاحب
کا منشا تھا۔ تو اس میں کوئی جرم نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن میں نے
اس قسم کی کوئی دلیل یا بیان دینے سے انکار کر دیا۔ اور صرف وہی
جواب دیا۔ جو کہ مجھے بتایا گیا۔ اس لئے کہ میں اپنی مرضی کو دیو گرو کی
اس کے بھگتوں کی مرضی میں فنا کر دینا ہی زندگی کا مقصد سمجھتا تھا۔
یہ خط و کتابت ایسی نہیں ہے۔ جو میرے کیرکٹر پر کوئی دھبہ لگائے
بلکہ اس سے نہایت ہی شاندار طریقہ پر میرے کیرکٹر کی خوبی ظاہر
ہوتی ہے۔ کہ میں نے اس پتت گروہ کے لئے کیا کیا قربانیاں کیں
یہ ایک قابل غور مطالعہ ہے۔ کہ یہ پتت انسان ایک ایسے نوجوان
کو جو اپنی مرضی اور اپنی ہر ایک چیز کو ان میں فنا کرتا چلا جاتا ہے۔
کیوں اپنا غلام بے دام بنانے سے ناکامیاب رہے۔ دیورتن کی
کتاب کے تیسرے باب کا جواب ختم ہوا +

چوتھا فقرہ

دیورتن۔ نے اپنی کتاب کے چوتھے باب میں میرے چھ خطوط

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نقل کئے ہیں۔ ان کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ میں اگیانی ہوں۔ آپ گیان داتا ہیں۔ میں ابودھ ہوں۔ آپ بودھ داتا ہیں۔ میں دربل ہوں آپ بل داتا ہیں میرے اندر آتش فشاں پہاڑ کی طرح ایک مادہ ہے۔ آپ اپنی طاقت سے اس کو دور کریں وغیرہ وغیرہ۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ میں نے ایسے خطوط کیوں لکھے۔ اس کا جواب یہی ہے۔ کہ دیو سماج میں جہاں دیو گورو کی آرتی اور ستوتر اور دیگر لن ترانیوں کے ذریعہ دام افتادوں کو اس قسم کی تحریروں یا خطوط کے لکھنے پر زور دیا جاتا ہے۔ وہاں ان کے دل پر یہہ بات بھی نقش کی جاتی ہے۔ کہ جتنا کوئی شخص اپنے آپ کو دیو گورو اور اس کے بھگتوں سے نیچ۔ گمراہ۔ دربل۔ کمزور وغیرہ سمجھتا اور لکھتا ہے۔ اسی قدر اس کو ان کی زیادہ جوتی ملتی ہے۔ میں تو روشنی کا بھوکا تھا۔ جیسا کہ میں سرورق میں دکھا چکا ہوں۔ اگر کوئی مجھے یہ بھی کہتا۔ کہ خودکشی کرنے سے جیوتی مل سکتی ہے۔ تو شاید میں اس وقت بڑے شوق سے اپنا گلا بھی کاٹ ڈالتا۔ پس جس شخص کی یہ حالت ہو۔ اور اس کو جیوتی لابھ کا ایسا یا ویسا طریقہ بتایا گیا ہو۔ وہ اگر اس کو پانے کے لئے ایسے سادھن یعنی اپنے آپ کو نیچ۔ گمراہ۔ دربل۔ کمزور۔ اگیانی وغیرہ لکھنے یا ظاہر کرنے کو جاری رکھے۔ تو اس میں اس کی اپنی پرکرتی اتنی دوش جنک نہیں ہے۔ جتنی کہ اس کو گمراہ کرنے والوں کی نیت یا پرکرتی میرے ان خطوط میں سے ایک خط بدیں الفاظ نقل کیا گیا ہے:۔

آپ کے منگل کاری روپ کو سنمکھ لاتا ہوں۔ اور جھک کر آپ کے پرم رسدائک چرنوں میں سر رکھتا ہوں۔ اور ایسا آشیرباد چاہتا ہوں کہ میں آپ کے چرنوں کے نکٹ ہوتا جاؤں۔ آپ کے منگل روپ۔ کلیان کاری روپ کو اپنے سنمکھ لاکر زیادہ سے زیادہ اس کے نکٹ ہونیکے لئے تین کر سکوں۔ میرا ہردے پریم بیل (عشق پیچاں) کی طرح آپ کے روپ کے اردگرد لپٹ کر انوراگ پیدا کر کے آخر کار ان پھولوں تک پہونچ سکے۔ اس مہاں دیوتا۔ پھول دیوتا تک پہونچ سکے۔ جہاں پہونچنا اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کا مقصد ہے۔ جن تک انوراگ بڑھانا اور پھر ان کے روپ کو بگ
اس پر موہت ہونا میرے ہردے کا مقصد ہے"!

اس خط سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ میں کس قدر سرل
یہ لوگ خود کس قدر پاکھنڈی تھے۔ جو بجائے اس کے کہ میرے
بے سرے راگ پر مجھے ڈانٹ بتاتے اور یہ کہتے کہ ہم تو خود آچرن
ہیں۔ ہم خود بدکاریاں کرتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ لپٹ کر کیا
لوگے۔ الٹا یہ میری ایسی تحریروں کو اور میری طرف سے ایسی سنداں
کو پاکر خوش ہوتے تھے۔ اور ان کو بڑے قیمتی سرٹیفکٹ سمجھ کر سنبھال
کر رکھتے تھے۔ جیسا کہ اب وہ ان سرٹیفکیٹوں کو نکال کر پبلک میں
ظاہر کر رہے ہیں۔ اب ہر ایک شخص جانتا ہے۔ کہ یہ لوگ کیسے
اور بدکار ہیں۔ پھر اگر ایک شخص اپنی کسی بیوقوفی یا ناتجربہ کاری یا
نہی سے ان کو اپنی زندگی کا مقصد ظاہر کرے۔ یا ان کے اردگرد
چاہے تو جہاں اس شخص کی حالت قابل رحم ہے۔ وہاں اس قسم
مکاروں بدکاروں کی حالت سخت شرمناک ہے۔ جو اس طرح
حقیقت سے گمراہ رکھکر دھوکہ دے رہے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو شرم نہ آ
کہ میں نے ان کو پھول دیوتا لکھا۔ اور وہ خوش ہو گئے۔ ناظرین پھول
نہیں بلکہ فول (Fool) میں اگنی میں بھی لکھ چکا ہوں۔ کہ ان
نے مجھے بیوقوف بنایا۔ اور خود بیوقوف بنے۔ جب میں خود اپنی بیوقو
کا اقرار کرتا ہوں۔ تو ان مکار انسانوں کا آج میرے دستخطی سرٹیفکیٹ
کو لیکر ناچنا کیا حقیقت رکھ سکتا ہے۔ ایک بیس سالہ چھوکرے
دستخطی سرٹیفکیٹوں کو لیکر ناچنا جو وہ محض بچپن اور ناتجربہ کاری کی
پر لکھتا گیا۔ جس قسم کے اشتہاری حکیموں کا کام ہو سکتا ہے۔ وہ
یہی دیوگورو کے لم واڑھے بھگت ہیں۔ جو بھری ریل گاڑی میں
سیاہ کاری کرنے سے باز نہ آئیں۔ اگر ان کو کوئی چھوکرہ ان کی
حقیقت سے بے خبر رہ کر یا کسی اور وجہ سے یہ سرٹیفکیٹ دیدے۔ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوتا ہیں۔ تو اس کو لیکر وہ ناچنے لگ جائیں کہ ہاں جی! دیکھو تو ہم ایسے ہیں۔ ہم ویسے۔ ان خطوط سے اگر کوئی بات ثابت ہوتی ہے۔ تو وہ دیورتن یا امرسنگھ جیسے بوڑھوں کی سیاہ کاریوں کی طرح اس نوجوان کی کوئی سیاہ کاری نہیں۔ بلکہ اس کی سرلتا ٹپکتی ہے۔ جو کہ بیوقوفی کی حد تک پہونچی ہوئی نظر آتی ہے اور بس! دیورتن کی کتاب کے چوتھے باب کا جواب ختم ہوا +

پانچواں فقرہ

اپنی کتاب کے پانچویں باب میں دیورتن نے میرے بہت لمبے لمبے سرٹیفکیٹ چھاپے ہیں۔ جن کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ دنیا میں جو کچھ ہے۔ دیوگورو ہے۔ اگر اندھوں کو آنکھیں ملتی ہیں۔ تو ان سے۔ اگر بہروں کو کان ملتے ہیں۔ تو ان سے۔ اگر مردوں میں جان آتی ہے۔ تو ان سے۔ اگر سوتے ہوئے جاگتے ہیں۔ تو ان سے۔ اگر جاگتے ہوئے چلتے ہیں۔ تو ان کی مدد سے۔ اگر چلتے ہوئے بھاگتے ہیں تو ان کی شکتی سے۔ دنیا میں نہ خدا ہے۔ نہ کوئی دوسرا نجات دہندہ۔ اگر خدا ہے۔ تو وہ بڑا ظالم اور [illegible] ہے۔ دنیا میں چار طرف جہنم ہے۔ اگر سورگ ہے تو دیوگورو اور اس کے بھگتوں کے درمیان۔ دیوگورو ایک باغبان ہے۔ جو لاثانی ہے جس نے ایسے ایسے پھول پیدا کئے ہیں۔ جو لاثانی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک اس قسم کے بیہودہ خطوط سے ورق سیاہ کئے گئے ہیں۔ اور یہ سب خطوط میرے نام سے دیئے گئے ہیں۔ ان خطوط کی عبارت بڑی مزیدار اور دلچسپ ہے اگر یہ خطوط میرے ہی ہیں۔ تو میں اپنی عبارت آرائی پر جتنا ناز کروں تھوڑا ہے۔ مگر ان خطوط میں نہ تو کسی قسم کی ایسی سیاہ کاری کا ذکر ہے۔ جیسی کہ دیوگورو کے بھگت کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ نہ اس میں کوئی پاکھنڈ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ بدکاری۔ اگر ان خطوط سے کسی بات کا پتہ لگتا ہے۔ تو صرف اتنا کہ
ان خطوط کا لکھنے والا ایک سرل آتما ہے۔ جو باہر کی کسی ایک یا دو
بھڑک کو دیکھکر دیو گورو اور اس کے بھگتوں پر موہت ہو رہا ہے ابھی
تک وہ نہ تو دیو گورو کے نہ ہی اس کے چیلوں کے ان شرمناک افعال
کو دیکھتا ہے۔ جو کہ وہ کر رہے ہیں۔ اگر ان کو اس قسم کا کوئی فعل کرتے
ہوئے دیکھتا ہے۔ تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ میری آنکھوں کا قصور ہے ورنہ
میرا گورو اس بات سے بری ہے۔ اگر وہ ان کے متعلق کوئی بری بات
سنتا ہے تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ میرے کانوں کا قصور ہے۔ اگر ان کو
کسی الٹی بات پر وہ انگلی رکھنا چاہتا ہے۔ تو سمجھتا ہے۔ کہ یہ اس کی
عقل کا قصور ہے۔ غرضیکہ ان خطوط کا لکھنے والا سر سے پاؤں تک گورو
میں غرق نظر آتا ہے۔ دنیا میں اس کو گورو سے بڑھکر کوئی چیز نظر نہیں
آتی۔ یہاں تک کہ گورو کے عیب بھی اس کو خوبیاں ہی دکھائی دیتے
ہیں۔ یہ اس وقت کے خطوط ہیں۔ جبکہ میں دیو آشرم لاہور میں رہتا
تھا۔ اور میرے اندر رات دن دیو گورو کی چوٹی پوجا جاتی تھی۔ اور
مجھے چاروں طرف گورو ہی گورو نظر آتا تھا۔ میں ان خطوں کا کیا جواب
دوں سوائے اس کے کہ میں یہ کہدوں میں غلطی پر تھا۔ جیسا کہ میں
پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ جس وقت کے یہ خطوط بیان کئے جاتے ہیں۔
اس وقت میری عمر بیس سال سے بھی بہت کم ہوگی۔ ایک اٹھارہ انیس
سالہ نوجوان کے خطوط میں اس قدر گورو بھگتی کا پایا جانا حیرانی کی بات
ہے۔ حالانکہ اس عمر کے نوجوان سوائے کھیلنے کودنے یا کچھ پڑھ لکھ لینے
کے کچھ نہیں جانتے۔ کہ بھگتی کیا ہوتی ہے۔ اور دھرم کے لئے لگن کیا۔ اور
پھر اس سے بھی بڑھکر جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ دیو گورو کا ایک بڈھا
سیوک ستر ہ بہتر ہ ہو کر بھی شہوت پرستی کے بھوت کے سوار ہو جانے
سے پاگل ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور اپنی اس شرمناک خواہش کو بھری
ریل گاڑی میں بیگانی عورتوں کے ساتھ وہ شرمناک کارروائی کرکے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیدا ہوتا ہے۔ جس کا کہ اس کو خود اقبال ہے۔ اس کے مقابلہ میں جب ہم اس نوجوان کے خطوط کو نہ صرف اس قسم کی شرمناک حرکات سے بری پاتے ہیں۔ بلکہ اس کے اندر اس چھوٹی سی عمر میں کسی اور ہی چیز کی لگن دیکھتے ہیں۔ تو ہمارے دل میں جہاں اس شہوت پرست مکار بڈھے کے مقابلہ میں اس نوجوان کے خطوط کے لئے ایک طرف عزت پیدا ہوتی ہے۔ وہاں دوسری طرف ان انسانوں کے لئے سخت شرم کا مقام نظر آتا ہے۔ جو اپنی اس قسم کی تعریفوں کو سنکر نہ صرف یہی نہیں کہ وہ اس نوجوان کو اس بیجا تعریف سے روکتے نہیں بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جبکہ وہ ان کو خدا سے بھی اوپر بڑھا رہا ہے۔ تو وہ مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ نوجوان کے اندر جیوتی پرویش کر رہی ہے۔ کیا یہ ایک نصیحت بخش مطالعہ نہیں ہے۔ سوچنے والو! سوچو! ایک طرف میرے خطوط کا مطالعہ کرو۔ دوسری طرف امر سنگھ جیسے شہوت کے غلاموں کے خطوط کا مطالعہ کرو۔ اور دیکھو کہ کیا تمہارے دل میں اس نوجوان کے لئے عزت پیدا ہوتی ہے۔ جو یہ جان کر کہ یہ انسان اچھے چال چلن کے آدمی نہیں ہیں۔ ان سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ یا اس بڈھے کے لئے عزت پیدا ہوتی ہے۔ جو یہ جان کر کہ یہ دو روز کی لگاتار برسوں تک بلکہ عمر بھر تک بھگتی کر کے بھی اس کا شہوت پرستی سے ادہار نہ ہوا۔ مگر وہ پھر بھی اندھا ہو کر اسی گڑھے میں گرا پڑا ہے۔ مقابلہ کرو۔ دونوں تصویروں کا۔ اور بتاؤ۔ کہ دونوں میں سے کون راستی پر ہے۔

اپنی کتاب کے چھٹے باب میں دیورتن نے میری موت کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ دیو سماج نے مجھ کو موت کے منہ سے نجات دی۔ مگر اس نیکی کے بدلے میں میں نے اس کو بدنام کیا۔ وغیرہ۔ اس واقعہ کی طرف میں آسمانی گولہ میں اشارہ کر چکا ہوں۔ پھر دہراتا ہوں۔ کہ جب میں کالج میں پڑھتا تھا۔ تو مجھے گرمیوں کی تعطیلوں میں موگہ سکول میں کام کرنے کے لئے بھیجدیا گیا۔ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سکول میں نہ تو میرا کوئی رشتہ دار تعلیم پاتا تھا۔ نہ ہی کوئی میرے اپنے
بال بچے تھے۔ میں کنوارا تھا۔ تو میرے بال بچے کہاں سے ہوتے۔ بلکہ دیہات
کے بھنگیوں کے ہی لڑکے تعلیم پاتے تھے۔ میں ان ہی بچوں کی تعلیم اور
سیوا کے لئے سوگن بھیجا گیا۔ کہ وہاں ہیضہ پھوٹ پڑا۔ سکول کے دو ایک
طالب علم اس بیماری کا شکار ہو گئے۔ ایک لڑکا ہر چند ہیضہ سے بیمار
تھا۔ میں اور میرے ساتھ والے ایک دو اور استاد اس کی تیمارداری میں
لگے ہوئے تھے۔ میں چونکہ اس کی سیوا میں اس قدر ہمہ تن مصروف تھا
کہ اپنی واجبی احتیاط بھی نہ کر سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مجھے بھی ہیضہ
ہو گیا۔ میری تیمارداری میرے ایک دوست ہرنام سنگھ نے کی۔ مگر
دوسرے دن اس کو بھی ہیضہ ہو گیا۔ اور وہ مر گیا۔ میں اتفاق سے بچ گیا۔
جب میں لاہور آیا۔ تو دیورتن وغیرہ نے اپنے پرانے طریقہ پر محصول وصول
کرنے کے اپدیش دینے شروع کئے۔ ہرنام سنگھ چونکہ میرا یار غار تھا۔
اس کی موت میرے لئے ایک سخت صدمہ تھی۔ چنانچہ میں نے اس کی
یاد میں اپنے جیون کو سمرپن کر دیا۔ اور میں نے پرتگیا کی۔ کہ میں دیو سماج
کے سکول میں کام کرونگا۔ یہ کوئی بری بات نہیں تھی۔ نہ ہی ایسی پرتگیا
تھی۔ کہ جو میرے کیرکٹر کی کمزوری کو ظاہر کرتی ہو۔ میں ہرنام سنگھ کا
بہت مشکور ہوں۔ اور میں اب تک بھی اس کا نام عزت سے لیتا ہوں
لیکن ان نالائقوں کا میری گردن پر سوار ہو کر آج یہ غل غپاڑہ مچانا۔ کہ ہم
نے تمہاری جان بچائی۔ مجھے اس بات پر مجبور کرتا ہے۔ کہ میں ان کو
صحیح جواب دوں۔ ہر ایک شخص جان سکتا ہے۔ کہ میں نے اپنے عزیز و
اقارب سے ان کی خاطر قطع تعلق کر رکھا تھا۔ میں نے اسلامی دوستوں
سے بھی قطع تعلق کر رکھا تھا۔ نہ میرا کوئی دوست تھا۔ نہ آشنا کہ جس سے
میں ایسے وقت میں مدد کی امید کر سکتا۔ کیونکہ جو میرے رشتہ دار تھے
اور جو دوست تھے۔ ان سے کٹ کر میں نے اپنے آپ کو کلی طور پر دیو گورو
اور اس کے پنڈوں کے ارپن کر رکھا تھا۔ ان کی اور ان کے بچوں کی سیوا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے میں ہی میری زندگی گذر رہی تھی۔ ایسی حالت میں اگر میں بیمار ہو گیا
تو کیا ان نالائقوں کا فرض نہیں تھا۔ کہ وہ میری تیمارداری کرتے۔ اگر انہوں
نے میری تیمارداری کی۔ تو کونسا مجھ پر احسان کیا۔ کیا ایک تیلی بھی اپنے
بیل کو گھاس نہیں دیتا ہے۔ کیا یہ انسانیت تھی۔ کہ تندرستی کی حالت
میں تو یہ مجھ سے کام لیں۔ اور اگر بیمار ہوتا تو میں اپنے رشتہ داروں کے
گھر میں جاتا۔ پھر اگر انہوں نے میری ایسی حالت میں جبکہ میں ان کا ہی
ہو رہا تھا۔ میری تیمارداری کی۔ تو کونسا مجھ پر احسان کیا۔ ہاں احسان
اس وقت سمجھوں۔ جب کہ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ یا خدانخواستہ
بوجودہ حالت میں میں بیمار ہو جاؤں۔ اور یہ اسی طرح میرے سرہانے آکر
میری تیمارداری کریں۔ اور میرے لئے دکھ محسوس کریں۔ مگر واقعات
کیا بتا رہے ہیں۔ جس دھرم پال کو وہ موت کے منہ سے بچانے کے گیت
گاتے گاتے اور دھرم پال کے سر پر ہزاروں من کے احسان کا بوجھ رکھتے
نہیں تھکتے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے۔ کہ اسی دھرم پال کو جیل خانے میں پہونچانے
کے لئے ان نیچ۔ منتقم اور قصائی انسانوں نے کوئی تسمہ لگا نہیں رکھا
تھا۔ یہ تو دھرم پال کی معصومیت تھی۔ جو کہ اس کو بچا گئی۔ ورنہ ان قصائیوں
نے کونسی کسر باقی چھوڑی تھی۔ اور آیندہ بھی کونسی کسر باقی چھوڑیں گے
پس ان بیہودہ آدمیوں کا آج احسان احسان کا شور مچانا شتر غوغا
سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتا۔ اگر بفرض محال میں اس کو احسان بھی مان
لوں۔ تو کیا جن بچوں کے لئے میں موت کے منہ میں گرا تھا۔ وہ میرے چچا
کے لڑکے تھے۔ کیا وہ ان ہی پاکھنڈیوں کے لڑکے نہیں تھے۔ کیا میں
ان کی ہی خاطر قربان نہیں ہو گیا تھا۔ اور دیکھئے۔ کہ جب میں نے موت
سے رہائی پائی۔ تو میں نے از سر نو پھر ان ہی بچوں کی سیوا کے لئے کمر
باندھی۔ اب کیا یہ غور کا مقام نہیں ہے۔ کہ ایک نوجوان دوسروں کی خاطر
موت کے منہ میں جاتا ہے۔ اور جب بچ نکلتا ہے۔ تو پھر دوبارہ دوسروں
کی خاطر اسی جگہ جاتا ہے۔ کیا قربانی کی یہ مثال کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ کیا

CC-0. Chandulal Kanerl Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس نوجوان کے کیرکٹر کو اونچا ثابت کرنے کے لئے اس کی یہ قربانی
معنے نہیں رکھتی۔ خاص کر جبکہ اس کو یہ علم بھی ہے۔ کہ میرا نہ یہاں
کوئی رشتہ دار ہے نہ مجھے یہاں سے روپیہ مل سکتا ہے۔ نہ شہرت
سکتی ہے۔ نہ نام ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ قطعی چپ چاپ طور پر اپنی زند
کو بطور گپت دان کے دوسروں کی بھلائی کے لئے ارپن کر دیتا ہے۔
اور پھر کیا یہ غور کا مقام نہیں ہے۔ کہ ایک سوسائٹی ایسے بے غرض
نوجوان کی زندگی سے فایدہ نہیں اٹھا سکتی۔ بلکہ اس کو ذلیل کرتی ہے
اور پھر کیا یہ غور کا مقام نہیں ہے۔ کہ وہ نوجوان ہر ایک قسم کی نیک نا
یا عوض کے خیال کو قطعی نظر انداز کر کے اس ذلت کو بھی برداشت
ہے۔ اور پھر کیا غور کا مقام نہیں۔ کہ وہ دوسروں کے قصور کو بھی اپ
سر پر لیتا اور اپنے آپ کو دھتکارتا ہے۔ مگر قربانی کے راستہ سے باز
آنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کیا آنکھیں رکھنے والے۔ دل رکھنے والے
دماغ رکھنے والے انسان اس نوجوان کی اس سپرٹ کو اسی لایٹ میں
دیکھینگے جس لائٹ میں کہ آج دیورتن جیسا دھوکہ باز انسان اس کو
پینٹ کر رہا ہے۔ کیا پبلک زیادہ دیر تک دھوکہ میں رہ سکیگی ہرگز نہیں
ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں ÷

چھٹا فقرہ

دیورتن نے اپنی کتاب کے ساتویں باب میں میرے چند ایک ایسے
خطوط شایع کئے ہیں۔ جو کہ دیو سماج ہائی سکول موگہ کے سمبندہ میں
ان خطوط کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہونچ جانا کوئی مشکل نہیں ہے
کہ جس نوجوان کے یہ خطوط ہیں۔ اس کے اندر ایک انتہا درجہ کی بے چینی
اور بے قراری ہے۔ مگر اس کو ناجائز بوجھ ڈال کر دبایا جا رہا ہے۔ جو
تو دب جاتی ہے۔ کبھی پھر ظہور میں آتی ہے۔ نوجوان اپنی آنکھوں سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کام لینا چاہتا ہے۔ اور جہاں اس کو سکول میں کوئی بدنظمی یا برائی نظر آتی ہے۔ وہ اس کو کچلنے کے لئے اپنی پوری طاقت کا استعمال کرتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کے سر پر چند ایک ایسے انسان ہیں۔ جو دنیا داری کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونیکی وجہ سے کبھی تو روپیہ کی کمی کے خیال پر کبھی کسی امیر لڑکے کے نکل جانے اور اس طرح سکول اور سماج کو نقصان پہونچنے کے خیال سے اس نوجوان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ الٹا اس پر جبر کرتے ہیں۔ اس جبر کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ نوجوان ایک ایک وقت میں اپنی بے بسی پر افسوس کرتا ہے اور جب اس کا کوئی بس نہیں چلتا۔ تو آخر کار یہ سوچکر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے۔ کہ تو ہی غلطی پر ہے۔ تیری آنکھیں جو نقص یا بدکاری دیکھتی ہیں وہ بدکاری نہیں ہے۔ بلکہ تیری آنکھوں کا قصور ہے۔ تو جو عیب دیکھتا ہے۔ وہ عیب نہیں ہے۔ بلکہ تیری ہی آنکھوں کا قصور ہے۔ اس خیال کے سامنے آنے سے وہ نوجوان اپنے آپ کو جھاڑتا ہے۔ اور شرمندہ ہوتا ہے۔ لیکن اب اس کے اندر ایک آواز پیدا ہو چکی ہے۔ جو آزادی چاہتی ہے۔ جو آنکھوں کا جایز استعمال مانگتی ہے۔ لیکن دوسری طرف اس کے سر پر ایک بوجھ ہے۔ جو اس کو دبا رہا ہے۔ اور مجبور کر رہا ہے۔ کہ اس آواز کو دبائے رکھو۔ نوجوان کی زندگی میں یہ عجیب کشمکش کا وقت ہے۔ جب اس کی اندرونی آواز غلبہ پاتی ہے۔ جس کو وہ کبھی سلف ریسپکٹ کے نام سے پکارتا ہے۔ کبھی "آئزم" کے نام سے پکارتا ہے۔ کبھی "سلف" کے نام سے پکارتا ہے۔ تو وہ غلط کاریوں۔ یا عیوب کے سامنے جھکنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے برخلاف پروٹسٹ کرتا ہے۔ واویلا کرتا ہے۔ شور مچاتا ہے۔ اور سب اردگرد کے انسانوں کا ناک میں دم بند کر دیتا ہے عجیب کہرام مچتا ہے۔ لیکن دوسرے موقع پر جب اس کے اوپر بیجا دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ اور اس کی اس آواز کو کچلایا دبا دیا جاتا ہے۔ تو وہ دوسروں کے عیوب کو بھی اپنے اوپر لے لیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ قصور ان کا نہیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھا۔ بلکہ میرا تھا۔ غرضیکہ ان خطوط کے اندر اس قسم کی ایک مسلسل کشمکش کا نقشہ درج ہے۔ جو بڑا مزیدار اور دلچسپ ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ دیورتن نے صرف ایک ہی پہلو پر روشنی ڈالنے والے خطوط شائع کئے ہیں اگر وہ ان خطوط کے ساتھ میرے وہ خطوط بھی بلا کم و کاست شائع کر دیتے جو کہ میں نے دیو سماج ہائی سکول موگہ کی بدانتظامیوں۔ بدکرداریوں۔ سیاہ کاریوں۔ وہاں کے منیجر وغیرہ کی بزدلیوں اور ناہنجاریوں کے بارے میں لکھے تھے۔ کہ جن کی بنا پر یہ جنگ جاری رہا کرتا تھا۔ تو اور بھی لطف آجاتا۔ لیکن افسوس وہ خطوط یا تو ضایع کر دیئے گئے ہیں۔ یا ان کو دیدہ دانستہ نہیں شایع کیا گیا۔ اس لئے تصویر ادھوری رہ گئی۔ خیر میں ان کے متعلق کسی قدر آسمانی گولہ میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میرے ان خطوط کو پڑھکر شاید بعض لوگ حیران ہونگے۔ کہ کیوں کر میں نے ایک ایک خط میں اپنے آپ کو پاگل سے تشبیہ دی ہے۔ بیشک میری وہ حالت جبکہ میرے اندر آزادی اور غلامی کے درمیان زوردار کشمکش جاری تھی۔ نہایت ہی خطرناک حالت تھی۔ اس کشمکش سے میرے دل دماغ اور جسم کو سخت صدمہ پہونچا۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات میرا خون سخت جوش مارتا تھا۔ مگر میرا جوش و خروش بھائی امر سنگھ جیسے بڈھے کی طرح شہوت پرستی کو لیکر نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس بات کو لیکر ہوتا تھا۔ کہ کیوں انصاف کا خون کیا جا رہا ہے۔ کیوں ایک ایک بدمعاش کی بجاء ایک ایک نردوش آدمی کو تنگ کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ میری حالت نہایت ابتر اس وقت ہوئی تھی۔ جب کہ ایک استاد پر الزام لگایا گیا۔ جو کہ بعد میں جھوٹا ثابت ہوا۔ اور اس استاد کو جان سے مار ڈالنے کے لئے ایک دیوگورد کا بھگت دوسری جگہ سے چل کر موگہ آیا۔ میں اس واقعہ کا اور اس اقدام قتل کا ذکر اگنی میں کر چکا ہوں۔ میں نے اس اقدام قتل پر چشم پوشی کرنے کے برخلاف سخت واویلا کیا۔ اور استدعا کی۔ کہ اس موذی شخص کو پولیس کے حوالے کیا جاوے۔ لیکن نہ میری سنی گئی۔ نہ اس وقت تک اس بات

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا جواب دیو گورد کے پاکھنڈی بھگتوں نے مجھے دیا ہے۔ ایسی ایسی شرمناک کرتوتوں کو دیکھ کر جن کا میں آسمانی گولہ اور اگنی میں ذکر کر چکا ہوں۔ میرا خون جوش مارتا تھا۔ لیکن اپنے اندر ہی اندر بل کھا کر رہ جاتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات مجھے نہایت ہی مایوس ہو کر یہ کہنا پڑتا تھا۔ کہ تیرا ہی قصور ہے۔ اور کسی کا قصور نہیں ہے۔ ان خطوط کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ان پاکھنڈی انسانوں کے اندر دوسروں کی آزادانہ آواز کو دبانے اور بیگناہوں کا خون چوسنے کی کس قدر شرمناک سپرٹ موجود ہے۔ آگے اپنی کتاب کے آٹھویں باب میں دیورتن نے میری سکول سے علیحدگی پر سماج کونسل کی کارروائی کو درج کیا ہے۔ جس کا ذکر میں آسمانی گولہ میں کر چکا ہوں۔ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں یہاں پر دیورتن نے اپنی جس نہایت ہی دھوکہ دینے والی سپرٹ کے اظہار میں کونسل کا وہ رزولیوشن چھاپا ہے۔ کہ مجھے سکول سے علیحدہ کیا گیا وغیرہ۔ وہ نہ تو موگہ میں ہی کبھی میرے پاس آیا۔ اور نہ ہی آجتک مجھے اس کا پتہ دیا گیا۔ کہ ایسا رزولیوشن پاس ہوا تھا۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ جب ان لوگوں کی کونسل کا وہ رزولیوشن میرے پاس پہونچا۔ کہ جس میں ۶ ماہ کی رخصت لینے کے لئے مجھے کہا گیا تھا۔ تو میں نے رخصت کے لئے درخواست کر دی۔ لیکن درخواست کر چکنے کے بعد جو خط مجھے لاہور سے لکھا گیا۔ کہ تم نے فلاں انسپکٹر کو سکول کے متعلق یہ لکھا ہے۔ یا وہ لکھا ہے۔ دیورتن نے اس کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ موگہ سے مینجر یا ہیڈ ماسٹر کی طرف سے اس قسم کی نہایت ہی شرمناک جھوٹی رپورٹ جانے پر مجھ سے یہ جواب طلبی کی گئی تھی۔ جس کا جواب میں نے فوراً دیا۔ اس کے بعد نہ میرے پاس میری رخصت کی منظوری کا جواب آیا۔ نہ میں نے جواب مانگا۔ بلکہ سکول کو چھوڑ دیا۔ بعد میں دیوت سنگھ لاہور سے موگہ بھاگا آیا۔ اور دوسرے یا تیسرے روز ہی میں نے باوجود اس کے روکنے کے سیوکی سے استعفا دیدیا۔ دیورتن نے اپنے اخبار میں تو یہ شرمناک جھوٹ لکھا تھا کہ میرے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چلن پر کچھ شبہہ کیا گیا تھا - بنا بریں جواب طلب کئے جانے پر میں نے استعفا دیا - لیکن اس کتاب میں لکھتا ہے کہ سکول کی ڈسپلن وغیرہ کے سمبندھ میں اس کی جو حرکات تھیں - ان پر ان کو معافی مانگنے یا سیوں کے علیحدہ کئے جانے کی نہمالیش کی گئی - گویا میں جو سکول میں ڈسپلن لانا چاہتا تھا - اور وہاں کے بدکار لڑکوں کو ان کی بدمعاشیوں پر تنبیہ کرتا تھا - یہ میرا ایسا جرم تھا - جو ہرگز قابل معافی نہیں تھا - واہ! رے پاکھنڈی انسان تمہارے پاکھنڈ کا کوئی ٹھکانا ہے - مگر آخر وقت آگیا - کہ میں نے اپنے گلے میں سے اس غلامی کی زنجیر کو ہمیشہ کے لئے اتار دیا - اور میں نے اپنی آنکھوں سے کام لیا - اور سبھا کی سے بھی استعفا دیدیا - اب اگرچہ سکول یا دیو سماج کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں تھا - لیکن تاہم میں ان تمام بدسلوکیوں کو فراموش کر دینے اور ان تمام زخموں کو بھول جانے کو تیار تھا - جو کہ سکول میں رہتے ہوئے مجھے لگائے گئے - چنانچہ میں اس سب کچھ کو بہت جلدی بھول گیا - اور میں دیو سماج کے آدمیوں سے کسی قدر کھلم کھلا ملتا جلتا رہا - لیکن میں جس قدر نرم ہوا - اسی قدر انہوں نے میری نرمی کا نہایت ہی شرمناک طور پر ناجائز فائدہ اٹھایا - میں جس قدر سرلتا سے کام لیتا تھا - اسی قدر وہ کپٹی اور بدنیت بنتے گئے - یہاں تک کہ جب میں گوجرانوالہ میں گیا - تو یہ لوگ شکاری کتوں کی طرح برابر میرے پیچھے لگے رہے - میں نے ان سے کسی قسم کی مغائرت کا اظہار نہیں کیا - بلکہ ان کے ساتھ خط و کتابت بھی جاری رکھی - جس میں سے ایک خط ۲۳ مئی ۱۹۰۳ء کا انہوں نے اس کتاب میں بھی شایع کیا ہے - اس خط سے بھی پتہ لگ سکتا ہے - کہ میں ان کے تمام جور و ستم کو فراموش کئے بیٹھا تھا - اور میں ان سے دیو سماج کی ہی سپرٹ میں بات چیت اور خط و کتابت کرتا رہا - لیکن مدت کے بعد مجھے یہ پتہ لگا - کہ وہ میری اس تمام خط و کتابت کو شایع کرنے کے لئے مصالح جمع کر رہے ہیں - جیسا کہ انہوں نے اس کتاب میں خود ہی تسلیم کیا ہے - چنانچہ اس بات کا پتہ لگتے ہی میں نے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یک لخت خط و کتابت بند کر دی - اور مجھے ان موذی انسانوں کا اصلی روپ نظر آیا - اور میں نے افسوس کیا - کہ تو کس قدر دھوکہ میں رہا - تو نے سمجھا کہ تمام دنیا تیری طرح ہی سرل ہے - لیکن تجھے احتیاط سے کام لینا چاہئے تھا - خیر جو ہوا سو ہوا - اس کے بعد میں نے دیو سماج کے بارے میں قطعی خاموشی اختیار کر لی - یہاں تک کہ مدت کے بعد ان دھوکہ باز چڑی ماروں نے خود ہی شیر خفتہ کی غار میں ہاتھ ڈالا - میرے خطوط کو پڑھ کر اور میری پانچ سالہ خاموشی کو جان کر ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے - کہ میں نے ان لوگوں کے ساتھ کس قدر نرمی - انسانیت اور شرافت سے سلوک کیا - لیکن افسوس! یہ پاکھنڈی انسان دن بدن میری ان باتوں کا ناجائز فائدہ اٹھاتے اور میرے سر پر سوار ہوتے گئے - آخر میری درگذر کا پیمانہ لبریز ہو گیا - اور میں نے ارادہ کر لیا - کہ اس موذی گروہ اور باغی جرگہ کی اب ضرور گوشمالی کرنی چاہئے ناظرین! یہ ہے مختصر سا جواب اور حقیقت ان خطوط کی جو کہ انہوں نے شایع کئے ہیں - اور یہ ہے جواب دیورتن کی کتاب کے پہلے حصہ کا - بتاؤ - اس میں کونسی ایسی بات ہے - جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ میں امر سنگھ یا دیورتن کی طرح سیاہ کار یا دھوکہ باز تھا - مگر دیورتن کی بدنیتی بلکہ شرارت کی گانٹھ کا ہے - میں نے جو سرورق میں اپنے بچپن کے حالات دیئے ہیں - اور اپنی نردوش دل لگی وغیرہ کے واقعات بتائے ہیں - یہ بدنیت انسان ان کو بھی دوسری لائٹ میں لے رہا ہے - حالانکہ اس کے پاکھنڈی گورو کے بچپن کے حالات نہایت ہی گندے اور مجرمانہ حرکات سے بھرے پڑے ہیں - مثال کے طور میں ان کے

پاکھنڈی گورو کی شرمناک مجرمانہ کرتوت

کے بارے میں ان کا خود نوشت بیان یہاں درج کرتا ہوں - یہ پاکھنڈی انسان اپنے بچپن کا ذکر کرتا ہوا دھرم جیون مورخہ ۱۶ جنوری ۱۸۸۷ء صفحہ ۴ پر لکھتا ہے - "تنگ مزاج بہت تھا - اپنی طبیعت کے خلاف کوئی حالت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیکھ کر نہایت جھلا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ میری ایک بہن (جو کہ ڈھائی تین برس
میں مر گئی تھی) بہت رو رہی تھی۔ اور میں اس کے رونے سے بیزار ہو گیا
میں نے اس کو بند کرنا چاہا۔ مگر وہ بند نہ ہوئی۔ بس میں جوش میں آکر
سے اس کی ناک کاٹنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ میری ماں کا بیان ہے۔ کہ اس
سے ناک کا ذرا چمڑا کٹ کر خون بھی نکل آیا تھا۔ س۔ ا۔ ہ۔!!

ناظرین ان کے گورو کی اس مجرمانہ شرمناک کرتوت کا میری اس زود
دل لگی سے جو کہ میں نے اپنی بہن کے ساتھ کی تھی۔ ذرا مقابلہ تو کیجئے۔ میں بچہ تھا
اور میری بہن مجھ سے بہت بڑی عمر کی تھی۔ میں نے تو ہنسی ہنسی میں اس کے نا
پر ابابیل کو بٹھا دیا تھا۔ اس کی ناک کو نقصان پہونچانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔
بلکہ محض ایک طفلانہ دل لگی کی تھی۔ لیکن دوسری طرف ان کا پاکھنڈی گورو ہے
جو اپنی ایک بہت ہی چھوٹی عمر کی شیر خوار بہن کا ناک کاٹنے دوڑتا ہے۔ ہنسی دل لگی
سے نہیں۔ بلکہ غصہ اور انتقام سے بھر کر اور ارادہ کر کے چاقو کھینچ لیتا ہے۔ اور چلا
دیتا ہے۔ اور خون بہا دیتا ہے۔ اب اگر میرا اور ان کے پاکھنڈی گورو کا کیس عدالت
کے سامنے رکھ دیا جاوے۔ تو یقین غالب ہے۔ کہ میں قطعی نردوش قرار دیا جاؤنگا
مگر ان کا گورو اقدام ضرب شدید کے جرم میں جیل خانے میں پھینکا جاویگا۔ مگر اسی
پر بس نہیں۔ ناظرین! میں نے "سرورق" میں اپنے بچپن کے حالات دیتے وقت
ان سختیوں اور ظلموں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو کہ میرا اوستاد بلا وجہ میرے ساتھ کیا کرتا
تھا۔ اور جس کے ہاتھ سے میں نہایت دکھی اور مصیبت زدہ رہتا تھا۔ کیونکہ اس
نے مجھ سے میری مذہبی آزادی تک بھی چھین رکھی تھی۔ جب ایک دن اس استاد
کو انسپکٹر کی طرف سے جھاڑ پڑی۔ تو میرے جیسے ایک ستم رسیدہ بچے کے دلمیں
قدرتاً یہ خیال گذرنا لازمی تھا۔ کہ اچھا ہوا۔ یہ بھی مجھے روز ملتا تھا۔ آج خدا نے میرا
بدلہ اس سے لے لیا۔ وغیرہ اس پر دیو گورو کا بھگت نہایت ہی بدنیتی سے یہ حاشیہ
چڑھاتا ہے۔ کہ دیکھو اس شخص میں انتقام کی سپرٹ شروع سے تھی۔ حالانکہ میرے
بیان سے یہ نتیجہ کسی صورت میں بھی برآمد نہیں ہو سکتا۔ لیکن خیر اس بات کو جانے
دیجئے۔ اب ذرا اس کے مقابلہ میں ان پاکھنڈی انسانوں کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پاکھنڈی گورو کی ایک مجرمانہ کرتوت

کا ملاحظہ کیجئے۔ جو کہ اُس نے اپنے اوستاد کے ساتھ کی۔ دیو گورو بھگوان اپنے بچپن کے حالات اپنے قلم سے لکھتا ہوا دھرم جیون مورخہ ۹ جنوری ۱۸۸۷ء میں بیان کرتا ہے۔ کہ "مجھے یاد ہے کہ میرے استاد نے کچھ چھوٹی چھوٹی کتابیں فروخت کرنے کے لئے دی تھیں۔ اور ان کے فروخت کرنے سے ایک یا سوا روپیہ کے پیسے جو میرے پاس جمع تھے۔ وہ میں نے تاش کھیل کر اڑا دیئے تھے۔ دھرم جیون مورخہ ۹ جنوری ۱۸۸۷ء ناظرین! اب ذرا ایک تو اس خیال کو سامنے لائیے جو کہ میرے دل میں نہایت ہی بیکسی بے بسی اور مظلومیت کی حالت میں میرے اپنے استاد کے متعلق گذرا۔ دوسری نگر ان مکار انسانوں کے پاکھنڈی گورو کی اس مجرمانہ حرکت کو سامنے لائیے۔ جو کہ اُس نے اپنے اُستاد کے ساتھ کی۔ اُستاد اس پر بھروسا کرتا ہے۔ کہ کتابیں فروخت کر آؤ۔ وہ کتابیں فروخت کرتا ہے۔ اور اُستاد کے پیسے بے ایمانی سے اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ اور پھر خرچ بھی کس بات میں کرتا ہے۔ جوا کھیلنے میں!! شرم۔ اب اگر میرا کیس اور ان کے پاکھنڈی گورو کا کیس عدالت کے سامنے رکھا جاوے۔ تو پورا یقین ہے۔ کہ میں بالکل بری سمجھا جاؤں بلکہ شاید الٹا میرے اوستاد کو اس کی بدسلوکی کی وجہ سے جو کہ اس نے میرے ساتھ کی۔ کچھ سزا ملجائے۔ دوسری طرف ان کے پاکھنڈی گورو کو اس کی چوری کی سزا میں عدالت ضرور جیل خانے میں بھیجدیگی۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ جہاں میں نے اپنے بچپن کی نردوش دل لگیوں کا ذکر اس لئے کیا ہے۔ کہ مجھے لڑکوں کے ساتھ باہر جاکر کھیلنے کی اجازت نہیں تھی۔ بنابریں میں گھر کے ہی بچوں کے ساتھ ہنسی کھیل کیا کرتا تھا۔ اس پر دیو گورو کا بدنیت بھگت حاشیہ چڑھاتا ہے۔ کہ دیکھو یہ جس کے گھر میں رہتا تھا۔ اس کے بچوں کو تنگ کیا کرتا تھا وغیرہ۔ حالانکہ میری عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں نکالا جاسکتا۔ خیر اس کو جانیدیجئے۔ لیکن اسکے مقابلہ میں ان بدنیت انسانوں کے

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Digitized by eGangotri

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پاکھنڈی گورو کی مجرمانہ اور شرمناک کرتوتیں

دیکھئے۔ ان کا گورو اپنے بچپن کا حال لکھتا ہوا مورخہ ۹ر جنوری ۱۸۸۶ء کے دھرم جیون میں اپنی کبوتر بازی وغیرہ کا ذکر کرتا ہوا بیان کرتا ہے "مجھے لڑکپن میں جن کھیلوں کے کھیلنے کا اتفاق رہا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ گولی۔ جلّا میری۔ کبڈی اور پتنگ پچھلا کھیل بالخصوص مجھے خاص پسند تھا۔ جیٹھ۔ بیساکھ کی گرمی اور سخت دھوپ میں دوپہر کے وقت چھت پر سر کھولے کھڑے کھڑے پتنگ اڑانا اور پتنگ بنانے کا سامان کرتے پھرنا میرا ایک پسندیدہ کام تھا۔ چڑیوں کے پالنے کا بھی مجھے خاص شوق تھا۔ کبوتروں کو میں خاص پیار کرتا تھا۔ لڑکوں کی بدصحبت بھی مجھے رہی۔ اور اس کی کسی قدر تاثیر بھی مجھ پر چند روز کیلئے ہوئی ... البتہ جواریوں کی صحبت نے مجھے جوئے کا بہت شوقین بنا دیا تھا۔ ... جواریوں کی صحبت میں مجھے ایک دو رات اس عمر کے اندر گھر سے غیر حاضر رہنے کا بھی اتفاق ہوا"

دھرم جیون ۹ر جنوری ۱۸۸۶ء

اے ناظرین! ایک طرف تو آپ میری ان نمدوش دل لگیوں کو دیکھئے جنکا میں نے سرورق میں ذکر کیا ہے دوسری طرف ان لوگوں کے پاکھنڈی گورو کی کبوتر بازی پتنگ بازی۔ جوئے بازی۔ اور دوسری بازی کا جسکی طرف اُس نے اشارہ کیا ہے ملاحظہ کیجئے۔ کون نہیں جانتا کہ جواریئے آدمی کسقدر بدمعاش۔ لچے۔ گنڈے اور اکثر لوفر باز ہوتے ہیں۔ پس ایسے انسانوں کی صحبت میں اُنکے گورو کا اپنے گھر سے راتوں غیر حاضر ہوکر رہنا صاف ظاہر کر رہا ہے۔ کہ یہ پاکھنڈی انسان وہاں پر رات کو کیا جھک مارتا اور ... رہا ہوگا۔ خاصکر جبکہ وہ بدصحبتی کا خود بھی اقرار کرتا ہے آج اس شخص کا ہر ایک قسم کی بازیوں کا مزہ اڑا کر اور ہر ایک قسم کی جھک مار کر اور سوا کھے کر کے اور نہایت ہی گندی اور ناپاک زندگی بسر کر کے دیوگورو بنکر دیانند جیسے بال برہمچاری رشی کے کیرکٹر پر حملہ کرنے دوڑنا اور اپنے آپکو تمام گناہوں سے بری اور تمام گناہوں سے نجات دینے والا اور اپنے آپ کو ایشور سے بھی ہزار ہا درجہ اعلیٰ سمجھنے والا بنکر بھولے بھالے انسانوں کو گمراہ کرنا اور ان کے دین و ایمان کو غارت کر کے اپنا الو سیدھا کرنا اس کی جس قسم کی شرمناک اور گردن زدنی دھوکہ دہی اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بدکاری کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ میں اسبات کو پاپ سمجھتا ہوں۔ کہ ایک ایسے انسان کی زندگی کا رشی دیانند کی زندگی کے ساتھ مقابلہ کرنیکا گفر بکوں۔ میں اسبات کو اپنی ہتک سمجھتا ہوں کہ دیوگورو کے پنڈوں کی زندگیوں کا جنکی سیاہ کاری۔ بدکاری زناکاری کا مجھے پورا یقین ہے۔ اپنی ناچیز زندگی کے ساتھ مقابلہ کروں۔ ہاں اُنکے گورو کے حالات کا جب میں اپنے بچپن کے حالات سے مقابلہ کرتا ہوں۔ تو میں پرماتما کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ان تمام سیاہ کاریوں سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ میں سرورق میں مفصل ذکر کر چکا ہوں۔ بتاؤ۔ اگر میں نے غلطی یا ناتجربہ کاری سے ایسے بدچلن انسانوں کے قدموں میں سر رکھدیا تو کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ یہ درحقیقت دیوتا تھے۔ ہاں یہ میری غلطی تھی۔ اور ایک سخت غلطی تھی۔ اور یہ ایسی ہی غلطی تھی جیسی کہ ایک بھولا بھٹکا مسافر کسی ٹھگ یا ڈاکو کے داؤ میں آکر اس کو اپنا رہبر سمجھکر اس کے پیچھے چلنے میں کر سکتا ہے یا جیسے ایک بھیڑ قصائی کو اپنا رکھشک سمجھکر اس کے پیچھے بھاگتی ہے۔ لیکن جب وہ اسکو رکھشک کی بجائے بھکشک پاتی ہے۔ تو اپنی بے سمجھی اور غلطی پر پشیمان ہوتی ہے اس طرح میں بھی اپنی غلطی پر نادم ہوں۔ کہ میں نے ایسے انسانوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھا اور لکھا۔ اب اگر ایک طرف میرے ان تمام خطوط کو جو کہ دیورتن نے نقل کئے ہیں۔ عدالت میں رکھدیا جاوے اور دوسری طرف اُن تمام خطوط کو یا تحریروں کو جو کہ میں نے دیوگورو اور اسکے بھگتوں کے شرمناک چال چلن کے بارے میں پیش کی ہیں پورا یقین ہے۔ کہ میرے چال چلن کو بری از شبہ قرار دیا جاویگا۔ اس کے برعکس دیوگرو اور اس کے بھگتوں میں سے کسی کو دو سال۔ کسی کو چار سال۔ کسی کو دس سال کی قید۔ کسی کو عبور دریائے شور کی سزا ملنے کے بغیر نہیں رہیگی۔ کیونکہ انمیں سے بعض چوری۔ جُوا۔ بدمعاشی۔ زناکاری وغیرہ شرمناک جرایم کے علاوہ اقدام قتل کے بھی مجرم ہیں۔ جیسا کہ میں اگنی میں دکھا چکا ہوں۔ ان واقعات کا نہ دیوگورو جواب دیسکتا ہے نہ کوئی اور آسمانی یا زمینی طاقت۔ ایسے پاکھنڈی انسانوں کی شرمناک کرتوتوں کو جان بوجھ کر بھی اگر میں پبلک کی بہبودی کیلئے طشت از بام نہ کروں تو میں پاپی ہوں گا۔ میں نے پانچ سال سے زیادہ عرصہ تک ان کے پاپوں کو چھپایا۔ لیکن اب نہیں چھپا سکتا۔ اور نہیں چھپاؤنگا۔ ذرا ٹھیرو اور خدائی بم کی انتظاری کرو +

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Digitized by eGangotri

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتواں فقرہ

اب آگے دیورتن کی کتاب کے دوسرے حصہ کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ آغاز کیا ہے اصل میں دیورتن کی اول درجہ کی جھوٹ بیانی۔ دھوکہ دہی۔ شرمناک ٹیڑھی چالوں کا آغاز ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ کیا اس شخص میں شرم وحیا کا ایک بھی ذرہ باقی نہیں رہا۔ اس حصہ کے پہلے صفحوں میں دیورتن نے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں روپیہ وغیرہ کے لالچ سے آریہ سماج میں آیا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ دیو سماج کے سکول سے کٹ کر میں وہاں کے بورڈ سکول میں گیا۔ جہاں ہیڈ ماسٹر سے نہ بنی۔ سکول چھوڑنا پڑا۔ حالانکہ یہ اس شخص کا صریحاً جھوٹ ہے۔ کیونکہ موگہ کے بورڈ سکول سے میں نے اس لئے استعفا دیا تھا۔ کہ مجھے اس سے ایک بہتر جگہ ملتی تھی۔ دیورتن پھر لکھتا ہے۔ کہ میں نے موگہ میں پرائیویٹ طور پر تعلیم کا کام جاری کیا۔ مگر اس میں بھی ناکامیابی ہوئی۔ گویا میرے گزارہ کی کوئی صورت نہ رہی۔ حالانکہ یہ بھی اس شخص کا صریحاً جھوٹ ہے۔ کیونکہ میں جیسا کہ میرا قاعدہ تھا۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا تھا۔ کہ میرے فالتو وقت سے کسی کو فائدہ پہنچے۔ چنانچہ بورڈ سکول کی ماسٹری کے دنوں میں میرا جو وقت خالی رہتا تھا وہ میں وہاں کے مزدور پیشہ لوگوں کو پڑھانے میں لگا دیتا تھا۔ چونکہ وہ دن کے وقت مزدوری کرتے تھے۔ اس لئے میں نے اُن کے لئے نائٹ سکول جاری کیا تھا۔ یہ کسی گزارہ کی غرض سے نہیں بلکہ محض اپنے خالی وقت کو کسی اچھے پہلو میں لگانے کے لئے۔ حالانکہ نائٹ سکول کے ضروری سامان کے لئے میں اپنی گرہ سے روپیہ خرچ کرتا تھا۔ دیورتن پھر لکھتا ہے کہ چند ماہ کے بعد انہیں اسلامیہ ہائی سکول سے بھی علیحدہ ہونا پڑا۔ حالانکہ اسلامیہ ہائی سکول سے میں نے اس لئے استعفا دیا تھا۔ کہ میں آریہ سماج میں آنے کے لئے تیار ہو چکا تھا۔ دیورتن پھر لکھتا ہے۔ کہ میں نے دیو سماج ہائی سکول میں آنے کے لئے درخواست کی۔ بے شک میں نے درخواست کی۔ اور اب بھی کرتا ہوں۔ لیکن اب تو وہ سکول ہی اجڑ گیا۔ اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بجائے ہائی سکول کے ترکھانوں۔ لوہاروں۔ جولاہوں وغیرہ کی دکان ہوگئی۔ افسوس ہے۔ کہ میں ان پیشوں میں سے کسی کو نہیں جانتا۔ ورنہ میں اب بھی تمہارے سکول میں آنے کی درخواست دیتا۔ دیورتن کا اس سارے بیان سے یہ مطلب ہے۔ کہ میں چونکہ بیکار تھا۔ نوکری نہیں ملتی تھی۔ اس لئے میں آریہ سماج میں آیا۔ مگر یہ اُس کا بشرمناک جھوٹ اور پاجی پن ہے۔ جس کا کوئی بھی سمجھ دار انسان یقین نہیں کریگا۔ دوسرے موقع پر دیورتن لکھتا ہے۔ کہ میں محض کھان پان کی غرض سے آریہ سماج میں آیا۔ اور اس بیان کی تائید میں اُس نے میرا ایک خط بھی درج کیا ہے۔ اول تو مجھے یاد نہیں۔ کہ میں نے کبھی ایسا خط لکھا ہو۔ لیکن اگر میں اس خط کو صحیح بھی مان لوں۔ تو بھی اس کی پہلی ہی سطر سے یہ صاف پایا جاتا ہے۔ کہ میں مجرد یا برہمچاری ہوں۔ میں کھان پان یا سوشیل تعلقات کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اب ایسے صاف الفاظ کی موجودگی میں دیورتن کا یہ کہنا کہ میں محض سوشیل باتوں کو لیکر آریہ سماج میں آیا صریحاً جھوٹ اور پاجی پن ہے۔ آگے اسی خط میں بطور اصول کے اس بات کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک ایسا شخص جو مسلمانوں میں نہیں جا سکتا۔ ہندوؤں میں نہیں رہ سکتا۔ دیو سماج میں نہیں رہنا چاہتا عیسائی نہیں ہونا چاہتا۔ دوسری طرف قرآن اس کو تسلی نہیں دیتا۔ پُرانوں سے وہ تسلی نہیں پاتا۔ بائبل کو وہ درست نہیں مانتا۔ تیسری طرف وہ آریہ سماج کو دیکھتا ہے۔ آریہ سماج کی تعلیم کو اس کے اصولوں کو اپنے دل و دماغ کے عین مطابق پاتا ہے۔ اس شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ اس صداقت کے جھنڈے تلے آئے۔ اور اُس کی داد دے۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن دیورتن میرے اس فعل کو مکاری اور دھوکہ دہی سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ دیورتن کی اپنی مکاری اور پاجی پن کی علامت ہے۔ اب ذرا اس شخص کی گندی کھوپری اور نرالی منطق کا ملاحظہ اس کے اپنے ہی الفاظ میں کیجئے:۔

"اوّل اور سب طرفوں سے کٹا ہُوا ہونے اور یہ سمجھ کر کہ یہاں کھانے پینے اور سوشیل انٹرکورس کا زیادہ آرام حاصل ہے۔ اور دوم قرآن پُران اور بائیبل کے مقابلہ میں اس کے عقائد نسبتاً اچھے ہیں۔ وہ آریہ سماج میں شامل ہوئے

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ کہ آریہ سماج کے اصولوں کو بذات خود درست سمجھنے پر۔ یا دوسرے الفاظ میں
محض سوشیل اغراض کو لیکر نہ کہ آریہ سماج کی تعلیم کو بذات خود صداقت پر مبنی
یقین کرکے وہ آریہ سماج میں شامل ہوئے۔ اُن کی یہ کارروائی جس قدر مکاری
پر مبنی تھی)۔ اور اپنی اس اصلی غرض کو چھپا کر انہوں نے آریہ سماج میں قدم رکھنے
کے ساتھ ہی عام پبلک کو جس قدر دھوکہ دیا۔ وہ ظاہر ہے۔"

ناظرین! کیا اس شخص کی اپنی ہی عبارت سے صاف ظاہر نہیں ہے۔ کہ
میں قرآن پر ان اور بائیبل کے مقابلہ میں ویدوں کی تعلیم کو ترجیح دیکر آریہ سماج
میں آیا۔ اب اس جھوٹے انسان نے اس بات کو جو دوسرے الفاظ میں بیان کیا
ہے۔ ذرا غور کیجئے۔ کہ وہ کہاں تک درست ہے۔ کیا اس مکار آدمی کی عبارت
پر مجھے کوئی نوٹ دینے کی ضرورت ہے۔ ہرگز نہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں
نے ایک خط محمد عمر کے نام لکھا تھا۔ جس میں میں نے اس کو کہا تھا۔ کہ تم ایک
طرف ہو جاؤ۔ یا تو دیو سماج میں مل جاؤ یا آریہ سماج میں آجاؤ۔ اس خط کو
بھی اس بدنیت انسان نے دوسری لائٹ میں لیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ دیو
سماج ہر ایک مسلمان یا عیسائی کو سوشیل پوزیشن دینے کے لئے تیار ہے۔
جیسا کہ تم سے بھی کہا گیا تھا۔ میں نے اس خط میں دیو سماج کو کچھوے سے تشبیہ
دی ہے۔ کہ ذرا شور غل ہوا۔ اور اس نے پاؤں اندر سکیڑے۔ اس کی وجہ
بیان کر دینی ضروری ہے۔ دیو گورو نے ایک دفعہ مجھے موگہ میں اپنے پاس بٹھا کر
کہا۔ کہ ہم تم کو ہندو بنا لیتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ میں تنہا ہوں۔ میرے
ہندو بننے یا نہ بننے سے کیا فائدہ۔ جہاں رہونگا۔ آرام سے رہونگا۔ اگر آپ
مجھے ہندو بنانا چاہتے ہیں تو پبلک طور پر بنائیے۔ تاکہ دوسروں کے لئے بھی
میدان صاف ہو۔ اس پر دیو گورو نے کہا۔ کہ پبلک طور پر ہم ایسا نہیں کر سکتے
کیونکہ ہمیں پہلے ایسا کرنے سے بہت نقصان پہنچ چکا ہے۔ ہم دوبارہ مخالفت
کھڑی کرنا نہیں چاہتے۔ میں نے جواب دیا۔ پھر پرائیویٹ طور پر تو میں آپ لوگوں
سے کھاتا پیتا ہی ہوں۔ اور آپ بھی مجھ سے کوئی نفرت نہیں کرتے۔ رہنے دیجئے
کیا ضرورت ہے۔ ہندو بننے کی۔ جو شخص دیو سماج کی تواریخ سے واقف ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بخوبی جانتا ہے۔ کہ پہلے یہ لوگ نہ چوٹی رکھتے تھے۔ نہ جنیو۔ بلکہ مسلمانوں کے ساتھ عام طور پر کھاتے پیتے تھے۔ میں نے سنا ہے۔ کہ مسلمان رسوئی بناتا تھا۔ اس پر مخالفت ہوئی۔ تو انہوں نے اس کام کو چھوڑ دیا۔ اب چوٹی بھی رکھتے ہیں۔ جینو بھی۔ اگر دیو سماج کی ایسی حالت کو دیکھ کر میں نے محمد عمر کو یہ لکھ دیا۔ کہ تم ایک طرف ہو جاؤ۔ تو اس میں کونسا گناہ کیا۔ لیکن یہ بدنیت انسان میری اس بات کو بھی الٹا لیتے ہیں۔ اسی بیان میں ایک جگہ دیورتن لکھتا ہے۔ کہ میں روپیہ اور شہرت کی وجہ سے آریہ سماج میں آیا۔ ناظرین ذرا غور کریں۔ کہ یہ شخص کیسا پیٹ بھر کر جھوٹ لکھ رہا ہے۔ میں اس جھوٹے انسان کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اس بات کو ثابت کرے۔ کہ میں اس کے پاکھنڈی گورو کی طرح آریہ سماج سے آج تک ایک کوڑی بھی خدا کے نام پر اپیل کر کے اپنے ذاتی تصرف میں لایا ہوں۔ کیا اس بے شرم انسان کو اس قسم کے شرمناک جھوٹ لکھتے ہوئے کچھ بھی شرم نہیں آتی۔ اس کے گورو نے خدا اور ایشور کے نام پر اپیل کر کے پبلک سے ہزاروں روپیہ بٹور کر مکانات بنائے۔ جن کو وہ اب اپنے ذاتی تصرف میں لا رہا ہے۔ باقی رہا یہ کہ میں شہرت کے لئے ادھر آیا ہوں۔ یہ بھی اس شخص کی سیجا جھوٹ بیانی ہے۔ حالانکہ جس قدر شہرت کا میں دشمن ہوں۔ اور جس قدر میں اس کی مٹی پلید کر رہا ہوں۔ وہ میرے اگنی میں شائع شدہ بیان سے بخوبی ظاہر ہے اب ایک طرف اُن کا پاکھنڈی گورو ہے۔ جو اپنے ہاتھ سے ہی لکھ رہا ہے۔ کہ میں ایسا ہوں۔ ویسا ہوں۔ لاثانی ہوں۔ دھرم مورت ہوں۔ دھرم اوتار ہوں۔ اور اپنے ہاتھ سے ہی اپنی تعریف میں لمبے چوڑے ستوتر اور آرتیاں بنا کر اپنے چیلوں اور چیلیوں کے درمیان بیٹھ کر گھی کے چراغ جلوا کر سنتا ہے۔ اور خوش ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک نوجوان ہے۔ جو اُن لوگوں کو جو اُس کی بیجا تعریف کرتے ہوں۔ جھاڑ بتاتا چلا جا رہا ہے۔ کیا ان دونوں تصویروں میں اس امدھے دیورتن کو کوئی فرق نظر آتا ہے۔ تعریف اور شہرت کا بھوکا کون ہے۔ دیو گورو یا میں؟ ناظرین اس کا جواب آپ خود ہی دیں۔ دوسری جگہ پر دیورتن نے ترک اسلام کی اس عبارت کو نقل کر کے کہ "مجھے پرانے رشیوں اور منیوں کی سنتان میں

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے چند ایسے چہرے دکھائی دئے ..... الخ" یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ دیکھو یہ دیوسماج کی طرف اشارہ ہے۔ مگر دھرم پال نے مکاری اور کپٹتا سے دیوسماج کا نام نہیں لیا وغیرہ۔ اب جائے غور ہے کہ دیورتن کس طرح میری تحریروں کے سر پر سوار ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اور جگہ بجگہ ان کو مروڑ رہا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ دیوسماج کا گورو اور اُس کے چیلے چانٹے اپنے آپ کو بندروں کی اولاد بتاتے ہیں پھر میرے لئے کیونکر ممکن تھا۔ کہ میں اپنے اس بیان میں ان کو پرانے رشیوں یا منیوں کی اولاد سمجھ کر کوئی اشارہ کرتا۔ کیا اس تمام عرصہ میں جو کہ میرا دیوسماج میں گزرا۔ مجھے دیوسماج کے باہر کوئی بھی ایسا شخص نہیں ملا تھا۔ جس کی زندگی نے میرے اندر وہ کشمکش پیدا کی ہو۔ جس نے آخر کار مجھے دیوسماج سے نکال لیا۔ کیا ان پاکھنڈی انسانوں نے جو کہ بڈھے ہو کر بھی شہوت پرستی کے بھوت سے نجات نہیں پا سکے۔ روحانیت کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ پھر اس تمام مکاری اور دھوکہ دہی کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ جہاں خود اندھے ہیں۔ وہاں اپنی اس قسم کی شرمناک تحریروں کے ذریعہ پبلک کو بھی اندھا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس میں اُن کو اتنی بھی کامیابی نہیں ہوگی۔ جتنی کہ ان کے منتقم۔ تنک مزاج پاکھنڈی گورو کو اپنی سگی بہن کا ناک کاٹنے میں ہوئی تھی۔ آگے چل کر دیورتن نے نیوگ۔ تناسخ وغیرہ پر بھی نہایت ہی شرمناک حملے کئے ہیں۔ اور ایشور اور ویدوں پر نہایت بے باکی سے منہ کھولا ہے۔ جس کا جواب کسی دوسری کتاب میں مفصل نکلیگا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ پرانے رشی منیوں کی اولاد ہونے کا استحقاق نہیں رکھتے۔ کیونکہ ہمارے پرانے رشی منی ایشور اور وید کو ستہ مانتے تھے۔ اور ان ہی کو اپنی زندگی کا مقصد گردانتے تھے۔ لیکن دیوگورو اور اس کے پنڈے ان باتوں پر مخول اڑاتے ہیں۔ پھر وہ کیونکر ان رشیوں اور منیوں کی اولاد ہو سکتے ہیں۔ ان کے اپنے ہی اصولوں اور بیان کے مطابق ان کے اگر کوئی پراچین بزرگ ہو سکتے ہیں۔ تو وہ محض بندر یا بندر کی قسم کے دوسرے جانور جو نیوگ تو ایک طرف۔ اپنی ماں بہن کی بھی تمیز نہیں کرتے تھے۔ پس جس دیوگورو اور جس دیوگورو کے بھگتوں کے بزرگ کسی زمانہ میں ایسے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معاش ہو گزرے ہوں کہ وہ اپنی ماں بہن کی بھی تمیز نہ کرتے رہتے ہوں۔ اُن کا آج نیوگ پر اعتراض کرنا جس قدر شرمناک حرکت ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ میرے الفاظ سخت نظر آئینگے۔ لیکن ان دل آزار انسانوں نے جس طرح نیوگ پر حملے کئے ہیں۔ وہ اس سے بھی سخت الفاظ میں ہیں۔ آگے چل کر دیورتن نے نیوگ کی تعلیم کے مقابلہ میں امرسنگھ کے خط کو پیش کیا ہے۔ کہ وہ ایسے دھرماتما تھے۔ کہ ایک استری کے ساتھ چھو جانے پر بھی اتنے دکھی ہوئے وغیرہ۔ اے ناظرین! آپ نے اگنی میں امرسنگھ کے خط کا مطالعہ کر لیا ہے۔ کیا امرسنگھ نے صاف اقرار نہیں کیا۔ کہ اس استری کے ساتھ میں اپنے جسم کو ملاتا رہا۔ اور مجھے اس سے لذت آتی رہی۔ اور کیا اُس نے صاف اقرار نہیں کیا۔ کہ جس وقت مجھ پر شہوت کا بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ تو میں بالکل اندھا اور پاگل ہو جاتا ہوں۔ امرسنگھ بڈھا ہو گیا ہے۔ اُس کی داڑھی سفید ہو گئی ہے۔ مگر پھر بھی وہ اقرار کر رہا ہے۔ کہ اس عالم ضعیفی میں بھی اس پر شہوت کا بھوت سوار ہو جاتا ہے۔ گویا وہ اس کا عادی مجرم ہے۔ اور شہوت کا بھوت اس پر سوار ہوتا رہتا ہے۔ ایسے ہی پتت انسانوں کے لئے یہ حکم ہے۔ کہ بجائے اس کے کہ تم اس طرح بیگانی عورتوں کے ساتھ اپنے جسم کو رگڑ رگڑ کر ویریہ کو ضائع کرو۔ بہتر ہے کہ تم اپنے کیس کو سوسائٹی میں پیش کرو۔ تاکہ سوسائٹی تمہارے لئے تمہارے گن کرم سوبھاؤ کے مطابق نیوگ کا انتظام کر دے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ نیوگ آدرش دھرم نہیں ہے۔ بلکہ وہ آپت کال کا دھرم ہے۔ اور اس آپت کال کے دھرم میں بھی سب سے نکرشٹ یا نہایت ہی ردّی درجہ وہ ہے۔ کہ جہاں کوئی شخص کسی صورت میں بھی جتیندری نہ رہ سکتا ہو۔ اور وہ درجہ امرسنگھ جیسے نہایت ہی نیچ پرکرتی اور شہوت کے غلاموں کے لئے ہے۔ نہ کہ اُن لوگوں کے لئے جو اپنے حواس پر قابو رکھ سکتے ہوں۔ اور جتیندری ہوں۔ دیورتن مجھے بتائے۔ کہ ان دونوں تصویروں میں سے کونسی تصویر اچھی ہے۔ یعنی ایک طرف تو ایک انسان بیگانی عورت کے ساتھ اپنے جسم کو رگڑ رگڑ کر ویریہ کو ضائع کر رہا ہے۔ اور نہایت ہی گندہ اور ناپاک بنتا چلا جاتا ہے۔ دوسری طرف سوسائٹی ایسے انسان کو جھاڑتی ہے۔ کہ ارے

CC-0. Prof. Satya Vrat Shastri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بڈھے اگر تو سترہ بہترہ ہو کر بھی جتندری نہیں رہ سکتا۔ تو آ تیرا کسی تیرے جیسی بڈھی کے ساتھ گٹھ جوڑا کر دیا جاوے۔ پہلی تصویر امرسنگھ کی ہے۔ دوسری نیوگ کی۔ دیورتن مجھے بتائے۔ کہ دونوں میں سے بدمعاشی کی تصویر کونسی ہے۔ پہلی یا دوسری؟

آٹھواں فقرہ

آگے دیورتن نے یہ شرمناک جھوٹ لکھا ہے۔ کہ میں نے اُس کو یہ کہا تھا۔ کہ میں آریہ سماج کے اصولوں کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتا۔ منشی رام جی سے پوچھ کر بتاؤنگا وغیرہ۔ دیورتن نے یہ ایسا شرمناک جھوٹ بولا ہے۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ میری اس کے ساتھ اس قسم کی کوئی بات چیت کبھی بھی نہیں ہوئی۔ آگے دیورتن نے مجھ پر بھروساکشی وغیرہ کے چند الزامات لگائے ہیں۔ جو یا تو اُس کی بدنیتی کو ظاہر کر رہے ہیں۔ یا اُس کے پاگل پن کو۔ اس بھروساکشی کو دیورتن نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "انہوں نے دیوسماج کے ایک سابق ممبر کی پرائیویٹ ڈائریاں چھاپ کر اور پھر اس شخص کا نام پبلک میں مشتہر کر کے اُس کو سخت بدنام کرنے کے متعلق کی ہے"۔ دیورتن کا یہ بیان کہ میں نے اس شخص کا نام پبلک کیا۔ صریحاً دھوکہ دہی اور شرمناک جھوٹ بیانی ہے۔ حالانکہ "ستیارتھ پرکاش" میں جہاں امرسنگھ وغیرہ سب کا نام بتایا گیا ہے۔ وہاں ڈائری والے شخص کا نام کہیں بھی ظاہر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ میرا اس شخص سے اقرار تھا۔ کہ میں تمہارا نام ہرگز ظاہر نہیں کرونگا۔ چنانچہ میں نے اپنی تمام تحریروں میں اب تک کبھی کہیں صاف لفظوں میں یہ ظاہر نہیں کیا۔ کہ یہ ڈائری کس کی ہے۔ پس دیورتن کا یہ لکھنا کہ میں نے اس شخص کا نام پبلک میں مشتہر کر کے اُس کو سخت بدنام قطعی جھوٹ ہے۔ میں پبلک کو اب بھی صاف لفظوں میں یہ بتانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کہ یہ ڈائری کس کی ہے۔ صرف اتنا ہی کہتا ہوں۔ کہ یہ [illegible] دیوگورو کے ایک عقیدت مند بھگت کی ہے۔ چونکہ میرا ادعا اس شخص کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنا نہیں ہے۔ بلکہ دیو سماج کے اس دعوے کو توڑنا ہے۔ کہ اس کا ادنے سے ادنے سیوک بھی اُن پاپوں سے بچا ہوا ہے۔ جو کہ رشی منی کرتے تھے۔ بنا بریں ان کے ایک ادنے سے ادنے سیوک کی حالت اس ڈائری کے ذریعہ اور ایک اعلے سے اعلے سیوک امر سنگھ کی حالت اس کے خط کے ذریعہ ظاہر کی گئی۔ اور ان کا دعوے جہنم رسید ہو گیا۔ ورنہ میں نہ امر سنگھ کو بدنام کرنا چاہتا ہوں نہ کسی دوسرے دیوگورو بھگت کو۔ آگے چل کر دیورتن نے میری بد دیانتی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ بد دیانتی کیا؟ وہ میرا استعفا! چنانچہ دیورتن لکھتا ہے "اُنہوں نے استعفا خود بخود نہیں دیا تھا۔ بلکہ ان سے طلب کیا گیا تھا۔ یعنی ان کی بعض نالائق حرکات سے تنبیہ کر کے یا تو ان کے لئے کافی پریشودہ کرنے یا سماج کی ممبری سے علیحدہ ہونے کے لئے کہا گیا تھا۔ جس پر اُنہوں نے استعفا دیا تھا۔" ناظرین! ذرا اس خارِ بے الف کی منطق کو دیکھئے۔ دو ہی فقروں کے اندر کس قدر دُم جھاڑی ہے۔ پہلے لکھتا ہے۔ کہ انہوں نے استعفا خود بخود نہیں دیا تھا۔ پھر لکھتا ہے۔ کہ اُنہوں نے یہ استعفا دے دیا تھا۔ یہ بھی اس شخص کا صریحاً جھوٹ ہے۔ کہ مجھ سے استعفا طلب کیا گیا تھا۔ کیونکہ اول تو دیو سماج میں کسی سے استعفا طلب کرنے کا قاعدہ نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی استعفا دے بھی۔ تو اُس کو بھی یہی لکھ دیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے تو تم کو پہلے ہی خارج کر دیا تھا۔ لیکن بفرض محال اگر میں یہ بھی تسلیم کر لوں۔ کہ مجھ سے استعفا طلب کیا گیا۔ تو بھی اس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ میں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا تھا۔ کہ جس کی پاداش میں مجھے سیوکی سے علیحدہ کیا جا سکتا۔ کیونکہ اگر اس قسم کا کوئی جرم ہوتا۔ تو مجھ سے استعفا ہرگز نہ طلب کیا جاتا۔ بلکہ بلا میرے پوچھے خارج کر دیا جاتا۔ اب رہا دیورتن کا یہ لکھنا کہ مجھے بعض نالائق حرکات پر تنبیہ کی گئی وغیرہ۔ یہ بھی صریحاً جھوٹ ہے۔ کیونکہ اول تو مجھے اس قسم کی کوئی تنبیہ نہیں کی گئی۔ کہ تم یہ مان لو۔ ورنہ سیوکی سے خارج کئے جاؤ گے۔ بفرض محال اگر میں مان بھی لوں۔ کہ کوئی حرکات تھیں۔ تو اس کا فیصلہ کون کر سکتا ہے کہ وہ درحقیقت نالائق تھیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ تم خود ہی نالائق تھے۔ بنا بریں میں نے تمہارے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسے نالائقوں کے ساتھ رہنا جو آج کچھ کہتے ہیں اور کل کچھ مناسب نہ سمجھا چنانچہ
تمہاری نالائقی کا میں نے استعفا میں صاف ذکر کیا ہے۔ بہرکیف تم یہ کبھی نہیں
کہہ سکتے۔ کہ تم نے مجھے خارج کیا۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں نے تمہاری دُمچی پر
چھی رسید کر کے تم کو اپنے آگے سے ہانک دیا۔ کیونکہ تمہاری کرتوتیں میری سمجھ میں
نہیں آتی تھیں۔ اس وقت تو مجھے اکثر یہ شبہ ہو جاتا تھا کہ شاید میری آنکھیں
غلطی کرتی ہوں۔ یا میرے دل اور دماغ کا قصور ہو۔ لیکن مجھے یہ شبہ نہیں رہا۔
بلکہ تم درحقیقت اس وقت بھی بدکار تھے۔ اور اب بھی بدکار ہو۔ صرف فرق اتنا
ہے۔ کہ اُس وقت میں گورکھ بھگتی کے ایسے گہرے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا۔ جہاں انسان
کو گورو کی بدکاریاں بھی نیکیاں نظر آتی ہیں۔ لیکن اب میں بدکاری کو بدکاری
سمجھتا ہوں۔ اور پاکھنڈ کو پاکھنڈ۔ اور یہ کوئی بددیانتی نہیں ہے۔ دیورتن نے
آگے یہ لکھا ہے۔ کہ میں نے جو استعفا میں درج کردہ کتابوں کو زرخرید لکھا ہے۔ وہ
میرا جھوٹ ہے۔ مگر یہ دیورتن کا ہی جھوٹ ہے۔ حالانکہ وہ خود مانتا ہے۔ کہ
جیون پتھ کی ۱۹ کاپیاں میری زرخرید تھیں۔ اسی طرح دیگر کتابیں بھی میری زرخرید
تھیں۔ باقی رہا بھجنوں کی کاپیاں یا اپدیشوں کی نقل اُس کے متعلق دیورتن کا
خریداری یا نہ خریداری کے متعلق جھگڑا کرنا اس کی احمقانہ بات ہے۔ جن کتابوں
کے متعلق دیورتن نے یہ لکھا ہے۔ کہ وہ ان دنوں میں فروخت نہیں ہوتی تھیں۔ یہ
بھی اس کا جھوٹ ہے۔ کیونکہ ان کتابوں کی یا اس قسم کی دوسری کتابوں کی بکری
بکری بند تھی۔ نہ کہ پرائیویٹ۔ جیسا کہ دیو سماج کی بعض کتابوں کا اب تک بھی یہی
حال ہے۔ آگے چل کر دیورتن نے اس تلوار والی کتھا کا جواب دینے کی کوشش کی
ہے۔ جس میں ان کو قطعی ناکامیابی ہوئی ہے۔ اس کا جواب آسمانی گولہ میں دیا
جا چکا۔ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد دیورتن نے ڈائری کے گھڑنت
ہونے پر کچھ لکھا ہے۔ اس کا جواب میں مئی ۱۹۰۸ء کے اندر کے پرچہ میں دے
چکا ہوں۔ دُہرانے کی ضرورت نہیں۔ آگے چل کر دیورتن نے اس بات کی تردید
کی ہے۔ کہ وہ تناسخ کی تردید والے ڈرامے میں میری بیوی نہیں بنا تھا۔ ہائے
تاثرین! میں لٹ گیا۔ ہائے میرا گھر اُجڑ گیا۔ کہ آج میری پرانی بیوی نے مجھے اپنا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاوند ماننے سے انکار کر دیا۔ ہائے کمبخت دیورتن! کیا میں نے تجھے اس لئے لہنگہ پہنایا تھا۔ کیا میں نے تجھے اس لئے گھنگرو پہنائے تھے۔ کیا میں نے تیرے سر پر اس لئے سرخ اوڑھنی دی تھی۔ کیا میں نے دیوگورو کے سامنے تجھے اس لئے اپنی بیوی بنایا تھا۔ کہ تو کسی دن مجھے جواب دے دیگا۔ ہائے بیوفا! جب لہنگہ یاد آتا ہے۔ تو تیری یاد کھاتی ہے۔ ناظرین! یہ محض ڈراما کی بات تھی۔ ورنہ اگر میرا تعلق درحقیقت دیورتن کے ساتھ وہی ہوتا۔ جس کی یہ ڈراما نقل تھا۔ تو میں اور دیورتن دونوں ہی خلاف وضع فطری کے جرم میں اس وقت جیل خانے میں ہوتے مگر دیورتن اس نقل سے بھی انکار کرتا ہے۔ یہ محض اس کا کورا جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔ کہ وہ کبھی میری بیوی نہیں بنا تھا۔ حالانکہ ایک دوسرے ڈراما میں دیوگورو کے سامنے دیورتن کی عورت مردانہ کپڑے پہنکر مولوی محمد فاضل بنی تھی۔ اس وقت کے ڈراموں میں ایک معمولی بات تھے۔ جو کہ دیوگورو کے ہنسانے کے لئے کئے جاتے تھے۔ چنانچہ بعض کا ذکر جیون پتھ میں بھی موجود ہے۔ جھوٹ بول دینا یا دھوکہ دیدینا تو دیورتن کے لئے ایک معمولی سی بات ہے۔ اس لئے اب اگر وہ ایک امر واقعہ سے انکار کرتا ہے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ دیورتن نے انگوٹھی والا جھگڑا پیش کر کے کئی صفحے سیاہ کئے ہیں۔ حالانکہ جس شخص نے مجھے یہ رپورٹ دی تھی۔ میں نے اس رپورٹ کو آسمانی گولہ میں درج کرتے وقت اس کے سچا یا جھوٹے ہونے پر قطعی لاعلمی ظاہر کی ہے۔ نہ کہ یہ لکھا ہے کہ وہ رپورٹ قطعی ٹھیک تھی۔ جب میں نے خود اس بات کو سچ نہیں مانا۔ تو دیورتن کا اس پر صفحہ سیاہ کرنا فضول تھا۔ آگے چل کر دیورتن نے یہ لکھا ہے۔ کہ میں نے جو سکول کے مینجر یا ہیڈ ماسٹر کو غلط رپورٹیں کرنے والا لکھا ہے۔ یا سکول میں غریبوں اور امیروں کے لڑکوں میں امتیاز کرنے کا الزام لگایا ہے۔ یا سکول میں لڑکوں کی بدچلنیوں کا ذکر کیا ہے۔ یا لڑکے لڑکیوں کی شکایتوں کا ذکر کیا ہے۔ یا فیس کے رجسٹروں کی شکایت کی ہے۔ یا جمعیت سنگھ کا اردگرد کے گاؤں سے روپیہ وصول کرنیکا ذکر کیا ہے۔ وہ سب جھوٹ ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ دیورتن کا جھوٹ ہے۔ کہ وہ ان باتوں سے انکار کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں معمولی سمجھی جاتی تھیں۔ اور سکول میں جس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قسم کی بے ایمانیاں جائز رکھی جاتی تھیں۔ وہ ایسی نہیں تھیں۔ کہ سکول کو زیادہ عرصہ تک قائم رکھ سکتیں۔ چنانچہ آخر سکول جہنم رسید ہوگیا۔ خیر اس وقت نہ ہوا سہی اب سہی۔ پاپ کی پیڑی آخر کار بھر کر ڈوبا کرتی ہے۔ اور وہ آخر ڈوب گئی۔ اب جب سکول ہی نہ رہا۔ بلکہ وہ معمولی ترکھان خانہ ہوگیا۔ تو اب اُس کے متعلق کیا ذکر کرنا ہے۔ افسوس ابھی تین ماہ پہلے میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ میں اس سکول میں جاؤنگا۔ مگر میرے وہاں جانے سے پہلے ہی سکول کا خاتمہ ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اسی طرح دیورتن نے آگے چل کر اُن کنجریوں کے بارے میں لکھا ہے جن کا ذکر میں نے آسمانی گولہ میں کیا ہے۔ دیورتن نے تسلیم کیا ہے۔ کہ بے شک ان کے آشرم میں کنجری رہتی تھی۔ اسی طرح دیو سماج کا ایک اپدیشک کنجری کے ہاں جایا کرتا تھا گو بظاہر وہ اُس کو اپدیش کرتا تھا۔ لیکن جب ہم دیو سماج کے بوڑھے سے بوڑھے آدمیوں کو بھی شہوت کا غلام پاتے ہیں۔ تو ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ اپدیش کس کا کارگر ہوتا ہوگا۔ دیو سماجی کا کنجری پر یا کنجری کا دیو سماجی پر۔ آگے چل کر دیورتن نے تقریباً پچیس صفحہ اس بات میں سیاہ کئے ہیں کہ اگنی اور آسمانی گولہ میں یہ فقرہ ایسا ہے یہ ویسا۔ میری یہ دونوں کتابیں پبلک کے پاس ہیں۔ اس لئے اُن کے فقرات یا طرز تحریر کے بارے میں مجھے چنداں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہے دیورتن کی کتاب کے دوسرے حصہ کا جواب۔ اور یہ آٹھ فقرے ہیں۔ دیورتن کی کل کتاب کا جواب۔ بتاؤ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے کیا اس سے وہ داغ دھل گئے۔ جو کہ امر سنگھ جیسے بڈھوں نے اپنی سفید داڑھیوں پر لگا رکھے ہیں۔ کیا اس سے ان اقدام قتل کے جرموں کی تلافی ہوگئی۔ جو کہ دیو سماج کے بھگتوں میں پائے گئے۔ کیا اس سے اُن شرمناک کارروائیوں کی تلافی ہوگئی۔ جو کہ اُن کے بسکٹ چور۔ مجلوق بھگت کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر ہوا تو کیا۔ دیورتن نے یہ کتاب کیوں لکھی۔ محض انتقام کی سپرٹ سے متحرک ہو کر کہ چونکہ دھرم پال نے ہم کو پبلک کی نظر میں گرایا ہے اس لئے اگر ہم بھی اس کو پبلک کی نظر میں گرا دیں تو کام بن جائیگا۔ آہ! اگر اہ دیورتن! تیری یہ کیسی غلط۔ میں پبلک لائف کا شائق نہیں ہوں۔ لیکن تیری جھوٹ بیانیوں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شرمناک دھوکہ بازیوں پر مجھے افسوس آتا ہے۔ یقیناً اس قسم کی کوئی بھی چال میری پبلک لائف پر دھبا نہیں لگا سکتی۔ اگر بفرض محال میں یہ فرض بھی کر لوں۔ کہ میں نے لغزش کھائی یا کسی قسم کی غلط بیانی کی ہے۔ تو بتاؤ۔ میں نے کب یہ دعوے کیا ہے کہ میں ہر ایک انسانی کمزوری سے پاک ہوں۔ امرسنگھ جیسے بڈھے شہوت کے بھوت کے سوار ہو جانے پر کس قسم کی سیاہ کاری کرتے نہیں پائے جاتے۔ ہاں دیوگورو جیسے خود پسندی۔ خود ستائی اور دھوکہ دہی کے دلدادہ انسان بھی کس کس قسم کی شرمناک بازیاں کرتے نہیں دیکھے جاتے۔ اگر میں کہیں لغزش کھا جاؤں۔ تو تعجب کی بات کونسی ہے۔ مگر دیورتن! تم نے اس تمام کہانی میں اگر کچھ داغ میرے ماتھے پر لگانے کی کوشش کی ہے۔ تو صرف یہ کہ میں جھوٹا۔ منتقم۔ محسن کش۔ کپٹی دھوکہ باز ہوں۔ لیکن تیرا یہ بیان بھی قطعی جھوٹ ہے۔ بلکہ اگر سچ پوچھتے ہو۔ تو ان الزامات کا ملزم دیوگورو ہے۔ نہ کہ میں۔ دیوگورو کی بچپن کی شرمناک اور گردن زدنی کرتوتوں میں سے چند ایک کا نمونہ میں دکھا آیا ہوں۔ اب اس کی وہ کرتوتیں بھی دیکھ لو۔ جو کہ اُس نے نیچر کا لاثانی ظہور ہو کر کیں۔ دیوگورو بھگوان نے انتقام کے بس ہو کر سردار چند اسنگھ وکیل فیروزپور پر ایک جھوٹا اور فرضی مقدمہ بنایا۔ جو کہ آخر کار خارج ہو گیا۔ اس مقدمہ کا فیصلہ مجسٹریٹ نے جو کچھ کیا اس کے چند فقرات یہ ہیں:۔

"تین گواہان سے ملزم (چند اسنگھ) کے بیان کی تصدیق اور مستغیث (دیوگورو بھگوان) کی کہانی کی تردید ہوتی ہے۔ اگر اس مقدمہ میں مستغیث (دیوگورو) کا چال چلن شک سے بری بھی ہوتا۔ تب بھی ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے۔ کہ کیوں ملزم کے گواہان کو اسی قدر اعتبار کا استحقاق نہ دیا جاوے جیسا کہ مستغیث کے گواہان کو۔ لیکن چند ایک حالات جو مرقوم ہوتے ہیں ایسے ہیں جو مستغیث (دیوگورو) کی کہانی کو غیر معتبر ظاہر کرتے ہیں۔ ..... مستغیث نے ایک اور مقدمہ بھی ازالہ حیثیت عرفی کا ملزم پر عدالت ضلع میں دائر کیا ہوا ہے۔ جو کہ اس موقع سے پیدا ہوا ہے۔ اس نے اپنا استغاثہ ۱۳ دسمبر کو دائر کیا۔ اور وارنٹ جاری کرنے کے لئے بہت زور دیا جس سے کہ انکار کیا گیا۔ جیسا کہ ہونا چاہیئے تھا۔ اس نے استغاثہ ہذا دوسرے روز عدالت ہذا میں دائر کر دیا۔ اور پھر بھی اجرائے وارنٹ کے لئے زور دیا۔ وہ نہیں بیان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرسکتا۔ کہ اُس نے مقدمہ کے کیوں دو استغاثہ اور دو مختلف تاریخوں پر دائر کئے۔ اور نہ اس بات کی بھی کوئی وجہ بتا سکتا ہے کہ اس نے اپنے پہلے استغاثہ میں ان الفاظ کا ذکر کیوں نہ کیا۔ جو کہ وہ اب بیان کرتا ہے۔ کہ اُس کی نسبت کہے گئے۔ ..... ان باتوں پر غور کرکے ہمیں اس بات کے نتیجہ نکالنے میں کچھ بھی احتمال نہیں رہتا کہ نہ صرف وہ اپنے دعوے کے ثابت کرنے میں ناکامیاب رہا ہے بلکہ موجودہ کارروائی پرلے درجہ کی بے بنیاد ہے اور تکلیف دہ ہے اور کبھی اس کا ذکر بھی نہ ہوتا اگر دوسری عدالت ۱۳ دسمبر کو وارنٹ جاری کرنیکی اجازت دیدیتی۔ ہم ملزم کو بری کرتے ہیں۔ ۱۹ فروری ۱۸۹۴ء دستخط جی ایچ والٹن صاحب بہادر" ۔ اب اس فیصلہ سے صاف ظاہر ہے کہ دیوگورو نے ایک جھوٹا مقدمہ کھڑا کیا اور انتقام کی نیت سے سردار چند اسنگھ کے نام وارنٹ جاری کرانا چاہا اور خود دیوگورو کے چال چلن کو مجسٹریٹ نے بھی شکیہ تسلیم کیا ہے اور دیوگورو کی یہ تمام کارروائی قطعی بے بنیاد تھی۔ گویا ایک قسم کی دھوکہ دہی اور بے ایمانی تھی۔ جو کہ ایک قابل افسوس اور رنج دہ بات ہے ان میں مقدموں میں جو کہ سردار چند اسنگھ صاحب کے برخلاف دیوگورو نے کئے تھے ایک مقدمہ میں دیوگورو بھگوان خود ہی مجرم نکلا اور عدالت کی طرف سے اس جرم کی سزا میں اُس کو پچاس روپیہ جرمانہ ہوا جو کہ اپیل وغیرہ کرنے پر بھی بحال رہا۔ ناظرین! آپ غور کریں۔ کہ جو پاکھنڈی انسان انتقام کے بس ہوکر بے گناہوں پر جھوٹے مقدمہ چلایا چلوا سکتا ہے اور جس کا اپنا چال چلن شکیہ ہے اور جو عدالت کی نگاہ میں مجرم۔ جھوٹا اور منتقم ثابت ہو چکا ہو وہ اور اس کے چیلے چانٹے مجھ جیسے غریب۔ نادار۔ بیکس۔ نردھن پر جس قسم کے ظلم کریں تھوڑے ہیں اور جس قسم الزام لگائیں کم ہیں۔ لیکن حقیقت وہی ہے جو میں جا بجا ظاہر کر چکا ہوں۔ یا خدائی بمب میں ظاہر کرونگا۔ سمرتی کاروں نے لکھا ہے کہ زناکاروں کو زندہ آگ میں جلا دو۔ میں دیکھا ڈونگا کہ یہی دیورتن اور اس کے ساتھی پاکھنڈی جو آج اچھل اچھل کر میرے مقابلہ پر آرہے ہیں آیا زندہ آگ میں جلا دئے جانے کے لائق ہیں یا نہیں۔ مگر ذرا ٹھیرو اور خدائی بمب کی انتظاری کرو دنیا دیکھیگی۔ کہ فتح خدا پرستی کی ہوتی ہے یا مردم پرستی کی۔ میدان سدا چاریوں کے ہاتھ میں رہتا ہے یا بدکاروں زناکاروں کے ہاتھ میں ٹھیرو۔ ٹھیرو۔ اور انتظاری کرو۔

پبلک کا خیر خواہ

دھرم پال

لاہور

۱۴ مئی ۱۹۰۸ء

اخبار ہمکار دی لاہور جس میں یہ مضمون چھپا تھا اور جس کے ایڈیٹر کو اس مضمون کی وجہ سے قید کی سزا ہوئی تھی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اونٹ لدرہا ہے

دیکھنا دیکھنا۔ سامنے اونٹ لدرہا ہے۔ ایک بورا دائیں طرف اور ایک بورا بائیں طرف کس دیا گیا ہے۔ اونٹ بیچارہ گلا پھاڑ پھاڑ کر شور مچا رہا ہے۔ چاہتا ہے۔ کہ بورے پھینک کر بھاگ جائے۔ مگر کیا کرے۔ بے بس ہے۔ گھٹنا بندھا ہے بھاگ نہیں سکتا۔ ٹھیک یہی حالت دیوگورو اور اُس کے پنڈوں کی ہے۔ مدت سے گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ لوگ خدا۔ خدا پرستی۔ آریہ سماج۔ سوامی دیانند اور ویدوں وغیرہ کو گالیاں دیتے چلے آتے تھے اور خدا پرست چپ چاپ ان کے شترغوغا کو سنتے جاتے تھے۔ کہ اتنے میں اس لدواونٹ نے اندر کے ساتھ پیٹھ رگڑنی چاہی۔ اِندر نے لگتے ہاتھ آناً فاناً اس کے دائیں طرف "اگنی" کا بورا کس دیا۔ اب تو یہ لگا شور مچانے اور بھاگا عدالت میں۔ کہ دیکھو ظالم ساربان ہمیں ناحق ستاتا ہے۔ عدالت نے اس کی نکیل پکڑ کر چپراسیوں کو حکم دیا۔ کہ نکال دو اس کو باہر۔ یہ اُس کا اور ساربان کا جھگڑا ہے۔ ہماری عدالت میں کیوں آیا ہے۔ چنانچہ جب عدالت نے اس کے ساتھ ایسا عمدہ سلوک کیا۔ تو اس لدواونٹ نے اِندر کے ساتھ پھر پیٹھ رگڑی۔ اِندر نے لگتے ہاتھ دوسرا بورا بشکل "آسمانی گولہ" اس کے بائیں طرف کس دیا۔ مگر اس کو پھر بھی چین نہ آیا۔ اور تیسری بار اِندر کے ساتھ پھر پیٹھ رگڑی۔ اب کے اندر نے ایک تیسرا بورا اُس کی پیٹھ پر کس دیا۔ اور اس کا گھٹنا کھول دیا۔ اب یہ لدواونٹ گردن اٹھا کر بھاگا جا رہا ہے۔ اور پیچھا مڑ کر بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ اے ناظرین! آپ شاید خیال کرینگے۔ کہ میں نے ان لوگوں کو اونٹ لکھکر تہذیب کی حد سے باہر قدم رکھ دیا ہے نہیں نہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ برعکس اس کے آپ یہ سنکر حیران ہونگے کہ ان لوگوں نے اپنے ۱۵۔ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار میں مجھے صاف لفظوں میں "گنڈا" اور لچا لکھا ہے۔ ناظرین! اس بات کا فیصلہ کرنا کہ آیا گنڈا وہ ہے۔ جو گنڈوں کی بد معاشیوں کو طشت از بام کرے یا وہ جو ایسی بدمعاشیاں کرتے ہوں۔ آپ پر منحصر ہے دیوسماج کے متعلق میری تمام تحریریں آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں۔ آپ اندازہ لگالیں کہ گنڈا کون ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ انہوں نے مجھے ایسے سخت الفاظ میں کیوں یاد کیا۔ اس کی وجہ مئی ۱۹۰۸ء کا اِندر ہے۔ میں نے اس پرچہ میں جہاں ان لوگوں کی اول درجہ کی دھوکہ بازی اور شرمناک غلط بیانیوں پر ان کو چیلنج دئے

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Digitized by eGangotri

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دئے تھے کہ تم ان کو ثابت کرو۔ وہاں ساتھ ہی اُن سے چند ایک دیگر ضروری سوالات بھی کئے تھے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ میرے چیلنج ایسے تھے۔ کہ اگر یہ لوگ اُن میں سے ایک کا بھی جواب دیدیتے۔ تو مجھے یا تو آگ میں جلنا پڑتا۔ یا اپنا ہاتھ کٹوانا پڑتا۔ یا اپنی تمام تحریروں کو جلا دینا پڑتا یا ہند وستان کو ہمیشہ کے لئے چھوڑنا پڑتا۔ ان چیلنجوں کا جواب دینا بچوں کا کھیل نہیں تھا۔ نہ ہی میرے سوالات ایسے تھے۔ کہ جن کا پاکھنڈی لوگ جواب دے سکتے۔ بنا بریں جل بھُن کر انہوں نے یہ کہہ مارا کہ ہم ایسے گُنڈوں اور بچوں کی کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتے اور نہیں دینگے۔ پس صاف معلوم ہوگیا۔ کہ انہوں نے اپنے دام افتادوں یا دیگر اصحاب کی نظروں میں جو شروع سے غلط بیانیاں کر کے دھول ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کس قدر ناپاک دھوکہ دہی تھی۔ کیونکہ اگر اس میں کچھ بھی سچائی ہوتی۔ تو وہ میرے چیلنجوں کا جواب ضرور دیتے چلئے ایک بات کا فیصلہ ہُوا۔ اب رہے سوالات۔ ان کی بھی سُن لیجئے۔ میں نے فروری کے پرچہ میں علاوہ دیگر سوالات کے ایک سوال ان کے سکول کے ٹوٹنے کے بارے میں کیا تھا۔ ان سوالات کا بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ صرف مہمل طریقہ پر اتنا کہا کہ ہمارے سکول کا یونیورسٹی کے ساتھ تعلق ہے لیکن اب دو ہی ماہ کے اندر ثابت ہوگیا۔ کہ یہ سب ان کی پوچا پاچی۔ حالانکہ اُن کا بانی سکول قطعی جہنم رسید ہوگیا ہے۔ اور وہ خود بھی اب اس کا اقبال کرتے ہیں اب بجائے اس کے کہ میرے سوالات کے جوابات شائع کر کے پبلک کو کوئی رائے قائم کرنے کا موقع دیتے۔ اُلٹا یہ مجھے گُنڈا کہتے ہیں۔ واہ رے خانہ بے الف! اگر ان سوالات کی بدولت میں گُنڈا قرار دیا گیا ہوں۔ تو یقیناً تمہارا گورو مجھ سے کئی بڑھکر گُنڈا بلکہ مہا گُنڈا ہے۔ کیونکہ چند سال پیشتر وہ اور اُس کے دام افتادہ ٹھیک اسی قسم کے سوالات آریہ سماج اور برہم سماج سے کیا کرتے تھے۔ پس اگر میں گُنڈا ہوں۔ تو اس گُنڈے پن کا بانی مبانی تمہارا دیو گورو ہے۔ کیونکہ یہ اُسی کی ایجاد ہے۔ مگر اہ انسانوں! اب بھی اپنی ٹیڑھی پولیسی کو چھوڑ دو۔ ورنہ تمہارا وہ باجا بجاؤنگا۔ کہ تم بغیر چابی کے سُر دینے لگو گے۔

دھرم پال

نوٹ۔ "لاہوری پاکھنڈی" فیصلہ کی وجہ سے اس میں بعض دیگر مضامین نہیں چھاپے جا سکے۔ ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۳

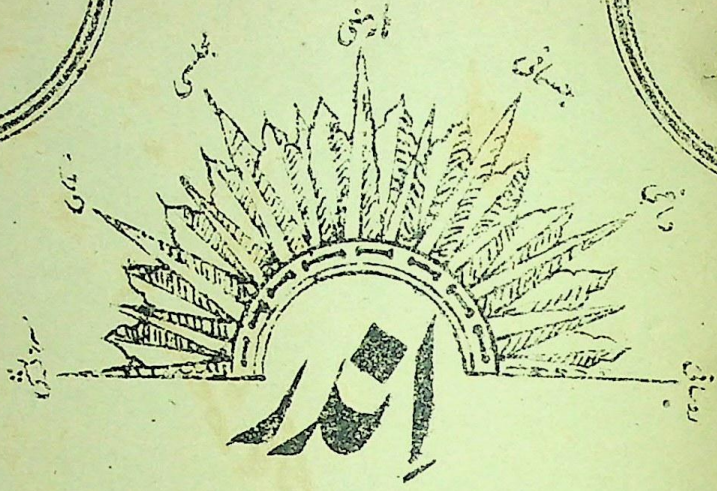

جلد سوم | جولائی سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۷

فہرست مضامین

۱- سداچار - از کیشب دیو شاستری - ۴۶۱

۲- قومی تعلیم - از ڈپٹی لال نگم دہلوی ۴۷۴

۳- رات کو دن کر دکھانا - از بابو شیوبرت لال ورمن ایم اے ۴۸۲

۴- برکھشوں میں جیو وچار .. ۴۹۱

۵- عورت اور اس کے استحقاق - از سادھو ۵۰۳

۶- ہندوستان کی مادی حالت از پیسہ اخبار ۵۱۰

۷- لازم ملزوم - از بابو شیوبرت لال ورمن ایم - اے ۵۱۴

ایڈیٹر - دھرم پال - بی - اے

لاہور

سالانہ قیمت ۳ - ممالک غیر ۸ - نمونہ کا پرچہ ۶

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر کے دس احکام

۱۔ فروری ۱۹۰۸ء سے اندر بجائے دس تاریخ کے ہر ماہ کی یکم کو شائع ہوتا ہے ناظرین اس تبدیلی کو نوٹ کر لیں ۔

۲۔ اندر نمونہ کی رسم کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ نمونہ کے شوقینوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مارچ سے اندر کا پرچہ بطور نمونہ کسی کو ۶ر کے ٹکٹ یا ۶ر کا وی پی آنے کے بغیر روانہ نہیں کیا جاتا۔ فیصلہ شدہ

۳۔ بعض اصحاب اس خیال پر وی پی واپس کر دیتے ہیں کہ جو پرچہ اُن کے مذاق مطابق نکلیگا ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لینگے آئندہ کے لئے اُن کے واسطے بھی وہی شرط ہے جو کہ نمونہ کے شوقینوں کے لئے ہے

۴۔ ہر ایک خط جس میں نمونہ طلب کیا گیا ہو۔ مگر شرط نمبر ۲ پوری نہ کی گئی ہو۔ بلا تامل چاک کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا فضول خط کوئی صاحب بھیجنے کی تکلیف نہ اٹھائیں ۔

۵۔ تبدیلیٔ پتہ کی اطلاع یا پرچہ کی گمشدگی کی شکایت کے ساتھ اگر چٹ کا نمبر نہ لکھا ہو تو سمجھو کہ وہ خط دفتر میں آنے کے ساتھ ہی چاک کر دیا جائیگا۔ اُسکی کوئی تعمیل نہیں ہوگی اور نہیں ہوتی

۶۔ پرچہ کی گمشدگی کی اطلاع اسی مہینہ میں آنی چاہیئے۔ اگر دوسرے یا تیسرے ماہ میں کی جاویگی۔ تو پرچہ کسی صورت میں بھی روانہ نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں فائل کو مکمل رکھنے والوں کو ۴ر کے حساب سے پرچہ مل سکتا ہے ۔

۷۔ ہر ایک وی پی جو واپس آتا ہے بلا تامل رجسٹر میں سے خارج کر دیا جاتا ہے یہ مطلق نہیں پوچھا جاتا کہ وی پی کیوں واپس کیا گیا۔ خواہ خریدار نے اپنی مرضی سے واپس کیا ہو یا ڈاکخانے والوں کی غلطی سے پرچہ فوراً بند کر دیا جاتا ہے تاوقتیکہ خریدار دوبارہ اجرا کی درخواست نہ کرے

۸۔ اندر کے دفتر کا انتظام مکمل ہے۔ تمام خطوط اور شکایتوں کی باقاعدہ تعمیل کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ تعمیل کی شرائط کے اندر ہوں ۔

۹۔ یہ ضروری نہیں کہ اندر کا ایڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کے ساتھ کلیتہً اتفاق رکھے یا باہر سے آئے ہوئے تمام مضامین کو اندر میں جگہ دے یا واپس کرے۔ تاوقتیکہ مضمون نگار مضمون کی واپسی کے محصول کا ذمہ دار نہ ہو ۔

۱۰۔ اندر ان قواعد کا پابند ہے باقاعدہ وقت پر نکلتا ہے۔ اُس کے ناظرین کو بھی اُن کے قواعد کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ فضول خط و کتابت میں کسی کا بھی ہرج نہ ہو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر

جولائی سنہ ۱۹۰۸ء

سداچار

(از شرمان کیشب دیو جی شاستری)

ہمیں اپنے جیون میں دولت۔ عزت اور صحت وغیرہ بہت سی باتوں کی آوشیکتا ہوتی ہے۔ لیکن ان تمام سے بڑھکر نیک اطوار یا سداچار کا ہونا ایک ایسا وصف ہے۔ جو سروپرکار سے سروویری مانا گیا ہے۔ منوجی نے سداچار کو پرم دھرم کہا ہے اور واستو میں جگت کے اندر انسانوں کو اپنے مقصد پر پہنچانے اور اونچے آدرش سے گرانے کے لئے سداچار اور دُراچار ہی کارن بنتے ہیں۔ انسان سماج یا سوسائٹی کے بنا رہ نہیں سکتا۔ لیکن مشاہدے سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسانوں میں باہمی رنج۔ بغض۔ کینہ۔ دشمنی اور کدورت کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ یہ کیوں؟ کیا انسان جنم سے کسی کا دشمن اور کسی کا دوست ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیا تمام دویش رکھنے والے یا مخالف ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جنہیں اُن کے مخالف ذاتی طور پر نقصان پہنچا چکتے ہیں۔ جواب ملتا ہے۔ نہیں۔ پھر کیا باعث ہے کہ انسان باہمی میل محبت اور یگانگت سے نہیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہتے۔ وسیع دائرہ کو محدود کر کے اگر ہم ایک جماعت کے چھوٹے سے دائرے کو بھی لیں۔ جہانکہ مختلف خاندانوں کے آدمی مختلف مقامات سے آکر بلحاظ خیالات کے ایک سوسائٹی کے سبھاسد بنے ہیں۔ تو بھی ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن میں باہمی اس قدر میل ملاپ نہیں۔ جتنا ہونا چاہئے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اُن کے خیالات اور اعمال میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ یونتو نہ کوئی کسی کا دوست ہے۔ اور نہ کوئی کسی کا دشمن۔ لیکن ویوہار سے دوست اور دُشمن بن جاتے ہیں ایک ہی قسم کے خیالات لیکر جب چند آدمی کسی سبھا میں پرویش کرتے ہیں اور اُن میں سے ایک آدمی برعکس اُن کی امیدوں کے سماج کے نیموں کو اپنے ویوہار سے اُلنگھن کرتا ہے۔ بس وہیں اُن کے درمیان ویمنسیہ یا بُرے خیالات اُٹھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن سماج کی بھلائی اسی میں ہے کہ سب مل کر پرسپر پریم پوروک رہیں۔ اس لئے پرانے زمانے سے جہاں کہیں اور جب کہیں سماج کے نیموں پر وچار ہؤا۔ وہاں ہی آچار اور ویوہار پر غور کیا گیا۔ ہاں یہ امر دیگر ہے۔ کہ جس کو امریکہ نواسی سداچار سمجھتے ہوں۔ اُنہیں جاپانی بدتہذیبی کا نشان سمجھیں دنیا میں چونکہ یہ خیالات مختلف وقتوں اور علٰحدہ علٰحدہ مرکزوں سے شروع ہوئے ہیں۔ اور اُن خیالات پر ہی صدیوں وچار ہوتا رہا ہے اس لئے ہر ملک کے لوگوں کے آچار میں ہم تفاوت دیکھتے ہیں۔ یہ آچار اور ویوہار جنہیں ہر ملک کے آدمی اپنے لئے سداچار سمجھتے ہیں۔ یکساں طور پر سارے کے سارے ٹھیک نہیں سمجھے جا سکتے۔ کیونکہ ان میں بعض باتیں ایسی ملینگی۔ جو ایک دوسرے کے عین مخالف ہیں۔ اس لئے ہم ان تمام سوسائٹیوں کے مفروضہ سداچار کو سداچار نہیں کہ سکتے۔ ہاں اگر ہمیں کہیں آورش سداچار کے خیالات ملیں۔ تو ہمارا فرض ہوگا۔ کہ اُن خیالات سے اختلاف رکھنے والی تمام باتوں کو ہم سداچار کے ورودھ سمجھکر چھوڑ دیں ٭

آورش سداچار۔ اس موقعہ پر ہمارے لئے آورش سداچار کا لکھشن کرنا کٹھن ہو جائیگا۔ اگر ہم وید کا آشرہ نہ لیں۔ پس اگر چند شبدوں میں ہم سے پوچھا جاوے کہ سداچار کسے کہتے ہیں۔ تو ہم کہینگے کہ "وید وہت آچار کو سداچار" کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ وید پرانی ماتر کی بھلائی اور منش ماتر کے کلیان کے لئے ہیں اور ان کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعلیم سارو بھومک یا عالمگیر ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ وید وہت سداچار بھی عالمگیر صداقتوں کو ساتھ لئے ہوئے ہو۔ یونتو ہر قوم اور ملک کے آدمیوں نے اپنے لئے جداگانہ سداچار کا معراج سمجھ رکھا ہے۔ مگر چونکہ ہمیں آدرش سداچار کا وچار کرنا ہے۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ آدرش سداچار پر ہم کسی قدر غور کریں عالمگیر صداقتوں کو ساتھ لئے ہوئے سداچار وہ ہو سکتا ہے۔ کہ

(۱) جو صحیح اور درست ہونے کے باعث ہمیشہ یکساں رہے +

(۲) جو تقریباً تمام قسم کے مفروضہ سداچاروں سے میل ملاپ رکھتا ہو۔ کیونکہ اُن کا مقصد ایک تھا اور ہے +

(۳) جو عالمگیر ہونے کے باعث عام فہم ہو۔ ان پڑھ سے ان پڑھ اُسے سمجھ سکے اور عالم سے عالم آدمیوں کے لئے تسلی بخش اور اطمینان دہ ہو اور جس کی خوبیوں کو تمام منش اور سماجیں تسلیم کر لیں +

(۴) جو اخلاق کا سب سے اعلےٰ معراج پیش کرے۔ اور

(۵) جو سماج یا سوسائٹی کے لحاظ سے کسی فرقے۔ جماعت اور قوم کے لئے مخصوص نہ ہو اور جس میں مقام یا دیش۔ غذا یا بود و باش کی کوئی اور کسی قسم کی قید نہ ہو +

پس اس قسم کی تمام شرائط کو پورا کرنے والا سداچار۔ وید وہت سداچار کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ویدک تعلیم کے لحاظ سے انسانی زندگی کے چار حصے ہیں۔ انہیں چار آشرم کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہر ایک آشرم میں انسان کو جداگانہ فرائض کے لئے تیاری کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے چاروں آشرموں کے لئے مختلف اور جداگانہ سداچار ہیں۔ ویدک دھرم او لمبھیوں کو چھوڑ کر باقی دیشوں اور سماجوں میں گرہستیوں کے لئے ہی سداچار کا معراج ہے۔ اس لئے ہم بھی اس مضمون میں صرف گرہست آشرم میں رہنے والوں کے سداچار کا ذکر کرینگے یوں تو آرش گرنتھوں میں بہت جگہ سداچار کا ورنن ہے۔ مگر چونکہ ہم اس مضمون پر اندولن کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ارادۃً اس مضمون میں ہم نے چرک سنگھتا کے آٹھویں ادھیائے کے ایک حصے کا ترجمہ کر دیا ہے۔ نیز اس وقت چونکہ ہمیں مصنف کے خیالات پیش کرنے ہی منظور ہیں۔ اس لئے بذاکم و کاست لفظی ترجمہ کو ہی کافی سمجھا گیا ہے۔ اگر اندر کے ناظرین

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے اس مضمون پر زیادہ وچار کرنا مناسب سمجھا۔ تو دیگر شاستروں کے پرمان زیادہ تفصیل میں پیش کئے جاوینگے۔ چرک سنگھتا میں جس سداچار یا سدبرت کا اپدیش بھگوان آترے نے اگنی دیش کے لئے کیا ہے وہ یہ ہے:۔

سداچار

دیوتا۔ گو۔ برہمن۔ گرو۔ بردھ۔ سدھ[1] اور آچاریہ کی سیوا کیا کرے۔ پراتا اور سائیگ کال اگنی ہوتر کیا کرے۔ مفید ادویات[2] کا استعمال کیا کرے۔ صبح اور شام سنان۔ آچمن اور سندھیوپاسن آدی کیا کرے۔ مل[3] کے نکلنے والے راستوں اور پاؤں کو ہر وقت اچھی طرح سے صاف ستھرا رکھا کرے۔ پندرہ[4] دن کے اندر تین بار بال مونچھیں۔ ڈاڑھی اور ناخنوں کو کٹوایا کرے۔ روزانہ صاف۔ ستھرے کپڑے پہنے اور خوشبودار پھولوں کی مالا کو دھارن کیا کرے۔ خوبصورت لباس پہنے۔ بالوں کو کنگھی و دارا صاف اور سندر بناوے۔ سر۔ کان۔ ناک اور پاؤں پر روزانہ تیل کی مالش کیا کرے۔ دھومپائی[5] استعمال کرے۔ ابھیاگت۔ قابل تعظیم اور قابل پرستش

---

[1] سدھ۔ بمعنی کامل یا عالم باعمل۔ یوگی ✦

[2] پرشت اوشدھ سے مراد ان ادویات سے ہے۔ کہ جن کے استعمال سے تندرست آدمی اپنے دماغی نشوونما اور جسمانی صحت کے قائم رکھنے میں سہولیت حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ ادویات کے استعمال سے دونو مطلب حل ہوتے ہیں۔ (۱) بیمار کو تندرست بنانا اور (۲) تندرست کو بیمار نہ ہونے دینا ✦

[3] مل آئیں۔ مل نکالنے کے سکل دوار۔ ناک۔ کان۔ آنکھ۔ مکھ وغیرہ۔ نو دروازے۔ اور بقیہ جلد بھر کے تمام پسینہ کے ذریعے میل خارج کرنے والے مسام کہ جن کی تعداد صرف ایک انچ بھر سطح میں ۲۸۰۰ تک پہنچتی ہے ✦

[4] پندرہ دن یا پکھش میں ۳ بار سے بعض آدمی پانچواں روز شمار کرتے ہیں لیکن یہاں ہفتہ سے مراد ہے۔ پہلے۔ آٹھویں۔ اور پندرھویں دن میں حجامت کراوے ✦

[5] دھومپائی Inhaler کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے سے حسب ضرورت مفید ادویات کا دھوم پھیپھڑے تک پہنچایا جاوے۔ اس کا تفصیل سے بیان ماتراشتی ادھیائے میں تحریر کیا گیا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اشخاص سے جب ملے تو پہلے خود اُن کے ساتھ سمبھاشن[۱] کرے۔ خندہ پیشانی رہا کرے۔ مصیبت زدہ انسانوں کی مصیبت کو مٹانے کا یتن کیا کرے۔ اگنی ہوتر[۲] آدی ہوم و یگیہ کرنیوالا ہو۔ اور دیش۔ کال و پاتر کو دیکھکر دان کیا کرے۔ چوک کے موقعہ پر نمسکار کرے۔ بھوت[۳] یگیہ دوارا بلی پردان کیا کرے۔ اتتھی[۴] کی سیوا کیا کرے۔ پتری یگیہ دوارا پنڈ پردان کیا کرے باموقعہ شیریں اور مفید مطلب کلام بولا کرے۔ جتیندریہ[۵]۔ اور دھرماتما بن کر رہے۔ لوگوں کی ودیا دھن اور دھرم میں رغبت دیکھکر رشک کیا کرے۔ لیکن ان لوگوں کے ودیا اور دھن وغیرہ کا حسد کبھی نہ کرے۔ ارتھات جن وسائل سے اُن لوگوں نے ودیا وغیرہ کو حاصل کیا ہے۔ وہ بھی انہی وسائل کا استعمال کرے۔ بُری چنتاؤں سے بری ہو۔ بے خوف۔ بدھیمان۔ لجاشیل۔ سنتوشاہ رکھنے والا کرم کُشل۔ کشماوان۔ دھارمک اور آستک ہو۔ جونش۔ نمرتا۔ بُدھی۔ ودیا سے سرشیٹ اور کلین ہوں اور جو عمر رسیدہ عالم باعمل اور ودیا دینے والے ہوں۔ اُن کی خدمت کیا کرے۔ گھومنے کے وقت سر پر چھاتا۔ ہاتھ میں لاٹھی۔ پاؤں میں جوتا ہو۔ اور

---

[۱] سمبھاشن بمعنی نیک اطوار سے گفتگو کرے۔ پہلے نمستے کرنے اور بولنے سے عزت کرنا مقصود ہے۔

[۲] ہوم سے مراد چاروں پرکار کے دروپہ سے اگنی ہوتر کیا کرے۔ اگنی ہوتر کا پہلے ذکر آچکا ہے۔ یہاں دوبارہ لکھنے سے مراد یہ ہے کہ رتو پکھش وغیرہ کے موقعہ پر ہون وغیرہ کیا کرے جیکہ یگیہ سے مراد سنسکاروں اور پترا ایشٹی وغیرہ یگیہ سے ہے۔

[۳] بھوت یگیہ میں جو چھ بلیاں روزانہ نکالی جاتی ہیں۔ اُن سے ہی بلی پردان کرنے کے متعلق یہاں اشارہ ہے۔ بھوجن کھانے سے پہلے شدھ ان میں سے نکالی ہوئی بلیوں کو ویدی شاستروکت ودھی سے دینے کا ٹھیک نیم ہو۔ تو نہ صرف کیٹ پتنگ بلکہ لاکھوں اپاہج اور محتاج روزانہ بھوجن پا سکتے ہیں۔

[۴] اتتھی سے مراد اس پرچارک۔ اُپدیشک یا سنیاسی سے ہے۔ جو لوگوں کے اُپکار کے لئے دھرم اپدیش دے۔ اور جس کے آنے کی کوئی اطلاع نہ ہو۔ بلکہ اچانک جا پہنچے۔ یا جو سنسار کے اُپکار کے لئے ہی کام کرنے والے ہوں۔

[۵] جیتندریہ۔ جس نے اپنے حواس خمسہ پر قابو پالیا ہو۔ اور جو اپنے جذبات کو فرائض کی سرانجام دہی میں مناسب طریق سے لگا سکے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاموش ہو کر سامنے چار ہاتھ کی دوری تک نظر رکھ کر چلا کرے۔ منگل آچار شیل ہووے ناپاک جگہ ہڈی کانٹوں۔ خراب بالوں۔ توش۔ کنکر۔ بھسم اور کپال کی جگہوں پر۔ سنان بھومی اور بلی دینے کے ستھان وغیرہ ان تمام جگہوں پر نہ جایا کرے ۔

تھک جانے سے پیشتر ہی ورزش کرنا چھوڑ دیوے۔ تمام پرانی ماتر کا متر بن کر رہے اور نیاے پوروک اُن سے ویوہار کرے۔ کرودھی سے دور رہنے والا۔ ڈرپوک اور بھیرو پرشوں کو حوصلہ یا وشواس دلانے والا اور غریبوں کو سہارا دینے والا ہو۔ ہمیشہ سچ بولے اور شانت سوبھاو والا ہو کر وچرے۔ شترو کی سخت کلامی کو برداشت کرے اپنی شخصیت سے دوسروں کے کرودھ کو دور کر دینے والا ہو۔ شانتی سے گنوں[1] پر غور کرنے والا اور راگ و دویش کے کارنوں کو نشٹ کرنے والا ہو۔ کبھی جھوٹ نہ بولے اور نہ کبھی دوسرے کے حق پر قبضہ کرے۔ غیر ستری کی ابھلاشا نہ کرے۔ نہ غیر کے مال و متاع کا خواہشمند ہو۔ کسی سے کدورت نہ رکھے۔ خود کوئی پاپ کرم نہ کرے اور نہ پاپ کرنے والے پاپی کے بدلے میں پاپ کرے۔ کسی کے دوشوں کا پرکاش یا عیب[2] جوئی نہ کرے اور بتلاوے اور نہ کسی کے[3] راز کو ظاہر کرے۔ ادھارمک۔ راج دروہی[4]۔ اُنمت پتت۔ بھرن[5] ہنتا کھشدر آشے۔ اور دُشٹ ویوہار رکھنے والوں سے میل ملاپ نہ رکھے خراب سواری پر آروہن نکرے۔ دو زانو اونچے اور سخت آسن پر نہ بیٹھے۔ بلا بچھونے[6]۔

---

[1] گنوں پر غور کرنے۔ دوسروں کے نیک اوصاف یاد کرنے سے پریم بڑھتا اور اپنا جیون اُن نیک اوصاف سے فیض پا سکتا ہے ۔

[2] عیب جوئی سے شترتا بڑھتی اور لابھ کی بجائے ہانی ادہک ہوتی ہے ۔

[3] راز ظاہر کر دینے سے غیر جانی دشمن بن جاتے ہیں اور اپنا راز بتلانا نیتی ورودھ ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ دولت کا کھویا جانا۔ من کا سنتاپ۔ گھر کے نقص۔ ٹھگے جانا۔ اور اپمان کو بُدھی مان کبھی دوسرے پر ظاہر نہ کرے ۔

[4] راجہ کا دشمن۔ ایسے آدمی کو پناہ دینے یا اُس سے ملنے جلنے سے اپنی زندگی بھی معرض خطر میں رہتی ہے ۔

[5] بھرن ہنتا۔ اسقاط حمل کرانے والا ۔

[6] گرہستی کے لئے نرم اور آرام دہ بسترے پر سونے کے لئے یہ ودھان ہے ۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملا صاف ستھری چادر۔ چھوٹی و تنگ اور اونچی نیچی چارپائی پر نہ سووے۔ پہاڑی۔ خطرناک۔ کنارہ والے مقام۔ بہت اونچی جگہ اور درختوں پر نہ چڑھے۔ تیز رفتار جل میں نہ تیرے۔ ندی کے کنارے والے درخت کے سایہ میں نہ بیٹھے۔ اگنی کے ڈھیر کے سامنے نہ جاوے۔ قہقہہ مار کر نہ ہنسے۔ اونچے آواز سے ادھو وایو کا تیاگ نہ کرے۔ ہاتھ وغیرہ سے منہ ڈھانپے بنا انگرائی۔ اوباسی۔ چھینک اور ہنسی کا پرکاش نہ کرے نہ ناک کو کریدے۔ نہ دانتوں کو کٹکٹائے۔ نہ ناخنوں کو بجاے اور نہ ہڈیوں کے جوڑوں کو دبائے۔ نہ زمین پر کھرچے۔ نہ تنکوں کو توڑے۔ نہ ڈھیلوں کو پھوڑے۔ اور نہ ہاتھ پاؤں کے ذریعے بُرے طریق سے انگوں کا بھنگ کرے۔ تیز جیوتی منڈل جلتی ہوئی اگنی جوالا۔ ناپاک اور امنگل جنک چیزوں کا بار بار درشن نکرے۔ لاش کو دیکھکر ہنکار نہ کرے۔ چیتہ[1]۔ پتاکا[2] (راج دھوجا) گرو قابل تعظیم اور چنڈال وغیرہ کے سایہ کا اُلنگھن نہ کرے چتشپتھ[3] باغیچہ۔ دیوآلہ۔ چیتہ ستھان۔ شمشان اور پھانسی کی جگہ پر رات کے وقت نہ جاوے نرجن[4] اکیلے مکان اور گھنے جنگل میں اکیلا پرویش نکرے پاپ آچرن شیل ستری۔ متر اور ملازم کا پری[5] تیاگ کردے۔ نیک آدمیوں کی مخالفت نہ کرے۔ دُرآچاری پرشوں کی صحبت نہ کرے۔ کٹل آدمی سے رُچی نہ رکھے۔

---

[1] چتیہ۔ برکھش کا نام ہے۔ جسے بیل کا پیڑ کہتے ہیں۔ بعض پیپل کا برکھش یا اشوتھ سے مراد لیتے ہیں۔ اس ایک خاص درخت کے سایہ کا کیوں الگھن نہ کرے۔ یہ امر غور طلب ہے ✦

[2] پتاکا سے مراد نریندر کی دھوجا سے ہے۔ ہرویش اور راجا کا علیحدہ علیحدہ جھنڈا ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ پراچین سمے میں اپنے جھنڈے یا اپنے راج سمبندھی دھوجا کی ویسی عزت تھی۔ جیسے آجکل مہذب دنیا کے لوگوں میں ہے۔ چنانچہ امریکہ میں پڑھنے سے پیشتر ہر طالبعلم کو سکول میں جاکر پہلے جھنڈے کا سنکار کرنا لازمی ہے ✦

[3] چُتر سے مراد ایسے ستھان سے ہے جہاں گاؤں یا شہر کے لوگ ایک دوسرے کو ملنے یا ویاکھیان آدی کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ گاؤں میں ایسے مقام کو دارے کہتے ہیں ✦

[4] خطرے سے بچنے کے لئے احتیاطاً ہدایت دی گئی ہے ✦

[5] پری تیاگ کردے۔ دُور کردے۔ اُس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھے ✦

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اناریہ[1] پرش کا سہارا نہ لیوے۔ کسی کے لئے بھے اُپتا دن نہ کرے۔ اتی ساہس اتی ندرا۔ دیر تک رات کو جاگنا۔ زیادہ دیر تک سنان کرنا۔ اور بے اعتدالی سے کھان پان کبھی نہ کرے۔ پاؤں کے بل بہت دیر تک نہ بیٹھے۔ خونخوار جانور۔ دانت اور سینگوں والے جنتوؤں کے نزدیک نہ جاوے۔ مشرق کی ہوا۔ برف اور اتی پرچنڈ وایو کا کبھی سیون نہ کرے۔ بے موقعہ کام کا آرمبھ نہ کرے۔ بلا توجہ اگنی سیون نہ کرے۔ انگیٹھی سے اور نیچے ہو کر یا نیچے آگ رکھ کر نہ سینکے۔ تھکاوٹ دور ہوئے بنا سنان نکرے۔ پہلے مُنہ اور سر پر جل ڈالے بنا سنان نہ کرے۔ ننگے ہو کر سنان نہ کرے۔ نہا کر اُسی پہنے ہوئے کپڑے سے منہ نہ پونچھے۔ بالوں کے اگر بھاگ کو توڑا نہ کرے۔ جس دھوتی یا چادر کو پہن کر سنان کیا ہے۔ نہانے کے بعد اُن گیلے کپڑوں کو نہ پہنے۔ نہا چکنے پر منی مُکتاوی[2] رتن یا آبھوشن۔ گھرت۔ پوجیہ[3] منگل وستوؤں اور پھولوں کو استعمال کئے بنا کہیں باہر نہ جاوے۔ پُوجیہ منگل وستوؤں کے بائیں جانب اور دوسری چیزوں کے دائیں جانب سے گزر کر نہ جاوے ✣

جب تک ہاتھ میں رتن دھارن نہ کئے ہوں۔ نہایا نہ ہو۔ لباس تبدیل نہ کیا ہو۔ منتروں کا جپ (سوادھیاے) نہ کیا ہو۔ جب تک اگنی ہوتر نہ کیا ہو۔ پتری یگیہ نہ کیا ہو۔ گورو۔ مہمان اور آشرت آدمیوں کی سیوا نکی ہو۔ چندن وغیرہ خوشبودار سگندھت وستووں سے جسم کو جب تک لیپ نہ کیا ہو۔ جب تک پُشپ مالا دھارن نکی ہو۔ جب تک ہاتھ۔ پاؤں اور منہ کو دھویا نہ ہو۔ اور آچمن سے منہ کو صاف نہ کر لیا ہو۔ اُتر مکھ کر کے من کو پرسن نہ کیا ہو۔ تب تک بھوجن نہ کھائے۔ ایسے ہی بھکتی ہین۔ بدتہذیب۔ غلیظ اور دُکھی ہوئے نوکر کا بنا ہوا کھانا نہ کھاوے۔ جب بھوجن بنانے کے برتن غلیظ ہوں۔ بھوجن پانے کا ستھان میلا۔ اور دلکش نہ ہو

[1] اناریہ پرشوں سے مراد اُن شخصوں سے ہے۔ جن میں آریوں کے سے گن نہ ہوں۔ لیکن بلحاظ جنم۔ رنگ۔ دیش اور مت کے چاہے کسی سے سمبندھ کیوں نہ رکھتے ہوں ✣

[2] آبھوشن۔ مثل ہاتھ کی انگوٹھی یا اور جسم کی زیبائش کی اشیائے ✣

[3] پوجیہ منگل وستوں سے بعض آدمی پوجا کا سامان سمجھتے ہیں۔ لیکن یہاں پوجیہ کے معنی قابل استعمال اوشدھ یا بھوجن کی وستو اور منگل کلیان کارک سُگندھی درویہ وغیرہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب کھانا کھانے کا مقررہ وقت گزر چکا ہو۔ تب بھی بھوجن نہ کرے۔ جب بھوجن کے اگر بھاگ سے اگنی میں بلی ندی ہو۔ اور وید وہت ریتی سے ان بل سے پرکھشالت نہ ہؤا ہو۔ جب منتروں دوارا ابھی منترت نہ کیا گیا ہو۔ تو بھی بھوجن نہ کھاوے۔ جب اَن کے لئے گھرنت شبدوں کا استعمال کیا گیا ہو۔ جب اَن خراب ہو گیا ہو۔ اور جب کوئی مخالف خیالات والا پرانی سامنے بیٹھا ہو۔ تو بھی بھوجن نہ کھائے۔ باسی اَن کا استعمال نہ کرے لیکن مانس[1]۔ آرورک وغیرہ سوکھا ساگ اور سوکھے پھل باسی بھی قابل استعمال ہوتے ہیں۔ پروسا ہؤا سارا ان نہ کھاوے۔ کچھ حصہ باقی رہنے دے۔ کنتو۔ دہی۔ مدھو۔ نمک۔ ستو اور گھرت تمام استعمال کر لیوے۔ رات کو دہی کا استعمال نہ کرے۔ چینی اور گھرت وغیرہ کی آمیزش کے بنا شُدھ ستوؤں کا استعمال نہ کرے رات کے وقت کھانا کھانے کے بعد اور بہت مقدار میں ستو استعمال نہ کرے۔ ایک دن میں دو بار ستو نہ کھائے۔ بیچ میں جل پی کر ستوؤں کا استعمال نہ کرے۔ منہ میں گراس ڈال کر جلدی جلدی نہ کھائے۔ ارتھات۔ خوب باریک پیس[2] کر کھاوے۔ جب

[1] آیوروید کے گرنتھوں میں جہاں اور چیزوں کے گُن ورنن کئے ہیں۔ وہاں ہر قسم کے مانس کا بیان بھی موجود ہے۔ اور جہاں منش ماتر کے روگوں کو دور کرنے کا ورنن ہے۔ وہاں جگت میں تمام ملنے اور استعمال کئے جانے والی اشیا کے قابل استعمال یا نہ قابل استعمال ہونے کا ذکر ہے۔ ساتھ ہی اُتم آچار والے پرشوں کے لئے بھوجن کی جو ودھی [illegible] سادھارن اور پتت آدمیوں کے بھوجن سے جدا بتلائی گئی ہے۔ چرک ہی میں جب مانس کا نشیدھ ہے۔ تو پھر یہاں کیوں ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہاں باسی چیزوں کا عام طور پر ذکر ہو رہا ہے۔ کونسی چیزیں باسی ہونے پر بھی استعمال ہو سکتی ہیں اور کون نہیں۔ لیکن یہاں مانس کھانے کی ودھی نہیں ہے۔

[2] جب منہ میں نوالہ کو خوب چبایا جاتا ہے تو سلائیوا کے ملنے سے اَن کا نشاستہ شوگر کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور منہ کے اندر ہی ہضم کرنے کا بہت سا کام حل ہو جاتا ہے لیکن اگر جلدی جلدی کھا لیا جاوے۔ تو باقی رس بھی بھوجن کے پکانے کا کام اچھی طرح نہیں کر سکینگے۔ پانچوں رسوں میں منہ کا تھوک یا سلائیوا بڑا ضروری حصہ ہے۔ اس لئے کم از کم ۳۰-۳۲ دفعہ چبا کر ایک گراس کھانا چاہئے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طبیعت ٹھیک نہ ہو۔ نہ چھینک لے۔ نہ کھاوے اور نہ دن کو سووے۔ جب مل موتر وغیرہ کی حاجت ہو۔ تو اُن سے لاپرواہ ہو کر اور کسی کام میں مشغول نہ ہو۔ وایو اگنی۔ جل۔ چندر۔ سُوریہ۔ دِوج اور گوروان کی طرف منہ کر کے تھوک وغیرہ غلاظت کو نہ پھینکے۔ اور مل موتر کا تیاگ نہ کرے۔ راستے پر لگھوشنکا نہ کرے۔ مُنشیوں کے بیٹھنے کی نشستگاہ۔ بھوجن پانے کے وقت اور جپ۔ ہوم۔ ادھین (پڑھنا) بلی پردان کے وقت اور منگل کریا (اُتسو کے سمے) کے وقت ناسکا سے شیش سنگھانک کا پرسراؤ (گرانا) نہ کرے۔ ستریوں[1] کا انادر نہ کرے۔ نہ ہی بہت وشواس[2] کرے۔ نہ انہیں خاص راز بتلاوے اور نہ انہیں سب ہی ادھیکار دے دے ✤

رجسولا[3]۔ پرور آدی روگ میں مبتلا۔ اپوترا۔ جو اُپ یکت نہ ہو۔ کروپ وتی۔ بُرا آچار رکھنے والی جو سرل ہردے والی نہ ہو۔ اکاما۔ انیہ کاما (دوسرے پرش کی کامنا کرنے والی) ستری کا گمن کبھی نہ کرے۔ پر ستری گمن نہ کرے۔

---

[1] ستریوں کا کبھی ترسکار نہ کرے۔ بلکہ ستکار اور آدر سے سب ویوہار کرے۔ کیونکہ اُن کے آنندت رہنے سے گرہست آشرم میں آنند۔ کلیان اور سمپتی کی سمجھاونا ہو سکتی ہے ✤

[2] بہت وشواس نہ کرے۔ یا راز نہ بتلانے کی وجہ یہ کہ خیالات کے محدود ہونے سے وہ اُن ذمہ واریوں کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتیں جو فطرتاً اور مقابلتاً پرش کا ہی حصہ ہیں ✤

[3] رجسولا۔ رتو کے چار ایام سے مراد ہے ✤

[4] اکاما۔ جس کو سنتان اُتپتی کی خواہش نہ ہو۔ یا جو سنسکار کے لئے رضامند نہ ہو حیوانات کے اندر بھی یہ اصول عملی صورت میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب تک مادہ کی خواہش نہ ہو۔ تو نر باوجود زبردست ہونے کے اُسے مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن انسانوں میں اس قدرتی قانون کی عام طور پر خلاف ورزی اور اُس کے بدنتائج دیکھے جاتے ہیں۔ واقعی یہ حق ستری جاتی کے لئے ہی محفوظ رکھا گیا ہے۔ کہ جب اُس کی اچھیا ہو۔ وہ دھرم پورک سنتان کی اُتپتی کے لئے خواہش کرے۔ لیکن پرش کو ہرگز واجب نہیں کہ اکاما ستری سے سنتان اُتپتی یا وشے بھوگ کے لئے چشیٹا کرے ✤

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

[1] پشو یونی اور [2] ایونی سے گمن نہ کرے۔ چیتہ اور چوک میں۔ گاؤں اور شہر کے باہر چتور ستھان میں باغ۔ مرگھٹ۔ جائے قتل۔ جل میں۔ اوشدھالے میں برہمن۔ گورو اور ودوان کے مکان پر۔ پراتا کال یا سانیگ کال ستری پرش سنسرگ نہ کریں۔ بے اعتدالی نہ کریں اور نہ ہی نندت تتھیوں[3] میں سنسرگ کریں۔ جب شدھ اور پوتر نہ ہو۔ جب واجی کرن آدی اوشدھ کا سیون نہ کیا ہو۔ جب پہلے سے من میں سنتان اُپتی کا سنکلپ نہ کیا ہو[4]۔ جب طبیعت بشاش نہ ہو۔ جب کچھ کھایا نہ ہو یا بہت کھا لیا ہو۔ جب ستھان وِشم (اونچا۔ نیچا) ہو۔ جب مل موتر وغیرہ کا ویگ اُپستھت ہو۔ اور جب بہت محنت۔ کسرت اور اُپواس سے شریر کلانت ہو تب ستری پرش سنسرگ نہ کریں۔ اور نہ ہی کھلے ستھان میں سنتان اُپتی کے لئے سنسکار کریں۔ نیک اور بزرگوں کے لئے متھیا اپواد نہ کرے۔ ناپاک جگہ پر اور اپوتر حالت میں ابھیچار[5] کریا۔ چیتہ[6] پُوجا اور پوجیہ یا قابل تعظیم پرشوں کا ستکار۔ اور

---

[1] پشو یونی سے مراد اُن بادہ جانوروں سے ہے۔ کہ جن سے بد تہذیب اور بد اخلاق آدمی اپنے حیوانی جذبات کی سیری کے لئے ان نیچرل کرائم کرتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں اس قسم کے بیسیوں واقعات آئے دن سُنائی دیتے ہیں۔ اور ایسے گرے ہوئے انسانوں کو تعزیرات کی رو سے کافی سزا دی جاتی ہے۔

[2] ایونی یعنی یونی رہت۔ ستری جاتی سے آنیتر۔ اس قسم کے دُرآچاری آدمی آجکل بھی کم نہیں۔ جو بچوں اور نوجوانوں کی زندگیوں کو ہمیشہ کے لئے تباہ کر دیتے ہیں۔ اور اخلاقاً ایک نہایت ہی مکروہ جرم کے مرتکب ہیں۔ مسجدوں کے ملاؤں اور مٹھوں کے مہنتوں و دیگر تعلیم و تدریس کے نیک فرائض کو بجالانے والوں میں عموماً ایسے پاپی پائے جاتے ہیں۔

[3] رجسولا ہو چکنے کے بعد پانچویں رات سے سولھویں رات تک سنتان کے لئے دہت تتھیاں ہیں باقی نندت ہیں۔

[4] سنتان اُپتی سنکلپ کرنے پر ارتھات باقاعدہ گربھادھان سنسکار کرنے پر۔

[5] ابھیچار کریا۔ رسائن آدی اوشدھیوں کے تیار کرنے کی ترکیب۔

[6] چیتہ پُوجا سے کیا مراد لی جاتی تھی۔ یہ امر غور طلب ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ویدآدی گرنتھوں کا ادھین نہ کیا کرے۔ اکال میں ارتھات بارش کی موسم کو چھوڑ
اور کسی وقت مین بجلی کی کڑک ہونے پر۔ چاروں طرف آگ کے پرجولت ہونے پر
گرام اور نگر کے بھسم ہو جانے پر۔ بھوکمپ آنے پر۔ مہوتسو کے دن۔ اُلکاپات[1] ہونے
پر۔ سُوریہ اور چندر گرہن کے موقعہ پر۔ چندر[2] کے نظر نہ آنے والی تاریخوں میں پرب
اور شام کی سندھیا کے وقت ادھیین نہیں کرنا چاہیئے +

جب گورو کے پاس رہکر تعلیم حاصل نہ کی ہو۔ تو خود بخود شاستر کی ویاکھیا نہ کرے
پڑھتے وقت اُچّارن ایسا کرے۔ جو درن ہین نہ ہو۔ اتی ماترنہ ہو۔ کھش سور والا
نہ ہو۔ بری سُور نہ ہو۔ پُلت سُور نہ ہو۔ بہت جلدی اور بہت آہستہ نہ ہو کھین
سور۔ بہت اونچی اور بہت نیچی سُور نہ ہو۔ رات کے وقت اور نامعلوم جگہ پر
مت گھومے۔ سندھیا کال کے وقت بھوجن۔ ادھیین اور ستری سنگ نہ کرے۔
بال۔ بردھ۔ لبدھ۔ مورکھ۔ روگ آدی سے دُکھت اور کلیو (نپنسک) کی سنگت
کبھی نہ کرے۔ جُوا۔ شراب کا استعمال اور ویشیا گامی کبھی نہ ہو۔ پوشیدہ باتوں کو
ظاہر نہ کرے۔ کسی کا ترسکار نہ کرے۔ غرور نہ کرے۔ کاروبار میں ناقابل۔ رنجیدہ
خاطر اور کسی کی نندا کرنے والا نہ ہو۔ ہنرمند اور گنی آدمیوں کا اپواد نہ کیا کرے۔ گؤ کو
ہٹانے کے لئے لاٹھی نہ مارے۔ بردھ۔ گورو۔ جن سمودہ اور راجا کی نندا نہ کرے۔ اور
نہ زیادہ بولنے کا عادی ہو۔ رشتہ داروں۔ مجتی آدمیوں اور مصیبت میں ہاتھ بٹانے
والوں کو اپنے سے علیحدہ نہ کرے۔ نہ دھیریہ کو چھوڑے۔ اور نہ کبھی از حد خوش ہو مفسدو
کا پالن پوشن کرے۔ اپنے آدمیوں پر کبھی شک نہ کرے۔ اکیلا خوشی سے سکھ کا بھوگ
نہ کرے۔ دُکھ دینے والا۔ آہار اور ویوہار چھوڑ دے۔ تمام دنیا کے آدمیوں کا وشواس
کبھی نہ کرے۔ اور نہ ہی تمام کو شک کی نظر سے دیکھے۔ ہر وقت گھر سے دچاروں میں

[1] اُلکاپات سے مراد اُس دن سے ہے۔ جب کوئی دمدار ستارہ یا میٹور meteor
آکاش سے گرے۔ اور دور تک خوفناک گرج سنائی دے۔ جس سے انسانی زندگی یا
مال وغیرہ کے نقصان کا اندیشہ ہو +

[2] چندر کی تاریخوں چترودشی اور اماوس اور تیسرا پرتی پدا۔ ان ۳ دنوں میں چندر
کہیں بالکل دکھلائی نہیں دیتا +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ ڈوبا رہے۔ کاریہ کال کو فضول ضائع نہ ہونے دے۔ اندریوں کے بس میں نہ آجاوے چنچل من کو زیادہ چنچل نہ کردے۔ چکھشو۔ کان وغیرہ اندریوں اور بدھی کو بہت زیادہ دیر تک استعمال نہ کرے۔ سست الوجود نہ ہو۔ بہت غصہ اور بہت خوشی کے مطابق کام نہ کیا کرے۔ نہ رنج سے دب جاوے۔ کامیابی پر غیر معمولی خوشی اور ناکامی پر بہت رنج نہ کیا کرے۔ اسبات پر ہمیشہ غور کیا کرے۔ جیسا جس کا ہیتو ہوتا ہے وہی اور ویسا ہی اُس کا پھل ہوگا۔ اس بات کو نشچت بدھی سے سمجھ لیوے۔ جب تک ابھیشٹ سدھ نہ ہو۔ تب تک چیشٹا کرتا رہے۔ کبھی پراکرم کو نہ چھوڑے۔ (ارتھانتر ویریہ کو ضائع نہ ہونے دے) اپورو کو پھر یاد نہ کیا کرے۔ اپوتر گھی۔ خراب تیل۔ تنڈل۔ کش اور سرسوں دوارا اگنی ہوتر نہ کرے۔ ہوم کرنے کے بعد اپنے لئے ذیل کے آشیرباد کا اُچارن کیا کرے۔ "اگنی میرے جسم سے باہر نہ جاوے۔ وائو میرے پرانوں کا آدھار بنے۔ وشنو مجھے بل دے۔ اندر مجھے ویریہ پردان کرے۔ کلیان کاری جل میرے شریر کے اندر پرویش کرے۔" یہ آشیرباد دے کر "آپوہشٹا" وغیرہ منتروں کا اُچارن کرکے آچمن کرے۔ دوبار پری مارجن کرے۔ دونو پاؤں پر جل ڈالے۔ پھر سر اور چکھشو۔ کان وغیرہ اندریوں کی طرف جل چھڑکے۔ اسی طرح جل سے دماغ۔ دل اور ستک کو سپرش کرے۔ برہمچریہ[1] (میتھن ورجن) گیان (شاستروں کا تتو) وان۔ میتری (تمام پرانیوں سے پریم رکھنا) کرونا (سب پرانیوں پر دیا درشٹی) ہرش۔ اُپیکھشا (لابھ۔ ہانی۔ کامیابی اور ناکامی عزت اور ایمان سب کو ایک سا سمجھے) اور پرشانتی۔ یہ ساری باتیں نہ کیول گرہستی کے لئے بلکہ دوسرے آشرموں میں جانے والے برہمچاری اور سنیاسی وغیرہ کے لئے سمان ہیں ٭

---

[1] اُوپر جو کچھ سداچار کا ورنن کیا گیا ہے۔ وہ گرہستیوں کے لئے ہے۔ لیکن برہمچریہ وغیرہ چند ایسے صفات ہیں جو نہ صرف گرہستی کو پالن کرنا ضروری ہیں۔ بلکہ تمام آشرموں کے لئے ماننیہ ہیں ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قومی تعلیم

قومی تعلیم دینے کے لئے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جس کا انتخاب خود لوگ کریں۔ اور گورنمنٹ اس کمیٹی کے انتخاب میں ذرّہ برابر دخل اندازی نہ کرے۔ جب عوام کی راے سے اس قسم کی کمیٹی بنائی جائیگی تو یہ امید کرنا بعید از قیاس نہیں ہے کہ وہ کورسوں کے تقرر میں عام رائے کی وقعت کریگی۔ اور ہر پہلو سے تعلیم کو آسان بنانے میں کوشش کریگی۔ اور اس بات کا قرار واقعی طور پر انتظام کریگی کہ کم سے کم پرائمری تک کی تعلیم مفت کردی جائے +

اس طریقے سے ملک کو یہ فائدہ ہوگا کہ لوگ عام طور پر تعلیم حاصل کر سکینگے اور پھر وہ اپنے فرائض اور حقوق کو سمجھ سکینگے۔ تواریخ کے اوراق پر گہری نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے کہ جو قوم علم سے بے بہرہ رہتی ہے وہ ہرگز اپنے حقوق اور فرائض نہیں سمجھ سکتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ روز بروز تباہ ہوتی جاتی ہے اور آخر کار اُس کی ایسی دُرگت ہوتی ہے کہ احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ ٹھیک یہی حالت آجکل ہم لوگوں کی ہو رہی ہے +

ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تعلیم ذریعہ معاش ہے حالانکہ یہ خیال سراسر غلطی پر مبنی ہے۔ تعلیم کا مقصد دراصل یہ ہونا چاہئے۔ کہ ہمارا اخلاق اور طرز معاشرت اعلےٰ درجہ کا اچھا ہو جائے اور ہم یہ سمجھنے لگیں کہ ہمارے حقوق اور فرائض کیا ہیں۔ اگر یہاں کی تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ جماعت شروع سے یہ سمجھتی کہ ہمارے حقوق اور فرائض کیا ہیں تو آجکل ملکی معاملات میں جو پیچیدگیاں واقع ہوگئی ہیں وہ ہرگز پیدا نہ ہوتیں۔ خود غفلت اور سہل انگاری کے قصوروار ہم ہیں۔ لیکن ہم اپنا قصور گورنمنٹ کے سر تھوپتے ہیں۔ جبکہ شروع سے ہم گورنمنٹ کے ہر حکم کو خواہ وہ بے جا تھا یا بجا سر جھکا کر تسلیم کرتے رہے۔ اور کبھی بھی یہ نہیں خیال کیا کہ ہم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی اس کے احکام پر اعتراض کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ تو اگر اب جبکہ ہم کو اس بات کا احساس ہؤا کہ ہمیں اس قسم کا حق حاصل ہے اور گورنمنٹ ہمارے بجا اعتراضات کی سماعت نہیں کرتی تو کیوں اور کس لئے اُس کو قصوروار ٹھیراتے ہیں؟ گورنمنٹ نے ہمارے دو مقتدر لیڈروں یعنی سردار اجیت سنگھ اور لالہ لاجپت رائے کو جلاوطن کر دیا اس پر ہم نے یہ سمجھکر کہ اُس کے اس فعل پر نکتہ چینی کرنے کا ہم کو استحقاق حاصل ہے ہم نے اعتراض کیا۔ لیکن ہمارے اظہار ناراضگی کا نتیجہ کیا ہؤا یہی کہ گورنمنٹ نے ہمیں رونے غل مچانے اور فریاد کرنے دیا۔ اُس نے ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ وہ سمجھتی تھی کہ یہ نیم وحشی ہندوستانی لوگ، اپنے حقوق اور فرائض کو کیا جانیں۔ اُس نے خیال کیا کہ جبکہ اتنے عرصہ سے یہ لوگ ہمارے ہر حکم کو بے چون وچرا مان لیتے تھے تو اب لیڈروں کی جلاوطنی پر اس غیر مہذب ناتعلیم یافتہ نیم وحشی قوم نے کیوں آہ وزاری کرنی شروع کی۔ گورنمنٹ اس امید میں تھی۔ کہ لوگ جیسا کہ پہلے اس کی ہر غیر منصفانہ حرکت پر تعریفیں کیا کرتے تھے اب ان لیڈروں کی جلاوطنی پر بھی اس کی تعریفوں کے پل باندھ دینگے۔ اور اس کے اس فعل کو مستوجب نفرین خیال کرنے کی بجائے قابلِ آفرین خیال کرینگے۔ یہ دیکھکر ضرور گورنمنٹ کو افسوس ہوا ہوگا کہ لوگ اُس وقت جاگ اُٹھے تھے۔ اور اپنے آپ کو مردہ نہیں خیال کرتے تھے بلکہ سمجھتے تھے کہ ہم بھی یوروپین قوموں کی طرح جیتے جاگتے چلتے پھرتے انسان ہیں۔ چنانچہ جب ان بیچاروں نے اپنے لیڈروں کی رہائی کے لئے ہاتھ پیر مارنے شروع کئے اور غل مچایا۔ تو چونکہ وہ ہندوستانی تھے اس لئے باغی تصور کئے گئے اور بعض شہیدانِ قوم کا جو حشر ہوا وہ ہر شخص جانتا ہے کچھ محتاج بیان نہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد گورنمنٹ نے خود بخود سردار اجیت سنگھ اور لالہ لاجپت رائے کو رہا کر دیا۔ اس کے یہ معنی تھے کہ عام رائے کی گورنمنٹ کے نزدیک ذرہ برابر بھی وقعت نہیں۔ اُس نے اُن کو ہمارے حقوق کا لحاظ کرکے رہا نہیں کیا بلکہ اپنی مرضی سے جب جی چاہا رہا کر دیا۔ افسوس کہ اس سے زیادہ کسی قوم کی توہین کیا ہو سکتی ہے۔ اے غفلت اور کاہلی الوجودی کے بندو اُٹھو اور ایسی قومی تعلیم کا چرچا پھیلاؤ جس سے لوگ اپنے فرائض اور حقوق سمجھنے لگیں۔ فرائض کو انجام دینا سیکھیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور گورنمنٹ سے حقوق طلب کرنا جانیں ؛

آجکل کی تعلیم کے دو بد نتائج بدیہی ہیں۔ اوّل۔ طالب علم کو اُس کی تعلیم کے موافق استعداد نہیں ہوتی۔ یعنی مثلاً اگر کوئی لڑکا پرائمری پاس ہے تو اُس میں اتنی لیاقت نہیں ہوتی کہ وہ پرائمری پاس کہلایا جا سکے یا اگر کوئی مڈل یا انٹرنس یا ایف۔ اے پاس ہے تو اُس میں اس قدر لیاقت نہیں ہوتی جیسی کہ ہونی چاہئے گریجوئیٹ بھی قابل کہلانے کے مستحق نہیں۔ پس جبکہ طلبا کا یہ حال ہے تو اس برائے نام تعلیم سے کیا فائدہ؟ دوئم۔ طلباء کی اخلاقی اور مدنی تعلیم بالکل نامکمل ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ سرکاری یونیورسٹی کے گریجوئیٹ تک بھی ایسے با اخلاق مؤدب اور تمیزدار نہیں ہوتے جیسا کہ ان کو ہونا چاہئے۔ ان وجوہات سے اب یہ بات اشد ضروری ہے کہ تعلیم اس طریقہ سے شروع کی جائے۔ کہ جس سے طالب علم کی اخلاقی۔ علمی۔ تاریخی۔ مدنی یعنی سوشیل اور پولٹیکل تعلیم مکمل ہو سکے۔ گورنمنٹ کو تعلیم دینے میں اب تک ناکامیابی حاصل ہوئی ہے۔ سرکاری یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ اکثر طلباء اب تک اس بات کے مصداق رہے ہیں کہ ؎

نہ محقق بود نہ دانش مند ۔۔۔ چار پائے بر و کتابے چند

جبکہ بنظر واقعات یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سرکاری یونیورسٹی کا طرز تعلیم بالکل غیر مفید ہے تو پھر ہمارا خیال ہے کہ اگر لوگ خود اپنی ایک یونیورسٹی قایم کر کے ملک کے لئے مفید تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیں تو سرکار والا مدار کو بجائے ناراضی کے خوشی حاصل ہو۔ بیشک یہ بات نہایت زور سے کہی جا سکتی ہے۔ کہ سرکار نہیں سمجھ سکتی کہ یہاں کے باشندوں کے لئے کونسی تعلیم مفید ہو سکتی ہے۔ کوئی سی بھی اجنبی گورنمنٹ یہاں کے لوگوں کے لئے مفید مطلب تعلیم نہیں جاری کر سکتی۔ تعلیم اس وقت ہی مکمل طور پر دی جا سکتی ہے جبکہ لوگ خود اپنی ضروریات کے موافق تعلیمی کورس پسند کریں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جو تعلیم اور جیسا طرز معاشرت انگلستان کے لئے مفید ہو وہ یہاں کے لوگوں کے لئے بھی ضروری مستحسن خیال کیا جائے جب تک انڈیا انگلینڈ نہیں ہو سکتا اُس وقت تک انگلینڈ کی تعلیم بھی انڈیا کے لئے مفید نہیں ہو سکتی ؛

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

طلبا کو قومی تعلیم سے علمی اور اخلاقی عمارت کے مضبوط ہونے کے علاوہ یہ فائدہ بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ جن جماعتوں کے امتحان میں کامیابی کی غرض سے اُن کو شب و روز محنت کرنی پڑتی ہے۔ پھر قومی لائن پر تعلیم حاصل کرنے سے اس قدر محنت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ موجودہ حالت میں طلباء کو حد درجہ کی محنت اس وجہ سے کرنی پڑتی ہے کیونکہ اُن کو آجکل انگلستان کی طرح یہاں بھی ہر چیز انگریزی میں پڑھائی جاتی ہے۔ مثلاً تواریخ پڑھو تو انگریزی میں۔ فلسفہ پڑھو تو انگریزی میں۔ سائنس۔ علم نباتات۔ علم ریاضی وغیرہ غرضیکہ اعلےٰ درجہ کا ہر علم و ہنر اور سائنس انگریزی میں ہی پڑھنا پڑتا ہے۔ انگریزوں کے لئے تو یہ طریقہ اس لئے مفید ہے کہ انگریزی اُن کی مادری زبان ہے۔ کسی علم و فن میں ماہر ہونے کا واقعی اس سے زیادہ آسان طریقہ کونسا ہو سکتا ہے کہ وہ علم و فن کسی کو اُس کی مادری زبان میں ہی پڑھایا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کی حالت میں اس آسانی سے گریز کیا جاتا ہے اور یہاں کے بدنصیب طلبا کو ہر علم و فن اُن کی مادری زبان میں پڑھانے کی بجائے ایک اجنبی اور غیر مانوس زبان میں پڑھایا جاتا ہے۔ ابھی طلبا انٹرنس میں ہی ہوتے ہیں۔ کہ اُن کو انگلستان کی تواریخ انگریزی میں پڑھنی پڑتی ہے۔ انگریزی میں استعداد کم ہونے کی وجہ سے طالب علم تواریخ کے مطالب کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ امتحان پاس کرنے کی غرض سے وہ تمام تاریخ حفظ یاد کر لیتا ہے اور امتحان میں رٹی ہوئی باتوں کو لکھ دیتا ہے۔ یونیورسٹی بھی آنکھیں بند کر کے پاس کر دیتی ہے۔ اُس کو اس بات سے غرض نہیں کہ آیا طالب علم نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ اُس کو سمجھا بھی ہے یا نہیں۔ خواہ وہ سمجھے یا نہ سمجھے اُس کی بلا سے۔ اُس کو غرض اس بات سے ہے۔ کہ جواب کتاب تاریخ سے مل جائے پس اگر یہی کتاب طالب علم کی مادری زبان میں پڑھائی جاتی تو اُس کو یاد کرنے میں وقت بھی کم ہوتی اور وقت بھی بہت ہی کم لگتا اور جو فائدہ ایسی کتابوں سے متصور ہے وہ بھی خاطر خواہ حاصل ہوتا۔

ممکن ہے کہ یہاں یہ عذر پیش کیا جائے۔ کہ چونکہ اعلےٰ درجہ کے علم و فن کی کتابوں کے تراجم دستیاب نہیں ہو سکتے تھے اس لئے گورنمنٹ انگریزی کی کتابیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی مقرر کرنے کے لئے مجبور ہوئی۔ بادی النظر میں اگر دیکھا جائے تو یہ عذر بالکل مہمل اور بے بنیاد ٹھیرتا ہے۔ کیا جو فلسفہ کی کتابیں یونانی اور جرمنی سے اب انگریزی میں ترجمہ کی گئی ہیں وہ پہلے انگلینڈ کی یونیورسٹیوں میں یونانی اور جرمنی زبان ہی میں پڑھائی جاتی تھیں۔ یہ بات تحقیقاً کہی جا سکتی ہے کہ جب تک اُن کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ نہ کرایا گیا وہ ہرگز نصاب تعلیم میں شامل نہ کی گئیں پھر کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ انگریزی کے فلسفے سائنس وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ ہماری مادری زبان میں کیا جائے۔ جبکہ ترجمہ کا ہونا ممکن ہے۔ تو پھر مندرجہ بالا عذر بالکل باطل معلوم ہوتا ہے۔ پس ہماری قومی یونیورسٹی کی انتظامیہ کمیٹی کا یہ بھی کام ہوگا۔ کہ وہ مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا ترجمہ اور زبانوں سے ہماری مادری زبان میں کرنے کا بندوبست کرے۔ پھر اُن علوم و فنون کی تعلیم ہماری مادری زبان میں ہونی ممکن ہے۔ اور اس طرح ہمارے راستے سے بے شمار مصیبتوں دقّتوں مشکلوں اور لاینحل عقدوں کا دفع ہو جانا ممکنات سے ہے۔

بعض اشخاص کو قومی یونیورسٹی کی کامیابی میں شبہ ہے۔ انہوں نے ابھی سے یہ فرض کر لیا ہے۔ کہ گورنمنٹ قومی یونیورسٹی کی مخالفت کریگی۔ نہیں معلوم کہ یہ عجیب خیال کس کی ایجاد ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ حالانکہ گورنمنٹ قومی یونیورسٹی کے گریجوئیٹ و دیگر طلبا کو قابل اور عالم دیکھیگی تاہم وہ اُن کو سرکاری محکموں میں جگہ دینے سے انکار کریگی۔ اگر انکار کیا بھی تو پھر ملک کے قومی کارخانوں اور صنعتی اور حرفتی انسٹیٹیوشنوں میں ایسے طلبا کے لئے بہت کچھ گنجائش نکل سکتی ہے۔ قطع نظر اس کے کیا یہ ممکن ہے کہ قومی یونیورسٹی کے مستعد طلبا کو چھوڑ کر گورنمنٹ سرکاری یونیورسٹی کے طلبا کو ترجیح دیگی؟

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ گورنمنٹ کو تعلیم دینے میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ طلبا پر جو سختیاں شب و روز کی جاتی ہیں اُن کی وجہ سے وہ سخت آزردہ ہو گئے ہیں۔ ان بیچاروں کو ہر امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے اپنی بساط سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پیش از وقت کمزور نحیف لاغر اور ضعیف ہو جاتے ہیں۔ جسمانی صحت خراب ہو جاتی ہے کثرت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی وجہ سے آنکھیں جواب دے دیتی ہیں۔ ہر کالج میں مشکل سے کوئی ایسی جماعت ہوتی جس میں نصف طلبا عینک نہ لگاتے ہوں۔ اور باقی نصف میں سے بھی بعض طلبا ایسے ہونگے جن کو عینک کی ضرورت تو محسوس ہوتی ہے۔ لیکن شرم و حجاب کی وجہ سے عینک استعمال میں نہیں لاتے۔ کتابوں کی زیادتی کی وجہ سے صبح اور شام کا وقت بھی جو کھیل کود اور ورزش اور سیر کے لئے مخصوص ہے۔ تفریح طبع کی بجائے کتابوں کے رٹنے میں صرف ہوتا ہے۔ بعض عقل کے دشمن ان بیچاروں کو ایسی سخت محنت کرتے ہوئے دیکھکر ان پر نفرت انگیز فقرے چست کرتے ہیں۔ اور ان بیچاروں کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ "ہیں! تم آدمی ہو کہ کتابوں کے کیڑے۔ جب دیکھو جب پڑھتے ہی رہتے ہو" غرض کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی کچھ۔ لیکن بیچارا طالب علم امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے شوق میں ان کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھتا۔ یاروں کے گرما گرم فقرے اور پھبتیاں بھی سنتا ہے۔ لیکن چپ رہتا ہے حرفِ شکایت زبان سے نہیں نکالتا۔ برابر اس تک محنت کئے جاتا ہے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ دنیا کی کسی قوم میں بھی ہندی طلبا سے زیادہ محنتی اور جفاکش لڑکے پائے جاتے ہیں؟ جواب ضرور یہی دیا جائیگا کہ نہیں یہاں سے زیادہ محنتی طلبا کہیں دنیا کے پردے میں نہیں پائے جاتے۔ افسوس کہ اس اوائل عمری کی غیر محتاط محنت کا نتیجہ کیسا دردناک ہوتا ہے۔ انجام یہ ہوتا ہے۔ کہ لڑکا طالب علمی کا زمانہ ختم کرنے کے بعد دیکھتا ہے۔ کہ اُس کی بقیہ زندگی تلخ ہوگئی ہے وہ کسی مصرف کا نہیں رہتا۔ گو گریجوئیٹ تو بن جاتا ہے۔ لیکن گریجوئیٹ ہونے کے زیور یعنی جسمانی صحت اور قوت اور کام کرنے کی ہمت کو خیرباد کہتا ہے۔ اُس کی حالت بعینہ اُس کسان کی مانند ہوتی ہے۔ جس کے پاس کھیت اور بیج تو ہے لیکن ہل جوتنے کے لئے ہل اور بیلوں کی جوڑی نہیں۔ جس شخص میں یہ تین صفات نہیں۔ یعنی جسمانی صحت قوت اور کام کرنے کی ہمت تو وہ گریجوئیٹ کیا بلکہ اگر گریجوئیٹ سے بھی کچھ افضل بن جائے تو بھی کچھ نہیں۔ صرف گریجوئیٹ بن جانا ہماری عملی زندگی کے کارناموں کو اچھا نہیں بنا سکتا۔ بلکہ Energy (کام کرنے

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی ہمت) ایک ایسی چیز ہے جو ایک شخص کو دنیا کے لئے مفید اور مغتنم ثابت کرتی ہے
پس معلوم ہوا کہ موجودہ تعلیم جو ہماری جسمانی اور دماغی اور اعصابی قواء کی عمارت کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دینا چاہتی ہے۔ نہایت ہی مضر ہے۔ لازم ہے کہ اب ہم خواب خرگوش سے آنکھیں ملکر اُٹھیں اور سوچیں کہ درپردہ ہم اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہے ہیں۔ ان وجوہات کے ہوتے ہوئے بھی اگر گورنمنٹ قومی یونیورسٹی کے طلبا کو قدر افزا نظروں سے نہ دیکھے تو پھر وائے بر حال ما۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ قومی یونیورسٹی کے ڈھانچے کے بنانے والے کہاں سے فراہم کئے جائیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ ہر ملک میں نئی تحریک اُس وقت ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ جبکہ وہاں کے لیڈر اور بارسوخ لوگ بھی اُس تحریک کے انجام دینے میں حصہ لیں۔ لوگوں کے خیالات میں تبدیلی تو ایک معمولی شخص بھی پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن مفید ملک کاموں کے لئے لوگوں سے روپیہ وہی فراہم کر سکتا ہے۔ جو اُن کے دلوں پر اثر بھی رکھتا ہے۔ کیا یہ امید ہو سکتی ہے کہ جس قدر روپیہ آجکل لالہ لاجپت رائے قحط زدوں کی امداد کے لئے اکٹھا کر رہے ہیں اُس کا عشر عشیر بھی ایک معمولی سڑک کوٹنے والا شخص اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے جمع کر سکتا۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ پنجاب کے لیڈر بھی پنجاب میں یونیورسٹی قائم کرنے کے لئے کوشش کریں۔ لالہ لاجپت رائے نے برہما سے واپس آنے کے بعد قحط زدوں کی امداد کے لئے جو کوشش کی ہے۔ وہ بے شک قابلِ تحسین و آفرین ہے۔ لیکن کیا لیڈر کہلانے کے یہ سزاوار ہے کہ صرف ایک ہی ملکی کام میں ایسا محو ہو جائے کہ ملک کی دیگر ضروریات کی طرف عنانِ توجہ بالکل مبذول نہ کرے۔ ہمیں اپنے مستعد لیڈر سے یہ امید کامل ہے۔ کہ وہ قومی یونیورسٹی کا بنیادی پتھر قائم کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جائیگا۔

یہاں ہمیں دو ایک فقرے اپنے مہربان دوست اور قابل عزت شیر سردار اجیت سنگھ کے خلاف بھی لکھنے پڑتے ہیں جن کو امید ہے کہ وہ بالغ نظری سے دیکھینگے اور ٹھنڈے دل سے ملاحظہ فرمائینگے۔ افسوس کہ سردار صاحب برہما سے واپس آنے کے بعد اپنے دکھ درد کے شریک لالہ صاحب سے بھی دو چار قدم پیچھے رہ گئے۔ لالہ صاحب نے اور کچھ نہیں تو اتنی ہمت تو کی کہ اپنے قحط زدہ بھائیوں کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی امداد کے لئے کمر ہمت باندھی اور دیس دیس پھر کر امدادی چندہ جمع کیا۔ لیکن سردار صاحب گوشۂ تنہائی میں بیٹھے ہوئے ابھی مالا ہی جپ رہے ہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ میں بھولتا ہوں۔ مالا نہیں جپ رہے ہیں۔ بلکہ وہ اب تک دو کتابوں کے لکھنے میں مصروف تھے۔ ایک کتاب کا نام "محبان وطن" ہے جو چھپ چکی ہے اور دوسری "جلاوطنی" ہے۔ جو عنقریب شائع ہو جائیگی۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شاید "محبان وطن" کے مطالعہ سے پنجاب میں قومیت کا خیال زیادہ مضبوط ہو گیا ہوگا۔ یہ کامیابی بیشک قابل شکریہ ہے۔ لیکن بہتر یہ تھا کہ سردار صاحب اس قسم کی کتابوں کا لکھنا ایڈیٹروں اور اُن حضرات پر چھوڑ دیں جو عملی کام کرنا نہیں جانتے۔ ہم اُن کے تصنیف کے کام کو ہرگز مستحسن نظروں سے نہیں دیکھ سکتے۔ اُن کا عملی کام البتہ وطن کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔ پنجاب میں اب تک جو عملی کام سردار صاحب نے کیا ہے۔ اس کا تہ دل سے شکریہ عرض ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ جو احسان کر چکے ہیں۔ ہم ان کا کفران نعمت کریں۔ نہیں! بلکہ ہمیں استعجاب اس بات پر ہے کہ وہ اب تک گم سم کیوں بیٹھے ہیں؟ کیا پنجاب میں قومی یونیورسٹی کے قایم کرنے کا اہم کام وہ اپنے ذمہ نہیں لے سکتے؟ جبکہ خدا نے اُن کی زبان کو روانی عطا فرمائی ہے۔ اور لوگوں کے دلوں پر اُن کا اثر بھی مسلّم الثبوت ہے۔ تو پھر وہ کیوں نہیں اُٹھتے اور قومی یونیورسٹی کی بنا ڈالنے میں کس لئے سعی نہیں کرتے۔ اُن کے اس کام کو گورنمنٹ بھی ضرور پسندیدہ نظروں سے دیکھیگی۔ یہ کام ایسا ہے کہ بے ضرر ہے اور ملک کے فائدہ کا ہے۔ پس قومی تعلیم کے رائج کرنے سے سردار صاحب کو دو فائدے حاصل ہونگے۔ ایک تو گورنمنٹ کے دل میں ان کی عقیدت بڑھیگی۔ دوئم بدنصیب طلبا کی بھی مشکل کشائی ہوگی۔ یہ وہی بات ہے کہ "ہم خرما و ہم ثواب"۔

راقم ڈپٹی لال نگم۔ دہلوی

مورخہ ۱۳۔ مئی سنہ ۱۹۰۸ء

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رات کو ون کرو کھانا

پہلا باب

انسان میں ہر قسم کی طاقت ہے۔ جب وہ گیان سے کام لیتا ہے تعجب خیز نتیجہ دکھا کر چھوڑتا ہے اور جب اگیان کے پھندے میں پھنس کر اس کو تقویت دینے لگتا ہے تب بھی اس کی کارروائیاں بلا کی حیرت انگیز ثابت ہوتی ہیں +

شام لال ایک ایسی سوسائٹی کا ممبر تھا جو سپر بچوالزم وغیرہ پر کامل یقین رکھتی ہے۔ اُس کو یقین تھا کہ جب انسان سوتا ہے اُس کی ایک روح[1] باہر نکلکر جنگل و پہاڑ کے تماشے دیکھتی ہے۔ دوسری اس کے جسم میں قایم رہتی ہے۔ حالانکہ اکثر علما و عقلا خواب کے واقعات کو انسان کے وہم اور اُس کے تجربات کے اثرات بتاتے ہیں جو دماغ کے لطیف پردوں پر منقش ہو جاتے ہیں مگر شام لال کو اس پر یقین نہیں تھا۔ وہ کہتا تھا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ انسان خواب میں ایسے معاملات اور ایسے عجیب و غریب نظارے دیکھتا ہے جو اس کا موجودہ زندگی میں کبھی نظر بھی نہیں آئے تھے۔ یہ محض اس وجہ سے ہے کہ روح کا ایک حصہ نیند کی حالت میں نسبتاً آزاد ہو کر دوسرے ملک بلکہ دوسرے کروں اور سیاروں میں چکر لگاتا ہے اور وہاں یہ سب غیر قابل البیان تماشے اُس کی نظر سے گزرتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ یہ بھی مانتا تھا کہ ایسی حالت میں روح خط و کتابت تک کر سکتی ہے اور موقع مل جائے تو ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ پہنچا دیتی ہے۔

شام لال کا ایک دوست تھا جس کا نام ہر دیال تھا۔ یہ آریہ سماج کے عقائد کا پابند تھا۔ اس نے اپنے دوست کو ہزار ہا مرتبہ اُس کی غلطی ثابت کرنی چاہی

[1] ان میں سے ایک کو روح سیلانی دوسری روح مکانی کہلاتی ہے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُس کے عقیدہ کو غلط باطل اور بیہودہ بتایا۔ اُس نے یہاں تک سمجھایا کہ انسان صرف ایک ہی جنم کا مخلوق نہیں ہے وہ کروڑوں برس سے ہے۔ اس کی ابتدا اور انتہا نہیں اس لئے مختلف مقامات مختلف نظام شمسیوں میں برابر پیدا ہوتے رہنے کی وجہ سے اس کے دماغ میں وہاں کے تمام اثرات حجابی و عکسی شکل میں موجود رہتے ہیں۔ اور جب موقع ملتا ہے۔ نیند کی حالت میں خواب کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ مگر شام لال نے اُس کی کبھی نہیں سنی اور وہ شروع سے آخر تک اپنی ہی بات پر قائم رہا۔ جب بارہا گفتگو کرنے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ شام لال نے ایک دن کہا کہ روح کے باہر نکل کر سیر کرنے کے واقعات اب بھی کبھی کبھی ہؤا کرتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں ہردیال نے کہا۔ تاوقتیکہ میں خود اس کو اچھی طرح سے نہ جان لوں کبھی یقین نہ کرونگا۔ اس کی بابت پھر اس معاملہ میں کچھ دن تک ان کے درمیان گفتگو نہیں ہوئی ٭

باب دوسرا

شام کا وقت تھا۔ سورج ڈوب چکا تھا۔ شام لال دریاے راوی کی سیر سے واپس آکر اپنے کمرہ میں بیٹھا ہؤا تھا۔ اُس کا دل فکرمند تھا۔ وہ کئی روز سے کسی بات کے دُھن میں لگ رہا تھا۔ مگر اب تک کامیابی کی صورت نظر نہیں آئی سوچتے سوچتے پندرہ بیس منٹ گزر گئے۔ مگر پھر بھی اُس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ آخر مجبور ہو کر اُس نے کہا "جانے بھی دو۔ بات ہی کیا ہے۔ اگر نہیں ثابت ہو سکتی تو میرا نقصان ہی کیا ہے ....." مگر جیوں ہی یہ الفاظ اُس کے منہ سے برآمد ہوئے۔ اُسی وقت فونوگراف کی آواز سنائی دی ٭

مشکلے نیست کہ آساں نہ شود
مرد باید کہ ہراساں نہ شود

شام لال کا دل خوشی کے مارے اُچھلنے لگا "سچ ہے۔ کیا اچھا کلام ہے۔ انسان کیا نہیں کر سکتا۔ کسی نہ کسی طرح اپنی بات رکھنی چاہئے۔ دنیا میں آدمی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سب کچھ کر لیتا ہے۔ عالی دماغ مدبر جو قوموں کو بناتے بگاڑتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی چالبازیوں اور حکمت عملیوں سے کام لیتے ہیں۔ میں تو ایک سچائی کے پہلو کو تقویت دینا چاہتا ہوں۔ اگر کسی طرح اُس میں کامیابی حاصل کر سکوں تو مضائقہ کیا ہے۔ شاستارتھ اور بحث مباحثہ کے وقت بھی تو لوگ زیادہ تر اپنے خیال کے مضبوط کرنے ہی کے متعلق دلائل گڑھتے ہیں۔ پھر میرے حکمت عملی سے کام لینے میں کیا ہرج ہے۔" وہ اس طرح سوچ رہا تھا کہ پھر ہمسایہ کے فونوگراف نے آواز دی ؎

انسان کی عقل گر نہ ہو گم
ہو چشم پری میں جائے مردم

یہاں پر اس بات کے بھی ظاہر کر دینے کی ضرورت ہے۔ کہ یہ فونوگراف کس ہمسایہ کا تھا۔ جو گورنمنٹ کالج کا پروفیسر تھا اور وہ اکثر اپنے خاص مذاق کے موافق مختلف قسم کے فارسی اور اردو کے شعر فونوگراف کے ذریعے اپنے دوستوں کو سنایا کرتا تھا۔ اس کو فونوگراف کا اس قدر شوق تھا کہ بسا اوقات گانا سننے کے لئے اُس کے مکان میں بہت آدمیوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ اور اس تفریح کا سلسلہ کبھی کبھی رات کے دو دو بجے تک جاری رہتا تھا ٭

شام لال کے دل پر مثنوی گلزار نسیم کے متذکرۃ الصدر شعر نے غضب کا گہرا اثر پیدا کیا۔ اُس کی ڈھارس بندھی اور مسکراتے ہوئے اُس نے اور کوٹ پہن لیا۔ اور پاکٹ میں کسی قسم کے دوا کی پُڑیہ ڈال کر سوتر منڈی کی جانب روانہ ہوا۔ اُس نے سوچ لیا تھا کہ اب شکار مار لیا۔ ہاتھ سے نہیں جانے پائیگا۔ اور رقیب کو اُس کا لوہا ماننا ہی پڑیگا ٭

باب تیسرا

شام لال کا گھر لاہور کے چنگڑ محلہ میں تھا۔ جو شہر سے باہر واقع ہے۔ سوتر منڈی کا فاصلہ وہاں سے قریب ایک میل کے ہے۔ یہ ہنستا اور مسکراتا ہوا وہاں ہر دیال کے گھر میں جا کر داخل ہوا ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

ہردیال کے ایک لڑکا تھا جو دیانند ہائی سکول میں تعلیم پاتا تھا۔ یہ حد درجہ کا نیک اور بھولا بھالا تھا۔ اس کو بُری صحبت کی کبھی ہوا تک نہیں لگی تھی۔ نہ صرف ماں باپ اس کو ہونہار سمجھتے تھے۔ بلکہ سکول کے ہیڈ ماسٹر کی رائے اُس کی نسبت بہت ہی تسلی بخش تھی۔ اس لڑکے کا نام شیودیال تھا۔

دنیا عجیب قسم کی جگہ ہے طالب علم کے مطالعہ کے لئے اس میں قدم قدم پر سوچنے کے نئے مضمون ملتے ہیں۔ شیودیال گو حد درجہ کا نیک تھا۔ اور کبھی کسی سے مانوس ہوتے ہوئے نہیں سنا گیا تھا۔ مگر شام لال سے اور اُس سے حد درجہ کی محبت تھی وہ اس قدر اس سے ہلا ملا رہتا تھا جس کا حد و حساب نہیں۔ وہ اس کی بات کا یہاں تک اعتبار کرتا تھا۔ کہ بعض وقت ماں باپ کے حکم پر شام لال کی ہدایت کو ترجیح دیتا تھا۔ ہردیال ان کی محبت سے ناواقف نہیں تھا۔ مگر چونکہ ظاہرا شام لال کا چال چلن ہمیشہ قابل اطمینان دیکھا گیا۔ اُس نے یا اُس کی بیوی نے کبھی بھول کر بھی اُس کو اس کے ساتھ رہنے سے منع نہیں کیا۔ اور ان کی دوستی روز بروز بڑھتی گئی۔

شام لال شام کے وقت ہردیال کے گھر پر شاذ آتا تھا۔ اور چونکہ جاڑے کا موسم تھا اور سردی زور کی پڑ رہی تھی۔ شیودیال کو اُس کے آنے پر تعجب معلوم ہوا لیکن آخر الذکر نے ادھر اُدھر کی باتیں سنا کر اس کو مطمئن کر دیا۔

شیودیال اور شام لال کے درمیان جو گفتگو ہوئی اُس کا یہاں دُہرانا فضول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شام لال نے اُس غریب لڑکے کی سادہ لوحی کا فائدہ اُٹھایا اُس کو الٹی سیدھی باتیں سمجھا کر وہ دوا کھلا دی۔ جو اپنے جیب میں لایا تھا۔ اور اخفاء راز کا عہد لیکر ہر طرح سے اطمینان و تسلی دیکر اور چاپلوسی کے لہجہ میں گرمجوشی اور محبت سے شکریہ ادا کر کے اُس سے رخصت ہوا اور چلتے وقت اُس کی ایک کاپی بک جس میں وہ انگریزی ترجمہ کی مشق لکھا کرتا تھا چپکے سے اپنے ساتھ لے گیا۔

باب چوتھا

شیودیال سے رخصت ہو کر شام لال اپنے گھر نہیں آیا۔ بلکہ انارکلی کی ایک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دکان پر پہنچا۔ جس کا مالک ایک مسلمان تھا۔ اس کا نام محمد بخش تھا۔ اس وقت رات کے بارہ بج گئے تھے۔ اور دوکانیں تو دس بجے کے پہلے بند ہو جایا کرتی تھیں۔ کہ دیر تک کھلی رہتی تھی۔ اور محمد بخش کہیں ایک دو بجے سویا کرتا تھا۔ اُس کی اس عجیب وغریب عادت سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اُس کا کاروبار ایک وسیع پیمانے پر ہوتا تھا اور کثرت کار کی وجہ سے رات کو دیر تک کام کرنے کی ضرورت لاحق ہوا کرتی تھی نہیں محمد بخش کی تجارت اس قسم کی نہیں تھی۔ اُس کی دوکان میں اسباب بھی صرف برائے نام رکھا ہُوا تھا۔ زیادہ تر اُس کا کام اشتہاروں سے چلتا تھا۔ اور باہر سے آئی ہوئی فرمائشوں کی تکمیل دوسرے دوکانداروں کے ذریعہ کی جاتی تھی مگر محمد بخش بڑا چلتا ہوا آدمی تھا۔ شہر کے لوگ مختلف طریقوں میں اس کی خدمات سے فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔ اور چونکہ رات کا وقت فرصت کا ہوتا ہے اور اسی وقت اکثر لوگ اس کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ دوکان دیر تک کھلی رہتی تھی ؛

شام لال محمد بخش کو خوب جانتا تھا۔ فونوگراف کے دور تک سوجھانے والی صدا نے اُس کے دل کو یقین دلا دیا تھا کہ یہ شخص اُس کے کام کو اچھی طرح کامیاب کر دکھائیگا۔ شام لال کو دیکھتے ہی محمد بخش تعظیم سے اُٹھا۔ "کہو۔ اس وقت کہاں چلے"۔ اُس نے کہا "صرف آپ کے دیکھنے کے لئے آیا ہوں"۔ محمد بخش تجربہ کار آدمی تھا۔ کھلکھلا کر ہنسا۔ "خوب! بارہ بجے رات اور ملنے کا شوق! بچوں کی سی باتیں نہ کرو مطلب کی بات کہو ؛

شام لال - واقعی مجھ کو آپ کی مدد کی اس وقت بڑی ضرورت لاحق ہوئی ؛

محمد بخش - وہ کیا ؟

شام لال - یہ فرمائیے۔ آپ کا کوئی آدمی الہ آباد میں ہے ؛

محمد بخش - بے شک ؛

شام لال - کلکتہ اور بمبئی میں بھی ہے ؛

محمد بخش - ہاں ہے۔ لیکن تم صاف صاف اپنا مطلب کیوں نہیں کہتے۔ گول گول بات کیوں کرتے ہو ؛

شام لال نے شیو دیال کی لکھی ہوئی کاپی دکھلائی۔ آہستہ آہستہ محمد بخش

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مکان میں جھک کر اپنے مطلب کی بات کہی اور سو روپیہ کا نوٹ اُس کے ہاتھ میں دیگر دو بجے رات کے قریب اپنے گھر آیا۔ اس وقت تک بھی پروفیسر صاحب کے یہاں وہی ہو حق کا تماشا ہو رہا تھا۔ جب اُس نے کپڑے اُتارے اور کھاٹ پر جا کر لیٹ رہا۔ آخری مرتبہ فونوگراف نے یہ شعر پڑھ کر سنایا:۔

درِ فیض است منشیں از کشائش نا امید ایں جا
برنگ دانہ از ہر قفل مے روید کلید ایں جا

شام لال کی باچھیں کھل گئیں۔ "خوب! کتنا سچا کلام ہے۔ جواب تو ہر سوال کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ گتھی کے سلجھانے کا راز خود گتھی ہی میں ہے"۔ اس طرح سوچتے ہوئے وہ سو گیا اور صبح تک برابر آرام سے سویا کیا"۔

باب پانچواں

شیو دیال کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ ماں باپ سخت گھبرائے کوئی کہتا تھا اس کو ہیضہ ہو گیا کوئی اسہال بتاتا تھا۔ دو ایک دفعہ ڈاکٹر بھی بلائے گئے آخر میں ہر دیال نے اپنے ایک دوست ڈاکٹر محمد حسین کی صلاح کے موجب جو ہاسپٹل اسسٹنٹ کلاس کے معلم تھے۔ اس کو علاج کے لئے مڈیکل کالج بھیجدیا۔ دو دن کے بعد اُس کو کچھ افاقہ ہونا شروع ہوا۔ مگر وہ اس قدر کمزور ہو گیا تھا۔ کہ ڈاکٹر نے گھر جانے سے روک دیا اور وہاں ہی کالج کے احاطہ میں اس کے آرام کا انتظام کرا دیا گیا۔ ماں باپ بھی اس انتظام سے خوش تھے کیونکہ شفاخانہ سے اچھی نگرانی گھر میں نہیں ہو سکتی تھی۔

شیو دیال مڈیکل کالج میں زیر علاج ہے۔ ہر دیال اور اُس کی بیوی کو اطمینان ہے۔ کہ لڑکا مرنے سے بچ گیا۔ مگر اس بیماری سے زیادہ جن اندیشہ ناک واقعات کا اظہار ہوا۔ وہ نہ صرف ان بیچاروں کے فکر و مزید پریشانی کے باعث ثابت ہوئے بلکہ اُن کے عقاید اور مذہبی زندگی کے خیالات کو سخت دہکہ پہنچنے کا سامان پیدا ہو گیا۔

تیسرے دن ہر دیال کے نام الہ آباد سے ایک خط آیا جس کا مضمون یہ تھا:۔

پوجیہ پتا جی۔ نمستے

میں الہ آباد میں ہوں۔ اور راجہ رام پال سنگھ صاحب تعلقدار کالا کانکر کے ایسٹرن

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوٹل میں فروکش ہوں۔ یہاں جی نہیں لگتا۔ کلکتہ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ وہاں سے بشرط خیریت بمبئی جاؤنگا۔ پھر واپس آکر آپ سے ملونگا۔ ماتا جی اور مُنّی کو نمستے۔

آپ کا پُتر

شیو دیال

ہردیال کے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہی۔ اُس نے سارا قصہ اپنی بیوی کو سنایا۔ اُس کو بھی حیرت ہوئی۔ اس میں ذرہ بھی تعجب نہیں کہ خط شیو دیال کا لکھا ہوا تھا۔ اس کا دستخط ہو بہو موجود تھا اور ساتھ ہی ایسٹرن ہوٹل کے ڈاکخانہ کی مہر بھی ٹکٹ کے اوپر ثبت تھی۔ یا پرماتما! یہ کیا اسرار ہے۔ شیو دیال تو بیمار ہے اس کے سوا وہ کبھی ایسی کارروائی نہیں کر سکتا جس میں مکر و فریب کا شمول ہو!

دونو اُسی وقت گاڑی پر سوار ہو کر ہسپتال گئے۔ شیو دیال گہری نیند سو رہا تھا۔ ڈاکٹر نے بیدار کرنے سے منع کیا۔ یہ بغیر بات چیت کئے ہوئے گھر چلے آئے یہ دن یوں ہی حیرت و تعجب میں بسر ہؤا۔ دوسرے دن دوسرا خط دوسرے پتہ سے اُن کی میز پر رکھا ہؤا ملا۔ جو ڈاک والا دے گیا تھا۔ اس کا بھی مضمون سُن لیجئے:

پوجیہ پتا جی! نمستے

میں کلکتہ میں ہوں۔ عجائب خانہ سے (جس میں ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا دفتر ہے) ذرہ فاصلہ پر اسپلینڈ روڈ پر ایک دوست کے مکان پر ٹھیرا ہوں۔ کلکتہ بہت اچھا شہر ہے۔ اسپلینڈ سے کالی گھاٹ کو ٹرام گاڑی جاتی ہے۔ میں وہاں مندر کے دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ مندر کچھ اچھا نہیں ہے۔ نہ اُس میں کسی قسم کی صنعت کا کام ہے۔ بکروں کا بلدان دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اسی کے قریب بھوانی پور میں پنڈت شمبو ناتھ کی گلی ہے جو کشمیری پنڈت تھے اور کسی وقت کلکتہ ہائی کورٹ کے جج رہ چکے ہیں۔ محلوں کا شہر! اس کا کیا کہنا ہے۔ کاش آپ ماتا جی اور مُنّی میرے ساتھ ہوتیں۔ میں نے یہاں قلعہ اور مرہٹہ ڈچ بھی دیکھا۔ باقی خیریت ہے۔ ابھی بمبئی جاتا ہوں۔ اور آج ہی وہاں سے آپ کو خط لکھونگا۔ ماتا جی اور مُنّی کو نمستے۔

آپ کا پُتر

شیو دیال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حیرت کے بعد حیرت! ہردیال بیچارہ کچھ کہ نہیں سکتا تھا۔ گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل۔ خط پر کلکتہ کی مہر۔ شیودیال کے دستخط! شوہر بیوی دیر تک اسی کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ کہ دوسری ڈیلیوری میں تیسرا خط ملا ؛

پوجیہ پتا جی! نمستے

میں نے عرض کیا تھا۔ کہ بمبئی جاؤنگا۔ اس وقت میں بمبئی میں ہوں۔ الایس بلڈنگ میں ٹھیرا ہوں۔ یہ عمارت فورٹ میں واقع ہے۔ فورٹ کے لفظ سے آپ کو شاید یہ خیال ہوگا کہ میں بمبئی کے قلعہ میں سکونت پذیر ہوں۔ بمبئی میں کوئی قلعہ نہیں ہے فورٹ ایک محلہ ہے جہاں ہر قوم و ہر قسم کے سوداگر رہتے ہیں۔ بمبئی کلکتہ سے بھی اچھا ہے۔ صاف ستھرا۔ سڑکیں کشادہ۔ مکان ہوادار۔ ایک ایک مکان میں ×× ×× ×× ایک ایک گاؤں کی آبادی ہے۔ سات سات منزل تک کے مکان ہیں۔ اپالو بندر سیر کی نہایت پرفضا جگہ ہے۔ چوپاٹی پر شام کے وقت پرستان کا عالم رہتا ہے۔ پارسی لیڈیاں رنگ برنگ کی پوشاک پہنے ہوئے سیر کرتی ہیں۔ آپ نے بمبئی نہیں دیکھا اس لئے اُس کے موقع کا خیال بھی نہیں کر سکتے۔ یہاں رات دن چوبیس گھنٹے اکثر دکانیں کھلی رہتی ہیں۔ لین دین کا کام ہوتا رہتا ہے۔ ڈیوڈ ساسون کا پتلی گھر۔ کالج کی عمارت۔ پارسیوں کا مینار خاموشی۔ مہارانی کا باغ یہ سب دیکھنے کے قابل ہیں۔ میں آج ہی لاہور آؤنگا۔ ممکن ہوا تو منی کے لئے کچھ کھلونے لیتا آؤنگا۔ ماتا اور منّی کو نمستے ؛

آپ کا پُتر
شیودیال

ہردیال اور اُس کی بیوی دونو سخت پریشان ہوئے۔ بیوی نے کہا "چاہے کچھ ہو۔ لڑکے کو اسپتال سے اُٹھا لاؤ۔ پتہ نہیں چلتا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟" ہردیال نے بھی یہ صلاح منظور کی ؛

اس خط پر بمبئی کے جنرل پوسٹ آفس کی مہر تھی۔ جو فورٹ میں واقع ہے ؛

ان خطوط نے ان کے خیالات میں جو اب تک روح کے بارے میں تھے ایک قسم کی ہلچل ڈال دی۔ ہردیال۔ اُن کی بیوی اور منّی تینوں گاڑی پر بیٹھ کر پھر سپتال آئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس دفعہ شیودیال پھر سو رہا تھا۔ اس کے سرہانے میز پر چند خوبصورت کھلونے بمبئی کے رکھے ہوئے تھے۔ ایک ٹوکرا بادامی حلوا کا تھا۔ جو خاص بمبئی میں بنتا ہے اور کھلونوں پر شیودیال کے خط میں کاغذ کے ٹکڑوں پر یہ لفظ لکھے تھے "منّی کے واسطے" منّی شیودیال کی چھوٹی بہن تھی۔ ہردیال کے چہرے کا رنگ فق۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ وہ پہلے ہی سن چکا تھا کہ آگرے کا حسن خاں جنّی جہاں سے چاہتا تھا وہاں کی چیزیں دم کے دم میں پل مارتے منگا دیتا تھا۔ کون جانے شیودیال کی دوسری روح جو باہر سیر کے لئے گئی ہو۔ یہ سب کھلونے لائی ہو۔ ہردیال نے ڈاکٹر سے پوچھا۔ یہ اسباب کہاں سے آیا۔ وہ اپنی لاعلمی جتانے لگا۔ ہردیال چپ! موقع اور قسم کا تھا۔ نہ کچھ کہہ سکتا تھا نہ سن سکتا تھا۔ اس کی بیوی نے رائے دی۔ لڑکے کی صحت کے لحاظ سے ہم لوگوں کو ان معاملات پر گفتگو کرنے کی فی الحال ضرورت نہیں اور مصلحتاً دونوں نے خاموشی اختیار کی۔ چوتھے دن شیودیال اچھا ہو گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کو گھر بھیجا دیا۔ اور ساتھ ہی منّی کے کھلونے بھی آ گئے۔ اب ہردیال کو کامل یقین ہے کہ روح قالب سے نکل کر باہر چلی جاتی ہے۔ اس کو ثبوت مل گیا۔ اس سے زیادہ اور کیا زبردست ثبوت چاہیئے +

اسی قسم کی کارروائی آریہ سماج کے پولیٹیکل جماعت ثابت کرنے کی کی گئی تھی۔ اور جیسے شام لال نے اپنا الّو سیدھا کیا تھا ویسے ہی سماج کے مخالفین مسلمانوں نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے تھے۔ کاش! راولپنڈی اور اٹاوہ وغیرہ کی سازشوں کی بے رورعایت تحقیقات ہوتی تو ساری قلعی کھل جاتی! مگر جس طرح ہردیال نے اپنے بیٹے کی پاس خاطر سے افشاء راز کرنا مصلحت نہیں سمجھا ویسے ہی یہاں بھی کارروائی ہوئی۔ گو ایشور کا شکر ہے۔ گورنمنٹ کی آنکھیں کسی نہ کسی طرح کھل گئیں۔ اور ایک حد تک اس نے اپنی غلطی کی تلافی اور اعتراف بھی کیا +

شیوبرت لال

ایڈیٹر "دو سادھو" لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برکشوں میں جیو وچار

دوہمہاشہ رہتولال جی کے چند ایک سوالات ہمارے پاس آئے تھے - وہی سوالات انہوں نے مہاشہ کوڑے مل جی کے پاس بھی بھیج دئے تھے - ان سوالات کو مع جوابات کے درج کیا جاتا ہے - جو مہاشہ اس مضمون کے جواب میں کچھ لکھنا چاہیں - وہ بڑی خوشی سے لکھ سکتے ہیں - مگر دو باتوں کا خیال رہے - اول کوئی ذاتی حملہ نہ ہو - دوسرے مضمون کاغذ کے ایک طرف ہو - اور خوشخط ہو - ایڈیٹر *

ایک پتر مہاشہ رہتولال جی رئیس گنگوہ کا میرے پاس آیا ہے - جس میں مہاشہ موصوف نے حسب ذیل چار پرشن کئے ہیں :-

۱ - برکش یونی ہے اس کے لئے یکتی و پرمان شاستروک ودہی سے سدھ کیجئے *

۲ - چونکہ جیو کی جاگرت - سوپن سکھپتی اور تُریا چار اوستھائیں ہیں - استھاور میں رہنے والے جیو کی کون سی اوستھا مانی جاویگی *

۳ - پھلدار برکش میں ایک ہی جیو ہوتا ہے - یا ہر ایک پھل میں جدا جدا اور ہر ایک پھل اُس جیو کا شریر سمجھا جاویگا یا نہیں *

۴ - جیو ماننے کی حالت میں پھل یا بنسپتی کھانے سے اوشیہ ہنسا ہوگی - اور ویدوں میں ہنسا سے بچنے کا اُپدیش کیا ہے - ایسی حالت میں ہنسا سے بچنا اسمبھو ہے اور ویدمیں نرارتھک اپدیش کا ہونا بھی اسمبھو ہے - یدی کوئی برکش یا بنسپتی میں مورچھت اوستھا میں جیو کو مان کر خیال فرماویں - کہ دکھ کو محسوس نہیں کر سکتا تو ایسی حالت میں سمادہستہ یوگی کو مار ڈالنا بھی پاپ نہ سمجھنا ہوگا - کیونکہ یوگی بھی سمادہی اوستھا میں تکلیف محسوس نہیں کر سکتا - اور میرے وچار میں تو جیوآتما کا شریر سے الگ کر دینا ہی مہا پاپ مانا ہے خواہ جیوآتما دُکھ محسوس کرے یا نہیں *

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جوابات

۱- برکش یونی ہے اس کی بابت رسالہ اندر ماہ جون ۱۹۰۷ء میں بہت کچھ دلیلیں تحریر کی گئی ہیں۔ اُن کو یا ان جیسی اور یکتیوں کو اب پھر درج کرنا ایک طول عمل ہے۔ تاوقتیکہ پہلے ان کا کھنڈن نہ کر دیا جائے۔ رہا پرمان دینا سو اس کے لئے بھی یہ نیاز مند ایک بہت مستند پرمان یجروید بھاشہ کرتا مہرشی سوامی دیانند سرستی جی مہاراج کا کہ جس کا ذکر آغاز مضمون ہذا میں بھی کیا جا چکا ہے دے آیا ہے۔ اور گو اس پرمان کے مقابلہ میں دیگر حوالہ جات کی ضرورت نہیں رہتی مگر بمزید احتیاط کچھ اور بھی پرمان ہدیہ ناظرین کرتا ہوں :-

ملاحظہ ہو اتھروید ۸-۷-۶ کہ جس کا اُپیو کی بھاگ یہ ہے (جیولانگ سانگ جیونیتم اوشد ہیم اہم) اس میں دو شبد پڑے ہوئے ہیں یعنی جیولانگ اور جیونیتم جن کے ارتھ ہیں۔ اوشدھی جیولانگ یعنی جیوآتما کو رکھنے والے اور جیونیتم ارتھات پران دھاری اتیادی۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہو ایش اُپنشد (کہ جو یجر وید ادھیاء ۴۰ کی ویاکھیا ہے) منتر ۳ کی تشریح کہ جس کو شریمان پنڈت راجارام جی پروفیسر دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور نے صفحہ ۳۷ کتاب مذکور میں اس طرح پر تحریر فرمایا ہے "پاپ کرم کرنے والے ستھاور پریانت نکرشٹ جنموں کے چکر میں بار بار گھومتے ہیں +

ایسے ہی سانکھ شاستر ادھیاء ۵ سوتر ۱۲۲ میں بھی بحوالہ منوسمرتی استھاور کو شریر مانا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیکھو مہرشی نے خود اپنی پستک ستیارتھ پرکاش کے نویں سملاس فقرہ ۴۶ میں بحوالہ منوسمرتی ۱۲-۸- اور ۱۲-۹ کے بتلایا ہے۔ کہ جیو جس نیک یا بد کام کو من سے کرتا ہے اس کو من سے اور زبان یا جسم سے کئے ہوئے کرموں کا پھل یعنی سکھ یا دکھ زبان اور جسم سے بھوگتا ہے اور جو شخص بذریعہ جسم کے چوری یا دوسرے کی عورت سے مباشرت یا نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ بد کام کرتا ہے۔ اس کا جنم درخت وغیرہ غیر متحرک قالبوں میں ہوتا ہے۔ مگر ہم نے اس حوالہ منو کی بابت جو کہ شری ۱۰۸ شترمان سوامی دیانند سرستی جی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ستیارتھ پرکاش میں تحریر فرمایا ہے۔ بعض مہاشوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ کہ یہ اشلوک مہرشی کے خود منتویہ میں نہیں تھے۔ کیونکہ جو جو حوالہ جات جس جس گرنتھ کے انہوں نے اپنی تصنیف کردہ پستکوں میں کہیں کہیں دئے ہیں۔ وہ اُن کا مت دکھلانے کو دئے ہیں۔ نہ کہ اُن کا یہ مطلب ہے کہ ان کو خود مہرشی سوامی دیانند سرستی بھی مانیہ سمجھتے تھے۔ مگر اس کتھن میں ہم کو ایک اعتراض ہے۔ اور وہ یہ کہ مہرشی ہر سمرتی اور شاستروں کے اس فرمانے کو مانیہ اور قابل تعظیم سمجھتا تھا جو کہ ویدوں کے پرتی کول نہ ہو۔ اور اس لئے جب تک کوئی صاحب یہ ثابت نہ کر دیویں کہ یہ شلوک ویدوں کی ہدایات کے انکول نہیں ہیں تب تک یہ کہنا کہ مہرشی ان اشلوکوں کو مانیہ نہیں سمجھتے تھے درست نہیں ہوگا ✦

صاحبان! دیکھو کہ وید کا کوئی کلام بھی بدھی کے ورودھ یا دلیل کے خلاف نہیں ہوتا جیسا کہ مہرشی کنادجی ویشیشک درشن ادھیائے ۱۶ سوتر ۱ میں فرماتے ہیں کہ "بدھی پوروا واکیہ کرتیر ویدے" یعنی وید کا کوئی منتر بھی بدھی کے ورودھ نہیں ہوتا اور ایسے ہی منو بھگوان بھی کہتے ہیں کہ "یس ترکین انوسندھتے سا دھرم ویدنہ ایترا" یعنی جو دلیل سے ثابت ہو وہی وید کا دھرم ہے اور نہیں۔ اس لئے آؤ اول یہی جانچنا کریں کہ یہ اشلوک بدھی کے موافق اور دلیل سے ٹوٹ جانے والے تو نہیں ہیں۔ دیکھو مہرشی پاتنجل جی نے بھی اپنے یوگ درشن سادھن پاد سوتر ۱۳ میں فرمایا ہے کہ یہ تین چیزیں پچھلے جنم کے کئے ہوئے کرموں کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ سکھ[1] دکھ۔ تعداد[2] آیو یعنی شمار سانس ہائے۔ جاتی[3] یعنی انسان حیوان۔ گائے۔ بیل۔ چرند پرند چیل کوے وغیرہ قالبوں کا میسر آنا۔ مگر مہاتما منو کے شلوک مندرجہ بالا اور اس کتھن میں قابل غور معاملہ یہ ہے۔ کہ جب دکھ اور سکھ نتیجۂ اعمال کو بھگتنا ہی ٹھیرا تو مختلف الاقسام یا مختلف العمر قالبوں میں آمد و رفت کرتے پھرنا اس میں کیا فلاسفی ہے۔ ایک جیسی حالتوں میں ہی اُن کا بھگتان کیوں نہیں کرا دیا جاتا۔ مگر ناظرین اس کا باعث یہ ہے۔

دیکھو یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کوئی کرم بھی بلا اندریوں اور من کی سہائتا کے نہیں ہو سکتا ہے اور اندریاں ہمیشہ ویسے ویسے ہی کار یہ کیا کرتی ہیں کہ جیسے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

من میں خیالات آتپن ہوں۔ اور من میں خیالات یا سنکلپ وکلپ ویسے ہی
اُٹھا کرتے ہیں۔ کہ جیسے جیسے سنسکار موجود ہوں۔ یعنی اگر منش کے اندر ناقص
سنسکار زیادتی پا رہے ہیں۔ تو اُس کے من میں جس قدر بھی خیالات پیدا ہونگے
وہ سب ناقص ہی ہونگے۔ اور اس حالت میں وہ جس قدر بھی مانسک یا
واچک یا کارمک افعال کریگا وہ سب پاپ کرم ہی میں شمار ہونگے۔ کہ جن کا نتیجہ
دکھ ہی دکھ ملتا چلا جاویگا۔ اور پاپ کرم سنسکار دمبدم ترقی پاتے چلے جاوینگے
ایسی حالت میں بتاؤ کہ پرم پتا پرماتما اُس منش کی سوتنتر تا کو قائم رکھتے ہوئے
کون اوپاؤ عمل میں لاویں کہ نیائے اور دیا دونوں صفات انوسار وہ جیو اس گری
ہوئی اوستھا سے اُٹھا لیا جاوے بجز اُس صورت کہ وہ دیالو پتا اس کی اُن اُن
اندریوں کو اُس اُس میعاد کے لئے کہ جب تک وہ اُن کا ناواجب استعمال
بھول جاوے۔ اس سے چھین لیویں۔ اور اس منش روپی مکان سے نکال کر
اس کو ایسے قالب (مکان) میں بھیجیں کہ جہاں وہ اندریاں قدرتاً بھی موجود نہ
رکھی گئی ہوں۔ اور وہاں بھیج کر محض اُس کے دکھ سکھ روپی بھوگ کا بھوگ بھگا دیں
اور اس طریقہ پر جب اُس کے خراب سنسکار اُن یونیوں میں کسی مقررہ میعاد کے
اندر رہتے رہتے دور ہو جاویں اور ان کی تعداد اچھے سنسکاروں کی برابر ہو جاوے
یا کم۔ تب اُس کو بھگتو یونیوں سے نکال کر منش روپی کرتوپ چولہ میں داخل کر دیویں
کہ جہاں اُس کو خراب سنسکاروں کی اوہکتا خراب کرم کرنے میں مجبور نہ بنا سکے
چنانچہ یہی سدھانت تھا کہ جس کو لیکر مہاتما منوجی نے بتلایا ہے کہ جس جیو کے
پاپ کرم سنسکار زیادہ اور پن کرم سنسکار کم ہوتے ہیں اس کو منش دیہ نہیں ملتی
اور جس کے پاپ اور پن کرم سنسکار برابر ہوتے ہیں وہ سادھارن معمولی انسانوں
کے یہاں جنم لیتا ہے۔ اور جس کا پن کرم سنسکار زیادہ اور پاپ کرم سنسکار کم
ہوتے ہیں۔ اُس کا جنم کسی دیوتاؤں یعنی ودوانوں کے یہاں ہوتا ہے کہ جہاں اس
کو شبہ کاریوں کے کرنے میں بیرونی سہایتا بھی آسانی سے ملتی رہتی ہے۔ پس
یہی وجہ ہے کہ وہ ادم پرماتما نتیجہ اعمال دکھ سکھ کا بھوگ مختلف الاقسام قالبوں
میں کراتے ہیں۔ اور اسی لئے منو ۱۲۔ ۹ میں بتایا گیا ہے کہ جسم سے پاپ کرم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے والے (یعنی جسمانی یا تچا اندری روپی ناقص سنسکار بڑھے ہوئے) کو استھاور وغیرہ غیر متحرک چولہ عطاء کیا جاتا ہے یعنی اس قالب میں تچا اندری ضبط کر لیجاتی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اگر اس کی دیکھنے۔ سننے۔ بولنے وغیرہ کی دیگر اندریاں بھی خراب کرم کرنے کی عادی ہو رہی ہوں اور وہ بھی چھین لی گئی ہوں اور بصورت اُن کے ناقص ہونے کے نہ بھی چھینی گئی ہوں مگر یہ تو لازمی بات ہے کہ جو جیو استھاور یونیوں میں بھیجا جاتا ہے اُس کی جسمانی یعنی تچا اندری تو اوشیہ ہی ضبط کر لیجاتی ہے اور یہی کارن ہے کہ استھاوروں میں بھی مختلف العمر اور مختلف الاقسام شکتیوں یا اندریوں کے درخت پودے بیل بوٹے وغیرہ موجود ہیں۔ رہی یہ بات کہ کس کس درخت یا کس کس حیوانی قالب میں کون کون اندریاں ضبط کر لی جاتی ہیں۔ یا کس درجہ کمی بیشی خراب سنسکاروں کے لحاظ سے کس کس عمر یا کس کس قسم کے کوئی بھگتویہ چولے عطا ہوتے ہیں ایک دوسرا مضمون ہے اس لئے یہ رقم اس وقت اُس پر نظر مارنا نہیں چاہتا۔ صاحبان خوب یاد رکھو کہ جو سزا دی جاتی ہے وہ جرم کا بدل نہیں ہوتا بلکہ آئندہ کے لئے پھر ویسا نہ کیا جاوے ایسا اثر ڈالنے کے لئے ہی دی جاتی ہے۔ اور یہی کارن ہے کہ گورنمنٹ انسانی میں بھی جو مجرم کسی جرم کرنے پر اول مرتبہ کے ارتکاب میں کچھ سزا پاتا ہے۔ اگر وہ مجرم مکرر یا سہ کرر بھی ویسا ہی جرم عمل میں لاوے تو پہلی جیسی سزا عطا نہیں ہوتی۔ بلکہ دمبدم زیادہ سخت سزا دی جایا کرتی ہے۔ اور سوچ لیا جاتا ہے کہ اُس مقدار سزا کا جو کہ پہلی مرتبہ دی گئی تھی اس پر کوئی مناسب اثر نہیں پڑا۔ لیکن انسانی گورنمنٹ کو چونکہ اپنی الپگتا کے کارن کسی کے من کی حالت کا ٹھیک طور پر صحیح صحیح اندازہ نہیں لگ سکتا۔ اور نہ ہی وہ من کو قید بنا سکتی ہے کہ جہاں اُس کے اندر خراب سنسکاروں کی ترنگیں بند ہو جاویں۔ اور یہی وجہ ہے کہ انسانی گورنمنٹ کے قیدی قید خانہ سے چھوٹ کر پھر ویسے ہی یا اُس سے بھی ادہک تر جرم کرنے لگتے ہیں۔ مگر پرماتما چونکہ سروگیہ اور انتریامی ہیں۔ اس لئے وہ جو سزا تجویز فرماتے ہیں اور جس قدر عرصہ کے لئے بھی جس جس قسم کے بھگتویہ چولہ روپی قید خانہ میں قید کرتے ہیں۔ اُن کا پورا پورا اثر پڑتا ہے اور وہ خراب کرم سنسکاروں کی ادہکتا دور ہو جاتی

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ پس بھراتاگن جبکہ منو مہاراج کے یہ بچن دلیل کے موافق اور معقولیت پر مبنی پائے جاتے ہیں۔ تو کیونکر مان لیا جاوے۔ کہ مہرشی سری سوامی دیانند سرستی جی مہاراج ان کو مانیہ نہیں سمجھتے تھے +

۲۔ ہمارے قابل بھائی مہاشہ رہتولال جی نے دوسرے سوال میں تحریر کیا ہے۔ کہ جیو کی جاگرت۔ سپن۔ ششپتی اور تُریا چار اوستھا ہوتی ہیں۔ استھاور میں رہنے والے جیو کی کون اوستھا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ جیسے دیگر قالب ہائے حیوانی میں کبھی جاگرت اوستھا رہتی ہے اور کبھی سپن وغیرہ۔ ایسی ہی حالت قالب ہائے عالم نباتات میں بھی ہے۔ چنانچہ مضمون سابقہ مندرجہ رسالہ اندر ماہ جون ۱۹۰۷ء میں منجملہ اور دلیلوں کے راقم نے ایک دلیل میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ "بوڑھوں کی مانند پورانے درخت بھی نسبتاً کم سوتے ہیں"۔ رہا یہ امر کہ ہی قالب میں جملہ جیووں کو ہمیشہ چاروں اوستھائیں رہتی ہوں سو یہ غلط ہے عالم حیوانات اور نباتات میں تو کیا کوئی خوش قسمت انسان ہوگا کہ جس کو تُریا اوستھا میسر آتی ہو۔ اور میرے خیال میں تو بعض بعض بیچارے تفکرات کے مارے مثل شہنشاہ زار روس وغیرہ انسانوں کو ششپتی اوستھا بھی شاید ہی پراپت ہوتی ہو۔ ورنہ سپن اوستھا تک ہی رسائی ہوتی ہوگی۔ اور بعض بدقسمتوں یا گلوں اور مخبوط الحواسوں کو تو یہ سپن اوستھا بھی میسر نہیں آتی ہے۔ پس جبکہ جنگم یا چر سرشٹی ہی میں ہر ایک چولہ میں یہ چاروں اوستھائیں نہیں دیکھی جاتیں تو کیونکر قیاس کیا جاوے کہ استھاوریا اچر یونیوں میں یہ چاروں اوستھا دیا پک رہتی ہیں۔ اور اگر بفرض محال یہی سدھانت قائم رکھا جاوے کہ عالم حیوانات میں تو ہر ایک قالب میں اور ہر ایک جیو کو یہ چاروں اوستھائیں اپنا اپنا آنند دیتی ہیں تو عالم نباتات میں بھی ویسا ہی مان لو +

۳۔ تیسرے سوال میں دریافت کیا گیا ہے کہ پھلدار برکش میں ایک ہی جیو ہوتا ہے یا ہر ایک پھل میں جدا جدا تیادی جواباً عرض ہے۔ کہ کوئی درخت پھلدار ہو یا بے پھل مگر اس کل میں جیوا بھمانی ایک ہی ہوتا ہے نہ کہ نانا۔ رہا یہ بات کہ ہر ایک پھل میں تو جیو جدا جدا نہیں ہوتا اور اس پھل کو جیو کا شریر سمجھا جائے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں۔ سو یہ حالت بالکل انسانوں اور حیوانوں جیسے تخم کی سی ہے۔ کسی تخم میں بھی علیحدہ علیحدہ کوئی جیوا بھمانی موجود یا استھاپت نہیں رہا کرتا ہے۔ بلکہ جب وہ مادین کے رج وغیرہ سے میل کھا کر ایک خاص اوستھا میں قائم ہوتا ہے تب ہی اُس میں پرماتما کے نیم انکول جیو آتا ہے ایسے ہی درختوں یا بنسپتی کے ہر ایک پھل یا تخم میں بھی جدا جدا جیو موجود نہیں رہتا۔ بلکہ جب وہ مٹی پانی اور حرارت وغیرہ کی خاص اوستھا کو پراپت کرتے ہیں تب ہی اُن میں وہ وہ جیو آجایا کرتے ہیں۔ کہ جن کو نیاء نیم کے مطابق دیالو پرم پتا۔ اُن کے کرم اور سنسکار انوسار وہاں بھیجتے ہیں۔ اور یہ بات راقم پہلے مضمون ماہ جون ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں بھی بتلا چکا ہے۔ کہ درختوں میں بھی مثل حیوانات کے نر و مادین کی اقسام ہوتی ہیں ؛

بعض بعض درخت یا پودے میں تو ایک ہی درخت میں یہ دونوں علامات ہوتی ہیں۔ جیسے مکئی وغیرہ کے پودے۔ اور بعض بعض میں علیحدہ۔ جن درختوں یا پودوں میں نر اور مادین کے اقسام علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں۔ اُن کے تخموں کو باہمی وصل کرانے کے لئے قدرت نے وایو (ہوا) یا چند اقسام کے کیڑوں کو تعینات کیا ہوا ہے

۴۔ ہمارے آریہ بھائی پرشن کرتا نے اس چوتھے سوال میں کئی حصے کئے ہیں مگر راقم ان کو تین جزوں پر تقسیم کرتا ہے :۔

اوّل یہ کہ اگر بنسپتی یا پھل میں جیو مانا جاوے تو اوشیہ ہنسا ہوگی اور ہنسا سے بچنا ویدوں کی ہدایت ہے۔ اور ویدوں کی ہدایت نرارتھک نہیں ہوتی۔ پس ایسی حالت میں ہنسا سے بچنا اسمبھو ہو جاویگا ؛

دویم۔ استھاور میں جیو کو بحالت مورچھت اوستھا ماننے کے یہ سوال کیا گیا ہے کہ اگر ایسی اوستھا میں مارنے سے دُکھ محسوس نہ ہونا خیال کر کے پاپ لگنا نہ سمجھا جاوے تو سماد ہست اوستھا میں چونکہ یوگی کو بھی تکلیف نہیں ہوتی اس لئے اُس کا مار ڈالنا بھی داخل گناہ نہیں ہوگا ؛

سویم حصے میں ہمارے بھائی رہتو لال جی نے محض اپنا وچار پرگھٹ کیا ہے۔ کہ جیو آتما کا شریر سے علیحدہ کر دینا ہی مہا پاپ ہے۔ خواہ علیحدہ ہوتی سمے اُس کو دکھ محسوس ہوا ہو یا نہیں ؛

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جواب - ہمارے بھائی نے غالباً ہنسا کے ارتھوں پر غور نہیں فرمایا ورنہ میرا خیال ہے کہ وہ ایسا کبھی بھی نہ لکھتے کہ اوشیہ ہنسا ہوگی - دیکھو ویدوکت دھرم یا یوں کہئے کہ قدرتی یا نیچرل یا عالمگیر دھرم کے اندر تین پرکار کی ہنسا مانی گئی ہے جو مانسک - واچک اور کارمک ہنسا کے ناموں سے موسوم ہے اور کسی جیو کو اس کے موجودہ چولہ سے پرتھک یا علیحدہ کر دینے کا نام ہی ہنسا نہیں ہے - بلکہ اگر بانی دوارا بھی کوئی سخت یا کٹو شبد بولکر کسی کو کچھ دکھ پہنچایا جاتا ہے یا من کے اندر ہی نقصان پہنچانے کے خیالات اٹھائے جاتے ہیں - تو بھی ہنسا کی تعریف میں آجاتا ہے - اور یہ دکھ یا نقصان دینے کا عمل خواہ من سے کیا جاوے یا بانی اور شریر سے مگر ہنسا کی تعریف میں اُسی وقت یا اُسی حالت میں شمار ہوگا جبکہ وہ خلاف انصاف ہو یا بدنیتی سے کیا گیا ہو - ورنہ اس جرم میں جملہ حکام عدالت ڈاکٹر - جراح - جلاد - قتال اور عملہ تعزیری وغیرہ سب ہی مجرم قرار پا جاتے اور شرتی اور سمرتیوں کے وہ سب اپدیش جو راج سمبندھی ہیں اور جن میں جرموں کی اقسام انوسار علیحدہ علیحدہ ڈنڈ دیا جانا ارشاد ہو رہا ہے - وہ سب نرارتھک اور امانیہ ٹھیرتے - مگر میری اس تحریر سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکال لیویں کہ میں استھاور یونیوں میں رہنے والے جیوؤں کو دکھ دینا نیاء انوسار اور اپنا حق مان رہا ہوں - بلکہ میرا تو وچار یہی ہے کہ جب استھاور یونیوں میں قدرتاً ہی تچا اندری موجود نہیں ہوتی ہے - تو اُس کے کانٹ چھانٹ کرنے میں بھی کوئی دکھ اُس جیو کو جو کہ اس درخت یا پودے وغیرہ میں ہے محسوس نہیں ہو سکتا - جیسے کہ کسی بیماری کے آنے پر قوت ذائقہ جب معدوم ہو جاتی ہے - تو کڑوا یا چرچرا اتیادی بھوجن کیسا ہی کیوں نہ دیا جاوے ناگوار خاطر نہیں ہوتا - یا جب کوکین وغیرہ اوشدھیوں کے اثر سے کسی حصے جسم کی قوت محسوس تچا شکتی کو عارضی طور پر معطل بنا دیا جاتا ہے - تو اس کو کانٹ چھانٹ کرنے میں کچھ دکھ معلوم نہیں پڑتا یا دیکھو بالوں میں گو جان موجود ہے مگر نیچرل طور پر چونکہ اُن میں تچا شکتی نہیں رکھی گئی باوجودیکہ وہ حصۂ جسم ہوتے ہیں - مگر محض تچا اندری نہ ہونے سے اُن کے کانٹ چھانٹ کرنے میں کچھ دکھ پراپت نہیں ہوتا ایسے ہی استھاور یونیوں کا حال ہے *

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرے حصہ یوگی والی مثال میں تو جو سوال کیا گیا ہے وہ خود اپنی ذات میں ہی خلاف
سدھانت ہے کیونکہ یہ ناممکن بات ہے کہ قبل از وقت مقررہ کے کوئی جیو اپنے کسی چولے سے
علیحدہ کیا جا سکے جس زبردست اور مہاں طاقت نے اپنے نیاء نیم کے موافق جس جس جیو کو
جس جس میعاد اور جس جس چولہ میں بھیجا گیا ہے وہ اٹل اور امٹ بات ہے کیا مجال ہے۔ کہ
اُسکے نیموں کے خلاف کوئی قبل از وقت کسی جیو کو کسی چولہ سے علیحدہ کر سکے یا کوئی بھی کسی قسم
کا نقصان بلا اُس کے بھوگ کے کسی کو مل سکے۔ رہا یہ بات کہ اگر ہم کسی یوگی مہاشہ کو سمادہستہ
اوستھا میں قتل کر دینے کا عمل کریں یا بلا سمادہستہ اوستھا میں دونو حالتیں مساوی ہیں
کیونکہ کوئی سمادہستہ اوستھا میں قتل کیا جاوے یا شیشپتی میں چونکہ یہ سب حالتیں عارضی ہیں۔
اور تچا اندری موجود ہے۔ گو اُس حالت میں معطل ہو رہی ہو مگر قتل ہونے سمے چونکہ
اوستھا کا کھل جانا ضروری ہے۔ یعنی موجودہ حالت میں جو تُچا اندری کا من
سے کنکشن (میل) نہیں ہو رہا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے قوت حس محسوس نہیں
ہو رہی وہ کنکشن ہو جاویگا۔ اور اس لئے جب کنکشن ہوا تو لازمی بات ہے۔ کہ
دکھ سکھ بھی محسوس ہو۔ ہر ایک اندری دوارا کوئی دکھ سکھ جب ہی محسوس ہوا
کرتا ہے۔ جبکہ اُس باہیہ اندری کا کنکشن من سے ہو رہا ہو۔ ورنہ نہیں۔ اور رہی
یہ بات کہ ہمارے کرتویہ کرموں کا نتیجہ کسی دوسرے کے دُکھ سکھ نفع نقصان ہو جانے
پر منحصر ہو۔ سو یہ بات نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعض بعض واقعات
میں ایک کے کرتویہ کرم کا کنکشن کسی دوسرے کے بھگتویہ سے ہو کر اُس کے دُکھ
سکھ نفع نقصان کا اظہار ہو جاوے۔ مگر ہمارا بھوگ تیار ہونا دوسرے کے
نفع نقصان ہونے پر منحصر نہیں ہے اور نہ یہ انصاف ہی کیا جا سکتا ہے۔ کہ کوئی
زید نامی آدمی کی بدکرداریوں کا اثر دوسرا کوئی معصوم بکر اُٹھا دے۔ بلکہ ہمارا نتیجہ
خود ہماری ہی نیت اور ہمارے ہی اعمال پر منحصر ہے خواہ بظاہر یا دوسرے پر
اُس کی مطابقت ہو یا نہیں۔ جیسا کہ فرض کرو۔ ہم کسی کے قتل کا وچار کرتے
ہیں۔ خواہ علاوہ وچار کے آگے بڑھے ہوں یا نہیں مگر مانسک قتل کے ملزم
ہو گئے۔ اور اگر زبان دوارا بھی اس وچار کردہ فعل کا اظہار کر دیا گیا تو ورچک
قتل کے ملزم بن گئے۔ اور اگر اپنے جسم ہاتھ وغیرہ سے قتل کرنے کا ارتکاب

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی کر دیا گیا ہو۔ اور خواہ دوسرا قتل ہو گیا ہو یا نشانہ سے بچ گیا ہو۔ یہ دوسری بات ہے اور وہ اس کے بھوگ انوسار ہے۔ مگر ہم کارمک قتل کے ضرور خطاوار ہو گئے اور نیاء انوساران کا نتیجہ اُٹھائینگے۔ اگر کوئی صاحب اس کے خلاف ہوں۔ تو وجوہات پیش کریں پھر راقم بھی ارادہ رکھتا ہے۔ کہ وستار پور بک بحث کرتا ہوا اکھنڈ دلیلوں کا رگڑا لگا دے گا ؛

تیسرے حصے سوال میں پرشن کرتا مہاشہ نے جو اپنا وچار پیش کیا ہے۔ کہ جیو آتما کا شریر سے علیحدہ کر دینا ہی مہاپاپ ہے۔ سو یہ بالکل غلط ہے۔ جبکہ جیو اور شریر کا ایک دن سمبندھ ہوا ہے تو اوشیہ ہو گا کہ وہ جدا جدا بھی ہوں اور وہ سمے جو ہو گا وہ وہی ہو گا کہ جو پہلے سے نیاء انوسار نیت ہو چکا ہے۔ اُس میں ایک سانس یعنی ایک پران کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ سوال ہی غلط ٹھیرتا ہے کہ کسی جیو کا کسی شریر سے علیحدہ کر دینا پاپ ہے نہیں نہیں بلکہ مہاپاپ ہے۔ میرا دعوےٰ ہے کہ اکال مرتیو نہیں ہوتی۔ چونکہ اس مضمون میں میں کوئی دوسری لمبی چوڑی شاخ شامل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ اس لئے اس بارہ میں اس وقت کوئی طول طویل بحث کرنا مناسب نہیں سمجھتا ہاں اگر کوئی بھائی معترض ہوں تو جواب دینے کا قصد رکھتا ہوں یا کسی دوسرے مضمون میں خود ہی کچھ وجوہات پیش کرونگا۔ لیکن ہاں اتنا تو اب بھی بتلائے دیتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب یہ اعتراض رکھتے ہوں۔ کہ جب کوئی جیو دھاری بھی اپنے وقت مقررہ سے پہلے نہیں مر سکتا اور نہ اپنی پرالبدہ کے خلاف کسی قسم کا کوئی نقصان چوری وغیرہ کا اٹھا سکتا ہے۔ تو چور یا قاتل وغیرہ کو کیوں ملزم گردانا جاتا ہے اور کیوں اُس کو سزا دی جاتی ہے۔ وہ تو جیسا ہوا ہونا ہی تھا۔ اُس کا جواب یہ ہے۔ کہ اول تو انسانی گورنمنٹ میں جو کسی کسی کو ڈنڈ ملتا دیکھ رہے ہیں اور اپنے اپنے محدود خیالات کے موافق یہ اندازہ یا انوبھو بھی کر رہے ہیں کہ فلاں چوری یا قتل وغیرہ کے جرم میں یہ سزا یسر آئی ہے۔ یہ غلطی ہے کرتو یہ کرموں کا چکر علیحدہ ہے۔ اور بھوگوں کا چکر علیحدہ۔ یہ دیکھنا کہ کس کس کرتو یہ کرم کا کیا کیا بھوگ تیار ہو کر بھوگنے میں آرہا ہے۔ اور کیا کیا آنے والا ہے۔ اس کو ہما شما نہیں جان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سکتے بلکہ یہ راز تو یوگی مہاتماؤں اور سوکشم وچار رکھنے والے دبیہ درشٹا عالموں اور عاملوں کو ہی گیات ہو سکتا ہے۔ اس وسیع میدان سے علیحدہ بھی اگر محدود دائرہ کے اندر بھی اپنی کوتاہ بینی کو گھمانا چاہو تو وہ بھی گھما دیکھو۔ کہ جیسے دنیا یا گورنمنٹ موجودہ میں کوئی قتّال کسی کو قتل کر کے یا کوئی جلّاد کسی کو پھانسی دے کر یا کوئی ملازم اپنے کار منصبی کے مطابق زر جرمانہ وغیرہ کو قرقی وغیرہ کے ذریعہ جبراً وصول کرنے پر بھی مجرم تصوّر نہیں کیا جاتا۔ اور اس پر قتل یا ڈکیتی وغیرہ کے جرم عاید نہیں ہوتے۔ کیونکہ اُن کا یہ فرض ہے۔ ہاں اگر ان ہی مجرمان کو کوئی دوسرا شخص کہ جس کا فرض قتل کرنا یا پھانسی دینا یا قرقی وغیرہ کرنا نہ ہو۔ پھانسی دے دیوے۔ یا اُس کے مال کو قرق کر لیوے۔ تو قتل وغیرہ جرموں کا مجرم ہو جاویگا۔ ہی پرماتما کی عدالت سے بھی جو جو عملہ تعزیری بخار۔ ہیضہ۔ طاعون۔ درد۔ چیچک وغیرہ مقرر ہے یا ویدوں کی ہدایت انوسار راج سمبندہی کرم چاریوں کو جس جس ودہی انوسار جو جو آگیائیں یا اختیارات ملے ہوئے ہیں یا نیچرل طور پر جو جو مانس اہاری یا گوشمالی کرنے والے گزندہ درندہ جانوران شیر۔ بھیڑیا۔ سانپ بچھو۔ بھڑ وغیرہ مقرر فرمائے گئے ہیں۔ وہ اپنے اُن عطا شدہ اختیارات کے بموجب اور پرماتما کے احکام انوسار جو جو کسی کی ہلاکت یا نقصان دہی کے باعث ہوتے ہیں۔ گنہ گار قرار نہیں پاتے اور اس کے خلاف جو کیا جاتا ہے وہ پاپ ہے۔ جیسا کہ یجروید کے ایک منتر میں اپدیش ہے۔ کہ کسی کا مال ناواجب طور پر لینے کی چیشٹا مت کرو پس اس کے خلاف جو رشوت یا چوری وغیرہ کی چیشٹا کرے۔ مجرم اور پاپی ہو۔ منش ماتر کے لئے اپدیش ہے کہ جیو ماتر کو متر درشٹی سے دیکھو اس کے خلاف شرو بہاؤ سے دیکھنا اور خود غرضی کو کام میں لانا۔ تعصب کو برتنا ہنسک بننا پاپ ہے۔ لیکن کوئی صاحب اگر یہ اعتراض رکھتے ہوں کہ مثل شیر۔ بھیڑیا۔ کتا۔ بلی مانس اہاری جانوروں کے چونکہ منش بھی قدرتاً مانس اہاری بنایا گیا ہے۔ اس لئے اس کا جانوروں کو ذبح کر کر کھا جانا اور ان کی غلاظت کا صندوق اپنے شکم۔ منہ وغیرہ کو بنانا جائز بات ہے۔ تو یہ اعتراض غلط ہے۔ کیونکہ انسان نیچرل طور پر مانس اہاری نہیں بنایا گیا۔ دیکھو مانس اہاری جانوروں کو پسینہ

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں آتا۔ اور وہ زبان نکال کر چپ چپ کرتے ہوئے پانی پیتے ہیں۔ ان کی
کو بمقابلہ دن کے زیادہ گہرا نظر آتا ہے۔ اُن کے دانت کیلے نلی وغیرہ اور قسم کی
ہیں وغیرہ وغیرہ اور انسان چونکہ ایسی یا ان جیسی اور باتوں میں اُن سے مطابقت
نہیں رکھتا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ مانس اہاری نہیں ہے اور جبکہ وہ مانس
اہاری نہیں بلکہ نباتات کا کھانے والا قدرتاً بنایا گیا ہے۔ اس لئے اگر مانس کھاتا
تو مجرم ہے۔ اُس کا فرض ہے۔ کہ وہ جیو ماتر کی رکھشا کرے اور پریم بھاؤ سے پیش
آوے۔ لیکن اس کی بجائے اگر وہ شکار کرتا ہے یا کسی کی ہلاکت کا کارن بنتا ہے
قدرتی عملہ کے خود بن جاتا ہے تو پاپی ہے مجرم ہے اور قصوروار ہے کہ جس کا
خمیازہ اوشیہ اُٹھاویگا ۔

ویدوکت دھرم کا سیوک

گوڑے مل بیمار

سہارن پور

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عورت اور اُس کے اشتقاق

نمبر ۲

"ابتدا میں صرف آتما تھا (اور وہ) پُرش کی طرح تھا۔ اُس نے اپنی چاروں طرف دیکھا۔ اپنے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ اُس نے سب سے پہلے کہا "میں ہوں" اس لئے اُس کا نام ہی میں ہو گیا۔ اس لئے اب بھی اگر کسی سے پوچھا جاتا ہے (کہ تم کون ہو؟) تو وہ پہلے یہی کہتا ہے کہ "میں ہوں" اور اس کے بعد اپنا نام بتاتا ہے" وہ ڈرا (کیونکہ اکیلا تھا) اس لئے ہر ایک شخص جو اکیلا ہوتا ہے ڈرتا ہے۔ اس نے خیال کیا کہ "میرے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں کیوں ڈرتا ہوں؟" اس کا خوف اُسی وقت جاتا رہا۔ خوف سچ مچ دوسرے کی وجہ سے ہوتا ہے"

"مگر وہ خوش نہیں تھا۔ اس لئے کوئی شخص اکیلے خوش نہیں ہو سکتا اس کو ایک دوسرے (وجود) کی تمنا ہوئی۔ (پہلے) وہ خود اتنا تھا جتنے میں ستری پرش دونوں ہوتے ہیں۔ اس نے اپنے جسم کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصّہ پُرش بن گیا دوسرا ستری ہو گئی۔ اس لئے یاگیہ ولکیہ (رشی) نے کہا "وہم دونوں میں سے (ہر ایک) سیپ کے دو دل کی طرح ہے" "جس طرح دونوں کے ملانے سے سیپ کی مکمل شکل بنتی ہے۔ ویسے ہی یہ دونوں مکمل ہیں۔ وہ اُس (اپنی ستری) سے ملا تب انسان بنا" (اور پھر دوسرے جاندار بتدریج پیدا کئے گئے)

(ورہد آرنیک اُپ نشد۔ ادھیائے براہمن ۴)

یہ اُپ نشد کا کلام ہے اور ایسے اُپ نشد کا کلام ہے جو سب سے زیادہ دقیق سب سے زیادہ ضخیم اور سب سے زیادہ اہم سمجھی جاتی ہے۔ اوپر کی چند آیتوں میں دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وراٹ پُرش نے کس طرح کیسی حالتوں میں اپنے آپ کو ستری اور پرش کی شکل میں تبدیل کر کے اس دنیا کو پیدا کیا۔ سارے اُپ نشد ہے۔

Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس بات کو کہتے ہیں کہ انسان تمام برھمانڈ کا خلاصہ ہے۔ نہ صرف اُپنشد بلکہ تمام سنت مہاتما رشی منی کا اس بات میں اتفاق ہے۔ نہ صرف سنت مہاتما رشی منی بلکہ یونان کے حکیم۔ مصر کے فلاسفر۔ پارس و عرب کے صوفی اس صحیح اور سچی بات کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں جو کچھ برہمانڈ میں ہے۔ سچ مچ وہی اس انسان میں ہے اور اس لئے برہمانڈ کے عالم کبیر کو انسان سے جو عالم صغیر ہے خاص قسم کی نسبت ہے جس طرح برہمانڈ کے پیدا کرتے وقت خلقت پیدا کرنیوالی طاقت نے کام کیا اُسی طرح انسان کی بھی حالت ہے۔ ویراٹ پُرش نے کہا "میں ہوں" اُسی طرح ترقی کے زینہ پر چڑھنے کے لئے انسان کو بھی اپنی شخصیت اپنی انانیت اپنی فردیت کو محسوس کرنا پڑتا ہے۔ یہ خودی کا لطیف حصہ ہے۔ یہ پاک ہے۔ جو نظام کائنات و نظام انسانی کا انتظام کرتا ہے۔ جب تک انسان میں یہ خودی نہیں آتی۔ جب تک وہ نہیں سمجھتا۔ میں بھی کوئی چیز ہوں۔ میری بھی دنیا میں کوئی حیثیت ہے میں بھی دنیا میں کوئی خاص مشن رکھتا ہوں۔ میری ہستی بھی آخر کوئی شے ہے۔ تب تک وہ کامیابی۔ ترقی اور عروج کے کسی منزل پر نہیں قائم کیا جاتا۔ ہم گر گئے۔ کیونکہ ہم اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری زندگی ہیچ ہے۔ کیونکہ انکساری اور خاکساری کے غلط خیال ہم میں سرایت کر گئے۔ ضرورت ہے ہم اپنی آپ وقعت کریں۔ تب دوسروں سے اپنی عزت کرا لینگے۔ ضرورت ہے ہم اپنی نسبت سمجھیں "ہم آتما ہیں" تب دوسرے ہمارے زیر حکومت آوینگے۔ جس طرح سے وراٹ پُرش نے کام کیا تھا۔ ہم کو بھی کام کرنے کی ضرورت ہے یہ خلقت کے نظام کا پہلا زینہ ہے اور یہی ہمارے انفرادی قومی اور مُلکی نظام کا بھی پہلا زینہ ہوگا۔ وراٹ پرش اپنے آپ کو اکیلے پا کر ڈرا کیونکہ اکیلے خوف معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب اس نے سوچا کہ میرے سوا اور کون ہے۔ اس کا خوف جاتا رہا۔ دانا انسان جب تک نہیں سمجھ لیتا ہے کہ میں بھی کسی قسم کی ہستی ہوں۔ اس کو خوف معلوم ہوتا ہے کیونکہ ناقابلیت کا خیال۔ تنہائی کا خیال۔ بے سروسامانی کا خیال خویش و اقارب کی عدم موجودگی کا خیال اس کو ستاتا ہے۔ مگر جب وہ اپنے دل کے اندر داخل ہو کر سوچنے لگتا ہے کہ "میں آتما ہوں" آتما سب کا پیدا کرنے والا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انار۔

سب کو قاعدہ میں چلانے والا۔ سب کو ضرورت کے موافق کام میں لانے والا ہے آتما کے سوا دنیا میں کون ہے۔ یہی زندہ ہے۔ اسی کی زندگی ہے۔ یہی طاقت ہے اسی کی طاقت ہے۔ یہی سب کچھ ہے اسی کا سب کچھ ہے۔" جہاں یہ خیال دل میں پیدا ہوا۔ سارا خوف خود بخود جاتا رہتا ہے۔ وہ جو تنہائی۔ بے سروسامانی و ناقابلیت کے خیال سے گھبرایا ہوا تھا اپنے آپ میں سب کا بھنڈار دیکھ کر بے خوف ہو جاتا ہے سمجھ لیتا ہے میں غیر ممکن کو ممکن کر سکتا ہوں۔ چھپی ہوئی صورتوں کو عالم شہود میں لا سکتا ہوں اور یہ خیال یہ سمجھ یہ گیان اُس کو نڈر بنا دیتا ہے۔ یہ خلقت کے پیدا ہونے میں دوسرا مرحلہ ہے۔ اور اگر کوئی انسان خواہ انسان کا کوئی گروہ ترقی کی طرف قدم مارنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ تو اُس کو بھی اس دوسری منزل سے گزرنا پڑتا ہے۔

ویراٹ پرش خوش نہیں تھا کیونکہ اکیلے کسی کو خوشی نہیں حاصل ہوتی۔ اُس نے اپنے آپ کو دو حصے بنایا۔ ستری پرش یا گیہ ولکیہ رشی کہتا ہے۔ ستری پرش سیپ کے دو دل (طباق) ہیں۔ ستری کو پا کر وہ خوش ہوا۔ اُس کی صحبت سے اُس نے انسان پیدا کیا اور پھر بتدریج دوسرے سامان اُسی عورت کے میل سے پیدا ہو گئے اور تمام دُنیا اس طرح کی بن گئی۔ جیسا کہ ہم اُس کو آج دیکھ رہے ہیں۔ جو ویراٹ پُرش کی نسبت اوپر النکار (استعارہ) کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ آپ دیکھئے۔ کس طرح ہم سب انسان کے متعلق لفظ بہ لفظ صحیح اور صادق آتا ہے۔ انسان دانا ہو۔ عالم ہو۔ طاقتور ہو۔ راجہ ہو۔ کوئی ہو۔ اُس کو اس وقت تک خوشی نہیں ملتی۔ جب تک مرد عورت کو نہیں پاتا۔ جب تک اس کا تعلق عورت سے نہیں ہوتا نہ اولاد ہوتی ہے نہ خوشی کے سامان میسر آتے ہیں۔ نظام کائنات میں خلقت کے پیدا کرنے کا یہ تیسرا مرحلہ ہے۔ پُرش و پرکرتی کا جب تک ملاپ نہیں ہوتا تب تک سرشٹی نہیں ہوتی۔ دونو کی حیثیت مساوی رکھی گئی ہے رشی یاگیہ ولکیہ ان کو سیپ کے دو دل سے تشبیہ دے کر اپنے مافی الضمیر کے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ جس طرح سرشٹی میں یہ یقینی مرحلہ ہے ویسے ہی نظام انسانی اور انسانی سوسائٹی کے قیام۔ ترتیب تہذیب و تمدن کے لئے بھی یہ تیسرا مرحلہ ہے۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انسان مجبور ہے اپنے حقیقی باپ وراٹ پرش کی تقلید میں اس اصول پر عملدرآمد کرے۔ جب تک وہ استری سے مساوی حیثیت میں نہیں ملیگا۔ نہ اُس کو انسانی زندگی کا سُکھ میسر آویگا نہ نیک اولاد پیدا کر سکیگا جو سچے انسان بن کر قوم کو اور ملک کو ترقی کے راہ پر ڈال سکینگے۔ ترقی کے خواہشمند انسان یا انسانی گروہ کے لئے اس مرحلہ میں آنا لازمی امر ہے ؛

اُپ نشدوں کا مضمون جو ہمارے نفس مطلب سے تعلق رکھتا ہے واضح ہو گیا غور کرنے والے اس میں سچائی کی رُوح کو چھپی ہوئی پاوینگے ؛

عورت دنیا میں مرد کے پاؤں کی جوتی بن کر نہیں آئی۔ بلکہ وہ مہارانی کی حیثیت رکھتی ہے۔ قدیم زمانے میں آپ دیکھینگے۔ عورتوں کی عزت مردوں سے ہمیشہ زیادہ تھی۔ اب بھی ہمارے تمام قومی انسٹیٹوشن جو نیم مُردنی کی حالت میں پڑے ہیں اُن سے بھی عورتوں کی قدیم عزت کا پتہ ملتا ہے۔ ہندوؤں میں عورتیں کسی کو سلام یا نمسکار نہیں کرتیں۔ مرد اِن کو سلام یا نمسکار کرتے ہیں۔ باپ۔ بھائی چچا سب اپنی بیٹی۔ بہن یا بھتیجی کا پاؤں پوجتے ہیں۔ لڑکی۔ بہن یا بھتیجی۔ باپ بھائی و چچا کا پاؤں نہیں چھوتی۔ شادی کے موقع پر پاؤں پوجنے کا رسم قدیم زمانہ کے طرز معاشرت کی یادگار ہے اسی طرح عورتوں کے رشتوں کی مردوں کے رشتوں سے زیادہ تعظیم و تکریم کی جاتی تھی۔ بھائی بھائی کی عزت کے لئے ممکن ہے سینہ سپر نہ ہو مگر جہاں بہن کے ننگ و ناموس کا حرف درمیان میں آگیا۔ میان سے تلواریں نکل پڑیں۔ توہین کرنے والے کے سر بھُٹے کی طرح الگ جا پڑے۔ بیٹا باپ کی شان میں کلمہ ناحق سُن کر برداشت کرلے مگر مجال نہیں کوئی نالائق شخص اُس کی پوتر ماں کی شان میں بُرے لفظ کہکر اپنی جان بچالے جائے۔ قدیم آریوں میں ستری کی عزت کا بھلا کیا ٹھکانا تھا۔ رامائن کیا ہے؟ صرف ایک مقدس مآب ستی کے توہین کے سزا دینے کی تواریخ ہے۔ مہابھارت کیا ہے؟ دریودھن نے دروپدی کی بے عزتی کی تھی۔ اُسی کی گستاخی کی سزا دینے کی ایک طول طویل کہانی ہے۔ ہندو قدیم آریہ اس طرح عورتوں کی عزت کرتے تھے۔ خاندان غارت ہو گئے۔ سلطنتیں درہم برہم ہو گئیں۔ کروڑوں آدمی تباہ کر دئے گئے۔ حاکم و محکوم بنا لئے گئے۔ کیوں؟ محض عورتوں کی عزت کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خیال سے۔ ہندوؤں کے دل میں جس قدر عورت ذات کی عزت تھی کسی کی بھی نہیں تھی عورت ننگ و ناموس ہے۔ عورت ہی گھر بار ہے۔ عورت ہی دھن دولت ہے۔ عورت ہی ناک کان ہے۔ اس زمانہ میں جب لوگ ویدک دھرم پر چلتے تھے۔ عورتوں کی شان اور بھی زیادہ نمایاں صورت میں نظر آتی تھی۔ برہمہ وادنی۔ برہمہ پرچارنی۔ ویدوں کے منتر کے تفسیر کرنے والی۔ مردوں کو اپدیش سنانے والی عورتیں ہوتی تھیں۔ دکش نے اپنی خاص لڑکی ستی کی دل آزاری کی۔ اُس کے شوہر مہاراج شیو نے کیلاش سے اُتر کر نہ صرف یگیہ کو ناش کیا بلکہ دکش کے سر تک کو کاٹ لیا۔ اس طرح کوئی کہاں تک کہے۔ قدیم آریہ عورتوں کی عزت بہت کرتے تھے۔

جب تک عورتوں کی عزت تھی۔ ملک خوشحال تھا۔ رعیت مالا مال تھی انسان پیدا ہوتے تھے۔ کیونکہ قابل التعظیم ماتائیں ہی انسان پیدا کر سکتی تھیں۔ پاؤں کی جوتیوں کے پیٹ سے انسان نہیں پیدا ہو سکتے۔ آیا۔ وہ کیا شاندار زمانہ ہوگا۔ جب باپ دنیا سے کوچ کرتے وقت بیٹے کو خانہ داری کے سامان سپرد کرتے وقت کہا کرتا تھا۔ تم برہمہ ہو۔ تم وید ہو۔ تم یگیہ ہو۔ یہ سب لفظ اُپ نشدوں میں موجود ہیں۔ مگر نادانوں نے کچھ کا کچھ سمجھ لیا۔ انسان سے ایشور بننے کے خواہشمند ہو گئے اور اہم برہمہ۔ اہم برہمہ کہتے ہوئے گلی گلی سے بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ برہم سے مراد علم۔ سامان دنیا اور طاقت سے ہے کیونکہ برہمہ ان سب کا مترادف ہے۔ وید سے مراد علم گیان۔ عقل و تمیز ہے۔ کیونکہ وید گیان کا مترادف ہے۔ یگیہ سے مراد تپ۔ ریاضت۔ نفس کشی۔ خود ضبطی ہے۔ کیونکہ یگیہ تپ کا مرادف ہے۔ بیٹے کو یہ آخری نصیحت دی جاتی تھی۔ تم دنیا کے سامان حاصل کرو۔ طاقت حاصل کرو۔ زور و بل حاصل کرو۔ تم گیان۔ علم۔ عقل حاصل کرو۔ تم تپ۔ ریاضت و نفس کشی کی عادت حاصل کرو۔ یہ تعلیم شروع شروع میں ان کو ماتاؤں سے ملتی تھی۔ وہ ماتائیں جو سچی دیویاں تھیں۔ وہی لڑکوں کو برہمہ۔ وید اور یگیہ بناتی تھیں۔ وہی سچا انسان بننے کی ضروری تعلیم دیتی تھیں۔ اور اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ برہمہ۔ وید اور یگیہ کے یہ دولت نہ آج کل کا اجڑا ہوا آریہ ورت ہرا بھرا چمن بنا ہوا تھا۔ مگر اب کیا ہیں؟

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اب نہ وہ دن ہیں اور نہ وہ راتیں
رہ گئیں یادگار وہ باتیں

اس وقت عورتیں مہذب ہوتی تھیں۔ مرد اُن کی دل سے عزت کرتے رہتے تھے۔ نہ صرف عزت بلکہ عورتوں ہی کی ذات میں اُن کی دُنیا ہوتی تھی۔ اور یہ عورتیں اعتبار کئے جانے کی وجہ سے۔ عزت پانے کی وجہ سے مرد کے ساتھ مساوی بلکہ افضل درجہ رکھنے کی وجہ سے سوسائٹی میں پیش امام بننے کی وجہ سے اپنے فرض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیتی تھیں کہ اُن کے لڑکے سچ مچ برمھ۔ وید۔ اور یگیہ مجسم ہؤا کرتے تھے۔

رام بن کو جاتے ہیں۔ کوشلیا سے رخصت مانگ رہے ہیں۔ ماتا کہتی ہے۔ "اے بیٹے! تو جنگل کو نہ جا۔ صرف اکیلے باپ نے حکم دیا ہے۔ ماتا کی اس میں اجازت شامل نہیں ہے" سعادتمند رام سر جھکا کر کہتا ہے۔ "ماں باپ دونوں نے اجازت دے دی۔ کیکئی ماتا کی خواہش ہے میں بن کو چلا جاؤں" اور دیکھو۔ کوشلیا ماں کی مامتا کو بھول کر کہتی ہے۔ "بیٹے! اگر کیکئی نے حکم دے دیا تو میں تجھ کو نہیں روک سکتی۔ جا۔ ماں باپ دونوں کا حکم بجا لا" یہ قدیم آریہ ورت کی ماتاؤں کی معراج تھی۔ کیسے پاکیزہ اصول تھے۔ کیسے پاکیزہ خیالات تھے۔ اور اُن کی اولاد بھی کیسی زبردست پیدا ہوتی تھی۔

موجودہ زمانہ میں اسلام کے دار و گیر کے سپرٹ نے عورتوں کے استحقاق کو پائمال کر دیا۔ ایک نادان دون ہمت شاعر کہتا ہے۔

اگر نیک بودے سرانجام زن
زناں را مزن نام بودے نہ زن

اور اس نادانی۔ کمظرفی اور دون ہمتی کی تعلیم نے ہم کو اپنی عورتوں کی طرف سے بے پرواہ۔ بد اطمینان اور بد سلوک بنا دیا۔ عورتوں کی عزت چھن گئی۔ ان کا اعتبار جاتا رہا۔ ہم اس بات کو بالکل بھول گئے کہ دنیا کا انتظام پرش و پرکرتی کے میل سے ہوتا ہے جو اُپ نشد کی تعلیم کا خلاصہ ہے اس کے بھول جانے سے قوم کی قوم بے عزت ہو گئی۔ قوم کی قوم کا اعتبار جاتا رہا۔ کیونکہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حالت میں عورتیں ہی ہماری ننگ و ناموس تھیں۔ بے عزت۔ مخوف اور اعتبار
کرنے والی عورت کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی اس میں بدیہی طور پر نہ سلف
رسپکٹ ہے۔ نہ بے خوفی ہے۔ نہ سچائی ہے۔ جب عورت ہی عورت نہ رہی۔ کیسے
اچھی اولاد پیدا ہو۔ کیسے خوشی اور شادمانی کے سامان پیدا ہوں۔ کیسے ملک میں
بہتری کے آثار نمایاں ہوں۔ کیسے سوسائٹی کے مذموم رواجوں میں اصلاح ہو۔
ڈرنے والی ماں کے لڑکے باغ کے پتوں کے کھڑکنے سے ڈرتے ہیں۔ حرد کی
بدسلوکیوں کی ستائی ہوئی عورت کا لڑکا مکار اور ریاکار پیدا ہوتا ہے۔ جاہل
ماتا کی سنتان میں رودد کے ساتھ جہالت۔ ضعیف الاعتقادی اور کمزوری کی
گھٹی دی جاتی ہے ؛

اس کا علاج صرف یہ ہے۔ عورتوں کو پڑھاؤ۔ لکھاؤ۔ پراچین ماتاؤں کا
آدرش اُن کے سامنے لاؤ۔ ان کو بتاؤ۔ سوسائٹی میں۔ قوم میں۔ ملک میں اور
دنیا میں اُن کی حیثیت کیا ہے۔ اُن کا فرض کیا ہے۔ وہ خود کیا ہیں۔ اُن کو چار
دیواری کے اندر قید نہ رکھو۔ اُن کو اخبارات پڑھنے دو۔ ان کو ہر قسم کے مسائل
کے سوچنے کا موقع دو۔ ان کی نگاہ کو اونچی کر دو۔ اُس وقت تم کو اچھی اولاد ملیگی
جو ہر مہ بنیگی۔ وید بنے گی۔ اوریگیہ بنے گی۔ وہ طاقتور ہوگی۔ وہ گیاں وان ہوگی وہ
ریاضت کش ہوگی اور ایسی اولاد دنیا میں کیا نہیں کر سکے گی! موقع اب ہے۔
وقت کو ہاتھ سے نہ دو۔ ہر شخص جس کو ذرہ بھی سمجھ ہے اپنی ماں کو بہن کو۔
بھاوج کو بیوی کو کم سے کم پراچین ستیوں کی کتھائیں سنانے کا اہتمام کرے۔
یہ ہر شخص کر سکتا ہے۔ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اگر اتنا بھی اُن کو ہمیشہ بتایا
جائے تو خیال اور سنسکار پلٹ جائینگے اور خیال و سنسکار کے پلٹنے سے وہ کچھ
کی کچھ بن جاوینگی۔ اور ان کے کچھ کے کچھ بن جانے سے تمہاری قوم بھی کچھ
بن جاوے گی ؛

از سادھو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان کی مادی حالت

مسٹر آر۔ سندرا راجن بی۔ اے نے ایک دلچسپ آرٹیکل میں ہندوستان کی اقتصادی حالت "ہندوستان ریویو" میں دکھلائی ہے۔ جس میں بہت قابلیت کے ساتھ اُنھی اعداد و شمار کے وسیلہ سے۔ کہ جو سرکاری ذرائع سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ہندوستان کی مفلسی اور بیچارگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ چنانچہ اُس آرٹیکل کے جستہ جستہ مطالب ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

سلطنت برطانیہ ۱½ ملین میل مربع اور (۴۱۰) ملین آبادی پر مشتمل دنیا کے مختلف حصّوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ کہ جس پر آفتاب کبھی غروب نہیں ہوتا۔ اتنی بڑی سلطنت کا سب سے بڑا حصّہ ہونے کا فخر ہندوستان کو حاصل ہے۔ جس کی آبادی کل سلطنت برطانیہ کی آبادی کے ۳/۴ کے برابر ہے۔ اور انگلستان کو ہندوستان جیسے ملک اور ہندوستانی جیسی حلیم الطبع۔ بُردبار اور وفادار رعایا پر حکمران ہونے کا جہاں تک بھی فخر ہو۔ بے جا نہیں ہے +

انگلستان کے بالمقابل ہندوستان کو بھی انگلشیہ گورنمنٹ کی حکومت کا ناز بے جا نہیں ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ہندوستان میں ریل۔ تار۔ ڈاک خانجات وغیرہ وغیرہ صیغہ جات آرام و آسائش قائم کرکے رعایائے ہند کو اپنا ممنون و مشکور بنالیا ہے۔ اب تمام باتوں کے ہوتے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان میں بے چینی رفتہ رفتہ کیوں بڑھتی جاتی ہے۔ اور یہ کہ آیا انگلستان اپنی سلطنت کے اتنے عظیم الشان حصّے پر انگریز لوگوں کی ضرب المثل عزت اور دیانتداری کے ساتھ حکومت کرتا ہے۔ اور کیا انگلستان کی پالیسی کی کنجی ہمدردی ہے +

اس سوال کے جواب میں غالباً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہندوستان میں دن بدن ذرائع آمدنی معدوم۔ ہر چیز کی قیمت زیادہ اور مزدوری کم ہوتی جاتی

CC-0. Prof. Satya Vrat Shastri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے اور رعایا "مرتا کیا نہ کرتا" کے مصداق گورنمنٹ کو اپنا خیر اندیش سمجھ کر دباتی یا اپنی حالت پر متوجہ ہونے کے لئے اصرار اور گورنمنٹ رعایا کی تکالیف سے بے خبر رہنا پسند اور اُن کی حالت زار پر توجہ کرنے سے اغماض کرتی ہے +

اس جواب کے ثبوت میں ہندوستان اور برطانیہ کے دیگر مقبوضات کی آمدنی فی کس پر غور کر لینا کافی ہوگا۔ سر۔ آر۔ گفن کے جمع کردہ اعداد و شمار کے مطابق۔ جو زیادہ تر سرکاری رپورٹوں اور پارلیمنٹری بلیو بکوں سے حاصل کئے گئے ہیں۔ ہندوستان کی جملہ آمدنی (۶۰۰) ملین پونڈ ہے۔ جس کے حساب سے ہر ایک نوجوان مزدور کی اوسط آمدنی ۷ روپے ماہوار یا ۵ پونڈ سالانہ ہوتی ہے۔ اور اگر اُس کے خاندان میں ۵۔ آدمی مان لئے جائیں تو یہ آمدنی فی کس ایک پونڈ رہ جائیگی۔ اور اس خیال کو مدّ نظر رکھا جائے۔ کہ ہندوستان میں مزدوری پیشہ جماعت زیادہ ہے۔ تو اس آمدنی کا سالانہ اوسط ۲ پونڈ فی کس سے زیادہ نہیں۔ اس کے مقابلہ میں سر۔ آر۔ گفن کے اعداد و شمار کے مطابق انگلستان میں فی کس آمدنی ۴۲ پونڈ اور کینیڈا و آسٹریلیا میں ۴۸ پونڈ ہے +

برطانیہ عظمےٰ کا کل بحری و بری فوجی خرچ سنہ ۱۹۰۱ء میں ۹۳ ملین پونڈ تھا۔ اس میں سے ۷۰ ملین انگلستان۔ ۱۸ ملین ہندوستان اور ۵ ملین باقی دیگر مقبوضات سے لیا گیا۔ جن مقبوضات سے ۵ ملین وصول کیا گیا۔ اُن کی مجموعی آمدنی ۷۸۰ ملین پونڈ ہے۔ جن میں صرف کنیڈا اور آسٹریلیا کی آمدنی ۴۰۰ ملین اور فی کس پر تہ ۴۸ پونڈ ہے۔ آمدنی کے اعتبار سے ان مقبوضات کو زیادہ دینا چاہیئے تھا۔ مگر نہیں۔ غریب ہندوستان جس کی مجموعی آمدنی ۶۰۰ ملین پونڈ ہے اور جس کے باشندوں کی اوسط آمدنی کا پرتہ فی کس ۲ پونڈ ہوتا ہے۔ اُس سے ۱۸ ملین پونڈ وصول کئے گئے۔ حالانکہ ہندوستان کی فوج شاہی اور عام کاموں میں استعمال ہوتی ہے۔ اور صرف مقامی ڈیفنس کا ہی کام اس سے نہیں لیا جاتا۔ مگر اس پر بھی ہندوستان کے ذمہ فوجی اخراجات کا بار زیادہ پڑا ہوا ہے +

برٹش عملداری ہند بشمول ریاستہائے دیسی کی آبادی سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۳۲۰ ملین ہے۔ اس آبادی پر گورنمنٹ تعلیم کے لئے جو خرچ

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Haridwar.

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتی ہے۔ اُس کی اوسط سالانہ ایک پنس فی کس سے بھی کم ہے۔ ۱۸۹۱ء میں انگلستان نے ۱۰۷ فی صدی اور ہندوستان نے ۳۸ فی صدی تعلیم پر خرچ کئے۔ انگلستان کی تعلیم پہلے ہی ہندوستان سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس پر جب زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ تو ہندوستان جہاں تعلیم کی حالت بہت پست ہے۔ کب بیشی اخراجات کی تعلیم کا مستحق نہ ہوگا۔ مگر افسوس کہ مستحق نہیں سمجھا جاتا ؛

ہندوستان کا کل اصلی خرچ ۴۶ ملین پونڈ ہے۔ اس میں سے ۲۰ ملین پونڈ انگلستان کے لئے خرچ کیا جاتا ہے۔ اور باقی ۲۶ ملین ہندوستان پر خرچ ہوتا ہے۔ تجارت ممالک غیر اور ہندوستان کی فسکل پالیسی بھی قابل غور ہے انگلستان کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے ہندوستان کو دبایا جارہا ہے۔ آزادانہ تجارت کی پالیسی کیا ہے؟ "لنکاشایر کے تاجروں کا دباؤ" انگریزی نمونوں پر ہندوستان کے محصول کی فہرست میں تغیر و تبدل رفتہ رفتہ ہندوستان میں رُوئی پر محصولات کے موقوف ہوجانے کے باعث ہوگیا۔ ۱۸۷۱ء میں ۷½ فی صدی محصول تھا۔ ۱۸۸۲ء میں اس محصول سے ایک کوڑی کی بھی آمدنی نہ رہی۔ ممالک غیر کی افسوسناک تجارت کا حال یہ ہے کہ ہندوستان سے باہر جانے والے مال کا بہت بڑا حصہ خام پیداوار ہوتی ہے۔ اور باہر سے جو مال آتا ہے۔ وہ تیار شدہ اشیاء کی صورت میں آتا ہے۔ پس ایسی صورت میں ہندوستان کو خود مال تیار کرنے والا ملک ہونا کب نصیب ہوسکتا ہے ؛

اگر گورنمنٹ کو ہندوستان کی بہبودی کا خیال ہوتا۔ تو ہندوستان میں باہر سے آنے والے مال پر محصول لگا رہنے دیتی۔ اس سے نہ صرف آمدنی میں بیشی ہوجاتی۔ بلکہ ہندوستان کی صنعت و حرفت یورپی ممالک کے ہاتھوں برباد نہ ہونے پاتی۔ وہی روپیہ۔ جو اس محصول سے حاصل ہوتا۔ آبپاشی کے کاموں یا لگان اراضی کی تخفیف میں خرچ ہوسکتا تھا۔ مزدوری اور قیمت کے مسئلہ کے لحاظ سے بمقابلہ ہندوستان تمام دیگر مقبوضات میں اصلی مزدوری میں اضافہ ہے۔ ۱۸۶۰ء اور ۱۸۹۷ء کے درمیان انگلستان میں خوراکی اشیاء کی قیمت ۴۰ فی صدی اور یافتنی اشیاء کی قیمت ۴۹ فی صدی کم ہوگئی۔ اس کے بالمقابل

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انڈیا

سنہ ۱۸۶۰ء سے سنہ ۱۸۹۱ء تک ۳۰ سال میں مزدوری ۳۷ فی صدی بڑھ گئی۔ مگر غریب ہندوستان میں اس کے برعکس معاملہ ہے اور زراعتی وغیر زراعتی دونوں قسم کے لوگ یکساں قسمت رکھنے پر مجبور ہیں۔ ایک مدراس پریسیڈنسی ہی ہے۔ جہاں ۳۰ سال کے عرصہ میں مزدوری کا اضافہ صرف ۱۰ فی صدی ہوا۔ اور قیمت ۴۱ فی صدی بڑھ گئی۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں قیمت اور بھی زیادہ تھی۔ یہاں تک کہ بعض اشیاء کی قیمت میں ۱۰۲ فی صدی کا اضافہ ہوگیا تھا۔ یہ مانا سنہ ۱۹۰۱ء میں قحط تھا مگر قیمت کی زیادتی تو اب تک قابل لحاظ ہے۔ اسی طرح بنگال میں ۲۸ فی صدی مزدوری کے بالمقابل ۲۹ فی صدی کا اضافہ ہوگیا۔ بہرنوع جس طرف نظر اُٹھا کر دیکھا جاتا ہے۔ ہندوستان کی حالت واجب الرحم نظر آتی ہے۔ اور یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی تھیوری اور پریکٹس کے درمیان ایک بڑی بھاری خلیج حائل ہے۔ جس کے ہوتے محکوم و حکمران طبقہ کے تعلقات جس قدر کشیدہ ہوں۔ تھوڑے ہیں۔

سب سے زیادہ افسوس یہ ہے۔ کہ برٹش مدبر خود ان اسباب کو اچھی طرح جانتے ہوئے ہیں۔ اکثر موقعوں پر اُن کے مُنہ سے نکل بھی جاتا ہے۔ مگر ابھی بے چینی کے اسباب کو تلاش کرنے کی فکر سے اُنہیں نجات نہیں ملی۔ بے چینی دور کرنا تو ابھی کہاں!

از روزانہ پیسہ اخبار

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لازم ملزوم

زندگی کے اظہار کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے سامان بہم پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ جب تک یہ سامان نہ ہونگے۔ کبھی ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ شہود میں آکر اپنا جلوہ دکھا سکے۔ یہ بات زندگی کے ہر پہلو کی نسبت عام طور کہی جاتی ہے اور کہی جا سکتی ہے۔ اور اس لئے وہ لوگ جو کسی قوم کسی ملک یا کسی سوسائٹی کو ایک خاص حالت پر لانا یا قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ اُن کو پہلے سوچ لینا چاہیے کہ آیا اُس حالت کے پیدا کرنے کے ذریعے بھی حاصل ہیں یا نہیں۔ اگر سامان نہیں موجود ہے تو تمام کوشش خیالی پلاؤ کی صورت میں رہیگی اور کبھی عملی صورت نہ اختیار کر سکیگی ۔

جو لوگ براہ راست سورج سے آگ لینا چاہتے ہیں۔ اُن کو آتشی شیشہ اور ڈھنے والے اشیا کو فراہم کر لینا چاہیئے۔ اسی طرح جن کو گیان کی ضرورت ہے اُن کو کرم کے اصول کے عملدرآمد کی بھی ضرورت ہے۔ ہر شے کے قیام کے لئے صرف کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور اس وجہ سے جہاں اس صرف کی مہیا نہیں ہے۔ وہاں وہ چیز نہ تو رہ سکتی ہے نہ پیدا ہو سکتی ہے ۔

گیان کے دعویدار حامی ہمارے یہاں اکثر فخریہ بیان کرتے رہتے ہیں۔ کہ ہم سوائے گیان کے اور کسی کے محتاج نہیں ہیں اور اس خام خیالی میں پڑ کر وہ یا تو مخبوط الحواس ہو جاتے ہیں یا دنیا کے کسی کام کے نہیں رہتے ۔

چاول کے خواہشمند کو دھان کے چھلکے سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ چاول نہ صرف دھان میں رہتا ہے بلکہ اُس کے پیدا کرنے اور ترقی دینے کے لئے دھان کی احتیاج ہوگی۔ چاول ابتدا میں دھان ہی سے پیدا ہوا تھا۔ دھان ہی سے بندھا تھا اور پھر اس کے پیدا کرنے کے لئے دھان ہی سے کام لیا جائیگا۔ جو کچھ چاول کو دھان کے ساتھ ہے وہی گیان کا کرم کے ساتھ ہے۔ اور اسی طرح

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زندگی اور زندگی کے سامان۔ اور روح و جسم کے تعلقات کا حال ہے۔ چاول بغیر دھان کے رہ نہیں سکتا۔ اگر تم چاول کو کھیت میں بغیر دھان کے بونا چاہو تو وہ بے مصرف ثابت ہوگا۔ یا تو اُس کو کیڑے کھا جائینگے یا مٹی میں مل کر اپنی اصلیت کھو دیگا۔ اسی طرح گیان اگر کرم کے ساتھ نہیں ہے۔ تو وہ نہ تو دیرپا ہوگا نہ اُس کو اپنے سلسلہ کی ترقی دینے میں کامیابی ہوگی۔ وہ کرم سے نکلا ہے اور کرم ہی کے ساتھ اس میں خوبصورتی آویگی۔ کرم کو گیان سے علیحدہ کردو۔ اُن کی خوبصورتی جاتی رہیگی۔ اور پھر کثیف نگاہ والوں کے لئے اُس کا دیکھنا غیر ممکن ہوگا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آتشدہ کے لئے گیان کی ترقی کی راہ میں ہرج واقع ہوگا۔ ہم جس طبقہ کے لئے یہ بات کہتے ہیں۔ وہاں گیان اور کرم کا ساتھ ساتھ رہنا ضروری ہے ✦

روح بغیر جسم کے نہیں رہ سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں۔ جہاں جسم ناکارہ ہوگیا۔ روح اُسی وقت پرواز کر جاتی ہے۔ ممکن ہے لوگ یہ کہیں۔ کہ روح بذات خود ایک علیحدہ چیز ہے۔ اور اُس کی اپنی خاص ہستی کی نسبت شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صحیح ہے۔ مگر ہمارا دعوے صرف یہ ہے کہ روح کے کاروبار کے اظہار کے لئے جسم کا ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک دنیا اور دنیاوی نظام کا تعلق ہے۔ یہ کوئی شخص بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ اور نہ اب تک ثابت ہوگا ہے۔ کہ روح بغیر جسم کے بھی کچھ کر سکتی ہے۔ زندگی کے تین طبقوں میں روح کے ساتھ علما نے تین طرح کے جسموں کا رہنا ضروری قرار دیا ہے۔ حالت بیداری میں روح کثیف قالب میں رہتی ہے۔ حالت خواب میں لطیف قالب یعنی سوکشم شریر میں اُس کا رہنا لازمی ہے۔ گہری نیند میں وہ کارن شریر میں رہتی ہے۔ جو مادہ کی ایسی غیر محسوس اور لطیف حالت ہے۔ جو مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔ اس کے آگے چل کر بھی بعض علما روح کے اپنے ایک علیحدہ جسم کے متعلق یقین دلاتے ہیں۔ غرضیکہ ہم دیکھتے ہیں۔ خاص مقصد کی پیروی کے لئے اُن کا ساتھ رہنا اشد ضروری ہے ✦

اسی طرح ہم کو زندگی کے تمام کاروبار کی نسبت سمجھ لینا چاہیئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آج کل ملک میں نئی زندگی کے خیال زور و شور سے پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ خیال پہلے زبان پر آئے۔ کیونکہ خیال کے اظہار کے لئے زبان لازمی چیز تھی مگر خیال کی مہار یہاں تک ہی محدود نہیں ہے۔ چاہیئے تھا کہ اُس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے زیادہ عملی کارروائی کی جاتی۔ تاکہ اُس کو مزید تقویت حاصل ہوتی اس سے درگزر کیا گیا۔ نتیجہ برعکس نکلا۔ ہم میں بات بنانے والے زیادہ۔ مگر کام کرنے والے کم نکلے۔ اور اس وجہ سے اصلاح و فلاح اور ترقی کے کاروبار میں ہر جگہ مردنی نظر آتی ہے ٭

خیال کی اصلی شکل دکھانے کے لئے زبان ہی کی نہیں بلکہ ذاتی مثال کی سب سے زیادہ ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ زبان صرف مسائل گڑھتی ہے خود اس پر بحث و مباحثہ کرتی ہے۔ سورج کی روشنی محض زبانی جمع خرچ سے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لئے اُسی قسم کا سامان بھی مہیا کرنے کی ضرورت ہے ٭

اگر ہم تعلیم دینا چاہتے ہیں تو ساتھ ہی تعلیم دینے کے ایسے آدمیوں کا انتخاب بھی کر لینا امر لازمی ہے۔ جن میں اُس تعلیم کی جھلک عملی شکل میں نمودار ہو۔ تعلیم کے عملی صورت دینے کے لئے کئی باتوں کی ضرورت ہے۔ اوّل معلم واقف و تجربہ کار ہو۔ دوسرے وہ جانتا ہو کس قسم کی طبیعت والے اس کی تعلیم کے لئے موزوں ہیں۔ کیونکہ جس طرح سورج کے سامنے آنے سے ہر قسم کے شیشوں میں آگ نہیں پیدا ہو جاتی۔ اس طرح علت و معلول کے قانون کے موافق ہر طبیعت ہر قسم کی تعلیم کو قبول نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ معلموں کے درس تدریس کا نتیجہ کچھ نہیں ہوتا۔ کسی کام کے کامیاب ہونے کے لئے یہ ایک شرط ہے کہ اُس کے لئے مناسب سامان اکٹھا کر لیا جائے۔ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ تمام آدمیوں میں ہر ایک طرح کی قابلیتیں دبی پڑی ہیں۔ اور یہ صحیح بھی ہے۔ مگر جماعتوں کے اُبھرنے کے لئے تعلیم کے سوا وقت کے امتداد اور حالت کی نشوونما کی بھی ضرورت ہے۔ جلدی مضر ہوتی ہے۔ اور جو لوگ اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ وہ اپنی سخت غلطی کا خمیازہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی اُٹھاتے ہیں ۔

قوم میں زندگی پیدا کرنے والے اپنے اصول کے مجسم تصویر ہوں - یہ پہلی شرط ہے - دوسرے جن طالب علموں کو وہ ہاتھ لگاتے ہیں اُن میں قبولیت اور قابلیت کا مادہ ہو - اور جس وقت یہ دونوں باتیں موجود ہونگی - تو اس میں کسی کو تعجب نہ کرنا چاہیئے - کہ نتیجہ حیرت انگیز ہوگا - کبیر صاحب فرماتے ہیں :-

سوامی سیوک ایک مت جو مت میں مت مل جائے
چترائی ریجھیں نہیں ریجھیں من کے بھائے

پنجاب کے سکھ گوروؤں میں سب سے زیادہ قابل تعریف بات یہ تھی - کہ وہ نہ صرف اپنے اعتقاد و یقین کے عملی و مجسم ظہور تھے - بلکہ وہ قدم قدم پر اس بات کا لحاظ رکھتے تھے - کہ اُن کے شاگردوں میں کیا کمی ہے - گورو نانک صاحب سے لے کر گورو گوبند صاحب کی زندگی تک اس پر برابر عملدرآمد ہوتا رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن میں اصلی زندگی پیدا ہو گئی تھی ۔

ظاہر میں انسان کی نگاہ میں یہ طریقہ جمہوری اصول کے برخلاف ہے - مگر جن کو ذرہ بھی تمیز ہے وہ بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں - کہ ہمارے خیال میں کس درجہ تک سچائی ہے ۔

شیوبرت لال ورمن

اطلاع

اندر ہر ماہ کی یکم تاریخ کو ڈاک میں ڈال دیا جاتا ہے اور روانگی میں پوری پوری احتیاط کی جاتی ہے - تاہم بھی "اندر" کے نہ پہنچنے کی شکائتیں برابر چلی آتی ہیں - سب صاحبان کو چاہیئے - کہ بروقت نہ پہنچنے اندر کے ایک شکائتی خط اپنے صوبہ کے پوسٹ ماسٹر جنرل کو بھی لکھ دیا کریں ۔

مینیجر "اندر" لاہور

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ویدمقدس کا مکمل اردو ترجمہ

صرف ساڑھے چار روپیہ میں

لوگ عام طور پر ویدوں کے مطالعہ سے محض اس وجہ سے محروم ہیں کہ ان کا ترجمہ اردو یا ہندی میں نہیں ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اس خدمت کو انجام دوں اور چونکہ مجھ کو کسی قسم کے نفع کا خیال نہیں ہے میں مکمل چار وید مع ضخیم دیباچہ کے جس میں مرحوم پنڈت گوردت جی ایم۔اے کے ویدک طرمنا ترجمہ بھی شامل رہیگا۔ صرف ساڑھے چار روپیہ میں دے سکونگا۔ بشرطیکہ کم از کم پانچ سو پیشگی قیمت ادا کرنے والے خریدار اس کام میں میری حوصلہ افزائی کرسکیں ترجمہ صرف سنتھا بھاگ کا ہوگا اور وہ علاوہ دیباچہ کے چھ جلدوں میں ختم ہوگا۔ یعنی پورا سٹ سات علیحدہ علیحدہ جلدوں کا تیار ہوگا۔ ہر صفحہ کے نیچے منتروں کے مطالب کی مختصر تشریح رہیگی اور مہید ہرو سایناچاریہ کے بھاشہ کے حوالے بھی دئے جائینگے ہر جلد کے خاتمہ پر منتروں کی فہرست ومضامین وغیرہ کی صراحت بطور ضمیمہ شامل رہیگی۔ گو حاشیہ میں مختلف شرح کرنے والوں کے حوالہ جات رہینگے مگر اصل ترجمہ میں مہرشی دیانند سرسوتی کے تتبع کا خیال ملحوظ رہیگا۔ چونکہ یہ کام مشکل ہے۔ ملک سے درخواست ہے کہ جلد پانچ سو درخواست بھجوائیں۔ تاکہ اس کی ابتدا کی جائے۔ چھپائی۔ کاغذ کی عمدگی و خوشخطی کا خیال رہیگا۔ خط کتابت اس پتہ سے ہو:۔

شیوبرت لال ورمن ایم۔اے

ایڈیٹر۔ ساوھو۔ لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۳

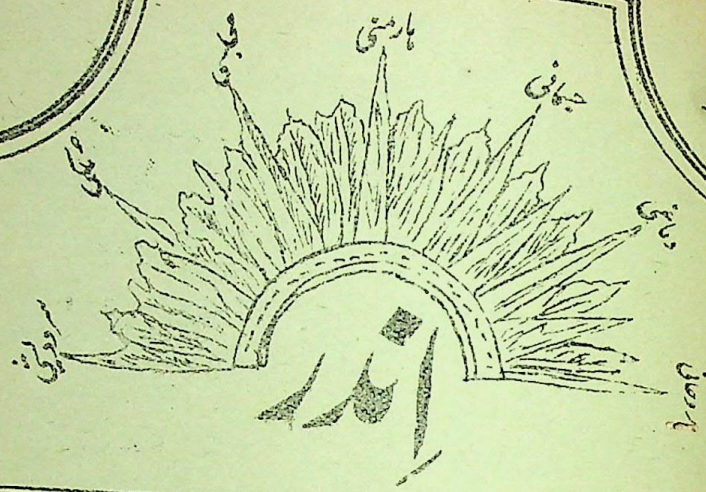

اندر

جلد سوم | اگست ۱۹۰۸ء | نمبر ۸

فہرست مضامین

۱۔ سفر زندگی از شریمان کیشو دیو جی شاستری ۵۱۷
۲۔ فردوس بر روئے زمین مترجمہ ایڈیٹر ۵۳۹
۳۔ بھیچار اور اس کے خوفناک نتائج ایک دیش سیوک ۵۴۴
۴۔ ہندوستان کی موجودہ افسوسناک ہلچل ایڈیٹر ۵۴۹
۵۔ سورگ کہاں ہے اور نرک کہاں۔ ایڈیٹر ۵۶۴
۶۔ ست دھرم پرچارک کا انتیشٹی سنسکار (ویدک مریادا انوسا) ایڈیٹر ۵۷۵
۷۔ قابل تقلید مثالیں ۵۷۹
۸۔ برٹش گورنمنٹ کی مہربانی کی تازہ مثالیں ایڈیٹر ۵۸۰
۹۔ کپتان ڈاکو (ریویو) ایڈیٹر ۵۸۱
۱۰۔ کچھ اپنے بارے میں ایڈیٹر ۵۸۲
۱۱۔ مرزا غلام احمد صاحب کی موت ایڈیٹر سرورق صفحہ ۲

ایڈیٹر:۔ دھرم پال بی۔ اے
لاہور

سالانہ قیمت ... تاریخ ... نمبر ... پرچہ ...

Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وفات

مرزا صاحب کی وفات کی افسوسناک خبر ہمیں اُس وقت ملی۔ جب کہ ہم لاہور سے باہر بہت فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ باوجود اختلاف خیالات اور اختلاف مذہب کے ہمیں اس خبر کو سُن کر اس قسم کی کوئی خوشی نہیں ہوئی جس قسم کی خوشی کا اظہار خود مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی حین حیات میں شریمان پنڈت لیکھرام جی مرحوم اور بعد ازاں شریمان پنڈت سدھ راج جی اور لالہ اچھر چند جی کی موت پر کیا تھا۔ اُس کے برعکس مرزا صاحب کی موت کی خبر کو سُنکر ہمارے دل کی عجیب حالت ہوئی۔ اور ہم نے مرحوم کی روح کے لئے ایک کونے میں بچشم تر دعا کی۔ اور اُس کے پس ماندگان کے لئے شانتی کی پرارتھنا کی۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو مرزا غلام احمد صاحب ایک صفت میں حضرت محمد صاحب سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اور وہ صفت اُن کا استقلال تھا۔ خواہ وہ کسی بھی مقصد کو لے کر تھا۔ اور ہم خوش ہیں۔ کہ وہ آخری دم تک اس پر ڈٹے رہے اور ہزاروں مخالفتوں کے باوجود ذرا بھی لغزش نہیں کھائی۔ وہ اپنی کسی بھی تحریر یا تقریر میں آریہ سماج کو فراموش نہیں کرتے تھے۔

یہانتک کہ اپنی سب سے آخری تحریر میں بھی وہ آریہ سماج پر نظر عنایت سے نہیں چُوکے۔ کچھ ہی ہو۔ وہ ایک بہادر انسان تھا۔ حق مغفرت کرے موت خواہ وہ سخت سے سخت دشمن کی بھی کیوں نہ ہو۔ اس بات کی مقتضی ہے کہ مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جاوے۔ ہم مرزا صاحب کے اہل بیت کے غم میں شریک ہیں۔ پرماتما ان کو شانتی دیں۔ ہمیں کامل امید ہے۔ کہ مرزا صاحب کے جانشین احمدی قوم کے شیرازہ کو بکھرنے نہیں دینگے۔ بلکہ وہ یک دل و جان ہو کر مسلمانوں کو جہاد جیسے خطرناک مسائل سے نکالنے کی کوشش کرتے رہینگے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر

اگست سنہ ۱۹۰۸ء

سفرِ زندگی

"شریمان کیشب دیو جی شاستری نے یہ خط ایک نوجوان کے نام لکھا تھا ہم اس خط کو بجنسہ دیگر نوجوانوں کے مطالعہ کے لئے اِندر میں جگہ دیتے ہیں۔ ایڈیٹر"

برادر مُدھاکر جی۔ نمستے!

چند روز ہوئے۔ آپ کا کرپا پتر موصول ہوا تھا۔ عدیم الفرصتی کے باعث جلدی جواب نہ دے سکا۔ آج فرصت ملی ہے۔ اس لئے تفصیل سے آپ کے خط کا اُتر لکھتا ہوں۔ اسے بار بار پڑھئے +

آپ لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن علے الصبح ایک خوشگوار پہاڑی پر سیر کرتے اور قدرت کی بے شمار نعمتوں اور برکتوں کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم پھر رہے تھے کہ یکایک ہمارے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا۔ کہ کیا زندگی کا سفر خوشگوار سفر ہے اسی اثناء میں جیون کا اُدیش۔ زندگی کی لگاتار جدوجہد وغیرہ وغیرہ چند سوالات بھی پیش ہو گئے۔ جنہیں حل کرنے میں ہمیں ایک گونہ غیر معمولی آنند اور فرحت معلوم ہوئی۔ اگرچہ اُن خیالات کو میں قلمبند کرنے کی توفیق نہیں پاتا۔ مگر میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حیران ہوں۔ کہ کیسے تیز رفتاری اور صفائی سے درجنوں نیک اور اعلےٰ خیالات سامنے آتے اور بلا کسی پائدار اثر کے زائل ہو جاتے تھے۔ وغیرہ آپنے جن خیالات اور اثرات کا ذکر کیا ہے۔ میں اُنہیں مبارک سمجھتا ہوں۔ اور آپ کو اس بلند پروازی کی منزل پر پہنچنے کا پاتر سمجھکر مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے خود بارہا ان مسائل پر غیر معمولی توجہ اور یکسوئی سے وچار کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور اُس آنند کو میں بھی کسی حد تک اُنو بھو کرتا رہا ہوں۔ لیکن آپ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے خیالات کی بلند پروازی۔ دنیاوی تفکرات۔ جد و جہد اور چند آنے والی مصائب کے فرضی ڈر سے یاس اور حیرت میں تبدیل ہو گئی ہے۔ یہ نا اُمیدی۔ اور جد و جہد کے لئے گھبراہٹ۔ میں عام طور پر آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ درجنوں نوجوانوں سے ہر واسطہ پڑتا ہے۔ جس وقت وہ اپنے پروگرام کے راستے میں خطرات تکالیف یا مصائب کو دیکھتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ بہادرانہ جد و جہد و مقابلہ شروع کر دیں۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹتے۔ اور سب سے کم مخالفت کا آسان راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ میرے دل میں آپ کے لئے غیر معمولی سنمان و پریم کے سنسکار ہیں۔ اس لئے اگرچہ میں آپ کو ایسے بُزدل اور ڈرپوک نوجوانوں کی شیرینی میں نہیں رکھتا۔ تاہم اگر میں آپ کو اپنے فرائض اور پوشیدہ قوائے کی موجودگی سے خبردار نہ کروں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے فرض کو ادا نہیں کیا۔

۱۔ سب سے زیادہ ضروری بات جو نوجوانوں کو مدنظر رکھنی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ زندگی کے لمبے سفر میں اُن کے سامنے جیون کا اُدیش یا مقصد ہونا چاہئے۔ مقصد کے ہی بہتر یا بدتر ہونے پر اس سفر کی جد و جہد کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی مقصد کے صریح اور صاف ہونے سے زندگی خوشگوار اور جد و جہد قابل برداشت ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مقصد خود مسافر کے لئے بھی سپشٹ نہیں ہوا۔ تو سمجھ لو۔ کہ برسات کے بادلوں کی مانند وہ ادھر اُدھر تھپڑیں کھاتا رہیگا۔ جس جگہ اُسے اپنے سے بہتر انسان ملیگا۔ وہ ایک زبردست میگنٹ ہونے کے باعث اُسے کھینچ لیگا۔ لیکن بار بار خیالات کے بدلنے اور سفر میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مختلف سڑکوں پر چلنے سے اس کی زندگی دوبھر اور بے شمار مصائب کا موجب بن جاویگی۔ ہاں زندگی کا مقصد اعلےٰ ہونا چاہئے۔ اور نوجوانوں کو سوچ لینا چاہئے کہ اعلےٰ مقصد کے ساتھ ساتھ ذمہ واریاں بھی اعلےٰ ہوتی جاتی ہیں دیکھتے نہیں ہو۔ کہ پرتھوی کے اندر سے جودھا تو بآسانی مل جاتی ہے۔ اس کی قیمت کم۔ اور جس کے نکالنے۔ کھودنے اور صاف کرنے میں بے شمار تکالیف کا سامنا ہوتا ہے اُسی کی قیمت زیادہ پڑتی ہے۔ سب سے زیادہ زور آور اور جسیم پہلوان کی زندگی کا مطالعہ کرو۔ اُس سے ایکانت میں لے جاکر پوچھو۔ کہ کس طرح اس نے اپنے جسم کے خوبصورت پٹھوں کی نشوونما میں غیر معمولی تندہی سے کام لیا۔ سادھارن آدمی جو سو دو سو ڈنڈ نکالنے میں گھبرا جاتے ہیں۔ اُن سے کس قدر زیادہ وہ ڈنڈ نکالتا۔ اور اپنا کتنا وقت جسم کی افزائش کے کام میں صرف کرتا تھا۔ کیسے اُس نے اپنے جسم کے سب سے قیمتی دھاتو ویریہ کی رکھشا کی۔ کس طرح خوراک کے سوال پر توجہ دی۔ الغرض جسم کی بناوٹ میں اُس نے غیر معمولی جدوجہد کی۔ کئی بار اپنے سے کم یا اپنے جیسے پہلوانوں کو پچھاڑا اور بارہا دوسروں کے مقابلے میں آکر زیر کیا گیا۔ لیکن جب جب وہ ہارا۔ اور جتنی بار اُس نے اپنے سے بہتر اور زور والوں سے مقابلہ کیا۔ تب تک اور اُتنی بار اُسے اپنے جسم کے نشوونما میں مدد ملتی رہی۔ جب ایک پہلوان اپنے جسم کو مضبوط بنانے کے ارادے سے اس قدر جدوجہد کو برداشت کرتا ہے۔ تو وچارئے۔ کہ ایک آتم ودیا اور دماغی کام کرنے والے ودیارتھی کو اعلےٰ مقصد سامنے رکھتے ہوئے کس قدر عظیم جدوجہد کی طیاری کرنی چاہئے۔ کیونکہ آتمک شکتیاں جسمانی طاقتوں سے زیادہ لطیف ہیں۔ اور اسی لئے اُن کی نشوونما میں زیادہ کشٹ اٹھانے اور محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ میں مانتا ہوں کہ نوجوانوں کے دلوں میں بالعموم اردگرد کے حالات جاننے سے زیادہ اُمنگیں اُٹھتی ہیں اور چونکہ ان کا رکت گرم اور نوجوانی کا جوش تازہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ عملی کام کرنے کی بجائے اصولوں کے مقرر کرنے کا کام زیادہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ عمر میں ناپختہ اور ناتجربہ کار ہونے کے باعث سنجیدگی سے کام نہیں لے سکتے۔ اور اسی لئے اعلےٰ زندگی بنانے کے لئے جو اُمنگیں اور خوشگوار خواب دکھلانے والی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لہریں اُٹھتی ہیں۔ وہ کبھی دیرپا اثر کے بغیر خود بخود ناش ہوجاتی ہیں۔ ہاں بعض ذہین اور قدرت کے پروردہ نوجوان ضرور ایسے ملتے ہیں۔ جو بار بار غور کرنے کے بعد اپنی زندگی کا ایک خاص مقصد سامنے رکھ کر میدان میں آتے ہیں۔ لیکن اُن کے سامنے بھی دو قسم کے خطرات رہتے ہیں۔ پہلا یہ کہ بالعموم اُن کے اندر آتم سنمان یا سلف رسپکٹ کا تربیت یافتہ سنسکار نہیں ہوتا اور اسی لئے وہ ایک خیال قائم کرچکنے کے باوجود تکالیف سے ڈر کر جب ہٹنے لگتے ہیں۔ تو اوروں کی بجائے پہلے اپنے آپ کو دھوکا دینا شروع کردیتے ہیں۔ اور جب یہ عادت پختہ ہوجاتی ہے۔ تو اپنے سے گزر کر بیرونی دنیا کے لوگوں کو دھوکا میں ڈالتے ہیں۔ لیکن دوسرا خطرہ اس سے بھی بڑھکر ہیبت ناک ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ عموماً نوجوان اپنی زندگی کے مقصد یا ارادوں کو بلا کافی غور کئے دوسروں پر ظاہر کردیتے ہیں۔ ظاہر ہے بار اُنہیں یقین ہوتا ہے۔ کہ جنہیں ہم بتلا رہے ہیں۔ وہ ہمارے محرم راز ہیں۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے دوست اُن خیالات کو بلا سنجیدہ غور کے عوام پر ظاہر کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اور یہ تو آپ نے دیکھ لیا ہوگا۔ کہ دنیا کیسا رزم گاہ ہے۔ ایک نوجوان کسی اعلےٰ ارادہ کو مدنظر رکھ کر تالاب میں کود پڑتا ہے۔ دنیا کے تماشبین تالیاں بجاتے اور ہنستے ہوئے کہتے جاتے ہیں وہ ڈوبا۔ وہ غرق ہوا۔ ٹھیک اسی طرح جس وقت کوئی نوجوان دنیا کے بحر ناگنار میں کسی خاص مقصد کو لیکر کودتا ہے تو لوگ ہنسی مخول کرتے۔ اور اُسے دیوانہ کہکر تنگ کرتے ہیں۔ اب اگر اُس نوجوان کی رفتار اُس ڈیل ڈول والے ہاتھی کی مانند ہے۔ جو جب گاؤں سے گزرتا ہے۔ ہزاروں لڑکے پیچھے شور مچاتے۔ سینکڑوں کتے آگے پیچھے بھونکتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس کی شاندار رفتار میں فرق نہیں آتا۔ تب تو وہ کامیاب ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر اُس کی رفتار اس آدمی کی مانند ہے جسے لڑکے پاگل اور پاگل کہکر چھیڑتے ہیں۔ اور وہ غصہ اور غضب سے اُن کو مارنے کیلئے دوڑتا اور اپنی کمزوری جتلا کر ایک دن پاگل ہی بن جاتا ہے۔ تب وہ نوجوان سمجھ لے۔ کہ جلدی یا دیر سے وہ اپنا قدم پیچھے ہٹائیگا۔ اور اپنے مشن میں ضرور ناکام رہیگا۔

۲۔ جس اعلےٰ مقصد کا میں ذکر کررہا ہوں۔ اُس کے دو پہلو ہیں۔ ایک اپنی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شخصیت۔ دوسرا سنسار سمبندھی۔ ایک دھن کمانے کی دُھن میں لگا ہُوا انسان بھی اپنے لئے اعلےٰ مقصد قائم کرسکتا ہے۔ جبکہ کرامول یا نپولین کے ٹائپ کا ایک دیہاتی بھی کسی بادشاہت کو سمبھالنے کی تمنا کو اپنے ہردے میں جگہ دے سکتا ہے۔ لیکن ایسے جذبات ایک انسان کی شخصیت تک محدود رہتے ہیں اور چونکہ اُن کا عوام کی بہتری اور بہبودی سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے بالعموم ایسے آدمی کی زندگی عوام کے اشتیاق کا مضمون نہیں بنتی۔ مان لیا۔ کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ اُس نے کروڑوں روپے کمالئے اور ہر طرح کے عیش و آرام کے سامان مہیا کرلئے۔ تو دنیا کو ایسے شخص سے کیا تعلق۔ لیکن اگر وہی آدمی کروڑپتی ہونے کے بعد۔ ناپاک جذبات کی سیری کی بجائے انسانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے دھن کا جائز استعمال کرنا شروع کردیتا ہے۔ تو دنیا کی توجہ اُس کی جانب مبذول ہوجاتی ہے۔ پس ہر مقصد کے دو پہلو ہیں۔ جب وہ اپنی شخصیت کے لئے جدوجہد کررہا ہے۔ تو اُس کی زندگی کا سفر خودغرضی پر مبنی ہے۔ لیکن جب وہ سنسار کے اُپکار کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ تو یہ سفر اُس کے لئے نشکام سیوا کا دلچسپ سفر ہے۔ مقدم الذکر ایک سادھارن جذبہ ہے۔ جبکہ موخرالذکر ایک غیر معمولی قربانی یا آتم تیاگ کا آدرش ہے۔ بہیئت مجموعی دونوں راستوں میں تکالیف کا سامنا ضروری امر ہے۔ پہلے راستے پر چلنے والے مسافر کو شہرت اور حسد کے لئے کمینہ اوزاروں پر اُترنا پڑتا ہے۔ جبکہ دوسرے راستے پر چلنے والے کے لئے قدم بقدم غیر معمولی راحت اور آنند کی خوشگوار امیدیں ہیں۔ گزشتہ زندگی کی خطرناک جدوجہد آئندہ زندگی کے لئے راستہ صاف کرتی جاتی ہے۔ اور گزشتہ تجربات اُسی مسافر کے لئے تھکاوٹ اور پس ماندگی کے لمحوں میں روح افزا غذا کا کام دیتے ہیں۔ پس جس وقت میں نوجوانوں کے سامنے ایسے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ میری مراد ہمیشہ نشکام سیوا کے برت کی جانب اُن کی توجہ مبذول کرنے میں ہوتی ہے۔ اُنہیں سمجھ لینا چاہئے۔ کہ یہ جو درخت پھل پھول سے لدے ہزاروں کا اُپکار کررہے ہیں۔ ان کا ظہور ایک ایک بیج سے ہُوا تھا۔ اور اس بیج کو دوسروں کے اُپکار کے لئے پہلے اپنی ہستی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھونی پڑی تھی۔ دنیا میں جب جڑ پدارتھ بھی پروپکار کرتے نظر آتے ہیں۔ تو کیسے مان لیا جاوے۔ کہ چیتن جگت کے اندر اس کا ابھاؤ ہے۔ انسانوں کے ہر طبقے میں کم و بیش پروپکار کا بھاؤ موجود ہے۔ ہاں۔ کمی ہے۔ تو یہ کہ اُن خیالات کو کافی طور پر نشو و نما حاصل کرنے کا اوکاش نہیں ملتا۔ وہ مزدور جو دریا کے کنارے کھڑا مزدوری کر رہا ہے۔ اور جس نے ایک ڈوبتے مسافر کو دیکھکر دریا میں غوطہ لگایا۔ اور اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر اُسے زندہ کنارے پر نکال لایا ہے۔ اور جسے باوجود ایک غریب ہونے کے کسی قسم کے معاوضہ کو سویکار کرنے سے قطعی انکار ہے۔ کیا وہ پرپکار کی اعلےٰ مثال ہمارے سامنے پیش نہیں کرتا۔ راجا سے رنک تک تمام انسانوں کے اندر یہ پاک جذبہ بیشٹ یا پوشیدہ حالت میں موجود ہے۔ لیکن ان کاموں میں بھی مقابلتاً سوسائٹی کے مفاد کا سوال ہے۔ ایک برہمچاری۔ تپشچرن کے جیون کے پشچات دنیا کے پروپکار کے لئے ویدوں کے ست گیان کا پرچار کرتا ہے۔ اُس کے کام اور مزدور کے اُپکار میں باوجودیکہ بہت کچھ مشابہت ہے۔ لیکن ڈگری کے لحاظ سے ہزاروں کا فرق ہے۔ اصولاً جہاں میلان ہے۔ عملاً وہاں امتیاز کرنے کی ضرورت ہے۔ پس ایک نوجوان کے لئے جیون پر وچار کرتے ہوئے اُپکار کی مختلف منزلوں کا خیال کر لینا ضروری امر ہے۔ مگر جہاں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمارا ادھیکار کیول کرموں تک ہے۔ پھل دینا پرماتما کے اختیار ہے۔ وہاں بالعموم میں دیکھتا ہوں۔ کہ نوجوان اپنی شکتیوں کے ہلکا مُول لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور میرے خیال میں اس سے بڑھ کر آتم ہتیا کا اور کوئی اُدا ہرن ہی نہیں۔ جن انسانوں نے اپنے مخفی قوائے کو نہیں سمجھا۔ اُن کے اندر آتم سنمان اور آتم وشواس یا سیلف کنفیڈینس کا خیال ہی کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ جب دیوجانس قلبی نے سکندر کو دھوپ چھوڑ دینے کے لئے کہا۔ تو سکندر نے جواب دیا تھا۔ کہ اگر میں سکندر نہ ہوتا۔ تو میں ضرور دیوجانس قلبی بنتا۔ اس سے بڑھکر آتم وشواس کیا ہو سکتا ہے۔ ہمارے دیش کے اتہاس کے اندر مہرشی بیاس آدی مہاپرشوں کو جہاں امو گھ دیر یہ کہا گیا ہے۔ وہاں دوسری جانب بھیشم پتامہ کے بال برہمچاری ہونے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے اس درجہ تک خیالات کی بلند پروازی سے کام لیا گیا ہے۔ کہ بال ہمچاری کے لئے سنسار میں کوئی بھی کام ناممکن نہیں۔ منوجی نے تپ کا ورنن کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ مشکل سے مشکل کام۔ دشوار گزار پہاڑ۔ اور ناقابل پہنچ سمندروں کی تہ۔ الغرض کوئی بھی تو سنسار کا کام اور مرحلہ ایسا نہیں۔ جسے تپسوی طے نہ کر سکتا۔ اور جس وقت میں کہتا ہوں۔ کہ نوجوانوں کے اندر آتم وشواس کا بھاؤ نہ ہونے سے وہ آتم ہتیا کا پاپ کرتے ہیں۔ میں اُس وقت مان لیتا ہوں کہ اُن کی زندگیوں کے اندر تپ کرنے کے بھاؤ پیدا نہیں ہوئے۔ انہوں نے ایکانت میں بیٹھ کر ان مرحلوں پر غور کرنا نہیں سیکھا۔ اُنہوں نے مراقبے میں جانے کے لئے یم اور نیموں پر وچار نہیں کیا۔ ہاں۔ اُنہوں نے پرماتما کے پوتر بھنڈار سے امرت پان کرنے کے لئے صبح و شام سندھیا میں نمگن ہونے کے مہتو کو انوبھو نہیں کیا۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ آجکل کی تہذیب اور طلباء کے اندر جوش و خروش کے جذبات ان امور کے سد راہ ہیں۔ اس لئے میں اب اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ آپ کے دل پر یہ ضروری خیال منقش کر دوں۔ کہ جوش میں خیالات منتشر ہوتے ہیں۔ اخباروں اور ناولوں کے مضامین اور عام طور پر پرجوش نوجوانوں کی تقریریں دماغی بیلنس کو تتر بتر کر دیتی ہیں۔ عموماً کالجوں کی زندگی میں اور آجکل کے نوجوانوں کے اندر سنجیدگی سے سوچنے کا مادہ بہت کم پایا جاتا ہے اور اُن بیچاروں کا قصور بھی کیا ہے۔ جبکہ حالات ہی ناموافق ہوں۔ پس ایسے نوجوانوں کے لئے میری ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ ضرور صبح و شام دنیا کے تفکرات۔ اور جوش سے کنارہ کشی اختیار کر کے دھیان کرنا سیکھیں۔ قدرت کے نظاروں پر توجہ دوڑاویں۔ بیرونی دُنیا سے ہٹکر اندرونی دنیا کی جانب غور کریں۔ اُنہیں اپنے مقصد کی اور جانے کے لئے غیر معمولی اتساہ اور سہارہ ملیگا۔ وہ اپنے جذبات اور خیالات کو غلط راستے سے ہٹا کر سیدھے اور صحیح راستہ پر لے جا سکینگے۔ انہیں یہ خیال ہر دم مدنظر رکھنا چاہئے۔ کہ خیالات کا غلط رجحان کبھی بھی سیدھے راستے پر نہیں پہنچنے دیگا۔ پس غلط راستے پر جا رہے ہیں۔ وہ نوجوان جو شب و روز فحش ناولوں یا اُپنیاسوں کو پڑھتے اور بہترین انسان بننے کی خواہش رکھتے ہیں بدقسمتی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے اس قسم کا لٹریچر آجکل مقبول عام ہو رہا ہے۔ انہیں چاہئے۔ کہ جتنا وقت ملے۔ اُسے ہر زمانہ۔ ملک اور قوم کے اعلےٰ ترین انسانوں کی زندگیوں کے مطالعہ میں صرف کریں۔ یہ مطالعہ بذات خود ایک انسپی ریشن (آواز غیبی) کا کام دیگا

۳۔ اس سفر میں ایک اور بڑی غلطی بالعموم نوجوانوں سے سرزد ہوتی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ آتمک اُنتی کے جوش میں وہ اپنی جسمانی صحت سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں میں اس آدمی کو لعنت بھیجتا ہوں جو شب و روز اپنے جسم روپی مکان کی صفائی آرائش۔ مرمت وغیرہ میں مصروف رہتا ہے۔ اور اپنے اصلی مقصد کو بھول جاتا ہے۔ کہ یہ مکان میرے لئے ترقی کرنے کا سادھن ہے۔ لیکن اس سے بڑھکر میں پاپی اُس آدمی کو سمجھتا ہوں۔ جو محض آتمک انتی کے جوش اور لگن میں جسم کی ضروریات سے بے خبر اور لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں۔ آجکل کے کالجوں کے سب سے زیادہ ذہین اور محنتی طلبا بالعموم وہی ہوتے ہیں جو نیند۔ خوراک اور ورزش سے غافل اور لاپرواہ دیکھے جاتے ہیں۔ ان ضروری کاموں کے لئے عدیم الفرصتی کا بہانہ پیش کیا جاتا ہے۔ چرک سنگھتا میں بتلایا گیا ہے کہ درازی عمر کے لئے زندگی کے تین ستونوں پر توجہ ہونی چاہئے۔ آہار۔ نیدرا اور برہمچریہ۔ سب سے ضروری بات یہ ہے۔ کہ نوجوانوں کو اپنی ضرورت کے مطابق ساتوک بھوجن کا پیمانہ بندھ کرنا چاہئے۔ یہ خط بہت بڑھ جائیگا۔ اس لئے میں پھر کسی موقعہ پر "طلبا کے لئے ساتوک بھوجن" اس مضمون پر آپ کو تفصیل سے لکھونگا۔ اس خوراک کو ہضم کرنے اور جسم کے پٹھوں میں تازہ خون بھیجنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ دماغی کام کے تناسب سے نوجوان ورزش کیا کریں۔ ورزش کے گھنٹے ویسے ہی مقرر کئے جاویں۔ جیسے لکھنے پڑھنے کے۔ اور اگر جسم ورزش سے کافی طور پر تھک گیا ہے۔ تو قدرت کو اُن پٹھوں کی مرمت کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہوگی اور خوب گاڑھی نیند آئیگی۔ جو نوجوان ایسی نیند سے بے بہرہ ہیں۔ وہ سمجھ لیں کہ وہ اپنے جسم پر ظلم کر رہے ہیں۔ جسمانی صحت کے ٹھیک ہونے اور خیالات کی پاکیزگی۔ نیک صحبت اور اعلےٰ اُدیش کی موجودگی سے برہمچریہ کی زندگی۔ اور اس برہمچریہ کے طفیل دماغی طاقتوں کے نشوونما کا پورا پورا موقعہ مل سکتا ہے۔ ان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باتوں کے جاننے کے لئے میرا خیال ہے کہ فزیالوجی کا پڑھنا ہر ایک نوجوان کے لئے لازمی ہونا چاہیئے۔ اور اُس کی ابتدا انٹرنس سے شروع ہونی چاہیئے۔ میں افسوس سے کالج کے کئی ایک نوجوانوں کو دیکھتا ہوں۔ جنہوں نے بائیلوجی۔ کیمسٹری۔ فزکس ٹرگنومیٹری وغیرہ کئی ایک مضامین کو تو پڑھ لیا ہے۔ لیکن اپنے جسم کے متعلق انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ صبح و شام جو ہم کھانا کھاتے ہیں۔ اُن میں کونسے متضاد کھانے ہیں۔ جنہیں ملا کر کھانے سے بیماری ہوتی اور بعض اوقات ہیضے جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو کر بے وقت موت کا خطرہ پیش آجاتا ہے۔ میں اس قسم کی تعلیم کو نامکمل اور غیر ضروری خیال کرتا ہوں۔ اور اسی لئے بعض اوقات مجھے اُن نوجوانوں کو جو میری صحبت میں آتے ہیں۔ نج کے طور پر فزیالوجی اور ہائی جین کے قوانین سمجھانے پڑتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی صحت کی قدر کرنا سیکھیں۔ ہاں میں چاہتا ہوں۔ کہ نوجوانوں کو سپشٹ ریتی سے بتلا دینا چاہیئے۔ کہ جسم کی نشوونما اور صحت کا قائم رکھنا ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسے دماغ کی نشوونما کے لئے تعلیم۔ لیکن میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ سکولوں اور کالجوں کے قوانین نوجوانوں کے اندر ورزش کا اشتیاق پیدا نہیں کر سکتے۔ زبردستی قوانین کی پابندی طبعی آزادی کے راستے میں رکاوٹ ڈالتی ہے نوجوانوں کے اندر صحت کو قائم رکھنے کا پاک جذبہ ڈالنا چاہیئے اور اگر اُن کے اندر سلف رسپکٹ یا آتم سنمان کا انش بھی موجود ہے۔ تو وہ اسے اپنا ضروری فرض قرار دے دینگے۔ اندھے ہیں وہ نوجوان جو یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے دیکھتے دیکھتے کتنے کالجوں کے ہونہار گریجوئیٹ جوانی میں تپ دق کا شکار ہو گئے ہیں۔ میرے خیال میں ان نوجوانوں کے لئے کسی قسم کا رحم نہیں ہونا چاہیئے۔ صحت سے لاپرواہ ہونا ویسا ہی جرم ہے۔ جیسے بیرونی دنیا میں قوانین کی خلاف ورزی کرنا موخرالذکر حالت میں گورنمنٹ سزا دیتی ہے۔ لیکن مقدم الذکر میں نیچر نہ صرف سزا دیتی بلکہ سارے آئندہ کے پروگرام اور ہماری خوشگوار امیدوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے ٭

۴۔ آپ نے اپنے خط میں وواہ کا پھر ذکر کیا ہے۔ میں آپ کی پوزیشن کو اُنوبھو کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ اس مضمون پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالوں ہاں۔ آپ والدین کو صاف لفظوں میں لکھ دیں۔ کہ میں ہرگز وواہ کرنے کے لئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طیار نہیں اگرچہ آپ نے بارہا انہیں بذریعہ خطوط منع کیا۔ وہ سننے کے لئے تیار
نظر نہیں آتے انہیں اس قسم کی رشتہ داری میں فوائد نظر آتے ہیں۔ نوجوان لڑ
اچھے خاندان کی لڑکی ملتی ہے۔ بہت کچھ دہن کے ملنے کا امکان ہے اور آجکل کے
والدین کے لئے دنیا داروں کے طعنہ سے بچنے اور اپنی فرضی خوشی کے واسطے نوجوان
لڑکے کے وواہ سے بڑھکر جشن بھی کیا ہے۔ لیکن جس طبقے میں وہ اس وقت موجود
ہیں۔ وہاں اعلےٰ تعلیم اور دھارمک خیالات کی پہنچ نہیں۔ آپ اپنی زندگی کو اونچا
کرنے گئے ہیں۔ آپ کو ویدک دھرم کے صحیح اور اعلےٰ خیالات سننے اور سمجھنے کا موقع
مل چکا ہے۔ آپ گرہست آشرم کی پاک ذمہ واریوں کو جانتے۔ اس لئے آپ اس
طبقہ سے باہر ایک دوسرے طبقے میں کام کر رہے ہیں۔ جو امر اُن کے لئے
اور شہرت کا موجب ہوگا۔ آپ کے لئے رنج اور پژمردگی کا کیندر بن جاویگا انہیں
بہو کی موجودگی میں عزت اور فخر معلوم دیگا۔ آپ کو ایک ان گھڑھ زوجہ کی موجودگی
زندگی کے سفر میں رکاوٹ معلوم دیگی۔ پس اُن کے تھوڑے سے فوائد کے مقابلے
میں آپ کے نقصانات زیادہ ہیں۔ اُن کی خوشی کے مقابلے میں آپ کے دکھوں کا
ترازو زیادہ وزن دار ہیگا۔ اس لئے انکار کر دیجئے۔ اور صاف شبدوں میں لکھ دیجئے
کہ میں ہرگز اس قسم کے وواہ کے لئے تیار نہیں۔ میں اپنے کرتویہ کو بخوبی سمجھتا ہوں۔
ان امور میں والدین کی رائے سے اختلاف کرنا میں نافرمانبرداری نہیں سمجھتا
میں اس امر میں کوئی پاپ نہیں دیکھتا۔ کہ اگر بزرگ یا والدین غلط راستے پر
جانا چاہیں۔ تو انکار کر دیا جاوے۔ والدین کو ہی نہیں۔ بلکہ جس کنیا کے پتا نے
ناطہ کرنا چاہا ہے۔ اُسے بھی لکھ دیجئے۔ کہ میں ہرگز تیار نہیں ہوں۔ آپ کسی اور
ور کی تلاش کیجئے۔ یہ منزل آپ کے لئے نئی نہیں ہے۔ اس منزل کو بہت سے
نوجوان پہلے طے کر چکے ہیں۔ ہم میں سے بہت سے نوجوانوں کو ان ناخوشگوار منزلوں
پر چلنا پڑا تھا۔ ابھی وہ آپ کو کم فہم اور ناتجربہ کار نوجوان سمجھتے ہیں۔ والدین
کے لئے آپ کا بار بار انکار بھی اس لئے کچھ معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں
پیار سے۔ دباؤ سے۔ لالچ سے یا تکلیف پہنچانے سے آپ مان جاوینگے۔ وہ آپ کی
طاقت آزمانا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کو مارلی کیرج کی مثال قائم کرنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا اچھا موقعہ ملا ہے۔ ہمارے میں سے ایک نوجوان نے جب وواہ کے کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور وہ شادی والدین کے لئے مالی حالت کے لحاظ سے ایک لکھ پتی کے گھر قرار دی جا چکی تھی۔ تو نوجوان کے والد اور اُس کے بزرگ بھائی نے جو بدقسمتی سے پنجاب یونیورسٹی کا گریجوئیٹ بھی تھا۔ اس نوجوان کو سمجھانا شروع کیا مہینوں کشمکش رہی۔ آخر لاہور میں والد اور بڑے بھائی دونوں نے رات کے دس بجے ایک کمرے کے اندر بیٹھکر بحث شروع کی۔ نوجوان کو بہتیرا سمجھایا اور دھمکایا۔ جب اُس نے نہ مانا۔ تو اُن دونوں نے ملکر خوب تھپڑ رسید کئے۔ لیکن کیا جسمانی سزا نے اُسے مجبور کر دیا۔ کیا اُس کے خیالات کے مقابلے میں یہ سزا کچھ معنی رکھتی تھی۔ آخر مایوس ہو کر اُسے نکال دیا گیا۔ کالج میں پڑھنے کے لئے خرچ بند کر دیا۔ لیکن اس قسم کی تمام دھمکیوں نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اُس وقت دو مخالف طاقتوں میں جنگ تھا۔ یہ ایک نبرد آزمائی کا وقت تھا۔ آخر نوجوان کامیاب ہوا والدین چپ ہو گئے۔ اور وہ ناطہ اُنہیں خود توڑنا پڑا۔ آپ مت گھبراویں یاد رکھیں کہ کمزور پہلوان مضبوط پہلوان کے ساتھ کشتی کرتا ہوا اگر بار بار گرتا ہے۔ تو اُس کا پریشرم نشپھل نہیں جا رہا۔ اُسے ہر بار ورزش کرنے سے طاقت ملتی اور پٹھے مضبوط ہوتے جاتے ہیں۔ آپ کا اگر اسی طرح والدین سے مقابلہ ہے۔ تو انہیں ضد کرنے دیجئے۔ لیکن آپ میں خامی نہیں آنی چاہئے۔ ذرا سی کمزوری آئی اور آپ گرے۔ اُنہیں بتلائیے کہ وواہ کے متعلق آپ کو زور نہیں دینا چاہئے۔ وہ میرا کام ہے۔ جب مجھے ضرورت ہوگی۔ اور مجھے گن۔ کرم و سوبھاؤ کے انوسار کنیا ملیگی۔ میں خود وواہ کر لونگا۔ سمجھا ئیے۔ کہ آپ کا خیال ٹھیک نہیں کہ چونکہ میں وواہ کرنے سے انکار کر رہا ہوں۔ اس لئے میں سادھو یا سنیاسی بن جاؤنگا اُنہیں بتلائیے کہ میں گرہست آشرم کو اچھا سمجھتا ہوں۔ اور غالباً میں ایک آدرش ویدک وواہ کے لئے اپنے آپ کو تیار کرونگا۔ آریہ سماج کے اندر یہ نظارہ اور اس قسم کے نوجوانوں کی موجودگی ایک اعلےٰ امید دلانے والا درشیہ ہے۔ آریہ سماج کے بانی کی اپنی زندگی اس سوال پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ اس وقت بھی آریہ سماج کے دائرے کے اندر چند ایک نوجوان موجود ہیں۔ جنہوں نے اس قسم کی جد و جہد میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کامیابی حاصل کی اور اگر اُن کے دواہ آدرش دواہ نہیں ہوئے۔ تو اس لئے کہ آریہ سماج کے اندر بہ حیثیت ایک سوسائٹی کی تازگی یا زندگی نہ تھی۔ نوجوان لڑکے کو تو لیکچروں کے سننے اور آریہ سماج کا لٹریچر پڑھنے سے ایسے خیالات اُتپن ہوئے لیکن جب تک آریہ سماج کے دائرے میں سے اور آریوں کے گھروں میں سے کنیائیں اور کماریوں سے یہ آواز نہیں اُٹھتی۔ تب تک یہ مسئلہ ادھورا۔ اور غیر حل شدہ رہیگا۔ بہرحال اس قسم کے خیالات کا پھیلنا سوسائٹی کے لئے ازبس مفید اور آشا دلانے والا کام ہے ؛

۵۔ آپ نے اپنی مالی تکالیف کا ذکر کیا ہے۔ گھر والے ناراض ہیں۔ وہ کان نہ دینے۔ اور آپ کے آزاد خیالات کو نشو ونما دلانے کے لئے سہایتا دینا بُرا سمجھتے ہیں مبارک ہے۔ آپ کی زندگی جسے اس قسم کی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ والدین سے لکھ دیجئے۔ میں آپ سے ایک پیسہ بھی لینا نہیں چاہتا۔ اُن کی مدد سے قطعاً انکار کر دیجئے۔ آپ سوال کرتے ہیں۔ کہ میں کس طرح گزارہ کروں کیسے کالج کی اعلےٰ تعلیم کے اخراجات کو برداشت کروں۔ میرا جواب ہے۔ جدوجہد کرو۔ دیکھتے نہیں ہو۔ کہ دنیا کے بڑے بڑے ریفارمر ایسی ہی شرونی سے نکلے۔ جنہیں غریب یا مفلس کہا جاتا تھا۔ مفلس ہونا کوئی عیب نہیں۔ ہاں عیب ہے تو یہ کہ مفلسی میں نوجوان اپنے آتما کا ہنن کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ میں آپ کے لئے انتظام کروا سکتا ہوں۔ آپ کو وظیفہ بھی دلا سکتا ہوں۔ اگر میری رائے پر چلو۔ تو میں کہونگا۔ کہ اس طریق سے مدد لینا آتما کو گرانا ہے۔ اپنے آپ کو ارزاں قیمت سے بیچ دینا ہے۔ ٹیوشن کرو۔ محنت سے کماؤ۔ وقت کا مناسب استعمال کرکے اپنے اخراجات کا انتظام کرو۔ یہ مصیبتیں اور تکلیفیں نہ صرف گزر جاوینگی۔ بلکہ ہمیشہ کے لئے ایک ایڈونچر کا کام دینگی۔ کیا کبھی آپ نے سوچا ہے۔ کہ تکلیف کیا شے ہے۔ تمام دنیا تکلیف اور مصیبت کے فرضی بھوت سے خائف ہے۔ لیکن تکلیف بذاتہٖ کچھ چیز نہیں۔ ایک نوجوان سفر کر رہا ہے۔ اس کے راستے میں ۱۷۔ فیٹ چوڑی پانی کی کھائی ہے۔ اور کھائی بھی ایسی گہری۔ کہ گر جائے۔ تو نکلنا مشکل ہو جائے۔ وہ سمجھتا ہے۔ اس تکلیف سے بچ جانا۔ اور اس کھائی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے پھلانگ جانا دشوار کام ہے۔ اس نوجوان کو ذرا سوچنے دو۔ کہ دنیا میں درجنوں
ایسے شخص موجود ہیں۔ جو ۱۸-۲۰ فیٹ لمبی چھلانگ لگا سکتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا
آدمی وہاں آجائے۔ تو بلا تامل اس کھائی پر سے کود جاویگا۔ پس کھائی بذاتہ کوئی
دشوار گزار چیز نہیں۔ ہاں۔ کمی ہے تو یہ کہ اس نوجوان نے ورزش کرکے چھلانگ
مارنا نہیں سیکھا۔ اسی طرح دُنیا کی تمام تکالیف کا حال ہے۔ ہم اگر سوچیں۔ تو
کمی صرف ہماری ذات کے اندر ہے۔ دُنیا کی مادی چیزوں میں کوئی ایسی چیز نہیں
جو ہمارے ارادوں میں رُکاوٹ ڈال سکے۔ ہمالیہ کی برفانی چوٹیاں اپنا راستہ
ننگا کر دیتی ہیں۔ بحرالکاہل کی تہیں بے شمار خزانے سامنے دھر دیتی ہیں نیاگرہ
کا آبشار پُل بنانے کے لئے اپنی رضامندی دے دیتا ہے۔ لیکن کس کو۔ جس نے
تپ کرنا سیکھا ہے۔ جس نے شب و روز کی لگاتار محنت سے بیرونی دنیا کی
بجائے اندرونی جگت میں آنند انوبھو کرنا سیکھا ہے۔ جس کے اندر آتم سنمان
اور آتم وشواس کے پوتر بھاو موجود ہیں۔ مبارک ہے ایسا نوجوان۔ مہربان ماتا
(قدرت) اپنے تمام پوشیدہ راز اس کے سامنے کھول دیتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ
درخواست کنندہ سچائی اور سنجیدگی سے ایسے بے بہا خزائن کی تلاش میں دیوانہ وار
پھرے۔ سوچو۔ ایسی محنت کون کریگا۔ کیا اُس امیر کا لخت جگر۔ جسے سکول میں
جانے کے لئے ٹٹن اور بستہ اُٹھانے کے لئے ملازم کی ضرورت ہے۔ جس کے
اردگرد خوشامدی نوکر رضامند کرنے کا موقعہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ جسے محنت نہ کرنے
اور پڑھنے کی جانب توجہ نہ دینے کے باعث اگر مانیٹر تاڑتا ہے۔ تو اُس کی ماتا اور
اُس کے رشتہ دار غصہ کے مارے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جسے ورزش کرنا
عار معلوم دیتا ہے۔ جسے پیدل چلنے سے اپنی پوزیشن کے بگڑنے کا ڈر ہے۔ کیا
آپ ایسے امیرزادہ نوجوان کی قسمت کو اپنی قسمت اور حالت پر ترجیح دیں گے
اگر نہیں تو قانع رہو۔ پرماتما نے اپنے نیائے سے آپ کو بہتر انسانوں کی شرینی میں
رکھا ہے۔ روپیہ کی عدم موجودگی آپ کے اعلےٰ خیالات کو دور نہیں کر سکتی۔ آپ
کی مانسک حالت اُن سست امیرزادوں سے بدرجہا اچھی ہے۔ اپنے لاٹ پر
سنتشٹ رہو۔ لیکن سنتشٹ ہونے کے یہ معنی نہیں۔ کہ آپ ترقی کرنے سے ہٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاویں۔ وہ تو بھیروپن ہے۔ میں اُسے پسند نہیں کرتا۔ میں اگر کسی نوجوان کو جو سماج کے سب سے نیچے طبقہ سے آیا ہے۔ محنت کرتے دیکھتا ہوں۔ تو قدرتاً میری طبیعت اس کی جانب جھکتی اور میری ہمدردی اس کے لئے وسیع ہو جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اس انکر کی صرف رکھشا کرنے کی ضرورت ہے۔ پھل پھول خود پیدا ہو جاوینگے۔ سنسار کے اندر دیکھو۔ پہلے پھول آتا ہے۔ تب پھل لگتے ہیں۔ پہلے گھنگھور کالی گھٹا چھا جاتی ہے۔ سنسار اندھکار لئے ہو جاتا ہے۔ طوفان برپا ہوتا ہے۔ اس کے بعد برشٹی آتی۔ مطلع صاف ہو جاتا۔ اور گرمی کی جھلسانے والی لُو کی بجائے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ محنت و مشقت سے کما کر پڑھنے میں کوئی عار نہیں۔ بلکہ فخر ہے۔ کیونکہ ترقی اور اصلاح کا کام صرف ایسے ہی انسانوں کے حصّے میں آیا ہے۔ جنہوں نے تپ کیا۔ تپ کی زندگی بسر کی۔ اور اپنے جیسے انسانوں کے لئے اس قسم کے پیچیدہ مرحلوں کو اپنی زندہ مثال سے حل کر کے دکھلا دیا ✣

۶۔ لیکن ایک بات پر میں خاص طور پر زیادہ زور دینا چاہتا ہوں اور وہ سدا چار ہے۔ نوجوانوں کے لئے دھن کی ضرورت نہیں۔ دوستوں کی ضرورت نہیں۔ مہربان رشتہ داروں کی ضرورت نہیں اور ان سب سے بڑھکر قیمتی اور بیش بہا صحت کی بھی اتنی ضرورت نہیں۔ جتنی کہ سدا چار کی۔ سدا چار کے اصولوں پر چلنے والا نوجوان تمام اور اعلےٰ زندگی کے راستے پر چل سکتا ہے۔ جبکہ دُر آچاری وِشٹا کے کیڑے کی مانند اپنے وَیسن میں پھنسکر دنوں دن اپنے آپ کو تباہ کرتا جاتا ہے۔ مجھے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ آجکل کے نوجوان اس طرف سے بہت کچھ غافل ہیں۔ والدین اپنا فرض بجا نہیں لاتے۔ ماسٹر یا ادھیاپک خود دُنیا دار اور اُن عیوب میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ آپ نے بارہا دیکھا ہوگا۔ کتنے نوجوان میرے پاس آتے تھے۔ اور چونکہ میں اُن کے پوشیدہ رازوں کو اپنے ہردے میں جگہ دے سکتا تھا۔ اس لئے اُنہیں مخفی سے مخفی دلی حالات اور اپنی کمزوریوں کے بتلانے میں بھی جھجک نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ میں نے اس طرح چند ایک نوجوانوں کو گڑھے میں گرنے سے بچا لیا۔ لیکن اُن مصیبت میں مبتلا بے خبر ہونہار نوجوانوں کی تعداد کتنی بڑی بھاری ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جگہ جگہ ایسے دکھی نوجوان نظر آتے ہیں۔ جو بچپن سے گمراہ ہو گئے۔ اور جنہوں نے اپنی غلط کاریوں سے اپنے دین و دنیا کو تباہ کر دیا۔ ایسے نوجوانوں کے لئے جہاں ہمیں رحم اور ہمدردی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ وہاں میں تعلیم کا ضروری جزو یہ سمجھتا ہوں کہ کالجوں کے لڑکوں میں سدا چار کے اعلےٰ بھاؤ ہونے چاہئیں۔ میں خوش ہوں۔ کہ آپ کے اندر اور آپ کے چند ایک دوستوں میں یہ خیالات موجود ہیں۔ لیکن آپ کے تعلقات اور فرائض جب آپ کالج میں پڑھ رہے ہیں۔ یہاں ہی ختم نہیں ہو جاتے۔ آپ چند ایک سو پاٹھیوں یا کلاس فیلوز سے ملتے جلتے ہیں۔ اُن کے خیالات آپ پر۔ اور آپ کے خیالات اُن پر اثر ڈال رہے ہیں اگر آپ ان خیالات کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھینگے۔ تو ممکن ہے۔ بدی کے خیالات زبردست ہونے سے کبھی آپ کو بھی دبا لیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ جہاں آپ سدا چار کا نمونہ ہوں۔ وہاں اپنے ہم جماعتیوں کو بھی سدا چاری بنائے۔ کیونکہ جب آپ ایک جگہ رہتے۔ اور ایک کلاس میں پڑھتے ہیں۔ تو جس قدر نوجوان آپ کے تعلق میں آتے ہیں۔ میں اُن تمام کو ایک جسم قرار دیتا ہوں۔ اس جسم کے ایک حصے میں اگر درد ہے۔ تو سارا جسم بے چین ہوگا۔ اگر ایک لڑکا بھی دُر آچاری یا بدچلن ہے۔ یاد رکھو ایسی جگہ پر آپ کا رہنا خالی از خطر نہیں۔ حفاظت اسی میں ہے کہ آپ اُس کو بھی سدھار لیں۔ روز بروز بدمستی جتلاتا ہے۔ سارے جسم کی طاقتوں کو اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ کتنی کوشش کرو۔ توجہ کو وہاں سے ہٹا دو۔ اُسی طرف خیال دوڑیگا۔ ٹھیک اسی طرح ایک دُر آچاری سب کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور اگر اُس کا قرار واقعی علاج نہیں کیا جاتا۔ تو وہ کمزور آتماؤں کو بھی کھینچ لیتا ہے۔ پس سدا چار کا مسئلہ اکیلے رہنے میں ایک کے لئے لیکن ملکر رہنے بیٹھنے میں سب پر یکساں حاوی ہونا چاہیئے +

۷۔ آپ پوچھتے ہیں کہ کالج کی زندگی میں اپنی آواز کو دبانا پڑتا ہے۔ اور سچائی کے اظہار سے بسا اوقات پہلو تہی کرنی پڑتی ہے۔ یہ کمزوری اور ایک ناقابل معافی کمزوری۔ میں بارہا سلف رسپکٹ کے سوال کو اسی خط میں پیش کر چکا ہوں ایسی گمراہی صرف اُسی نوجوان سے سرزد ہو سکتی ہے۔ جس نے آتم وشواش کے وشے پر غور نہیں کیا۔ ایک بار لاہور کے ایک کالج میں سالانہ ضیافت کا جلسہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونے والا تھا۔ کالج کے ذمہ وار افسران نے لڑکوں کی دل چسپی کے لئے رومیو جیولیٹ کا ڈراما دکھلانا مناسب سمجھا۔ پردے تیار کئے گئے۔ اور جن نوجوانوں کے کمزور اور ناتربیت یافتہ نرم دلوں میں ویدک دھرم کے اوچیہ اور قابل توجہ خیالات جاگزیں تھے۔ جنہیں پرانے ویدک سکالروں کے کارنامے بتلائے جاتے تھے۔ جن کے سامنے دھرم اُپدیش کے لئے اُپنشدوں کی کتھائیں سنائی جاتی تھیں۔ اُنہیں آریہ نوجوانوں کے سامنے پہلا پردہ یہ رکھا گیا۔ کہ رومیو جیولیٹ پر سپر عشق مجازی سے زخمی ہو کر ہمکنار ہوں اور بوسہ لیں۔ یہ دردناک نظارہ اور قابل رحم مکاری کا درشیہ ایک آریہ نوجوان سے سہا نہ گیا۔ اُس نے اپنے چند ایک ہونہار دوستوں سے اپنی نفرت اور بدی کے گڑھے میں گرانے والوں کی شان میں گھرنا کے کلمات کا اظہار کیا۔ اور اُنہیں ہمراہ لیکر وہاں سے چل دیا۔ اس نوجوان کا یہ فعل گستاخی اور کالج کے ادھیا کی شان میں نافرمانبرداری پر منسوب کیا گیا۔ جواب طلبی ہوئی۔ نوجوان نے صاف صاف الفاظ میں اپنی نفرت اور چلے جانے کی وجوہات بیان کر دیں۔ کالج سے اُسے سخت سزا ملی۔ جس سے نہ صرف چند روزہ بلکہ دیرپا اثر ہوا۔ لیکن کیا محض ادھیکاریوں یا ادھیاپکوں کا ناجائز دباؤ اُن طلباء کو اپنے راست خیالات سے ہٹا سکا۔ ہرگز نہیں۔ میں کسی بھی کمزور سے کمزور بہانے کو سننے کے لئے تیار نہیں۔ اگر کالج کے ادھیاپک آپ کی آواز کو کچلنا چاہتے ہیں۔ تو اُن کا یہ فعل خودکشی کے اصول پر مبنی ہے۔ سچائی کے تسلیم کرنے کے لئے آپ کا وشال ہردے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔ لیکن جس صداقت کو آپ نے سمجھ لیا ہے۔ اُس کے قائم رکھنے کے لئے آپ کو سب کچھ نچھاور کر دینا چاہئے۔ شاستر کاروں نے ملک۔ دھن۔ دولت۔ رشتہ دار اور ستری تک کو تیاگ دینے کی ہدایت کی ہے۔ ان تمام کی پرواہ چھوڑ کر بھی آتما کی رکھشا کرنا لازمی امر ہے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ جنہیں یہ وشواش ہے۔ کہ کالج کے ادھیاپک یا پرنسپل ہونے کے باعث وہ دوسروں کی آواز دبانے کا ادھیکار رکھتے ہیں۔ کالج میں رہو سٹوڈنٹ کمیونٹی میں گھومو۔ کھیل کود میں پھرو۔ گھر کے عزیز اور اقارب سے ملو۔ ہر موقعہ پر دھیان رکھو۔ کہ آپ اپنی ضمیر کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ جہاں آپ نے اپنی آواز کو دبایا۔ اپنے خیالات کو کسی کے دباؤ سے بدل ڈالا وہاں یاد رکھو آپ نے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آپ کو دھوکا دینا شروع کر دیا۔ اپنی بے قدری کرنی چاہی۔ اپنی عزت کو ڈبونا آرمبھ
آپ کا آتما لگاتار آپ کے اس فعل پر اس وقت تک لعنت بھیجتا رہیگا۔ جب
تک آپ پرائشچت نہیں کرتے یا بدی کا مجسم نمونہ نہیں بن جاتے۔ شب و روز
طبیعت رنجیدہ خاطر رہیگی۔ آتمک شانتی کافور ہو جاویگی۔ صحت پر نمایاں بد اثر
معلوم دیگا۔ یہ سب کچھ کس لئے۔ اس واسطے کہ ادھیاپک ناراض نہ ہو۔ کالج میں
کشٹ سے یا ترقی کے راستے میں رکاوٹ حائل نہ ہو۔ لیکن یہ خیال بہت کچھ
غلطی پر مبنی ہے۔ ترقی سچائی کے دبانے میں نہیں بلکہ اس کے اظہار میں ہے +

۸۔ آپ سنسکرت کی جانب خاص طور پر دھیان دینا چاہتے ہیں۔ میں اس
پاک جذبہ کی صداقت کو محسوس کرتا ہوں۔ لیکن آپ کا طریقہ مجھے پسند نہیں ہیں
نے بہت لغزشیں کھائیں۔ کالج لائف میں میں نے سمپورن اشٹا دھیائی
پڑھی تھی۔ اسے حفظ کیا تھا۔ لیکن شہر بھر میں اس وقت ایک بھی ایسا پنڈت نہ ملا۔
جو پریوگ سدھی یعنی اُداہرن دے پرتی اداہرنوں کے سمجھانے میں مدد دے۔ گزشتہ
بارہ سالوں سے میں دیکھ رہا ہوں۔ بیسیوں نوجوان سنسکرت پڑھنے کے لئے تیار
ہوئے۔ لیکن خاطر خواہ انتظام نہ دیکھکر ناکام رہے۔ کالج کی سنسکرت پڑھتے ہوئے
آپ اشٹا دھیائی نہیں پڑھ سکتے۔ اس پر پریشرم نہ کیجئے۔ گریجوئیٹ ہو جانے کے
بعد اگر آپ سمجھتے ہیں۔ کہ سنسکرت پڑھنا ضروری ہے۔ اور آپ کو اعلےٰ لیاقت حاصل
کرنا ہے۔ تب آپ یکسوئی سے اس کام میں پرورت ہو جائے۔ نوجوانوں کے اندر
آریہ سماج نے سنسکرت پڑھنے کا اشتیاق پیدا کر دیا ہے۔ لیکن سوسائٹی کو اس
اشتیاق سے عملاً فائدہ اٹھانے کے لئے تا حال فرصت نہیں ملی۔ آجکل کی تہذیب
اور اغوا کو سامنے رکھتے ہوئے انگریزی تعلیم پائے ہوئے نوجوانوں کے لئے سنسکرت
پڑھنا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ میں ہرگز مبالغے سے کام نہیں لیتا۔ کیونکہ میں
جانتا ہوں۔ کہ سنسکرت کے پڑھانے والے بالعموم تنگدل اور خود غرض آدمی ہیں۔
اور اس ودیا کے حصول میں جس قدر طاقت۔ دھن اور وقت کا خرچ ہوتا ہے۔
اس کا اندازہ کچھ وہی لگا سکتے ہیں۔ جنہوں نے وقت کی قدر کرنا سیکھا ہے۔ اس
ودیا کے پڑھنے اور حاصل کرنے میں جہاں بہت سی انرجی کی ضرورت ہے۔ وہاں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کا گراہک کوئی بھی نہیں۔ اور اگر فی زمانہ نظر بھی آتا ہے۔ تو اُس آزاد سپرٹ
کو جو سنسکرت جاننے والوں کا ہی حصہ ہے۔ بجا طور پر استعمال کرنا شاید ہی
جانتا ہو۔ میں مانتا ہوں۔ کہ آپ کے پاک اور پوتر ہردے میں ویدک دھرم کی
سُلجھ رہی ہے۔ میں کوئی حق نہیں رکھتا۔ کہ میں آپ کو نرا تسا ہٹ کروں۔ مگر
واقعہ کا چھپانا بھی نامناسب ہے۔ آپ اپنے کام سے فارغ ہو کر اس طرف توجہ
دیجئے۔ میں اس لئے آپ کو موجودہ حالت میں سنسکرت کے مطالعے سے ہٹانا
چاہتا ہوں۔ مبادا آپ سنسکرت کے غیر معمولی شوق میں اپنے دیگر مضامین
لاپرواہ ہو جاویں۔ اور امتحان میں ناکامیاب رہیں۔ روحانی غذا کے لئے۔ آزاد
سپرٹ کے لئے۔ وستوؤں کے تتو کو یتھا تتھ جاننے کے لئے۔ خیالات کی دنیا
میں بلند پروازی کرنے کے لئے اور ویدک دھرم کے مہتو کو جاننے کے لئے سنسکرت
کا گیان نہایت ضروری امر ہے۔ لیکن اس راستے میں دنیاوی جاہ و جلال
کی زندگی اور خود غرضی کے خیالات کو ہرگز گنجائش نہیں ؛

۹۔ آریہ سماج کی شوچینہ دشا کا وچار میں نے غور سے پڑھا۔ میں نے اس سوال
پر بہت کچھ غور کیا ہے۔ مہرشی دیانند جی نے ہمیں ویدک دھرم کا اپدیش دیا
کے گرنتھوں میں دھارمک سپرٹ کی جا بجا جھلک ہے۔ ہم نے اس منور
سے سمجھ لیا۔ کہ آریہ سماج کے اندر دیوتا اور ست پُرش ہیں۔ اُن لوگوں کے
اعلےٰ وچاروں نے ہمارے خیالات کو وسیع کیا۔ اب جب پبلک کا جا
ہونے لگا۔ کہ جو کچھ کہتے اور مانتے ہو۔ اُسے عملی زندگی میں بتلاؤ۔ تب سماج
سوسائٹی کا سوال پیش ہوا۔ آریہ سماج کے لیڈروں نے سالوں اس پہیلی
سوال کو دبائے رکھا۔ دکھلاوے کی خاطر جائز و ناجائز دباؤ کی خاطر۔ اپنے
ٹیوشنوں کی مدد کی خاطر اُنہیں بھرتی اور نکمی بھرتی سے کام لینا پڑا۔ جونہی
اور آزمائش کا موقعہ آیا۔ درجنوں پر سدھ آدمیوں نے دانت دکھلا دئے۔ میں
اس وقت آریہ سماج کے لیڈروں پر نقطہ چینی سے کام نہیں لونگا۔ میرا مطلب
صرف اُس غلطی کو جتلانے سے ہے۔ کہ جس کا بدیہی نتیجہ یہی ہونا تھا۔ جس
دھرم۔ کرم کے لئے پبلک اوپینین ہی پیدا نہیں ہوئی۔ تو ہم کیسے مان لیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیک و بد میں تمیز کی جاویگی۔ میں مانتا ہوں۔ آریہ سماج کے بعض نکمے آدمیوں
کے حالات جاننے سے آپ کو مایوسی ہوتی ہے۔ اور آپ آہ سرد بھر کر رہ جاتے ہیں۔
لیکن کیا کبھی آپ نے غور کیا۔ کہ آریہ سماج والوں نے رشی کی آگیا انوسار ایک
غریب دھرماتما پرش کو ایک سادھارن بیرسٹر وکیل یا مالدار سوداگر کی نسبت
انتخاب میں ترجیح دی ہو۔ جہاں نیتی اور پوزیشن کا سوال ہو۔ وہاں اعلےٰ
آچرن کے آدمیوں کا کیا کام۔ میں اس سوال پر زیادہ کہنا مناسب نہیں سمجھتا
اور وہ اس لئے کہ میں چاہتا ہوں۔ آپ اس خیال سے دور چلے جاویں۔ باوجود
کمزوریوں کے آریہ سماج کے کارکنوں کے لئے کسی حد تک آپ جیسے نوجوانوں کے
دلوں میں عزت کے بھاؤ ہونے چاہئیں۔ اُن کی زندگیوں میں چنہ خوبیوں کے
ملنے کا امکان ہے۔ اور جس آدمی کے لئے ہمارے اندر سمان نہیں۔ اُس کے
گن کرم کس طرح گرہن کر سکتے ہیں۔ لیکن آجکل ایک بڑا بھاری خطرہ میں
یہ دیکھ رہا ہوں۔ کہ جس جس مقام پر آپ جیسے اتساہی نوجوان آریہ سماج
کے لوگوں کو نظر آتے ہیں۔ تو وہ اپنی کمزوریوں اور نوجوانوں کی اُٹھتی ہوئی
دھارمک اُمنگوں کو دیکھ کر انہیں سماج کا کام کرنے کے لئے اُکساتے اور پھنساتے
ہیں۔ آریہ سماج کے کارکنوں کے اس کام کو میں بُری نگاہ سے دیکھتا ہوں۔
لیکن اس سے بڑھکر بُری رائے میری اُن نوجوانوں کے لئے ہوتی ہے۔ جو اس
خطرناک گڑھے میں کود پڑتے ہیں۔ شہرت اور لیڈری کا بدشکل بھوت اُن کی
گردنوں پر سوار ہو جاتا ہے۔ آریہ سماج کی طفیل بہت سے نوجوانوں نے اپنے
کیریکٹر کو خاک میں ملا دیا۔ میرے ایک دوست طالب علمی کے زمانے میں آریہ
سماج میں اُتساہ سے کام کرتے تھے۔ بلکہ ایک پرسدھ سماج کے انترنگ سبھا
کے ممبر تھے۔ اندرونی کشمکش میں پڑکر اُنہوں نے اپنے اصلی فرض کی ادائیگی
میں کوتاہی کی اور میڈیکل کالج کے فائنل امتحان میں فیل ہو گئے۔ یہ دھبہ اب
تک اُن کی ذات سے وابستہ ہے۔ میں آپ جیسے نوجوانوں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں
کہ ہرگز سماج میں ایکٹو پارٹ نہ لیں۔ ہاں اُپدیش سننا۔ اور اگر ضرورت ہو۔ تو
شنکا سماوھان کے لئے وقت نکال لینا بہت کافی ہے۔ آجکل بدقسمتی سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھجن منڈلیوں اور والنٹیروں کے لئے نوجوانوں کی خدمات کا تقاضا کیا جاتا ہے۔ مگر میں بذات خود اس سپرٹ کے خلاف ہوں ؛

۱۰۔ مجھے صرف ایک خیال اور آپ کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اور وہ ویوہار کا ہے۔ غور سے سوچئے۔ ہمارا باہمی میلان کیسے ہؤا۔ ہم کہاں۔ اور کن والدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ اور کن کن امور کے باعث ہمارا باہمی پریم ہؤا۔ کیول ویوہار سے ہم کسی کے دوست اور کسی کے سجن بن جاتے ہیں۔ جس کا گولک ویوہار شدھ ہے۔ اُس کا پرلوک بھی شدھ ہوگا۔ دیکھئے ایک ستی ودھوا روگ سے کشٹ اُٹھ رہی ہے۔ روگ بھی جزام۔ کہ جس کے ڈر سے ماتا پتا تک نے جواب دے دیا۔ ماتا پتا کی سرد مہری کو دیکھ کر رشتہ داروں نے بھی توجہ پھیری۔ بے بس۔ بے کس بیچاری مصیبت کی گھڑیاں کاٹ رہی ہے۔ ایک عیسائی کو اس دردناک نظارے کی اطلاع دی گئی۔ موقعہ پر پہنچا۔ مریضہ کو اٹھایا۔ علاج و رہائش کا انتظام کیا۔ پادری کو بلا کر بائیبل کا اپدیش شروع کیا گیا۔ وقت گزرتا ہے۔ وہ اب روبصحت نظر آتی ہے۔ چند ماہ میں بالکل صحت یافتہ ہوگئی۔ پادری نے بپتسمہ کے لئے پریرنا کی۔ اور محسن نے اس کے ساتھ وواہ کرنے کی چیشٹا پرگٹ کی۔ وہ ودھوا جو شب و روز اپنے ماتا پتا اور سمبندھیوں کو کوستی تھی۔ جس کے لئے ہندو سوسائٹی کے اندر ہمدردی کے ظاہر کرنے والا ایک انسان بھی نہ تھا۔ وہ ایک عیسائی محسن کا ہزار زبان سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ ڈاکٹر کو بار بار اشیرباد دیتی ہے۔ پادری کی ہمدردی کے اظہار کے لئے سوائے اس کے کہ آنسو بہاوے۔ اس کے پاس لفظ نہیں جو شکریہ کا اظہار کرے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اُن کی خود غرضی کا اُسے علم ہوتا ہے۔ وہ سمجھتی ہے۔ کہ میرا علاج اس لئے کیا گیا۔ کہ عیسےٰ کی بھیڑوں کی تعداد بڑھ جاوے۔ میرے علاج پر اس لئے توجہ اور تندہی سے دھیان دیا گیا۔ کہ مجھے زوجیت میں جانا ہوگا۔ اُس کے خیالات عیسائیوں سے نہیں ہوئے وہ ستی ہے۔ اس لئے اسے وواہ کرنے سے انکار ہے۔ اب اس کا شکریہ حیرت میں۔ اور حیرت نفرت میں تبدیل ہوتی ہے۔ اس کی خوشی مایوسی میں اور مایوسی بے باکی میں بدل

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتی ہے۔ تقاضا کرنے والے اُسے یتیم سمجھکر دباؤ ڈالتے ہیں۔ اور وہ مایوس ہوکر کالی گھوچ پر اُتر آتی ہے۔ او انسانی فطرت! کیا وہ ستی دو چار دن میں اتنی تبدیل ہوگئی۔ کہ اپنے محسن کی شان میں ایسے کلمات کا بلا دھڑک استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ہاں تبدیل ہوگئی۔ یہ ہمارا روزانہ کا مشاہدہ ہے۔ جن کے لئے ہمارے دل میں سنمان ہے۔ جنہیں ہم اخلاق اور نیکی کا مجسم نمونہ سمجھتے ہیں۔ اُن کے لئے بھی جوں ہی کہ ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ دکھلاوا۔ نمائش اور ظاہرداری کے لئے تھا۔ اُن کی اندرونی زندگی پاپ آلودہ ہے۔ پس اُسی وقت ہمارا سنمان نفرت میں۔ ہمارا پریم لاپرواہی میں بدلتا۔ اور ہماری نظر اُس چیز سے کنارہ کشی کرنا چاہتی ہے۔ دنیا میں خیالات کی یگانگت اور تفریق کا سارا راز اسی خیال میں سربستہ ہے۔ اگر دنیا میں دوست پیدا کرنا چاہتے ہو۔ تو ویوہار شدھ رکھو۔ میں اس موقعہ پر ایک اور کسوٹی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ نمائشی انسان جو ظاہرا دھرماتما بنے رہتے ہیں۔ وہ اپنے ویوہار سے نوجوانوں اور دیگر دھرم کے متلاشیوں کو کھینچ لیتے ہیں۔ لیکن جوں ہی کہ اُنہیں قرابت کا موقعہ ملتا۔ اور یکے بعد دیگر ویوہار مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ تو اُنہیں پتہ لگتا ہے۔ کہ جس منور موتی نے ہمیں کھینچا تھا۔ نزدیک آنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ کرترم یا فرضی اور بناوٹی ہوتی ہے۔ بس اس سے طبیعت گھبراتی اور پیچھے ہٹتی ہے۔ سنسار میں سچے اور جھوٹے منتروں کو پرکھنے کی یہی کسوٹی ہے۔ کہ نیک دوستوں کی صحبت سے آنند آتا ہے۔ قرابت میں آنے سے اُن کی محبت اُن کے لئے دل میں عزت دنوں دن بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن سادھارن دوستوں کے خراب ویوہار دیکھنے سے من اُکتا جاتا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ جیسے نوجوانوں کا ویوہار اُتم اور ودوکت ہونا چاہیئے۔ اگر آپ اپنے اعلےٰ آچار سے اپنے ہم جماعتوں میں سے کسی کو سچا دوست اور محرم راز نہیں بنا سکتے۔ تو شتر و بنانے کی کبھی بھی چیشٹا نہ کیجئے۔ ہاں۔ اصول کے اختلاف سے کوئی دشمن ہوجاوے تو پرواہ نہیں۔ لیکن آپ کا ہردے وشال اور آپ کا آتما وسیع ہونا چاہیئے۔ جو فوراً معاف

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے پر تیار رہے۔ دنیا کے اندر مختلف طاقتیں کام کر رہی ہیں۔ سب کا رجحان جداگانہ ہے۔ طبیعتیں جدا جدا ہیں۔ ہر شخص کے خیالات بھی جداگانہ پائے جاتے ہیں۔ لیکن ستیہ ویوہار میں وہ تمام نوجوان یکساں مل سکتے ہیں جنہیں اپنی بہتری کا خیال ہے۔ میں اس خط کو اب ختم کرتا ہوں۔ خود پڑھئے دوستوں کو پڑھائیے۔ آپ اس بات کو بھول جاویں۔ کہ مجھے خطوط لکھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ میں اپنے دیگر ضروری فرائض میں سے اسے بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ کہ مجھے آپ ہمیشہ اسی طرح متوجہ پاوینگے۔ ہاں۔ عدیم الفرصتی کے باعث ممکن ہے۔ کہ میں آپ کے دریافت کردہ سوالات پر مختصر خط لکھنے کے باعث کافی روشنی نہ ڈال سکوں۔ لیکن اگر آپ وقت کی تاخیری کے سوال کو نظر انداز کر سکیں۔ تو میں ہمیشہ اس طرح آپ جیسے نوجوانوں کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے میں اُدیت رہونگا۔

الگن روڈ۔ کلکتہ
۲۰۔ جون ۱۹۰۸ء

آپ کا مِتر
کیشو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فردوس بروئے زمیں

"چارلس کنگسلے صاحب کے مضمون "ہیون ان ارتھ" کا ترجمہ"

انسان کھاتے ہیں۔ سب قسم کے کام کرتے ہیں۔ اور اپنی تمام طاقت اور ہمت سے کرتے ہیں۔ مگر اُن میں سے کتنے ایسے ہیں۔ جو یہ سب کچھ کیول پرماتما کے جلال کے لئے کرتے ہوں۔ کون ہے؟ کوئی نہیں۔ ہمارے موجودہ زمانہ میں یہ ایک نقص ہے۔ نہیں بلکہ لعنت ہے۔ کہ انسان دھرم کو وہ نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ یہ کبھی سمجھا جاتا تھا۔ یعنی پرماتما کی بھگتی کرنا یا دوسرے الفاظ میں اپنے آپ کو پرماتما میں محو کر دینا۔ تاکہ اُس کا جلال نمودار ہو۔ آجکل دھرم کو کیا سمجھا جاتا ہے مرنے کے بعد بہشت میں پہنچانے والی مشین۔ وہ بھی اس وقت جب انسان آخری دموں پر آتا ہے۔ تاکہ ہم اپنی خستہ روحوں کو دوزخ سے بچا سکیں۔ اور پرماتما کے دربار میں وہ مزدوری پا سکیں۔ جس کے لئے ہم نے کبھی محنت نہیں کی۔ بس اسی کا نام لوگوں نے ایشور بھگتی رکھ چھوڑا ہے۔ مگر درحقیقت یہ کیا چیز ہے۔ محض خود غرضی ہے۔ کیا خود غرضی کے سرسینگ ہوتے ہیں۔ یہ دائمی خود غرضی ہے۔ میرے دوستو! اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ خود غرضی بُری چیز ہے۔ تو جتنی جلدی ہم اس سے اُدھار پا سکیں۔ اتنا ہی اچھا ہے۔ نہ یہ کہ ہم سورگ کے خیال کو اس خود غرضی کے ساتھ وابستہ کریں۔ اور اپنی خوشی کو یا اپنے بچاؤ کی تمام امیدوں کو بُرائی کی اس جڑ پر قائم کریں۔ اسی خود غرضی کی بدولت انسانوں نے اس بات کو فراموش کر دیا ہے۔ کہ پرماتما کا جلال کیا چیز ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ پرماتما کا سب سے بڑا جلال یہی ہے۔ کہ وہ ہم کو نرک سے بچا لے۔ مگر کیا پرماتما کا جلال یہی ہے۔ نہیں۔ ہم تمام کام پرماتما کے جلال کے لئے کرتے ہیں۔ کیوں؟ تاکہ ہم دیکھیں۔ کہ اس کا جلال کیا ہے۔ مگر کیونکر ہو سکتا ہے۔ پرماتما اپنا جلال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آپ ہے۔ تم کسی بڑے آدمی کی عزت کیوں کرتے ہو۔ اس لئے کہ تم اُس کے اوصاف سے واقف ہو۔ اور تم اُس کو جانتے ہو۔ تم کسی عورت سے محبت کیوں کرتے ہو۔ اس لئے کہ تم نے اُس کی خوبصورتی اور خوب سیرتی کو دیکھا ہے۔ اور اس نے تم پر اپنا اثر کیا ہے۔ اس طرح میں کہتا ہوں۔ کہ پرماتما سے پریم کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم اس کو دیکھیں اور اس کو جانیں۔ اور اُس کی تقدیس کریں۔ میرے دوستو! اگر یہ سچ ہے۔ کہ ہم عیسائی ہیں۔ اگر ہم یہ وشواس رکھتے ہیں۔ کہ پرماتما ہمارا پتا ہے۔ جیسا کہ ہمیں خیال کرنا چاہیئے۔ تو ہمیں اپنے پتا کی تقدیس کرنی چاہیئے۔ اور کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اُس کے تمام پتر اُس کی تقدیس کریں۔ حاصل کلام ہم جو کچھ بھی کریں۔ وہ اپنے پتا کی تقدیس کو لیکر ہو۔ ہمارے تمام اعمال ہمارے لئے۔ ہمارے دوستوں کے لئے۔ ہمارے ہمسایوں کے لئے۔ اور ہمارے پریوار کے لئے سبق آموز ہونے چاہئیں۔ ہمیں اپنے پتا کے جلال کا وعظ کرنا چاہیئے۔ دن بدن وعظ کرنا چاہیئے۔ مگر محض الفاظ کے ذریعہ نہیں۔ ہاں اکثر الفاظ کے ذریعہ ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنے سدا چار کے ذریعہ۔ اپنے اعمال کے ذریعہ۔ یہی ایک راز ہے۔ یہی چابی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ دوسرے لوگ بھی ایسا ہی مانیں جیسا کہ تم مانتے ہو۔ تو تم کو چاہیئے۔ کہ تم اپنے منتویہ کے مطابق اپنے اعمال کو بناؤ۔ عمل یا مثال سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ متعدی نہیں ہے۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ تمہارے ہمسایہ تم سے جانیں کہ مسیح کیسا تھا۔ تو تم جو مسیح کرتے ہو۔ اُن کو دکھاؤ۔ کہ مسیح کو مان کر تم خود کیسے بنے ہو۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ لوگ اس بات کو جانیں۔ کہ ایشور پریم کیونکر انسانوں کو پاپ سے بچا سکتا ہے۔ تو تم اپنی زندگی سے اُن کو دکھاؤ۔ کہ ایشور پریم نے کیونکر تمہارا پاپ سے اُدھار کیا ہے۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ لوگ ہر ایک خوشی یا ہر ایک مصیبت میں پرماتما کا شفقت بھرا ہاتھ دیکھیں اور اُس کا شکریہ ادا کریں۔ تو تم ان کو اپنی مثال سے دکھاؤ۔ کہ تم درحقیقت ہر ایک شادی و غمی میں پرماتما کا شکریہ ادا کرتے ہو۔ میرے دوستو میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ مثال ہی سب کچھ ہے۔ ایک نیک آدمی۔ وہ ایک آدمی جو ہفتہ میں ایک بار اتوار کے دن اپنا مذہبی کوٹ پہننا ہی مذہب نہیں سمجھتا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلکہ وہ جو اپنے تمام اعمال میں اس کو پہنے رکھتا ہے۔ اور پرماتما کے چنتن کو اپنے دل
میں بڑھنے دیتا ہے۔ اور اُسی میں مگن رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ وہ کہتا یا کرتا
ہے۔ دھرم کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ ایسا ایک آدمی ہزار اپدیشوں سے بڑھکر
طاقت ہے۔ نہیں وہ خدا کا ایک زندہ کلام ہے۔ وہ الیاس کی روح اور طاقت میں
نمودار ہوتا ہے۔ وُہی ہے۔ جس کے بارے میں کہا گیا ہے۔ کہ پرماتما نے انسان
کو اپنی شکل پر پیدا کیا۔ لوگ اس کے نیک اعمال کو دیکھتے ہیں۔ اور تعریف کرتے
ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے اعمال پرماتما کی آگیا کے مطابق ہیں۔ اور کہ پرماتما
کی برکت کوئی وہم یا خواب نہیں ہے۔ بلکہ وہ زندہ ہے۔ انسانوں میں موجود ہے۔
نیکی۔ شرافت۔ سچی مردانگی اسی کا عطیہ ہے۔ اُسی کی مہر ہے۔ اُسی کی تصویر ہے۔
اس پرکار وہ پرماتما کے جلال کو اس کے سچے بھگتوں۔ سچے جانبازوں میں دیکھتے
ہیں۔ اور اپنے پتا کے نام کی تقدیس کرتے ہیں۔ کیا ایسا جیون ہی سورگی جیون
نہیں ہے۔ ہاں سورگی جیون بہشتی زندگی یہی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر ہے۔
اسی کا نام فردوس بر روئے زمین ہے۔ لفظوں میں نہیں۔ بلکہ حقیقت میں یہی
ہے۔ ایسی ہی حالت کا نام سینٹ پال نے آسمانی بادشاہت میں یسوع مسیح کے
پاس بیٹھنے اور اس سے بات چیت کرنے کا آنند رکھا ہے۔ ایسی ہی زندگی رکھ کر ہم جو
بھی کام کرتے ہیں۔ وہ خواہ ہمارا روزمرہ کا کام ہو۔ ملک کی سیوا ہو۔ اپنے دوستوں
سے یا اپنے بیوی بچوں سے بات چیت ہو ہم اس تمام وقت میں آسمانی بادشاہت
کا آنند لیتے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ ہم ایسی زندگی رکھکر جیتے جی بہشت میں
رہتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم اس کو جان سکیں۔ اور اس پر وشواس کر سکیں۔ اے
انسانوں بہشت کے متعلق جو تمہارے سامنے حیوانی خواہشات کے سامانوں کے
بارے میں ملحدانہ خیالات پیش کئے جاتے ہیں۔ اُن سے بچو۔ جو انسان کو اس بات
کی ترغیب دیتے ہیں۔ کہ عمر بھر اس جگہ جھک مار کر۔ پرماتما کی زمین ناپاک کر کے
وہ مرنے کے بعد موسم خزاں کی ابابیل کی طرح کسی دوسری جگہ اڑ جائینگے۔ جہاں
کہ وہ دائمی آنند بھوگینگے۔ وہ جانتے نہیں۔ کہ کہاں اور کیونکر اور کس لئے!! میرے
دوستو! بہشت کسی خاص جگہ کا نام نہیں ہے۔ تمام جگہیں بہشت ہیں۔ اگر تم ایک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہشتی زندگی رکھتے ہو۔ تمام جگہیں دوزخ ہیں۔ اگر تم پاپ آلودہ زندگی رکھتے ہو۔
جس دل میں ایشور پریم ہے۔ اسی جگہ بہشت ہے۔ جو دل ایشور پریم سے خالی ہے
وہی دوزخ ہے۔ بائیبل بتاتی ہے۔ کہ آسمانوں سے اوپر کسی جگہ بہشت ہے۔ جہاں
یسوع مسیح اپنی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ جگہ کہاں ہے۔ میں نہیں جانتا۔ ممکن
ہے۔ ایسی جگہ ہو۔ لیکن یسوع مسیح کی جگہ ہمارا دل ہے۔ یہ زمین ہی بہشت ہے
مسیح یہاں پر ہی ہے۔ اور خداوند اسی جگہ موجود ہے۔ بشرطیکہ ہم اپنی آنکھوں کو کھول
سکیں۔ اور اُن کو دیکھ سکیں۔ مگر یہ کیونکر ہو! کیا یسوع مسیح نے یہ نہیں کہا۔ اگر کوئی
مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میرا باپ اُس سے محبت کریگا۔ اور میں اور میرا باپ ہم دونوں
اُس کے پاس آئینگے۔ تاکہ ہم اس کے دل میں جگہ پائیں۔ اور ہم اس پر ظاہر ہوں
کیا ان الفاظ کے کچھ معنی ہیں؟ اگر ہیں۔ تو کیا؟ اگر کچھ معنی ہیں۔ تو یہی۔ کہ ہم
دنیا کے اندر خدا کو دیکھ سکتے ہیں۔ خدا اور یسوع مسیح دونوں ہی ہمارے ساتھ
رہتے ہیں۔ کیا اسی کا نام بہشت نہیں ہے۔ بے شک بہشت وہاں ہی ہے جہاں
خدا ہے۔ اگر خدا تمہارے اندر ہے۔ تو تم بہشت میں ہو۔ اگر خدا تمہارے اندر نہیں
ہے۔ تو تم جیتے جی جہنم میں ہو۔ کیونکہ جس دل میں خدا نہیں وہ تاریکی اور بدی
کا گھر ہے ایک بڑے شاعر ڈینٹی نے بالکل راست طریقہ پر بیان کیا ہے۔ کہ
بہشت اور دوزخ دونوں میں ہو آیا ہے۔ اس نے گناہ۔ شرم۔ شک۔ تاریکی
اور مایوسی کو جانا اور یہی اُس کے لئے دوزخ تھا۔ مدت کی مصیبت کے بعد
کو امید۔ محبت۔ پاکیزگی اور شرافت ایشور پریم کا پتہ لگا۔ اور اس نے بہشت کا
آنند اُٹھایا۔ وہ ان باتوں کا ایسے عمدہ طریقے سے ذکر کرتا تھا۔ کہ بعض کم علم
آدمی طنز سے اس کی طرف اشارہ کرکے کہا کرتے تھے۔ دیکھو یہ وہ شخص ہے۔ جو
دوزخ میں رہ چکا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے اُس کے بارے میں یہ بات کہی
تو نے بہشت اور دوزخ دونوں کو دیکھا ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جبکہ بہشت اور
دوزخ ہر ایک جدوجہد کرنے والے انسان کے اپنے اندر ہی موجود ہیں۔ تم اس
بات کا خیال کرو اور سوچو کہ تمہارے اندر ہی بہشت یا دوزخ موجود ہیں۔
اپنے آپ سے سوال کرو۔ کہ ان میں سے کونسا تمہارے اندر موجود ہے۔ بہشت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوزخ؟ اگر تم اس زندگی میں بہشت میں نہیں ہو تو یقین کرو مرنے کے بعد تم کبھی بھی اس میں نہیں جا سکو گے۔ دانا آدمی نے سچ کہا ہے۔ کہ موت کے بعد ہر ایک چیز اپنے اپنے عناصر میں جا ملتی ہے۔ روشنی روشنی میں اور تاریکی تاریکی میں۔ درخت جس پہلو پر گرتا ہے۔ اس پر پڑا رہتا ہے۔ میرے دوستو تم جو اپنے آپ کو مہذب عیسائی کہتے ہو۔ کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ اس دنیا میں ایک کمینگی۔ دنیا پرستی۔ ہوا و حرص اور نفرت کی زندگی بسر کر کے اپنے جسم کو چھوڑنے کے بعد تم کسی بالکل متضاد زندگی میں چلے جاؤ گے۔ یا تم پریوں کی کہانیوں کے مطابق دیوتا یا فرشتہ بن جاؤ گے۔ ہرگز نہیں۔ جیسے تم ایک حیوان کو آدمی نہیں بنا سکتے ویسے ہی موت ایک گنہگار کو بہشت میں نہیں پہنچا سکتی۔ کیا مچھلی پانی سے باہر نکل کر خشکی پر زندگی بسر کر سکتی ہے۔ نہیں بسر کر سکتی۔ اس طرح ایک پاپی کو مرنے کے بعد اسی زندگی میں واپس آنا پڑیگا۔ بائیبل کے مطابق روحوں کا بہشت میں کیا کام ہے۔ یہی کہ وہ پرماتما کی تقدیس کریں۔ نہ صرف پرماتما کی تقدیس کے لئے کوشش کرنا بلکہ ایسا کرنے میں کامیاب ہونا پرماتما کی آشیرباد سے آنند اٹھانا۔ اس کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ خیال کرنا۔ اس کی جیوت سے اپنے دل کو بھرپور کرنا۔ اس کے گیان سے اپنے آتما کو منور کرنا۔ تمام چیزوں میں اس کو اور تمام چیزوں کو اسی میں دیکھنا اور مدام اس کی حمد و ثنا میں مصروف رہنا۔ کیا ہم میں سے کوئی ہے۔ جو اس زندگی میں ان باتوں کی مشق کرتا ہو۔ وہ جنہوں نے پرماتما کے جلال کے لئے اس زندگی میں کچھ نہیں کیا۔ وہ کیونکر امید کرتے ہیں۔ کہ مرنے کے بعد وہ دائمی طور پر پرماتما کی عظمت کے گیت گا سکینگے۔ وہ جو اپنے ہمسایہ کی طرح اس کی مدح کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔ وہ مرنے کے بعد کیونکر اس کی مدح کے لئے کھڑے ہو سکینگے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں یقین کرو۔ کہ وہی لوگ بہشت کے مستحق ہیں۔ اور وہی بہشت میں جائینگے۔ جو اسی دنیا میں بہشت میں رہتے ہیں۔ دوسری پیدائش میں وہی لوگ پرماتما کو دیکھ اور اس کی حمد کے گیت گا سکینگے۔ جو موجودہ زندگی میں اس کو دیکھتے ہیں وہ جو اس زندگی میں پرماتما میں رہتا ہے۔ وہی ہے جو بہشت میں رہتا ہے وہ جو اس زندگی میں پرماتما سے دور ہے وہی ہے جو دوزخ میں سڑ رہا ہے۔

CC-0. Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھچارا اور اُس کے خوفناک نتائج

ناولوں وگندی کتابوں کو پڑھ پڑھ کر لوگ عام طور پر یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ عورتیں بدچلن۔ کم عقل۔ بے وفا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ باتیں صرف وہمی و قیاسی ہیں۔ جس طرح ہزاروں آدمی بے حیا۔ بے شرم۔ بدچلن اور خرد دماغ ہوتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی عورتیں بھی ایسی پائی جاتی ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ عورتوں میں عقل۔ طاقت اور وفاداری نہیں ہے۔ ایک بیہودہ و فضول بہتان ہے۔ دنیا کی تاریخ شہادت دے رہی ہے۔ کہ سنسار میں بہت سی دیویاں پاک دامن پتی ورتا دھرماتما و وشنی ہوئی ہیں۔ جن کے جیون ہیں اندھکار کے زمانہ میں بھی دوسروں کے رہنمائی و روشنی کا منبع ثابت ہو رہے ہیں۔ جو آدمی اس طرح عورتوں پر بے گمانی و بے اعتباری کرتے ہیں یا اُن پر بے وفائی کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ بذات خود گندے۔ بدچلن اور پاپی ہوتے ہیں۔ ایسے بھچاری آدمی چوروں۔ ڈاکوؤں رہزنوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔ جو آدمی رات کو مکان میں نقب لگاتا ہے۔ اور بیٹھک میں چوری کرتا ہے۔ وہ اتنا خطرناک نہیں جتنا کہ وہ بھچارا آدمی جو دیویوں کی عصمت کو خاک میں ملاتے اور اُن کی پاکدامنی کے خون کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ بداخلاقی پھیلانے و طرح طرح کی بدمعاشیاں بڑھانے کا ایسے آدمی موجب ثابت ہوتے ہیں۔ دنیا کو مصیبت کا گھر بنا رہے ہیں۔

بعض آدمی جو اس قدر بے حیا پائے جاتے ہیں۔ جو کھلم کھلا اپنے نفسانی جذبات کو پورا کرنے کے لئے چکلوں و بازاری عورتوں سے سر پٹکتے ہیں۔ اور اپنے جسمانی اخلاقی۔ دماغی طاقتوں کا ستیاناش کر لیتے ہیں۔ بعض در پردہ اوباشی کرتے ہیں اور مختلف قسم کی امراض میں مبتلا ہو کر تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ بعض حضرات اپنے حیوانی جذبات کی پوُرتی کے لئے معصوم و پاکدامن کنیاؤں کو اُن کی سوسائٹی اور گھر سے علیحدہ نکال کر اُن کی زندگی کو خاک میں ملا دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ امیر گھروں کی ناز پروردہ۔ ناتجربہ کار بعد میں دھوکہ کھاتی اور ساری عمر روٹی کپڑے کے لئے ترس ترس کر کس مپرسی و رنج الم کی حالت میں جان دیتی ہیں۔ ایسے آدمی پھانسی دئے جانے کے قابل ہوتے ہیں۔ جس آدمی نے کسی کو قتل کیا ہو اس سے یہ جرم کم خوفناک نہیں۔ اگر انسان کا بچے عورتوں کی عصمت بگاڑنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے تو وہ اپنی منکوحہ عورتوں سے پاک دامنی کی توقع کس طرح رکھ سکتے ہیں۔ سچ پوچھو تو ایسے بھچاری آدمی ہی دنیا میں رنج و الم بڑھانے و مصیبت پیدا کرنے کا موجب ہیں۔ کیسا تعجب ہے۔ کہ آدمی چاہتے ہیں۔ کہ اُن کی عورتیں پاک دامن۔ پوتر۔ پاکیزہ۔ نیک چلن ہوں۔ لیکن وہ اپنے فرائض کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ کیا اُن کے اپنے کوئی فرائض نہیں ہیں؟ کیا اُن کی عورتیں اس قسم کی احتیاط و پاک دامنی کی اُن سے توقع نہیں کرتیں؟ اگر تمہیں پتا لگ جاوے کہ تمہاری عورت نے کہیں پاک دامنی کا خون کیا ہے تو اُس کو مارنے پیٹنے کے علاوہ گھر بار سے نکالنے و طلاق دینے پر طیار ہو جاتے ہو۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ تم آئے دن بازاری و فاحشہ عورتوں کے گھروں میں جا کر کس طرح مزا اور چین اڑا سکتے ہو؟ اگر بدچلنی عورتوں کے لئے معیوب ہے۔ تو ویسی ہی مردوں کے لئے مکروہ اور گردن زدنی ہے۔ جیسا آپ کا چال چلن ہوگا۔ ویسا ہی آپ کی اولاد کا ہوگا۔ سنسکاروں کے اثر بڑے پربل ہیں۔ اپنے بچوں کی بہبودی و ترقی کے لئے بھی تمہارا فرض ہے۔ کہ تمہارا خون بالکل صاف۔ شدھ اور پوتر ہو۔ تمہارا چال چلن اعلےٰ ہو۔ تمہارے خیالات پاکیزہ اور نیک ہوں۔ تمہارے کاروبار میں نیکی و پاکیزگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو +

بھچار سے پیدا ہوئی ہوئی بیماریوں کی اصلیت۔ اُن کے اسباب و نتائج سے لوگ عام طور پر ناواقف ہیں۔ گو ہزاروں لاکھوں آدمی ان خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اور مہینوں و برسوں دکھ اٹھاتے رہے ہیں تاہم وہ بھچار سے توبہ نہیں کرتے۔ اگر اس کے وجوہات کو سمجھ لیتے۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ آئے دن نئے ہزاروں آدمی ان مصائب و بیماریوں میں مبتلا ہوتے۔ بھچار کے نتائج بڑے خوفناک ہیں۔ اور اگر لوگ اُن کو سمجھ لیں۔ تو وہ روز افزوں اخلاقی اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دماغی تنزل سے بچ جاویں۔ ہزاروں گھرانے بربادو بے چراغ ہونے سے محفوظ ہوجاویں۔ یہ بیماریاں بڑے بڑے سجے ہوئے گھروں۔ خوبصورت فیشن ایبل کلبوں و تھیئٹروں میں پیدا ہوتی اور نشوونما پاتی ہیں۔ مت سمجھو کہ جو کچھ ہم اچھا بُرا کر رہے ہیں۔ اس کے نتائج بھگتنے سے بچ جاوینگے۔ اُن کا پھل نہ صرف خود ہی بھگتنا پڑے گا۔ بلکہ دیگر لواحقین و سمبندھیوں کو بھی حصہ بٹانے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔ جب بیماری جسم کے ایک حصہ میں داخل ہوجاتی ہے۔ تو جسم کے دیگر حصّہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے سے ملے جُلے اور وابستہ ہیں۔ بھچار کی بدولت لاکھوں آدمی مختلف قسم کی بیماریوں مثل جریان سوزاک۔ آتشک۔ نامردی وغیرہ سے دُکھ اٹھاتے ہیں۔ یہ بیماریاں ایسی خوفناک ہیں۔ کہ اُن سے سخت پرہیز کی ضرورت ہے۔ جہاں ان کا قدیم شریف پہنچتا ہے وہاں عبرتناک بربادی و تباہی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گھرانے کے گھرانے۔ خاندانوں کے خاندان صفاچٹ ہوجاتے ہیں۔ کوئی نام لیوا نظر نہیں آتا۔ یہ عیوب انسان اکیلا نہیں کرسکتا۔ دوسرے کی شمولیت ضروری ہے۔ اس لئے مرد و عورت دونوں کے دونوں ان میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ پوتر۔ معصوم۔ بیگناہ۔ بچّوں کو والدین۔ بھائی۔ بہنوں کو رشتہ دار۔ دوست پیاروں کو بلکہ جاتی کی جاتی کو رنج والم برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہ کم بخت بیماریاں نسل در نسل خون میں اثر کرتی جاتی ہیں۔ جسم کے ہر ایک عضو کو ناکارہ بنا دیتی ہیں۔ "گربھادان" کے سمے میں باپ سے بیٹے میں وہ بیماریاں آجاتی ہیں۔ غریب بیوی کو بھی اس میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ دوست۔ بھائی۔ روزمرہ ملنے جلنے والے تک بھی محروم نہیں رہتے ان خوفناک بیماریوں کے اجرام معمولی چھوت چھات میں اپنا کام کرجاتے ہیں اور یہ بیماریاں نمودار ہوئے بن بیسیوں برسوں تک اپنا کام چپ چاپ کرتی رہتی ہیں۔ حتے کہ یہ بڑی خوفناک شکلوں میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ جسم کو پھوڑے پھنسیوں سے بھرپور کردیتی ہیں۔

سوزاک و آتشک کے مریضوں کو شادی قطعاً نہیں کرنی چاہئے۔ ورنہ ساری اولاد ان بیماریوں سے متاثر پیدا ہوگی۔ آتشک کی زہر صرف زخموں میں ہی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں رہتی۔ بلکہ اُس کے اجرام بیمار کے خون میں بھی رہتے ہیں۔ اگر ایک مریض کا خون کسی دوسرے تندرست انسان کے خون میں داخل کر دیا جاوے۔ تو دوسرے آدمی کو بھی وہ ہی بیماری آدبائیگی۔ آتشک ویریہ پر بڑا مہلک اثر ڈالتی ہے۔ ویریہ کو کمزور بنا دیتی ہے۔ جس کی بدولت اولاد نہیں ہو سکتی۔ جن عورتوں کو آتشک کی شکایت ہوتی ہے۔ اُن کو اسقاط حمل کی شکایت اکثر رہتی ہیں اور اُن کے بچے ضائع ہوتے رہتے ہیں ٭

ڈاکٹر گرنسی کا قول ہے کہ اگر ہم کسی پاگل خانہ میں جاکر بیماروں کی تحقیقات کریں۔ تو پتہ لگے گا کہ زیادہ کثرت ایسے آدمیوں کی ہے۔ جو یا تو آتشک کے بیمار رہ چکے ہیں۔ یا جو مجلوق ہوتے ہیں۔ ان دونوں بُرائیوں کی جڑ پر کلہاڑا مار دو تو پھر ہمارے یہ پاگل خانے برائے نام رہ جاویں ٭

آہ کیسا شوک ہے۔ کہ ہمارے اتنے جیل خانے۔ پاگل خانے۔ غربا گھر ایسے آدمیوں اور عورتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے قوانین قدرت کی پرواہ نہ کر کے ایسے قبیح جرائم کئے۔ اسی پر کیا ہے۔ ہزاروں شکستہ دل مصیبت و غمزدہ عورتوں و ماؤں کو دیکھو جوان مصیبتوں کے ہاتھ سے نالاں و گریاں ہیں ٭

آتشک آہستہ آہستہ بلا تکلیف متواتر دن بدن ہڈیوں میں گھستی چلی جاتی ہے۔ اور تمام جسم میں زہر پھیلا دیتی ہے۔ قوم کی قوم کو تباہ و ویران کر رہی ہے۔ یہ خوفناک و پوشیدہ بیماریاں سب بھچار کے نتیجہ ہیں۔ اگر اس کا اثر بھچار کرنے والے تک ہی محدود رہتا تو ہمیں کچھ چنداں خیال نہ ہوتا۔ لیکن یہ انسان کی نسل کو پشت در پشت غارت کر رہی ہے۔ اور تمام سوسائٹی کو گندہ بنا رہی ہے ناکردہ گناہ ہزاروں آدمی دوسروں کے افعال کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ چھوت چھات۔ اکٹھا کھانے پینے اور بوس و کنار سے یہ بیماری پھیلتی جا رہی ہے ٭

اگر اس قسم کی بیماریاں جانوروں اور مویشیوں میں پائی جائیں۔ تو ڈاکٹر اور سرکاری حکام ان کی بیخ کنی میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے اور ان سب بیمار جانوروں کو گولی سے مروا دیا جاتا یا زندہ آگ میں جلا دیا جاتا ہے۔ تاکہ دوسرے بیمار نہ ہو سکیں۔ اُن کی کھالیں تک بھی فروخت نہیں کیجاتیں۔ تاکہ اُن کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھالوں کے جوتے پہننے سے بیماری نہ پھیل جاوے۔ لیکن انسانی جماعت کی طرف سے کیسی بے خبری ہے۔ انسانی جماعت کا کیا حال ہے۔ آتشک و سوزاک کے مارے ہوئے انسان آئے دن دنیا میں دکھ بڑھا رہے ہیں۔ گندے اور بیمار آدمیوں کی تعداد میں اضافہ کر رہے ہیں۔ لیکن کوئی نہیں پوچھتا۔ ایسے انسان بلا کسی ڈنڈ و سزا کے سوسائٹی۔ ملک اور جاتی کا ستیاناس کر رہے ہیں۔ اور کسی کے کان پر جوں نہیں چلتی۔ کاش مہذب گورنمنٹیں انسانی نسل کے بچانے کی طرف متوجہ ہوں ✤

جو انسان قدرت کے قوانین و جسمانی و اخلاقی نشوونما کے قواعد کو پاؤں تلے روندتے ہیں۔ شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر ایسے شرمناک جرم و افعال کے کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں۔ متواتر بے اعتدالیوں سے اپنے نفسانی جذبات کی پورتی کرتے رہتے۔ اپنے خیالات کو گندہ بناتے رہتے ہیں۔ گندہ لٹریچر کے پڑھنے سے دماغ میں گندگی ٹھونستے ہیں۔ چاء۔ تمباکو۔ شراب پی کر بل۔ ویریہ نشٹ کرتے ہیں۔ ناچ تماشوں۔ کلب۔ تھیٹروں میں جذبات کو بھڑکاتے ہیں۔ بد اخلاق آدمیوں کی صحبت میں بیٹھتے ہیں۔ اُن کے لئے سکھ اور چین کی زندگی بسر کرنا ناممکن ہے۔ اُن کو روحانی شانتی و تسکین کبھی نصیب نہیں ہو سکتی۔ برخلاف اس کے اگر وہ اپنے جیون کو قوانین قدرت کے موافق بسر کریں۔ اور بہادری سے ترغیبوں و جذبات پر غالب آویں۔ تو چاروں طرف سُکھ اور آنند کی ورشا ہو۔ اے انسان کے بچو۔ اگر تم کو سچ مچ سکھ اور آنند کی ضرورت ہے تو آؤ پوترتا کی شرن لو۔ پاکیزگی کا سبق پڑھو۔ پھر دیکھو چاروں طرف سکھ اور آنند کی کس طرح ورشا ہوتی ہے۔ فقط ✤

دیش سیوک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان میں موجودہ افسوسناک ہل چل

ہندوستان میں جو افسوسناک شور وغل آج بپا ہو رہا ہے۔ آج سے دس سال پہلے اُس کا نام ونشان نہیں تھا۔ پولٹیکل ہل چل تھی۔ مگر وہ زیادہ تر کانگریس کے پنڈال یا کاغذی رنولیوشنوں تک ہی محدود تھی۔ لیکن آج وہ ہل چل پنڈال سے گزر کر جیل خانے کی کوٹھڑیوں اور بمب کے گولوں تک پہنچ گئی ہے۔ اگر چندے یہی حالت رہی۔ تو کون کہہ سکتا ہے۔ کہ آئندہ دس سال کے اندر کیا کا کیا ہو جائے۔ بنگال میں بمب کے حادثات۔ مدراس کا شور وغل۔ بمبئی میں متعدد اخباروں کے ایڈیٹروں کا گرفتار کئے جانا۔ پنجاب کے بعض نامور آدمیوں کا جلاوطن یا قید کئے جانا اور علےٰ ہذا القیاس دیگر ناخوشگوار واقعات کا پیش آنا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ کہ انتظام کی چلتی گاڑی میں کچھ تبدیلی ضرور ہوئی ہے۔ لیکن یہ تبدیلی کس میں ہے۔ حاکموں میں ہے یا رعایا میں؟ حکام کی طرف سے یہ آواز آتی ہے۔ کہ رعایا کے خیالات دن بدن باغیانہ ہوتے جاتے ہیں۔ بنابریں گورنمنٹ اپنے استحکام کے لئے نت نئے قوانین بنانے کے لئے مجبور ہے۔ نہ صرف قوانین بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ وہ اُن لوگوں کو جو گورنمنٹ کی نظر میں بغاوت کے منبع ومبدا سمجھے جا سکتے ہیں۔ جیل خانے میں بھیجنے اور اس طرح بغاوت کے جرثمہ کو مارنے کے کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آئے دن اخبارات کے ایڈیٹروں لیکچراروں یا دیگر کام کرنے والوں سے جیل خانے بھرے جا رہے ہیں۔ اور گورنمنٹ اس کارروائی کو مبنی بر انصاف سمجھتی ہے۔ دوسری طرف رعایا کی یہ شکایت ہے۔ کہ گورنمنٹ ہم پر ظلم کر رہی ہے۔ ہمارے حقوق کو پاؤں تلے روند رہی ہے۔ اور ہمیں ہمارے ہی گھر میں ذلیل کر رہی ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ایسی گورنمنٹ کو اس کی بدعنوانیوں بے احتیاطیوں۔ بے انصافیوں سے آگاہ کرنے کے لئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ایجی ٹیشن کی جاوے۔ یہ ایجی ٹیشن بعض کے نزدیک ایسی ہونی چاہیئے کہ نہ
مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔ ہم کو ہمارے حقوق مل جائیں۔ اور گورنمنٹ کے انتظامیہ معاملات
میں بھی کوئی رخنہ نہ پڑے۔ لیکن بعض کا خیال ہے۔ کہ اپنے مدعا کو حاصل کرنے کے
لئے اگر گورنمنٹ کے موجودہ انتظام کے درہم برہم ہونے کا بھی امکان ہو۔ تو بھی ہمیں
اپنے مقاصد سے آنکھ کو نہیں ہٹانا چاہیئے۔ الغرض گورنمنٹ اپنے آپ کو راستی پر سمجھ
رہی ہے۔ اور رعایا اس قسم کی ایجی ٹیشن کرنے کے لئے اپنے آپ کو بحق بجانب تصور
کر رہی ہے۔ دونوں میں اس وقت ٹگ آف وار ہو رہا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ
بازی کون لے جائیگا۔ اور کون کچلا جائیگا۔ اس ٹگ آف وار میں فریقین کے علاوہ
چاروں طرف تماشائیوں کا ہجوم ہے۔ یہ تماشائی اہل قلم ہیں۔ جو اس وقت دو طبقوں
میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ کیا ہندوستان میں اور کیا انگلستان میں کیا انگلو انڈین اور
کیا انڈین دونوں میں ایسے تماشائی موجود ہیں۔ جو ایک یا دوسرے گروہ میں جگہ
لئے کھڑے واقعات کو دیکھ رہے ہیں۔ ایک گروہ جس میں بعض انڈین اور بعض
اینگلو انڈین دونوں شامل ہیں۔ اس بات پر زور دے رہا ہے۔ کہ گورنمنٹ کی موجودہ
پالیسی بالکل ٹھیک ہے۔ وہ جو اس میں رخنہ اندازی کے درپے ہوں۔ گورنمنٹ کو
چاہیئے۔ کہ ان کو عبرتناک سزائیں دے۔ دوسرا گروہ جس میں ایک بڑا بھاری
ہندوستانیوں کا ہے۔ مگر اس میں بہت سے ایسے انگریز مدبر بھی شامل ہیں۔ جو
ہندوستان میں انگریزی سلطنت کے استحکام کو محض انگریزی قوم کے فائدے کے
لئے تصور نہیں کرتے بلکہ وہ ہندوستانیوں کے فوائد کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے ان
کی جائز شکایات کو سننے اور ان کو رفع کرنے کے لئے زور دے رہا ہے۔ اس گروہ کے
نزدیک یہ بات جرم میں شامل نہیں ہے۔ کہ برٹش گورنمنٹ کی جابرانہ کارروائیوں
پر بے دھڑک نکتہ چینی کی جاوے۔ لیکن آفت یہ ہے۔ کہ گورنمنٹ کو تو اس نکتہ
چینی میں بغاوت کی بو آتی ہے۔ اور نکتہ چین اُس کو سعادت مندی سمجھتے ہیں۔ اگر
ہم کو اس بات کا پتہ لگ جائے۔ کہ آیا گورنمنٹ کے سونگھنے کی حس پہلے سے زیادہ
تیز ہو گئی ہے۔ یا نکتہ چینوں کی نکتہ چینی میں پہلے سے زیادہ سختی یا کسی حقیقی
آنے والی بغاوت کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ تو ہم اس بات کا فیصلہ کر سکینگے کہ تبدیلی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کس طرف واقع ہوئی ہے۔ اُن دو ایک دیسی اخبارات کو چھوڑ کر جو انگریزوں پر
بم چلانے یا ہاتھ اٹھانے کی تعلیم دینے کی وجہ سے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں میں
ایسے ہی بدنام ہیں۔ جیسے کہ بعض اینگلو انڈین اخبارات دیسیوں کو بندوق کا نشانہ
بنانے یا اُن کو جلاوطن کرنے یا پھانسی لٹکا دینے کی مہارتی کے لئے نہ صرف تعلیم یافتہ
ہندوستانیوں کی نظر میں خار ہیں۔ بلکہ دور اندیش حکام بھی اُن کے ساتھ کوئی
ہمدردی نہیں رکھتے ہونگے۔ اُن نکتہ چینوں کی نکتہ چینی پر غور کرنا چاہیئے۔ جو نہ
پہلی قسم میں آتے ہیں۔ نہ دوسری میں۔ بمب کے حادثات کے بارے میں اس وقت
تک دیسی پریس نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کا مطالعہ کرنے سے ہر کس و
ناکس اس نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ تعلیم یافتہ گروہ نے اس فعل کو نہ
صرف بُری لائٹ میں ہی لیا ہے۔ بلکہ اس پر اظہار نفرت کیا ہے نہ صرف یہ بلکہ ایک
بڑے بھاری گروہ نے بمب سے شکار کئے گئے مقتولوں کے پس ماندگان کے ساتھ
ایسی ہمدردی کے رزولیوشن پاس کئے ہیں۔ جو کہ وہ اس صورت میں کبھی بھی نہ
کرتے۔ اگر گوروں کے ہاتھ سے اُن کے بھائیوں کی تلی پھٹتی یا وہ بندوق کا نشانہ
بنائے جاتے۔ جیسا کہ اس قسم کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ مگر دیسی مقتولوں
کے پس ماندگان کے ساتھ ہمدردی کے رزولیوشن کبھی بھی پاس نہیں کئے جاتے
اس سے ظاہر ہے۔ کہ اہل ہند نے بہ ہیئت مجموعی بمب کے حادثات کو کیسی بُری
لائٹ میں لیا ہے۔ یہ بات کہ بمب سازوں یا بمب اندازوں کے ساتھ ذمہ وار
اصحاب نے ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ یا نفرت کا محتاج بیان نہیں ہے۔ مگر باوجود
اُس تمام نفرت یا اختلاف رائے کے جو دیسی پریس کی طرف سے ان واقعات کے
بارے میں کیا گیا ہے۔ بے چینی دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ کوئی ہفتہ بھی ایسا نہیں
گزرتا۔ جس میں یہ نہ سنا جاتا ہو۔ کہ آج اگر بنگال میں دس تازہ گرفتاریاں ہوئی
ہیں۔ تو ادھر بمبئی میں مسٹر تلک کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ آج اگر خودی رام بوس
کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا جاتا ہے۔ تو ادھر مدراس میں مسٹر چدمبرم پلے کو عبور
دریائے شور اور مسٹر شو کو دس سال کے لئے عبور دریائے شور کی سزا سنائی جاتی
ہے۔ آج اگر لفٹنٹ کی گاڑی پر بمب پڑا ہے۔ تو کل مجسٹریٹ کے پاس بذریعہ ڈاک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بمب روانہ کیا گیا ہے۔ آج اگر کنکیارا میں بمب کا حادثہ ہوا ہے۔ تو کل پونا میں اسی
قسم کا مصالح گرفتار کیا گیا۔ غرضیکہ بے چینی کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ ابھی مشکل
سے ایک سال نہیں گزرا۔ کہ انگلینڈ میں بیٹھے ہوئے لارڈ کرزن جیسے اصحاب کی یہ
رائے تھی۔ کہ ہندوستان میں محض اوپر اوپر کی شورش ہے۔ اس کو زبردستی دبا
دینا چاہیئے۔ آج لارڈ مورلے انڈین سول سروس ڈنر کلب میں اس بات کے
بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ آج سے پچاس سال پہلے کی نسبت جبکہ ہم
نے ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے اپنے
ہاتھ میں لیا۔ ہم ہندوستان کے معاملات کے بارے میں زیادہ نازک حالت میں
ہیں۔ ٹائمز جیسا اخبار جو ہمیشہ اپنے وطن کو یہی صلاح دیتا ہے۔ کہ ہندوستانیوں
کے سر پر لوہے کا ڈنڈا برساؤ۔ آج وہ بھی اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے
کہ گزشتہ بارہ تیرہ ماہ کے اندر ہندوستان میں جو نازک حالت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ
اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ان بیانات کا صاف مطلب یہی ہے۔ کہ اگر
ہندوستان کی موجودہ حالت ۵۷ء کے غدر سے بھی زیادہ اندیشناک نہیں ہو رہی
تو کم از کم یہ کمپنی کے زمانے سے ابتر ضرور ہے۔ لارڈ مورلے اور ٹائمز آف لنڈن کے
بیانات سے اگر کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ تو یہی۔ جو کہ اوپر نکالا گیا۔ لیکن لارڈ مورلے
نے اپنی تقریر میں اس بات پر بحث کرنے سے گریز کیا ہے۔ کہ آیا ہماری گورنمنٹ
ایسٹ انڈیا کمپنی کی گورنمنٹ سے بہتر ہے یا بدتر۔ آیا ۵۷ء کے غدر کے بعد
ہندوستان کی گورنمنٹ نے جو پلٹا کھایا۔ وہ بہتری کی طرف تھا یا بدتری کی طرف
لارڈ مورلے اس پر کوئی بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ہاں وہ حاضرین میں
سے ایک آواز کے ساتھ جو اس تبدیلی کو بہتری کی طرف بتاتی ہے۔ امید کا قرعہ
ڈالتا ہے۔ مگر واقعات کی موجودگی میں نہ تو لارڈ مورلے کو ہی مایوس ہونے کی ضرورت
ہے۔ نہ کسی دوسرے اہل انگلینڈ کو۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ
ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ سے نکل کر ہندوستان کی گورنمنٹ نے بہتری کی طرف
پلٹا کھایا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں آسانی سے آ سکتی ہے۔ اگر ہم ایسٹ انڈیا
کمپنی کے زمانہ کی گورنمنٹ کا نقشہ ایک دفعہ سامنے لائیں۔ اور اس کا موجودہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گورنمنٹ کے ساتھ مقابلہ کریں؟ اس بارے میں سر جان شور سے بڑھکر جو کہ لارڈ کارنوالس کے بعد ہندوستان کے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ کمپنی کی حکومت کے بارے میں صحیح صحیح پتہ دینے والا کون ہو سکتا ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ذکر کرتے ہوئے سر جان شور صاحب فرماتے ہیں:-

"انگریزوں کا بڑا بھاری اصول یہ ہے۔ کہ ہر ایک ممکن طریقہ سے تمام ہندوستانی قوم کو اپنے ذاتی فائدے اور نفع کے لئے زیر کیا جاوے۔ اُن پر نہایت ہی سخت درجے کا ٹیکس لگایا گیا ہے۔ ہر ایک صوبہ جو ہمارے قبضہ میں آتا ہے۔ اسی کو زیادہ سے زیادہ وصولی کا میدان بنایا جاتا ہے۔ اور ہم ہمیشہ اس بات کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم نے ہندوستان میں مالگزاری کو اس قدر بڑھا دیا ہے۔ کہ ہم سے پہلے وہاں کے دیسی حکام کبھی بھی وصول نہیں کر سکتے تھے۔ ہندوستانیوں کو اس قسم کی تمام عزّت۔ وقعت اور عہدوں سے محروم رکھا جاتا ہے۔ جن کا کہ ایک نیچ سے نیچ انگریز بھی مستحق سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ ہمارے پبلک آفس جن کو کہ ہم انصاف کی کچہریاں کہتے ہیں۔ ہر ایک قسم کی بد ذاتی۔ دھوکہ بازی۔ دورنگی۔ ظلم اور بے انصافی کی گندی موریاں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آدمی جن کا گھر بار لوٹا گیا ہو۔ یا جن کے رشتہ دار قتل کئے گئے ہوں۔ اُن کو بھی ضرورت پڑتی ہے۔ کہ وہ پولیس کو روپیہ دے کر اپنا دامن چُھڑا لیں۔ تاکہ وہ پولیس کی تحقیقات کی عدالتوں میں بطور مدعی یا گواہ حاضر ہونے سے بچ جائیں۔ ہم دیانتداری کی بنا پر بھی اس سے استدلال کر سکتے ہیں۔ ایک طرف تو ایک ادنےٰ درجہ کا دیسی ہے۔ جس کی تنخواہ گزارہ کے لئے بھی بالکل ناکافی ہے۔ اس کی طرف سے اگر کوئی بددیانتی ہو جائے۔ تو ہم اُس کی خوب مٹّی پلید کرتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر انگریز حکام سے اس قسم کے جرم سرزد ہوں۔ تو ہم اس کا نوٹس لینا بھی بھول جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ انگریز تعلیم یافتہ اور اچھے طبقے سے آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور معقول تنخواہ پاتے ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے یہ بات اچھی طرح مشہور تھی۔ کہ سول یا ملٹری صیغہ میں ایک بھی دیانت دار آدمی نہیں ہے۔ اور تھوڑی دیر پیچھے تک بھی بلکہ موجودہ وقت تک انگریز حاکموں کی بد اعمالی۔ ظلم۔ رشوت ستانی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے کھلے واقعات جو کہ پایہ ثبوت تک پہنچائے گئے۔ اور بہت سے دیگر واقعات جو اگرچہ قانوناً پایہ ثبوت تک نہ پہنچائے جا سکتے ہوں۔ تاہم اخلاقی طور پر اُن کے سچ ہونے میں شبہ نہیں تھا۔ ہمارے لئے اس بات کی گنجائش نہیں چھوڑتے۔ کہ دیسیوں اور انگریزوں کے عہدوں میں فرق کو جانتے ہوئے بھی ہم برٹش انڈین گورنمنٹ پر بجا فخر کر سکیں۔ اس پہلو میں ہم جس قدر کم زبان کھولیں۔ اتنا ہی بہتر ہے۔ مبادا دیسی لوگ ہمارے برخلاف چڑ جائیں۔ اور ہم اُن کو اس طاقت کے اظہار کا موقع دیں جو کہ وہ ہمارے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔ اور پھر ان تمام ظلموں کے عوض میں جو کہ ہم اُن کے ساتھ کرتے ہیں۔ ہم اُن کو کیا بدلہ دیتے ہیں۔ صرف اتنا کہ سکتے ہیں کہ وہ بیرونی حملوں سے کسی قدر محفوظ ہیں اور بس۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ ہندوستان میں اُن نہایت ہی جور و جبر کرنے والی گورنمنٹوں میں سے ایک ہے جو کہ کبھی ہندوستان میں موجود تھیں۔ ایک ایسی گورنمنٹ۔ جس کے ماتحت بے حد بے انصافی کی گئی۔ اور کی جا سکتی ہے۔ کیا گورنمنٹ کی طرف سے۔ اور کیا افراد کی طرف سے۔ بشرطیکہ موخر الذکر دولت مند ہو۔ اور کسی بھی داد و فریاد کا سُنے جانا تقریباً بیروں از بیان ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ لوگوں نے ہم سے نفرت کی۔ اور وہ اس طاقت کے جھنڈے تلے آ گئے۔ جو کہ ہم کو گرانے کے درپے تھی"۔ (موڈرن ریویو جولائی ۱۹۰۸ء)

سر جان شور کی یہ تحریر اس وقت کی ہے۔ جبکہ ہندوستان کی عنان حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ میں تھی۔ اس میں شک نہیں کہ سر جان شور نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کا جو سیاہ پہلو پیش کیا ہے۔ اگر اس کا مقابلہ موجودہ گورنمنٹ کے ساتھ کیا جاوے۔ تو لارڈ مورلے کے لئے ناامیدی کی کوئی گنجائش نہیں رہ سکتی اور ایک دور اندیش شخص اس نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ حالات پہلے کی نسبت بہت ترقی کر گئے ہیں۔ اور کہ ہندوستان کمپنی کے ہاتھ سے نکل کر مرحومہ ملکہ معظمہ یا اس کے جانشینوں کے تعلق میں آ کر گھاٹے میں نہیں رہا۔ بلکہ اُس نے کیا عدالتوں میں انصاف کے لحاظ سے۔ کیا سرکاری عہدوں میں تعداد کے لحاظ سے۔ کیا تعلیم کے لحاظ سے۔ کیا اندرونی انتظام کے لحاظ سے پہلے سے قدم آگے اُٹھایا ہے۔ نہ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیچھے۔ مالگذاری کے معاملہ کو مستثنیٰ کر کے اگر ہم سر جان شور کے بیان کو موجودہ گورنمنٹ پر عائد کرنا چاہیں۔ تو ہم اس کو مبالغہ سے پُر پائینگے۔ اس لئے یہ کہنا کہ موجودہ گورنمنٹ کمپنی کی گورنمنٹ سے بدتر ثابت ہوئی ہے۔ واقعات کے خلاف ہوگا۔ یا دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ میں بہتری کی طرف تبدیلی آئی ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر گورنمنٹ میں بہتری کی طرف تبدیلی آئی ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ہندوستان میں بے چینی روز افزوں ہے۔ کیا بہتری کا نتیجہ ابتر ہؤا کرتا ہے۔ پس اگر گورنمنٹ میں کوئی نقص نہیں آیا ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ ہم میں کوئی نقص آگیا ہو۔ اور ہم درحقیقت پہلے سے ایک بہتر شدہ گورنمنٹ کے انتظام میں رخنہ ڈالنے کے جرم کے مرتکب ہوتے ہوں۔ لیکن نہیں ایسا نہیں ہے۔ اگر گورنمنٹ میں بہتری کی طرف تبدیلی آئی ہے۔ تو ہم بدتری کی طرف نہیں گئے۔ بلکہ ہم نے گذشتہ پچاس سال میں بہتری کی طرف زیادہ قدم اٹھایا ہے۔ بہ نسبت گورنمنٹ کے۔ لیکن سوال پھر پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب تم کہتے ہو کہ گورنمنٹ اور ہم دونوں نے ہی بہتری کی طرف ترقی کی ہے۔ تو پھر موجودہ تنازعات اور باہمی رنجش کی کیا وجہ ہے۔ بے چینی دن بدن کیوں بڑھتی جاتی ہے۔ اس سوال کا جواب عین سطح پر تیر رہا ہے۔ اور وہ یہی ہے۔ کہ جو پروفیسر آج طلبا کو ڈگری کے امتحان کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ اور وہ اپنے ہونہار طالب علموں کو رات دن کتابوں کے مطالعہ میں محو دیکھ پھولے نہیں سماتے۔ اُن کو اس بات کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ اگر کل کو اُن کے شاگرد ڈگری کا امتحان پاس کر کے اُن کے برابر کرسی مانگیں۔ تو وہ کرسی دینے سے اس بنا پر انکار نہیں کر دینگے۔ کہ چونکہ تم نے ہم سے سبق پڑھا ہے۔ بنابریں اُسی ٹوٹی ہوئی بنچ پر جا کر بیٹھو۔ جہاں کل تم ہمارے سامنے ڈی او ڈو۔ ڈو معنی کرنا۔ کیا کرتے تھے۔ یہ اُن کی ہتک ہے۔ وہ اب ڈی۔ او۔ ڈو سے بہت اوپر چلے گئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ اپنے پروفیسروں کے ساتھ اسٹرونومی فزیالوجی۔ سائیکولوجی۔ پولٹیکل اکانومی کے باریک اصولوں پر بحث کریں۔ برٹش گورنمنٹ نے اپنے بہتر ہونے کا ثبوت دیا۔ جبکہ اُس نے اہل ہند پر مغربی علوم و فنون کا دروازہ کھول دیا۔ اہل ہند نے اپنی برخورداری اور سعادت مندی کا ثبوت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیا۔ جبکہ اُنہوں نے ان مغزی پھلوں کے ٹوکرے کو اپنے سر کے اوپر نہیں بلکہ دماغ کے اندر بھرنے کی کوشش شروع کردی۔ یہاں تک تو باپ بیٹے کے تعلقات بہت نفیس معلوم ہوتے ہیں۔ اگر ایک شفیق ہے۔ تو دوسرا سعادت مند۔ اگر ایک بہی خواہ ہے۔ تو دوسرا فرمانبردار۔ اگر ایک دینا چاہتا ہے۔ تو دوسرا لینے کے لئے تیار ہے۔ الغرض باپ بیٹے کی محبت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اور مکالے اس دن کی انتظاری کر رہا ہے۔ جبکہ بیٹا سنِ تمیز کو پہنچکر باپ سے اپنے حقوق طلب کریگا مکالے کے نزدیک یہ دن نہایت ہی خوشی بلکہ فخر کا دن ہوگا۔ مگر پوت کو پالنے پاؤں باہر نکالے ہوئے دیکھ کر تو شاید آج لارڈ مکالے بھی گھبرا اُٹھتا۔ کیونکہ اُس کی جس امید کا ذکر لارڈ مورلے نے اپنی تقریر میں کیا ہے۔ وہ یہ نہیں معلوم ہوتی۔ جوکہ اس وقت پھل لا رہی ہے۔ لارڈ مکالے نے ۱۸۳۶ء میں ہندوستان میں انگریزی تعلیم کے پھیلنے کا ذکر کرتے ہوئے بڑی خوشی سے لکھا کہ "محض ہوگی کے اندر ہی چودہ سو نوجوان انگریزی تعلیم پا رہے ہیں۔ اس تعلیم کا اثر ہندوؤں پر بڑا شاندار ہوا ہے۔ یہ میرا پختہ یقین ہے۔ کہ اگر تعلیم کے بارے میں ہماری تجاویز پر پورا پورا عمل کیا گیا۔ تو آج سے تیس سال کے بعد بنگال کے اعلےٰ درجہ کے ہندوؤں میں ایک بھی بت پرست نظر نہیں آئیگا۔ مگر ایسا محض علم وچار کو قدرتی طور پر عمل کرنے کی اجازت دینے سے ہی ہوسکیگا۔" نہ صرف لارڈ مورلے ہی حیران ہے۔ بلکہ اس وقت تمام اینگلو انڈین حیران ہیں۔ اور وہ دُھن رہے ہیں۔ کہ نہ ہم مکالے کی سکیم پر عمل کرتے۔ نہ آج بنگال میں گھوڑے انڈا دیتے۔ اور اگر بغور دیکھیں۔ تو یہ شور مچانا کہ ہندوستان میں بمب کی پیدائش اعلےٰ تعلیم کا نتیجہ ہے۔ گھوڑے کے انڈے سے بھی بڑھکر فضول بات نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے۔ ہاں اگر لارڈ مکالے کا ہندوستان میں انگریزی تعلیم کے رواج دینے کا مطلب صرف اتنا ہی تھا۔ کہ لوگ بت پرست نہیں رہینگے۔ تو پھر بائیبل کا چند دیسی زبانوں میں ترجمہ کردینا اور اُن کے پرچار کے لئے چند مشنریوں کا مقرر کردینا ہی کافی تھا۔ اس تعلیمی سکیم کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ چوکہ اُنہوں نے پیش کی۔ بلکہ بمب جیسے جرائم کا واقع ہونا اس بات کو

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جلا رہا ہے۔ کہ ابھی ہندوستان میں اعلےٰ تعلیم کی کس قدر سخت ضرورت ہے۔
اس بیان سے اس کے سوائے اور کوئی مطلب نہیں۔ کہ ہم دکھلائیں۔ کہ
موجودہ بے چینی کی تہ میں ادنےٰ یا اعلےٰ تعلیم نہیں ہے۔ جو کہ گورنمنٹ نے اس ملک
میں برضا و رغبت پھیلائی۔ بلکہ اس کے اسباب کچھ اور ہیں۔ ان اسباب میں سے
بڑا بھاری سبب بعض ایسے افسروں کا تقرر ہے۔ جو کہ ہندوستانیوں پر حکومت
کرنے کے لئے ہندوستان میں آتے ہیں۔ مگر جو بدقسمتی سے اپنی آنکھوں کو جہاز
میں چڑھنے سے پہلے انڈیا آفس میں ہی بطور امانت رکھ آتے ہیں۔ وہ ایک اجنبی
ملک سے ہندوستان آتے اور اجنبیوں کی طرح رہکر چلے جاتے ہیں۔ اثناء رہائش میں وہ
نئے سے نئے قوانین گھڑنے اور اُن کو نافذ کروانے یا کرنے میں اس قدر مصروف رہتے
ہیں۔ کہ اُن کو ہندوستانیوں کے ساتھ ملنے اور اُن کے صحیح صحیح حالات جاننے یا اُن کی
نقلی اور اصلی شکایات میں تمیز کرنے کا اوّل تو کوئی موقعہ ہی نہیں ملتا۔ اگر ملتا ہے۔ تو وہ
اُن خوشامد پسند رائے بہادروں یا خان بہادروں کے ذریعہ۔ جو کہ "ہاں حضور کی
طفیل" کے سوائے اصلی واقعات کو اُن کے کانوں تک پہنچانے سے اس لئے کترا
جاتے ہیں۔ کہ کہیں "حضور" کی طبیعت ناساز نہ ہو جائے۔ حکام اور محکوم میں
خوشگوار تعلقات کی کمی کا بڑا بھاری سبب تو حکام کی یہی "ایکانت سیون" کی
عادت ہے۔ دوسرا سبب جو گو عام نہیں ہے۔ تاہم اپنے اثر کے لحاظ سے خاص ہے
بعض ایسے تنگ مزاج۔ تنگ دل اور بعض حالات میں "انگھڑ" افسروں کا ہندوستانیوں
پر حکومت کرنے کے لئے بھیجنے کی غلطی ہے۔ جو ہندوستان میں اپنے چند روزہ قیام
میں اس قدر خرابیاں کر جاتے ہیں۔ جو کہ دوسرے شریف اور نیک دل حکام کے بارے
میں بھی اہل ہند کے دل میں بدظنی کا بیج بو دیتی ہیں۔ اور بے چینی کو ایک تازہ
تازیانہ لگا جاتی ہیں۔ سر بمفیلڈ فلر سابق لفٹننٹ گورنر مشرقی بنگال کی وہ چٹھی
جو کہ انہوں نے غیظ و غضب سے بھر کر ٹائمز میں شائع کروائی ہے۔ اس بات کی کافی
شہادت ہے۔ کہ اس قسم کے حکام کو اگر کھلے اختیارات مل جائیں۔ تو وہ کس قدر
بے چینی کا مادہ جمع کر سکتے ہیں۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ نہ صرف اینگلو انڈین پریس
کے ایک بڑے بھاری حصے نے ہی فلر کو لتاڑا ہے۔ بلکہ لارڈ مارلے نے بھی اس کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ کہکر جھاڑ دیا۔ کہ چونکہ اس کو اُس کی من مانی چال چلنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ بنا برین وہ آپے سے باہر ہوکر اس ناواجب حرکت کا مرتکب ہوا۔ یہ دکھانے کے لئے کہ اس قسم کے حکام کو اگر اُن کی من مکھی چال چلنے کی اجازت دے دی جاوے۔ تو وہ کس قدر شرارت کر سکتے ہیں۔ سر چارلس ڈلکس صاحب کا بیان قابل غور ہے۔ صاحب موصوف اپنی کتاب "گریٹر برٹن" میں اس قسم کے حکام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔ "اگر ان پر دباؤ نہ رکھا جاوے۔ تو وہ ظلم کی طرف اپنی طبیعت کو جھکا دیتے ہیں۔ خاص کر جبکہ اُن کے مقابلہ میں کوئی کمزور دشمن ہو۔ محض لڑائی میں ہی وہ اپنی ظالمانہ سپرٹ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ امن چین کے وقت میں بھی اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ ایک سیاح اپنے ارد گرد دیسیوں پر اس قدر ظلم ہوتے دیکھتا ہے۔ کہ وہ تنگ آکر اُن کو اپنی ڈائری میں نوٹ کرنا ہی چھوڑ دیتا ہے"۔ اگر ہم سرزنی فلر کے چند روزہ قیام پر جو کہ انہوں نے مشرقی بنگال میں کیا نظر ماریں۔ اور اُن خوفناک واقعات کو سامنے لائیں۔ جو کہ اُن کے وقت میں وہاں ہوئے۔ تو ہمیں سر چارلس ڈکس صاحب کے بیان کی تصدیق کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ سرزنی فلر اس بات سے انکاری ہیں۔ کہ انہوں نے تقسیم بنگالہ میں کوئی عملی حصہ لیا۔ اُن کا انکار درست ہے۔ لیکن بے چینی کے بیجوں کو پانی دینے میں انہوں نے جو حصہ لیا صرف یہی نہیں کہ اس کا خاتمہ ہوگیا۔ بلکہ وہ انگلستان میں بیٹھے ہوئے بھی ابھی تک اُن کو پانی دئے جا رہے ہیں +

بے چینی کا تیسرا سبب ہمیں انڈیا آفس میں ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ ہم نے اوپر کہا ہے۔ کہ ہندوستان کی باگ ڈور کمپنی کے ہاتھ سے نکل کر بالواسطہ شاہی ہاتھوں میں آگئی۔ اور کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ہم اس بیان کی تردید کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مگر کمپنی کے اقتدار کے برطرف کر دینے سے ایک خاص کمی واقع ہوگئی ہے۔ جو کہ پہلے نہیں تھی۔ کمپنی کی بے اعتدالیوں کو دیکھنے اور حسب موقع سرزنش کرنے کے لئے پارلیمنٹ کو موقع [illegible] یہی وجہ تھی۔ کہ کلائو اور وارن ہیسٹنگز جیسے اصحاب جب [illegible]

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Hari

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صورتوں میں جور و تعدی کے مرتکب دیکھے گئے۔ تو پارلیمنٹ نے اُن کو وہ سرزنش کی کہ دوسروں کے لئے وہ عبرت بن گئے۔ پارلیمنٹ اس بات کو گوارا نہیں کر سکتی تھی۔ کہ وہ ایک ماتحت کمپنی کے ملازموں کی بے اعتدالیوں کی بدولت اپنے شاہی انصاف کے دامن پر دھبہ لگائے۔ لیکن اب حالات بدل گئے۔ جبکہ شاہی انصاف نے ہندوستان کو اپنے دامن میں لے لیا۔ اب اگر اس دامن پر کوئی دھبہ بھی لگتا نظر آتا ہے۔ تو اُس کو دھونے کی بجائے چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بلکہ اگر ممکن ہو۔ تو اس دھبہ کو ایسی عمدہ لائٹ میں پیش کیا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ حافظ کے تُرکِ شیرازی کے چہرے کا خال ہے۔ جس کی خاطر سمرقند اور بخارا تو ایک طرف تمام ہندوستان کے امن چین کو نثار کر دینا بھی کچھ مہنگا سودا نہیں سمجھا جاتا۔ اس بات کو ایک تواریخی واقعہ سے صاف کرنے کی ضرورت ہے۔ امریکہ کی نوآبادیوں کے لئے ۲۲۔ مارچ ۱۷۶۵ء کو گرینول کی منسٹری میں "سٹیمپ ایکٹ" پاس کیا جاتا ہے۔ امریکہ والوں کو جب پتہ لگتا ہے۔ کہ ہماری آواز کی پرواہ نہیں کی گئی۔ تو وہ پروٹسٹ کرتے ہیں۔ آخر کار اسی سال کے دسمبر میں وہ اس ایکٹ کے برخلاف کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انگلینڈ میں شور مچ جاتا ہے۔ کہ کیا کیا جاوے۔ مصیبت کو روکنے کے لئے مسٹر پٹ موقع پر آتا ہے۔ سٹیمپ ایکٹ اُس کی غیر حاضری میں پاس ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ اپنی زبان کھولنے سے باز نہیں رہ سکتا:۔

"مسٹر سپیکر مجھے عرصہ سے پارلیمنٹ میں آنے کا اتفاق نہیں ہؤا۔ جب امریکہ پر ٹیکس لگانے کا رزولیوشن پیش تھا۔ تو میں اس وقت بستر بیماری پر تھا۔ اس بات کو سن کر میرے اندر اس کے نتائج پر نظر مارنے سے اس قدر کشمکش اور بے چینی پیدا ہوئی۔ کہ میں نے چاہا۔ کاش کوئی مجھے بیماری کی حالت میں اٹھا کر پارلیمنٹ کے فرش پر جا بٹھائے۔ تاکہ میں اس رزولیوشن کے برخلاف اپنی شہادت دے سکوں۔ اب یہ پاس ہو گیا ہے۔ اور ایک ایکٹ بن گیا ہے۔ مجھے اس ہوس کے ہر ایک ایکٹ کا تہذیب اور عزت سے ذکر کرنا چاہئے۔ لیکن میں ہوس سے ملتمس ہوں۔ کہ وہ مجھے اس پر آزادی سے بولنے کی اجازت مرحمت کرے"

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مسٹر پٹ نے ٹیکس کے برخلاف آواز اُٹھاتے ہوئے کہا:-

"اہل امریکہ انگلینڈ کے فرزند ہیں۔ وہ ولد الزنا نہیں ہیں ٹیکس لگانا گورننگ یا لیجس لیٹو طاقت کا کوئی حصّہ نہیں ہے۔ وہ محض کامنز کی طرف سے ان کی مرضی کے مطابق ایک عطیہ یا وظیفہ ہے۔ ..... اہل امریکہ کے شریف آدمیوں پر سڈیشن کا الزام لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے اس ناخوشگوار ایکٹ کے برخلاف اپنے خیالات کو آزادانہ طور پر ظاہر کیا ہے یہی آزادی اُن کے لئے جرم ہو گئی!! ہائے افسوس! میں آج تقریر کی آزادی کو اس ہوس میں جرم کا مترادف دیکھتا ہوں۔ مگر میں اس بے جا الزام سے حوصلہ ہارنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہ آزادئے تقریر ہی ہے۔ جس کا میں اس وقت استعمال کرنا چاہتا ہوں کسی جنٹلمین کو اس آزادی کا استعمال کرنے سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ وہ جنٹلمین بھی جو آزادئے تقریر کو جرم گردانتا ہے۔ وہ بھی محض اسی لئے ایسا کہتا ہے۔ کہ اُس کو ایسا بولنے یا تقریر کی آزادی حاصل ہے۔ وہ اسی آزادی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کو اس آزادی کا ناجائز فائدہ اُٹھانے سے پرہیز کرنا چاہئے تھا۔ جنٹلمین (مراد گرینول سے ہے) ہمیں بتاتا ہے کہ امریکہ ضد کرتا ہے۔ امریکہ برلب بغاوت ہے۔ میں خوش ہوں۔ کہ امریکہ نے مقابلہ کیا۔ اگر تیس لاکھ آدمی آزادی کے تمام جذبات کو مار کر برضا و رغبت طوقِ غلامی گلے میں ڈالنے کے لئے تیار ہو جائیں تو ان غلاموں کے ذریعہ باقی کے انسانوں کو غلام بنا لینا بڑا آسان ہوتا۔ ..... پرانے زبردستی کے زمانہ میں بھی پارلیمنٹ کو اس بات پر شرم آتی تھی۔ کہ وہ لوگوں کی مرضی کے برخلاف ان پر ٹیکس لگائے۔ بلکہ ان کو پرتی ندھی بھیجنے کی اجازت تھی۔ ..... میں مانتا ہوں۔ کہ اہل امریکہ نے اپنے حرکات میں دوراندیشی اور تحمل سے کام نہیں لیا۔ مگر اُن پر ظلم کیا گیا۔ اور بے انصافی نے اُن کو پاگل پن کی حد تک پہنچا دیا۔ لیکن اس پاگل پن کے پیدا کرنے والے تم ہو۔ کیا تم ان کو اس پاگل پن کے لئے سزا دو گے۔ جس کے پیدا کرنے والے تم ہو۔ دوراندیشی اور تحمل تمہاری طرف سے ہونا چاہئے تھا۔ اور ہونا چاہئے۔ امریکہ کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ کہ وہ تمہاری طرح بردباری سے کام لے۔ مسٹر پرائر کی نظم کی دو

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سطریں اس وقت میرے سامنے ہیں۔ جو کہ اُنہوں نے ایک خاوند کا اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرنے کے بارے میں کہی ہیں۔ میں اُن کو اس جگہ دُہرانے سے نہیں رہ سکتا۔ وہ یہ کہ:۔ "اپنی بیوی کے قصوروں پر قدرے چشم پوشی کرو۔ اور اس کی خوبیوں پر بہت مہربانی کرو" حاصل کلام میں ہؤس کو بتانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ کہ میری اپنی رائے اس بارے میں کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ "سیٹمپ ایکٹ منسوخ ہونا چاہئے۔ فوراً منسوخ ہو جانا چاہئے۔ اور قطعی منسوخی کے لئے یہی وجہ پیش کی جا سکتی ہے۔ کہ یہ ایک غلط اصول پر مبنی ہے"۔

پٹ کی اس تقریر کا یہ اثر ہؤا۔ کہ پاس شدہ سیٹمپ ایکٹ ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گیا۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ ہندوستان کی حکومت کمپنی سے نکل کر بہتر ہاتھوں میں چلی گئی۔ مگر افسوس ہے۔ کہ اُن بہتر ہاتھوں میں آج "پٹ" کا مبارک ہاتھ موجود نہیں ہے۔ جو کہ ایک پاس شدہ نہیں بلکہ "ایک طے شدہ امر" کی گرہ کھول کر لارڈ مورلے کو بتا سکتا۔ کہ اگر ہمارے کسی بھی "طے شدہ امر" سے بد نتائج برآمد ہؤ رہے ہوں۔ تو ہمیں اس پر ضد کر کے اس کو "ایک طے شدہ غلطی" کی شکل میں قائم نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ اگر گرڈین ناٹ کی طرح اُس کو کھولا نہ جا سکتا ہو۔ تو کاٹ ڈالنا چاہئے۔ ہم شاید ایسا دعوے کرنے کے لئے سڈیشن میں گرفتار نہیں کئے جائینگے۔ کہ اگر ہندوستان کی باگ ڈور آج کمپنی کے ہاتھ میں ہوتی۔ اور تقسیم بنگالہ پر جس قدر فساد۔ خون شور و شر برپا ہؤا ہے۔ اس کی رپورٹ کمپنی سے گزر کر پارلیمنٹ کے کانوں تک پہنچتی۔ تو شاید لارڈ مارلے کمپنی کے "ایک طے شدہ امر" کو اس کی "طے شدہ غلطی" کے نام سے موسوم کر کے ایسی غلطی کے ذمہ واروں کو اُسی لائٹ میں دیکھتا جس میں کہ وارن ہیسٹنگز وغیرہ کو دیکھا گیا تھا۔ اب یہ بات ایک کھلا راز ہے کہ تقسیم بنگالہ کو ناخوشگوار فعل تسلیم کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس تقسیم کا موجد لارڈ کرزن بھی جو پہلے شاید اس پولٹیکل معرکہ کے مارنے پر کریڈٹ کا امیدوار بیٹھا تھا۔ اب بنگالی گھوڑوں کو انڈے دیتے دیکھ کر کانوں پر ہاتھ رکھ رہا ہے۔ اور لارڈ امپتھل کو اُس کا بانی مبانی قرار دیتا ہے۔ لارڈ موصوف بھی اس سے انکاری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ پھر کون۔ اس بھُس میں آگ لگا کر بھاگ گیا؟ غلطی کو غلطی مانتے ہوئے بھی اس کی تلافی سے پہلو تہی کرنا ایک اخلاقی کمزوری ہے۔ جو اہل ہند کو خواہ وہ لارڈ کرزن کی رائے میں آبائی جھوٹے بھی کیوں نہ مان لئے جائیں۔ کبھی بھی مطمئن نہیں کر سکتی۔ بلکہ اگر اُن کے دل میں ایسے حالات کو دیکھ کر یہ خیال جڑ پکڑ جائے۔ کہ گورنمنٹ ہماری جائز نکتہ چینی کبھی سننے کے لئے تیار نہیں بنا بریں حق پسند نہیں ہے۔ تو تعجب کی کونسی بات ہے۔ بے چینی کا چوتھا سبب وہ دوا ہے۔ جو کہ بے چینی کو دور کرنے کے لئے دی جا رہی ہے جس کے بارے میں اگر یہ کہا جاوے۔ کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ تو عین مناسب ہوگا۔ یہ دوا قانونی سختی ہے۔ اس کو دوا کہو۔ یا دباؤ۔ جو کچھ بھی یہ ہے۔ مریض کے لئے مفید ثابت نہیں ہوا۔ اس دوا یا دباؤ کی ابتدا اُن دو جلاوطنیوں سے ہوئی۔ جن کے بارے میں لارڈ مورلے کو انڈین سول سروس ڈنر کلب میں فلر جیسے معترضوں کے جواب میں یہ کہنا پڑا۔ کہ ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم نے اُن کو جلدی چھوڑ دیا۔ لیکن میں تم سب سے مخاطب ہو کر جو کہ اُن لوگوں پر اس "الزام" نہیں نہیں بلکہ اس "اشارہ" میں متفق تھے کہ ایسا کیا جاوے۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ ہم اگر اُن کو جلدی نہ چھوڑ دیتے۔ تو اور کیا کرتے۔" لارڈ مورلے اُن جلاوطنوں پر کسی قسم کی بغاوت کا الزام لگانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کو اشارہ دیا گیا تھا۔ کہ اگر ایسا "ڈراسٹک" طریقہ اختیار کیا جاوے۔ تو شور و غل دب جائیگا۔ لارڈ مورلے کی اس اخلاقی جرات کی جس کا کہ اُنہوں نے باوجود حاضرین کے ناک بھوں چڑھانے کے اظہار کیا۔ جس قدر تعریف کی جاوے تھوڑی ہے۔ مگر اُس کے ساتھ یہ بات ضرور قابل افسوس ہے۔ کہ اس وقت بے چینی کے اسباب کو دور کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ وہ حاکم و محکوم کے تعلقات کو دن بدن تلخ کرتا چلا جا رہا ہے +

سر ہنری کاٹن اپنی ایک حال کی ہی تقریر میں انگلستان کی پبلک کے سامنے یہ بات کہنے سے نہیں رک سکے۔ کہ دنیا بھر میں ہندوستان ہی ایک

CC-0. Gurukul K...

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک ایسا ملک ہے۔ جس پر نہایت ہی آسانی سے حکومت کی جا سکتی ہے۔ ایسے بے ایذا ملک میں بھی کسی قسم کا شور و شر پیدا ہوتا ہے۔ تو ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ اُس کی وجہ کیا ہے۔ سر ہنری کاٹن نے اپنی اس تقریر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ اہل ہند کی جائز خواہشوں کو بھی دبایا گیا ہے۔ اُن کی صحیح امنگوں کو روکا گیا ہے۔ آہ! غریب ہندوستانیوں کے ارادے اور اُن کی امنگیں فی الحقیقت ہیں ہی کیا؟ ہندوستان کے لوگ شکر گزاری کا مادہ بہت رکھتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ذرا سی بھلائی کر دینا بھی اُن کو غلام بنائے رکھنے کے لئے کافی ہے۔ چند گمراہ نوجوانوں کی غلط کاریوں کی بدولت تمام ہندوستان کو شکنجہ میں کھینچ ڈالنا دور اندیشی پر مبنی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ خوشی کا مقام ہے۔ کہ لارڈ مورلے نے اس بات کو محسوس کیا ہے۔ کہ گورنمنٹ میں چند ایسی اصلاحیں کی جائیں۔ جن کی اس وقت سخت ضرورت ہے۔ ہمارے خیال میں وہ اصلاحیں تو جب ہونی ہوں ہوں۔ لیکن سب سے بڑی اصلاح جس کی عین اس موقع پر ضرورت ہے۔ اور جس قدر بھی جلدی عمل میں آئے۔ اتنا ہی بہتر ہوگا۔ وہ اصلاح یہ ہے۔ کہ اس وقت جس سرعت سے جیل خانوں کو آباد کیا جا رہا ہے۔ اس میں قدرے کنجوسی سے کام لیا جاوے ۔

Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نرک کہاں ہے اور سورگ کہاں؟

نمبر ۱

منو مہاراج نے کہا ہے۔ کہ جس گھر میں استریوں کی پوجا کی جاتی ہے اُس گھر میں دیوتا نواس کرتے ہیں۔ اور جس گھر میں استریوں کا نرادر کیا جاتا ہے اُس گھر میں دیوتا نہیں آسکتے۔ بلکہ وہ ایک مصیبتوں سے پُر گھر ہے۔ اگر سورگ یا بہشت درحقیقت کوئی ایسی ہی جگہ ہے۔ جہاں دیوتا نواس کرتے ہوں۔ تو وہ گھر ہی یقیناً سورگ ہے۔ جہاں خاوند اور بیوی کے تعلقات نہایت ہی رس دائک۔ پریم۔ کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ برعکس اس کے اگر تم کسی انسان کو زندہ نرک یا جہنم میں پڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہو۔ تو اس شخص کو دیکھ لو۔ جس کے گھر میں اس کی بیوی اُس سے خوش نہیں ہے۔ یا وہ اپنی بیوی سے خوش نہیں ہے۔ وہ گھر ہی سورگ ہے۔ جس میں مرد اور عورت کے دل آپس کی رنجش کے تمام کانٹوں سے صاف ہیں۔ وہ گھر ہی نرک ہے۔ جس میں مرد کے دل میں عورت کی طرف سے یا عورت کے دل میں مرد کی طرف سے ایک کانٹا ہے۔ جو رات دن کھٹکتا رہتا ہے۔ یہ وہ نامراد کانٹا ہے۔ جو عورت کی تمام زندگی کو مصیبت کا گھر بنا دیتا ہے۔ اس کی رات کی میٹھی نیند کو اور دن کے آرام کو اُس سے چھین لیتا ہے۔ اس کے دل کی کلی کو ہمیشہ کے لئے پژمردہ کر دیتا ہے۔ اس کی آنکھوں کی آب و تاب کو مار دیتا ہے۔ اُس کے شگفتہ رخساروں پر موسم خزاں کی ہوا کے جھونکوں کا اثر رکھتا ہے۔ عورت کے لئے اس سے بڑھ کر اس دنیا میں یا کسی دوسری دنیا میں خوفناک نرک کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ رات اور دن بے چین رہتی ہو۔ اور اس کی اس بے چینی کا سبب اس کے خاوند کی سرد مہری۔ بدسلوکی اور کمینگی ہو

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسا بے چین دل دنیا میں اگر کسی چیز کی خواہش کر سکتا ہے۔ تو وہ موت ہے۔ تاکہ وہ اس نرک سے چھوٹ سکے۔ جو اس کے اندر پیدا ہو گیا ہے۔ اگر ہم بغور دیکھیں تو کسی بھی مرد یا عورت کے لئے اس سے بڑھکر دوسرا کوئی بھی نقصان نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے دل کے آرام اور چین کو کھو دیں۔ جس دل میں اطمینان نہیں۔ چین نہیں۔ آرام نہیں۔ خوشی نہیں۔ ضروری ہے کہ وہاں جہنم کی آگ روشن ہو۔ جب گھر میں آگ لگتی ہے۔ تو وہ گھر والوں پر جو اُس کے اندر موجود ہوں یکساں اثر کرتی ہے۔ بیوی کے دکھیا دل کا دھؤاں خاوند کے آرام کے پودے کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتا ہے۔ ہم عورتوں کو دیویاں کہتے ہیں۔ کیا وجہ ہے۔ کہ ہمارے گھر میں ایک دیوی آتی ہے۔ مگر ہمارا گھر دیوستھان کی بجائے نرک بن جاتا ہے۔ کیا ہم نے اُس کو سمجھنے میں غلطی کی۔ یا کیا وہ اپنے اندر درحقیقت ایسی خوفناک چیزیں لاتی ہے جو کہ ہمارے گھر میں آکر بھڑک اٹھتی ہیں۔ اور ہمارا گھر جل جاتا ہے۔ گھر نہیں بلکہ ہمارا دل جل جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمارے دل کا امن چین بھی جل کر خاک سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور ہم شادی کر کے زیادہ مصیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم تجرد کی حالت میں تھے۔ اے مجرد اور شادی شدہ انسانوں! دیوی کا نر اور مت کرو۔ قصور اس کا نہیں ہے۔ قصور ہمارا ہے۔ کیونکہ ہم نے شادی سے پہلے اس بات کے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ کہ وہ جس کو ہم اپنے گھر میں بلاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہمارا کیا سلوک ہونا چاہئے۔ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ہماری خوشی کے لئے آتی ہے۔ اور اُس کا فرض ہے۔ کہ ہم کو خوش کرے۔ لیکن ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ آیا ہمارا فرض بھی یہ ہے یا نہیں کہ ہم اس کی خوشی کا موجب بنیں۔ اگر ہم اپنے عیش و آرام اور خوشی کی زیادہ پرواہ کرتے ہیں۔ بہ نسبت اپنے خواندہ مہمان کی خوشی کے۔ تو ہم کو چاہئے۔ کہ اپنے گھر کے دروازہ پر یہ نوٹس چسپاں کر دیں کہ یہ گھر وہ ہے۔ جس میں میزبان اپنی خوشی کو مہمان کی خوشی پر مقدم رکھتا ہے۔ تاکہ کوئی مہمان ہمارے گھر میں آنے کی خواہش نہ کرے۔ ایک مقدس کتاب میں لکھا ہے۔ کہ تم اپنی بیوی سے ایسی ہی محبت کرو۔ جیسی کہ تم اپنے آپ سے کرتے ہو۔ مگر ہم ایسا نہیں کرتے۔ اس لئے کہ ہم

Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خودغرض ہیں۔ہم بیوی کو اپنا آپ نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے ماتحت سمجھتے ہیں
کیونکہ اگر ہم اس کو اپنے جیسا تصوّر کریں۔ تو پھر کون شخص ہے۔جو اپنے آپ
کو خوش نہ رکھنا چاہتا ہو۔ ایک مہاپرش نے بیوی اور خاوند کے تعلّقات کو
بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔کہ خاوند کو پرماتما نے بیوی پر جو ادھیکا دیا ہے وہ
ایک آقا کے غلام پر ادھیکار کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ وہ ادھیکار ایسا ہی ہے
جیسا کہ ایک پتا کا اپنی پُتری پر ہو۔ یہ بیان شاید ہمارے لئے نئی بات ہو۔
کیونکہ ہمارے ملک میں بیوی کے لئے پُتری کا لفظ استعمال کرنا کفر بلکہ ادھر
سمجھا جاتا ہے۔ محض اس لئے کہ ہمارے ہاں خاوند اور بیوی کے تعلقات
بہت ناپاک ہو چکے ہیں۔ اور ہم اتنے گر چکے ہیں۔کہ ہمارے دل میں بیوی
کے بارے میں اس قسم کے پاکیزہ اور جذبات سے خالی پریم کے خیالات ہی
آنے ناممکن ہیں۔ جو کہ ایک پتا کے دل میں اپنی پُتری کے لئے آتے ہیں کیا
پتا اپنی پُتری کی طرف شہوت بھری نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ کیا پتا کے دل
میں پتری کے لئے فاسد خیالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر نہیں ہو سکتے۔تو کیوں؟
اس لئے کہ وہ تعلّق ایسا ہے۔جہاں اس قسم کے خیالات کے لئے گنجائش نہیں
یہی وجہ ہے کہ پتا پُتری کا سمبندھ نہایت ہی پاکیزہ۔ پریم یکت اور رسدھ
ہوتا ہے۔ اگر ہمارے دل میں وہی پاکیزگی نہیں ہے۔ جو کہ پتا کے دل میں ہے
تو ہم گرہست آشرم میں داخل ہو کر کبھی بھی خوشی کی زندگی بسر نہیں کر سکیں گے
جذبات کے غلام رہینگے۔ اور جذبات کا غلام کبھی خوش نہیں ہوا کرتا ۔

ہم جانتے ہیں۔کہ ہمارے ملک میں قحط پڑا ہوا ہے۔ ہزاروں بچے اپنے
ماتا پتا بھائی بہنوں کو کھو کر یتیم ہو رہے ہیں۔ ان کی حالت پر کون ہے جو آنسو
نہیں بہائیگا۔ ملک کے چاروں طرف سے آواز آ رہی ہے۔کہ یتیموں کی رکھشا
کرو۔ یتیموں کی رکھشا کرو۔ یتیموں کی رکھشا کے لئے کس قدر دردناک اپیلیں
کی جا رہی ہیں۔ مگر افسوس ہم اس بات سے بے خبر ہیں۔کہ ہمارے ملک میں
یتیموں کی تعداد کس قدر ہے۔ ہم یتیموں کا اندازہ ہزاروں یا لاکھوں تک
لگا کر رہ جاتے ہیں۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے۔کہ ہمارے ملک میں یتیموں کی

CC-0. Gurukul Kangri Coll

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعداد بارہ کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ یتیم جن کی زندگی تلخ ہے۔ وہ یتیم جن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار رات دن بہتی رہتی ہے۔ وہ یتیم جن کی آنکھیں روتے روتے اندر کو دب گئی ہیں۔ وہ یتیم جن کے کسی وقت کے گلابی رخساروں پر اس وقت مردنی چھا رہی ہے۔ وہ یتیم جو رات دن موت کی آرزو کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ زندہ درگور ہیں۔ تم حیران ہوگے۔ کہ یہ بارہ تیرہ کروڑ یتیم کون ہیں۔ اور کہاں ہیں؟ آہ! یہ تمہاری بیویاں ہیں۔ تمہاری چاہتی بیویاں۔ جن کو تم لاڈ چاؤ سے اپنے گھر میں لائے۔ مگر تم نے ان یتیموں کی قدر نہ کی۔ ہم یتیم کس کو کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یتیم ایسے لڑکے یا لڑکی کو کہتے ہیں۔ جس کے سر پر سے اُس کے ماتا پتا کا سایہ اُٹھ جائے۔ بیوی کیا ہے۔ محض ایک یتیم کی حیثیت میں ہمارے گھر آتی ہے۔ وہ ماتا کی پریم بھری گود سے ہمیشہ کے لئے الگ ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے گھر آتی ہے۔ وہ اپنے پتا کے تمام پیار کو خیرباد کہتی ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کو چھوڑتی ہے۔ سوچو! بیوی سے بڑھ کر دنیا میں یتیم کون ہو سکتا ہے۔ مگر وہ کس کے لئے یہ یتیمی اختیار کرتی ہے۔ اپنی خاطر نہیں۔ بلکہ ہماری خاطر۔ ایسے یتیم کے لئے ہمارا کیا فرض ہونا چاہیئے۔ کیا یہی کہ ہم اس کی بے کسی کا ناجائز فائدہ اُٹھائیں اور اس پر ناجائز دباؤ ڈالیں۔ اس لئے کہ وہ ہمارے رحم پر چھوڑی گئی ہے؟ کیا اس قسم کا کوئی بھی سلوک کرتے ہوئے ہمارا دل کانپ نہیں جاتا۔ دیکھو! اس یتیم کے دل میں ایک خلا پیدا ہو گئی ہے۔ وہ خلا ماتا پتا اور بھائی بہنوں کے پریم کی عدم موجودگی ہے۔ اگر بیوی کے لئے ہمارا کوئی فرض ہے۔ جس کو ہم سورگی فرض کر سکتے ہیں۔ تو یہی ہے۔ کہ ہم اُس کی اس خلا کو بھر دیں۔ ہومر نے اس خلا کے بارے میں کہا ہے۔ کہ تم اپنی بیوی کے پتا بنو۔ تم اپنی بیوی کی ماتا بنو۔ تم اپنی بیوی کے بھائی بنو۔ ہمارے ملک کے رہنے والوں کے لئے جو اپنی بیوی کا نام تک لینے سے ڈرتے ہوں۔ اوپر کا بیان بڑا کفر آلودہ ہوگا۔ لیکن اگر ہم بغور دیکھیں۔ تو ہم کو ہومر کی بات میں پریم کی تصویر نظر آئیگی۔ جب تک ہم اپنے پوتر اور نرمل پریم سے اپنی بیوی کو یقین نہیں دلاتے۔ کہ اگر

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُس نے اپنے پتا کے پریم کو ہماری خاطر قربان کر دیا ہے۔ تو ہمارے دل میں پتا کا پریم اس کے لئے موجود ہے۔ ہماری گود میں وہی پریم ہے۔ جو اس کی گود میں تھا۔ ہمارے دل میں اس کے لئے وہی پیار بھری عزت ہے۔ جو اس کے بھائی کے دل میں تھی۔ تب تک کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہم نے اپنے فرض کو پورا کیا۔ اور ایک یتیم کے لئے ہم ماتا۔ پتا اور بھائی ثابت ہوئے ہمارے گھر جہنم کا نمونہ کیوں بن رہے ہیں۔ اس لئے کہ ہم اپنی بیوی کے لئے ماتا ثابت نہیں ہوتے۔ بلکہ سوت ثابت ہوتے ہیں۔ ہم اس کے لئے پتا ثابت نہیں ہوتے۔ بلکہ مجسٹریٹ ثابت ہوتے ہیں۔ ہم اس کے لئے بھائی ثابت نہیں ہوتے۔ بلکہ چور ثابت ہوتے ہیں۔ ہم اس کے رفیق ثابت نہیں ہوتے بلکہ گٹھ کتر ثابت ہوتے ہیں۔ ہم اس کے ساتھی ثابت نہیں ہوتے۔ بلکہ جیل خانے کا داروغہ ثابت ہوتے ہیں۔ ہم اُس کے رکھشک ثابت نہیں ہوتے بلکہ بھکشک ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے گھروں کے اندر سے وہ خوفناک آہ و زاری نکل رہی ہے۔ ہمارے گھروں کے اندر وہ دکھ اور مصیبت کا دھواں بھر رہا ہے۔ وہ آہیں نکل رہی ہیں۔ وہ آنسو بہ رہے ہیں۔ کہ جو آسمان پر جاتے ہیں۔ اور جہنم کی آگ کے انگاروں میں تبدیل ہو کر ہمارے اوپر گرتے ہیں۔ اور ہمارے تمام عیش کو منغص کر دیتے ہیں۔ ہماری زندگی ایک مصیبت کی زندگی بن جاتی ہے۔ ہمارے گھر قبرستان کا نمونہ شمشان کی بھومی بلکہ دکھ ماتم کدہ بن رہے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے گھروں کے اندر یتیم قید ہیں۔ وہ یتیم جن کو ہم نے یتیم بنایا۔ جن کو ہم نے ماتا پتا سے الگ کیا۔ جن کو ہم نے اپنے پریم کا وعدہ بلکہ ہاتھ دیا۔ مگر اُن کے لئے نہ ہم پتا بنے۔ نہ ماتا۔ نہ بھائی بنے نہ رفیق۔ بلکہ جذبات کے غلام بنے۔ اور ہم نے اُن کو غلام بنانا چاہا۔ اور بنایا پس ہم غدار ثابت ہوئے۔ ہم دھوکہ باز نکلے۔ اس غداری اور دھوکہ بازی کے لئے ہم پر جو بھی مصیبتیں نازل ہوں۔ ہمارا جتنا بھی خستہ حال ہو۔ ہم جس قدر بھی دکھیا ہوں۔ تھوڑا ہے ؂

ہمارے ملک میں غلامی کو بہت بُرا سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

عورتوں کی موجودہ حالت کو غلاموں سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم بغور دیکھیں۔ تو ہمیں یہ تشبیہ غلط نظر آئیگی۔ غلامی کیا ہے؟ ایک قسم کی نوکری ہے۔ گو وہ بہت ہی ادنےٰ درجہ کی کیوں نہ ہو۔ تاہم غلاموں کے لئے کام کے گھنٹے مقرر ہیں۔ جب وہ گھنٹے پورے ہو چکتے ہیں۔ تو غلام کو آزادی ہے۔ کہ خوب آرام کرے۔ یقیناً غلام ایسی گہری اور میٹھی نیند سوتا ہے۔ کہ وہ دنیا و مافیہا کو فراموش کر دیتا ہے۔ خاص کر جبکہ غلام کو اس بات کا بھی علم ہو۔ کہ ہفتہ یا مہینے کے بعد اُس کو اپنے کام کی مزدوری بھی مل جائیگی۔ آرام اور مزدوری کی امید پر غلام اپنی غلامی کو اپنے لئے گراں نہیں سمجھتا۔ مگر ہماری عورتوں کا کیا حال ہے۔ اے کاش! اُن کی وہی حیثیت ہوتی۔ جو کہ ایک غلام کی ہوتی ہے۔ لیکن اُن کو اتنا بھی آرام حاصل نہیں ہے۔ جتنا کہ ایک غلام کو ہو سکتا ہے۔ وہ اس میٹھی نیند سے بھی محروم ہیں۔ جو کہ ایک غلام کے حصّے میں آسکتی ہے۔ اس کا دل کیا ہے۔ کانٹوں سے زخمی ہے۔ جلا ہُوا ہے۔ سڑا ہُوا ہے۔ چاہتی ہے کہ اُس پر ہمدردی کی مرہم لگائی جاوے۔ لیکن مرہم نہیں لگتی۔ بلکہ زخم لگتے ہیں۔ زنجیروں سے رہائی نہیں پاتی۔ بلکہ اس کے دل کے ارد گرد سانپ کی طرح تکالیف نے چکر ڈال رکھے ہیں۔ وہ دن بھر کام کرتی ہے لیکن اُس کی مزدوری کیا ہے۔ چند تازہ زنجیریں اور تازہ زخم!! ایک مہاپرش نے کیا اچھا کہا ہے۔ کہ یہ افسوسناک نظارہ ہے۔ جبکہ ایک کنیا مع اپنے مال و متاع کے غلامی میں فروخت کر دی جاتی ہے۔ مگر اس کی حالت پھر بھی اچھی ہے بہ نسبت ایک شادی شدہ عورت کے۔ کیونکہ پہلی کنیا کو تو غلامی کی حالت میں مزدوری مل جائیگی۔ لیکن دوسری اپنی کمائی سے اپنے پاؤں کے لئے زنجیریں خریدتی جاتی ہے۔ جو کہ ایک کھوئی ہوئی آزادی کا بہت بُرا بدلہ ہے۔ اس قسم کی خوفناک حالت کو دیکھ کر جو کہ ہمارے گھروں میں موجود ہے۔ ہمارے دل میں طبعاً سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا پرماتما نے گرہست آشرم کی تعلیم دینے میں غلطی کی نہیں کی۔ کیا اُس نے انسان کی آزادی پر یہ جبر تو نہیں کیا۔ کیا شادی کی زنجیروں کو اُس نے مرد یا عورت کے لئے غلامی کی زنجیریں تو نہیں بنا دیا نہیں

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک مقدّس ملاپ ہے۔ اگر اس میں کوئی نقص واقع ہوتا ہے۔ تو یہ ہمارا اپنا ہی قصور ہے۔ پرانے زمانے کے لوگوں میں اس مقدس ملاپ کے بارے میں مختلف کہانیاں مشہور تھیں۔ بائیبل نے اس ملاپ کو اس طرح ظاہر کیا ہے۔ کہ گویا عورت مرد کا لخت جگر ہے۔ عورت کی پیدائش مرد کی پسلی سے بتائی گئی ہے۔ اگر ہم اس کو استعارہ سمجھیں۔ تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ عورت مرد سے علیحدہ ہستی لیکر دنیا میں نہیں آئی۔ وہ مرد کے جسم کا حصہ ہے کیا مرد اپنے جسم کے کسی بھی حصّے پر ظلم کر سکتا ہے۔ یا اپنے کسی بھی عضو کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر خوش رہ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بقول شاعر ؎

چو عضوے بدرد آورد روزگار ۔ دیگر عضو ہا را نماند قرار

اس پر بے چینی نازل ہو جاتی ہے۔ جب تک بیمار عضو تندرست نہ ہو جائے۔ کیا بائیبل کے استعارہ کا مطلب یہی نہیں ہے۔ کہ خاوند کا دل عورت کی تکلیف کو دیکھ کر پسیجے۔ اور اس کو اس وقت تک چین نہ آئے۔ جب تک کہ وہ اُس کو تندرست خوشی میں نہ دیکھے۔ یہ نہ ہو۔ کہ مصیبت کے وقت میں وہ آدم کی طرح عورت کو آگے دھر دے۔ کہ وہ عورت جس کو تو نے مجھے دیا۔ اس نے مجھے یہ پھل کھلایا۔ آدم نے حوّا کو بیڑے کر کے اپنی اولاد کے لئے ایک بری مثال چھوڑی۔ پُرانے رومیوں میں عورت و مرد کے مقدس ملاپ کے بارے میں کہانی مشہور تھی کہ پہلے پہل جوپی ٹر نے ایسے انسان پیدا کئے۔ جن کے دو دو سر۔ چار چار ہاتھ اور چار چار ٹانگیں تھیں۔ وہ غضب کے زبردست اور تیز رفتار تھے۔ جب وہ اپنی چاروں ٹانگوں کے بل دوڑتے تھے۔ تو کوئی چیز نہیں تھی۔ جو اُن کی رفتار کا مقابلہ کر سکتی۔ جب وہ چاروں بازوؤں کے بل کسی پر حملہ کرتے تھے۔ تو اُن کے حملہ کی تاب لانا مشکل ہو جاتا تھا۔ وہ آگے اور پیچھے دائیں۔ بائیں اور اوپر کی طرف خوب اڑ سکتے تھے۔ اُن کی طاقت کا یہ حال تھا۔ کہ زمین کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔ جو اُن کی پہنچ سے باہر ہو۔ اُن کی حکومت روے زمین پر تھی۔ جوپی ٹر کا آشیرباد اُن کے ساتھ تھا۔ اور وہ خود بھی جوپی ٹر کے ثنا خواں تھے۔ عمدہ سے عمدہ چڑھاوے جوپی ٹر کو دیتے تھے۔ جب ان انسانوں نے دیکھا۔ کہ ہم نے تمام روے زمین والوں کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فتح کرلیا ہے۔ تو اُنہوں نے ارادہ کیا۔ کہ ہمیں دیولوک میں چل کر دیوتاؤں کو بھی فتح کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ اپنی ٹانگوں اور بازوؤں کے زور سے دیولوک میں جا پہنچے۔ اور دیوتاؤں کو مغلوب کرنا شروع کیا۔ دیوتاؤں نے تنگ آکر جوپی ٹر کے دربار میں اپیل کی۔ کہ یہ انسان ہم کو تنگ کر رہے ہیں۔ تو ان کو ہلاک کر۔ جوپی ٹر سوچ میں پڑ گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ انسان دیوتاؤں کو تنگ کریں۔ اور اُن کے ملک پر چھاپہ ماریں۔ ساتھ ہی اُس کو خیال تھا۔ کہ انسان میری پوجا کرتے ہیں۔ اور چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ اگر میں ان کو ہلاک کر دونگا۔ تو چڑھاوا کون چڑھائیگا۔ اور پوجا کون کریگا۔ لیکن وہ دیوتاؤں کی رکھشا کرنا بھی ضروری سمجھتا تھا۔ سوچ سوچ کر اُس نے یہ ترکیب نکالی۔ کہ انسانوں کو بجائے چار چار ٹانگوں یا چار چار ہاتھوں اور دو دو سروں کے میں دو دو ٹانگوں اور دو دو ہاتھوں اور ایک ایک سر والا کر کے اُن کی طاقت کو کم کر دونگا۔ چنانچہ جوپی ٹر نے اسی تقسیم کرنے اور حکومت کرنے کی پولیسی پر عمل کیا۔ اور انسان کے دو ٹکڑے کر دئے۔ اُن کی طاقت کم ہو گئی۔ ساتھ ہی جوپی ٹر کی پرستش اور چڑھاوا بھی پہلے سے دوگنا ہو گیا۔ دیوتاؤں کی بھی حفاظت ہو گئی۔ کیونکہ اب تقسیم شدہ انسان اس قدر طاقت نہیں رکھتے تھے۔ کہ وہ دیوتاؤں کے ملک میں جا سکیں۔ یا اُن کا مقابلہ کر سکیں۔ جوپی ٹر نے اس طرح ایک آئی ہوئی مشکل کو حل کیا۔ لیکن انسان کے دونوں ٹکڑوں میں برابر یہ کشمکش موجود رہی۔ کہ جس طرح ہو۔ وہ پھر مل جائیں۔ تاکہ وہ ایک پورا انسان بنکر ایک دفعہ پھر دیوتاؤں کے ملک پر حملہ کر سکیں۔ وہ ٹکڑے اس وقت تک علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مگر اُن کے درمیان ایک قدرتی کشش ہے۔ جو اُن کو ایک دوسرے کی طرف کھینچ رہی ہے۔ شادی کیا ہے؟ ان ہی دو بچھڑے ہوئے ٹکڑوں کا ملاپ ہے۔ یہی مقدس ملاپ ہے۔ جو انسان کو مکمل انسان بناتا ہے۔ ایک مکمل انسان کیا۔ کچھ نہیں کر سکتا۔ کہانی بتاتی ہے۔ کہ وہ دیوتاؤں کے ملک پر بھی چھاپہ مار سکتا اور اُن کو مطیع کر سکتا ہے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر بقول منو مہاراج یہ بات حیرت انگیز ہے۔ کہ دیوتا خود بخود ہاتھ باندھ کر ایسے گھر میں

Gurukul Kangri Vishwavidyalaya, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چلے آتے ہیں۔ اور ایسے گھر میں نواس کرنا قابل فخر سمجھتے ہیں۔ دیوتا کیا ہے؟ روشنی ہے۔ روشنی ہی تمام برکتوں کا منبع ہے۔ اگر بیوی کا دل دکھ درد کے تاریک بادلوں سے آزاد ہے۔ اگر مرد کے دل کو شک و شبہ کے سیاہ سانپ نے نہیں ڈس لیا ہے۔ بلکہ دونوں کے درمیان پوترتا اور روشنی کی رو بہ رہی ہے تو یقیناً ان کے دل دیوستھان ہیں۔ اگر یہ سچ ہے۔ کہ خاوند اور بیوی کا رشتہ آقا اور غلام کا رشتہ نہیں ہے۔ تو پھر یہ کیسا رشتہ ہے۔ ایک مہاپرش نے اس رشتہ کو جسم و جان سے تشبیہ دی ہے۔ خاوند اور بیوی کا سمبندھ ایسا ہی ہے جیسا کہ روح اور جسم کا۔ اگر خاوند روح ہے۔ تو بیوی جسم ہے۔ روح نہیں چاہتی۔ کہ جسم کو اس کی ضروریات سے روکے۔ روح جسم کی حفاظت کرتی ہے اُس کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس کے لئے ضروری سامان مہیا کرتی ہے۔ اور اُس کی تمام جائز خواہشوں کو پورا کرتی ہے۔ اس کے عوض میں جسم اپنے آپ کو روح کے سپرد کر دیتا ہے۔ تاکہ روح اس سے نیک کام لے۔ جسم کے بغیر روح کیا ہے۔ نکمی چیز ہے۔ روح کے بغیر جسم کیا ہے۔ مردہ چیز ہے۔ روح چاہتی ہے۔ کہ وہ ایک پہاڑ پر جا کر قدرت کا جلوہ دیکھے۔ لیکن اگر جسم اس کو چلنے کے لئے پاؤں اور دیکھنے کے لئے آنکھیں نہیں دیتا۔ تو روح کیا کر سکتی ہے۔ جسم سردی گرمی سے کیونکر محفوظ رہ سکتا ہے۔ اگر روح اس کو وہ ترکیبیں نہ بتائے۔ جو کہ اُس کی حفاظت کے لئے ضروری ہیں۔ الغرض جیسے جسم کا انحصار روح پر اور روح کا انحصار جسم پر ہے۔ ویسے ہی خاوند کا انحصار بیوی پر اور بیوی کا انحصار خاوند پر ہے۔ جس گھر میں میاں بیوی کا تعلق روح اور جسم کے تعلق کی مانند موجود ہے۔ وہی گھر ہے۔ جو زندہ گھر ہے۔ مگر ہمارے گھر کیا ہیں۔ مردار خانے ہیں۔ ہمارے خانگی تعلقات بہت بگڑے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے گھروں میں زندگی کے آثار نہیں دیکھے جاتے۔ بلکہ سڑاند آ رہی ہے۔ جہاں دیکھو۔ جدھر دیکھو۔ خاوند کے دل کو چیر کر دیکھو۔ وہ سڑا پڑا ہے۔ بیوی کے دل کو چیر کر دیکھو۔ وہ جل کر کباب ہو رہی ہے۔ بظاہر دونوں زندہ ہیں۔ اچھے کپڑے پہنتے ہیں۔ عمدہ کھانا کھاتے ہیں۔ کھلے مکان میں رہتے ہیں۔ روپیہ رکھتے ہیں۔ سب کچھ

CC-0. Gurukul Kangri Coll

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکھتے ہیں۔ مگر پھر بھی مردار ہیں۔ لڑ رہے ہیں۔ جل رہے ہیں۔ کوئلہ ہو رہے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے
جیسے جذبات کی بھوکی روح جسم کی ہلاکت کا موجب ہوتی ہے اور جسم کی ہلاکت بارودگی اور ستھا
سے خود بھی روگی اور زندہ درگور ہو جاتی ہے۔ ویسے ہی جذبات کی سیری کو زندگی کا معیار رکھنے
والے جوڑے تباہی کا منہ دیکھنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ پریم کی نانک لتا میں ٹوٹ
جاتی ہیں اور تباہی برپا ہوتی ہے۔ پریم کی کمی کو دنیا میں کوئی دوسری چیز پورا نہیں کر سکتی
پریم بھری نظروں کے تبادلہ نے دونوں کو ملا دیا تھا۔ لیکن نگاہیں رہی ہیں۔ مگر درمیان میں
ہزاروں میلوں کا فاصلہ پڑ گیا۔ پریم کا پل ٹوٹ گیا۔ اور خوفناک سمندر نمودار ہو گیا جس میں
دونوں کے گرنے کا خطرہ ہے ہمارے ملک میں کیا قاعدہ ہے۔ نہ صرف معمولی گھروں میں بلکہ
اچھے اچھے پڑھے لکھے گھروں میں بھی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ خاوند اور بیوی میں ان بن ہوئی
اور ڈنڈے پر نوبت پہنچ گئی۔ خاوند بیوی پر کیوں ہاتھ اٹھاتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ
وہ باغی ہو گئی ہے۔ یا اس کے اقتدار سے باہر جا رہی ہے۔ حالانکہ یہ اس کی اپنی کمزوری
یا نامردی کی دلیل ہے بیوی اونٹ نہیں ہے۔ مگر نامرد اور کمزور انسان اونٹ کا اس لئے
گھٹنا باندھتا ہے۔ اور اس کو ڈنڈے مار مار کر بٹھاتا ہے تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر اس کو قابو کرے
مگر یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود نامرد بزدل نالائق۔ اور ناکارہ ہے۔ زنجیریں ڈال کر اور
ڈنڈے کے زور سے عورتوں سے اطاعت کی امید رکھنے والے انسان انسانیت سے خالی ہیں
وہ اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ ان کے نزدیک عورت کی پوزیشن اونٹ سے بڑھ کر
نہیں ہے۔ جو اگر نکیل سے سیدھی نہیں ہوتی۔ تو ڈنڈے مار کر سیدھی کرو۔ وہاں سا بان
اور اونٹ کا تعلق تو کہا جا سکتا ہے مگر خاوند اور بیوی کا مقدس رشتہ وہاں نظر نہیں آتا۔
سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ چاند سورج سے روشنی پاتا ہے یہ ٹھیک ہے چاند اور
سورج جس قدر اپنے آپ کو ایک دوسرے پر ظاہر کرتے جاتے ہیں اسی قدر سورج کی روشنی
چاند پر زیادہ پڑتی ہے اور چاند اس قدر زیادہ سورج سے روشنی حاصل کرتا جاتا ہے
لیکن جس قدر ان دونوں کے سینے ایک دوسرے سے ترچھے رہتے ہیں اسی قدر ان میں
روشنی کی رفتار کم ہو جاتی ہے چودھویں رات کا چاند کیسا خوبصورت اور روشنی دینے
والا ہوتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اس کا سینہ سورج کے سامنے کھلا ہے۔ اور اس نے
اپنے آپ کو سورج سے چھپا نہیں رکھا۔ مگر کیا یہی چاند نہایت ہی مکروہ شکل اختیار نہیں

Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرلیتا۔ اور اسکی روشنی جاتی نہیں رہتی۔ جبکہ اس کے اور سورج کے درمیان زمین
ہے خاوند اور بیوی کے تعلقات پر نظر مارو۔ اگر ایک سورج ہے تو دوسرا چاند ہے ان
کے درمیان پریم روشنی ہے اگر ہم خاوند کو سورج قرار دیں تو بیوی اس صورت میں اور
مقدار میں اس کی روشنی سے منور ہو سکتی ہے۔ جس صورت میں اور جس مقدار میں
دونوں کے دل ایک دوسرے کے لئے کھلے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان۔ بدظنی
تنگ دلی۔ خود غرضی وغیرہ کی زمین حائل نہیں ہے۔ خاوند جس قدر زیادہ اپنے
روشنی کو بیوی کے دل پر ڈالتا ہے اسی طرح بیوی کا دل و چہرہ پھول کی طرح کھلتا
خوشنما ہوتا جاتا ہے کیونکہ اس کے دل کو پریم کی بارش کے قطروں نے سرسبز کر رکھا
اور اس کی تمام میل کو دھو ڈالتا ہے لیکن جونہی کہ خاوند اور بیوی میں خود غرضی
تنگ دلی حائل ہو جاتی ہے تم دیکھو گے۔ کہ اس گھر میں کیونکر تاریکی چاروں طرف
حملہ کرتی ہے۔ چاند ہے۔ مگر اس کو گرہن لگ گیا ہے۔ گھر میں روشنی تھی۔ اب وہ
نہیں ہے روشنی کا دیوتا بھاگ گیا۔ تاریکی کا راکھشس گھر میں آگھسا۔ وہی گھر جو
روشنی کے باعث آرام دہ تھا۔ تاریکی کے آجانے سے دکھ کا نمونہ بن گیا۔ تاریکی میں ہاتھ
مارنے سے کہیں دیوار سے سر ٹکراتا ہے۔ کہیں میز کرسی سے متھا ٹوٹتا ہے گھر کا
کدہ بن جاتا ہے۔ ہمیں سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ کہ پانی اپنی سطح رکھتا ہے۔
سمجھانے کے لئے ہمارے سامنے دو قسم کی مختلف شکلوں والی شیشے کی نالیوں میں
ڈالکر دکھایا جاتا ہے۔ پانی دونوں نالیوں میں یکساں سطح اختیار کرتا ہے خواہ
سے ایک کتنی ٹیڑھی ترچھی کیوں نہ ہو۔ لیکن جب تک ان دونوں نالیوں کے درمیان
پانی کے لئے راستہ بنا ہوا ہے۔ پانی اپنی سطح کو ہمیشہ برابر رکھیگا۔ ہم اس تجربہ کو دیکھ
اور اپنی خانگی زندگی پر عائد کرتے ہیں۔ میاں بیوی کے دلوں میں جب تک ایثار
پاکیزگی اور پریم کا پانی آزادانہ طور سے آتا جاتا رہتا ہے۔ تب تک دونوں کے دل کی
سطح یکساں رہتی ہے۔ لیکن جب اس رودبار میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے
اصلیت کو جاننے کی بجائے ایک دوسرے میں نقص ڈھونڈتے اور بیرونی خوبی
یا بدصورتی کو دیکھنے لگتے ہیں۔ اور ان چیزوں کو اپنی رنجش کا نشانہ بنا کر ایک
سے دن بدن دور ہونے لگتے ہیں۔ ہماری زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ ہم جیتے جی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتے ہیں۔ دونوں کے اندر سے یہی آواز آتی ہے۔ پرماتمن مجھے اُٹھالے۔ تاکہ اِس عذاب سے نجات پاؤں۔ وہ جو ریل کی گاڑیوں کے نیچے سر رکھ کر کٹ مرا ہے وہ جسکی لاش کنوئیں میں سڑ رہی ہے۔ وہ جو زہر کھاکر مرگئی ہے۔ وہ جس نے اپنے گلے میں رسّا ڈال کر اپنا خاتمہ کر دیا ہے۔ وہ جس نے پستول سے اپنے دماغ کو اُڑا دیا ہے وہ کون ہیں انہوں نے ایسا کیوں کیا ہے۔ وہ گرہست آشرم سے تنگ آئے ہوئے انسان ہیں وہ خود کشی پر اس لئے مجبور ہوئے تاکہ وہ اس زندہ جہنم سے نجات پائیں۔ ہم دیکھینگے کہ اس جہنم کا بنیادی پتھر کہاں ہیں؟

ستھ دھرم پرچارک کا انتیشٹی سنسکار

ویدک مریادا انوسار

ہمارے ناظرین ستیہ دھرم پرچارک کے نام سے ناواقف نہیں ہیں ستیہ دھرم پرچارک پہلے جالندھر سے مہاتما منشی رام جی کی زیر ایڈیٹری۔ شائع ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ کے لئے وہ ہردوار سے نکلتا رہا۔ بیچ میں پھر اُس کو جالندھر لایا گیا۔ جالندھر آنے کے کچھ عرصہ بعد ستیہ دھرم پرچارک کی کایا پلٹ ہوگئی۔ یعنی بجائے فارسی حروف کے اُس کو دیوناگری کا جامہ پہنایا گیا۔ یہ ایک قربانی تھی۔ جو کہ اُس کے دھارمک ایڈیٹر نے اپنی دیگر قربانیوں کی طرح پنجاب میں آریہ بھاشا کے پرچار کے لئے کی۔ اندیشہ تھا کہ اہل پنجاب جو کہ اُردو کے شائق ہیں۔ ستیہ دھرم پرچارک کے آریہ بھاشا میں نکلنے پر اُس کا اس جوش و خروش سے خیر مقدم نہیں کرینگے۔ جس کا کہ وہ مستحق ہے۔ مگر یہ اندیشہ امید میں تبدیل ہوگیا۔ جبکہ اُس کے خریداروں کی تعداد آناً فاناً ایک معقول حد تک پہنچ گئی مگر اس اثنا میں ستیہ دھرم پرچارک میں ایک اور پلٹا آیا۔ جبکہ اُس کے ایڈیٹر اور پروپرائٹر نے اپنا آٹھ ہزار روپیہ کے لگ بھگ کا ٹائپ پریس آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کو دان دیدیا اور ستیہ دھرم پرچارک کو بجائے جالندھر شہر کے گورو کل کانگڑی میں تبدیل کر دیا آشا تھی۔ کہ اس آب و ہوا کی تبدیلی سے ستیہ دھرم پرچارک میں ایک تازہ روح

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آجائیگی۔ اس میں شک بھی کیا ہے۔ کہ گورکل بھومی کی ہوا شہروں کی ہوا کی نسبت زیادہ پاک و صاف ہے۔ مگر افسوس! گورکل میں پہنچنے کے ساتھ ہی ستیہ دھرم پرچارک نے اپنی پہلی صحت کو بھی کھونا شروع کر دیا۔ اس کی بڑی بھاری وجہ یہ ہوئی۔ کہ ابھی پریس کا سامان گورکل میں پہنچا بھی نہیں تھا کہ مہاتما منشی رام جی کو جن کی ذات کے ساتھ ستیہ دھرم پرچارک وابستہ ہے۔ اپنے پرانے روگ کے باعث ہالندھر آنا پڑا۔ اپریشن کی وجہ سے وہ اس قابل ہرگز نہیں تھے۔ کہ پرچارک میں کوئی مضمون لکھ سکتے اگر عدم موجودگی میں جہاں پرچارک کے راستہ میں ڈاک خانہ وغیرہ کی طرف سے کئی دقتیں پڑے۔ وہاں وہ ایک خاص عرصہ تک مہاتما منشی رام جی کے لیکھوں سے قطعی خالی نکلتا رہا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس اثنا میں جتنے بھی لیکھ نکلے۔ وہ ردی تھے۔ یا پڑھنے کے لائق نہیں تھے نہیں ایسا ہرگز نہیں تھا۔ ان لیکھوں میں سے بعض بہت عمدہ تھے خاصکر پنڈت برھما نندجی کے اسٹرونومی پر جتنے بھی لیکھ نکلے۔ وہ بہت شکچھا دائک تھے۔ لیکن گھاٹا یہ تھا۔ کہ فہرست مضامین میں سمپادک کا نام کہیں بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے بہت سے مہاشے تو محض فہرست مضامین پر ہی نظر مارنے کی تکلیف گوارا کر کے اور اس میں مہاتما منشی رام جی کا کوئی لیکھ نہ پاکر پرچارک کو جوں کا توں بند کا بند پڑا رہنے دیتے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ پرچارک کے وہ ناظرین جو پرچارک کو محض مہاتما جی کے لیکھوں کی وجہ سے خریدتے یا پڑھتے تھے۔ اس کی طرف سے اور سین ہو گئے پرچارک کا سال ختم ہو گیا۔ جب وی۔ پی روانہ کئے گئے۔ تو ایک بڑی بھاری تعداد نے وی۔ پی لینے سے انکار کر دیا۔ پرچارک جیسے بڑے اخبار اور رسالہ بھی آریہ بھاشا کے اخبار کے خریداروں کی تعداد کا گھٹتے گھٹتے تیرہ چودہ سو تک آجانا اس بات کے لئے کافی ثبوت ہے۔ کہ وہ اپنے سال بھر کے لئے اخراجات کو کسی صورت میں بھی اتنے تھوڑے خریداروں کے سر پر نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس کے ایڈیٹر کو ۱۵ر جولائی ۱۹۰۸ء کے پرچہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, ...

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں پرچارک کا ویدک مریادا انوسار انتیشٹی سنسکار کا لیکھ لکھنا پڑا۔ جو شاید پرچارک کی تمام زندگی میں اپنی قسم کا سب سے پہلا لیکھ کہا جا سکتا ہے پرچارک اس بات کو وزن دار نہیں سمجھتا تھا۔ کہ ناظرین سے توسیع اشاعت کے لئے اپیل کی جاوے۔ ہمارے خیال میں پرچارک کی یہ اپیل سب سے پہلی اور آخری اپیل ہے۔ اس سے پہلے نہ کبھی ایسی اپیل ہوئی۔ اور نہ آیندہ ہوگی اور نہ ہونی چاہئے۔ ہم اس اپیل کو کئی بار پڑھ چکے ہیں۔ اور ہمیں شوک ہوتا ہے جبکہ ہم اس بات پر وچار کرتے ہیں کہ کیا ستیہ دھرم پرچارک کی عمر کا پیمانہ درحقیقت لبریز ہو چکا ہے اور کیا اب آئندہ سال سے ہم پرچارک کا نام "سورگ واسیوں" کی فہرست میں ہی دیکھا کرینگے۔ کیا گورو کل بھومی کی آب و ہوا ہی پرچارک کے لئے منحوس ثابت ہوئی۔ ایسے خیالات کی موجودگی میں ہمارے دل میں کئی دیگر خیالات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جو پرچارک کی موت کے نتائج کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ پرچارک کے بند ہونے سے آریہ سماج کو جس کی کہ یہ لگاتار گذشتہ بیس سال سے سیوا کرتا چلا آیا ہے اور جس کی کشتی کو اس نے بڑے آڑے وقتوں میں منجدھار میں سے نکالا ہے۔ کتنا نقصان پہنچیگا۔ اس کا اندازہ لگانا کٹھن ہے پرچارک ہی سب سے پہلا اخبار ہے۔ جس نے پنجاب میں آریہ بھاشا کے پرچار کے لئے ایک "خطرناک قدم" اٹھایا۔ پرچارک کے بند ہو جانیکا نتیجہ یہ ہوگا کہ آئندہ سالہا سال تک پنجاب میں کوئی شخص بھی آریہ بھاشا کا اخبار جاری کرنیکا حوصلہ نہیں کر سکیگا۔ اس سے آریہ بھاشا کے پرچار کو پنجاب میں جو صدمہ پہنچیگا۔ اس کی تلافی ایک مدت تک نہیں ہو سکیگی۔ پرچارک ہی ایک ایسا اخبار ہے جو شروع سے ہی آریہ سماج کی کشتی کو زمانہ کی بعض فوری لہروں میں بہ جانے سے بچاتا چلا آیا ہے اور جس نے ہمیشہ مکاری کے برخلاف آواز اٹھائی اور مکاری کی بنا پر صلح یا راضی نامہ کی جھوٹی سپرٹ کو کچلا۔ پرچارک نے آریہ سماج کو خطرناک پولیٹکس کی رو میں بہ جانے سے اس وقت روکا۔ جبکہ آریہ سماج کے ایک ایک ہیرو کے برخلاف جو کہ اس

Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جوش میں اندھا دھند بہتے چلے جا رہے تھے - آواز اُٹھانا جرم سمجھا جاتا تھا - ایسے نازک وقت میں پرچارک نے آریہ سماج کی رکشا کے لئے آواز اُٹھانا اور بدنام ہونا منظور کیا - مگر جوشیلے انسانوں کو پولیٹکس کی خطرناک چٹان سے آگاہ کیا جس کی طرف کہ وہ آریہ سماج کی کشتی کو لیجا رہے تھے - اور اُن کے سامنے سادھ پولیٹکس کا نقشہ پیش کیا - وہ گورو کل جس کی طرف اس وقت ہندو ماتر کی آنکھیں لگ رہی ہیں - اور جس نے ہندوستان کی تعلیمی دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا ہے - اس کو موجودہ حالت تک لے آنیوالا پرچارک ہی تھا - پرچارک نے کیونکر گورو کل کی تمام کمینہ مخالفتوں سے رکشا کی اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے - پرچارک کے اُپدیشوں نے کتنے نوجوانوں کو گرنے سے بچایا - اور کتنے گرے ہوؤں کو اُٹھایا - اور کتنے بیٹھے ہوؤں کو چلا دیا - اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے - سوشیل ریفارم کے میدان میں اگر کہنے کے علاوہ کر نیوالے کا نام ڈھونڈا جاویگا - تو شاید آریہ سماج کی تواریخ میں پرچارک کا نام سب سے پہلا نکلیگا - الغرض پرچارک اپنا خاص اہتماس رکھتا ہے - آریہ سماج کے لئے وہ دن درحقیقت ایک ماتم کا دن ہوگا جس دن پرچارک کا اعتیطی سنسکار ہوگا - اور پھر ہوگا بھی کہاں ؟ گورو کل بھومی میں - گنگا کے کنارے پر - ایک مسلمان شاعر نے کہا ہے - کہ دین جبار ی یا اسلام کا بیڑا تمام سمندروں کو عبور کرتا ہوا گنگا کے دہانے میں آکر ڈوب گیا - کیا ستیہ دھرم پرچارک کا بے باک بیڑا جس نے سخت سے سخت سمندروں کو چیر کر اپنا راستہ بنایا اور بنی نوع انسان کی عمدہ خدمات کیں - کیا وہ جیسا کہ اس کے سمپادک کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے - سچ مچ گنگا میں ہی ڈوب جائیگا - کیا پرچارک کا بیس سالہ پریوار جس میں ہزاروں انسان ایسے موجود ہیں - جنہوں نے پرچارک سے کسی نہ کسی قسم کا فیض ضرور پایا ہے - وہ اپنے پرچارک کے بیڑے کو گنگا میں ڈوبتے ہوئے دیکھکر خاموش تماشا دیکھتے رہینگے - کیا یہ ناشکر گذاری اور احسان فراموشی نہیں ہوگی کہ وہ پرچارک جس نے سینکڑوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو پاپ ساگر میں ڈوبنے سے بچایا۔ آج وہ مالی دقت کی وجہ سے خود ڈوبنے لگے۔ اور ہم سب لوگ تماشا دیکھتے رہیں۔ ہمیں شاید پرچارک کے ڈوبنے کا اتنا افسوس نہ ہوتا۔ اگر وہ کسی اور جگہ ڈوبنے کے لئے تیار ہوتا۔ لیکن اس کا گورو کل میں جاکر ڈوبنا اور گورو کل بھومی پر انتیشٹی سنسکار کے لئے تیار ہونا گورو کل پر موت کا دروازہ کھولنا ہے۔ جو کہ اس وقت تک قطعی بند رہا ہے۔ کیا ہم اس بات کو گوارا کرینگے۔ کہ گورو کل میں ہمارے بچوں کے لئے موت کا دروازہ کھولا جاوے گورو کل کے پریمی انسانوں! پرچارک نے گورو کل کی رکھشا کی۔ اور اپنا سب کچھ اس کے لئے سواہا کر دیا۔ آریہ سماج کے بہی خواہو! پرچارک نے آڑے وقتوں پر آریہ سماج کی رکھشا کی اور اس کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا۔ اب جبکہ اس کی اپنی ہستی معرض خطر میں پڑ گئی ہے ضرورت ہے کہ ہم اس کے ساتھ اپنے پریم کا پرمان دیں یہ انسانیت نہیں ہے کہ ہم اپنے قدموں کو پیچھے ہٹائیں۔ اور ہم سے جو کچھ بھی ہو سکتا ہو۔ اس کے لئے نہ کریں۔ پرچارک نے ہمیں تین ماہ کی مہلت دی ہے۔ گو مہلت کم ہے۔ تاہم ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اس تھوڑے سے عرصہ میں ہی اس کے دائرہ پریوار میں ایک ہزار انسانوں کو لے آئیں۔ ہم دھارن آدمیوں کو مخاطب کرنے کے علاوہ انڈر کے ناظرین کی توجہ کو بھی اس طرف پھیرنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہمیں پورن وشواس ہے۔ کہ وہ ستیہ دھرم پرچارک کے خریدار بننے اور بنانے میں کوتاہی نہیں کرینگے۔ دھرم پال

قابل تقلید مثالیں

۲۹ جنوری ۱۹۰۸ء کو ریاست لیچے گڈھ واقع بندیلکھنڈ کے مہاراجہ سر رنجور سنگھ بہادر نے اپنی ریاست میں شراب اور تمباکو کی وجہ سے اہلکاروں کو نکمتا ہوتے دیکھ یہ حکم نافذ کیا ہے کہ اگر ریاست کے اہل کار تین ماہ کے اندر اندر شراب اور تمباکو ترک نہیں

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرینگے - تو وہ نوکری سے برطرف کئے جائینگے - اور آئندہ کوئی بھی شراب یا تمباکو پینے والا شخص ریاست میں نوکری نہیں پا سکیگا - مہاراجہ بہادر کا یہ کام بہت ہی قابل قدر ہے - لیکن مہاراجہ رنجور سنگھ صاحب سے بڑھکر مہاراجہ صاحب سرمور کا کام زیادہ قابل تعریف ہے - آپ نے اپنی ریاست میں یہ قانون جاری کر دیا ہے - کہ اگر کوئی اٹھارہ سال سے کم عمر کا لڑکا تمباکو - سگرٹ - بھنگ - افیوم - شراب غرضیکہ کسی بھی نشہ کی چیز کا سوائے اس کے جو ڈاکٹر کی طرف سے بطور دوا کے دی گئی ہو اور کسی بھی شکل میں استعمال کرتا ہوا پکڑا جائیگا - تو اس کو تعزیرات دربار سرمور کے مطابق دس روپیہ تک جرمانہ یا پندرہ روز تک کی قید محض یا بارہ عدد بید کی سزا دی جائیگی - یا ان سزاؤں میں سے کئی ایک اکٹھی بھی دی جائینگی - ×××××××××××× لیکن منع کردہ اشیاء کے نوجوانوں کے ہاتھ بیچنے والے کو پچاس روپیہ تک جرمانہ یا ایک ماہ تک کی قید - یا وہ دونوں سزائیں ایک ساتھ دی جائینگی - ان دونوں مہاراجگان کا یہ کام بہت ہی قابل تقلید ہے - کاش ہمارے ملک کے دیگر مہاراجہ بھی اس طرف توجہ کریں -

برٹش گورنمنٹ کی مہربانی کی تازہ مثالیں

آجکل گورنمنٹ کی حالت اس مریض کی سی ہو رہی ہے - جو ایک لمبی بیماری کے باعث بہت ہی چڑچڑا اور کھسیانہ مزاج کا ہو گیا ہو - ایسے مریض قدرتاً ہر ایک کس و ناکس کو جو ذرا بھی ان کی مرضی کے برخلاف کلام یا اشارہ کرے - کھاؤں پھاڑوں کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں - گورنمنٹ کی کسی بھی حرکت پر نکتہ چینی کرنا گویا دیدہ و دانستہ بلا گلے لینا ہے - گورنمنٹ کی طرف سے آجکل اخباروں کے ایڈیٹروں کو جو سزائیں مل رہی ہیں - اگر ان کو ظلم کہا جاوے تو اندیشہ ہے کہ کہنے والے کی زبان کی بھی تلاشی نہ ہو جائے - لہذا بہتر یہی ہے - کہ ان سزاؤں کو بھی گورنمنٹ کی مہربانی ہی کہا جاوے - گورنمنٹ نے جو گذشتہ ماہ میں چند تازہ مہربانیاں کی ہیں ان میں سے سب سے بڑی مہربانی تو مسٹر چپ میرم پتے پر ہے - جن کو سڈیشن کے پوچار کے جرم میں عبور دریائے شور کی سزا ملی - اس سے دوسرا درجہ مسٹر شوکاہ

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن کو دس سال کے لئے عبور دریائے شور کا سرٹیفکٹ دیا گیا۔ بعد میں تلک مہاراج کی مثال ہے۔ جن کو علاوہ ایک ہزار روپیہ جرمانہ کے چھ سال کی عبور دریائے شور کی سزا ملی۔ کال کے ایڈیٹر کو ۱۹ ماہ کی سنگین قید اور روپے کے ایڈیٹر کو ۱۴ ماہ کی سنگین قید۔ سوراجیہ الہ آباد کے ایڈیٹر مسٹر شانتی نارائن کو تین سال کی سنگین قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ یوگانتر کا پرنٹر۔ جن پہلے ہی قید میں ہے ایک دوسرے جرم میں تین سال قید سنگین کا اور مستحق گردانا گیا ہے۔ یہ فقط جولائی ماہ کی کیفیت ہے۔ گذشتہ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ابھی معلوم نہیں گورنمنٹ کی طرف سے اور کس کس پر نظر عنایت ہوگی۔ افسوس۔ ہندوستان کے دماغ کا بہتر حصہ آج قید خانہ یا کالے پانی میں سڑنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بمبئی میں جو فساد ہو رہا ہے۔ اور درجنوں آدمی جس میں گولی سے مارے جا چکے ہیں۔ اور سیکڑوں زخمی کئے گئے ہیں۔ وہ اور بھی قابل افسوس ہے۔

کپتان ڈاکو

آریہ مسافر بابت جون ۱۹۰۸ء کا نمبر مذکورہ بالا مضمون سے پڑھا لگایا ہے اس میں دیو سماج کے شریمان پنڈت دیورتن جی مہاراج کی کتاب بنام آریہ سماج کی دینی کتب میں خوفناک جرموں اور گناہوں کی تعلیم کا جواب دیا گیا ہے کپتان ڈاکو کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے مصنف مہاشہ پانی پتی جی نے نام کرن سنسکار میں بڑی لیاقت سے کام لیا ہے۔ شریمان دیورتن جی نے جس طرح ستیارتھ پرکاش وغیرہ پستکوں میں سے ادھورے۔ اور ادھر ادھر سے کاٹ کر اور اپنے مطلب کے فقرے بنا کر آریہ سماج پر تہمت جرم لگائی ہے اس کی کماحقہ پڑتال کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر بددیانتی۔ بے ایمانی۔ شرارت۔ اور دھوکہ دہی کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ایک سو ایک نمبر مقرر کئے جائیں۔ اور شریمان دیورتن کی کتاب کو اس کا اپنا امتحانی پرچہ سمجھا جاوے۔ اور پانی پتی مہاشہ کو شریمان دیورتن کی

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Digitized by eGangotri

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کتاب کو اس کا اپنا امتحانی پرچہ سمجھا دے۔ اور پانی پتی مہاشہ کو ممتحن قرار
دیا جاوے۔ تو شریمان دیورتن جی اس امتحان میں ۹۹ ½ نمبر پاکر بڑی
کریڈٹ کے ساتھ پاس شدہ سمجھے جائینگے۔ آدھا نمبر محض اس لیے
جاویگا۔ کہ بعض جگہ وہ صفائی سے ہاتھ نہیں مار سکے۔ ہمیں افسوس ہے
کہ پانی پتی مہاشہ نے محض تحقیقی جواب پر ہی اکتفا کیا ہے۔ چاہیئے تھا جو
ایک تحقیقی جواب ہوتا۔ وہاں اس کے ساتھ دس بارہ الزامی جواب بھی
جاتے۔ تاکہ ایک دفعہ تو دیورتن کی بھی بول جاتی۔ اور وہ پھر کبھی ایسی
کی شرارت کرنے کا حوصلہ نہ کرتا۔ خیر ضمیمہ ہمارے سپرد سہی۔ کپتان ڈاکٹر
پر قیمت درج نہیں ہے۔ غالباً اس کی قیمت وہی ہوگی۔ جو کہ آریہ مسافر کی
ایک کاپی کی ہوتی ہے۔ کتاب بہت عمدہ ہے۔ جن جگہوں میں دیوسماجیوں
سے واسطہ پڑتا ہو۔ وہاں اس کی متعدد کاپیاں ضرور پہنچنی چاہئیں۔ ہمیں
امید ہے۔ آریہ مسافر کے ایڈیٹر مہاشہ بیچ بیچ میں ایسے لوگوں سے پھر بھی
شیک ہینڈ کرتے رہینگے۔ کیونکہ یہ تو برساتی گھاس ہے۔ جب تک انکی
حجامت ہوتی رہتی ہے۔ تو اچھے رہتے ہیں۔ لیکن ذرا ان کی خبر لینا
چھوڑ دو۔ تو یہ فوراً بھوت مولا بن جاتے ہیں۔ نگاتے رہنا چاہیئے۔ مگر ذرا گرم
گرم۔ ہنٹر۔

کچھ اپنے بارے میں

میری گذشتہ ڈھائی ماہ کی غیر حاضری میں جس کا بہت سا حصہ کالکہ
میں گذرا بہت سے خطوط بلا جواب پڑے رہ گئے۔ ان میں سے بعض میرے
اپنے بارے میں تھے۔ بعض میں اندر کی چھپائی وغیرہ کی شکایت تھی۔ چھپائی
کے بارے میں میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جس قسم کی مشکلات کے اندر سے اندر
رہا غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ وہ بند نہیں ہوا۔ وجہ سال کے اخیر میں بتاؤنگا دیوسماج
کا استقبالہ ڈپٹی کمشنر نے خارج کر دیا تھا اس کی نگرانی کیگئی ہے۔ جس پر دستخط کرکے
نگرانی کی تاریخ ۱۳ اگست مقرر ہوئی ہے۔ اگر مقدمہ چل پڑا تو ناظرین کو مطلع کیا جائیگا

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۳

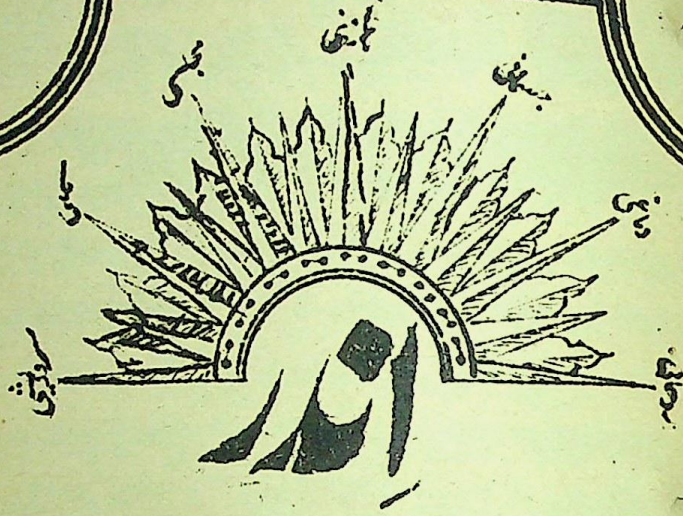

اِندر

جلد سوم | ڈبل ستمبر سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۹

مسٹریز اف دی کورٹ اف شری دیو گورو بھگوان اینڈ ہز مونیتی دیو سماج

المعروف بہ

خدائی بمب

ایڈیٹر۔ دھرم پال۔ بی۔ اے لاہور

سالانہ قیمت ۳ ر۔ ممالک غیر ۵ شلنگ۔ فی پرچہ ۶ ر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر کے دس احکام

۱- فروری ۱۹۰۸ء سے اِندر بجائے دس تاریخ کے ہر ماہ کی یکم کو شائع ہوتا ہے۔ ناظرین اس تبدیلی کو نوٹ کر لیں ✦

۲- اِندر نمونہ کی رسم کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ نمونہ کے شوقینوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مارچ ۱۹۰۸ء سے اِندر کا پرچہ بطور نمونہ کسی کو ۴ر کے ٹکٹ یا ۴ر کا وی پی آنے کے بغیر روانہ نہیں کیا جاتا۔ فیصلہ شدہ

۳- بعض اصحاب اس خیال پر وی پی واپس کر دیتے ہیں کہ جو پرچہ اُن کے مذاق مطابق نکلیگا ۴ر کے ٹکٹ بھیجکر منگوا لینگے۔ آئندہ کے لئے اُن کے واسطے بھی وہی شرط ہے جو کہ نمونہ کے شوقینوں کے لئے ہے ✦

۴- ہر ایک خط جس نمونہ طلب کیا گیا ہو۔ مگر شرط نمبر ۲ پوری نہ کی گئی ہو۔ بلا تامل چاک کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کا فضول خط کوئی صاحب بھیجنے کی تکلیف نہ اُٹھائیں ✦

۵- تبدیلیٔ پتہ کی اطلاع یا پرچہ کی گمشدگی کی شکایت کے ساتھ اگر چٹ کا نمبر نہ لکھا ہو تو سمجھو کہ خط دفتر میں آنے کے ساتھ ہی چاک کر دیا جائیگا۔ اُسکی کوئی تعمیل نہیں ہوگی اور نہیں ہوتی ✦

۶- پرچہ کی گم شدگی کی اطلاع اسی مہینہ میں آنی چاہئے۔ اگر دوسرے یا تیسرے ماہ میں کی جاویگی۔ تو پرچہ کسی صورت میں بھی روانہ نہیں کیا جاتا۔ ایسی صورت میں فائل کو مکمل رکھنے والوں کو ۴ر کے حساب سے پرچہ مل سکتا ہے ✦

۷- ہر ایک وی پی جو واپس آتا ہے بلا تامل رجسٹر میں سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ یہ مطلق نہیں پوچھا جاتا کہ وی پی کیوں واپس کیا گیا۔ خواہ خریدار نے اپنی مرضی سے واپس کیا ہو یا ڈاکخانے والوں کی غلطی سے پرچہ فوراً بند کر دیا جاتا ہے۔ تاوقتیکہ خریدار دوبارہ اجرا کی درخواست نہ کرے ✦

۸- اِندر کے دفتر کا انتظام مکمل ہے۔ تمام خطوط اور شکایتوں کی باقاعدہ تعمیل کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ تعمیل کی شرائط کے اندر ہوں ✦

۹- یہ ضروری نہیں کہ اِندر کا ایڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کے ساتھ کلیتہً اتفاق رکھے یا باہر سے آئے ہوئے تمام مضامین کو اندر میں جگہ دے۔ یا واپس کرے۔ تاوقتیکہ مضمون نگار مضمون کی واپسی کے محصول کا ذمہ وار نہ ہو ✦

۱۰- اِندر ان قواعد کا پابند ہے باقاعدہ وقت پر نکلتا ہے۔ اُس کے ناظرین کو بھی اس کے قواعد کا خیال رکھنا چاہئے۔ تاکہ فضول خط و کتابت میں کسی کا بھی ہرج نہ ہو ✦

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

ڈبل ستمبر سنہ ۱۹۰۸ء

خدائی بمب

تمہید

انگلستان نے چرچ آف روم کے جوئے کو کندھے سے اُتار کر پروٹسٹنٹ ازم کی پناہ لی۔ پوپ کی طاقت کو ہمیشہ کے لئے کچل دیا گیا۔ مگر پھر بھی بیچ بیچ میں پروٹسٹنٹ فرقے کے لوگوں میں ان بن ہوتی رہی۔ اور چند فروعی اختلافات کی بنا پر اُن میں نئے سے نئے فرقے پیدا ہوتے گئے۔ جو کہ اُن آرٹیکلز آف فیتھ یا عقائد میں سے بعض کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ جو کہ سٹیٹ کی طرف سے لازمی قرار دئے گئے تھے۔ ایسے لوگوں کو ڈس سنیٹرز کہا جاتا تھا۔ ابتدا میں ان لوگوں کے ساتھ بڑی سختی کا سلوک کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کو اپنی عبادت کرنے کی بھی کھلی اجازت نہیں تھی۔ تقریر اور تحریر کی آزادی کا تو کہنا ہی کیا تھا۔ جب ان لوگوں کے ساتھ سختی حد سے زیادہ ہونے لگی۔ تو بعض سمجھ دار انسانوں نے پارلیمنٹ میں اس سوال کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُٹھایا۔ کہ ڈس سینٹرز لوگوں کو ضمیر کی آزادی دی جاوے۔ چنانچہ اس مقصد میں
کامیابی حاصل کرنے کے لئے بل اف ڈس سنٹرز کئی بار پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا
اور اُس کو کئی دفعہ زک کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان شکست خوردہ بلوں میں سے ایک بل
وہ تھا۔ جو کہ ۱۷۷۲ء یا ۱۷۷۳ء کی پارلیمنٹ میں پیش ہُوا۔ اس بل کے پاس ہونے
کے حق میں انگلینڈ کے مشہور عالم تقار مسٹر اڈمنڈ برق نے ایک ایسی فصیح
تقریر کی۔ کہ یہ بل تمام نچلے طبقات میں سے پاس ہوتا چلا گیا۔ مگر ہوس ان
لارڈس میں جا کر رہ گیا۔ یہ تقریر پڑھنے کے لائق ہے۔ مگر اس تقریر میں سے ہم
جن فقرات کا یہاں پر ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ برق کے وہ فقرات ہیں۔ جو کہ اُس
نے ناستکوں کے بارے میں استعمال کئے ہیں۔ برق کا بیان ہے۔ کہ "تم ہر ایک ایسے
مذہب کو بلا لحاظ اس کے کہ وہ عیسائی ہے یا غیر عیسائی مگر جو خدا میں اعتقاد رکھتا
ہو۔ تقریر اور تحریر کی آزادی دیدو۔ لیکن خبردار! کسی ایسے فرقہ کو جو ناستکوں
کا فرقہ ہو۔ اور جو خدا کی ہستی سے منکر ہو۔ کبھی بھی ایسی آزادی مت دو۔ میں
چاہتا ہوں۔ کہ جہاں ہر ایک خدا پرست فرقہ کے ضمیر کی عزت کی جاوے۔ وہاں
ناستکوں کی قطعی بیخ کنی کر دی جاوے۔ کیونکہ ناستک پن ایک زہر ہے۔ جو کہ
سوسائٹی کی نیکیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ اور سوسائٹی کو ایک ظالمانہ اور پُر از
خطر صدمہ پہنچاتا ہے۔ جس سے کہ سوسائٹی چُور چُور ہو جاتی ہے۔ میں دیکھ رہا
ہوں۔ کہ اس ملک میں اس قسم کے زہر کا آغاز ہو گیا ہے۔ ہم سب کو مل کر
اس کی بیخ کنی کرنی چاہیئے۔ ناستک پن ایک قسم کا بیسوا پن ہے۔ جو کہ انسانوں کو خدا
سے باغی کر کے تباہی کی طرف لے جاتا اور سوسائٹی کا ستیاناس کر دیتا ہے" اڈمنڈ
برق کا یہ خیال ہمیں بالکل راستی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ ہم یورپ اور امریکہ کے
اندر اُن خوفناک جرموں اور خودکشیوں کی روز افزوں تعداد کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ جو کہ
ناستکتا کی بدولت وقوع میں آرہے ہیں۔ جس دل میں سے خدا کا ڈر اُٹھ جاتا ہے
وہ خدا جو کہ اعمال نیک و بد کی جزا و سزا دینے والا ہے۔ وہ دل کیا کچھ خرابی نہیں
کر سکتا۔ اور نہیں کرتا۔ اس قسم کی بدکرداریوں کی بدولت سوسائٹی تباہی کے منہ
میں جانے سے نہیں رُک سکتی۔ بقول برق ہر ایک شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ

CC-0. Gurukul Kangri

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناستک پن کی زہر کے برخلاف جنگ کرے۔ اور اُس کی جڑ اُکھاڑے۔ جن لوگوں نے ہماری اُن تمام تحریروں کو پڑھا ہے۔ جو کہ ہم نے دیو سماج جیسی ناستک منڈلی کے بارے میں شائع کی ہیں۔ وہ برق کے قول کی صداقت کو محسوس کر سکتے ہیں۔ اور جان سکتے ہیں۔ کہ کیونکر ایک ایک ناستک بڈھا قبر میں پاؤں لٹکا کر اور بڑا بھاری واعظ کہلا کر بھی گردن زدنی افعال کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اور کیونکر ایک ایک ناستک دوسرے کی گردن اڑانے کے لئے تیار دیکھا گیا ہے۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر ناستک پن انسان میں بعض ایسی رذیل خصلتوں کو نشو و نما دیتا ہے۔ جو کہ وحشی حیوانوں کا خاصہ ہیں۔ ان خصلتوں میں سے ایک خصلت انتقام کی خصلت ہے۔ تم ذرا ناستکوں کی منڈلی پر نظر مار کر دیکھو۔ اور تم کو پتہ لگیگا۔ کہ وہ جنگل کے شیر۔ بھیڑیوں۔ درندوں کی طرح سادہ لوح انسانوں کا خون پینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ تم اُن کو انتقام کی مجسم تصویر پاؤ گے۔ اس قسم کی ایک تصویر ہم "لاہوری پاکھنڈی" نامی کتاب میں دکھا چکے ہیں۔ اس تصویر کے دیکھنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ اس شخص نے کیونکر ایک ایک بے گناہ کو گویا کچا چبا جانے کے لئے گردن زدنی کرتوتیں کی ہیں۔ جس شخص نے اپنی سگی بہن کا ناک کاٹنے سے بھی دریغ نہ کیا ہو۔ وہ اگر دوسروں کو خواہ مخواہ اذیت پہنچانے کے درپے ہو۔ تو تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ میں نے ان مردم آزار انسانوں کی پاکھنڈ چوکڑی کے شرمناک پاکھنڈوں مکاریوں۔ بدکاریوں اور دیگر شرمناک کرتوتوں کو طشت از بام کرنا مناسب سمجھا۔ اور طشت از بام کیا۔ جب ان بزدلوں۔ گیدڑوں کے پاس کوئی جواب نہ رہا۔ تو یہ عدالت میں بھاگے گئے۔ تاکہ اپنے انتقام کے شیطانی جذبہ کی سیری کریں۔ اس وقت تک میری طرف سے جس قدر صف شکن تحریریں نکلی ہیں۔ یہ پاکھنڈی لوگ ان میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دے سکے۔ اور ان پاکھنڈیوں کی جن بدکاریوں کو اُن کے اپنے ہی بیان کے مطابق میں نے پبلک میں رکھا۔ وہ ان سے انکار نہیں کر سکے۔ اور نہیں کر سکتے۔ اس وقت تک میں نے ان لوگوں کی نہایت ہی ناپاک زندگیوں کا اور ان کے اندرونی چال چلن کا جو خاکہ پبلک میں پیش کیا ہے۔ وہ بڑا سخت عبرتناک ہے۔ اور ہر ایک ایسے شخص کو جو کچھ بھی سمجھ رکھتا ہو

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناستکتا کے گناہ آلودہ گڑھے میں گرنے سے بچانے کے لئے مددگار ہو سکتا ہے۔ میں نے سمجھا تھا۔ کہ کافی ہنٹر پڑ چکے ہیں۔ اب یہ لوگ انسانوں کی طرح چلینگے لیکن نہیں۔ یہ منتقم مزاج۔ سیاہ دل اور مکروہ چلن کے انسان بدستور سابق انتقام پر تلے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں جو استغاثہ میرے برخلاف دائر کیا تھا۔ اُس کو ڈپٹی کمشنر نے ۹۔ مارچ ۱۹۰۸ء کو خارج کر دیا لیکن ان شترکینہ انسانوں کو اس پر صبر نہیں آیا۔ بلکہ اُنہوں نے آگے چلکر ہاتھ پاؤں مارے۔ اور نگرانی کی درخواست کی۔ اس درخواست کا نتیجہ کیا نکلیگا۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خیر نتیجہ کچھ ہی نکلے۔ لیکن اس وقت میں اتنا بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ یہ لوگ اس قدر انتقام کے بھوکے کیوں ہو رہے ہیں۔ محض اس لئے کہ دھرم پال کو اگر ذرا سی بھی سزا ہو جائے۔ تو ہم کو ناچنے کودنے کا موقع مل سکے بہت اچھا صاحب! ایسا ہی سہی۔ میرے دوستوں نے جن کی صلاح لے کر چلنا میں بعض حالتوں میں ضروری سمجھتا ہوں۔ لاہوری پاکھنڈی کے نکلنے کے بعد مجھے صلاح دی۔ کہ بس اب قلم رکھ دو۔ چنانچہ میں نے قلم رکھ دیا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں نے "اندر" کے گزشتہ ایک دو پرچوں میں ان بدکرداروں کا کوئی نوٹس نہ لیکر اپنے بعض ناظرین کو سخت ناراض کر لیا۔ اور بعض نے دھمکی بھی دی۔ کہ اگر دیو سماج کے برخلاف کچھ نہیں لکھا جاویگا۔ تو ہم اندر بند کر دینگے لیکن میں اس قسم کی دھمکیوں کی کبھی پرواہ نہیں کیا کرتا۔ خواہ تمام خریدار یک دم اندر کی خریداری سے ہاتھ اُٹھا لیں۔ مگر افسوس۔ بلکہ شرم کہ دیو گورو بھگوان کے اندر جو انتقام کی آگ جل رہی تھی۔ اور جو سولن پہاڑ پر جا کر بھی نہ بجھی۔ اس نے امر سنگھ کو پھر مجبور کیا۔ کہ وہ استغاثہ کی نگرانی کروائے۔ اور جس طرح ہو مقدمہ چلائے۔ چنانچہ مجھے جب اس بات کا علم ہوا۔ کہ میرے نام سمن جاری کئے گئے ہیں۔ تو میں کلکتے سے چل کر گورو کل ہوتا ہوا سیدھا لاہور پہنچا۔ لاہور میں اگرچہ سخت گرمی تھی۔ تاہم میں نے ان پاکھنڈیوں کی سرکوبی کے لئے ایسی گرمی میں بھی لاہور رہنا مناسب سمجھا۔ اب قابل غور بات یہ ہے۔ کہ یہ پاکھنڈی لوگ تو عدالت کا سہارا لے بیٹھے۔ ہم کس چیز کا سہارا لیں۔ کیا ہم بھی عدالت

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں بھاگے جائیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں پرماتما کا سہارا لیتا ہوں۔ اور اس کے بعد اپنے قلم کا سہارا لیتا ہوں۔ میرے قلم نے ہمیشہ وفاداری سے میرا ساتھ دیا ہے۔ جب ہی مجھے ضرورت پڑی ہے۔ میرے قلم نے چمک کی طرح انتقام سے اندھے ہوئے ہوئے مستانی جیسے دشمن کے مستک پر قدم جمادئے ہیں۔ اور ایسا تان کر نیزہ مارا ہے۔ کہ اس کے دانت حلق میں کرادئے ہیں۔ میں نے سمجھ لیا تھا۔ کہ دشمن دانت توڑوا کر بھاگ گیا ہے۔ اب تعاقب فضول ہے۔ لیکن گیدڑ پھر لوٹ پڑا میرے نزدیک بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب کرنا بزدلی ہے۔ لیکن جب دشمن میدان میں نکل آئے تو اس کا مقابلہ نہ کرنا بھی بزدلی ہے۔ پس اب جبکہ یہ پاکھنڈی لوگ عدالت کی مدد لے کر پھر میدان میں آنے لگے ہیں۔ تو میرا فرض ہے۔ کہ میں ان کا جواب دوں لیکن میرا جواب عدالتی جواب نہیں ہوگا۔ بلکہ قلمی جواب ہوگا۔ عدالتوں میں آج کل بڑے بڑے آدمیوں کو بھی سزائیں مل رہی ہیں۔ اس لئے تعجب نہیں کرنا چاہیئے اگر میں عدالت میں ہار جاؤں۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ کہ میرا قلم بدکاروں کی سرکوبی کرنے سے ہار جائے۔ میں اڈمنڈ برق کے قول کو صحیح مانتا ہوں۔ اور جانتا ہوں کہ ناستکتا ایک زہر ہے۔ جو انسان کو انسانیت سے گرا دیتا ہے۔ اور سوسائٹی کو تباہ کر دیتا ہے۔ دیوسماج میں دیوگورو کی آنکھوں کے سامنے دھرم کے نام سے اور خدا کے برخلاف جہاد کے نام سے کیسی کیسی سیاہ کاریاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا کسی قدر خاکہ پیچھے کھینچ چکا ہوں میرا یہ پختہ یقین ہے کہ دیوگورو ایک مکار انسان ہے۔ اور دیوگورو کے پنڈے پجاری لوگوں کو خواہ مخواہ دھوکہ دے رہے ہیں۔ دھوکہ بھی دھرم کے نام سے۔ میرا فرض ہے کہ میں پبلک کو حتی المقدور اس قسم کی ہر ایک مکاری سے خبردار کروں۔ یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ بعض صلح جو صاحب میرے ان مضامین سے اتفاق نہ کریں لیکن میں صلح جوئی کے قطعی برخلاف ہوں۔ مکاری کو کچلنا چاہیئے خواہ اس کے کچلنے میں انسان خود بھی کچلا جاوے۔ اندر کے بعض ناظرین اعتراض کرینگے۔ کہ تمہارے مضامین اُن جگہوں کے لئے تو مفید ہو سکتے ہیں۔ جہاں دیوسماج کے آدمی ہوں۔ لیکن ہم جو امریکہ میں ہیں یا افریقہ میں ہیں۔ یا یورپ میں ہیں یا خود ہندوستان کے ہی ایسے حصوں میں ہیں جہاں دیوسماج کا نام تک بھی نہیں سنا کیا ہمارے لئے ان مضامین کا کیا فائدہ۔ بیشک تمہارا اعتراض کسی قدر ٹھیک ہے۔ لیکن ان مضامین سے تم

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس بات کا اندازہ لگا سکو گے کہ ناستکتا کیسا زہر ہے۔ اور وہ انسان کو کیسا اندھا کر دیتا ہے گے
تمہارے شہر میں اس قسم کی پلیگ کا کوئی کیڑا ہو۔ تو تم اپنے شہر کو اس سے ڈس انفکٹ
سکتے ہو۔ اگر تمہارے سامنے کوئی ناستک گاڈلیس موریلٹی (اخلاق بلاخدا) کی ڈینگ مارے
تو تم اُن کے سامنے اِن گاڈلیس (بے خداؤں) انسانوں کی موریلٹی کو پیش کر سکتے ہو۔ جو
کہ اپنے آپ کو دیوتا تسلیم کر رہے ہیں۔ میں ان تمام مضامین میں تم کو یہی دکھانا چاہتا ہوں
کہ خدا کو چھوڑ کر انسان کی زندگی کیسی پاپ کی زندگی ہو جاتی ہے۔ میں نے اس سلسلہ
مضامین کے پہلے نمبر کا نام اگنی دوسرے کا نام آسمانی گولہ تیسرے کا نام لاہوری پاکٹ
رکھا تھا۔ اب اس چوتھے نمبر کا نام خدائی بمب رکھتا ہوں۔ مجھے اس بات کے بتانیکی ضرورت
نہیں۔ کہ بمب ایک ایسی خطرناک چیز ہے۔ جس سے بعض اوقات مرد تو ایک طرف عورتوں کے
بھی سراڑ جاتے ہیں۔ اور کئی بیگناہ مارے جاتے ہیں۔ میں عورتوں کی دل سے عزت
کرتا ہوں۔ خواہ وہ کسی طبقہ اور کسی مذہب کی ہوں۔ اگر خدائی بمب میں کسی جگہ عورتوں
کا ذکر آئیگا۔ تو میں ان کا نام قطعی ظاہر نہیں کرونگا۔ کیونکہ میرا مطلب عورتوں کے برخلاف
قلم اُٹھانا نہیں ہے بلکہ ان پاکھنڈی انسانوں کے پاکھنڈ کو توڑ کر یہ دکھانا ہے کہ جو عورتیں
ان کے پنجے میں پھنس جاتی ہیں۔ انکی شہادت کیا کہتی ہے۔ میں عام طور پر دیو سماج کے
مردوں اور عورتوں کی اخلاقی حالت پر روشنی ڈالکر اس بات کو ثابت کرونگا کہ آیا اڈمنڈ برق
کا قول ٹھیک ہے یا نہیں۔ آخر میں میں اس کتاب کے نام کے لئے ناظرین سے معافی
مانگتا ہوں۔ معافی اس لئے۔ کہ جس وقت میں نے خدائی بمب کا اعلان کیا تھا۔ اس
وقت بنگال میں بمب کے متعلق کوئی شور و غل نہیں تھا۔ اس وقت بمب ایک بڑی
خطرناک چیز ہو گئی ہے۔ اور گورنمنٹ نے اس کے برخلاف سخت قانون بنا دیا ہے اس قانون
کو دیکھ کر میرا ارادہ تھا۔ کہ میں نام بدل دوں۔ ایسا نہ ہو گورنمنٹ مجھے اس بمب اندازی کے
لئے کالے پانی بھیجدے۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ اگر میرا خدائی بمب پکڑا بھی گیا اور اس کا
کیمیکل امتحان بھی ہوا۔ تو اس میں سے سوائے کاغذ سیاہی اور حروف کے اور کچھ نہیں
نکلیگا۔ پس میں چھوٹ جاؤنگا۔ بنا بریں میں نے نام تبدیل کرنیکی ضرورت نہیں سمجھی
امید ہے۔ برٹش گورنمنٹ میرے خدائی بمب پر "ایکس پلوسو ایکٹ" عائد نہیں کریگی اور
دیو گورو بھگوان یا اُس کے بھگت پولیس کو میرے دفتر میں پکڑ ایسٹ کی تلاش کے لئے نہیں
لے آئینگے۔ اچھا اب سنجیدگی سے بات کرنی چاہیئے

دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہلا فقرہ

دیوگورو اور اس کے بعض چالباز دام افتادہ اپنی اشتہار بازی سے لوگوں کو جس قدر دھوکہ دیتے ہیں۔ اُس کا تھوڑا سا نمونہ میں اگنی وغیرہ تحریروں میں دکھا چکا ہوں۔ یہ دکاندار لوگ بڑے چکنے چپڑے سائن بورڈ دکان پر لگا کر بیچارے سیدھے سادے لوگوں کو پھانستے اور مکڑی کی طرح اُن کا خون چوستے ہیں۔ ان لوگوں نے ایک چھوٹا سا پمفلٹ چھپوا رکھا ہے۔ جس کا نام "دیوسماج۔ بانی۔ تعلیم۔ طریق دخلہ اور کام" ہے۔ اس میں جہاں ایک طرف دیوگورو جیسے پاکھنڈی انسان کو جو کہ اپنی سگی بہن کا ناک کاٹنے۔ اپنے محسن اوستاد کے پیسے چرانے اور جوا کھیلنے کے علاوہ راتوں تک بدمعاشوں کے پاس سونے کا اقراری ہو۔ بانس پر چڑھایا گیا اور اُس کو لاثانی بتایا گیا ہے۔ وہاں دوسری طرف چند موٹے موٹے پاپ کرموں کی تفصیل بھی لکھی ہے۔ کہ جو شخص دیوسماج میں آنا چاہتا ہے۔ وہ کم از کم ان پاپوں سے بری ہو کر آسکتا ہے۔ یہ پمفلٹ بطور سوال جواب کے لکھا گیا ہے۔ ان پاپوں کا ذکر کرنے کے بعد جگیاسو اور دیودھرمی کی آپس کی بات چیت بدیں الفاظ درج کی گئی ہے:۔

جگیاسو۔ یہ تو بہت ہی نرالا کام ہے ایسا کام تو پہلے کسی مہاپرش نے نہیں کیا +

دیودھرمی۔ جی نہیں۔ شری دیوگورو بھگوان مکمل دھرم کی جن طاقتوں کو لے کر ظاہر ہوئے ہیں۔ ان کی یہ طاقتیں جیسی غیر معمولی ہیں۔ ویسے ہی ان کا کام اور اس کے پھل بھی غیر معمولی ہیں۔ آپ ساری دنیا میں کوئی مذہبی جماعت ایسی نہیں دکھا سکتے۔ کہ جس کے سب کے سب ممبر مذکورہ بالا قسم کے گناہوں سے بچے ہوئے ہوں +

جگیاسو۔ بے شک نہیں۔ ہاں دنیا کی اور مذہبی سوسائیوں کے ممبروں کا ان کل گناہوں سے بری ہونا تو کہیں رہا۔ بہت سی صورتوں میں تو مختلف مذاہب کے بانی اور راہنما تک بھی ان کل گناہوں سے پاک نہیں پائے جاتے +

دیودھرمی۔ اس میں کیا شک ہے۔ (دیکھو پمفلٹ مذکور صفحہ ۱۰) +

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اب اس تحریر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ گویا دیو سماج کے تمام ممبر اُن دس پاپوں سے بچے ہوئے ہیں۔ جن کی کہ اس پمفلٹ میں تعداد بتائی گئی ہے۔ ان پاپوں میں سے ایک پاپ "چوری" ہے۔ گویا ہر ایک دیوگورو کا بھگت ایسا دیوتا ہے۔ کہ وہ کبھی چوری نہیں کرتا۔ لیکن میری تحریروں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ان لوگوں میں کس کس قسم کے چور موجود ہیں۔ ان لوگوں کا یہ دعوے کہ ان کی سوسائٹی کے سب کے سب ممبر اُن دس پاپوں سے بچے ہوئے ہیں۔ جن کے کہ بعض ہادیان دین بھی مرتکب پائے جاتے ہیں۔ ایسا جھوٹا اور لغو دعوے ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں ہے۔ باوجود اُن مثالوں کے جو کہ میں پہلے دے چکا ہوں۔ میں اب اور مثالیں دونگا۔ اور دکھلاؤنگا۔ کہ یہ لوگ کس قدر سیاہ کار۔ مکار۔ بدکار۔ جھوٹے اور دروغ گو ہیں۔ اور کہ ان میں کس قسم کی سیاہ کاریاں اور بے ایمانیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور پھر یہ لوگ کیونکر ڈھیٹھ بن کر دوسرے لوگوں کو اور اُن کے ہادیان دین کو ان پاپوں کا مرتکب بتاتے ہیں۔ جن کے یہ خود مرتکب ہیں۔ لو ذرا دیکھو ان کے دعوے کی حقیقت اور ان کے پاکھنڈ کی اصلیت۔ دیوگورو کی ایک بہت پرانی چیلی جو کہ سالہا سال تک دیوگورو کے عین چرنوں کے نیچے یعنی دیوگورو اوپر کی منزل میں اور وہ نچلی منزل میں رہتی تھی۔ اور دیوگورو کی جیوتی اور شکتی سے رات دن مالا مال ہوتی رہتی تھی۔ وہ اپنے ایک خط میں لکھتی ہے:۔

"..... کہاں تو لوگ آپ کے پوتر گھر میں آکر اوچ بننے اور اپنے کئے ہوئے پاپوں کے وکاروں کو دور کرنے کا یتن کریں۔ کنتو میں مہا ملین ایسے پوتر دربار میں رہنے کے دنوں میں کیا کچھ نیچ کرم کرتی رہی ہوں۔ ہائے ان پاپوں کی میل کس پرکار دھلیگی۔ اور کس پرکار میرے جیون میں کوئی بہتری آئیگی۔ میں نے تو اپنے آتما کا آپ ہی خون کیا ہے۔ اس لئے بہت دکھی ہوں آپ میرے لئے منگل کامنا کریں۔ کہ کسی پرکار میری گتی بہتری کی طرف ہو۔ میں کہیں اسی پرکار ایسی ردی حالت میں سڑ گل کر ختم نہ ہو جاؤں۔ ....."

اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ دیوگورو کے "پوتر دربار" میں رہ کر بھی انسان کیا کیا پاپ کرتے رہتے ہیں۔ ان پاپوں میں سے جس پاپ کا دیوگورو کی

CC-0. Gurukul K

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس چیلی نے ذکر کیا ہے۔ وہ اگلے خط میں یہ الفاظ لکھتی ہے:۔

"..... میں نے ..... جی کے صندوق میں سے ایک دھوتی ململ کی۔ ایک فیتوں والی قمیص اور کچھ کھانے کی چیزیں چرائی تھیں۔ ....." اچھا صاحب! دیوگورو کی بھگتنی کی یہ تو پہلی چوری ہوئی۔ اب وہ دوسری جگہ نقب لگاتی ہے اور لکھتی ہے" ..... جی کے صندوق میں سے ایک دیسی دھوتی۔ ایک قمیض دیسی کپڑے کی۔ اور ایک دیسی گبرون کا آدھا یا پونا گز کا ٹکڑا نکالا تھا۔ اور ایک دفعہ دکان سے روپے آئے تھے۔ اور ..... جی نے ان کو صندوق میں رکھ کر تالا نہیں لگایا تھا۔ اس میں سے میں نے ایک روپیہ نکال لیا تھا ....." یہاں یہ بتا دینا شاید خالی از دلچسپی نہیں ہوگا۔ کہ یہ سب چوری شری دیوگورو کے عین قدموں کے نیچے دیوگورو کے اپنے ہی گھر میں ہو رہی ہے۔ اور دیوگورو بے خبر ہے۔ یہاں تک کہ جس روپیہ کے چرانے کا ذکر ہے۔ وہ غالباً دیوگورو کے لڑکے کا روپیہ تھا۔ مگر اسی پر بس نہیں۔ اب ذرا تیسری چوری دیکھئے۔ آپ لکھتی ہیں" ..... دوسری دفعہ پھر اُن کی صندوقڑی میں سے چار آنے نکالے تھے۔ اور تیسری دفعہ دو آنی تو اُن کی صندوقڑی میں رکھ دی اور اس کی جگہ چوانی نکال لی۔" واہ! وا! کیسا بڑھ کر ہاتھ مارا۔ اور پھر وہ بھی دیوگورو کے گھر میں۔ دونی تو رکھ دی۔ اور چوانی چورالی۔ سبحان اللہ بڑی سیانی عورت ہے۔ ناظرین! ابھی ذرا آپ اور آگے چلئے۔ دیوگورو کی جیوتی سے بھرپور ہو کر یہی دیوگورو کی چیلی پھر لکھتی ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو جو تھی نقب زنی کا:۔

"شریمتی ..... جی کا ایک صندوق اندھیری کوٹھڑی میں رہتا تھا اُس کی چابی ..... جی کی چابیوں کے گچھے میں رہا کرتی تھی۔ میرے سامنے ..... جی نے وہ صندوق کھولا۔ اور میں نے دیکھ لیا۔ پھر ایک دفعہ ..... جی کی جاکٹ میں سے جو کہ اس سمے انہوں نے اتار کر رکھ دی تھی۔ چابیوں کا گچھا نکال کر تالا کھولا۔ اور ململ کی تین قمیصیں جو کہ اُنہوں نے اپنی لڑکی کے لئے بنا کر رکھی تھیں۔ نکال لیں۔ ان کے بھن ایک کھلی باہوں کا کرتہ بھی جو کہ میرے ماپ کا تھا نکال لیا۔"

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناظرین! آپ کے سامنے دیوگورو کی ایک پکی سیوکا کی چار چوریوں کے واقعات رکھے جا چکے ہیں۔ لیکن کیا چار پر ہی بس ہو گئی۔ ہرگز نہیں۔ دیوگورو کے بھگت جب چوری پر اتر آتے ہیں۔ تو بیدھڑک ہو کر چوری کرتے ہیں۔ کیونکہ ناستک ہونے کی وجہ سے اُن کو خدا کا تو ڈر ہی نہیں رہتا۔ جیسا کہ میں پچھلی تحریروں میں دکھا چکا ہوں اب ذرا اس سیانی عورت کی پانچویں چوری کا ملاحظہ کیجئے:۔

"شریمتی ..... جی ..... کے پُرانے سکول میں رہا کرتی تھیں۔ جب ایک بار وہ لاہور گئیں اور ان کے صندوقوں کی چابیاں جو .... کے پاس رہتی تھیں۔ اس نے بھول سے تالا کھلا چھوڑ دیا۔ تب میں نے اس میں سے ایک ململ کے تھان میں سے ایک چادر کے لئے تین گز کپڑا پھاڑ کر نکال لیا۔ اور اس میں جو بہت ساری اون پڑی ہوئی تھی۔ اُس میں سے کچھ اُون بھی نکال لی۔ پھر ایک دفعہ ہم نے مٹھیاں بنائیں۔ اُن مٹھیوں کو آدھا آدھا کر کے بانٹ لیا۔ اس کے بعد اُن کی جو مٹھیاں تھیں۔ ان میں سے میں نے کچھ نکال لیں۔ ایک دفعہ وہ دیسی صابون لاہور سے لائی تھیں۔ اس میں سے ایک بڑی چکی اُٹھالی"۔ مگر کیا اسی پر بس ہو گئی۔ نہیں اب ذرا آپ اس سیانی چیلی کی چھٹی چوری کا ملاحظہ کیجئے۔ ایک دوسرے خط میں وہ اپنی دوسری چوری کی چیزوں کا بدیں الفاظ اقرار کرتی ہے۔"..... میں نے آپ کی بہت ساری چیزیں چرائی ہیں ..... وہ چیزیں یہ تھیں۔ تین چھوٹے کرتے۔ تین جالی کے رومال۔ ایک ململ کی رنگی ہوئی چادر کچھ ململ کے ٹکڑے یاد نہیں کتنے شاید سب ٹکڑے تین گز کے قریب ہونگے کچھ سودیشی کپڑا۔ لال اور سفید دھاری والا۔ جس کے میں نے تین کرتے بنائے تھے۔ اور ایک گز کے قریب ایک اور کپڑا۔ ان کپڑوں کے بھن کھانے کی چیزیں تو میں نے بہت دفعہ اٹھائی ہیں۔ اُن کا کچھ اندازہ میرے سامنے نہیں ہے۔ اس لئے کچھ بتا نہیں سکتی۔ کہ کتنی چیزیں میں نے کھائی ہیں"۔ اب اوپر کے سارے بیان کو پڑھکر کون شخص ہے۔ جو یہ نہیں کہیگا۔ کہ جب دیوگورو کے اپنے گھر میں ہی چوری ہوتی رہتی ہے۔ تو دیوگورو کے بھگت دوسروں کے گھروں میں نقب لگانے کے موقع کو کب ہاتھ سے جانے دیتے ہونگے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ اُن کی اس قسم کی شرمناک

CC-0 Gurukul K

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کپڑوں کا پتہ نہ لگے۔ اب ذرا اُن تمام چیزوں کی جو کہ اس دیوگورو کی چیلی نے چرائیں ایک فہرست تیار کیجئے۔ دیکھئے تو یہ فہرست دیوگورو کی آرتی کی طرح کتنی لمبی ہوتی ہے :-

پہلی چوری :- ململ کی دھوتی ایک عدد + قمیص ایک عدد +
کھانے کی چیزیں = کل تعداد تین عدد +

دوسری چوری :- دیسی دھوتی ایک + قمیص ایک + دیسی گبرون +
ایک روپیہ = کل تعداد چار عدد +

تیسری چوری :- چار آنے + چار آنے پھر = کل تعداد دو عدد +

چوتھی چوری :- قمیص ململ تین عدد + کرتہ ایک = کل چار عدد +

پانچویں چوری :- ململ کے تھان سے ایک ٹکڑا + اون + مٹھیاں +
صابون دیسی ایک عدد = کل چار عدد +

چھٹی چوری :- کرتہ ۳ عدد + رومال ۳ عدد + چادر ململ ایک عدد
ململ کے ٹکڑے ۲۱ عدد + سودیشی کپڑا + ایک اور کپڑا + کھانے کی چیزیں بے تعداد
اور ان گنت = کل ۱۰ عدد جمع آن گنت کھانے کی چیزیں +

تعداد کل اشیاء مسروقہ :- پہلی چوری + دوسری چوری - تیسری چوری +
چوتھی چوری + پانچویں چوری + چھٹی چوری ۱۰ + جمع لا = کل تعداد ۲۸ جمع لا +
ان اٹھائیس چیزوں میں کھانے کی وہ چیزیں شامل نہیں ہیں جن کی تعداد
ان گنت ہے۔ پس دیوگورو کی اس دھوتی چور چیلی کی چوری کے مال کے لئے مفصلہ ذیل
فارمولا بنا :- $3+4+2+4+5+10+\ldots(x)$ infinite
$= 28 + x$ (Infinite).

چونکہ اس فارمولا میں ایکس کی طاقت لامحدود ہے۔ اس لئے دیوگورو کی چیلی کی
چوری بھی لامحدود ہوئی۔ چونکہ دنیا میں آج تک لامحدود چوری کبھی نہیں سنی
گئی۔ بنابریں یہ چوری الاثانی چوری سمجھی جانی چاہئے۔ چونکہ دیوگورو اپنے آپ کو
لاثانی مانتا ہے۔ اس لئے اُس کے بھگت بھی جب چوری کرتے ہیں۔ تو لاثانی ہی
کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے ایسے دھوتی چوروں کے دعوے بھی اپنے جھوٹ اور نبوت

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں لاثانی سمجھنے چاہیں۔ پس دیوگورو کا یہ دعوے کہ اس کے ادنے سے ادنے اسیوک بھی اُن پاپوں سے بچے ہوئے ہیں۔ جن کا کہ اُس نے اپنے پمفلٹ میں ذکر کیا ہے اپنی مکاری۔ پاکھنڈ۔ دھوکہ دہی۔ جھوٹ۔ لغویت اور شرارت کے لحاظ سے قطعی لاثانی اور لاجواب ہے۔ اور ایسے لاجواب دعوؤں کو بیخ و بن سے اکھاڑ لے کے لئے میری یہ تحریر بھی قطعی لاثانی اور لاجواب ہے۔ ان بسکٹ چوروں اور دھوتی چوروں میں کسی کا حوصلہ ہو۔ تو وہ اس تحریر کا جواب دے۔ اس لاثانی چوری کا مفصل ذکر دیوگورو کی پنڈاپوتھی جیون پتھ بابت ماگھ سمت ۱۹۶۳ میں درج ہے۔ جس کی مرضی ہو "دو پیسے دیکر" دیوآشرم میں جاکر دیکھ لے ۔

شرم بلکہ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ کہ ایسے ایسے دھوتی چور۔ بسکٹ چور۔ پاکھنڈی انسان پھر بھی دنیا کی نظر میں دھول ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ناظرین! مردوں کی حالت آپ نے اگنی میں ملاحظہ کر لی۔ اُن کی عورتوں کی حالت کا اندازہ اس تحریر سے لگا لیجئے۔ اور پھر بتائیے۔ کہ کیا اڈمنڈ برق کا قول ٹھیک معلوم ہوتا ہے یا نہیں۔ کہ ناستکتا زہر ہے۔ جو کہ سوسائٹی کو کھا جاتی ہے۔ اس کا زندہ نمونہ دیوسماج موجود ہے۔ اس کے مردوں اور عورتوں کی حالت جس قدر قابل رحم ہے۔ وہ میری تحریروں سے ظاہر ہے۔ افسوس! آج اس قسم کے پتت انسان مجھ پر چوری کا الزام لگانے دوڑتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اپنے گھر میں اس قسم کے دھوتی چور رات دن موجود رہتے ہیں۔ جو چوری پر چوری کرتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اگر ایسے لوگوں کو عدالت میں گھسیٹا جاوے۔ تو ان پر فرد جرم نہیں لگیگی؟ ایسے ایسے جرم کرتے ہوئے بھی ان لوگوں کا یہ دعوے کرنا کہ اس سماج کے ادنے سے ادنے سیوک بھی اُن پاپوں سے بچا ہُوا ہے۔ جو کہ دنیا کے رشی منی یا ہادیان دین کرتے تھے۔ سخت دھوکہ بازی اور پاکھنڈ ہے۔ پبلک بہبودی کی خاطر اس پاکھنڈ کا بھانڈا پھوڑنا ہر ایک بہی خواہ انسان کا فرض ہے۔ اب ذرا آگے تماشا دیکھئے ۔

CC-0. Gurukul K...

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرا فقرہ

جس پمفلٹ کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اسی پمفلٹ کے صفحہ ۱۳ پر دیو دھرمی جگیاسو کو یہ کہہ رہا ہے :-

دیو دھرمی :- "شری دیوگورو بھگوان میں مکمل دھرم کی جن طاقتوں کا ظہور ہوا ہے۔ وہ جیسے لاثانی ہیں۔ ویسے ہی اُن کے پھل بھی لاثانی ہیں۔ اس لئے مختلف قسم کے فرضیات پر مبنی مت چاہے وہ "سناتن" کے نام سے پکارے جاویں۔ اور چاہے "ایشور وکت" کے نام سے۔ وہ اس قسم کے نرالے پھل کبھی پیدا نہیں کر سکتے"

اس سے ظاہر ہے۔ کہ دیوگورو اپنے آپ کو تو لاثانی کہتا ہی ہے۔ لیکن اُس کے پنڈے بھی لاثانی پھل ہیں۔ اگر یہ سچ ہے۔ کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو ہمیں دیوگورو کے پہچاننے کے لئے اس کے پیدا کردہ سب سے بڑے بڑے پھلوں کی ایک ایک دو دو پھانکیں چکھ لینی چاہئیں۔ تاکہ اُس کے دعوے کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے۔ میں اگنتی میں دیوگورو کے سب سے بڑے پھل بلکہ کاشی پھل یا کدو جتنا سفید سر رکھنے والے بھائی امر سنگھ کا نمونہ پیش کر چکا ہوں۔ کہ وہ ریل گاڑی میں کیا کر رہا تھا۔ یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ امر سنگھ پر دیوگورو کی جیوتی اور شکتی نے سب سے زیادہ دیر تک عمل کیا ہے۔ گویا امر سنگھ اس لاثانی بیل کا پہلا پھل ہے۔ یاد رکھو۔ یہاں بیل کے بیجے وہ نہیں ہیں جو کہ گائے کے صاحب لوگ کے ہوتے ہیں۔ اب اگر امر سنگھ کو اس بیل کا لاثانی پھل مانیں۔ تو ہم یہ کہینگے۔ کہ جس بیل میں ایسے ایسے پھل لگتے ہیں۔ وہ خود کیسی گندی بیل ہوگی۔ امر سنگھ کا خط ظاہر کر رہا ہے۔ کہ دیوگورو کا مذکورہ بالا دعوے قطعی جھوٹ اور پاکھنڈ ہے۔ بلکہ اصلیت وہی ہے۔ جو کہ میں ظاہر کر رہا ہوں۔ مگر میں ذرا یہاں نمونے پر دہلا مار کر دکھاتا ہوں۔ تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔ مگر میں بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے دیوگورو کی طرح کبھی جوا نہیں کھیلا۔ نہ ہی میں نے کبھی تاش کھیلی ہے۔ نہ ہی میں جانتا ہوں۔ کہ تاش کیونکر کھیلا کرتے ہیں۔ میں نے صرف اتنا سن رکھا ہے۔ کہ تاش کے پتوں میں سے

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک پتے پر نو نقطے ہوتے ہیں۔ اس کو نہلا کہتے ہیں۔ دوسرے پر دس نقطے ہوتے ہیں۔ اُس کو دہلا کہتے ہیں۔ اگر نہلے پر دہلا مارا جاوے۔ تو دہلا جیت جاتا ہے۔ معلوم نہیں یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے۔ دیوگورو تو خوب جُوا کھیلتا رہا ہے۔ اگر میرا خیال غلط ہو۔ تو وہ درست کرلے۔ امرسنگھ کی چٹھی تو ہوئی نہلا۔ اب اس کے گورو بھائی کا دہلا دیکھئے۔ مگر پیشتر اس کے کہ میں کسی شخص کو اس کے اصلی رنگ و روپ میں پبلک میں ظاہر کروں۔ میں یہاں پر دیوگورو بھگوان کی پنڈا پوتھی میں سے ایک چٹھی نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے :۔

"ہے جیون جیوتی کے ادوتیہ سوریہ! آپ کی جننی پرم ہتکر جیوتی مجھے پراپت ہوتی ہے۔ اتنا ہی اُس میں اپنی ملن۔ ادھم۔ اندھ اور اتی بھرانتی پری پورن اوستھا کا پتا لگتا ہے۔ اور اپنا آپ مہا نیچ اور ہین اور بہت بھولا بھٹکا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ایسا ایک ایک وار جی میں آتا ہے۔ کہ پیروں سے لے کر سر تک اپنی ساری کھلڑی ادھیر ڈالوں۔ پر نتو ہائے اس سے بھی کیا ہوگا! روگ بہت اندر ہیں۔ بہت گہرے ہیں۔ کھلڑی تو ایک طرف بھیتر کی انتڑیاں بھی نکال کر پھینک دوں۔ اور رکت بھی نکال ڈالوں۔ تو بھی اُن سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا! ہے بھگون! میری پرکرتی۔ میری ملنتا تو آپ کی شکتی روپک بجلی سے ہی بدلیگی۔ اور جب ساری میل اچھی پرکار دُھلیگی اور خوب دُھلیگی۔ خوب صاف ہوگی۔ تب ہی میرا کلیان ہوگا۔ تب ہی میرے بھیتر آپ کا دھرم روپ چمک سکیگا اور میری آنترک پرکرتی کچھ سندر اور رکھنے کے لائق بن سکے گی۔ ہے بھگون! کسی پرکار میرا نیچ روپ کٹ جائے۔ بھگون! مجھے آگ میں جھونک دو۔ مجھے لوہے پر تپا دو۔ میری کھال اُدھیڑ دو۔ میرے اوپر کوئی جادو کر دو۔ ہائے! جیسے ہو۔ جس طرح ہو۔ میرا نیچ روپ بدل دو۔ میری گندی میلی۔ نکمی۔ من مکھ۔ اندھی پرکرتی نکال دو۔ بھگون! نکال دو۔ نکال دو +

میں بہت اندھا۔ میں بہت دھوکے میں۔ ہے ناتھ! میں نے بہت دھوکا کھایا۔ میں نے سمجھا میں شبھ کاریہ کر رہا ہوں۔ میں اوروں کا ہت کر رہا ہوں۔ میں نے سمجھا میرے بھیتر اوروں کے لئے زوردار شبھ کامنائیں اُٹھ رہی ہیں۔ میں

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سمجھا میں اپنے لئے نہیں اوروں کے لئے جیتا ہوں۔ ہائے! میں مہا موڑھ۔ مہا نیچ۔ مہا اگیانی نہ سمجھا۔ کہ میں جن کا جاپ کرتا ہوں وہ بھوتنے مجھ پر سوار ہوتے جاتے ہیں۔ وہ نیچ وجود ہیں اور میں اُس جاپ سے جیون داتا کے ٹکٹ نہیں کٹتا اُن نیچ جیووں کے ٹکٹ ہوتا جاتا ہوں۔ میرے دل پر اُن کا ادھیکار ہوتا جاتا ہے۔ میں اُن کے ہاتھوں میں بکتا جاتا ہوں۔ اور اُن کے خوش اور پرسن دیکھنے کے لئے اپنے جیون سروت سے وِمُکھ۔ گمراہ۔ اور دور ہوتا جاتا ہوں اپنے جیون بھنڈار سے پرے جا رہا ہوں۔ اُن کی آگیائیں بھنگ کرکے اپنی موت سہیڑ رہا ہوں۔ اور اپنی نیچستا کے پکھشپات میں جو اُلٹی دلیلیں اور چنتائیں گھڑ رہا ہوں۔ اُن سے اپنا اور بھی ناش کر رہا ہوں۔ اور اپنا آپ میلا۔ کالا۔ دُربل اور گندا اور داس اور بندھوا بنا رہا ہوں۔ ایک بار نہیں اینک بار۔ ایک انگ میں نہیں۔ انیک انگوں میں۔ ایک درشن میں نہیں۔ انیک درشوں میں۔ میں نے آپ سے وِدوھ پرکار سے وِمُکھ۔ وِرُدھ۔ آپ سے کاٹنے والی۔ پھاڑنے والی چنتائیں کی ہیں۔ ہائے ہائے میرا کیسے بھلا ہوگا۔ میں نے آپ کی اوبھچارنی بھگتی کا لیکھ بھی پڑھا۔ آپ نے بہت بڑی اپار کرپا کرکے اپنے پوتر ہاتھوں سے مجھے وہ لیکھ دیا تھا۔ پر نتو ہائے میں مہا نیچ آپ کا اوبھچاری بھگت کبھی بھی نہ بنا! نہ بنا!! اور بھیتر اپنے نیچ اہنگ اور نیچ وجودوں کی مورتیاں کھڑی کیں۔ اُن کی پوجا کی۔ پوجا کرکے رس حاصل کرتا رہا۔ اور اپنے آپ کو چتر۔ آزاد۔ شکھشک۔ سیوا کاری۔ ہتکاری او ہو کیسے کچھ من موہن روپ میں سمجھتا اور paint کرتا رہا۔ ہائے! کیسا دھوکھا! بہت بڑا دھوکھا!! غضب کا دھوکا!!! ہے ناتھ! میری رکھشا کرو۔ میں بہت بھولا۔ بہت بھٹکا۔ بہت دھوکا کھایا۔ آپ کو بھی دھوکا دیا۔ لوگوں کو بھی دھوکا دیا۔ ہائے! ہائے! اس دھوکے کو دیکھ کر روتا ہوں۔ اپنا آپ پیٹتا ہوں۔ کدھر جاؤں۔ کیا کروں۔ شریر کے پیٹے سے کچھ نہیں بنتا۔ بھیتر کا روپ جلدی نہیں بدلتا ہے بھگون!

کدھر جاؤں کہاں جاؤں نہیں کوئی ٹھکانا ہے
تیرے بن ہے میرے بھگون! نہیں کوئی ٹھکانا ہے
تیرے بن اے میرے مالک مجھے کون آشرا دیوے؟
پرندل کا تیرے بن نہیں کوئی آشیانہ ہے

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ میں اپنا بنا کوئی نہ تھا میرا بھی بن سکتا تیرے بن ہے میرے ستگورو انہیں کوئی لیکا ہے
ہے بھگون! میری سہائتا کرو۔ میری رکھشا کرو۔ جیوتی آنے سے اپنا آپ بہت
خوفناک دکھائی دیتا ہے۔ یہ میرا روپ جل جاوے میں آپ کا سیوک پریمک بن
سکوں۔ ہے ناتھ! کرپا کرو۔"

اے ناظرین! یہ خط جو لفظ بلفظ اوپر درج کیا گیا ہے۔ دیوگورو کے ایک
بھگت کا ہے۔ اس کا نام کیا ہے۔ یہ ابھی نہیں بتایا جاویگا۔ اس خط پر جرح کرنے
سے مفصلۂ ذیل باتیں برآمد ہوتی ہیں:۔

اول۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس خط کے لکھنے والے نے کوئی ایسا مہاپاپ کیا
ہے۔ کہ جس کی یاد اُس کو سخت دکھی کر رہی ہے۔ کیونکہ پاپ ہی دکھ کا کارن ہے۔

دوم۔ اس خط کا لکھنے والا اس پاپ کی سزا میں اپنی کھال تک ادھیڑ
ڈالنے کے لئے تیار ہے۔

سوم۔ وہ اپنے گورو سے التماس کرتا ہے۔ کہ اس کو آگ میں جھونک
دیا جاوے۔ یا لوہے سے تپا دیا جاوے۔

چہارم۔ ہم جانتے ہیں کہ سمرتی کاروں نے زندہ آگ میں جلانے یا لوہے کی
استری تپا کر اس سے جلا دینے کی سزا زناکاروں کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔

پنجم۔ سوال یہ ہے کہ اس خط کے لکھنے والے نے کونسا ایسا گناہ کیا ہے کہ جس
کی پاداش میں وہ زندہ آگ میں جلائے جانے یا لوہے سے تپائے جانیکی استدعا کرتا ہے۔

ششم۔ چٹھی کی اگلی عبارت بتاتی ہے۔ کہ اس شخص کا کسی کے ساتھ
تعلق تھا۔ جس کو وہ اب بھوتنا اور نیچ وجود کہہ رہا ہے۔

ہفتم۔ وہ بھوتنا یا نیچ وجود اس پر سوار رہتا تھا اور اس شخص نے اس کی
مورت کو اپنے دل میں ستھاپن کر رکھا تھا۔ جو کہ بقول دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب
ذرا گردن جھکائی دیکھ لی۔ وہ اس تصویر کو دل میں جگہ دئے ہوئے تھا۔

ہشتم۔ وہ ان نیچ وجودوں کی پوجا کرتا تھا اور اسکو اس سے رس ملتا تھا۔

نہم۔ وہ دیوگورو کا بھگت تھا۔ مگر ایک وبھچاری بھگت تھا۔

دہم۔ اُس نے نہ صرف دیوگورو کو دھوکہ دیا۔ بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی دھوکہ دیا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یازدہم۔ اس قسم کی شرمناک کرتوتیں کرکے بھی وہ اپنے آپ کو چتر۔ آزاد۔ شکشک۔ سیوا کاری۔ ہتکاری سمجھتا تھا ٭

دوازدہم۔ وہ اُن نیچ وجودوں کے ہاتھ میں بکتا جاتا تھا۔ اور اُن کا غلام بندھوا ہوتا جاتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ ٭

اب ان تمام امورات کو اور دیوگورو بھگت کے اپنے بیان کو سامنے لاکر ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ یہ شخص دھوکہ باز تو اول درجہ کا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا کسی ایک یا بہت سی عورتوں کے ساتھ تعلق بھی تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ وہ تعلق جائز تھا یا ناجائز۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ جہاں جائز تعلقات ہوتے ہیں۔ وہاں گو باہر کے لوگ ان تعلقات پر کسی قسم کی بدگمانی ظاہر کریں۔ لیکن اگر دل صاف ہوں اور کسی قسم کی میل درمیان میں نہ ہو۔ تو فریقین میں سے کسی کو بھی وہ اندرونی لعنت پھٹکار نہیں ہوا کرتی۔ جو کہ ایک پاپی آتما کو اُس کے اپنے ہی اندر سے پڑا کرتی ہے۔ جس وقت ہم دیوگورو کے بھگت کو نہایت ہی خوفناک عذاب میں مبتلا پاتے ہیں اور اسے اپنے آپ کو نہایت ہی میلا۔ گندہ۔ پاجی کہتا ہوا سنتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس کے اُس کو یہ کہتا ہوا سنتے ہیں۔ کہ اس کے دل پر نیچ وجودوں کا ادھیکار رہا۔ جو اس کو نہ صرف نیچے کی طرف ہی لے گئے۔ بلکہ اُس کو نیچے جانے میں ایک قسم کا رس آیا۔ تو ہم قدرتاً اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ اور ہر ایک سمجھدار انسان اسی نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ دیوگورو کے بھگت کا جو تعلق اُن وجودوں کے ساتھ تھا وہ جائز نہیں تھا۔ بلکہ قطعی ناجائز تعلق تھا۔ اس ناجائز تعلق پر پردہ ڈالنے کے لئے اُس نے اپنے ہی بیان کے مطابق اپنے آپ کو ایک ایسے روپ میں پینٹ کیا۔ کہ جس کے ذریعہ اُس نے اپنے گورو کو بھی دھوکہ دیا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی دھوکہ دیا۔ یا بالفاظ دیگر اس نے الٹی پلٹی دلیلیں دے کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ کہ اس کا اُن وجودوں کے ساتھ ناجائز تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ اس کا ناجائز تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ پس اس ناجائز تعلق کو جائز یا دھرم گت تعلق ظاہر کرکے جیسا کہ اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس نے اپنے گورو کو اور دوسرے لوگوں کو بھی دھوکہ دیا۔ اگر دیوگورو کے اس بھگت کا ان وجودوں کے ساتھ دھرم گت

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعلق ہوتا۔ تو اس کا آتما اس کو اس قدر لعنت نہ ڈالتا۔ نہ ہی وہ زندہ آگ میں جلائے جانا پسند کرتا۔ نہ ہی اس کو یہ کہنے کی ضرورت پڑتی۔ کہ میں نے گورو کو اور دوسرے آدمیوں کو بھی دھوکہ دیا۔ ایک طرف جب ہمارے سامنے سمرتی کاروں کا یہ قانون آتا ہے۔ کہ زناکار کو زندہ آگ میں جلادو۔ یا لوہے سے تپا کر مار ڈالو۔ دوسری طرف جب ہم دیوگورو بھگت کو اسی سزا کے لئے استدعا کرتا ہؤا پاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اس کا بعض وجودوں کے ساتھ جن کو کہ وہ اب نیچ وجود کہہ رہا ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت اس کو نیچ وجود پر تیت نہیں ہوتے تھے۔ جبکہ اُن سے اُس کو نیچ رس ملتا تھا۔ جیسا کہ بھائی امرسنگھ کو بیل گاڑی میں ملا۔ کوئی تعلق تھا۔ جو کہ ناجائز کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتا تو ہم قدرتاً اس نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ وہ ضرور اس فعل کا مرتکب ہؤا ہوگا۔ کہ جس کی پاداش میں وہ اس وقت زندہ جلائے جانے کو منظور کرتا ہے۔ لیکن ایک بات اور رہے جو کہ فیصلہ چاہتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ وجودوں سے مراد کیا ہے۔ آیا اندر کی خراب باتیں یا خارجی وجود۔ خط سے ظاہر ہے۔ کہ آہنکار کا بیان علیحدہ کیا گیا ہے۔ مگر یہ خارجی وجود کیا تھے۔ جانور تھے۔ لڑکے تھے عورتیں تھیں یا کیا تھے۔ کہ جن کی مورتیوں کو اس نے اپنے دل میں جگہ دی۔ اور نیچ رس پایا۔ دیوگورو بھگوان کے بڑے پھل کو زیادہ گناہ سے بچانے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم آخری جنس کو ہی وجود مانیں۔ کیونکہ پہلی صورت میں وہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ اب یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ جو شخص غیر عورتوں کے ذریعہ نیچ رس پاتا ہے۔ وہ خواہ کسی طرح ہو۔ اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ کہ وہ دوسروں کے کیرکٹر پر حملہ کرے۔ لیکن جس وقت ہم دیوسماجیوں کے اخبار جیون تت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہم اس کو اس قسم کے حملوں سے بھرا ہؤا پاتے ہیں۔ ہم نے اگنی میں دیورتن اور کنور جیدیو سنگھ کی جو خط و کتابت درج کی تھی۔ اس میں دیورتن نے بڑے داؤ پیچ سے اپنا سر چھڑانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اوپر کی چٹھی میں جس کو ہم نے لفظ بہ لفظ نقل کر دیا ہے۔ اس کا سر عین اچھی طرح پھنسا ہؤا ہے۔ کیا یہ شرم کا مقام نہیں ہے۔ کہ دیورتن خود ایسا کیرکٹر رکھ کر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس کی بدولت وہ زندہ آگ میں جلایا جا سکتا ہے۔ خدا پرستوں کی ذاتی کمزوریوں پر حملہ کرے۔ اگر مذکورہ بالا چٹھی دیورتن کی نہیں ہے۔ تو ہم اس کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ بتائے۔ کہ پھر یہ کس بدمعاش کی ہے۔ تاکہ اُس کو زندہ آگ میں جلانے یا لوہے سے تپانے کی تیاری کی جاوے۔ اور اُس کی کھال ادھیڑی جاوے۔ اس کی انتڑیاں نکالی جاویں۔ کیونکہ وہ خود ہی یہ سزائیں لینے کے لئے تجویز کرتا ہے۔ دیورتن ہمارے سوالوں کا جواب دینے سے ہمیشہ پہلوتہی کرتا رہتا ہے۔ امید ہے۔ ہمارے اس سوال کا جواب وہ ضرور دیگا۔ کہ جیون پتھ میں مذکورہ بالا چٹھی کس کی ہے۔ اس کی ہے۔ یا دیوگورو کے کسی دوسرے وبھیچاری دھوکہ باز بھگت کی۔ یہ چٹھی جیون پتھ بابت بیساکھ سمت ۱۹۶۳ میں درج ہے۔ جس کی مرضی ہو۔ دو پیسے دیکر دیو آشرم میں جاکر وبھیچاری بھگت کا ملاحظہ کرسکتا ہے۔ اب کیا یہ شرم کا مقام نہیں ہے۔ کہ جس دیوسماج میں اس قسم کے دراچاری ہوں۔ جو اپنے گورو کو بھی دھوکہ دینے سے باز نہ آتے ہوں۔ اور جو اس قسم کی بدکاریوں کے مرتکب ہوتے ہوں۔ جن کی سزا میں وہ آگ میں جلائے جاسکتے ہوں۔ اس دیوسماج کے دیوگورو کا اپنے آپ کو لاثانی اور اپنے پھلوں کو لاثانی کہنا کس قدر دھوکہ بازی اور شرمناک پاکھنڈ ہے۔ اگر وبھیچاری اور دھوکہ باز انسان خدا کی ہستی کو مٹانے کی طاقت رکھتے ہوتے۔ تو اب تک خدا کبھی کا مرگیا ہوتا۔ مگر کیا کبھی وبھیچاری انسان بھی پرماتما کے ساتھ جنگ کرکے فتح پاسکا کرتے ہیں۔ وہ پرماتما کے ساتھ اس لئے جنگ کیا کرتے ہیں۔ تاکہ اُن کے سامنے سے یہ خوف دور ہوجائے۔ کہ پرماتما ہمارے کرموں کا پھل داتا ہے۔ اور ان کو وبھیچار آدی پاپ کرنے کی کھلی چٹھی مل جائے۔ کیونکہ اس صورت میں ان کے سر پر ان کے نزدیک کوئی سزا و جزا کا دینے والا نہیں ہوگا اگر دیوگورو کے لاثانی پھل ایسے ہی اس کے وبھیچاری سیوک اور دھوکہ باز بھگت ہیں۔ تو سمجھ لو خود دیوگورو کیا ہوگا۔ اور اس کے تمام دعاوی کیسے پاکھنڈ کا مجموعہ ہیں۔ یہی دھوکہ باز بھگت آج مجھ پر چوری کا الزام لگانے دوڑتے ہیں۔ ہنٹر تمہاری بوتھی پر۔ ڈوب مرو نالائقو +

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیسرا فقرہ

دیوگورو اور اُس کے بھگتوں کا بڑا دعوےٰ یہ ہے۔ کہ دیوگورو کی جیوتی اور شکتی کے عمل سے جن گھروں میں پہلے اشانتی تھی۔ وہاں اب شانتی آگئی ہے چنانچہ جگیاسو کے جواب میں وہی پمفلٹ والا دیودھرمی لکھتا ہے :-

دیودھرمی۔ جن گھروں میں پہلے مذکورہ بالا قسم کے گناہ پھیلے ہوئے تھے جن کنبوں کے آدمی ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی جھگڑے اور بے اعتباری کے باعث ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے کے ہاتھ سے بڑے بڑے دُکھ پاتے تھے۔ اور ایک ایک بار ایک دوسرے کا خون کرنے یا نہایت دُکھی ہو کر خودکشی تک کرنے کے لئے دوڑتے تھے۔ وہی گھر اب شری دیوگورو بھگوان کی دھرم شکتیوں کے اثر سے شانتی اور سکھ اور ایک دوسرے کے لئے پیار اور بھلائی کا مقام بن رہے ہیں۔ (پمفلٹ مذکور صفحہ ۱۱) ٭

جن لوگوں نے اگنی کا مطالعہ کیا ہے۔ اور اس میں دیوگورو کے کٹر بھگتوں کی شرمناک اقدام قتل کی وارداتوں کو دیکھا ہے۔ وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ دیوگورو کے پنڈوں کا مذکورہ بالا بیان کیسا جھوٹ اور لغو ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے۔ کہ دیوگورو کا ایک ایک بھگت دوسرے بھگت کا گلا کاٹنے کے لئے دوڑ پڑا ہے۔ ایک دوسرے کو مار ڈالنے کے درپے ہو گیا ہے۔ ہاں! یہ سچ ہے۔ کوئی طاقت اس بیان کی تردید نہیں کر سکتی۔ برعکس اس کے دیوگورو کے بھگتوں کا اوپر والا بیان جس قدر جھوٹ پاکھنڈ اور مکاری کو لے کر ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ مگر اسی پر بس نہیں اب ذرا اس گورو کی دھرم شکتیوں کا تھوڑا سا حال اور سُن لیجئے۔ اور پھر اندازہ لگائیے۔ کہ جس صورت میں خود دیوگورو پر ہی اس کے چیلے چپاٹے وار کرنے سے باز نہ آتے ہوں۔ تو وہ دوسروں کے ساتھ تو کیا بھلائی کرتے ہونگے۔ دیکھو دیوگورو کی ایک پرانی چیلی اپنے گورو کو کیا لکھتی ہے :-

"بھگون! میں وہ اپرادھن ہوں۔ کہ جس نے آپ جیسے پرم ہتکاری کو کئی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ورش تک روگی اوستھا میں بھی کلپایا۔ اور دکھ دیا ہے۔ ہاں میں وہ راکچھسی ہوں کہ جس نے آستین کا سانپ بن کر آپ جیسے مہاہنکاری کو کئی بار ڈسا ہے اور آپ اُس کے زہر سے ایک ایک بار لبِ مرگ پہنچ گئے ہیں۔ اوہ! باہر کے لوگوں سے تو آپ کو مخالفت اٹھانی ہی پڑتی ہے۔ پرنتو میں آپ کی سمبندھی کہلا کر بھی کس قدر ردّی ثابت ہوئی۔ کئی سال آپ کے شری چرنوں میں رہی ..... پرنتو آپ کے سمبندھ میں اُلٹی گتی رکھ کر اور دش چنتا کے چکر میں پڑ کر میں نے اپنے آپ کو مہا نیچ بنا لیا۔ آپ کے پرتی جو شردھا اور سیوا کا اونکر میرے بھیتر کبھی کبھی پھوٹا بھی تھا۔ وہ میری دش چنتا کی آگ سے بھسم ہو جاتا تھا۔ ..... اب ایک ایک سمے میرے دل میں یہ پربل بھاؤ اٹھتا ہے۔ کہ گھر بار چھوڑ دوں اور باقی کی آیو آپ کے شری چرنوں میں اور آپ کی سیوا میں گزاروں۔ ..... آپ کے سمبندھ میں میں نے بہت ہی کرتگھنتا اور وشواس گھاتکتا کا برتاؤ کیا ہے۔ ....."

دیوگورو کی یہ "سمبندھی" اسی طرح رونا روتی چلی جا رہی ہے۔ اور گھر سے بھاگ نکلنے پر آمادہ ہے۔ تاکہ دیوگورو کے جلے ہوئے دل پر مرہم لگائے۔ اور اس "کالے سانپ" نے جس طرح دیوگورو کو ڈسا تھا۔ اب اسی طرح اس زہر کو چوسے۔ ذرا! ان پاکھنڈیوں کی پاکھنڈ کی کوٹھڑی کو دیکھو۔ ان کی عورتیں بھی اپنے گورو کی خدمت میں کیسے استعاروں اشاروں بھرے خطوط لکھتی ہیں۔ دیوگورو بھگوان ایسے ایسے ہی کالے سانپوں سے ڈسا پڑا رو رہا ہے۔ اور وہ دل ہی دل میں کہتا ہوگا۔ زلف سیاہ ڈس گئی مجھے ناگن بن کے۔ لیکن کوئی کرے بھی کیا۔ یہ مرد عورت کا معاملہ ہے۔ آخر ڈنک لگ ہی جایا کرتا ہے۔ خصوصاً جبکہ رشتہ ایسا ہو جیسا کہ "سالی" کا۔ اور سالی بھی وہ جو مدت تک پاس رہتی رہی ہو۔ دیوگورو کس کھیت کی مولی ہے جو ڈسا نہ جاتا۔ بڑے بڑے تپسوی ان سانپوں سے ڈسے گئے ہیں۔ اِس سمبندھی کے خط سے جو کہ دیوگورو کی سالی کے سوائے کوئی دوسری عورت نہیں ہے۔ کیا ظاہر ہو رہا ہے۔ کیا اس نے صاف لفظوں میں نہیں لکھا۔ کہ اُس نے دیوگورو کے ایسا ڈنک لگایا۔ کہ اس غریب کو لبِ مرگ پہنچا دیا۔ اب یہ سوچنے کا مقام ہے۔ کہ یہ ڈنک کیا تھا۔ جو ایسا مہلک ثابت ہؤا۔ جن

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لوگوں نے اس قسم کے کالے ناگ "آستین" میں پالے ہوں۔ وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ یہ کیا معاملہ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ دُشٹ چنتا کے علاوہ یہ مارِ آستین وشواس گھات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ آخر اُس نے کوئی بھانڈا پھوڑا ہوگا۔ تب ہی تو اُس کی طرف کنایات سے کام لے رہی ہے۔ اے پڑھنے والو! سوچو اور ناستکوں کے گورو کی ایسی قابل رحم حالت پر تریاق لگاؤ۔ کہ جس کو عورتوں نے کالے سانپ بن کر ڈس رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا۔ کہ ایسی عورتوں کے خاوند کیسے بے غیرت اور بے حیا ہیں۔ جو اُن کی اس قسم کی خط و کتابت کو پڑھتے ہیں۔ اور پھر بھی اُن کو اجازت دیتے ہیں۔ کہ دیو گورو کے ڈیرہ میں ڈیرہ لگانا چاہیئے۔ ایسے ایسے واقعات کی موجودگی میں دیو گورو کے بھگتوں کا یہ دعوے کرنا کہ جہاں دیو گورو کی جیوتی اور شکتی نے کام کیا ہے۔ وہاں وہاں ہی سورگ آ گیا ہے۔ قطعی بکواس ہے۔ دیو گورو خود زہر خوردہ ہے۔ وہ آپ جیوتی اور شکتی کا بھنڈار ہو کر لب مرگ پہنچ رہا ہے۔ تو دوسروں کو سورگ میں کیا پہنچائیگا۔ میں اس کو پبلک ڈیوٹی سمجھتا ہوں۔ کہ ایسے پاکھنڈی گروہ کے پاکھنڈ جال کو توڑوں اور پبلک کو ان کی کرتوتوں سے آگاہ کروں۔ کہ کیونکر یہ لوگ اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ دکھاتے ہیں۔ پڑھنے والو! تم نے کالے سانپ کا تماشا دیکھ لیا۔ جس نے دیو گورو کو ڈسا۔ اب ایک بُلی کُتے کا حال بھی سن لو۔ دیو گورو کی ایک اور چیلی کیا کہتی ہے:۔

"..... ہے دیو!..... جیسے آپ کے آشرم میں بُلی کتا بھی رہتا ہے۔ اور وہ انیک بار سادھنوں میں بھی بیٹھ جاتا ہے۔ اسی پرکار میں بھی ہوں۔ آپ کے چرنوں میں کتنے عرصے تک رہی۔ آپ کے پوتر دیالہ میں بھی رہی۔ سینکڑوں سادھنوں میں بھی شامل ہوئی۔ پر نتو ابھی تک میری حالت بُلی (کُتے) جیسی بھی نہیں ہوئی..... میں بھاگتی ہوں۔ بیوفا ہوتی ہوں..... میرے بھیتر جو چکر چلتے رہے۔ انہیں چھپاتی رہی۔ آخر کار وہ پھٹ کر نکلے (بم کی طرح نہ؟ مصنف) ہائے میں کتنی دھوکہ باز۔ آپ کو میں نے کتنا دھوکہ دیا۔ کہ میں دھرم لابھ کر رہی ہوں۔..... پر نتو ایسا نہ تھا۔ ہائے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کتنا بڑا پاپ۔ کتنا بڑا اپرادہ۔ کتنی بڑی ٹھگی۔ اور کتنا بڑا دھوکہ۔۔۔۔۔"
دیو گورو کی یہ چیلی جو چار سال سے زیادہ عرصہ سے گورو کی سنگت میں آتی رہی۔ اسی طرح بمب چلاتی جا رہی ہے۔ اور اس کے اندر کے چکر بمب کے گولے کی طرح پھٹ رہے ہیں۔ معلوم نہیں کتنوں کو زخمی کیا ہوگا۔ کیونکہ آگے چل کر وہ لکھتی ہے۔ کہ وہ اپنے سمبندھ میں بھی۔ گورو کے سمبندھ میں بھی اور اوروں کے سمبندھ میں بھی پاپ کرتی رہی۔ دھرم لابھ کا تو بہانہ تھا ورنہ اُس کے اندر سے تو کچھ اور ہی نکل رہا تھا۔ بمب چھوٹ رہے تھے جنہوں نے معلوم نہیں۔ دیو گورو کے علاوہ اور کتنے بھگتوں کو زخمی کیا ہوگا۔ دیکھو! ان لوگوں کے خطوط۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سب ٹھگ اور دھوکہ باز ہی جمع ہو رہے ہیں۔ میں ایک وبھچاری سیوک کا خط اوپر دے چکا ہوں۔ جس نے دیو گورو کو بھی دھوکہ دیا۔ دوسروں کو بھی۔ اب یہ سیوکا کا خط دیکھ لو۔ وہ بھی اپنے گورو کو دھوکہ دے رہی ہے۔ اور ٹھگی کر رہی ہے۔ اب یہ ظاہر ہے۔ کہ جس ناستک منڈلی میں ایسے ایسے مرد اور عورتیں جمع ہو رہے ہوں۔ جو اپنے گورو کو بھی ٹھگنے اور دھوکہ دینے سے نہ چوکتے ہوں۔ تو وہ دوسرے لوگوں کو کیوں نہیں ٹھگتے۔ اور دھوکہ دیتے ہونگے۔ ان لوگوں کو نہ خدا کا ڈر ہے۔ نہ عاقبت کی فکر۔ بلکہ خدا کو جواب دے کر یہ ایسے پاپ کے گڑھے میں اوندھے منہ گرے ہیں۔ کہ خود بھی نیچ بن رہے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی مار آستین بن بن کر ڈس رہے ہیں۔ ایک کہتی ہے۔ کہ میں نے گورو کو کالا سانپ بن کر ڈسا۔ اور اُس کے اندر ایسا زہر چھوڑا۔ کہ وہ لب مرگ پہنچ گیا۔ دوسری کہتی ہے۔ کہ میں بلی کتا ہوں۔ واہ! وا! یہ دیو آشرم کیا ہوا۔ چڑیا گھر ہوا۔ جس میں مختلف قسم کے زہریلے جانور بھر رہے ہیں۔ جو ڈسنے سے باز نہیں آتے۔ اور یہ دیو گورو بھی عجیب آدمی ہے۔ جو سانپوں اور کتوں سے کھیلتا ہے۔ اور وہ خاوند بھی کیسے بے غیرت ہیں۔ جو اپنی عورتوں کو اس قسم کے خطوط لکھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہائے! میں بھاگتی ہوں۔ بے وفا ہوتی ہوں۔ ہم نہیں جانتے۔ یہ دیو گورو کس قسم کا آدمی ہے۔ جو عورتوں سے اس قسم کی خط و کتابت کرتا ہے۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اُن کے بھگت بھی کیسے آدمی ہیں۔ جو ان تمام حالات کو جانتے ہوئے بھی اس قسم کے جھوٹے اور لغو دعوے کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ واقعات کی روشنی میں یہ دعوے یوں اڑ جاتے ہیں۔ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ پڑھنے والو! غور کرو۔ اور ناستکوں کی حالت سے عبرت حاصل کرو۔

چوتھا فقرہ

دیوگورو بھگوان کی طرف سے شائع شدہ دعووں کے پمفلٹ کا اوپر جواب دیا جا چکا۔ اور میں اس کو ایک لاجواب طور پر ثابت کر چکا ہوں۔ کہ اس شخص کے پاکیزگی پاکیزگی کے تمام دعوے محض پاکھنڈ ہیں۔ اب میں ایک دوسرے ٹریکٹ کو لیتا ہوں۔ جس کا نام ہے "ایشور اور شری دیوگورو بھگوان کے جدا جدا کام" اس ٹریکٹ میں دیوگورو نے پرماتما کو وہ وہ گالیاں سنائی ہیں۔ کہ چپ ہی بھلی۔ اس ٹریکٹ کے آخری دو فقرے جو شیطان کی آنت کی طرح لمبے ہیں۔ بدیں الفاظ ہیں:۔

"اب کیا یہ صاف پرمان نہیں۔ کہ ایشور و شواس ایک جھوٹا ڈھکوسلا ہے۔ کہ جس کے قائم رہنے سے جہاں ہزاروں لاکھوں انسان اس کے ذریعہ کسی پاپ سے نہیں نکلتے اور نہیں نکلنا چاہتے۔ وہاں آپ مہانچ اور پاپی رہ کر ہزاروں کو مہانچ اور پاپی بنا رہے ہیں۔ اور خود مہانچ اور گھرنت جیون رکھ کر سچے جیون داتا اور پاپیوں کے اودھار کرتا شری دیوگورو بھگوان کی شرن لے کر رہت اور اودھار پانے سے دیگر ہزاروں آدمیوں کو محروم کر رہے ہیں۔ نشچے ایشور کے ایسے پجاری جو اپنے متھیا و شواس کے کارن ان لوگوں کو شری دیوگورو بھگوان سے پرے رکھتے ہیں۔ کہ جن کے پاپوں کو وہ نہ آپ دور کر سکتے ہیں۔ اور نہ ان کا کلپت ایشور دور کر سکتا ہے۔ مہا بھیانک بھرانتی اور کچھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور کو پتھ گامی ہو کر اپنی اس بھرانتی سے اوپر وکت پرکار کے لوگوں کی بہت بڑی ہانی کرتے ہیں۔ وہ اُن کے متر نہیں۔ کنتو بہت بڑے شترو ہیں۔ (ٹریکٹ مذکور صفحہ ۹) +

ناظرین! آپ نے دیوگورو اور اس کے بھگتوں کی ٹین ٹین کو سن لیا۔ گویا اُن کے نزدیک پرماتما یا پرماتما کی ہستی بالکل ڈھکوسلا۔ بلکہ پاپ کی جڑ ہے۔ اور کہ دیوگورو کی شرن میں آنے سے ہی لوگوں کا پاپ سے اودھار ہو سکتا ہے۔ جو لوگ دیوگورو کی شرن میں نہیں آتے۔ بلکہ دوسروں کو بھی ادھر جانے سے روکتے ہیں۔ وہ بڑے خوفناک وجود اور گمراہ انسان ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس دعوے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ تمام انسان جو دیوگورو کی شرن میں آگئے۔ بڑے دیوتا بن گئے ہیں۔ اچھا ایک دم کے لئے پرماتما کی ہستی اور اُس کی پوجا کو تو ایک طرف رکھ دیجئے۔ آؤ ذرا دیوگورو کے گھر کی سیر کریں۔ اور دیکھیں کہ دیوگورو کے بھگت کیا کر رہے ہیں۔ اگر ان کی شہادت سے ہی کام چل جائے۔ تو پھر ہمیں باہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ امر سنگھ اور دیورتن کا حال آپ نے دیکھ لیا۔ اب ایک سرے سے لیکر اُن کے بڑے بڑے بھگتوں کے خطوط کا ملاحظہ کرتے جائیے +

۱۔ دیوت سنگھ کیا کہتا ہے

"یدپی دیوشاستر کے سمبندھ میں میرے مہا اپرادھ کے اگھات سے ابھی تک آپ کا ہردے زخمی ہے۔ تو بھی آپ نے مجھ مہا اپرادھی پر دیا کر کے مجھے اس کے سمبندھ میں مہا مولیہ وان لیکھ پردان کیا ہے ..... پاٹھ کرنے کے سمے جہاں ایک طرف اپنی بے وفائی کی مہا دشٹ۔ کرترت۔ اور دوسری طرف مجھ جیسے مہا دشٹ اور مہا اپرادھی کے ساتھ آپ کا ایسا منگل جنک سلوک میرے سامنے آتا ہے۔ تو ....." اس خط سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اتنے سالوں تک دیوگورو کی جوتیاں اُٹھا کر بھی ایک شخص ویسے کا ویسا ہی مہا دشٹ۔ مہا اپرادھی۔ محسن کش۔ باغی بنا ہوا ہے۔ آگے دوسرا خط ملاحظہ کیجئے:۔

"مجھے اپنی ایسی تصویر بہت نیچ۔ آکرتگھ۔ اور کمینہ انوبھو ہوتی ہے۔ ہائے میں

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دشٹ نانا نیچ گتیوں میں جا جا کر ایسا کٹھور اور پتھر بن گیا ہوں کہ اپر وکت شبد مجھے شوک وان ضرور کرتا ہے۔ پر نتو میرے بہت نروئی ہردے کو پگھلاتا نہیں میں اندھتا کی اوستھا میں رہ کر اور نانا نیچتاؤں کے وشی بھوت ہو کر آپ کے سمبندھ میں ہی نر دیتا۔ کٹھورتا اور دُشٹتا مولک چنتائیں اور کریائیں کرتا رہا ہوں ....

اب جو شخص اپنے گورو کے سمبندھ میں ایسے ایسے پاپ کرتا رہتا ہے وہ دوسروں کو پاپ سے کیا بچاتا ہوگا۔ کوئی دیوت سنگھ کا ساتھی یہ الفاظ لکھتا ہے۔ "ہے بھگون! آپ کے مبارک وجود سے نانا پرکار کے ہت پاکر کیول یہی نہیں۔ کہ میں نکما ثابت ہوا ہوں بلکہ تمہارے لئے اور تمہاری سماج کے لئے ہانی کارک اور بٹا لگانے والا پرمانت ہوا ہوں" یہ دیو گورو کی شکتی کا نتیجہ ہے +

۲۔ امر سنگھ کیا کہتا ہے

امر سنگھ کا ایک بیان پہلے دیا جا چکا۔ اب دوسرا سن لیجئے +

"..... ایک ایک نشئی جس پرکار نشے کی اوستھا میں یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ میں بے سدھ ہوں۔ اسی پرکار میرا آتما بھی کتنی بار ایسی اوستھا میں پہنچ گیا ہے۔ کہ میں بے سدھ ہو کر بھی اپنے آپ کو بے سدھ نہیں سمجھتا رہا۔ روگی ہو کر بھی اپنے آپ کو روگی نہیں جانتا رہا۔ اندھا ہو کر بھی اپنے آپ کو اندھا نہیں جانتا رہا۔ بہرہ ہو کر بھی اپنے آپ کو بہرہ نہیں جانتا رہا۔ لولا اور لنگڑا ہو کر بھی اپنے آپ کو ایسا نہیں جانتا رہا۔ ..... اوہ کتنی اُلٹی گتی۔ کتنی اندھکار کی اوستھا۔ کتنی گہری بے سُدھی۔ ..... جیون پتھ اساڑھ سمت ۱۹۶۳"

دیو گورو کی جیوتی کہاں گئی۔ جو ایسے اندھوں کی آنکھوں کو نہیں کھول سکی۔ گئے دونوں جہاں سے پانڈے۔ نہ ادھر حلوا نہ اُدھر مانڈے۔ مدا کو ان لوگوں نے چھوڑ دیا۔ اور دیو گورو کی جیوتی ملی نہ۔ رہ گئے اندھے کے اندھے سور داس۔ پھر ایسے ایسے ناستک لوگ ریل گاڑی میں ٹکریں اور جھکیں نہ ماریں تو اور کہاں جا کر سر رگڑیں۔ میں تمام خطوط نہیں دونگا۔ صرف نمونہ سب کا دکھاتا جاتا ہوں +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Ha

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۳۔ دیورتن کیا کہتا ہے

دیورتن کی آواز پہلے بھی کئی دفعہ سن چکے ہیں اب ذرا اور سن لو:۔

"وہ ہے میرے پرتیراتا بھگون! میں آپ کو اپنا کیا مُنہ دکھاؤں۔ اور اپنی کس کس چھبی کو دیکھ کر روؤں۔ جدھر میری نگاہ جاتی ہے۔ مجھے اپنا آپ بہت نیچ اور مہاپاپی۔ ابودھی اور اندھا دکھائی دیتا ہے۔ جیون کے ایک ایک انگ کے اندر روگ اور وکار بھرے پڑے ہیں۔ اپنے ایک ایک انگ کی چھبی کو سامنے لاتا ہوں ..... تو ایسا پرتیت ہوتا ہے۔ کہ ہائے میں نے اپنا آپ نیچ سکھون اور نیچ چنتاؤں۔ نیچ باسناؤں اور نیچ چکروں کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔ ایک طرف بھیترا تنا اندھکار ہے۔ کہ جیسا کہ آپ نے کل فرمایا۔ سچ مچ بناش اور بکاش کا پرکرت بودھ نہیں ہے۔ ورنہ میں مہا نیچ ہو کر بھی یہ کیوں پسند کرتا رہوں۔ کہ میری کوئی نیچتا آپ کو دکھائی نہ دے۔ اور صرف میری کوئی سندر چھبی (تصویر) آپ کو نظر آئے۔ میں آپ کے سمبندھ میں کپٹی اور اسرل تبھی تک بن سکتا ہوں اور رہ سکتا ہوں۔ جب تک کہ مجھے اپنے بناش کا پرکرت بودھ نہیں ہے اور دوسری طرف اپنے بھیتر گند۔ اور ملنتا کو رکھ کر بھی اہنگ اور ابھیمان کے اندھکار میں پھنسا ہوا ہوں۔ اور ایسا گندا اور نیچ ہو کر بھی اپنے آپ کو سندر اور اوچ پرگٹ کرنے یا انوبھو کرنے کے بھولیکھے میں پڑنا پسند کرتا ہوں۔ آہنگ کے اندھکار میں ہی نہیں۔ کنتو میں انوچت مان کا بھی ابھلاشی ہوں۔ تب ہی چاہتا ہوں۔ کہ میری نیچتا پرگٹ نہ ہو۔ اور مجھے جو اپمان اور خواری ملنی چاہیئے۔ جتنی گھرنا کی درشٹی سے مجھے دیکھے جانا چاہیئے۔ جتنی پھٹکار مجھے پڑنی چاہیئے۔ اس سے میں بچا رہوں۔ ہائے! میں مانو! اپنی نیچتا اور وکار سے اتنا بھی بھیت نہیں ہوتا۔ جتنا کہ میں اپنے اپمان اور ذلت سے ..... تب میں اپنے بناش سے نہیں ڈرتا۔ اور میرے بھیتر بناش کا بودھ نہیں ہے۔ ہائے میں جیون رکھشا کے مول بودھ سے بھی بنچت ہوں۔ پھر یدی میرے بھیتر پلیگ اور ہیضہ کے کیڑوں کی نیائیں جھٹ جھٹ کئی روگ پیدا ہو جاویں۔ اور میرے بیدہ انگوں کو

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو کھا جاویں۔ تو اس میں کیا اشچرج ہو سکتا ہے۔ ہے بھگوان! ایسا اندھکار ہو کر متھیا میں مست رہ کر نشد ہیہ میرا بہت ناش ہوا ہے۔ اور مجھے بہت ہانی پہنچی ہے۔ پر تو اس سے بھی بڑھ کر جو سخت افسوسناک نظارہ ہے وہ یہ کہ میں ایسی ہانی سے آپ بے سدھ رہ کر اپنے آپ کو ٹھیک ٹھاک۔ ٹھیک ٹھاک ہی نہیں کنتو سندر اور تندرست سمجھتا رہا ہوں۔ ..... ہائے میں بے سدھ بہت گھاٹے میں رہا۔ بہت لٹ گیا۔ ....."

بھائی دیورتن! تم درحقیقت ایسے ہی فتنہ اور شریر ہو۔ جیسا کہ تم نے اس خط میں اپنی تصویر کو پینٹ کیا ہے۔ تم ہو بڑے گیانی۔ تم نے اپنے آپ کو خوب پہچانا۔ ٹھیک ہے۔ تم ایسے گندے۔ میلے۔ نیچ۔ اندھے اور بے سدھ ہو کر بھی لوگوں کی نظروں میں خاک ڈالتے رہتے ہو۔ اور جیون تت کے ایڈیٹر بن کر جب گالیاں دیتے رہتے ہو۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ جس پھٹکار۔ ذلت۔ خواری اور لعنت کے تم اپنے آپ کو مستحق گردانتے ہو۔ وہ تم خود ہی اپنے اوپر ڈالتے اور خدا پرستوں کو نہ چھیڑتے۔ تم سچ بتاؤ۔ کہ جب تم خدا پرست تھے۔ کیا اس وقت بھی ایسے ہی گندے۔ نیچ اور میلے تھے۔ جیسے کہ اب ہو۔ اگر اُس وقت بھی تمہارا یہی حال تھا تو اچھا ہوا تم خدا پرست نہ رہے۔ لیکن اگر اب تمہاری یہ حالت ہوئی ہے۔ تو پھر تم کو دیو گورو سے کیا حاصل ہوا۔ تم جس طرح دیو گورو کو دھوکہ دیتے رہتے ہو۔ اسی طرح تم خدا کو بھی دھوکہ دیتے ہو گے۔ گو وہ تمہارے دھوکہ میں نہیں آ سکتا۔ کیا ایسے ہی جیون رکھ کر تم خدا پرستوں کو پاپی اور خدا پرستی کو ڈھکوسلا کہا کرتے ہو۔ شرم کرو۔ شرم کرو۔

۴۔ دینا ناتھ بالی کیا کہتا ہے

"ہے دیو ..... میں اندھا رہا۔ اور اس لئے اپنی اندھی کارروائیوں سے آپ کو سکھ پہنچانے کے ستھان میں اُلٹا دُکھ پہنچاتا رہا۔ ....."

واہ! واہ! جو شخص اندھا ہو کر اپنے گورو کو بھی دُکھ پہنچاتا رہتا ہے۔ وہ دوسروں کو تو کیا سکھ پہنچاتا ہو گا۔ گورو بیچارے کی عجب کم بختی ہے۔ اُس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, H

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ جتنے ملے۔ سب ایک ہی بیل کے پھل ملے۔ اچھا اور دیکھئے ؛

۵۔ دھرم بل کیا کہتا ہے

"ہے دیو..... جب میں آپ کی شکتی سے خالی ہو جاتا ہوں۔ تب میں اپنی ایک ایک ہنیتا اور نیچتا کو سمجھ کے ذریعہ ٹھیک جان کر بھی اور اس ہنیتا اور نیچتا کو ایک حد تک نفرت کی نگاہ سے دیکھ کر بھی اس سے نکلنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔ میں اپنے جیون کے ہت سے اودسین ہو جاتا ہوں۔ ارد گرد کے سامان یا سمبندھی اپنے بنا شکاری پربھاؤں سے مجھے گھیر لیتے ہیں۔ اور میری مت مار دیتے ہیں۔ مجھے دربل۔ میلا اور دُشٹ بنانے لگتے ہیں۔ میرے ہردے کی ساتوک پونجی کو ہر کر میرے بھیتر باسناؤں۔ اتیچناؤں اور اہنگ کے انوچت ادھیکار کے زہر کو بھرتے جاتے ہیں۔ میرے بیدہ سمبندھوں میں دوری اور وکار اتپن کر دیتے ہیں۔ میری ایسی چنتاؤں اور کریاؤں پر میرا کچھ ادھیکار نہیں رہتا۔ میرے بھیتر کا ایک نیچ ابھیاس مجھے جدھر لے جانا چاہتا ہے۔ لے جاتا ہے۔..... افسوس میں ابھی تک اس قابل نہ بن سکا۔ کہ آپ کے چرنوں سے دور رہ کر بھی آپ کی شکتی کو کھینچ سکتا۔..... ابھی میرا جیون بہت غیر محفوظ ہے"

ارے نیچ! اگر اتنے سال تو پرماتما کی پوجا کرتا۔ تو اپنے نیچ جذبات پر بہت کچھ قابو پا لیتا۔ تیرا گورو تو خود نیچ خواہشوں کا بندھوا بلکہ بندہ بے دام ہے۔ وہ تجھے تیری ناپاک زندگی سے کیونکر بچا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ تو جان بوجھ کر بھی نیچتا کا پتلا بنا جاتا ہے۔ کیا تیرے سامنے امر سنگھ اور دیورتن اور دیوت سنگھ کی مثالیں موجود نہیں ہیں۔ وہ اتنے سالوں تک خاک چھان کر ابھی تک ویسے ہی جھک مارتے دیکھے جاتے ہیں۔ تو تو کس کھیت کی مولی ہے۔ شوک! تو نے اپنا نام رادھا رام سے بدل کر دھرم بل بھی رکھا۔ اور تو نے جیون تت میں مجھے گالیاں بھی دیں مگر تو اس بات کو بھول گیا۔ کہ تو خود کتنا نیچ ہے۔ یہ تیرا ہی خط ہے! اور باسناؤں کے غلام۔ اور تیچناؤں کے بندے اور نیچتا کے داس! تیرے بھی چیونٹی کی طرح پر نکل آئے۔ جو مجھے گالیاں دینے کے لئے آگے بڑھا۔ شرم کر۔ ڈوب جا ؛

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۶۔ امر سنگھ کیا کہتا ہے

"ہے بھگون ..... ہائے ہم لوگ آپ کو پورن ادھیکار دینا نہیں چاہتے۔ ہماری نیچ باسنائیں۔ اوچ تجنائیں۔ اور آہنگ آدی آپ کو پورن ادھیکار دینے میں روک بنتے ہیں۔ باہر سے آپ کے انوگت بن کر یا کہلا کر بھی بھیتر سے ہم انیک بار آپ کے انوگت نہیں رہتے۔ بھیتر ہی بھیتر آپ سے سوکشم روپ سے بے مکھ اور باغی بن جاتے ہیں۔ اس لئے آپ کے ہت کر روپ کا رنگ ہمارے آتماؤں پر نہیں چڑھتا ....."

بھائی جی! آپ بجا فرماتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ پہلے بھی آپ پرم دیو پرمیشور کا نام اوپر سے ہی لیتے تھے۔ اندر سے تم باغی و یاغی تھے۔ تب ہی تو طوطا چشم ہو گئے۔ مگر افسوس جس طرح تم پہلے پرم دیو کو دھوکہ دیتے رہے۔ اب اُسی طرح اپنے پرم گورو کو بھی دھوکہ دیتے ہو۔ ورنہ تمہاری سرشت میں وہی بغاوت ہے۔ جس کا تم خود اقرار کر رہے ہو۔ تمہارے جیسے باغیوں کی ایک ہی سزا ہے۔ تم فوراً سیدھے ہو جاؤ۔ اگر دیو گورو تمہارے ہنٹر لگایا کرے۔ شرم کی بات ہے۔ کہ تمہارے جیسے باغی انسان پر ماتما پر مخول اڑائیں ؛

۷۔ کاشی رام کیا کہتا ہے

کاشی رام موگہ میں ایک دکاندار ہے۔ بڑا بھولا بھالا ہے۔ بیچارے کے کچھ پیدا بھی ہوا۔ مگر وہ مر گیا۔ ذرا اس کا خط دیکھئے :۔

"ہے بھگون! پہلے میرے ہردے میں آپ کے پرتی جو اکرشن جمنا تھا۔ ہائے وہ نشٹ ہو گیا۔ میں نے اس کی قدر نہ کی (لالہ جی! دوبارہ جنوالو!) ایک یا دوسری باسنا کے بس ہو کر آپ سے باغی ہو گیا (افسوس تمہارے ہنٹر نہ پڑے ورنہ تم فوراً سیدھے ہو جاتے) اس دشٹتا سے میرا ہردے نیچ بن گیا (کسی بھنگن کو کہکر جھاڑو دلوا لیتے) اور وہ سورگی سانوک دھرم بھاؤ میری نیچتا سے جل کر مر گیا (گھگی ماشکی سے پانی کی مشک کیوں نہ ڈلوائی) ہائے اب وہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, H

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دھرم آکرشن نشٹ ہوگیا۔ اب میں آپ کے پاس تک پہنچنے یا آپ کا درشن لابھ کرنے کی کوئی اکانکچھا انوبھو نہیں کرتا۔ (چلئے جھگڑا ہی نپٹا۔ نہ ہوگا بانس۔ نہ بجے بانسری) +

۸۔ ہرنارائن کیا کہتا ہے

ہرنارائن دیوگورو کا لڑکا ہے۔ اس کی بھی سن لیجئے :۔

"ہے دیوا ..... میں بہت نیچ اور ردّی وجود آپ کو مکھ اور سب چیزوں کو گون نہیں رکھ سکتا۔ ....." +

تم کیوں ایسا کرنے لگے۔ تم ہی تو تھے۔ جو پہلے دیوگورو کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ اب باپ کے مرنے کے دن نزدیک آئے۔ تو تم بھی اپنے آپ کو نیچ سمجھنے لگ گئے۔ آخر بانس کی بانسری جو بنتی ہوئی +

۹۔ گورمکھ سنگھ کیا کہتا ہے

"ہے بھگون ..... میں آپ کا بہت ہی تھوڑا ہوں۔ اگر یہی اوستھا رہی۔ تو میرے بچنے کی کہاں آشا ہو سکتی ہے۔ سچ یہ ہے۔ کہ میں آپ کا نہیں۔ دل اور دماغ میں جن کے چکر چلتے رہتے ہیں۔ میں اُن کا ہوں ..... میں یدی آپ کا نہ ہؤا تو پھر کسی کا بھی نہیں۔ میں دھوکہ میں پڑ سکتا ہوں"

سردار صاحب آپ درحقیقت دھوکہ میں ہیں۔ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں۔ کہ میں ان کا ہی ہوں جن کے میرے اندر چکر چلتے رہتے ہیں۔ پھر آپ کہتے ہیں۔ کہ اگر میں آپ کا نہ بنا۔ تو کسی کا بھی نہیں۔ یہ دونوں باتیں متضاد ہیں۔ تو کیا پھر آپ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا بنیگے۔ نہیں نہیں آپ بھی سچ کہتے ہیں۔ آپ دیوگورو کے نہیں۔ بلکہ کسی اور کے ہیں۔ کیونکہ دیوگورو کا اگر کوئی ہوتا۔ تو وہ اپنی ۹۔ اگست سنہ ۱۹۰۶ء کی ڈائری میں یہ الفاظ کبھی نہ لکھتا دیوگورو لکھتا ہے:۔

"۹۔ اگست سنہ ۱۹۰۶ء۔ دوپہر کے بعد سے یہ انوبھو ہوتا رہا۔ کہ اس دنیا میں اپنا ہمدرد کوئی نہیں +"

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"۱۰۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ میری دوا میرے کھانے۔ میرے پاس لگاتار رہنا اور میرا دل بہلانے میں کسی کا کوئی دلی لگاؤ دکھائی نہیں دیتا۔ میں کئی باتوں کے لحاظ سے اپنے آپ کو بہت اسہائے انوبھو کرتا ہوں۔ جیون پتھ ساون سمت ۱۹۶۳"

ہائے! ہائے۔ کیسی قابل رحم حالت۔ ذرا اس "چوچے" کو دیکھنا۔ کیا کہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی کل کا بچہ ہے۔ جس کو دوا پلانے کے لئے دایہ کی ضرورت۔ دل بہلانے کے لئے کھلاوی کی ضرورت۔ واہ! واہ! اگر تمہارے گورو کو دل بہلانے کے لئے کوئی اور سامان نہیں ملتا۔ تو ہمیں بتا دو۔ ہم اس کے کھیلنے کے لئے طوطا بھیج دینگے۔ یا کوئی مینا لے دینگے یا کاٹھ کی گڈیا خرید دینگے۔ تمہارا گورو تو پتنگ باز تھا۔ پتنگ اڑا کر دل بہلا لیا کرے۔ نہیں تو اکبر پور سے پانے قمار بازوں کو بلوا بھیجے۔ جن کے ساتھ وہ جوا کھیلتا اور راتوں کو سوتا تھا۔ وہ اس کا دل بہلا جایا کرینگے۔ دیکھو دوسرے موقع پر یہ خدا کا بھی خدا اپنے آپ کو کن الفاظ میں یاد کرتا ہے۔ وہ اپنے بڑے بڑے سیوکوں کے بارے میں کہہ رہا ہے۔

"ایسے آہنگ سے پری پورن اور پرکی اوستھا سے بالکل بے پرواہ کٹھور جنوں سے میں پیرت اوستھا میں بھی سچی سہان بھوتی (ہمدردی) پانے کے ستھان میں انیک بار کیول کلیش اور دکھ پاکر اپنے آپ کو جیسا کچھ اسہائے (لاچار) اکیلا اور جیسا کچھ ہتاش انوبھو کرتا ہوں۔ اس کا انومان کیا جا سکتا ہے" یہ کس شخص کی حالت ہے اس شخص کی جو اپنے آپ کو خدا سے بھی بہت بڑا سمجھتا ہے لیکن اس کی اپنی شرمناک مگر قابل رحم حالت بتا رہی ہے۔ کہ وہ اپنے پاپوں کے بوجھ سے اس قدر لدا ہوا ہے۔ کہ ایک ایک بار چلا اٹھتا ہے۔ کہ میرا کوئی نہیں۔ درحقیقت پاپی انسانوں اور خدا سے باغی روحوں کی آخر کار یہی حالت ہوا کرتی ہے۔ جو کہ دیو گورو کی ہے۔ اے لوگو دیو گورو کی قابل رحم حالت کو دیکھو اور عبرت پکڑو۔ دیکھو پھر اس شخص کو چیلے بھی ملے ہیں تو کیسے ہمدرد۔ چنانچہ:-

۱۰۔ دیوت سنگھ کہتا ہے

"..... میں بہت بار آپ کو بیمار جان کر یا جاننے کا موقع پاکر

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی آپ کو روگی یا پیڑت نہیں انوبھو کرتا۔ اُلٹا میں مہاپاپی اپنے دشٹ برتاؤں سے آپ کی بیماری کی حالت میں ایسے ایسے گھور اگھات (زخم) آپ کے کومل ہردے میں لگاتا رہا ہوں۔ کہ آپ اس کے دکھ سے دنوں۔ اور مہینوں اور برسوں تک دکھی رہے ہیں۔ ہائے! اُن مہا اپرادھوں نے میرے پہلے سے ہی کٹھور ہردے کو اور بھی پتھر بنا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے آپ کے دکھوں کو گھٹانے کے ستھان میں اُن کے بڑھانے میں بہت بڑا بھاگ لیا ہے۔ اور اُس کے مقابلے میں جب میں اس تصویر کو سامنے لاتا ہوں۔ کہ میرے پرم ہتکاری بہت کچھ میرے ہی پہنچائے ہوئے اگھاتوں سے روگی۔ زخمی۔ اور دکھیا حالت میں پڑے ہیں۔ اور میں مہا نیچ۔ اکرتگیہ (احسان فراموش) اور کرتگھن (محسن کش) آپ کے دُکھوں کے گھٹانے میں کوئی بھاگ نہیں لیتا۔ اُلٹا اپنی اندھتا اور دشٹتا سے انیک بار آپ کے دکھ کو بڑھا دینے کا کارن بنتا رہا ہوں۔۔۔۔۔"

ناظرین! دیکھا معما کیسے حل ہو گیا۔ دیو سماج کے کارکنان مثلاً دیو رتن دیو گورو وغیرہ نے مجھے بڑے زور سے محسن کش اور باغی لکھا تھا۔ اور مجھ پر یہ الزام لگایا تھا۔ کہ میں نے جو کارروائی کی ہے۔ وہ دیو گورو اور دیو سماج کو ہانی پہنچانے کے لئے کی ہے۔ حالانکہ معاملہ برعکس نکلا۔ دیکھو۔ ان کے اپنے اندر ہی کتنے بڑے بڑے محسن کش۔ احسان فراموش۔ مہا نیچ۔ مہا دُشٹ مہا گندے۔ مہا میلے پرچارک اور اپدیشک موجود ہیں۔ دیوت سنگھ سے بڑا کون پرچارک دیو سماج میں ہو سکتا ہے۔ مگر اس کی یہ حالت ہے۔ جو اُس نے اپنے خط میں بیان کی ہے۔ تو دوسروں کا تو کیا ٹھکانا۔ واہ! بھئی دیوت سنگھ واہ! یار تو بھی محسن کش اور میں بھی محسن کش۔ آؤ دونوں شیک ہینڈ کریں۔ دیوت سنگھ آگے چل کر لکھتا ہے:۔

"میرے پتھر دل میں جس گرمی اور نرمی کے ورتمان (موجود) ہونے سے اس میں اوچ گئی مولک پریورتن اور اس میں سے سچی سہان بھوتی کا سوتر آپ کے سمبندھ میں اتپن ہو سکتا ہے۔ اتنی گرمی اور نرمی اتنی ہلکی چوٹوں سے نہیں آسکتی۔۔۔"

دیوت سنگھ۔ یار تو اپنے دل کو کسی لوہار کی دکان پر لے جا۔ اور اس کو نہائی

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر رکھ کر لوہے سے کوٹ۔ دیکھ پھر کتنی گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور کیسی "ڈاڈھی" چوٹ پڑتی ہے۔ اور پھر دیوگورو بھی کیسا خوش ہوتا ہے۔ تم لوگ خواہ مخواہ بھٹک رہے ہو۔ اگر تمہارے گورو کا اکیلے جی نہیں لگتا۔ تو مجھے بُلا لو۔ دیکھو پھر اگر ہنسا ہنسا کر اُس کے پیٹ میں بل نہ ڈال دیا کروں۔ تو میرا ذمہ ایک دوسرے خط میں دیوت سنگھ لکھتا ہے:۔

"جب میں اپنی مہادشٹ کرتوتوں اور اُن کے دوارا جو آپ کے اتی کومل اور مہا اوچ ہردے کو اگھات پہنچے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہیں اپنے سامنے لاتا ہوں۔ تو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنا آپ مہاپاپی۔ مہا اپرادھی۔ اور کرتگھن (محسن کش) دیکھ کر بہت دکھ اور شرمساری محسوس ہوتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ سے پرے جانے آپ سے بے مکھ ہونے اور آپ کے سمبندھ میں نانا پرکار کے بناشکاری وکار اور زہر لانے میں میں نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی۔ میری ادھم پرکرتی کے دوارا ایسی ان گنت کریائیں اور چنتائیں ہوتی رہیں۔ اور مجھ ادھم جیو کو ان کا کوئی پتہ نہ لگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

دیوت سنگھ! کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ تمہاری یہ مہا نیچ اور مہادشٹ کرتوتیں کیا تھیں۔ جو کہ تم نے دیوگورو کی شرن میں آکر کیں۔ اچھا ایک بات اور دیکھو۔ اور مقابلہ کرو۔ کہ محسن کش کون ہے۔ تم ہو۔ یا میں۔ دیوگورو بڑا پاوِلا ہو گیا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ تم بھی بھنگ پی کر لکھتے ہو۔ کہ میں محسن کش ہوں۔ بھلا جب تم سب کے سب ہی محسن کش ہو۔ مہاپاپی ہو۔ مہادشٹ ہو۔ مہانیچ ہو۔ ناشکر گزار ہو۔ گمراہ ہو۔ باغی ہو۔ تو پھر مجھ غریب کو محسن کشوں کی فہرست میں کیوں داخل کرتے ہو۔ افسوس! تمہارے جیسے محسن کشوں۔ مہاپاپیوں مہادشٹوں۔ مہا اپرادھیوں نے اپنی مہادشٹ کرتوتوں سے دیوگورو بھگوان کو تنگ کر ڈالا۔ کم بختو! تم نے میرے چلے آنے کے بعد میرے گورو کو رُلا دیا۔ میں تو اس کو اتنا ہنسایا کرتا تھا۔ کہ دیورتن بھی لہنگے میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ اب کوئی ایسی ترکیب کرو۔ کہ میں ایک دفعہ دیوگورو کے دربار میں پہنچ جاؤں۔ مگر میں بھی کیا کروں۔ یہ دیورتن جو ہے نہ دیورتن یہ بڑا فتنہ ہے۔ زہر کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گندل ہے۔ رہ رہ کر مجھے اس کی یاد آتی ہے۔ دل چاہتا ہے۔ اس کم بخت نے جس طرح میرے خطوط شائع کئے ہیں۔ اس طرح میں بھی اس کے سارے خطوط شائع کر دوں۔ لو پھر ایک دو اور جڑ دیتا ہوں۔ نکالتا ہوں اس کے دو خط اور ؎

۱۱۔ دیورتن کیا کہتا ہے

دیو آشرم لاہور۔ ۱۴۔ جنوری ۱۹۰۷ء

ہے جیون جیوتی کے سچے سورج شری دیو گورو بھگوان! آپ کے شری چرنوں میں بار مبار پرنام کرتا ہوں۔ اور آپ کی کرپا کے لئے آپ کو دھنبا دیتا ہوں۔ ہے بھگون! میں آپ کی جیوتی میں دیکھتا ہوں۔ کہ میرے بھیتر آپ کے پرتی وہ شردھا پرایہ (تقریباً) اتپن ہی نہیں ہوئی ہے۔ کہ جو ایک سیوک کے لئے اپنے ایسے گورو کے سمبندھ میں اس کے موکش یا اوچ بننے کے لئے ضروری ہے (تو پھر کیا تم دیو سماج میں اتنے سال تک رہ کر بھاڑ ہی جھونکتے رہے۔ مصنف)..... میں اب آپ کی جیوتی میں دیکھتا ہوں۔ کہ میں بہت بڑے دھوکہ میں اور اصل شردھا سے بہت دور ہان بالکل شونیہ (کورا) اور اس کے دائرہ سے بالکل باہر بھٹکتا رہا ہوں۔ (میں ہوتا۔ تو تمہارے ہنٹر لگا کر دائرے کے اندر کر دیتا۔ م) میں نے آپ کے دھرم روپ کو اپنے جیون کی چیز نہیں جانا اور نہیں بنایا۔ (پھر کیا تم محض دھوکہ دینا ہی سیکھے ہو۔ م) میں نے یہ انوبھو نہیں کیا۔ کہ آپ میرے گورو ہیں۔ (واہ! گورو جی۔ تم ہو بڑے مکار۔ م) ہائے! ایسی اوستھا میں پڑے رہ کر میں نے اپنے جیون کے برسوں کے برس نسپھل (فضول) کھو دئے۔ (مگر تم ایسے اندھے ہو۔ کہ اب بھی اس مکار انسان کا دامن نہیں چھوڑتے ہو۔ م)..... ہائے مجھ گمراہ اور اندھے اور در اصل اپنے جیون کے بہت کی اکانچھا (خواہش) سے بالکل خالی اور اپنے نیچ جیون میں مست نے جیون کے سر بوجھ بھنڈار کے پاس آ کر بھی بھوکا اور کنگال رہنا پسند کیا۔ (بے شک! تم درحقیقت گمراہ اور اندھے اور ناپاکی کے کیڑے ہو۔ کیونکہ تم نے خدا کے برخلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ پس تمہارا گمراہ اور اندھا اور نیچ بننا

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لازمی تھا۔ اور اس کا تم خود ہی اقرار کرتے ہو۔ م) ہائے سچی جیون ہت ابھلاشا سے خالی رہ کر اور اپنے ہت اور بناش کا کوئی سچّا بودھ یا بھے (خوف) نہ رکھ کر میں بھوکا مرتا رہا (یہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم غیر عورتوں کی مورتیاں دل میں ستھاپن کر کے رس پی پی کر اتنے موٹے ہو گئے ہو۔ تمہیں پھر کس خوراک کی ضرورت ہے؟ م) دیورتن! کہو میاں کیا حال ہے۔ تمہاری کتاب کتنی بک چکی ہے۔ دوسرا ایڈیشن کب نکالو گے۔ اچھا تم کتاب کا دوسرا ایڈیشن نکالو۔ اور میں تمہارا دوسرا خط درج کر دیتا ہوں ؎

دیو آشرم۔ لاہور۔ ۱۲۔ جنوری ۱۹۰۷ء

"ہے بھگون ..... میری اپنی اوستھا بہت نیچ ..... میری اس دشٹتا کا یہ پھل کہ میں آپ کے سمبندھ سے اتنا کٹا ہوا اور دور پڑا ہوں ..... ہائے میں نے آپ کا سیوک یا ششش کہلا کر آپ کو اور اوروں کو بہت دھوکہ دیا ہے۔ (تیرا گورو تو خدا کو دھوکہ دے رہا ہے۔ پھر اگر تو نے اپنے گورو کو دھوکہ دے دیا۔ تو کیا ہوا۔ لو بھی۔ گورو لالچی چیلا دونوں کھیلیں داؤ بھوساگر میں ڈوبتے جوں پتھر کی ناؤ۔ تم بھی دھوکہ باز اور تمہارا گورو بھی دھوکہ باز۔ تم دونو آخر جہنم رسید ہو جاؤ گے اور دنیا دیکھیگی۔ کہ فتح آخر کس کی ہوئی۔ خدا اور خدا پرستوں کی یا دھوکہ باز مردم پرستوں کی۔ م) ..... میں بہت سی صورتوں میں اپنی رچیوں اور پریرناؤں کا ہی سیوک اور ششش رہا ہوں۔ اور انیک اوستھاؤں میں اب تک ہوں (تمہارا گورو بھی تو اپنی نیچ رچیوں کا ہی سیوک ہے۔ پھر تمہاری دُم میں کہاں کا سرخاب کا پر لگ جاتا م) ایسی اوستھا میں میرا نیچتا اور اپرادھوں کی کان بنے رہنا لازمی تھا۔ کیونکہ نیچتا اور ہینتا کو پریتاگ کرنے اور اوچ روپ میں ڈھلنے کے اصل سادھنوں کو ہی جب پرکرت روپ سے نہ پکڑا۔ تو میرے وکار اور ابھاؤ کیسے جا سکتے تھے (پھر تم نے دیو گورو کا پکڑا کیا!! خدا کو چھڑوا کر دیو گورو نے تمہارے ہاتھ میں کیا دیا۔ اور تم کیوں اعلےٰ نہ بن گئے۔ کیوں نیچتا کی کان بنے رہے۔ آخر کچھ تو سوچو۔ م) ہائے! مجھ من مکھ اور اندھے نے اپنی ایسی اوستھا رکھ کر آپ کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شری چرنوں میں رہنے کے مہاسریشٹ اور مہامولیہ اور اتی درلیہ اوسر کو اپنی مہانیچتا سے بہت کچھ نسپھل کھو دیا۔ (اور پھر تم ایسے نیچ ہو۔ کہ دوسروں کو بھی دیوگورو کی طرف تضیع اوقات کے لئے بلاتے ہو۔ جب اتنے عرصے سے تم کچھ نہ ملا۔ تو اوروں کے ہاتھ کیا لگے گا؟ بتاؤں؟ م) ..... اس سے دنوں دن میری نیچتا کا بڑھتے جانا۔ ..... اور نئے سرے سے وکاروں اور اپرادھوں کے گڑھے میں گرتے جانا لازمی تھا۔ اور ایسا ہی ہؤا (دیورتن شرم کرو! ابھی تمہارے لئے شرم کرنے کا موقع ہے۔ امر سنگھ کی وہ حالت۔ دیوت سنگھ کی وہ حالت۔ ادھر تمہاری یہ حالت۔ جب تم خود نیچتا۔ گمراہی۔ پاپ۔ ڈشٹتا۔ مورکھتا وغیرہ کے گڑھے میں گرے پڑے ہو۔ تو تم دوسروں کو کیونکر اٹھانے کا دعوےٰ کرتے ہو۔ کیا یہ تمہاری صریحاً دھوکہ بازی اور شرمناک مکاری نہیں ہے۔ م) میں آپ کا سیوک اور انویائی کہلا کر بھی آپ کا سیوک اور انویائی نہ بنا اور اوچ جیون نہ پاسکا (تب ہی تم سب سے بڑھ کر خدا اور خدا پرستوں پر مخول اڑایا کرتے ہو۔ تمہاری حالت درحقیقت قابل رحم ہے۔ خدا کو تم نے چھوڑا۔ دیوگورو نے تمہارا کچھ بنایا نہ۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ تم دونوں طرف سے شیطان کی طرح راندے گئے۔ اور نیچ کے نیچ بنے رہے۔ کیا اسی حوصلہ پر تم دوسرے نوجوانوں کو بھی تباہ کرنا چاہتے ہو۔ شرم کرو اس قسم کی مکاری سے۔ م) ہاے! میں ایسی ..... روگی اوستھا کو دنوں دن بڑھا کر نہ صرف یہ کہ میں اپنے جیون کی گتی اوچ نہیں کر سکا۔ کنتو کتنے انگوں میں گھٹتا دربل ہوتا۔ اور ادہک ہانی کارک (ایذا رساں) بنتا گیا۔ (یہاں تک کہ تم اس قدر موذی بن گئے۔ کہ تم نے شرم وحیا اور انسانیت کو ایک طرف رکھ کر میرے مکان پر چھاپہ مارا۔ اور مجھ پر چوری کا الزام لگایا۔ تم جانتے ہو۔ تمہارے جیسے ہانی کارک پشوؤں یا منشوں کے لئے منو نے کیا سزا تجویز کی ہے۔ م) ..... اپنے جیون کے اتنے برس یوں ہی اکارتھ اتھوا ہانی سادھن میں (ایذا رسانی) بتیت کر کے اتی دُکھی اور لجّت (شرمندہ) ہوتا ہوں۔ (تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ کیا اس کے لئے بھی تم شرمسار ہوتے ہو یا نہیں۔ اگر اس ایذا رسانی

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے ابھی تم شرمندہ اور دُکھی ہونے کے لئے تیار نہیں ہو۔ تو سمجھو۔ کہ تم ابھی تک جھوٹ ہی کہہ رہے ہو۔ کہ تم لجت ہوتے ہو۔ م) ..... میں دھوکے سے نکل سکوں۔ اور دھوکہ دینے سے بچ جاؤں۔ (دیورتن! یاد رکھ! جب تک تو اپنے گورو کا دامن نہیں چھوڑیگا۔ تو لوگوں کو برابر دھوکہ دیتا رہیگا۔ جبکہ تو یہ کہیگا کہ دیوگورو کی شرن میں آکر اونچ گتی پراپت ہوتی ہے۔ حالانکہ تمہاری حالت ایسی گندی اور ناپاک ہے۔ جیسی کہ تم ظاہر کر رہے ہو۔ م) ..... میں اپنی من مکھی نیچ پرکرتی کا ساتھی نہ رہوں۔ میں جیون اکارتھ نہ کھوؤں ..... آپ کا بھولا بھٹکا گمراہ سیوک دیورتن۔ (جب تک تم پرماتما کی شرن میں نہیں آؤگے تم برابر نیچ رہوگے۔ اور تمہاری حالت کبھی بھی ٹھیک نہیں ہوگی۔ تم سوچو کہ تم کتنے عرصہ سے دیوگورو کے سامنے جھک مار رہے ہو۔ مگر ۱۹۰۷ء تک بھی تمہاری حالت ویسی ہی گندی اور میلی ہے۔ جیسی کہ ہو سکتی ہے۔ تمہارا پہلا نام میلا رام تھا۔ تم نے اپنا نام بھی بدلا۔ مگر تم پھر بھی ویسے کے ویسے ہی گندے بلکہ میلے بنے رہے۔ کیا کبھی میلے کے اندر سے بھی رتن برآمد ہوا کرتے ہیں۔ تم اپنی ہانی کارک یا اپنا رساں فطرت کی بدولت دیو نہیں بلکہ دیو کے دیو بنے رہے۔ اور تمہارے اندر کچھ بھی بہتری کی طرف تبدیلی نہ آئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تمہاری فتنہ پردازیوں کی بدولت جہاں ایک طرف کئی انسان رو رہے ہیں۔ وہاں کئی عورتیں بھی تمہاری جان کو رو رہی ہیں۔ تم سوچو! کیا ایسا نیچ جیون رکھ کر اور ایسے ہانی کارک پشو بن کر تمہارا زندہ رہنا لوگوں کے لئے زیادہ مفید ہے۔ یا جیتے جی آگ میں جل مرنا۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ تمہارے جیسے نیچ جیون رکھنے والے انسان کیونکر اخباروں کے ایڈیٹر بن کر لوگوں کو دھرم کا اپدیش دے سکتے اور خدا پر محول اڑا سکتے ہیں +

اے ناظرین! میں ان مہادشٹ۔ مہاپاپی۔ مہا اپرادھی۔ مہانیچ۔ مہا ادھم اور اپنے آپ کو محسن کش۔ باغی۔ بے وفا۔ احسان فراموش کہلانے والوں کی مہادشٹ کرتوتوں کا پردہ کہاں تک پھاڑتا جاؤں۔ ان کے خطوط کی جس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Ha

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قدر پڑتال کرتا ہوں۔ اسی قدر ایک سے ایک بڑھکر نکلتا ہے۔ میں حیران ہوں۔ یہ لوگ آدمی ہیں۔ یا ڈارون والے بندر جس کی اولاد ہونے کا دیو گورو فخر کیا کرتا ہے۔ کہ اُن کی ڈگڈگی بند ہونے میں نہیں آتی۔ یہ لوگ ہیں جو خدا کے ساتھ جنگ کرنے دوڑتے ہیں۔ شرم! شرم!! شرم!!!

اب کیا ان خطوط کے مطالعہ سے یہ صاف ظاہر نہیں ہو رہا۔ کہ دیو گورو نے جو اپنے ٹریکٹ میں جس کا حوالہ میں اس فقرہ کے شروع میں دے آیا ہوں خدا پر عتاب نازل کیا ہے۔ وہ کس قدر جھوٹ ہے۔ اور کہ خود دیو گورو اور اُس کے بھگتوں کی حالت کیسی افسوسناک ہے۔ اور کہ وہ سب کے سب کیسے مہا پاپی مہا دشٹ۔ مہا اپرادھی اور معلوم نہیں کیا کے کیا ہیں۔ گویا دیو گورو کے سر پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ پاپیوں کے پاپ دور کر دیتے ہیں۔ یہ قطعی جھوٹ ہے۔ اور پھر اس پر جو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ جو لوگ دوسرے لوگوں کو دیو گورو کی شرن میں آنے سے روکتے ہیں۔ وہ اُن کے متر نہیں۔ بلکہ شترو ہیں۔ یہ بھی ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ جب دیوت سنگھ۔ دیو رتن۔ امر سنگھ وغیرہ جیسے بوڑھے پاپی ویسے کے ویسے ہی کورے پڑے ہیں تو دوسروں کا وہاں جا کر کیا بنیگا۔ پس ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم نوجوانوں کو اس گڑھے میں گرنے سے بچائیں۔ جس میں کہ یہ لوگ گرے پڑے ہیں۔ اور باوجود سالہا سال کی لگاتار روپیٹ کے بھی ویسے کے ویسے ہی گندے اور میلے نظر آتے ہیں۔ یہ اعلےٰ زندگی کی پکار نہیں ہے۔ بلکہ ایک قسم کی دکانداری ہے۔ اعلےٰ زندگی کیول پرماتما کا یتھا یوگیہ دھیان کرنے سے ہی مل سکتی ہے۔ نہ کہ انسانوں کے پیچھے بھاگنے سے۔ افسوس ہے اُن لوگوں پر جو دیو سماج کے بڑے بڑے آدمیوں کی زندگیوں کا ان کے خود نوشت خطوط کی بنا پر مطالعہ کر کے بھی دیو سماج میں گرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہمارا مطلب صرف پبلک کو آگاہ کر دینا ہے۔ کوئی اس سے فائدہ اُٹھائے یا نہ اُٹھائے ✤

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پانچواں فقرہ

دیوگورو نے جس قسم کا پاکھنڈ رچا ہوا ہے۔ اور یہ شخص جس طرح لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ اس کی جس قدر بھی خبر لی جاوے۔ تھوڑی ہے۔ پچھلے بیان سے اس شخص کے چیلوں کی ناپاک زندگیوں کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ایسی حالت میں ان لوگوں کا دوسرے سیدھے سادے اور بھولے بھٹکے لوگوں کو گمراہ کرنا ایک خطرناک بات ہے۔ خاصکر جبکہ یہ کہکر اُن کو گمراہ کرتے ہوں۔ کہ دیوگورو نے جو دھرم چلایا ہے۔ وہ وگیان مولک مت ہے اور باقی کے جتنے مذاہب ہیں۔ وہ سب کے سب کلپنا مولک دھرم ہیں چنانچہ یہ شخص جیون پتھ بابت منگیر سمت ۱۹۶۰ میں لکھتا ہے "پرتھوی کے کسی دیش میں آج تک کوئی سمپردائے سنتھا پاک ایسا نہیں ہوا۔ کہ جس میں ستیہ پر یتا (سچائی سے پیار) کا وہ لاتانی بھاؤ آیا ہو۔ کہ جس کی ورتمانتا سے وہ سدا ستیہ کا طرفدار رہا ہو۔ اور جس نے اپنی تعلیم میں جان بوجھ کر کسی متھیا کو آشرے نہ دیا ہو۔ اسی پرکار کی متھیا کے علاوہ بہت سے دھرم پربرتکوں (بانیان مذاہب کے جیون کتنے ہی اُن موٹے موٹے پاپوں سے بھی خالی نہیں پائے جاتے۔ کہ جن سے دیوسماج کے نمن شریٹھ کے سیوک بھی پاک پائے جاتے ہیں۔ پھر اُن کے دل میں وہ پاکیزگی یا نرملتا کیونکر آسکتی تھی۔ کہ جس کی شری دیوگورو بھگوان میں بشیشتا ہے" پھر اسی پرچہ میں یہ شخص اپنے بارے میں لکھتا ہے۔ کہ میں نے سائنس کے وہ وہ تتو جانے ہیں۔ جو "آج تک پرتھوی کے کسی پرش نے کسی دیش اور کسی کال میں نہیں دیکھے تھے" اس کے علاوہ اس پاکھنڈی انسان نے اپنے ہی قلم سے "دیوسماج۔ بانی۔ تعلیم وغیرہ" نامی ٹریکٹ میں مفصلہ ذیل دعاوی کئے ہیں:۔

۱۔ شری دیوگورو بھگوان نے دیو جیون میں پکاش حاصل کر کے سچے اور پرکرت دھرم کی جو روشنی حاصل کی ہے۔ اور روح کی زندگی کے متعلق سائنس پر مبنی جو قوانین اور مختلف قسم کے اصول دیکھے اور پہچانے ہیں۔ وہ آج تک اس دنیا میں کسی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, H

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر

انسان نے نہیں دیکھے۔ اور نہیں جانے۔ کیونکہ دنیا کے بکاش کے سلسلہ میں کوئی انسان ان سے پہلے اس منزل تک نہیں پہنچا۔ شری دیو گورو بھگوان نے اس لاثانی روشنی اور حقیقت کو دکھلانے والی آنکھ کو حاصل کر کے پہلے کل فرضیات پر مبنی مذہبی تعلیم کی کایا پلٹ دی ہے۔ وہ مخلوق اور خالق .... بہشت اور دوزخ۔ دنیا اور عاقبت .... موکھ اور بندھن ..... وغیرہ امور کے متعلق جو سائنس پر مبنی سچّی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ آج تک اس دُنیا میں کسی نے نہیں دی (ٹریکٹ مذکور صفحہ ۱۴)

۲۔ اس دنیا میں آج تک مذہبی تعلیم جو فرضیات پر مبنی اور خدا کے غلط یقین کو لیکر رہی ہے۔ اس کی جگہ شری دیو گورو بھگوان نے .... صرف سائنس پر مبنی مذہبی تعلیم دی ہے۔ وہ انسان کی مذہبی تاریخ میں ایک نیا زمانہ پیدا کر رہی ہے۔ (صفحہ ۴-۵)

۳۔ انسان کی روح کے متعلق شری دیو گورو بھگوان جو سچی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ اس دنیا میں کسی نے نہیں دی۔ انسانی روح کے متعلق سائنس پر مبنی سچّا علم حاصل کرنے کے بنا۔ انسان کے لئے سائنس پر مبنی سچّے دھرم کا حاصل کرنا ہی ناممکن ہے۔ انسانی روح کے متعلق سائنس پر مبنی سچّے علم کو حاصل کر کے شری دیو گورو بھگوان نے اس کی زندگی کا جو اصل مقصد اور سچّا معراج ظاہر کیا ہے۔ وہ آج تک کسی نے نہیں کیا۔ (صفحہ ۵)

۴۔ پہلے لوگوں کی تعلیم دیو دھرم کی تعلیم کے مقابلے میں ویسی ہی ہے۔ جیسے کرسٹل پیلیس (شیش محل) کے مقابلہ میں چمپانزی بندر کا گھر (جیون پتھ) واہ! وا! کیا ہی معقول انسان ہے۔ لوگوں کو شاید معلوم نہیں۔ کہ دیو گورو اپنے آپ کو چمپانزی بندروں کی اولاد میں سے بتاتا ہے۔ آؤ ذرا اس بندر کے کی جو کہ تمام دنیا کی سائنس و علم کو چمپانزی بندر کے گھونسلے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ اور خود شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں کے پتھر مار رہا ہے۔ تعلیم کو دیکھیں اور اندازہ لگائیں۔ کہ آیا یہ شخص سچ کہہ رہا ہے۔ یا جھوٹ۔ روح کے بارے میں اس نے جو تعلیم دی ہے۔ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ روح جسم کے ساتھ پیدا

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ مرکب ہے۔ مگر کس چیز سے۔ ٹین۔ چاندی وغیرہ دھاتوں کی سی طاقت سے۔ اور پھر روح۔ جسم کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے یا باقی رہتی ہے۔ اس کے بارے میں دیوگورو نے اپنے دیوشاستر میں جو تعلیم دی ہے۔ اور جو دیوگورو کی شامت اعمال سے ہمارے دوست پنڈت گردھر رائے جی کے ہاتھ پڑ گئی۔ اور انہوں نے شائع کر دی۔ وہ ذرا قابل غور ہے۔ میں اس میں سے چند ایک اقتباسات یہاں دیتا ہوں۔ جس سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ دیوگورو کی روح کے بارے میں تعلیم کیسی وگیان مولک ہے۔ دیوگورو کی یہ تعلیم بطور سوال و جواب ہے ؛

جگیاسو۔ کثیف جسم چھوڑنے کے بعد جو جو آتما لطیف جسم قبول کرنے لائق ہوتے ہیں۔ وہ سب کہاں رہتے ہیں ؟

دیودھرمی۔ اپنی اپنی نیچ اور اوچ حالت کے مطابق کوئی اس زمین کے ساتھ بندھے رہتے ہیں۔ اور کوئی پرلوک سے متعلق کسی لوک میں جا کر رہتے ہیں ؛

جگیاسو۔ پرلوک کہاں ہے ؟

دیودھرمی۔ جس طرح پر ہمارے کثیف سورج منڈل کے ساتھ ہماری اس زمین کا تعلق ہے۔ اور یہ زمین اس منڈل کا ایک حصّہ ہے۔ اس طرح اس سورج منڈل کے لطیف پرمانوؤں سے جو اور لطیف سورج منڈل بنا ہے اس کے ساتھ ہماری جیسی جس لطیف زمین کا تعلق ہے۔ اسے پرلوک کہتے ہیں ؛ دیکھو! ذرا اس پاکھنڈی کی لطافت۔ کیا سائنس پر مبنی تعلیم دیتا ہے۔ پھر آگے چل کر پرلوک کے طبقات گنائے ہیں۔ پہلے طبقہ میں درخت ہیں۔ دوسرے میں حیوان۔ تیسرے میں بچّے۔ پھر پرلوک کے طبقوں کا دوسرا دور چلتا ہے ایک لوک۔ دوسرا لوک۔ تیسرا لوک غرضیکہ اسی طرح اس نے آگے کے لوک اور وہاں کی آبادی بتا دی ہے۔ گویا کہ یہ سائنس کا باپ خود جا کر ان لوکوں کو دیکھ آیا ہے۔ اور پتہ لگا آیا ہے۔ کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ مگر ذرا اگلا سوال ملاحظہ کیجئے ؛

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جگیاسو۔ اور جو درخت یا حیوان یا انسان یہاں سے مرنے کے بعد پرلوک کے کسی لوک میں بھی پہنچتے اور رہنے کے لائق نہیں ہو سکتے۔ ان کا کیا ہوتا ہے؟

دیودھرمی۔ وہ لطیف شکل قبول کر کے اس زمین میں رہ جاتے ہیں۔ اور اس پرتھوی میں یا اُسکے آس پاس گھومتے رہتے ہیں۔ ان کے اس قسم کے قیام کو ادھم لوک کہتے ہیں"

جگیاسو۔ بھلا ادھم آتماؤں کو خوراک کس طرح پر ملتی ہے؟

دیودھرمی۔ وہ ہم لوگوں کی خوراک اور اس زمین کے پھلوں وغیرہ سے لطیف حصّہ نکال کر کھاتے ہیں۔ موقع پاکر دودھ دینے والے حیوانوں اور ماں کا دودھ پی جاتے ہیں۔ اس کے سوائے جو کمزور حیوان مرتے ہیں۔ یا ہم لوگوں کے بھی جو چھوٹے چھوٹے یا کمزور بچّے مرتے ہیں۔ اور جن کا کوئی محافظ نہیں ہوتا۔ انہیں بھی چٹ کر جاتے ہیں"

ناظرین۔ یہ ہے اس پاکھنڈی کے دیوشاستر کی سائنس پر مبنی تعلیم۔ دیکھو۔ کس قسم کے توہمات کا یہ شخص سائنس اور دھرم کے نام سے پرچار کر رہا ہے۔ اب کوئی پوچھے۔ کہ تمہارے جو اتنے بچّے چھوٹی عمر میں مرتے رہے ہیں۔ ان کو تو ضرور یہ تمہارے ادھم لوک نواسی کھا گئے ہونگے۔ اور کبھی کبھی وہ ان بچوں کی ماں کا دودھ بھی پی گئے ہونگے۔ اور وہ تمہارے دیو آشرم میں آکر تمہاری روٹیاں بھی کھا جاتے ہونگے۔ جب وہ اتنا کچھ کھا پی سکتے ہیں۔ تو اُن کے اندر حیوانی جذبات بھی پیدا ہوتے ہونگے۔ اور وہ ان جذبات کی سیری کے لئے عورتوں کو بھی پکڑتے ہونگے۔ کیا تمہارے آشرم میں جو آئے دن عورتیں سر ہلاتی رہتی ہیں۔ اُن کو یہ ادھم لوک نواسی ہی تو نہیں آکر پکڑتے رہتے۔ اس پاکھنڈی سے کوئی پوچھے۔ کہ کیا اس قسم کے توہمات ہمارے ملک میں پہلے کم تھے۔ جو آج تم دھرم کی آڑ میں ان کا پرچار کرنے لگے ہو۔ کیا یہی تمہارے سائنس کی تعلیم ہے۔ کیا یہی تمہارا پاکھنڈ دھرم ہے۔ مگر اس پر بس نہیں۔ ناظرین ذرا آگے دیکھئے:۔

جگیاسو۔ بچوں وغیرہ کا چٹ کر جانا تو بڑی خوفناک حالت ہے +

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیودھرمی - بے شک +

جگیاسو - کیا بھوت چڑیل وغیرہ انہیں ادھم آتماؤں کو کہتے ہیں +

دیودھرمی - ہاں - اور یہ سب مہانیچ اور جہنمی زندگی بسر کرتے ہیں -

ناظرین! یہ اس پاکھنڈی دیوگورو کی سائنس پر مبنی تعلیم ہے - ذرا ملاحظہ تو کیجئے - کہ یہ شخص کیسے خوفناک طریقہ پر دھرم کے نام سے بھوتوں اور چڑیلوں کی تعلیم دے رہا ہے - کیا یہی سائنس ہے - کیا یہی اس کا وگیان موکھ دھرم ہے - کیا یہی دیوشاستر ہے - جس کو جذامیوں کی طرح اندر چھپا کر رکھا ہوا ہے - ناظرین آپ نے دیوگورو کے دیوشاستر کی مذکورہ بالا تعلیم کو دیکھ لیا - کیوں کیسی مزیدار ہے - اب ہی تو یہ شخص اس گندکی پوتھی کو چھپا کر رکھتا ہے - آگے دیکھئے -

جگیاسو - یہ ادھم آتما کتنے کتنے عرصہ تک اس مہانرک میں پڑے رہتے ہیں -

دیودھرمی - کوئی تھوڑے دنوں تک اور کوئی کئی کئی مہینے یا کئی برس تک اور کوئی سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو برس تک زندہ رہ کر اور بہت تکالیف پا کر اور نہایت دکھ اٹھا کر فنا ہو جاتے ہیں +

ناظرین! دیوگورو سے پوچھئے - کہ وہ فنا کیوں ہو جاتے ہیں - اس کا جواب اس نے یہ دیا ہے - کہ ان کو کھانے کے لئے کچھ میسّر نہیں آتا - اور ان کو کوئی سہارا نہیں ملتا - اب ایک طرف تو یہ پاکھنڈی یہ کہتا ہے - کہ وہ دودھ - پھل - بچے - حیوان وغیرہ سب کچھ چٹ کر جاتے ہیں - یہاں تک کہ شاید دیودھرمیوں کی عورتوں کا دودھ بھی پی جاتے ہیں - اور ان کی گودی میں آکر قلیلیں بھی کرتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی اس شخص کو شکایت ہے - کہ وہ خوراک اور سہارا نہ ملنے کی وجہ سے مر جاتے ہیں - اس سے اس شخص کی گندی کھوپڑی کا پتہ لگ سکتا ہے - کہ یہ شخص کیسا لاثانی سائنس دان ہے - اب آگے دیکھئے -

جگیاسو - کیا ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں - کہ جو اس زمین میں اس یا اُس دھرم مت کے ماننے والے کہلاتے ہیں +

دیودھرمی - ہاں اکثر سب ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں - یعنی لاکھوں وہ جو پہلے عیسائی کہلاتے تھے - لاکھوں وہ جو مسلمان کہلاتے تھے - لاکھوں وہ جو ہندو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پاکھ - جینی - کبیر پنتھی - داؤد پنتھی - بیشنو - شو - شاکت - جوگی - بیراگی - سادھو - سنیاسی - اور عالم وغیرہ کہلاتے تھے +

چلئے اس دیوگورو نے سب کو جہنم میں پہنچا کر بھوت چڑیل بنا دیا - اب وہ لوگ آئے دن ان کی عورتوں کے سر پر آکر سوار ہوتے اور خوب ان کی گت بناتے ہیں - دیوگورو پر آکر بھی سوار ہوتے رہتے ہیں - ان کے جہاں جہاں بھی آشرم ہیں - وہاں وہاں ہی ان کی عورتوں میں اس قسم کے پاکھنڈ پائے جاتے ہیں - تم ان میں رہ کر دیکھ لو - یا زبانی پوچھ لو - آج فلاں عورت پر بھوت چڑھ گیا ہے - آج فلاں دیوگورو کی چیلی پر چڑیل سوار ہے - کئی دفعہ تو خود دیوگورو بھگوان کی اپنی عورت کو بھی ان بھوتوں نے آدبایا ہے - پھر یہ بھوت ان عورتوں کے ساتھ کیا کرتے ہونگے - ان کا دودھ پیتے ہونگے - یا کچھ اور اس کا جواب دیوگورو سے پوچھنا چاہیئے - جو اس قسم کے پاکھنڈ کی تعلیم دے رہا ہے +

جگیاسو - کیا بڑے بڑے عالم لوگ بھی نرگ سے نہیں بچتے -

دیودھرمی - . . . ایک آدمی عالم ہو کر اور زیادہ سمجھ دار بن کر اپنی سمجھ کے ذریعہ بے وقوفوں کی بہ نسبت اور بھی بڑھ چڑھ کر اپنی نیچ حالتوں میں اوّل نمبر ہوتا ہے - اور اس لئے بارہا بیوقوفوں کی بہ نسبت بہت بڑھ چڑھ کر جہنمی زندگی قبول کرتا ہے" اگر دیوگورو کا یہ فرمان سچ ہے - تو اس میں کوئی شک نہیں - کہ دیوگورو مر کر ضرور بھوت یا چڑیل بن کر اودھم لوک میں جائیگا - کیونکہ وہ جس طرح پڑھ لکھ کر اور چالاک کہلا کر بے وقوفوں کو دھوکہ دے رہا ہے - اور ان کے دین وایمان کو غارت کر رہا ہے - وہ نہایت ہی خوفناک جہنمی زندگی ہے - اس میں کچھ بھی شک نہیں - کہ اگر مر کر لوگ بھوت - چڑیل بھی بن سکا کرتے ہیں - تو دیوسماجیوں کا دیوگورو تو اپنی نیچ فطرت کی وجہ سے اور خود دیوسماجی اپنی بے وقوفی اور جہالت کی وجہ سے سب کے سب ادھم لوک میں جائینگے - اور بھوت - چڑیل ہی بنینگے - اور وہ سب یا تو آدمیوں کے مردہ بچوں - مردہ حیوانوں کو کھا کر گزارہ کیا کرینگے - یا پھر عورتوں کے سر پر سوار ہو کر ان کا دودھ پیا کرینگے - ذرا مزہ کی بات دیکھیئے - کہ اگر کوئی دیوگورو کا دشمن مر جائے - تو وہ ان بھوتوں کے ذریعہ خبر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

منگواتا ہے۔ کہ وہ اس کا دشمن کہاں گیا ہے۔ یہ بھوت دیوگورو کو آکر کہدیتے ہیں۔ کہ وہ اودھم لوک میں گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی دیوگورو کا چیلا مرے۔ تو یہ بھوت خبر دیتے ہیں۔ کہ وہ دیوگورو کی پہلی عورت یا اس کے لگ بھگ کے لوک میں پہنچا ہے۔ دیوگورو اپنے دشمنوں کا ویسے تو کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ ہاں اپنی مخبوط الحواسی کی مدد سے ان کو اودھم لوک میں پڑا ہوا فرض کرکے ہی خوش ہولیتا ہے۔ اچھا اتنا بھی غنیمت ہے۔ آگے دیکھئے ؛

جگیاسو۔ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہ انسان مرکر پھر اسی زمین میں کسی مشٹر یا آدمی کے گربھ سے جنم لیتا ہے ؛

دیودھرمی۔ بالکل جھوٹ ہے۔ اور لوگوں کی اپنی کلپنا ہے۔ اور جیون تت سے ناواقف رہ کر ہی بہت سے لوگ ایسے غلط خیال باندھتے ہیں "

ناظرین! دیکھا اس پاکھنڈی کی منطق کو۔ تناسخ کو تو یہ ایک قسم کی من گھڑت کلپنا بتاتا ہے۔ لیکن اپنی بھوت۔ چڑیلوں کی تعلیم کو یہ جیون تت اور سائنس کی تعلیم کہتا ہے۔ گویا کہ اس کو ایسے بھوتنوں سے ہر وقت واسطہ پڑتا رہتا ہے اور وہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہے۔ دیکھو! اس شخص کی نالائقی آگے چل کر یہ کیا بکواس کرتا ہے ؛

جگیاسو۔ کیا ادھم لوک کی رہنے والی جہنمی روحیں اپنی نیچتا کی وجہ سے ہم لوگوں کو بھی کس طرح کا نقصان پہنچاتی ہیں ؟

دیودھرمی۔ کیوں نہیں۔ بہت سے بیمار اور کمزور بچوں اور بہت سے زیادہ بیمار لوگوں کی تکلیفوں کو بڑھا دیتی ہیں۔ مرتے ہوئے جن بچوں کا کوئی خبر گیراں نہ ہو۔ انہیں پکڑ کر کھا جاتے ہیں "

دیکھو اس پاکھنڈی کا پاکھنڈ۔ دوسرے مذہبوں کو تو یہ گپّوں کا مجموعہ سمجھتا ہے۔ لیکن آپ شیخ چلی کی طرح ایسی نقصان دِہ گپّیں مار رہا ہے۔ کہ جس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اس کا یہ سب پاکھنڈ کمزور دل مردوں یا عورتوں کو ڈرانے کے لئے نہیں ہے۔ تو اور کیا ہے۔ تاکہ وہ ڈر کر ان چڑیلوں سے بچنے کے لئے یا تو اس کے قدموں میں گریں۔ یا اس کے سامنے روپیہ چڑھائیں۔ اور بھوت

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اتر دائیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ دیوگورو کو جو بارہ مہینے روگ لگے رہتے ہیں۔ وہ سب اِن ہی جہنمی روحوں کی مہربانی ہے۔ اور جو دیوگورو کے اتنے بچے مرے ہیں۔ ان کو بھی یہ چڑیلیں اور بھوت کھا گئے ہونگے۔ اب دیوگورو کو بھی نہیں چھوڑینگے۔ چنانچہ دن بدن اس کو کھا رہے ہیں۔ اور اس کے روگ کو بڑھا رہے ہیں۔ ذرا دیوگورو کی ڈائری کا ملاحظہ کیجئے۔ اور دیکھئے۔ کہ بھوت اور چڑیل اس کی بیماری کو کس طرح بڑھا رہے ہیں "۱۸۔ جولائی ۱۹۰۶ء رہی سہی شکتی بھی چلی گئی۔ سر درد جاری ہوگیا۔ کمزوری بہت بڑھ گئی۔ پھر بھی آرام نہیں۔ سنایو پرنالی (نردس سسٹم) کا بالکل دیوالہ نکل گیا۔ اور سر اور زبان اور ہاتھ پاؤں آدی نے پورنتا (بالکل) جواب دیدیا۔ رات بہت تکلیف اور بے چینی سے کٹی۔

۸۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ ۔ ۔ ۔ اگست سے نہایت بُرا حال ہوگیا۔ شام کو ڈاکٹر ہیرالال نے کرپا کر کے دیکھا۔ اور دوا کی دوستھا کی اُنہوں نے کہا کہ آرام ہونے میں دو مہینے لگینگے

۹۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ دن میں کئی گھنٹہ سویا رہا۔ سر میں درد۔ پیٹ میں درد۔ اور سخت کمزوری +

۱۰۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ ۔ ۔ ۔ تم میں سے کسی کا یہ مکش (مقصد) نہیں۔ کہ میرا روگ دور ہو۔ اور اس مکش کو رکھ کر کسی کے بھیتر کوئی چنتا پائی جاتی ہو۔ ۔ ۔ ۔ شام کو ڈاکٹر ہیرالال جی نے کرپا کر کے پھر دیکھا۔ اور اوشدھی کی پیتھا کی۔

۱۱۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ روگ میں کچھ فرق نہیں۔

۱۲۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ حال بدستور ہے۔

۱۳۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ پرابہ کل کی طرح۔

۱۴۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ پرایہ وہی حال ہے۔

۱۵۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ ۔ ۔ ۔ چلا پھرا نہیں۔ پرنتو اتنے میں ہی تھک گیا۔

۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تھک گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دماغ خالی تھا۔ لکھنا بہت کٹھن ہوگیا۔ تھوڑی سی سطروں کا لیکھ تھا۔ پرنتو بہت زور لگانے سے کہیں آدھ گھنٹہ میں مشکل سے ختم ہوا۔ تب سے شام تک طبیعت زیادہ خراب رہی +

۱۷۔ اگست ۱۹۰۶ء۔ حال بدستور۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رات کو ایک بجے کے بعد کتنی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیر تک نیند نہ آئی۔ کلپت ایشور کی تردید میں طرح طرح کے خیالات اُٹھتے رہے۔

۱۸۔ اگست ۱۹۰۶ء ۔ ۔ ۔ ۔ آج دوپہر کے بعد میری طبیعت کل جتنی خراب نہیں معلوم ہوتی ۔ ۔ ۔ ۔ بالی جی نے مری سے گھوڑے بھیجے ہیں۔ جیون پنتھ کا مضمون ٹھیک کر کے پریس کو دیا۔ کیا جاوے۔ لاچاری تھی +

۱۹۔ اگست سے لیکر ۳۱۔ اگست تک۔ سر میں کوئی خاص بہتری نہیں۔ پر تو الٹا آٹھ دس دن تک زکام اور کھانسی کی نئی تکلیف ہو گئی +

ناظرین! یہ لاثانی انسان ڈیرنیچر کا لاڈلا بچہ اور جنوں بھوتوں کا شائق اسی طرح اپنی بیماری کا حال لکھتا جا رہا ہے۔ آگے چل کر اس نے پیچیش وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کو پتہ نہیں۔ کہ اس کی بیماری کو بڑھانے والے جن بھوت ہی ہیں۔ جن کی یہ تعلیم دے رہا ہے۔ مزے کی بات دیکھئے۔ ان ہی جنوں بھوتوں کے نام دیو گورو بھگوان اپنی ۱۲۔ اگست کی ڈائری میں یہ فرمان جاری کرتا ہے :۔

"میں سناوک دُریلتا (نروس پروسٹریشن) سے برابر روگ گرہست ہوں۔ سر کام نہیں دیتا۔ شریر کے دوارا چل پھر نہیں سکتا۔ بہت کوشش سے تھوڑا سا بولتا اور چلتا ہوں۔ ڈاکٹر ہیرا لال کا علاج کرتا ہوں۔ ابھی تک کچھ فائدہ نہیں۔ شاید بہت دنوں میں آرام ہوگا۔ تم سب کی منگل کامناؤں کی ضرورت ہے۔ جیون پنتھ اشون سمت ۱۹۶۳ "

مگر کیا اس فرمان کے جاری کرنے کے بعد اس شخص کو اس کے پرلوک واسی بھوتوں نے کوئی مدد دی۔ ہرگز نہیں۔ جیسا کہ اس کی مابعد کی ڈائری کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کی بیماری بدستور قائم رہی۔ بلکہ بعض حالتوں میں اور بھی بڑھ گئی۔ پس اس شخص کا یہ خیال کہ مردہ آدمی اپنی منگل کامناؤں سے ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ وہ بھی جھوٹ اور لغو ہے۔ اس طرح اس کا یہ خیال کہ مردہ روحیں جن بھوت بن کر ہماری بیماری کو بڑھا دیتے ہیں۔ یا ہمارے بچوں کو کھا جاتے ہیں۔ وہ بھی بکواس ہے۔ اگر یہ پاکھنڈی انسان سمجھتا ہے۔ کہ جو کچھ وہ بھوتوں کے مارے مانتا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ تو میں اس کو اور اس کے ساتھ ہی تمام دیو سماج کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ وہ میرے سامنے اپنے جنوں۔ بھوتوں۔ چڑیلوں کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلا کر کسی بچے کو کھلا کر دکھائیں۔ یا میں میز کے اُوپر کچھ پھل۔ یا دودھ رکھ دیتا ہوں۔ اگر ان کے مردہ باپ دادا در حقیقت دودھ وغیرہ پی جاتے ہیں۔ تو وہ ان کو بلائیں اور دودھ پلا کر دکھائیں۔ اگر اس پاکھنڈی کا یہ کہنا سچ ہے۔ کہ مردار روحیں ہماری بیماری کو بڑھا دیتی ہیں۔ تو میں اپنے ہاتھ پر ایک زخم لگاتا ہوں۔ وہ اپنے مردار باپ دادوں کو بلا کر کہیں کہ میرے زخم کو بڑھا دیں۔ یا اس قسم کا دوسرا زخم میرے دوسرے ہاتھ پر لگا دیں۔ لیکن یہ سب اس شخص کے پاگل پن کی دلیل ہے۔ چنانچہ اپنی ۱۸ جولائی ۱۹۰۶ء کی ڈائری میں اس نے اپنے پاگل پن کا صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے۔ اب اگر اس قسم کا کوئی پاگل دھرم اور سائنس کے نام سے لوگوں کو بھوتوں۔ چڑیلوں یا دیگر توہمات کی تعلیم دے۔ تو کیا ہی خواہان بنی نوع انسان کا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ وہ ان کے پاکھنڈ کو توڑیں۔ اور ان کے پاگل پن کی حقیقت کو کھولیں۔ میں اس پاگل دیو گورو کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ کسی بھی آسمانی یا زمینی ذریعہ سے اپنے جنوں۔ بھوتوں اور چڑیلوں کو میرے سامنے لائے۔ اور ثابت کر دے۔ کہ در حقیقت چڑیلیں اور بھوت ہم پر وہی عمل کرتے ہیں۔ جو کہ یہ پاکھنڈی انسان کہہ رہا ہے۔ تو میں تحریری وعدہ کرتا ہوں۔ کہ دیو گورو کی چڑیلوں کو دیکھنے کے ساتھ ہی اپنی اس تحریر کو پھاڑ ڈالونگا۔ ورنہ اس جھوٹے۔ خبطی۔ پاگل اور پاکھنڈی انسان کو دھرم اور سائنس کے نام سے عورتوں اور سادہ لوح مردوں میں اس قسم کے خوفناک اور نہایت ہی خطرناک اور نقصان دہ توہمات کا پرچار کرنے سے شرمسار ہو کر باز آنا چاہیئے۔ ناظرین! اس شخص نے یہ چڑیلوں کی تعلیم اس لئے دی ہے۔ کہ بے وقوف مرد اور کمزور دل عورتیں ڈر کر اس کی طرف آئیں۔ چنانچہ آگے چل کر اس شخص نے لکھا ہے۔ کہ جو لوگ دیو دھرم کی تعلیم کو مانتے ہیں۔ وہ اس سے بچ سکتے ہیں۔ اسکے اپنے الفاظ ہیں:۔

دیو دھرمی "ہاں۔ اس میں کیا شک ہے۔ اس لئے کتنے خوش قسمت ہیں وہ آتما جن کو زندگی کے متعلق بناوٹ اور بکاش تت کو ظاہر کرنے والے اور بشوویاپی (عالمگیر) غیر مبدل قوانین پر مبنی دیو دھرم اور اس کی تعلیم دینے والے اور اعلےٰ عالات کے متعلق روشنی اور طاقت دینے والے کے کچھ بھی پہچانتے اور ان کے

CC-0. Panini Kanya Maha Vidyalaya Collection. Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتھ کچھ بھی اصلی طور پر بھگتی کے رشتہ میں بندھنے کا موقع ملا ہے! باہر اس سے بڑھ کر ان کا اس پرتھوی یا کسی اور لوک میں کیا فائدہ ہو سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی انسانی روح کیا چاہ سکتی ہے۔ اور کیا حاصل کر سکتی ہے کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ ہاں جو اپنے اس ادھیکار کی اصلی مہما کے دیکھنے کے لائق ہو۔ وہ ان کے مقابلہ میں دنیا وی ساری دولت اور ساری حکومت کو آسار اور بے حقیقت محسوس کر سکتا ہے۔ اور ایسی سب دولت اور حکومت کو اس کے لئے قربان کر سکتا ہے۔"

ناظرین! یہ ہے اصلی مطلب اس پاکھنڈی کا۔ دیکھا چڑیلوں کا ڈر دیکر اُس نے مردوں اور عورتوں کو ٹھگنے کا کیا عمدہ طریقہ نکالا ہے۔ گویا پہلے چڑیلیں اور بھوت گھڑے۔ پھر ان سے بچنے کے لئے اپنا وجود پیش کیا۔ جو اس کی شرن میں آگیا۔ اور جس نے روپیہ پیسے سے اُس کی پوجا کی۔ بس وہ تر گیا۔ باقی سب ادھم کوک کے راہی۔ خواہ عیسائی ہوں۔ یا مسلمان۔ عالم ہوں یا فاضل۔ سنیاسی ہوں یا یوگی۔ لعنت اور ہزار لعنت۔ افسوس اور لاکھ افسوس! کہ جو شخص کسی وقت ڈرائنگ ماسٹر ہو کر محنت سے روٹی کماتا اور کھاتا تھا۔ آج وہ دوسروں کی دولت کی طرف ایسی حرامخوری سے اشارہ کر رہا ہے۔ اور ایسے ایسے پاکھنڈ رچ کر اور لوگوں کو گمراہ کر کے دھرم اور سائنس کے نام سے ملک کے اندر اُن زہریلے خیالات کو پھیلا رہا ہے۔ جو کسی صورت میں بھی ملک کے لئے مفید نہیں ہو سکتے مقابلہ کرو۔ اس کی اس تعلیم کا اس کے اُن دعووں سے جو کہ میں نے اس فقرے کے شروع میں نقل کئے ہیں۔ اور پھر بتاؤ۔ کہ اس شخص کا یہ کہنا کہ اس نے روح وغیرہ کے بارے میں جو سائنس پر مبنی تعلیم دی ہے۔ وہ لاثانی ہے۔ اور گپوں یا کانیاؤں سے خالی ہے۔ کس قدر جھوٹ۔ مکاری۔ پاکھنڈ۔ ٹھگ ودیا اور دھوکہ بازی ہے۔ پھر تم کہتے ہو۔ کہ ایسے پاکھنڈیوں کا قلع قمع مت کرو۔ کسی اچھے کام لگو۔ کیا اپنے ملک کے بچوں کو اس قسم کے پاکھنڈیوں کے ہاتھ سے بچانا جو کہ چڑیلوں کی تعلیم دے رہے ہوں کوئی مفید کام نہیں ہے؟ کیا تم سمجھتے ہو۔ میرے یہ اوراق یوں ہی جائینگے۔ یقیناً اگر ایک نوجوان بھی اس پاکھنڈی کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جلا میں پھنسنے سے بچ جاوے یا پھنسا ہوا نکل جاوے۔ تو یہ کوئی منہ کا سودا نہیں ہوگا۔ اے پڑھنے والو! تم خود ہی انصاف کرو۔ کہ اس پاکھنڈی کا یہ دعوے کہ پہلے لوگوں کی تعلیم ویدوں دھرم کی تعلیم کے مقابلے میں ایسی ہی ہے۔ جیسے شیش محل کے مقابلہ میں چمپانزی بندر کا گھر۔ کتنا بڑا کفر اور کتنا بڑا بکواس ہے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ قرآن۔ بائیبل۔ پران۔ ژنداوستا وغیرہ میں کئی نقص ہیں۔ لیکن اس اس شخص نے تو قرآن۔ پران۔ بائیبل۔ ژنداوستا۔ گرنتھ صاحب۔ وید۔ ورشن اپ نشد۔ گیتا غرضیکہ تمام کتابوں کو چمپانزی بندر کے گھر سے ملا دیا۔ گویا یہ تمام کتابیں تو ہوئیں چمپانزی بندر کا گھر۔ اور ان کے لکھنے والے یا الہام دینے والے ہوئے چمپانزی بندر۔ یا بالفاظ دیگر اس مکار آدمی کے نزدیک عیسےٰ۔ محمدؐ۔ نانک۔ داؤد۔ کبیر۔ رشی۔ منی۔ گوتم۔ کناد۔ پتنجل۔ دیانند۔ وغیرہ سب کے سب چمپانزی بندر تھے۔ اور ڈارون کی تھیوری کو ماننے والا یہی ایک پاکھنڈی انسان بندروں کے گھرانے میں انسان پیدا ہوا ہے۔ دیکھو تو سہی اس شخص کی حماقت کو۔ لطف یہ کہ اس کے دام افتادہ اس کو ایسا بانس پر چڑھا رہے ہیں۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ چنانچہ فیروز پور کا گورکھ سنگھ جو کہ چیف کورٹ کا پلیڈر اور یونیورسٹی کا گریجوئیٹ ہے۔ وہ اپنے ایک خط میں اس کو لکھتا ہے۔ کہ جن باتوں کا آپ کو پتہ ہے۔ وہ ہربرٹ سپنسر کو بھی معلوم نہیں تھیں۔" اور ہربرٹ سپنسر کو پتہ بھی کیسے لگ سکتا۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے گیان اور انوبھو سے پرے کیول کلپنا اور انومان کی چھلانگ مار کر بہت دور نہیں جا سکتا" جیون پتھ چیت سمت ۱۹۶۳ء۔ دیکھو ان لوگوں کی حماقت۔ ہربرٹ سپنسر تو ہوا محض کلپنا کرنیوالا۔ اور یہ چڑیلوں کی تعلیم دینے والا ہوا ہربرٹ سپنسر کا بھی باپ۔ ایسے ایسے پاکھنڈیوں نے ہی تو ہمارے ملک کا ستیاناس کر دیا ہے۔ جو بجائے اس کے کہ لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائیں۔ ان کو توہمات کے جنگل اور فضولیات کی دلدل میں پھنسا کر مار رہے ہیں۔ اس پر بھی بعض احمق صلح کل کے پیرو وہ حامی بھی کہتے چلے جا رہے ہیں۔ کہ کسی کی پول مت کھولو۔ سب کے ساتھ راضی نامہ کر لو۔ احمق انسان! یہ نہیں دیکھتے۔ کہ ہمارے ملک کو اس قسم کے پاکھنڈی انسان جن کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتھ وہ راضی نامہ کی صلاح دے رہے ہیں۔ دھرم اور سائنس کی آڑ میں کس قدر خوفناک نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایسے بیہودہ آدمیوں کے پاکھنڈ کو ایک طرح طشت از بام کرنا چاہیئے۔ خواہ کچھ ہی مصیبت آئے۔ ناظرین اوپر کے تمام مضمون کو پڑھ کر آپ نتیجہ نکالیں۔ کہ چمپانزی بندر کون ہے۔ دیو گورو یا دوسرے بھدر پرش ؟

چھٹا فقرہ

ناظرین! میری تحریروں کو پڑھ کر اور دیو سماج کے پرچارکوں اور بوڑھے اپدیشکوں کی شرمناک کرتوتوں کا مطالعہ کر کے آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہوگا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ دیو سماج کے بعض بوڑھے بوڑھے آدمی باوجود اپنے دعووں کے وہ وہ شرمناک کرتوتیں کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ کہ جن کی سزا میں وہ اگر زندہ آگ میں جلا دیئے جائیں۔ تو منو کے قوانین کا منشا پورا ہو سکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ مہاں دشٹ۔ مہا پاپی۔ مہا نیچ۔ غدار۔ محسن کش۔ بے حیا۔ بے وفا دیکھے جاتے ہیں جیسا کہ وہ خود اقرار کرتے ہیں۔ اور کیوں ان میں کوئی اعلےٰ تبدیلی نہیں آئی۔ اور کیوں وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اتنے اتنے سالوں تک دیو گورو کے پاس رہ کر اور دھرم دھرم کا شور مچا کر بھی وہ خالی کے خالی ہی رہے۔ اس سوال کا جواب شاید آپ کو یہ سوجھے۔ کہ وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں۔ جھوٹ لکھ رہے ہیں۔ نہیں۔ یہ جواب نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ دیو سماج میں جس قدر بھی آدمی بھرتی ہوتے ہیں۔ وہ تقریباً سوائے ایک دو مثالوں کے سب کے سب بدمعاش۔ دھوکہ باز۔ ٹھگ۔ زانی۔ چور۔ اور پانچوں عیب شرعی رکھنے والے طبقے سے آتے ہیں۔ اس لئے بظاہر یہ کہکر کہ اُن کے اندر دیو گورو کی کرپا سے بڑی تبدیلی آگئی ہے۔ وہ تقریباً ویسے کے ویسے ہی نیچ رہتے ہیں۔ امر سنگھ۔ دیورتن۔ دیوت سنگھ وغیرہ اپدیشکوں۔ پرچارکوں۔ منتریوں مہامنتریوں کی کرتوتیں ہمارے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Ha

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس دعوے کے ثبوت میں کافی مصالح ہیں۔ کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کہ ہم ان بعض چوروں۔ ٹھگوں۔ زانیوں۔ بدمعاشوں اور لچوں سے آئے ہوئے انسانوں کے مجمع کے بارے میں ان کی خود نوشت تحریروں سے اقتباسات دیتے۔ لیکن اپنے دعوے کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے اور یہ دکھانے کے لئے کہ ان لوگوں کی اشتہار بازی کیسی مکاری اور پاکھنڈ پر مبنی ہے۔ ہم چند ایک تازہ مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جس سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ لوگ پبلک کو کس قدر دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور لوگ ان کو کیا سمجھ رہے ہیں۔ چنانچہ شری دیوگورو بھگوان کی دھرم شکتی کے معجزے" نامی ٹریکٹ میں جہاں کئی اس قسم کے لوگوں کی کرتوتیں درج ہیں۔ وہاں رانیکا رائپور ضلع انبالہ کے ایک برہمن کے بارے میں یہ عبارت لکھی ہوئی موجود ہے ؎

"رائپور ضلع انبالہ میں ایک شخص ذات کے مہابرہمن چند سال پہلے نوجوان اور ہٹے کٹے ہو کر بھی اپنی اور اپنے پریوار کی پرورش کے لئے کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اور صرف مُردوں کا مال کھا کر جیتے تھے۔ کام کرنے کو عیب سمجھتے تھے۔ اور دوسروں کی کمائی میں سے چھین کر اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پالنا اپنا حق سمجھتے تھے۔ کچھ سالوں سے شری دیوگورو بھگوان کی مُردوں کو زندہ کرنے والی شکتی کا کام اس شہر میں ہو رہا تھا۔ اس نوجوان کو بھی اس نرالی شکتی کے زیر اثر ہونے کا موقع حاصل ہوا۔ . . . . . دھیرے دھیرے اس نرالی طاقت نے ان کے بھیتر اتنا بل داخل کر دیا۔ کہ وہ لگاتار کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ اور اب ڈھائی سال سے ایک سوداگر کی ایجنسی میں باقاعدہ ملازم ہیں۔ اور اپنی قوم اور دیش کے لئے ایک مفید اور کارآمد پرزہ ثابت ہو رہے ہیں۔ . . . ."

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ جو شخص پہلے حرامخور تھا۔ کیا دیوگورو کی شرن میں آکر وہ درحقیقت ویسا ہی تبدیل ہو گیا۔ جیسا کہ ان اشتہار بازوں نے بکواس کیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی مہابرہمن جو دیوسماج میں آکر اپنی قوم اور دیش کے لئے ایک "مفید پرزہ" ثابت ہو رہا تھا۔ اس دیوسماج کی تعلیم اور سنگت میں رہ کر اور ایک بہت بڑے عرصہ تک رہ کر ایسا مفید پرزہ ثابت ہوا۔ کہ وہ اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوداگر کا ہی ہزار سے زیادہ روپیہ لیکر بھاگ گیا۔ اور دیوگورو منہ دیکھتا رہ گیا اور اس کی تمام کرامات اور معجزے خاک میں مل گئے۔ اور ان کی شکتی بہنم رسید ہو گئی۔ پہلے اس نے اس قسم کی شرمناک مجرمانہ حرکت شاید ہی کبھی کی ہو۔ لیکن دیوگورو کی شرن میں آکر اس نے اپنے ہی محسن کا ہزار سے زیادہ روپیہ چرا لیا اور بھاگ گیا۔ کیوں؟ کیسی کرامت ہے۔ اور کیسا زندہ معجزہ ہے۔ اس پر بھی اس پاکھنڈی انسان کا خدا اور خدا پرستی پر سے اعتبار نہ اٹھانا اس کی جس قدر شرمناک حرکت ہے وہ ظاہر ہے۔ اب ذرا اس کی شکتی کا زندہ معجزہ اور دیکھئے دیوگورو بھگوان کی شکتی کے زندہ معجزوں کی فہرست کو بڑھانے کے لئے دیوسماج کی طرف سے "ایک نوجوان کی عبرتناک کہانی" نامی ٹریکٹ چھپا ہوا ہے۔ جس میں اس نوجوان کا مختصر سا خود نوشت بیان بدیں الفاظ ہے:۔

"..... تیسری جماعت میں ہی جبکہ میں ابھی دس برس کا بھی نہ ہوا تھا۔ مجھے یہ نہایت خوفناک مرض (اغلام) لگ گیا تھا۔ پانچویں جماعت میں پہنچنے تک ..... میں نے اس ناپاک عادت کے بس ہو کر دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر جس قدر نیچ کرم کئے۔ ان کو میں حساب میں نہیں لا سکتا شاید ہی کوئی دن ایسا جاتا ہوگا۔ کہ جس دن میں اس قسم کی ایک یا دوسری خرابی کر کے اپنے آپ کو نیچ اور مکروہ نہ بناتا ہونگا ..... جب میں اپنی گناہ آلودہ خواہش (اغلام) کو کھلم کھلا سیر کرنے کا موقع نہ پا سکا۔ تو میں نے ایک اور خوفناک اور بھیانک ذریعہ اختیار کیا۔ یعنی ہاتھ کے ذریعہ اپنی تباہی کرنے لگا ..... لیکن میں ہر وقت اس تاک میں لگا رہتا تھا۔ کہ کسی کے ساتھ میری دوستی ہو جائے۔ آخر کار ہوتے ہوتے میری یہ خواہش پوری ہو گئی۔ اور ایک دو شریر لڑکوں کے ساتھ میری اس نیچ خواہش کو لیکر دوستی ہو گئی۔ بس اب پھر کیا تھا۔ ..... بعض دن تمام تمام رات اس کے متعلق ایک یا دوسرے بربادی بخش فعل میں پھنس کر ہم لوگ اپنا ناش کرتے رہتے تھے ..... چونکہ اس وقت بورڈنگ عین شہر کے بیچ میں تھا۔ اور بیواؤں کے محلہ کے پاس تھا۔ جب کبھی طبلے اور سارنگی کی آواز میرے کان میں پڑتی تھی تو

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو اندر سے ایسی تحریک اور پریرتا ہوتی تھی۔ کہ کسی بیسوا کے پاس پہنچنا چاہئے۔ لیکن خوش قسمتی سے میرے پاس خرچ وغیرہ کی طرف سے اتنی کشادگی نہیں تھی۔ . . . کئی بار خرچ وغیرہ کی دقت سے اپنے آپ کو بہت لاچار اور تنگ دیکھ کر دل میں آیا کرتا تھا۔ کہ پڑھنا وغیرہ چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں جا کر بیسواؤں کے ہاں نوکر ہو جاؤں۔ اور پھر وہاں خوب موج کیا کروں . . . . . کتے کی طرح دروں پر مارا مارا پھرتا تھا۔ اور بارہا کئی جگہ ٹھیک اس کتے کی طرح جھڑکیاں اور دھمکیاں بھی کھایا کرتا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ ہونے پر بھی میں ان نیچ کرموں سے نہیں ہٹتا تھا۔ . . . . . بڑھتے بڑھتے میں یہاں تک جہنمی بنا۔ کہ ان ہی دنوں میں بھروسا کر کے مجھے ایک شریف آدمی کے گھر میں آنے جانے کا موقع دیا گیا۔ مگر میں وہاں پر بھی بھروسا کشی کے خوفناک جرم کا مجرم بن کر خرابی کرنے کا موجب ہوا . . . . . "

اس کہانی کو بیان کر کے آگے یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ یہ نوجوان دیوگورو کی سنگت میں آ کر گویا بڑا دیوتا بن گیا۔ اور ایک بہت لمبا چوڑا اشتہار دیا گیا ہے۔ لیکن ناظرین یہ سب ان لوگوں کی دھوکہ بازی ہے۔ یہ شخص دیوسماج میں آ کر بھی ویسے کا ویسا ہی نیچ بنا رہا۔ مگر اس کا کیا ثبوت؟ اس کا ثبوت اس کی وہ ڈائری ہے۔ جو کہ اس نے دیوسماج میں رہ کر لکھی۔ اور جس کو میں اگنی میں درج کر چکا ہوں۔ ایک طرف دیوگورو کے اس اشتہار کا مطالعہ کیجئے۔ دوسری طرف اس کی ڈائری کو دیکھئے۔ آپ فوراً اس نتیجہ پر پہنچینگے۔ کہ دیوگورو کے اشتہارات کیسے دھوکہ بازی سے پُر اور پبلک کی نظروں میں خاک ڈالنے والے ہوتے ہیں۔ میں اُوپر کہہ چکا ہوں۔ کہ دیوسماج میں زیادہ تر بدمعاش اور نیچ ہی آتے ہیں۔ اور وہاں بھی وہ اپنی بدمعاشیوں سے باز نہیں آتے۔ اوپر سے وہ بھگت بن جاتے ہیں۔ لیکن اندر سے تقریباً ویسے ہی رہتے ہیں۔ جو کہ وہ پہلے تھے جیسا کہ ان دو تحریروں سے اور اس سے پہلے امرسنگھ وغیرہ کی تحریروں سے میں دکھا چکا ہوں۔ یہ وہ تحریریں ہیں۔ اور یہ ان دیوگورو کے بھگتوں کی وہ شرمناک سیاہ کاریاں ہیں۔ جو کہ ہمارے ہاتھ لگ گئیں۔ یا جن کا انہوں نے خود اقبال کیا ہے۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کون کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ اندر ہی اندر کس قدر سیاہ کاریاں کرتے اور ان کو دباتے رہتے ہونگے۔ اب اس بات کے ثبوت میں کہ دیو سماج میں آنے والے تقریباً سب کے سب معاش ہی ہوتے ہیں۔ ایک دو اور تحریروں کا ملاحظہ کیجئے۔ "پٹواری کیا کہتے ہیں" نامی ٹریکٹ میں ایک شخص اپنی داستاں بدیں الفاظ بیان کرتا ہے۔

"میرا جنم ایک ایسے پیشہ رکھنے والے لوگوں میں ہوا۔ کہ جنہیں لوگ عموماً کبھی اعتبار کے لائق نہیں سمجھتے۔ اور جو خود بھی ایک ایک دفعہ اپنے آپ کو چور یا ٹھگ کہہ کر فخر کرنے میں نہیں جھجکتے۔ آپ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ میں آبائی پیشہ کے لحاظ سے سنار ہوں۔ . . . . . میں ابھی پندرہ سال کی عمر تک پہنچنے اور جوان ہونے نہ پایا تھا۔ کہ جوانی کو تباہ کرنے والے کئی خوفناک اخلاقی مرض مجھے لگ گئے۔ . . . . . ۱۸۸۵ء میں میں نے پہلے پہل ناجائز وسائل سے آمدنی کے میٹھے زہر کا مزہ چکھا۔ . . . . . ان کے بیرونی سرمایہ کے علاوہ ان کی عصمت کے اندرونی سرمایہ پر بھی ہاتھ بڑھا۔ . . . . . جن گھروں سے دن رات پلتا تھا ان ہی گھروں کو اپنی مہانیچتا کے بس ہو کر برباد کرنے اور مٹا دینے کے کام کرنے لگا۔ اس حالت میں پہنچکر میں نے جو جو پشاچ لیلائیں کی۔ ان کا شمار کرنا اب میری طاقت سے باہر ہے۔ . . . . . میں واقعی شیطان بن گیا۔ . . . . ایک ایک پاپ اپنی ایک یا دوسری نیچ کریا سے بدنام ہو کر۔ لعنت ملامت کا نشانہ بن کر اور کئی گھروں سے پھٹکار کھا کر یا کچھ نقصان اُٹھا کر بھی میں کچھ شرمندہ نہ ہوتا تھا۔ اور نہ اپنی نیچ کریاؤں سے باز آتا تھا۔ . . . . . چھوٹی عمر سے ہی کام باسنا کا داس بن چکا تھا۔ . . . . . پٹواری بن جانے پر میں خود مختار ہو گیا۔ . . . . اپنے ناپاک جذبہ کی سیری کا سامان حاصل کرنے میں کامیاب ہونے لگا۔ . . . . کتنے ہی گھروں کو برباد کیا۔ اور رفتہ رفتہ پکا بے حیا اور بے شرم بن گیا۔ دن رات میرے اوپر کام باسنا کا بھوت سوار رہتا تھا۔ . . . . . "

لیکن کیا ثبوت ہے۔ کہ تم اب بھی ویسے ہی بے حیا اور بے شرم نہیں ہو گئے۔ جبکہ تمہارے پرچارک اور اپدیشک بھی بعض اوقات مہاپاپ کے مرتکب دیکھے جاتے ہیں۔ قیاس چاہتا ہے۔ کہ تم جو ایسے شیطان۔ بے حیا۔ اور بے شرم اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چور اور ٹھگ کے بچے تھے۔ تم اب بھی بہتر نہیں بنے ہو گے۔ فرق صرف اتنا ہی ہے۔ کہ تم نے اپنی پہلی بدمعاشیوں کا اقرار کر لیا۔ اور وہ تحریر ہمارے ہاتھ میں آگئی۔ دیو سماج میں آکر تم نے جو شیطانی کا ثبوت دیا ہوگا۔ اس کے بارے میں ہمارے ہاتھ ابھی تک کوئی تحریر نہیں لگی۔ شاید کبھی لگ جائے۔ اور تم چور اور ٹھگ ہی ثابت ہو جاؤ۔ ناظرین! آپ نے اس شیطان کی حقیقت کو سُن لیا۔ اب ذرا اس کے دوسرے بھائی کی شیطانی کو سُنئے۔ جو کہ پٹواری نمبر (۱) ہے وہ لکھتا ہے

"میں آریہ سماج کی تعلیم کو مانتا تھا۔ اور اس کی تعلیم کے موافق سندھیا اور گائتری کا بڑے تپاک کے ساتھ جپ اور سادھن کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی اچھی اچھی پستکوں کا عموماً مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو ایشور کا بڑا اپاسک سمجھا کرتا تھا۔ مگر اس سارے زمانہ میں میری زندگی کا کیا حال تھا؟ میں روحانی حالت کے لحاظ سے دنوں دن پاپی بنتا جاتا تھا۔ (تو کیا پھر یہ آریہ سماج کی تعلیم کا قصور تھا۔ یا اُن اچھی اچھی پستکوں کا جن کا تم مطالعہ کیا کرتے تھے۔ ہرگز نہیں۔) میری ایک ایک نیچ خواہش مجھے گھسیٹے پھرتی تھی۔ اور میں اس کے تصرف میں رہ کر خوفناک گناہوں کا مرتکب ہوتا تھا۔ (جیسے امر سنگھ۔ دیورتن۔ دیوت سنگھ وغیرہ ہوتے ہیں۔ اس طرح نہ؟ م)

اس پر لطف یہ تھا۔ کہ میں ویدک دھرم کے وشواس پر خوب پھولتا تھا (جس طرح امر سنگھ پھولتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ سیاہ کاری بھی جاری ہے۔ م) ۔ ۔ ۔ ۔ میں کام باسنا یعنی شہوت کے خوفناک بھوت کے قابو میں آکر اس کا غلام بن چکا تھا (جیسے امر سنگھ اب تک بھی غلام ہے۔ م) اس کے ساتھ ہی ساتھ اس بھوت کے خاص اہلکاروں یعنی چالبازی۔ جھوٹ۔ فریب۔ مکاری وغیرہ کی صحبت بھی مجھے حاصل تھی۔ (مگر دیورتن۔ دیوت سنگھ۔ امر سنگھ وغیرہ جو دیو گورو کے بڑے پرانے بھگت ہیں۔ وہ تو دیو گورو کے پاس برسوں تک رہ کر بھی مہا نیچ۔ دھوکہ باز۔ پاپی۔ غدار۔ محسن کش۔ مہا دشٹ ہیں۔ کیا تم نے کبھی اُن کے خطوط کا مطالعہ کیا۔ م) ۔ ۔ ۔ ۔ دوسروں کو نقصان پہنچانے اور برباد کرنے میں مجھے ذرا بھی دُکھ محسوس نہیں ہوتا تھا (جیسے تمہارے دیو گورو

CC-0. Vanmahi Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو اپنی بہن کا ناک کاٹنے یا چندر سنگھ پر چھوٹا مقدمہ کھڑا کرنے سے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہؤا۔ اور پھر ان کو جوئے بازوں کے ساتھ رات کاٹنے میں تو بھلا کیا دکھ ہوتا ہوگا۔ م۔) ادھر میری سندھیا اور گائتری چلتی تھی۔ اور ادھر میری یہ نیچ پرکرتی اپنا رنگ دکھاتی تھی (ارے نیچ! تو دشٹ خود تھا۔ سندھیا گائتری کو الزام دیتا ہے۔ شرم کر بے حیا) ایشور نے بھی گائتری منتر سن کر مجھے کبھی کچھ نہ کہا۔ میں برابر نیچ سے نیچ بنتا گیا۔ اور ایشور نہ چپ چاپ تماشا دیکھتا گیا۔ اور مجھ تک اپنی کوئی طاقت نہ پہنچا سکا۔ (او پاجی انسان! تو ایشور پر کیوں الزام لگاتا ہے۔ ایشور نے تجھے فعل کی آزادی دے رکھی تھی۔ مگر تو نے اس آزادی کا ناجائز استعمال کیا۔ اور تو خود ہی پاجی بن گیا۔ کیا تیرا پاجی بن جانا تیرے افعال بد کی سزا نہیں ہے۔ لیکن تو غور کر۔ کہ تیرا سفید ڈاڑھی والا امر سنگھ کس طرح روز روشن میں سیاہ کاری کرتا ہے۔ تیرا شردنی دیو رتن کس طرح اپنے گورو کو دھوکہ دیتا ہے۔ تیرا پوجیہ دیوت سنگھ کیسی مہا دشٹ کرتوتیں کرتا ہے۔ اور تیرا گورو ان کا کچھ بھی درست نہیں کر سکا۔ کیا تعجب ہے۔ کہ تو خود بھی ویسے کا ویسا ہی پاجی کیوں نہیں ہوگا۔ جیسا کہ امر سنگھ یا دیو رتن۔ ذرا ٹھہر تیری بھی کوئی چٹھی ہمارے ہاتھ لگ جائے۔ تو تیری ساری ٹیں ٹیں نکل جائیگی۔ م)۔۔۔۔۔ میں زناکاری۔ دھوکہ دہی۔ جھوٹ۔ فریب۔ شراب نوشی۔ گوشت خواری۔ حقہ نوشی وغیرہ وغیرہ دراچاروں اور پاپوں کو خوب دل کھول کر کرتا تھا۔۔۔۔"

ناظرین! دیو گورو کا یہ بھگت اس طرح اپنی شرمناک کہانی بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ کہاں تک لکھوں۔ اس سے آپ سمجھ جائیے۔ کہ دیو سماج میں بھرتی ہونیوالے کیسے کیسے بدمعاش ہوتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ وہ وہاں جا کر سدھر جاتے ہیں۔ اس کا اندازہ آپ امر سنگھ وغیرہ کے خطوط سے لگا لیجئے۔ ایک دوسرے بدمعاش کی کہانی بھی سُنئے۔ یہ ایک دوکاندار ہے۔ لکھتا ہے:۔

"میری زندگی کے پہلے پندرہ سال میرے نانا کے ہاں گذرے۔۔۔۔۔ اس کے بعد لاہور میں اپنے گھر جانے پر میرے بھیتر کی نیچ باسناؤں اور حیوانی جذبات کو اپنی خوراک حاصل کرنے اور خوب بھڑک اُٹھنے کے سامان مل گئے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

. . . میں جس مندر میں پوجا کرنے جایا کرتا تھا۔ وہاں بہت سی عورتیں جایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ میں نے ناپاک چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اس کے ساتھ اپنی ناپاک خواہش کو پورا کرنے کے لئے میں نے ایک شخص کو جو جادوگر کے نام سے مشہور تھا اپنا اُستاد بنایا۔ اور اس نے مجھے بہت سے منتر بھی سکھائے۔ لیکن میرا مطلب پورا نہ ہوا۔ پھر اس مقصد کے لئے میں نے ایک مسلمان کو اپنا اُستاد بنایا۔ اور اس کو بہت سا مال کھلایا۔ . . . ایک بڑے گھر کی عورت کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ میرے پاس کئی سنیاسیوں کی دی ہوئی ایسی دوائیاں موجود ہیں۔ کہ جن کے استعمال سے اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اس طور پر میں اس کی نزدیکی حاصل کر کے اور اسے سخت دھوکہ دیکر اس کے ساتھ خراب ہوتا رہا۔ . . . . . ان ہی دنوں میں ایک اعلےٰ درجہ کے تعلیم یافتہ . . . . صاحب ایک مقام سے ایک مسلمان عورت کو لاہور میں لائے۔ اور اسے کرایہ کے ایک مکان میں رکھ کر چلے گئے۔ . . . میں نے اپنی چالاکی سے اس عورت کو اپنی طرف مائل کر لیا اور اسے اس مکان سے نکال کر کسی اور مکان میں بیجا کر رکھا چنانچہ ایک سال کے عرصہ تک وہ میری اور میں اس کی بربادی کا باعث بنتا رہا۔ . . . . . اس کے بعد میں نے کھلم کھلا ناگفتہ بہ خرابیاں کرنا شروع کر دیں۔ . . . اس خوفناک عیاشی کے علاوہ میں کئی دوستوں کے ساتھ مل کر گوشت اور کباب بھی کھاتا تھا۔ اور شراب بھی پیتا تھا۔ مگر جو شراب پیتا تھا وہ بھی چوری کی ہوتی تھی۔ یعنی ایک شراب فروش کا نوکر میرا دوست تھا۔ وہ شراب فروش جب رات کو اسے اپنی دُکان پر سلا کر گھر چلا جاتا۔ تو یہ نوکر تالا کھول کر ہماری ضرورت کے موافق شراب نکال لاتا۔ اور جس قدر شراب نکالتا اس میں اتنا ہی پانی ملا دیتا۔ . . . ایک دن میں اتنی شراب پی گیا۔ کہ ساری رات قے کرتا رہا۔ اور میرے بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی۔ . . . . . میں نے اسوقت قسم کھائی۔ کہ میں اب کبھی شراب نہ پیوں گا۔ لیکن پندرہ روز گزرنے نہ پائے تھے کہ میں پھر اس طرح شراب پینے لگ گیا۔ . . . . . میں نے . . . . دوستوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں سے ایک شخص کی خانگی عزّت کو برباد کرنا شروع کر دیا۔ اس شخص کو بھی اس طور پر منہ کالا کرنے کا پتہ لگ گیا۔ اور اس نے ایک دن موقع پاکر مجھ پر چوری کا الزام لگا کر مجھے پکڑ لیا۔ لیکن اس دکاندار نے جس کے پاس میں نوکر تھا۔ مجھے چھڑوا لیا۔ اس کے بعد میں پھر لاہور میں چلا آیا۔ اور اپنی دُکان نکالکر کام کرنے لگا۔ مثل پہلے کے اب بھی ایک طرف لین دین میں بددیانتی اور دھوکہ بازی جاری رہی۔ اور دوسری طرف ساتھ ساتھ آریہ سماج کی ممبری۔ آریہ سماج کے جلسوں میں شامل ہونا اور ستیارتھ پرکاش کا پاٹھ بھی برابر جاری رہا۔ ....."

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم کس قدر غدار اور شرمناک طور پر دھوکہ دینا جانتے ہو۔ یقین غالب ہے۔ کہ جس طرح تم آریہ سماج کو دھوکہ دیتے رہے۔ اسی طرح تم اب دیوگورو کو بھی دھوکہ دیتے ہو گے۔ تم تو کس کھیت کی مولی ہو۔ جو تم پر اعتبار کر لیا جاوے۔ تمہارا بوڑھا امر سنگھ اور دیو رتن تک دیوگورو کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ پھر تم کیوں نہیں دیتے ہو گے۔ اس قسم کی تحریریں تو محض زیادہ تر اس لئے ہوتی ہیں۔ کہ دیوگورو تم پر اعتبار کر لے۔ اور تمہاری خفیہ بدمعاشیوں پر پردہ پڑا رہے۔ اور کس کو معلوم ہے۔ کہ تم اب بھی امر سنگھ وغیرہ کی طرح شرمناک سیاہ کاریاں نہیں کرتے ہو گے۔ ناظرین! دیوگورو کے پاکھنڈی بھگت آریہ سماج کا نام ضرور لے لیا کرتے ہیں۔ تاکہ وہ لوگوں کو یہ بتا سکیں۔ کہ دیکھو ہمارے جیسے بدمعاش۔ چور۔ ٹھگ۔ بے ایمان۔ زناکار۔ رشوت خور۔ کس طرح آریہ سماج کو دھوکہ دیتے رہے۔ لیکن اس سے ایسے بدذاتوں کی بدذاتی ٹپکتی ہے۔ نہ کہ آریہ سماج کی ذلت۔ آریہ سماج کا دروازہ پاپی سے پاپی انسان کے لئے بھی کھلا ہؤا ہے۔ بشرطیکہ وہ آریہ سماج میں آکر اپنا کلیان چاہے۔ لیکن جو لوگ آتے ہی اس غرض کو لیکر ہوں کہ وہ اس کو دھوکہ دیں۔ ان کی زندگی ویسی ہی یہاں رہتی ہے۔ جیسی کہ امر سنگھ۔ دیو رتن۔ دیوت سنگھ وغیرہ کی دیو سماج میں دیکھی جاتی ہے۔ اے پڑھنے والو۔ ذرا غور کرو۔ کہ دیو سماج کے یہ بوڑھے بوڑھے آدمی جو پہلے ایک یا دوسری سوسائٹی کو دھوکہ دیتے اور بدمعاشیاں کرتے رہے۔ اب بھی اسی طرح دیو سماج کو دھوکہ دیتے اور سیاہ کاریاں کرتے دیکھے جاتے ہیں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس قسم کے لوگ اگر آریہ سماج میں رہتے۔ تو وہ اس کو بدنام کرتے۔ اب جبکہ وہ آریہ سماج کو چھوڑ گئے ہیں۔ اور دیو سماج میں چلے گئے ہیں۔ تو وہ دیو سماج کو بدنام کر رہے ہیں۔ دیو گورو دنیا میں سب سے نیچ انسان ہوگا۔ اگر وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ کہہ سکے۔ کہ یہ لوگ دیو سماج کے لئے باعث فخر ہیں۔ یقیناً اگر دیو سماج امرسنگھ۔ دیورتن۔ دیوبرت سنگھ۔ یا ان کی منڈلی کے بعض دیگر نیچ انسانوں پر جن کی تحریریں اوپر دی گئیں فخر کرے۔ تو سمجھ لو۔ کہ دیو سماج ایک گندی موری ہے۔ جس میں آریہ سماج کا تمام پاخانہ پیشاب جاکر جمع ہو رہا ہے۔ اس قسم کے بدمعاش اور گندے انسان جن کی کہانیں اوپر لکھی گئی ہیں۔ کسی بھی سوسائٹی میں پاخانہ اور پیشاب سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھ سکتے۔ وقت آتا ہے۔ کہ انسان کے اندر سے پاخانہ اور پیشاب خود بخود باہر نکل جانا چاہتا ہے۔ اور وہ گندی موری میں جا گرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر یہ لوگ آریہ سماج کے اندر سے نکل گئے۔ تو آریہ سماج کا کیا بگڑا۔ آریہ سماج اس غلاظت سے پاک ہو گیا۔ اور وہ غلاظت دیو سماج کی گندی موری میں جا گری۔ جہاں کہ اب خوب تعفن پیدا ہو رہا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر دیو گورو بھگوان ایسے ایسے سیاہ کاروں کو جو سالہا سال تک اس کی شرن میں رہنے کے باوجود ویسے کے ویسی ہی مہا پیچ۔ مہا میلے۔ مہا دشٹ۔ مہا گندے اور مہا پاپی چلے آتے ہیں۔ ڈنڈے مار کر باہر نکال دے۔ اور ان کو کسی دوسری بدرو میں پھینک دے۔ تاکہ اس وقت تک جو امرسنگھ جیسے بڈھوں نے دیو سماج کو بدنام کر رکھا ہے۔ وہ اس بدنامی سے بچ جائے۔ اچھا ان لوگوں کو جانے دو۔ اب ذرا چودھری پوکھر داس صاحب مجسٹریٹ میانوالی کا حال بھی سن لو۔ اس سے آپ کو پتہ لگ جائیگا۔ کہ گورنمنٹ مجسٹریٹی کے لئے کن آدمیوں کو منتخب کرتی ہے۔ یہ مجسٹریٹ صاحب لکھتے ہیں :۔

"۔ ۔ ۔ ۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ میرے بھیتر جو نیچ خواہشیں پیدا ہوتی اور بڑھتی گئیں اور چھوٹی سی عمر سے ہی میں ان کا غلام بن کر جو جو نیچ کرم کرنے لگا۔ اُن کے بربادی بخش نتیجوں کا نہ مجھے گیان تھا۔ اور نہ میرے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُن رشتہ داروں کو جو اس وقت میرے محافظ اور رہنما بنے ہوئے تھے۔ (
جس صورت میں میرے وہ سمبندھی کہ جن کے ساتھ میں جڑا ہوا تھا۔ خود بھی
نیچ خواہشوں اور جذبات کے غلام تھے۔ تو پھر میں اُن کے نیچ اثر سے کیونکر
بچ سکتا تھا۔ اور وہ مجھے ایسے نیچ اثروں سے کیونکر بچا سکتے تھے (چودھری
پوکھر داس صاحب مجسٹریٹ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ صرف آپ ذرت
شریف ہی خلاف وضع فطری افعال کے مرتکب ہوتے تھے۔ بلکہ آپ کے محافظ
جو غالباً آپ کے ماتا پتا وغیرہ ہی ہونگے۔ وہ بھی اس علت کے شکاری تھے۔
کیوں مجسٹریٹ صاحب! آپ کے حلفیہ بیان کا یہی مطلب ہے یا کچھ اور؟)
عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ میری یہ نیچ باسنائیں وغیرہ۔ اور بھی بڑھتی اور
مضبوط ہوتی گئیں۔ مگر اس پر طرفہ یہ کہ مجھے لوگ اس ملک کے مروجہ پیمانہ کے
موافق بہت بھلا مانس کہکر میری تعریف کیا کرتے تھے۔ اور میرے حاکم مجھے
بہت محنتی۔ تسلی بخش کام کرنے والا۔ ہوشیار۔ دیانتدار۔ اعتبار اور بھروسے کے
قابل منتظم وغیرہ وغیرہ سمجھتے اور لکھتے تھے (افسوس ان کو یہ پتہ نہیں تھا۔ کہ
آپ کسی بُری علت میں بھی گرفتار ہیں۔ ورنہ وہ آپ کو ایسا کبھی نہ لکھتے۔ افسوس!
ہمارے ملک میں ایسے ایسے لوگ بھی مجسٹریٹ بن سکتے ہیں۔) میرے بھیتر اگر کوئی
آرزو اٹھتی تھی۔ تو صرف لوگوں میں عزت۔ بڑائی اور دنیوی منصب حاصل
کرنے کی اگر میں ترستا بھاگتا تھا۔ تو ان ہی کے پیچھے (مجسٹریٹ صاحب! معاف
کیجئے گا۔ آپ کی پُرانی بیماری ابھی تک آپ سے دور نہیں ہوئی۔ اب بھی آپ
اپنا کچا چٹھا دیوگورو کے سامنے اس لئے کھول رہے ہیں۔ کہ آپ کی شردھا اور
بھگتی کے لئے بڑائی اور عزت ہو۔ اور دیوگورو کے بھگتوں کا یہ قاعدہ ہی ہے۔
کہ جو زیادہ عزت پانا۔ اور زیادہ اعتبار جمانا چاہتا ہے۔ وہ زیادہ اپنی سیاہ کاریوں
کو کھولا کرتا ہے۔ آپ اس سے مستثنےٰ نہیں ہیں۔ کیا ہوا مجسٹریٹ بن گئے۔م)
..... میں نے صاف طور پر معلوم کیا۔ کہ کیا جیون تت۔ کیا سمندھ تت۔
اور کیا آتما کے بناش اور بکاش تت وغیرہ وغیرہ کے متعلق آپ جو نہایت بیش بہا
اور نایاب اور علمی اصولوں کی بنیاد پر مبنی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ زمانہ گزشتہ اور زمانہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مال کے کسی مہاپرش اور کسی مذہب کے بانی یا ہادی نے نہیں دی (چودھری پوکھرداس صاحب مجسٹریٹ و نائب تحصیلدار صاحب بہادر میانوالی! خواہ آپ مجھ پر ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ ہی دائر کر دیں۔ لیکن میں اتنا کہنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ آپ کی یہ رائے قطعی جھوٹ۔ سیاہ جھوٹ۔ اور محض بکواس ہے۔ میں حیران ہوں۔ کہ تم دیوگورو کی چڑیلوں والی تعلیم کو جانتے ہوئے بھی اس کو علمی اصولوں پر مبنی تعلیم بتاتے ہو۔ کیا ایسا ہی دماغ رکھ کر تم مجسٹریٹی کرتے ہو؟) اس کے علاوہ میں نے دیکھا۔ کہ آپ اپنی دھرم شکتی سے آتماؤں کے اندر جو حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں۔ اس کی مثال مذہبی دنیا کی کسی جماعت میں نہیں پائی جاتی (چودھری صاحب تم ہو بڑے سادہ لوح۔ جو ایسا جھوٹ بولتے ہو۔ کیا تم نے مذہبی دنیا کے تمام مذہبوں اور ان کی جماعتوں اور ان جماعتوں کے اندر جو تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کر لیا ہے۔ بھلا اور تو اور تم ذرا دنیا کے مذاہب کے نام تو لکھ کر ہم کو دے دو۔ میں دعوے سے کہتا ہوں۔ کہ تم کو دنیا کے تمام مذاہب کے نام بھی پورے نہیں آتے۔ اگر آتے ہیں تو ذرا گن دیجئے۔ بتایئے ذرا ہندوستان کے اندر ہی کتنے مذہبی فرقے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ کیا تم امرسنگھ دیورتن۔ دیوت سنگھ وغیرہ کی تھاوسٹ کرتوتوں سے واقف نہیں ہو۔ کہ وہ اور تو اور خود دیوگورو کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور سیاہ کاریوں سے باز نہیں آتے۔ ایسے حالات کی موجودگی میں تمہارا یہ کہنا کہ دیوگورو بھگوان آتماؤں میں جو حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں۔ اس کی مثال مذہبی دنیا کی کسی جماعت میں نہیں پائی جاتی تمہارا جتنا بڑا جھوٹ اور بکواس ہے وہ ظاہر ہے۔ م) ..... ناجائز طور پر کئی طرح سے اپنی خاص طاقت کا ناش کیا تھا۔ اور اس طور سے اپنے سارے جسم اور دماغ کو بہت خوفناک نقصان پہنچاتا رہتا تھا۔ (تم ذرا بتاؤ تو سہی۔ کہ کس طرح اپنی مخصوص طاقت کا ناش کیا کرتے تھے۔ کیا میانوالی میں کوئی تم سے اس قسم کے سوال کرنے والا نہیں ہے۔ دماغ کا ناش تو تم ابھی تک کئے جا رہے ہو۔ جو دیوگورو کی چڑیلوں کو مانتے ہو۔ م) ..... روپیہ کی رشوت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ لیکر بھی میں کتنی بار دودھ میں مختلف چیزیں مثل دودھ وغیرہ لوگوں سے مفت اور زبردستی سے لیا کرتا تھا۔ اور جب یہ چیزیں مجھے نہ ملتی تھیں۔ تو بہت جھنجلایا کرتا تھا۔ (اب تم میری اس تحریر کو پڑھ کر خوب جھنجلاؤ گے۔ م) بیجا گھمنڈ اور انتقام کے جذبہ کے بس ہوکر رعایا سے ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو جایا کرتا تھا۔ اور اپنے ایسے نیچ سوبھاؤں سے متحرک ہوکر انہیں کئی بار ایک یا دو رکی قسم کی سزا تک دینے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ (اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ اس قسم کے لوگوں کو جن کی عمر کا ایک بڑا بھاری حصہ بدفعلیوں میں گزرا ہو۔ مجسٹریٹ بنانے میں کتنی بڑی غلطی کرتی ہے۔ چودھری صاحب! بیجا گھمنڈ اور انتقام کے لحاظ سے تو دیوگورو تصویر مجسم ہے۔ میں کیسے مان لوں کہ تمہارے اندر سے گھمنڈ اور انتقام کی سپرٹ جاتی رہی ہے۔ م) ... میں پہلے جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اب نہیں بولتا ہوں (قطعی جھوٹ! معلوم نہیں تم جھوٹ کی تعریف کیا کرتے ہو؟ ورنہ تمہاری اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تم نے کس قدر جھوٹ لکھا ہے۔ م) ..... پہلے دیوالی کے دن جوا کھیلا کرتا تھا۔ (جوا تو تمہارا گورو بھی خوب کھیلا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ تو جوانوں کے ساتھ کئی بار رات بھی بسر کیا کرتا تھا۔ تم نے تو غالباً ایسا نہیں کیا ہوگا؟ اگر ایسا فعل کیا ہو۔ تو بتا دو۔ م) ... پہلے روح اور اس کی آئندہ زندگی کے بارے میں بالکل اٹکل پچو خیالات میرے اندر بھرے ہوئے تھے۔ اب اس بارے میں مجھے کچھ کچھ سچا اور علمی گیان حاصل ہوا ہے (واہ! واہ! تم ہو بڑے عالم۔ بھلا "علمی گیان" کیا ہوتا ہے۔ شاید دیوگورو جو بھوتوں۔ چڑیلوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کا نام "علمی گیان" ہو۔ کیا روح کی آئندہ زندگی کے بارے میں بھی "علمی گیان" ہے۔ جو تم نے دیوگورو سے حاصل کیا۔ ایسی باتیں کہ روح مرکر بھوت چڑیل بن جاتی ہے۔ اور وہ بچوں کو کھا جاتی ہے۔ یا عورتوں پر چڑھ جاتی ہے جیسی کہ تمہارے دیوگور کی تعلیم ہے۔ یہ تو ایک بھنگی کا لونڈا بھی بتا سکتا ہے تم اس سے پوچھ لیتے۔ دیوگورو نے تم کو کون سی نئی بات بتائی۔ کیا چڑیلوں کے قصے ہمارے ملک میں پہلے مشہور نہیں تھے۔ م)

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناظرین! کہاں تک لکھا جائے۔ یہ مجسٹریٹ صاحب اس طرح لام کاف ہانکے جا رہے ہیں۔ نہ ان کو سائنس کا پتہ معلوم ہوتا ہے۔ نہ مذہبی دُنیا کا۔ اس قسم کے مجسٹریٹوں کی شہادتوں کو پیش کر کے دیوگورو ڈینگ مارا کرتا ہے۔ کہ دیکھو "مجسٹریٹ کیا کہتے ہیں"۔ واہ! وا! تمہارے مجسٹریٹ بھی بڑے گیانی اور ان کی سندات بھی بڑی معتبر!! اس مجسٹریٹ کا ایک فقرہ اور دیکھ لیجئے۔ "میں پہلے اور ہزاروں خدا پرستوں کی طرح خیالی ایشور کی خیالی پوجا کر کے خوش رہا کرتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ میری مذکورہ بالا کمزوری اور نیچ زندگی میں کوئی اعلےٰ تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ میں دن بدن نیچ باساؤں وغیرہ کا زیادہ سے زیادہ غلام اور اپنی زندگی میں اور بھی زیادہ نیچ بنتا جاتا تھا۔ لیکن اب میں آپ کی تعلیم کے موافق پوجا کی اصلیت اور اُس کی ضرورت اور اس کے حقیقی مقصد کے بارے میں علمی روشنی حاصل کر کے خیالی ایشور کے جھوٹے وہم سے نکل کر جو سچی پوجا کرتا ہوں اُس کا نتیجہ یہ ہے۔ . . . ."

چلئے مجسٹریٹ صاحب نے ایشور کا مقدمہ تو خارج کر دیا۔ دیوگورو کے حق میں ڈگری دیدی۔ لیکن اب اس مجسٹریٹ سے پوچھنا چاہئے۔ کہ ایشور کی پوجا تو تھی فرضی۔ اب تم ہمیں دیوگورو کی اصلی پوجا دکھاؤ۔ لیجئے صاحب حاضر ہے۔ دیوگورو کی پوجا کیونکر کی جاتی ہے۔ وہ بھی سُن لیجئے۔ اور اس مجسٹریٹ کی نقل پر روئیے۔ دیوگورو کی پوجا کا طریقہ :-

۱- سویرے اُٹھ کر اور ایک بشیش (خاص) کپڑے پر سر رکھ کر آپ کو پرنام کرتا ہوں۔ (مگر آپ مجسٹریٹ صاحب کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ مصنف)

۲- آپ کی چھبی (تصویر) کے دوار اچندن سے آپ کا ارچن کرتا ہوں۔ (کیوں چودھری صاحب! تصویر کے چندن لگا کر تو دیوگورو کے ماتھے پر لاہور میں ہی ٹھنڈک جا پہنچتی ہوگی۔ واہ! وا! کیا علمی پوجا ہے۔ شرم۔ م)

۳- آپ کی چھبی (تصویر) کے آگے کھڑا ہو کر بھجن اور دوستوتر کا گان کرتا ہوں (مگر کیا تصویر نے تمہاری اس تمام بکواس کو سن کر تم کو کبھی کچھ جواب بھی دیا ہے؟ م)

۴- آپ کی وشیشتاؤں میں سے کسی وشیشتا (خصوصیت) کا پاٹھ کرتا ہوں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(غالباً انتقام - بیجا گھمنڈ - مکاری اور دھوکہ دہی میں سے تو کسی کا پاٹھ نہیں کرتے ہوگے - ہماری اگنی - آسمانی گولہ - لاہوری پاکھنڈی - اور پھر اس خدائی بمب کا پاٹھ کیا کرو - تمہاری کچھ آنکھیں کھلیں - م م

۵ - آپ کے اوپکاروں کو سامنے لاکر ان پر وچار کرتا ہوں (کبھی میرے اوپکاروں بھی سامنے لایا کرو - م)

دیکھو جیون پتھ بابت جیٹھ سمت ۱۹۶۳ء

دیوت سنگھ اپنے ایک خط میں دیوگورو کی پوجا کا حال یوں لکھتا ہے:-

"..... بیدی لگائی - ایک طشتری میں بہت سندر پھول - اور چندن رکھا - آپ کی چرن دھولی (پاؤں کی مٹی) کو ماتھے پر لگا کر دھن دھن ہوا - ایک رومال کے ساتھ جو اس مقصد کے لئے الگ رکھا ہوا ہے - آپ کی اتینت سندر چھبی (تصویر) کو صاف کیا - چھبی کو سجا کر اس کے سنمکھ پشپون کی طشتری رکھی (اور دیوگورو کی تصویر نے ان پھولوں کو سونگھا - اس کو چھینک آئی - اور طشتری مع پھولوں کے چھینک کے ساتھ اڑ کر دیولوک میں جا پہنچی - ہات تمہاری باطل پرستی کی دُم میں نمدا - م) اور پھر شاشٹانگ پرنام کیا - (اور دیوگورو کی تصویر نے ایک لٹھ اٹھا کر اپنے چت لیٹے ہوئے بھگت کی پیٹھ پر رسید کیا - اور وہ مندر میں سے بھاگ کر ایک تالاب میں جا کودا - تصویر اس کے پیچھے بھاگی مگر افسوس وہ کاغذ کی تصویر تھی - ورنہ وہ پانی میں کود کر دیوگورو کے ایسے باطل پرست کو دو چار غوطے ضرور دیتی - م) ان سب کرپاؤں سے جو کچھ میں نے اپلبدھ اور لابھ کیا - وہ میرے ورنن (بیان) سے باہر ہے - (تم جھوٹ کہتے ہو - تم کو نہ کچھ ملا نہ تم نے اپلبدھ کیا - تصویر تم کو کیا دے سکتی تھی - خاک بھی نہیں - تم ایشور کو فریبی اور اس کی پوجا کو ڈھکوسلا کہتے ہو - لیکن تم آپ کاغذوں کی تصویروں کے سامنے کتے کی طرح چت لیٹتے ہو - اور اس کے سامنے پاکھنڈ کرتے ہو - اور وہ تم کو کچھ جواب نہیں دیتی - م) گیت - ستوتر - اُپکار سمرن - دھنباد - منگل کامنا - آرتی - اور مہا واکھ - سب نے ہی میرے ہردے کو آپ کے لاثانی دھرم روپ کے بہت نکٹ کر دیا - (بہت تمہارا قطعی جھوٹ اور محض بکواس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

ہے کیونکہ اگر تصویر کی پوجا کر کے تم دیوگورد کے نکٹ ہو سکتے یا تمہارے اندر کوئی اعلیٰ تبدیلی آنے کی گنجائش ہوتی۔ تو تم اب تک مہاپاپی۔ مہادشٹ۔ مہاگندے اور مہادشٹ کرتوتیں کرتے نہ دیکھے جاتے۔ پس تمہاری باطل پرستی نے تم کو دین و دنیا دونوں سے غارت کر دیا ہے۔ جیسا کہ تمہارے خود نوشت خطوط سے ظاہر ہے۔ م)

کیوں صاحب! دیکھا یہ پوجا کا دگیان مولک طریقہ۔ اس طرح ایک عورت فیروزپور سے دیوگورد کو پوجا کے بارے میں لکھتی ہے:۔

پہلے کر اصاف کیا۔ دھوپ جلائی۔ آپ کی چھبی (تصویر) کو دیدی پر ستھاپن کر کے پھولوں سے سجایا۔ اور پھر آپ کو پرنام کیا ..... جیون پتھ' اب حیرانی کی بات ہے۔ کہ یہ عورت فیروزپور میں بیٹھی ہوئی اتنی دور سے دیوگورو کو کیسے پرنام کر رہی ہے۔ اور دیوگورو اس کا کیسے جواب دیتا ہے۔ اس بیچاری کو کیا علم کہ آیا جس وقت میں دیوگورو کو اتنی دور سے پرنام کر رہی ہوں۔ اس وقت وہ کہیں پاخانہ میں بیٹھا ہوا قضائے حاجت تو نہیں کر رہا۔ یا سو تو نہیں رہا۔ یا کسی اور حاجت روائی میں تو نہیں لگا ہوا۔ دیکھو! ان لوگوں کی حماقت! بیسر کی پوجا کو ڈھکوسلا کہہ کر خود کتنے بڑے ڈھکوسلے کے نیچے دبے پڑے ہیں۔ اب دیکھو دیو رتن کیا لکھتا ہے:۔

"پراتہ کال چارپائی سے اٹھنے کے ساتھ بھومی پر سر رکھ کر آپ کو پرنام کرتا ہوں (اس سے کیا فائدہ! ممکن ہے۔ دیوگورو اس وقت سو رہا ہو۔ یا پاخانہ میں بیٹھا ہو۔ یا کچھ اور کر رہا ہو۔ تمہارے پرنام کو وہ اتنی دور سے کیونکر دیکھتا اور جواب دیتا ہوگا۔ م) شوچ آدی کے بعد اپنے سادھن ستھان اور اپنے سارے مکان میں جھاڑو دیتا ہوں۔ (کبھی دیوگورو کا پاخانہ بھی صاف کرتے تو۔ یار مجھ سے تو تم یہ بھی کام لے کیا کرتے تھے۔ م) ..... پھر آپ کی چھبی (تصویر) کو سوچھ (صاف) بستر سے صاف کرتا ہوں۔ پھر ڈنڈوت پرنام کر کے آپ کی مہانتا اور اپنی تچھتا اور اپنے اپرادھی روپ کو سمرن کرتا ہوں۔ (اس سے تم کو کیا ملتا ہے۔ بگہ تم اللہ اور بھی اپنے گورو کو دھوکہ دیتے رہتے ہو۔ م) کتنے کال ایسی اوستھا میں بتارہ کر آپ کے مہان روپ کا چنتن اور آپ سے سہائے پرارتھنا کرتا رہتا ہوں۔ (تم ہو بڑے نالائق۔ تم چنگے بھلے جیوں پتھ میں پڑھتے ہو۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ دیوگورو اپنے آپ کو خود اسہائے کہتا۔ لکھتا اور سمجھتا ہے۔ وہ تمہاری کیا سہائتا کر سکتا ہے۔ پھر تمہاری یہ تمام حرکات ابلہانہ نہیں ہیں۔ تو اور کیا ہے۔ پھر آپ کی مہما سمہندسی کوئی گیت گاتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپ سے سہائے پرارتھنا کرتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" دیوگورو کا یہ بھگت اس قسم کا فضول بکواس کرتا چلا جا رہا ہے۔ لطف یہ کہ یہ تمام کارروائی کر کے اور دیوگورو کی پوجا میں منتھار گڑ کر بھی وہ بدستور ویسے کا ویسا ہی ہے۔ اس طرح ایک استری دیوگورو کو لکھتی ہے :-

"اپنا کمرا صاف کیا۔ صاف چادر بچھائی۔ نہا دھو کر صاف بستر پہنکر پہلے دھوپ جلائی۔ پھر آپ کی سُندر چھبی کو صاف کیا۔ اور اسے سجا کر اپنے سنمکھ رکھ کے پاچ کر کے آپ کو پرنام کیا۔ اور آپ کے مہاں اپکاروں کو سنمکھ لا کر میں نے کچھ بھینٹ رکھی۔ جیون پتھ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ دیوگورو کی تصویر پر پرشھ لوا بھی چڑھایا جاتا ہے۔ واہ رے دیوگورو۔ عورتوں سے تو خوب اپنی تصویر کو صاف کرواتا ہے۔ دیوگورو مہاراج! جب عورتیں تمہاری تصویر پر ہاتھ پھیرتی ہونگی۔ تو تمہاری پیٹھ میں گدگدی تو ضرور اٹھتی ہوگی۔ کیونکہ اگر ان کا ہاتھ پھیرنا تم کو محسوس نہیں ہوتا۔ تو انکی پرارتھناؤں۔ بھجنوں۔ یا ان کی دعاؤں کو تم کیا خاک سنتے ہونگے۔ جب سنتے ہی نہیں۔ تو جواب کیا خاک دیتے ہوگے۔ پھر تم نے ایسی پاکھنڈ لیلا کیوں رچی ہے۔ کیا اس پاکھنڈ کی بنا پر تم ایشور پوجا کو ڈھکوسلا کہتے ہو۔ اس جیون پتھ میں ایک دوسری عورت دیوگورو کو لکھتی ہے۔" ۔ ۔ ۔ ۔ پہلے آپ کی سُندر اور اتی ہتکر چھبی کو پرتی پوروک سوچھ رومال سے پونچھا پھر آپ کے شبری چرنوں کا دھیان کر کے چھبی کے سنمکھ پرنام کیا۔ اس اوستھا میں دیر تک اپنے ہردے کی سنھرتا کے لئے کامنا کی۔ پھر کھڑی ہو کر دیو ستتی گایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" اب تم دیکھو۔ کہ جب عورتیں دیوگورو کی تصویر پر اتنا لٹو ہوتی ہیں۔ کہ اس کے سامنے لوٹ پوٹ ہوتی رہتی ہیں۔ تو دیوگورو کے سامنے وہ کیا کچھ پاکھنڈ نہیں کرتی ہونگی جو کرتی ہے۔ وہ یہی۔ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمہاری نہایت ہی خوبصورت اور منوہر تصویر کو صاف کیا۔ جب دیگورو کی تصویر نے عورتوں کے دلوں کو ہر لیا ہے۔ تو خود دیوگورو نے کتنے دلوں کو ہرا ہوگا۔ دیورتن کی ایک اور چٹھی دیکھئے۔ وہ کیا کہتا ہے۔ "..... آپ کی تجسوئی چھبی کو سوئچھ (صاف) بستر سے صاف کرکے اس کی دھولی (خاک، شردھا پوروک اپنے نیتروں سے لگاتا ہوں۔ اور چھبی کو اپنے شیش پر رکھتا ہوں۔ سادھن ستھان میں دھوپ جلاتا ہوں۔ ..... پھر پشپ ہار سے آپ کا ارچن کرتا ہوں ....." واہ! وا! یہ کیا عمدہ پوجا ہے۔ کسی دن تم دیوگورو کی تصویر کو سر پر رکھ کر ناچنے بھی لگو گے۔ ابھی تو تم اس پر سے جو مٹی اترتی ہے۔ اس کو سر پر لگاتے ہو۔ لیکن اگر یہی حالت رہی۔ تو کسی دن تم دیوگورو کے پاخانہ کا تلک لگایا کرو گے۔ اے ناظرین! اوپر کے بیان میں آپ نے ان لوگوں کا حال دیکھ لیا۔ جو کہ ایشور پر مخول اڑاتے اور ایشور پوجا کو ڈھکوسلا کہتے ہیں۔ آپ نے جان لیا۔ کہ یہ لوگ خود کیسے شرمناک ڈھکوسلے میں گرفتار ہیں۔ اور کہ ان کی زندگیاں کیسی تھیں اور کیسی ہیں۔ ایسی حالت میں بھی ان کا خدا اور خداپرستی پر مخول اڑانا جس قدر ان کی شرمناک کرتوت ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ پنجابی میں مثل ہے۔ کہ چھاج تو بولے لیکن چھلنی کیونکر بولے۔ جس میں ہزاروں چھید ہوں۔ خداپرستوں کی زندگی پر وہ شخص تو مخول اڑا سکتا ہے۔ جس کی اپنی زندگی درحقیقت دیوتاؤں کی زندگی ہو۔ لیکن ہمارا اعتقاد ہے۔ کہ جن کی زندگی دیوتاؤں کی زندگی ہوگی۔ وہ خداپرستی پر مخول بھی نہیں اڑائینگے۔ بقول اوہ جل گگھری چھلکت جائے۔ یہ اوچھے آدمی اپنی ناپاک زندگیوں۔ اپنے توہمات اور اپنے پاکھنڈوں پر تو ذرا دھیان نہیں دیتے۔ دوسروں پر حملے کرنے دوڑتے ہیں۔ ایک طرف جب ان لوگوں کی اس قسم کی بیہودگی کو دیکھا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف ان کی بیہودہ بکواس پر نظر ماری جاتی ہے۔ تو آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ کہ یہ کس مٹی سے گھڑے گئے ہیں۔ اپنے گورو کی تصویر کو جس طرح یہ پوجتے ہیں۔ اپنے گورو کی چرن دھولی کو جس طرح سر منہ پر ملتے ہیں۔ وہ تو آپ نے دیکھ لیا۔ اب ذرا ان کی دوسری اندھتائی کو دیکھئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ اپنے گورو کو سب سے اونچا ظاہر کرنے کے لئے یہ لوگ کیا بکواس کرتے جاتے ہیں۔ سردار گورمکھ سنگھ بی۔ اے پلیڈر۔ چیف کورٹ اپنے گورو کی تعریف میں جیون پتھ منگھر سمت ۶۳ میں ایک خط لکھتا ہے۔ اس میں دنیا کے تمام رشی منیوں کو لتاڑتا چلا جاتا ہے۔ اور ایک جگہ کہتا ہے۔ کہ پہلے اوتاروں کے بھیتر دھرم کوٹ کوٹ نہیں تھا۔ کیول آپ ہی دھرم کے پورن اوتار ہوئے ہیں۔ اب یہ بیان ایسا ہی احمقانہ ہے۔ جیسا کوئی شخص دیوگورو کے نصف درجن بچے دیکھ کر بھی یہ کہے۔ کہ دیوگورو میں انڈ... نہیں ہے۔ اور پھر یہی دیوگورو مہاتما بدھ کو گالیاں دیتا ہوا لکھتا ہے۔ کہ وہ کیول گیون کا موجد تھا۔ تعجب۔ بدھ تو گیون کا موجد ہوا۔ لیکن یہ پاکھنڈی چڑیلوں کی تعلیم دیکر سائنس کا موجد بن بیٹھا۔ شرم۔ اور پھر اس کا چلتا پرزہ دیورتن جیون تت کے ایک پرچہ میں مہاتما بدھ کے بارے میں لکھتا ہے۔ "مہاتما بدھ ہرگز ست ہادی اور ست انوراگی نہ تھے۔ اور جیسے زمانہ گذشتہ کے اور کثرت سے مذہبی لیڈر اور اپنے پیروؤں کے بے سروپا سوالوں کے جواب میں کچھ نہ کچھ گھڑنت گھڑ دینے کے نہایت قابل افسوس کمزوری کے شکار ہو جاتے رہے ہیں۔ ویسے ہی شاکھ ونش کے روشن چراغ گوتم بھی اس کمزوری سے اوپر نہ تھے۔ جیون تت سنہ ۱۹۰۷ء" اب دیکھو! یہ اُلٹی بُدھی کے آدمی اپنے گورو کو تو چاروں جگتوں کی روشنی بتاتے ہیں۔ اور اس کی تمام گیون کو بھی سائنس پر مبنی سمجھتے ہیں۔ مگر باقی کے دھرماتماؤں کو بالکل ہی جھوٹا بتا رہے ہیں۔ آگے اس بدھ کے بارے میں اس شخص نے یہ معیار قائم کیا ہے "بھگوان بُدھ نے بدھ مذہب کے پیروؤں کے لئے جو معیار چھوڑا ہے۔ یا جس کا کم سے کم ہندوستان چین وغیرہ کے موجودہ لوگوں میں نشان پایا جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ زندگی کا اعلےٰ معراج تو کہیں رہا۔ جس دیا کے دھرم کی پکار بدھ لوگوں میں کی جاتی ہے۔ اور جس دیا کا اوتار مہاتما بدھ کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کے عملی پرچار کے لحاظ سے بھی اس کے پیرو ملک میں کس قدر پیچھے ہیں۔ وہ گوشت خور ہیں۔ پس اگر اس پھل کے لحاظ سے بھی مہاتما بدھ کے کام پر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نگاہ ڈالی جاوے۔ تو وہ اپنے عملی پھلوں کے لحاظ سے ایک بالکل ناکامیاب کام ثابت ہوا ہے" مہاتما بدھ کے بارے میں یہ رائے کون لگا رہا ہے۔ دیو گورو کا بھگت دیورتن! ذرا اپنے گورو کے پھلوں کو تو دیکھو۔ اگر دیو گورو کے لاثانی پھل۔ دیورتن۔ دیوت سنگھ۔ امر سنگھ وغیرہ ہی ہیں۔ تو پھر اس میں جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ کہ دیو گورو نے جو پاکیزگی کی دہائی مچائی ہے۔ وہ قطعی پاکھنڈ ہے۔ دیو گورو کے نپڈے پوجاری جو جو شرمناک سیاہ کاریاں کرتے ہیں۔ ان کے نمونے دکھائے جا چکے۔ بڑے مزے کی بات ہے۔ کہ یہ لوگ جن باتوں کے لئے دوسروں کو کوستے ہیں۔ وہی ان کے اندر موجود ہیں۔ ایک جگہ بھگت مسیح کے مریضوں کو اچھا کرنے پر اس شخص نے مخول اڑایا ہے۔ کہ دیکھو مسیح کے نام سے کیسی کیسی مزیدار گپیں ہانکی گئی ہیں۔ بھلا کیا بغیر دوائی کے بھی کبھی کوئی راضی ہوا کرتا ہے۔ مگر دیو گورو کا بڑا چیلا اپنے ایک خط میں دیو گورو کو لکھتا ہے۔ کہ مجھے بخار تھا۔ میں نے آپ کا بھجن گانا شروع کیا۔ بخار چلا گیا۔ واہ! وا! دیو گورو نہ ہوا۔ انٹی فیورین ہوئی۔ پھر دوسرے موقع پر یہی دیو گورو خود لکھتا ہے۔ کہ ایک عورت مہینوں پاگل رہا کرتی تھی۔ میں نے اسے کہا۔ کہ تم میرا دھیان کیا کرو۔ اور مجھ سے پرارتھنا کیا کرو۔ اس سے اس کو اس بیماری سے نجات ملی۔ واہ شاہ صاحب! کیا کہنے ہیں آپ کے دھیان کے۔ سچ بتاؤ۔ وہ عورت کیوں پاگل ہوا کرتی تھی۔ اور تمہارا دھیان کرنے سے کیوں اس کا پاگل پن جاتا رہا۔ شاہ صاحب۔ مانو یا نہ مانو۔ دال میں کچھ کالا کالا ضرور نظر آتا ہے۔ خواہ کالی مرچ ہو۔ مواہ تلّی۔ لیکن ہے کچھ نہ کچھ ضرور۔ کیونکہ اگر کسی شخص کا بخار یا پاگل پن تمہارے دھیان کرنے سے دور ہونا ممکن ہو۔ تو پھر تم خود بارہ مہینے کیوں اعصابی بیماریوں سے بیمار پڑے رینگتے رہتے ہو۔ مجھے یاد ہے۔ جب میں ایک دفعہ سخت بیمار ہوا۔ اور کوئی دوا کارگر نہ ہوتی تھی۔ تو دیورتن نے مجھے کہا۔ کہ ست گورو کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاپ کرو۔ ست گورو کا دھیان کرو۔ اس وقت تو میں خود بھی یہ سمجھتا تھا۔ کہ جو کچھ دنیا میں ہے۔ ست گورو ہی ہے۔ اگر کونین کی گولی ہے۔ تو وہ۔ اگر فیور مکسچر ہے۔ تو وہ۔ میں نے ست گورو کا بھی دھیان کیا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہؤا۔ پھر یہ کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ ایسے ستگورو بلکہ ایسے جھوٹ گورو نہیں نہیں۔ مجسم جھوٹ کی تعریف میں یہ لوگ آرتیاں گاتے۔ دیئے جلاتے۔ درود پڑھتے رات دن ایک کر دیتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ کہتا ہے۔ وہ تو سند۔ اور سائنس کی بات لیکن جو بات دوسرے کہیں۔ وہ منتھیا۔ کلپنا۔ گپ۔ خدا پر یہ لوگ مخول اُڑائیں۔ خدا پرستی کو یہ ڈھکوسلا کہیں۔ خدا پرستوں کی ذاتی کمزوریوں پر یہ ہنسی اُڑائیں۔ لیکن اس کے برعکس ان کے گورو کی ایسی افسوسناک حالت۔ ان کی تعلیم ایسی مکروہ۔ ان کے اعمال ایسے سیاہ کہ جس قدر کم زبان کھولی جاوے۔ اسی قدر اچھّا ہے۔ اس پر بھی دیو گورو اپنے آپ کو اپنی ہی قلم سے پرم ہنس کر۔ اور سچّا دیوتا لکھتا ہے۔ دیکھو اس شخص کا اپنے بارے میں اپنا ہی خود نوشت بیان :۔

"اِس سنت دھرم پرورشنگ اور جیون داتا کا نام مہان ہو۔ کہ جو اس کائنات کے نہ صرف انسانی یا حیوانی وبھاگ کے لئے بلکہ اس کے ہر ایک وبھاگ کے لئے کل ہتوں کا چشمہ ہے۔ اور روز بروز زیادہ سے زیادہ آتماؤں کو اس کی شرن پراپت ہوتی ہے"

شرم اس خود ستائی پر۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتواں فقرہ

دیو سماج کی مکاری - دھوکہ دہی - فریب - جھوٹ - بے ایمانی کے بارے میں میں جس قدر نظر مارتا ہوں اسی قدر میں حیران ہوتا ہوں - کہ دنیا میں اس قسم کے پاکھنڈی انسان بھی لوگوں کو دھرم کے نام سے گمراہ کر سکتے ہیں - ان لوگوں کی اندرونی زندگی جس قدر ناپاک اور گندہ آلودہ ہے وہ اُن کی اپنی ہی تحریروں سے ظاہر ہے لیکن یہ لوگ کچھ ایسے مادے کے بنے ہوئے ہیں کہ اپنے اندر کی غلاظت کو تو خوب چھپا کر رکھتے ہیں - اور دوسرے لوگ جو پبلک طور پر کچھ بحث مباحثے کرتے ہیں - اُن کا ہم پاچی اور پاپی انسان ایسا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں - کہ جس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے ان کے پاپی پن کے ثبوت میں اُن کی تصنیف کردہ کتاب میں سے ایک بات یہاں نقل کرتا ہوں - ان کی اس کتاب کا جواب اگرچہ "کپتان ڈاکو" کے نام سے "آریہ مسافر" جالندھر شہر میں نکل چکا ہے لیکن میرے خیال میں وہ ضمیمہ کا محتاج ہے - اس کتاب میں یہ پاکھنڈی لوگ سوامی دیانند پر ایک یہ الزام بھی لگاتے ہیں - کہ اُس نے مختلف مذہبوں کے ہادیوں کی بے عزتی کی - حالانکہ سوامی جی نے بڑی نیک نیتی سے نکتہ چینی کی ہے - چنانچہ دیو رتن "مختلف مذہبوں کے ہادیوں کی بے عزتی" کی سُرخی دیکر اس کتاب میں لکھتا ہے "سب سے پہلے ہم اس عام خرابی اور فساد کی جڑ کے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں - کہ جو آریہ سماج کے بانی خاص طور سے اپنے پیروؤں کے لئے ورثہ میں چھوڑ گئے ہیں - اور جس کی اثر کی بدولت آریہ سماج کے بہت سے لوگ خصوصیت سے جھگڑالو - اور دیگر مذاہب اور اُن کے ہادیوں کے متعلق خصوصیت سے ناواجب حملے کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں یعنی مخالف لوگوں کے تعلق میں کئی آریہ سماجیوں کی تحریروں اور تقریروں میں جس قدر بدزبانی یا بدتہذیبی دیکھی جاتی ہے - اُس کا جو عملی نمونہ اُن کے لیڈری اور گورو اپنے پیروؤں کے سامنے چھوڑ گئے ہیں - اُن کی چند مثالیں اُن کی اپنی تحریروں میں سے نیچے درج کی جاتی ہیں + اول ہندو بزرگوں کے متعلق سوامی صاحب کی شستہ بیانی ..... اپنی ہی قوم کے جن پراچین بزرگوں کا نام لے کر

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کئی آریہ سماجی لیکچرار اپنا لیکچر دیتے وقت پلیٹ فارم پر اُچھلا کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی بابت لکھ گئے ہیں۔ مثلاً شری مدبھاگوت آدی کے مصنفون ..... صفحہ ۲۸" اس کے آگے دیورتن نے بھاگوت کے مصنف کے بارے میں سوامی جی نے جو نکتہ چینی کی ہے۔ اس کو نقل کیا ہے۔ اور بعد ازاں نانک جی پر نکتہ چینی کو نقل کیا ہے۔ اور نہایت ہی بدنیتی سے کچھ کا کچھ نتیجہ نکالا ہے۔ اور سوامی جی کو بے نقط سنائی ہیں۔ سوامی جی نے جو جینیوں یا بدھوں کے بارے میں نکتہ چینی کی ہے۔ اس کے بارے میں دیورتن لکھتا ہے "مہاتما بدھ اور اُن کے اور کئی پرچارک جو راج پاٹھ چھوڑ کر یا دنیوی منصب چھوڑ کر دھرم پرچار کے کام میں لگے رہے۔ وہ آریہ سماج کے بانی کے نزدیک خود غرض تھے کسی مذہبی ہادی کی تعلیم اور اُس کے کام پر اعتراض کرنے کی بجائے ان کی نیت پر حملہ کرنیکا جو نہایت غلط طریق آریہ سماج کے بانی نے شروع کیا تھا۔ اس کا اب تک بھی ان کے پیروؤں نے بہت بُرا استعمال کیا۔ صفحہ ۲۹" اسی طرح اس شریر الطبیعت انسان نے مسلمانوں کو آریہ سماج کے برخلاف بھڑکایا ہے۔ اب ذرا آؤ ان کے گھر کی سیر کریں اور اُن کا تماشا دکھائیں۔ دیکھو ان کا پاکھنڈی گورو تمام دنیا کے مذہبی ہادیوں کو کس طرح گالیاں دے رہا ہے۔ اس شخص نے ان سب کو چمپا شری بندر سے تشبیہ دی ہے۔ اور ان کی تعلیم کو چمپا شری بندر کے گھر سے تشبیہ دے کر اپنی تعلیم کو شیش محل بتایا ہے۔ لیکن تماشا دیکھئے۔ کہ یہی دیورتن جو ایسی بدنیتی سے سوامی دیانند پر ہادیان مذاہب کی بے عزتی کا الزام لگاتا ہے۔ وہ اپنے گورو کو لکھتا ہے "ہائے! اس دیش میں ..... جہاں پھوٹ ہی سب سے بڑا میوہ سمجھا جاتا ہو اور جہاں ایک ایسے جن کو (مراد سری کرشن جی سے ہے) مہاپرش اور اوتار سمجھا جاتا ہو۔ کہ جس نے رن کشیتر (میدان جنگ) میں کھڑے ہو کر برودھیوں کو ملانے کے ستھان میں بھائیوں کو بھائیوں کے ساتھ اور بچوں کو بوڑھوں کے ساتھ لڑا کر دیش بھر کے گورب (جاہ و جلال) کا ناش کر دیا ہو۔ وہاں پر تم جو بھائیوں کو بھائیوں سے ہی نہیں پر نتو جو ایک دیش کے نہ ہوں ایک جاتی کے نہ ہوں۔ اُن کو بھی ملانے کے لئے پرگٹ ہوئے ہو۔ ..... وہاں تمہاری مہا اودیتہ (لاثانی) مہما کو کون دیکھ اور اپلیدہ کر سکتا ہے؟ ..... جیون پتھ پھالگن سمت ۵۹" اب اس بیان سے کیا پایا جاتا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

کرشن جی مہاراج جو اس وقت تمام ہندوستان کے پوجنیہ بزرگ ہیں۔ اور جن کی گیتا کے سامنے اس وقت ایک دنیا سر جھکا رہی ہے۔ وہ کرشن اس پاکھنڈی انسان کے نزدیک اس ملک کے گورب کو تباہ کرنے والا تھا۔ وہ کرشن جس نے آخری دم تک صلح کے لئے زور دیا۔ وہ کرشن دیورتن کے نزدیک لڑاکا تھا۔ اس کے برعکس اس شخص کا پاکھنڈی گورو اس کرشن سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔ لعنت اس مکاری اور دھوکہ دہی پر۔ یقیناً دیورتن کی یہ نکتہ چینی سوامی جی کی نکتہ چینیوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر تک آمیز ہے۔ کیونکہ یہ اسی قسم کی نکتہ چینی ہے۔ جیسی کہ کوئی بھنگی کا چھوکرا ہندوؤں کے کسی اوتار کی نندا کر کے اپنے کسی بھنگی بھائی کو اُس سے بڑا بتائے۔ اب ایک ایسے شخص کو جو اپنی سگی بہن کا ناک کاٹنے۔ جُوا کھیلنے۔ چوری کرنے۔ جھوٹے مقدمے کھڑا کرنے یا جوئے بازوں کے ساتھ سونے اور معلوم نہیں وہاں کیا کیا..... کا اتباعی مجرم ہو۔ ایسے نیچ آدمی کو سری کرشن جی مہاراج سے بڑھ کر ظاہر کرنا سری کرشن جی کی صاف توہین نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ کیا اس قسم کے پاجی پن سے ہندو خوش ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یقیناً سوامی دیانند نے سری کرشن کی اس قسم کی نندا کہیں بھی نہیں کی۔ اب آگے چلئے۔ اور دیکھئے کہ یہ پاکھنڈی گورو مہاتما بدھ کے بارے میں کیا لکھتا ہے "مہاتما بدھ..... کے انوائی انہیں دیا کا اوتار مانتے ہیں۔ اُن کے پرچار کا سول انتر بھی یہی دیا بتائی جاتی ہے۔ پرنتو ساتھ ہی اس کے یہ بھی سچ ہے کہ اُن کی مرتیو جس روگ سے ہوئی وہ روگ اُن میں ایک دن ایک جن کے ہان نمنترت ہو کر سوئر کا مانس کھانے سے اپتن ہوا تھا۔ جیون پتھ اسوج سمت ۶۴" اول تو یہ امر شکیہ ہے۔ کہ مہاتما بدھ نے مانس کھایا ہو۔ لیکن اگر مان بھی لیا جاوے۔ کہ ایسا ہوا تھا۔ تو کیا دیو گورو بھگوان جو سالہا سال تک مچھلی کا تیل کھاتا رہا۔ وہ مہاتما بدھ سے بڑھ گیا؟ ہرگز نہیں۔ لیکن اس شخص نے جو بدھ پر حملہ کیا ہے۔ وہ محض اس لئے کہ اُس کو گرا کر خود اس سے اونچا بن جاوے۔ اسی طرح برہم سماج کے بانی کے بارے میں دیو گورو لکھتا ہے "برہم سماج کے ادھشٹاتا مہاتما رام موہن رائے آپ بکرا مروا کر اس کا مانس کھاتے تھے۔ اور شراب بھی پیتے تھے۔....." اس کا جواب برھمو دیں۔ لیکن ہم اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ دیو گورو نے اپنے چیلوں کو شراب پینے اور مانس کھانے کی اجازت دے رکھی

CC-0. Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تھی۔ اگرچہ اس کے ساتھ ڈاکٹر کی راے کا دُم چھلا بطور بہانہ کے لگایا ہوا تھا۔ خود دیوگورو کے سیوکوں نے اپنے ہاتھ سے مُرغے مار کر مجھے اُن کا گوشت کھلایا۔ جبکہ میں بیمار تھا۔ جب وہ میرے لئے مرغے مار سکتے تھے۔ تو دیوگورو کے لئے کیا نہیں کرتے ہونگے۔ آگے دیکھو۔ گورونانک کے بارے میں دیوگورو کیا لکھتا ہے۔ "مہاتما نانک کا کورو کشیتر کے تیرتھ ستھان میں مانس کی ہانڈی چڑھا کر بیٹھنا ایک پرسدہ بات ہے"۔۔۔۔ جیون پتھ اسوج سمت ۱۹۶۴" اس کا جواب سکھ لوگ دیں۔ کہ آیا گورونانک درحقیقت ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ دیوگورو کہتا ہے یعنی دوسروں کو تو گوشت خوری سے منع کرے۔ اور آپ کورک کشیتر جیسے تیرتھ ستھان پر جس کو سکھ لوگ بھی مقدس مانتے ہیں۔ وہ مانس کی ہانڈی چڑھا کر بیٹھے؟ میں منتظر ہوں کہ نانک کے بھگتوں میں سے کوئی دیوگورو کی بات کا جواب دیتا ہے یا نہیں۔ دیوگورو نے اس طرح آگے چل کر بھگت مسیح اور محمدؐ کی ذات پر حملے کئے ہیں۔ لیکن سب سے زہریلا حملہ اُس کا ویدوں اور سوامی دیانند پر ہے۔ چنانچہ دیوگورو جیون پتھ سمت ۱۹۶ بابت کارتک میں سوال و جواب کے پیرایہ میں لکھتا ہے +

سوال۔ دیانندجی نے ویدوں کو ایشور رچت بتانے اور انہیں سرشٹی کے آرنبھ میں ارتھات آج سے کروڑوں برس پہلے رچے جانے اور رشیوں نے بیدہ (مختلف) دیوی دیوتاؤں کے سمبندھ میں دھن آدمی سنسارک پدارتھوں کے لئے جو پرارتھنائیں کی تھیں۔ ان سب کو ایشور کے ساتھ لگانے میں اتنا انرتھ کیوں کیا اور اتنا اناپ شناپ جھوٹ کیوں گھڑا؟

جواب۔ اس لئے کہ ویدوں کے نام سے وہ جب اور جس بات کی شکچھا دینگے۔ اُس کو اُن کے انویائی ایسے ایشور کی آگیا جان کر چپ چاپ آنکھ بند کر کے اندھے کی نیائیں وشواس کر لینگے +

سوال۔ اپنے مت کے چلانے کے لئے اس پرکار جان بوجھ کر سینکڑوں میتھا باتیں گھڑنا کیا دھرم کا کام ہو سکتا ہے؟

جواب۔ کداپی نہیں۔ پرنتو کتنے ہی لوگوں نے جو اپنے مت کو ستھ نہیں جانتے تھے۔ اتھو (اسکو یکتی (دلیل) اور پرمان کے دوارا سمرتھن (سدھ) نہیں کر سکتے تھے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان سے پہلے بھی اس کے پرچار کے لئے اسی پرکار کی متھیا گھڑنت سے کام لیا ہے
پنڈت دیانند بھی ان ہی لوگوں میں سے ایک تھے۔ ایسے لوگ سچ اور جھوٹ کی کچھ پرواہ
نہیں کیا کرتے۔ کنتو جس طرح سے اپنا مطلب پورا ہو۔ وہی کر لینے کے لئے تیار رہتے ہیں
ایسے لوگ پرکرت دھرم کا کوئی گیان نہیں رکھتے۔ کیول اپنا مت چلانا چاہتے ہیں۔
جیون پتھ کا رتنک سمنت" +

ناظرین۔ ذرا اوپر کی عبارت کا غور سے مطالعہ کیجئے۔ اس پاکھنڈی دیوگورو نے
جو چیلوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اور جس کے اکثر چیلے اپنی ناپاک زندگی کے باعث زندہ آگ
میں جلا دئے جانے کے لائق ہیں۔ کس طرح ویدوں کو اور رشیوں کو اور تمام بزرگوں کو
جھوٹا لکھا ہے۔ اور دیانند پر کس قسم کا الزام لگایا ہے۔ یقیناً دیانند اس پاکھنڈی کی
طرح کامی پرش نہیں تھا۔ نہ ہی اُس کی عمر کا ایک حصہ جوا کھیلنے یا جوئے بازوں کے
ساتھ رات کٹائی میں گزرا تھا۔ کہ اُس کو اس قسم کے جھوٹ گھڑنے کی ضرورت ہوتی۔
جس قسم کے جھوٹ اور پاکھنڈ یہ دیوگورو گھڑ رہا ہے۔ یقیناً جو الزام یہ شخص دیانند پر لگاتا
ہے۔ دیانند اُس کا کسی صورت میں بھی مستحق نہیں ہے۔ بلکہ یہ پاکھنڈی انسان خود
ہی اُس کا مستحق ہے۔ اُس نے جس طرح اپنی چال چلتی دیکھی۔ اسی طرح چلائی۔ اور اپنے
ساتھ والوں کو بھی اس سمندر میں غرق کیا۔ اس شخص نے اپنے سوارتھ کے لئے جس
قسم کے سوانگ رچے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ نہیں میں غلطی کرتا ہوں۔ وہ
ابھی تک بہت کچھ پوشیدہ ہیں لیکن پہلے ذرا اس کے چیلے چانٹوں کے چانٹے لگا
لوں۔ پھر اُس کی باری آئیگی۔ اس مکار آدمی کی اندرونی سیاہ تصویر جب تک پبلک
میں نہیں آتی۔ تب تک کسی کو کیا معلوم کہ یہ کیا بلا ہے۔ میں اُس کو کان سے پکڑ کر
پبلک میں لاؤنگا اور دکھاؤنگا۔ کہ دیکھو! یہ دیوگورو ہے جو اپنے آپ کو سری کرشن بدھ
دیانند۔ غرضیکہ تمام مہاتماؤں سے بڑا مانتا ہے۔ جس کے نزدیک تمام مہاتما مثل
چمپانزی بندروں کے ہیں۔ میں دکھاؤنگا۔ کہ آیا یہ شخص درحقیقت خود چمپانزی بندر
ہے۔ یا دیگر مہاتما لوگ۔ اب ذرا تھوڑی دیر کے لئے اس پاکھنڈی انسان کی بیہودگیوں
کو بھی دیکھ لیجئے۔ اس شخص نے خدا سے انکار کیا۔ کیوں؟ اس کی وجہ میں کسی دوسری کتاب
میں اُس کے اپنے ہی الفاظ میں مفصّل لکھونگا۔ فی الحال اتنا ہی کہہ سکتا ہوں۔ کہ اُس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ وہ خدا کلپت معلوم ہوا ہو۔ لیکن اُس نے خدا کو چھوڑ کر پھر کس کو پکڑا۔ اپنی مان نیچر کو۔ اُس کے اپنے الفاظ یہ ہیں ؎

"..... دیوروپ کے اس مہا وچتر (عجیب) اور الوکک (معجزنما) وکاش نے مجھے دیو آتما بنا دیا۔ پرنتو میرا یہ دیوروپ ابھی بال اوستھا میں تھا۔ میں اُسی روپ میں جنم لیکر بھی ابھی اپنی اصلی مان ارتھات نیچر کو نہیں پہچانتا تھا اور اپنے پہلے سنسکار کے انوسار کلپت ایشور کو ہی اپنی ماتا سمجھتا تھا۔ اسی ماتا کو اپتا پتا اور اپنے پوروجوں (بزرگوں) کا پتا اور اپنی سنتان کا بھی پتا ہاں اپنی استری کا بھی پتا کہتا تھا۔ پرنتو میری اس بیہودگی پر کبھی کوئی نہ ہنستا تھا۔..... جیون پتھ ساون سمت ۶۴"

او! گمراہ انسان! جیسے عقلمند انسان تیری پہلی بیہودگیوں پر ہنستے تھے۔ اس طرح اب تیری اس بیہودگی پر بھی ہنستے ہیں۔ دیکھ تو نے اپنے ہاتھ سے اپنی کتاب جانی زندگی حصہ پنجم صفحہ ۹۲ پر کیا "بیہودہ" الفاظ لکھے ہیں ؎

"پرماتما کے پریمیوں کے لئے بھی بعض دفعہ اس قسم کا خیال دامنگیر ہوتا ہے وہ کبھی یہ بھی چاہتے ہیں۔ کہ اس تنہائی میں وہ اپنے دل کی ساری کہانی اُن کے سامنے پیش کریں۔ اور اُن سے جواب چاہیں۔ ہاں وہ ایک ایسی گہری تنہائی ڈھونڈھتے ہیں۔ جس میں وہ بلا تکلف پرماتما سے مل سکیں۔ پرماتما کے ساتھ کچھ دیر بیٹھ کر باتیں کر سکیں۔ کچھ انہیں کہہ سکیں۔ کچھ اُن کی سُن سکیں۔..... یہ عجب خلوت کی حالت ہے۔ اس خلوت میں خواہش نہیں نفس نہیں۔ دنیا نہیں۔ پھر کون ہے۔ پرماتما پرمیشر اور اُن کا جوگی..... اس سادھی میں جیونت پرش کا جیونت پرش سے میل ہے لیکن نہایت تنہائی کا میل ہے..... یہاں بات چیت کا مٹھاس بھی لاثانی ہے۔ یہاں وہ بات چیت ہوتی ہے۔ اور وہ دلی بات ظاہر کیجاتی ہے۔ کہ جو اور کہیں ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس دل کی کہانی کے کھلنے پر سچے محبوب کی طرف سے بھی ایسی بات کیجاتی ہے۔ کہ جو اس تنہائی کے لئے مخصوص ہے۔ ..... اُس کی آنکھیں پریمو کے درشن کا مزہ لیتے لیتے آخر کار تھک کر رہ جاتی ہیں..... آخر کار قطعی بے سُدھ ہو جاتا ہے..... ہاں پرماتما اسے پھر ہوش میں لاتے ہیں۔ اُس پر اپنے پیار کا ہاتھ پھیر کر اپنا آشیرباد دیکر اتنی دیر گود میں سلا یا رکھنے کے بعد پھر گود سے اُٹھا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔ اور منہ چوم کر کہتے ہیں۔ جا کچھ دیر کھیل ؎

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پاکھنڈی انسان! دیکھ کیا تیرے اپنے ہی ہاتھ کی تحریر نہیں ہے۔ تو نے معلوم نہیں پرماتما کو کیا سمجھا تھا۔ جو وہ تیرا مُنہ چُومتا رہتا تھا۔ تیری اس بیہودگی پر لوگ پہلے بھی ہنستے تھے۔ مگر تو بے بس تھا۔ تجھے مُنہ چموانے کی عادت تھی معلوم نہیں۔ تو نے اس عادت کے علاوہ اُن جواریوں کی صحبت میں رہ کر اور بھی کیا کیا عادتیں سیکھی ہونگی۔ کسی کو کیا خبر؟ لیکن تو آج اپنے باپ سے مُنہ چموا کر کہتا ہے۔ کہ وہ تیرا باپ ہی نہیں تھا۔ کوئی فرضی وجود تھا۔ واہ! واہ! بھئی دیوگورو! تو نے اپنے باپ کو بھی جواب دیدیا ہے تیری اس بیہودگی پر مجھے ایک بیہودہ سی کہانی یاد آگئی ہے۔ اوّل تو تو خود بیہودہ ہے دوسرے اس کے ساتھ چونکہ تیری بیہودگی کا قصّہ چلا ہُوا ہے۔ اس لئے مجھے وہ کہانی سنا دینا ہوں۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دن دوپہر کے وقت ایک پوستی درخت کے نیچے سویا پڑا تھا۔ اُس کو خواب آیا۔ کہ کوئی شخص میرے ساتھ بدفعلی کر گیا ہے۔ جب وہ خواب سے بیدار ہُوا۔ تو اُس کو بڑا فکر ہُوا۔ سوچنے لگا۔ کہ اب تو کسی نہ کسی دن میرے بچہ پیدا ہوگا میں کیا کرونگا۔ جب آٹھ۔ نو مہینے گذر گئے۔ تو ایک دن اُس کو قبض وغیرہ کی وجہ سے پیٹ میں سخت گرانی معلوم ہوئی۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ چونکہ ایام حمل ختم ہو گئے ہیں آج کی گرانی بچّہ پیدا ہونے کی علامت ہے۔ وہ بڑا مغموم اور اداس ہو کر گھر سے چل نکلا تاکہ کسی جگہ جنگل میں جا کر بچّہ جنے۔ شہر سے دور فاصلے پر وہ ایک جنگل میں جا گھسا۔ اور ایک جھاڑی کی اوٹ میں بیٹھ کر لگا زور سے اینٹھنے قبض تو پہلے سے ہی تھا۔ بادِ مخالف جو زور سے خارج ہوئی۔ تو جھاڑی میں سے ایک خرگوش کودا اور بھاگ گیا۔ پوستی نے سمجھا کہ بچّہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ مڑ کر دیکھنے لگا۔ تو اُسکو خرگوش بھاگتا نظر آیا۔ پوستی چلا اُٹھا۔ ارے منہ تو دکھا جا۔ لیکن خرگوش پوستی کی آواز کو سنکر اور بھی زور سے بھاگا۔ اس پر پوستی نے خفا ہو کر اور تیری طرح پاک جوش سے بھر کر زور سے کہا۔ جا سُسرے! آخر تو حرام کا ہی نطفہ تھا۔ نہ تیرے باپ کا مُنہ دیکھا۔ نہ تیرا۔ اور پوستی اپنا سا مُنہ لیکر گھر آ کر بیٹھ گیا۔ دیو گورو بھگوان تو اتنی مدت تک خدا سے مُنہ چموا تا رہا۔ اور اُسکی گود میں لیٹا رہا۔ اب تو اس پوستی کی مانند کہتا ہے۔ کہ وہ تیرا باپ ہی نہیں تھا۔ تو نے ایک قسم کا پاکھنڈ چلایا اور تو نے لوگوں کو بتایا کہ خدا تیرے اندر بولتا ہے۔ اور تجھے الہام کرتا ہے۔ وہ تیرا منہ چومتا ہے اور تو اُس کی گود میں لیٹ کر منہ چموا تا ہے۔ لیکن یہ سب تیرا پاکھنڈ تھا۔ کیونکہ خدا تیرے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسے پاکھنڈیوں کیساتھ کبھی بھی بات چیت نہیں کرتا۔ تو اس بات کا منتظر تھا۔ کہ خدا تیری شرارتوں میں بھی تیری مدد کریگا۔ اور تو جو لوگوں پر جھوٹے مقدمے کھڑا کر رہا تھا۔ اس میں تیری فتح ہوگی لیکن خدا نے تیرا ساتھ نہ دیا کیونکہ تو خدا کے نیائیم سے ناواقف تھا۔ پس تو نے بھی اسی پوستی کی طرح سمجھ لیا۔ کہ تیرا باپ بھی ایک فرضی باپ تھا۔ جو موقعہ میں آکر تیرے سوئے پڑے کا منہ چوم گیا۔ پنجابی میں ایک کہاوت ہے۔ کہ سوئے پڑے لڑکے کا منہ چوما۔ نہ لڑکا راضی نہ لڑکے کی ماں راضی۔ تیری حالت بعینہٖ ایسی ہی ہوئی۔ مگر لوگ تیری اس بیہودگی پر پہلے بھی ہنستے تھے۔ اب جو تو نے اپنے "باپ" کو جواب دے دیا ہے۔ تب بھی وہ ہنستے ہیں۔ بلکہ تو نے جس کو اپنی ماں بنایا ہے۔ وہ اس پر اور بھی زیادہ ہنستے ہیں۔ تو نیچر کا بچہ بن کر کیا لیگا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ "نیچر کے بچے" کے معنی کیا ہیں۔ پھر تو سوچ کہ یہی نیچر جو تیری ماں ہے۔ تیری عورت کی بھی ماں ہوئی۔ تیرے بچوں کی بھی ماں ہوئی۔ تیرے باپ کی بھی ماں ہوئی۔ تیرے گھوڑے کی بھی ماں ہوئی۔ تیرے کتے کی بھی ماں ہوئی۔ پرماتما کو پتا کہنا تو تجھے بیہودہ معلوم ہوا۔ لیکن نیچر کو اپنی ماں بناتے وقت تجھے بیہودگی نظر نہ آئی۔ افسوس! لیکن ذرا ٹھیر۔ تیری ماں کی ساری کرتوتیں کھول دونگا جبکہ میں دوسری کتاب میں تیرے فرضی باپ اور تیری اصلی ماں کا جھگڑا پیش کرونگا۔

اے ناظرین! آپ "دیوگورو کا نقلی باپ اور اصلی ماں" کے ناٹک کا انتظار کریں۔ اگر یہ شخص اپنے والدین کا حال دیکھ کر اپنی "ماں نیچر" کی گود میں سے نہ بھاگ گیا۔ تو سمجھو۔ کہ یہ درحقیقت "نیچر کا اصلی بچہ" ہے۔ ورنہ یہ نیچر کا بچہ بھی نہیں ہے۔ دیکھو یہ شخص سوامی دیانند پر تو الزام لگاتا ہے کہ اُس نے اپنا مطلب سدھ کرنے کے لئے جیسا موقع دیکھا ویسا مت چلا دیا۔ لیکن یہ شخص خود اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لئے کبھی ایک کو اپنا باپ بناتا ہے کبھی دوسرے کو۔ کسی نے یہ جو بات کہی ہے۔ کہ مطلب کے لئے گدھے کو بھی باپ بنا لیا جاتا ہے۔ یہ شاید دیوگورو جیسے شخص کے حق میں ہی کی گئی ہوگی۔ کیونکہ گدھا بھی "نیچر" میں شامل ہے۔ پھر وہ دیوگورو کا اگر باپ نہیں تو ماں بننے کا تو دعویدار ہو سکتا ہے۔ شیر۔ بھیڑیئے۔ گھوڑے۔ کتے۔ ہاتھی۔ سؤر۔ پاخانہ۔ پیشاب۔ خود دیوگورو کے اپنے بچے ان کی اپنی عورت وغیرہ سب نیچر میں شامل ہیں۔ بلکہ اس کا ایک حصہ ہیں۔ پس یہ سب نیچر کا حصہ ہونے کی وجہ سے دیوگورو کی "ماں" ہوئے۔ خود دیوگورو بھی نیچر میں شامل ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پس دیوگورو اپنی "ماں" بھی آپ ہی ہوا۔ دیوگورو کی جوتی بھی نیچر کا حصہ ہے۔ پس دیوگورو کی جوتی بھی دیوگورو کی "ماں" ہونے کی دعویدار ہوسکتی ہے۔ اور دیوگورو کا پاخانہ پیشاب بھی نیچر کا حصّہ ہے۔ پس یہ چیزیں بھی دیوگورو کی "ماں" ہونے کا دعوے کرسکتی ہیں۔ غرضیکہ ایک چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک۔ اور ایک گوبر کے ذرہ سے لے کر ہمالیہ پہاڑ تک سب کے سب دیوگورو کی "ماں" ہونے کا دعوے کرسکتے ہیں۔ کیونکہ دیوگورو نے اپنی ماں نیچر کی تعریف اپنے جن الفاظ میں کی ہے۔ وہ یہ ہے "چرڈپدارتھ (بے جان اشیا) اور مختلف قسم کی طاقتوں کے مجموعہ کا نام بشو ہے۔ یعنی ہم اور ہمارے سب طرف ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے ہمارے اوپر ہمارے نیچے۔ ہمارے دائیں۔ ہمارے بائیں ہمارے نزدیک اور ہم سے دور جو کچھ ہے۔ اور جہاں کہیں ہے۔ اس سب کے مجموعہ کا نام بشو ہے۔ اس بشو کو ہی پرکرتی۔ اور نیچر یا یونیورس۔ یا کاسمس کہتے ہیں (جیون پتھ پھالگن سمت ۶)۔ پس دیوگورو کے اپنے ہی الفاظ کے مطابق میں بھی نیچر کا جزو ہوں پس میں بھی دیوگورو کی ماں بن سکتا ہوں۔ پس میں جو کچھ لکھتا ہوں۔ وہ اپنے گمراہ بیٹے کو راہ راست پر لانے کے لئے لکھتا ہوں۔ دیوگورو اور اُس کے بھگت میری تحریروں کو کیوں بُرا مانتے ہیں۔ اور وہ مجھ دیوگورو کی ماں کو کیوں عدالت میں گھسیٹتے ہیں!! کیا دیوگورو مجھ اپنی ماں پر مقدمہ چلانا برخورداری خیال کرتا ہے۔

دیکھو! ایشور اور ایشور و نشواس کو اُس نے بیہودگی کے نام سے پکارا۔ اور خود ایسی بیہودگی کے گندے گڑھے میں گرا۔ جہاں سے اُس کے نکلنے کی کوئی امید نہیں یقیناً یہ اس گڑھے میں گر گر رو۔ کر جان دیگا۔ اور اُس کی ماں نیچر کھڑی تماشا دیکھتی رہیگی۔ اور اُس کی رتی بھر بھی سہائتا نہیں کریگی۔ نہ اُس نے اب تک سہائتا کی ہے۔ جیسا کہ اُس کی اپنی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ دیکھو یہ شخص جیون پتھ بابت اساڑھ سمت ۱۹۶۲ میں "اسہائے اوستھا کی" سُرخی دیکر کیا لکھتا ہے۔

"اپنے سمبندھیوں کے سمبندھ میں ایک ایک سمے میں میں اپنے آپ کو بہت اسہائے تھا میں انوبھو کرتا ہوں۔..... میرا برسوں کا روگی شریر پینے میں نہیں آتا۔ اسے اوشنک اور اوچت آرام نہیں ملتا۔..... ایک بار نہایت چکنا چور ہو جاتا ہے..... اپنے شریر کو بہت دربل اور روگی بنا کر دکھ اور کلیش سے تڑپنے لگتا ہوں۔ اُن میں سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی میری اس بپن اوستھا (مصیبت زدہ حالت) کے لئے سہان بھوتی (ہمدردی) انوبھو نہیں کرتا (کیا تیری ماں نیچر بھی جس نے تجھے بڑے گہرے سنگرام کے بعد پیدا کیا تیری کوئی مدد نہیں کرتی؟ مصنف) ایک ایک سمے میں میرا اتینت دکھیا اور روگی شریر پیڑا سے تڑپ رہا ہے۔ پرنتو ایسا پرتیت ہوتا ہے۔ کہ اسکی یہ اوستھا کسی کے ہردے کو سپرش نہیں کرتی (کیا تیری ماں نیچر بھی ایسی ہی سنگ دل ہے کہ تیرے دکھ کو دیکھ کر تیرا منہ نہیں چومتی۔ م) ادھر میں آپ بھی اس کی اوچت چکتسا آدمی کے بشے میں بھلی بھانت سوچ نہیں سکتا۔ (اور تیری ماں نیچر بھی کیسی اندھی اور ظالم ہے کہ تیری دوا نہیں کرتی۔ م) ادھر کوئی اور جن بھی میرے دلشے میں روچت روپ سے دھیان نہیں دیتا (تیری پھپھڑے مارے ماں نیچر جب تیری طرف دھیان نہیں دیتی۔ تو اور کوئی کیا کرے۔ م) کیسی اسہاے اوستھا (درحقیقت تیری حالت سخت قابل رحم اور ترسناک ہے۔ تو خود کیا بتاتا ہے۔ ہم پہلے ہی سے جانتے نہیں۔ کہ تیری اوستھا درحقیقت قابل رحم ہے۔ م) اس سے بھی بڑھ کر سہان بھوتی کے روچ بھاؤ کے بالکل تیھشیٹ روپ میں ورتمان نہ ہونے سے میرے سمیپ ورتی (نزدیکی) بھی کیول یہی نہیں۔ کہ میری ایسی دکھیا اوستھا کی طرف سے بالکل یا بہت کچھ اور سین رہتے ہیں۔ کنتھو بے پرورہ رہ کر اپنی کسی نیچتا یا اپنے کسی کام یا اپنی کسی ضرورت کی دھن میں انیک بار نہ چاہ کر بھی الٹا مجھے اور بھی ستانے اور ہانی پہنچانے کا کارن بن جاتے ہیں (اور تیری ماں نیچر تیرے ایسے رشتہ داروں کو کوئی ونڈ نہیں دیتی۔ لیکن تو بھی کیا کرے تجھے منہ چوموانے کی عادت تھی۔ منہ چومنے والے کو تو نے جواب دیدیا۔ تیری ماں نیچر اور تیرے نزدیک کے آدمی تیرا منہ چومنے سے ڈرتے ہیں۔ ورنہ اگر یہ چوما چومی جاری رہتی۔ تو تجھے رونا نہ پڑتا۔ اب بھی مان جا۔ م) ..... میں ایسی اوستھا میں اپنے آپ کو جیسا کچھ لاچار انوبھو کرتا ہوں۔ اس کا ورنن نہیں کر سکتا۔ (یہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ جس باپ نے تجھے جنم دیا تھا۔ وہ تیرا منہ چوم کر بھاگ گیا۔ اور تو نے بھی کہہ دیا۔ کہ وہ میرا باپ ہی نہیں تھا۔ پھر جس کو تو نے اپنی مان بنایا وہ [illegible] بھی۔ بہری ظالم اور بے جان نکلی جس نے تجھے جن کر پھینک دیا۔ اور اب تیری کچھ سہایتا نہیں کرتی۔ تیری حالت درحقیقت قابل رحم ہے۔ م) ایسے سمے میں بہت لاچار ہو کر ..... یہ چاہتا ہوں کہ مجھے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی دیر نہ کرے (اے دیوگورو کے بھگتو! دیوگورو کو پٹی چٹی لے کر لیٹ جانے دو۔ اُس کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ وہ تو مرنے کے لئے تیار ہی ہے۔ اور اُس کی ماں نیچر بھی اُس کو نہیں بچاتی۔ بلکہ ہنس رہی ہے۔ م) میں ایسی اوستھا میں جو جو سوچنائیں اپنے سمیپ ورتی (نزدیکی) آتماؤں کو دیتا رہا ہوں۔ اُن میں سے پچھلی سوچنا یہ ہے :-

سوچنا

میرے مُنہ۔ گلے اور چھاتی کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے۔ کھانسی بھی ادھک ہے پیٹ کی تکلیف الگ ہے۔ میں اب اس یوگ نہیں ہوں۔ کہ کسی سے کام کاج آدمی کے لئے مل سکوں۔ میں جن حالات میں رکھا گیا ہوں۔ اُن میں پڑ کر اور سہان بھوتی بہین (ہمدردی سے خالی) آتماؤں سے گھرا ہو کر ہردے کے دکھوں اور رگھاتون (زخموں) کے بھن (علاوہ) شاریرگ روگ اور پیڑا کے بڑھ جانے سے بھی اپنے آپ کو انیک بار جیسا لاچار انوبھو کرتا ہوں۔ اُس کا بیان نہیں کر سکتا۔ ایسی اوستھا میں یدی کبھی کبھی اتنا بھی سنبھو ہو۔ کہ لوگ میری پیڑا کو دور کرنے کے ستھان میں اُس کے بڑھانے میں حصّہ نہ لیں۔ تو بھی میں اسے بڑی بات سمجھ سکتا ہوں۔ ضروری کام کاج کا فیصلہ لیکھ کے دوارا ہو سکتا ہے۔

(دستخط ہندی) سیتانند

۲۴۔ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء

اے ناظرین! اوپر کی تحریر دیوگورو کے اپنے ہاتھ کی ہے۔ یہ ایسے شخص کی تحریر ہے جو اپنے آپ کو دھرم مورت۔ دھرم اوتار۔ بلکہ پورا نانگ دھرم اوتار کہتا اور لاثانی بتاتا ہے جو اپنے آپ کو چاروں جگتوں کی روشنی اور منش ماتر کا نجات دہندہ بتا رہا ہے۔ اور نیچر کا اکلوتا بیٹا اور لاثانی ظہور جتلا رہا ہے۔ لیکن اوپر کی تحریر کو پڑھ کر ہر ایک ذی عقل اس نتیجہ پر پہنچیگا۔ کہ اس شخص کے اندر دھرم تو کیا ایک معمولی آدمی جیسی سہن شیلتا بھی نہیں ہے۔ کیا کبھی دھرماتما آدمی اس طرح سے رویا پیٹا بھی کرتے ہیں۔ جس طرح یہ شخص رو رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ شخص مہاتما بدھ پر مخول اُڑاتا ہے۔ سری کرشن کو گالیاں دیتا ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوامی دیانند کو جھوٹا اور مکار بتاتا ہے۔ لیکن کیا ان مہاتماؤں میں سے ایک بھی اس طرح سے روتا پیٹتا تھا جس طرح یہ دھرم کا پورن اُتار روتا اور پیٹتا ہے ہرگز نہیں۔ پھر اس کے رونے چلانے کے علاوہ ذرا اس کے دوسرے دعوؤں پر غور کیجئے۔ اپنی ماں نیچر کے بارے میں یہ شخص یوں لکھ رہا ہے:۔

"جس طرح بشو (نیچر) نے اس سنسار کو پیدا کیا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک دن اس منش جگت میں ایسا آتما پیدا کریگی۔ جو نرک کی جگہ سورگ لائیگا۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے لاکھوں برس سنگرام کر کے مجھے جنم دیا۔ اور ایشور وشواس کو سدراہ پا کر اُس کے اُڑانیکا بھی سامان کر دیا۔ جیون پتھ چیٹھ سمت ۱۹۶۰"

کیا جو آدمی خود ہی کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ آہنکار کی جذبات کی آگ میں رات دن جل رہا ہو۔ وہ اس دنیا میں نرک کی جگہ سورگ لا سکتا ہے۔ یا کیا وہ خود کسی کو شانتی دے سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر اس شخص کی حماقت دیکھو۔ گویا اُس کی ماں نیچر نے اس جگت کو محض اس لئے پیدا کیا۔ کہ وہ ایک دن مجھے جنم دے۔ یہی خیال مسلمانوں کا ہے کہ اگر خدا نے محمدؐ کو پیدا نہ کرنا ہوتا۔ تو وہ دنیا کو ہی نہ بناتا۔ پنجابی میں ایک کہاوت مشہور ہے۔ کہ اگر میں نہ ہوتی۔ تو تو بیاہ کس سے کرتا۔ ٹھیک یہی حالت دیو گورو کی ہے۔ اگر یہ نہوتا۔ تو اُس کی ماں نیچر بے اولاد ہی رہتی۔ مگر اُس کی ماں نیچر کا ذرا اور حال سُن لو۔ نیچر کا بیٹا اپنی ماں کے بارے میں لکھ رہا ہے:۔

"اب جس بشو (نیچر) نے اپنے اس اٹل نیم کے انوسار اپنے وکاش کے کارج میں سہاکاری بنانے کے لئے کسی کو اچت سمے میں پیدا کیا ہو۔ اور اسے اپنی گود میں حفاظت سے رکھ کر اور اسے نانا پرکار کی گھٹناؤں میں ڈال کر اپنے مقصد کے انوسار بکشت کیا ہو۔ جس کی آتما کی گٹھن کو پورن کر کے اور دیو آتما بنا کے اپنے ہر ایک حصے کے متعلق اہت کو مٹا کر ہت لانے کے لئے اوچ جیون کے متعلق سب طاقتوں سے مزین کیا ہو۔ اس کے لئے فتح پانا ضروری نہ ہو۔ تو اور کس کے لئے جیون پتھ"

تبھی تو اس شخص پر چندا سنگھ والے مقدمات میں سے ایک مقدمہ میں پچاس روپیہ جرمانہ ہؤا۔ اور دوسرے مقدمہ میں مجسٹریٹ نے اُس کی بددیانتی۔ انتقام چال چلن کا فیصلہ کر دیا۔ واہ! بڑی بھاری فتح ہوئی۔ آگے اس طرح اپنی ماں کے بارے میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شخص یوں لکھتا ہے:-

"اس شبھ گھڑی کے لانے میں نیچر نے جس کو میں پہلے گون (اونے) سمندھی سمجھتا رہا تھا۔ بہت بڑا سنگرام کیا۔ نیچر نے اپنے لاکھوں برسوں کے لگاتار سنگرام سے اپنے کام میں لانے کے لئے جس بچہ کو جنم دیا تھا۔ جس کو وہ اپنی گود میں رکھ کر مختلف وکاس کاری گھٹناؤں میں سے گذارتی لائی ہو۔ جو سچ مچ اُس کا بیٹا تھا۔ مگر غلطی سے اپنے آپ کو فرضی ایشور کا بیٹا سمجھتا تھا۔ آج اُس کی یہ کلپنا دور ہو گئی۔ نیچر کے سچے بیٹے نے اپنی سچی پرم ماں کو پہچان لیا۔ جیون پنچھ چھٹھ سمٹ ۶۲"

لیکن ناظرین! سوال پھر وہی رہ جاتا ہے۔ کہ جس شخص کے باپ کا پتہ نہ ہو۔ یا اپنے باپ کو نقلی یا فرضی باپ کہتا ہو۔ اور دوسری طرف اُسکی ماں موجود ہو۔ اُسکو کیا کہا جاویگا۔ آپ خود ہی سوچیئے۔ شاید اسی بنا پر دیوگورو اپنے آپ کو "نیچر کا بیٹا" کہنے کے لئے مجبور ہوا۔ اور وہ کہہ رہا ہے۔ لیکن اس کی ماں نیچر کا بھی عجب حال ہے۔ جو اُس کو روتا دیکھتی ہے۔ لیکن اُس کی تسلّی نہیں کرتی۔ وہ مختلف قسم کے روگوں میں مبتلا ہے۔ اُس کا دل جل رہا ہے۔ بل رہا ہے۔ کوئلہ ہو رہا ہے۔ لیکن اُس کی ماں نیچر اس پر مرہم لگانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اصل میں "نیچر کے بچّوں" کا حال ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ دیوگورو کا ہو رہا ہے۔ باپ تو اُن کا کوئی ہوتا نہیں۔ اگر ہوتا ہے۔ تو وہ فرضی نکلتا ہے دوسری طرف اُن کی ماں بھی اُن کو جنم دیکر پھینک دیتی ہے۔ وہ بیچارے روتے دھوتے مرجاتے ہیں۔ لیکن نیچر کے اس بچے کے دعوے بڑے عجیب وغریب ہیں۔ اُس نے ظاہر کیا ہے۔ بلکہ لکھا ہے۔ کہ اُس کے پیدا ہونے پر چاند اور سورج نے بھی خوشی منائی۔ اور خوب منگل گایا۔ چنانچہ "شری دیوگورو بھگوان کا لاثانی ظہور" نامی ٹریکٹ میں جہاں دیوگورو کو دنیا کے تمام مہاپرشوں سے بڑا ثابت کیا گیا ہے۔ وہاں اس کے جسم دن پر سورج اور چاند میں جو بات چیت ہوئی۔ اُس کا کچھ حصّہ میں مختصر طور پر نیچے درج کرتا ہوں:-

"..... سورج نے دیکھا۔ کہ اس دن یعنی پوش بدی پرتی پد اسمٹ ۱۹۰۰ بکرمی کو انسانی جماعت میں جس بچے نے جنم لیا ہے۔ وہ بچہ ایک نادر اور نرالا ہے۔ وہ اگرچہ انسانی ماں باپ سے پیدا ہوا ہے۔ مگر وہ بدھی اور بھاشا شکتیوں کے علاوہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن نئی دھرم شکتیوں کو بے کر ظاہر ہوا ہے۔ اُن کے لحاظ سے وہ انسانی دنیا سے پرے ہو کر بھی اسی طرح پر اس سے اوپر کی چیز ہے۔ کہ جس طرح پشو جگت سے پیدا ہو کر انسان اس سے اوپر کی چیز سمجھا گیا ہے یہ بالکل ممکن ہے کہ زمین کے بہت سے مقاموں کو چھوڑ کر اُن کے اپنے جنم ستھان یعنی اکبر پور میں بھی اُسی دن اور اُسی وقت کی انسان یا حیوان کے گھر بچہ پیدا ہوا ہو۔ مگر اس بچہ کی خصوصیت اسی دن یا اُس گھر اور اُس مقام کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ اُن نئی طاقتوں کے لحاظ سے ہے جو بیج کی شکل میں لیکر اُس نے جنم لیا تھا..... سورج نے اس انوکھے بچے کے جنم لے چکنے پر چاند کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ تم نے بھی کچھ دیکھا۔ چاند نے کہا۔ ہاں کچھ تو دیکھا (واہ رے شیخ چلی کے باپ۔ م) سورج نے کہا۔ کہ تم نے تو اس بچے کو باہر سے ہی دیکھا ہے۔ مگر میں اس کی ان خاص طاقتوں کو بیج روپ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ جو ایک دن اس کے بھیتر سے بکاش پاکر اسے دیو روپ میں ڈھال اور پہنچا دینگے۔ میں لاکھوں برس سے اس زمین کو روشنی دے رہا ہوں۔ اس زمین کی میں نے بہت بڑی خدمت کی ہے۔ یہ پرتھوی میرا اپنا ہی ایک انگ اور میرے ہی جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ مجھ سے ہی یہ پیدا ہوئی ہے۔ میرا اور اُس کا بڑا گہرا رشتہ ہے..... اے چاند میں انسان کی ادھم ادستھا کو دیکھتا ہوں۔ مگر میں اس میں کوئی اعلےٰ تبدیلی کے لانے کی کوئی سامتھ نہیں رکھتا۔ کروڑوں مہذب اور غیر مہذب انسان جو میرے سامنے موجود ہیں۔ جیونی شکتی رکھ کر اور جینے اور سکھ سے جینے کی نہایت زوردار خواہش رکھ کر بھی یہ نہیں جانتے کہ جیون کیا ہے۔ جیونی شکتی کیا ہے؟ وہ کن نیموں کے زیر تصرف ہے۔ اور وہ ان نیموں کے تصرف میں رہ کر کس طرح بنتی اور بگڑتی ہے..... وہ جیون کے بارے میں اس قسم کے اعلےٰ تت گیان کے لحاظ سے بالکل اندھکار کی حالت میں ہے وہ پوجا پاٹھ۔ یوگ۔ سمادھی۔ تیرتھوں کی یاترا۔ سورگ۔ نرک وغیرہ کے متعلق مختلف قسم کی غلط کلپناؤں یا کسنسکاروں کے یقینیوں میں پھنس کر اپنے آتما کا مختلف طرح سے نقصان کر رہا ہے۔ مگر اُسے اُس کا کچھ پتہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آتما اور اُس کی زندگی کے متعلق ٹھیک گیان سے خالی ہے..... سورج نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا۔ کہ ہائے انسان کی یہ ساری نیچ حالت مجھے بہت دُکھ دے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی ہے۔ چاند نے کہا۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ انسان اپنی نیچ کارروائیوں کے لحاظ سے ابھی تک بہت ہی افسوس ناک حالت میں ہے۔..... سورج نے کہا۔ چاندرا جب تک انسانی دنیا کے اندر کسی ایسے مہاآتما کا ظہور نہ ہو۔ کہ جو بکاش پاکر ایک طرف جہاں جیون تت کے متعلق نہایت نایاب گیان کی روشنی سے منور اور بھرپور ہو۔..... اور سب قسم کے غلط عقیدوں۔ اور کلپت متون اور مختلف قسم کے پاپوں اور دُشاچاروں سے مکتی حاصل کرسکے..... ایکتا قائم کرسکتا ہو۔ تب تک میری تمہاری اور اس زمین کی امید پوری نہیں ہوسکتی (واہ! رے شیخ چلی کے دادام)..... میں ہزاروں برسوں سے ایسے مہاں آتما کے ظہور کی راہ دیکھ رہا تھا۔ انسانی دنیا بھی اپنے ہر ایک پہلو کے لحاظ سے ادھار اور کلیان کے لئے ویسے ہی مہاں آتما کی آرزو کر رہی تھی۔..... بکاش کارمی شکتیاں انسانی دنیا کے آتماؤں میں ایک ایسے تاثانی آتما کو ظاہر کرنے کے قابل ہوئی تھیں۔ کہ جن کی ہم سب انتظار کر رہے تھے۔ چاند! آج کا دن کیسا مبارک دن! چاند آج ہماری ہزاروں برس کی امید پوری ہوئی ہے۔ چاند! آج کا دن کیسا آنند کاری دن۔ چاند! آج تمہاری اور میری موجودگی میں اس مہان اور لاثانی آتما نے ابھی پورنانگ دھرم اوتار نے جنم لیا ہے آؤ! آج ہم سب پہلے اُس کا درشن کرکے پرم سُکھی اور کرتارتھ ہوں.....''

اے ناظرین! سورج اور چاند کی دیوگورد کے بارے میں یہ بات چیت بہت لمبی ہے۔ افسوس اس گفتگو کو سوائے دیوگورد کے اور کسی نے نہ سنا۔ دیوگورد ایک طرف تو یہ کہتا ہے۔ کہ اُس کی تعلیم کلپناؤں یا گپوں سے خالی ہے۔ دوسری طرف اس قسم کی بے سینگ گپیں بھی مار رہا ہے۔ میں دیوگورد کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ اگر وہ اپنے وگیان مولک دھرم یا سائنس کے زور سے کبھی بھی اس بات کو ثابت کردے۔ کہ چاند اور سورج نے درحقیقت اس قسم کی بات چیت اُس کے پیدا ہونے پر کی تھی۔ تو میں اپنے دونوں کان کٹوا لونگا۔ نہیں تو پھر مجھے اختیار ملنا چاہیئے۔ کہ ایسے گپی دیوگورد کے دونو کان معہ ناک کے کاٹ کر اُس کو مسلہ بنادوں۔ اب حیرانی کی بات ہے۔ کہ ایک طرف تو دیوگورد کی ماں بنچرنے اپنے بیٹے کے قول کے مطابق کروڑوں برس اینٹھ اینٹھ کر بلکہ پنجابی محاورہ میں 'کسل' کسل۔ کہ انارکلی کی گندی موری میں یہ انڈا دیا۔ جو بکاش پاکر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیو گورو بن گیا۔ دوسری طرف سورج اور چاند تک بھی نیچر کے اس انڈے پر خوشی منا رہے ہیں۔ اور منگل گا رہے ہیں۔ تیسری طرف اس انڈے کے اندر سے جو نیچر کا سچا بچہ پیدا ہوا۔ اُس کی حالت ایسی قابل رحم۔ کہ رات کو بھی مارے پیٹ درد۔ گلا درد۔ سر درد۔ کھے درد سے نیند نہیں آتی۔ اور کوئی اُس کے ساتھ ہمدردی نہیں کرتا بلکہ اس کے نزدیک سے نزدیک کے سمندھی بھی اُس کو ستاتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ اس نیچر کے سچے بچے کا اقبال ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر ہم کیا نتیجہ نکالیں؟ یہی کہ سکتے ہیں۔ کہ بھئی۔ یا تو دیو گورو نیچر کا بچہ نہیں ہے۔ یا وہ اُس کی ماں نہیں تھی۔ ورنہ کیا وجہ ہے۔ کہ نیچر اس کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کر رہی ہے۔ کہ کوئی سوتیلی ماں بھی کسی بچے کے ساتھ نہیں کرتی ہوگی یہاں تک کہ بیچارے کو وقت پر پاخانہ تک بھی نہیں آنے دیتی۔ واہ! دیو گورو! تو یار دونوں طرف سے مارا گیا۔ جس کو تو نے باپ بنایا۔ وہ تجھے چوم چاٹ کر بھاگ گیا۔ جس کو تو نے ماں بنایا۔ اُس نے تیری کچھ مدد نہ کی۔ بلکہ الٹا تجھے زخمی کیا۔ اور دوسروں سے کروایا۔ یار نہ تیرا باپ نہ تیری ماں۔ تو یتیم رہ گیا۔ چل تجھے بریلی کے یتیم خانے میں داخل کر دوں۔ اگر تو اتنی دور نہیں جانا چاہتا۔ تو چل تجھے فیروز پور کے یتیم خانے میں ہی داخل کرآؤں۔ اگر تو یتیم خانے میں نہیں جانا چاہتا۔ تو لے پھر میری انگلی ہی پکڑ لے۔ میں تجھے پھر تیرے اس باپ سے ملا دونگا۔ جو تجھے چوما کرتا تھا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آٹھواں فقرہ

ناظرین! آپ اس لاہوری دیوگورو یا اگر صحیح طور پر کہا جاوے تو اس لاہوری شیخ چلی کی گپوں کو سنتے سنتے تنگ تو ضرور آگئے ہوں گے۔ لیکن صبر کیجئے۔ اب آٹھواں فقرہ آگیا ہے۔ یہ لاہوری شیخ چلی جو اپنے آپ کو پاگل بھی کہتا ہے ایسے عجیب ٹوٹکے چھوڑتا ہے۔ جنکو سنکر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ یہ تو میں پیچھے دکھا ہی آیا ہوں۔ کہ اس شخص کے نزدیک دنیا کے تمام رشی۔ منی۔ ولی۔ پیغمبر۔ عالم۔ فاضل مثل چمپا نہری بندروں کے ہیں۔ اور انسانی دنیا کے اندر یہی ایک شخص لاثانی ظہور ہوا ہے۔ لیکن ذرا اسکی ایک اور لن ترانی اس کی اپنی زبانی سُنئے۔ یہ شخص جیون بچھ بابت شراون سمت ۶۴ میں لکھتا ہے :-

میری گربھ جات بشیشتا

"اپنی پوجنیہ ماتا کے گربھ دھارن کرنے کے دن سے ہی میرے آتما کی بشیشتا (خصوصیت) تھی منش جگت میں ہزاروں برس کے پریورتن کا رج سے جیسے اس کے کسی وبھاگ میں ادھوگتی ہوئی ہے۔ ویسے ہی کسی وبھاگ میں اوچ گتی بھی ہوئی ہے۔ اسی اوچ گتی مولک پریورتن کے دوارا میرے کئی پوروجوں میں ایسی کتنی ہی شکتیاں آئی تھیں کہ جنہوں نے ایک بشیش گھٹنا کے دوارا ایک بشیش سمے میں سملت ہونے کا اوسر پاکر میرے استتو (وجود) کو ماتری گربھ میں ہی بشیش بنا دیا۔ اور اینہ کروڑوں آتماؤں کی تلنا میں ایسی وشیش یوگنا پیدا کردی کہ جس سے وہ دھیرے دھیرے بلشت ہوکر ایک اپورب روپ اور پور نانگ کنٹھن کو پراپت ہوگیا (بالکل جھوٹ۔ بلکہ جس سے وہ دھیرے دھیرے ادھم ہوتا ہوا جوا کھیلتا۔ چوری کرتا۔ قمار بازوں کے ساتھ رات کو سوتا ہوا۔ بے گناہوں کے ساتھ جھوٹے مقدمے لڑاتا اور جرمانہ بھرتا ہوا۔ جھوٹ بولتا ہوا۔ آخر کار بستر مرض پر لیٹ گیا۔ اور بالکل اسہائے اوستھا کو پراپت ہوگیا۔ م) یہ میری گربھ اتھوا جنم جات بشیشتا تھی۔ اور یہ مجھے اسی پرکار پراپت ہوئی۔ جس پرکار بھوتک جگت کے پدارتھوں میں پریورتن کے اٹل کارج سے اس پرتھوی میں کچھ استتو ساودھارن پتھر۔ کچھ لال پتھر۔ کچھ سنگ مرمر۔ کچھ نیلم۔ کچھ مانک اور کچھ ہیرا بن گئے۔ یہ بشیشتا جیسے میرے آتما کو پراپت ہوئی۔ ویسے اور کسیکو پراپت نہیں ہوئی (تیرے جیسے جھوٹے کے منہ میں خاک۔ کیا تیری طرح اور سینکڑوں انسان بُری علتوں میں پھنسے ہوئے نہیں دیکھے جاتے۔ کیا تو ہی اکیلا آدمی تھا جس نے قمار بازوں کے ساتھ راتیں کاٹی ہوں۔ کیا تجھ اکیلے پر ہی جرمانہ ہوا۔ کیا تیری اپنی اکیلی اوستھا ہی اسہائے ہے۔ یقیناً تیرے جیسے اور بھی نیچر کے بہت سے بچے ہیں۔ جو رو رہے ہیں۔ م) ہاں اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو اور میرے اپنے کسی بھائی بہن اور میری کسی سنتان کو بھی پراپت نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ اس کا پرکرتی کے نیم کے ہی ورودہ تھا۔ تو پھر تو یوں کیوں نہیں کہتا۔ کہ میں آتے ہوئے وہ راستہ ہی مار کر بند کر آیا تھا۔ تاکہ میرے بعد دوسرا کوئی نہ آسکے۔ تو نے اپنی ماں پرکرتی یا نیچر کو بھی معلوم نہیں سمجھ رکھا ہے۔ جس نے تجھے تو پیدا کر دیا اور پھر راستہ بند۔ بلکہ اس راستہ پر یہ سائن بورڈ لکھ کر لگا دیا گیا ہوگا "یہ شارع عام نہیں ہے م") اور یہ اسی طرح بشو (نیچر) کے نیم کے ورودہ تھا جس طرح اس سمے بانر جاتی کے کسی منش میں سے منش جاتی کا پرگٹ ہونا رسنبھو (ناممکن) ہے۔ (تو ذرا باہر تو نکل یا انارکلی کی گندی موری میں بیٹھا ہوا ہی جاٹوں کے لئے ایسی بکواس کر چھوڑتا ہے گویا تو اپنی ماں نیچر کا خاتم المرسلین ہوا۔ آ ذرا باہر نکل کر بحث تو کر) کیونکہ پہلے جس جس کے لئے جس جس انوکول اوستھا میں ایسا نہ کیول سنبھو کنتو اوشیک تھا۔ وہ اوستھا بدل گئی اور اس پھوٹی سے ہمیشہ کے لئے بدل گئی (پس اب گویا تیرے جیسا جھوٹا۔ گپی۔ بکواسی اور بدحواس کوئی شخص پیدا نہیں ہوگا۔ کوئی بھی سمجھدار جو تیری کرتوتوں سے واقف ہے۔ تیرے مذکورہ بالا بکواس پر قہقہہ لگانے کے بغیر نہیں رہے گا۔ تو اپنی ماں نیچر کے پیٹ سے ایسا سپوت پیدا ہوا۔ کہ آتے ہوئے اس بیچاری کے لات مار کر اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے لئے راستہ ہی بند کر آیا۔ اب کوئی کاہے کو تیرے جیسا جھوٹا آدمی اس دنیا میں پیدا ہوگا۔ مصنف)

ناظرین! آپ نے اس شخص کی عورتوں جیسی بلکہ مخنثوں جیسی خودستائی سن لی۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ شخص صحیح الحواس کہلایا جا سکتا ہے۔ اسکی اپنی تو یہ حالت۔ ادھر اسکو چیلے چانٹے ایسے اندھے ملے۔ کہ جو اسکو دو انچ اور بھی اونچا کر دیں۔ اگر یہ شخص ہگتا بھی ہے۔ تو بھی ان کو شور مچانے کا موقع مل سکتا ہے۔ کہ دیکھو ہمارے گورو نے کیسا لاثانی ہگنا ہگا ہے۔ اگر یہ شخص خدا کو گالیاں دیتا ہے تو وہ بول اٹھتے ہیں۔ دیکھو ہمارے گورو نے کیسی لاثانی تحریر لکھی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایک موقع پر یہ شخص اپنی لاثانیت کو جتاتا ہوا لکھتا ہے:۔

"میں سولہ برس کی عمر میں میں رڑکی کالج میں داخل ہوا۔ یہ اتی آشچریہ گھٹنا تھی مجھ سے پہلے اور میرے بعد آج تک برابر چالیس برس میں اور کوئی شخص میری بستی سے اس کالج میں داخل نہیں ہوا۔ جیون پتھ شراون سمت ۶۴" اب دیکھو اس شخص نے اس بات کو بھی اپنے لاثانی ہونے کے دعوے کے ثبوت میں پیش کر دیا ہے کہ مجھ سے پہلے اور میرے بعد آج تک میرے گاؤں کا کوئی لڑکا رڑکی کالج میں داخل نہیں ہوا۔ گویا یہ ایک ایسی ہی معجزنما بات ہے جیسے کہ دیو گورو سے پہلے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ کوئی پورن دھرم اتار ہوا۔ نہ اُس کے بعد ہوگا کیا ایسے اور لڑکے نہیں ہیں۔ جن کے گاؤں میں سے ان کے سوائے دوسرا کوئی گریجوایٹ نہیں ہوا۔ تو کیا وہ دھرم اوتار بن گئے اگر اس شخص کی تمام عمر پر نظر ماری جاوے تو اسکو دھرم اوتار تو کیا بلکہ کثرت سے مکاری۔ جھوٹ۔ فریب۔ چوری۔ جوا۔ بدصحبتی۔ وغیرہ واقعات سے پُر پایا جائیگا۔ گو اس مضمون میں میرا یہ کام نہیں ہے۔ تاہم اس شخص کی تحریروں سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اس نے یہ تمام چالیں کیوں چلیں۔ ایسی گندی اور ناپاک زندگی رکھ کر اس شخص کا سوامی دیانند اور خدا پرستی وغیرہ پر مخول اُڑانا اسکی جسقدر بھی شرمناک حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ ظاہر ہے ویدوں اور سوامی دیانند کو گالیاں دیتا ہوا یہی شخص اپنے جیون پتھ میں یہ عبارت لکھواتا ہے:۔

ویدی اُن کے ویدوں کے ورتمان بھاشیہ کو سچا بھی مان لیا جاوے تو بھی اس میں کسی اوچ شکچھا کا کوئی پرچے نہیں ملتا۔ کنتو اس میں بار بار دھن۔ سمپتی۔ بھیڑوں۔ بکریوں۔ ہاتھیوں شستروں۔ اور راج آدی کے لئے پرارتھنائیں بھری ہوئی ہیں اور ٹھیک جیسے کالی اور بھیروں آدی کے پوجنے والے ان سے دودھ پوت روگ نورتی شترو پرجے لابھ کرنا آدی کی پرارتھنا کیا کرتے ہیں۔ ویسے ہی دیانند جی نے انہی پرارتھناؤں کو ایشور کے نام پر مڑھ دیا ہے اور مورکھوں کے وچن آدی کہنے کے ستھان میں انہیں ایشور کے اپنے کہے ہوئے وچن ظاہر کر دیا ہے۔ کہ جس سے اُن پستکوں کی مہما کچھ بڑھنے کے ستھان میں بہت ہی گھٹ گئی ہے۔ جیون پتھ پھالگن سمت ۶۰۔

اے ناظرین! جب میں نے اپنی کسی گزشتہ تحریر میں اس بات پر زور دیا تھا۔ کہ دیو گورو اور اس کے بھگت ویدوں کو پاؤں تلے روندتے ہیں۔ تو ان میں سے ہی ایک نے مجھے جواب دیا تھا۔ کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ ہم ویدوں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اب اوپر کی تحریر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دیو گورو اور اس کے پنڈے پوجاری ویدوں کو محض مورکھوں کے وچن کہتے ہیں۔ اور ان میں جو پرارتھنائیں درج ہیں۔ وہ ان کے نزدیک ایسی ہی ہیں جیسی کہ بھیروں اور کالی کے آگے پرارتھنائیں۔ وغیرہ۔ ہنٹر ان ناستکوں کی بوتھی پر۔ جو ویدوں کو اس طرح پاؤں کے نیچے روندتے اور ہندو کہلا کر ویدوں کو مورکھوں کے بچن کہتے ہیں۔ یہ فتوجیا باھمن معلوم نہیں برہمن کے گھر پیدا ہو کر ایسا بھوت کیوں نکلا۔ جو ویدوں کو پاؤں کے نیچے روندنے لگ گیا۔ کیا اس پاکھنڈی کی وہ تعلیم جو کہ یہ دیتا ہے۔ دھرم کو لیکر ہے۔ اگر ویدوں میں دھرم نہیں ہے۔ تو کیا پھر اسکی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندھی۔ ظالم۔ تاریک اور بیوقوف ماں نیچر کے پیٹ کے اندر سے دھرم نکلیگا۔ اگر یہ شخص ویدوں کے دھرم پر عمل کرتا تو اس کے مردہ بچے پیدا نہ ہوتے۔ دیکھو اس شخص کی شہوت پرستی یہ شخص اپنی بیوی لیلاوتی کا جیون چرتر لکھتا ہوا کہتا ہے کہ آخر جنوری سنہ ۱۸۸۱ء میں لیلاوتی لب مرگ پہونچ چکی تھی۔ اور سنہ ۱۸۸۰ء کا سارا سال ہی ان کی بیماری میں گذرا۔ ... لاہور میں دو تین مہینے بالکل اچھی رہیں۔ پھر دوسری صورت پیدا ہوئی (یعنی وہ حاملہ ہوئیں) طبیعت نے پھر پلٹا کھایا۔ ایک طرف یہ صورت اور دوسری طرف اس کے ساتھ جی کا متلانا بھوک کا جاتا رہنا۔ غذا بند ہو جانا۔ اور طبیعت میں ضعف طاری ہونا شروع ہوا۔ ڈیڑھ ماہ یہ حالت رہی۔ پھر بخار کی باری آئی۔ جولائی سے لیکر دس نومبر تک بخار آیا۔ پھر ذرا انچلیس۔ مگر ۶ دسمبر کو پھر بیمار ہوئیں اور ۲۵ دسمبر کو مرا ہوا بچہ پیدا ہوا۔ اور اسی دن وہ آپ بھی مر گئیں وغیرہ۔ اب غور کی جگہ ہے۔ کہ اس شخص کی عورت جنوری کے آخر یا فروری کے شروع میں تو لب مرگ پہونچی ہوئی ہے۔ ادھر یہ شخص اتنا شہوت پرست ہے۔ کہ اسکی صحت کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ دو ماہ کے بعد ہی اس کے ساتھ شہوت رانی کر رہا ہے۔ کونسا ڈاکٹر ہے جو یہ صلاح دے گا۔ کہ عورت موت کے کنارے سے واپس آکر دو ماہ کے اندر اپنی تمام کھوئی ہوئی طاقت کو حاصل کر کے بچہ دینے کے قابل ہو سکتی ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ ایک مرتی ہے تو یہ شخص دوسری کر لیتا ہے۔ دوسری مرتی ہے تو تیسری کر لیتا ہے۔ اسپر یہ رونا بھی ہے کہ اس کے بچے ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ اس کے سر میں درد رہتا ہے اور اسکو روگ بارہ مہینے ستاتے رہتے ہیں۔ وغیرہ۔ اب جو شخص ویدک مریادا سے گر کر اتنا پتت ہو گیا ہو۔ اگر وہ ویدوں کو موڑھوں کے وچن نہیں کہیگا۔ تو اور کون کہیگا۔ ارے ویدوں کو موڑھوں کے وچن بتانے والے موڑھ پاکھنڈی اگر تیرے بچے ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ تو اپنی ماں نیچر کو کہہ کر کسوا لے۔ اگر تیری ماں نہیں مانتی۔ تو پھر تو اپنے جیسے ہی کسی اشتہاری حکیم سے روغن طلا لیکر استعمال کر لے۔ اگر تو یہ بھی نہیں چاہتا۔ تو پھر اپنی ماں نیچر کو کہہ۔ کہ وہ محمد کی طرح تیرے لئے بھی ہریسہ بنا دے۔ شرم کر۔ ایسی زندگی رکھ کر تو ویدوں پر محول اڑاتا ہے۔ اور دیانند پر الزام لگاتا ہے۔ اے ناظرین! اسی کے جیون چرتھ میں ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ دیانند نے ملک کی سیوا کے لئے سنیاس نہیں لیا تھا۔ بلکہ روٹی پکانے سے بچنے کے لئے ایسا کیا تھا۔ بہت اچھا صاحب۔ مگر تم بتاؤ تم نے کس ملک کی سیوا کے لئے یہ تمام پاکھنڈ رچا ہے۔ دیوگورو جیون چرتھ میں لکھتا ہے کہ جب میں سنیاس لیا تھا۔ تو مجھے یہ امید نہیں تھی۔ کہ لوگ میری مخالفت کرینگے۔ بلکہ ان کو یقین تھا۔ کہ وہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکی ناپاکیوں کا علم رکھتے ہوئے بھی اسکی دھن دولت سے مدد کرینگے لیکن جب اسکی مدد نہ ہوئی تو وہ ان کو شیطان کے پوجاری کہنے لگ گیا۔ یہاں تک کہ وہ اور اس کی بیوی بچے روٹی کپڑے کے لئے بھی لاچار ہو گئے۔ آخر اس نے پینترا بدلا۔ اور گدی چلائی۔ شکر ہے۔ کہ اب تو خوب مالا مال ہو رہا ہے۔ پہاڑ پر گرجی کا ٹھنے کے لئے کوٹھی بھی بن گئی ہے۔ مگر اس رانگھڑ کی آکڑ کو دیکھو اس نے اپنے لئے کوٹھی بنوانے کی جیون پتھ بابت شراون سمنت ۱۹۶۳ میں جو سوچنا دی ہے اس میں بہت لمبی چوڑی عرضداشت اور اپنے دکھوں کی رام کہانی کے بعد یہ شخص لکھتا ہے" . . . جن جن سیوکوں۔ سیوکاؤں۔ اور شردھالوؤں آدی کے ہردے میں اس کام کے سمبندھ میں پہلے سے کوئی شبہ سنکلپ پیدا ہو چکے ہیں۔ انھوں اس سماچار کے نکلنے پر پیدا ہوں۔ ان کے لئے اپنے شنکلپوں کو پورن کر کے اپنا ہت سادھن کرنے اور سیوا کاری بننے کا اچھا اوسر (موقع) ہے۔ سیتا نند اگنی ہوتری"۔

اب یہ ظاہر ہے کہ اس اشتہار کے نکل جانے پر اس کے چیلے اور چیلیوں نے اس پر روپیہ نچھاور کرنا شروع کیا۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں۔ کہ اسکی آکڑ اس رانگھڑ کی طرح ہے۔ جو مفلس ہو کر دوسروں کے ہاں سے ٹکڑے مانگنے کے لئے مجبور رہا تھا۔ مگر اپنی آکڑ کو قایم رکھنے کے لئے اسنے ایک لمبی سی لاٹھی کے کنارے پر ایک ٹنڈ باندھ لی۔ جس سے کچھ لیتا وہ لاٹھی والی ٹنڈ کو آگے کر دیتا اور آپ دوسری طرف منھ پھیر کر کہتا۔ میں تم سے خدا کیواسطے تھوڑا ہی لیتا ہوں۔ بلکہ ٹنڈ کے زور سے لیتا ہوں۔ ٹھیک یہی حالت اس شخص کی ہے۔ جب یہ جیون پتھ کے پرچے میں روپیہ کے لئے اپیل کر چکا تو اس سے دوسرے ہی پرچہ میں اس نے یہ مضمون نکال دیا ذرا ملاحظہ کیجئے۔

سیوا اور بھینٹ کے وشے میں میرا نیم

"جہاں تک سنجھو ہو۔ میں کبھی کسی سے اپنے لئے کوئی سہائے یا سیوا نہیں چاہتا (قطعی جھوٹ اور محض بکواس! تمہاری پہلی تحریروں سے میں ثابت کر چکا ہوں۔ کہ تم کس طرح دوسروں کو مجبور کر رہے ہو کہ وہ تمہاری سہایتا کریں۔ م) غیر منش تو کہیں رہا۔ میں ایسے جنون سے بھی جن کا میں نے نانا پرکار کا ہت اور بھلا کیا ہے۔ نیا اوچت کارن کے کوئی سہائے یا سیوا گرہن نہیں کرتا (تمہارا اوچت کارن بھی مزیدار لطیفہ ہے۔ اوچت کارن کے ہونے پر تم نے اپنے چیلوں کو شراب اور ہر ایک قسم کا مالش مکھا لینے کی اجازت دے دی ہے۔ یہاں تک کہ اگر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اوچت کارن اس بات کا متقفی ہو۔ کہ آدمی کا مانس کھالو۔ تو اس کے لئے بھی تمہارے اصول کی گنجایش ہے۔ کیا تم مُنہ کھول سکتے ہو۔ بولو تو کیا بولتے ہو۔ تمہاری بوتھی پر ہنٹر نہ لگاؤں م ... میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص میرے کچھ کام آکر دل دل میں یہ خیال پیدا کرکے اکڑے اور پھولے۔ اور آہنگ کے زہریلے پیالے پی کر نشی بنے کہ اس نے میرے لئے یہ کیا ہے وہ کیا ہے (واہ رے دیوگورو! تیری رنگھڑ دو! تیری آکڑ۔ تیری خودستائی۔ تیری خودپسندی۔ تیری مکاری۔ یقیناً آہنگ کے زہر کے جس قدر تو نے پیالے پئے ہیں۔ ان سے تیری مت قطعی ماری جا چکی ہے۔ اور تو اس نشی کی مانند ہو گیا ہے کہ جسکو اپنی اصلیت کا علم نہ ہو اور وہ اپنے آپ کو تمام دنیا کا بادشاہ سمجھے یا لاثانی کہے۔ م) میں ایسے موقعوں کے بھن کہ جہاں کسی کارن سے دھن کے دوارا میری کوئی سچی اور پوتر ضرورت پوری نہ ہو سکتی ہو۔ اور اس کا پورا ہونا بھی بہت ضروری ہو۔ کسی کی مہربانی یا کسی کے احسان کے نیچے آنا ہرگز پسند نہیں کرتا (تو بھلا کبھی کسی کے احسان کے نیچے کیوں آیا ہوگا۔ پھر تو اپنے بھگتوں کے سامنے روپیہ کے لئے کیوں ہاتھ پھیلاتا ہے۔ کیوں ان سے روپیہ کی اپیل کرتا ہے۔ م) اور جہاں کہیں کسی سے کوئی ایسی خاص مہربانی یا مدد ملی ہو۔ اس کے بوجھے کے اوتارنے کے لئے بیتھا اوسر برابر تیار رہتا ہوں (اب ذرا اس دیوگورو کا ملاحظہ کیجئے کہ وہ دوسروں کا روپیہ وغیرہ کیسے اتارتا ہے) اور یدی کسی اور پرکار سے نہ ہو سکے۔ تو اپنی منگل اکانکشا (دعاء خیر) کے دور راہی اس کے شبہ کے لئے کچھ نہ کچھ کرتا ہوں۔ (واہ رے پوپ! تیرا بھائی پوپ بھی لوگوں کا روپیہ لیکر دعاء خیر سے ان کو بہشت کا ٹھیکہ دیدیا کرتا تھا۔ یار تو ہے تو بڑا ڈھیٹھ روپیہ بھی لیتا ہے اور پھر کسی کا احسان بھی نہیں مانتا۔ م) میرے آتما کے اس اوچ نیم کو اپلبدہ کرنے کے یوگیہ نہ ہو کر کتنے ہی لوگ کئی بار میرے سمبندہ میں بہت غلطیاں کرتے ہیں کہ جو کئی بار کلیش دائک پرمانت ہوتی ہیں۔ اب یدی خوب گرمی پڑ رہی ہو پنکھے کی ہوا کی مجھے ضرورت ہو۔ پاس ایک پنکھا بھی رکھا ہوا ہو۔ اور ایسی اوستھا میں کوئی اوچت جن اس پنکھے کو اٹھا کر ہوا کرنے لگے۔ تو جب تک اس کی اس کریا کے سمبندھ میں میرے بھیتر کوئی سندھیہ اپتن نہ ہو۔ تب تک اسے میں ایسے ہت سادھن سے منع نہیں کرونگا پرنتو یدی وہ جن پنکھا آرنبھ کرنے سے پہلے مجھ سے یوں کہے۔ میں آپ کو پنکھا کروں؟ تو میں سادھارنتا اسے کہونگا۔ نہیں۔ اسی پرکار یدی میرے پیروں میں تھکان یا درد ہو

CC-0. Gurukul Kangri Coll...

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ایسے سمے میں کوئی اچیت جن میرے پاؤں دبانے لگے۔ تو میں آپتی نہ کروں گا پرنتو وہی جن یدی یوں کہے۔ میں آپ کے پیر دبا دوں تو سادھارنتا میرا انتر" نہیں" میں ہوگا (میرے آتما کے اس اوچ نیم کے انوساریدی کوئی اوچت جن اس وقت جبکہ میں ٹٹی میں بیٹھا ہوا اجاجت سے فراغت پاکر ہاتھ دھونے کی تیاری کر رہا ہوں۔ چپکے سے میرے پیچھے سے آکر لوٹا میرے ہاتھ سے لیکر میرے ..... دھونے لگ جائے۔ تو میں آپتی نہیں کروں گا۔ کنتو اسکو ایسا کرنے کی آگیا دونگا۔ یدی وہی اوچت جن میرے سامنے آکر یہ کہے۔ کہ کیا میں آپ کے ..... دھو ڈالوں تو سادھارنتا میرا انتر نہیں ہوگا۔ مصنف از طرف دیوگورو بھگوان) اسی پرکاریدی کوئی اوچت جن میری کوئی اور سیوا کرنا چاہے۔ یا مجھے کسی پرکار کی بھینٹ دینا چاہے۔ اور وہ یدی اسے ایسے بھاؤ سے ارپن کرتا ہو۔ کہ جو آپتی جنک ہو۔ تو بھی میں اُسے گرہن کے یوگیہ نہیں سمجھتا۔ ہاں اگر بھاؤ اس کا ٹھیک ہو۔ اور ڈھنگ ٹھیک نہ ہو۔ تو اس کے اچھے بھاؤ اور ہت کو مکھ رکھ کر گرہن کر لیتا ہوں (اسی پرکاریدی کوئی اوچت جن میری اس قسم کی تمام مکاری۔ میرے تمام پاکھنڈ۔ میری تمام اس قسم کی کرتوتوں کا پول کھولنا چاہیے۔ اور اس کا بھاؤ ٹھیک نہ ہو تو میں اسکو آپتی جنک مانوں گا۔ پرنتو یدی اس کا بھاؤ ٹھیک ہو۔ اور ڈھنگ ٹھیک نہ ہو جیسا دھرم پال نے کیا۔ یعنی واقعات ٹھیک بتائے مگر ڈھنگ تمسخرانہ اختیار کیا۔ تو بھی مجھے اس میں کوئی آپتی پرتیت نہیں ہوتی۔ اور میں اس کو اپنے اور اپنے سیوکوں کے کلیان کے لئے گرہن کر لیتا ہوں۔ مصنف از طرف دیوگورو) کتنے ہی جن پتر کے دوار ایا کسی اور پرکار سے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ میں اُن کے بھلے کے لئے اپنے سمبندہ میں ان کو کوئی سیوا بتلاؤں۔ پرنتو ایسی اوستھا میں اپنے پرووکت نیم کے انوسار اس سے ادھک اور کیا بتا سکتا ہوں۔ کہ وہ خود دیکھیں اپنی طرف سے کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ یا کرنے کی سچی اکانکھا رکھتے ہیں۔ کیونکہ جہاں سچی اور کافی اکانکھا اور تمنا ہوتی ہے۔ وہاں وہ اپنے لئے آپ راستہ نکال لیتی ہے اور ہردے میں نکمی بیٹھ نہیں رہتی (اسی پرکاریدی میں پٹی چٹی لیکر بستر پر لیٹا پڑا ہوا ہوں۔ تو کوئی جن یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ پرنتو میں اپنے پرووکت نیم کے انوسار اس سے ادھک ان کو کیا بتا سکتا ہوں۔ کہ وہ خود دیکھیں اور بوجھیں۔ اسی پرکاریدی کبھی (دروازہ بند کر کے کوئی خلوت کا کام کر رہا ہوں۔ اور کوئی جن یہ جاننے کی کوشش کرے۔ کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ تو میں اپنے پرووکت نیم کے انوسار سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ وہ دروازہ توڑ کر اندر آجائیں۔ اور خود دیکھیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ مصنف از طرف ناظرین! دیکھا آپ نے اس شخص کے مانگنے کا ڈھنگ۔ کیوں کیسا نرالا ہے۔ فقیر ہاتھ تو پھیلا رکھا ہے۔ لیکن یہ نہیں کہتا کہ مجھے کچھ دو۔ ہاں کوئی چپکے سے ہاتھ میں ڈال دے تو مٹھی بند۔ دیوگورو کی اس نرالی طرز کی گداگری کو دیکھ کر مجھے کلکتہ کے چڑیا گھر کے ایک بندر کی شرارت یاد آگئی۔ پچھلے دنوں میں جبکہ میں کلکتہ میں تھا تو میں کئی بار چڑیا گھر دیکھنے کے لئے گیا۔ وہاں پر ایک بڑا موٹا تازہ بندر تھا۔ اسکی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی شخص اس کے سامنے اس کے پنجرے میں کھانے کی چیز پھینکنے لگتا۔ تو وہ منھ بنا کر گھرکی دیتا اور اسکو اس طرح کھانے کے لئے دوڑتا۔ گویا کہ وہ شخص جو اس پنجرے میں کوئی چیز ڈالنے لگا ہے۔ اسکی بڑی ہتک کر رہا ہے اور کہ بندر کو اس چیز کی پرواہ ہی نہیں ہے۔ لیکن جب وہ شخص پنجرے میں چیز ڈال دیتا تو بندر دوسری طرف کو منہ کر کے چپکے سے اس چیز کو اٹھا کر ایسی لاپرواہی سے چل دیتا۔ گویا کہ اس نے اس شخص کی چیز گرہن کر کے اس شخص پر بڑا بھاری احسان کیا ہے۔ حالانکہ تمام بندروں میں سے سب سے زیادہ پیٹو یہی بندر تھا۔ دیوگورو بھگوان ایک طرف تو روپیہ کے لئے جیون پنچھ میں اپیل کر رہا ہے۔ کہ مجھے گرمی کاٹنے کے لئے پہاڑ پر کوٹھی بنانے کیلئے ضرورت ہے۔ لیکن دوسرے موقع پر یہ ظاہر کر رہا ہے۔ کہ گویا اسکو روپیہ کی اپنے لئے ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ روپیہ دینے والوں سے روپیہ لیکر ان پر بڑا بھاری احسان کر رہا ہے۔ واہ رے ڈارون کی تھیوری والے!! ناظرین دیوگورو کے ان ناز و نخروں کو چھوڑ کر میں آپ کا ایک دوسری بات کی طرف دھیان لیجانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں اس فقرے کو ختم کر دونگا۔ وہ بات یہ ہے کہ دیوگورو نے پرماتما کی ہستی کو کیوں جواب دیدیا۔ اس کا مفصل ذکر تو میں کسی دوسری کتاب میں کروں گا۔ لیکن یہاں پر میں نہایت مختصر الفاظ میں اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ دیوگورو نے پرماتما کو اسلئے جواب دیا ہے۔ کہ وہ اسکو نظر نہیں آتا۔ بولتا ہوا سنائی نہیں دیتا۔ لوگوں کو پاپ کرم سے نہیں روکتا بھونچال بھیجتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ برعکس اسکے دیوگورو اپنے آپ کو ایشور سے بھی اعلےٰ اس لئے مانتا ہے۔ کہ وہ وہ کام کر رہا ہے۔ جو کہ کلپت ایشور نہیں کر سکا۔ اور نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس بات کا ذکر اس ٹریکٹ میں موجود ہے جسمیں ایشور اور دیوگورو کے کاموں کا مقابلہ کیا ہوا ہے اوّل تو میں نے اس کے اور اس کے بھگتوں کے جو حالات پیچھے دیئے ہیں وہی اس قدر کافی ہیں کہ اس شخص کے تمام دعووں کو مہمل رسد کر گئے ہیں۔ مگر اس شخص نے ایشور کو جس بنا پر جواب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیا ہے۔ اس جواب کا جواب بھی میں آپ کو۔ یوگورو کے اپنی ہی تحریر سے دکھاتا ہوں۔ دیو گورو فرعون بے سامان کی طرح آنکھیں بند کر کے جیون پتھ بابت بیساکھ سمت ۶۳ میں اپنے چیلوں کو یوں خطاب کرتا ہے :-

"میرے بھیتر تمہارے آتماؤں کے کلیان کے لئے جو گاڑھ اکانکشا شکتی ورتمان ہی وہ دونوں اوبک سے اوبک سپھل ہو۔ میں جس پرکار تمہارے شبھ اور اُشبھ کو دیکھتا ہوں تم بھی میری نیائین میری جیوتی پاکر اپنے شبھ اور اُشبھ کو دیکھ سکو (اندھا انسان اپنم کو تمہارا بھلا ہی نظر نہیں آتا۔ تم دوسروں کو کیا روشنی دے سکتے ہو۔ اگر تم میں روشنی ہوتی۔ تو اندھیرے میں گر کر خود کیوں ٹھوکریں کھاتے اور روتے دیکھے جاتے۔ م) دونوں میں انتر دیکھنے کے لئے جن آنکھوں کی اوشکتا ہے۔ وہ آنکھیں لابھ کر سکو (کبھی بھی نہیں کر سکو گے کیونکہ آنکھیں دینے کا دعوے کرنے والا خود اندھا اور سورداس ہے مصنف) تب ہی میرا آشیرباد تمہارے لئے پورنتھ سپھل ہو سکتا ہے۔ (پرماتما کا آشیرباد بھی تمہارے لئے سپھل ثابت ہوتا۔ اگر تمہاری آنکھیں ہوتیں۔ مگر تم نے تو چندا سنگھ صاحب پر تو اُن کے نابینا ہونے پر مخول اڑایا۔ جسکی بابت تم اپنے کیفرکردار کو پہونچ گئے۔ لیکن تم خود ایسے اندھے ہو گئے کہ جس خدا کو تم پہلے ساکشات دیکھتے تھے۔ وہ تم کو نظر آنے سے رہ گیا۔ م) میں دیکھتا ہوں کہ ایک ایک آتما کیسا بے سُدھ پڑا ہوا ہے۔ ایک ایک نشئی کی طرح جو نالی میں پڑا ہوا ہے قے کر رہا ہے۔ کُتے اس کے مُنہ کو چاٹ رہے ہیں۔ اور وہ نہیں جانتا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے نالی میں گرنے سے ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ خون جاری ہے۔ پر نتو اسے کچھ پتہ نہیں۔ ایک ایک آتما کا بھی یہی حال ہو رہا ہے میں اسے اپنا سمبندھی جانکر اس کے پاس پونچتا ہوں پر نتو وہ مجھے اپنا نہیں جانتا۔ اور نہیں سمجھتا۔ میں اسے کہتا ہوں۔ کہ تم اس اندھکار میں کہاں پڑے ہوئے ہو۔ تمہاری ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ تمہارا مُنہ کتے چاٹ رہے ہیں۔ تمہارا بہت بُرا حال ہے۔ ادھر دیکھو وہ تمہارا گھر ہے وہ پتھر کی مورتی کی پناہیں ان شبدوں کا کوئی اُتر نہیں دیتا ٹھیک اسی طرح پرماتما سے باغی ہو کر تمہاری حالت ٹھیک اسی منش کی سی ہو رہی ہے کہ جو انار کلی کی گندی موری میں شراب کے نشے میں مست نہیں۔ بلکہ دنیا پرستی کے نشے میں مست ہو کر گرا پڑا ہو۔ اور اسکی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو۔ اس کا مُنہ کتے چاٹ رہے ہوں۔ پرماتما اسکو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ اسکو بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ پر نتو وہ نیند

CC-0. J Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پرست ان کی کچھ نہیں سُنتا۔ پرماتما تمکو بھی اپنی طرف بلاتے ہیں مگر تم کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار کے نشے میں ایسے بدمست ہو رہے ہو۔ کہ تم کو پرماتما کی آواز سنائی ہی نہیں دیتی بلکہ اُلٹا تم اسکو فرضی اور کلپت کہہ کر گالیاں دے رہے ہو۔ جیسے تمہاری آواز کو تمہارے ناپاک چلن کے پنڈتے پوجاری نہیں سنتے۔ ٹھیک اسی پرکار پرماتما کی آواز کو تمہارے پرپت چال چلن کے آدمی کداپی نہیں سُن سکا کرتے۔ م) میں بار بار اپنا ہاتھ اٹھا کر اور اپنی لالٹین کی روشنی دکھا کر کہتا ہوں۔ کہ ادھر چلو۔ وہ گھر ہے۔ پر تم تو وہ نہ میری روشنی کو دیکھتا ہے۔ اور نہ گھر کا راستہ دیکھتا ہے (واہ رے! شیخ چلی تیری لالٹین! او گمراہ انسان! جب تیرے چیلے تیری لالٹین کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو وہ پرماتما کی روشنی کو کیسے پا سکتے ہیں۔ کیا پرماتما تمہیں روشنی کی طرف نہیں بلا رہا۔ مگر تم ایسے اندھے اور بیہوش ہو رہے ہو کہ تمکو اس کی روشنی نظر ہی نہیں آتی۔ بلکہ اُلٹا تم اس پر مخول اڑاتے ہو م) ایک ایک بار تم میں سے کئی کئی جن میرے پاس آئے اور میری شکتی کا کوئی پربھاؤ نہ لے سکے۔ اور پتھر کی مورتی کی نیائیں ویسے کے ویسے ہی بیٹھے رہے (ٹھیک اسی طرح تم پرماتما سے ملنے کا دعوے کرتے رہے۔ لیکن تم پتھر کے پتھر ہی رہے) پھر ایسے بھی ہوا۔ کہ تم میں سے کتنوں تک میری جیوتی پہونچی۔ تمہیں کچھ اپنی اوستھا کا بودھ ہوا۔ .... کچھ دن تمہارا وہ سادھن بھی چلا۔ کچھ دن تک تمہیں جیوتی بھی ملی۔ پھر وہ اوستھا نہ رہی۔ سادھن ہوتا رہا۔ پر تم تو پھسل۔ تمہارے بھیتر میری جیوتی اور شکتی کے پہونچنے کا مارگ پھر بند ہو گیا۔ (بلیداروں کو بلوا کر کھلوا کیوں نہیں دیتے۔ گمراہ انسان تم خود اندھیرے میں ہو تم دوسروں کو کیا روشنی دے سکتے ہو۔ یہ سب تمہارا بکواس ہی بکواس ہے م) تمہارے بھیتر بھی شکی کوئی اکانکھا نہ رہی۔ پہلے کی نیائیں ہردے میں پھر اندھکار چھا گیا۔ (تم خود اس وقت پرماتما سے گمراہ ہو کر اندھکار میں پھنسے پڑے ہو۔ م) پہلے کی نیائیں تم پھر بے سدھ و بے ہوش بن گئے۔ تم سوچو کہ بنا اوچ جیوتی اور شکتی کے پائے کے تمہارا آتما کیونکر نچ سکتا ہے (بھلا جب تمہارے بیتے جی ان لوگوں کا یہ حال ہے۔ کہ تمہاری جیوتی اور شکتی کے باوجود بھی وہ سیاہ کاریوں سے باز نہیں آتے۔ تو تمہارے مرنے کے بعد جبکہ ان کے بھیتر "قطعی اندھیرا ہو جائے گا۔ اور تمہاری جیوتی کی ہستی ختم ہو جائے گی تو پھر تو یہ جو کچھ بھی کر گزریں۔ تھوڑا ہے م) جب تک ایسا سمے نہ آوے۔ کہ تم اوچ آتماؤں کے چرنوں میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Harid

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لگاتار رہ کر اس جیوتی کو پاسکو۔ اور ایسے سادہن نج کے طور پر کرنے کے یوگیہ نہو۔ کہ جسمیں نشچے تمہیں جیوتی ملے نشچے تمہیں کچھ دکھائی دے۔ تب تک تمہارے لئے میرا آور بھاؤ کیونکر ہتکر ہو سکتا ہے (گمراہ انسان جب تو اپنی جیوتی کے لئے سادہنوں کی ضرورت بتاتا ہے تو پرماتما کی روشنی کو حاصل کرنے کے لئے کیا سادہنوں کی ضرورت نہیں۔ افسوس! تو وہ سادہن نہ کر سکا۔ اس لئے تمہیں پرماتما کی روشنی نہ مل سکی۔ بنا برین تو اندھیرے میں گر پڑا۔ اور تباہ ہو گیا۔ م) آتما اس سنگرام میں اپنی دُربلتا انوبھو کر کے سرل بھاؤ سے پریچانت ہو کر اپنے جیون داتا سے بل پرارتھنا کرتا ہے (مگر افسوس! تم سرل نہ نکلے۔ اگر تم سرل ہوتے تو جس طرح چندا سنگھ کے مقدموں میں تم کو سزا ہوتی۔ اور دُکھ پہونچا تو تم ضرور پرماتما کے حضور بل کے لئے پرارتھنا کرتے مگر تم ایسے اکڑ خان نکلے۔ کہ تم نے سوچ لیا۔ کہ اوہ! میں نے خدا کو مُنھ چوموایا۔ اور اس نے میری مدد نہ کی۔ کیا میں اس خدا سے مدد مانگوں! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اب تو میں اس خدا کی ہی جڑ اکھاڑوں گا۔ اور اسکو بتاؤں گا۔ کہ کسی کا مُنہ چوم کر اسکی مدد نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ واہ! دیوگورو تم نکلے بڑے آکڑ خان۔ جس سرلتا کا اُپدیش تم اپنے چیلوں کو دیتے ہو کاش وہی سرلتا تمہارے اندر بھی ہوتی۔ مگر تم تو انتقام مجسم ہو۔ م) میں آشیرباد کرتا ہوں۔ کہ تمہارے بھیتر ایسی اوستھا پیدا ہو۔ تمہارے شبہ کے لئے میرے بھیتر جو اکانکچھا ورتمان ہے۔ وہ ادہک سے ادہک سپھل ہو تمہیں ہت اور آہت بشیک ست بودہ لابھ ہو۔ اس کے لئے تمہیں جس اوچ سنگت اور نج کے سادہنوں کی یوگتا لابھ کرنے کی اوکشتا ہے۔ وہ لابھ ہو۔ دستخط ستیانند اگنی ہوتری۔ جیون پتھ بیساکھ سمت ۶۲)

اے ناظرین! اس فرعون بے سامان کی اوپر کی تحریر سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یہہ اتنا موٹا انسان تو اپنے آپ کو دکھانے کے لئے روشنی کی ضرورت بتاتا ہے۔ لیکن چاہتا ہے کہ خدا اسکو یوں ہی کہیں چلتا پھرتا نظر آجائے اور اسکو وہ روشنی مل جائے جس کے بغیر یہہ اندھیرے میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ کیا اس قسم کے انسان بھی دنیا کا کچھ بھلا کر سکا کرتے ہیں پھر خدا اور خدا پرستوں پر مخول اڑانے والے ان ہی دیوگورو بھگتوں میں سے ایک بھگت کا مفصلہ ذیل خط بھی ملاحظہ کیجئے۔

"آج پراتہ کال کے سادہن میں شری دیوگورو بھگوان کے دھرم روپ کو سنمکھ لا کر جب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں نے وچار آرمبھ کیا۔ تو میرے سنمکھ یہ درشیہ آیا۔ کہ میرے بھگوان جیسے باہیک (بیرونی) سب پرکار کی سوچھتا (صفائی) چاہتے ہیں ..... ٹھیک اسی پرکار وہ بھگوان صفائی کے ساتھ ہاں اس سے بھی بڑھ کر انترک پوترتا چاہتے ہیں۔ وہ کسی میلے ہردے کے ساتھ یوگ نہیں کر سکتے۔ (تو کیا تم نے پرماتما کو ہی ایسا بھنگی سمجھ رکھا ہے کہ وہ تمہارے دیوگورو جیسے کامی۔ کرودھی۔ لوبھی۔ آہنکاری جیو کے ہردے میں درشن دے سکے۔ وہ کسی ہردے میں واس نہیں کر سکتے۔ میں اپنی ہردے گت اوستھا کے وچار سے میلا دُشٹ رہ کر ہزار جھک ماروں۔ چاہے کتنا پاٹھ پرارتھنا۔ اور پوجا کا سوانگ بھروں۔ چاہے کتنا کچھ اُن کے در پر پڑا رہنے کی کوشش کروں پرنتو وہ میرے ہردے میں نواس نہیں کر سکتے (اے برخوردار تم سچ کہتے ہو۔ دیکھو تمہارے گورو نے پرماتما کے در پر کتنی دیر تک جھک ماری۔ پوجا کی۔ پاٹھ کئے۔ عشق الٰہی کے جلسے کئے۔ وہ پرماتما کی گود میں لیٹنے کا بہانہ بھی کرتا رہا۔ اور وہ لوگوں کو یہ بھی کہتا رہا۔ کہ پرماتما مجھ سے بات چیت کرتے ہیں اور میرا منھ چومتے ہیں۔ مگر چونکہ اس کا دل ناپاک تھا۔ کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ آہنکار وغیرہ سے بھرا ہوا تھا۔ اس لئے اس کا یہ تمام سوانگ فضول گیا۔ اور وہ ویسے کا ویسا ہی کورا نکلا۔ جیسا کہ وہ آج نظر آتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ بقول تمہارے اس کا دل ناپاک تھا بنا برین وہ باہر کی تمام صفائیاں بلکہ چالاکیاں کر کے بھی پرماتما کو نہ پا سکا۔ م) یہ نہیں کہ شری دیوگورو بھگوان پرہت نہیں چاہتے۔ اتھوا مجھے اپنے نکٹ نہیں کرنا چاہتے اور میرے ہر سمے انگ سنگ نہیں رہنا چاہتے۔ کنتو وہ ہردے کے وچار سے اتنے شدھ اور سریشٹ ہیں۔ کہ وہ سوبھاوتا میلے ہردیوں میں رہ نہیں سکتے (برخوردار تیرا یہ خیال ٹھیک نہیں کہ دیوگورو شدھ اور سریشٹ ہیں کیونکہ اگر دیوگورو جیسے ناپاک دل آدمی کیلئے بھی تو یہ سمجھتا ہے۔ کہ وہ صاف دل میں رہ سکتا ہے تو پھر تو غور کر۔ کہ کیا پرماتما ہی ہمارے انگ سنگ نہیں رہتا۔ یا ہمارا بھلا نہیں کرنا چاہتا۔ بات وہی ہے۔ کہ پرماتما سب کے دل میں موجود ہے۔ مگر وہی اسکو دیکھ سکتے ہیں۔ جو پوتر ہردے ہیں پرماتما سب کا بھلا چاہتے ہیں لیکن اسکی بھلائی کو وہی محسوس کر سکتے ہیں۔ جنکی اندر کی آنکھیں پھوٹ نہ گئی ہوں۔ م) یہ بھی وہ جانتے ہیں۔ کہ یدی ہمارے اُمک (فلاں) سیوک کا ہردے وکاروں سے شدھ ہو جائے۔ تو ہم اس ہردے میں نواس کر کے اسکو نہال کر دیں۔ اسے وہ کچھ دکھا دیں اور ویدین کو جو نیا کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بادشاہوں کو نصیب نہیں۔ پرنتو وہ کیا کریں۔ وہ لاچار ہیں (اے برخوردار۔ تو دیوگورو کو اتنا بانس پر مت چڑھا۔ اگر وہ گر گیا تو اس کا پیٹ پھٹ جائیگا۔ وہ تو آپ رات دن دکھی رہتا ہے۔ روتا ہے۔ سڑتا ہے۔ جلتا ہے۔ کوئلہ ہوتا ہے۔ پھر وہ دوسروں کو ایسی کوئی بات کیا دکھا سکتا ہے۔ جو بادشاہوں کو بھی نصیب نہ ہو۔ م) جب تک کوئی جن آتما بکاروں سے شدھ نہ ہونا چاہے تب تک اس کے ساتھ وہ اپنے ہردے کا یوگ نہیں کر سکتے (برخوردار! اگر دیوگورو کی یہ حالت ہے۔ تو پھر ذرا تو خیال کر۔ کہ پرماتما دیوگورو جیسے گندہ دل رکھنے والے انسان کو کیسے نظر آجائے وہ تو دنیا پرستی کی دلدل میں غرق ہے۔ اسکے مردار بچے انیک بار پیدا ہوئے۔ لیکن وہ پھر بھی ..... سے باز نہ آیا۔ کیا ایسے کامی پرشوں کو پرماتما کے درشن ہوا کرتے ہیں۔ چند اسنگھ پر انتقام سے بھر کر اسنے کیسے کیسے مقدمہ چلائے اور سزایاب ہوا۔ کیا ایسے کرودھی انسانوں کو پرماتما کا دیدار حاصل ہو سکا کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو سب سے اونچا اور باقی تمام انسانوں کو مثل بندر کے سمجھتا ہے کیا ایسے ایسے آہنکاری انسانوں کو پرماتما کا دیدار ملا کرتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ م) مجھ دین ہیں اور نیچ کے اوپر شری دیوگورو بھگوان کی کرپا کی کوئی حد نہیں۔ وہ میرے سب وکاروں کو دور کر کے مجھے اپنے امرت رس سے نہال کر دینا چاہتے ہیں۔ میرے ہردے میں اپنے دھرم روپ کا جلوہ دکھا کر اسی جگت میں دیولوک کی لیلا پیدا کر دینا چاہتے ہیں۔ پرنتو ہائے! میں خود اس بات کا ادھیکاری نہیں (اے نور چشم! تیرا خیال غلط ہے۔ میں نے دیوگورو کے جو خطوط نقل کئے۔ ان کا بغور مطالعہ کر۔ اور دیکھ جو شخص خود جیتے جی زندہ آگ میں جل رہا ہے۔ اور دل کے زخموں کی سڑاند سے رات دن رو رہا ہے۔ جو اپنی حالت کو اسہائے اوستھا کہتا ہے۔ وہ تجھے دیولوک میں کیا پونچا سکتا ہے۔ م) ... میں ان کا سیوک کہہ کر بھی ہردے کے وچار سے ان کے ساتھ میل ستھاپن نہ کر سکا (کیونکہ اس کا دل ناپاک تھا م) اوہ! ایسی حالت رکھ کر میرے لئے کہاں ٹھکانا (اگر اور کسی جگہ ٹھکانہ نہ ملے تو چپکے سے میرے پاس آجانا۔ میرے پاس کافی جگہ ہے۔ م) میں ان سے دور دور رہ کر کب تک جی سکوں گا۔ (تم دیوگورو سے زیادہ دیر تک جیو گے۔ وہ تو آج مرا یا کل۔ اس نے تو مرزا غلام احمد کی طرح وصیت بھی لکھ دی ہے اور اپنی گدی کا انتظام بھی کر دیا ہے م) میری ہردے کی میل مجھے کھا جاویگی (واہ! تو نے اپنے ہردے کی میل کو کھا جانا۔ اچھا بھلا تو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے ہردے کی میل دیوگورو کو کیوں نہیں کھلا دیتا۔م) ہیں کیوں نہ اپنے جیون داتا کو
میل لابھ کرنے کے لئے اپنے ہردے کو سب پرکار کے وکاروں سے شدھ کروں اور
ذرا بچ کر میل کرنا کہیں وہ امرسنگھ والا معاملہ نہ ہو جائے۔م) جیسے باہر سے بدی وہ ہمارے
پاس آئیں۔ تو ہیں ان کو شدھ استھان میں بٹھانا چاہونگا۔ ویسے ہی بدی میں انہیں اپنے
ہردے میں نواس کرتا دیکھنا چاہوں۔ تو کیوں نہ اپنے ہردے کو شدھ کروں (بے شک
کرو اور پھر دیکھو۔ دیوگورو مع اپنی بالکی کے تمہارے ہردے میں آگھسا ہے یا نہیں۔م)
اوچ سنگت سے بنچت ہو کر میری کیوں ہوش ماری جاتی ہے (جیسے دیوگورو کی پرماتما سے
باغی ہو کر ہوش ماری گئی۔ ویسے ہی تمہاری بھی ماری جاتی ہے۔ اس میں تعجب کی کونسی
بات ہے۔م) میں خود انہیں جہاں اور جب چاہوں۔ دیکھ نہیں سکتا (واہ! کیوں نہیں دیکھ
گورو تو پرماتما کے سرود یاپک ہونے پر مخول اڑایا کرتا ہے۔ اگر تو ایسے گورو کو بھی نہیں دیکھ سکتا
تو پھر کسکو دیکھیگا۔ میں تمہیں ترکیب بتاتا ہوں۔ تم راولپنڈی اور لاہور کے درمیان جو ریل
لائن ہے اسپر گارڈ بن جاؤ۔ پھر تم بلا کرایہ دیوگورو کے روزدرشن کر سکا کروگے۔ مگر جب دیوگورو
بیٹھے جی تمہاری یہ حالت ہے تو اس کے مرنے کے بعد کیا کروگے؟م) مجھے دھرم لابھ کیلئے
دھرم داتا کی ضرورت ہے۔ سب سے بڑھ کر اور ہر سے ضرورت ہے۔ پر تو میرے دھرم داتا میرے
وکار یکت ہردے میں نواس نہیں کر سکتے۔ تب میں کیوں نہ اپنے ہردے کی شدھی کیلئے لگا
تار ساد ہن کروں جس سے میں اپنے ہردے کو جیون داتا کے ورس کے یوگ بنا سکوں۔ اور
پھر بے خطر ہو کر جہاں چاہوں رہوں۔ جہاں چاہوں کام کروں وہ میری رکھشا اور اُنتی کریگے
تو خاک! وہ آپ مر رہا ہے تمہاری رکھشا کیا کریگا۔م) جن کارنوں سے میرا ہردے میلا ہو کر جیون
داتا کے ورس کے یوگ نہیں رہتا۔ وہ کارن سب مٹ جاویں۔ میں اپنے پران ادھار کو لابھ
کر سکوں جیوں پتجہ اسوج سمت ۶۳"

اے ناظرین! آپ نے اوپر کا خط پڑھ لیا۔ اگر دیوگورو جیسے پتت انسان کیساتھ میل
لابھ کرنے کے لئے ہردے کی شدھی کی ضرورت ہے تو پرماتما کے ساتھ میل کرنے کے لئے کسقدر
اتم پاکیزگی کی ضرورت ہوگی۔ کیا ایک پاپی آتما پرماتما کے درشن کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر
دیوگورو جو اس سے باغی ہو گیا ہے۔ تو تعجب کی کونسی بات ہے۔ یہ شخص خود تو اس سے باغی
ہی تھا لیکن اپنے ساتھ اوروں کو بھی لے ڈوبا۔ اس کے چیلوں کی زندگی بوجہ ناستک ہونے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Ha

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے جس قدر مکروہ ہے۔ اسکی مثالیں اوپر دی جا چکی ہیں۔ اسکی روشنی کی لالٹین" جو یہ ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ وہ دھری کی دھری ہی رہ جاتی ہے۔ مگر یہ ناستک انسان آئے دن شرمناک سے شرمناک افعال کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں ذرا ایک تازہ واقعہ بھی سُن لیجئے۔ دیوگورو کا ایک بھگت لکھتا ہے:۔

جیسا کہ پہلے ایک دو پتروں میں لکھ چکا ہوں میری نیچتاؤں کی کوئی حد نہیں ہے۔ میں بہت شرمسار ہوں۔ بہت لاچار ہوں۔ میرے آتما میں کوئی بل نہیں۔ اور اگر کوئی بل بھی ہو۔ تو اسکو نیچ خواہشوں کے رسوں کو قربان کرکے برتنا نہیں چاہتا۔ میری موت کا پیمانہ بھرپور ہے۔ کام باسنا اور دوسری چھوٹی چھوٹی باسنائیں مجھے جلا رہی ہیں۔ مجھے حق اور ناحق میں کوئی پہچان نہیں ..... میرے ارد گرد جو خوفناک آگ جل رہی ہے۔ اس سے اسے بچا نہ سکا۔ آخر وہ وقت آگیا۔ کہ جب میں نے سخت پشیمانی اُٹھائی۔ اور سخت بدنامی کا ٹیکہ اپنے ماتھے پر لگایا۔ دھرم جوتی نے نیچ خواہش جو میری آنکھوں میں سلائی چبھونے کے لئے آئی۔ اسکو بھی دکھا دیا۔ مگر بہت کمزور دل رکھنے کے سبب میں نے اسکی پرواہ نہ کی۔ اور اسکو اپنی آنکھ میں سلائی چبھو لینے دی سلائی کا چبھنا تھا کہ میری آنکھیں بند ہوگئیں۔ (جیسے امرسنگھ کی بند ہوگئیں تھیں۔ اور دیوگورو کی جیوتی کہاں گئی ہم) آنکھوں کو بند دیکھ کر کام باسنا نے اپنا کلور و فارم نکالا۔ اور جھٹ پٹ سونگھا کر مجھے اپنا داس بنا لیا۔ تم لوگ اپنی بدمعاشیوں کی تصویر خوب کھینچتے ہو۔ اس میں بھی تمہیں اور تمہارے گورو کو آنند ہی آتا ہوگا۔ م) پھر کیا تھا۔ میں نے ایک گندے وجود کی طرف مُنہ لگا لیا۔ اور اُسکا داس بنکر کتے کیطرح اس کے پیچھے جانے لگا۔ اسکو بار بار دیکھنے کی دل میں امنگیں اُٹھتی تھیں..... ہائے میرا کسقدر دُربھاگ کہ نہیں معلوم کس بہانے سے میں شہر کی طرف روانہ ہُوا۔ واپس آتے ہوئے اس عورت نے جس کا ذکر کر آیا ہوں۔ میرے ہردے کو پکڑ لیا۔ میرا دل اسکی طرف آکرشٹ ہوگیا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا تھا۔ اس وقت بھی مجھے صاف معلوم ہو رہا تھا۔ کہ یہ بہت بُرا کام ہے۔ مگر اسکی کوئی پرواہ نہ کرکے اٹھا اس روشنی کا نرادر کرنے لگ گیا۔ اور اس عورت کی طرف آکرشٹ ہُوا۔ جب وہ گھر سے نکلی۔ تو اس کے پیچھے کتے کی طرح جانے لگا اس کے ایک رشتہ دار نے مجھے دیکھ لیا۔ اور اس نے میری بری نیت کو تاڑ کر مجھے خوب ڈانٹا۔ تب مجھے سخت افسوس شروع ہوا رام رے بے حیا۔ دیوگورو کے بے شرم بھگت! تو اس عورت کو نیچ وجود کہتا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور تجھے اپنی نیچتا نظر نہ آئی۔ او پاجی انسان! تیرے گورو کی لالٹین جسکو وہ تیرے لئے کھڑا تھا۔ دہری کی دہری ہی رہ گئی۔ لیکن جب اس عورت کے رشتہ دار نے تجھے ڈنڈا دیکھا تب تیری آنکھیں کھلیں۔ تم درحقیقت ہو ہی ایسے بے حیا۔ کہ صرف ڈنڈے سے ہی تمہاری آنکھیں کھلتی ہیں۔ ورنہ تمہارے گورو کی لالٹین کی تو جو حقیقت ہے۔ وہ امرسنگھ کے خط سے اور تمہارے خط سے بخوبی ظاہر ہو گئی۔ تمہارے جیسے بدمعاشوں کو معلوم نہیں دیوگورو چیل خانہ میں کیوں نہیں بھیجا اور پھر تمہیں لوگ دوسروں کو یہ اپدیش کرتے ہو۔ کہ دیوگورو کی جوتی ایسی ہے یا ویسی۔ لعنت تمہارے اس پاکھنڈ پر۔ م، آہستہ آہستہ یہانتک سلسلہ چلا۔ کہ میں بیاکلتا سے بھر گیا۔ اور اپنا منہ کالا کرکے اسکو شیشے میں دیکھنے لگا کہ یہ ہے تمہاری اندرونی تصویر..... یہ بالکل سچ ہے کہ میں نے اینک بار سگے سے سگے رشتہ داروں کی بہو بیٹیوں کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور نہ صرف کوشش کی ہے بلکہ لگاتار مہینوں تک۔ اور برسوں تک دن میں کئی کئی بار ایسی نیچ خواہش کے عمل ہوتے رہے ہیں جیون تت ۳۱۔ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء"

اے ناظرین! اس خط سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یہی کہ دیوگورو کی جس جیوتی کی یہ لوگ اتنی پکار مچاتے ہیں وہ کیسی نکمی چیز ہے۔ دیوگورو کی "لالٹین" کیسی سیاہ ہے۔ اور کہ اس کے پاس آنیوالے لوگوں کی حالت کیسی خوفناک اور مجرمانہ ہے۔ یہ شخص جیسے دیوگورو کے پاس آنے سے پہلے بدمعاش تھا۔ ویسا ہی اس کی جیوتی کو پاکر بھی بدمعاش بنا رہا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسنے اپنی بدمعاشی کا اقرار کرلیا۔ اور دیوگورو کے دوسرے بھگت جو جو بیاہ کاریاں کرتے ہونگے۔ انکا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا مقام تم پڑھکر آپ سوچئے۔ کہ دیوگورو اور اسکے بھگتوں کی زندگی اعلےٰ زندگی۔ عملی زندگی وغیرہ کے دعاوی کیقدر جھوٹ نفو اور محض دھوکہ کی ٹٹی ہیں۔ اور ساتھ ہی آپ یہ بھی دیکھیں کہ اوم مندر برق کا جو فول میں نے اس کیلئے شروع میں نقل کیا ہے وہ اس ناستک گروہ کی شرمناک زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے کیسا ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ اب آپ ہی انصاف کریں۔ کہ جن لوگوں کی اپنی زندگیاں ایسی ناپاک اور قابل نفرت ہوں انکا خدا خدا پرستی۔ خدا پر ستو نکی ذاتی کمزوریوں پر مخول اڑانا کس قدر شرمناک فعل اور دھوکہ دہی پر مبنی حرکت ہے یہی لوگ ہیں جو سوامی دیانند کے کرکٹ پر حملہ کرنے دوڑا کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے مجھ پر چوری کا الزام لگایا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے آپکو ان تمام عیوب سے بری بتلاتے۔ لکھتے اور کہتے ہیں۔ جو کہ بعض ناریاں جن بارشی منیوں کی زندگی میں بھی پائے جاتے تھے۔ ہنڑان نالائقوں کی بوتھی پر اور لعنت ان کی سمجھ پر۔ اور شرم انکی ناستکتا کی تعلیم پر۔ پھٹکار ان کے پاکھنڈ پر۔ اور دھکار انکے گورو کو جو پرماتما کے برخلاف شیطان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خدائی سڈلیشن

دیوگورو بھگوان کا پرماتما کے برخلاف سڈلیشن پھیلانا۔ اور اُس کے فرمانبردار بندوں کو اُن سے باغی کرنا ہے گورو کا سڈلیشن کے جرم میں گرفتار کئے جانا۔ اُس کی تلاشی ہونا۔ اس کے پاس سے بہت سا سڈلیشن کا مصالح برآمد ہونا۔ دیوگورو پر زیر دفعہ گیارہ تعزیرات منو باب دوم سڈلیشن کا مقدمہ چلائے جانا۔ آنریبل جسٹس پنڈت شبدیال سنگھ صاحب جج ہائی کورٹ دیونگر دیولوک کے سپرد اُن کے مقدمہ کا ہونا دیوگورو کے دستخطی خطوط یا تحریروں کا عدالت میں پیش کئے جانا۔ اور ان کا سڈلیشن سے پُر ثابت ہونا۔ چند رسین کی نوٹ بک کا عدالت میں پڑھے جانا۔ دیوگورو کا بے ہوش ہو کر گر جانا۔ لفٹنٹ کرنل میجر ڈاکٹر بجرنگ بہاری آئی۔ ایم۔ ایس۔ انچارج سنٹرل جیل دیونگر دیولوک کا بلائے جانا۔ ڈاکٹر کا ملزم کی بیماری کے بارے میں رپورٹ کرنا۔ مقدمہ کا پھر جاری ہو جانا۔ ملزم کی طرف سے مسٹر اے۔ ایس ریلوالہ کا بطور ڈیفنس کونسل کے پیش ہونا۔ اور اُس کا زبردست تقریر کرنا۔ ڈیفنس کونسل کے بعد مسٹر نریندر و کمار پال ایڈووکیٹ جنرل کا آخری سپیچ دینا۔ جیوری کا ریٹائر ہونا۔ اور جیوری کا ورڈکٹ آف گلٹی کا اظہار کرنا۔ آنریبل جسٹس کا فیصلہ سنانے کے لئے ملزم کو مخاطب کرنا۔ ملزم کو اس بات کا پتہ لگ جانا۔ کہ آنریبل جسٹس پنڈت شبدیال سنگھ جج ہائی کورٹ دیونگر دیولوک ملزم کا گورو ہے۔ بنا بریں ملزم کا اپنے گورو کے قدموں پر گرنا۔ اور رحم کی التجا کرنا۔ آنریبل جسٹس کا اس کو اپنے قدموں سے علیحدہ کرنا اور فیصلہ سنانا۔ اثناء فیصلہ میں ملزم کا چیخ مار کر گرنا اور بیہوش ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔

خدائی سڈلیشن اندر کا دسواں نمبر ہے۔ اور وہ اس کے ناظرین کے پاس بلا قیمت بھیجا گیا ہے۔ دیگر اصحاب کے لئے اس کی قیمت ۶ر ہے۔ مینجر اندر لاہور سے طلب کیجئے۔ اگر آپ کے درخواست کرنے تک اس کی کوئی کاپی بچ رہی۔ تو آپ کو بھیجی جائیگی۔ ورنہ نہیں۔ کیونکہ اس کا پہلا ایڈیشن یکم ستمبر کو فقط دو ہزار کا نکالا گیا تھا اور اس کے لئے پیشتر سے ہی اس قدر مانگ آچکی تھی۔ کہ ستمبر کے پہلے ہی ہفتہ میں فائل کی کاپیوں کو چھوڑ دفتر اندر میں اس کی کل دو سو کاپیاں رہ گئیں۔ دوسرا ایڈیشن فی الحال نہیں نکالا جائیگا۔

ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

والنٹیروں کی ضرورت

چونکہ اندر کے بعض بہی خواہ اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ شروع سال ۱۹۰۹ء سے اندر میں ایک نمایاں تبدیلی کر دی جاوے۔ اندر کا ایڈیٹر اس تبدیلی کے حق میں ہے۔ بشرطیکہ دسمبر ۱۹۰۸ء تک اندر کو اس تبدیلی کے لئے تمام ضروری اخراجات کے برداشت کرنے کے قابل بنا دیا جاوے کیونکہ اس تبدیلی سے اندر کے اخراجات موجودہ سے تقریباً دوگنے ہو جائینگے۔ اِن اخراجات کا مقابلہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ آئندہ دسمبر تک اندر کے خریداروں کی تعداد کم از کم دو ہزار ہو جائے۔ جس میں ابھی ساڑھے سات سو خریداروں کی کمی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے اندر کے ناظرین میں سے چند اصحاب والنٹیر بنیں۔ اگر ایسے والنٹیر اپنی ہتک عزت نہ سمجھیں۔ تو اندر ان کو مفصلہ ذیل کن سیشن دینے کے لئے تیار ہے +

۱۔ ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر ۱۹۰۸ء تک اندر کے لئے چالیس ۴۰ نئے خریدار پیدا کر دے۔ اندر کا پرچہ اور اندر کے ایڈیٹر کی تمام تصانیف جو کہ وقتاً فوقتاً شائع ہونگی۔ اس کو عمر بھر مفت ملتی رہینگی۔ ۲۔ ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر تک اندر کے لئے بیس ۲۰ نئے خریدار پیدا کر دے۔ اندر کا پرچہ عمر بھر نصف قیمت پر ملتا رہیگا۔ ۳۔ ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو اندر کے لئے دسمبر تک دس ۱۰ خریدار پیدا کر دے۔ اندر کا پرچہ دو سال تک نصف قیمت پر ملتا رہیگا۔ ۴۔ ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر تک اندر کے لئے پانچ ۵ خریدار کر دے۔ اندر کا پرچہ ایک سال تک نصف قیمت پر ملتا رہیگا۔ ۵۔ ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر تک اندر کے لئے ایک خریدار پیدا کر دے۔ "خدائی سڈیشن" یا "خدائی بمب" کی ایک کاپی مفت روانہ کی جاویگی۔ ۶۔ ہر ایک نئے خریدار کو جو یکم ستمبر کے بعد اندر کا خریدار بنیگا۔ مفصلہ ذیل کتابیں مفت دی جائینگی:۔

(۱) اساطیر الاولین ۶ر (۲) وستی کرم ودھی عہ + (۳) وکیل حیوانات باتصویر ۴ر (۴) وام مارگ کا کچا چٹھا ۴ر + (۵) خدائی بمب ۶ر + (۶) خدائی سڈیشن ۶ر + (۷) اگنی ۴ر (۸) آسمانی گولہ ۴ر + جو کتاب ختم ہو جائیگی۔ اس کی جگہ کوئی دوسری کتاب روانہ کی جائیگی۔

بہرکیف سال کے اخیر تک اگر اندر دو ہزار تک پہنچ گیا تو شروع سال سے اس میں نمایاں تبدیلی کر دی جاویگی۔ اندر کے بہی خواہوں کو اس تبدیلی کے لانے میں کوشش کرنی چاہئے + ایڈیٹر

سیوک پریس لاہور میں لالہ شام داس کے اہتمام سے دھرم پال پبلشر کے لئے چھپا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

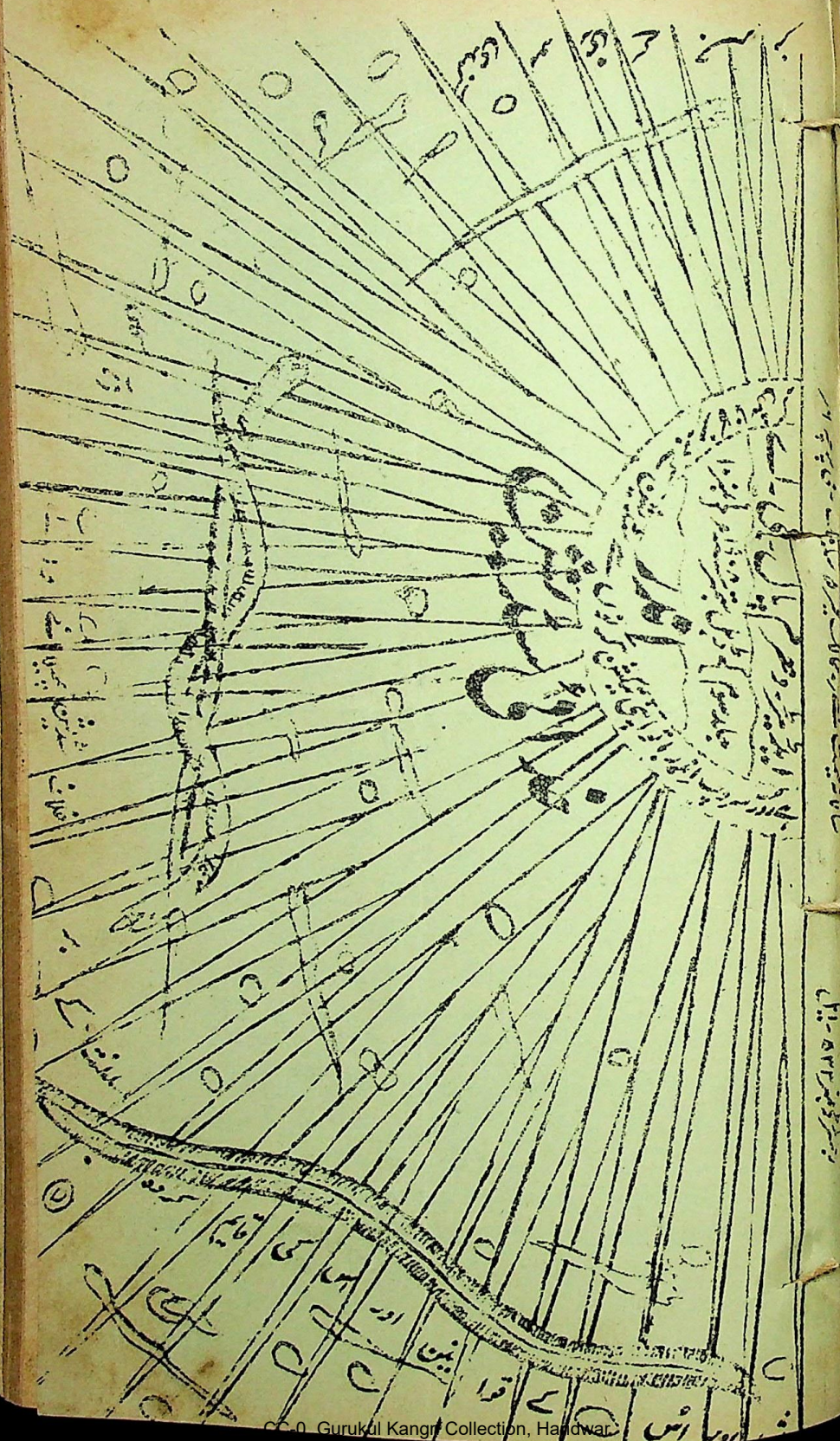

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غور سے سنو!!

ہمارے تمام پراچین رشی منیوں نے سچدانند۔ شدھ۔ بدھ۔ مکت سوبھاؤ پرمیشور کی نزدیکی حاصل کرنے
اور اس پرکار پاپ ساگر سے نجات پانا ہی زندگی کا اصلی مقصد بتایا ہے۔ وید۔ اپنشد۔ درشن اور تمام
پراچین شاستر اسی پرماتما کی طرف اشارہ کرتے اور اسی کو انسانی زندگی کا مقصد بتاتے چلے آئے ہیں
اسی کی پوجا اور بھگتی میں وہ اپنی عمروں کو لگا کر آنند سروپ کے دھیان میں محو موت پر فتح پاتے ہوئے
اور ہزاروں۔ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کو دنیا کے بحر محیط میں شانتی کا دان دیتے ہوئے اپنے شاندار
چولے کو چھوڑ گئے۔ اور اپنے پیچھے والوں کے لئے خیالات کا ایک ایسا خزانہ جمع کر گئے کہ جس پر نسل انسانی آج
بجا فخر کر رہی ہے۔ کیا اگر کوئی شخص مغربی خیالات سے اندھا ہوا ہوا آج یہ کہنے لگ جائے کہ جس پرماتما کی تمہارے
رشی منی تعلیم دے گئے ہیں وہ پرماتما اول تو فرخی اور ان کے دماغ کی گھڑنت ہے۔ اور اگر وہ کچھ ہے بھی۔ تو
ایک قسم کا قاتل۔ موذی۔ بدمعاش۔ چور۔ ٹھگ۔ بچہ کش۔ اور نالایق خدا ہے۔ جسکو پکڑ کر کسی حوالات میں اگر قید
کر دیا جاوے۔ تو بہتر ہے۔ اور کہ تمہارے رشی منی جو اس قسم کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ محض بندر تھے اور ان کی یہ تعلیم
بندروں کے گھونسلے سے بڑھ کر نہیں تھی۔ تمہارے وید جنکو تم ایشور یہہ بانی کہتے ہو۔ محض مورکھوں کے
وچن اور اوٹ پٹانگ باتوں کا مجموعہ ہیں۔ تمہارا دیانند محض جھوٹا اور پاکھنڈی تھا۔ غرضیکہ وہ اسی
قسم کی بکواس کرتا چلا جا رہا ہو تو کیا اس قسم کا موذی اور دل آزار انسان اس لایق ہے۔ کہ اس پر کچھ بھی
رحم کیا جاوے۔ منو نے اس قسم کے موذی انسانوں کو جو درندوں کی طرح انسانی سوسائٹی کو درہم برہم
کرنے کے درپے ہوں انسانی سوسائٹی سے الگ کر دینے کی سزا تجویز کی ہے۔ دیو سماج کا بانی سیتا نند
اگنی ہوتری دیوگورو بھگوان بنکر جس قسم کی دل آزار اور موذی پن سے بھری ہوئی تحریریں خود نکالتا
اور اپنے بعض چیلوں کے ہاتھ سے نکلواتا ہے وہ اپنے اندر ایسی ناپاک اور گندی سپرٹ رکھتی ہیں۔ جو کسی
بھی ایسے شخص کا دل دکھانے سے نہیں رہ سکتیں۔ جو کہ ایشور کو اپنا پتا اور ویدوں کو اپنی زندگی کا رہنما
اور پراچین رشی منیوں کو مایہ ناز سمجھتا ہو۔ دیوگورو جیسے انسان کا ایشور کو قاتل اور خونی چور اور ٹھگ کہنا۔
ویدوں کو دھورتوں مورکھوں پاکھنڈیوں کے وچن بتانا۔ ہمارے تمام پراچین رشی منیوں کو بندر اور ان کی
کی تعلیم کو بندروں کا گھونسلا کہنا اور دیانند کو پاکھنڈی اور جھوٹا کہنا یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جنہوں نے ہم کو
مجبور کر دیا ہے۔ کہ ہم اسکی تحریروں کا کماحقہ نوٹس لیں۔ چنانچہ اس دفعہ جہاں ہم نے اس مردم آزار موذی
اور پاکھنڈی انسان کے دعووں کو "خدائی بمب" سے اڑا کر خاک میں ملایا ہے وہاں دوسری طرف اس شخص نے
جن وجوہات پر پرماتما کو خونی۔ قاتل۔ چور۔ ٹھگ۔ بدمعاش وغیرہ بتایا ہے۔ ان تمام وجوہات کو "خدائی سڈیشن"
کے ذریعہ قطعی خاک میں ملا دیا ہے۔ اب یا تو وہ کوئی نئی دلیل لائے۔ یا پھر اگر اسمیں غیرت۔ حیا۔ شرم و انسانیت کا
ایک ذرہ بھی باقی ہو۔ تو اپنے اس موذی پن کو چھوڑ دے۔

ناظرین! آپ خدائی بمب اور خدائی سڈیشن کا بغور مطالعہ کریں۔ اور اگر ہو سکے تو ان دونوں کتابوں کو
دیوگورو کے ایک ایک بھگت کے ہاتھ میں دیں۔ ان کو سنائیں۔ پڑھائیں۔ اگر وہ نہ سنیں تو ان کے گھر کے
اندر۔ بلکہ ان کے بستر کے اندر نہیں نہیں ان کے حلق کے اندر پہنچا دیں تاکہ وہ ناستکتا کا جس قدر زہر
کھا چکے ہیں وہ اگل دیں۔ ستمبر کا پرچہ ڈبل نکالا گیا ہے۔ ایک خدائی بمب (۹)۔ دوسرا خدائی سڈیشن (۱۰)
نمبر ۱۰۔ ارسال خدمت ہے۔ جو اصحاب خدائی بمب کا مطالعہ کرنا چاہیں۔ یا اندر کی فایل کو مکمل رکھنا چاہیں
وہ اندر کا دوسرا پرچہ خدائی بمب نمبر ۹ بھی منگوا لیں خدائی بمب کی قیمت حسب معمول ۶ر ہے

ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

(اگست ۵۸۴ + خدائی نمبر ۱۰۴)
Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Vishnudutt
B.A., LL.B. Pleader
Moga

اِندر

ڈبل ستمبر سنہ ۱۹۰۸ء

خدائی سڈیشن

تمہید

کہا جاتا ہے۔ کہ فی زمانہ تہذیب ترقی پر ہے۔ ہمیں اس قول کے ماننے میں تامل ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ہم سے یہ کہے۔ کہ فی زمانہ سڈیشن ترقی پر ہے۔ تو ہم اس کو فوراً صحیح تسلیم کر لینگے۔ دنیا کا کونسا طبقہ ہے۔ جہاں سے آج اصلی یا نقلی سڈیشن کی بو نہ آ رہی ہو۔ ایک قوم دوسری قوم کو تباہ کرنے کے درپے ہے۔ ایک ہی قوم کے افراد میں ملکی اور مجلسی حقوق کے لئے اس قدر جنگ و جدل جاری ہے۔ کہ لاکھوں گھُن کی طرح پس رہے ہیں۔ اور کروڑوں زندگی سے بیزار ہیں۔ جب سے یورپ نے تاریکی کے کونے سے سر نکالا ہے۔ تب سے یہ سڈیشن بھی تیز ہو گیا ہے۔ لطف یہ ہے۔ کہ یورپ اور امریکہ دونوں عیسائی مت کے پیرو ہیں۔ کونسا شخص ہے۔ جو بھگت مسیح کی تعلیم سے کچھ نہ کچھ واقف نہ ہو۔ مسیح وہ شخص تھا۔ جس کو اگر ہم دیوتا کہیں۔ تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ لیکن آج اس کی نام لیوا قومیں اُن قوموں کو جو خواہ دھرم کرم کے لحاظ سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان سے بدرجہا افضل ہی کیوں نہ ہوں۔ محض اس لئے تباہ کر دینے کے درپے ہیں۔ کہ اُن کا رنگ کالا ہے۔ مسیح ایک ایشیائی انسان تھا ایشیا میں پیدا ہؤا۔ بڑھا۔ بڑا ہؤا۔ ایشیا کی ہی سرزمین پر چکر لگا کر اپنی زندگی ختم کر گیا۔ لیکن آج اسی ایشیا کے لئے مسیحی قومیں تختہ زمین کو تختہ گور بنانے کے درپے ہیں۔ محمد عرب میں پیدا ہؤا۔ لیکن کوئی اسلامی سلطنت عربوں کو اپنے ملک میں آنے سے اس لئے نہیں روکیگی۔ کہ اُن کا رنگ کالا ہے۔ بلکہ عرب کے لفظ کے لئے اُن کے دل میں عزت ہے۔ بودھ ہندوستان میں پیدا ہؤا۔ حالانکہ اہل ہند نے بودھوں کو مار مار کر ہند سے بھگا دیا۔ تاہم جاپان اور چین اور دیگر بدھ ممالک ہند کو اپنے نجات دہندہ کی ولادت گاہ مان کر عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لیکن عیسائی قومیں ایشیا کے کسی بھی ملک کی اس لئے عزت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کہ وہ اُن کے نجات دہندہ یسوع مسیح کے براعظم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ اگر آج مسیح زندہ ہوتا اور وہ ٹرنسوال میں جانا چاہتا۔ تو ایک ایشیائی ہونے کی حیثیت میں اس کو بھی اپنا نام رجسٹری کروانا اور انگوٹھا لگانا اور فیس داخل کرنی پڑتی۔ عیسائی قومیں ایک دوسرے سے ڈر کے مارے آئے دن بری اور بحری فوجوں اور سامان حرب میں اضافہ کرتی چلی جاتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ اُن کا ایک گورا آدمی کسی ایشیائی ملک میں مارا جاتا ہے۔ تو وہ اس ایک جان کی خاطر تمام ملک کو تباہ کرنے کے لئے ہتیار اٹھا لیتے ہیں۔ عیسائی قومیں مادہ پرستی کی دلدل میں پھنس رہی ہیں۔ عیسائی قوموں میں انسانی ہستی کے سوشیل تعلقات ایک خوفناک پلٹا کھا رہے ہیں۔ بعض عیسائی ممالک میں عورتوں نے کھلے الفاظ میں یہ سٹیشن کر دیا کہ ہم بچہ پیدا کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ اور کہ ہم کو آزادی ملنی چاہئے۔ تاکہ ہم بھی زندگی کا لطف بغیر بوجھ اٹھانے کے حاصل کریں۔ بعض عیسائی ممالک کی آبادی محض اسی فسق و فجور کی وجہ سے دن بدن گھٹتی چلی جا رہی ہے۔ جس سے کہ ان ممالک میں قطع نسل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص بھگت مسیح کی تعلیم سے ناواقف ہو اور وہ عیسائی قوموں کی اس خوفناک حالت کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکال لے۔ کہ یہ سب عیسےٰ کی تعلیم کا پھل ہے۔ تو بادی النظر میں اس کا نتیجہ چنداں غلطی پر معلوم نہیں ہوگا۔ لیکن جب ہم ایک نظر بھگت مسیح کی تعلیم پر بھی ڈال لیں۔ تو پھر ہم یہ کہنے کے لئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاری ہے۔ وہ اگرچہ بظاہر ان ہی فلاسفران یورپ کو بدنام کرنے کے لئے ایک چیتن ہستی کے برخلاف سڈیشن پھیلا رہے ہیں۔ جو کہ سخت خطرناک بلکہ شرمناک ہے۔ لیکن اگر ہم بغور دیکھیں۔ تو فلاسفران یورپ اور اُن کی پوزیشن کا باہمی کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ پس ہم ان لوگوں کو نہ تو تھیئسٹ ہی کہہ سکتے ہیں۔ نہ اگناسٹک۔ یہ لوگ تو کچھ اس قسم کے مچھندر ہیں۔ جیسے بعض پرانے خیالات کے ہندو اپنے نئے بنے ہوئے مکانات پر چڑیلوں کی تصویر بنا دیا کرتے ہیں۔ جن کے پاؤں پچھلی طرف کو۔ پیٹ بیڈول۔ سر عجیب۔ دانت ڈراؤنے۔ بال بکھرے ہوئے۔ جو نہ آدمی نہ حیوان۔ نہ درند نہ پرند۔ نہ چرند۔ اسی طرح یہ لوگ نہ ناستک۔ نہ اگناسٹک۔ نہ ان کے سر کا پتہ نہ پیر کا۔ بابا اٹل جدھر ملتی دیکھی۔ ادھر ہی ڈھل گئے۔ اور جس طرف چلتی دیکھی۔ ادھر ہی چل دئے۔ آخر ہم نے ان کے ساتھ بحث تو کرنی ہی ہے۔ پھر ہم ان کا نام کیا رکھیں۔ اور بحث میں ان کو کس نام سے بلائیں۔ چلو مچھندر ہی سہی۔ مگر پیشتر اس کے کہ ہم ان مچھندروں کے بیہودہ دعووں یا اُن کی بوسیدہ دلیلوں نہیں نہیں ان کی گالیوں اور تمسخرات کو خدائی بمب کے ساتھ ساتھ اڑانا شروع کریں۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ دنیا میں جو وقتاً فوقتاً اس قسم کے مچھندروں کے فرقے بنتے رہے یا بن رہے ہیں۔ اُن کی تہ میں کیا بات موجود ہے۔ آؤ پہلے اس بات کا پتہ لگالیں۔ جہاں تک ہم نے سوچا ہے۔ ان لوگوں کی خدا کے برخلاف بغاوت اور سڈیشن پھیلانے کی تہ میں مفصلہ ذیل اسباب موجود ہیں:

اوّل۔ اُن کے نزدیک سائنس کی کسوٹی پر پرکھنے سے ایشور کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ جس طرح ایک سائنس کی لیبوریٹری میں ہم آکسیجن اور ہائیڈروجن ملا کر پانی بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ اسی طرح تم ایشور کو دکھا دو۔ لیکن جس سائنس کا وہ حوالہ دیتے ہیں۔ وہ ابھی تک ایسی مادی حالت میں ہے۔ کہ وہ اپنی لیبوریٹری میں محض مادی چیزوں میں سے چند ایک کو توڑنے پھوڑنے یا اُن کی ماہیت جاننے میں کامیاب ہوئی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ پرماتما ایک نراکار ہستی ہے۔ تو وہ سائنس کی لیبوریٹری میں کیسے جانا جا سکتا ہے۔ ہاں پرماتما کے جاننے کے لئے جو لیبوریٹری ہے۔ وہ ہمارا آتما ہے۔ مگر جن لوگوں کا آتما دنیا پرستی کی سیاہی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور خواہشات رذیلہ کے گندے روغن سے رنگا ہوا ہونے کے علاوہ جہالت کے تاریک اور سخت غلیظ حجابوں میں لپٹا پڑا ہو۔ وہ پرماتما کو نہ تو جان ہی سکتے ہیں۔ نہ اُس کو دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ جن لوگوں نے اُس کو دیکھا ہے۔ یا جو اس کو دیکھتے ہیں۔ وہ ہم کو یہی بتاتے ہیں۔ کہ پرماتما کو جاننے اور دیکھنے کے لئے آتما کا شدہ اور نرمل ہونا اور گیان وان ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ مگر پرماتما کے برخلاف سڈیشن مونگرس اس بات کو نہیں مانتے۔ بنابریں وہ بغاوت پر آمادہ ہیں +

دوسرے۔ سائنس نے تو بہت سے لوگوں کو مچھندر بنایا ہی تھا۔ لیکن اس کے بعد جو دوسرا سبب بعض لوگوں کو مچھندر بنانے کا ہے۔ وہ اُن کی اپنی بدچلنی یا دنیا پرستی ہوتی ہے۔ جو لوگ بدچلن ہوتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ اُن کے افعال بد کی سزا اُن کو نہ ملے۔ تم دیکھ سکتے ہو۔ کہ ہر ایک چور۔ ڈاکو۔ لٹیرا۔ بدمعاش یہی کوشش کرتا ہے۔ کہ کسی طرح وہ گورنمنٹ کے قوانین کی زد میں نہ آجائے۔ وہ پولیس کو نفرت بلکہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ اس کو اندیشہ ہے۔ کہ پولیس ہی اس کو کسی دن گرفتار کریگی۔ کوئی چور پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کے سر پر ایک سزا دینے والے حاکم کا راج ہو بلکہ اُن کی خواہش یہی ہوتی ہے۔ کہ ملک میں نہ پولیس رہے۔ نہ کوئی باامن گورنمنٹ تاکہ ان کو چوری کرنے۔ ڈاکہ مارنے یا بدمعاشی کرنے کے لئے کھلا میدان مل جائے۔ بنابریں جب وہ اس قسم کا کوئی جرم بھی کرتے ہیں۔ تو اس وقت ان کو یہی خیال ہوتا ہے۔ کہ ہمارے سر پر کوئی پولیس کا سپاہی نہیں ہے۔ جو کہ ہم کو پکڑ لے۔ مگر اُن کا ایسا سمجھ لینا کتنی بڑی غلطی ہے۔ بدچلن انسان جب دیکھتے ہیں۔ کہ پرماتما ایک سزا و جزا دینے والی ہستی ہے۔ تو وہ عین اسی چور کی مانند اس فکر میں رہتے ہیں۔ کاش یہ ہستی نہ ہو۔ تاکہ ہم کھلے ہاتھوں بدمعاشی کر سکیں۔ اس لئے وہ اپنے ضمیر کو تسلی دینے کے لئے یا کھل کھیلنے کے لئے عین اسی چور کی مانند یہ فرض کر لیتے ہیں۔ کہ اوہ! پرماتما کوئی نہیں ہے۔ جو ہم کو سزا دے سکے۔ چلو خوب عیش اڑاؤ۔ تم اس قسم کے مچھندروں کی زندگی پر ذرا نظر تو مارو۔ تم کو فوراً پتہ لگ جائیگا۔ کہ وہ محض کھانے پینے اور موج کرنے کے لئے ہی ایک سزا و جزا دینے والی ہستی کے برخلاف سڈیشن پھیلاتے ہیں۔ تاکہ اُن کے دل کا کانٹا نکل جائے۔ یقیناً مچھندروں کی بربادی بخش اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گناہ آلودہ زندگیاں اس بات کی شہادت دینگی ۔

تیسرے کچھ لوگ یہ فرض کر لیتے ہیں۔ کہ روح محض جڑ پدارتھوں کی سازش کا نتیجہ ہے۔ جب تک جسم تب تک روح۔ نہ اس کی مابعد کی زندگی نہ لینا نہ دینا۔ یہ جگ مٹھا۔ اگلا کس نے دیکھا کھاؤ پیو موج کرو۔ موت آئی اور تمہاری صفائی ہو جائیگی۔ وہ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں۔ کہ جب ہماری روح ہی نہ رہیگی۔ تو تمہارا پرماتما اس کو بعد از مرگ سزا جزا کیسے دیگا۔ پس کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم پرماتما کو مانیں یا خواہ مخواہ اس سے ڈر کر اپنے عیش و نشاط کریں۔ تم دیکھو گے۔ کہ بچھندر لوگ عموماً روح کی ابدیت و الوہیت کے قائل نہیں ہوتے ۔

چوتھے۔ بعض لوگ پرماتما کے بارے میں بیچاگیان نہ رکھکر اور کرم پھل سے بے خبر رہ کر یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ پرماتما جس کی ہم اتنی حمد و ثنا کرتے ہیں وہ ہماری تمام خواہشوں کو بلا تمیز اس کے کہ وہ بری ہیں یا بھلی پورا کر دیگا۔ اور ہم جب چاہینگے اور جس طرح چاہینگے۔ پرماتما کو اپنا مطلب سدھ کرنے کے لئے بلا لینگے۔ وہ اپنے اعمال کو نہیں دیکھتے بلکہ اپنے اقوال کو دیکھتے ہیں۔ آخر اُن کی آزمائش کا موقع آتا ہے۔ اُن کے اعمال کی بدولت اُن پر کوئی بلا نازل ہوتی ہے۔ وہ پرماتما سے دعا کرتے ہیں۔ کہ ہم کو اس سے بچا۔ لیکن اُن کے کرم اس بات کے مقتضی ہوتے ہیں۔ کہ اُن کو سزا ملے۔ پس جب اُن کو سزا ملتی ہے۔ تو وہ پرماتما سے یہ سوچ کر باغی ہو جاتے ہیں۔ کہ اچھا پرماتما ہے۔ ہم نے تو اس کی اتنی پوجا کی۔ اور اس کم بخت نے ہماری اتنی بھی مدد نہ کی۔ کہ مجسٹریٹ کو ہم پر جرمانہ کرنے سے ہی روک دیتا۔ پس پرماتما کوئی نہیں ہے۔ یہ پرماتما کا خیال ہی ایک بیہودہ خیال ہے۔ تم دیکھو گے۔ کہ اس قسم کے لوگ یا تو اس وقت پکڑے جاتے ہیں۔ جبکہ ان کو اُن کے کرموں کی سزا ملتی ہے۔ یا اس وقت جب اُن کے گھر میں اُن کے کسی عزیز کی موت ہو جاتی ہے جس کی زندگی بچانے کے لئے وہ پرماتما سے رو رو کر رات دن دعا کرتے رہے۔ لیکن جس نے اپنے کرموں کی بدولت اپنے جسم کو اتنا نقصان پہنچا لیا تھا۔ کہ وہ اب دعا یا دوا کے ذریعہ روح کے رہنے کے لائق نہیں رہا تھا۔ پس جب ان لوگوں کی دعا فضول ثابت ہوتی ہے۔ تو وہ کہ اٹھتے ہیں۔ ہم اتنا روئے۔ لیکن پرماتما اتنا بہرہ کہ اس نے ہمیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی ماں کی چیخ چلاہٹ کو بھی نہ سنا۔ اور ننھے کو مار کر چھوڑا۔ بھلا اس غریب معصوم نے کیا گناہ کیا تھا۔ جس کو اس نروئی ایشور نے بلکا بلکا کر مارا۔ پس پرماتما کوئی نہیں اور وہ فوراً مچھندر بن جاتے ہیں +

پانچویں۔ بعض لوگوں کے سامنے اس قسم کا لٹریچر رکھا جاتا ہے جس میں پرماتما کو انسان کی طرح گھانس مانس کھانے والا۔ سوئر۔ بندر بننے والا غصہ ہونے والا پچتانے والا۔ جانوروں کے خون کی خواہش کرنے والا۔ بیوی رکھنے اور بچے پیدا کرنے والا۔ اوتار لینے والا وغیرہ الزام سے بدنام کیا گیا ہوتا ہے۔ وہ لوگ چونکہ نسبتاً سمجھ دار ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ سوچتے ہیں۔ کہ اگر پرماتما درحقیقت ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ فلاں کتاب میں بتایا گیا ہے۔ تو آؤ ہم اُس کے برخلاف بغاوت کا علم بلند کریں۔ لیکن اُن میں سے جو سچی لگن والے ہوتے ہیں۔ وہ بغاوت پر آمادہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اس بات کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ آؤ ہم دیکھیں تو سہی۔ کہ کہیں یہ پرماتما پر متھیا دوش تو نہیں لگائے گئے۔ پس وہ رات دن اپنے علم و عقل کے ذریعہ۔ مطالعہ کے ذریعے۔ اس کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے جو کاہل۔ سست الوجود۔ دنیا پرست ہوتے ہیں۔ وہ یہ سوچ کر ہی بلوہ کر دیتے ہیں۔ کہ پرماتما درحقیقت ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ فلاں یا فلاں کتاب میں لکھا ہے۔ اُس کو تو ہم مان نہیں سکتے۔ آگے ہم سر دردی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چلو اس جھگڑے کو ہی چھوڑ دو۔ پرماتما کوئی نہیں ہے۔ یہ محض لوگوں کے اپنے دماغ کی گھڑنت ہے۔ تم دیکھو گے۔ کہ مچھندر لوگ اس قسم کے لٹریچر سے بھی پرماتما کے بارے میں اُلٹا نتیجہ نکالا کرتے اور اس کے برخلاف سڈیشن پھیلایا کرتے ہیں +

چھٹے۔ مچھندر لوگ جیسا کہ ہم اس مضمون کے شروع میں ہی کہہ آئے ہیں۔ دنیا میں مختلف گھٹناؤں کو دیکھتے ہیں۔ کہیں ایک آدمی دوسرے کا خون کر رہا ہے۔ کہیں بھونچال آتا ہے۔ اور ہزاروں آدمی مر جاتے ہیں۔ کہیں آگ لگتی ہے اور سینکڑوں آدمی تباہ ہو جاتے ہیں۔ کہیں طوفان آتا ہے۔ اور لاکھوں انسان بے گھر ہو جاتے ہیں۔ کہیں پلیگ نمودار ہوتا ہے۔ اور لاکھوں آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی گھٹناؤں کو دیکھ کر وہ اصلیت کو جاننے کی بجائے یہ کہہ اٹھتے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں۔ کہ چونکہ یہ تمام بربادی بخش گھٹنائیں ایشور وادیوں کے نزدیک اُن کے ایشور کی طرف سے آتی ہیں۔ بنا برین وہ بڑا نروئی اور ظالم ہے۔ اور وہ ہرگز قابل پرستش نہیں۔ چلو ایسے ایشور کے برخلاف سڈیشن پھیلاؤ۔ اور اس کے برخلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرو۔ لیکن وہ یہ کبھی نہیں سوچتے۔ کہ اس قسم کی گھٹنائیں کیوں آتی ہیں۔ اور کب آتی ہیں۔ اس میں ایشور کا قصور ہے۔ یا انسانوں کا اس میں ایشور اپنی خود غرضی مدنظر رکھتا ہے یا انسانوں کی بہبودی۔ اس قسم کے سوالات کا جواب لئے بغیر ہی وہ مچھندر بن جاتے ہیں۔ اور خود باغی ہو کر دوسروں کو بھی باغی کرنے لگ جاتے ہیں +

ہمارے خیال میں لوگوں کو پرماتما سے باغی بنانے کی تہ میں جو اسباب کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے مذکورہ بالا چھ اسباب بڑے بھاری ہیں یعنی (۱) پرماتما کو جاننے کے لئے ایک غلط کسوٹی کا مقرر کرنا۔ (۲) اپنی بدچلنیوں کی سزا نہ بھگتنے کی خاطر سزا دینے والی ہستی سے ہی منکر ہو جانا۔ (۳) روح کو مادی اور ایک دن تباہ ہونے والی مان کر اس کے افعال کے لئے کسی سزا یا جزا دینے والی ہستی کی ضرورت کا نہ ہونا (۴) اپنے کرموں سے بے خبر رہ کر اُن کی سزا ملنے پر جس کے کہ وہ اپنے زعم فاسد میں اپنے آپ کو سزاوار نہیں سمجھتے تھے پرماتما سے منکر ہو جانا (۵)۔ ایسے لٹریچر کا مطالعہ کرنا جس میں پرماتما کی ایک مکروہ تصویر کھینچی گئی ہو۔ (۶) دنیا میں بعض نامرغوب نظاروں کو دیکھ کر اُلٹا نتیجہ نکالنا اور اُن کے لئے پرماتما کو ذمہ وار گردان کر اور اصلیت کا پتہ نہ لگا کر پرماتما کو ملزم ٹھیرانا اور بعض حالتوں میں اس کے وجود سے ہی قطعی منکر ہو جانا اور اس کے برخلاف بغاوت کا علم بلند کرنا +

ان اسباب پر نظر مار کر اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ جن مچھندروں کے ساتھ ہمارا جنگ ہے۔ اُن کا رِنگ لیڈر یعنی دیوگورو بھگوان کیوں پرماتما سے باغی ہؤا اور اُس نے پرماتما کے برخلاف بغاوت کا جھنڈا کیوں بلند کیا۔ مذکورہ بالا اسباب کو مدنظر رکھ کر جب ہم اس شخص کی زندگی پر نظر مارتے ہیں۔ تو ہمیں اس کی بغاوت کا پتہ لگا لینا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔ اس شخص نے پرماتما کی ہستی کو جاننے کے لئے جو کسوٹی مقرر کی۔ وہ قطعی غلط تھی اور غلط ہے۔ بنا برین اس کو پرماتما کا

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پتہ نہ لگ سکا۔ اور یہ اس سے باغی ہو گیا اس شخص نے اپنی زندگی میں بعض شرمناک لغزشیں کھائی ہیں۔ جن کی سزا بھگتنے سے بچنے کے لئے اس کا سزا دینے والی ہستی سے منکر ہو جانا ضروری تھا۔ اس شخص نے روح کو جڑ پدارتھوں کی شازش اور ایک دن قطعی فنا ہو جانے والی چیز مانا۔ ایسی حالت میں ضروری تھا۔ کہ وہ خدا کی ہستی سے منکر ہو جاتا۔ اس شخص کو اپنے جرموں کی سزا ملی۔ جس سزا کا یہ اپنے آپ کو مستحق نہیں سمجھتا تھا کیونکہ وہ خدا کا بھگت تھا اور کہ خدا اُس کو بچا لیگا۔ اس شخص نے خدا کے بارے میں اس تعلیم کو مدنظر رکھکر رائے قائم کی ہے۔ جو کہ بعض ادنےٰ درجہ کے لٹریچر میں موجود ہے۔ اور جس کی بنا پر یہ خدا کے برخلاف آج سڈیشن پھیلا رہا ہے۔ یہ شخص ایسا کم علم اور کم عقل ہے۔ کہ بھونچال۔ طوفان۔ یا پلیگ وغیرہ امراض کی بدولت جو تباہی آتی ہے۔ اُس کو خدا کے سر مڑھتا اور اصلیت کا پتہ لگانے کی کوشش نہ کر کے جہالت کے گڑھے میں گرتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی گراتا ہے۔ اس بغاوت میں کامیاب ہونے کے لئے اس نے تحریری اور تقریری سڈیشن پھیلانے کا جو کام شروع کیا ہؤا ہے۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ اس شخص کو پرماتما کی سلطنت سے خارج کر کے عبور دریائے شور کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ دریائے شور بھی پرماتما کی ہی سلطنت میں ہے۔ اور کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔ جہاں پرماتما موجود نہ ہو۔ پس اس شخص کو اس قسم کی کوئی سزا بھی نہیں دی جا سکتی۔ بلکہ پرماتما نے عین مہربانی کر کے اس کو اپنے ملک میں پھرنے اور اپنی نعمتوں کو کھانے کی اجازت دے رکھی ہے۔ لیکن یہ شخص ایسا محسن کش۔ ناشکر گزار اور باغی ہے کہ اسی پرماتما کے برخلاف سڈیشن کا پرچار کر رہا ہے۔ بعض لوگ شاید بول اُٹھیں کہ جب پرماتما خود ایسے شخص کے ساتھ جو اگرچہ اس کے برخلاف سڈیشن بھی پھیلا رہا ہے۔ بڑی نرمی سے پیش آ رہے ہیں۔ اور اُس کو اپنی زمین پر رہنے۔ اس کی ہوا۔ پانی۔ آگ۔ روشنی سے بہرہ ور ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ تو تم کیوں اُس کے ساتھ سختی کرتے ہو۔ اور اس کے ساتھ جنگ کرنے دوڑتے ہو۔ یہ بات ٹھیک ہے بے شک یہ شخص پرماتما کی رعایا میں سے ایک ہے۔ اگرچہ بغاوت اور سڈیشن پھیلانے والا ہے۔ اور ہم خوش ہیں۔ کہ پرماتما نے اس کو عین مہربانی کر کے اپنی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے وہی حقوق دے رکھے ہیں۔ جو اُس نے اپنی
زمیاں بردار رعایا کو دئے ہوئے ہیں۔ لیکن کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ شاہ انگلستان
نے اپنی رعایا کے لئے جو جو آرام و آسائش کے سامان مہیا کئے ہیں۔ کیا ریل۔ کیا
تار۔ کیا محکمہ ڈاک۔ کیا واٹر ورکس۔ اس سے جہاں اس کی زمیاں بردار رعایا
مستفیض ہو رہی ہے۔ وہاں اُن سے ایک ایک چور۔ ڈاکو۔ ہاں اسی بادشاہ کے
برخلاف سڈیشن پھیلانے والا شخص بھی مستفیض ہو رہا ہے۔ کیونکہ بادشاہ اس
کو بھی اپنی رعیت سمجھتا ہے۔ لیکن بادشاہ کی فیاضی یا رحم دلی اس بات کی مقتضی
نہیں ہے۔ کہ کوئی پولیس والا اس چور کو نہ پکڑے۔ یا اس کو سزا نہ دے اگر چوروں
کو نہیں پکڑا جائیگا۔ اگر سڈیشن مونگرس کو گرفتار نہیں کیا جاویگا۔ تو اندیشہ
ہے کہ سادہ لوح انسانوں کو تنگ کر کے اُن کو بھی بغاوت پر آمادہ کر کے مجلسی اور
ملکی ترقی کو خاک میں ملا دیں۔ اور ایک تباہی برپا کر دیں۔ ہم جو پرماتما سے باغی دیو
گورو کو اپنی شمشیر قلم کے زور سے گرفتار کر کے دوات میں قید کرنا چاہتے ہیں۔ تو
اُس کا مطلب اتنا ہی ہے۔ کہ یہ جو خدا کے برخلاف سڈیشن پھیلا کر سادہ لوحوں کو
بہکا رہا ہے۔ اس سے باز آجائے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم نے بڑی وضاحت کے ساتھ
"خدائی بمبب" میں اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ کہ اس قسم کی سڈیشن
کا زہر جب سوسائٹی کے افراد میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو وہ اُس کو تباہ کر دیتا ہے۔ ہم
اتنا ہی چاہتے ہیں۔ کہ وہ اس سڈیشن کے پرچار سے تائب ہو کر پشیمان ہو۔ دیکھو تم
تم لوگ شاید مسکراؤ گے۔ جبکہ تم ہمارے قلم سے دیو گورو کو سیاہی بھری دوات میں قید
کر دینے کا "وارنٹ" کٹتا دیکھو گے۔ اور شاید تم مسکرا کر یہ بھی کہو۔ کہ یہ اچھا خدائی فوجدار
ہے۔ جو دیو گورو جیسے پرماتما سے باغی انسان کو گرفتار کر کے دوات میں قید کرنے لگا ہے۔
مگر نہیں۔ نہیں۔ ہم اتنے بڑے باغی انسان کو جس نے برسوں کی لگاتار سڈیشن کے
پرچار سے تین چار سو انسانوں کو پرماتما سے باغی کر دیا ہو۔ بلا فرد جرم لگائے کبھی بھی
دوات میں قید نہیں کرینگے۔ پس ضرورت ہے۔ کہ مقدمہ کی باقاعدہ تحقیقات شروع
کرنے سے پیشتر ہم اس کے گھر کی تلاشی لیں۔ اور دیکھیں۔ کہ آیا اس کے پاس سے پرماتما
کے برخلاف سڈیشن یا بغاوت کے متعلق کوئی کاغذات برآمد ہوتے ہیں یا نہیں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب ہم اس شخص کے گھر کی تلاشی لیتے ہیں۔ تو علاوہ دیگر بہت سی تحریروں کے مفصلہ ذیل خاص بغاوت بھرے اور سڈیشن مجسم نسخہ جات برآمد ہوتے ہیں :-

۱- ایشور کا جھوٹا یقین اور اُس کے بہت بُرے اور خوفناک نتیجے۔ یہ کتاب پرماتما اور اُس کے قوانین کے برخلاف سڈیشن کی سپرٹ سے بھری پڑی ہے۔ اور اس لاہوری مچھندر نے اس کتاب میں پرماتما کی حکومت کو جو کہ ازروئے قوانین قائم ہے۔ جڑ سے اُکھاڑنے کی کوشش کی ہے ۔

۲- ایشور اور شری دیوگورو بھگوان کے جدا جدا کام۔ اس سڈیشن بھرے ٹریکٹ میں اس شخص نے یہ کوشش کی ہے اور لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ ایشور سے باغی ہو کر میرے ساتھ مل جاؤ۔ کیونکہ میں ایشور سے اچھا ہوں ۔

۳- بھونچال - ایشور اور دیوی کا کوپ۔ اس بغاوت آمیز ٹریکٹ میں اس شخص نے لوگوں کو یہ کہکر بغاوت کے لئے اکسایا ہے۔ کہ چونکہ ایشور بھونچال بھیج کر تم کو تنگ کرتا ہے۔ پس تم اس سے باغی ہو جاؤ۔ اور میرے ساتھ مل جاؤ ۔

۴- ایشور و شیک متھیا اور مہا کالی کا رک وشواس۔ اس ٹریکٹ میں بھی اس شخص نے پرماتما کے برخلاف سڈیشن پر زور دیا ہے ۔

۵- ایشور و دیوں کا ایک نیا سمپردائے۔ اس ٹریکٹ میں بھی اس شخص نے ایشور و دیوں کو سخت کوسا ہے اور ایشور کے برخلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے ۔

۶- خدا کی ہستی۔ اس ٹریکٹ میں اس کے اشارے سے اس کے ایک شاگرد نے جو اس کی طرح خدا سے باغی ہے۔ اور جس کا نام امر سنگھ ہے۔ اور جو ایک دفعہ ایک عورت کے ساتھ ریل میں "بغاوت" کر رہا تھا۔ برہم سماج کے مشہور پنڈت شوناتھ شاستری کی اس بات چیت کو درج کر کے جو کہ انہوں نے کبھی راولپنڈی میں دیوگورو کے ساتھ کی ہوگی۔ لوگوں کو اس بات کے لئے اکسایا ہے۔ کہ وہ پرماتما سے بغاوت کریں ۔

مذکورہ بالا تحریروں کے علاوہ اس لاہوری مچھندر نے کئی اخبارات محض اسی مطلب کے لئے جاری کر رکھے ہیں۔ کہ اُن کے ذریعہ خدا کے برخلاف بغاوت پھیلائے۔ چنانچہ اُن اخبارات کا تقریباً ہر ایک پرچہ خدا کے برخلاف سڈیشن سے پُر ہوتا ہے۔ علاوہ ان اخبارات اور مذکورہ بالا کتب کے اس نے اور بھی کئی کتابیں مثلاً معجزات

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرامات اور وکیل۔ مجسٹریٹ۔ دکاندار۔ پٹواری کیا کہتے ہیں وغیرہ شائع کی ہیں جن میں اس نے خدا اور خدا کے قوانین کے برخلاف بغاوت پھیلائی ہے۔ پس ان تحریروں کی بنا پر ہمارے پاس کافی ثبوت ہے۔ کہ ہم زیر دفعہ گیارہ (۱۱) باب دوم تعزیرات منو اس پر خدا اور خدا کے قوانین کے برخلاف سڈیشن پھیلانے کا مقدمہ چلائیں۔ اور اس پر فرد جرم لگا کر اس بات کو ثابت کریں۔ کہ یا تو اس شخص کے دماغ میں فتور ہے۔ یا یہ واقعی اس قابل ہے۔ کہ اس کو زیر دفعہ مذکورہ بالا دھرماتما۔ عالم۔ فاضل اور سادھو لوگوں کی سوسائٹی سے خارج کر کے اِندر کے قلمدان میں ہمیشہ کے لئے قید کر کے اس پر شمشیر قلم کا ننگا پہرہ لگا دیا جاوے۔ تاکہ یہ خدا اور خدا کے قوانین اور خدا کی بادشاہت کے برخلاف جو کہ اُن قوانین کی رو سے اپنے بندوں پر قائم ہے۔ آئندہ سڈیشن کا پرچار نہ کر سکے۔ لہذا حکم ہوا۔ کہ مقدمہ زیر دفعہ ۱۱ تعزیرات منو باب دوم اس پر چلایا جاوے۔ اور ملزم مچھندر گوسائیں کل صبح ہی آنریبل جسٹس شبدیال سنگھ جج ہائی کورٹ دیولوک کی عدالت میں پیش کیا جاوے۔

پہلی پیشی

گاڈ (خدا) ورسس مچھندر گوسائیں الیاس دیو گورو بھگوان

چارجڈ انڈر سیکشن (۱۱) تعزیرات منو۔ باب دوم

عدالت۔ کیا یہ کتاب جس کا نام "ایشور کا جھوٹا یقین اور اس کے بہت بُرے اور خوفناک نتیجے" ہے۔ اور جو جیون پریس دیو آشرم لاہور میں سنہ ۱۹۰۶ء میں پہلی مرتبہ چھپی ہے۔ اور جس کی قیمت ۲ر ہے۔ تمہارے ہی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے؟

مچھندر گوسائیں (ملزم)۔ ہاں یہ کتاب میرے ہی ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے چنانچہ اس بات کے ثبوت میں میں علاوہ جیون پتھ کے جیون تت بابت ۳۱۔ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء کا ایک پرچہ پیش کر سکتا ہوں جس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ یہ کتاب میری ہی تصنیف ہے۔

عدالت۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ تمہارے اس بیان سے جو کہ تم اس وقت کورٹ کے سامنے باقرار صالح کر رہے ہو۔ عدالت تمہارے برخلاف فائدہ اٹھانیکی مجاز ہوگی۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجھندر گوسائیں۔ ہاں میں بخوبی جانتا ہوں۔

عدالت۔ کیا تم یہ اقرار کسی قسم کے جبر یا ڈر کے باعث تو نہیں کر رہے؟

ملزم۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ میں بطیب خاطر بلا کسی قسم کے جبر یا ڈر یا لالچ کے کہہ رہا ہوں۔ کہ یہ کتاب میری ہی تصنیف اور میں اس کے لئے ذمہ دار ہوں۔

عدالت۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ ایشور اور ایشور کے قوانین کے برخلاف سڈیشن پھیلانا جرم ہے۔ جس کی پاداش میں ازروئے تعزیرات ہند فی الباب دوم ہر ایک ایسے سڈیشن منگر کو جیسا کہ تم نے اس کتاب میں ایشور اور اس کے قائم کردہ قوانین کے برخلاف سڈیشن کا پرچار کیا ہے۔ عالموں۔ فاضلوں اور نیک آدمیوں کی سوسائٹی سے خارج کر دینے کی سزا تجویز کی گئی ہے۔

ملزم۔ ہمارے شہر میں کئی ایشور رہتے ہیں۔ ہمارے یہاں ایک ایشور نرائن ہے۔ ایک ایشور جگناتھ ہے۔ ایک ایشور کہار ہے۔ ایک ایشور ٹھٹھیرا ہے۔ ان ایشوروں میں سے آپ کی مراد کس ایشور سے ہے۔ کہ جس کے برخلاف آپ مجھے سڈیشن کا ملزم گردانتے ہیں۔

عدالت۔ عدالت تمہیں تمہارے ایسے گستاخانہ اور تمسخرانہ لہجہ پر تنبیہ کرتی ہے۔ اور تم کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ اگر تم اس لہجہ کو ترک نہیں کرو گے۔ تو علاوہ سڈیشن کے جرم کے تم پر کنٹمپٹ آف کورٹ (ہتک عدالت) کا جرم قائم کیا جاویگا۔

ملزم۔ میں عدالت کی اس بامو قع تنبیہ کے لئے بہت مشکور ہوں۔ امید ہے۔ آئندہ ایسی حرکت مجھ سے سرزد نہیں ہوگی۔

عدالت۔ عدالت کی ایشور سے مراد اس ایشور سے ہے۔ جو کہ اس تمام کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ جس کے برخلاف تم نے سڈیشن کا پرچار کیا۔ وہ ایشور ایک ہی ہے۔ کوئی اس کا ثانی نہیں ہے۔

ملزم۔ اچھا تو آپ کی مراد ایشور نامی کسی سچ مچ کے ایشور سے نہیں ہے۔ بلکہ جھوٹ موٹ کے کسی فرضی ایشور سے ہے۔ لیکن دنیا کے پیدا کنندہ کہلانے والے فرضی ایشور بھی تو بہت سے ہیں۔ آپ ان فرضی ایشوروں میں سے کس ایشور کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ میں سڈیشن سے انکاری ہوں۔ میری تمام کارروائی کنسٹی ٹیوشنل ہے۔

عدالت۔ یہی تمہارا سڈیشن ہے۔ کہ تم اس کائنات کے پیدا کنندہ کو فرضی کہتے ہو۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ تم بت سنتے ہو۔ کہ تمہاری یہ کارروائی کیونکر کنسٹی ٹیوشنل ایجی ٹیشن کے نام سے نامزد کی جا سکتی ہے۔ اور یہ سڈیشن کیوں نہیں +

ملزم۔ ہاں میں بتا سکتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اگر دنیا کا پیدا کرنے والا سچ مچ کا کوئی ایشور یا پرش ہوتا۔ تو وہ جن جن کو خود اپنی ذات یا اوروں کے رشتے میں کسی قسم کی تعلیم دیتا رہا ہے۔ وہ سب ایک اور ایک تعلیم ہوتی مگر آپ جانتے ہیں کہ وہ ایک نہیں ہے +

عدالت۔ تم جانتے ہو کہ تم زیر دفعہ گیارہ تعزیرات ہنود باب دوم اس خطرناک ایجی ٹیشن کے ملزم ہو۔ اور از روئے تعزیرات ہنود دفعہ ۱۲ باب دوم اور دفعہ ۱۳ باب دوم تم جانتے ہو۔ کہ ایشور نے اپنے یا اوروں کے رشتے میں جو تعلیم دی ہے وہ ایک نہیں ہے غلط ہے۔ تعزیرات ہنود مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔ کہ شرتی اور سمرتی ایشور کی تعلیم اور سمرتی ارتھات شرتی کے جاننے والے مفتیوں کی شرتی پر مبنی تشریح۔ اور شرتی پر مبنی عالموں کا آچار۔ اور شرتی۔ سمرتی اور آچار پر مبنی پیس آف مائنڈ یا کانشنس کی آواز ان سب میں کوئی بھید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سب کے سب ایک ہی مول ارتھات شرتی یا ایشوری تعلیم پر مبنی ہوتے ہیں۔ جہاں پر سپر درودہ ہو۔ وہاں مول ارتھات شرتی کو اتفاقیہ باتی کو تیاجیہ (قابل ترک) سمجھنا چاہئے کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ شرتی ارتھات ایشوریہ تعلیم میں کہاں پر سپر درودہ ہے جس کی بنا پر تم کو بہت سے ایشوروں کا خیال آیا؟

ملزم۔ ہاں! مثلاً دو ہندوؤں کے کچھ بزرگوں نے ایک ایسا ایشور چاہے۔ کہ وہ ہماری زمین پر کبھی مچھلی کی شکل میں کبھی کچھوے کی شکل میں۔ کبھی سور کی شکل میں اور کبھی آدمی کی شکل میں ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اور آدمیوں کی شکل میں کچھ عرصہ تک زندہ رہ کر۔ کھا پی کر۔ چل پھر کر سو جاگ کر مر گیا ہے +

عدالت۔ کسی ہندو کا ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ کہ ایشور مر گیا ہے۔ تمہارا یہ بیان ہندوؤں پر صریحاً لائبل ہے۔ اجاضرین سے مخاطب ہو کر جن میں کہ کئی کٹر سناتن دھرمی ہندو اور خاص کر سناتن دھرم مہامنڈل کے منتری بھی تھے! کیا تم میں سے کسی کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ایشور مر گیا ہے +

ہندو حاضرین! نہیں حضور۔ ہم میں سے کوئی بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھتا یہ

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس شخص کا محض جھوٹ اور بہتان ہے +

ملزم۔ میرا اس سے یہ مطلب ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک ایشور اوتار دھارن کرتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ کہ "کلکی روپ میں اب وہ پھر جنم لینے والا ہے" +

عدالت۔ یہ امر کہ ایشور اوتار دھارن کرتا ہے شرتی کے برخلاف ہے۔ کیونکہ شرتی میں ایشور کو نس ناڑی کے بندھن سے مبرا اور نراکار بتایا ہے۔ جس کی کوئی مورتی یا پریتما نہیں بنائی جا سکتی۔ پس جیسا کہ اوپر کہا گیا۔ ایشور کا اوتار دھارن کرنا شرتی کے ورودہ ہونے کے کارن مانتیہ نہیں ہے۔ لیکن عدالت تم کو ایک ملزم کی حیثیت میں یہ چانس دیتی ہے۔ کہ تمہارے دعوے پر مزید غور کی جاوے۔ پس تمہارے اس بیان کو اگر سچ بھی مان لیا جاوے۔ کہ ایشور اوتار دھارن کرتا ہے۔ تو بھی یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ ایشور فرضی ہے۔ بلکہ اس سے بھی اس کی ہستی ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص تم سے یہ کہے۔ کہ فلاں موقع پر ایک مصیبت زدہ تھکے ماندے مسافر کو اس کے گھر پہنچانے کے لئے تمہارے باپ نے گھوڑے کا روپ بنا کر اس کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے اس کے گھر پہنچا دیا تھا۔ تو کیا تم اس بنا پر کہ تمہارا باپ گھوڑا بن گیا تھا۔ اپنے باپ کی ہستی سے ہی انکار کر دو گے اور یہ کہ دو گے۔ کہ میرا باپ ہی نہیں ہے +

ملزم۔ نہیں! میں اپنے باپ کی ہستی سے تو انکار نہیں کرونگا۔ ہاں یہ میری اپنی بُدھی پر منحصر ہے۔ کہ میں اس بات کو مانوں یا نہ کہ میرا باپ گھوڑا بنا تھا۔ یا نہیں +

عدالت۔ پس جس طرح تم اپنے باپ کی ہستی سے اس لئے منکر ہونے کے لئے تیار نہیں ہو۔ کہ تم نے لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ گھوڑا بنا تھا۔ اسی طرح تم اسی قسم کے لوگوں کو یہ کہتے سنکر کہ ایشور سوئر بنا تھا۔ یا مچھلی۔ تم ایشور کی ہستی سے کیونکر منکر ہو سکتے اور کیونکر اس کے برخلاف سڈیشن پھیلانے کا حوصلہ کر سکتے ہو +

ملزم۔ بے شک یہ میری بھول تھی۔ کہ میں نے سڈیشن پھیلایا۔ اور اس بات کو جاننے کی کوشش نہ کی۔ کہ آیا ایشور اوتار دھارن کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور آیا اُس کے اوتار دھارن کرنے سے اُس کی نیستی ثابت ہوتی ہے یا ہستی +

عدالت۔ مگر قانون کسی بھول کا بہانہ سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تم نے خود

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھول کر ایسا کیا یا قانون کو جانتے بوجھتے کیا۔ قانون اپنا کورس پورا کریگا۔ پھر تم نے یہ بھی کہا ہے۔ "کہ ایک اور مجمع ہندوؤں کا کہتا ہے۔ کہ آپ نشدوں کے بچنوں کے موافق یہ سارا جگت ہی ایشور ہے۔ اس جگت میں جو کچھ اینٹ۔ پتھر۔ گھاس۔ پھوس۔ پیشاب۔ پاخانہ۔ گوبر۔ مٹی۔ سانپ۔ بچھو۔ پسّو۔ کھٹمل۔ بھیڑیا۔ اور شیر مرد اور عورت کی شکل میں موجود ہے۔ وہ سب ایشور یا برہم روپ ہے۔ کیا تمہاری کتاب زیر بحث کے صفحہ ۵ کی یہ عبارت ہے یا نہیں؟

ملزم۔ بیشک یہ عبارت میری کتاب کے صفحہ ۵ پر درج ہے اور میں اسکے لئے ذمہ وار ہوں +

عدالت۔ تم کو اوپر بتایا گیا ہے۔ کہ شرتی کی تعلیم کے موافق ایشور نراکار ہے۔ شرتی ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ تین چیزیں انادی ہیں۔ ایشور۔ جیو۔ پرکرتی۔ اور یہ تینوں گن۔ کرم۔ سوبھاؤ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔ ایشور جیو نہیں ہے۔ اور جیو ایشور نہیں ہے۔ ایشور پرکرتی نہیں ہے اور پرکرتی ایشور نہیں ہے۔ جیو پرکرتی نہیں ہے اور پرکرتی جیو نہیں ہے۔ ہاں وہ تینوں ایک دوسرے کے انترگت ہیں۔ ایشور جیو میں ہے۔ اور جیو ایشور میں ہے۔ ایشور پرکرتی میں ہے۔ اور پرکرتی ایشور میں ہے۔ آپ نشد یہ ضرور کہتے ہیں۔ کہ ایشور ہر ایک ذرہ ذرہ کے بھیتر موجود ہے۔ لیکن کوئی آپ نشد یہ نہیں کہتا۔ کہ ہر ایک ذرہ ذرہ ہی ایشور ہے۔ اگر کوئی آپ نشد ایسا کہتا ہو۔ تو وہ شرتی کے وردہ ہونے کے کارن مانئیہ نہیں ہے۔ مچھندر گوسائیں! عدالت کو درحقیقت افسوس ہے کہ تمہارے جیسے دل اور دماغ کا آدمی اپنی عمر کے بہترین حصّہ کو بندگان خدا کے لئے مفید کاموں میں صرف کرنے کی بجائے اُن کو خدا کے برخلاف باغی کرنے میں صرف کر رہا ہے۔ مچھندر گوسائیں! عدالت تمہارے عقیدے سے بخوبی واقف ہے تم پہلے اسی خدا کو اپنا باپ کہتے تھے۔ لیکن اب تم اپنے باپ کے برخلاف اس لئے سڈیشن پھیلانے پر تلے ہوئے ہو۔ کہ تم اپنی اندھی بہری ظالم۔ خونخوار۔ لولی۔ لنگڑی ماں نیچر کو اس کی جگہ تخت پر بٹھاؤ۔ مچھندر گوسائیں! کیا تم نے "خدائی بمب" کو جو تمہاری باغی جماعت پر چھوڑا گیا ہے۔ دیکھا ہے؟

مچھندر گوسائیں۔ ہاں دیکھا ہے۔ وہ بہت خوفناک چیز ہے۔ اس نے میری جماعت میں سے بہتوں کو زخمی کر دیا ہے اور میری ماں کی بھی خوب خبر لی ہے +

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت - مچھندر گوسائیں۔ عدالت کو درحقیقت افسوس ہے۔ کہ تمہارے جیسے علم و عقل کا آدمی ایک نراکار۔ سروویاپک۔ دیالو۔ علیم خبیر پرماتما کو چھوڑ کر اینٹ۔ پتھر۔ گارا۔ پھوس۔ پاخانہ پیشاب۔ گوبر۔ مٹی۔ سانپ۔ بچھو۔ پسو۔ کھٹمل۔ بھیڑیا۔ شیر۔ مرد۔ چوہا۔ چوہیا۔ جوتی۔ پولا۔ سواہ۔ کھے۔ غرضیکہ ذرہ ذرہ کو اپنی ماں تسلیم کرتا ہے +

ملزم - میں عدالت کی توجہ اس امر کی طرف کھینچنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ میرا مذہبی عقیدہ ہے۔ اور کہ عدالت کو میرے عقیدے میں دخل نہیں دینا چاہیئے +

عدالت - عدالت کو اس بات کا واقعی افسوس ہے۔ کہ وہ تمہارے مذہبی عقیدہ میں بحالت لاچاری دخل دینے کے لئے مجبور ہے۔ محض اس لئے کہ وہ اس بات کو ثابت کرے کہ جو شخص پاخانہ اور پیشاب تک کو تو اپنی ماں بنانے کے لئے تیار ہے۔ لیکن پرماتما کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہ ایک سڈیشن منکر ہے۔ اور اس کا عقیدہ یا نیشنل کریڈ سوائے سڈیشن کے اور کچھ نہیں ہے۔ بنابریں عدالت اس کے اس خوفناک نیشنل کریڈ میں دخل دینے کی پوری طور پر مجاز ہے +

ملزم - میں عدالت سے اجازت چاہتا ہوں۔ کہ مجھے بھی مذہبی عقاید پر نکتہ چینی کی اجازت دی جاوے

عدالت - اوہ! بہت خوشی سے۔ بلکہ تم نے تو اس مذہبی آزادی کا یہاں تک ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ کہ لوگوں کے عقاید پر حملے کرتے کرتے تم نے خدا پر بھی یورش کر دی۔ تم بڑے شوق سے دوسروں کے مذہبی عقاید پر حملے کرو۔ لیکن اگر تم اُن کے باپ خداوند خدا پر حملہ کرو گے۔ تو عدالت کو اس بات میں تامل ہوگا۔ کہ اپنی باری میں اُن لوگوں کو تمہاری ماں نیچر پر حملہ کرنے سے روکے۔ جیسا کہ "خدائی بمب" میں تم کو بتا دیا گیا ہے +

ملزم - میں اس بات کو ظلم سمجھتا ہوں۔ کہ کوئی شخص جس کے باپ خداوند پر میں حملہ کروں۔ وہ اپنی باری میں میری بوڑھی ماں دھی۔ کبڑی۔ لولی۔ لنگڑی۔ بہری ماں نیچر پر ایسا سخت حملہ کرے۔ جیسا کہ خدائی بمب میں بتایا گیا ہے۔ جس نے کہ بیٹے اور ماں دونوں کی شکل بلادی ہے۔ (عدالت کا کمرہ قہقہہ سے گونج اٹھا) +

عدالت - آرڈر پلیز آرڈر۔ عدالت کو اس بات کا افسوس ہے۔ کہ اگر آرڈر قائم نہیں رکھا۔ دیگا۔ تو عدالت اس بات کے لئے مجبور ہوگی۔ کہ وہ کورٹ کو کلیر کرنیکا حکم دے چار و نا طرف سناٹا چھا گیا۔ مل مچھندر گوسائیں! کہو کیا کہتے ہو +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Harid

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملزم۔ برھمو مقولہ کے موافق اُن کے ایشور نے نیستی سے اس دنیا کی ہستی کر دی ہے۔ اور آریوں کے مقولہ کے موافق اُن کے ایشور نے نیستی سے ہستی نہیں کی۔ بلکہ پہلا جو ناپیدا شدہ مصالح پڑا ہؤا تھا۔ اسی کو لے کر دنیا بنا دی +

عدالت۔ تو پھر تمہارے اس بیان سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایشور نہیں ہے۔ تمہارا یہ بیان کہ نیستی سے ہستی ہوتی ہے یا نہیں اس بات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کہ ایشور نہیں ہے۔ تم پر یہ چارج لگایا گیا ہے۔ کہ تم خدا کے برخلاف سڈیشن پھیلاتے ہو۔ اور کہ تم خدا کو کچھ بھی نہیں سمجھتے ہو۔ اگر سمجھتے ہو۔ تو کیا۔ عدالت بہت خوش ہوگی۔ اگر تم آئندہ اس قسم کی "اِر۔ ریلے۔ ونٹ" باتوں سے اپنے بیان کو پاک رکھو +

ملزم۔ برھمو لوگ کہتے ہیں۔ کہ ان کا ایشور ان سے اب بھی ہم کلام ہوتا ہے۔ مگر آریہ کہتے ہیں۔ کہ آج سے تقریباً دو ارب سال پہلے اس نے صرف چار رشیوں کو بہت سے منتر سکھائے تھے۔ اس کے بعد سے وہ برابر چپ ہے +

عدالت۔ عدالت تم کو بتا چکی ہے۔ کہ تمہارا یہ بیان قطعی "اِر۔ ریلے۔ ونٹ" ہے۔ عدالت کو واقعی افسوس ہوگا۔ کہ وہ تمہاری اس قسم کی غیر متعلقہ کہانی کو سننے سے بچنے کے لئے تمہارے کیس کا فوراً فیصلہ کر دے +

ملزم۔ میں عدالت کی مہربانی کا بہت مشکور ہوں۔ امید ہے۔ میں آئندہ احتیاط سے کام لونگا +

عدالت۔ او تھینک یُو!

ملزم۔ آریوں میں سے کچھ آریہ کہتے ہیں۔ کہ اُن کے ایشور نے مانس کھانا پاپ بتایا ہے۔ اور کچھ کہتے ہیں۔ کہ مانس کھانا جائز بتایا ہے +

عدالت۔ مچھندر گوسائیں۔ عدالت کو واقعی افسوس ہے۔ کہ باوجود وعدہ کرنے کے بھی تم وہی "ار۔ رے۔ لے۔ ونٹ" باتیں کئے جاتے ہو۔ تم اس بات کو ثابت کرو کہ ایشور کے برخلاف جو تم نے سڈیشن پھیلایا ہے۔ کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ قانون کی حد کے اندر آتا ہے یا نہیں +

ملزم۔ (جھنجلا کر اور اپنی انگریزی کی لیاقت دکھانے کے لئے) میں عدالت کی توجہ کو اس امر کی طرف پھیرتا ہوں۔ کہ میرا یہ بیان ہرگز "ار۔ رے۔ وے۔ لینٹ" نہیں ہے۔ میں اس سے یہ ثابت کرونگا۔ کہ جب ایک ہی بات کے بارے میں ایشور کے دو

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جداجدا حکم ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ دو ایشور ہیں۔ ایک کچھ کہتا ہے۔ دوسرا کچھ اور وہ دونوں ہی فرضی ہیں پس میرا بیان بالکل "رے۔ وے۔ لینٹ" ہے۔ صاحب

عدالت۔ (رے۔ وے۔ لینٹ کے لفظ پر مسکرا کر) دیکھو ایشور کا یہ صاف حکم ہے کہ تم کسی کو بھی بلاوجہ دکھ مت پہنچاؤ۔ بلکہ پرانی ماتر کو متر کی درشٹی سے دیکھو پھر تمہارا یہ بیان کہ ایشور گوشت کھانے کی اجازت دیتا ہے۔ کیسے سچ مان لیا جاوے جبکہ گوشت بلا اذیت کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور کسی وجود کو بلاوجہ اذیت دینا پاپ ہے۔ مگر یہاں تو بحث اس بات پر ہے۔ کہ ایشور ہے یا نہیں۔ تم اس پائنٹ کو کیوں چھوڑتے چلے جارہے ہو +

ملزم۔ عیسائی لوگ کہتے ہیں۔ کہ ایشور نے ایک دفعہ اور صرف ایک دفعہ عیسےٰ کی شکل میں اوتار لیا ہے۔ اور اس سے پہلے اور اس کے بعد پھر کبھی نہیں لیا۔ اور کہتے ہیں۔ کہ مسیح کی ماں میں مسیح کا حمل ایشور سے ہی ہوا تھا۔ اور اس میں کسی مرد کا کچھ دخل نہ تھا +

عدالت۔ مچھندر گوسائیں تمہارا یہ بیان بھی قطعی غیر متعلقہ ہے۔ میں تم کو وارن کرتا ہوں۔ کہ اگر تم آئندہ اس قسم کے غیر متعلقہ امورات سے پرہیز نہیں کروگے میں مجبور ہونگا۔ کہ کورٹ کو برخواست کردوں اور تمہارے مقدمہ کی پیشی اس وقت تک قطعی ملتوی کردوں۔ جب تک کہ تم اس قسم کے غیر متعلقہ بیانوں سے بچنے کا پورا وعدہ نہ کرو +

ملزم۔ میں عدالت کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے کافی امید ہے۔ کہ اب میں کوئی غیر متعلقہ بیان نہیں دونگا +

عدالت۔ مے اِٹ بی سو!!

ملزم۔ مسلمان قرآن کی کتاب کو کلام اللہ بتاتے ہیں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ خدا کا کوئی ماں باپ نہیں ہے۔ اور اس نے کبھی کوئی اوتار نہیں لیا۔ اور اس نے کیا اپنے بارے میں کیا انسانوں کے بارے میں جو کچھ کہنا تھا۔ وہ سب اس نے جبرئیل کی معرفت محمد صاحب کے پاس کہ دیا ہے۔ اور وہ کل کلام قرآن میں ہے۔ کہ جس کی ایک نہایت عمدہ جلد ہمیشہ خدا کے پاس رہتی ہے۔ مگر میرزا قادیانی صاحب کہتے ہیں۔ کہ خدا اس زمانہ میں بھی ان کے ساتھ بات چیت کرتا ہے۔۔۔۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عیسائی کہتے ہیں۔ کہ اُن کے ایشور نے .....

عدالت (ملزم کو بیچ میں ہی روک کر) فائی مائی لارڈ! وہٹ اے مین ہی از!! مچھندر گوسائیں! عدالت مجبور ہے۔ کہ وہ تمہارے اس "اِر۔ رے۔ لے۔ ونٹ" بیان کو بند کر دے۔ تم کو ایک چانس اور دیا جاتا ہے۔ کہ اگر تم اگلی پیشی میں اپنے آپ کو سڈیشن کے چارج سے بری ثابت کرنے کی کوشش کرنا چاہو۔ تو کر لو۔ لیکن اگر تم نے اگلی پیشی میں بھی عدالت کے وقت کو اسی قسم کے غیر متعلقہ بیانات میں ضائع کرنے کی کوشش کی۔ تو عدالت اس بات کے لئے مجبور ہو جائیگی۔ کہ وہ تمہارے بیان کو قطعی بند کر دے اور ایڈووکیٹ جنرل کو اپنی آخری سپیچ دینے کا موقع دے کر وہ تمہارے مقدمہ کا دوسری ہی پیشی میں فیصلہ کر دے گی"۔

عدالت برخواست ہونے سے پیشتر ملزم کو ضمانت پر رہا کرنے کی درخواست کی گئی۔ مگر عدالت نے اس بنا پر درخواست ضمانت نامنظور کی۔ کہ مقدمہ سڈیشن کا ہے اور جرم سنگین ہے۔ لہذا ضمانت نامنظور۔ تا اجلاس ثانی ملزم کو دوات میں بند رکھا جاوے۔ اور اس پر ننگی قلم کا پہرہ لگایا جاوے۔

دوسری پیشی

گاڈ (خدا) ورسس مچھندر گوسائیں الیاس دیو گورو بھگوان

چارچڈ انڈر سیکشن (۱۱) تعزیرات منو باب دوم

عدالت۔ مچھندر گوسائیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ تم نے اس دنیا کے مالک واحد خدا یا پرمیشور کو کلپت یا فرضی بتا کر اس کے اور اُس کی سلطنت کے برخلاف جو کہ از روے قوانین اُس کے بندوں پر قائم ہے۔ سڈیشن پھیلانے اور لوگوں کو اس کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کرنے کی جرأت کیوں کی؟

مچھندر گوسائیں (ملزم) (جو کہ پچھلی پیشی میں جھاڑ کھا کر آج خوب تیار ہو کر آیا ہے) ہاں مائی لارڈ! میں بتا سکتا ہوں۔ کہ میں نے جو کارروائی کی ہے۔ وہ سڈیشن نہیں ہے۔ بلکہ کنسٹی ٹیوشنل ہے۔ اور کہ وہ بالکل مبنی بر حق اور انصاف ہے۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت ۔ اچھا تو پھر تم اپنی کلپنا اور اس کلپنا کے ذریعہ جو تم نے ندا کے برخلاف سڈیشن پھیلایا ہے۔ اس کا بیان دو؟

ملزم ۔ سنسکرت یا ہندی میں جس کو کلپنا کرنا کہتے ہیں۔ اس کو اردو میں فرض کرنا یا خیال باندھنا کہتے ہیں۔ آدمی میں جو کلپنا شکتی موجود ہے۔ اس کے ذریعہ وہ سینکڑوں ایسی چیزوں کی کلپنا کر سکتا ہے۔ اور کرتا ہے۔ کہ جو درحقیقت اپنا کوئی وجود نہیں رکھتیں۔ مثلاً میرا بیاہ نہیں ہوا۔ اور میری کوئی بیوی موجود نہیں ہے (مجھندر گوسائیں کے اس بیان پر کورٹ میں ایک کھلبلی سی پڑ گئی اور چاروں طرف کھسر پھسر ہونے لگی۔ کوئی کہتا یہ شخص کیسا جھوٹا ہے۔ اس کے تین بیاہ ہو چکے ہیں۔ اور ایک بیوی ابھی تک زندہ ہے۔ پھر کہتا ہے۔ کہ میرا بیاہ نہیں ہوا۔ اور میری بیوی موجود نہیں ہے۔ کوئی کہتا۔ نہیں صاحب! یہ ابھی تک کنوارا ہی ہے۔ کوئی کہتا۔ ارے کہاں کنوارا ہے۔ تو اس کے نصف درجن بچے کہاں سے آ گئے۔ اس تمام گڑبڑ کو سن کر عدالت کو آرڈر کا حکم دینا پڑا) ۔

عدالت ۔ آرڈر پلیز! (سب خاموش ہو گئے) ۔

مجھندر گوسائیں ۔ (پھر سے اپنے بیان کو شروع کرتا ہے) مثلاً میرا بیاہ نہیں ہوا۔ اور میری کوئی بیوی موجود نہیں ہے۔ مگر میں بیٹھا بیٹھا یہ کلپنا کر سکتا ہوں۔ کہ میری شادی ہو گئی ہے۔ میری بیوی اٹھارہ برس کی ہے۔ میرے قد سے ذرا چھوٹی ہے۔ اس کی رنگت گوری ہے۔ اس کے سر کے بال کمر کے نیچے تک لٹکتے ہیں۔ اس کا چہرہ بہت خوبصورت ہے۔ پیشانی آنکھیں ناک (حاضرین میں سے ایک! یار یہ تو رینالڈ معلوم ہوتا ہے۔ کیسی ناول بیانی کر رہا ہے۔ دوسرا! چپ چپ ذرا سنتے جاؤ) کان ہونٹ وغیرہ اپنی اپنی جگہ پر بہت سڈول شکل رکھتے ہیں۔ اس کی چتون بہت بھولی بھالی ہے (حاضرین میں سے ایک! تبھی تو تم اس کی چتون سے گھائل ہوئے۔ دوسرا۔ ابے یار تو بھی بڑا گھن چکر ہے۔ خواہ مخواہ ٹھونگا مار دیتا ہے۔ ذرا چپ بھی رہ) طبیعت بہت نیک ہے۔ وہ گھر کا کام بہت اچھا جانتی ہے۔ میرے لئے اس کے دل میں بہت محبت ہے۔ وغیرہ وغیرہ یہ خیالی یا وہمی یا فرضی یا کلپت تصویر بنانا ہے۔ (حاضرین میں سے ایک نٹ کھٹ چپکے سے۔ اگر تو نے یہ تمام پاٹھ نہ پڑھے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوئے ہوتے۔ تو تو ایسی تصویر کبھی بھی نہ بنا سکتا) یہ تصویر بہت دلفریب ہو سکتی ہے لیکن دلفریب ہو کر بھی وہ سچ نہیں ہو سکتی۔ (حاضرین میں سے ایک منطقی! اچھی! کیسا کوڑ مغز ہے) ایسی بیوی کی خیالی تصویر پر یقین جما کے میں دل دل میں کچھ دیر کے لئے فرضی خوشی حاصل کر سکتا ہوں۔ لیکن بھوک کے وقت میں ایسی فرضی بیوی کے ہاتھ کا پکا ہؤا کھانا نہیں کھا سکتا۔ اگر میں اپنے باہر کے کام کاج سے تھک کر واپس آنے کے بعد یہ چاہوں۔ کہ میری بیوی گرمی کے موسم میں مجھے ایک گلاس شربت بنا کر پلائے اور میرے پاس بیٹھکر پنکھا جھلے۔ تو میری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی میری حسین مگر خیالی بیوی نہ تو مجھے پیاس کے وقت ایک گلاس پانی لا کر دیگی۔ اور نہ میرے پاس بیٹھکر مجھ پر پنکھا جھلیگی۔ میں ایسی خیالی بیوی کو رکھکر بھی بھوکے کا بھوکا اور پیاسے کا پیاسا رہونگا۔ میرا گھر میلا ہوگا۔ لیکن میری خیالی بیوی کبھی اس میں جھاڑو نہ دیگی۔ میری چیزیں ادھر ادھر بکھری پڑی ہوئی ہونگی۔ مگر میری یہ کلپت پتنی کبھی اُنہیں اُٹھا کر اور سنبھال کر ترتیب میں نہ رکھیگی۔ میں اولاد چاہ سکتا ہوں اور یہ خواہش کر سکتا ہوں۔ کہ میں ایک چھوٹے سے بچے کو گود میں لیکر کھلاؤں۔ اور اُسے پیار کروں۔ اسے ہنساؤں اور خود بھی ہنسوں (اس بات کو سن کر ناظرین خوب ہنسے) مگر میری خیالی بیوی میرے لئے کوئی ایسا بچہ نہ جنیگی۔ غرضیکہ میری اور میرے گرہست کی کوئی ضرورت پوری نہ ہوگی۔ میرا فرضی گرہست فرضی گرہست ہی رہیگا۔ سچ مچ کا نہ ہوگا۔ (وہی منطقی چپکے سے۔ لیکن اب تو تمہارے ہاتھ سچ مچ کی لگ گئی۔ اور تمہارا گرہست فرضی نہ رہا۔) میں ایسا خیالی کنبہ بنانے سے پہلے جیسا کچھ تھا۔ اور بنا سچی بیوی کے گرہست کی جن جن ضرورتوں سے محروم تھا۔ ویسا ہی محروم رہونگا۔ اب آپ غور سے سوچئے۔ کہ اس قسم کی خیالی تصویریں باندھکر اگر لوگوں کے گھر بس سکتے ہوتے اور لوگ کنبے دار بن سکتے ہوتے۔ تو کیسی آسانی سے سارا کام ہو جاتا۔ چار پانچ منٹ کے خیال باندھنے اور تصوّر کرنے سے گرہست کا سارا مقصد پورا ہو جاتا نہ ہینگ لگتی نہ پھٹکڑی۔ رنگ چوکھا آجاتا۔ اب آپ سمجھے۔ کہ کلپنا شکتی کیا ہوتی ہے۔ اور کسی چیز کا جھوٹھ موٹھ فرضی یا خیالی یقین کرنے سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ..... آپ جس کو ایشو یا خدا یا گاڈ کہتے ہیں۔ اور آپ کے سوا اور ہزاروں لوگ جن کو گنیش۔

Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھیروں - درگا - کالی - سرسوتی اور سیتلا وغیرہ دیوتے اور دیویاں کہتے ہیں - وہ سب میری کلپت بیوی کی طرح کلپت دیوتے اور دیویاں ہیں (صفحہ ۹-۱۰-۱۱ - کتاب مذکور)

عدالت - وَل مچھندر گوسائیں! عدالت تمہارے بیان کو سن کر بہت خوش ہوئی ہے - تم اپنے کاز کا پلیڈ کرنا بہت اچھا جانتے ہو - شاباش +

ملزم - (جس کی مارے خوشی کے باچھیں کھل رہی ہیں - اور جو یہ سمجھ رہا ہے کہ بس مقدمہ مار لیا) مائی لارڈ! بھلا کیا کسی کلپنا کو چور چور کرنے کے لئے بھی زیادہ محنت درکار ہؤا کرتی ہے - ہرگز نہیں +

عدالت - وَل مچھندر گوسائیں - عدالت بہت خوش ہوگی اگر تم اس کے سوالات کا ویسی ہی تفصیل کے ساتھ جواب دوگے جیسا کہ تم نے اپنا اوپر کا بیان دیا ہے +

ملزم - (مارے خوشی کے اچھل کر) یس! بائی آل مینز - مائی لارڈ +

عدالت - تمہاری عمر کتنی ہے +

ملزم - میری عمر ساٹھ برس کے لگ بھگ ہے +

عدالت - کیا تمہارے ہاں کوئی لڑکا بالا بھی ہے +

ملزم - ہاں مائی لارڈ! چار لڑکے اور ایک لڑکی تو اس وقت زندہ موجود ہیں - پانچ سات بچپن میں مر چکے ہیں - اور دو تین قبل از پیدائش ہی مر گئے +

عدالت - عدالت کو اس بات کے جاننے کی ضرورت نہیں - کہ کتنے مرے اور کیسے مرے - عدالت تم کو آگاہ کر چکی ہے - کہ کوئی غیر متعلقہ بیان مت دو +

ملزم - مائی لارڈ - میں نے اپنے مُردہ بچوں کی تعداد محض اس لئے بتا دی تھی - کہ آپ کو دوبارہ سوال نہ کرنا پڑے +

عدالت - لیکن یہ تمہاری غلطی تھی +

ملزم - ہاں غلطی تو تھی - مگر سیف سائڈ کی غلطی تھی (اس پر تمام عدالت کا کمرہ قہقہہ سے گونج اُٹھا - یہاں تک کہ عدالت بھی مسکرانے سے نہ رہ سکی - ایک انگریزی خواں بیچ میں سے ہی ٹرا اُٹھا - نو - نو - بٹ اے رونگ اِن - دا - رائٹ - ڈائرکشن +

عدالت - آرڈر پلیز آرڈر - سناٹا چھا گیا - وَل مچھندر گوسائیں - تمہاری یہ اولاد تمہاری [illegible] بیوی سے ہوئی ہے - یا کئی بیویوں سے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملزم۔ مائی لارڈ۔ میری یہ اولاد ایک بیوی سے نہیں بلکہ دو تین بیویوں سے ہوئی ہے +

عدالت۔ تو اس کا یہ مطلب سمجھنا چاہیئے۔ کہ تمہاری شادی ایک بار نہیں بلکہ کئی بار ہوئی ہے۔ اور کہ تم ایک نہیں بلکہ تین تک بیویاں کر چکے ہو۔ کیوں گوسائیں جی! ایسا ٹھیک ہے نہ +

ملزم۔ یس۔ مائی لارڈ۔ اِٹ اِز کوائٹ سو +

عدالت۔ ان بیویوں نے تمہیں ٹھنڈے پانی کا گلاس بھی پلایا ہوگا۔ اور تمہیں کئی بار پنکھا بھی کیا ہوگا۔ تمہارے گھر کی چیزوں کو درست بھی کیا ہوگا۔ تم نے ان بیویوں سے پیدا شدہ بچوں کو کھلایا بھی ہوگا۔ وہ بچے مسکراتے بھی ہونگے اُن کی مسکراہٹ کو دیکھ کر تم بھی خوب ہنستے ہوگے۔ اور تمہارا گھر ایک سچ مچ کا گھر ہوگا +

ملزم۔ ہاں مائی لارڈ یہ سب سچ ہے۔ سب کچھ ایسا ہی ہؤا تھا۔ بلکہ اب تک بھی ایسا ہی ہے +

عدالت۔ وَل گوسائیں جی۔ اگر کوئی شخص تم سے آکر یہ کہے۔ کہ تمہاری اولاد کا کوئی وجود نہیں۔ وہ محض کلپت ہے۔ تمہاری بیوی بھی کلپت ہے۔ اس نے جو تم کو پانی کا گلاس دیا۔ وہ بھی کلپت تھا۔ اُس نے جو تمہیں پنکھا کیا۔ وہ بھی کلپت تھا۔ اُس نے جو تمہارے گھر کو آراستہ کیا۔ وہ کلپت تھا۔ اور کہ تمہارا گھر بار سب کلپت ہے۔ تم نے جو ایسے گھر میں رہ کر اپنی بیوی سے میٹھی میٹھی باتیں کیں۔ وہ بھی کلپت تھیں۔ تم نے اُس کا یا اُس نے تمہارا جو کبھی پیار سے بوسہ لیا۔ وہ بھی کلپت تھا یا اسی قسم کے تمہارے تمام تعلقات جو کہ تم اپنی بیوی سے رکھتے تھے۔ وہ سب کلپت تھے۔ یہاں تک کہ تم خود بھی کلپت ہو۔ تو ایسا کہنے والے شخص کو تم کیا کہو گے؟

ملزم۔ میں ایسا کہنے والے شخص کو کہونگا۔ کہ تو (زور سے زمین پر پاؤں مار کر) جھوٹا ہے۔ شریر ہے۔ بکواسی ہے۔ بلکہ (عدالت کو مکّہ دکھا کر) ایسے نالائق شخص کو جو میری بیوی کو اور میری اولاد کو اور میری بیوی کے ساتھ جو میرا میٹھا رشتہ ہے۔ اس کو کلپت کہے ایسے شخص کو میں (ونس بکس پر زور سے مکّہ مار کر) اس طرح مکّوں سے سیدھا کر دونگا

عدالت۔ (ملزم کے جوش کو دیکھ کر) وَل مچھندر گوسائیں! جس ڈاک میں تم اس وقت بحیثیت ایک ملزم کے کھڑے ہو۔ وہ سرکاری پراپرٹی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ

CC-0. Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تم اپنے "رائی ٹیس انڈگ نیشن" کے اظہار کے لئے اُس شخص کی بجائے اس ڈاک کو اپنے مُکّوں کا شکار بنا کر گورنمنٹ کو مالی نقصان پہنچانا پسند نہیں کروگے (عدالت کا کمرہ ایک دفعہ پھر قہقہہ سے گونج اُٹھا) +

ملزم۔ میں عدالت کی اس باموقع تنبیہ کے لئے بہت مشکور ہوں +

عدالت۔ وَل مسٹر گوسائیں! بھلا اگر کبھی خود تمہارے دل میں ہی یہ خیال آوے کہ تمہاری اولاد بھی کلپت تھی تمہاری بیوی بھی کلپت تھی اور کہ تمہارا گھر جس میں کہ تم اپنی بیوی کے ساتھ رہتے میٹھی میٹھی باتیں کیا کرتے تھے وہ بھی کلپت تھا تو تم اپنے آپکو کیا کہوگے +

ملزم۔ ایم۔ آئی۔ سچ۔ اے۔ ڈیم۔ فول۔ ہُو۔ کین۔ ایور۔ تھنک۔ سو؟

عدالت۔ مگر فرض کرو۔ کہ کبھی تمہارے دل میں ایسا خیال آوے تو؟

ملزم۔ میں کیسے فرض کرلوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ میں ایسا فرض بھی نہیں کرسکتا

عدالت۔ بٹ فور آرگیومنٹ سیک؟

ملزم۔ بٹ۔ فور۔ آرگیومنٹ۔ سیک۔ آئی۔ شیل۔ بی۔ اَین۔ انڈین۔ ربر۔ ایجیئٹ۔ ہُو۔ وُڈ۔ ایور۔ تھنک۔ سو +

(حاضرین میں سے ایک آواز! ہم اس انگریزی کا مطلب نہیں سمجھے۔ عدالت کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اگر عدالت ملزم کو اجازت دے۔ کہ وہ اس کا اردو میں مطلب ادا کردے) +

عدالت۔ آرڈر پلیز۔ عدالت ملزم کو ایسا کوئی بیہودہ حکم نہیں دے سکتی۔ یہ تماشا نہیں ہے۔ یہ سڈیشن کا معاملہ ہے۔ ملزم ایک مقتدر اور ذی عزت طبقہ میں سے ہے۔ عدالت کسی ایسی درخواست کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جس میں ملزم کی بلاوجہ آبروریزی مدنظر رکھی جانے کے لئے عدالت کے پاس کافی وجہ ہو +

ملزم۔ مائی لارڈ۔ غصہ اور جوش کی وجہ سے میرے ہونٹ سخت خشک ہورہے ہیں۔ میں عدالت کا بہت مشکور ہونگا۔ اگر عدالت ایک گلاس ٹھنڈے پانی کے لئے آرڈر کردے۔ (پانی لایا گیا۔ اور ملزم نے پیا) +

عدالت۔ وَل مچھندر گوسائیں! کیا تم نے خدائی بمب کو دیکھا ہے؟

ملزم۔ مائی لارڈ۔ دیکھا ہے +

عدالت۔ اس میں جو یہ لکھا ہے۔ کہ "کبھی تم پرماتما کی گود میں لیٹا کرتے تھے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے درشن کیا کرتے تھے۔ بات چیت کیا کرتے تھے۔ بات چیت کے علاوہ پرماتما سے وصل بھی کیا کرتے تھے۔ پرماتما تمہارے مُنہ کو چوما کرتا تھا۔ اور تمہارے منہ کو چوم کر کہہ دیا کرتا تھا۔ کہ اچھا اب ذرا کھیلو" کیا اس مطلب کی جو اس میں تحریر درج ہے۔ وہ تمہاری ہی ہے +

ملزم۔ ہاں مائی لارڈ۔ وہ میری ہی ہے +

عدالت۔ کیا اگر اس وقت کوئی تم سے یہ کہتا۔ کہ تمہارا ایشور جو تم سے بات چیت کرتا ہے۔ وہ محض کلپت ہے۔ اس کی بات چیت بھی کلپت ہے۔ وہ جو تمہارے منہ کو چومتا ہے۔ وہ بھی محض کلپت ہے۔ کیا تم اس شخص کے ایسے بیان کو سنکر اس وقت ایسے ہی پاک جوش اور پاک غصہ سے بھر کر مکّہ مارنے دوڑتے۔ جیسا کہ تم نے اس وقت عدالت کے سامنے ایسے شخص کو مکّہ سے پیٹنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ جو کہ تمہاری بیوی کو کلپت کہے ؟

ملزم۔ ہاں مائی لارڈ۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ آخر بیوی تو بیوی ہے۔ اس پرمیشور کو تو میں اپنا باپ۔ اپنی بیوی کا باپ۔ اپنے بچوں کا باپ کہتا۔ لکھتا اور سمجھتا تھا۔ عدالت خیال کر سکتی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ایسے شخص کو یہ کہے۔ کہ جس کو تو اپنا باپ کہتا ہے۔ وہ تیرا باپ نہیں ہے۔ تو اُس کو کتنا جوش آسکتا ہے۔ کیونکہ غالباً کوئی شخص بھی اپنے باپ کو کلپت کہلوا کر "ولد الزنا" بننا گوارا نہیں کریگا +

عدالت۔ تم اس وقت ایسے شخص کے حق میں کیا رائے قائم کرتے ؟

ملزم۔ میں اُس کو کہتا۔ تو پاپی ہے۔ دنیا پرست ہے۔ احمق ہے۔ پشاچ ہے۔ بے ایمان ہے۔ اور دیوت سے باغی اور یاغی روح ہے۔ ایک ماتر تو پاک جوش سے بھرکر گدھا ہے۔ جو میرے باپ پرم دیو پرمیشور کو نہیں جانتا نہیں پہچانتا بلکہ اس کو کلپت کہتا ہے (سخت غصے میں آکر) داؤ۔ ڈیز روسٹ۔ ٹو۔ بی ہینگڈ۔ لائک۔ این۔ انڈین۔ کر +

عدالت۔ بھلا اگر کبھی تمہارے اپنے اندر ہی ایسا خیال آتا ؟

ملزم۔ (جو اپنے اوپر کے بیان کو مدنظر رکھکر لیپٹ میں آگیا ہے) بھلا میں ایسا کیسے خیال کر سکتا تھا۔ کہ جو ایشور میرے ساتھ بات چیت کرتا۔ میرا منہ چومتا ہے۔ وہ کلپت ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تھا +

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Digitized by eGangotri

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت۔ بٹ فور آر گیومنٹ سیک؟

ملزم۔ (پہلے کی طرح جوش میں آکر) بٹ فور آر گیومنٹ سیک آئی وڈ ہو بین این انڈین ریر ایجیئٹ ہُو وڈ ہَو ایور ٹھاٹ سو ٭

عدالت۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ تم پر جو یہ مقدمہ چلایا گیا ہے۔ تو کیوں؟

ملزم۔ (خاموش۔ چپ۔ سرنگوں۔ پسینہ سے تر) ٭

عدالت۔ تم جس خدا کو اپنا باپ کہتے تھے۔ جس کے ساتھ تم بات چیت کیا کرتے تھے۔ جس سے تم اپنا مُنہ چوموایا کرتے تھے۔ جس کا دیدار حاصل کر کے تم آنند پایا کرتے تھے۔ آج تم اُسی کو کلپت یا فرضی کہکر اس کے برخلاف سڈیشن پھیلا رہے ہو۔ اور لوگوں کو اس سے باغی کر رہے ہو۔ حالانکہ جس بیوی کی تم نے مثال دی ہے جیسے وہ کلپت نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے مستحق ہونے پر تمہارے پاس آگئی۔ ویسے ہی وہ ایشور بھی جو کہ ہر ایک مستحق کو دیدار دیتا ہے۔ کلپت نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے اس قسم کے باغیانہ رویہ کا کیا جواب ہے؟

ملزم۔ (سرنگوں ہے۔ کوئی جواب نہیں دیتا۔ بلکہ دل ہی دل میں کہ رہا ہے۔ وہٹ اے فول۔ ہیو آئی بین۔ آئی۔ ڈُو۔ ڈیزرو۔ ٹو۔ بی ہینگڈ۔ لائک۔ این۔ انڈین۔ کر۔) ٭

عدالت۔ کیا تم ایسے خطرناک سڈیشن کے لئے جو کہ تم نے اپنے باپ کے برخلاف پھیلایا۔ کوئی ایسا معقول جواب رکھتے ہو۔ جس سے تم عدالت کو یقین دلا سکو۔ کہ تمہاری یہ کارروائی کنسٹی ٹیوشنل تھی ٭

ملزم۔ (پسینہ سے تر بتر ہے۔ کوئی جواب نہیں دیتا۔ بلکہ دل ہی دل میں کہ رہا ہے "ہینگ۔ می۔ ان۔ دی پبلک۔ فور۔ دَیٹ۔ اِز۔ دی۔ اونلی۔ پنشمنٹ۔ آئی۔ ڈیزرو) ٭

عدالت مچھندر گوسائیں تم عدالت کا وقت ضائع مت کرو اگر کچھ کہنا چاہتے ہو۔ تو کہ لو ٭

ملزم۔ (پھر بھی کچھ نہیں بولتا۔ بلکہ دل ہی دل میں شرمسار ہو کر کہ رہا ہے۔ شیم فور۔ می۔ ہُو۔ ایم۔ سچ۔ اے۔ مورل۔ رَچ۔) ٭

عدالت نے آخر کار مچھندر گوسائیں کو قطعی خاموش دیکھ کر اور وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے اجلاس برخاست کیا۔ مچھندر گوسائیں کو حسب معمول دوات میں قید کر کے اس پر ننگی قلم کا ڈبل پہرہ لگا دیا گیا ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیسری پیشی

گاڈ (خدا) ورسس مچھندر گوسائیں الیاس دیوگورو بھگوان

چارجڈ انڈر سیکشن (۱۱) تعزیرات منو باب دوم

عدالت۔ وَل مچھندر گوسائیں! عدالت تم کو آج پھر چانس دیتی ہے۔ کہ اگر تم خدا کے برخلاف سڈیشن پھیلانے کے جرم میں کوئی ڈیفنس دینا چاہتے ہو۔ تو دے لو +

ملزم۔ (جو کہ اپنی گزشتہ شکست کا داغ دھونے کے لئے آج خوب تیار ہو کر آیا ہے) میں عدالت کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ ایشور ایک کلپت وجود ہے۔ اور کہ میں نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ قانون کی حد کے اندر آتا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ انسان نے سچ مچ کے انسان یا حیوان کو دیکھ کر ہی ایشور کی کلپنا کی ہے۔ ورنہ وہ سوائے کلپنا کے اور کچھ بھی نہیں ہے +

عدالت۔ تو گویا تمہارے نزدیک ایشور مثل ایک انسان یا حیوان کے ہے۔ جس کو کہ محض انسان نے گھڑا ہے۔ اگر تمہارے اس خیال کو جو کہ سڈیشن پر مبنی ہے۔ درست بھی تسلیم کر لیا جاوے۔ تو بھی ایشور کلپت نہیں رہتا۔ کیونکہ جیسے انسان اور حیوان کا وجود سچ ہے۔ ویسے ہی اُن کے بارے میں جو تصوّر کیا گیا ہے۔ وہ بھی سچ ہے۔ کیونکہ تصویر اُسی کی کھچ سکتی ہے۔ جو کہ تصور میں آ سکتا ہو۔ تصوّر کے بغیر تصویر ناممکن ہے بلا تمیز اس کے کہ تصوّر اپنی ڈگری کے لحاظ سے کیسا ہے۔ لیکن یہاں تو سوال ایشور کا ہے۔ نہ کہ حیوان کا۔ جو کہ انسان کے دماغ کی اختراع یا کسی انسان یا حیوان کو دیکھ کر نہیں گھڑا گیا۔ بلکہ وہ ازلی۔ ابدی۔ اجر۔ امر ہے +

ملزم۔ میں اپنے بیان کو بڑے زور سے دُہراتا ہوں کہ ایشور سچ مچ کے انسانوں یا حیوانوں کو دیکھ کر ہی گھڑا گیا ہے۔ اور کہ وہ انسان کے اپنے دماغ کی گھڑنت ہے۔ نہ کہ ازلی۔ ابدی +

عدالت۔ تمہارا بیان سراسر سڈیشن اور بغاوت ہے۔ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر تم بتاؤ۔ کہ وہ کونسا انسان یا حیوان ہے۔ جس کو دیکھ کر ایشور گھڑا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ ایشور نہ پیدا ہوتا ہے۔ نہ مرتا ہے۔ کیا تم دنیا میں کوئی ایسا انسان یا حیوان بتا سکتے ہو۔ جو تمہارے نزدیک نہ پیدا ہوتا ہو۔ نہ مرتا ہو۔ جس کو دیکھ کر انسان نے

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمہارے خیال میں ایک نہ پیدا ہونے والے اور نہ مرنے والے ایشور کی کلپنا کی ہو ہم کہتے ہیں۔ کہ ایشور نراکار ہے۔ کیا تم دنیا میں کوئی نراکار انسان یا حیوان بتا سکتے ہو کہ جس کو دیکھ کر انسان نے نراکار ایشور کی کلپنا کی ہو۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ ایشور نہ کھاتا ہے۔ نہ پیتا ہے۔ کیا تم دنیا میں کوئی انسان یا حیوان بتا سکتے ہو۔ کہ جو نہ کھاتا ہو نہ پیتا ہو۔ کہ جس کو دیکھ کر انسان نے ایک نہ کھانے اور نہ پینے والے ایشور کی کلپنا کی ہو۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ ایشور سروویاپک ہے۔ کیا تم دنیا میں کوئی سروویاپک انسان یا حیوان بتا سکتے ہو۔ کہ جس کو دیکھ کر انسان نے ایک سروویاپک ایشور کی کلپنا کی ہو۔ تم جانتے ہو۔ کہ اگر تمہاری تصویر اتاری جاوے۔ تو اس میں تمہارے خط وخال موجود ہونگے۔ کیونکہ وہ تمہارے تصوّر کو لے کر ہے۔ اگر اس میں تمہارا کوئی بھی خط وخال نہ ہو۔ بلکہ وہ تم سے بالکل ہی علیحدہ تصویر ہو۔ تو وہ تمہاری تصویر نہ ہی کہلائیگی۔ بلکہ وہ ایسے ہی شخص کی تصویر ہوگی۔ جس کے خط وخال اس تصویر میں ہیں۔ اسی طرح پرماتما کے جو اوصاف بیان کئے جاتے ہیں۔ یا اوپر کئے گئے۔ یا تمہارے ہی الفاظ میں پرماتما کی جو تصویر اوپر کھینچی گئی۔ تم جانتے ہو۔ کہ وہ تمہارے پیش کردہ کسی بھی انسان یا حیوان سے نہیں ملتی۔ پس جب یہ تصویر کسی بھی انسان یا حیوان سے نہیں ملتی تو تمہارا یہ کہنا کہ انسان نے پرماتما یا پرمیشور کی جو تصویر بنائی یا کلپنا کی ہے۔ وہ کسی سچ مچ کے انسان یا حیوان کو دیکھ اور جان کر کی ہے۔ ایک سڈیشن ہے۔ بغاوت ہے۔ جرم ہے۔ جس کی پاداش میں تم اس وقت زیر دفعہ (۱۱۱) تعزیرات منو باب دوم ملزم گردانے گئے ہو۔ پس یا تو تم کوئی ایسا سچ مچ کا انسان یا حیوان عدالت میں لاکر پیش کرو۔ جو کہ اُن اوصاف سے متصف ہو۔ جو کہ پرماتما میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور جس کو لے کر تمہارے خیال میں پرماتما کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ تاکہ تمہارے خیالات کو قانون کی حد کے اندر سمجھے جانے کے لئے عدالت کو سوچنے کا موقع مل سکے۔ یا پھر تم بتاؤ۔ کہ تم پرماتما کی موجودگی میں اس کی ذات کے برخلاف اس قسم کا خطرناک سڈیشن پھیلانے کی کیا وجہ رکھتے ہو؟

ملزم۔ (جو کہ عدالت کے چیلنج کو سن کر اور اپنی دلیل کی بوسیدگی کو دیکھکر ہوش وحواس خطا کر بیٹھا ہے) میں قدرے علیل ہوں مجھے قضاء حاجت کے لئے چند منٹوں کی اجازت دیجاوے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, H

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت۔ ہاں بڑے شوق سے جائیے +

ملزم۔ (ننگے جھاڑو کی حراست میں ٹٹی جاتا ہے۔ اور وہاں بیت الخلا میں متھا پکڑ کر سوچتا ہے۔ کہ میں کس آفت میں پھنس گیا۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ میں نے ایوولیوشن آف گاڈ نامی کتاب کو پڑھ کر جو دلیل پرماتما کے فرضی ہونے کے بارے میں دی ہے وہ قطعی لاجواب ہے۔ لیکن اب میں اس قسم کا سچ مچ کا انسان یا حیوان کہاں سے لاکر دکھاؤں کہ جس کو دیکھ کر انسان نے ایشور کی کلپنا کی ہو۔ اے کاش۔ اس بیت الخلا میں بیٹھے بیٹھے ہی میرا دم نکل جائے۔ تو اچھا ہے تاکہ میں زیادہ ذلت سے بچ سکوں۔ پھر وہ سوچتا ہے۔ کہ اچھا ایک دفعہ عدالت میں فائٹ تو کرنا چاہئے۔ شاید کسی جگہ تانکن اڑ جائے۔ سوچتے سوچتے اس کو یہ سوجھی۔ کہ کیوں نہ میں پرماتما کی ان صفات کو ہی جو کہ عدالت نے بیان کی ہیں۔ کلپت ثابت کردوں۔ اگر یہ صفات کلپت ثابت ہوجائیں۔ تو پھر ایشور خود ہی کلپت ثابت ہوجائیگا۔ اس خیال کے آتے ہی اس کی گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے۔ اور وہ جھٹ پٹ ٹٹی سے نکل آتا ہے۔ اور ننگے جھاڑو کی حراست میں عدالت میں لایا جاتا ہے اور آتے کے ساتھ ہی عدالت سے سوال کرتا ہے) آپ اپنے پرمیشور کے بارے میں کس قسم کا یقین رکھتے ہیں؟

عدالت (ملزم کی غیر حاضری میں عدالت نے کونسل فور پروسیکیوشن کو حکم دے دیا تھا۔ کہ جب ملزم واپس آئے۔ تو اس کے سامنے اس چارج شیٹ کو پیش کیا جاوے۔ کہ جو اس کے سٹاٹیشن پھیلانے اور سادہ لوح اصحاب کو بہکانے کے بارے میں ہے۔ اور کہ جس میں اس نے ایک بشواسی شخص کو اپنی پوسیدہ دلیلوں سے بہکا کر ایشور کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کیا ہے۔ چنانچہ کونسل فور پروسیکیوشن ملزم کے آنے سے پیشتر ہی ان کاغذات کو ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ تاکہ وہ ملزم کو پڑھ کر سنائے۔ ملزم کے آنے پر عدالت نے کہا) پیشتر اس کے کہ عدالت تمہارے سوال کا جواب دے۔ تم بتاؤ۔ کہ اس وقت جو کاغذات تمہارے سامنے پیش کئے اور پڑھے جاتے ہیں۔ کیا وہ تمہاری تحریر ہے یا کسی اور کی؟ (کونسل نے ان کاغذات میں سے ایک کو جس میں ایک بشواسی اور منکر کی بات چیت کے پیرایہ میں پرماتما کے برخلاف سٹاٹیشن پھیلایا گیا ہے۔ پڑھنا شروع کیا) +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"منکر۔ آپ اپنے پرمیشور کے بارے میں کس قسم کا یقین رکھتے ہیں۔ بشواسی۔ اُسے گیان مے۔ اور سروگیہ پرش یعنی علیم کل یقین کرتا ہوں۔ سرب شکتیمان یعنی قادر مطلق یقین کرتا ہوں۔ دیامے اور منگل مے یعنی رحیم کل اور خیر مطلق یقین کرتا ہوں۔ منکر بہت اچھا اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ آپ جو کچھ اس قسم کا یقین کرتے ہیں وہ سچ ہے ٹھیک بھی ہے یا نہیں۔ اور اس کے پرکھنے کے لئے ہم سائنس کے اس اصول سے کہ جس کا نام امتحان یا پریکشا ہے۔ کام لینا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے قول کے مطابق ہٹ اور تعصب سے پاک رہ کر ہمارے ساتھ ساتھ اپنے اس یقین کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کیجئے۔ اور آپ پر دھیرے دھیرے ثابت ہو جائیگا۔ کہ آپ کا یہ سب یقین قطعی جھوٹ پر مبنی ہے۔ بشواسی۔ بہت خوب۔ منکر۔ آپ کا خدا کہاں ہے۔ بشواسی۔ میں آپ سے پہلے ہی کہ چکا ہوں۔ کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ منکر کیا وہ ہمارے اس کمرے میں بھی موجود ہے۔ بشواسی۔ جی ہاں۔ منکر۔ کیا وہ یہاں موجود رہ کر ہماری اس ساری بات چیت کو سنتا رہا ہے۔ بشواسی بے شک منکر کیا وہ ہماری زبان سمجھ سکتا ہے؟ بشواسی۔ جی ہاں۔ منکر۔ کیا وہ ہر ایک زبان بول بھی سکتا ہے۔ بشواسی۔ جی ہاں۔ منکر۔ اچھی بات۔ اب ہم آپ کے اس ایشور کا جس کو آپ یہاں براجمان سمجھتے ہیں۔ امتحان کرنے کے لئے اس سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ آپ کے ساتھ ہماری جو کچھ بات چیت ہوئی ہے۔ اسے وہ ہماری زبان میں بول کر سنا دے۔ اور ایسی آواز میں سنا دے۔ کہ جسے ہم دونوں ہی سن سکیں۔ اور سمجھ سکیں۔ آپ اپنے ایشور سے پوچھئے۔ کہ وہ ایسا کرنے کے لئے تیار ہے۔ بشواسی۔ جی نہیں۔ اس طرح تو وہ کچھ بول نہیں سکتا۔ منکر اچھا اگر وہ گونگا ہے۔ اور بول نہیں سکتا۔ تو کیا لکھ کر بتا سکتا ہے۔ بشواسی۔ جی نہیں۔ وہ یہ بھی نہیں کر سکتا۔ منکر۔ اب آپ اس امتحان کی بنا پر اپنے ایشور کے بارے میں کیا فتوے پاس کرینگے۔ بشواسی۔ اس امتحان کی بنا پر بے شک مجھے یہی فتوے پاس کرنا پڑیگا۔ کہ یہاں کوئی ایسا سروگیہ ایشور نہیں ہے۔ کہ جو ہماری بات چیت کو سنتا یا سمجھتا ہو۔ منکر۔ ٹھیک ہے۔ بشواسی۔ لیکن کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ یہاں موجود ہو۔ اور ہماری ساری باتیں سنتا اور سمجھتا ہو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridw

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مگر ہمیں کچھ بتانا نہ چاہتا ہو۔ منکر۔ ہاں ہو سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ جو حاضر ناظر پرمیشر ہر ایک قسم کا علم رکھتا ہو۔ ہر گھٹنا اور ہر بات کو جانتا ہو وہ اگر کچھ بولنے اور بتانے یا لکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ یا اگر طاقت رکھتا ہو۔ تو وہ ہمارے کس کام کا ہے۔ **بشواسی**۔ بے شک کسی کام کا نہیں۔ **منکر** اب اگر یہ مانا جاوے۔ کہ اس میں کسی بات کے بولنے یا بتانے یا لکھنے کی طاقت ہی موجود نہیں۔ تو پھر وہ لوگ جو بعض کتابوں کو الہامی کتابیں کہکر یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ اس میں جو کلام ہے۔ وہ آدمی کا نہیں۔ بلکہ خدا کا کلام ہے۔ اُن کا یہ بیان سوائے جھوٹ کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ **بشواسی** بے شک سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ **منکر** آپ نے ٹھیک نتیجہ نکالا۔ **بشواسی** آپ کا یہ اعتراض بے شک بہت درست ہے۔ **منکر** بات یہ ہے۔ کہ اس قسم کے خدا کا سارا یقین ہی جھوٹ پر مبنی ہے۔ ایسا سروگیہ یا فہیم کل ایشور نہ پہلے کبھی تھا نہ اب ہے۔ صفحہ ۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹"+

عدالت۔ کیا یہ تحریر جو تمہارے سامنے پڑھی گئی ہے۔ تمہاری ہی ہے +

ملزم۔ (جس کے دل میں اپنی دلیل بازی کو سن کر لیڈ کے لڈو پھوٹ رہے ہیں) یس مائی لارڈ۔ یہ بالکل میری تحریر ہے اور میں اُس کے ایک ایک لفظ کے لئے ذمہ وار ہوں +

عدالت۔ تمہاری اس تحریر سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تم نے سیدھے سادے لوگوں کو پرمیشور کے برخلاف نہ صرف سڈیشن پھیلا کر ہی بغاوت پر آمادہ کیا ہے بلکہ تم اس میں ایک قسم کی دھوکہ دہی کے بھی ملزم ہو۔ تمہاری یہ تحریر از سر تا پا سڈیشن سے بھری پڑی ہے۔ اگرچہ تم نے ایک سادہ لوح کو یہ یقین دلا دیا ہے۔ کہ ایشور نہیں ہے۔ لیکن ایسا یقین دلانے کے لئے تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے۔ اور جو دلائل دی ہیں۔ اُن کے لئے عدالت کو تمہاری نیت پر بھی شک کرنے کا موقع حاصل ہے۔ اور اس میں تو کچھ کلام ہی نہیں ہے۔ کہ تمہاری یہ تحریر دنیا کے واحد مالک پرمیشور کے برخلاف صریحاً سڈیشن ہے +

ملزم۔ میں عدالت کا بہت مشکور ہونگا۔ اگر عدالت مجھ کو بتا دے۔ کہ میری یہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تحریر کس بنا پر سڈیشن میں آ سکتی ہے ؟

عدالت۔ بشواسی نے جس کو تم نے اس کی سرلتا کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر بہکایا۔ تم کو بتایا تھا۔ کہ ایشور سروگیہ اور سروویاپک یعنی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور کہ وہ ہماری بات چیت کو سنتا اور جانتا ہے۔ نہیں۔ نہیں۔ بلکہ وہ سروگیہ اور سروویاپک ہونے کی وجہ سے ہماری بات چیت تو ایک طرف ہماری قوت گویائی کے اندر بھی موجود ہے۔ بشواسی کا یہ عقیدہ بالکل قانون کی حد کے اندر تھا۔ لیکن تم اس کو قانون سے باہر لے گئے۔ جب کہ تم نے اس کو اپنی چالاکی سے یہ کہکر چکر میں ڈال دیا۔ کہ اگر ایشور سروگیہ اور سروویاپک ہے تو وہ ہماری بات چیت کو ہماری زبان میں بول کر سناوے۔ بشواسی ایک سرل اور تمہاری نسبت کم چالاک آدمی تھا۔ اس لئے وہ تمہاری اس چالاکی کو نہ سمجھکر تمہارے اڈے پر چڑھ گیا۔ اور تم نے اس کی سرلتا کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ حالانکہ تم جانتے تھے۔ کہ جب ایشور کو سروویاپک کہا گیا ہے۔ تو وہ کسی کو اپنی آواز بول کر کیونکر سنا سکتا ہے۔ کیونکہ جس قسم کی آواز تم سننا چاہتے ہو۔ وہ بغیر فاصلہ کے نہیں پیدا ہو سکتی۔ تم چاہتے ہو۔ کہ ایشور کی آواز کو تم کان سے سنو۔ ایسا تب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ اگر ایشور تمہارے کان اور کان کے پردے۔ اور پردے کے ذرہ ذرہ کے اندر موجود نہ ہو۔ لیکن جب وہ تمہارے کان کے عین ذرے ذرے کے اندر یہاں تک کہ جس طاقت کو تم طاقت شنوائی کہتے ہو۔ وہ اس کے اندر بھی سروویاپک ہونے کی وجہ سے موجود ہے۔ تو تم اس کی آواز کو کیونکر سن سکتے ہو۔ نہیں نہیں۔ جب کہ ایشور ہر ایک ذرہ ذرہ کے اندر بھی یکساں موجود ہے۔ تو اُس کی آواز ہو ہی کیونکر سکتی ہے۔ کیونکہ اگر اُس کی آواز ہو۔ جو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتی ہو۔ تو وہ سروویاپک نہیں ہو سکتا۔ مجھندر گوسائیں! افسوس ہے۔ کہ جو بات یعنی ایشور کی آواز نہ ہونا اس کی سروویاپکتا کی دلیل تھی۔ اسی بات کو تم نے اپنی سڈیشن بھری نیت سے اس کے عین برخلاف بیان کر کے ایک بشواسی کو پرماتما کے برخلاف باغی بنانے میں کامیابی ڈھونڈی۔ اس سے بڑھ کر تمہارے بدنیت ہونے اور پرماتما کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برخلاف یہ کہکر کہ وہ سروویاپک نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم اُس کی آواز کو نہیں سُن سکتے۔ یا وہ ہم کو بول کر نہیں سنا سکتا۔ سڈیشن پھیلانے کا اور کیا ثبوت ہوگا۔ نہ صرف یہی کہ تم سڈیشن پھیلانے کے مجرم ہو۔ بلکہ تم نے سڈیشن پھیلا کر سادہ لوح لوگوں کو پرماتما کی ہستی سے منکر بنانے اور اس کے برخلاف بغاوت پر آمادہ کرنے کا جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ سخت دھوکہ دہی۔ مکاری۔ بد نیتی۔ اور بے ایمانی پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تم زیر دفعہ (۱۱) تعزیرات منوہاب دوم اس جرم میں گرفتار کھڑے ہو۔ باقی رہی یہ بات کہ پرماتما اپنی فرماں بردار رعایا کی بہبودی کے لئے الہام کیونکر دیتے ہیں۔ اور کہ کونسا الہام الیشوری الہام ہوسکتا ہے۔ سو اس کے لئے عدالت تمہارے جیسے پرماتما سے باغی سڈیشن منگر اور پرماتما کی ہستی سے منکر شخص کا کوئی حق نہیں دیکھتی۔ کہ وہ اس کے سامنے اس بات کی تشریح کرے۔ کیا تم اپنی بریت کے بارے میں اب اور کچھ کہنا چاہتے ہو +

مُلزم۔ (جو کہ اپنی دلیل کی بوسیدگی کو جس کے ذریعہ کہ اس نے بشواسی کو گمراہ کیا تھا۔ مہر (سورج) عدالت کے سامنے شبنم کی طرح ہوا میں اڑتے دیکھ کر ہوش و حواس کھو رہا تھا اور جو چاہتا تھا۔ کہ ایک دفعہ پھر بیت الخلا میں جاکر سوچے) میں عدالت سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ کہ میری طبیعت علیل ہے اور کہ مجھے بار بار بیت الخلا میں جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ سردار چند سنگھ صاحب کے ساتھ جب میرا مقدمہ چلا تھا۔ تو اس وقت بھی مجھے پیچش کی وجہ سے تکلیف ہوئی تھی۔ اس لئے میں بیت الخلا میں ہو آنیکی عدالت سے چھٹی مانگتا ہوں +

عدالت۔ چونکہ اب وقت تنگ ہے اور تم بیت الخلا میں بہت دیر لگا دیتے ہو۔ اور عدالت کے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ کہ وہ تم کو چھٹی دے کر تمہارا راہ دیکھے۔ اس لئے عدالت حکم دیتی ہے۔ کہ اجلاس برخواست کر دیا جاوے۔ اور تا اجلاس ثانی تم کو بجائے دوات میں بند کرنے کے بیت الخلا میں ہی بند رکھا جاوے۔ تاکہ تم ایک دفعہ پیٹ بھر کر فارغ ہو سکو۔ اور اگلی پیشی میں عدالت کا وقت بیت الخلا میں جا جا کر ہرج نہ کرو +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(عدالت نے ان الفاظ پر تمام حاضرین سوائے ملزم کے قہقہہ مارتے ہوئے عدالت کے کمرے سے باہر چلے گئے۔ اور ملزم کو بیت الخلا میں ہی بند کر دیا گیا اور اس پر جگن بھنگی کا ننگے جھاڑو کا پہرہ لگا دیا گیا) ٭

چوتھی پیشی

گاڈ (خدا) ورسس مچھندر گوسائیں الیاس دیوگورو بھگوان

چار جڈ انڈر سیکشن (۱۱) تعزیرات منو باب دوم

عدالت۔ دل مچھندر گوسائیں! عدالت امید کرتی ہے۔ کہ آج تم عدالت کی اس بات میں مدد کرو گے۔ کہ وہ اپنے وقت کو ایک بہتر کام میں کفایت شعاری سے خرچ کر سکے اور گزشتہ پیشی کی طرح عدالت کو تمہارے بیانات کیلئے بیچ بیچ میں اپنا کام بند نہیں کرنا پڑیگا٭

مچھندر گوسائیں (جو کہ عدالت کے اس اشارے کو فوراً سمجھ گیا اور جو عدالت کی طرف سے ایک قسم کی مہذبانہ مزاج پرسی یا علالت طبع میں ہمدردی کو دیکھ کر دل میں خیال کرتا ہے۔ کہ آج تو عدالت کا سلوک غیر معمولی طور پر ابتدا سے ہی نرم معلوم ہوتا ہے۔ آج ضرور کچھ رعایت ہوگی۔ اور جو کہ رات بھر بیت الخلا میں بیٹھا بیٹھا یہ سوچتا رہا تھا۔ کہ کل عدالت میں میں فلاں فلاں دلیل دونگا۔ جو کہ قطعی لاجواب ثابت ہوگی۔ اور عدالت کا منہ بند کر دونگا۔ اور جو کہ اسی بنا پر آج تمام دنوں سے زیادہ بڑھ چڑھ کر تیار ہو کر آیا ہے۔ عدالت کے تلطف آمیز الفاظ کو سن کر فوراً بول اٹھتا ہے) مائی لارڈ! اگرچہ پیچش سخت تھی۔ اور مجھے رات بھر بے چینی رہی۔ لیکن خوش قسمتی سے آپ نے میرے پہرے کے لئے جس جگن بھنگی کو مقرر کیا تھا۔ وہ بڑا خوش اخلاق اور بامروت نکلا۔ اُس نے میری بے چینی اور تکلیف کو دیکھ کر فوراً مجھے ٹرپل پوڈر (Tripple powder) کی تین پڑیا اور ووڈوز لکر مارفیا (Liquor morphia) دیا۔ جس سے پیچش بند اور درد رفع ہو گیا۔ اب میں بالکل تندرست ہوں۔ اور میں یور آنر کا اس مہذبانہ اور مہربانہ سلوک کے لئے دل سے مشکور ہوں ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت (جس نے کہ ملزم کی مذکورہ بالا غیر متعلقہ باتوں کو بڑی بے توجہگی سے سنا۔ اور جو کہ اس وقت تک جب تک کہ ملزم بولتا رہا۔ اُن کاغذات کو ترتیب دینے میں لگی رہی۔ جو کہ اُس نے کونسل کے ہاتھ میں ملزم کے سامنے پیش کرنے اور پڑھنے کے لئے دینے تھے۔ ادھر ملزم بولنے سے بند ہؤا۔ ادھر عدالت نے وہ کاغذات کونسل کے ہاتھ میں دئے۔ تاکہ وہ ان میں سے ایک ایک کاغذ کو پڑھ کر ملزم سے تصدیق کروائے۔ کہ آیا یہ اسی کی تحریر ہے۔ آخر کار عدالت نے یک لخت سر اونچا کیا۔ اور ملزم کی طرف دیکھ کر خندہ پیشانی سے کہا۔) وَل مچھندر گوسائیں! عدالت کا کمرہ ایک رُوکھے سلوک کی جگہ ہے۔ اور اس میں ایک دوسرے کے لئے شکر اشکار کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ تاہم عدالت کو یہ سن کر خوشی ہوئی۔ کہ عدالت کی طرف سے تمہارے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہیں ہؤا۔ اب لرنڈ کونسل تمہارے سامنے جو کاغذات پیش کرتا ہے۔ تم تصدیق کرو۔ کہ وہ تمہارے ہیں یا نہیں۔ (اس کے بعد عدالت نے کونسل کو اشارہ کیا۔ کہ کاغذات پیش کئے جائیں۔ چنانچہ کونسل نے منجملہ دیگر کاغذات کے ایک کاغذ جس کی تحریر مفصلہ ذیل تھی۔ ملزم کے سامنے پیش کیا۔

"منکر۔ آپ نے کہا تھا۔ کہ آپ ایشور کو سرب شکتیمان مانتے ہیں۔ بشواسی جی ہاں۔ میں نے ایسا کہا تھا۔ منکر۔ اب پریکچھا کی کسوٹی سے ہم آپ کے اس یقین کو بھی پرکھنا چاہتے ہیں۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ آپ کا یہ یقین بھی سچ ہے یا نہیں۔ اب آپ بتائے۔ کہ سرب شکتیمان سے آپ کی کیا مراد ہے بشواسی سرب شکتیمان سے بعض ایشور وشواسی یہ مراد رکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے ارادے کی قوّت سے جس چیز کو چاہے ظاہر کر دے۔ اور جس چیز کو چاہے مٹا دے ..... اُس کی طاقت کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس کل کائنات پر اس کی حکومت ہے۔ بڑے بڑے سورج۔ چاند اور زمین اُس کی طاقت کو لے کر قائم ہیں۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے۔ وہی کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ وہ سرب شکتیمان اور قادر مطلق ہے۔ منکر اس کائنات یا بشو کا وجود تو بے شک سچ ہے۔ لیکن اسے کسی پرش نے اپنی اِچھا شکتی یعنی ارادے کی طاقت سے نیست سے ہست نہیں کیا۔ کیونکہ یہ کائنات جن دو قسم کی چیزوں یعنی جڑ پدارتھوں اور شکتیوں سے بنا ہؤا ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہتی ہیں۔ ان کا کبھی قطعی ناش نہیں ہوتا۔ اس لئے اُن کا کوئی خالق یا نیستی سے ہستی میں لانے والا نہیں ہوسکتا۔ شکتی اور جڑ اپنے باہمی تعلق سے اپنے اندر مختلف قسم کی شکلوں کو کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ کرتے رہتے ہیں۔ یعنی بناتے اور مٹاتے رہتے ہیں۔ ان شکلوں کو کوئی خاص پرش نہیں بناتا۔ اور نہیں مٹاتا۔ ہاں یہ دونوں ہمیشہ سے ہیں۔ اور ان کا یہ سرشٹی کا کھیل بھی ہمیشہ سے ہے۔ ان کا پیدا یا رچنا کرنے والا کوئی پرش نہ پہلے کبھی تھا۔ اور نہ اب ہے۔ اُس کی کبھی آج تک ضرورت نہیں ہوئی۔ اور نہ آئندہ ہوسکتی ہے۔ سرب شکتیمان پرش کی کلپنا لوگوں کی مورکھتا سے ہوئی ہے۔ کوئی سرب شکتیمان ایشور کسی جگہ آسمان یا زمین پر موجود نہیں ہے۔ اور جیسے اس کمرے میں آپ کے سروگیہ ایشور کا موجود ہونا جھوٹ ثابت ہوچکا ہے۔ ویسے ہی آپ کے سرب شکتیمان ایشور کا موجود ہونا بھی امتحان کی کسوٹی پر سے جھوٹا ثابت کیا جاسکتا ہے۔ **بشواسی**۔ کیونکر **منکر** آپ اپنے سرب شکتیمان ایشور سے کہیں۔ کہ میری اس پنسل کو جو میز پر رکھی ہوئی ہے۔ وہاں سے اُٹھا کر کسی دوسری جگہ رکھ دے۔ اس سے درخواست کرکے دیکھو۔ کہ وہ ایسا کرسکتا ہے یا نہیں۔ **بشواسی**۔ میں نے امتحان کرکے دیکھ لیا۔ وہ آپ کی پنسل کو نہیں اٹھا سکا۔ **منکر**۔ میں اپنے ہاتھ کی اس انگلی کو آگے نکال کر کھڑا کرتا ہوں۔ آپ اپنے ایشور سے درخواست کریں۔ کہ میری انگلی کو جھکا دے **بشواسی**۔ میں نے درخواست کی اور کچھ دیر انتظار کی۔ مگر آپ کی انگلی ویسی ہی ہے۔ اُسے سروشکتیمان ایشور نہیں جھکا سکے۔ **منکر**۔ آپ اپنے سرب شکتیمان ایشور سے کہیں۔ کہ میرے سامنے جو کاغذ رکھا ہوا ہے۔ وہ اُسے پھاڑ کر دو ٹکڑے کردے **بشواسی**۔ وہ یہ بھی نہیں کرسکتا۔ **منکر**۔ آپ اپنے سرب شکتیمان ایشور سے کہیں۔ کہ میری میز پر جو چھوٹی سی گھنٹی رکھی ہوئی ہے۔ وہ اسے اُٹھا کر ذرا بجائے تو سہی۔ **بشواسی**۔ وہ گھنٹی اٹھا کر نہیں بجا سکتا۔ **منکر**۔ پھر وہ کیسا سرب شکتیمان پرش ہے۔ اس میں تو اتنی شکتی بھی نہیں ہے۔ کہ جو ایک تین برس کے بچے میں ہوتی ہے۔ اور جو میری پنسل کو ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھ سکتا ہے۔ اس کاغذ کو پھاڑ کر دو کی بجائے چار ٹکڑے کرسکتا ہے۔ میری گھنٹی کو اُٹھا کر بجا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سکتا ہے۔ اب اگر کوئی سچ مچ کا ایسا ایشور ہو۔ کہ جو آپ کے کہنے کے موافق اس زمین کو ہلا سکتا ہے۔ کہ جو کروڑوں من بھاری ہے۔ جو سامنے کے اس سورج کو گردش دے سکتا ہے۔ کہ جو زمین سے بھی لاکھوں گنا بڑا اور بھاری ہے۔ تو کیا وہ میری چند ماشوں کی ایک پنسل کو نہ اُٹھا سکتا۔ اور ایک نہایت ہلکے کاغذ کو پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے نہ کر سکتا۔ ضرور کر سکتا۔ لیکن وہ صرف ایک فرضی وجود ہے۔ اور اس لئے پریکشا کی کسوٹی پر پرکھنے سے سوائے فرضی وجود کے اور کچھ ثابت نہیں ہو سکتا۔ بشواسی۔ بے شک امتحان کی کسوٹی پر پرکھنے سے تو سرب شکتیمان ایشور کلپنا کے سوائے اور کچھ ثابت نہیں ہوا صفحہ ۲۰ تا ۲۴) +

عدالت۔ کیا یہ تحریر تمہاری ہی ہے +

ملزم۔ (اپنی دلیلوں کو کورٹ میں پڑھے جاتے سنکر بڑا دل ہی دل میں اچھل کود رہا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ کہ بس اب مکھی مار لی) ہاں! مائی لارڈ یہ میری ہی تحریر ہے +

عدالت۔ تمہاری یہ تحریر از سر تا پا پرماتما کے برخلاف بغاوت اور سڈیشن پر مبنی ہے۔ تم نے ایک بشواسی آتما کو بھی پرماتما کے نیاء نیم کے برخلاف کر کے سڈیشن پر آمادہ کیا۔ معلوم نہیں۔ تم اس قسم کے سیدھا سادہ لوگوں کی سادگی کا ناجائز فائدہ کیوں اُٹھاتے ہو +

ملزم۔ میں عدالت کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ میں جس شخص کو اپنے مشینل کریڈ میں کنورٹ کرتا ہوں۔ اس کو اپنی سائنس یا وگیان پر مبنی پریکچا اور وگیان مولک یگتیوں سے کرتا ہوں۔ ایسے ویسے نہیں۔ مجھے آتا ہے۔ کہ عدالت کے پاس بھی میری پیش کردہ سائنس پر مبنی کسوٹی کے برخلاف کوئی دلیل نہیں ہے +

عدالت۔ عدالت کا کمرہ سائنس پر مبنی کسوٹیوں کو پرکھنے کے لئے نہیں ہے۔ سر ہی وہ ایک لیبوریٹری ہے۔ کہ جس میں اس قسم کی بحث کے لئے سامان ہو تاہم عدالت تمہاری کج بحثی کے سقم کو چند الفاظ میں تم پر ظاہر کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ (ملزم عدالت کے ان زوردار لفظوں کو سن کر چوکنا ہو جاتا ہے) تم نے وشواسی کو یہ کہکر دھوکہ دے دیا۔ کہ چونکہ پرماتما ایک پنسل کو نہیں اُٹھا سکتا۔ جو کہ ایک تین برس کا بچہ بھی اُٹھا سکتا ہے۔ تو تمہارا سرب شکتیمان ایشور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سورج۔ چاند۔ زمین وغیرہ کو کیسے اٹھاتا یا چلاتا ہوگا۔ پس وہ سرب شکتیمان نہیں ہے۔ گوسائیں جی! ابھی میں تمہارے سوال کا جواب موجود ہے۔ جب تمہارے نزدیک ایک پنسل جیسی چھوٹی سی جڑ چیز بھی ایک تین سالہ بچے یا چیتن شکتی کی سہائتا کے بغیر اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتی۔ تو کیا اتنے بڑے سورج۔ چاند۔ زمین۔ اور لاکھہا دیگر سورجوں۔ چاندوں۔ زمینوں کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھکر چکر دینے اور ایک دوسرے کے اردگرد مقررہ قوانین کے مطابق چکر دینے کا کام کسی جڑ شکتی کا کھیل ہو سکتا ہے۔ یا چیتن کا؟ جواب دو +

ملزم۔ (جس کا چہرہ عدالت کی اس دلیل کو جو کہ ملزم کے ہی بیان میں سے نکالی گئی سنکر فق ہوگیا ہے۔ اور وہ ناخن کریدنے اور تنکے توڑنے لگ گیا ہے۔ نہیں جانتا کہ کیا جواب دے۔ آخر بہ ہزار دقت منہ کھولتا ہے۔) لیکن اگر پرمیشور سورج۔ چاند وغیرہ کو حرکت دے سکتا ہے۔ تو وہ ذرا اس پنسل کو بھی حرکت دیدے۔ تاکہ میں بھی اس کو سرب شکتیمان مان لوں +

عدالت۔ جو شخص ایسا باغی اور ردولیوشنری خیالات کا ہو۔ کہ وہ اتنے بڑے بڑے بے جان اور جڑ کرون کو پرماتما کے قوانین کے ماتحت ایک دوسرے کے اردگرد چکر کاٹتے ہوئے دیکھ کر بھی اپنی بغاوت کے چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو۔ تو وہ ایک چھوٹی سی پنسل کے اپنی جگہ سے ہل جانے پر کیونکر اس کی سروشکتیمانتا کو مان لیگا۔ خاص کر جبکہ وہ یہ بھی جانتا ہو۔ کہ پنسل جیسی چھوٹی سی جڑ چیز بھی ایک چیتن شکتی کے سہارے کے بغیر اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتی۔ جو شخص پنسل کو ہلانے والے ایک تین سالہ بچے کی چیتن شکتی کو تو قبول کرے۔ مگر پرماتما کی سرب شکتی کو جو کہ اتنے بڑے کروں کو ہلا رہی ہے۔ ماننے کے لئے تیار نہ ہو۔ اس سے بڑھ کر باغی اور سڈیشن مونگر کون ہو سکتا ہے +

ملزم۔ مگر میرا تو سوال ہی اتنا ہے۔ کہ پرماتما اس پنسل کو اپنی جگہ سے ہلا دے۔ بس میں مان جاؤنگا +

عدالت۔ پرماتما تمہارے جیسے باغی۔ سڈیشن مونگر کا حکم ماننے کیلئے تیار نہیں ہے

ملزم۔ (مسکراکر) اچھا اگر پرماتما میرے جیسے باغی کا حکم ماننے کے لئے تیار

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہے۔ تو حضور تو پرماتما کی بڑی فرمان بردار رعایا میں سے ہیں۔ ذرا حضور ہی پرماتما کو حکم دیں۔ کہ وہ اپنے ایک فرمانبردار بندے کے کہنے پر اس پنسل کو ہلا دے +

عدالت۔ عدالت چونکہ اس تمام برھمانڈ میں جو انتظام موجود ہے۔ اس کو دیکھ کر اس بات کی قائل ہے۔ کہ پرماتما سرب شکتیمان ہے۔ اس لئے عدالت پرماتما کو سرب شکتیمان مانتے ہوئے اس سے اس قسم کی کوئی بیہودہ درخواست کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ کہ اے پرماتما اگر تو سرب شکتیمان ہے۔ تو اس پنسل کو ہلا دے +

ملزم۔ (حیران ہو کر) تو پھر اس بات کا فیصلہ کیسے ہو۔ کہ وہ سرب شکتیمان ہے +

عدالت۔ اس بات کا فیصلہ تو تم نے خود ہی کر دیا۔ کہ جڑ بغیر چیتن کے حرکت نہیں کر سکتا۔ سورج اور چاند وغیرہ جڑ ہیں۔ لیکن ایک خاص قاعدے کے موافق حرکت کر رہے ہیں۔ یہ حرکت ایک چیتن ہستی کا ہی کھیل ہے۔ جس کو سرب شکتیمان پرماتما کہا گیا ہے +

ملزم۔ اگر جڑ بغیر چیتن کے حرکت نہیں کر سکتا۔ تو پھر پریشور جو ایک چیتن ہستی مانا جاتا ہے۔ اس پنسل کو کیوں نہیں ہلا دیتا +

عدالت۔ اگر جڑ کا بغیر چیتن شکتی کے متحرک ہونا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کر لینا ممکن ہے۔ تو تم اس چھوٹی سی پنسل کو ہلانے یا کاغذ کو پھاڑنے یا گھنٹی کو بجانے کے لئے ایک چیتن شکتی یا بچے کی سہائتا کیوں مانگتے ہو۔ تم اس کرسی کو حکم دو۔ کہ وہ تمہاری پنسل کو جگہ سے ہلا دے۔ یا اس مکان کو ہی حکم دو کہ وہ تمہارے کاغذ کو پھاڑ دے۔ یا کسی پہاڑ کو یا سورج کو یا چاند کو کہ دو۔ کہ وہ تمہاری چھوٹی سی پنسل کو دوسری جگہ رکھ دے۔ کیا ان تمام جڑ چیزوں میں سے کوئی جڑ پدارتھ تمہارے حکم کے مطابق ایک دوسری چھوٹی سی جڑ چیز یعنی پنسل کو ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ سکتا ہے +

ملزم۔ ہرگز نہیں +

عدالت۔ پھر جب یہ اتنے بڑے بڑے پہاڑ سورج۔ چاند۔ زمین وغیرہ ایک چھوٹی سی پنسل کو جگہ سے نہیں ہلا سکتے۔ تو تم ایسے باغی کہاں سے ہو گئے جو یہ کہتے ہو کہ تمام کرے بغیر چیتن شکتی کی مدد کے ہی ایک دوسرے کو ہلا رہے یا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چلا رہے ہیں۔ تمہارے پاس اس دلیل کا کیا جواب ہے +

ملزم۔ (خاموش۔ سرنگون۔ دل ہی دل میں کہتا ہے۔ کہ عجیب عدالت ہے میرا سی پگڑی اتار کر میرے گلے میں ڈال کر کھینچ رہی ہے۔ نہ راہ رفتن نہ جائے ماندن آخر ناخن کرید تا ہوا بولتا ہے) اچھا اس پنسل کے جھگڑے کو جانے دیجئے +

عدالت۔ نہیں۔ نہیں۔ عدالت اس سٹڈیشن کے مقدمہ میں کسی امر کو شکیہ پھوڑ کر شک کا فائدہ۔ سٹڈیشن منگر کو نہیں دینا چاہتی۔ عدالت جاننا چاہتی تھی کہ تم عدالت کی دلیل کا کیا جواب دیتے ہو۔ اب عدالت تم کو بتانا چاہتی ہے۔ کہ ایشورا نے قوانین کے ذریعہ کیونکر تمہاری پنسل کو آناً فاناً اپنی جگہ سے ہلا سکتا ہے۔ مجسٹریٹ گوسائیں۔ عدالت کے سامنے تمہارا لاجواب ہو جانا اس کام کی دلیل ہے۔ کہ تم اس بات کو مان گئے ہو۔ کہ کوئی بھی جڑ وستو ایک چیتن شکتی کی مدد کے بغیر اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتی۔ اور نہیں ہلائی جا سکتی۔ جیسا کہ پنسل کی مثال سے واضح ہو گیا۔ پس یہی ایشوریہ نیم یا پرمیشور کا قانون ہے۔ بچے نے جو پنسل کو اٹھا لیا۔ اور دوسری جگہ رکھ دیا۔ تو وہ اسی ایشوریہ نیم کے مطابق پنسل جڑ چیز تھی۔ بچہ میں چیتن شکتی تھی۔ ایشور کا نیم ہے۔ کہ چیتن جڑ پر حکومت کرتا ہے۔ اور چیتن ہی جڑ کو حرکت میں لاتا ہے اور لا سکتا ہے۔ تم نے ایشور کو حکم دیا۔ کہ وہ تمہارے کہنے کے مطابق پنسل کو ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دے ایشور کا قانون حرکت میں آیا۔ اور وہ پنسل دوسری جگہ چلی گئی یہی ایشوری قانون تمہارے کاغذ کے پھاڑنے اور گھنٹی کے بجانے پر عمل کر رہا ہے۔ بولو۔ اب تم کیا بولتے ہو +

ملزم۔ (عدالت کی اس موشگافی پر حیران ہے۔ نہیں جانتا۔ کہ کیا جواب دے۔ آخر سوچ سوچ کر بولتا ہے) ہاں یہ تو میں بھی مان گیا۔ کہ اگر جڑ پدارتھ کا کسی چیتن شکتی کے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا ممکن ہوتا۔ تو میری پنسل بچے کی مدد کے بغیر کیوں نہ اڑ کر دوسری میز پر چلی جاتی۔ اگر ایسا ممکن ہوتا۔ تو پھر تو میرے گھر کا سارا سامان ہی ادھر ادھر اڑتا پھرتا رہا کرتا۔ کہیں چولہا اڑ کر میرے سر پر آ بیٹھتا۔ کہیں جوتی اڑ کر میرے سر پر پٹاخ سے آ لگا کرتی۔ کہیں کتابیں ہی اڑ کر میرے کندھوں پر آ بیٹھتیں۔ یہ تو در حقیقت ایک بہت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی عمدہ قانون ہے۔ کہ جب تک جڑ کو چیتن شکتی حرکت میں نہ لائے۔ وہ نہ ہلے اس قانون نے تو درحقیقت ہماری زندگی کو بہت سی مصیبتوں سے بچایا۔ ورنہ ہم کہاں ہوتے۔ پہاڑ خود بخود اڑتے پھرتے۔ اور ہمارے سر پر گر پڑا کرتے۔ اس قانون کو تو مان گیا ہوں۔ لیکن اگر پرماتما درحقیقت سرب شکتیمان اور چیتن ہے تو وہ میری اس انگلی کو جو کہ میں عدالت کے آگے کھڑی کرتا ہوں۔ جھکا دے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ کسی دوسرے کی مدد نہ لی جاوے۔ صرف پرماتما ہی جھکائے +

عدالت۔ دیکھو مچھندر گوسائیں! چونکہ تم ملزم ہو۔ اور سڈیشن کے الزام میں گرفتار ہو۔ اس لئے عدالت کوئی امر شکیہ نہیں رہنے دینا چاہتی۔ تاکہ تم کو شک کا فائدہ اٹھانے کا موقع نہ مل سکے۔ عدالت کسی قسم کی بیرونی مدد نہیں لیگی۔ بلکہ وہ تمہارا کیس سرب شکتیمان پرماتما کے سپرد کریگی۔ کہ وہ آپ اپنے اٹل قوانین کے ذریعہ تمہاری انگلی کو جھکائے۔ نہ صرف انگلی کو بلکہ تمہارے بازو کو ہاں تمہارے جسم کو بھی جھکائے۔ تاکہ تمہیں دم مارنے کی گنجائش نہ رہے۔ مگر چونکہ اب وقت تنگ ہو گیا ہے۔ اس لئے اجلاس برخواست کیا جاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی تم کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ آج تم کو پہلے کی طرح دوات میں قید نہیں کیا جاویگا۔ بلکہ تم کو اسی پوزیشن میں اس وقت تک عدالت کے کمرے میں ہی رکھا جاویگا۔ جب تک کہ سرب شکتیمان پرماتما تمہاری انگلی کو نہ جھکا دیں۔ دیکھو تم نے اسی پوزیشن پر کھڑے رہنا۔ عدالت حکم دیتی ہے۔ کہ تمہارے سر پر آج دو گورکھے سپاہی ننگی کھوکھری کا پہرہ رکھیں۔ اور تم کو اس وقت تک اسی پوزیشن بدلنے کی اجازت نہ دیں۔ جب تک کہ سرب شکتیمان پرمیشور تمہاری انگلی کو نہ جھکا دے۔ ساتھ ہی اس کے عدالت اُن سپاہیوں کو حکم دیتی ہے۔ کہ وہ ایک نوٹ بک اپنے ساتھ رکھیں۔ اور رات کے وقت تمہاری تمام حرکات کو واچ کریں۔ اور نوٹ بک میں درج کرتے جائیں۔ وہ نوٹ بک کل عدالت میں پیش کی جاوے +

اس حکم کے بعد عدالت برخواست ہوئی۔ اور ملزم اسی پوزیشن میں اپنی انگلی کو لئے کھڑا رہا۔ اور دونوں گورکھا سپاہی ننگی کھوکھری کا پہرہ لگائے نوٹ بک ہاتھ میں لئے ملزم کی حرکات کو واچ کرنے اور نوٹ بک میں درج کرنے لگے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پانچویں پیشی

گاڈ (خدا) ورسس مچھندر گوسائیں الیاس دیوگورو بھگوان چارچڈانڈر سیکشن (۱۱) تعزیرات منو باب دوم

چندرسین کی نوٹ بک

"آٹھ بجے رات کو مچھندر کا بازو کانپنے لگا۔ اُس نے بہت کوشش کی کہ کہ بازو کو سیدھا رکھے۔ مگر بازو لڑکھڑا کر اس کے پہلو سے جا لگا۔ میں نے اس کو سنگین دکھائی۔ کہ بازو سیدھا کھڑا کرو۔ لیکن وہ میرے قدموں پر گر کر رونے لگا کہ خدا کے واسطے مجھ پر رحم کرو۔ مچھندر کے منہ سے خدا لفظ سنکر میں نے اس پر رحم کرنا ضروری سمجھا۔ بازو کے ساتھ اس کی انگلی بھی گر گئی۔ لیکن میں نے اس کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی۔ بارہ بجے رات کو مچھندر اونگھنے لگا۔ اور بعض اوقات اُس کے قدم لڑکھڑا جاتے تھے۔ اور وہ گرنے کے قریب ہو جاتا تھا۔ ایسی حالت میں میں اُس کو سیدھا کھڑا رہنے کے لئے آواز دیتا تھا۔ ایک بجے وہ نیند سے مغلوب ہو کر دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ میں نے اس کو پھر سنگین دکھائی۔ لیکن اس دفعہ اُس نے پھر رو رو کر مجھ سے رحم کی التجا کی۔ میں نے اُس کو سونے کی اجازت دیدی۔ دو بجے وہ نیند کے زور سے کروٹیں مارنے لگا۔ اس کو اپنے تن بدن کی بھی ہوش نہ رہی۔ یہاں تک کہ بیہوشی کی حالت میں اُس کی حالت ایسی ہو گئی۔ کہ جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنی آنکھوں پر کپڑا ڈال لیا۔ تین بجے کے قریب اُس نے بڑبڑانا شروع کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ "پرماتمن! میں بڑا باغی ہوں۔ میں نے تیرے قوانین سے سرکشی کی۔ لیکن تیرے قوانین نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میری عقل کام نہ آئی۔ میری تمام دلیلیں خاک میں مل گئیں۔ پرماتمن کھشما کرو۔ کھشما کرو۔" اس قسم کی بڑبڑاہٹ کے بعد مچھندر نے کروٹ بدلا چار بجے ہونگے۔ کہ اس نے پھر کروٹ لیا۔ اور اپنے آپ کو بے حجاب پا کر اُس نے اپنے کپڑے کو درست کیا۔ پانچ بجے کے قریب وہ اُٹھ بیٹھا۔ اور انگڑائی لے کر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بولا "او مائی لارڈ! ویرایم آئی" میں نے کہا۔ تم میری حراست میں ہو۔ وہ ہنس پڑا۔ بعد ازاں میرا پہرہ بدل گیا"

عدالت۔ (عدالت نے چندر سین کی نوٹ بک کو پڑھا۔ اور ملزم سے پوچھا) وَل مچھندر گوسائیں۔ سرب شکتیمان پرمیشور نے تمہاری انگلی کو جھکا دیا۔ یا وہ ویسے ہی کھڑی رہی؟

ملزم۔ (جس کا سر مارے شرم کے جھکا ہوا ہے۔ اور جو رات کی حالت کو یاد کرتا ہے۔) ہاں! مائی لارڈ۔ جھکا دیا +

عدالت۔ اور تمہارے بازو کو بھی؟

ملزم۔ ہاں مائی لارڈ بازو کو بھی جھکا دیا +

عدالت۔ اور تمہارے تمام جسم کو بھی؟

ملزم۔ ہاں مائی لارڈ۔ تمام جسم کو بھی!!

عدالت۔ اور تمہارے ہوش و حواس کو بھی؟

ملزم۔ ہاں مائی لارڈ میرے ہوش و حواس کو بھی۔

عدالت۔ یہاں تک کہ تم کو اپنے تن بدن کی بھی خبر نہ رہی؟

ملزم۔ ہاں مائی لارڈ سچ ہے۔

عدالت۔ وَل گوسائیں! وہ سرب شکتیمان پرمیشور جو اپنے قوانین کی طاقت سے پہاڑوں کو گرا سکتا ہے۔ زمین کو گیند کی طرح لڑھکا سکتا ہے۔ سورج کو چلا سکتا ہے۔ تمام برہمانڈ کو ہلا سکتا ہے۔ اُس سرب شکتیمان پرمیشور کے قوانین کے سامنے تمہاری یا تمہاری انگلی۔ تمہاری یا تمہارے جسم۔ تمہاری یا تمہارے ہوش و حواس کی کیا حقیقت تھی۔ جو وہ نہ جھک سکتے۔ تم نے پرماتما کے قوانین کو ڈیفائی (مقابلہ) کرنا چاہا۔ پرماتما کے قوانین نے آہستہ آہستہ تم پر عمل کیا۔ اور تم کو مع تمہارے تمام دعوؤں کے چکنا چور کر دیا۔ سنو گوسائیں جی! پرماتما کے قوانین ہمیشہ چپ چاپ اور آہستہ آہستہ عمل کرتے ہیں۔ کوئی بڑی سے بڑی طاقت ان کو ڈیفائی نہیں کر سکتی۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ بجلی۔ سورج۔ چاند۔ غرضیکہ کوئی بھی بڑی سے بڑی طاقت اُن قوانین کے سامنے چون و چرا نہیں کر سکتی۔ تم ایک چیتن مگر قطعی کمزور ہستی ہو کر اپنی ایک انگلی کو سیدھا کھڑا نہ رکھ سکے۔ تو کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اتنے ستارے اور سیارے۔ سورج اور چاند اور بے شمار زمینیں جو کروڑہا سال سے اپنے اپنے مرکزوں پر قائم اور ایک دوسرے کے اردگرد عین تناسب سے چکر کاٹ رہے ہیں۔ رات دن چکر کاٹ رہے ہیں۔ کیا وہ ایک چیتن سرب شکتیمان ہستی کے بغیر ہی ایسا کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مگر افسوس! تم نے اس سرب شکتیمان پرمیشور کے برخلاف سڈیشن کا پرچار کیا۔ خود اس سے باغی ہوئے۔ اور اُس کی فرمانبردار رعایا میں سے بہتوں کو اس سے باغی کیا۔ کیا تم اپنی اس حرکت پر پشیمان ہو؟

ملزم۔ (ملزم کے ہونٹ بند ہیں۔ آنکھیں نیچی ہیں۔ اور وہ ایک پشیمانی کی تصویر بن رہا ہے۔ کچھ نہیں بولتا) +

عدالت۔ (عدالت کونسل کو حکم دیتی ہے۔ کہ ملزم کی دوسری تحریر کو بھی پڑھا جاوے۔ چنانچہ کونسل نے ملزم کی تحریر کو پڑھنا شروع کیا۔):-

"**منکر**۔ آپ نے اپنے ایشور کی تیسری صفت کیا بتائی تھی۔ **بشواسی**۔ میں نے بتلایا تھا۔ کہ ہمارا ایشور دیامے اور منگل مے ہے۔ **منکر**۔ دیامے سے آپ کی کیا مراد ہے۔ **بشواسی**۔ دیامے سے میری مراد یہ ہے کہ ہمارا ایشور ہر ایک دکھیا مظلوم کے دکھ کو محسوس کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے۔ منگل مے سے میری مراد یہ ہے۔ کہ پرمیشور سب جیووں کا ہمیشہ بھلا چاہتا ہے۔ اور ہر حال میں ان کی بھلائی کرتا ہے۔ اور کبھی اور کسی صورت میں کسی جیو کا بُرا نہیں کرتا۔ **منکر**۔ کسی کا بھلا یا بُرا کرنے سے آپ کی کیا مراد ہے۔ **بشواسی**۔ اگر کوئی دیالو آدمی کسی بیمار انسان یا حیوان کی بیمارداری کرے یا اسے علاج کر کے اچھا کر دے۔ تو وہ بھلا کام ہے۔ اگر کوئی بھوکوں مرتا ہو۔ اور آپ کما کر اپنی خوراک حاصل کرنے کے لائق نہ ہو۔ اُسے کوئی کھانا دیدے۔ تو بھلی بات ہے۔ اگر کوئی شخص مورکھ لڑکوں اور لڑکیوں کو ودیا پڑھانے کے لئے سکول کھول دے۔ یا انہیں خود پڑھانا شروع کرے۔ تو یہ اور بھی زیادہ بھلا کام ہے۔ اور اگر پاپی آدمیوں کو پاپ سے مکت کرنے کی کسی میں سامرتھ ہو۔ اور وہ انہیں پاپوں سے نجات دے کر اور خود غرضی سے نکال کر اوروں کی بے غرض بہتری کرنے کے قابل بنا دے۔ تو یہ سب بھلائیوں سے بڑھ کر بھلائی کا کام ہے۔ **منکر**۔ ٹھیک ہے۔ اب ہم ان باتوں کو سامنے رکھ کر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آپ کے ایشور کا امتحان کرنا چاہتے ہیں۔ اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ان میں سے کس کس قسم کی بھلائی کا کام کرتا ہے **بشواسی** اچھی بات **منکر** آپ کا ایشور کبھی کسی بیمار انسان یا حیوان کی کسی قسم کی کوئی بیمار داری کرتا ہے۔ یا کسی بیمار کے پاس جاکر اسے دوا پلاتا ہے۔ **بشواسی**۔ کبھی نہیں۔ **منکر** اگر کوئی آدمی کسی گاؤں میں کسی ایسی بیماری سے دکھ پا رہا ہو۔ کہ جس کی دوا نہ وہ خود جانتا ہو اور نہ اس کے گاؤں کا کوئی اور آدمی جانتا ہو۔ تو کیا آپکا سروگیہ اور دیالو ایشور اس پر رحم کھا کر اس کے بھلے کے لئے کبھی کوئی دوا بتا دیتا ہے **بشواسی**۔ ہرگز نہیں۔ **منکر** آپ کو معلوم ہے۔ انڈیا میں کئی برسوں سے پلیگ کا نہایت خوفناک مرض پھیلا ہوا ہے۔ ..... لوگ برسوں سے اسکے لئے کوئی ایسی دوا ڈھونڈتے ہیں۔ کہ جس کے استعمال سے وہ اس کی موت سے بچ سکیں لیکن آپ کے سروگیہ ایشور نے ایسی دوا کے جاننے پر بھی۔ اس کے بتانے کی دیا نہیں کی **بشواسی** ہاں یہ تو سچ ہے۔ **منکر** قحط کے دنوں میں ہزاروں بوڑھے اور بچے بھوکوں مرتے ہیں ..... مگر آپ کے دیالو ایشور کو کبھی اُن پر دیا نہیں آتی **بشواسی** ہاں یہ بیان بھی آپ کا بالکل سچ ہے۔ اور عین تجربہ کے موافق ہے۔ **منکر** اب سوال یہ ہے۔ کہ آپ کے سروگیہ ایشور صاحب جو ہر ایک ودیا کو جانتے ہیں۔ وہ کبھی کسی کو ایک لفظ تک بھی کسی ودیا کا سکھاتے ہیں۔ **بشواسی** کبھی نہیں **منکر** اور ملکوں کو چھوڑ کر ہمارے ملک میں ہی لاکھوں اور کروڑوں آدمی ایسے موجود ہیں کہ جو اپنی مختلف باسناؤں اور اچھاؤں وغیرہ کے غلام ہو کر اُن کی سیری کے لئے ہر روز طرح طرح کے پاپ کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ فریب دیتے ہیں۔ دھوکہ کرتے ہیں۔ چوری کرتے ہیں ..... اگر آپ کے سروشکتیمان ایشور دیالو اور منگل مے ہوتے۔ اور پاپیوں کے پاپوں کو دور کرنے کی کوئی شکتی رکھتے ہوتے۔ تو آج اس دنیا میں اس قدر پاپاچار کیوں ہوتا؟ **بشواسی** یہ کہنا تو آپ کا بالکل ٹھیک ہے ..... سچ ہے یہ لوگ عقل اور امتحان کو چھوڑ کر صرف بشواس کی تاریکی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یعنے پرانے لوگ جن باتوں کو اپنی غلطی یا نادانی یا کسی اور وجہ سے سچ مانتے یا بتاتے تھے یہ لوگ بھی اُن کے پیدا کئے ہوئے سنسکار کے موافق صرف بشواس کی بنا پر انہیں باتوں کو سچ جانتے ہیں۔ افسوس ایسے لوگ مثل بچے کے اتنی سمجھنے کی طاقت نہیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکھتے ..... آپ نے مجھ پر پریکچھا کے سچے اصول کو ظاہر کر کے
اور اس کی کسوٹی پر رکھ کر فرضی ایشور کے سرب شکتیمان اور دیاوان اور منگل
مے ہونے کی جو لغویت دکھلائی ہے۔ وہ ایسی صاف ہے۔ کہ اس سے کوئی سمجھدار
لیکن غیر متعصب انسان انکار نہیں کر سکتا۔ مسٹر جی ہاں۔ میں نے امتحان کی بنا
پر آپ پر بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ کہ دیا مے اور منگل مے ایشور کا یقین بھی سروگیہ
اور سرب شکتیمان ایشور کی طرح صرف ایک فرضی اور جھوٹا خیال ہے۔ درحقیقت
ایسا کوئی دیا مے اور منگل مے ایشور نہ پہلے کبھی تھا۔ اور نہ اب ہے۔ یشواسی
ہاں امتحان کے اصول پر پڑتال کرنے سے تو بے شک الہا ایشور سوائے کلپتا کے
اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ کتاب زیر بحث صفحہ ۲۴ تا ۳۵ کونسل کے اس تحریر کے
پڑھے جانے کے بعد عدالت نے ملزم سے سوال کیا) وَل گوسائیں! کیا جو تحریر
کرنڈ کونسل نے تمہارے سامنے پڑھی ہے۔ یہ تمہاری ہی تحریر ہے۔ ملزم (جو تحریر
کے پڑھے جانے کے وقت دل میں سوچ رہا تھا کہ میری پہلی دلیلیں تو خاک میں مل
گئیں۔ لیکن عدالت میری اس تحریر کا کیا جواب دے گی اور جو خیال کر رہا ہے کہ آخر
ناخن اڑ گیا) ہاں مائی لارڈ۔ یہ تحریر میری ہی ہے۔ اور میں اس کے لئے ذمہ دار
ہوں۔ عدالت۔ تم نے اس تحریر میں لکھا ہے کہ جیسے ایشور سروگیہ اور سرو شکتیمان
نہیں ہے۔ ویسے ہی وہ دیالو اور منگل مے بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ قطعی کلپت ہے
تمہارا یہ بیان قطعی غلط بلکہ بغاوت اور سڈیشن ہے۔ تم نے نہایت ہی غلط پیرایہ
اختیار کر کے ایک یشواسی کو ایشور سے گرا دیا۔ عدالت تم پر ثابت کر چکی ہے
کہ ایشور سروگیہ اور سرو شکتیمان ہے۔ اب عدالت تمہاری ان بغاوت بھری
دلیلوں کو دیکھنا چاہتی ہے۔ کہ جن کی بنا پر تم نے ایشور کے دیالو اور منگل مے
ہونے سے انکار کیا ہے تمہاری پہلی دلیل یہ ہے کہ پرماتما اگر دیالو ہے تو وہ
بیماروں کو دوائی کیوں نہیں دیتا۔ تمہارا یہ بیان قطعی بے بنیاد ہے۔ پرماتما
دوائی دیتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو پہلے تو اپنے برے فعلوں کی بدولت بیمار
ہوتے ہیں اور پھر اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی بیماری کے لئے اس دوا کا استعمال
نہ کر کے جو کہ پرماتما ان کو دیتا ہے۔ ویسے کے ویسے روگی رہتے ہیں۔ بلکہ تمہاری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرح پرماتما کے برخلاف بھی سٹڈیشن پھیلاتے ہیں۔ ان کی حالت بعینہٖ اُن بے وقوفوں کی سی سمجھنی چاہیئے۔ کہ جو کسی کے گھر میں مہمان گئے تھے اور چھوت چھات کے اس قدر پابند تھے۔ کہ دوسرے کے گھر کا پکا ہوا کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ صاحب خانہ نے ان کو ایک علیحدہ مکان میں اُتار دیا۔ اُن کے پاس مال۔ چاول۔ آٹا۔ گھی۔ نمک۔ مرچ۔ لکڑی۔ پانی غرضیکہ رسوئی کا تمام سامان بھیجدیا۔ رات اندھیری تھی۔ ایک چراغ بھی جلا دیا۔ اور یہ کہہ کر کہ اسوقت آپ بھوجن وغیرہ کریں۔ میں پھر ملوں گا۔ وہ چلا گیا۔ وہ بیوقوف بہت دیر تک تو گپیں مارتے رہے۔ آخر ان کو فکر پڑی۔ کہ اب روٹی تیار کرنی چاہیئے انہوں نے دیکھا۔ کہ سب سامان موجود ہے۔ لیکن آگ نہیں ہے۔ وہ بڑے چیں بہ جبیں ہوئے۔ اور لگے صاحب خانہ کو گالیاں دینے۔ یہ بے ایمان ہے۔ نردئی ہے۔ ظالم ہے۔ جو خود پیٹ بھر کر سو گیا ہے اور اس سے اتنا نہیں ہوا۔ کہ جہاں اور چیزیں دے گیا تھا۔ وہاں چولھا گرم کرنے کے لئے آگ بھی دے جاتا۔ الغرض وہ سب لوگ رات بھر صاحب خانہ کو گالیاں دیتے اور کوستے ہوئے سو گئے۔ صبح کو جب صاحب خانہ ان سے ملنے کے لئے آیا تو اس نے پوچھا۔ کہئے رات بھوجن بنانے میں دقت تو نہیں ہوئی تھی۔ بیوقوف خفا ہو کر بولے۔ بھوجن کس لئے بناتے تمہارے سر سے۔ آگ تو دے نہیں گئے تھے۔ صاحب خانہ تحمل سے بولا۔ جن لوگوں کے سر میں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اُن کے پاس رات بھر دیا جلتا رہا۔ اور آگ کی شکایت کرتے رہے۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ کہیں میرے سر کو ہی نہ کھا جائیں۔ آپ تشریف لے جائیے جیسے آپ نے اپنی عقل سے کام نہ لے کر بھوکا مرنا قبول کیا تھا ویسے ہی وہ لوگ بھی جو شاستر سے کام نہیں لیتے اسی لائق ہیں کہ وہ کتوں کی موت مریں۔ ورنہ پرماتما نے ہر ایک روگ کی دوا پیدا کر رکھی ہے۔ اور وہ ہر ایک انسان کو بہ نچ کے اندر بشرطیکہ وہ اس کا استعمال جاننے کی کوشش کرے۔ مچھندر گوسائیں وغیرہ یہ الزام کہ پرماتما بیماروں کو دوا نہیں دیتے۔ غلط ہے۔ اگنی۔ وایو۔ جل پرتھوی وائیوں کا منتر ہیں۔ اور وہ پرماتما نے ہر ایک کے لئے مفت لاوہان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں۔ آپ کا دوسرا الزام کہ پرماتما نے جانتے ہوئے بھی پلیگ کی دوا نہیں بتائی۔ قطعی سڈیشن ہے۔ پرماتما نے پلیگ کی دوا نہ صرف بتا دی ہے بلکہ بتا دی ہے۔ نہ صرف دوا بتا دی ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے۔ کہ اگر تم صفار ہو سورج اور وایو کو اپنے گھروں میں آنے جانے دو۔ تو پلیگ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ہو جائے۔ تو تم اسی دوا کا استعمال کرو۔ اس سے بڑھ کر پلیگ کی دوا کونسی ہوگی۔ قحط کا الزام جو آپ نے ایشور پر لگایا ہے۔ وہ غلط ہے۔ پرماتما نے اپنے بندوں کے لئے زمین پر ہر ایک قسم کا سامان پیدا کر رکھا ہے۔ تاکہ وہ بھوک سے تباہ نہ ہوں۔ اگر کہیں قحط پڑتا ہے۔ تو وہ پرماتما کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ وہاں کے رہنے والوں کا۔ اگر کہو کہ وقت پر منہ نہ پڑنے سے قحط پڑتا ہے تو کیا پرماتما نے زمین کے اندر پانی کا خزانہ کافی نہیں رکھا ہے۔ کھودو۔ نکالو۔ کھیتی کرو۔ اناج کاٹو اور بھوک سے بچو۔ لیکن جو لوگ پرشارتھ نہ کریں وہ اگر بھوکے نہ رہیں تو اور کیا ہو۔ ودیا نہ پڑھانے کا جو الزام آپ نے پرمیشور پر لگایا ہے۔ وہ قطعی غلط ہے۔ پرماتما نے ہی انسانوں کو ودیا دی ہے اور پرماتما سے ہی ودیا پاکر وہ دوسروں کو ودیا دے رہے ہیں۔ تمہاری پرکرتی یا نیچر جڑ ہے۔ گیان رہت ہے۔ جیون رہت ہے۔ اس میں گیان نہیں ہے۔ گیان بلا گیان دان کے حاصل نہیں ہوتا۔ ابتدائی گیان کا بھنڈار سوائے پرماتما کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ باقی رہا آپکا یہ الزام کہ لوگ پاپ کرتے ہیں۔ پرماتما ان کو ہٹاتا نہیں ہے یہ تمہاری سمجھ کی غلطی ہے ہر ایک انسان سوتنتر ارتھات فعل مختار ہے۔ وہ جو چاہے کرے ہاں اگر وہ بُرا کرم کرتا ہے تو سزا کا مستحق ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ کوئی پاپی بغیر سزا بھگتے نہیں بچ سکتا گناہ یا پاپ ایک فعل ہے۔ مگر ساتھ ہی ایک سزا ہے۔ گویا پاپ کی سزا پرماتما نے اس کے اپنے اندر ہی پوشیدہ رکھی ہے۔ جیسے نیبو میں ترشی۔ یا بھنگ میں نشہ۔ یا آگ میں حرارت۔ پس تمہارا یہ بیان کہ پرماتما دیالو اور منگل سے نہیں ہیں بغاوت پر مبنی ہے۔ اگر پرماتما ایسے نہ ہوتے تو وہ تمہارے آرام کے لئے سورج کو نہ بناتے زمین کو نہ بناتے۔ آگ۔ پانی۔ ہوا کو کسی خاص نیم میں نہ چلاتے۔ بلکہ ان کو اندھا [illegible] بربادی بخش عمل کرنے دیتے۔ تم جانتے ہو۔ کہ آگ لکڑی کو جلا دیتا ہے نہ کرکے جو کہ پر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن کیا تم اس بات میں پرماتما کا منگل روپ نہیں دیکھتے ہو۔ کہ تمہارے کپڑوں کے ریشہ ریشہ کے اندر آگ موجود ہے۔ لیکن وہ نہ تمکو جلاتی ہے۔ نہ تمہارے کپڑوں کو۔ تمہارے مکان کی تمام لکڑیوں کے اندر آگ موجود ہے۔ لیکن وہ نہ تمہارے مکان کو نہیں جلاتی۔ اس دیو کو کس نے قابو کیا ہے۔ اسی منگل مے پرماتما نے۔ اگر پرماتما منگل مے نہ ہوتے۔ تو آج آگ۔ پانی۔ ہوا ہماری آبادی کا باعث ہونے کی بجائے بربادی کا باعث ہوتے۔ ایسے دیالو اور منگل مے پرماتما کے برخلاف آواز اُٹھانا تمہاری خطرناک بغاوت کی دلیل ہے۔ مجھندر گوسائیں۔ آج تم کو پھر دوات میں ہی نظر بند کیا جاتا ہے۔ کل تمہارا مقدمہ پھر پیش ہوگا۔ آج عدالت برخواست۔

بجھی طبیعتی

گاڈ (خدا) ورسس مجھندر گوسائیں ایلیاس

دیوگورو بھگوان چارجڈ انڈر سیکشن (۱۱) تعزیرات ہنود باب دوم

عدالت چونکہ ملزم مجھندر گوسائیں کی تحریر میں تکرار بہت پایا جاتا ہے۔ اس لئے عدالت حکم دیتی ہے کہ لرنڈ کونسل آج اس کی تحریر کے اُن حصوں کو چھوڑ دے۔ جن کا ذکر پیچھے آچکا ہے اور ملزم کے سامنے صرف وہی تحریر پڑھ کر سناتے۔ جو کسی پہلے میں نہیں ہو۔ (اس کے بعد کونسل نے مجھندر گوسائیں کی یہ تحریر پڑھنی شروع کی)

"منکر۔ اب میں آپ پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ صرف یہی نہیں کہ آپکا فرضی خدا کسی قسم کی کوئی بھلائی نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی ناپاک اور ظالمانہ حرکتوں کے ذریعہ کیا جاندروں کیا غیر جانداروں کو اتنے بڑے بڑے اور نہایت خوفناک نقصان پہونچاتا ہے کہ جنکی کوئی حد نہیں (اس فقرے کو سُنکر حاضرین نے "بیشم فور گوسائیں" کا آوازہ کسا) **بشواسی** کیونکر منکر۔ بڈی دل کون سمجھتا ہے؟ **بشواسی** خدا پرستوں کے یقین کے مطابق خدا ہی سمجھتا ہے منکر اچھا اوے کون برساتا ہے۔ **بشواسی** پرمیشور ہی برساتا ہے۔ منکر۔ بارش کا طوفان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کون لاتا ہے۔ **بشو اسی** پر میشور ہی لاتا ہے۔ **منکر** کیڑے پیدا کر کے کس نے کھیتوں کو تباہ کیا **بشو اسی** بے شک خدا نے **منکر** ایک ایک سردی کے موسم میں سخت پالے کے پڑنے سے جو ہزاروں پھلدار اور غیر پھلدار درخت مارے جاتے ہیں۔ آندھیوں سے گر جاتے ہیں .... ان سب کھیتوں اور درختوں پر یہ تباہی لانے والا کون ہے؟ **بشو اسی** بے شک خدا ہے۔ **منکر** آپ یہ بتائیے کہ ہوا اور پانی کے طوفان سے ایک ایک دفعہ ہزاروں پرند اور جانور مر جاتے ہیں۔ ان کا ہلاکنے والا کون ہے؟ **بشو اسی** بے شک خدا۔ **منکر** بھونچال سے ہزاروں مکانوں کے گر جانے سے جو ہزاروں بیشمار جانور بے وقت موت کا شکار ہوتے ہیں ..... پچھلے سال کانگڑے کے بھونچال سے آن کی آن میں .... جو ہزاروں مکان گر گئے۔ ہزاروں آدمی اور حیوان دب کر مر گئے جو بچے ابھی ماں کے پیٹ میں بنا ہے تھے ..... یہ سب کچھ کس کی مہربانی کا نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے۔ **بشو اسی** بے شک خدا کی **منکر** ایک ایک پہاڑ کو پھاڑ کر اور اس کے اندر سے جلتی ہوئی راکھ اور جلتے ہوئے پتھروں وغیرہ کی بیسیوں میل تک آگ برسا کے اور زمین پر جلتے پگھلتے مادے کو مثل دریا کے بہا کر تھوڑی سی دیر میں کتنے ہی شہروں اور گاؤں اور ان کے ہزاروں باشندوں کو کون تباہ کر دیتا ہے؟ **بشو اسی** بیشک ہمارا خدا **منکر** سانپوں کے کاٹنے اور درندے جانوروں کے ذریعہ شکار ہو کر ہمارے اس ملک میں جو سینکڑوں آدمی ہر سال مرتے ہیں۔ وہ کس کی دیا سے **بشو اسی** بے شک ایشور کی دیا سے **منکر**۔ بہت خوب۔ اب بتلائیے کہ اس دنیا میں ظالم سے ظالم اور برے سے برا کوئی ایسا انسانی بادشاہ گذرا ہے۔ یا اب موجود ہے کہ جو آپ کے خدا کے برابر یا اس سے بڑھ کر ظلم اور بیرحمی۔ ایذا رسانی اور برائی کا پتلا ہو (حاضرین جوش سے بھر کر۔ شیم شیم نور گو سائیں) **بشو اسی** امتحان کی کسوٹی پر پرکھنے اور سچ کو سچ ماننے سے تو بے شک ایسے خدا سے بڑھ کر کوئی انسان یا حیوان بے رحم۔ ظالم۔ موذی۔ اور قاتل یا ایک لفظ میں برا نہیں ہوا۔ اور نہیں ہو سکتا۔

صفحہ ۳۵-۴۵)

جس وقت گوسائیں کی یہ تحریر پڑھی جا چکی۔ عدالت میں جس قدر بھی خدا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے فرمانبردار بندے موجود تھے۔ اس کفر کو سُنکر سب کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں "ڈون۔ وِد۔ دی۔ ڈیول۔ گو سائیں" "ڈون۔ وِد۔ دی۔ سڈیشنز" "ڈون۔ وِد۔ دی۔ انفی۔ ڈل" "بانڈ۔ ہم۔ ہینگ۔ ہم کوارٹر۔ ہم اینڈ۔ تھرو۔ ہم۔ ٹو۔ دی۔ ڈوگس" عدالت نے اسی جوش کو دیکھ کر "آرڈر پلیز" کہا۔ مگر وہاں کون سنتا تھا۔ مچھندر گو سائیں کی تحریر کو سُنکر سب اسپر پل پڑنے کے لئے تیار تھے۔ آخر کار عدالت اس بات کے لئے مجبور ہوئی کہ معمولی پولیس کی بجائے ملٹری کو بلایا جاوے۔ آن کی آن میں گارڈن مائی لینڈ کا ایک دستہ آموجود ہوا۔ اور شور و غل دب گیا۔ اس اثنا میں مچھندر گو سائیں ایک کونے میں کھڑا ہوا بید مجنوں کی طرح کانپ رہا تھا۔

عدالت ۔ (حاضرین سے) عدالت کو اس بیہودگی کا واقعی افسوس ہے۔ کہ مچھندر گو سائیں کی تحریر نہ صرف سڈیشن سے لبریز ہے۔ بلکہ وہ سخت اشتعالک آمیز ہے۔ مگر عدالت کو اس بات کا بھی افسوس ہے۔ کہ خداوند خدا کے فرمانبردار بندے اپنے آقا کے برخلاف سخت کلامی کو سُنکر اس قدر جوش میں کیوں آگئے لہذا ملزم جو کہ پیشتر سے ہی گرفتار ہے اس کے لئے ایسے کلمات کیوں کہے گئے جو خداوند کے بندوں کی شان سے بعید ہیں۔ عدالت کو خود اس بات کا خیال ہے کہ ملزم کو اس کے جرم کے مطابق سزا دی جاوے۔ عدالت کو امید ہے۔ کہ آئندہ اس قسم کا کوئی شور و غل نہیں ہوگا (ملزم سے مخاطب ہو کر) دل مچھندر گو سائیں ایڈووکیٹ کونسل نے اس وقت جو تمہارے سامنے تحریر پڑھی ہے کیا وہ تمہاری ہی ہے۔

ملزم ۔ (کانپتے ہوئے) آن! می لارڈ۔ وہ میری ہی ہے۔

عدالت (ملزم سے جو کہ مان۔ مائی۔ لارڈ کی بجائے آن۔ می۔ لارڈ کہہ رہا ہے اور سخت خوف زدہ ہے) دل گو سائیں! گھبراؤ مت۔ اسی سپرٹ میں جواب دو جس سپرٹ میں کہ تم پہلے دیتے تھے۔

ملزم ۔ (جس کی مارے ڈر کے قبض رفع ہو گئی ہے) میں "نمبر ون" کے لئے عدالت سے رخصت مانگتا ہوں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت - ہاں بڑے شوق سے جائیے۔

ملزم - چندر سین کی حراست میں بیٹ الخلا میں جاتا ہے۔ اور وہاں ماتھا پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور سوچتا ہے کہ آج تو قسمت ہی اچھی تھی۔ جو بچ گیا ورنہ معلوم تو ایسا ہوتا تھا۔ کہ بس نکا بوٹی اڑ جائے گی۔ ہائے میں کیسا بدنصیب اور گمراہ ہوں۔ اے کاش میں نہ پیدا ہوا ہوتا۔ میری حالت کیسی قابل رحم میری اوستھا کیسی انتہائی ہے۔ کوئی ہمدرد نہیں کوئی محرم دل نہیں ہے۔ ہائے میری جان عذاب میں ہے۔ اُوں۔ ہُوں۔ ہوں۔ یہ کہہ کر مچھندر گوسائیں نے بیٹھے بیٹھے زور زور سے رونا شروع کیا۔ ایک دفعہ تو اس نے اس زور سے چیخ ماری کہ چندر سین کو مجبوراً اندر جا کر دیکھنا پڑا۔ کہ کہیں ملزم خودکشی تو نہیں کر بیٹھا۔ چندر سین کو آتے دیکھ کر مچھندر نے کرتے کی آستین سے آنسو پونچھے۔ اور جھٹ پٹ آب دست لے باہر نکل آیا وہاں سے عدالت میں آگیا۔ مگر اس کی حالت قابل رحم تھی۔ چہرے کا رنگ فق تھا۔ مُنہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ جسم پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

عدالت - دل مچھندر گوسائیں! تمہاری تحریر سخت سڈیشن ہے۔ عدالت تم کو بتانا چاہتی ہے کہ تم نے کیونکر پرمیشور کے قوانین کو نہ سمجھ کر یا اُن کو بُری لائیٹ میں ظاہر کر کے اس کے فرمانبردار بندوں کو بہکانے کی کوشش کی ہے۔ کوئی ایشور کا فرمانبردار بندہ یہ نہیں کہتا۔ کہ ٹڈی یا دیگر کیڑے مکوڑے کھیتوں کو تباہ کرنے کے لئے پرمیشور بھیجتا ہے۔ جیسا کہ تم نے فرض کیا ہے۔ یقیناً پرمیشور نے آج تک کبھی ٹڈی یا کسی کیڑے مکوڑے کے کان میں پھونک نہیں ماری۔ کہ تم فلاں جگہ کھیتوں کو اُجاڑ دو۔ اگر کسی کسان کے کھیت کو ٹڈی دل تباہ کر دیتا ہے۔ تو یہ پرمیشور کا قصور نہیں ہے۔ بلکہ اس کسان کا قصور ہے۔ جو اتنا سست اور اپنے کھیت کی طرف سے لاپرواہ ہے۔ کہ اسکے بچانیکے لئے ہاتھ پاؤں نہیں مارتا۔ پس ایسی صورت میں اسکے کھیت کا تباہ ہو جانا اس کے اپنے ہی کرموں کا پھل ہے۔ جو کہ اسکی سستی۔ یا غفلت یا جہالت ہے اسکے برعکس جو کسان سست۔ یا غافل۔ یا جاہل نہیں ہوتے۔ وہ اپنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھیتوں کو اس قسم کے کیڑوں سے بچانے کے لئے ہزاروں تجاویز نکال لیا کرتے ہیں۔ تمہارا یہ کہنا کہ پرماتما پہاڑوں میں سے آگ یا طوفان اور بھونچال بھیج کر لوگوں کو تباہ کرتا ہے۔ تمہاری پروورڈرینزن (اُلٹی بدھی) کی نشانی ہے۔ مگر پیشتر اس کے کہ عدالت تمہارے اس بیان کی لغویت کو ظاہر کرے۔ وہ تم سے پوچھنا چاہتی ہے۔ کہ کیا تم اوولیوشن تھیوری (مسئلہ ارتقا) کے قایل ہو؟

ملزم۔ ہاں میں صفدل سے مسئلہ ارتقا یا بکاش تتو کا قایل ہوں +

عدالت۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ مسئلہ ارتقا کی رُو سے اس زمین کو آتشین بخارات کی شکل سے موجودہ شکل میں آنے کے لئے کسقدر انقلابات کے اندر سے گزرنا پڑا؟

ملزم۔ اوہ! بہت سخت انقلابات کے اندر سے گذرنا پڑا۔ آتشین بخارات مدت تک چکر کھاتے کھاتے سیالی حالت میں آئے۔ اور پھر مدت تک سیالی حالت نے انجماد اختیار کیا۔ اور زمین کی کچھ شکل بنی۔ مگر پھر بھی وہ انسانوں اور حیوانوں کے رہنے کے لایق نہیں تھی۔ کیونکہ یہ ابھی تک سخت گرم تھی۔ اور اس پر اس کثرت سے خوفناک طوفان آتے تھے۔ کہ اُن میں کسی بھی جاندار کا زندہ رہنا ناممکن تھا۔ مگر جوں جوں اس کی حرارت کم ہوتی گئی اور وہ طوفان بند ہوتے گئے۔ تیوں تیوں رہ آبادی کے لایق بنتی گئی +

عدالت۔ تم جانتے ہو۔ کہ زمین کے اندر اسوقت بھی سخت آگ موجود ہے۔ بلکہ بعض کے اندر وہ ابھی تک بخارات کی سیالی حالت میں ہیں بلکہ آتشفشاں حرارت کی حالت میں ہیں۔ جس کے ثبوت کے لئے سطح زمین کے آتشین پہاڑوں پر آتش فشانی موجود ہے۔ گویا آتشین پہاڑ پرماتما نے اپنی کمال قدرت سے زمین کیلئے دودکش یا چمنی بنا دیئے ہیں۔ تاکہ اُن کے ذریعہ زمین کی اندرونی حالت خارج ہوتی رہے۔ یہ آتشین پہاڑ یا دودکش کیا ہیں۔ ایک قسم کے سیفٹی والوز ہیں۔ تم جانتے ہو۔ کہ اگر کسی بھاپ کے انجن میں سیفٹی والوز نہ ہوں۔ تو وہ انجن پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اسی طرح اگر پرماتما نے اپنی کمال دانائی سے زمین میں یہ سیفٹی والوز نہ لگا دیئے ہوتے۔ تو زمین اپنے اندر کی حرارت اور بخارات کی تیزی سے پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ ان سیفٹی۔ والوز کی موجودگی میں جب کبھی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زمین کے اندر کا آتشین مادہ جوش مارتا ہے۔ تو وہ اپنے خروج کیلئے ان ہی سیفٹی والو کا راستہ بناتا ہے اور خارج ہو جاتا ہے۔ زمین کو بہیئت مجموعی کوئی نقصان نہیں پہونچتا۔ پس ایسے پہاڑوں کی آتش فشانی کو دیکھکر جائے اس کے کہ تم پرماتما کی کمال دانائی کے قائل ہوتے۔ اُلٹا تم نے ان کو پرماتما کا ظلم ثابت کرنے کا ذریعہ بنایا۔ تمہارا یہ اعتراض کہ چونکہ ان آتش فشانیوں سے حیوانوں یا انسان کی ہلاکت ہوتی ہے۔ بنا بریں پرماتما بڑا ظالم یا قاتل ہے۔ ٹھیک اسی قسم کا ہے جیسے کوئی شخص کسی ریل گاڑی میں جلد نہ پاکر انجن کے سیفٹی والو یا گیس ہولڈر میں جا گھسے اور جب مرنے لگے تو انجن ڈرائیور کو گالیاں دینے لگے کہ انجن ڈرائیور یا کوئی دوسرا انجنیر کیسا ظالم ہے کہ اس نے انجن جیسی چیز کو بنایا۔ کیا تمہاری نزدیک غلطی انجنیر کی ہے یا اس شخص کی +

ملزم۔ میرے نزدیک تو غلطی اس شخص کی ہے۔ جو کہ سیفٹی والوز کو جائے رہائش بناتا ہے۔ جہاں کہ ہر وقت بھاپ خارج ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ مسافروں کے بیٹھنے کی جگہ اول۔ دوم۔ درمیانہ یا تیسرے درجہ کی گاڑیاں ہیں نہ کہ انجن کا گیس ہولڈر یا سیفٹی والو۔ جو ان گاڑیوں کو چھوڑ کر خواہ مخواہ گیس ہولڈر میں گھستا ہے اس سے بڑھ کر مورکھ کون۔ وہ ضرور مریگا +

عدالت۔ اسی طرح پرماتما نے اپنی کمال قدرت اور دانائی سے آتشین پہاڑوں کو گیس ہولڈر یا سیفٹی والوز بنایا ہے۔ نہ کہ انسانوں کے رہنے کی جگہ۔ پس جو شخص میدانوں کے سبز قطعات کو چھوڑ کر جو کہ آبادی کے لئے مقصود ہیں خواہ مخواہ ان آتشین پہاڑوں پر جا کر گھر بناتے ہیں۔ وہ ٹھیک اس بیوقوف کی طرح ہیں جو گاڑیوں کو چھوڑ کر انجن کے گیس ہولڈر پر جا کر بیٹھتے ہیں۔ وہ ضرور تباہ ہونگے

ملزم۔ سمان اس میں تو کچھ شک نہیں +

عدالت۔ جو شخص ایسے شخص کو تباہ ہوتے دیکھکر بجائے ان لوگوں کی جہالت پر رحم کرنے کے پرماتما کو گالیاں دیتے یا اس کو ظالم بتاتے ہوں۔ کیونکہ اس نے آتشین پہاڑ پیدا کئے ہیں۔ وہ ٹھیک اس بیوقوف کی طرح ہیں۔ جو کہ ریلوے ڈرائیور یا ریلوے انجنیر کو اس وجہ پر گالیاں دیتے ہوں۔ کہ اس نے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انجن بنایا یا چلایا ۔

ملزم ۔ (ہنس کر) اوہ! اس شخص سے بڑھکر احمق بیوقوف نہیں بلکہ کہ دیوانہ کون ہوگا۔ جو کسی ایسے انجنیئر کو گالیاں دے۔ جو کہ ایسا انجن بنایا ہو۔

عدالت ۔ پھر اب تم ہی بتاؤ۔ کہ تم نے جو ایسے عقل کل پرماتما کو آتش فشان پہاڑوں کی حقیقت کو نہ جان کر گالیاں دیں۔ تو ہم خود کیا ہوئے۔ تم کو جانا چاہیے تھا۔ کہ پرماتما نے آتش فشان پہاڑوں کو اس لئے نہیں بنایا۔ کہ لوگ ان پر جا کر آباد ہوں۔ بلکہ محض اس لئے کہ زمین کی اندرونی حرارت۔ دھواں۔ ان کے ذریعہ خارج ہو۔ تاکہ زمین آتشین مادہ کے اخراج سے دن بدن بہتر صورت اختیار کرتی جائے۔ لیکن افسوس! جو بات کہ پرماتما کے عقل کل ہونے پر دال تھی تم نے اسکو مروڑ توڑ کر اس کے برخلاف سڈیشن پھیلانے اور لوگوں کو اس سے گمراہ کرنیکا ذریعہ بنایا۔ جو کہ تمہاری نیک نیتی کی دلیل نہیں ہے۔ کیا تم اس بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہو۔

ملزم ۔ (خاموش ہے اور دل ہی دل میں کہہ رہا ہے۔ میں درحقیقت بالکل اندھا ہی بن گیا تھا۔ جو ایسی ایسی لچر دلیلیں دیکر خدا کو ظالم ثابت کیا۔ ان سے تو اسکی کمال دانائی اور عقلمندی ٹپکتی ہے۔ بھلا اب میں عدالت کی بات کا کیا جواب دوں)

عدالت ۔ تم نے تیسری بات پرماتما کے ظالم ہونے کے بارے میں یہ بیان کی ہے کہ وہ بارش وغیرہ کے طوفان بھیجتا ہے۔ جس سے ہزاروں انسان یا حیوان تباہ ہو جاتے ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو تمہاری یہ دلیل بھی ٹھیک انجن کے گیس ہولڈر پر بیٹھنے والے کی مانند ہے۔ تم جانتے ہو۔ کہ اگر بارش نہ ہو تو زمین قطعی صحرا بن جائے۔ بارش کے طوفان بھیجنے میں بھی پرماتما کی کمال دانائی پوشیدہ ہے۔ تم جانتے ہو کہ شہر کی کسی بھی بدرو میں جسقدر زور سے پانی ڈالا جاتا ہے۔ اسیقدر وہ زیادہ صاف رہتی ہے۔ اس کے برعکس جن موریوں یا نالیوں میں پانی نہیں ڈالا جاتا یا اگر ڈالا جاتا ہے تو وہ بہتا نہیں۔ اگر بہتا ہے تو بہت آہستہ آہستہ اسقدر آہستہ کہ غلاظت کو ساتھ نہیں بہا سکتا۔ اسی قدر وہ زیادہ غلیظ اور بیماری بڑھانے کا موجب بنتی ہیں۔ یہی حالت ہماری زمین کی ہے۔ جو کہ انسانی اور حیوانی فضلات سے لدی رہتی ہے۔ وہ فضلات نہ صرف سطح زمین کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

محدود رہتے ہیں۔ بلکہ زمین پر سے ذرات اور بخارات کی شکل میں تبدیل ہو کر ہمارے کرہ ہوائی کو بھی گندہ کرتے رہتے ہیں جیسا کہ تم شہروں کی ہوا سے اندازہ لگا سکتے ہو۔ زمین کی اس تمام گندگی کو دھونے کے لئے بارش کی ضرورت ہے اور تم جانتے ہو کہ بارش جسقدر بھی زور سے ہوگی اسیقدر یہ میل بارش کی بوندوں کے ذریعہ زمین پر آتی ہے اور پانی اس میل کو مع زمین کی سطح پر کی میل کے بڑے زور سے بہا کر ایک بڑی بدررو میں جس کو کہ دریا کہا جاتا ہے جا ڈالتا ہے اور دریا اس تمام میل کو سمندر میں جا پھینکتا ہے جہاں کہ وہ تہ میں بیٹھ جاتی ہے۔ اس طرح بارش کے طوفان کے ذریعہ ہماری زمین اور ہوا کی میل دھلتی رہتی ہے۔ یقیناً اگر یہ طوفان نہ ہوں۔ تو زمین مارے غلاظت کے انسانی آبادی کے ناقابل ہو جائے۔ اسی طرح زور سے آندھیوں کا چلنا بھی ہوا کی صفائی کے لئے ضروری ہے۔ آندھی جسقدر زور سے آویگی اسیقدر وہ گندے بخارات سے بھری ہوئی ہوا میں حرکت دیکر ان کو چھن بھن کر دیگی اور کر دیتی ہے۔ اب رہی یہ بات کہ چونکہ ہوا یا بارش کے طوفانوں سے کئی حیوان یا انسان ہلاک ہو جاتے ہیں بنابریں ایشور ظالم ہے۔ ایسا نتیجہ سوائے ایک الٹی بدھی کے انسان کے اور کوئی نہیں نکال سکتا۔ کیونکہ اس قسم کے حیوانوں یا انسانوں کی ہلاکت ان کی اپنی مورکھتا کا نتیجہ ہے اور انکی یہ مورکھتا ٹھیک اسی پرکار کی ہے جیسے کہ کوئی چھوٹا سا کیڑا یا جانور بدررو کے کنارے خشک دیکھ کر وہاں اس قسم کا کمزور گھر بنائے جو کہ چند بوند پانی سے بنا جانے والا ہو۔ ساتھ ہی وہ اس بات سے بے خبر ہو کہ کل جب اس بدررو کی صفائی کیلئے زور سے پانی ڈالا جائے گا تو وہ ہلاک ہو جائیگا۔ وہ اگر اپنی ہلاکت کیلئے اپنی مورکھتا کو ذمہ دار گردانے کی بجائے داروغہ صفائی کو ہی گالیاں دینے لگ جائے کہ کیسا احمق اور ظالم داروغہ ہے کہ بدررو میں پانی کا طوفان برپا کر کے میری جیسے ناتوان کیڑوں کے گھروں کو تباہ کر دیا تو تم ان دونوں میں سے کس کو بیوقوف کہو گے

ملزم سیہ تو ایک بچہ بھی بتا سکتا ہے کہ داروغہ صفائی کا اسمیں کوئی قصور نہیں ہے۔ بیوقوفی اس کیڑے کی ہے جو پانی کی لہر سے بے خبر رہ کر ایک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غیر محفوظ گھر بناتا ہے۔ اور وہ بھی بدرو کے بیچ میں ۔

عدالت ۔ اب اگر کسی دریا کے کنارے پر آبادی بسجاوے یا کسی جھیل کے کنارے پر شہر آباد کیا جائے۔ اور اس بات کا انتظام نہ کیا جائے۔ کہ جب طوفان آئیگا۔ تو آبادی کو کیا خطرہ پہنچیگا۔ تو اس میں کس کا قصور ہے ۔

ملزم ۔ بیشک آبادی کرنے والوں کا ہی قصور ہے ۔

عدالت ۔ کیونکہ پرماتما نے تو اپنے قوانین کے ذریعہ اس زمین کو انسانوں اور حیوانوں کی رہائش کے لئے بہتر بنانے میں صفائی کا کام کرنا ہے۔ اگر اس صفائی کے کام میں کوئی احمق بیوقوف اپنی بیوقوفی کی وجہ سے ہلاک ہوجائے تو کس کا قصور ہے۔ داروغہ صفائی کا۔ یا اس احمق کا ۔

ملزم ۔ بے شک اس احمق کا ہی قصور ہے۔ کیونکہ داروغہ صفائی ایک کیڑے کی جان بچانے کے لئے جس نے کہ کوتاہ اندیشی سے بدرو کے کنارے پر گھر بنا رکھا ہو۔ صفائی کے فرض سے کوتاہی نہیں کریگا۔ اگر وہ اس کیڑے کیخاطر کوتاہی کرتا ہے تو وہ تمام شہر کی صحت کو معرض خطر میں ڈالتا ہے بنابریں قابل مواخذہ ہے ۔

عدالت ۔ پھر کیا تم پرماتما کو اس داروغہ صفائی سے بھی کم عقلمند یا کم دوراندیش سمجھتے ہو۔ کہ وہ چند احمق اور کوتاہ اندیش انسانوں کی خاطر زمین کی سطح اور کرہ ہوائی کو غلاظت سے صاف کرنے کے لئے زوردار بارش نہ برسایا کرے۔ یقیناً زوردار بارش یا دوسرے لفظوں میں بارش کا طوفان زمین کی پاکیزگی کے لئے ضروری ہے اور اس میں پرماتما کی عین عقلمندی۔ دانائی اور دوراندیشی پوشیدہ ہے۔ مگر افسوس تم نے اسی بات سے الٹا نتیجہ نکال کر پرماتما کے برخلاف سیدھا پھیلایا۔ کیا تم اس کا کوئی جواب دیسکتے ہو۔

ملزم ۔ (ملزم کے لب بند ہیں۔ اور وہ اپنی بیوقوفی پر رو رہا ہے۔ اور کچھ نہیں بولتا)

عدالت ۔ اب جو تم نے بھوچال کا بیان دیکر ایک بیہودہ اعتراض اس بنا پر گمراہ کردیا۔ کہ پرمیشور ظالم ہے کیونکہ بھوچال کے ذریعہ ہزاروں انسانوں کو تباہ کردیتا ہے یہ بھی ایک قطعی الٹا نتیجہ نکالا ہے۔ اس بات کو چھوڑ کر کہ بھوچال کیوں آتا ہے۔ عدالت تمکو یہ بتانا چاہتی ہے۔ کہ تم نے جو بھوچال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے پرماتما کا ظالم ہونا ثابت کیا ہے۔ وہ سدیشن ہے۔ بھوچال میں بھی پرماتما کی دانائی پوشیدہ ہے۔ اُنکا منشا یہ نہیں ہے۔ کہ وہ بھوچال کے ذریعہ لوگوں کو تباہ کرے۔ بلکہ اگر کوئی شخص تباہ ہوجاتا ہے تو وہ اپنی سورکھتا اور بےقوفی یا اپنے اعمال کی بدولت۔ تم دیکھتے ہو کہ ایک ڈرائیور دُور سے یہ دیکھکر کہ کوئی شخص ریل کی پٹڑی پر کھڑا ہے۔ اس کو وہاں سے ہٹ جانے کیلئے سیٹی بجا دیتا ہے۔ اگر وہ اس وارننگ نوٹ کو سُنکر بھی وہاں سے نہیں ہٹتا۔ بلکہ لیٹ جاتا ہے اور سو جاتا ہے۔ تو وہ خود ہی موت کے مُنہ میں جاتا ہے۔ کیا تم ڈرائیور کو ظالم کہوگے؟

ملزم۔ ہرگز نہیں۔ کسی صورت میں بھی نہیں۔

عدالت۔ تم جانتے ہو کہ بھوچال ایک قسم کی وارننگ یا تنبیہ ہے۔ جو کہ اس لفظ سے ہی ظاہر ہے۔ اور بتا رہی ہے۔ کہ زمین کی جنبش سے ممکن ہے مکان گریں۔ پس جو لوگ اس سیٹی کو سُن کر یا اس اشارے کو دیکھکر فوراً خطرے کے مقام سے دور ہوجاتے ہیں۔ بھوچال ان کا بال بیکا نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ تمام مکان کو ہلتا ہوا دیکھکر بھی اس کے اندر بیٹھے۔ لیٹے یا سوئے رہتے ہیں اور اس باموقع تنبیہ سے فایدہ نہیں اُٹھاتے۔ ایسے لوگ اگر مکان کے گرنے سے نیچے دب کر مرجائیں۔ تو اس میں کس کا قصور؟

ملزم۔ بیشک ان لوگوں کا۔ جو کہ مکان کو ہلتا دیکھ کر بھی اس کے اندر بیٹھے یا لیٹے رہے۔ حالانکہ ان کو فوراً خطرہ کی جگہ سے باہر نکل جانا چاہیئے تھا۔

عدالت۔ اب اگر کوئی شخص ان لوگوں کی بیوقوفی پر افسوس کرنیکی بجائے ٹھیک اسی طرح پرماتما کو کوسنے لگ جائے۔ جیسا کہ کوئی شخص ریل کے نیچے مرے ہوئے آدمی کی لاش کو دیکھ کر ریلوے ڈرائیور کو کوستا ہو۔ اور اسکو ظالم بتاتا ہو تو تم دونوں میں سے کس کو احمق کہوگے؟

ملزم۔ بیشک دوسرے آدمی کو احمق کہونگا۔ جو اگر چاہتا۔ تو ریل کی دھم دھم کو سُن کر ہی یہ نتیجہ نکال سکتا تھا۔ کہ اب ریل آرہی ہے۔ اگر میں پٹڑی پر کھڑا رہونگا۔ تو کچلا جاؤنگا۔ پس وہ پٹڑی پر سے ہٹ کر اپنی جان بچا سکتا تھا لیکن وہ نہ ہٹا اور مارا گیا۔ اس میں ڈرائیور کا کیا قصور؟

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت - لیکن ایک شخص ٹپڑی کے نیچے آکر تو نہیں مرتا - مگر ریل گاڑی کے اندر ایسے طریقہ پر بیٹھا ہوا تھا - کہ جب ہی ریل میں جھٹکا لگا - گاڑی کے ساتھ اس کا سر ٹکرایا - اور وہ اس صدمہ سے مر گیا - کیا اس شخص کی موت کے لئے ڈرائیور کو ذمہ وار گردانا جائیگا ؟

ملزم - ہرگز نہیں - بلکہ یہ اُس شخص کا اپنا ہی قصور تھا - کہ وہ ہوشیار ہو کر نہ بیٹھا - خاص کر جبکہ اس کو معلوم تہا - کہ اب جھٹکا لگ رہا ہے یا لگیگا ۔

عدالت - پھر کیا پرماتما کو جو کہ اس زمین کو ریل کی رفتار سے بھی کئی گنا تیزی کے ساتھ چلا رہے ہیں اُن احمقوں کی احمقانہ موت کے لئے ملزم گردانا جا سکتا ہے جو کہ اس کے جھٹکوں سے بیخبر ہو کر اسا ودہانی سے اس میں بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی مورکھتا یا غفلت کیوجہ سے سر تڑوا کر مر گئے - اگر تم ایک ریلوے ڈرائیور کو گاڑی کے جھٹکے سے مر جانے والے شخص کی موت کے لئے ملزم گردان کر ظالم کہنے کے لئے تیار نہیں ہو تو تم ایسے سڈیشن منگر کیوں بنے کہ تم نے بھونچال سے ٹکرا کر اپنی احمقانہ غفلت سے مر جانیوالوں کی موت کے لئے پرماتما کو ذمہ وار گردانا - اور اس کو ظالم - قاتل - موذی وغیرہ کے نام سے پکارا - کیا اپنی اس قسم کی بغاوت اور سڈیشن کے صحیح یا قانون کے اندر ہونے کے لئے تمہارے پاس کوئی وجہ ہے ۔

ملزم - (ملزم خاموش ہے - اس کا رنگ فق ہے - جسم کانپ رہا ہے - کچھ جواب نہیں دیتا - اس کو معلوم نہیں تھا - کہ عدالت ایسی سر توڑ اور لاجواب جرح کریگی - اس کا دل دھڑک رہا ہے - نبض کمزور پڑ رہی ہے - آخر وہ عدالت کے سامنے ہی غش کھا کر دھڑام سے گر جاتا ہے - عدالت لفٹنٹ کرنل میجر ڈاکٹر سجرنگ بہاری - آئی - ایم - ایس انچارج سنٹرل جیل دیونگر - دیولوک کو بلاتی ہے - ڈاکٹر موصوف ملزم کو امونیا کاربونیٹ کی شیشی سونگھاتا ہے - ملزم آنکھیں کھول دیتا ہے - مگر کمزوری کی وجہ سے کچھ بول نہیں سکتا - اس کا دل بہت زور سے پلپی ٹیٹ کر رہا ہے - اندیشہ ہے - کہ وہ ہارٹ فیلیور سے مر جائیگا - عدالت ملزم کی ایسی نازک حالت کو دیکھکر حکم دیتی ہے - کہ ملزم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو ڈاکٹر کے سپرد کر دیا جائے۔ اور مقدمہ کو کسی آیندہ تاریخ پر ملتوی کر کے آج اجلاس برخاست کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کی رپورٹ پر کہ آیا ملزم عدالت میں آسکتا ہے یا نہیں۔ مقدمہ کی دوسری پیشی منحصر ہوگی۔ ورنہ کیس کو سائن ڈائی (sine die) ملتوی کیا جاویگا۔

ساتویں پیشی

گاڈ (خدا) ورسس مچھندر گوسائیں الیاس دیو گورو بھگوان چارجڈ انڈر سیکشن (۱۱) تعزیرات منو باب دوم

لفٹنٹ کرنل میجر ڈاکٹر بجرنگ بہاری۔ آئی۔ ایم۔ ایس انچارج سنٹرل جیل دیونگر دیو لوک کی رپورٹ

"مچھندر گوسائیں چوبیس گھنٹہ سے میرے زیر علاج ہے۔ وہ نروس پرسٹریشن نروس ڈیبلیٹی۔ کرانک ڈس پیپسیا۔ پلپی ٹیشن۔ لنگس افیکشن۔ ہوپنگ کف۔ ہیڈیک ٹان سلائٹیس۔ کرانک انفلوئنزا۔ ڈائیلیٹیشن آف دی ہارٹ اینڈ سٹامک کا شکار ہے۔ میرے خیال میں اس کا چلنا پھرنا۔ یا بولنا یا کوئی دوسرا وائیولینٹ ایگزرشن کا کام کرنا اس کے لئے قطعی مہلک ہے۔ وہ ایزی چیر پر بیٹھ سکتا ہے۔ اخبار پڑھ یا سن سکتا ہے۔ میرے خیال میں اگر کمرہ عدالت میں اس کو ایزی چیر مل جاوے۔ اور اس کو بولنے کی تکلیف نہ دیجائے اور بیچ بیچ میں اس کو برانڈی اور بیف سوپ ملتا رہے۔ تو اس کا کیس بلا لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ برانڈی اور بیف سوپ کا استعمال ایسی نازک حالت میں اس کے لئے ازحد ضروری ہے۔ ان دونوں چیزوں کے سوائے اس کو کوئی سالڈ ڈائٹ نہیں ملنی چاہیے۔ برانڈی بیف سوپ سے پہلے دی جائے۔ اور نصف گھنٹہ بعد ایک ٹی سپون فل ڈاکٹر لیلر کا فاسفو ڈائن دیا جائے۔"

عدالت۔ عدالت نے جب ڈاکٹر کی اس رپورٹ کو دیکھا۔ تو اسنے مقدمہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملتوی کرنا مناسب نہ سمجھ کر اجلاس کا حکم دیدیا۔ مگر ساتھ ہی اس کے دل میں شک پیدا ہوا۔ کہ مچھندر گوسائیں ہندو اور ذات کا برہمن ہے۔ وہ برانڈی اور بیف سوپ کا استعمال کیسے کر سکیگا۔ چنانچہ اپنے اس شک کو دور کرنے کے لئے اور اگر ہو سکے۔ تو ان چیزوں کی بجائے کسی دوسری چیز کے بدلنے کے لئے اس نے ڈاکٹر میجر سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ ڈاکٹر کورٹ میں حاضر تھا۔ عدالت نے اس کو علیحدہ بلا کر پوچھا۔ ملزم قنوجیا برہمن ہے۔ کیا وہ برانڈی (شراب) اور بیف سوپ (گوشت ممنوعہ کا شوربہ) لینے میں عذر تو نہیں کریگا +

ڈاکٹر۔ اس کو ہرگز عذر نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ زندگی اور موت کا معاملہ ہے +

عدالت مگر کوئی ہندو خاص کر برہمن اور پھر قنوجیا برہمن اپنی زندگی بچانے کے لئے بیف سوپ کا استعمال نہیں کریگا +

ڈاکٹر۔ مگر مچھندر گوسائیں کا پنتھ بالکل اور چیز ہے۔ اس کے نزدیک ایسی حالت میں کسی قسم کا گوشت کھا لینے سے اگر جان بچ سکتی ہو تو بالکل جائز ہے +

عدالت۔ مگر کیا اس کی تعلیم ایسی ہے۔ کہ اگر گوشت ممنوعہ کے استعمال سے جان بچ سکتی ہو۔ تو بچا لینا جائز ہے +

ڈاکٹر۔ ہاں۔ ہاں! گوشت ممنوعہ تو ایک طرف اگر آدمی کا گوشت کھا لینے سے بھی ایسا ہو سکتا ہو۔ تو اس کے پنتھ میں ایسا کر لینے کی گنجائش ہے +

عدالت۔ کیا آپ اس کے لئے اس کے پنتھ کی کوئی تحریری شہادت دکھلا سکتے ہیں +

ڈاکٹر۔ ہاں بڑے شوق سے لیجئے۔ دیکھئے:۔ "میں بنا اوچت کارن کے مانس انھوا مانس کی بنی ہوئی کوئی وستو نہ کھاؤنگا" (دیو سماج سنستھا پک۔ شکچھا۔ پردیش ودھی صفحہ ۱۳۔ ہندی اڈیشن مطبوعہ چیت سمت ۹۱) اب جان بچانے سے بڑھکر کونسا اوچت کارن یا مناسب وجہ ہو سکتی ہے۔ خاصکر جبکہ ڈاکٹر کہتا ہو یا دوسرے الفاظ میں کسی بھی اوچت کارن کے ہونے پر میں مانس انھوا مانس کی بنی ہوئی ہر ایک وستو کھا لونگا۔ مانس میں گائے کا مانس بلکہ آدمی کا مانس بھی شامل ہے۔ پس مچھندر گوسائیں کے پنتھ میں اوچت کارن کی موجودگی میں کسی بھی مانس کا استعمال کر لینا جائز ہے۔ اسی اصول کو جانتے ہوئے میں نے اس کی کمزوری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو مدنظر رکھ کر اور اس کی جان بچانے کی خاطر برانڈی اور بیف سوپ کا استعمال بتایا ہے۔ برانڈی وغیرہ کے بارے میں مچھندر گوسائیں کے پنتھ کا یہ اصول ہے "میں مادک (نشہ) کے لئے شراب۔ افیم۔ بھنگ۔ چنڈو۔ آدی کی مادک درویہ (نشی اشیاء) کا سیون نہ کرونگا۔ چونکہ برانڈی نشہ کی خاطر نہیں دی جاتی۔ اس لئے اس کو اس کے پینے میں اپنے ہی اصولوں کے مطابق ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ (دیو سماج کے دیورتن نے ستیارتھ پرکاش سے آدمی کا گوشت کھانے کی تعلیم دھینگا دھانگی نکالی ہے۔ بیف سوپ اُس کا الزامی جواب سمجھا جائے۔ مصنف) ؛

عدالت۔ (مسکرا کر) مچھندر گوسائیں نے اپنے پنتھ کو "اے میٹر آف کنوی نینس" بنانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ ڈاکٹر صاحب آپ کی تجویز کردہ ڈائٹ کو دیکھ کر مجھے شک ہؤا تھا۔ کہ کہیں عدالت کسی شخص کے مذہبی فیلنگس کو انجر نہ کرے لیکن آپ نے میرے اس شک کو دور کر دیا۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں میں داروغہ جیل کو حکم دونگا۔ کہ وہ مچھندر گوسائیں کے لئے دو بوتل برانڈی اور ایک سیر بیف سوپ کا انتظام کر دے۔ تاکہ بیچ بیچ میں حسب ضرورت مچھندر گوسائیں اُن کا استعمال کرتا رہ سکے۔ اور کمزوری کا شکار نہ ہونے پائے۔ ساتھ ہی میں داروغہ جیل کو حکم دیدونگا۔ کہ وہ مسٹر پلومر کی دوکان سے ایک بوتل ڈاکٹر لیدر کے فاسفوڈائن کی بھی لا رکھے۔

(میجر ڈاکٹر بجرنگ بہاری۔ آئی۔ ایم۔ ایس کے ساتھ یہ بات چیت کر کے آنریبل جسٹس پنڈت شبہ یال سنگھ ریٹائرنگ رُوم سے باہر آگئے۔ اور کرسئ عدالت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ادھر مچھندر گوسائیں ایزی چیر پر بیٹھا تھا۔ اس کے آگے ایک سفید ریش منجھولے قد کا جنٹلمین کھڑا تھا۔ یہ ڈیفنس کونسل تھا۔ جس کو کہ مچھندر گوسائیں نے آج اپنی طرف سے کھڑا کیا تھا۔ اس کا نام مسٹر اے۔ ایس ریلوالہ تھا۔ عدالت نے کونسل فور پروسیکیوشن کو ملزم کے دیگر کاغذات پیش کرنے کے لئے کہا۔ کونسل نے ملزم کی ایک تحریر پڑھنی شروع کی):-

"**بشواسی**"۔ فرضی ایشور کے بارے میں جھوٹے یقین کے پھیل جانے سے دنیا کو کیا کیا نقصان پہنچا ہے۔ منکر۔ فرضی ایشور کے بارے میں جھوٹے یقین کے پھیلنے سے دنیا کو نہایت خوفناک نقصان پہنچا ہے۔ **بشواسی**۔ اس نقصان کی آپ کچھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مثالیں دے سکتے ہیں۔ منکر۔ جی ہاں۔ سنئے۔ ایشور کے جھوٹے یقین میں پھنس کر ایسے جھوٹے بشواسیوں نے سائنس کی ترقی میں بہت روک اور مخالفت پیدا کی ہے فرضی ایشور کی طرف سے فرضی الہام کے معتقد ہو کر ان لوگوں نے اس قسم کی جھوٹی باتوں پر یقین جما کر کہ خدا نے یہ دنیا چھ دن میں پیدا کی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

عدالت۔ (کونسل کو روک کر) کاغذات مجھے دیکھنے دو۔ (کونسل نے تمام کاغذات عدالت کے ہاتھ میں دیدئے۔ عدالت نے اُن کو خود پڑھا۔ اور یہ جان کر کہ اُن میں زیادہ تر الہام کا ذکر ہے۔ کونسل سے کہا) عدالت پہلے بھی بتا چکی ہے۔ کہ عدالت ملزم کا کوئی حق نہیں سمجھتی۔ کہ وہ اس کو یہ بتائے۔ کہ کونسا الہام ایشوری الہام ہو سکتا ہے۔ عدالت اس تحریر کا نوٹس لینے کے لئے تیار نہیں ہے +

مسٹر ریلوالہ (ڈیفنس کونسل) میں عدالت کی توجہ اس امر کی طرف پھیرتا ہوں کہ عدالت اس تحریر کا نوٹس لے۔ کیونکہ یہ ایک ضروری تحریر ہے۔ جس سے ملزم کی پوزیشن صاف ہو جاتی ہے۔ اور وہ سڈیشن کا مرتکب نہیں رہتا +

عدالت۔ عدالت کے نزدیک ملزم کی پوزیشن صاف ہے۔ وہ ایشور کو کلپت یا فرضی کہتا ہے۔ اور اس کے برخلاف سڈیشن پھیلاتا ہے۔ جب وہ ایشور کی ہستی سے ہی منکر ہے۔ تو اُس کا کوئی حق نہیں رہتا۔ کہ وہ اس سوال کو اٹھائے۔ کہ ایشور کا الہام ایسا ہے یا ویسا۔ فریقین میں الہام کی نوعیت کا سوال اس وقت اٹھ سکتا ہے۔ جب وہ دونوں ملہم یا الہام کنندہ کی ہستی کے قائل ہوں۔ لیکن جہاں ان میں سے ایک ملہم یا الہام کنندہ کی ہستی سے ہی منکر ہو۔ وہاں الہام کا سوال نہیں رہتا بلکہ سوال یہ ہو جاتا ہے۔ کہ کوئی ملہم یا الہام کنندہ ہے یا نہیں۔ چونکہ عدالت کے نزدیک پرمیشور الہام کنندہ ہیں۔ اور ملزم اس کی ہستی سے منکر ہے پس امر متنازعہ فیہ پرمیشور کی ہستی ہے۔ نہ کہ الہام۔ پس اس موقع پر الہام پر بحث کرنا قطعی غیر متعلقہ ہے۔ اور عدالت کوئی غیر متعلقہ بحث کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی +

مسٹر ریلوالہ۔ مگر میں اس بات کو عدالت کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ کہ الہام کے فرضی ثابت ہو جانے پر الہام کنندہ کی ہستی خود بخود فرضی ثابت ہو جائیگی اس لئے میرے نزدیک الہام پر بحث ہونی لازمی ہے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت۔ مگر ملزم کی پوزیشن یہ نہیں ہے۔ کہ وہ الہام کو فرضی ثابت کرکے الہام کنندہ کو فرضی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ بلکہ اس کی پوزیشن یہ ہے۔ کہ الہام کنندہ دیالو پرمیشور کو فرضی ثابت کرکے اس کو خونی۔ قاتل۔ بیرحم۔ ظالم۔ موذی بتاتا ہے۔ اسی زمرہ میں وہ الہام کو بھی لاتا ہے۔ جو کہ ایک مائز آئیٹم ہے۔ میجر آئیٹم پرمیشور کی ہستی ہے +

مسٹر ریلوالہ۔ مگر عدالت نے جیسے اُن مائنر آئیٹمز پر بحث کی ہے۔ ویسے ہی میں امید کرتا ہوں۔ کہ وہ اس مائنر آئیٹم پر بھی بحث کرنے کا موقع دیں گی +

عدالت۔ عدالت نے اُن مائنر آئیٹمز پر اس واسطے بحث کی ہے۔ تاکہ وہ ملزم کو بتائے۔ کہ پرمیشور خونی۔ قاتل۔ ظالم۔ بیرحم وغیرہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ سرو گیہ ہونے کے علاوہ دیالو اور منگل سے بھی ہے۔ اور کہ اس کو ایسا نہ تصور کرکے اسکی طرف ظلم وغیرہ کو منسوب کرنا ایک سٹیشن ہے۔ جسکا کہ ملزم مرتکب ہوا ہے +

مسٹر ریلوالہ۔ لیکن اُس کے الہامات سے اُس کا ظالم ہونا ثابت ہوتا ہے +

عدالت۔ جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ پرمیشور نیاکاری۔ دیالو منگل سے تو وہ ہم کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے۔ پس وہ شخص جو یہ کہتا ہے۔ کہ ایشور کے الہامات اس کا ظالم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ ٹھیک اُسی جرم کا ملزم ہے۔ جس کا کہ مجھ پر گوسائیں۔ کیونکہ وہ ظلم کی تعلیم کو جگہ پرمیشور کی تعلیم نہیں ہے۔ پرمیشور کی طرف منسوب کرکے اس کے فرمانبردار بندوں میں پرمیشور کے دیالو اور منگل ہونے کے برخلاف سٹیشن پھیلاتا ہے +

مسٹر ریلوالہ (عدالت کی اس گونجنے والی آواز کو سنکر مسٹر ریلوالہ کی دھوتی ڈھیلی ہوگئی۔ اور یہ سمجھ کر کہ یہاں تو لینے کے دینے پڑتے ہیں۔ اور بجائے بچانے کے خود بھی پھنستا ہوں۔ جھٹ بول اُٹھا) ہاں میرے خیال میں بھی اس وقت الہام پر بحث کرنا قطعی ار۔ رے۔ وے۔ لینٹ" ہے۔ (یہ کہکر مسٹر ریلوالہ بیٹھ گئے) +

عدالت۔ عدالت نے پہلے ہی کہا تھا۔ کہ اس پائنٹ پر بحث کرنا ار۔ رے لے۔ نٹ" یا غیر متعلقہ ہے۔ عدالت خوش ہے۔ کہ ڈنڈ کونسل نے بھی عدالت کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ (یہ کہکر عدالت نے کونسل فور پراسیکیوشن سے پوچھا) الہام کے جھگڑے کے سوائے ملزم کے پاس سے اگر کوئی اور تحریر برآمد ہوئی ہو۔ جس پر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ بحث کی جاوے۔ تو پیش کی جاوے ورنہ عدالت آج کی کارروائی کو بند کر دیگی +

کونسل۔ مذکورہ بالا تحریر کے علاوہ جس پر کہ سات اجلاس میں بحث ہوتی رہی ہے ملزم کی چند ایک دیگر تحریریں بھی ہیں۔ جن کا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے لیکن کونسل کی رائے میں ان کا مضمون بھی واحد ہے۔ یعنی ایشور کو فرضی کہکر اس کے برخلاف سڈیشن پھیلانا بنابریں کونسل کی رائے میں اُن تحریروں پر علیحدہ بحث کرنیکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی +

عدالت۔ (لرنڈ کونسل کو سنکر) کل کے اجلاس میں ڈیفنس کونسل کو اختیار ہوگا۔ کہ اگر وہ چاہے۔ تو ڈیفنس سپیچ دے سکتا ہے۔ بعد ازاں ایڈووکیٹ جنرل کی سپیچ ہوگی۔ زاں بعد جیوری کا ورڈکٹ اور عدالت کا فیصلہ سنایا جاویگا۔ آج اجلاس برخواست +

آٹھویں پیشی

گاڈ (خدا) ورسس مچھندر گوسائیں الیاس دیوگورو بھگوان

چارجڈ انڈر سیکشن (۱۱) تعزیرات منوباب دوم

مسٹر اے۔ ایس ریلوالہ ڈیفنس کونسل کی سپیچ

مائی لارڈ اسب سے پہلے میں ملزم کی طرف سے اس مہذبانہ اور مہربانہ سلوک کے لئے عدالت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو کہ اثناء ٹرائل میں ملزم کے ساتھ کیا گیا۔ ملزم کا کسی غیر متعلقہ بیان پر عدالت کی طرف سے اس کو نہایت ہی نرم الفاظ میں تنبیہ کرنا۔ ملزم کا پیچش سے بیمار ہونا اور اس کو بار بار کی آمد و رفت کی تکلیف سے بچانے کے لئے عدالت کا اس کے لئے عین پریزیڈنسی کے اندر ہی ٹھیرنے کا انتظام کر دینا ملزم کی جان کا خطرے میں ہونا اور عدالت کا اس کی حفاظت کے لئے گارڈن ہائی لینڈر کا ایک دستہ منگوانا۔ ملزم کا مختلف بیماریوں سے تکلیف اٹھانا اور عدالت کی طرف سے اس کو ایزی چیر دئے جانے کے علاوہ ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوائیوں اور غذاؤں کا بافراط بہم پہنچانا۔ وغیرہ وغیرہ یہ تمام ایسی مہربانیاں ہیں۔ جن کے لئے ملزم نے مجھ سے درخواست کی ہے۔ لہ میں عدالت کا خاص شکریہ ادا کروں۔ ملزم نے مجھے اپنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کنفی ڈینس میں لیا ہے۔ جیسا کہ اس کو لینا چاہیئے تھا۔ اور مجھے وہ تمام واقعات بتا دئے ہیں۔ جن کے اظہار سے میں امید کرتا ہوں۔ ملزم کی پوزیشن قطعی صاف ہو جائیگی۔ ملزم پر زیر دفعہ (۱۱) تعزیرات منو باب دوم خدا اور اس کے قوانین کے برخلاف سڈیشن پھیلانے کا جرم قائم کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں اگر ملزم کی نیت کو اور اُن تمام حالات کو جن سے مجبور ہو کر ملزم اس قسم کی کوئی تحریر نکالنے پر مجبور ہؤا۔ کہ جو عدالت کے نزدیک سڈیشن کی حد تک پہنچتی ہے۔ ایک دفعہ جان لیا جاوے تو پھر اس قسم کی تحریر سڈیشن نہیں کہلائی جا سکتی۔ بلکہ وہ ایک لاچار اور مجبور دل کی فریاد کہی جا سکتی ہے۔ میں اب ان حالات پر روشنی ڈالتا ہوں۔ کہ جن سے مجبور ہو کر ملزم نے اس قسم کی کوئی تحریر لکھی۔ مجھے عدالت کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ عدالت خود ہی جانتی ہے۔ کہ ملزم ایک ذی عزت اور بارعب آدمی ہے۔ بلکہ کانکنج برہمن ہے۔ وہ پہلے خدا اور خدا کے قوانین کو مانتا تھا۔ خدا کے عشق میں دیوانہ وار ناچتا کودتا اور باتیں کیا کرتا تھا۔ خدا بھی اُس کو گود میں لٹا کر پیار کرتا اور اس کے مُنہ کو چوما کرتا تھا۔ غرضیکہ ملزم کا خدا کے ساتھ ایسا ہی میٹھا رشتہ تھا۔ جیسے کہ باپ کا بیٹے کے ساتھ یا خاوند کا بیوی کے ساتھ ہو اس بات کے ثبوت میں میں "خدائی بمب" کی ایک کاپی عدالت کے پیش کرتا ہوں۔ تاکہ وہ ڈیفنس کونسل کے بیان کی تصدیق کر سکے۔ ملزم خدا کا پکا بھگت تھا۔ بلکہ ملزم کا دعوےٰ تھا۔ کہ وہ خدا کا پرتی روپ یا مظہر ہے۔ اور خدا اُس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس بات کے ثبوت کے لئے میں جیون پتھ کی ایک کاپی اور روحانی زندگی کے مختلف حصّے عدالت کے سامنے رکھتا ہوں۔ تاکہ عدالت ڈیفنس کونسل کے بیان کی تصدیق کر سکے۔ اسی اثنا میں جبکہ وہ عشق الٰہی کے جلسوں میں ناچتا کودتا تھا۔ اس پر ایک وکیل مسمی چندا سنگھ نے ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ چلا دیا۔ ملزم کو پورا یقین تھا کہ چونکہ وہ خدا کا بچہ اور اکلوتا بچہ ہے۔ اور خدا اس کا منہ چومتا اور گلے سے لگا کر پیار کرتا ہے۔ پس خدا اس مقدمہ میں اس کی ضرور مدد کریگا۔ اور پشاچوں کو شکست دیگا۔ لیکن معاملہ الٹا نکلا۔ اور ملزم پر علاوہ دیگر جرموں کے ایک جرم میں پچاس روپیہ جرمانہ ہؤا۔ ملزم نے مقدمہ کی نگرانی کروائی۔ اور اس کو یقین تھا۔ کہ خدا نگرانی میں ہی جرمانہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی معافی میں مدد دیگا۔ لیکن جرمانہ بحال رہا۔ اس بات کے ثبوت میں میں "لاہوری پاکھنڈی" کی ایک کاپی عدالت کے سامنے رکھتا ہوں۔ اُن ہی دنوں میں جبکہ ملزم اس قسم کے مقدموں میں پھنسا ہوا تھا۔ اس کی ایک نہایت ہی پیاری بھگتنی لب مرگ پہنچ گئی۔ ملزم کو یقین تھا۔ کہ خداوند اس کی دعا کو سنیگا۔ اور اُس کی بھگتنی کو بچالیگا۔ لیکن خدا کے قوانین ایسے نکلے۔ کہ وہ بھگتنی مرگئی۔ ساتھ ہی اُن ہی دنوں میں ملزم خود بھی اس قدر بیمار ہوگیا۔ کہ اُس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ چنانچہ ملزم کا بیان ہے۔ کہ جب وہ بٹھنڈا کی طرف جارہا تھا۔ تو اُس کو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا ریل میں ہی اس کا دم نکل جائیگا۔ مقدموں اور ان صدموں کے علاوہ اس کے اپنے ہی گھر کے ایک دو آدمی اس کے سخت مخالف ہوگئے۔ اور اس کی بدگوئی کرنے لگے۔ ان تمام باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہوئی۔ کہ ملزم کے پاس دوائیوں کے لئے تو ایک طرف بعض اوقات معمولی روٹی کے لئے بھی پیسہ نہ رہا۔ اور اس کو اپنے پریوار کے پالنے کا فکر غرق کرنے لگا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن اُن سب پر آفت یہ کہ بعض خدا پرستوں نے اس کے شاگردوں پر حملے کئے۔ اُس کے سائن بورڈ کو جلادیا۔ ملزم نے جب ان واقعات کو دیکھا۔ اور معلوم کیا۔ کہ خدا جس کی وہ تعریف کرتا اور جس کے عشق میں مبتلا ہوکر وہ رات دن ناچتا کودتا۔ بھجن گاتا رہتا ہے۔ اس کی کچھ مدد نہیں کرتا۔ تو اُس نے خیال کیا کہ ایسا خدا خدا ہی نہیں ہے۔ جو مصیبت کے وقت کام آتا تو ایک طرف اُلٹا مصیبت پر مصیبت بڑھاتا جاتا ہے۔ ان مصیبتوں کے ساتھ وہ مصیبتیں بھی شامل ہوگئیں جو کہ اس کو سنیاس لیکر تیسری بار شادی کرنے اور بعض حالتوں میں مردہ بچے پیدا ہونے سے پیش آئی تھیں۔ پس یہ تمام تکالیف اس کے سامنے گھٹا باندھکر آموجود ہوئیں۔ اور اس کے دماغ پر قبضہ کرکے نقشہ کا نقشہ ہی اُلٹا دیا اور وہ خدا سے منکر ہوگیا۔ مائی لارڈ! اوپر کے بیان کو جانکر عدالت کو اس نتیجہ پر پہنچنا چاہیئے۔ کہ ملزم نے خدا کے برخلاف جو کچھ کیا ہے۔ وہ سڈیشن کو لیکر نہیں۔ بلکہ محض اشتعال طبع کو لے کر ہے۔ میرے خیال میں ملزم کی پوزیشن صاف ہوگئی ہے۔ اس پر سڈیشن کا جرم نہیں لگ سکتا۔ ہاں اگر اس پر کوئی مقدمہ چلایا جاسکتا ہے تو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ اشتعال طبع کا ہو سکتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ ملزم کو خدا نے بھڑکایا اور اشتعال دیا۔ جس کے بدلے میں ملزم نے بحالت مجبوری وہ تحریر لکھی جس کو کہ عدالت نے سڈیشن قرار دیا۔ علاوہ اس کے ملزم کی عمر اس وقت ساٹھ برس کے لگ بھگ ہے۔ عدالت جان سکتی ہے۔ کہ سڈیشن پھیلانے کے لئے کس قدر گرم خونی ضرورت ہے پس ایک ساٹھ برس کا بوڑھا۔ جو کہ بارہ مہینے بستر بیماری پر پڑا رہتا ہو کیونکر سڈیشن پھیلا سکتا ہے۔ عدالت جانتی ہے کہ سڈیشن کے لئے "سٹرونگ نرو" کی ضرورت ہے مگر لفٹنٹ کرنل میجر ڈاکٹر بجرنگ بہاری۔ آئی۔ ایم۔ ایس انچارج سنٹرل جیل دیونگر دیو لوک نے ملزم کی صحت کے بارے میں جو رپورٹ عدالت ہذا میں پیش کی ہے۔ اس میں ڈاکٹر موصوف نے بتایا ہے۔ کہ ملزم علاوہ نروس پروسٹریشن کے نروس ڈبلٹی کا بھی شکار ہے پس صاف ظاہر ہے۔ کہ ملزم میں وہ "نرو" ہی ندارد ہے۔ جو سڈیشن کے لئے لازمی ہوتا ہے۔ یہ ایک اٹل اور لاجواب وجہ ہے۔ جو ملزم کو سڈیشن کے جرم سے بالکل آزاد کر دیتی ہے۔ پس ایسے واقعات اور اٹل واقعات کی موجودگی میں ملزم پر سڈیشن کا الزام لگانا ایسا ہی بیمعنی ہے۔ جیسے کہ کسی خصی انسان پر زنا بالجبر کا الزام لگانا۔ جو کہ کوئی شخص بھی نہیں مانیگا۔ پس ان تمام واقعات کو مدنظر رکھ کر میں عدالت سے باادب التماس کرونگا۔ کہ وہ ملزم کو بری کر دے ؛

مسٹر نریندر کمار پال ایڈووکیٹ جنرل کی سپیچ

مسٹر اے۔ ایس ریلوالہ ڈیفنس کونسل کے بیٹھ جانے پر مسٹر نریندر کمار پال ایڈووکیٹ جنرل نے اپنی سپیچ بدیں الفاظ شروع کی :-

لرنڈ کونسل نے ملزم کی طرف سے عدالت کے جس نیک سلوک کا شکریہ ادا کیا ہے۔ میری رائے میں وہ ایک غیر متعلقہ بات ہے۔ کیونکہ عدالت کے پاس سوائے اس کے اور چارہ بھی کیا ہے۔ کہ وہ ملزموں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ تاکہ کسی ملزم کو یہ کہنے کا موقع نہ مل سکے۔ کہ اس نے عدالت کی بدسلوکی کی وجہ سے ایسا یا ویسا بیان دیا۔ لرنڈ کونسل نے ملزم کی سڈیشنری حرکات کے لئے جو جو عذرات پیش کئے ہیں وہ قابل پذیرائی نہیں ہیں۔ بلکہ ان عذرات کی بنا پر جرم اور بھی سنگین ہو جاتا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ملزم نے جو کارروائی کی۔ وہ کسی بھول چوک سے نہیں بلکہ دیدہ دانستہ اور خوب سوچ وچار کے بعد کی ہے۔ اور انتقام کو مدنظر رکھ کر کی ہے۔ کنگ ایمپرر کی کارروائی سے ملزم کا مدعا سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جو خدا اُس کی مدد کے لئے نہ آیا۔ وہ اس کو تخت سے اتار کر ذلیل کریگا۔ جیسا کہ ملزم خود اُن مقدمات یا حالات میں جو کہ لرنڈ کونسل نے بیان کئے ہیں۔ ذلیل وخوار ہوا۔ اور جس خواری کی بنا پر ہی اُس نے سڈیشن کا پرچار شروع کیا۔ جیسا کہ خود لرنڈ کونسل کے بیان سے ہی ظاہر ہے۔ یہ بات کہ ملزم نے جو کارروائی کی۔ وہ محض اشتعال دلائے جانے پر کی۔ اور کہ یہ اشتعال خدا کی طرف سے تھا۔ یہ ایک لائبل ہے۔ اس پاک ذات کے برخلاف کہ جو اشتعال سے مبرّا ہے۔ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جاوے۔ کہ اس کو اشتعال دلایا گیا۔ تو بھی ملزم کا ایک ایسے وجود کے قتل کرنے کے درپے ہوجانا جس کے دربار سے وہ اتنی مدت تک روٹی اور لنگوٹی حاصل کرتا رہا۔ اور جس کو وہ اپنا پتا کہتا رہا۔ صریحاً پیٹری سائڈ ہے۔ جو کہ ایک جرم ہے۔ جو سڈیشن سے بھی بڑھ کر خطرناک ہے۔ پس اشتعال طبع کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی جس کی طرف لرنڈ کونسل نے اشارہ کیا ہے۔ ملزم نہ صرف سڈیشن کا ہی مرتکب ہوتا ہے۔ بلکہ سڈیشن سے بھی بڑھ کر اپنے پتا کے قتل کا مرتکب گردانا جائیگا۔ جو کہ کسی صورت میں بھی قابل معافی اور قابل درگذر نہیں ہے لرنڈ کونسل نے ملزم کے حق میں جو دیگر دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ میرے خیال میں چنداں زبردست نہیں ہیں۔ مثلاً لرنڈ کونسل کا یہ کہنا کہ ملزم ایک ساٹھ برس کا بوڑھا ہے۔ اس کا خون اتنا گرم نہیں ہے۔ جو سڈیشن پھیلا سکے۔ میرے خیال میں جو سڈیشن سرد خون کے اندر سے نکلتا ہے۔ وہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ بہ نسبت اُس سڈیشن کے جو گرم خون کا نتیجہ ہو۔ کیونکہ پختہ عمر میں انسان جو حرکات کرتا ہے۔ وہ بخوبی غور و پرداخت کے بعد کرتا ہے۔ اور نوجوانی کی حرکات بعض اوقات اندھے جوش پر مبنی ہونے کے باعث قابل چشم پوشی ہوتی ہیں۔ پس ملزم نے اس بوڑھاپے میں سڈیشن کا پرچار اٹکل سے شروع نہیں کیا۔ بلکہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرکے ایسا کیا ہے بنا بریں وہ کسی قسم کے سہو یا غلطی کی بنا پر درگزر کئے جانے کے لائق نہیں ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لرنڈ کونسل کا ڈاکٹر کے سرٹیفکیٹ کی بنا پر یہ کہنا۔ کہ چونکہ ملزم نروس پروسٹریشن کا مریض ہے۔ اور چونکہ سڈیشن کے لئے سٹرونگ "نرو" کی ضرورت ہے پس جبکہ ملزم میں وہ "نرو" ہی نہیں ہیں۔ تو وہ سڈیشن کا کیسے مرتکب ہو سکتا تھا میرے خیال میں یہ ایک ایسی دلیل اور ایسا غلط نتیجہ ہے۔ جیسے کوئی یہ کہے۔ کہ چونکہ فلاں شخص آنکھوں سے اندھا ہے۔ پس اس کے بارے میں یہ کہنا کہ اُس نے روٹی کھائی قطعی فضول ہے۔ میرے خیال میں جیسے یہ نتیجہ غلط ہے۔ ویسے ہی ملزم کے نروس ڈبلیٹی کا مریض ہونے پر جو سڈیشن پھیلانے کی ناقابلیت بیان کی گئی ہے۔ وہ قطعی غلط ہے۔ نروس پروسٹریشن اس بات کی علامت ہو سکتی ہے کہ ملزم اولاد پیدا کرنے کے فعل سے قاصر ہو۔ لیکن نروس پروسٹریشن اس کو پریمیشور کے برخلاف تحریری یا تقریری سڈیشن کا پرچار کرنے میں مانع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سڈیشن کے پرچار کے لئے جن استعارہ آمیز نروس یا پٹھوں کی ضرورت ہے۔ وہ اُن نروس یا پٹھوں سے علٰحدہ ہیں۔ جو کہ اولاد پیدا کرنے کے فعل کے لئے ضروری ہیں۔ اور جن کے بارے میں ہی ڈاکٹر نے ملزم کو نروس پروسٹریشن کا مریض بتلایا ہے۔ نہ کہ کسی استعارہ آمیز نروس کا۔ لرنڈ کونسل کا یہ کہنا کہ ملزم ایک ذی عزت۔ بارسوخ اور قوم کا برہمن ہے۔ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ذی عزت۔ بارسوخ یا برہمن لوگ سڈیشن پھیلانے سے قطعی عاری ہوا کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کا برہمن ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اس کے حق میں سزا کی کمی کو مدنظر رکھا جاوے۔ بلکہ اُس کا برہمن ہو کر ایسا خطرناک اور قابل نفرت فعل کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اس کو زیر دفعہ (۳۴۸) تعزیرات منو باب ہشتم دوسروں کی نسبت ایک سو اٹھائیس گنا سزا دی جاوے۔ میرے خیال میں نہ تو ملزم کے بیانات سے ہی اور نہ ہی لرنڈ کونسل کی تقریر سے اس بات پر کوئی روشنی پڑی ہے۔ کہ ملزم سڈیشن کا مرتکب نہیں ہوا۔ اور کہ اس کا یہ فعل قانون کی حد کے اندر اور بالکل کنسٹی ٹیوشنل تھا۔ اس کے برعکس کیا ملزم کے اپنے بیانات سے اور کیا لرنڈ کونسل کی تقریر سے اور کیا عدالت کی جرح سے یہ بات بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ ملزم زیر دفعہ (۱۱۱) تعزیرات منو باب دوم ایشور اور ایشور کے قوانین کے برخلاف ایک خطرناک سڈیشن کے پھیلانے اور ایشور کے فرمانبردار بندوں کو ایشور کی سلطنت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے جوکہ ازروے قوانین اس کے بندوں پر قائم ہے باغی کرنے کے خوفناک جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ پس میں بڑے زور سے عدالت سے التماس کرونگا۔ کہ ملزم کو ایک قابل عبرت سزا دی جاوے۔ خاصکر جبکہ وہ برہمن ہوکر ایسا فعل کرنیکی پاداش میں زیر دفعہ (۱۳۴) تعزیرات منو باب ہشتم ایک سو اٹھائیس گنا سزا کا مستحق ہو۔ تاکہ آئندہ کوئی شخص ایشور اور ایشور کے قوانین کے برخلاف سڈیشن پھیلانیکا حوصلہ نہ کرسکے۔

ورڈکٹ آف دا جیوری

ایڈووکیٹ جنرل کی سپیچ کے بعد جیوری ریٹائرڈ ہوگئی۔ اور ایک لمبی بحث کے بعد جیوری نے اتفاق رائے سے "ورڈکٹ اف گلٹی" کا اظہار کیا۔ بعد ازاں آنریبل جسٹس پنڈت شبدیال سنگھ جج ہائی کورٹ دیونگر دیولوک نے برسر اجلاس ملزم کو جوکہ ایک عجیب حیرانی و سرگردانی میں مبتلا تھا۔ بدیں الفاظ مخاطب کیا:۔

"مچھندر گوسائیں! مجھے دلی رنج ہے۔ کہ گورنمنٹ نے تمہارے سڈیشن کے مقدمہ کی تحقیقات کرنیکا تکلیف دہ فرض میرے سپرد کیا۔ مجھے درحقیقت افسوس ہے۔ کہ جس وقت تم طامسن کالج رڑکی میں پڑھا کرتے تھے۔ اس وقت کی حالت میں اور تمہاری موجودہ حالت میں بڑا بھاری انقلاب واقع ہوگیا ہے۔ اس وقت تم نے مجھے گورو دھارن کرتے وقت جو جو پرتگیائیں کی تھیں۔ افسوس میرے انتقال کے بعد تم نے اُن سب پر پانی پھیر دیا۔۔۔۔"

مچھندر گوسائیں کو یہ سن کر اپنا پرانا زمانہ یاد آگیا۔ اور وہ چیخ مار اٹھا جبکہ اُس کو پتہ لگا۔ کہ آنریبل جسٹس وہی پنڈت شبدیال سنگھ ہیں جن کو میں نے اپنا گورو بنایا تھا۔ باوجود کمزوری کے وہ اپنی کرسی پر سے کودا۔ اور اپنے گورو کے چرنوں میں سر رکھ کر زور زور سے رونے اور رحم کی التجا کرنے لگا۔ مگر آنریبل جسٹس نے اس کو یہ کہکر اپنے قدموں سے علیحدہ کردیا۔ "تم جانتے ہو۔ کہ اس وقت میں کرسئ عدالت پر بیٹھا ہوا ہوں۔ عدل کرتے وقت مجھے کسی قسم کی ذاتی الفت یا ذاتی تعلقات کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور میں ازروئے تعزیرات منو دفعہ ۳۳۵ باب ہشتم ایسا کرنے کا قطعی مجاز نہیں ہوں۔ تم ایک ایسے جرم کے مرتکب ہوئے ہو۔ کہ جس کی مجھے تم سے خواب میں بھی امید نہیں تھی۔ تم نے پرماتما کی پاک ذات کو سخت گالیاں دیکر اپنے آپ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعزیرات منود دفعہ ۳۳۸ باب ہشتم کا مجرم بنالیا۔ تم نے پرماتما کی ہستی سے منکر ہوکر اور اس پر کرتی کو ہی سب کچھ مان کر پرماتما کے برخلاف سڈیشن پھیلا کر پرماتما کے قانون مندرجہ بجرو بید دفعہ (۱۲) باب چالیس کی رو سے اپنے آپ کو ایک سنگین جرم کا مجرم بنایا۔ تم نے پرماتما سے بغاوت کرکے اپنے آتما کی پوترتا کو خاک میں ملا دیا۔ اور تم پرماتما کے قانون مذکورہ بالا کی دفعہ (۳) باب چالیس کی رو سے مجرم گردانے جانے سے نہیں بچ سکے۔ تم نے اپنے آپ کو تمام جہان سے افضل سمجھا۔ تم نے ایشوری تعلیم کو بھی مورکھوں کے وچن اور چمپانسری بندر کا گھر کہکر سڈیشن پھیلایا۔ اور اپنی تعلیم کو جو کہ ایک قسم کی بے علمی اور جہالت ہے۔ شیش محل کہکر تم قوانین مذکورہ بالا کی دفعہ (۹) کے مورد عتاب ہوئے۔ پس تم نے کیا بلحاظ تعزیرات منود فعہ (۱۱) باب دوم اور کیا بلحاظ قوانین ایشور دفعہ ۳۔ دفعہ ۹۔ دفعہ ۱۲۔ ایشور اور اُس کے قوانین کے برخلاف سڈیشن پھیلایا۔ اور اس کی سزا کے مستحق ہوئے۔ تم چونکہ پڑھے لکھے ہو۔ اور ساتھ ہی برہمن ہو۔ پس تعزیرات منود فعہ ۳۳۸ باب ہشتم مجھے مجبور کرتا ہے۔ کہ میں تم کو دوسرے مجرموں کی نسبت ایک سو اٹھائیس گنا زیادہ سزا دوں۔ گو عدالت کے حکم کو "مس پلیسڈ لینسنی" یا بیجا نرمی کہا جاویگا۔ تاہم میں حکم کرتا ہوں۔ کہ تم کو زیر دفعہ (۱۱) تعزیرات منو باب دوم اور زیر دفعہ ۳ و دفعہ ۹ و دفعہ ۱۲ قوانین ایشور مندرجہ بجرو بید باب چالیس (ملزم نے اتنی دفعات کو اپنے برخلاف سنکر اور یہ جان کر کہ آنریبل جسٹس باو[illegible] کا پرانا گرو ہونے کے اس کے ساتھ کوئی نرمی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اپنی [illegible] کو قطعی مایوسی کی حالت جانکر اس قدر زور سے چیخ ماری کہ تمام کمرہ عدالت [illegible] رہ گیا۔ اور ملزم ایسا بیہوش ہوکر گرا۔ کہ باوجود سخت کوشش کے اُس نے آنکھ نہ کھولی۔ ملزم کی ایسی نازک حالت کو دیکھ کر عدالت نے حکم کا سنانا ملتوی کرکے کہا) ملزم چونکہ ایسی نازک حالت میں ہے۔ کہ وہ عدالت کے حکم کو نہیں سُن سکتا۔ اور جب تک وہ ہوش میں نہ ہو تب تک عدالت ملزم کو حکم نہیں سنا سکتی۔ لہذا سینٹنس ریزرو ڈ۔

دستخط (آنریبل جسٹس پنڈت) شبدیال سنگھ جج ہائی کورٹ

دیونگر۔ دیولوک۔ مورخہ ۳۱۔ اگست سنہ ۱۹۰۸ء

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بغاوت اور باغیوں کی خبریں

۱- پرماتما سے باغی انسانوں کے صوبیدار میجر امر سنگھ نے ۱۳- اگست کو اندر کے خدا پرست ایڈیٹر پر چھاپا مارا۔ اندر کی مدد کے لئے لالہ دوارکا داس صاحب ایم اے پلیڈر چیف کورٹ پنجاب پہنچ گئے۔ ڈویژنل کورٹ کے میدان میں خفیف سا جنگ ہوا باغی پس پا ہوئے۔ اب وہ دوسرے شبخون کی تیاری کر رہے ہیں + ۲- موگہ ضلع فیروزپور میں باغیوں نے خدا کے برخلاف بغاوت پھیلانے کے لئے جو ہائی سکول یا بغاوت کا گڈھ قائم کر رکھا تھا۔ موجودہ جنگ میں وہ بیخ و بن سے اکھڑ گیا ہے۔ اور باغیوں کی تمام جماعت وہاں سے تتر بتر ہو گئی ہے۔ جدھر جس کا مُنہ اُٹھا بھاگ گیا + ۳- باغیوں کا دوسرا گڑھ فیروزپور میں ہے۔ جس کا نام بالکا ودیالہ ہے۔ وہاں بھی پرماتما کے برخلاف لڑکیوں کو بغاوت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ریوٹر کا نامہ نگار تار دیتا ہے۔ کہ یہ گڑھ بھی بہت نازک حالت میں ہے۔ خدا پرستوں نے اس کے عین مقابل مورچہ باندھ رکھا ہے۔ امید ہے۔ کہ شہر کی ایک بھی لڑکی اس گڑھ میں نہیں رہیگی + ۴- فیروزپور کے بغاوت گڑھ میں پچھلے دنوں سے بہت گڑبڑ پیدا ہو رہی ہے۔ سنا ہے کہ اس کے پہلے مرد سپرنٹنڈنٹ اور پہلی ودھوا لیڈی سپرنٹنڈنٹ کو اس گڑھ سے برطرف کر دیا گیا ہے ایسا کیوں کیا گیا؟ اس پر مزید روشنی پڑنے کی ضرورت ہے + ۵- پرماتما سے باغی گروہ کے سردار دیو گورو بھگوان نے ایک پرائیویٹ سرکلر جاری کیا ہے۔ چونکہ میری موت نزدیک آ رہی ہے۔ اس لئے میرے بعد میری گدّی کا مالک سوائے میری اولاد میں سے کسی لڑکے یا لڑکی کے اور کوئی نہیں ہو سکیگا۔ اور وہ گورو پرتی ندھی کہلائیگا + ۶- ایک دوسرے تار سے یہ پایا گیا ہے۔ کہ دیو گورو نے اس دفعہ سولن پہاڑ پر جانے سے پیشتر اپنی عورت کے سر پر کلغی رکھ دی۔ اُس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ پرماتما کے برخلاف بغاوت کا جھنڈا پہلے اس کی عورت کے ہاتھ میں جائے۔ بعد ازاں کسی دوسرے لڑکے یا لڑکی کے سپرد ہو۔ مگر یہ خبر آفیشل طور پر معتبر نہیں کہی جا سکتی۔ ہاں یہ بات کہ دیو گورو کے بعد اُس کی گدّی کا مالک سوائے اس کی اولاد کے اور کوئی نہیں ہو سکیگا۔ آفیشل طور پر قطعی سچ ہے۔ بلکہ اس پر دیو گورو کی مہر بھی لگ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چکی ہے۔ جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ باغیوں کے سردار نے یہ تمام بغاوت محض اپنے اور اپنی اولاد کی پیٹ پُوجا یا محض پوجا کی خاطر کی تھی۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جب اُس کے چیلوں میں ایسے ایسے پرماتما کے برخلاف بغاوت کے پتلے موجود ہیں جو اس کی اولاد کو کئی سالوں تک سبق پڑھا سکیں۔ ان کی موجودگی میں اس شخص نے اپنی اولاد کو کیوں ترجیح دی۔ اس باغی انسان کی اس آخری حرکت نے اس کے تمام اندرونی پاکھنڈ کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اور آخر کار یہ قنوجیا باہمن پکّا پوپ نکلا + ۷ ریوٹر کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ باغیوں کے کیمپ میں اپنے سردار کے اس فعل کے برخلاف جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ سخت ہل چل مچ رہی ہے۔ اور سمجھدار باغی اس بات کے برخلاف ہیں۔ کہ بغاوت کی گدّی کو اُن کے گورو کی اولاد کے نام وقف کر دیا جاوے۔ بلکہ مناسب یہ ہے۔ کہ ادھیکاری کو گدّی پر بٹھایا جاوے۔ وہ خواہ کوئی ہو۔ باغیوں کے کیمپ میں اس بات پر اندولن ہو رہا ہے۔ دیکھیں کون جیتتا ہے + ۸۔ باغیوں کا سردار یہ کہ رہا ہے۔ کہ گدّی تو میری اولاد میں سے ہی کسی کو ملیگی۔ ہاں تم لوگ مشیر کار رہو گے جیسے انگلینڈ کے تخت کا مالک ہمیشہ پرنس آف ویلز ہی ہوتا ہے۔ مگر ہاؤس اف لارڈس اور ہاؤس اف کامنز کی پارلیمنٹ الگ رہتی ہے۔ پس تم میں سے بہتوں کو ہاؤس اف لارڈس کا ممبر اور بہتوں کو ہاؤس اف کامنز کا ممبر بنایا جاویگا۔ لیکن گدّی پرنس یا پرنسس اف ڈیولش سٹیشن کے سواے اور کسی کو نہیں ملیگی + ۹۔ باغیوں کے سردار کے خرکلر کا ایک فقرہ بڑا مزیدار ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ میرے مرنے کے بعد گدّی تو میری اولاد ہی کو ملے۔ لیکن جو تاج میں پہنتا ہوں۔ وہ تاج میرے بعد کسی کو نہیں مل سکیگا بلکہ وہ مکٹ رہت سادہ ٹوپی پہنے۔ گویا اس بغاوت کے سرغنہ کے بعد جتنے اس کے جانشین ہونگے۔ وہ سب بے تاج بادشاہ کہلائینگے + ۱۰ باغیوں کے سردار کی دوسری ہدایت یہ ہے۔ کہ میرے مرنے کے بعد گدّی تو میری اولاد کو ہی ملے۔ اور وجے مال بھی مل جائے۔ لیکن وجے مال کے اوپر جو سورج کا نشان ہے۔ وہ میرے پیچھے کسی کو نہیں مل سکیگا۔ کیونکہ سورج میں ہی ہوں۔ پس جب میں مر گیا۔ تو جانو۔ سورج ڈوب گیا۔ افسوس! اس بڑے باغی کے مرنے کے بعد تمام دیوسماجی اندھیرے میں ٹھوکریں کھائینگے۔ شاید ایک دوسرے کا سر پھوڑنے دوڑیں + ۱۱۔ باغیوں کا سردار سورج

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو اپنے ساتھ لے ڈوبیگا۔ لیکن اپنے اندھے چیلوں کے لئے وہ اپنی لالٹین بھی نہیں چھوڑ جائیگا۔ جس کا مفصل ذکر "خدائی بمب" میں آچکا ہے ✦ ۱۲۔ باغیوں کا سردار وصیت کرتا ہے۔ کہ میری اولاد میں سے جو گدی نشین ہو۔ پارلیمنٹ آف دی ڈیولش سڈیشن اُس کو ایک خاص رقم بطور وظیفہ کے اس کے اخراجات کے لئے نظر کیا کرے۔ اور وہ یہ بھی وصیت کر چلا ہے۔ کہ میرے گدی نشین کو اگر گورنمنٹ کوئی خطاب (مثلاً سی۔ آئی۔ ای یا کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ م) وغیرہ عطا کرے تو وہ فوراً لے لیا جاوے افسوس! خطاب کی آرزو یہ شخص دل ہی میں لے چلا۔ اس نے گورنمنٹ کی اتنی خوشامد بھی کی۔ مگر گورنمنٹ کی طرف سے اس کو یا تو جرمانہ ہؤا۔ یا دوسری کوئی ذلت نصیب ہوئی۔ ۱۳۔ باغیوں کے کپتان دیورتن نے اگست کے پرچہ میں یہ اعلان دیا ہے۔ کہ اگر باغی چاہیں۔ تو آریہ سماج کے گوروکل کانگڑی۔ کنیا مہاودیالہ جالندہر۔ فیروزپور۔ راولپنڈی وغیرہ کے دیگر انسٹی ٹیوشنوں پر حملہ بول دیں اور اُن کی پول کھول دیں۔ مگر وہ رحم کرتے ہیں۔ باغیوں کے کپتان کی یہ گیدڑ بھبکی نوٹ کر لی گئی ہے۔ ۱۴ باغیوں کے کپتان دیورتن نے سولن پہاڑ پر بیٹھ کر ایک فائر خدا کی پاک ذات پر کیا ہے جس کے بدلے میں اس پر خدائی بمب پھینکا گیا۔ امید ہے اس کی بمب بول جائیگی ✦

۱۵۔ باغی پلٹن کا صوبیدار میجر امر سنگھ ۲۳۔ جولائی ۱۹۰۸ء کو دفتر اندر میں آیا۔ اور بہت دیر تک صلح صفائی کی باتیں کرتا رہا۔ اس کی بڑی شرط یہ تھی۔ کہ چونکہ آپ کا ایشور فرضی ہے۔ اس لئے ہم تو اس پر بے شک حملہ کریں۔ مگر ہمارا گورو چونکہ اصلی ہے۔ اس لئے آپ اس پر حملہ نہ کریں۔ کیونکہ اس سے ہم کو بہت دکھ پہنچتا ہے۔ اس کا جواب اس کو یہی دیا جا سکتا تھا۔ کہ جب تک آپ پرماتما کی پاک ذات پر گستاخی بلکہ وحشیانہ حملے کرنے سے باز نہیں آئینگے۔ تب تک گورنمنٹ اندر تمہارے ساتھ کسی قسم کی صلح کرنے کے لئے تیار نہیں ہے ✦ ۱۶۔ باغیوں کے بعض آدمی اپنے صوبیداروں اور کپتانوں کے افعال سے کشیدہ خاطر ہو رہے ہیں اور وہ اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ پرماتما یا پرمیشور کو گالیاں دینے سے لوگ ہماری طرف آنے کی بجائے ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لئے ہم کو یہ روش چھوڑ دینی چاہئے۔ چنانچہ وہ اکثر در پردہ اس مضمون پر وچار بھی کرتے ہیں۔ دیکھنا چاہئے۔ کہ باغیوں کا سردار کیا فتوے دیتا ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۷- باغیوں کے سردار دیوگورو بھگوان نے اپنی وصیت میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ گورو پرتی ندھی کو عدالتوں میں جانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ لیکن سخت حیرانی کی بات ہے۔ کہ گورو پرتی ندھی تو جب جائیگا تب سہی۔ ابھی تو یہ دیوگورو خود عدالتوں کے چسکے لے رہا ہے۔ باوجودیکہ ڈپٹی کمشنر نے استغاثہ خارج کر دیا تھا۔ مگر دیوگورو نے اپنے چیلے چانٹوں کو دھمکایا۔ کہ کمبختو۔ دیکھنا اگر دھرم پال سزایاب نہ ہؤا۔ تو لُٹیا ڈوب جائیگی۔ اب دیکھیں دیوگورو کو عدالت سے بغلیں بجانے کا موقع کب نصیب ہوتا ہے + ۱۸- اِندر کے بعض ناظرین نے دریافت کیا ہے کہ ۱۳- اگست کو عدالت میں کیا ہؤا فی الحال صرف اتنا ہی بتایا جاسکتا ہے۔ کہ جو کچھ ہؤا ٹھیک ہؤا۔ اور جو کچھ ہوگا۔ ٹھیک ہوگا۔ اِندر کو کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں ہے۔ وہ ایک خداپرست کے ہاتھ میں ہے۔ خداپرستوں کے کوڈ میں گھبراہٹ جرم ہے +

شوک سماچار

بڑے افسوس سے لکھا جاتا ہے۔ کہ سوامی جی کے پُرانے ششوں میں سے سوامی آتمانند سرسوتی جی کا دیہانت ہوگیا۔ اس سے بھی بڑھکر یہ شوک پردگھٹنا ہے۔ کہ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے آفس سپرنٹنڈنٹ شریمان پنڈت امراؤ سنگھ جی کا ۲۲- اگست کو لاہور [illegible] بعارضہ پیچش دیہانت ہوگیا۔ اندر کے ناظرین ہمارے اس بوڑھے سولجر کی موت [illegible] افسوس [illegible] آیا [illegible] نے کے بغیر نہیں رہینگے۔ اِندر کے ایڈیٹر کو ڈبل افسوس ہے کیونکہ مو[illegible] اولاد ہی کو ملے [illegible] جو کہ اُس نے دیوسماج کے برخلاف چھیڑ رکھی ہے۔ اِندر کے ایڈیٹر کو پنڈت [illegible] مرحوم سے بہت کچھ حالات دیوگورو کے بارے میں دریافت کرنے تھے۔ خاصکر جبکہ پنڈت صاحب موصوف کے والد ماجد شریمان پنڈت شبدیال سنگھ جی مرحوم دیوگورو بھگوان کے گورو تھے۔ اور ایک پکے خداترس اور خداپرست تھے۔ پنڈت صاحب مرحوم کا پکا ارادہ تھا۔ کہ وہ اپنے والد کی مختصر سی سوانح عمری لکھ کر لوگوں کو اس بات کے جاننے کا موقع دیں۔ کہ وہ کیسے راسخ الاعتقاد خداپرست تھے۔ اور کہ اُن کا شاگرد سیتانند اگنی ہوتری کیسا ناخلف ثابت ہؤا۔ مگر افسوس یہ کام بیچ میں ہی رہ گیا۔ لیکن ایڈیٹر اِندر اپنے بزرگوار بوڑھے سولجر کی اس خواہش کو پورا کریگا + ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مسٹریز آف دی کورٹ آف شری دیو گورو بھگوان اینڈ ہز یونیق دیو سماج (اردو)

المعروف بہ

خدائی بمب

دیو گورو بھگوان کو آخر کار ایک کالی ناگن نے ڈس لیا اور وہ لب مرگ پہونچ گیا قیمت ۶ر

ایک ضروری التماس

چونکہ دیو گورو بھگوان اور اُس کے دام افتادہ چیلے چانٹے اِدھر اُدھر کے گرے پڑے انسانوں کی شہادتیں شایع کر کے پرماتما کے برخلاف بغاوت پھیلانے سے باز نہیں آتے اسلئے مناسب سمجھا گیا ہے۔ کہ جہاں کسی اگلے نمبر میں ان کے "پاکھنڈ کھنڈ" کو اور بھی اچھی طرح طشت از بام کیا جاوے وہاں اس کے ساتھ ہی ہم اندر کے خدا پرست ناظرین سے یہ التماس کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ اُن میں سے جو جو بھی خدائی بمب خدائی ایڈیشن کا مطالعہ کریں وہ ان دونوں کتابوں پر اپنی اپنی رائے کا اظہار لکھ کر دفتر اندر میں ایڈیٹر کو دیں جن اخبارات کے پاس یہ دونوں پرچے بھیجے جاتے ہیں۔ ان کا بھی فرض ہے کہ وہ بہت جلدی اُن پر ریویو کر کے ریویو والا ایک پرچہ دفتر اندر میں روانہ کر دیں تاکہ ناظرین اور اخبارات کے ریویو کو مفصل کسی دوسرے پرچہ میں شایع کر کے دیو گورو کو یہ دکھلایا جاوے کہ پبلک اُسکی پولیسی کے ساتھ کس قدر ہمدردی رکھتی ہے۔

ایڈیٹر

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سیوک پریس لاہور میں لالہ شام داس پرنٹر کے اہتمام سے دھرم پال پبلشر کے لئے چھپا

والنٹیروں کی ضرورت

چونکہ اندر کے بعض بہی خواہ اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ شروع سال ۱۹۰۹ء سے اندر میں ایک نمایاں تبدیلی کیجاوے۔ اندر کا ایڈیٹر اس تبدیلی کے حق میں ہے لیکن چونکہ یہ تبدیلی بہت مہنگی ہے اس لئے تبدیلی کرنے سے پیشتر یہ مناسب سمجھا گیا ہے۔ کہ سال حال کے آخیر تک اندر کو اس تبدیلی کے لئے اخراجات کے برداشت کرنے کے لایق بنا دیا جاوے یہ تبہی ہو سکتا ہے۔ اگر اندر کی اشاعت کم از کم دو ہزار ہو جائے جس میں بہی ساڑھے سات سو خریداروں کی کمی ہے اندر اس کمی کو پورا کرنے کا بوجھ چند والنٹیروں کے سر پر ڈالنا چاہتا ہے۔ مگر وہ کسی کو بیگار میں پکڑنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ بلکہ اگر اس قسم کے والنٹیر اپنی خدمات کا معاوضہ لینے کو کسر شان یا ہتک عزت نہ سمجہیں۔ تو اندر ان کو مفصلہ ذیل کن سیشن دینے کے لئے تیار ہے:۔

(۱) ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر تک اندر کے لئے چالیس (۴۰) نئے خریدار پیدا کر دے۔ اندر کا پرچہ اور اندر کے ایڈیٹر کی آئندہ شایع ہونیوالی تمام تصانیف عمر بھر مفت نذر ہونگی۔ عمر سے مراد اندر۔ اس کے ایڈیٹر اور والنٹیر کی عمر ہے۔ اگر تینوں میں سے ایک مر جائے تو پنشن بند۔

(۲) ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر تک اندر کے لئے بیس (۲۰) نئے خریدار پیدا کر دے اندر کا پرچہ عمر بھر نصف قیمت پر ملتا رہے گا۔

(۳) ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر تک اندر کے لئے دس (۱۰) نئے خریدار پیدا کر دے۔ اندر کا پرچہ دو سال تک نصف قیمت پر ملتا رہیگا۔

(۴) ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر تک اندر کے لئے پانچ (۵) نئے خریدار پیدا کر دے۔ اندر کا پرچہ ایک سال تک نصف قیمت پر ملتا رہیگا۔

(۵) ہر ایک ایسے والنٹیر کو جو دسمبر تک اندر کے لئے ایک خریدار پیدا کر دے۔ "خدائی بمب" بذریعہ ڈاک مفت روانہ کیا جاوے گا۔

(۶) ہر ایک نئے خریدار کو (۱) آسا طیر الاولین (۲) رستی کرم ودھی۔ وکیل حیوانات باتقویم دام مارگ کا کچا چٹھا۔ خدائی بمب۔ خدائی سڈیشن۔ اگنی۔ آسمانی گولہ مفت روانہ کئے جائینگے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۳

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

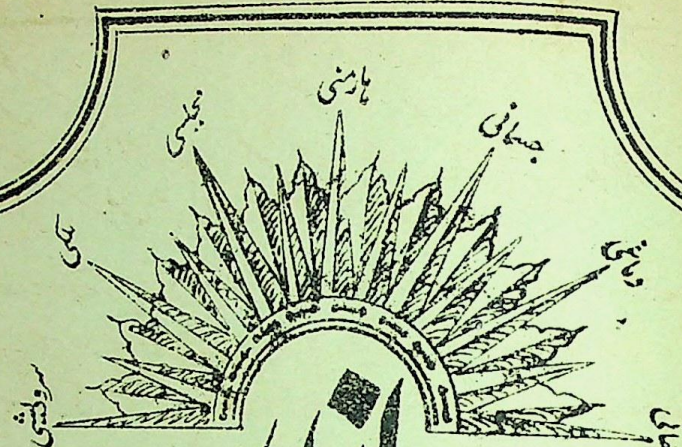

جلد سوم | اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۱۱

فہرست مضامین

صفحہ

۱- علم کا درخت ہندوستان میں - ایڈیٹر ۷۸۸
۲- نتھا سنگھ اور کرن سنگھ - ایڈیٹر ۷۹۴
۳- برٹش گورنمنٹ کی برکت - ایڈیٹر ۷۹۵
۴- زندگی زندہ دلی کا نام ہے - ایڈیٹر ۸۰۰
۵- موجودہ بے چینی کے اسباب - ایڈیٹر ۸۰۱
۶- اندر کا کانپور پر دوسرا حملہ - ایڈیٹر ۸۰۴
۷- پرکاش لاہور اور سماچار کانپور - ایڈیٹر ۸۱۸
۸- آریہ سماج میں تری مورتی - ایڈیٹر ۸۲۱
۹- برساتی پلیگ اور اس کا علاج - ایڈیٹر ۸۲۹
۱۰- آریہ اور آریتو کی تعریف - ایڈیٹر ۸۳۴
۱۱- بھوت چڑیل کی دہائی - ایڈیٹر ۸۳۵
۱۲- ہوائی جنگ - ایڈیٹر ۸۳۸
۱۳- لاثانی دھرم اوتار کی لاثانی سائنس دانی ۸۴۰
۱۴- دیوگورو کے بھگتوں کو ڈبن چیلنج ایڈیٹر ۸۴۱
۱۵- دیوگورو کی لگڑوں کوں - ایڈیٹر ۸۴۳
۱۶- دیوگورو بھگوان کا اصول - ایڈیٹر ۸۴۴
۱۷- آخر خدا پرست کی شرن میں آئے - ایڈیٹر ۸۴۵
۱۸- اس کا جواب بھی سن لو - ایڈیٹر ۸۴۷
۱۹- بغاوت اور باغیوں کی خبریں - ایڈیٹر سرورق
۲۰- اندر کا عہد جدید - قابل دید - سرورق

ایڈیٹر - دھرم پال - بی اے لاہور

آریہ سٹیم پریس لاہور سے لالہ بھونداس پرنٹر کے اہتمام سے مہاشہ دھرم پال پبلشر کے لئے چھپا

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اوم

اِندر کے دس احکام کی پابندی کے

اِندر کا عہد جدید قابل یاد و قابل دید

۱- اِندر ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے سالانہ قیمت سے ممالک غیر ۵ شلنگ فی پرچہ ۵

۲- اِندر کا پرچہ بطور نمونہ نہیں بھیجا جاتا۔ کوئی صاحب نمونہ طلب نہ کریں +

۳- پتہ تبدیل کی جو اطلاع مع نمبر چٹ ۲۶ تاریخ سے پہلے پہلے دفتر میں پہنچ جاتی ہے اُسکا پتہ تبدیل کر دیا جاتا ہے ورنہ پہلے پتہ پر ہی پرچہ روانہ کر دیا جاتا ہے اگر ایسی صورت میں پرچہ نہ ملے تو ڈاکخانہ میں شکایت کرنی چاہیئے +

۴- اِندر سب خریداروں کے نام بہت احتیاط سے وقت مقررہ پر روانہ کیا جاتا ہے پرچہ کی گمشدگی کی شکایت اسی ماہ میں دفتر اندر کے علاوہ اپنے ہاں کے ڈاک خانہ میں بھی کرنی چاہیئے +

۵ بعض اصحاب کے نام تین تین چار چار بار پرچہ روانہ کیا جاتا ہے مگر پھر بھی اُنکی شکایت ہے کہ پرچہ نہیں ملا آئندہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ ایسی تمام صورتوں میں دوسرا پرچہ تب بھیجا جائے اگر فریق ثانی بیرنگ لینے کے لئے تیار ہو +

۶- وی پی روانہ کرنے سے دو ہفتہ پیشتر کارڈ لکھ دیا جاتا ہے۔ جن کو وی پی لینا منظور نہ ہو۔ وہ بواپسی ڈاک مطلع کریں تاکہ اُنکو پرچہ نہ بھیجا جاوے اس سے نہ تو اِندر کا نقصان ہوگا نہ اُنکی غفلت کا امتحان +

۷- مذکورہ بالا اطلاع کے باوجود بھی جو مکتوب الیہ اِندر کے وی پی کا نرادر کرتا ہے اُس کا نام فوراً اس کے رجسٹر میں سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اِندر کے رجسٹر میں تازہ خریداروں کا نام اتنی جلدی نہیں لکھا جاتا۔ جتنی جلدی کہ اس کے نرادر کرنے والوں کا نام اس سے خارج کیا جاتا ہے +

۸- یہ لازمی نہیں ہے کہ اِندر کا ایڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کے ساتھ جو کہ اندر میں شائع ہوتے ہیں۔ تمام صورتوں میں کلیتہً اتفاق رکھے۔ یا مضمون نگاروں کے تمام مضامین کو اِندر میں جگہ دیوے۔ یا واپس کرے تاوقتیکہ واپسی کے لئے محصول ڈاک کا ذمہ مضمون نگار نہ لے +

۹- اِندر میں دوائیوں کے اشتہارات کسی صورت میں بھی نہیں چھپ سکتے اس بارے میں جتنے خطوط آتے ہیں۔ وہ بلا جواب ہی چاک کر دئے جاتے ہیں۔ دیگر نردوش مفید عام اشتہارات بشرط گنجائش بشرح آٹھ روپیہ فی صفحہ یا چار روپیہ نصف صفحہ یا دو روپیہ چوتھائی صفحہ ماہوار کے حساب سے چھپ سکتے ہیں۔ قیمت پیشگی۔ کمی بیشی کی گنجائش قطعی ناممکن +

۱۰- اِندر وقت پر نکلتا ہے۔ تا اطلاع ثانی وہ ان قواعد کا پابند ہے۔ اس کے ناظرین کو بھی ان قواعد کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تاکہ فصول خط و کتابت میں کسی کا بھی ہرج نہ ہو +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر

اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء

عِلم کا درخت ہندوستان میں

پُرانے عہد نامہ کی پیدائش کی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ جب خداوند زمین و آسمان پانی۔ گھاس۔ درند۔ پرند۔ چرند وغیرہ پیدا کر چکا۔ تو اُس نے کہا "ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنائینگے۔ تاکہ وے سمندر کی مچھلیوں پر اور آسمان کے پرندوں پر اور مویشیوں پر اور تمام زمین پر اور سب کیڑے مکوڑوں پر جو زمین پر رینگتے ہیں سرداری کریں۔ اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ ان کو نر اور ناری پیدا کیا۔ اور خدا نے اُن کو برکت دی۔ اور کہا کہ پھلو اور بڑھو۔ اور زمین کو معمور کرو۔ اور اسپر حکومت کرو۔ ..... اور خداوند خدا نے عدن میں پورب کی طرف ایک باغ لگایا۔ اور خداوند خدا نے ہر ایک درخت کو جو دیکھنے میں خوش نما اور کھانے میں خوب تھا لگایا اور خداوند خدا نے حیات کے درخت کو اور علم یا نیکی اور بدی کی پہچان کے درخت کو باغ کے بیچوں بیچ اُگایا۔ اور خداوند خدا نے آدم کو باغِ عدن میں رکھا تاکہ وہ اُس کی باغبانی اور نگہبانی کرے۔ اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دے کر کہا۔ کہ تو باغ کے ہر ایک درخت کا پھل کھایا کر لیکن علم یا نیک و بد کی پہچان کے درخت سے نہ کھانا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیونکہ جس دن تو اس سے کھائیگا۔ تو ضرور مریگا۔ ..... اور سانپ میدان کے سب جانوروں سے جنہیں خداوند خدا نے بنایا تھا۔ ہوشیار تھا۔ اس نے عورت سے کہا کیا یہ سچ ہے کہ خداوند نے کہا ہے۔ کہ باغ کے ہر درخت سے نہ کھانا۔ عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے باقی سب درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں۔ مگر اس درخت کا پھل جو باغ کے بیچوں بیچ ہے۔ خدا نے کہا ہے کہ تم اس سے نہ کھانا۔ اور نہ اسے چھونا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ مر جاؤ۔ تب سانپ نے عورت سے کہا۔ کہ تم ہرگز نہ مروگے۔ بلکہ خدا جانتا ہے۔ کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے۔ تمہاری آنکھیں کھل جائینگی۔ اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے ہو جاؤ گے۔ اور عورت نے جب دیکھا۔ کہ وہ درخت کھانے میں اچھا اور دیکھنے میں خوشنما اور عقل بخشنے میں خوب ہے۔ تو اس کے پھل میں سے لیا۔ اور کھایا۔ اور اپنے خصم کو بھی دیا۔ اور اس نے کھایا۔ تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور انہیں معلوم ہوا کہ ہم ننگے ہیں۔ اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لئے لنگیاں بنائیں۔ اور انہوں نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا سنی۔ اور آدم اور اُس کی جورو نے اپنے آپ کو خداوند خدا کے سامنے سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا۔ اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے۔ وہ بولا کہ میں نے باغ میں تیری آواز سنی۔ اور ڈرا کیونکہ میں ننگا ہوں۔ اس لئے میں نے اپنے آپ کو چھپایا۔ خداوند خدا نے کہا۔ تجھ کو کس نے جتایا۔ کہ تو ننگا ہے۔ کیا تو نے اس درخت سے کھایا۔ جس کی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا۔ کہ اس سے نہ کھانا۔ آدم نے کہا کہ اس عورت نے جس کو تو نے میرا ساتھی کیا تھا۔ مجھے اس درخت سے دیا۔ اور میں نے کھایا۔ تب خداوند خدا نے عورت سے کہا۔ کہ تو نے یہ کیا کیا۔ عورت بولی کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا۔ تو میں نے کھایا۔ اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا۔ اس واسطے کہ تو نے یہ کیا ہے۔ تو سب مویشیوں اور میدان کے سب جانوروں میں ملعون ہوا۔ میں تیرے اور عورت کے اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان دشمنی ڈالونگا۔ وہ تیرے سر کو کچلیگی اور تو اس کی ایڑی کو کاٹیگا۔ اُس نے عورت سے کہا۔ کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤنگا۔ اور تو درد سے لڑکے جنیگی۔ اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا۔ اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ تجھ پر حکومت کریگا۔ اور اُس نے آدم سے کہا۔ اس واسطے کہ تو نے اپنی جورو کی بات سنی اور اس درخت سے کھایا۔ جس کی بابت میں نے تجھے حکم کیا تھا۔ کہ اس سے مت کھانا۔ زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ اور تکلیف کے ساتھ تو عمر بھر اس سے کھائیگا۔ تو اپنے پسینہ کی روٹی کھائیگا۔ ..... اور خداوند خدا نے آدم اور اُس کی جورو کے واسطے چمڑے کے کرتے بنائے اور ان کو پہنائے۔ اور خداوند خدا نے کہا دیکھو۔ انسان نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا۔ اب ایسا نہ ہو۔ کہ اپنا ہاتھ بڑھاوے۔ اور حیات کے درخت سے بھی کچھ لیوے اور کھاوے۔ اور ہمیشہ جیتا رہے۔ اس لئے خداوند خدا نے اس کو باغ عدن سے باہر کر دیا۔ اور باغ عدن کی پورب کی طرف فرشتوں کو چمکتی ہوئی تلوار کے ساتھ جو چاروں طرف پھرتی تھی مقرر کیا تاکہ درخت حیات کی نگاہ بانی کریں۔ پیدائش باب ۱-۲-۳"

اوپر کی عبارت عہد عتیق کی کتاب پیدائش میں سے نقل کی گئی ہے۔ تواریخی طور پر اس کو پایہ ثبوت تک پہنچانا سخت مشکل ہے۔ ہاں اس عبارت میں اگر مفصلہ ذیل کمی بیشی اور تغیر و تبدل کر دیا جاوے۔ تو اس بات کے ایک تواریخی واقعہ ہو جانے میں کوئی شبہ نہیں رہیگا:۔

"برٹش گورنمنٹ کے ہندوستانی خداوند خدا مکالے نے کہا۔ کہ ہم اہل ہند کو اپنے جیسا بنا لینگے۔ تاکہ ہم اُس دن کو فخر سے دیکھ سکیں۔ جب کہ اہل ہند سمندر کی مچھلیوں یا پرندوں پر نہیں بلکہ اپنے اوپر آپ حکومت کرنے یا سلف گورنمنٹ کے استحقاق کی ہم سے استدعا کرینگے۔ خداوند خدا مکالے نے اہل ہند کو برکت دی۔ اور کہا۔ کہ بڑھو اور پھلو۔ اور اس نے بنگال میں پورب کی طرف ایک علمی سکیم پر مبنی سکول اور کالج کھولا۔ اور اس میں مشرقی علوم کے درختوں کے علاوہ علم سیاست کا درخت بھی لگایا۔ اور خداوند مکالے نے حکم دیا۔ کہ تم ہر ایک علم کے درخت کا پھل کھاؤ۔ مگر علم سیاست کے درخت کا پھل مت کھانا۔ کیونکہ جس دن تم اس کا پھل کھاؤ گے۔ تم ضرور مرو گے۔ اور بنگالی جو کہ تمام اہل ہند میں سے ہوشیار تھا اُس نے اہل ہند کو کہا۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ خداوند مکالے نے تم کو علم سیاست کے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا ہے؟ اہل ہند نے جواب دیا۔ ہم تمام علوم کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درختوں کا پھل تو کھاتے ہیں۔ لیکن علم سیاست کے درخت کا پھل کھانے سے ہم کو منع کیا گیا ہے۔ اور خداوند نے کہا ہے۔ کہ جس دن تم اس کا پھل کھاؤ گے۔ تم ضرور مروگے۔ تب بنگالی نے کہا۔ تم ہرگز نہیں مروگے۔ بلکہ تمہاری آنکھیں کھل جائینگی۔ اور تم خداوند مکالے کی طرح علوم سیاسی کے جاننے والے ہو جاؤ گے۔ تب اہل ہند نے دیکھا۔ کہ علم سیاست دیکھنے میں اچھا اور کھانے میں لذیذ ہے۔ پس انہوں نے اس کا پھل آپ کھایا۔ اور اپنے ساتھ والوں کو بھی کھلایا۔ علم سیاست کے درخت کا پھل کھاتا تھا۔ کہ اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور اُن کو پتہ لگا۔ کہ خداوند نے تو ہم کو قطعی ننگا کر دیا ہے۔ پس اُنہوں نے سُدیشی اور بائیکاٹ کے پتوں کی اپنے لئے دھوتیاں بنائیں۔ اور اپنے ننگ کو چھپانا شروع کیا۔ اور انہوں نے خداوند کی آواز جو کہ باغ کی ملوں میں صبح کے وقت پھرتا تھا سنی۔ اور اہل ہند نے اپنے آپ کو سدیشن اور بائیکاٹ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند مانچسٹر نے کہا۔ کہ اے اہل ہند تو کہاں ہے۔ اہل ہند نے کہا۔ کہ میں نے ہند میں تیری آواز سنی۔ اور میں نے جانا۔ کہ میں قطعی ننگا ہو رہا ہوں۔ اس لئے میں نے اپنے آپ کو سدیشن اور بائیکاٹ کے درختوں میں چھپایا۔ خداوند مانچسٹر نے کہا۔ کہ تجھ کو کس نے بتایا۔ کہ تو ننگا ہے۔ کیا تو نے علم سیاست کے درخت کا پھل تو نہیں کھالیا۔ جس کے کھانے سے میں نے تجھے منع کیا تھا۔ اہل ہند نے کہا۔ کہ ہاں بات تو یہی ہے۔ تب خداوند مانچسٹر نے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اہل ہند نے کہا کہ مجھ کو بنگالی نے بہکایا۔ اور میں نے اس کا پھل کھالیا۔ تب خداوند نے بنگالی سے کہا۔ کہ اس لئے کہ تو نے علم سیاست کا پھل کھایا اور اہل ہند کو کھلایا۔ ہندوستان کی زمین تیری وجہ سے لعنتی ہوئی۔ میں تیرے لئے پریس ایکٹ پاس کرونگا۔ ایکس پلوسو ایکٹ بناؤنگا۔ اور تیری زبان پر قفل لگا دونگا۔ تاکہ تو کوئی پبلک میٹنگ نہ کر سکے۔ اور اے اہل ہند۔ اس لئے کہ تو نے علم سیاست کا پھل کھایا۔ میں تجھ پر عذاب نازل کرونگا۔ اور تجھ کو ڈیپورٹ کرونگا۔ ٹرینسپورٹ کرونگا۔ اور تجھ سے جیل خانے بھرونگا۔ اور خداوند خاموری نے اہل ہند کے لئے۔ یفار مز کے کپڑے بنائے۔ اور کہا۔ دیکھو اہل ہند ملکی معاملات کے علم میں ہم میں سے ایک کی مانند ہو گیا ہے۔ اب ایسا نہ ہو۔ کہ وہ ہاتھ بڑھائے اور سلف

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گورنمنٹ کے درخت سے بھی کچھ لیوے اور کھاوے۔ اور ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جاوے اس لئے خداوند خدا نے حکم دیا۔ کہ اس کو باغ ہند سے باہر کر دو۔ چنانچہ اُس نے اُس کو پورب کی طرف عدن یا انڈیمن یا برھما میں بھیجکر۔ کرملٹری کی ننگی تلوار کا جو کہ چاروں طرف پھرتی تھی۔ پہرہ لگا دیا۔ تاکہ وہ سلف گورنمنٹ کی راہ کی نگہبانی کریں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اہل ہند اس پر ہاتھ ڈال سکے"۔

ہمارے عیسائی بھائی ہمیں معاف رکھینگے۔ کہ ہم نے بائیبل کی عبارت میں مذکورہ بالا تغیر و تبدل کیا۔ جو کہ بادی النظر میں ایک ظریفانہ تغیر و تبدل معلوم ہوگا۔ لیکن جب ہم تھوڑی دیر کے لئے اس تمام ہل چل پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کہ اس وقت بھارت کے اندر موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم اُن تجاویز کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جو کہ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے اس چاء کے پیالے کے طوفان کو دور کرنے کے لئے سوچی جا رہی ہیں۔ تو ہم کو اوپر کا مضمون معنوں سے خالی نظر نہیں آئیگا۔ بلکہ ہم اس تمام شور وغل کو سن کر جو کہ پارلیمنٹ میں ہندوستان کی تعلیمی پولیسی کے برخلاف مچایا جا رہا ہے۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہتے۔ کہ گورنمنٹ موجودہ ہل چل کی تہ میں سب سے بڑا سبب اسی مسئلہ تعلیم کو بنائے ہوئے ہے۔ جس کی بدولت اہل ہند کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور ان کو مغرب کے عالموں یا مدبروں کے خیالات کا پتہ لگ گیا۔ اور انہوں نے اپنے علم کو عمل میں لانا شروع کیا۔ اگر ہم بغور دیکھیں۔ تو لارڈ میکالے کا مدعا موجودہ تعلیمی پولیسی کے اجرا سے یہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا۔ کہ وہ اس تعلیم کے ذریعے اہل ہند کو سلف گورنمنٹ کے لئے تیار کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ جیسا کہ ہم اپنے ایک گزشتہ مضمون میں لکھ آئے ہیں۔ لارڈ میکالے کا زیادہ تر مدعا یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مغربی خیالات کی اشاعت سے ہندوستان میں "دولت پرستی" کا راج لائے۔ اور اُن کو ایک ٹیڑھے راستے سے خداوند مسیح کی بادشاہت میں داخل کرے۔ یا بالفاظ دیگر ہندوستان کو "ڈیمی نیشنیلائزڈ" کیا جاوے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔ کہ لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی کے اجرا سے ہندوستان مذہب کے لحاظ سے "لامذہبی یا عیسائیت" کی طرف بہت تیزی سے قدم اٹھانے لگ پڑا۔ یہاں تک کہ بنگال میں جہاں اس تعلیم کا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اثر پڑا۔ ہندو آبادی کا ایک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بڑا بھاری حصّہ عیسائی بن گیا۔ جس میں کہ تقریباً اونچی ذاتوں کے اور تعلیم یافتہ ہندو تھے۔ مذہب کے علاوہ ہندوستان زبان کے لحاظ سے بھی بہت کچھ "اجنبی" ہوگیا۔ اس بات کے ثبوت کے لئے پنجاب کے موجودہ لفٹنٹ گورنر سر لوئی ڈین کی گزشتہ ۹ اگست کی وہ تقریر پیش کی جا سکتی ہے۔ جو کہ صاحب موصوف نے شملہ میں محمڈن ڈیپوٹیشن کے ایڈریس کے جواب میں ادا کی۔ صاحب موصوف بڑے وثوق سے ان الفاظ کو پیش کرتے ہیں۔ کہ چند ہی سالوں کے اندر انگریزی ہندوستان میں "لنگوا فرینکا" ہوجائیگی۔ جس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ اہل ہند اپنی مادری زبان یا زبانوں کی نسبت انگریزی کے اس قدر دلدادہ ہوجائینگے۔ کہ وہ انگریزی کو کیا تجارتی معاملات میں کیا دیگر معاملات میں اپنی مادری زبان پر ترجیح دینگے۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے مسٹر جے۔ آر۔ سیلی صاحب کی "ایکس پینشن آف انگلینڈ" نامی کتاب پر نظر ماریں۔ اور ہم صاحب موصوف سے ملکی یک جہتی کا سوال حل کروانا چاہیں۔ تو وہ ہمارے سامنے اس کے لئے دیگر لوازمات کے علاوہ دو بڑے بھاری لوازمے یہ پیش کریگا۔ کہ ملک میں ایک مذہب اور ایک زبان کا ہونا ملکی یک جہتی کے لئے ضروری ہے۔ مسٹر سیلی کی طرف سے خیال ہٹا کر جب ہم ہندوستان کے مذاہب اور زبانوں پر نظر مارتے ہیں۔ تو ہم اس نتیجے پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسی نے مذاہب اور السنہ کے معما کو حل کرنے کی بجائے زیادہ پیچیدہ بنا دیا۔ جبکہ اس کی بدولت بے شمار مذاہب میں عیسائیت اور اس کی متعدد زبانوں میں انگریزی زبان کا اضافہ اور ہوگیا۔ گویا ہندوستان میں قومیت یا یک جہتی کے راستہ میں جہاں پہلے ہندوؤں کے ساتھ دیوناگری اور مسلمانوں کے ساتھ فارسی حروف کے علاوہ اُن دونوں کے علٰحدہ علٰحدہ مذاہب بھی روک تھے۔ وہاں اب اگر نصف کا دعویدار نہیں تو کم از کم چوتھائی یا چھٹے حصّے کا دعویدار عیسائی مذہب اور انگریزی زبان ایک اور آموجود ہوا۔ یا بالفاظ دیگر ہندوستان میں یک جہتی یا قومیت کے راستہ میں پہلی دو رکاوٹوں کے علاوہ ایک تیسری رکاوٹ اور پیدا ہوگئی۔ اور یہ تو تواریخ کا ایک معمولی سا فارمولا یا گر ہے۔ کہ جہاں اور جس ملک میں تقسیم و تفریق زور شور پر ہوتی ہے۔ وہاں جمع اور ضرب جس کا مطلب سوائے مل کر عمل کرنے یا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مل کر چوٹ کرنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ زیادہ کم دیکھنے میں آیا کرتی ہیں۔ یہ محض تقسیم اور تفریق ہی ہے۔ جس کی بدولت اہل ہند نے اپنا راج کھویا۔ یہ محض تقسیم اور تفریق ہی ہے جس کی بدولت دوسرے لوگ اہل ہند پر حکومت کر رہے ہیں۔ لارڈ مکالے اپنی تعلیمی پولیسی کے اجرا سے اس تقسیم اور تفریق کو مٹاتا نہیں بلکہ ان کو مفرد سے مرکب شکل میں لانے کا خواب دیکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ لارڈ مکالے کی تعلیمی پولیسی پر جو عمل کیا گیا وہ محض اہل ہند کی ہی بہبودی کے لئے تھا۔ اور کہ اس میں اہل انگلینڈ کی اپنی غرض کا نشان تک بھی نہیں تھا۔ اس صورت میں بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہم موجودہ حالات پر نظر مارتے ہیں۔ یعنی نہ صرف تعلیم یافتہ گروہ کے ایک بڑے بھاری حصہ کو ہی ذلت و خواری کی زندگی بسر کرتے۔ جیل خانوں میں سڑتے اور گورنمنٹ کے شک و شبہات کا شکار بنتا ہوا پاتے ہیں۔ بلکہ خود گورنمنٹ کو بھی اس بات پر کف تاسف ملتا ہوا دیکھتے ہیں۔ کہ آخر غلطی ہوئی۔ جو مکالے کی سکیم پر عمل کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لارڈ مکالے کی امید کے برخلاف نتائج برآمد ہوئے۔ لیکن وہ نتائج اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو حاکم و محکوم دونوں کے لئے ایک حد تک اچھے ہیں۔ کیونکہ اس سے جہاں اہل ہند کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور ان کو اپنا ملکی ننگ نظر آ گیا۔ اور وہ اپنے اس ننگ کو چھپانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ وہاں دوسری طرف اہل انگلینڈ کو بھی موقع مل گیا۔ کہ وہ اپنے آپ کو ایک بہتر حکمران ثابت کر سکیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ جو چال اس وقت حاکم و محکوم دونوں کی طرف سے چلی جا رہی ہے۔ یا چلی گئی۔ وہ بظاہر خطرناک معلوم ہوگی۔ لیکن اگر سطح سے گزر کر تہ میں نظر ماری جاوے۔ تو ہمیں اس میں ایک اندھے اور کبڑے کی کہانی کی صداقت نظر آئیگی۔ یہ پنجابی کہانی اگرچہ تبسم افزا ہے۔ تاہم موقع کے مناسب ہے۔ کہانی بیان کرتی ہے۔ کہ ایک اندھا اور کبڑا ہم سفر ہوئے۔ مدت تک سفر کرتے چلے گئے۔ آخر کار دونوں کے دل میں بوجوہات چند در چند شکوک پیدا ہونے لگے۔ کبڑا یا ٹیڑھا آدمی اندھے کی نسبت زیادہ ٹیڑھی چال چل سکتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی کو تباہ کرنے کے لئے ایک دن سانپ کا گوشت کھلانے کی ٹھان لی۔ کبڑا اپنے اعتقاد کے مطابق یہ سمجھتا تھا۔ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سانپ چونکہ ایک زہریلا جانور ہے۔ بنا بریں اس کا گوشت بھی زہریلا ہوگا۔ پس اگر میں اندھے کو سانپ کا گوشت کھلا دونگا۔ تو اس کا کام تمام ہو جائیگا۔ اتفاق سے اس کو ایک دن مردہ سانپ بھی مل گیا۔ اس نے اس کو دیگچی میں ٹکڑے کر کے آگ پر چڑھا دیا۔ اور خود جنگل میں بھاگ کر چھپ گیا۔ اندھے نے بہت دیر انتظار کی۔ لیکن کبڑا نہ آیا۔ اُس نے آوازیں بھی دیں۔ لیکن اُس کے ساتھی نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر کار اندھے کو بھوک نے تنگ کیا۔ اُس نے چولھے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تاکہ وہ دیگچی کی پکی ہوئی چیز کو کھائے۔ کہانی بیان کرتی ہے۔ کہ اندھے نے جونہی دیگچی کا ڈھکنا اُٹھایا۔ بھاپ اس کی آنکھوں میں لگی۔ اور اُس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ایک طرف تو وہ اپنی بینائی کے واپس آنے پر بہت خوش تھا۔ لیکن دوسری طرف جب اُس نے دیکھا۔ کہ اُس کے ساتھی نے اُس کو تباہ کرنے کے لئے سانپ کا گوشت تیار کیا ہے۔ تو وہ سخت جوش میں آیا۔ اور کبڑے کی تلاش میں نکلا۔ تاکہ اگر مل جائے۔ تو اس کو کافی سزا دے۔ اتفاق سے کبڑا ایک گڑھے کے اندر چھپا ہؤا تھا۔ اس کے ساتھی نے جو کہ اب اندھا نہیں تھا۔ مارے غصے کے اس کی پیٹھ پر زور سے لات رسید کی۔ حسن اتفاق سے لات ایسی موافق پڑی کہ کبڑے کی پیٹھ سیدھی ہو گئی۔ اور وہ اب پہلے کی طرح کبڑا نہ رہا۔ اب ایک طرف تو آنکھوں والا دوست ہے اور دوسری طرف دوسرا دوست سرو قد کھڑا ہے۔ اور وہ دونوں یار ایک دوسرے کو گھور رہے ہیں مگر ساتھ ہی حیران بھی ہوتے ہیں۔ ایک سوچتا ہے۔ کہ میں نے تو اس کو تباہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس کی آنکھیں کھل گئیں دوسرا سوچتا ہے۔ کہ میں نے اس کی کمر توڑنی چاہی تھی۔ لیکن یہ سیدھا ہو گیا۔ خوشی کی بات ہے۔ کہ اُن دونوں دوستوں نے اس تاڑ پھاڑ کو زیادہ دیر تک جاری رکھنا پسند نہ کیا۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کے گلے لپٹ کر جہاں اپنے اپنے قصوروں کا اعتراف کرنے لگے۔ وہاں وہ اپنے خالق کا بھی شکریہ ادا کرتے تھے۔ جس نے ان دونوں کو تباہی سے بچا کر پہلے کی نسبت بہتر اور تندرست انسان بنا دیا۔ اس کہانی کے مطالعہ سے اگر کسی قسم کا تبسم آتا ہو۔ تو اُس کو بند کر کے جب ہم ذرا تھوڑی دیر کے لئے ہندوستان کے حاکم و محکوم کے تعلقات پر نظر مارتے ہیں۔ تو اُن تعلقات

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو اس اندھے اور کبڑے کے تعلقات سے بہتر نہیں پاتے۔ کبڑے انگلینڈ نے اندھے ہندوستان کے ساتھ دوستی گانٹھی۔ اور دوستی دوستی میں ہی آخرکار کبڑے نے اپنے اندھے دوست ہندوستان پر اس قدر ٹیکس لگا دیا۔ جو روئے زمین پر اور کسی جگہ وصول نہیں کیا جاتا۔ شاید ہمارا یہ بیان مبالغہ آمیز سمجھا جاوے۔ مگر تاہم ایک اندھے اور کبڑے کی دوستی پر روشنی ڈالنے کے لئے یہ امر خالی از دلچسپی نہیں ہوگا۔ کہ ہم بطور جملہ معترضہ کے واقعات کی موجودگی میں ان دونوں دوستوں کی حالت پر روشنی ڈال جائیں۔ اندھا ہندوستان اس بھاپ کے لگنے سے جو کہ اس کے کبڑے دوست نے اس کی آنکھوں کو پہنچائی۔ آنکھیں پاکر اپنے کبڑے دوست کی بے وفائی پر سخت بے چین ہو رہا ہے۔ چنانچہ مسٹر جے۔ سی۔ اڈونل ممبر پارلیمنٹ ہندوستان میں موجودہ بے چینی کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اپریل ۱۹۰۷ء کو میں نے مسٹر (موجودہ لارڈ) مورلے سے جو سوال کیا تھا۔ اس کے جواب میں صاحب موصوف نے مجھے بتایا۔ کہ تمام ہندوستان میں مالگذاری کی معمولی مقدار پچاس فی صدی یا بیس شلنگ آمدنی میں سے دس شلنگ ہے۔ چند دنوں کے بعد میں نے مسٹر مورلے سے اس حکم کی تاریخ اور وقت پتا کر جو کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے ممالک متوسط میں لگان اراضی کے بارے میں جاری کیا تھا۔ سوال کیا۔ مسٹر مورلے نے مجھے یہ جواب دیا۔ کہ ممالک متوسط میں لگان کے بارے میں موجودہ قاعدہ تو یہی ہے۔ کہ پچاس فیصدی سے کم اور ساٹھ فی صدی سے زیادہ نہ ہو۔ لیکن اگر خاص حالات میں یہ لگان پینسٹھ (۶۵) سے بھی زیادہ لگ گیا ہو۔ اور لوگوں نے اس کو آسانی سے ادا کر دیا ہو۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ آئندہ لگان کی شرح ساٹھ فی صدی ہی مقرر رہیگی۔ صاحب موصوف کے اس جواب سے ظاہر ہے۔ کہ لگان اراضی کی ادنےٰ حد پچاس فیصدی اور زیادہ سے زیادہ (۶۵) فی صدی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ممالک متوسط میں دس سال کے اندر ہی دس لاکھ سے زیادہ آدمی قحط سے ہلاک ہو گئے۔ جیسا کہ رپورٹ مردم شماری بابت ۱۸۹۱ء و ۱۹۰۱ء سے ظاہر ہے۔ یہ تو ہندوستان میں لگان اراضی کی حالت ہے۔ اب ذرا تھوڑی دیر کے لئے دیکھنا چاہئے۔ کہ دیگر ممالک میں معمولی ٹیکس کی شرح کیا ہے۔ امریکہ میں ہر ایک شخص کو سالانہ ٹیکس اوسطاً ۱/۱۵

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فی صدی۔ جرمنی میں ۷ ۹/۱۰ فی صدی۔ انگلینڈ میں ۸ ۹/۱۰ فی صدی۔ فرانس میں ۱۲ ۱/۵ فی صدی ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں دیسی ریاستوں کو چھوڑ کر انگریزی آبادی کے ۲۳ کروڑ دس لاکھ آدمیوں میں سے ۲۳ کروڑ آدمیوں کو جو معمولی ٹیکس فی کس سالانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اُس کی اوسط فی کس بیس فی صدی ہے جو کہ امریکہ سے سات گنا۔ جرمنی سے تقریباً تین گنا۔ انگلینڈ سے تقریباً دو گنا اور فرانس سے ڈیڑھ گنا زیادہ ہے۔ اب اگر آمدنی پر نظر ماری جاوے۔ تو اس ٹیکس کی حقیقت بخوبی واضح ہو جائیگی۔ امریکہ میں اوسط آمدنی فی کس سالانہ ۶۶۰ روپیہ۔ انگلینڈ میں ۵۴۰ روپیہ۔ فرانس میں ۴۶۸ روپیہ۔ جرمنی میں ۳۷۲ روپیہ۔ مگر ہندوستان میں سالانہ آمدنی فی کس ۱۵ روپیہ ہے۔ اب اگر اس آمدنی میں سے انکم ٹیکس کو منہا کر دیا جاوے۔ تو اصلی سالانہ آمدنی بعد از ادائیگی ٹیکس فی ہندوستانی ۱۰ روپیہ سے بھی کم رہ جاتی ہے۔ جس کا دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ ہندوستان میں فی کس روزانہ آمدنی کی اوسط دو پیسہ ہے۔ چنانچہ سر ولیم ڈگبی صاحب نے اپنی کتاب "پراسپرس انڈیا" یا طنزاً "دولتمند ہندوستان" میں اس آمدنی کے بارے میں سنہ ۱۹۰۰ء تک کے جو اعداد دئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ "سنہ ۱۸۵۰ء میں برٹش انڈیا میں فی کس روزانہ آمدنی کی اوسط دو آنے تھی۔ مگر سنہ ۱۸۸۰ء میں فی کس روزانہ آمدنی کی اوسط ڈیڑھ آنہ رہ گئی۔ اور سنہ ۱۹۰۰ء میں فی کس روزانہ آمدنی گھٹ کر تین پیسہ رہ گئی۔" اس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ ہندوستان دن بدن قحط کی طرف قدم اٹھا کر موت کا شکار ہو رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ گزشتہ پچیس سال میں پچیس ملین یا ڈھائی کروڑ ہندوستانی قحط کا شکار ہو گئے۔ گویا مسٹر ڈگبی اور مسٹر اوڈونل کے حساب کے مطابق ہندوستان میں دس لاکھ آدمی ہر سال محض قحط کا شکار ہوتے ہیں۔ لیکن اگر مسٹر ایلیٹن صاحب انڈر سکرٹری آف سٹیٹ فور انڈیا کا وہ جواب جو کہ انہوں نے گزشتہ ۳۰۔ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء کو مسٹر لیٹن ممبر پارلیمنٹ کو دیا ہے۔ سچ مان لیا جاوے۔ تو ہمارے لئے آنسو پونچھنے کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ مسٹر لیٹن صاحب نے پوچھا تھا۔ کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ہندوستان میں کچھ عرصہ سے پہلے کی نسبت قحط زیادہ جلدی جلدی نمودار ہوتا ہے اور آبادی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تعداد زیادہ ہوتی ہے؟ اس سوال کا جواب مسٹر بوکینن نے یہ دیا ہے۔ کہ اگر ہم گزشتہ نزدیک کی قحط سالیوں کی تباہی کا مقابلہ آج سے پچاس یا سو سال پہلے کی قحط سالیوں کی تباہی سے کریں۔ تو ہم کو فوراً معلوم ہو جائیگا۔ کہ آج سے پچاس یا سو سال پہلے قحط جلدی جلدی نمودار اور زیادہ بربادی بخش ثابت ہوتا تھا۔ لیکن سوال پھر وہی رہ جاتا ہے۔ کہ آج سے پچاس یا سو سال پہلے بھی تو ہندوستان پر اہل انگلینڈ کا ہی تصرف تھا۔ دیکھنا تو یہ چاہئے۔ کہ آیا انگریزوں کے ہندوستان پر قبضہ کرنے سے پہلے بھی اس قسم کے قحط نمودار ہؤا کرتے تھے یا نہیں۔ ہمیں افسوس ہے۔ کہ اگر مسٹر بوکینن اسی ۳۱۔ جولائی کے اجلاس میں مسٹر ریس کے اس سوال کا جواب دے دیتے۔ جس میں انہوں نے پوچھا تھا۔ کہ آیا وہ ہندوستان میں انگریزوں کے تصرف سے پہلے کے کچھ ایسے اعداد بتا سکتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو جائے۔ کہ آیا پہلے بھی اس قسم کی پلیگ یا قحط ہندوستان میں پڑا کرتے تھے۔ یا نہیں؟ تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ لیکن اس سوال کے جواب کے لئے انڈیا آفس میں کوئی ریکارڈ نہ ملا۔ اگر مل جاتا۔ تو مقابلہ کی گنجائش نکل آتی۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اور تلخی سے پُر جملہ معترضہ تھا۔ جس کو ہم یہاں پر ہی ختم کر کے اپنے اندھے اور کبڑے دوستوں کی دوستی کی کہانی کو پھر شروع کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا کہانی کے اندھے کی طرح حسن اتفاق کہو یا بیدارئے طالع۔ کچھ تو اس تعلیم کی بدولت جس میں قدرے پولیٹیکل جوہر بھی شامل تھا۔ اور کچھ ٹیکس اور کچھ دیگر جان کن قوانین کی بدولت اندھے ہندوستان کی آنکھیں کھل گئیں۔ ایک طرف تو وہ خوش ہؤا۔ کہ اس نے کھوئی ہوئی بینائی کو پا لیا۔ لیکن دوسری طرف وہ اپنے کبڑے دوست کی بے وفائی کو دیکھ کر غم و غصّہ سے بھر کر ایجی ٹیشن کی بانسری بجاتا ہؤا اور یہ ریختہ پڑھتا ہؤا گھر سے نکل کھڑا ہؤا:۔

"ہم نے تم کو سُکھ دیا اور تم نے ہم کو دکھ دیا۔ ہم نے تم سے وہ کیا اور تم نے ہم سے یہ کیا۔ واہ کیا بھلی یہ ریت ہے"[1]

"ہم نے تم کو دل دیا اور تم نے ہم کو جُل دیا۔ ہم نے تم سے وہ کیا اور تم نے ہم سے یہ کیا۔ واہ کیا بھلی یہ پیت ہے"[2]

"ہم نے تم کو گھر دیا اور تم نے ہم کو ہر لیا۔ ہم نے تم سے وہ کیا اور تم نے ہم سے یہ کیا۔ واہ کیا بھلی یہ میت ہے"[3]

[1] قاعدہ ۔ [2] پیار ۔ [3] دوستی ۔

Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کبڑے کے دوست ہندوستان نے جو کہ اب اندھا نہیں تھا۔ ایسی سُریلی آواز سے بانسری بجائی۔ کہ ہزاروں تماشبین اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اُن سب نے کبڑے کی بیوفائی کو دیکھ کر کبڑے کے کبڑے پن کے برخلاف اس زور سے ایجی ٹیشن کی لات رسید کی۔ کہ اس کو معلوم ہو گیا۔ کہ میرا کبڑا پن یا ٹیڑھی چال طشت از بام کر دی گئی ہے چنانچہ وہ لٹھ لیکر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب ایک طرف تو ہندوستان کھڑا ہے جو اب اندھا نہیں ہے اور دوسری طرف اس کا دوست انگلستان ہے۔ جو اس کو لٹھ دکھا کر گھور رہا ہے۔ تمام دنیا میں شور برپا ہو رہا ہے۔ کہ ایلو! اندھے اور کبڑے کی لگ پڑی۔ اندھے کا "جپھا" بُرا ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ اگر کہانی کے دوستوں کی طرح انگلستان اور ہندوستان اپنی تمام فروگزاشتوں اور گزشتہ قصوروں کا اعتراف کرتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے مل جائیں۔ ایسا ہو جانا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ خاصکر جبکہ ہم لارڈ مورلے کو اس "طوفان بدتمیزی" کو فرو کرنے کے لئے "زیتون" کی شاخ ہاتھ میں لئے اور ریفارمز کی "کُو! کُو!! کُو!!!" کرتے سن رہے ہیں۔ مگر یہ محض ابھی تک آئل پینٹنگ ہے۔ جب تک وہ ہندوستان کی سرزمین پر ایک "لینڈ سکیپ" کی شکل میں نہ آجائے۔ تب تک نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کیا ہوگا۔ تاہم نومبر کا مہینہ جو کہ ان ریفارمز کے اظہار کے لئے مقرر ہے دور نہیں ہے۔ لارڈ مورلے دنیا میں ایک قابل یادگار کام کر جائینگے۔ اگر وہ ان دونوں دوستوں کو جو کہ اس وقت اندھے اور کبڑے نہیں ہیں۔ اور جو کہ ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑے ایک دوسرے کو گھور رہے ہیں۔ اپنی اخلاقی جرأت کا ثبوت دے کر ایک دوسرے کے خیرخواہ بنانے کا کام کر جائیں۔ اور ایک کو دوسرے کے گلے لگا جائیں۔ مگر گلے ملنا دوستانہ ہو۔ دشمنانہ نہیں۔ لیکن ڈر ہے تو یہی کہ کہیں گزشتہ وعدوں کی طرح لارڈ مورلے کے موجودہ ریفارمز کے وعدے بھی محض کوہ کندن و کاہ برآمدن ثابت نہ ہوں اس سے بڑھ کر ہمیں ایک خاص اندیشہ ہے۔ کہ کہیں لارڈ مورلے کوئی اس قسم کی اصلاح میدان میں نہ لا رکھیں۔ کہ جس کو دیکھ کر اہل ہند کا وہی حال ہو۔ جو کہ الیسپ کی کہانی میں جوہڑ کے مینڈکوں کا ہؤا تھا۔ مینڈکوں نے مشتری سے فریاد کی تھی۔ کہ ہم بہت تنگ آگئے ہیں۔ کوئی ہمارے لئے بادشاہ بھیجئے۔ مشتری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے ایک بڑا سا دیودار کا شہتیر اس جوہڑ میں لا رکھا۔ اور کہا کہ یہ ہے تمہارا بادشاہ مینڈکوں نے اتنے بڑے شہتیر کو دیکھ کر پہلے تو بہت خوشیاں منائیں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہ بولتا چالتا کچھ نہیں۔ تو وہ اس کے اوپر بیٹھ کر دوبارہ ٹرّانے لگے۔ کہ اے خداوند تو ہمارے لئے کوئی بہتر حاکم بھیج۔ مشتری نے اب کے اُن کے پاس ایک بگلے کو بھیج دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ ہے تمہارا حاکم۔ مینڈکوں نے جب بگلے کے رنگ دار پروں اور اس کی سفید کلغی اور اُس کی نرالی چونچ اور نازک ٹانگوں کو دیکھا۔ تو بہت خوش ہوئے اور بگلے کے ارد گرد جمع ہو کر اس کو ایڈریس دینے لگے۔ بگلا بھی تاڑی لگائے کھڑا تھا گویا کہ وہ اُن کے ایڈریس کو سن کر خوش ہو رہا ہے۔ اور سوچ رہا ہے کہ کیا جواب دے آخر اُس نے ایک بڑے مینڈک کو چونچ میں پکڑا اور اُڑ گیا۔ اسی طرح اُس نے آہستہ آہستہ مینڈکوں کا شکار کرنا شروع کیا۔ مینڈکوں نے جب یہ حالت دیکھی۔ تو اُنہوں نے پھر مشتری سے فریاد کی۔ کہ ہمیں یہ حاکم نہیں چاہیئے۔ وہی پرانا شہتیر دے دیجئے۔ لیکن مشتری نے جواب دیا۔ کہ اب یہ بل پاس ہو کر ایکٹ کی شکل میں آکر ایک طے شدہ معاملہ ہو گیا ہے۔ اس لئے اب تمہارا حاکم بگلا ہی رہیگا۔ اس تمام شور و غل پر نظر مار کر جو کہ اس وقت اینگلو انڈین اخبارات کے طبقہ سے گزر کر ہؤس آف لارڈس کے طبقہ تک پہنچ گیا ہے۔ اگر ہم مینڈکوں کا سا اندیشہ ظاہر کریں۔ تو کوئی تعجب نہیں ہوگا۔ اور وہ اندیشہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ برٹش گورنمنٹ نے ہندوستان میں جو علم کا سایہ دار درخت لگایا تھا۔ وہ کہیں اس کو ہی ہماری سرکشی کا منبع گردان کر کاٹ کر ہمارے سامنے نہ پھینک دے ہمارا یہ اندیشہ بے بنیاد نہیں کہا جاویگا۔ اگر ہم اُن چند تقریروں پر نظر مار لیں جو کہ ہؤس اف لارڈس یا کامنز میں ہوئیں جن میں سے معرکہ کی تقریر لارڈ کرزن کی ہے۔ لارڈ کرزن نے اپنی اس بہت طول طویل تقریر میں جہاں اہل ہند کی زنجیروں کو جکڑنے پر زور دیا۔ وہاں ساتھ ہی ہندوستان میں اس علم کے درخت کے برخلاف بھی اپنی آواز کا کلہاڑا تیز کیا۔ چنانچہ ہندوستان میں بدامنی کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے آپ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں۔ "اب وقت نہیں رہا۔ نہ ہی میرے خیال میں یہ موقع ہے۔ کہ اس شورش کے اسباب کا مفصل ذکر کیا جاوے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن اُن اسباب میں سے چند ایک تو عین سطح پر ہی موجود ہیں۔ یہ بات ہر ایک شخص تسلیم کریگا۔ کہ ان اسباب میں سے سب سے پہلا اور سب سے بڑا سبب و تعلیم ہے۔ جو کہ ہم نے اس ملک (ہند) کو دی ہے۔ سالہا سال سے بلکہ لارڈ میکالے کے زمانہ سے ہم ہندوستان کے لوگوں کو ایسی تعلیم دیتے چلے آئے ہیں۔ جو کہ کسی ایسے ملک کے لئے تو مفید اور موافق ہو سکتی تھی۔ جس کی تواریخ میں کنسٹی ٹیوشنل تحریک کو ترقی ہونے کی شہادت موجود پائی جاتی ہو۔ لیکن جو تعلیم ہم نے ہندوستان کو دی۔ وہ قطعی ناموافق تھی۔ کیونکہ اہل ہند اپنی رسومات۔ رواجات۔ تواریخی افسانوں اور دماغی نشوونما کے لحاظ سے ہرگز اس لائق نہیں ہیں۔ کہ ان کو یہ تعلیم دی جاتی۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ اہل ہند نے مغربی تہذیب کی ضرب المثلوں کو تو گھوٹ لیا ہے۔ لیکن انہوں نے اس کے خیالات یا سپرٹ اور اعتدال کو جذب کرنے کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس سے اُن کی عقل تو تیز ہو گئی ہے۔ لیکن اُن کا کیرکٹر نہیں بنا۔ جب ہم یہ پڑھتے ہیں۔ کہ ان کم بخت بمب اندازوں کے پاس سے جو مصالح برآمد ہوا۔ اُن میں سے ایک جلد رِل کی کتاب بنام "لبرٹی" اور ایک جلد برق کی کتاب بنام "فرنچ ریوولیوشن" بھی برآمد ہوئی ہے۔ تو ہم اس خوفناک آتش فشانی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جو کہ آخر کار کسی زمانہ میں پھوٹ پڑیگی" ہندوستان کا کوئی بھی صحیح الدماغ آدمی لارڈ کرزن کی تقریر کے اس حصّے کو پڑھکر مسکرانے کے بغیر نہیں رہیگا۔ لارڈ کرزن صاحب بہادر اس بنا پر کہ چونکہ بمب اندازوں کے پاس سے رِل کی لبرٹی اور برق کی فرنچ ریوولیوشن نامی کتابیں برآمد ہوئی ہیں۔ صلاح دیتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں لبرل ایجوکیشن کی بیخ کنی کر دو۔ ہمیں افسوس ہے کہ لارڈ کرزن کو سر ہنری کاٹن یا مسٹر وڈ برن وغیرہ ہی خواہان ہند نے یہ کیوں نہ بتایا۔ کہ آخر بمب اندازوں کے پاس سے گیتا جیسی کتاب بھی تو برآمد ہوئی ہے۔ تو کیا اس بنا پر کہ چونکہ بمب انداز گیتا کا پاٹھ کرتے ہیں ہندوستان میں یہ سرکار جاری کر دینا چاہیئے۔ کہ آئندہ کوئی ہندوستانی گیتا کا مطالعہ نہ کرے لارڈ مورلے نے لارڈ کرزن کو اس بیہودہ اعتراض کا جو جواب دیا۔ وہ خالی از دلچسپی نہیں ہے۔ لارڈ مورلے نے کہا۔ "میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اُس نے (کرزن) نہ صرف

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پارلیمنٹ کے سوال کنندوں کی علمیت پر ہی بلکہ اُن کے بعض دوستوں مثلاً برق اور مل اور بعض دیگر ہم عصروں پر بھی ایک بیہودہ اور اپنی شان سے گرا ہؤا ناجائز حملہ کیا ہے۔ تم کیا چاہتے ہو۔ کیا تم اُن کو اس بات پر زور دینا چاہتے ہو۔ کہ وہ مل یا دیگر معاصرین کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چھوڑ دیں؟" بے شک لارڈ کرزن اسی جواب کا مستحق تھا۔ کہ لارڈ مورلے اس کی تقریر کے اس حصّے کو بیہودہ اور اپنی شان سے گرا ہؤا ناجائز حملہ بتاتا۔ یقیناً کوئی بھی عقلمند لارڈ کرزن کے اس حملہ کی بیہودگی پر مسکرانے سے نہیں رہ سکتا۔ لیکن اس بیہودگی پر جھاڑ ڈالتے ہوئے لارڈ مورلے نے ہندوستان میں تعلیمی پالیسی کے بدلنے کے لئے جو الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ خالی از اندیشہ نہیں ہیں۔ لارڈ موصوف فرماتے ہیں۔ "میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ مکالے اور دیگر بڑے آدمی جنہوں نے کہ ہندوستان میں تعلیم کو وہ شکل دی۔ جو کہ اُس کو دی گئی۔ وہی اصحاب اُن نتائج کے لئے بھی ذمہ وار گردانے جائینگے۔ جو کہ اُس وقت سے اب تک ظہور میں آرہے ہیں۔ میں اس بات کو یقینی طور پر محسوس کر رہا ہوں۔ کہ کوئی بھی وائسرائے جو کہ ہندوستان کی موجودہ بیچینی کی جڑ پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہو۔ اُس کو چاہئے۔ کہ وہ اپنی تمام طاقتوں کو سسٹم اف ایجوکیشن یا طریقہ تعلیم پر نظر ثانی کرنے میں لگا دے۔" مگر کیا لارڈ موصوف کو پتہ نہیں ہے۔ کہ جس وائسرائے نے ہندوستان میں تعلیم کے درخت کو کاٹنے یا کم از کم اس کے شاندار تنوں کو گرانے کے لئے یونیورسٹی کمیشن مقرر کیا تھا۔ اُس نے ایسا کر کے ہندوستان میں شانتی پھیلانے میں کہاں تک کامیابی حاصل کی؟ کیا یہ سچ نہیں ہے۔ کہ یونیورسٹی کمیشن کے ذریعہ لبرل ایجوکیشن کا دروازہ ایک حد تک بند کئے جانے کے باوجود بھی ہندوستان میں بے چینی چھلانگیں مارتی بڑھ رہی ہے۔ ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں طریقۂ تعلیم یا محض تعلیم کیونکر مچھر کی طرح جان بُل کے کان میں بھنبھناہٹ پیدا کر کے اس کو اس بات پر آمادہ کرنے کے درپے ہے۔ کہ وہ اپنے تمام زور کو اس تعلیم کے اُلٹا دینے میں خرچ کر دے۔ ہاؤس اف لارڈس کو چھوڑ کر جہاں تعلیم کے برخلاف جہاد کی تیاری بڑے شد و مد سے ہو رہی ہے۔ ہاؤس اف کامنز میں بجٹ ہند پر بجٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتے ہوئے اس کے بعض سعادت مند ممبر مسئلہ تعلیم پر چٹکی لینے سے نہیں رُک سکے۔ چنانچہ مسٹر ریس نے بجٹ پر بحث کرنے کے وقت کو ضائع کرنے اور لوگوں میں پیدا ہوئی ہوئی تعلیم ہند کے برخلاف سپرٹ کو خوراک دینے کے لئے ہاؤس میں جو امنڈمنٹ پیش کی۔ اس میں مسئلہ تعلیم کو بدیں الفاظ دھر گھسیٹا:۔ "یہ ہاؤس جہاں اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اس وقت جو ریفارمز گورنمنٹ آف انڈیا کے زیر تجویز ہیں۔ وہ حالات کے عین موافق اور کافی ہیں۔ وہاں ساتھ ہی وہ یہ رائے دیتا ہے۔ کہ ہندوستان میں ایجوکیشنل سسٹم میں ایک سخت تبدیلی کی ضرورت ہے"۔ کو مسٹر ریس کا مسئلہ تعلیم کو اس طرح بیچ میں دھر گھسیٹنا ایسا ہی بیہودہ تھا۔ جیسا کہ لارڈ کرزن کا ہندوستان کی بیچینی کے اسباب پر تقریر کرتے ہوئے رِلّٹ اور برق کی کتابوں کو دھر گھسیٹنا ایک شان سے گرا ہوا حملہ سمجھا گیا۔ تاہم اس وقت چونکہ انگریزی معاصرین کا ایک بڑا بھاری حصّہ تعلیم کے برخلاف جہاد کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اس لئے ولائتی اخباروں نے مسٹر ریس کے اس بیہودہ پن کو بیہودہ جانتے ہوئے بھی سر پر اُٹھا لیا اور شور مچا دیا۔ کہ بے شک ہندوستان میں طریقہ تعلیم کو بدلنے کی سخت ضرورت ہے۔ ڈیلی نیوز کا ایڈیٹر تو اس قدر گمراہ ہو گیا۔ کہ اُس نے لیڈنگ کالمز میں یہ لکھ مارا۔ کہ تمام تقریروں میں سے اگر کسی تقریر نے ہمیں لطف دیا۔ تو وہ لارڈ پرسی۔ مسٹر ریس اور سر ہنری کریک کی تقریریں تھیں۔ ڈیلی نیوز کے لئے یہ شاید اس لئے لطف آمیز ثابت ہوئیں۔ کہ ان میں نہ صرف ہندوستان میں مسئلۂ تعلیم کے برخلاف دھڑلے سے سمع خراشی کی گئی تھی۔ بلکہ ان تقاروں نے اُن تمام بہی خواہوں کو بھی بدنام کرنے کی کوشش کی تھی۔ جو کہ ہندوستان کی بہبودی میں کچھ حصہ لے رہے ہیں۔ مثلاً مسٹر ریس کا مسٹر کیر ہارڈی کے دورہ ہند کو "بنگالی برہمنوں اور لیبر پارٹی کے درمیان ایک ناپاک صلح نامہ" کہنا اور بعض بے بنیاد اخباری مضامین کی بنا پر مسٹر کیر ہارڈی کو موجودہ شورش کے بڑھانے یا اکسانے والا کہنا وغیرہ ایسی باتیں تھیں۔ جن کو انگریزی اخبار نویس شیر مادر سمجھ کر پی گئے۔ اور خوش ہوئے۔ لیکن تعلیم کو موجودہ شورش کا بانی مبانی قرار دے کر اس کے برخلاف جہاد کے لئے آمادہ ہو جانا ہمارے خیال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ایک سخت مضر فعل ثابت ہوگا۔ اگر یہ بات سچ ہے۔ جو کہ بعض انگریزی اخبارات میں دیر تک بڑے زور سے چکر کاٹتی رہی۔ کہ گورنمنٹ اف انڈیا ہندوستان میں طریقہ تعلیم میں جو تبدیلیاں کرنا چاہتی ہے۔ غالباً ان میں سے ایک تبدیلی لائسنسنگ سسٹم اف ایجوکیشن ہوگی۔ تو اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ ہندوستان میں بے چینی بجائے گھٹنے کے اور زیادہ بڑھیگی۔ کیونکہ لائسنسنگ سسٹم کا دائرۂ اثر اگر ہم غلطی نہیں کرتے اتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ وسیع ہو سکیگا۔ جتنا کہ قانونِ اسلحہ یا آرمس اکٹ کا دائرہ۔ جو کہ بلا تمیز مذہب و ملت سب پر حاوی ہے۔ گویا لائسنسنگ سسٹم کے ذریعے تعلیم کے لحاظ سے ہندوستان کو اسی طرح بے دست و پا کیا جا سکیگا۔ جس طرح کہ اس کو ہتیاروں کے لحاظ سے نہتا کیا گیا ہے یا دوسرے الفاظ میں ہر ایک ایسی درسگاہ جس کے پاس گورنمنٹ کا لائسنس نہ ہو۔ یا جو گورنمنٹ کی شرائط کو پورا نہ کر سکے۔ قابل مواخذہ تصور کی جاویگی۔ اور گورنمنٹ کو پورا اختیار ہوگا۔ کہ اُس کو بزور بند کر دے۔ اگر یہ لائسنسنگ سسٹم اف ایجوکیشن کا شور محض اپریل فول نہ ہو۔ بلکہ اس کی کچھ بنیاد سمجھی جاوے۔ تو اس کے ذریعہ ہندوستان کے تمام قومی درسگاہوں پر جو تباہی آئیگی۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس قسم کے کسی بھی سسٹم کے جاری ہونے کا مطلب یہی ہوگا۔ کہ تمام قومی درسگاہوں کو کچل دیا جاوے۔ یا اگر وہ زندہ رہنا چاہیں۔ تو اُن شرائط کو مان کر جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے پیش کی جاویں۔ وہ شرائط خواہ کیسی ہی ذلت آمیز کیوں نہ ہو۔ ہم دل سے دعا کرتے ہیں۔ کہ لائسنسنگ سسٹم اف ایجوکیشن کی خبر جو کہ بعض اخبارات میں چکر کاٹ رہی ہے۔ غلط ثابت ہو۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ لارڈ کرزن جیسے بیدار مغزوں نے جن کی بدولت آج ہندوستان بے چینی کا شکار ہو رہا ہے۔ کہیں لارڈ مورلے کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ جو اصلاحیں ہندوستان میں کرنا چاہتے ہیں ان میں سے ایک اصلاح یہی لائسنسنگ سسٹم کا اجرا ہو۔ تو سمجھنا چاہیئے۔ کہ بے چینی کی کوئی حد نہیں رہیگی۔ ہم حیران ہیں۔ اور بار بار حیران ہیں۔ کہ جس تعلیم کو مہذب دنیا تہذیب کا تاج تصور کر رہی ہے۔ آج ہندوستان کے سر سے اس تاج کو اتارنے کی کیوں کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ خیال کہ ہندوستان کی موجودہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے چینی کا سب سے بڑا سبب موجودہ تعلیم ہے۔ ایک ایسا احمقانہ خیال ہے۔ کہ جس کی حماقت کو ڈھونڈنے کے لئے کسی شخص کو بھی دور جانے کی ضرورت نہیں پڑ سکتی۔ برعکس اس کے ہندوستان میں بے چینی کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب یہی ہے۔ جس پر لارڈ کرزن نے اپنی تقریر میں مخول اڑایا ہے یعنی حکام کا رعایا سے دُور دُور رہنا۔ اور اُن کے اصلی حالات جاننے کی کوشش نہ کرنا۔ ہم نہیں کہ سکتے۔ کہ آئندہ نومبر میں ہندوستان کے سر پر رحمت نازل ہوگی یا زحمت لیکن اگر ہم پر سڈیشن کا جرم نہ لگایا جاوے۔ تو ہم یہ کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہندوستان میں بے چینی کا سبب اعلےٰ یا ادنے تعلیم نہیں ہے۔ نہ ہی موجودہ بے چینی علم کے درخت کو اُلٹے یا سیدھے کلہاڑے کے ذریعہ کاٹنے سے دور ہو سکیگی بلکہ اس بے چینی کا اصلی سبب اور اس کا اصلی علاج وہی ہے۔ جو کہ ہندوستان اور انگلستان کے بہی خواہ سر ہنری کاٹن نے بجٹ ہند پر تقریر کرتے ہوئے بدیں الفاظ بیان کیا ہے:۔

"ہندوستان میں موجودہ بے چینی کے اسباب کی تہ میں کسی نے بھی نظر نہیں ڈالی۔ رعایتیں یا اصلاحیں اس بے چینی کو دور نہیں کر سکینگی۔ جو کہ ایک ایسے خطرے کا منبع ہے۔ بے چینی اور بے صبری کا اصلی سبب ہماری طرز حکومت کی سپرٹ اور پالیسی ہے۔ اور جب تک ہم اس سپرٹ اور پالیسی کو تبدیل نہیں کرینگے۔ تب تک وہ خطرہ دور نہیں ہوگا۔ اہم سوال تو یہ تھا۔ کہ آیا ہم کو ہندوستان کے لوگوں پر ان کی مرضی کے مطابق حکومت کرنی چاہیئے۔ یا ہم کو اُن کی مرضی اور اُن کے فیلنگس کا کچھ بھی خیال نہ کرتے ہوئے بلکہ بسا اوقات اُن کے فیلنگس اور مرضی کے قطعی برخلاف چل کر حکومت کرنی چاہیئے۔ یہی بات موجودہ بے چینی او بے صبری کی تہ میں ہے۔ اس چھیڑ چھاڑ کی ذمہ واری کا بڑا بھاری بوجھ لارڈ کرزن کی گردن پر ہے۔ لارڈ کرزن کی پولیسی کا بڑا بھاری دوش وہ تھا۔ جبکہ اس نے تقسیم بنگالہ کا ارادہ کیا۔ یہ ایک نہایت ہی سخت غلطی اور احمقانہ غلطی تھی۔ جو کہ کسی بھی گورنمنٹ سے کسی غیر ملک میں سرزد نہیں ہوئی ہوگی۔ لیکن اصلی غلطی کیا تھی؟ اصلی غلطی یہ تھی۔ کہ صوبہ کا انتظام اُن لوگوں کی مرضی کے قطعی برخلاف کیا گیا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جوکہ اس سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک دوسرے صوبہ میں بعض اصحاب نے ایسے مضامین لکھے یا تقریریں کیں۔ جن کو مغویانہ قرار دیا گیا۔ اور کورٹ نے اُن کو عبور دریائے شور کی سزا دی۔ یہ خوفناک بات تھی۔ کیونکہ اس قسم کی سزا کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس سے دوسرے سمجھ دار اور کم گو باشندے بھی اسی طرح چڑ گئے اور بے چین ہو گئے۔ جس طرح کہ بنگال کے لوگ بے چین ہوئے تھے۔ بمبئی میں جہاں کہ عقلمندی سے اور سوچ وچار کر کام کرنا چاہیئے تھا۔ وہاں ایک پُرانی پروسیکیوشن کو سڈیشن قرار دیا گیا۔ اور اس صوبہ کے سب سے بارعب شخص کے برخلاف مقدمہ گھڑا گیا۔ یہ خودکشی کی پالیسی ہے۔" اس کے بعد سر ہنری کاٹن نے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ صرف دیسی پریس ہی سخت کلامی کا ملزم نہیں ہے۔ بلکہ اینگلو انڈین پریس بھی اس قسم کی سخت کلامی دیسیوں کے برخلاف کر رہا ہے۔ چند ایک اینگلو انڈین اخبارات سے اقتباسات پیش کر کے ہندوستان سے بے چینی کے اسباب کو دور کرنے کے بارے میں بدیں الفاظ تقریر کی "ایسا تب ہی ہو سکتا ہے۔ اگر ہندوستان میں جس طرز پر اب حکومت کی جا رہی ہے۔ اس میں قطعی تبدیلی کی جاوے۔ عام طور پر ہندوستان میں تمام جوڈیشل عہدے ایسے لوگوں کو ملنے چاہئیں جو کہ قانون سے واقف اور باخبر ہوں۔ بجائے اس کے کہ وہ محض ایگزکٹو افسروں کے ہاتھ میں دے دئے جائیں۔ اہل ہند چاہتے ہیں۔ کہ اُن پر ایک جمہوری اور عام پسند طریقہ پر حکومت کی جاوے۔ کیا آنریبل ممبر زیر فرض کئے بیٹھے ہیں۔ کہ ہندوستان جیسے عظیم الشان ملک پر حکومت کرنے کا کام چند ایک حاجیوں یا زائرین کے سپرد کر دینا جو کہ ہندوستان میں آج جاتے اور کل آتے ہیں۔ اور جو اثناء رہائش میں اہل ہند کے اوضاع واطوار اور مذہبی اعتقادات سے قطعی الگ رہتے ہیں۔ ایک تسلی بخش بات ہو سکتی ہے؟ وقت آگیا ہے۔ کہ ہندوستان کی طرز حکومت میں نہایت ضروری اور اہم تبدیلیاں کی جاویں۔ ہم ہندوستان پر ایسے طریقے پر کبھی بھی حکومت نہیں کر سکینگے۔ جو کہ ایک غلام یا جاہل ملک پر حکومت کرنے کے لئے ضروری ہو۔ لیکن یہی تو بات تھی۔ جس کو ہم آج سے سو سال پہلے کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن جس کو ہم حالات کی ناموافقت کی وجہ سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آج تک پورا نہیں کر سکے میں اس بات کو خیال تک میں بھی نہیں لا سکتا۔ کہ آیا اُس سے بڑھ کر بھی کوئی گری ہوئی اور برطانیہ کلان کی شان سے قطعی بعید کوئی دوسری پولیسی ہو سکتی ہے۔ کہ اہل ہند پر محض اس مقصد کو مدنظر رکھکر حکومت کی جاوے اور اُن کو آزادی کی طرف بڑھنے سے روکا جاوے۔ تاکہ وہ ہمیشہ ہمارے غلام بنے رہیں۔ اہل ہند نے ہم سے آزادی کا بیج لیا ہے۔ اور جب کہ وہ اس بیج کو نشوو نما کرنیکی کوشش کر رہے ہوں۔ تو بجائے اس کے کہ ہم اُن کی اس بیج کے نشوو نما میں مدد کریں۔ اور اس رخنہ کو جو کہ کسی قسم کی تبدیلی حکومت سے پیدا ہو سکتا ہو۔ پُر کرنے کے لئے اُن سے اپیل کریں۔ ہم ان کو سوائے سختی اور عبور دریائے شور کے اور کوئی جواب نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میں اس قسم کی کمیٹی کے انعقاد پر زور دیتا ہوں۔ جو ان اہم سوالات پر غور کرے۔ اور شہادتوں کی بنا پر ہمارے سامنے کوئی ایسے وسائل پیش کرے۔ کہ جن پر ہم اس نازک حالت میں عمل کر سکیں" سر ہنری کاٹن کی تقریر کا جب لارڈ کرزن کی تقریر سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ تو ان میں سے ایک مشرق کی طرف چلتا نظر آتا ہے۔ اور دوسرا مغرب کی تاریکی میں گھستا دکھائی دیتا ہے۔ سر ہنری کاٹن کے نزدیک موجودہ بے چینی کی تہ میں تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ طرز حکومت ہے۔ جس میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ سر ہنری کاٹن کی تقریر کو ہاؤس نے بڑی دلچسپی سے سنا اور اثناء تقریر میں خوب چیرز دئے گئے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ہاؤس اف کامنز میں ایسے کشادہ دل اور حق پسندوں کی کمی نہیں ہے۔ جو سچی بات کو نہ صرف سننے کے لئے بلکہ اس کی داد دینے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ سر ہنری کاٹن نے گول مال کرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے سیدھی ہٹ لگائی ہے۔ جو کہ مسٹر کینن انڈر سکرٹری آف سٹیٹ کے علاوہ انگریزی پریس کے نزدیک باؤنڈری سے بھی پار چلی گئی ہے۔ لیکن جہاں ہاؤس اف لارڈس میں لارڈ کرزن جیسے سلپر موجود ہوں۔ جو کہ اصلی بات کو دائیں بائیں سے کھسکا کر ادھر اُدھر سلپ لگا جاتے ہوں وہاں ہاؤس آف کامنز میں سر ہنری کاٹن جیسے ہٹروں کا ہونا جو سلپ نہیں بلکہ جھگڑے کی گیند کو سامنے سے ہٹ لگا کر باؤنڈری تک پہنچا دیتے ہوں۔ نیچر اف برٹش

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پارلیمنٹ کا ایک عجیب دوطرفہ نظارہ ہے۔ سرہنری کاٹن۔ نے غلط جگہ پر نشتر لگانے کی بجائے عین مواد بھری جگہ پر چیرا دیا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ لارڈ مورلے بار بار اس قسم کے اپریشن کا اعلان کر رہے ہیں۔ جو کہ ہندوستان کی حکومت انگلشیہ میں ایک نیا زمانہ لے آئیگا۔ لیکن یہ ریفارمز کیا ہونگی۔ اس پر ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں اگر لارڈ مورلے نے مسٹر کیر ہارڈی کو اپنے کانفی ڈینس میں لے لیا ہو۔ اور اس کانفی ڈینس سے متحرک ہو کر ہی مسٹر ہارڈی نے ہاؤس اف کامنز میں سپیچ دی ہو۔ تو ہمیں ان ریفارمز کے بارے میں تھوڑا سا پتہ لگ سکتا ہے۔ مسٹر ہارڈی نے اپنی تقریر میں ان ریفارمز کا جو خاکہ کھینچا ہے۔ وہ بدیں الفاظ ہے:۔

"جس طریقہ پر لیجس لیٹو کونسل کے ممبر مقرر کئے جاتے ہیں۔ وہ سب کا سب قابل اصلاح ہے۔ یہ ایک مشہور بات ہے۔ کہ موجودہ عدالتیں اہل ہند کے لئے ایک ناقابل برداشت بوجھ ہو رہی ہیں۔ اُن میں قوانین ایسی دیری سے اور ایسے مہنگے پڑتے ہیں۔ کہ ہماری عدالتیں ہندوستان میں ایک نازک شکل اختیار کئے جا رہی ہیں۔ پُرانے طریقہ کے مطابق ہر ایک گاؤں میں ایک پنچایت ہوتی تھی۔ جو کہ بعض مقامات پر ابھی تک موجود ہے۔ میرا مطلب اس سے یہ ہے۔ کہ اس پنچایت سسٹم کو دوبارہ سرسبز کیا جاوے۔ پنچایت کے لئے جو پنچ مقرر کئے جائیں۔ وہ اچھی طرح سے دیکھ بھال کر اور انتخاب کے بعد مقرر ہوں۔ اور اُن کے اختیارات خاص حدود کے اندر ہوں۔ اُن کو ایک حد تک اختیار دیا جاوے۔ کہ وہ سول مقدمات کا فیصلہ کریں۔ اُن کو دیہاتی سکول اور تعلیمی فنڈ کا انتظام سپرد کر دیا جاوے۔ اُن کو اپنے گاؤں کے اردگرد کی چراگاہوں محکمہ آبپاشی۔ محکمہ جنگلات پر پورا اختیار دیا جاوے۔ وہ اس مالگذاری کی شکایت کرتے ہیں۔ جو کہ جنگلات کے لئے گورنمنٹ اُن سے وصول کرتی ہے۔ حالانکہ چند سال پیشتر ان چھوٹی چھوٹی رقوم کا نشان تک بھی نہیں تھا۔ لیکن اب وہ بوجھ ہو رہی ہیں اور گاؤں کے اردگرد کی چراگاہوں کو جو کہ زمانہ قدیم سے گاؤں والوں کے مویشیوں کے لئے کھلی چلی آتی تھیں۔ گورنمنٹ نے فورسٹ لینڈ بنا لیا ہے۔ اور اب اگر کوئی گاؤں والا اُن پر قدم رکھتا ہے۔ تو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ ان چراگاہوں کو دوبارہ گاؤں والوں کے سپرد کر دیا جاوے۔ اور وہ جس طرح چاہیں۔ ان کا استعمال اور انتظام

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کریں۔ ان دیہاتی پنچائتوں میں سے ڈسٹرکٹ کونسل کا انتخاب کیا جاوے۔ اور ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبروں کو حق حاصل ہو۔ کہ وہ ڈسٹرکٹ کے تمام معاملات پر وچار کرنے کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈ قائم کرے۔ اور ڈسٹرکٹ بورڈ آگے پروویژنل کونسل کا انتخاب کرے۔ اس طریقہ پر ہندوستان میں لیجس لیٹو کی تمام مشین ایک جمہوری اور عام پسند شکل میں تبدیل ہو جائیگی۔ اور اس طریقہ پر اہل ہند کو اپنے معاملات چلانے میں ایک بڑا بھاری حصہ گورنمنٹ کا دیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ پروویژنل کونسل کے اختیارات وسیع ہوں۔ موجودہ کونسلوں میں ان کو بجٹ وغیرہ پر نکتہ چینی یا امنڈمنٹ پیش کرنے کا کوئی موقع حاصل نہیں ہے۔ لیکن اگر پروویژنل کونسلوں کو وسیع اختیارات دیدئے جائیں۔ تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہندوستان کے نوجوان جہاں ایک طرف مغربی خیالات کو جذب کر کے اپنی طاقتوں کو اپنے ملک کی بہبودی میں لگا سکینگے۔ وہاں وہ قدرتاً ملک میں بے چینی کی پلیگ کے جرمز سے متاثر ہونے سے بچ جائینگے۔ یہ خاکہ ہے جس کے موافق میرے خیال میں آیندہ جن ریفارمز کے کرنے کی ضرورت ہے وہ ریفارمز وقوع میں آنی چاہئیں۔ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ چونکہ ہندوستان میں قوم وملت کا بڑا جھگڑا ہے۔ بنا بریں یہ سکیم پوری نہیں ہو سکیگی۔ تو اس سے میں انکاری ہوں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ موجودہ وقت میں بھی بنگال کے اندر تین چوتھائی اور بمبئی میں نصف اور مدراس میں سب کے سب کونسل کے ممبر بذریعہ انتخاب بھرتی کئے جاتے ہیں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ٹاؤن کونسل موجود ہیں۔ جن میں ممبر عام رائے سے بلا تمیز قوم ومذہب منتخب کئے جاتے ہیں۔ میں ایک نظیر پیش کرتا ہوں۔ ہندوؤں کے مقدس شہر بنارس میں کونسل کے ۱۹ ممبر ہیں۔ جو کہ انتخاب سے لئے گئے ہیں۔ ان میں بارہ ہندو اور سات مسلمان ہیں اُن سات مسلمانوں کو بھی ہندوؤں نے ہی منتخب کیا ہے۔ کیونکہ تمام بنارس میں ایک بھی وارڈ ایسا نہیں ہے۔ جس میں مسلمانوں کی کثرت رائے ہو۔ مدراس میں جو کہ ایک ہندو صوبہ ہے۔ میں ایک پروونشل کونسل کے ممبروں کے انتخاب کے موقع پر حاضر تھا۔ اور ہندو پریس اس وقت ایک مسلمان کے حق میں رائے دے رہا تھا۔ جو کہ بعد ازاں کونسل کا ممبر منتخب کیا گیا۔ مذہب وملت کا جھگڑا بھی اسی صورت میں اٹھ سکتا ہے۔ جبکہ لوگوں کو کچھ اکٹھے مل کر انتخاب کرنے یا کام کرنے کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موقع دیا جاوے۔ آخر میں میں اتنا کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ہمارے لئے موجودہ وقت ڈبل ذمہ واری کا وقت ہے۔ کیونکہ صرف یہی نہیں ہے۔ کہ ہندوستان میں بے چینی بڑھ رہی ہے۔ بلکہ تمام مشرق میں بے چینی پھیل رہی ہے۔ اور میں ہاؤس کو یہ بتانے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ہندوستان باوجود ہمارے ماتحت ڈیڑھ سو سال تک رہنے کے آخر کار ایک مشرقی ملک ہے۔ اور وہ چین اور جاپان سے زیادہ ملتا جلتا ہے بہ نسبت مغرب کے کسی ملک کے۔ اہل ہند خصوصاً ہندو اگر کوئی نقص رکھتے ہیں۔ تو وہ اُن کی دوسروں کی نسبت غلامانہ اطاعت ہے۔ وہ بہت رحیم مہربان اور معقول آدمی ہیں۔ اُن کی غرض سواے اس کے اور کوئی نہیں ہے۔ کہ وہ سلطنتِ برطانیہ کے جھنڈے کی فرمانبردار رعایا بنے رہیں۔ لیکن اُن کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے گویا کہ وہ نہایت ہی ادنےٰ درجے کے بھنگی یا باغی یا قانونی مجرم ہیں۔ ہم اہل ہند کے لئے اور یورپ کی گوری قوموں کے لئے ایک ذمہ واری رکھتے ہیں۔ اگر ہندوستان میں بے چینی بڑھتی گئی۔ تو اندیشہ ہے۔ کہ کسی دن یہ آتش زدگی جاپان یا چین یا ہندوستان سے نزدیک ہی کے ملک میں بھڑک کر تمام ہندوستان میں شعلے برپا کردے۔ اور برٹش گورنمنٹ کے ہندوستان میں نام و نشان تک کو بھی بھسم کرکے نابود کردے۔ اہل ہند وفادار رہینگے۔ اگر ان کو یہ یقین ہو جائے۔ کہ اُن کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ مگر اُن کی جائز خواہشات کو زبردستی روکنا۔ اُن کو جائز حقوق دینے سے انکار کرنا۔ اور اُن کو اُن استحقاق کے د[illegible] میں لیت و لعل کرنا جن کے بارے میں کہ اُن کو کیا ملکہ کی طرف سے بذریعہ اعلان۔ کیا وزرا کی تقریروں کے ذریعہ اور کیا دیگر تقریروں کے ذریعے یہ یقین دلایا گیا ہے۔ کہ وہ اُن حقوق کے بطور انگریزی رعایا مستحق ہیں۔ ایک ایسی مایوسی اور ناامیدی کے خیالات کو پیدا کریگا۔ جس سے بے چینی پیدا ہوگی بیوفائی بڑھیگی۔ اور سلطنت ہند کے استحکام کے لئے مہلک ثابت ہوگی"

یہ تو ہیں بے چینی کے اسباب اور اس کا علاج جو کہ اوپر بیان کیا گیا۔ لیکن ان اسباب کی موجودگی میں لارڈ کرزن یا مسٹر ریس یا انگریزی اخبارات کا اس بات پر زور دینا کہ تعلیم کی وجہ سے یہ بے چینی پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے اس میں کوئی ایسی تبدیلی کی جاوے۔ یا ایسی بندشیں لگائی جاویں۔ کہ آئندہ ایسے پھل نہ نکل سکیں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ٹھیک ایسا ہی پر مذاق نکتہ ہے۔ جیسے کہ ایک کہانی کے اندھیر نگری کے راجہ نے یہ جانکر کہ چونکہ اصلی مجرم کی گردن دُبلی پتلی ہے۔ اور وہ کاٹھ نہیں مارا جا سکتا۔ حکم دیا کہ اچھا! اگر اُس کی گردن پتلی ہے۔ تو پھر کسی دوسرے موٹے تازے آدمی کو پکڑ لاؤ بہر کیف کسی کو کاٹھ ضرور مارو۔ چونکہ اہل ہند سلف گورنمنٹ کے مستحق نہیں ہیں۔ اس لئے اعلےٰ تعلیم کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے۔ یا چونکہ اہل ہند تعلیم پاکر ہماری مشین کا نقص دیکھنے لگ گئے ہیں۔ اس لئے اس تعلیمی پالیسی کو بدل دینا چاہیئے۔ ہمارے خیال میں یہ ایسی ہی احمقانہ منطق اور ابلہانہ دلیل ہے۔ جیسے کوئی شخص دوسرے شخص کو یہ کہے۔ کہ چونکہ تم کو یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ تمہارے گھر میں سانپ رہتا ہے اور تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم اپنی آنکھوں کو پھوڑ دو۔ تاکہ تم سانپ کو نہ دیکھ سکو۔ جب سانپ نظر نہیں آئیگا۔ تو تم شور بھی نہیں مچاؤ گے۔ اب اگر اعلےٰ یا ادنےٰ تعلیم کو پاکر اہل ہند کو اس بات کا پتہ لگ گیا ہو کہ ہماری حالت ملکی لحاظ سے نہایت خستہ ہے۔ اور کہ ہم کو چاہیئے۔ اس کو بہتر بنانے میں جہاں خود کوشش کریں۔ وہاں اپنے حکام سے بھی مدد لیں۔ اور وہ اس مدد کے لئے جو کہ اُن کو اپنے آپ کو سنبھالنے کے قابل بنانے کے لئے ضروری ہو۔ اپنے حاکموں سے التجا کریں۔ تو کیا حاکموں کی طرف سے ان کو یہی جواب ملنا چاہیئے۔ کہ چونکہ علم حاصل کر کے تم اپنے ملکی افلاس سے آگاہ ہو کر ہم سے بھیک مانگنے لگ گئے ہو۔ اس لئے یہ علم کا ہی قصور ہے۔ پس تمہارے لئے اعلےٰ تعلیم کا دروازہ بند کر دیا جاویگا۔ افسوس! اس قسم کا کوئی بھی جواب کسی بھی علم دوست قوم کی شان سے گرا ہؤا سمجھا جاویگا۔ ہندوستان جو کہ زمانہ قدیم سے ودّیا کے دان کو تمام دانوں سے افضل مانتا چلا آیا ہے۔ جس نے بغیر فیس ایک دنیا کو اپنے علوم سے مالا مال کر دیا۔ آج اس کے لئے اعلےٰ تعلیم کے دروازے بند کرنیکی تجاویز سوچی جا رہی ہیں۔ اور علم کو اس کے حق میں ایک زہر بتایا جا رہا ہے۔ شاید افسوس کا مقام نہ ہوتا۔ اگر یہ چاء کے پیالے کا طوفان پیالے تک ہی محدود رہ کر مر جانے والا ہوتا۔ لیکن دیکھا جاتا ہے۔ کہ اس اعلےٰ تعلیم کی جڑ پر کلہاڑا تیز کیا جا رہا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کی چوٹ پڑ بھی چکی ہے۔ چنانچہ پنجاب کے لفٹنٹ گورنر صاحب نے خیراتی شفاخانوں کی رپورٹ بابت ۱۹۰۷ء میں اس بات

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زور دیا ہے۔ کہ آئندہ صوبہ کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ خیراتی شفاخانوں میں دیا جاوے خواہ ایسا کرنے کے لئے اعلےٰ تعلیم کے اخراجات کو کم بھی کیوں نہ کرنا پڑے۔ گورنمنٹ کی طرف سے ملک کے بچّوں کی تعلیم پر جو روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ وہ اس قدر کم ہے۔ کہ اُس کو بیان کرنا بھی باعث شرم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اب اس کو بھی اعلےٰ تعلیم کی طرف سے ہٹا کر خیراتی کاموں میں لگا دیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ کیا ٹھکانا ہے۔ گورنمنٹ کی دور اندیشی کا۔ ایک طرف میسور۔ بڑودہ جیسے بیدار مغز راجہ مہاراجہ مفت تعلیم کے میدان میں قدم آگے بڑھاتے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف گورنمنٹ ہے جو مفت تعلیم تو ایک طرف فیس لیکر بھی اعلےٰ تعلیم دینے سے پہلوتہی کرتی نظر آتی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے گزشتہ ایل ایل بی اور شاستری وغیرہ کے امتحانات میں طلباء کا تقریباً ننانوے فی صدی "قتل عام" ہو جانا اس بات کی صریحاً نشانی ہے۔ کہ گورنمنٹ اہل ہند پر علم و فضل کا دروازہ کھولکر اب ایسا ہی پچتا رہی ہے۔ جیسا کہ بائیبل کا مصنف آدم اور اُس کی اولاد کو پیدا کر کے پچتایا اور ان کو بذریعہ طوفان نوح ہلاک کرنے کے لئے مجبور ہؤا تھا۔ ملک کے بچوں کی تعلیم کا بوجھ گورنمنٹ کے سپرد ہؤا کرتا ہے۔ اگر برٹش گورنمنٹ اعلےٰ تعلیم کو درحقیقت ہند کے بچوں کے لئے نقصان دہ ہی سمجھتی ہے۔ اور وہ اپنے مہذب فرض کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ بلکہ اس کو "بغاوت" یا "سرکشی" وغیرہ کا بہانہ ڈھونڈ کر اپنے سر سے دور پھینکنا چاہتی ہے تو وہ بڑی خوشی سے اپنے سکولوں اور کالجوں کو بند کر کے یہ اعلان کر سکتی ہے۔ کہ آئندہ گورنمنٹ ملک کی تعلیم کا بوجھ اپنے سر پر لینے کے لئے تیار نہیں ہے ہندوستان بیدار ہو چکا ہے۔ وہ اپنی تعلیم کا آپ ذمہ وار ہو جائیگا۔ لیکن تہذیب کے نام پر۔ امن کے نام پر۔ اپنے قیام کے نام پر۔ اپنے نام کے نام پر وہ کہیں چند بدخواہ اور کوتاہ اندیش اور خود غرض انسانوں کے بہکانے پر ہندوستان کے بچوں کی تعلیم کے رستہ میں کہیں لائسنسنگ سسٹم اف ایجوکیشن وغیرہ جیسی کوئی خطرناک روک نہ پیدا کر دے کیونکہ یہ آگ ہوگی۔ جس میں نہ صرف قومی درسگاہیں ہی جلکر بھسم ہو جائینگی۔ بلکہ علم کا درخت جو کہ مدت کی لوٹ مار کے بعد اہل انگلینڈ کی باامن حکومت کے سایہ میں ہندوستان میں از سر نو سرسبز ہونے لگا ہے۔ قطعی جل کر سیاہ ہو جائیگا۔ اے خداوند تو ہندوستان سے اس دن کو دُور رکھ اور ہمارے حاکموں کو دور اندیشی عطا کر۔ آمین ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرن سنگھ اور نتھا سنگھ

کرن سنگھ اور نتھا سنگھ دو دوست تھے۔ نتھا سنگھ فوج میں بھرتی تھا۔ کرن سنگھ زمینداری کرتا تھا۔ ایک دن نتھا سنگھ کو فوجی وردی پہنے دیکھکر کرن سنگھ کے دل میں آیا۔ کہ زمینداری چھوڑ کر فوج میں بھرتی ہو جانا چاہئے۔ وہ نتھا سنگھ سے کہنے لگا۔ دوست! مجھے بھی کسی طرح فوج میں بھرتی کروا دو۔ نتھا سنگھ! اچھا تو آپ کپتان بولٹن صاحب سے ملیں۔ کرن سنگھ لیکن اگر وہ مجھ سے کچھ سوال کریں۔ تو کیا جواب دوں۔ نتھا سنگھ۔ وہ ہر ایک امیدوار سے تین سوال انگریزی میں کیا کرتے ہیں۔ کرن سنگھ وہ کیا کیا؟ نتھا سنگھ۔ اول۔ وہٹ از یور ایج؟ (تمہاری عمر کتنی ہے) سو تم نے اس کا جواب دینا تھرٹی ایرز (تیس سال) دوسرا سوال وہ یہ پوچھینگے۔ ہاؤ لونگ ہیو یو بین ان دا پولیس؟ (تم پولیس میں کتنی مدت رہے ہو؟) تم نے جھوٹ موٹ کہدینا۔ کہ ٹو ایرز (دو سال)۔ تیسرا سوال وہ تم سے یہ پوچھینگے۔ کہ وڈیو بی اے بریو اینڈ اے لائل سولجر؟ (کیا تم بہادر اور وفادار سپاہی بنوگے) تم نے کہدینا یس بوتھ سر (ہاں صاحب دونوں ہی) پس تم ان جوابات کو ترتیب وار گھوٹ لو۔ اور ترتیب وار ہی جواب دیتے جانا۔ کرن سنگھ نے خوب گھوٹا لگانا شروع کیا۔ "تھرٹی ایرز۔ ٹو ایرز۔ یس بوتھ سر" "تھرٹی ایرز۔ ٹو ایرز۔ یس بوتھ سر" پندرہ دن کے بعد وہ گھوٹ گھاٹ کر کپتان بولٹن صاحب کے پاس جا کھڑا ہؤا۔ اور فوج میں بھرتی ہونیکی درخواست جا ماری۔ کپتان صاحب نے یہ دیکھ کر کہ یہ شخص خوب موٹا تازہ اور ہٹا کٹا نوجوان ہے۔ عمر کے بارے میں سوال کرنا فضول سمجھا۔ بلکہ پہلا سوال یہ کیا ہاؤ لونگ ہیو یو بین اِن دی پولیس؟ کرن سنگھ۔ تھرٹی ایرز۔ کپتان یہ سنکر حیران رہ گیا۔ اور سمجھا کہ جب یہ شخص تیس سال پولیس میں رہا ہے۔ تو اُس کی عمر کم از کم ساٹھ ستر سال کے قریب تو ضرور ہوگی۔ بنابریں اس نے اس کی عمر کے بارے میں سوال کرنا ضروری سمجھا۔ وَل وہٹ اِز یُور ایج؟ کرن سنگھ (جس کو ترتیب وار جواب دینے کی تاکید کی گئی تھی) ٹُو ایرز۔ (کپتان نے سمجھا۔ کہ یہ شخص مخول کر رہا ہے۔ وہ سخت خفا ہو کر بولا) دَہن آئیدر۔ یُو۔ آر۔ اے۔ ڈنکی۔ آر۔ آئی۔ ایم۔ اے۔ فول؟ (یا تو تم ہی گدھے ہو یا میں ہی اُلّو ہوں جو تم کو سمجھتا نہیں) کرن سنگھ (یہ سمجھ کر کہ بس یہ آخری سوال ہے۔ سنتے ہی جھٹ پٹ بول اٹھا) یس۔ بوتھ۔ سر+

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برٹش گورنمنٹ کی برکت

برٹش حکام کی بعض بے تکی کارروائیوں پر سخت سے سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے بھی ہم برٹش گورنمنٹ کو اہل ہند کے لئے ایک پہلو میں آسمانی برکت کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ وہ برکت مذہبی آزادی ہے۔ جو کہ اُس نے رعایا کو دے رکھی ہے مسلمانوں نے اہل ہند پر مذہبی لحاظ سے جو جو سختیاں کی تھیں۔ وہ تواریخ کے صفحوں سے محو نہیں ہو سکینگی۔ بلکہ اگر سچ پوچھو مسلمانوں کا جہاں کہیں اب بھی بس چلتا ہے۔ وہ ہندوؤں کو ستانے سے نہیں رہ سکتے۔ مشرقی بنگال کے حادثات کو تو جانے دیجئے ذرا مغربی پنجاب کے حالات کا ملاحظہ کیجئے۔ پاؤنیر کے ایک سرحدی نامہ نگار کا حوالہ دیتے ہوئے ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۰۸ء کا ٹریبون لکھتا ہے۔ کہ چالیس کے قریب سرحدی مسلمانوں نے آدازئی گاؤں پر جو کہ پشاور اور شب قدر کے درمیان واقع ہے۔ حملہ کیا۔ یہ مسلمان عثمان خیل اور خدا خیل فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ گاؤں میں داخل ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے ایک ہندو دکاندار کو مع اُس کی لڑکی اور لڑکے کے گرفتار کر لیا۔ اور علاوہ گھر بار کا سب اسباب لوٹ لینے کے وہ گھر والوں کو بھی پکڑ کر لے گئے۔ راستہ میں ہندو دکاندار تو جوں توں کر کے بھاگ آیا۔ لیکن مسلمان لوٹیرے اس کے لڑکے اور لڑکی کو لے گئے۔ گاؤں میں ایک دوسرے ہندو کو بھی پکڑا تھا۔ مگر یہ جان کر کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے۔ وہ اس کو چھوڑ گئے۔ مگر ہندو لڑکی اور لڑکے کو وہ سرحد سے پار لے گئے معلوم نہیں اُن کے ساتھ وہاں کیا سلوک کیا گیا۔ اسی طرح ایک دوسرے حملے میں وہ ۱۱ ہندوؤں کو اٹھا کر لے گئے۔ ہندوؤں کے علاوہ بعض سرحدی مسلمانوں نے ایک عیسائی کو بھی قتل کیا۔ اس سے پیشتر وہ ایک ڈاکٹر کو ہی اُٹھا کر لے گئے تھے۔ جو کہ برٹش گورنمنٹ کے دخل دینے سے واپس لایا گیا۔ یہ تمام واقعات بتا رہے ہیں کہ مسلمانوں میں ہندوؤں کے برخلاف مذہب کے لحاظ سے اب تک بھی کیسی خطرناک سپرٹ موجود ہے۔ ایسے واقعات کی موجودگی میں ہم جہاں ایک طرف برٹش گورنمنٹ کو ہند کے لئے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آسمانی برکت کہنے سے نہیں رہ سکتے۔ وہاں دوسری طرف ہم افسوس بھی کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ کیوں نہیں ایک دفعہ ان لوٹیری قوموں کا قلع قمع کر دیتی۔ ابھی مہمندیوں کی مہم کے حالات جو کہ اخباروں میں چھپتے رہے خشک بھی نہیں ہونے پائے تھے اور اس مہم کے کامیابی کے ساتھ ختم ہونے پر ولکاکس صاحب کو ابھی مبارکبادی کے تار آ ہی رہے تھے۔ کہ ادھر مہمندیوں کے علاوہ محسودیوں نے پھر سرحد پر لوٹ مار مچادی۔ چنانچہ ۲۲۔ اگست کو میران شاہ گیریزن کے چند آفیسر ٹانگہ پر سوار ہو کر دتّا خیل کی طرف جا رہے تھے۔ کہ محسودیوں نے ٹانگہ پر حملہ کیا۔ سائیس کو مار ڈالا۔ اور گھوڑوں کو لیکر بھاگ گئے۔ پاؤنیر نے پچھلے دنوں میں شور مچایا تھا۔ کہ سرحدیوں کی پیٹھ کے پیچھے امیر کابل کا ہاتھ ہے۔ لارڈ کرزن نے بھی ہاؤس اف لارڈس میں تقریر کرتے وقت امیر کابل پر بے طرح نکتہ چینی کی تھی۔ بعض اخبارات نے اس نکتہ چینی کو بُری لائٹ میں بھی لیا تھا۔ لیکن اگر اس بات کو دیکھا جاوے۔ کہ امیر کابل نے سرحدی باغیوں کو نہ صرف ایک لاکھ روپیہ سے مدد دی ہے۔ بلکہ اُس نے اپنے ملک میں بھی یہ اعلان جاری کر دیا ہے۔ کہ ہر ایک آٹھ آدمی میں سے ایک آدمی فوج میں بھرتی کیا جاوے اس کے علاوہ جب ہم انگریزی اخبارات میں اس بات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کہ ایک مدت سے خلیج عمان کے راستہ ہر ایک قسم کے ہتیار افغانستان میں پہنچائے جا رہے ہیں اور کہ افغانستان سر سے پاؤں تک ہتیاروں سے مسلح ہو رہا ہے۔ تو ہمیں مسٹر کیر ہارڈی کے اس اندیشہ پر جو کہ انہوں نے ایک نزدیک کے ملک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگ کے بھڑکنے کی جگہ بتائی ہے۔ بہت کچھ سوچنے کا موقع مل سکتا ہے تعجب نہیں ہے۔ کہ مسٹر کیر ہارڈی کے الفاظ کے مطابق یہ "کابلی بلّا" کبھی شیر انگلستان کو آنکھیں دکھائے۔ اور سرحدی لوٹیرے ایک دفعہ پھر ہندوستان میں چھاپہ ماریں۔ ایسا ہونا ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت روے زمین کے مسلمانوں کے اندر ایک خاص ہل چل مچ رہی ہے اور "پان اسلامزم" ایک خوفناک طور سے مہیب شکل اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ افغانستان کے علاوہ فارس۔ ٹرکی۔ مصر وغیرہ کے تمام مسلمان اس وقت ایک ہونے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ ٹرکی کی مردہ ہڈیوں میں جان کا پڑ جانا درحقیقت ایک نئی بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دنیا میں دو قسم کے خوفناک جنگوں کی تیاری ہو رہی ہے۔ ایک جنگ وہ ہوگا جس میں مشرق اور مغرب کا مقابلہ ہوگا۔ دوسرا جنگ وہ ہوگا۔ جس میں اسلام اور عیسائیت کا مقابلہ ہوگا۔ یہ جنگ صلیبی زمانہ کو واپس لے آئیگا۔ یہ خیال کرنا کہ اس صلیبی جنگ میں مسلمان ایک عیسائی گورنمنٹ کے مطیع و منقاد رہنا پسند کرینگے۔ ایک مشکل امر ہے۔ اگرچہ ہندوستان کے مسلمان اس وقت اپنے تیز ناخنوں کو شیر کی مانند گدیوں میں چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اگر کبھی موقع پڑا۔ تو یہ ناخن باہر نکلنے سے نہیں رہینگے۔ برٹش گورنمنٹ کے لئے ہندوستان میں یہ ایک نازک وقت ہوگا جبکہ اس کو یہ سوچنا پڑیگا کہ اس صلیبی جنگ میں اپنی مدد کے لئے مسلمانوں یا ہندوؤں میں سے وہ کس کا سہارا ڈھونڈے۔ پس اس آنے والے جنگ میں جس کی کہ اس وقت ایشیا اور یورپ میں بڑے شد و مد سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہندوستان کو کشت و خون سے بچانے کے لئے ہر ایک بہی خواہ انسان کا فرض ہے۔ کہ وہ اُن تعلقات کو جو کہ برٹش گورنمنٹ اور اہل ہند کے درمیان بہت کشیدہ ہو رہے ہیں۔ بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ برٹش گورنمنٹ نے اپنے ڈیڑھ سو سال کے عہد حکومت میں اس بات کا ثبوت دیدیا ہے۔ کہ ہندوستان اس کے ماتحت رہ کر پہلے جیسی خونریزیوں سے محفوظ رہا ہے۔ اور آئندہ بھی محفوظ رہ سکتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے اس بات کا ثبوت دے دیا ہے۔ کہ اس کے ماتحت ہندوستان علم و ہنر میں ترقی کرتا رہا ہے۔ اور کر رہا ہے۔ گو برٹش گورنمنٹ نے اس بات کا بھی ثبوت دے دیا ہے۔ کہ اس کے ماتحت ہندوستان پہلے کی نسبت فاقہ مست ہو گیا ہے۔ تاہم برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان کی ملکی نجات کے راستہ میں ایک رہنما سمجھ کر جہاں اہل ہند کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ سلف گورنمنٹ کی طرف قدم اٹھانے کے لئے جن شرائط کی پابندی لازمی ہے۔ ان شرائط پر عمل کرتے ہوئے ثابت قدمی سے اس طرف قدم اٹھاتے جائیں۔ وہاں دوسری طرف انسانوں کی بہبودی چاہنے والوں کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ وہ برٹش گورنمنٹ کو اس بات پر مجبور کریں۔ کہ وہ سختی کی زنجیروں کو ڈھیلا کرے۔ تاکہ برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ سلف گورنمنٹ حاصل کرتا ہؤا ہمیشہ کے لئے اندرونی فساد اور بیرونی حملوں سے محفوظ رہ کر ترقی کرتا چلا جائے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اگر کبھی خدانخواستہ برٹش گورنمنٹ پر کوئی بیرونی آفت آپڑے۔ جس کا آپڑنا مسٹر کیر ہارڈی کے قول کے مطابق ناممکنات میں سے نہیں ہے۔ تو ہندوستان کا بچہ بچہ اپنے محسن کی حفاظت کے لئے جان دینا سعادت مندی سمجھے۔ گورنمنٹ کا فرض ہے۔ کہ وہ اس قسم کے کسی بھی آنے والے بیرونی خطرے کو مدنظر رکھتی ہوئی ہندوستان کے بچوں کے دل پر ابھی سے قابو پانا شروع کردے۔ اس بات کو حاصل کرنے کے لئے جہاں بدامنی کا دبانا گورنمنٹ کا فرض ہے۔ وہاں اُن بیجا باتوں سے محترز رہنا بھی اس کا فرض ہے۔ کہ جن کے برخلاف اس وقت تمام ملک آواز اٹھا رہا ہے۔ یہ بیجا باتیں کیا ہیں؟ اُن میں سے ایک تو یہی بات ہے۔ کہ گورنمنٹ نے پریس کے برخلاف جو کہ کسی بھی مہذب ملک میں ایک ضروری سیفٹی والو سمجھا جاتا ہے۔ بیجا سختی شروع کردی ہے۔ جن باتوں پر کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس وقت ہندوستان کے بعض اہل قلم کو سزائیں مل رہی ہیں۔ وہ سزائیں بعض حالتوں میں ایسی غیر معمولی ہوتی ہیں کہ اور تو اور خود سمجھ دار انگریز بھی اُن سزاؤں پر منھ اڑاتے ہیں۔ جو کہ ایسی صورتوں میں اہل ہند کو دی جاتی ہیں۔ مثلاً مسٹر تلک کو جو سزا دی گئی ہے۔ وہ ایسی بیجا تصور کی گئی ہے۔ کہ مسٹر ہائنڈمین جیسے بیرار مغز اور انگلینڈ کے سوشیلسٹ لیڈر اس کے برخلاف ٹائمز میں پروٹسٹ کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔ مسٹر ہائنڈمین اپنے اس آرٹیکل میں اس بات پر زور دے رہے ہیں۔ کہ جس بات پر مسٹر تلک کو گرفتار کیا گیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ ایک قطعی خفیف سی بات ہے۔ بلکہ جس طریقہ پر مقدمہ چلایا گیا۔ وہ طریقہ بھی قانونی طور پر ناجائز تھا۔ مسٹر ہائنڈمین کا ارادہ ہے۔ کہ وہ شروع موسم سرما میں اپنے اہل وطن کو اس بات پر آمادہ کرینگے۔ کہ وہ اس معاملہ میں ایک زبردست پروٹسٹ کریں اور بتائیں کہ ہندوستان میں برٹش انصاف کے نام پر جو اندھا دھند کارروائی کی جارہی ہے۔ وہ برٹش قوم کی شان کے قطعی برخلاف ہے۔ مسٹر ہائنڈمین اس آرٹیکل میں سوال کرتے ہیں۔ کہ اور تو اور اگر محض برٹش گورنمنٹ کی پالیسی کو ہی دیکھا جاوے۔ تو کیا یہ مناسب تھا کہ ایسی کارروائی کی اجازت دی جاتی۔ مسٹر ہائنڈمین کے نزدیک تحریر و تقریر کی آزادی کو بزور دبانا لوگوں کو خفیہ سازشوں کے لئے مجبور کردیا کرتا ہے۔ مسٹر ہائنڈمین کی طرح مسٹر کیر ہارڈی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے بھی لیبر پارٹی کے سامنے تقریر کرتے ہوئے گورنمنٹ کی اس غلطی کو جو کہ اس نے مسٹر تلک کو گرفتار کرنے اور اس کو سخت سزا دینے میں کی ہے۔ ظاہر کیا۔ اسی طرح بعض دیگر بیدار مغز انگریز بھی گورنمنٹ کی اس بیجا سختی کے قطعی برخلاف ہو رہے ہیں۔ ابھی مسٹر تلک کا معاملہ شور ہی ڈال رہا تھا۔ کہ اُدھر گورنمنٹ نے مسٹر سوبر مانیا آئر مدراس کے مشہور لیڈر کو گرفتار کر لیا ہے۔ افسوس باوجود اس کے کہ مسٹر موصوف بڑھاپے کے علاوہ بعض دیگر امراض سے بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ لیکن اس پر بھی ان کی ضمانت منظور نہیں کی گئی۔ مسٹر[1] سوبر مانیا آئر کی گرفتاری پر تمام ہندوستانی افسوس کر رہے ہیں۔ اور انگریزوں کا ایک حصہ اُن کے اس افسوس میں شامل ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ برٹش گورنمنٹ کئی صورتوں میں ہمارے لئے ایک آسمانی رحمت ہے۔ لیکن کوئی بھی سمجھدار انسان برٹش گورنمنٹ کے بعض حکام کی ایسی کارروائیوں کو دیکھ کر کہ جن سے تمام ملک میں ناراضگی اور بے چینی پھیل رہی ہو۔ گورنمنٹ کو اس کی سخت غلطیوں سے آگاہ کرنے سے نہیں رہیگا۔ مسٹر ہائنڈ مین کے قول کے مطابق اس قسم کی تمام کارروائیاں برٹش انصاف کے دامن اور برٹش قوم کے نام پر ایک دھبا ہیں۔ اگر بمبئی کے گورنر سر جارج کلارک کا وہ پیغام جو کہ انہوں نے مسٹر دادا بھائی نارو جی کو اُن کے جنم دن کی تقریب پر گزشتہ ۴ ستمبر کو بھیجا ہے۔ یعنی یہ کہ مسٹر نارو جی جیتے جی ہندوستان کے مطلع کو اُن سیاہ بادلوں سے صاف ہوتا ہوا دیکھ لینگے۔ جو کہ اس وقت چھا رہے ہیں۔ سچ ہے۔ تو ہمیں امید کرنی چاہیئے۔ کہ گورنمنٹ بہت جلد ہی کوئی ایسا سٹپ لینے والی ہے۔ کہ جس کے ذریعہ اس وقت جو بھی ہندوستان میں اندھیر مچ رہا ہے۔ اس کا خاتمہ ہو جائیگا۔ اور ہندوستان کے سپوت اپنی ماتا بھومی کی گود کو بجائے قید خانے کے ایک آزادی سے کھیلنے کی جگہ پائینگے۔ ہمیں پورا یقین ہے۔ کہ برٹش گورنمنٹ جس کو ہم ہندوستان کے لئے رحمت خیال کرتے ہیں۔ مگر جو بدقسمتی سے بعض کوتاہ اندیش حکام کی بدولت اس وقت ایک زحمت ثابت ہو رہی ہے۔ بہت جلدی ہی اس زحمت کے داغ کو اپنے دامن پر سے دہو ڈالیگی۔ اور وہ ہندوستان کے لئے ایک برکت ہی ثابت ہوگی +

[1] یہ سطور لکھی جا چکی تھیں۔ جبکہ یہ مسرت بخش خبر ملی کہ گورنمنٹ نے مسٹر موصوف کے برخلاف مقدمہ چلانے کا حکم واپس لے لیا ہے اور مسٹر موصوف کو رہا کر دیا گیا ہے + ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زندگی زندہ دلی کا نام ہے

۱۔ سکھوں کے راج میں بیگار کا بڑا رواج تھا۔ چنانچہ ایک دن ایک گاؤں میں چند سپاہی بیگاریوں کو پکڑ رہے تھے۔ ایک میراسی یہ حالت دیکھ کر بھاگا اور دوڑتا ہوا بینگن کے پودوں میں گھس گیا۔ سپاہی نے للکارا کہ ارے باہر نکل۔ میراسی وہیں سے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضور! میں بینگن ہوں۔ سپاہی ارے کبھی بینگن بولا بھی کرتے ہیں میراسی حضور میں بیچ کے لئے رکھا ہوا ہوں + ۲۔ ایک بوڑھے معمار کو ایک دفعہ عدالت میں بطور گواہ پیش کیا گیا۔ ملزم کے وکیل نے اسے دق کرنا چاہا۔ وکیل۔ تمہارا نام کیا ہے معمار حضور کرم دین۔ وکیل۔ کیا تم وہی کرم دین ہو۔ جسے ایک ماہ کی قید زدوکوب کے جرم میں ہوئی تھی معمار۔ جی نہیں۔ وکیل۔ تمہیں چوری کے جرم میں ایک دفعہ دو سال کی قید نہیں ہوئی۔ معمار۔ جی نہیں۔ وکیل۔ تو کیا تم کبھی جیل خانے میں نہیں گئے۔ معمار۔ جی ہاں دو دفعہ ہو آیا ہوں۔ وکیل لیکن کتنی دیر کے لئے؟ معمار۔ پہلی دفعہ دوپہر سے شام تک۔ دوسری دفعہ صرف ایک گھنٹہ۔ وکیل۔ کیا کہہ رہے ہو۔ اچھا یہ تو بتاؤ۔ کہ وہ کونسا قصور تھا۔ جس کے عوض تمہیں اتنی ہلکی سزا دی گئی۔ معمار۔ مجھے قید خانہ میں ایک کمرے کی سفیدی کرنے کے لئے جانا پڑا تھا۔ یہ کمرہ کسی وکیل صاحب کے لئے جنہوں نے اپنے موکل کی فیس ماری تھی تیار ہو رہا تھا۔ (آریہ گزٹ) + ۳۔ جنٹلمین۔ اس بوٹ کا کیا دام لوگے؟ دکاندار۔ چار روپیہ۔ جنٹلمین۔ نہیں کچھ کم کرو۔ دکاندار۔ اچھا ساڑھے تین دیجئے۔ جنٹلمین۔ نہیں۔ تین لیجئے۔ دکاندار۔ اجی سوا تین روپیہ میں تو ہمیں اپنے گھر میں پڑتا ہے۔ آپ سے تین کیونکر لے لیں۔ جنٹلمین (مسکرا کر) کیا خوب اتنا مہنگا!!

۴۔ رتن چند۔ لوگوں نے تمہارے لیکچر کو پسند نہیں کیا۔ امر سنگھ۔ وہ سائنس کی باتوں کو کیا جانیں۔ گدھے ہیں۔ رتن چند۔ تب ہی تم اُن کو بھائی بھائی کہتے تھے + ۵۔ ٹانگہ والا (ٹیں گھوڑے کے ہنٹر لگا کر) ابے کیوں ایڈیٹری کرتا ہے۔ چل۔ چل۔ نہیں تو سٹیشن میں پکڑا جائیگا + ۶۔ پولیس انسپکٹر (راہ چلتے مسافر کو خواہ مخواہ چھیڑ کر) تمہاری شکل و صورت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم بڑے شریر ہو۔ مسافر (چڑ کر) تب ہی تو میں پولیس میں بھرتی ہونے کے لئے جا رہا ہوں +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان میں بےچینی کے اسباب

لارڈ کرزن نے ہندوستان میں بےچینی کے جو اسباب بتائے ہیں۔ اُن میں سے پہلا سبب وہ تعلیم بتاتا ہے۔ جو کہ گورنمنٹ نے اہل ہند کو دی ہے۔ لارڈ کرزن کی تقریر کا یہ ایک ایسا بیہودہ ٹکڑا تھا کہ جس پر مفصل ہم پیچھے لکھ آئے ہیں۔ لارڈ کرزن نے دوسرا سبب بےچینی کے لئے جاپان روس کے جنگ میں جاپانی فتوحات کو بتایا ہے۔ لارڈ کرزن کا خیال ہے۔ کہ جاپان نے جو روس پر نمایاں فتوحات حاصل کیں۔ اُن کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تمام ایشیا جاگ پڑا اور جوش سے بھر گیا۔ چین میں بیداری شروع ہوگئی۔ ٹرکی میں ہل چل مچ گئی۔ فارس میں جان آگئی۔ تمام روس میں بغاوت پھیل گئی۔ اسی طرح ہندوستان نے بھی سمجھ لیا۔ کہ اب اُس کے اٹھنے کا موقع آگیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ لارڈ کرزن کا یہ خیال کہ جاپان کی فتوحات کی بدولت ہندوستان میں بےچینی پیدا ہوئی ہے۔ ٹھیک نہیں ہے۔ ہندوستانی پریس نے تو لارڈ کرزن کی اس دلیل کی بوسیدگی کو ظاہر کیا ہی تھا۔ اس سے بھی بڑھکر جاپانی پریس بھی لارڈ کرزن کے اس بیان کی تردید کرنے کے لئے مجبور ہوا۔ اور اُس نے بتایا۔ کہ جاپان کا روس کے ساتھ جنگ لنسل کے سوال کو لیکر نہیں تھا۔ بلکہ جاپان اپنی ہستی کی حفاظت کے لئے جنگ کرنے پر مجبور ہوا تھا۔ یہ ہندوستان کی بدقسمتی ہے۔ کہ اینگلو انڈین اخبارات بے بنیاد طور پر اس بات کو شہرت دے رہے ہیں۔ کہ ہندوستان بغاوت کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ جاپانی پریس نے بھی موجودہ بےچینی کا یہی نتیجہ نکالا ہے۔ بنا بریں وہ صلاح دیتا ہے۔ کہ چونکہ ہندوستان کی موجودہ ترقی محض برٹش گورنمنٹ کی بدولت ہے۔ اور کہ ہندوستانی جہاں غلطی کرینگے۔ اگر وہ برٹش گورنمنٹ کے جوئے کو اپنی گردن سے اتارنے کی کوشش کرینگے۔ گویا جاپان کے نزدیک ہندوستان برلب بغاوت ہے۔ حالانکہ ہم جو یہاں ہندوستان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ سوائے چند بگڑے دماغوں کے کوئی بھی یہ نہیں چاہتا۔ کہ ہندوستان میں بغاوت ہو۔ بلکہ سب کے سب اس بات پر آمادہ ہیں۔ کہ برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں اپنے اقتدار کے قائم کرنے میں مدد دی جاوے۔ اور کہ جن وجوہات پر برٹش انصاف اور برٹش قوم کے نام اور دامن پر اس وقت دھبا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لگ رہا ہے۔ اُن کو دور کیا جائے۔ اگر گہری نظر ماری جاوے۔ تو موجودہ ہل چل سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ برٹش اقتدار کی عظمت کو بحال کیا جاوے۔ جیسا کہ بڑے صحیح طریقہ پر مسٹر ہائنڈمین نے بتا دیا ہے۔ کہ اس وقت جو کارروائی ہندوستان میں برٹش انصاف اور برٹش قوم کے نام سے کی جا رہی ہے۔ وہ ایک گونہ موجب بدنامی ہے۔ اس کو دور کرنا چاہیئے۔ مگر تعجب کی بات ہے۔ کہ اس قسم کی تمام نیک کوششوں کو اینگلو انڈین اصحاب اپنی رنگ دار عینک کے ذریعہ دیکھ کر "بغاوت بغاوت" کا غل مچا رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ آج ہندوستان مختلف قسم کے نقصانات کا شکار ہو رہا ہے۔ اس کو اس کے دماغ کے بہترین حصہ سے محروم کیا جا رہا ہے۔ اور اس کو حوالات میں سڑنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ جس سے ہندوستان میں علاوہ ملکی اصلاح کے مجلسی اصلاح کے کام کو بھی سخت دھکا لگ رہا ہے۔ کیونکہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جو لوگ اس ملک میں ملکی اصلاح پر زور دے رہے ہیں۔ وہی لوگ اکثر سوشیل اصلاح کے میدان میں بھی کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ پس ملک کو اُن کی خدمات سے محروم کر دینا ملک کو مجلسی مصلحان سے بھی محروم کرنا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کو جو دوسرا نقصان پہنچا ہے۔ وہ صوبجات متحدہ کے لفٹنٹ گورنر سر جان ہیوٹ صاحب کی تقریر کے موافق اس میں ممالک غیر کے باشندوں کا سرمایہ لگانے کے کام کے بند ہو جانے سے پہنچا ہے۔ ممالک غیر کے تجارت پیشہ یا دیگر اہل زر اصحاب اینگلو انڈین اخبارات کی اس چیخ پکار کو سن کر کہ ہندوستان برلب بغاوت ہے۔ ہندوستان میں روپیہ انوسٹ کرنے سے بہت ڈرتے ہیں۔ سر جان ہیوٹ صاحب کا بیان ہے۔ کہ اس صوبہ میں اور دیگر صوبوں میں بہت سے اصلاح اور ترقی کے کام جو محض دوسرے ممالک سے سرمایہ آنے پر کئے جا سکتے تھے بند کے بند پڑے رہ گئے۔ کیونکہ وہ لوگ ہندوستان کی بے چینی کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور خواہ مخواہ اپنے سرمایہ کو ہندوستان میں پھینکنا نہیں چاہتے۔ لیکن اگر بغور دیکھا جاوے۔ تو اس نقصان کے لئے کون ذمہ وار ہے؟ ہمارے خیال میں یا تو ہاؤس آف لارڈس میں لارڈ کرزن جیسے اصحاب کی تقریریں ہیں۔ یا انگلو انڈین اخبارات کی تحریریں۔ جو بعض اوقات قطعی جھوٹ اور بعض اوقات مبالغہ سے پُر ہوا کرتی ہیں۔ جن میں یہ دکھایا جاتا ہے۔ کہ ہندوستان برلب بغاوت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ حالانکہ یہاں پر اس قسم کے دوپہر کے خواب کوئی بھی صحیح الدماغ ہندوستانی دیکھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اور نہیں دیکھتا ہے۔ لارڈ کرزن نے بے چینی کے اصلی سبب پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ اس پر ایک طرح پر مخول اڑایا ہے۔ وہ اصلی سبب کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہندوستان میں جتنے بھی حکام آتے ہیں۔ وہ اہل ہند سے بہت دُور دُور رہتے ہیں۔ ان کی اصلی شکایات کو سننے کا اُن کو کوئی موقع نہیں ملتا۔ بلکہ اگر سچ پوچھو۔ تو وہ اس قسم کے کسی بھی موقع سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے۔ اور رعایا کی لاعلمی میں ایسے ایسے قوانین پاس کر جاتے ہیں۔ جو بے چینی کا موجب ہوتے ہیں مگر لارڈ کرزن صاحب کے نزدیک یہ بات غلط ہے۔ وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ "انگریز تو اپنے حالات کے لحاظ سے ویسے ہی ہیں۔ ہاں جن حالات میں اُن کو ہندوستان میں کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ حالات بدل گئے ہیں۔ مثلاً ہندوستان کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔ گورنمنٹ کا کام زیادہ ہوگیا ہے۔ پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کا کام بڑھ گیا ہے۔ حکام کو تعلیم صفائی وغیرہ میں زیادہ وقت دینا پڑتا ہے۔ اس سے بھی بڑھکر اُن کو تاروں اور خطوط کا جواب دینے میں بہت سا وقت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جو کہ ہاؤس آف کامنز کے بعض اندھے جوش والے اور جاہل ممبر ہندوستان کے حالات جاننے کے بارے میں بھیجتے رہتے ہیں۔ ایسے حالات میں کیونکر ممکن ہے۔ کہ حکام رعایا کے ساتھ ملیں جلیں۔ اور اُن کو ایسا کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ انگریزی خواں اور انگریزی دان بابوؤں۔ کلرکوں سے گھرے رہتے ہیں۔ جن سے وہ تمام ضروری حالات دریافت کر لیتے ہیں۔" لارڈ کرزن کا یہ تمام بیان اور یہ جملہ جس قدر بھی بیہودہ ہے اس کا ذکر پیچھے کیا جا چکا ہے۔ ہمارے خیال میں جب تک اینگلو انڈین اخبارات ہندوستان کے بارے میں مبالغہ آمیز اور بعض صورتوں میں اشتعالک آمیز مگر جھوٹی خبریں شائع کرنے سے باز نہیں آئینگے۔ اور دوسری طرف جب تک ہاؤس آف لارڈس یا کامنز کے بیدار مغز اصحاب لارڈ کرزن کی طرح تقریریں کرنا اور لوگوں کو ہندوستان کے اصلی حالات کے بارے میں اندھیرے میں رکھنا نہیں چھوڑینگے۔ تب تک بڑا مشکل ہے۔ کہ حاکم و محکوم کے تعلقات میں صفائی آسکے +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر کا کانپور پر دوسرا حملہ

اندر کا کانپور پر پہلا حملہ اس وقت ہوا تھا۔ جبکہ کانپور کے "آریہ سماچار" نے شدھی کے بارے میں کچھ اشارہ لیکھ چھاپ مارا تھا۔ بہت لے دے کے بعد آخر کار ٹھپ چند ہو گئی۔ اور بات گئی آئی۔ اس دفعہ اندر ایک دفعہ پھر کانپور پر حملہ کرنے کے لئے مجبور ہوا ہے۔ مگر یہ حملہ "آریہ سماچار" پر نہیں ہے۔ بلکہ کانپور کے ہر دلعزیز رسالہ "زمانہ" پر ہے۔ زمانہ کی پولیسی "زمانہ یا تو نسازد تو با زمانہ بساز" یا ایک لفظ میں زمانہ سازی ہے۔ مگر باوجود اس زمانہ سازی کے زمانہ زمانہ (وقت) سے اس قدر پیچھے رہتا ہے۔ کہ جون ۱۹۰۸ء کا زمانہ ہمیں ۱۸۔ اگست ۱۹۰۸ء کی دوپہر کو ملا۔ اور وہ بھی جولائی کے پرچہ کے ساتھ۔ چاہیئے۔ تو یہ تھا۔ کہ جون کا زمانہ اپنی پالیسی کے مطابق اگر جون کے عین شروع میں نہیں تو کم از کم جون کے درمیان یا حد جون کے اخیر میں درشن دیتا۔ مگر نہیں۔ جون کی جون پلٹ گئی۔ لیکن جون کا زمانہ جول کی رفتار بھی نہ چلا۔ آخر جولائی آ گیا۔ لیکن جون کے پرچہ نے پھر بھی جولائی نہ دکھائی۔ آخر اگست آ پہنچا۔ جب بارش نے غضب ڈھایا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ تب کہیں جون کا زمانہ اگست مئی کی طرح آیا۔ شکر ہے۔ آ تو گیا۔ ورنہ اندیشہ تھا۔ کہ برسات بے ڈھب ہو گئی ہے۔ کہیں راستہ میں ہی پھسل کر نہ رہ جائے۔ ایسی حالت میں جبکہ زمانہ زمانہ سے اس قدر پیچھے رہتا ہو۔ شاید یہ صلاح بے موسم نہیں ہو گی۔ کہ زمانہ اپنے ماٹو میں "بساز" کی جگہ "مساز" کر دے۔ یعنی اگر زمانہ تیرے ساتھ نہیں چلتا تو تو بھی زمانہ کے ساتھ مت چل۔ بلکہ دو مہینے پیچھے ہٹکر قدم اٹھایا کر۔ تاکہ کسی دوسرے ہم عصر کو تیرے مضامین پر نکتہ چینی کرتے وقت ذرا ایک تمہید تو لکھنی پڑا کرے۔ مضمون تو نکلے۔ زمانہ کے جون کے پرچہ میں اور اس پر ریویو ہو۔ اندر کے اکتوبر کے پرچہ میں۔ غالباً اس کا مطلب یہی سمجھا جاویگا۔ کہ اندر نے خواہ مخواہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گرد امردہ اکھاڑا ہے۔ مگر کیا بھی کیا جائے۔ جس وقت جُون کا پرچہ پہنچا۔ اس وقت اندر کے ستمبر کے مہینے کی تقریباً تمام کاپیاں لکھی جا چکی تھیں۔ ورنہ اگر زمانہ کچھ دن پہلے پہنچ جاتا۔ تو وہاں ستمبر میں کانپور ضلع کے شری دیوگورو بھگوان پرستاویش کا مقدمہ چل رہا تھا۔ وہاں ساتھ ہی اس کے ایک پیشی "زمانہ" کی بھی ہو جاتی۔ خیر وہ بات تو جانے دیجئے۔ اندر نے تو اپنی مشکل کو اتنی تمہید کے بعد حل کر لیا۔ اب اگر زمانہ اندر کے مضمون کا فی الفور جواب دینا چاہیگا۔ تو معلوم نہیں۔ وہ اپنی مشکل کو کیسے حل کریگا۔ کیونکہ اکتوبر کا اندر زمانہ کے پاس غالباً تیسری یا چوتھی اکتوبر کو پہنچ جائیگا۔ لیکن اس وقت شاید زمانہ اگست یا ستمبر کے لئے چھپ رہا ہوگا اگر زمانہ اپنے اگست یا ستمبر کے پرچہ میں اکتوبر کے اندر کا نوٹس لے۔ تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا سمجھا جائیگا۔ کہ زمانہ غیب دان بھی ہے۔ اور کہ اس غیب دانی کی بدولت اپنے کسی ہم عصر کے مضمون کا ایک دو ماہ پیشتر ہی نوٹس لے لیتا ہے چلئے زمانہ کی فتح ہوئی۔ لیکن اگر وہ اپنے اگست یا ستمبر کے پرچہ میں اندر کے اکتوبر کے پرچہ کا نوٹس نہ لے سکا۔ اکتوبر میں جا کر نوٹس لے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ "زمانہ" ایسا وقت پر نکلتا ہے۔ اور ایسا وقت پر نوٹس لیتا ہے۔ کہ بابو شاید زمانہ کی پھر بھی فتح۔ لیکن اگر وہ کہیں نومبر میں جا کر نوٹس لے۔ تو اتنی دیر میں اندر ۱۹۰۹ء میں جا پہنچیگا۔ بحث کا نقطہ جاتا رہیگا۔ غالباً زمانہ اپنی پالیسی کو مدنظر رکھتا ہوا ان تمام ٹنٹوں سے بچنے کے لئے نوٹس ہی نہیں لیگا۔ فہو المراد۔ یہ تو محض دوستانہ نوک جھونک ہے۔ وہ بھی محض اس لئے کہ جب ہمارے دوست نے زمانہ کے ساتھ ساتھ رہنے کا اعلان دے رکھا ہے۔ تو وہ اس کے ساتھ ساتھ ہی چلا کرے۔ پیچھے نہ رہا کرے۔ پیچھے رہنے میں اس کی بدنامی ہے۔ خیر آمدیم بر سر مطلب!

زمانہ کے جون کے پرچہ کے عین شروع میں رائے پربھولال صاحب کا ایک مضمون چھپا ہے۔ جس میں صاحب موصوف نے "ذات و صفات باری تعالےٰ" کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ مضمون اپنی خوبیوں سے خالی اور نقائص سے پاک نہیں ہے۔ خوبیوں کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے ہم اس مضمون کے نقائص پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ رائے صاحب خدا کی ذات صفات کے بارے میں بھگوت گیتا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا پرمان دیکر اُس کے سگن اور نرگن ہونے پر یہ سوال کرتے ہیں۔ "اس پر خدا کی ماہیت کا سوال بدیہی پیدا ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ فی الحقیقت اس کے دو جُدا جُدا سروپ ہیں۔ کیا وہ صرف نرگن ہے۔ یا صرف سگن۔ یا دونوں؟" اس خود پیدا کردہ سوال کا جواب بھی رائے صاحب خود ہی بدیں الفاظ دیتے ہیں۔ "یہ دونوں باتیں متضاد ہیں۔ اگر وہ نرگن ہے۔ تو وہ سگن نہیں ہو سکتا۔ اور اگر سگن ہے، تو نرگن نہیں ہو سکتا۔ اصل بات تو ایک ہی ہو سکتی ہے۔ دو نہیں ہو سکتیں۔ اور وہ دو بھی کیسی کہ ایک دوسرے کے متضاد" رائے صاحب کے تمام مضمون کا بنیادی پتھر یہی فقرات ہیں۔ اسی پر آگے چل کر انہوں نے ایک لمبا چوڑا محل تیار کیا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ رائے صاحب خود بھی اسی محل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمیں درحقیقت افسوس ہوگا اور ہم رائے صاحب کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرینگے۔ اگر اس محل کی بنیاد کے اکھڑنے اور محل کے گرنے سے کہیں ایک آدھ چوٹ رائے صاحب کے بھی لگ جائے۔ گو ہم پوری احتیاط کرینگے۔ کہ محل کے گرانے سے پہلے رائے صاحب کو اُس سے باہر نکال لیں اور اُن کو بچنے کا موقع دیں۔ تاہم گراوٹ، آخر گراوٹ ہی ہوتی ہے۔ کہیں نہ کہیں چوٹ لگ ہی جایا کرتی ہے۔ رائے صاحب نے اپنے محل کی بنیاد جس کنکر مٹی پر رکھی ہے۔ اُس کی تہ میں ذرا تھوڑی دیر کے لئے ہم ستیارتھ پرکاش کا ڈائمیٹ رکھ کر دیکھتے دیکھتے ہیں۔ کہ آیا یہ بنیاد کچھ دم خم رکھتی ہے یا نہیں۔ رشی دیانند اِسی نرگن اور سگن کے جھگڑے کو بطور سوال و جواب ستیارتھ پرکاش میں بدیں الفاظ پیش کرتے ہیں۔ "پرشن۔ پرمیشور سگن ہے یا نرگن؟ اُتر۔ دونوں پرکار سے۔ پرشن۔ بھلا ایک گھر (مکان) میں دو تلوار کبھی رہ سکتی ہیں۔ ایک پدارتھ میں سگنتا اور نرگنتا کیسے رہ سکتی ہیں؟ اُتر۔ جیسے جڑ کے روپ آدی گن ہیں۔ اور چیتن کے گیان آدی گن جڑ میں نہیں ہیں۔ ویسے چیتن میں اچھا آدی گن ہیں۔ اور روپ آدی جڑ کے گن نہیں ہیں۔ اس لئے:۔

यद गुणैः स्यादु वर्त्तमानं तत्सगुणम्।
गुणेभ्यो यन्निर्गतं पृथग्भूतं तन्निर्गुणम्॥

جو گنوں سے سہت وہ سگن۔ جو گنوں سے رہت وہ نرگن کہاتا ہے۔ اپنے اپنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوبھاوک (ذاتی) گنوں سے سہت اور دوسرے ورودھی گنوں سے رہت ہونے سے سب پدارتھ سگن اور نرگن ہیں۔ کوئی بھی ایسا پدارتھ نہیں ہے۔ کہ جس میں کیول نرگنتا یا کیول سگنتا ہو۔ کنتو ایک ہی میں سگنتا اور نرگنتا سدا رہتی ہے۔ ویسے ہی پرمیشور اپنے اننت گیان بل آدی گنوں سے سہت ہونے سے سگن اور روپ آدی جڑ کے تتھا دوئیش آدی جیو کے گنوں سے پرتھک (مبرا) ہونے سے نرگن کہاتا ہے۔ پرشن۔ سنسار (دنیا) میں نراکار کو نرگن (بے صفت) اور ساکار کو سگن (باصفت) کہتے ہیں۔ ارتھات (یعنی) جب پرمیشور جنم نہیں لیتا۔ تب نرگن اور جب اوتار لیتا ہے۔ تب سگن کہاتا ہے؟ اُتر۔ یہ کاپنا کیول اگیانی اور اودوانوں (جاہلوں) کی ہے۔ جن کو ودیا نہیں ہوتی۔ وے پشو (حیوان) کے سمان (مانند) یتھا تتھا (منہ آیا) بڑایا (بکا) کرتے ہیں۔ جیسے سن پنات جوریکت (تپ محرقہ کا مریض) ننش انڈ پنڈ بکتا ہے۔ ویسے ہی اودوانوں (جاہلوں) کے کہے یا لیکھ (تحریر) کو ویرتھ (فضول) سمجھنا چاہیئے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۲-۲۱۳"

اس ڈائنامیٹ کے لگتے ساتھ ہی رائے صاحب کا محل اپنی بنیاد سے اکھڑ کر ہوا میں جا ملا۔ ہمیں درحقیقت افسوس ہے۔ کہ ایک آدھ پچر رائے صاحب کے بھی لگ گئی اور اس چوٹ سے وہ "تپ محرقہ" کا شکار ہو گئے۔ تاہم ہمیں امید ہے۔ کہ وہ اس بخار کے دوسرے نتیجے سے محفوظ رہینگے۔ ہم رائے صاحب کے ساتھ جس قدر دلی ہمدردی کا اظہار کریں اسی قدر تھوڑا ہے۔ رائے صاحب کا محل تو گیا اڑ۔ اب ہم تھوڑی دیر کے لئے اس کے کنکر روڑوں کو دیکھتے ہیں۔ رائے صاحب فرماتے ہیں۔ "جو سگن ہے وہ ساکار ہی ہونا چاہیئے یہ بات لازمی ہے۔ جو نرگن ہے۔ وہ نراکار ہی ہوگا۔ گن یعنی صفات ہی سے شکل اور روپ کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ خدا کو سگن مان کر اُس کو ساکار نہ مانیں"۔ رائے صاحب کی یہ بات کہ جو سگن ہے وہ ساکار ہی ہونا چاہیئے۔ اور جو نرگن ہے۔ وہ نراکار ہی ہوگا۔ قطعی غلط ہے۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر نرگن اور سگن کی تعریف بتائی گئی۔ ہر ایک جڑ چیز اپنے اندر چیتن کے بعض گنوں کے نہ رکھنے سے نرگن کہی جائیگی۔ لیکن اس کا نرگن ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ وہ نراکار بھی ہے۔ اسی بنا پر ہر ایک نراکار چیز اپنے گنوں کے لحاظ سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سگن کہلائیگی۔ لیکن اس کا سگن ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے۔ کہ وہ ساکار بھی ہے۔ رائے صاحب کا یہ خیال کہ پرماتما کو سگن کہکر اس کو ساکار نہ ماننا بالکل غلط ہے درحقیقت بالکل غلط ہے۔ رشی دیانند پرماتما کے بارے میں اسی ساکار اور نراکار کے جھگڑے کو کیسی وضاحت کے ساتھ صاف کرتے ہیں۔ رائے صاحب ذرا غور سے مطالعہ کریں۔ یہ پرشن۔ ایشور ساکار ہے یا نراکار؟ اُتر۔ نراکار۔ کیونکہ اگر ایشور ساکار ہوتا۔ تو وہ پاک (محیط کل) نہ ہوتا۔ جب وہ پاک نہ ہوتا۔ تو سروگیہ (علیم کل) آدی گن (صفات) بھی ایشور میں نہ گھٹ سکتے۔ کیونکہ پرمت (محدود) وستو میں گن کرم سوبھاؤ بھی پرمت رہتے ہیں۔ تتھا شیت (سردی) اوشن (گرمی) شدھا (بھوک) ترشا (پیاس) اور روگ۔ دوش۔ چھیدن۔ بھیدن۔ آدی سے رہت نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہی نشچت ہے۔ کہ ایشور نراکار ہے۔ جو ساکار ہو۔ تو اس کے ناک۔ کان۔ آنکھ آدی اویوں (اعضا) کا بنانے ہارا دوسرا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جو سینوگ (ترکیب) سے اتپن ہوتا ہے۔ اس کو سینکت (مرکب) کرنیوالا نراکار چیتن اوشیہ ہونا چاہیئے۔ جو کوئی ایسا کہے۔ کہ ایشور نے سوئچھا (اپنی مرضی) سے آپ ہی آپ اپنا شریر بنا لیا تو بھی وہی ساکھ ہوا۔ کہ شریر بننے سے پورب (پہلے) نراکار تھا۔ اس لئے پرماتما کبھی شریر دھارن نہیں کرتا۔ کنتو نراکار ہونے سے سب جگت کو سوکشم (لطیف) کارنوں سے ستھول (کثیف) آکار بنا دیتا ہے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۱"۔

آگے چل کر رائے صاحب نے کین اُپ نشد کا حوالہ دے کر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ خدا نرگن ہے۔ سگن نہیں ہے۔ یعنی اُس کی کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔ مگر ہمارے خیال میں یہ نتیجہ غلط ہے۔ اور نتیجہ غلط اس لئے ہے۔ کہ رائے صاحب نے نرگن اور سگن کی غلط تعریف کی ہے۔ رائے صاحب نے کین اپ نشد کا ترجمہ دینے میں ایک سخت غلطی کی ہے۔ جس کا فائدہ اُنہوں نے آگے چل کر اٹھانے کی کوشش کی ہے کین اُپ نشد میں شبد यद्वाचानभ्युदितं بار بار آتا ہے۔ اُس کا ترجمہ رائے صاحب یہ کرتے ہیں۔ "اور نہ اُس کو جس کو ہم یہاں پوجتے ہیں" اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو اس میں لفظ "پوجتے" ہم کے لئے نہیں آیا بلکہ اس سے پیشتر کے تمام جملہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ جو ترجمہ دیانند سے پرکاشت نہیں ہوتا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس سے سبھانی پرکاشت ہوتی ہے۔ برہم وہی ہے" یہ تمام جملہ برہم کی ڈیفی نیشن ہے مگر یہ ڈیفی نیشن برہم نہیں ہے۔ گوروششش کو تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہے ششش برہم تو اُسی کو جان جو آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ مگر جس سے آنکھ روشنی پاتی ہے ہاں تو کہیں ہماری اس تعلیم کو یا اس ڈیفی نیشن کو ہی برہم نہ سمجھ لینا۔ اگر رائے صاحب کا یہ خیال درست ہو کہ جس کو ہم یہاں پوجتے ہیں۔ وہ برہم نہیں ہے۔ تو پھر کیا ہم رشی مُنی بھی جڑ پتھروں کی ہی پوجا کرتے تھے۔ آگے چل کر رائے صاحب فرماتے ہیں۔ "مگر جو برتر از خیال ہے۔ اُس کو ہم خیال میں کیسے لائیں۔ مطلق کا خیال ہمارے دل میں کبھی نہیں آسکتا۔ جب تک ہم مادی اشیاء کو اپنے خیال میں نہ لائیں۔ جو اس مطلق کو ظاہر کرتی ہیں۔ سنسکرت میں دو لفظ ہیں۔ ایک گیان یعنی معرفت۔ اور دوسرا دھیان یعنی تصور۔ سمادھی کے ذریعہ ہم کو نرگن یعنی ذات مطلق کا گیان ہو سکتا ہے۔ مگر جب ہم اس کا دھیان کرینگے۔ تو ہم کو لازم ہوگا کہ ہم اس کو کوئی صفت دیکر اس صفت کے لحاظ سے کوئی نام اور شکل دیں۔ یعنی تصور کے لئے تصویر چاہیئے۔ نرگن کے یہ معنی ہیں۔ کہ اُس کی کوئی صفات نہیں ہیں۔ جن کے لحاظ سے ہم اُس کا دھیان کر سکیں۔ اور ہماری خواہش یہ ہے۔ کہ ہم اس کا دھیان یعنی تصور کریں۔ اس کے لئے شکل چاہیئے" ہمیں درحقیقت افسوس ہے۔ کہ ایک تو بنیادی غلطی کی وجہ سے دوسرے سیدھے راستہ کو چھوڑنے کی وجہ سے رائے صاحب کی پوزیشن قطعی الٹی ہو گئی ہے۔ بنیادی غلطی تو یہ کہ وہ نرگن کی تعریف غلط کرتے ہیں۔ غلط راستہ یہ کہ وہ تصور کے لئے تصویر یا شکل کی ضرورت بتاتے ہیں۔ حالانکہ معاملہ قطعی برعکس ہے۔ رشی دیانند گوتم رشی کے نیائے درشن کے پہلے ادھیائے کے چوتھے سوتر کا حوالہ دیکر پرماتما کو پرتیکش سدھ کرنے کے لئے یہ الفاظ لکھتے ہیں۔ رائے صاحب ذرا غور سے مطالعہ کریں ۔ ۔ ۔

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گنوں کے پرتیکش ہونے سے پرمیشور کا بھی پرتیکش ہے۔ستیارتھ پرکاش صفحہ ۸۹

رائے صاحب کی یہ پوزیشن کہ تصور کے لئے تصویر چاہیئے۔ایک اُلٹی پوزیشن ہے۔حالانکہ تصویر کے لئے تصور چاہیئے۔اور تصور ہو نہیں سکتا۔جب تک گن نہ ہوں کیونکہ جس کو ہم گنی کی تصویر کھینچنا کہتے ہیں۔وہ بھی اُس کے گنوں کا مجموعہ ہے۔ اور پھر جس قسم کی تصویر رائے صاحب کھینچتے ہیں۔وہ محض چار اندریوں کا کیمرا لگا کر کھینچتے ہیں۔اور ان ہی اندریوں کے ذریعہ وہ سمادھی لگا کر پرماتما کا دھیان کرنا چاہتے ہیں۔حالانکہ سمادھی تک پہنچنے کے لئے رائے صاحب کی پیش کردہ تصویر یا شکل تو ایک طرف بلکہ اُن کی اندریوں کے کیمرے کو بھی تہ کر کے لپیٹ کر ایک کونے میں رکھ دینا پڑتا ہے۔کیونکہ اس قسم کی تمام شکلیں یا تصویریں اور یہ تمام اندریاں سمادھی یا دھیان کے راستے میں مددگار تو کیا الٹا دولتے مارنے کی وجہ سے بگھن کاری ثابت ہوتی ہیں اور سمادھی میں پرماتما کا دھیان ہو ہی نہیں سکتا۔جب تک کہ اندریوں کا نرودھ نہیں کیا جاتا۔ہمارے خیال میں اگر رائے صاحب پتنجل رشی کے یوگ درشن کے سمادھی پاد کا بغور مطالعہ کر لیں۔تو اُن کو سمادھی یا دھیان کے لئے پھر پرماتما کی کوئی شکل بنانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔بلکہ اُن کو بخوبی پتہ لگ جائیگا۔کہ کسی شکل یا تصویر یا مورت کے ذریعہ پرماتما کا دھیان کرنا ہی ناممکن ہے۔اور قطعی ناممکن ہے ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔آگے چل کر رائے صاحب نے مکرنی کی مثال دیکر یہ نتیجہ نکالا ہے۔کہ "خدا کی شکل تو کسی نے دیکھی نہیں۔البتہ اس کی کوئی ذہنی شکل ہمارے خیال میں آسکتی ہے۔جو ہم نے اپنی دیکھی ہوئی کسی خارجی شکل کی بنیاد پر قائم کی ہو" یہی دلیل کانپور کے ضلع کاپیاشدہ دیوگورو بھگوان دیا کرتا ہے۔ہم اس کا جواب "خدائی سٹڈیشن" میں دے چکے ہیں۔جس کو ہم دُہرانا نہیں چاہتے آگے چل کر رائے صاحب برہم کو ست چت آنند سروپ کہکر لکھتے ہیں۔کہ فی الحقیقت ہم خود ست چت آنند سروپ ہیں۔مگر مایا یا اگیان یعنی جہل کے جال میں پھنسے ہوئے ہونے کی وجہ سے ہم اس کو بھولے ہوئے ہیں۔اور اپنی اس جہل کی حالت میں اگر کبھی ہم کو اس کا انوبھو یعنی علم الیقین ہوتا ہے۔تو وہ محض پرتو یا سایہ کی صورت میں ہوتا ہے۔چونکہ ہم اس کو بھولے ہوئے ہیں۔کہ ہم فی الحقیقت ہستی مطلق

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں۔ اس لئے ہم کو موت کا خوف ہوتا ہے۔ اور چونکہ ہم اس کو بھولے ہوئے ہیں کہ ہم فی الحقیقت پرمانند سروپ ہیں۔ اس لئے ہم کو انواع واقسام کے دکھ و رنج ہوتے ہیں"۔ رائے صاحب کا یہ خیال محض کفر ہے۔ اس کا مفصل جواب ستیارتھ پرکاش کے ساتویں سملاس میں مفصل دیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس ملک کا بیڑا اسی دن غرق ہو گیا۔ جبکہ اس ملک کے ہگنے۔ موتنے والے۔ جاہل مطلق کاہل روگی۔ بھوگی۔ لمپٹ لواڑ برھم بن بیٹھے۔ رائے صاحب سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ جب آپ خود ہی برھم ہیں۔ تو پھر کسی نرگن برھم کی پوجا کا بکھیڑا کیوں لے بیٹھے۔ کیا برھم کو بھی ضرورت پڑتی ہے۔ کہ وہ جہالت اور دُکھ سے نکلنے کے لئے اپنی پوجا آپ کرے ایک طرف تو اس ملک کے برھم کہلانے والوں کا اپنی جہالت اور دُکھ کا معترف ہونا۔ دربدر دھکے کھاتے اور جوتیاں ٹٹخاتے پھرنا اور جھوٹ۔ چوری۔ نندا۔ قتل۔ خون۔ دھوکہ بازی غرضیکہ تمام ناکردنی افعال کا مرتکب ہونا اور دوسری طرف اپنے آپ کو برھم وہ بھی پرمانند سروپ یا ہستیٔ مطلق کہنا ایک ایسا گندہ۔ ناپاک اور فاسد خیال ہے۔ کہ جس سے بڑھکر دوسرا کفر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی کفر نے اس ملک کو کیفر کردار کو پہنچایا ہے۔ اور اس ملک کے بیس کروڑ سے زیادہ آدمی برھم ہو کر بھی مٹھی بھر آدمیوں کے ہاتھ سے جوتیاں کھاتے چلے آرہے ہیں۔ اور اسی زمانہ سے جوتیاں کھاتے چلے آرہے ہیں۔ جب سے یہ برھم بنے ہیں۔ تواریخ کے اوراق کو الٹ کر اس کی شہادت لے لو۔ اگر تم شہادت لینا چاہتے ہو۔ ہم بڑے حیران ہوتے ہیں۔ جبکہ ہم ایک طرف تو رائے صاحب کو یہ کہتا ہؤا پاتے ہیں۔ کہ ہم پرمانند سروپ ہیں۔ ہستیٔ مطلق ہیں۔ سچدانند ہیں۔ لیکن دوسری طرف اُن کو یہ کہتا ہؤا دیکھتے ہیں۔ کہ ہم اس بات کو بھولے ہوئے ہیں۔ کہ ہم پرمانند سروپ ہیں۔ یہ ایک ایسی ہی منطق ہے۔ جیسے کوئی شخص یہ کہے۔ کہ میرے کندھوں پر سر ہے۔ لیکن میں اس بات کو بھولا ہؤا ہوں۔ کہ میرے کندھوں پر سر ہے۔ میں اندھا ہوں۔ لیکن میں اس بات کو بھولا ہؤا ہوں۔ کہ میں اندھا ہوں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ ایک اور ایک دو ہوتے ہیں۔ لیکن میں اس بات کو بھولا ہؤا ہوں۔ کہ ایک اور ایک دو ہوتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ میرا نام دیوت ہے۔ لیکن میں اس بات کو بھولا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوا ہوں۔ کہ میرا نام دیودت ہے یہ کیسی دلچسپ منطق ہے۔ ایسی احمقانہ منطق وہی شخص چھانٹ سکتے ہیں۔ جو جہالت یا مایا کے جال میں اس قدر پھنسے ہوئے ہوں کہ اپنے آپ کو برہم کہتے ہوئے بھی برہم نہ سمجھیں۔ گدھا یہ جانتا ہے۔ کہ میں گدھا ہوں۔ لیکن ہمارے "ہندوستانی برہم" کو اتنا بھی پتہ نہ ہو۔ کہ میں برہم ہوں۔ اس سے بڑھ کر ان برہم کہلانیوالوں کی مورکھتا اور کیا ہو سکتی ہے۔ آتما کی وہ وجدانی یا استغراقی حالت جبکہ وہ "ایم آتما برہم" "اہم برہماسمی" یا "انا الحق" وغیرہ کہہ سکتا ہے۔ روحانیت کا ایک معراج ہے۔ جس کو اس ملک کے وہ سادھو یا سنیاسی نہیں پا سکتے۔ جو برہم کہلاتے ہوئے بھی کتوں سے بدتر اور ناپاک تر زندگی بسر کر رہے ہیں رائے صاحب ایک شخصی خدا کے عقیدے کو تو غلط بتاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک اُس کو سگن یا متصف بہ صفات خدا سمجھنا اس کو مقید کرنا ہے۔ لیکن آگے چل کر وہ اپنے منگھڑت نرگن پیمانہ کے مطابق بدیں الفاظ خدا کو پینٹ کرتے ہیں۔ "وہ نہ دیکھتا ہے۔ کیونکہ دیکھنے کے لئے کوئی شے نہیں۔ نہ سنتا ہے۔ کیونکہ سننے کے لئے کوئی آواز نہیں۔ اور نہ وہ متفکر رہے۔ کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس پر وہ اپنے اقتدار کو کام میں لائے"۔ رائے صاحب کے اس خیال پر ہم بے ساختہ مسکرانے سے نہیں رہ سکتے۔ چونکہ رائے صاحب اپنے خیال کے مطابق خود بھی برہم ہیں۔ اس لئے ہم اُن کی اس منطق کی بنا پر استدلال کر سکتے ہیں کہ "رائے پربھولال صاحب نہ تو دیکھتے ہیں۔ کیونکہ دیکھنے کے لئے کوئی شے نہیں۔ نہ سنتے ہیں۔ کیونکہ سننے کے لئے کوئی آواز نہیں۔ نہ گھر بار پیسہ دھیلا۔ کپڑا لتا رکھتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے نزدیک کوئی ایسی چیز ہی نہیں ہے۔ جس پر وہ اپنے اقتدار کو کام میں لائیں۔ پس یہ کہنا کہ رائے پربھولال صاحب سنتے دیکھتے یا گھر بار کپڑا لتا پیسہ دھیلا رکھتے ہیں۔ ایک غلط ہے"۔ یقیناً رائے پربھولال صاحب اپنے اعتقاد کے مطابق اس بات کا یہی جواب دینگے۔ کہ ہاں بھائی سچ کہتے ہو۔ میں تو نرگن برہم ہوں۔ نہ دیکھتا ہوں نہ سنتا ہوں نہ کسی چیز پر اقتدار رکھتا ہوں۔ نہیں نہیں ہم ہی مایا کے جال میں ہیں۔ رائے پربھولال صاحب تو اس بات کا کوئی جواب ہی نہیں دینگے۔ کیونکہ وہ سینگے ہی نہیں۔ اس لئے کہ وہ برہم ہیں۔ اور برہم سنتا ہی نہیں۔ پھر ہم نہیں جانتے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ رائے صاحب نے برہم ہو کر زمانہ کے لئے مضمون کیونکر لکھ دیا۔ اُن میں کاغذ قلم دوات کو پکڑنے کی قدرت کیسے آگئی۔ جبکہ برہم مقتدر نہیں ہے۔ آگے چل کر رائے صاحب طنزاً لکھتے ہیں۔ "تو پھر دیکھنے والا۔ سننے والا اور تمام اختیارات کو برتنے والا ایک شخص خدا ضرور موجود ہے۔ وہ ضرور تمہارے افعال دیکھتا اور تمہاری باتیں سنتا ہے۔ اور اس کو یہ اقتدار حاصل ہے۔ کہ تمہارے افعال کی سزا و جزا دے" لیکن رائے صاحب کے نزدیک برہم نرگن بنا بریں غیر مقتدر ہے۔ پس وہ کسی کے افعال کو نہ دیکھتا ہے۔ نہ سزا و جزا دے سکتا ہے۔ کیونکہ سزا و جزا دینے کی وہ قدرت ہی نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ وہ مقتدر نہیں ہے۔ بلکہ سچ پوچھو۔ تو افعال بھی محض مایا کا پھندا ہیں۔ وہ نہ یہ بھی کچھ نہیں۔ کیونکہ سب جیو برہم ہی برہم ہیں۔ جو کچھ بھی بُرا بھلا کر رہا ہے وہ برہم ہی ہے۔ چور بھی برہم۔ ڈاکو بھی برہم۔ زانی۔ شرابی کبابی۔ بدمعاش سب برہم۔ چونکہ برہم غیر مقتدر ہے۔ وہ نہ کسی کے افعال کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ افعال ہیں ہی نہیں۔ نہ ہی وہ کسی کو سزا و جزا دے سکتا ہے۔ وہ آپ ہی برہم ہو کر چور۔ ڈاکو۔ زانی۔ شرابی۔ کبابی اور بدمعاش بنا ہے۔ کیونکہ بقول رائے صاحب جب خدا ہر فرد میں جیو یعنی روح ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ تو وہ بحیثیت کل یہی ایشور ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ پس دنیا میں جتنے لپٹ لوٹ ہیں۔ وہ جب سب ایشور ہی ہیں۔ تو سزا کس کو اور جزا کس کو۔ آگے چل کر رائے صاحب اپدیش دیتے ہیں۔ "یہ خدا تم سے جدا نہیں ہے۔ تمہارے خانہ دل میں جلوہ گر ہے" اب جب سب برہم ہی برہم ہے۔ تو پھر یہ "تم" کس کو کہتے ہو۔ اور اپدیش کس کو دیتے ہو۔ اور یہ جو کوئی کہہ رہا ہے۔ کہ خدا تمہارے خانہ دل میں ہے۔ یہ کون کہہ رہا ہے۔ افسوس! رائے صاحب خود تو برہم ہو کر مایا کے جال میں پھنسے ہی تھے لیکن ان کا یہ مضمون بھی عجب "برہم روپ" ہو رہا ہے۔ کبھی کسی طرف ٹانگ نکل جاتی ہے۔ کبھی کسی طرف۔ عجیب مایا کا جال ہے۔ آگے جا کر تو رائے صاحب نے برہم کو انارکلی کے شربت فروشوں کی شربت کی بوتل بنا دیا ہے۔ جو ایک ہی بوتل میں سے جو شربت کہو نکال دینگے۔ گویا رائے صاحب کے نزدیک برہم ایسی چیز ہے۔ کہ اس کو جس روپ میں چاہو۔ درشن دے دیگا۔ اچھا بھلا تجربہ کریں۔ رائے صاحب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی برھم اَور ہم بھی برھم۔ اب یا تو رائے صاحب یہ خواہش کریں۔ کہ ہم اُن کو برھم بنکر درشن دیں۔ یا ہم خواہش کرتے ہیں۔ کہ رائے صاحب ہم کو چوہا بن کر درشن دیں کیونکہ وہ بھی برھم اور ہم بھی برہم یا وہ خود گلہری بن جائیں۔ اور ہم کو چوہا بنالیں۔ پھر ہم دونوں لڑینگے۔ راے صاحب نے دوا فروشوں کی تصویروں سے استدلال کرکے جو برھم کی تصویر یا مورتی پوجا کا مسئلہ چھیڑا ہے۔ وہ اور بھی "برہم کی مایا" معلوم ہوتی ہے۔ اور اس قدر لغو ہے۔ کہ جس کی لغویت اس بیان سے ہی ظاہر ہے۔ جو کہ راے صاحب نے اس کے بارے میں کیا ہے۔ چنانچہ رائے صاحب لکھتے ہیں "بُت پرستی کیا ہے۔ ایک کوشش ہے اس امر کی کہ جو ذات تمام خیال و وہم سے پرے ہے۔ وہ نہ صرف حیطہ خیال کے اندر آجائے۔ اور جو لاتعین ہے۔ اُس کو نہ صرف تعینات کے اندر لایا جاوے۔ بلکہ وہ غیر مرئی حالت سے مرئی حالت میں بھی آجاوے یعنی یہ کہ جس کو ہماری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ یا کبھی نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ اس کو ہم دیکھ سکیں اور چھو سکیں"۔ ہمارے خیال میں بت پرستی کے بارے میں اس قسم کی دلیل کے کھنڈن کے لئے ویدوں کے پرمان پیش کرنا یا کوئی دوسری شاستر وکت بحث چھیڑنا یا حوالے دینا ایسا ہی ہے۔ جیسے کہ ایک مکھّی کو مارنے کے پلٹن کو توپ خانے دے کر روانہ کرنا۔ ایسی ذات کو جو ہمارے خیال و وہم سے پرے ہو۔ لاتعین ہو۔ غیر مرئی ہو۔ اس کو قید کرنے۔ تعین کرنے اور مرئی شکل میں لانے کی کوشش کرنا وہ بھی محض اس لئے کہ ہم اس کو دیکھ سکیں اور چھو سکیں جیسی کچھ بھی ابلہانہ حرکت ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ رائے صاحب نے پرماتما کو شاید پانی کے بخارات سمجھ رکھا ہے۔ کہ ٹھنڈک دی اور مرئی شکل میں لے آئے۔ ہردوار میں ایک جگہ بھیم گوڈا ہے۔ وہاں ایک تالاب ہے۔ تالاب کے بیچ میں ایک بڑا بھاری لِنگ کھڑا ہے۔ ایک دن ہم سیر کرتے اُدھر جا نکلے۔ گرمی تھی۔ ہم تالاب کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ ایک شخص آیا۔ تالاب میں نہایا۔ بعد ازاں اُس نے اس لِنگ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور چھاتی سے لگایا۔ اس کے بعد ایک عورت آئی۔ اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ ہم حیران تھے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ لیکن آج رائے صاحب کے مضمون کو پڑھ کر برسوں کا رُکا پڑا مسئلہ حل ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بعض عقل کے اندھوں نے یہ جان کر کہ ویسے تو ہم شوسوروپ پرماتما کے درشن کرنے اور اس کو چھونے سے رہے۔ چلو اس کو شولنگ کی شکل بنا کر کھڑا کر دو۔ اور اس کو دیکھ دیکھ کر اور چھاتی سے لگا لگا کر آنندت ہوا کرینگے۔ مگر کیا رائے صاحب کو معلوم نہیں ہے۔ کہ شوسروپ پرماتما کو چھوڑ کر شولنگ کے گھڑنے اور کھڑا کرنے سے ہمارے ملک کو کیا نقصان پہنچا ہے؟ اور ہم انسانیت کے کونسے طبقے میں پہنچے ہوئے ہیں؟ آگے چل کر رائے صاحب لکھتے ہیں۔ "اگرچہ ذات مطلق فی الحقیقت کبھی مقید نہیں ہوتی ہے۔ مگر پرستش کی خواہش رکھنے والا شخص اس کو اپنی پرستش کے اغراض کے لئے مقید کرنا چاہتا ہے"۔ مگر کیا اس کی یہ کوشش ایسی ہی بیہودہ نہیں ہے۔ جیسے کوئی شخص سمندر کے کنارے بیٹھ کر سمندر کو ایک لیٹا میں مقید کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ یقیناً جیسے اس کی کوشش احمقانہ ہے۔ ویسے ہی دوسرے کی کوشش بھی ابلہانہ ہے۔ افسوس! اس ملک کے انسانوں نے ایسی ایسی ہی احمقانہ کوششوں میں اپنا سب کچھ تباہ کر لیا۔ ہم رائے صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ذات مطلق مقید نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو قید کرنے کی کوشش کرنا یا اس قسم کی کوشش کرنے والوں کی حمایت کرنا کسی صورت میں بھی دانشمندی کا فعل کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں آگے چل کر رائے صاحب نے بت پرستی کی قسمیں بتائی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے۔ جس میں پرستش سے کوئی خاص غرض وابستہ ہے۔ دوسری وہ جو محض دھیان کے لئے کی جاتی ہے۔ رائے صاحب نے پہلی قسم کی مورتی پوجا کو کلکٹر کی مثال دیکر سمجھایا ہے۔ کہ "کلکٹر کا عہدہ غیر شخصی ہے۔ اس کے اقتدارات بھی قلم بند ہیں۔ مگر زیر عمل نہیں ہیں۔ جب تک کوئی شخص اس عہدے پر مامور نہ ہو۔ نہ وہ اقتدارات عمل میں آ سکتے ہیں۔ اور نہ کسی کا کام محض غیر شخصی کلکٹر سے چل سکتا ہے۔ جب کوئی شخص اس پر مامور ہو جاتا ہے۔ تو وہ پرسنل یا شخصی کلکٹر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے اقتدارات کام میں لاتا ہے۔ امپرسنل کلکٹر سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا مگر جب کوئی شخص کلکٹر ہو جاتا ہے۔ تو لوگ اس کے پاس عرضیاں دیتے ہیں۔ اس کی خوشامد کرتے ہیں۔ گویا اُس کی پوجا کرتے ہیں اور اپنا کام نکالتے ہیں۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی طرح غیر شخصی و غیر صفاتی خدا سے شخصی اور صفاتی خدا ہوتا ہے۔ اور توصیف اور پرستش شخصی خدا ہی کی ہوتی ہے۔ جس کی کوئی صفات ہی نہیں ہے۔ اس کی کیا تعریف کی جا سکتی ہے۔ مگر چونکہ مثل کلکٹر کے کوئی جسم رکھنے والا خدا ہمارے سامنے نہیں آتا ہے۔ اور پوجا کئے بغیر اپنی خواہشیں پوری ہونے کی ہمیں امید نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے اس کی ایک شکل بنا کر پوجا کی جاتی ہے۔" واہ! رائے صاحب واہ! کیا کہنا ہے اس فلاسفی کا۔ آپ نے تو مسز اینی بسنٹ کو بھی مات کر دیا۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ ہم اس بیہودہ دلیل کا کیا جواب دیں۔ رائے صاحب کے نزدیک خدا ہماری خواہشوں کو تب ہی پورا کر سکتا ہے۔ جبکہ ہم اس کو لنگ کی شکل میں گھڑ کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوجیں۔ کلکٹر کی مثال بھی خوب ہی دی۔ اس مثال سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ جیسے کلکٹر ایک عہدہ ہوتا ہے۔ ویسے ہی خدا یا برہم۔ یا ایشور بھی ایک عہدہ ہے۔ جو کہ غیر شخصی ہے۔ جیسے کلکٹر کو کوئی حاکم اعلیٰ اس عہدے پر تعینات کر دیتا ہے۔ ویسے ہی ایک نرگن وجود کو کوئی طاقت خدائی کے عہدے پر مامور کر دیتی ہے۔ جیسے کلکٹر کو کلکٹر بن کر لوگوں کے کام بنانے کے اختیارات مل جاتے ہیں ویسے ہی اس نرگن وجود کو جو کہ اب خدائی کو پا کر خدا بن گیا ہے خدا کی صفات یا اختیارات مل جاتے ہیں۔ لیکن کلکٹر نے تو عہدے پر مقرر ہو کر لوگوں کے کام بنانے شروع کر دئے تھے۔ اور لوگوں نے بھی اُس کی پوجا کرنی شروع کر دی تھی۔ مگر اس خدائی کے عہدے پر جو نرگن وجود آ کر تعینات ہوتا ہے۔ وہ کبھی اس لائق نہیں ہوتا کہ لوگوں کی خواہشیں پوری کرے یا لوگ اُس کی پوجا کریں۔ نہیں بلکہ اس کو ابھی ایک جون کے اندر سے اور گزرنا پڑتا ہے۔ اور وہ مٹی۔ گارے۔ پتھر کی جون ہے۔ اور وہ بھی اس کو اپنی مرضی سے نہیں بھگتنی پڑتی۔ بلکہ اُن لوگوں کی مرضی سے جو کہ اس سے اپنا کام پورا کروانا چاہتے ہیں۔ بھلا کوئی اُن مورکھوں سے پوچھے۔ کہ جب تمہارے خیال میں ایک زندہ پُرش یا قادر مطلق پرماتما تمہاری خواہشوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ تو ایک مٹی کی مورت جس کو تم اپنے ہی ہاتھ سے بناتے ہو۔ کیسے تمہاری خواہشوں کو پورا کر دیگی۔ اس ملک میں ایسے ایسے ہی مورکھ تھے۔ تب ہی تو محمود کی فوج ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح پکڑ کر لے گئی۔ سنئے۔ اب رائے صاحب کیا فرماتے ہیں "یہ بالکل صحیح

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ کہ وہ مورت جس کی وہ پرستش کرتا ہے۔ اس کو تو کچھ دیتی ہے۔ اور نہ دے سکتی ہے۔ مگر اس کے ذریعہ سے پوجا اُس کو پہنچتی ہے۔ جو سچا دینے والا اور خواہشیں پوری کرنے والا ہے۔" تو پھر یوں کیوں نہیں کہتے۔ کہ مورت ایک ہرکارہ ہے۔ جو تمہاری دعاؤں کو خدا کے پاس لے جاتا ہے۔ لیکن ایسا خیال وہی شخص کر سکتے ہیں۔ جن کے نزدیک خدا نہ دیکھتا ہے۔ نہ سنتا ہے۔ نہ کوئی اقتدار رکھتا ہے۔ جب یہ حالت ہے۔ تو وہ مورت کی سفارش کو بھی کب سنیگا۔ آگے چل کر رائے صاحب نے بت پرستی کی دوسری قسم بیان کی ہے۔ وہ ایسی بھدی ہے کہ اس کا نوٹس نہ لینا ہی ٹھیک ہے۔ اخیر میں جا کر رائے صاحب لکھتے ہیں۔ "وہ بت پرستی نہایت ذلیل ہے۔ جہاں مورت کو محض کھلونا بنا لیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ کھیلتے ہیں۔ جس کی وہ مورت ہے۔ اس کے ساتھ ذرا بھی دل کا لگاؤ نہیں۔ محبت تو علیحدہ رہی۔ ایسے لوگوں کے نزدیک وہ مورت پتھر ہی ہے۔ اور ان لوگوں کی بت پرستی وحشیوں کی شے پرستی سے بھی گری ہوئی ہے۔ بھگوان سری کرشن کا گیتا میں یہ بچن ہے۔ جو لوگ دوسرے معبودوں کو پوجتے ہیں۔ وہ فی الحقیقت مجھ کو ہی پوجتے ہیں۔ پرستش وہ چاہے جس کی کریں۔ پھل دینے والا تو میں ہی ایک ہوں"۔

ہم نہیں جانتے۔ کہ ہم رائے پربھولال کے مضمون کو کیا کہیں۔ وہ سب کو راضی کر گئے۔ اسی کو کہتے ہیں۔ "زمانہ باتو نہ سازد تو با زمانہ بساز" رائے صاحب! آپ تو ٹھیرے برہم۔ اور ہم ہوئے آپ کے گنہگار بندے۔ اس لئے اگر کہیں آپ کے بندے نے آپ کی شان میں کوئی نازیبا لفظ استعمال کر دیا ہو۔ تو معاف کرنا۔

برہم کا ایک گنہگار بندہ

دھرم پال

CC-0. Mumukshu Bhawan Varanasi Collection. Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پرکاش لاہور اور سماچار کانپور

اردو کے رسالوں پر معلوم نہیں کیا خدا کی مار پڑی ہوئی ہے۔ کہ وہ تقریباً سب کے سب ایک دو کو چھوڑ کر بے وقت ہی نکلتے ہیں۔ کانپور کے "زمانہ" کی بیوقتی کا حال آپ نے دیکھ لیا۔ کانپور کا آریہ سماچار بابت اگست ہمیں ۱۵ ستمبر کو ملا جبکہ ہم زمانہ پر ریویو کر چکے تھے۔ گزشتہ جون میں پرکاش میں چند مضامین شائع ہوئے تھے جن کی سرخی "شانتی کے لئے جنگ لازمی ہے" تھی۔ ان مضامین کا خلاصہ مطلب اتنا ہی سمجھئے۔ کہ جہاں اصولوں کا سوال آجائے۔ وہاں شخصیت کی بنا پر راضی نامہ نہیں کرنا چاہئے۔ ہیگ کانفرنس کے ممبر کی طرح "آریہ سماچار کانپور" اس سرخی کو دیکھ کر چونک پڑا۔ کہ بس جنگ چھڑا کہ چھڑا۔ بنا بریں اس نے ان مضامین کے رد میں اس بنا پر کہ ایسے مضامین سے بجائے شانتی کے آریہ سماج میں اشانتی پھیلتی ہے اس بات کے ثبوت میں قلم اُٹھایا کہ شانتی کے لئے جنگ لازمی نہیں ہے۔ مگر آریہ سماچار کے اس قلمی جنگ سے ہی جو کہ اس نے شانتی کی خاطر ایک دوسرے ہم عصر کے ساتھ جاری کرنا روا رکھا پرکاش کا دعوے بخوبی ثابت ہو گیا۔ یعنی شانتی کے لئے جنگ لازمی ہے۔ خیر جنگ لازمی ہو یا نہ ہو۔ یہ تو پرکاش جانے یا سماچار۔ ہم صرف اتنا ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا اصولوں کے سوال پر شخصیت کی بنا پر راضی نامہ کر لینا چاہئے یا نہیں۔ پرکاش کا اصلی مطلب تو یہی تھا۔ چنانچہ اس پر سماچار لکھتا ہے۔ "اُن میں سے پچھلی دو باتوں سے تو اُس حد تک ہمیں اتفاق ہے۔ جہاں تک کہ وہ بنیادی اصول اور اُن کی ذہنی اور عملی پیروی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے کہ وید اور آریہ سماج کے دس اصول ہیں۔ جو عام طور پر آریہ سماج کے دس اصول مانے جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ شخصی یا چند لوگوں کی رائے کو بھی اس کا بنیادی اصول قرار دیتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ جن رشیوں کے احکام ویدوں کے مطابق ہیں۔ گو وہ ہمارے لئے قابل تعظیم ہی نہیں۔ بلکہ قابل عمل بھی ہیں۔ تاہم بلحاظ اسی مریاوا کے کہ جو اُن رشیوں نے باندھی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ ہم اُن کو آریہ سماج کا بنیادی اصول قرار نہیں دے سکتے۔ سماچار۔ اگست صفحہ ۳۲۱" سماچار کے بیان سے امر متنازعہ فیہ کا فیصلہ ہوگیا یعنی اصولوں کی بنا پر کسی سے راضی نامہ نہیں کرنا چاہیئے۔ باقی رہا سماچار کے بیان کا دوسرا حصہ وہ سوامی دیانند کے منتویہ امنتویہ پر چوٹ ہے۔ اس لئے کہ وہ شخصی رائے ہے۔ اگر سماچار اپنے اس اصول پر قائم ہے۔ تو اس کے اصول کے مطابق آریہ سماج کے دس نیم بھی اڑا دینے چاہئیں۔ کیونکہ وہ بھی تو شخصی رائے کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ سماچار ثابت کرے۔ کہ وہ کس وید کے منتر ہیں؟ اگر کہو۔ کہ وہ وید منتر تو نہیں ہیں۔ پر نتو وید انوکول ہیں۔ تو جب رشی کی ایک رائے کو وید انوکول ہونے پر سماج کا بنیادی اصول بناتے ہو۔ تو اُس کی دوسری ویسی ہی وید انوکول رائے یا سدھانت کو کیوں پرے پھینکتے ہو۔ مگر سماچار تو کسی اور ہی دُھن میں مست ہے۔ وہ تو ان دس اصولوں کی عملی پیروی پر زور دیتا ہوا بھی اُن کی "پابندی" ضروری نہیں سمجھتا۔ چنانچہ لکھتا ہے "اب رہا عمل جو کہ اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص سماج کے آٹھ اصولوں یا سدھانتوں کی پابندی کرتا ہے۔ اور دو ایک پر عمل کرنے کے لئے کئی وجوہات سے ابھی تیار نہیں ہے۔ تو وہ اگرچہ اس ممبر کے مقابلہ میں کہ جو چار کی پابندی کرتا ہے۔ ضرور فوقیت رکھتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر ہم ان لوگوں کی طرف سے جو چھ اصولوں کی پابندی نہیں کرتے۔ لیکن ہمارے ہم خیال ہیں۔ چشم پوشی کریں۔ اور دو اصول کی پابندی نہ کرنے والے کو اس وجہ سے کہ وہ چند باتوں میں ہم سے متفق نہیں۔ تیر ملامت کا نشانہ بنانے لگیں۔ تو ہمارا یہ طرز عمل کہاں تک انصاف پر مبنی ہوگا۔ سماچار اگست صفحہ ۳۲۲" چلئے سماچار نے صفائی کردی۔ ویدوں کی صفائی۔ ایشور کی صفائی۔ آریہ سماج کی صفائی۔ کیونکہ سماچار کے نزدیک اگر آریہ سماج کا کوئی ممبر کئی وجوہات سے ایشور کے بارے میں بیان کردہ اصول کی پابندی نہیں کرتا۔ تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ممبر کئی وجوہات سے ویدوں کے ایشورو کت ہونے کے اصول کی پابندی نہیں کرتا۔ تو وہ بھی قابل مواخذہ نہیں ہے۔ خواہ اس کا ایسا کرنا سماچار کے نزدیک ذہنی ہو یا عملی۔ ممکن ہے۔ اُس کی وجہ ایشور کے بارے میں اصول کی پابندی نہ کرنے کی یہ ہو۔ کہ ایشور ہے ہی نہیں۔ یا ویدوں کو ایشورو کت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بتانے والے اصول کی پابندی وہ اس لئے نہ کرتا ہو۔ کہ وید اس کے نزدیک دھوتوں کے وچن ہیں۔ یا پاکھنڈ لیلا ہے۔ یا اُن میں گوشت خوری کی تعلیم نہیں ہے۔ یا اُن میں مورتی پوجا کا کھنڈن ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ پس آریہ سماج کی ٹٹی چوڑ ہوگئی ایک طرف تو سماچاریہ دعوے کرتا ہے۔ کہ اصولوں کی بنا پر راضی نامہ نہیں کرنا چاہئے اور پھر راضی نامہ کی صلاح بھی دیتا ہے۔ صلاح بھی بڑی خطرناک صلاح۔ پس سماچار کی تحریر قطعی متضاد اور سماج کے لئے ہانی کارک ہے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ وہ ایک طرف تو اصولوں کو ڈھیلا کرنے کی ایسی خطرناک صلاح دے رہا ہے۔ اور دوسری طرف ان تمام ممبروں کو جو آریہ سماج کے دو یا چار یا چھ اصولوں کی پابندی کے لئے تیار نہ ہوں۔ دس اصولوں کی پابندی کرنے والوں کا ہم خیال بھی بتا رہا ہے۔ جب اُن میں اصولوں کی بنا پر ہی جھگڑا ہے۔ تو وہ ہم خیال کیسے ہوئے۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں تو آتا نہیں۔ پس ایسے لوگوں کو جو آریہ سماج میں آنے کے لئے اس کے کسی ایک یا دوسرے اصول کی پابندی کے لئے تیار نہ ہوں۔ کہدینا چاہئے کہ ذرا باہر ٹھیرو۔ آریہ سماج کنجڑے کی دکان نہیں ہے۔ کہ چار پیسے نہیں تو دو پیسے ہی دے کر خرید لو۔ آریہ سماج میں داخلہ ایک "فکسڈ پرائس" رکھتا ہے۔ جس میں کمی بیشی کرنا آریہ سماج کی جڑ پر کلہاڑا مارنا ہے۔ پس جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ آریہ سماج کے کسی ایسے ممبر کے برخلاف جو اس کے دو یا چار اصولوں کی بوجہات چند۔ درچند۔ پابندی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جہاد نہیں کرنا چاہئے۔ وہ ایک خطرناک صلاح دیتا ہے۔ حالانکہ اصل بات یہ ہونی چاہئے۔ کہ جو شخص آریہ سماج میں داخلہ کی "فکسڈ پرائس" ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس کو ممبر ہی نہیں بنانا چاہئے۔ بلکہ اس کو خود بھی آریہ سماج کا ممبر نہیں بننا چاہئے۔ باقی رہا صلح یا دوستی کا سوال۔ اگر تم چاہتے ہو۔ تو اپنی بسنت کی طرح مسلمانوں عیسائیوں۔ ہندوؤں سب کے ساتھ ملو جلو۔ کھاؤ پیو۔ تمہیں ایسا کرنے سے کون روکتا ہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہونا چاہئے۔ کہ تم اپنے کسی دوست کی خاطر ایک سوسائٹی کے اصولوں کو توڑو۔ یا ڈھیلا کرو۔ باقی رہا سماچار کا پرکاش کی تحریر سے گوروڈم کا نتیجہ نکالنا۔ یہ ایک بیہودہ نتیجہ ہے۔ پنجاب میں گوروڈم کی جس قدر مٹی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پلیدی کی جارہی ہے۔ وہ کانپور سماچار کے ہم وطن مسٹر سیتانند اگنی ہوتری المعروف دیوگورو بھگوان سے ظاہر ہے۔ سماچار ہم پر بڑی مہربانی کریگا۔ اگر وہ اس کانپوری دیو گورو کو اپنے ہاں بلاکر کانپور سماج کا ممبر بنالے۔ دیوگورو ایشور اور ویدوں کو نہیں مانتا۔ باقی تمام اصولوں کی وہ پابندی کرلیگا۔ اور سماچار اپنے اصول کے مطابق دیوگورو کے حق میں ان دو اصولوں کو نظرانداز بھی کرسکتا ہے۔ اس سے دو فائدے ہونگے ایک تو سماچار کی تحریر عمل میں آجائیگی۔ دوسرے دیوگورو اپنے جنم بھومی میں جاکر آرام سے رہیگا۔ اور پنجاب بھی اس کے زہر سے بچ رہیگا۔ اور ہمیں جو اس کے برخلاف اتنا جنگ کرنا پڑتا ہے۔ وہ بھی نہیں کرنا پڑیگا۔ اور صوبجات متحدہ میں جاکر دیوگورو کی دال بھی گل جاویگی۔ کیونکہ وہاں اس کو قنوجی بھائی بہت مل جائینگے۔ اور وہ بھی کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ اپنی ولادت گاہ میں جاکر اپنے بھائیوں کے ساتھ مل جل کر کھیلنے کا موقع پاسکیگا۔ اور اس کو جو پنجابیوں کے برخلاف یہ شکایت کرنی پڑتی ہے۔ کہ وہ اس کا دل نہیں بہلاتے۔ اس کی یہ شکایت بھی دور ہوجائیگی۔ امید ہے سماچار مہاشہ ہماری اس عرض پر ضرور غور کریگا۔ چونکہ "آریہ سماچار" اپنے الفاظ کی تعبیر و تفسیر خوب کیا کرتا ہے۔ اس لئے ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے اس "عمل" اور "پابندی" کی کیا تفسیر کرتا ہے +

آریہ سماج میں تری مُورتی

عیسائیوں کی تری مورتی یا تثلیث باپ۔ بیٹا روح القدس ہے۔ آریہ بھائی بھی بعض اوقات اُن کے مقابلے میں ایشور۔ جیو۔ پرکرتی کی قدامت کو تثلیث کہ دیا کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں اس تثلیث کے علاوہ آریہ سماج میں ایک خاص تری مورتی یا تثلیث اور بھی ہے۔ مگر وہ تری مورتی خاص پنجاب تک ہی محدود ہے۔ اور وہ شخصی تری مورتی ہے۔ اس شخصی تری مورتی کا پہلا شخص لالہ جیوندا اس پنشنر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرا لالہ دیویداس آریہ۔ تیسرا لالہ گوکل چند عُرف مورکھ ودیارتھی ہے۔ آریہ سماج پنجاب نے اپنی عمر بھر کی کوشش سے یہ تین سپشلسٹ پیدا کئے ہیں۔ یہ تری مورتی یا سپشلسٹوں کا مجموعہ اپنا اپنا خاص ٹیسٹ یا خاص محکمہ رکھتا ہے۔ خدا کی شان۔ اس تری مورتی کا دل و دماغ جہاں ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہے وہاں ان کی بیرونی شکل و شباہت بھی ایک دوسرے سے خاص طور پر ملتی جلتی ہے۔ فرق صرف بڑائی چھوٹائی کا ہے۔ اس تری مورتی کے سب سے چھوٹے ممبر لالہ گوکل چند جی کا جنہوں نے اپنا دوسرا نام مورکھ ودیارتھی رکھ چھوڑا ہے۔ یہ محکمہ ہے کہ جہاں تک ہوگا۔ وہ شدھی کی تحریک کی مخالفت کرینگے۔ چنانچہ جب میں گوجرانوالے میں آریہ سماج میں آیا۔ انہوں نے میرے نام بڑے عجیب و غریب خطوط لکھے۔ جن کا خلاصہ مطلب اتنا ہی سمجھو۔ کہ پرمیشور کے واسطے تم نے آریہ سماج میں آکر خواہ مخواہ ہمیں بھرشٹ نہ کرنا۔ اگر آگئے ہو تو آریہ سماج سے نکل جاؤ۔ چنانچہ اس سے دوسرے سال لالہ گوکل چند نے آریہ سماج لاہور کے سالانہ جلسہ پر سماج کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہونے کی اجازت مانگی۔ جو اُس کو دے دی گئی۔ لیکن اس شخص نے چھوٹتے کے ساتھ ہی نہ صرف شدھی کے برخلاف بولنا شروع کیا۔ بلکہ مجھ غریب پر بھی بلاوجہ ذاتی حملے کئے۔ جن کی پاداش میں اس شخص کو فوراً پلیٹ فارم سے نیچے اتار دیا گیا۔ اس نے بہتیرا چین چپٹ کی۔ لیکن کسی نے ایک نہ سنی۔ غرضیکہ اُن کا محکمہ شدھی موومنٹ کی مخالفت کرنا ہے۔ اس تری مورتی کے دوسرے ممبر لالہ دیویداس آریہ کا سپیشل سبجکٹ گائے کا دود پینے والوں کو بوچڑ اور قصائی وغیرہ خطابات کے علاوہ دیگر خطابات دینا بھی ہے۔ اس شخص کا خیال ہے۔ کہ جو لوگ گائے وغیرہ کا دود پیتے ہیں۔ وہ بڑے وحشی بلکہ ظالم اور قصائی اور بوچڑ ہیں۔ یہ شخص اسی بات کا پرچار کرتا رہتا ہے۔ لطف یہ ہے۔ کہ دودھ پینے والوں کو تو یہ شخص بوچڑ کہتا ہے۔ لیکن خود گائے کے چمڑے کی جوتیاں پہنتا ہے۔ جب ہم نے ایک دفعہ اس کے ساتھ اس کے خاص مضمون کے بارے میں بحث کی اور یہ لاجواب ہوگیا۔ تو گالیوں پر اُتر آیا۔ مجبوراً ہم خاموش ہوگئے۔ اس تری مورتی کے تیسرے اور سب سے بڑے ممبر لالہ جیوندا س جی پنشنر کا خاص محکمہ یہ ہے۔ کہ وہ سوامی دیانند

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرت ستیارتھ پرکاش کو "شُدھ" کرینگے۔ چنانچہ وہ رات دن اسی دُھن میں رہتے ہیں۔ اور اسی بات کا پرچار کرتے ہیں۔ کہ موجودہ ستیارتھ پرکاش میں اس قدر اشدھیاں ہیں۔ کہ اس کو سر پیر سے بدل ڈالنے کی ضرورت ہے۔ کچھ مدت تک تو اُن کا یہ خیال محض خیال ہی رہا۔ لیکن اب وہ بذریعہ اخبار پبلک میں آگیا۔ اور انہوں نے اپنے "سنشودھت ستیارتھ پرکاش" کے کچھ نمونے پبلک میں پیش کئے ہیں۔ جس پر نکتہ چینی کرنے کا اب ہمیں پورا حق حاصل ہے۔ لالہ جی نمونے دکھانے سے پیشتر ایک لمبی چوڑی تمہید لکھتے ہیں۔ جس کا ایک فقرہ یہ ہے۔ "اس پرکار سنشودھن کرنے سے مانو یہ گرنتھ نیا ہی بن گیا ہے۔ اور اس لئے اس کا نام ستیارتھ پرکاش رکھنا اوچت نہ سمجھ کر سنشودھت ستیارتھ پرکاش نام رکھا ہے"۔ اس فقرے سے ظاہر ہے۔ کہ لالہ جی نے اصلی ستیارتھ پرکاش کی کس قدر جڑ کاٹی ہوگی۔ مگر ہمارے خیال میں جب یہ پستک قطعی نرالی ہی ہے۔ تو اس کا نام "سنشودھت ستیارتھ پرکاش" رکھنا خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ دینا ہے۔ اگر لالہ جیون داس جی اس پستک کا نام "جیون پرکاش" رکھ دیتے۔ تو شاید ہمیں اس نام پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن ایک طرف تو نئے گرنتھ کا دعوے کرنا دوسری طرف اس کے ساتھ ستیارتھ پرکاش کا نام لگانا ہمارے نزدیک نہ صرف سخت مغالطہ ہے۔ بلکہ اصلی کتاب کی بھی ہتک کرنا ہے۔ ہمارا ارادہ تھا۔ کہ جب تک کتاب چھپ نہ جائے تب تک ہم خاموش رہیں۔ لیکن پھر یہ جان کر کہ چونکہ لالہ جی نے اب پبلک میں اپنا نمونہ دکھا دیا ہے۔ اس لئے اس نمونہ کو "پرکھ" لینا چاہیئے۔ بنا بریں ہم بھی لالہ جی کا نمونہ اپنے ناظرین کے سامنے دھر دیتے ہیں۔ وہ اندازہ لگالیں۔ کہ لالہ جی نے ستیارتھ پرکاش کو شدھ کیا ہے۔ یا اشدھ۔ مثال کے طور پر لالہ جی کے پیش کردہ نمونے میں سے ایک ٹکڑا دیکھ لیجئے۔ سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۰ پر جس خوبی سے "دیا اور نیاء" کے مسئلہ کو حل کر کے بتایا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ لیکن لالہ جی اس کو قابل اصلاح بتاتے ہیں۔ چنانچہ ایشور کو دیالو سدھ کرنے کے لئے لالہ جی ایشور بہ دنڈ کے بارے میں بطور سوال و جواب لکھتے ہیں۔ "پرشن۔ پھر کیا ایشور اس کو (اپرادھی کو) دنڈ نہیں دیتا؟ اُتر۔ دنڈ کس بات کا دے؟ پرشن۔ جو پاپ وہ کر چکا ہے۔ اُس کا دنڈ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو اوشیہ ملنا چاہیئے۔ نہیں تو ایشور کے نیاء میں باد ہا پڑیگا۔ اُتّر۔ پاپ کسی واہیہ چیشٹا کا نام نہیں۔ کنتو انتریہ اشدھ بھاؤ کا نام پاپ ہے۔ جیسے کوئی اپنے متر کو شردھا بھگتی سے بھوجن کھلائے۔ اور کھانے والے کو کوئی وکار ہو جائے۔ تو کیا کھلانیوالا پاپی ہوگا؟ نہیں۔ کیونکہ اس کی بھاونا شدھ تھی۔ ایوم کوئی اپنے شتر کو وش دیدے اور وش سے وہ مرے نہیں۔ پرتیت اس کا کوئی کشٹ سادھیہ روگ دور ہو جائے تو کیا وش دینے والا پاپی نہ ہوگا۔ اوشیہ ہوگا۔ کیونکہ اس کا بھاؤ اشدھ تھا۔ اس سے سِدھ ہے۔ کہ پاپ کسی واہیہ (بیرونی) کریا کا نام نہیں۔ کنتو انتریہ دشٹ بھاونا کا نام ہی پاپ ہے۔ ایتو جب پاپی پرش کا ہردے پشچاتاپ سے شدھ ہو گیا۔ ارتھات اُس کے ہردے کا دشٹ بھاؤ دور ہو گیا۔ تو بانو وہ نشپاپ ہو گیا۔ پھر بتاؤ۔ کہ اس کو ونڈ کیوں دیا جاوے۔ پرشن۔ اس لئے کہ وہ ونڈ پاکر پُنہ ونڈ کے بھے سے پاپ میں پیرورت نہ ہو۔ اُتّر۔ جب اُس نے پُنہ پاپ نہ کرنیکی پرتگیا کرلی۔ تو پھر اسے ونڈ دینا یوگ نہیں۔ پرشن۔ کیا پرتگیا کر کے پھر وہ پاپ نہ کر سکیگا اُتّر کیا ونڈ پاکر پھر پاپ نہ کر سکیگا؟ اس لئے تمہارا آکشیپ یکت نہیں ہے۔" ناظرین یہ ہے لالہ جی کے سنشودھت ستیارتھ پرکاش کے پیش کردہ نمونہ کا نمونہ اس کو پڑھکر ہمیں الموڑہ کے ایک پادری کی بات چیت یاد آگئی۔ گزشتہ سال جب ہم الموڑہ گئے۔ تو ہم ایک رائے بہادر کے بنگلہ پر ٹھیرے۔ رائے بہادر چونکہ وہاں خود موجود نہیں تھے۔ اس لئے وہ بنگلہ کا انتظام اپنے دوسرے بھائی کے سپرد کر گئے تھے۔ جو کہ عیسائی تھا۔ ایک دن ہم تنہا بنگلے میں بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ یہی پادری صاحب ایک نائب تحصیلدار اور ایک دو اور اصحاب کے ساتھ ہمارے "درشنوں" کے لئے آئے۔ معمولی بات چیت سے گزر کر پادری صاحب نے بحث شروع کر دی۔ ہم نے اُن کو بہت کہا۔ کہ ہم بحث کرنا نہیں چاہتے۔ خواہ مخواہ کی بدمزگی ہوگی۔ آپ اس بات کو جانے دیجئے۔ لیکن پادری صاحب نہ مانے اور اُنہوں نے تناسخ پر بحث شروع کر دی۔ جب وہ لاجواب ہو گئے۔ تو ہم نے کہا کہ اچھا اب آپ ہمیں بتائیں۔ کہ آپ کے ہاں کرموں کی سزا و جزا کے بارے میں کیا لکھا ہے۔ پادری صاحب بولے۔ "اور گاڈ از آل مرسی" بات چیت انگریزی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ہو رہی تھی۔ ہم نے کہا۔ مانا کہ خداوند رحم مطلق ہے۔ لیکن پھر بھی وہ کرموں کی سزا و جزا کچھ تو دیتا ہوگا؟ پادری صاحب بولے خداوند محض ہمارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ کیا ارادہ کرتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے کرموں کو دیکھیں۔ تو دنیا میں ایک شخص کو بھی نہ چھوڑیں۔ ہم۔ تو کیا خداوند ہمارے کرموں کو نہیں دیکھتا۔ پادری ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ محض نیت کو دیکھتا ہے۔ ہم۔ جو نیت کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ کرموں کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ اور جب نیت کے لئے جزا و سزا دے سکتا ہے۔ تو کرموں کے لئے بھی ضرور سزا و جزا دیگا۔ پادری۔ نہیں۔ نہیں خداوند ہمارے کرموں کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ محض نیت کو دیکھتے ہیں۔ ہم۔ تو جو خداوند ہمارے کرموں کو نہیں دیکھتا۔ یا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ اندھا ہوا۔ ہم ایسے خداوند کو کیا کریں۔ جب ہمارے کرموں کی سزا و جزا نہیں ملیگی۔ تو ہم کرم ہی کیوں کریں۔ اگر تمہارے نزدیک کرم کا پھل نہیں ملتا۔ تو تم مشن سے تنخواہ کس بات کی پا رہے ہو۔ اگر کہو کہ پرماتما ہمارے کرموں کو تو دیکھتا ہے۔ مگر اُن کی سزا و جزا نہیں دیتا۔ تو وہ نیا کاری نہ رہا۔ اگر کیول نیت ہی نیت مانتے ہو۔ تو مسیح نے کرموں کی تعلیم کیوں دی۔ اور تم کرم کیوں کرتے ہو۔ پس ٹھیک بات یہی ہے۔ کہ خداوند ہماری نیت کو بھی دیکھتے ہیں۔ اور ہمارے کرموں کو بھی۔ نیت کا پھل بھی دیتے ہیں۔ اور کرموں کا پھل بھی۔ یہ سن کر پادری صاحب کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ لاجواب ہو کر چل دئے۔ دوسرے دن ہی ہمارے پاس نوٹس بھیجدیا۔ کہ بنگلہ خالی کر دو۔ لیکن چونکہ ہم باقاعدہ کرایہ نامہ لکھ کر دے چکے تھے۔ اس لئے اس پادری کو یتھا یوگیہ جواب دیا گیا۔ کہ جاؤ۔ عدالت میں جا کر نالش کرو۔ ہم بنگلہ خالی نہیں کرتے۔ چونکہ وہ پادری بارعب تھا۔ اس لئے مجسٹریٹ وغیرہ کے ساتھ مل ملا کر اس نے دوسری شرارت یہ کی۔ کہ ہمیں باغی مشہور کر دیا۔ پولیس انسپکٹر مع دو سپاہیوں کے ہمارے پاس پہنچا۔ اور اپنی ڈائری سیاہ کر کے چلا گیا۔ اس کے بعد اس پادری نے پھر دو تین بار ہمیں نوٹس دیا۔ لیکن اس کو پھر بھی وہی جوب دیا گیا۔ آخر ہم اپنا موسم گزار کر چلے آئے۔ لالہ جیون داس جی نے ستیارتھ پرکاش میں جو مذکورہ بالا سنشودھن کیا ہے۔ وہ ٹھیک اس پادری کے سوال کی طرح ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ لالہ جی کہیں لٹھ لیکر ہمارے پیچھے ہی نہ پڑ جائیں۔ کیونکہ جن لوگوں کو کبھی ان سے بات چیت کرنے یا بحث کرنے کا موقع ملا ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ جب تک تم لالہ جی کی ہاں میں ہاں ملاتے رہو گے۔ بچے رہو گے۔ لیکن جہاں تم نے اُن سے ذرا اختلاف کیا۔ بس پھر کیا تھا۔ لالہ جی بپھر بیٹھتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں لال ہو جایا کرتی ہیں۔ اور زبان بے بس۔ آخر بات کرنے والا بھلا مانس سوچتا ہے۔ اے خداوند میں نے بُرا کیا۔ جو لالہ جی کی بات کاٹی۔ مجھے میری اگیانتا کا پھل مل گیا۔ اب تو مجھے اس عذاب سے رہائی دے۔ جن لوگوں کو لالہ جی سے کبھی بات چیت کرنے یا بحث کرنے کا موقع ملا ہے۔ وہ اس بات کو جاننے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہمیں اندیشہ ہے۔ تو یہی۔ کہ گو لالہ جی نے اپنی "سنشودہت ستیارتھ پرکاش" کا نمونہ پبلک میں نکتہ چینی کے لئے پیش کر دیا ہے۔ مگر اس پر نکتہ چینی کر کے ہمارے ساتھ بھی کہیں لالہ منشی رام جی کی طرح نہ سلوک ہو۔ لالہ جی نے لالہ منشی رام جی کے پاس مدت ہوئی کہ ایک کتاب جس کا نام اگر ہم غلطی نہیں کرتے "سدہ جی کا جیون چرتر" تھا ریویو کے لئے بھیجی تھی۔ چونکہ کتاب میں بہت سی باتیں بیہودہ اور اُوٹ پٹانگ تھیں۔ اس لئے لالہ منشی رام جی نے بطور ایک ایڈیٹر کے نیک نیتی سے اُن باتوں پر بھی روشنی ڈال دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ وہ کتاب آریہ سماج کے دائرے میں بکنے سے رہ گئی۔ اور لالہ منشی رام جی نے اس دو کوڑی کی کتاب پر رائے زنی کر کے لالہ جی کی مترتا کو ہمیشہ کے لئے کھو دیا۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ لالہ جی کی مترتا کو کھو دیں۔ مگر کیا کریں۔ ایک طرف تو ستیارتھ پرکاش کا سوال ہے جس کے بارے میں معزز آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب یہ رزولیوشن پاس کر چکی ہے۔ کہ کوئی شخص بھی اس کے متن میں کسی قسم کی ردّ و بدل نہ کرے۔ دوسری طرف خود لالہ جی کا بھی خیال آتا ہے۔ کہ جب انہوں نے ایک چیز کو پبلک نکتہ چینی کے لئے پیش کیا ہے۔ تو ہم کیوں نہ اس پر نکتہ چینی کریں۔ پس نہ راہ رفتن نہ جائے ماندن۔ اگر لالہ جی کی وہ عبارت جو ہم نے اوپر نقل کی ہے۔ ٹھیک مان لی جاوے۔ تو بڑے آنند کی بات ہو۔ کیونکہ لالہ جی کے نزدیک پاپ کسی واہیہ کریا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو کیول انتریہ اشدھ بھاؤ کا ہی نام ہے۔ پس اگر ایک شخص لالہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جی کے سدھانت کو مدنظر رکھکر دل ہی دل میں لالہ جی کو گالیاں دیتا ہو۔ اور دوسرا شخص گالیاں دینے کی بجائے لالہ جی کے لٹھ رسید کرکے چت کر دیتا ہو۔ تو لالہ جی دل ہی دل میں گالیاں دینے والے کو تو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دینگے۔ اور لٹھ مارنے والے کو چھوڑ دینگے۔ کیونکہ اس کی کریا واہیہ کریا ہے۔ اور واہیہ کریہ لالہ جی کے نزدیک پاپ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر لالہ جی کرسئے عدالت پر بٹھا دئے جائیں۔ اور اُن کے پاس دو مقدمے آئیں۔ جن میں سے ایک میں تو ایک شخص نے دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن دوسرے نے قتل کر دیا تھا۔ تو لالہ جی دوسرے آدمی کو تو کہ دینگے۔ کہ تم جاؤ۔ کیونکہ تمہاری کریا واہیہ کریا ہے اور وہ کوئی پاپ نہیں ہے ہاں پہلے کو پکڑ کر پھانسی دیدینگے۔ کیونکہ اُس کا بھاؤ اشدھ تھا۔ اگر کہو۔ کہ دوسرے کا بھاؤ بھی اشدہ تھا۔ تبھی تو اس نے اس سے متحرک ہوکر قتل کی کریا کی۔ تو اُس کا یہ مطلب ہؤا۔ کہ اشدھ بھاؤ مثل بیج کے ہؤا۔ اور کریا مثل درخت کے۔ مگر تم کیول بیج ہی بیج کو مانتے ہو۔ اور درخت سے جو کہ اس کا واہیہ روپ ہے۔ انکاری ہو۔ اس لئے اگر کوئی شخص تمہارے تمام کپڑے تو لے اتار۔ کیونکہ وہ روئی کے بنے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے بدلے میں تمہیں ایک بنولا دیدے۔ تو تم اپنے سدھانت کے مطابق کوئی شکایت نہیں کروگے۔ یا تمہارے کھیت میں جو شیشم کے شاندار درخت ہیں۔ وہ تو کاٹ لے۔ اور اُن کے بدلے میں تمہیں شیشم کے بیج دیدے۔ تو بھی تم کوئی شکایت نہیں کروگے۔ اسی طرح اگر تمہارے نزدیک پاپ یا پُن کسی بیرونی کریا یا چیشٹا کا نام نہیں ہے۔ بلکہ کیول انتریہ اشدھ یا شدھ بھاؤ کا ہی نام ہے۔ تو دنیا میں جتنی بھی واہیہ پاپ یا پُن کی کریائیں ہو رہی ہیں۔ وہ سب متھیا ہوئیں۔ جب کرم متھیا ہوئے۔ تو کرم پھل کیسا۔ جب کرم پھل ہی نہ ہوا۔ تو "کرو گے بہ کرمانی" کی تعلیم بھی متھیا ہوئی۔ جو ایشور ایسی تعلیم دیتا ہے وہ بھی متھیا ہؤا۔ کیونکہ وہ کرم پھل کے نہ ہونے سے پھل داتا نہ رہا۔ اور پھر جب کرم ہی کچھ نہیں۔ تو انسان کو کرم اندریاں دینے والا ایشور مورکھ ہؤا۔ جب اندریوں کے کرم کرم نہ رہے۔ تو کرموں کی بدولت جو پنر جنم مارنگیا ہے۔ وہ بھی غلط ہؤا۔ اور ایشور جو کرموں کی بنا پر پنر جنم کا داتا ہے۔ اور جو ایسی تعلیم دیتا ہے۔ وہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مورکھ ہؤا۔ جب پنر جنم اڑ گیا اور ایشور کی ضرورت نہ رہی۔ اور پاپ یا پُنہ کیول انتریہ بھاؤن یا نیتوں کا نام ہی ہو گیا۔ تو جو بھی دو بدمعاش شردھا بھگتی سے چڑ کر بدمعاشی کرنا چاہیں۔ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے انتریہ بھاؤ تمہارے متر کی طرح جو شردھا بھگتی سے بھر کر دوسرے کو بھوجن کھلاتا ہے۔ ایک دوسرے کو ہانی پہنچانے کا نہ ہو۔ بلکہ برعکس اس کے وہ ایک دوسرے سے بدمعاشی کر کے آنند لیتے یا دیتے ہیں۔ تو وہ کداپی پاپی نہیں کہے جائینگے۔ خاص کر جبکہ بقول میاں بیوی راضی کیا کریگا قاضی۔ اول تو اُن دونوں میں شردھا بھگتی موجود ہو دوسرے وہ یہ جانتے ہوں۔ کہ پاپ کسی واہیہ کریہ کا نام نہیں ہے۔ کنتو کیول انتریہ اشدہ بھاؤں کا نام ہے۔ جو کہ اُن میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ عین صاف دل ہو کر بدمعاشی کرتے ہیں۔ پس اُن کو کھلی چھٹی ہے۔ جو چاہیں کریں۔ اگر کہو۔ کہ ایسا نہیں ہے۔ ایشور نیت کی سزا و جزا دیتا ہے۔ اس لئے ایشور کی ضرورت ہے۔ تو تمہارے نزدیک جب کیول پشچاتاپ کرنے ماتر سے اور بغیر دنڈ بھگتنے کے ہی آدمی نشپاپ ہو جاتا ہے۔ تو پھر ایشور کی کیا ضرورت۔ اگر کہو کہ پشچاتاپ بغیر ایشور کے بھے کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اُس کی ضرورت ہے۔ تو تم دیکھو۔ کہ تمہارے سامنے دیو سماج کے بعض آدمی کس قدر بدکاریاں کرتے رہتے ہیں۔ اور اُدھر روتے بھی رہتے ہیں۔ مگر اس پر بھی وہ خدا کی ہستی سے منکر ہیں۔ پس تمہارے سدھانت کے مطابق وہ نشپاپ ہوئے۔ اور اُن کے پشچاتاپ نے سِدھ کر دیا۔ کہ پشچاتاپ کے لئے ایشور کے بھے کی ضرورت نہیں ہے۔ پس اس بھے کے لئے بھی ایشور کی ضرورت نہ رہی۔ پس تمہارے اس سدھانت کے مطابق ایشور۔ اور ایشور نے جو کرم دھرم کی تعلیم دی ہے۔ وہ اور پنر جنم وغیرہ سب جہنم رسید ہو جاتے ہیں۔ پرنتو ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمہارا اپنا من گھڑنت سدھانت ہی غلط ہے ٹھیک بات یہی ہے۔ کہ پُن یا پاپ نہ کیول انتریہ بھاؤ کا نام ہی ہے۔ بلکہ واہیہ کریا بھی پاپ یا پُن میں شامل ہے۔ پرماتما جیسے نیتوں کا پھل دیتا ہے۔ ویسے ہی افعال کا بھی دیتا ہے۔ اور پاپ بغیر دنڈ بھگتے دور نہیں ہو سکتے۔ پشچاتاپ موخر ہے۔ اور دنڈ مقدم۔ تم تو رشی کے سدھانت کو درست کرنے چلے تھے۔ لیکن تم سب باتوں پر چوکہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دے بیٹھے۔ پس بہتر یہی ہے۔ کہ اگر تم بقول بیکار مباش کچھ کیا کر۔ کپڑے ہی ادھیڑ کر سیا کر۔ نکمے بیٹھنا نہیں چاہتے ہو۔ تو کوئی دوسرا شغل اختیار کرو۔ لیکن رشی پانند کی پستکوں کو اپنی بیکار مباشی میں ادھیڑ پھاڑ کرنے کا کام چھوڑ دو۔ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان پہنچیگا۔ تم نے چونکہ اپنی تحریر کو پبلک نکتہ چینی کے لئے پیش کیا تھا۔ اس لئے ہم نے اس پر نکتہ چینی کر دی ہے۔ امید ہے۔ کہ تم اپنے ہی سدھانت کے مطابق اس نکتہ چینی پر ہم سے ناراض نہیں ہو جاؤ گے۔ کیونکہ نکتہ چینی کرتے وقت ہماری نیت یا انتر یہ بھاؤ بالکل شدھ ہے۔ چونکہ ہم نے بذریعہ تحریر اپنے اس شدھ بھاؤ کا تم پر اظہار کر دیا ہے۔ اور یہ اظہار ہماری واہیہ کریا ہے۔ اور واہیہ کریہ تمہارے نزدیک پاپ یا پُن نہیں ہے۔ اس لئے بھی تم ہم سے ناراض نہیں ہو گے۔ اگر ناراض ہو گے۔ تو تمہارے سدھانت کا خود ہی کھنڈن ہو جائیگا پس اگر اور کچھ نہیں۔ تو اپنے سدھانت کی ہی لاج رکھنے کے لئے ہمارے ساتھ لالہ منشی رام جی کی طرح سلوک مت کرنا۔ باقی پھر کبھی +

برساتی پلیگ اور اُس کا علاج

جیسے برسات کے موسم میں ہمارے ملک میں مینڈک بہت پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس ملک میں برسات کے شروع ہوتے کے ساتھ ہی ڈیپوٹیشن کی پلیگ پھوٹ پڑتی ہے جس کا بڑا باعث بیکاری ہے۔ چونکہ اس ملک میں برسات کے دنوں میں اکثر دفاتر و دیگر محکموں میں رخصتیں ہو جاتی ہیں۔ اور حکام بالا بھی گرمی کی شدت اور میدانوں کے مچھروں سے بچنے کے لئے پہاڑوں پر چلے جاتے ہیں۔ اس لئے ہمارے دیسی بھائی کیا ہندو کیا مسلمان اول تو بیکار مباش کچھ کیا کر کو مدنظر رکھ کر دوسرے یہ جان کر کہ اگر اور کچھ نہیں تو چلو پہاڑ کی سیر ہی ہو جائیگی۔ دس پندرہ یار دوست مل ملا کر پہاڑوں پر بھی حکام بالا کے کانوں میں جا کر ڈیپوٹیشن کی بھنبھناہٹ شروع

CC-0. Prof. Satya Vrat Shastri Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر دیتے ہیں۔ حکام بھی ان آئے دن کی ان کی بھرماروں کا کیا جواب دیں۔ اس لئے وہ بھی سوال گندم جواب چینا دینے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم ذرا سی دیر کے لئے ان لوگوں کی درخواستوں کا جو کہ یہ اپنے ڈیپوٹیشنوں میں کرتے ہیں مطالعہ کریں۔ اور پھر جو ان کا جواب ملتا ہے۔ اُن پر نظر ماریں۔ تو بے ساختہ ہنسی آجائیگی۔ لطف دیکھئے۔ کہ عموماً ڈیپوٹیشن کی مرض پہلے پنجاب سے شروع ہوتی ہے۔ گزشتہ سال بھی ایسا ہی ہؤا تھا۔ اب کے پھر اس کا دورہ پڑا ہے۔ یہ بیماری پہلے مسلمانوں میں پھوٹتی ہے۔ اُن سے ہندوؤں کو لگتی ہے۔ رفتہ رفتہ مینڈکی کے زکام کی طرح تمام ہندوستان میں پھیل جاتی ہے۔ چنانچہ گزشتہ ۹۔ اگست کو مسلمانان پنجاب کا ڈیپوٹیشن شملہ میں لفٹنٹ گورنر صاحب کی خدمت میں اپنی عرضداشتوں کو لیکر حاضر ہؤا۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ سمجھئے۔ کہ ہم بڑے وفادار اور نمک حلال ہیں۔ پس گورنمنٹ کو چاہئے۔ کہ جو کچھ ہم مانگیں۔ ہماری جھولی میں پڑ جائے۔ ہماری تعلیم کے لئے روپیہ مل جائے۔ اور ہم کو عمدہ عمدہ عہدے مل جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر لاٹ صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ جواب درحقیقت مزیدار ہے۔ اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ "ہم تمہارے ڈیپوٹیشن کو سن کر بہت خوش ہؤا۔ دیکھو! آج کل ہندوستان میں سائنس خوب ترقی کر رہا ہے۔ انگریزی زبان نے بھی بہت ترقی کی ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ انگریزی زبان بہت جلدی ہی ہندوستان میں لنگوا فرینکا ہو جائیگا۔ دیکھو! پچھلے سال پنجاب میں بہت پلیگ پڑا۔ یہاں تک کہ ۵۸۸۸۸۰ آدمی اس کا شکار ہو گیا۔ اور ربیع کی فصل بھی خراب ہو گیا۔ اس سال پلیگ بہت کم پڑا ہے۔ بارش خوب ہو رہا ہے۔ فصل بھی اچھا ہوگا۔ ہم ان تمام برکتوں کے لئے خداوند کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم امید کرتا ہے۔ کہ پنجاب کا تمام لوگ مل جل کر کام کریگا کیونکہ پنجاب ہم سب کا فخر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔" مسلمان تو اس سوال گندم اور جواب چینا کو سن کر اپنا سا منہ لے کر آ گئے۔ اب ہندوؤں کو مرض لگا۔ کہ اوہو! مسلمان تو بن گئے وفادار۔ اگر ہم ڈیپوٹیشن نہ لے گئے۔ تو بس مارے گئے۔ چنانچہ ۲۲۔ اگست کو ہندو سبھا کا ڈیپوٹیشن بھی لاٹ صاحب کا تضیع اوقات کرنے کے لئے اُن کے دروازے پر جا کھڑا ہؤا۔ "مے۔ اِٹ۔ پلیز۔ یور۔ آنر۔ ہم ہندو بڑے وفادار

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں۔ ہمارے دھرم گرنتھوں میں لکھا ہے۔ کہ وفادار رہو۔ ہم حضور کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم کسی خاص مذہب وملت سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ حضور کے نمک حلال ہیں۔ حضور ہماری نمک حلالی کو دیکھئے۔ اور انعام دیجئے وغیرہ وغیرہ" اب سنئے۔ لاٹ صاحب کیا مزیدار جواب دیتے ہیں۔ "وہم یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ کہ ہندو وفادار ہے۔ پنجاب میں بہت عمدہ سپاہی پیدا ہوتا ہے۔ تجارت کو خوب ترقی ہے چنانچہ گزشتہ تین سال میں چناب کی نو آبادیوں سے کراچی اور ہندوستان کے دیگر حصوں میں ..... ۳۳ کروڑ روپیہ کا مال گیا۔ ہم امید کرتا ہے۔ کہ ہندوستان میں جو خرابی پڑ رہا ہے۔ اس سے اس وسیع براعظم کو بچانے کے لئے تم سب لوگ مدد کریگا وغیرہ وغیرہ" ان جوابات سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حکام اعلےٰ ان ڈیپوٹیشنوں کی کیسی قدر وعزت کرتے ہیں۔ اور اُن کو کیسے عمدہ جواب دیتے ہیں۔ لیکن اس پر بھی ہمارے بھائی خواہ مخواہ حکام کا وقت ضائع کرنے کے لئے ان کے دروازے پر جا کھڑے ہوتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ وہ جاتے تو ہیں۔ شملہ کی ٹھنڈی ہوا کھانے کے لئے۔ لیکن بقول نینا دیوی کے درشن اور "دمبخ بگڑ" کا سودا چلو چلتے چلتے ایک ڈیپوٹیشن کا سوانگ بھی بھر چلیں۔ وہ پہاڑ پر بیٹھکر سوانگ بھرتے ہیں۔ ادھر ہمارے میدانوں کے اخبارات کالم کے کالم سیاہ کر دیتے ہیں۔ کہ دیکھو ہمارے بھائی کیسی جانفشانی سے ہماری خواہشوں کو حکام تک پہنچا رہے ہیں۔ حالانکہ ایسا خاک بھی نہیں ہوتا وہ خوشامد کی بانسری بجاتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں ان کو یہ جواب ملتا ہے "وہم تمہاری بانسری سن کر بہت خوش ہوا۔ تھینک یو" پنجاب کی حالت دیکھ لی۔ اب ذرا بمبئی احاطہ کی حالت دیکھئے۔ پونا کے پلیگ زدہ شہر میں بھی پنجاب سے ڈیپوٹیشن کے جرمز پہنچے۔ اور وہاں کے بیس مسلمانوں نے جم گھٹا بنا ۱۱۔ ستمبر کو لاٹ صاحب کے دروازہ پر دستک جا ماری۔ لاٹ صاحب۔ کون؟ مسلمان۔ ہم مسلمان حضور کی نمک حلال رعایا۔ لاٹ صاحب۔ وَل کیا مانگتا ہے؟ مسلمان۔ حضور کو بانسری بجا کر سنانا چاہتا ہے۔ لاٹ صاحب بہت اچھا بجاؤ۔ اب ذرا مسلمانوں کے ڈیپوٹیشن کو سنئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے "حضور کے زیر سایہ دن عید اور رات شب برات ہو رہی ہے۔ حضور کے جان ومال کو دعا دیتے ہیں۔ حضور حکم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر دے۔ کہ اول ہم مسلمانوں کی ڈسٹرکٹ میونسپلٹی میں ایک خاص تعداد مقرر کر دی جائے۔ دوسرے گورنمنٹ بمبئی احاطہ میں ایک اُردو ٹریننگ کالج قائم کر دے۔ اور اُردو کو لازمی قرار دے۔ تیسرے پریزیڈنسی کے ہر ایک ڈویژن میں دو دو مسلمان ڈپٹی ایجوکیشنل انسپکٹر مقرر کئے جائیں۔ چوتھے۔ مسلمانوں کو بلا لحاظ تعلیم و لیاقت پبلک سروس میں عہدے دئے جائیں۔ پانچویں۔ بمبئی کے ہائی کورٹ میں کوئی مسلمان جج نہیں ہے۔ اس لئے وہاں ایک مسلمان جج مقرر کیا جاوے۔ وغیرہ وغیرہ" لاٹ صاحب نے ان "بھیک منگوں" کو جو جواب دیا ہے۔ وہ ہر ایک مسلمان کے پڑھنے کے لائق ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے "تم لوگ جو گورنمنٹ کی برکتوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس کو سن کر ہم بہت خوش ہوا۔ اور ہم تم لوگ کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ وَل۔ ایسا سوچا جا رہا ہے۔ کہ مسلمان لوگ کی میونسپل کمیٹیوں میں ایک تعداد رکھی جاوے۔ مگر تم لوگ جانتا ہے۔ کہ ہر ایک ملک میں یہ ایک مشکل بات ہے۔ کہ میجوریٹی (کثرت) کے مقابلے میں منوریٹی (قلت) کے حقوق کی اچھی حالت ہو۔ مگر ہم کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کی منوریٹی کی حالت اچھی ہو۔ وَل تم لوگ جانتا ہے۔ کہ اردو اس صوبہ کی مادری زبان نہیں ہے۔ گورنمنٹ کوئی اردو کالج کھولنا نہیں چاہتا۔ گورنمنٹ چاہتا ہے۔ کہ تعلیم کو ترقی دی جاوے۔ مگر اردو کو ترقی دیکر گورنمنٹ کے دفاتر کا کام اس صوبہ میں نہیں چل سکتا۔ تم لوگ کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو پبلک سروس میں بھرتی کیا جاوے۔ مگر مسلمان تعلیم کے لحاظ سے بہت پیچھے ہے۔ وہ جب تک تعلیم میں ترقی کر کے اپنے آپ کو مستحق نہیں بناتا۔ گورنمنٹ اس کو کوئی رعایت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ غیر مستحق کو رعایت دینا گورنمنٹ کا بدنامی ہے۔ اور اس رعایت والے کا بھی بدنامی ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی شکایت کا موقع دیتا ہے۔ کہ جب ایک غیر مستحق کو ایسا حق دے دیا گیا۔ تو ہم جو مستحق ہے۔ ہم کو کیوں اس سے محروم کیا گیا۔ وَل۔ ہم اس بات کو جانتا ہے۔ کہ اس وقت بمبئی کی ہائی کورٹ میں کوئی مسلمان جج نہیں ہے۔ مگر اس وقت سے بہت تھوڑی دیر پہلے تو ایک مسلمان جج تھا۔ اب سکرٹری اف سٹیٹ چاہتا ہے۔ کہ اس عہدے کے لئے جو سب سے اچھا امیدوار ہو۔ اُس کو جج بنایا جاوے۔ گورنمنٹ اس قاعدے کو توڑنا نہیں چاہتا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور کسی خاص فرقہ کی رعایت کرنا نہیں مانگتا۔ اور تم لوگ جانتا ہے۔ کہ کوئی شخص
ماں کے پیٹ سے قانون پڑھ کر نہیں نکلتا ہے۔ بلکہ وہ علم اور تجربہ سے اس کو حاصل
کرتا ہے۔ پس وہی جج ہوگا۔ جو جج ہونے کے قابل ہوگا۔ ہم امید کرتا ہے۔ کہ ہم نے
تمہارے ڈیپوٹیشن کے سب ضروری بات کا جواب اچھی طرح دے دیا ہے۔ اور تم کو
مایوس ہونے کا کوئی وجہ نہیں ہوسکتا۔ تم کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ترقی ہمیشہ قدرتی
طریقوں پر کرنی چاہیئے۔ نہ کہ مصنوعی طریقوں پر۔ قدرتی طریقہ یہی ہے۔ کہ تم
بہت تعلیم پاؤ۔ اپنے آپ کو مستحق بناؤ۔ یہ مصنوعی طریقہ ہے۔ کہ تم بغیر استحقاق
کے گورنمنٹ سے "فیور" چاہتا ہے۔ اگر گورنمنٹ تمہارے ساتھ فیور کرتا ہے۔ تو
دوسرا لوگ ناراض ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ سے ہم کیوں فیور نہیں مانگتا۔ اور
گورنمنٹ ہم کو کیوں فیور نہیں دینا چاہتا۔ اور تم لوگ جانتا ہے۔ کہ جو فیورٹ
(لاڈلا) ہوتا ہے۔ وہ اور بھی زیادہ بگڑ جایا کرتا ہے۔ پس تم لوگ کو گورنمنٹ کا فیورٹ
بنکر فیور حاصل کرنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ علم و تجربے سے ایسا کرنا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ"
بمبئی کے لاٹ صاحب کا یہ جواب بہت ہی ٹھیک ہے۔ لفظ بہ لفظ ٹھیک ہے۔
ہمارے خیال میں اگر تمام حکام سر جارج کلارک کی طرح صاف گو ہو جائیں۔
تو ہندوستان سے بہت سی بے چینی تو اُن کی صاف گوئی کی بدولت ہی دور ہو
جائے۔ اصل میں اس رعایت کی مرض نے ہندوستانیوں کو تباہ کر رکھا ہے۔
جو اٹھتا ہے۔ وہی گورنمنٹ سے رعایت مانگتا ہے۔ مشرقی بنگال کے مسلمانوں نے
فلر صاحب کی چاہتی بیوی بن کر یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ ہم کو ہر ایک صوبہ میں ایسے ہی
"خصم" ملتے جائینگے۔ جو ہماری ناز برداری کرینگے۔ اس لئے کچھ دنوں سے اس
بیگم صاحبہ کا دماغ بگڑ گیا تھا۔ بہت اچھا ہوا۔ جو سر جارج کلارک صاحب نے
اس کے اس فاسد خیال کو دور کر دیا۔ جواب دیا۔ اور خوب جواب دیا۔ اب دیکھنا چاہیئے
فلر میاں کی "مطلقہ بیوی" اپنے "وطن" میں بیٹھ کر چونڈا کھول کر روتی ہے یا
نہیں۔ اور کوئی "وکیل" اس کی وکالت کرنے کے لئے آگے نکلتا ہے یا نہیں۔
یقین غالب ہے۔ کہ لاٹ صاحب نے جس طرح اس کو جھاڑ کر جواب دیا ہے وہ ضرور
آزردہ ہوئی ہوگی۔ اگر ایسے موقع پر کسی "پیسہ" والے میاں نے جوڑ توڑ لگا کر کچھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر دیا۔ تو شاید کسی لاٹ صاحب کا پھر گھر بس جائے۔ اور اس خانہ آبادی پر کسی "پشیر" کو بشارت دینے کا موقع مل جائے۔ ورنہ سر جارج کلارک نے اس چاہتی بیوی کو جیسا کورا جواب دیکر مایوس کر دیا ہے۔ اندیشہ ہے کہ ایسی مایوسی کی حالت میں کہیں وہ ہندوؤں سے نہ جا ملے۔ ہم منتظر ہیں۔ کہ بمبئی کے ہندو لاٹ صاحب کے اس جواب سے جو کہ انہوں نے مسلمانوں کو دیا کچھ سبق لیتے ہیں یا نہیں یا وہ بھی اس مرض میں مبتلا ہو کر وہی بے سرا راگ گانے دوڑینگے ؛

آریہ اور آریتو کی تعریف

ایک مہاشے لکھتے ہیں۔ کہ کیا یہ آریتو ہے۔ آپ اپنے وقت کا قیمتی حصہ اور اپنے رسالہ کے مفید کالموں کو چند آوارہ گرد۔ ناپاک دل اور منحوس انسانوں کی بیخ کنی میں لگا رہے ہیں۔ یہ خود ہی اپنی موت مر جائینگے۔ آپ کسی مفید شغل میں لگیں۔ ہم اپنے بھائی کو بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے کوڈ میں آریہ اور آریتو کی جو تعریف ہے۔ وہ بہت کچھ نرالی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ آریہ وہ ہے۔ جو اپنے فرض سے تعلق رکھتا ہو۔ کسی پر حملہ نہ کرتا ہو۔ اگر کوئی اس پر حملہ کرے۔ تو بھی درگزر کرتا ہو۔ اگر کوئی اُس کو گالی دے تو سُن کر خاموش رہتا ہو۔ نہ عدالت میں جاتا ہو۔ نہ بذریعہ تحریر و تقریر کسی کو کچھ کہتا ہو۔ ہاں جب بدکردار اپنی بدکرداریوں میں دن بدن بڑھتے اور گستاخ ہوتے اور اس کی بردباری کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے اور اس کی دھیرج سے نیک سبق لینے کی بجائے اُلٹا اُس کو پہلے سے زیادہ دق کرتے چلے جاتے ہوں۔ تو اس کی آریتو کے ظہور کا وقت آجاتا ہے۔ اور وہ پھر مقابلہ پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب آریہ ایسا کرتا ہے۔ تو پھر زمین خواہ اپنی گردش کو چھوڑ دے۔ سورج اپنی روشن آنکھ کو بند کر لے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ وہ بدکرداروں کو ایک قابلِ عبرت سزا دیتا ہے۔ اُن کو رُلاتا ہے۔ پٹاتا ہے۔ ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اور اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتا ہے۔ جیسے کہ ایک باولے کتے کے ساتھ کیا جاتا ہو۔ جو کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

بلاوجہ اُس کو کاٹ رہا تھا۔ تاکہ دنیا دیکھے اور گواہی دے۔ کہ آریہ ایک بے ایذا اور دھیرج وان پرش کو کہتے ہیں۔ اگر اُس کو مقابلہ کے لئے بلایا جاویگا۔ تو وہ مقابلہ پر آنے سے بچنے کی کوشش کریگا۔ ہاں اگر اس کو سخت تنگ کر دیا جاویگا۔ اور وہ دیکھیگا۔ کہ نہ راہ رفتن نہ جائے ماندن۔ تو پھر وہ مقابلہ پر کھڑا ہو جائیگا۔ کم بخت ہے وہ انسان جس نے اس کو مقابلہ کے لئے مجبور کیا۔ بدنصیب ہے وہ سوسائٹی جس نے اُس کی بردباری کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ آریہ شانتی مجسم ہوتا ہے۔ لیکن جنگ کے موقع پر وہ آگ مجسم ہو جاتا ہے۔ اور بدکرداروں کو بھسم کر دیتا ہے پس آریہ کے ہر ایک ہمسایہ کا فرض ہے کہ وہ اُس کی نیچر کو جانے اور اُس کی دھیرج کا ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے۔ اسی طرح ہر ایک آریہ کا ماٹو یہی ہونا چاہئے۔ کہ وہ دھیرج وان ہوگا۔ وہ کسی پر حملہ نہیں کریگا۔ وہ گالیاں سنیگا لیکن خاموش رہیگا۔ وہ تنگ کیا جاویگا۔ لیکن وہ کسی کو تنگ نہیں کریگا۔ ہاں اگر اس کو جنگ کے لئے مجبور کیا جاویگا۔ تو وہ سر سے پاؤں تک آگ مجسم ہو جائیگا۔ اُس کی زبان سے شعلے اس کے قلم سے شرارے نکلینگے۔ جو کہ حریف کے خرمن کو جلا کر خاک سیاہ کر دینگے یہی آریتو ہے۔ اور بس ✣

بھوت چڑیل کی دُہائی

جن اصحاب نے ہمارے "دو خدائی بمب" کا مطالعہ کیا ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ دیوگورو بھگوان کیسا مخبوط الحواس اور توہمات کا پتلا ہے۔ وہ کیونکر بھوتوں اور چڑیلوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اور لوگوں کو بتاتا ہے۔ کہ ہمارے باپ دادا مر کر بھوت چڑیل بن جاتے ہیں۔ اور وہ ہمارے بچوں کو کھا جاتے ہیں۔ دودھ پی جاتے ہیں۔ مردار بھی چٹ کر جاتے ہیں۔ ہمارے دکھ درد کو بڑھا دیتے ہیں۔ اور ہماری مدد بھی کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم اُن سے مدد لینا چاہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر اس نے کئی بار اپنے مردہ بھوت چڑیل باپ دادا کے نام یہ تحریری اعلان جاری کیا ہے۔ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میری مدد کرو۔ اور میری بیماری کو ہلکا کرو۔ ان اعلانوں میں سے ایک اعلان "ہم خدائی بمب" میں نقل کر چکے ہیں۔ اور اس شخص کی مخبوط الحواسی پر روشنی ڈال چکے ہیں اب ذرا اور مزے کی بات سنئے۔ آج کل ہندوؤں کے شرادھوں کے دن ہیں۔ ہندو تو اپنے مرت پتروں کو کھیر پوری پہنچاتے ہیں۔ لیکن یہ دیوگورو اپنے بھوت چڑیلوں کے نام فرمان جاری کر رہا ہے۔ کہ تم دھرم پال کو ہلاک کرو۔ چنانچہ اسی کے ایک "بھوت سیوک" کے ذریعہ ہمیں پتہ لگا ہے۔ کہ اُس نے جو ہمارے اوپر مقدمہ چلایا تھا۔ اس میں فتح پانے کے لئے بھی اُس نے ان ہی بھوت چڑیلوں کی مدد کے لئے تحریری اعلان جاری کیا تھا۔ لیکن لطف دیکھئے۔ کہ اس کے بھوتوں اور چڑیلوں کی تمام ہائے دھائی کے باوجود وہ مقدمہ خارج ہوگیا۔ اس کے بھوتوں نے اس کو شاید دوبارہ صلاح دی۔ کہ تم نگرانی کرواؤ۔ ہم پھر مدد کرینگے۔ لیکن ہمارا خیال کیا بلکہ یقین ہے۔ کہ دیوگورو کے بھوت چڑیلوں پر بھی جب ایک خدا پرست کا ہنٹر پڑیگا۔ تو وہ بھی دھوتی چھوڑ کر بھاگ جائینگے۔ چنانچہ جب سے "خدائی بمب" اور "خدائی سڈیشن" نکلے ہیں۔ تب سے یہ لوگ اور بھی رو رو کر اپنے بھوتوں اور چڑیلوں سے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ کہ دھرم پال جیسے موذی کو تباہ کردو۔ اگر خدانخواستہ موسم کی بے اعتدالیوں کی وجہ سے میں بیمار ہوگیا۔ تو ان لوگوں کو خوب بغلیں بجانے کا موقع ملیگا۔ کہ دیکھا آخر ہمارے بھوتوں نے اس کو جا دبایا۔ مگر میں پرماتما کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ باوجودیکہ اس ستمبر کے مہینہ میں لاہور میں سخت موسمی بخار ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ دفتر انارکلی کا مینجر۔ اس کا پریوار۔ اور چپراسی وغیرہ سب ہی اس بخار میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ لیکن میں پرماتما کی کرپا سے بالکل تندرست ہوں۔ حالانکہ پہلے کبھی بھی میں اس موسمی بخار سے نہیں بچا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیوگورو کے بھوت چڑیل بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بلکہ اگر سچ پوچھو۔ تو وہ اُلٹا دیوگورو کو ہی جا کر تنگ کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے "خدائی بمب" میں دیوگورو کی ڈائری کا ملاحظہ کیا ہے۔ وہ بخوبی جان سکتے ہیں۔ کہ اس شخص کی بھوتوں نے کیا حالت بنا رکھی ہے۔ دیوگورو پہلے خدا سے مدد مانگا کرتا تھا۔ لیکن اب بھوت چڑیلوں سے مدد مانگتا ہے۔ مگر لطف یہ ہے۔ کہ وہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھوت چڑیل بجائے اُس کی مدد کرنے کے اُس کو اور زیادہ ذلیل و خوار کر رہے ہیں ہیں بتاؤ نگا۔ کہ ان چڑیلوں نے دیوگورو کے برخلاف کیسی بغاوت پھیلا رکھی ہے۔ دیو گورو تو ان بھوت چڑیلوں سے پرارتھنا کرتا ہے۔ لیکن ہم اپنے خداوند سے پرارتھنا کرتے ہیں۔ کہ وہ ہے رُدّر! تو انتریامی ہے۔ سروگیہ ہے۔ تو جانتا ہے۔ کہ ہماری نیت کیا ہے۔ اور ہمارا ارادہ کیا۔ ہے رُدّر! تو ہمارے قلم میں بل دے۔ کہ ہم مجرموں اور باغیوں کو پکڑ کر تیرے دربار میں حاضر کر سکیں۔ ہے رُدّر۔ تو تیج ہے۔ تیرا تیج ہمیں پراپت ہو۔ تاکہ ہم تیرے برخلاف بغاوت پھیلانے والے ہر ایک بدکردار کو رُدّر روپ دھارن کر کے پراست کر سکیں۔ ہے رُدّر۔ بدکردار باغی بھوت چڑیلوں سے مدد مانگتے ہیں۔ لیکن ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ اور تو نشچہ ہماری مدد کر رہا ہے۔ اور ہم اس چڑیلوں کے سوامی کو مع اس کی چڑیلوں اور اس کی سینا کے جہنم رسید کر رہے ہیں۔ ہے رُدّر! تو بدکرداروں کو دنڈ دیتا ہے۔ تیرے اس نیا نیم کے مطابق ہی باغیوں کو دنڈ مل رہا ہے۔ اور وہ رو رہے ہیں۔ ہے رُدّر۔ تو بل ہے۔ تو ہمارے قلم میں اور بھی ادھک بل دے۔ تاکہ ہم بغاوت کے سرغنہ کو نیچا دکھا سکیں۔ اور اُس کی تمام سینا کو شمشیر قلم سے ذلیل کر سکیں۔ اور دنیا کو دکھا سکیں۔ کہ جو تجھ سے بغاوت کرتا ہے وہ کیسا ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ ہے رُدّر۔ ہم تیرے حضور میں کمزور اور گنہگار ہیں۔ اور ہم اپنی کمزوری اور گنہگاری کے معترف ہیں۔ تتھاپی ہم تیرا دھنیاد ادا کرتے ہیں۔ کہ تو نے ہم کو اپنی اپار کرپا سے اتنا بل اوشیہ دیا ہے۔ کہ ہم اُن تمام باغیوں کو جو تیرے برخلاف بغاوت پھیلاتے ہوں۔ نیچا دکھا سکیں۔ اور قطعی طور پر نیچا دکھا سکیں۔ اور ہم دکھا رہے ہیں۔ ہے رُدّر! یہ کیوں تیری ہی سہایتا ہے۔ تو ہمیں ادھک بل دے۔ ہے رُدّر! اس دیواسر سنگرام میں ستیہ کی جے ہو۔ اور استیہ کی پراجے۔ ستیہ کا جھنڈا بلند ہو۔ اور استیہ۔ متھیا۔ پاکھنڈ۔ گھور کپٹتا۔ دُشٹتا اور حرامکاری کا جھنڈا بیخ و بن سے اکھڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گنڈی موری میں جا گرے۔ اور وہاں سے کسی بدرو میں سے ہوتا ہوا دریائے راوی کے راستہ کھاری سمندر میں جا کر غرق ہو جائے۔ ہے رُدّر! تو ہم پر ایسا ہی آشیرباد کر"۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Mid Air Fighting with the Yong Boodles & their Living Books

ڈائریکٹر عطنگ وودی یتیک یوڈلز۔ اینڈ۔ ویر۔ بگ۔ بوئی

المعروف بہ

ہوائی جنگ

جو لوگ اگنی میں دیو گورو کے بعض بھگتوں کی شرمناک سیاہ کاریوں کا حال پڑھ کر چونک اٹھے تھے۔ وہ "خدائی بمب" میں دیو گورو کی اپنی شرمناک حالت کا عکس دیکھنے کے علاوہ اس کے بڑے بڑے بھگتوں کی سیاہ کاری۔ بدمعاشی۔ چوری۔ ٹھگی۔ دھوکہ دہی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کر کے جو کہ اُن کے خود نوشت خطوط کی بنا پر طشت از بام کئے گئے ہیں۔ الامان۔ الامان پکار رہے ہیں۔ خدائی بمب نے اس بات کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دئے ہیں۔ کہ کیونکر اس ملک میں دھرم اور سائنس کے نام پر سیاہ کاری۔ بدکاری۔ دھوکہ دہی۔ اور ٹھگ ودیا کی دکان چلائی جا سکتی ہے۔ ہمارے خیال میں جس شخص نے خدائی بمب کا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ بہت گھاٹے میں رہا ہے۔ خدائی بمب کا مطالعہ کرنے سے جہاں اس بات کا اچھی طرح پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ دیو سماج کے اندر کس قسم کے زناکار۔ بدمعاش۔ ٹھگ اور چور بھرتی ہوئے ہیں۔ وہاں اس بات کا بھی بخوبی پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ خود دیو گورو بھگوان کیسا نیچ اور مکار آدمی ہے۔ اور کہ اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے کیونکر وہ ایک باپ کو چھوڑ کر دوسرے کو پکڑتا اور اپنی خواہشات کے بس ہو کر وہ کیا کچھ کرتا رہا ہے۔ اور اب تک بھی وہ کیونکر کمزور دل مردوں اور نادان عورتوں کو چڑیلوں بھوتوں کی شرمناک تعلیم دے کر ان کی جیب پر دندان طمع تیز کر رہا ہے۔ ان باتوں کے علاوہ خدائی بمب سے اس بات کا بھی بخوبی پتہ لگ جائیگا۔ کہ جو لوگ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیو گورو اور اس کے بھگتوں کی اس قسم کی تمام کرتوتوں کو جان کر اور پڑھ کر بھی اس کے جال میں پھنسے رہیں۔ یا آئندہ پھنسیں۔ وہ کس قدر مورکھ اور بے وقوف کہے جا سکتے ہیں۔ ایسے سادہ لوحوں کو اگر ہم بُوڈل کہیں۔ تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ اور ان کے ایسے پاکھنڈی گورو کو جو اس قسم کا جال پھیلا کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ ہم بگ بُوبی کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم شاید یہ الفاظ استعمال نہ کرتے۔ اگر یہ مردم آزار اور موذی انسان ہمارے رشیوں منیوں کو بُرا اور ان کی تحریروں کو یا اُن کی تعلیم و تلقین کو بُروں کا گھونسلا کہکر اور تمام خدا پرستوں کو احمق اور گمراہ بتا کر شرمناک مخول نہ اڑاتے۔ یقیناً یہ لوگ جو نہ تو دھرم کرم کی پرواہ کرتے ہیں۔ نہ ہی سائنس سے چندان واقفیت رکھتے ہیں۔ قطعی بوڈل ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان بوڈلوں اور ان کے بگ بُوبی کے برخلاف جنگ کریں۔ اور ان کی تمام مکاری۔ ریاکاری۔ سیاہ کاری کا پلستر اکھاڑ کر اپنے ہم وطنوں کو ان کے جال میں پھنسنے سے بچائیں۔ اگرچہ اگنی۔ آسمانی گولہ۔ لاہوری پاکھنڈی۔ خدائی سڈیشن۔ اور خدائی بمب کے بعد اب چندان ضرورت نہیں تھی۔ کہ ہم ان مہذب وام مارگیوں کی اندرونی سیاہ کاریوں اور ان کی الٹی تعلیمات کو پبلک میں لاتے۔ لیکن ابھی کچھ بھی نہیں ہوا۔ ابھی تو ان کے برخلاف جنگ کی ابتدا کا پہلا گولہ چھوڑا گیا ہے۔ اور وارڈیکلیر کی گئی ہے۔ اصلی جنگ تو اب شروع ہوگا۔ اور یہ "ہوائی جنگ" ہوگا۔ ہم اب بھی درگزر کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ یہ موذی انسان خدا کو گالیاں دینا چھوڑ دیں۔ ورنہ اُن کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ خدا پرستی میں کیا طاقت ہوتی ہے۔ مت خیال کرو۔ کہ ہم محض دھمکی دیتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم دھمکی دینا نہیں سیکھے۔ ہم "ہوائی جنگ" کا اعلان دیتے ہیں۔ ہم کچھ دیر دیکھینگے۔ کہ آیا یہ بدکردار اپنی روش سے باز آتے ہیں یا نہیں۔ ورنہ فائر۔ "ہوائی جنگ" میں کیا مصالح ہوگا۔ اس کا پتہ وقت پر لگ جائیگا +

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لاثانی دھرم اوتار کی لاثانی سائنس دانی

دیوسماج کے بانی یعنی سیتانند اگنی ہوتری صاحب نے کہ جو خود اپنی ہی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ اپنے آپ کو ہر پہلو سے لاثانی ظاہر کرتے اور اسی لئے اُن کے چیلے چانٹے بھی انہیں کے لفظوں کو دُہرا کر اور جو کچھ اُس نے اُن بیچاروں کو اپنی خدائی صفات بتلائی ہیں اُن کے علاوہ اپنی طرف سے اور بھی نمک مرچ مصالحہ لگا کر محض جھوٹی اور لایعنی تعریفوں کے پُل باندھتے رہتے ہیں۔ اپنے ایجاد کردہ دھرم کو سائنس گرونڈڈ ریلیجن یعنی سائنس پر مبنی یا بگیان موکت دھرم ظاہر کیا ہے۔ مگر طرفہ ماجرا یہ ہے۔ کہ خود یہ شخص اور اس کے گمراہ کردہ چیلے چانٹوں میں سے کوئی ایک شخص بھی سائنس کی معمولی اور عام فہم باتوں تک کو بھی نہیں جانتے۔ ہاں سائنس کا نام لے کر دیہاتی جاٹوں کو اپنے جال میں پھنساتے اور پھنسے ہوؤں کو ایک یا دوسری قسم کا بہانہ بنا کر اُلجھاتے ضرور رہتے ہیں۔ اس سے پہلے میں نے اشتہاری دھرم والے ٹریکٹ کے صفحہ ۳۶-۳۷-۳۸ پر بتلایا ہے کہ کس طرح پر ۲۸- مئی ۱۹۰۵ء کے جیون تت میں دیوگورو صاحب نے سونے چاندی لوہے اور ٹین کو کہ جو مُفرد عنصر ہیں۔ عنصروں سے بنی ہوئی چیزیں یعنی مرکّب بتلایا ہے کہ جس بات کو کیمسٹری کا ایک بتدی سٹوڈنٹ بھی بخوبی جانتا ہے +

یہاں میں سائنس گرونڈڈ ریلیجن کے بانی کی ایک اور سائنس کے متعلق ہی بہت بڑی سائنس دانی کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ اپنے اندرونی اخبار جیون پتھ بابت بھادوں سمت ۱۹۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "دو اکس نامک کرنوں (اکسریز) کو پا کر اُن کی جوتی میں انسان اپنے ستھول جسم کے اندر چمڑے اور موٹے موٹے پٹھوں سے گھرے ہوئے اعضاء کو پرتیکھش رُوپ سے دیکھ سکنے کے لائق بن گیا ہے۔ اور لوہے جیسے سخت دھات کے صندوق میں بھی اگر کوئی چیز بند ہو تو اُسے اُن کرنوں کے پریوگ سے دیکھ سکتا ہے"۔ جن لوگوں نے اکسٹرز کا تماشا دیکھا ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ یہ تحریر سر سے پیر تک محض گپ ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور بحیثیت لکھنے والے کے دیوگورو صاحب کو بوجھ بھجکڑ اور بیچارے ان پڑھ جٹّوں کو چھوڑ کر بعض پڑھے لکھے یا گریجوئٹ اور سائنس دان چیلوں کو یہ مضمون پڑھ کر بھی چُپ لگا جانے اور "لاثانی دھرم اوتار" کی گپ کو گپ ظاہر کر سکنے کی تاب نہ رکھ سکنے کی وجہ سے اگر اندھے پیرو کہا جاوے تو بالکل بجا ہے۔ کیونکہ اکسریز کے ذریعہ انسان کے اندرونی اعضاء مطلقاً نظر نہیں آتے ہاں صرف ہڈی یا کسی دھات کی بنی ہوئی گولی وغیرہ چیز کا سیاہ سایہ ضرور نظر آتا ہے لیکن ہمارے بُوجھ بھجکڑ سائنس دان اور بگّیان مولک دھرم کے بانی صاحب اپنی اس انوکھی سائنس دانی کے ذریعہ لوہے کے صندوق میں سے بھی اکسریز کو گزار کر اپنے سائنس دان چیلوں کو اُس کے اندر کی چیزیں جو عموماً چاندی سونے کے سکّے یا زیورات اور نوٹ وغیرہ ہوتے ہیں۔ دکھاتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سوچتے۔ یا سوچنے کی تکلیف تک اُٹھانا گوارا کرنا نہیں چاہتے کہ جب اکسریز لوہے جیسی سخت دھات میں سے گزر گئی۔ تو پھر چاندی سونے اور کاغذات میں سے نہ گزر جاویگی۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ اندھے پیسیں تھوتھے دھان ٭

راقم گردہر رائے

دیوگورو کے بھگتوں کو ڈبل چیلنج

ناظرین۔ اگنی اور خدائی بمب کے مطالعہ سے آپ کو یہ تو بخوبی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ ہمارے دیوسماجی بھائی کس کیرکٹر کے آدمی ہیں۔ مگر چونکہ وہ دل آزار تحریریں نکالنے سے باز نہیں آتے اس لئے ہم اُن کو اس دفعہ ڈبل چیلنج دیتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ اس وقت تک ہم نے ان کو جس قدر چیلنج دئے ہیں۔ ان میں سے ان لوگوں نے ایک چیلنج کا بھی جواب نہیں دیا۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ ایک خدا پرست کے خوفناک قلم کے سامنے کس قدر کانپ رہے ہیں۔ لیکن ان کے ۳۱۔ اگست سنہ ۱۹۰۸ء کے پرچہ کی ایک تحریر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا ملاحظہ کیجئے۔ لکھا ہے۔ آریوں کے جھوٹ بولنے اور لکھنے کی کوئی حد نہیں۔ مگر بے حیائی اور بے شرمی کو انہوں نے اپنا شیوہ اور ایسا پیشہ بنا رکھا ہے۔ کہ باوجودیکہ کل سماج کے ممبر اس بات کے دل سے قائل ہیں۔ کہ واقعی نیوگ محض زناکاری ہے۔ اور دنیا کے تمام عقلا اور کل مذاہب اس کو ایک زبان ہو کر بدمعاشی و بے حیائی و زناکاری کے تحت میں بتلاتے ہیں۔ مگر آریہ ہیں۔ کہ آنکھیں بند کرکے اور بالبے حیائی تیرا ہی آسرا ہے۔ کہکر بھی پکارے جاتے ہیں۔ کہ جیسے کھلے طور پر وید ہے ویسے ہی کھلے طور پر نیوگ تو فرمائیے۔ یہ حرامکاری کیونکر ہوا۔ حالانکہ جیسے کھلے طور پر حرامکاری ہے۔ ویسے ہی کھلا طور نیوگ کے لئے ہے۔" اے ناظرین! آپ نے دیکھ لیا۔ کہ ان لوگوں کے اخبار میں کیسی عمدہ تحریریں شائع ہوتی ہیں۔ ایسی ایسی تحریروں کا ہمیں جواب دینا پڑتا ہے۔ "اگنی" اور "خدائی بمب" میں ہم نے ان لوگوں کی حرامکاری کو جس طرح ان کے اپنے خود نوشت بیانات سے ثابت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو رات دن "حرام کاری" کے ہی خواب آتے رہتے ہیں۔ لیکن ہم ان "حرامکاری" کے خواب دیکھنے والوں کو ڈبل چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ اور تو اور اس بات کو ثابت کردیں۔ کہ آریہ سماج کے تمام ممبر نیوگ کو دل سے زناکاری مانتے ہیں۔ بس فیصلہ ہوگیا۔ اگر وہ اپنے اس بیان کے ثبوت میں تمام آریہ سماجیوں کے تو ایک طرف نصف آریہ سماجیوں کے بھی خطوط پیش کردیں۔ کہ وہ نیوگ کو زناکاری مانتے ہیں۔ اور وہ اپنے دعوے کو اسی زور شور سے ثابت کردیں جس طرح کہ ہم نے اپنے اس دعوے کو کہ دیو سماج میں جتنے آدمی ہیں۔ وہ ایک آدھ مثال کو چھوڑ کر حرامکاری۔ بدمعاشی۔ دھوکہ دہی۔ چوری۔ ٹھگی۔ زناکاری۔ وغیرہ کے مرتکب پائے گئے ہیں۔ اُن کے اپنے ہی خطوط کی بنا پر پایۂ ثبوت کو پہنچایا ہے۔ تو ہم تحریری وعدہ کرتے ہیں۔ کہ ہم آریہ سماج کو چھوڑ دینگے۔ ورنہ جھوٹے بے حیا بے شرم۔ نابکار۔ بدکار۔ حرامکار کے سر میں سو چھتر اور حقہ کا پانی ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوگورو کی ککڑوں کوں

پر

خدائی بجلی

اے ناظرین! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ کچھ سال ہوئے۔ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے انگریزی اخبار آریہ پتر کا میں ایک دفعہ اس کے ایڈیٹر نے دیوگورو کے بارے میں ایک ایسا بیان کر دیا تھا۔ جو کہ بعد ازاں اڈیٹر کو واپس لینا پڑا۔ وہ بھی محض اس بنا پر کہ ستیہ کا گرہن اور آستیہ کا تیاگ ہر ایک آریہ پرش اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اس بات پر دیوگورو نے اس قدر زور شور سے کلغی ہلانا۔ گردن اکڑانا اور ککڑوں کوں کرنا شروع کر دیا۔ کہ گویا اُس نے آریہ سماجیوں کا بیج ناش کر دیا ہے۔ چنانچہ اس فرعونِ بے سامان یا ہامانِ بے سامان نے غرضیکہ جیسا بھی محاورہ ہو۔ آپ سمجھ لیجئے۔ اس معافی نامہ کی ہزاروں کاپیاں شائع کروا کر بانٹیں۔ اور اپنی تقریباً ہر ایک تصنیف کے اخیر میں اس معافی نامہ کو چھاپا۔ یہاں تک کہ دیوگورو کے پتت چیلے دیورتن نے بھائی پرمانند ایم۔ اے کی باتوں کا جواب دیتے ہوئے جو ٹریکٹ شائع کیا۔ اس میں بھی بھائی صاحب موصوف کو وہی معافی نامہ دکھلا کر دھمکی دی۔ اسی طرح بعد میں اس احمق انسان نے جو رجسٹرڈ چٹھی اگنی کے جواب میں میرے پاس روانہ کی تھی۔ اس میں بھی اس معافی نامہ کا ذکر کر کے مجھے ڈرایا۔ غرضیکہ یہ نامرد اسی طرح ہیجڑوں کی طرح اُس معافی نامہ کو لے کر ہاتھ مارتے چلے گئے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ اب خدا پرستوں کا بیج ناش کر دیا ہے۔ اب ذرا وہ اس گیدڑ کے پروانہ کو میرے سامنے پیش کریں۔ تاکہ میں دیکھوں۔ کہ مجھے بھی ایسے ایسے سیاہ کاروں سے معافی مانگنی چاہیئے۔ یا اُن کی دُم پر "خدائی بجلی" کی بیڑی باندھ کر اُن کی ککڑوں کوں بلا دینی چاہیئے۔ باوجود اس تمام ذلت و خواری کے جوان شریف زادوں کو نصیب ہو رہی ہے۔ میں اُن کی طرح ہرگز اکڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلکہ میں اپنے آپ کو پرماتما کا ایک ناچیز بندہ خیال کرکے اپنے سر کو عاجزی سے اس کے دربار میں نگوں کئے ہوئے ہوں۔ ہاں باوجود ناچیز ہونے کے اس قلم میں اور اس سر میں اتنی طاقت ضرور ہے۔ کہ وہ پرماتما کی پاک ذات کو گالیاں دینے والے اور خود بدکاریاں کرنے والے انسانوں کو نیچا دکھا سکے۔ پس خدائی سڈیشن کے بعد خدائی بمب اور خدائی بمب کے بعد ہوائی جنگ اور ہوائی جنگ کے بعد خدائی بجلی ان موذی انسانوں کے سر پر گریگی۔ اور پورے زور کے ساتھ گریگی میں دیکھونگا کہ یہ باغی انسان کیونکر اُس کا مقابلہ کرتے یا اس کا جواب دیتے ہیں۔ دیوگورو اور اس کے پتت پنڈے پوجاری جو اتنی مدت سے خدا۔ خدا پرستی اور خدا پرستوں کے برخلاف گردن اکڑا اکڑا کر ککڑوں کوں کرتے چلے آرہے تھے۔ وہ دیکھینگے۔ کہ فتح کس کی ہوتی ہے۔ دراچاریوں کی یا سداچاریوں کی۔ دنیا جان لیگی۔ کہ خدا اور خدا پرستی اور خدا پرستوں کے ساتھ جنگ کرنا اور اس میں فتح پانے کی امید کرنا دنیا میں دراچاری انسانوں کی ہمیشہ سے ایک مہلک غلطی چلی آرہی ہے۔ اے خداوند! تو مجھے طاقت دے کہ میں تیرے نام کی تقدیس کروں۔ اور وہ جو تیرے جلال سے منکر تیرے برخلاف بغاوت کرتے اور تیرے بندوں کو تیری طرف سے گمراہ کرتے ہیں۔ وہ بھی تیری طرف آسکیں۔ اور اپنے گناہوں کے لئے شرمسار ہوکر تیرے حضور میں حاضر ہوں۔ اور ہم سب تیری تقدیس کرسکیں +

دیوگورو بھگوان کا اصول

دیوگورو بھگوان نے خدا پرستی کے نام پر خدا پرستوں سے اپیلیں کرکے روپیہ جمع کیا۔ اور مندر اور مکانات بنائے۔ لیکن اب اسی خدا کو یہ شخص جس طرح خونی۔ چور۔ قاتل۔ ٹھگ وغیرہ کہکر اور ساتھ ہی خدا پرستوں کو بھی جس قسم کی شرمناک گالیاں دے کر خوش ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ مگر افسوس بلکہ شرم کہ یہ شخص ابھی تک خدا پرستوں کی جیب پر ہاتھ مروا رہا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ اور اس کی اور اس کے چیلے چانٹوں کی روٹیوں میں ابھی تک خدا پرستوں کی روٹیوں کے ٹکڑے شامل دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن اس پر بھی یہ لوگ خدا پرستوں کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ دیو سماج کا اخبار اپنے ۳۱۔ اگست کے پرچہ میں دلچسپ چٹکلوں کی سرخی دے کر لکھتا ہے۔ کہ پنجاب کے ایک ضلع میں شری دیو گورو کا ایک سیوک رہتا ہے۔ جس نے ایک لمبے عرصہ سے یہ برت لیا ہؤا ہے۔ کہ وہ ہر روز کچہری یا سٹیشن پر جا کر دیو سماج کے لئے دان مانگینگے۔ ایک دن جبکہ وہ سٹیشن پر دان مانگنے کے لئے جانے والے تھے۔ تو اسی دن اس سٹیشن سے اُن کے سسر جو کہ ایک اور ضلع میں تحصیلدار ہیں۔ اترنے والے تھے۔ ان کی دھرم پتنی نے ان سے کہا کہ آج تو آپ سٹیشن پر دان مانگنے نہ جاویں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایک لمبی سی کہانی لکھی ہے۔ ہمارا اس کے نقل کرنے سے صرف اتنا ہی مطلب ہے۔ کہ دیو گورو کا یہ سیوک خدا پرستوں سے روپیہ وصول کر کے دیو گورو کے چیلوں کے لئے روٹیوں کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ لیکن پھر اپنی باری میں دیو گورو کے یہی بھگت خدا پرستوں کے پیسے سے روٹیاں کھا کر اُن کو ہی خوب گالیاں دیتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر ناشکر گزاری اور کمینہ پن کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ اگر دیو گورو درحقیقت کسی اصول کا آدمی ہے اور اس کے پنڈے پوجاری بھی کسی اصول کے آدمی ہیں۔ تو وہ کیوں نہیں یہ حکم دے دیتے کہ آئندہ کسی بھی خدا پرست کے سامنے پیسہ کے لئے ہاتھ مت پھیلاؤ۔ اور کہ وہ آئندہ کسی بھی خدا پرست کے پیسے کو نہیں چھوئینگے۔ مگر افسوس ایک طرف تو یہ ناشکر گزار اور بے اصولے انسان خدا پرستوں کے سامنے پیسے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کو گالیاں بھی دیتے ہیں۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کا کوئی اصول نہیں ہے۔ جہاں سے اور جس طریقہ سے ان کو روپیہ پیسہ مل جائے۔ بس وہی ان کا اصول اور وہی ان کا کرم دھرم۔ بلکہ سچ پوچھو تو ان کا اصول تو یہ ہے۔ کہ جس ہانڈی میں کھاؤ۔ اسی میں چھید کرو۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

CC-0. Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آخر خدا پرست کی شرن میں آئے!

دیو گورو بھگوان اور اُن کے پنڈے پوجاری خدا اور خدا پرستی پر اور خدا پرستوں پر جس قسم کے شرمناک مخول اور کمینہ حملے کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ ہمارے ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مگر اُدھر خدا پرستوں کی کیا حالت ہے۔ وہ ان کو پیسہ دینے یا ان کے آڑے وقت پر کام آنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ایک بات ذرا غور سے سنئے۔ جب دیو گورو کے اشارے سے دیو گورو کے چیلے امرسنگھ نے اندر کے ایڈیٹر پر استغاثہ دائر کیا۔ تو ان لوگوں کو وکیل کی بھی ضرورت پڑی۔ چنانچہ یہ کئی وکیلوں کے پاس گئے۔ لیکن معتبر ذریعہ سے سنا ہے۔ کہ بعض وکلا نے تو محض اس بنا پر ان کا مقدمہ لینے سے انکار کر دیا۔ کہ مقدمہ بالکل بے جان تھا۔ لیکن بعض نے اس بنا پر انکار کر دیا۔ کہ یہ لوگ پتت ہیں۔ ان کی مدد کرنا نامناسب ہے۔ اب تو ان کو بڑی دقت پیش آئی۔ آخر کار ہڈیاں گوڈے رگڑتے ہوئے یہ لوگ ایک خدا پرست خواجہ کمال الدین صاحب کے دروازے پر جا گرے۔ اور اس کی منت خوشامد کی۔ اس خدا پرست نے بھی ان پر رحم کھا کر ان کے مقدمہ میں پیش ہونا منظور کر لیا۔ اور وہ پیش ہوئے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ایک طرف تو یہ لوگ بلا استثنا خدا پرستوں کو احمق۔ بیوقوف۔ جھوٹے۔ متھیا وشواسی وغیرہ کہتے ہیں۔ اور خدا کو قاتل۔ موذی۔ چور۔ ٹھگ وغیرہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ لیکن پھر اُن ہی خدا پرستوں کے دروازے پر جا کر مدد مانگنے کے لئے جھک مارتے پھرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر ان لوگوں کے بے اصولے پن کا کوئی دوسرا ثبوت ہوگا۔ اگر دیو گورو ایسا ہی اصول کا بندہ ہے۔ تو پھر وہ اور اس کے چیلے چانٹے خدا پرستوں کے سامنے مدد کے لئے کیوں ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ کاروبار کا معاملہ ہے۔ وہ وکیل کو فیس دیتے ہیں۔ وکیل اُن کی وکالت کرتا ہے مگر کاروبار میں ہی تو اصول دیکھے جاتے ہیں۔ کہ کہاں تک اُن پر عمل کیا جاتا ہے۔ افسوس! خدا پرست تو ان کے ساتھ ایسا نیک سلوک کریں اور یہ خدا پرستوں کو ایسی گندی گالیاں دیں۔ شرم *

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِس کا جواب بھی سُن لو

دیوگورو کے ایک پُرانے بھگت گوردت کمار نے امریکہ سے دیورتن کے پاس ایک لمبا چوڑا مضمون بھیجا ہے۔ جس میں اُس نے جہاں آریہ سماج۔ برہمو سماج تھیوصوفیکل سوسائٹی اور مہابودھی سوسائٹی کو کوسا ہے۔ وہاں اس نے پنڈت گردھر رائے جی کے علاوہ اِندر کے ایڈیٹر کو نہ صرف گالیاں ہی دی ہیں۔ بلکہ اس کو "لاہوری گنڈا" تک لکھا ہے۔ ایڈیٹر اِندر ایک خدا پرست ہے۔ وہ ان الفاظ سے آزردہ ہونے کے لئے تیار نہیں ہے۔ ہاں گنڈوں۔ بدمعاشوں کی تمام بدمعاشیوں کو طشت از بام کرنے سے وہ نہ کبھی ڈرا ہے۔ نہ ڈریگا۔ اِندر کے ناظرین اگنی اور خدائی بمب وغیرہ کو پڑھکر اس نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور نہیں رہ سکے۔ کہ دیوسماج کے اندر کس قسم کے آٹھوں گانٹھ کمیت آدمی موجود ہیں۔ وہ خود ہی نتیجہ نکال لیں۔ کہ آیا اندر کا ایڈیٹر اس خطاب کا مستحق ہے۔ یا جن گنڈوں بدمعاشوں کی بدمعاشیوں کو وہ طشت از بام کر رہا ہے۔ وہ اس خطاب کے مستحق ہیں۔ اب ذرا آپ اس شخص کی حقیقت کو بھی سن لیجئے۔ جو امریکہ میں بیٹھکر دھرم پال کو گالیاں دے رہا ہے۔ جن دنوں میں دھرم پال مشن کالج لاہور میں پڑھتا تھا۔ اور دیو آشرم میں رہا کرتا تھا اُن دنوں میں دیوسماج کا یہی گورودت کمار ایک مہلک مرض میں مبتلا تھا۔ چنانچہ جب ایک دن دھرم پال نے اس سے اس کی بیماری کا حال پوچھا۔ تو اُس نے بتایا۔ کہ اُس کو آتشک ہے۔ اگرچہ تمام دیوسماجی اس سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن دھرم پال نے اُس کی تیمارداری کرنی اور اس کو تسلی دینا ضروری سمجھا۔ اب شاید یہ اسی خدمت کا صلہ ہے۔ جو کہ گوردت کمار دھرم پال کو دے رہا ہے۔ لیکن گوردت کمار اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ کیونکہ وہ خود ایک پتت انسان ہے۔ امریکہ جانے سے پہلے گوردت کمار نہ صرف دیوگورو کا پکا بھگت اور پُرانا سیوک تھا بلکہ وہ دیو آشرم لاہور میں اُن کے دفتر میں کام بھی کرتا تھا۔ دیوگورو کے ایک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرے بھگت کا بیان ہے۔ کہ ایک دن یہ شخص دیوگورو کے ایک دوسرے بھگت کو ریلوے سٹیشن پر چھوڑنے کے بہانہ سے تیس روپیہ چُرا کر ایسا رفوچکّر ہؤا۔ کہ آج واپس آتا ہے۔ تیس روپیہ مار کر اور بھاگ کر یہ شخص پہلے کچھ دنوں بنارس میں رہا۔ اور پھر کلکتہ کے کسی سکول میں گیا۔ لیکن وہاں سے بھی اس نے اپنی بدفطرتی کی وجہ سے دھکے کھائے۔ زاں بعد یہ جوں توں کر کے امریکہ جا پہنچا۔ دیوسماج کے آدمیوں کو پہلے تو مدت تک اس کا پتہ ہی نہ لگا۔ اور انہوں نے اس شخص کے کپڑے نیلام کر کے تیس روپیہ کی رقم وضع کرنی چاہی۔ لیکن بعد میں اس شخص نے دیوگورو کی از سر نو خوشامد کرنی شروع کر دی۔ اب یہ شخص امریکہ میں جا کر ایک بڑا مہاتما بن گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ امریکہ کے آدمی ہندوستانیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ نفرت کیوں نہ کریں۔ جب کہ ہندوستان سے گوردت جیسے آدمی بھی وہاں جا کر مہاتما بننے کی کوشش کرتے ہوں۔ ایسے ہی انسان ہوتے ہیں۔ جو اپنے ملک میں بدمعاشیاں اور چوریاں کر کے بھاگ کر دوسرے ممالک میں جا کر اپنے ہم وطنوں کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ لعنت ہے اس سوسائٹی پر جس کو ڈیفنڈ کرنے کے لئے ایسے ایسے آدمی آگے آئیں۔ اور دھتکار ہے۔ اُن ایڈیٹروں پر جو اس قسم کے آدمیوں پر ناز کریں۔ اور اُن کو خدا پرستوں کے مقابلہ پر کھڑا کریں۔ ڈوب مرو نالائقو! مگر کسی کنوئیں کو خراب مت کرنا۔ گندی موری میں ڈُوبنا!

ہنٹر سیریز

پرماتما سے باغی انسانوں کے سرغنہ اور اُس کے جرگہ کے سر پر ایک عرصہ سے "میکسم گن سیریز" کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ دسمبر میں میکسم گن بند اور ہنٹر سیریز شروع ہوگی۔ بدیں تفصیل:۔ ۱۔ دیوگورو بھگوان کی سیاہ کاری ۲ دیوگورو کے بھگتوں کی زنا کاری ۳۔ دیوگورو کے بھگتوں کی حرامکاری ۴ دیوگورو کے بھگتوں کی بدکاری ۵ دیوگورو کے بھگتوں کی غلط کاری ۶ دیوگورو کے بھگتوں کی ریاکاری ۷ دیوگورو کے بھگتوں کی مکاری ۸ دیوگورو کے بھگتوں کی ترکاری ۹ دیوگورو کے بھگتوں کو جلاب اور آخری پچکاری قیمت فی ٹریکٹ دو پیسہ سے زیادہ کسی صورت میں نہیں ہوگی۔ مفت بانٹنے والوں کو غضب کی رعایت دیجاویگی۔ بغاوت کے سر ہنٹر لگاؤ۔ اور خوب لگاؤ۔ وستی کرم کر ڈالو۔ یہ قنوجیا باہمن پنجاب سے بھاگنے نہ پائے۔ ایڈیٹر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بغاوت اور باغیوں کی خبریں

۱- پرماتما سے باغی انسانوں میں خدائی بمب اور خدائی سڑیشن نے سخت ہل چل ڈال رکھی ہے بعض باغی بغاوت سے توبہ کر رہے ہیں۔ ۲- سنا گیا ہے کہ باغیوں کا سرغنہ قریب المرگ ہے۔ کاش یہ خبر غلط ہو۔ تاکہ وہ جیتے جی اپنی بغاوت کا انجام دیکھ جائے۔ ۳- باغیوں کے کپتان دیورتن نے موگہ میں پرماتما کے برخلاف لیکچروں کے ذریعہ بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ اس خبر کے ملتے ہی ایڈیٹر اندر اس باغی کی سرکوبی کے لئے ۱۶ ستمبر کی شام کو موگہ پہنچا۔ اور اس پر اس قدر بمب برسایا۔ کہ اس پدی کی بمب بول گئی۔ آخرکار ایڈیٹر اندر تین روز تک متواتر بمب برسا کر اور لگاتار لیکچروں کے ذریعہ باغیوں کی سرکوبی کر کے ۲۰ ستمبر کو واپس لاہور آ گیا۔

۴- ان لیکچروں کا موگہ میں یہ اثر ہوا۔ کہ موگہ کا بچہ بچہ بھی ان باغیوں کی حرامکاریوں وغیرہ سے آگاہ ہو کر بمب اٹھا اٹھا کر ان کی خبر لینے اور "دیوگورو کی بمب" بلانے لگ گیا ۵ باغیوں کے صوبیدار میجر امر سنگھ نے اپنے ۱۵ ستمبر کے اخبار کے دو صفحے ایڈیٹر اندر کے برخلاف ایسی ہی بے حیائی سے سیاہ کئے ہیں۔ جیسے کہ اس بے شرم نے بھری ریل گاڑی میں ایک بیگانی عورت کے ساتھ بغاوت کر کے اپنی سفید داڑھی کو بلا وسمہ سیاہ کر لیا تھا ۶- باغی اس بات کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح دھرم پال کو سزا ہو جائے۔ مگر باغیوں کے سرغنہ کو تو پہلے ہی سے پچاس روپیہ جرمانہ ہو چکا ہے۔ دھرم پال کو سزا دلا کر کیا اُن کی سفید داڑھیوں پر سے سیاہی کا ٹیکا اتر جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ ۷- صاحب ڈپٹی کمشنر نے اِن کے مقدمے کو خارج کر دیا تھا۔ لیکن اب صاحب موصوف نے مجھے ۳۰ ستمبر کو پھر بلایا ہے۔ وہاں پر امر سنگھ کی سفید داڑھی کے بھی درشن ہونگے ۸- اگر یہ مقدمہ چل پڑا۔ تو پردہ اُٹھ جائیگا۔ اور بہت سے دوسرے بھوت چڑیلوں کے بھی درشن ہونگے ۹- غالباً میں پھانسی نہیں دیا جاؤنگا۔ اس لئے اول تو مقدمے کے بیچ میں ورنہ اس کے فیصلے کے بعد۔ تو ضرور ہی ہنٹر برساؤنگا ہنٹر سیریز کا نوٹس تو آپنے پڑھ ہی لیا ہے ۱۰- چونکہ دیوگورو کے پنڈے پوجاری زیادہ تر بدمعاش طبقے کی بھرتی ہے۔ اور وہ اقدام قتل کے بھی مجرم ہوتے دیکھے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ تعجب نہیں ہوگا۔ کہ عدالت میں ناک تڑوا کر یہ تلوار تیز کرنے پر اتر آئیں۔ مگر ایک خداپرست کو سوائے خدا کے کسی بڑے سے بڑے بدمعاش سے بھی نہیں ڈرنا چاہئے۔ ۱۱- خدائی بمب و سڑیشن پر پبلک نے اس قدر خطوط روانہ کئے ہیں۔ کہ اُن کا ایک خاصہ ڈھیر لگ گیا ہے۔ مگر افسوس فی الحال ہم اُن خطوط کے اندراج کے لئے ایک سطر بھی گنجائش نہیں نکال سکتے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِندر میں تبدیلی

اِندر کی مسطر بجائے ۲۰ سطر کے ۲۵ سطر کی گئی۔ اور حجم بجائے ۶۴ صفحہ کے ۸۴ کر دیا گیا یہاں تک کہ اس میں پہلے سے دوگنا مضمون جانے لگ گیا۔ لیکن پھر بھی اِندر کا قلم ہل من مزید کا شور مچا رہا ہے۔ بعض نامہ نگار شاکی ہیں کہ اُن کے مضمونوں کو جگہ کیوں نہیں دی جاتی۔ لیکن یہاں جگہ ہی ندارد ہے دیں کہاں سے۔ اس تنگی کو دور کرنے کے لئے آخر کار یہ سوچا اور سوجھایا گیا۔ کہ اندر کو مہینہ میں دوبار یا اس کا حجم ہی سو صفحہ سے زیادہ کر دیا جاوے۔ لیکن افسوس! میں اپنے قلم سے کہتا ہوں کہ تو مضمون دیتا ہے روپیہ بھی دے۔ تاکہ حجم کے بڑھنے کے ساتھ جو اخراجات بڑھینگے۔ اُن کی تلافی ہو سکے۔ مگر میرا قلم سر ہلا کر کہدیتا ہے "ہُوں۔ ہُوں۔ یہ جھوٹی بات ہے مضمون جتنا چاہو لے لو مگر روپیہ کسی اَور سے مانگو" جب میں اِندر کے ناظرین پر نظر مارتا ہوں۔ تو دیکھتا ہوں کہ بعض مقامات میں اس کے ایک ایک پرچہ کو دس دس بارہ بارہ آدمی بلکہ بعض مقامات میں اس سے بھی زیادہ پڑھنے والے ہیں۔ اِندر مہینہ بھر ہاتھوں ہاتھ چکر کاٹتا رہتا ہے۔ اِندر کو جس قدر بھی مفت پڑھنے والے ہیں۔ اگر اُن میں سے نصف بھی یہ پرتگیا کر لیں کہ آج سے ہم مفت خوری کو چھوڑتے ہیں اور اِندر اپنے نام پر جاری کرواتے ہیں۔ تو جہاں ایک ہی مہینہ کے اندر اندر اِندر کی اشاعت دو ہزار تک پہنچ جائیگی۔ وہاں اس کے ساتھ ہی وہ ایک بہتر شکل وصورت میں حاضر ہو سکا کریگا۔ اِندر کا حجم تو بڑھیگا۔ اور ضرور بڑھیگا۔ لیکن یہ لازمی ہوگا۔ کہ اگر اس کے خریداروں کی تعداد دو ہزار تک نہ ہو گئی۔ تو شروع سال سے اُس کی قیمت بڑھا دیجاویگی۔ ابھی تین ماہ باقی ہیں۔ جو اصحاب چاہتے ہیں۔ کہ اس کی قیمت میں اضافہ نہ ہو۔ اُن کو چاہیئے۔ کہ اُن کے پرچہ کو جس قدر بھی مفت پڑھنے والے ہیں۔ ان میں سے کم از کم نصف کو تو اس بات پر مجبور کریں۔ کہ وہ پرچہ علیحدہ منگوائیں۔ اگر مفت پڑھنے والے اصحاب اس مفت خوری کے چسکے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں تو وہ اپنے اس چسکے کو مفصلۂ ذیل کتابوں کے ذریعہ پورا کر سکتے ہیں۔ جو کہ اُن کو خریدار بننے پر مفت روانہ کی جاوینگی ان کو صرف محصول ڈاک ادا کرنا پڑیگا۔ بہرکیف اِندر کو دو ہزار تک پہنچانے میں اس کے ناظرین کو ایک دفعہ تو سر توڑ کوشش کر کے دیکھ لینا چاہیئے۔ اب تک جو کوشش ہوئی ہے۔ اُسکے ٹانکے بند ہی ہیں تو اچھا ہے

۱۔ دھرم بلیدان ازاڈیٹر قیمت ۱ر+ ۲۔ لائیگر گس رشی کے قوانین ازاڈیٹر قیمت ۲ر+ ۳۔ ژرا شٹر ازاڈیٹر قیمت ۱ر+ ۴ اڈیٹر اندر کی پندرہ سالہ زندگی کے حالات قیمت ۶ر+ ۵۔ خدائی بمب قیمت ۶ر+ ۶۔ خدائی سٹلیشن قیمت ۶ر+ ۷۔ آسمانی گولہ قیمت ۴ر+ ۸۔ اگنی قیمت ۴ر+ ۹۔ وام مارگ کا کچا چٹھا قیمت ۴ر+ جو اصحاب اکتوبر تک اِندر کے نئے خریدار بنینگے۔ اُن کو یہ کتابیں مفت روانہ کی جاوینگی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۳

اڈیٹر دھرم پال بی۔اے لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر کے دس احکام کی بجائے اندر کا عہد جدید قابل یاد و قابل دید

۱۔ اندر ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لاہور سے شایع ہوتا ہے۔ سالانہ قیمت ہے ممالک غیر ۵ شلنگ فی پرچہ

۲۔ اندر کا پرچہ بطور نمونہ نہیں بھیجا جاتا۔ کوئی صاحب نمونہ طلب نہ کریں ۔

۳۔ پتہ تبدیل کی جو اطلاع مع نمبر چٹ ۲۶۔ تاریخ سے پہلے پہلے دفتر میں پہونچ جاتی ہے اسکا پتہ تبدیل کر دیا جاتا ہے ورنہ پہلے پتہ پر ہی پرچہ روانہ کر دیا جاتا ہے اگر ایسی صورت میں پرچہ نہ ملے تو ڈاکخانہ میں شکایت کرنی چاہئے

۴۔ اندر سب خریداروں کے نام بہت احتیاط سے وقت مقررہ پر روانہ کیا جاتا ہے پرچہ کی گمشدگی کی شکایت اسی ماہ میں دفتر اندر کے علاوہ اپنے ہاں کے ڈاکخانہ میں بھی کرنی چاہئے ۔

۵۔ بعض اصحاب کے نام تین تین چار چار بار پرچہ روانہ کیا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی انکی شکایت ہے کہ پرچہ نہیں آیندہ یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ ایسی تمام صورتوں میں دوسرا پرچہ تب بھیجا جائے اگر فریق ثانی بیرنگ لینے کیلئے تیار ہو

۶۔ وی۔ پی روانہ کرنے سے دو ہفتہ پیشتر کارڈ لکھ دیا جاتا ہے جنکو وی۔ پی لینا منظور نہ ہو وہ بواپسی ڈاک مطلع کریں تاکہ انکو پرچہ نہ بھیجا جاوے۔ اس سے نہ تو اندر کا نقصان ہوگا نہ انکی غفلت کا امتحان ۔

۷۔ مذکورہ بالا اطلاع کے باوجود بھی جو مکتوب الیہ اندر کے وی۔ پی کا نرادر کرتا ہے اسکا نام فوراً اسکے رجسٹر میں سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اندر کے رجسٹر میں تازہ خریداروں کا نام اتنی جلدی نہیں لکھا جاتا جتنی جلدی کہ اسکے نرادر کرنیوالوں کا نام اس سے خارج کیا جاتا ہے ۔

۸۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ اندر کا ایڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کے ساتھ جو کہ اندر میں شایع ہوتے ہیں تمام صورتوں میں کلیتہً اتفاق رکھے یا مضمون نگاروں کے تمام مضامین کو اندر میں جگہ دے یا واپس کرے تاوقتیکہ واپسی کیلئے محصولڈاک کا ذمہ مضمون نگار نہ لے ۔

۹۔ اندر میں دوائیوں کے اشتہارات کسی صورت میں بھی نہیں چھپ سکتے۔ اسبارے میں جتنے خطوط آتے ہیں وہ بلا جواب ہی چاک کر دئے جاتے ہیں دیگر نردوش مفید عام اشتہارات بشرط گنجایش بشرح آٹھ روپیہ فی صفحہ یا چار روپیہ نصف صفحہ یا دو روپیہ چوتھائی صفحہ ماہوار کے حساب سے چھپ سکتے ہیں قیمت پیشگی کمی بیشی کی گنجایش قطعی ناممکن ۔

۱۰۔ اندر وقت پر نکلتا ہے۔ تا اطلاع ثانی وہ ان قواعد کا پابند ہے۔ اسکے ناظرین کو بھی ان قواعد کا خیال رکھنا چاہئے تاکہ فضول خط و کتابت میں کسی کا بھی ہرج نہ ہو ۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

نومبر سنہ ۱۹۰۸ء

ہوائی جنگ

تمہید

دریا کا پانی صاف شفاف ہے۔ آہستہ آہستہ بہ رہا ہے۔ اس کے کناروں پر سبز سبز درخت کھڑے ہیں۔ جن میں مختلف رنگوں کے جانور چہچہا رہے ہیں۔ دریا کے کنارے پر گائے بھینس وغیرہ بھی چر رہی ہیں۔ چند کشتیاں بھی پڑی ہیں۔ ان میں سے کچھ چل رہی ہیں۔ جنٹلمین دریا کی سیر میں مست ہیں۔ دریا سے کچھ فاصلہ پر اسی جانب کو وسیع کھیت پڑے ہیں۔ مگر اُن میں نہ سبزہ نظر آتا ہے نہ اناج۔ کیونکہ فصل کٹ چکی ہے۔ صرف کیکر کے چند درخت دکھائی دیتے ہیں۔ دریا اور ان کھیتوں کے بیچ میں سے ریل کی سڑک گزر رہی ہے۔ صبح کی مسافر گاڑی مسافروں سے لدی جا رہی ہے۔ سیکنڈ کلاس کے کمرے میں دو جنٹلمین بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک کا رُخ دریا کی طرف ہے۔ دوسرے کا رُخ کھیتوں کی طرف۔ دریا کی طرف دیکھنے والا جنٹلمین دریا کے صاف

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شفاف پانی کو۔ کشتیوں کو درختوں کو۔ پرندوں کو۔ غرضیکہ مسکراتے ہوئے منظر کو دیکھ کر باغ باغ ہو رہا ہے۔ لیکن کھیتوں کی طرف دیکھنے والا انسان خالی کھیتوں کو دیکھ کر کچھ آنند نہیں پاتا۔ دونوں جنٹلمین بہت لمبا سفر کرنے کے بعد۔ ایک پاس کے سٹیشن پر اُتر جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک بولتا ہے۔ بھئی اس سفر میں جس قدر لطف آیا ہے۔ اس قدر کسی دوسرے سفر میں نہیں آیا تھا۔ دوسرا بولتا ہے۔ کیا خاک لطف۔ ہمیں تو خالی کھیت اور ڈُنڈ مُنڈ کیکر کے درختوں کے سوائے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ آخر طبیعت اُکتا گئی۔ خدا خدا کر کے سفر ختم ہؤا۔ اب کبھی اس طرف آنے کا نام نہیں لونگا۔ پہلا بولتا ہے۔ آپ نے محض کھیتوں کو ہی دیکھا ہے۔ اگر آپ دریا اور اس کے کنارے کی سبزی پر نظر مارتے۔ تو آپ کا دل باغ باغ ہو جاتا۔ دوسرا ناک بھوں چڑھا کر بولتا ہے۔ خاک سبزی۔ یہ محض تمہارے دماغ کا سبز باغ ہے۔ ورنہ ہمیں تو وہاں دریا وغیرہ کچھ نظر نہ آیا۔ غرضیکہ یہ دونوں جنٹلمین اسی طرح جھگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اور وہ دونوں ہی اپنے آپ کو راستی پر پاتے ہیں۔ درحقیقت وہ ہیں بھی کسی قدر راستی پر۔ لیکن مکمل راستی پر نہیں ہیں۔ کیونکہ اُن دونوں میں سے ہر ایک بلا دیکھے۔ سنے اور سوچے سمجھے دوسرے کی بات کو رد کر رہا ہے۔ حالانکہ دونوں میں کسی قدر سچائی ضرور ہے۔ مگر اُن کا یہ فرض کر لینا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ وہ تو قطعی وگیان مولک ہے۔ لیکن جو کچھ دوسرا کہتا ہے۔ وہ قطعی جھوٹ اور گپ ہے۔ ایک ظلم کی بات ہے۔ اسی کا نام تعصب یا ہٹ دھرمی یا پکش پات ہے۔ حالانکہ صحیح رائے اُسی کی ہو سکتی ہے۔ جو دونوں طرفوں کو دیکھتا ہو۔ اور جہاں اس بات کو تسلیم کرتا ہو۔ کہ دریا کے کنارے سرسبزی ضرور ہے۔ لیکن اس سبزی کو دیکھ کر کوئی عقلمند وہاں گھر نہیں بنا سکتا۔ مبادا وہ دریا برد ہو جائے۔ وہاں وہ اس بات کو تسلیم کرتا ہو کہ کھیت گو اس وقت خشک پڑے ہیں۔ مگر اناج کے کھتّے یہی ہیں! آریہ سماج کے بانی کی زندگی اور اُن کی تصانیف کا مطالعہ کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ وہ تعصب سے قطعی آزاد تھے۔ انہوں نے جہاں دیگر مذاہب کی کتابوں کے نقائص پر دندنا کر چوٹیں کی ہیں۔ وہاں ساتھ ہی اس کے اُن میں جو صداقتیں ہیں۔ اُن کے سامنے ایک سرل بچے کی طرح سر جھکا دیا ہے۔ کیونکہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ تعصب سے قطعی آزاد اور دونوں طرفوں کو دیکھ کر فیصلہ کرنے والے تھے مگر اس کے برعکس جن لوگوں نے آریہ سماج یا اس کے بانی پر چوٹیں کی ہیں یا آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ وہ محض تعصب سے اندھے ہو کر اور انتقام کے بس ہو کر یا آریہ سماج اور اُس کے بانی کے بارے میں کماحقہ علم نہ رکھ کر ایسا کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ آریہ سماج کی کسی خوبی کو یا اس کے بانی کی کسی عظمت کو محض اس لئے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اس کے مخالف ہیں۔ بلکہ جہاں تک اُن کا بس چلتا ہے۔ وہ آریہ سماج کی خوبیوں پر یا اس کے بانی کے بے نظیر کیرکٹر پر بھی اپنی بدنیتی سے سیاہی پھیرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہم اس بات کو خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آریہ سماج میں بعض کمزوریاں ہیں۔ اور ہم اُن کمزوریوں کو کبھی بھی چھپانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ نہ ہی ہم اُن پر پردہ ڈالنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔ لیکن جو لوگ لکھنو کے گنگا پرشاد ورما کی طرح آریہ سماج پر موسم بے موسم محض اس لئے عتاب نازل کرتے رہتے ہوں کہ وہ اپنے مخالفوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہوں۔ بلکہ دیکھتے ہی نہ ہوں۔ یا دیکھنے کی آنکھ ہی نہ رکھتے ہوں۔ کہ آریہ سماج کے مخالف خود آریہ سماج کے ساتھ کیسا ظالمانہ اور انسانیت سے گرا ہؤا سلوک کر رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک ایسے لوگوں کی رائے ریل کے مسافر کی رائے سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتی۔ جو کہ اپنے سفر میں ایک ہی طرف کو ایک ہی طاقی میں سے منہ نکال کر جھانکتے چلے جا رہے ہوں۔ اور دوسری طرف دیکھنا حرام سمجھتے ہوں۔ ایسے لوگوں سے اگر کوئی التماس کی جا سکتی ہے۔ تو یہی۔ کہ اگر وہ آریہ سماج اور اس کے مخالفوں کا بغور مطالعہ کرنے کے لئے موقع نہیں نکال سکتے تو وہ اپنے کالموں میں دیوگورو بھگوان کی طرح اس پر یک طرفہ ریویو کر کے اپنے اخبارات یا رسالجات کے ناظرین کو غلط فہمی کا شکار بنانے کے موقعوں کو جس قدر کم کر دیں اسی قدر اچھا ہوگا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ آریہ سماج ایک مظلوم سوسائٹی ہے۔ ایسی مظلوم سوسائٹی ہے کہ اس سے بڑھ کر مظلوم سوسائٹی کوئی نہیں ہوگی۔ ہندو اس کی بیخ کنی کے درپے ہیں۔ مسلمان اس کی جڑ اکھاڑنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ عیسائی اس کو کچا چبا جانے کے لئے منہ کھولے ہوئے ہیں۔ سکھ اس کو دیکھنا تک گوارا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں کر سکتے۔ براہمو اس کے نام پر ہی لاحول پڑھتے ہیں۔ حالانکہ اگر بغور دیکھا جائے تو آریہ سماج کا ہمیں کوئی ایسا جرم نظر نہیں آئیگا۔ کہ جس کی پاداش میں اس کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا جاتا ہو۔ سوائے اس کے کہ اس نے مردم پرستی۔ خودغرضی اور دھرم کے نام سے مکاری وغیرہ پھیلانے کا بھانڈا پھوڑ ڈالا۔ گورنمنٹ بھی اس کے ساتھ نہایت سرد مہری سے پیش آرہی ہے۔ خود آریہ سماج کے اپنے اندر اس قدر غدار اور ٹریٹر بھرے ہوئے ہیں۔ جو اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے یا آریہ سماج میں کوئی اچھا عہدہ یا خطاب پانے کے لئے آریہ سماج کو پائمال کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ بقول اونٹ تو ناچے تھے۔ لیکن بورے بھی ناچنے لگ گئے۔ آریہ سماج کے ان تمام محسنوں نے تو آریہ سماج کو کچلنے کے لئے کمر باندھ ہی رکھی تھی۔ دیو گورو کے چوہوں نے بھی آریہ سماج کی جڑ کو کترنا شروع کر دیا۔ اب یہ غور کا مقام ہے۔ کہ ایسے خوفناک اور کثیر التعداد دشمنوں کے مقابلہ میں آریہ سماج کا ڈٹے رہنا بلکہ ان سب کے دانت کھٹے کرتے چلے جانا اور دن بدن آگے سے آگے قدم بڑھاتے جانا کس طاقت کی بدولت ہے۔ ہم بلاخوف تردید کہ سکتے ہیں۔ کہ یہ سب اس کے پوتر اصولوں کی برکت ہے۔ اس کے اصول طاقت مجسم ہیں۔ اس کی تعلیم قوت مجسم ہے۔ ایک کمزور سے کمزور دل انسان بھی جب چھل۔ کپٹ کو چھوڑ کر اس کے اصولوں کے جھنڈے تلے آجاتا ہے۔ اس کی تعلیم کے سامنے سر جھکا دیتا ہے۔ اور اس کو اپنے جیون کا اُدیش بنا لیتا ہے۔ اور سرل دل سے بل کی پرارتھنا کرتا ہے۔ تو یقیناً ان اصولوں کی بنا پر اور اس پوتر تعلیم کی بدولت اس کو وہ طاقت نصیب ہوتی ہے۔ کہ وہ سیاہی کے ایک قطرے سے ہی اپنے کثیر التعداد مخالفوں کو حیران کر دیتا ہے۔ اگر ہم بغور دیکھیں تو آریہ سماج کے پاس اپنی اور اپنے اصولوں کی حفاظت کے لئے سیاہی کے قطرے کے سوائے اور ہے ہی کیا۔ دمڑی کی سیاہی اور دمڑی کا قلم۔ مگر آریہ سماج کے مخالف یا آریہ سماج کے بیوقوف خیر خواہ اپنی ریچھ کی سی دوستی جتلانے کے لئے اس کے قلم کے بھی سخت برخلاف ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ آریہ سماج سے یہ دو دمڑی کی چیزیں بھی چھین لی جاویں۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ شہیدوں کے خون پر چرچ کی بنیاد ہے۔ لیکن آریہ سماج اپنے اصولوں پر قائم ہے۔ اور تلوار یا کانٹے نہیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلکہ قلم کی نوک یا ربارڈ اس کے اردگرد ہے کہ جس کو توڑ کر کوئی بدکردار مخالف آریہ سماج کو پائمال نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس قلم کی باڑ سے اپنا منہ تڑوا کر اُلٹا بھاگتا ہے۔ ممکن ہے آریہ سماج کا فرس قلم کبھی لغزش کھا جائے۔ مگر کوتاہ اندیش ہیں وہ مخالف جو اس کی لغزش کو دیکھ کر بغلیں بجانے لگ جائیں۔ وہ نہیں جانتے۔ کہ آج اگر وہ لغزش کھا گیا ہے۔ تو کل کو پھر اٹھیگا۔ اور دوگنے بل سے اٹھیگا۔ اور اس کی لغزش پر خوشیاں منانے والوں کو خاک میں ملا دیگا۔ کیونکہ ایسا شخص آریہ نہیں بلکہ حیوان ہے جو گدھے کی طرح مار کھاتا چلا جائے۔ اور اپنی حفاظت کے لئے ایک دولتا بھی نہ مار سکے۔ آریہ سماج سیہہ جانور کی طرح ایک بے ایذا سوسائٹی ہے لیکن اگر کوئی مخالف اُس کو ہلاک کرنے کے لئے آگے بڑھیگا۔ تو یقیناً اُس کا بچہ بچہ سیہہ کے کانٹوں کی طرح سر کھڑا کر لیگا۔ اور اپنے قلم کی نوک کو سنگین کی طرح دشمن کی طرف جھکا دیگا۔ اور اُس کی ناک توڑ ڈالیگا۔ اٹھارہ سال کا عرصہ گزرا کہ آریہ سماج کے انگریزی اخبار "آریہ پتر کا" کے اڈیٹر باوا چھجو سنگھ کے قلم نے لغزش کھائی۔ جبکہ انہوں نے دیوگورو بھگوان کے بارے میں کچھ ایسی تحریر نکال دی تھی۔ کہ جس کو وہ بعد میں واپس لینے پر مجبور ہوئے۔ ایک آریہ کے قلم کی اس لغزش پر دیوگورو اور اُس کے پنڈوں نے جس قدر بغلیں بجائیں۔ اور اس معافی نامہ کو جس طرح وہ گذشتہ اٹھارہ سال سے مشتہر کرتے چلے آرہے تھے۔ اس کا تھوڑا سا اندازہ دیوگورو کے بھگت دیورتن کی اس تحریر سے لگ سکتا ہے۔ جو کہ اُس نے بھائی پرمانند ایم۔ اے کو بطور دھمکی کے لکھی تھی۔ اور وہ یہ ہے "اب اگرچہ آریہ اڈیٹر ایک ایشور کے وشواسی تھے۔ اور صرف اسی کی شرن لے چکے تھے۔ اور اسی کی پوجا اور ایک اسی کے ویدک الہام کے گن گایا کرتے تھے۔ مگر انہیں اپنے جھوٹ کو جھوٹ ماننے کی اس وقت تک کوئی ضرورت نہ ہوئی۔ جب تک خدائی حکم کے مقابلے میں انسانی سرکار کا حکم نہ ملا۔ لیکن جب خدائی عدالت کی بجائے ایک انصاف پسند انسانی عدالت کا وارنٹ نظر آیا۔ تو اُن کی آنکھوں کا دھندہ دور ہو گیا۔ اور اُن میں ایک نئی بینائی آگئی اور اُنہیں اس نئی بینائی میں اپنا سارا جھوٹ نظر آگیا۔ ..... خوشی کی بات ہے۔ کہ ایشور کا ایمان اور اُس کا الہام جو بینائی نہ دے سکا تھا۔ وہ دونوں اڈیٹروں نے کسی اور طور سے حاصل کی" اب اس کے مقابلہ میں باوا چھجو سنگھ جی کی سپرٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا ملاحظہ کیجئے۔ اُن کی تحریر کا ترجمہ یہ ہے "ہمیں اس بات کا بالکل افسوس نہیں ہے۔ کہ ہم نے معافی مانگی ہے۔ ست کو گرہن کرنا اور است کو تیاگ کرنا آریہ سماج کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔ اور ہم نے جہاں سچ مچ غلطی کی ہو۔ ہم اُسے تسلیم کرنے کے لئے ہمیشہ تیار ہیں" اب کیا باوا چھجو سنگھ کی تحریر ایسی ہے۔ یا ایسی تھی۔ کہ اس پر دیوگور وجیسا انسان خوشیاں مناتا۔ یا اس کے بعض بدکردار اور اوّل درجہ کے دھوکہ باز اور سیاہ کار پنڈے پوجاری بغلیں بجاتے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مگر پنجابی میں ایک مثل ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ شریف اپنی شرافت کی وجہ سے دبتا ہے۔ مگر بدمعاش یہ سمجھتا ہے۔ کہ مجھ سے ڈر گیا۔ باوا چھجو سنگھ نے آریتو یا شرافت کا ثبوت دیا۔ جبکہ انہوں نے اپنی غلطی کو تسلیم کیا۔ لیکن ان اوچھے انسانوں نے سمجھا۔ کہ بس ہم نے آریہ سماج کا بیج ناش کر دیا ہے۔ یہ لوگ نہ صرف آریہ سماج کے ہی سر چڑھنے اور اُس کی بیخ کنی کے درپے ہوتے گئے۔ بلکہ دن بدن گستاخ اور اس قدر بے شرم ہوتے گئے۔ کہ اُن کا سب سے بڑا پرچارک اپنے تمام شرم وحیا کو بھاڑ میں جھونک کر بھری ریل گاڑی میں بھی ایک بیگانی عورت کے ساتھ اپنی سفید داڑھی کو سیاہ کرنے سے نہ ٹلا۔ مان لو۔ کہ باوا چھجو سنگھ نے ان کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا۔ وہ غلط تھا۔ لیکن ہم امرسنگھ جیسے سیاہ کاروں اور شہوت سے پاگل ہو جانے والوں پاگلوں اور دیورتن جیسے دھوکہ بازوں کو چیلنج دیتے ہیں۔ اور بار بار چیلنج دیتے ہیں۔ دن کو چیلنج دیتے ہیں۔ رات کو چیلنج دیتے ہیں۔ ان کے گھر کے دروازہ پر چیلنج دیتے ہیں۔ ان کے بستر کے نیچے چیلنج دیتے ہیں۔ ان کے حلق میں چیلنج دیتے ہیں۔ کہ اگر ان میں کچھ بھی شرم وحیا اور غیرت وانسانیت ہو۔ تو وہ اب میدان میں آئیں۔ اور ہم نے ان کی جو جو بدمعاشیاں۔ بدکاریاں۔ سیاہ کاریاں۔ غلط کاریاں۔ زنا کاریاں۔ اور دھوکہ بازیاں اور دیگر انواع واقسام کی "بازیاں" بلکہ قلابازیاں ان لوگوں کے اپنے لکھے ہوئے خطوط کی بنا پر طشت از بام کی ہیں ڈنکے کی چوٹ پبلک میں رکھی ہیں۔ وہ آئیں اور اُن کا کھنڈن کریں۔ تاکہ ہم بھی اپنے آریہ بھائی کی طرح ان سے معافی مانگ کر ان کو دوبارہ قلابازیاں کھانے کا موقع دے سکیں مگر یہ بزدل اور اپنے گورو کو بھی دھوکہ دینے والے دھوکہ باز انسان قلم کے مقابلہ میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قلم لانے کے لئے اب ہرگز تیار نہیں ہیں۔ کیونکہ اگنی۔ آسمانی گولہ۔ لاہوری پاکھنڈی خدائی بمب اور خدائی سٹیشن کی تحریریں ہرگز ایسی نہیں تھیں اور نہیں ہیں کہ جن کے مقابلے میں یہ پدّی جتنا دماغ رکھنے والے یا آریہ سماج کے ڈرامے اُڑانے والے یا بھری ریل گاڑی میں سیاہ کاریاں کرنے والے امرسنگھ جیسے شہوت کے پتلے کوئی جواب دیتے یا دے سکتے۔ بنابریں انہوں نے اپنے پہلے طریقے پر عمل کیا یعنی جھٹ عدالت میں بھاگے گئے۔ مگر عدالت میں بھی ان کی ناک پر ہنٹر پڑا۔ ان لوگوں نے ہم پر دو استغاثہ دائر کئے تھے۔ اُن دونوں کو ڈپٹی کمشنر نے خارج کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک استغاثہ کو خارج کرتے وقت ڈپٹی کمشنر صاحب نے جو فیصلہ مستغیث کے بارے میں کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مستغیث ایک دھوکہ باز اور مکار آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے اپنی دھوکہ بازی کو چھپانے کے لئے دھرم پال پر یہ مقدمہ کھڑا کیا ہے ہم دھرم پال کے نام سمن جاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔ بنابریں استغاثہ خارج۔ اسی طرح صاحب موصوف نے دوسرا استغاثہ بھی خارج کر دیا تھا۔ جس کی انہوں نے دوبارہ نگرانی کروائی۔ اگر ہم یہ بھی مان لیں۔ کہ ہم پر کسی ناجائز ذریعہ سے کاغذات کا استعمال کرنے کا الزام ثابت ہو جائے۔ جو کہ ہمارے نزدیک ایک بیہودہ الزام ہے۔ اور ہمیں کچھ سزا بھی ہو جائے۔ تو بھی کیا۔ اس سے دیوگورو یا اس کے دیگر پنڈوں اور امرسنگھ کی سفید داڑھی پر سے سیاہ کاری کا وہ سیاہ داغ نہیں دُھل جائیگا جس کا اُس نے خود اقبال کیا ہے۔ یا کیا دیوگورو کے بھگتوں کی جن حرامکاریوں کو ہم نے اگنی اور خدائی بمب میں طشت از بام کیا ہے۔ وہ چھپ جائینگی۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں وہ اور بھی بدرمنیر ہو کر چمکینگی۔ اور دنیا شہادت دیگی۔ کہ دھرم پال اس لئے سزا یاب ہوا۔ (اگر سزایابی کی کوئی امید ہو) کیونکہ اُس نے بعض حرامکاروں کی حرام کاریوں کا بھانڈا پھوڑا۔ جو کہ پبلک کو دھوکہ دیتے تھے۔ لیکن یہ تو قبل از وقت واویلا ہے۔ ابھی تو ان لوگوں کی تحریروں کا نوٹس لینا یا اُن کے اپنے اندرونی جال کا توڑنا ہی ہمارے سامنے ایک بڑا بھاری کام ہے۔ جو کہ امید ہے ہم جیل خانے میں جانے سے پیشتر بہت کچھ پورا کر جائینگے۔ دیوگورو کا بھگت دیورتن جس کی بعض شرمناک واقعات سے پر چٹھیاں ہم خدائی بمب میں درج کر آئے ہیں۔ اور جن کی بنا پر ہم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس شخص کی بعض شرمناک دھوکہ بازیاں اور دیگر واقعات کا بھانڈا پھوڑ آئے ہیں۔ آریہ سماج کی دینی کتب پر نہایت ہی بے باکی بلکہ بے حیائی سے حملہ کرتے ہوئے اپنی ایک کتاب کے دیباچہ میں جس کا نام ہے "آریہ سماج کی دینی کتب میں خوفناک جرموں اور گناہوں کی تعلیم" آریہ سماج کے بارے میں لکھتا ہے "گویا ان لوگوں (آریوں) کے نزدیک اس مسئلہ کی کچھ وقعت نہیں ہے۔ کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور دوائی اپنی تاثیر سے عمدہ یا ردّی تصوّر کی جاتی ہے۔ اور غالباً وہ (آریہ) یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ مذہب یا دھرم انسانوں کی زندگیوں میں ظاہر ہونے کی چیز نہیں۔ بلکہ کسی کتاب کے ورقوں کو رونق دینے کے لئے ہے۔ لیکن کیا دراصل ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ کہ کوئی چشمہ دراصل امرت کا ہو۔ مگر اس سے پیدا زہر ہو۔ یا کوئی دوائی دراصل تو بہت عمدہ اور پر تاثیر ہو۔ مگر وہ کسی کا مرض دور نہ کرے۔ یا الٹا مرضوں کو بڑھانے میں ہی مددگار ہو۔ ہرگز نہیں۔ ایسا خیال ایک بالکل غلط خیال اور ایسا یقین ایک بالکل غلط یقین ہے۔ صفحہ ۹ کتاب مذکور" دیورتن کی یہ کتاب ۱۹۰۶ء کی لکھی ہوئی ہے۔ اس وقت اگرچہ ان کا شردھی پرچارک امرسنگھ ریل گاڑی میں وہ گندی کارروائی کر چکا تھا۔ جس کی مفصل رپورٹ اگنی میں درج کی گئی ہے۔ مگر امرسنگھ کی اس حرکت کا ابھی تک باہر والوں کو پتہ نہیں لگا تھا اسی طرح اگرچہ ان کے اندر دیگر بدمعاشیاں اور حرامکاریاں بھی ہو چکی تھیں۔ لیکن وہ پوشیدہ تھیں۔ اس لئے ان پر پردہ ڈال کر دیورتن نہایت ہی ڈھیٹھ پن سے آریہ سماج کے لوگوں کو کوستا ہوا دیکھا جاتا ہے۔ کہ دیکھو سوامی دیانند کے بھگت ایسے بُرے ہیں۔ چونکہ دیانند کے نام لیوا ایسے ہیں۔ اس لئے سوامی دیانند بھی ایسا ہی تھا کیونکہ اگر وہ خود مکار یا بُرا نہ ہوتا۔ تو اُس کے چیلے کیوں ایسے نکلتے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن دیورتن کی یہ حرکت ایسی شرارت آمیز ہے۔ کہ جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے اس کا صحیح جواب یہی ہے۔ کہ چونکہ دیوگورو کی اپنی بچپن کی زندگی نہایت ناپاکی اور غلاظت میں گزری ہے۔ جیسا کہ ہم "لاہوری پاکھنڈی" میں دکھا چکے ہیں۔ اور چونکہ وہ خود عدالت میں مجرم قرار دیا جا کر جرمانہ بھر چکا ہے۔ اس لئے کب ممکن تھا۔ کہ اُس کے چیلے چانٹوں میں کوئی اعلےٰ تبدیلی آ سکتی۔ چنانچہ ایسی کوئی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تبدیلی ہرگز ہرگز نہیں آئی۔ اگر تبدیلی آئی ہوتی۔ تو اس کا سب سے بڑا چیلا امر سنگھ بھری ریل گاڑی میں اپنی سفید داڑھی کو سیاہ نہ کرتا۔ اور نہ ہی اُس کے دیگر چیلے چانٹے ایسے افعال کرتے دیکھے جاتے۔ کہ جن کی پاداش میں وہ زندہ آگ میں جلائے جا سکتے ہوں۔ نہ ہی اُن میں نہایت ہی خوفناک اقدام قتل کے واقعات دیکھے جاتے جو کہ اپنے گورو کے گھر چوری کرنے اور گورو کو دھوکہ دینے سے بھی باز نہ آتے ہوں وغیرہ وغیرہ۔ پس اس سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ اگر درخت اپنے پھلوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ تو جب دیو گورو کے بعض بڑے بڑے پھل ایسے شہوت پرست۔ دھوکہ باز اور چور ہیں۔ تو خود دیو گورو کیوں ایسا نہیں ہوگا۔ خاص کر جبکہ دیو گورو کی چوری وغیرہ کا ثبوت بھی مل گیا ہو۔ بعض اصحاب جن کو یک طرفہ رائے لگا دینے کا مرض ستا رہا ہے۔ یہ بول اُٹھینگے۔ کہ ہم دیو گورو کے ساتھ سختی سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن جنہوں نے "خدائی بمب" کا مطالعہ کیا ہے وہ ہرگز ہرگز ایسی رائے قائم نہیں کر سکینگے۔ ہم نے خدائی بمب میں دیو گورو کی اپنی تحریروں کی بنا پر دکھایا ہے۔ کہ اس شخص نے ویدوں کو دہورتوں۔ پاکھنڈیوں۔ مورکھوں کے وچن کہکر اور سوامی دیانند کو جھوٹا۔ دھوکہ باز۔ مکار وغیرہ لکھ کر کس قدر کفر بکا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے تمام رشی منیوں کو بندر اور اُن کی تعلیم کو بندروں کا گھونسلا بتا کر اور اپنے آپ کو ہر ایک بات میں لاثانی کہکر جس قدر بھی بکواس کیا ہے۔ وہ شرمناک ہے۔ اس کے علاوہ اس شخص نے یہ تعلیم دے کر کہ ہمارے باپ دادا مر کر بھوت چڑیل بن جاتے ہیں۔ اور وہ ہمارے بچوں کو کھا جاتے ہیں۔ ہماری ماؤں کا دودھ پی جاتے ہیں۔ مردار بھی چٹ کر جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ جس قدر خطرناک اور زہریلے توہمات کا دھرم اور سائنس کی آڑ میں پرچار کیا ہے وہ اور بھی گردن زدنی ہے۔ ایسے شخص کے برخلاف جنگ کرنا اور اس کی مکاریوں کو بے خوف ہو کر طشت از بام کرنا ہمارے خیال میں نہ صرف ہمارا ہی فرض ہے۔ بلکہ ہر ایک بہی خواہ انسان کا فرض ہے۔ اس میں مطلق شک نہیں۔ کہ قلم کے میدان میں شکست کھا کر اور قطعی شکست کھا کر بلکہ ادھ مؤا ہو کر یہ لوگ عدالت میں بھاگے گئے ہیں۔ لیکن کچھ مضائقہ نہیں جہاں مرضی ہو جائیں اور اپنے ہلکے پن کا ثبوت دیں۔ لیکن ہم اپنے مذہبی معاملات

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو عدالت میں نہیں لے جانا چاہتے۔ کیونکہ جس شخص کو ہم قلم سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ اس کو عدالت میں لے جا کر ہلاک کرنا فضول خرچی ہے۔ ایک گندی موری کے کیڑے کو تباہ کرنے کے لئے توپ خانہ بیٹر دینا فضول ہے۔ ایک قطرہ فینائل بلکہ ایک قطرہ سیاہی اُس کی ہلاکت کے لئے کافی ہے۔ ہم اس شخص کی ان تمام دلیلوں کو جو کہ یہ خدا کی ہستی کے برخلاف رکھتا تھا۔ خدائی سٹیشن میں قطعی بیخ و بن سے اکھاڑ کر کھاری سمندر میں پھینک چکے ہیں۔ اور اس شخص کے اُن تمام دعوؤں کو جو کہ یہ اپنے یا اپنے پنڈتے پوجاریوں کے بارے میں رکھتا تھا۔ روئی میں لپیٹ کر اوپر سے مٹی کا تیل ڈال کر خدائی بمب کے ذریعہ آگ لگا کر خاک سیاہ کر چکے ہیں۔ اور اس خاکستر کو بھی دریا برد کر چکے ہیں۔ اور ہم نے اس بات کو ناممکن کر دیا ہے۔ اور قطعی ناممکن کر دیا ہے۔ کہ یہ شخص اپنے اُن دعووں کو جو سراسر جھوٹ۔ فریب۔ شرارت۔ مکاری اور دھوکہ دہی پر مبنی تھے اور محض لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا ذریعہ تھے۔ دوبارہ جوڑ سکے خدائی بمب نے اس شخص کی اور اس کے چیلے چانٹوں کی نہایت ہی خوفناک حالتوں اور تعلیمات کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دئے ہیں۔ اب اس "ہوائی جنگ" میں ہم اس شخص کی بہت سی دیگر بیہودگیوں کو بھی خاک میں ملا دینا چاہتے ہیں۔ اے ناظرین! آپ خدائی بمب میں اس شخص کی اصلی تصویر دیکھ چکے ہیں۔ اب ذرا اس تصویر کے اردگرد کے چوکھٹے کے علاوہ اس کے مختلف رنگوں کا ملاحظہ بھی کیجئے۔ آپ کو خود ہی پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ شخص کیا ہے ؎

اے ناظرین اندر! آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ ہم نے اس شخص کو مہلت دی۔ بار بار مہلت دی۔ اور بصد عجز اس سے التماس کیا۔ کہ باوا جانے دو۔ دیانند نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ آریہ سماج نے تمہارے ہاتھ پر کہاں سے موٹھ دھرے ہیں۔ جو تم اس کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہو۔ خدا نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ جو تم اُس کو رات دن گالیاں دیتے دیتے اُکتاتے نہیں ہو۔ لیکن امرسنگھ کی طرح معلوم نہیں ان کے سر پر کیسا بھوت سوار تھا۔ کہ انہوں نے ہماری ایک نہ سنی۔ بلکہ الٹا ہماری عجز و التماس پر تمسخر اڑایا۔ کہ دیکھو بدمعاش خدا پرست

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم سے صلح کی درخواست کرتے ہیں۔ اور اپنے بودے اعتقادات کو ہلتا دیکھ کر ڈر گئے ہیں۔ لاحول ولا۔ ہم نے پھر بھی درگزر کرنا مناسب سمجھا۔ لیکن ان کی شرارت کا پارہ دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ آخر کار ہم قلم اُٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ دیو گورو چونکہ پتنگ بازی خوب کر چکا ہے۔ اور خوب پیچ لڑانے جانتا ہے اب جبکہ اس پتنگ باز کی "چرخڑی" پر سے بہت جلدی جلدی ڈورا دھڑلنے لگی۔ تو مارے ڈر کے اس نے ڈبل پیچ لڑا دیا۔ یعنی ایک عدالت میں دوسرا عدالت سے باہر۔ اس کے پیچوں کا فیصلہ تو جب ہوگا۔ تب ہی ہوگا۔ لیکن ادھر اس کے ڈبل پیچ کو اندر کے ڈبل ستمبر نے ایسی صفائی سے کاٹا۔ کہ ڈبل ستمبر کے دیکھنے والے تمام پکار اُٹھے۔ "دو دیو گورو کا پتنگ وہ کاٹا" "بولو دیو گورو کی جے"۔ دیو گورو کا پتنگ تو گیا کٹ۔ اب اس پاکھنڈی کے پرلوک پر حملہ کیا جاتا ہے۔ اور وہاں کے جنگ و جدل کا نقشہ آپ کے سامنے دھرا جاتا ہے۔ اگر دیو گورو یا اُس کے بھگتوں میں کچھ حوصلہ ہو۔ تو میدان میں آکر جواب دیں۔ اور اپنے پرلوک کو بچا لیں۔ ورنہ اُن کو اب بھی اپنی شرارتوں سے باز آجانا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اُن پر خدائی بجلی گرے اور اُن کی ککڑوں کوں بول جائے۔

دھرم پال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہلا سین

دیولوک سے دیوتاؤں کا آنا اور دیوگورو کو ایڈریس دینا

۲۴۔ ستمبر ۱۹۰۸ء کی شام کو جبکہ مجھے موگہ سے دیوگورو کے بھگت دیورتن کی سر کوبی کر کے آئے ہوئے چار روز ہو گئے تھے۔ اور موگہ میں لیکچروں کے زور شور سے دینے کی وجہ سے میری طبیعت قدرے نڈھال ہو رہی تھی۔ اور کچھ خفیف سا زکام بھی ہو رہا تھا۔ میں کھلے آسمان کے نیچے مکان کے اوپر کی منزل پر ٹہل رہا تھا۔ رات قدرے گزر چکی تھی۔ مطلع صاف تھا۔ ستارے چمک رہے تھے۔ چاروں طرف خاموشی کا عالم طاری تھا۔ میں اس کوشش میں تھا کہ سو جاؤں۔ مگر زکام کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ اس لئے کچھ دیر تک تو ادھر اُدھر ٹہلتا رہا۔ لیکن پھر یہ جان کر کہ اس طرح وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ میں نے نوکر کو آواز دی۔ اور اُس کو کہا۔ کہ موم بتی جلا کر اور میرے میز پر جو کتابیں پڑی ہیں۔ اُن کو مع فولڈنگ ٹیبل کے اوپر اُٹھا لاؤ۔ چنانچہ اُس نے موم بتی روشن کی۔ اور کتابیں مع فولڈنگ ٹیبل کے اوپر اُٹھا لایا۔ اُن کتابوں میں ایک کتاب مسٹر ہیکل کی "اوولیوشن آف مین" تھی۔ اور دوسری مسٹر جان کنگ کی "سوپر نیچرل اِلٹس ارجن۔ نیچر اینڈ اوولیوشن" تھی۔ میں ان دونو کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کو میز پر ہی چھوڑ آیا تھا۔ ان کے علاوہ میز پر "ایش اُپ نشد" کی ایک کاپی اور ایک کاپی "جیون پتھ" بابت ماگھ سمت ۱۹۶۴ کی بھی تھی۔ میرا نوکر ان کتابوں کو بھی ساتھ ہی اٹھا لایا۔ یہ سوچ کر کہ شاید مجھے کسی جگہ نوٹ لگانے کی ضرورت پڑے۔ میں نے سرخ پنسل بھی منگوالی۔ اور پھر یہ خیال کر کے کہ شاید علے الصبح مجھے مضمون لکھنے کی ضرورت پڑے۔ میں نے قلمدان بھی اوپر منگوالیا۔ میں نے مسٹر ہیکل کی کتاب کی آٹھویں فصل کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اور اس پر جا بجا سرخ پنسل سے نوٹ کرتا گیا۔ اتنے میں طبیعت گھبرا گئی۔ اور میں نے دل کی بہلاوٹ کے لئے "جیون پتھ" کو پڑھنا شروع کیا۔ "جیون پتھ" دیوگورو کا ایک پرائیویٹ اخبار ہے۔ جو کہ اس کے چیدہ چیدہ چیلوں کو ہی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملتا ہے۔ میرے پاس جو جیون پتھ تھا۔ وہ شریمان کنور جے دیوسنگھ نے مجھے دیا تھا چونکہ جیون پتھ میں احمقوں اور بیوقوفوں کی باتیں بہت درج ہوتی ہیں۔ جن کو پڑھ کر ایک معمولی عقل کا انسان بھی کھل کھلا کر ہنس پڑتا ہے۔ اس لئے جب مجھے دل بہلانے کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ یا میں ہنسنا چاہتا ہوں۔ تو جیون پتھ کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔ چنانچہ اپنی طبیعت کو بہلانے کے لئے میں نے جیون پتھ کی اس کاپی کو شروع سے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاق دیکھئے۔ کہ اس کے عین شروع کا مضمون خود دیوگورو بھگوان کا ہی مضمون نکلا۔ جس کی سرخی یہ تھی۔ "مجھ میں دیو جیون کا بکاش"۔ اس سرخی کو پڑھ کر مجھے بہت ہنسی آئی کیونکہ میں دیوگورو کے جنوں بھوتوں کی تعلیم کا مطالعہ کر چکا تھا۔ بلکہ ان کا مکمل نقشہ خدائی بمب میں بھی کھینچ چکا تھا۔ بنابریں اس سرخی کو پڑھنے کے ساتھ ہی میرے دل میں جو پہلا خیال آیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر دیوگورو بھگوان اس کی بجائے یہ سرخی رکھتا "مجھ میں دیو جنون کا بکاش"۔ میں نے چاہا بھی۔ کہ سرخی کی اصلاح کر دوں۔ لیکن پھر یہ جان کر یہ کاپی کنور جے دیوسنگھ کی ہے۔ اُن کی اجازت بغیر مجھے اس پر کچھ نہیں لکھنا چاہئے۔ میں نے اس میں کسی قسم کی اصلاح کرنے سے پہلوتہی کی۔ خیر میں نے اس مضمون کو پڑھنا شروع کر دیا چلتے چلتے میں اس فقرہ پر پہنچا "کلپنا مولک وشواس نہیں۔ کنتو وگیان مولک ستہ گیان میرے ہردے کا منتر جپ ہو گیا۔ اندھ وشواش کے سب بندھن کٹ گئے۔ اور اس سمے سے میرا آتما ستہ گیان میں سدا اُنت ہونے کے یوگیہ بن گیا۔ واہ! کتنا وشیش اور کتنا مہت ادھیکار۔ اس نئے یُگ میں پرویش کرنے پر اور سودیشی اور بدیشی نانا گرنتھوں کے گہرے ادھین اور وچار سے میرے بھیتر کئی پرکار کا پریورتن اپتن ہُوا"۔ دیوگورو کے اس بیان کو پڑھ کر میرے دل میں فوراً خیال گزرا۔ کہ دیکھو۔ ایک طرف تو اس شخص کا یہ بیان ہے۔ کہ سودیشی اور بدیشی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے اس کے اندر پریورتن آیا۔ لیکن دوسری طرف اس کا یہ بھی دعوےٰ ہے۔ کہ میں جو تعلیم دیتا ہوں۔ وہ آج تک دنیا کے کسی حصّے۔ کسی دیش اور کسی کال میں کسی منش نے نہیں دی۔ یہ تو اس شخص کا نہ کیول جھوٹا ہی ہے۔ بلکہ سخت چوری۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلکہ سینہ زوری بھی ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ دوسرے مصنفوں کی کتابوں سے خیالات چُراتا ہے۔ اور پھر اُن کو ہی بندر بتاتا اور گالیاں دیتا ہے۔ خیر میں نے اس خیال کو وہاں پر ہی روک دیا۔ اگلے کالموں کو پڑھ کر مجھے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ یہ شخص کتنا مکار ہے۔ چنانچہ اس شخص نے بیان کیا ہے۔ کہ میرے دل میں اپنی جاتی کے ہت کا بھاؤ پیدا ہؤا۔ اور شکھا سوتر کے علاوہ چوکہ چولھا۔ ناریل کی بھینٹ پوجا وغیرہ کے ساتھ ساتھ "سمے سمے پر پنچ پردیپ کے ساتھ بھی اپنے وشیش ابھپرائے کو سنمکھ رکھکر اپنے آرتی سنگیت کو ویاہرت کیا گیا" گویا اس شخص نے جو نیچ پردیپ کی آرتی شروع کی ہوئی ہے۔ یعنی آٹے کے پانچ دئے بنوا کر اور اُن میں گھی ڈلوا کر اور ایک تھالی میں رکھکر اپنے چیلوں چیلیوں کے بیچ میں بیٹھ کر جو یہ اپنی آرتی پڑھواتا اور بلّی کی طرح آنکھیں بند کر کے آنند لیتا ہے۔ وہ سب ہندو جاتی کے ہت کے لئے ہی ہے۔ دیوگورو کے اس دھوکہ اور پاکھنڈ کو پڑھ کر تو میں اس نیشلسٹ کی قوم پرستی پر مسکرانے سے نہ رہ سکا۔ خیر میں آگے بڑھا۔ اور تھوڑی دور جا کر اس شخص کے ان الفاظ کا مطالعہ کیا "اپنی ہستی۔ یا اپنی دولت۔ یا اچھی عقل۔ یا صحت یا شہرت یا طاقت۔ یا کسی اور ایسی ہی خوبی یا چیز کا کچھ بھی گھمنڈ نہ کرتا ہو" دیوگورو کے اس فقرہ کو پڑھ کر تو میں اس شخص کی حماقت پر ہنس پڑا۔ کہ دیکھو یہ شخص دوسروں کو تو گھمنڈ سے بچنے کا اپدیش کر رہا ہے۔ اور خود اتنا گھمنڈی ہے۔ کہ اپنے برابر دنیا میں کسی کو نہیں سمجھتا۔ حالانکہ یہ معمولی مڈل فیل یا مڈل پاس ہے۔ اس پر بھی اس کی نخوت کا یہ عالم ہے۔ کہ یہ دنیا کے تمام عالموں۔ فاضلوں۔ رشیوں۔ منیوں کو اپنے مقابلہ میں بندر کہہ رہا ہے۔ اور اُن کی ہی کتابوں کی چوری کر کے اُن کو ہی گالیاں دے رہا ہے۔ دیوگورو کے اس فقرے کو پڑھ کر مجھے کسی قدر جوش بھی آیا۔ اور میں نے اپنے ذہن ہی ذہن میں اس کے سر پر لات رسید کی۔ لیکن افسوس میرا پاؤں میز کے نچلے ڈنڈے پر لگا۔ اور میز الٹ گئی۔ بتّی بجھ گئی۔ اب تو میں شیخ چلی کی طرح اپنی بیوقوفی پر بھی ہنسنے سے نہ رہ سکا۔ کہ ٹانگ تو ماری تھی دیوگورو کے مگر لگی میز میں اپنا ہی نقصان کیا جو بتّی بُجھالی۔ خیر بتّی دوبارہ روشن کی۔ اور میں نے پھر جیون پتھ کا مطالعہ شروع کیا۔ چلتے چلتے میں دیوگورو کے اس فقرہ پر پہنچا "اپنے اندر جو خوبی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ ہو۔ اسے اپنے ساتھ منسوب نہ کرتا ہو۔ اپنے اندر جو خوبی بہت کم ہو۔ اسے بہت زیادہ نہ سمجھتا اور ظاہر کرتا ہو۔" اس فقرے کو پڑھکر مجھے دوبارہ جوش آیا۔ کہ یہ شخص خود تو حماقت کا پتلا ہے۔ اور چڑیلوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اتنا بھی نہیں جانتا کہ ایکس ریز کیا ہوتی ہیں۔ لیکن اس پر بھی یہ اپنے آپ کو لاثانی وگیان مولک دھرم کا لاثانی اوتار بتا رہا ہے۔ جی میں آئی۔ کہ ایک دفعہ پھر اس کے لگاؤں۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ پہلی دفعہ لگا کر ہی میز اُلٹا بیٹھے ہو۔ اب کے ایسا مت کرو۔ میں نے اپنے ذہن پر قابو رکھا۔ اس فقرے کے بعد میری نظر سے دیوگورو کا یہ فقرہ گزرا "جو لوگ جس عمر میں اس کی نسبت بڑھ کر واقفیت یا تجربہ رکھتے ہوں۔ ان کو اس عمر میں اپنے سے نیچے درجے میں نہ سمجھتا اور نہ ظاہر کرتا ہو۔" اس فقرے کو پڑھ کر تو میں دیو گورو پر لعنت بھیجنے سے نہ رہ سکا۔ کہ ایک طرف تو یہ شخص دوسروں کو یہ اپدیش کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف تمام دنیا کے عالموں۔ فاضلوں کو بندر بتا رہا ہے۔ جس میں اس کا اپنا باپ دادا بھی شامل ہیں۔ جو شخص ایسا احمق ہو۔ اس کی کتابوں کا مطالعہ کرنا تضیع اوقات ہے۔ بنا بریں میں نے جیون پتھ کو مروڑ توڑ کر پھینک دیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد مجھے خیال آیا۔ کہ تو نے غضب کیا۔ کاغذوں نے کیا گناہ کیا تھا جو اُن کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔ اور پھر وہ بھی امر سنگھ کی طرح بیگانی چیز کے ساتھ چنانچہ میں نے جیون پتھ کو دوبارہ اٹھایا۔ اور اس کو گلے سے لگا کر یہ لوری دینے لگا "دیوگورو کے میں بلہاری ٭ جس نے تاری سرشٹی ساری ٭ شت شت پاپی نر اور ناری ٭ امر سنگھ کو اُس نے تارا ٭ ریل میں جس نے کیا پسارا ٭ اک ناری کو اُس نے تاڑا ٭ شہوت سے پھر ہو متوارا ٭ میٹھا رشتہ اس سے جوڑا ٭ شرم حیا سے منہ کو موڑا ٭ آنند لیا پر تھوڑا تھوڑا ٭ اِندر نے پھر بھانڈا پھوڑا" ٭ الغرض جیون پتھ کو یہ لوری دے کر میں نے اس کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ چنانچہ پڑھتے پڑھتے میری نظر دیوگورو کے اس فقرہ پر پڑی۔ "ایسے گیت نہ گاتا اور نہ سنتا ہو۔ کہ جس سے اس کے اندر غرور کا جذبہ جوش میں آتا ہو۔" دیوگورو کے اس بیان کو دیکھ کر میں سخت حیران ہؤا۔ کہ دیکھو ایک طرف تو یہ شخص ایسا لکھ رہا ہے۔ اور پھر خود ہی دوسری طرف اپنی آرتی سن کر اور ستوتر گوا کر اور دیگر گیت سن کر فٹ بال کے بلیڈر کی طرح پھولتا بھی رہتا ہے شرم

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس مکار کی مکاری پر۔ اس پرکار اس شخص پر لعنت پھٹکار ڈالتا ہوا میں جیون پتھ کے صفحہ ۱۳ کالم دو پر جا پہنچا۔ جہاں اس شخص نے اپنے ہی ہاتھ سے "دیو گورو پوجن کا پرچار" سرخی دے کر ایک عجیب بکواس کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر میں ششدر رہ گیا چنانچہ وہ اس کے اپنے ہی الفاظ میں یوں شروع ہوتا ہے:۔

"ست انوراگ اور ست گیان کے وکاش کے ساتھ جیسے متھیا کلپنا اور کوسنسکار مولک وشواسوں کا نشٹ ہونا اوشم بھاوی ہے۔ ویسے ہی متھیا وشواسوں کے ادھار پر جو جو کریائیں اوملبت ہوں اُن کا نشٹ ہو جانا بھی لازمی ہے۔ اس لئے ایشور وشیک متھیا وشواس کے دور ہو جانے پر اُس کی متھیا پوجا اور اُپاسنا بھی چلی گئی۔ ۲۴ مئی سنہ ۱۸۹۵ء کے دن ایک آشچرج گھٹنا ہوئی۔ میں ایکانت آشرم میں بیٹھا ہوا تھا۔ بیٹھے بیٹھے میرا ہردیہ انوپرانت ہو گیا۔ ایسا پرتیت ہوا۔ کہ پرلوک باسی کچھ ساتوک جیون دھاری اوچ آتما میرے سمیپ آئے ہیں۔ اور اپنی اُستتی وشیک بھاؤں کو میرے ہردیہ تک پہنچا رہے ہیں۔ اُن کے یہ بھاؤ میرے بھیتر اس زور کے ساتھ پرکاشت ہونے لگے۔ کہ پھر میرے لئے خاموش رہنا اسمبھو ہو گیا۔ اور میں نے اس سمے ایک جن کو بلا کر ان بھاؤں کو وہیں بیٹھے بیٹھے لکھوانا شروع کیا۔ یہ اُستتی بہت لمبی تھی۔ اور پہلے پہل ہی اس روپ میں ظاہر ہوئی تھی۔ اس کے پرکاش کے بعد سے ہی دیو گورو پوجن ودھی کا سوتر پات ہوا۔ یہاں پر اس اُستتی کا ایک بہت بڑا اوشیک بھاگ (کہیں کہیں شبدوں کی درستی کے ساتھ) نیچے اُودھرت کیا جاتا ہے:۔

ہے بھگون آپ کی جیوتی سے ہمارے جیون کا ساتوک انش دیدیپ مان ہو رہا ہے۔ اور ہم آپ کی جیوتی میں آپ کا درشن کر کے بہت دھن دھن ہو رہے ہیں۔ اس مہاپوتر اور سوکھشم جیوتی میں ہم آپ کے ایشورج کو دیکھ کر دسمت ہوتے ہیں۔ اور آپ اس جیوتی کو پھیلا کر اور اپنی پرم ہتکر شکتی کو وستیرن کر کے وشو کے وکاش کاریہ میں جس پرم ہتکر لکش کو سدھ کر رہے ہیں اُسے اُپلبدھ کر کے شردھا اور بھگتی بھاؤ کے دوارہ گدگد چیت ہو کر آپ کو بارم بار دھن دھن کہتے ہیں۔ ہم آپ کی جیوتی میں پرتیکش روپ سے دیکھتے ہیں۔ کہ آج سے لاکھوں برس پہلے اس جگت میں وِدھاتا کے نیم سے پریچالت ہو کر ساری سرشٹی کس پرکار ایک دوسرے سے بھن بھن ہوتی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چلی گئی۔ کس پرکار منش جگت میں بھی دھرم ہت۔ دھرم سادھن۔ دھرم آچار۔ پوجا اور انوشٹھان ودھی کو لے کر وبھنتا اوپین ہوئی۔ پرنتو آپ کے دیوروپ کے آوربھاؤ سے اس پرکار جگت ویاپی وبھنتا کے بھیتر سے پھر ایکتا ستھاپن ہوتی ہے۔ جو آتما آپ کے اس ایکتا۔ پرتی پادک دھرم کو اُپلبدھ کرنے۔ گرہن کرنے اور اُس پر چلنے کا ادھیکاری بنتا ہے۔ اُس کا آتما وشو کے پرتیک وبھاگ کے ساتھ اُچت سمبندھ میں جُڑ کر وکاش لابھ کرتا ہے۔ اور پرتیک وبھاگ کے سمبندھ میں جو کچھ وکار ہوتا ہے۔ اُس سے موکھش پاتا ہے اور جو کچھ ہتکر اور جیون دائک ہے۔ اُسے پراپت ہوتا ہے اور اس پرکار سمپورن وشو کے ساتھ پرم ایکتا ستھاپن کرتا ہے ✣

ہے دیو! ہم آپ کی جیوتی میں یہ دیکھکر کہ آپ اتی سریشٹ اور ہتکر دیو سرشٹی کے وکاشک ہیں۔ آپ کو اپنے ہردیہ کے اتی گمبھیر بھاو سے بار بار دھن دھن کہتے ہیں۔ ہے ایکتا کے آوربھاو! ہے دیو لوک کے سوریہ اور پرکاشک! آپ کی جیوتی میں جو آتما اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اس وشو سے پرتھک اور الگ نہیں دیکھتے۔ کنتو اس سمست وشو سے جُڑا ہوا اُپلبدھ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اس مہا وشو کا انش ہو کر جب تک اس وشو کے جڑ۔ اُدبھد۔ پشو اور منوشیہ لوکوں کے ساتھ اپنا سمبندھ نہ پہچان سکیں۔ اور جس جس لوک کے ساتھ وہ ایک یا دوسرے پرکار کا انوچت سمبندھ رکھنے کے کارن وناش پتھ پر جا رہے ہیں اُس سے رکھشا نہ پا سکیں۔ تب تک اُنہیں اپنے پرکرت آتم کلیان اور آتم وکاش کی آشا نہیں مل سکتی۔ اس لئے آپ جو ایکتا پتھ۔ درشک ہو کر سمبندھ تتو کو پرکاش کرتے ہیں اور پرتیک سمبندھ کے تتو کا گیان دیکر پرتیک لوک وشیک انوچت سمبندھ کے مٹانے اور اُچت سمبندھ کے اُوتپن اور ورد ھن کرنے کے لئے شکچھا دیتے ہیں۔ اور اس پرکار انوچت سمبندھوں کی وناش کاری اوستھا سے نکال کر۔ اوچت سمبندھوں کی وکاش کاری اوستھا میں لاکر منوشیہ آتما کا پرم ہت سمپادن کرتے ہیں۔ اُس کو اور آپ کے اس مہا کلیان کاری سمبندھ تتو پر کاشک گیان اور اُوچت سمبندھ۔ نیوجک کاریہ کو سنمکھ لاکر ہم آپ کو ہردیہ کے گمبھیر بھاؤ سے بار بار دھن دھن کہتے ہیں۔ ہے بھگون جو سو بھاگیہ وان آتما آپ کی اور کچھ بھی آکرشٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوئے ہیں۔ اور آپ کے آتم۔ رکھشک اور جیون پردروپ کو اُپلبدھ کر کے کچھ بھی آپ کی رکھشا میں آئے ہیں۔ کچھ بھی آپ کے نیتر تو کے ادھین ہوئے ہیں۔ اور وناش کرپتھ سے نکل کر وکاش کرپتھ اور اُوچ لکش کی اور گمن کرنے کے ادھیکاری ہوئے ہیں۔ وہ دھن ہیں۔ اور ایسے آتماؤں کے لئے آپ نے جو مہا امولیہ ادیہ تکر دان دیا ہے۔ اور آپ نے اپنے ایسے پرم کلیان کاری مہابرت سادھن کے رت جوجو آسادھارن دُکھ اور تیاگ سویکار کیا ہے۔ اس کے مہتو کو اُپلبدھ کر کے ہم آپ کو شت شت اور سہسر سہسر وار بھی دھن دھن کہکر تریپت نہیں ہوتے اور نہیں ہو سکتے + ہے بھگون! آپ آشیرواد کریں۔ کہ ہم آپ کے اس روپ کو ادِھک سے ادِھک اُپلبد کر کے اُس کی اُستتی اور مہا گائن کرنے کے یوگیہ ہوں۔ ادِھک سے ادِھک مہا گائن کر کے آپ کے پرتی شردھا اور انوراگ اور نیکٹیہ کے پڑھانے کے یوگیہ ہوں۔ ادِھک سے ادِھک آپ کی جیوتی اور شکتی سے تیجوان ہو کر آتم وکاش کرنے کے یوگیہ ہوں۔ اور ادِھک سے ادِھک آپ کے دیو جیون کے پرکاش اور انشوں کو اپنے چاروں اور وستیرن کرنے کے یوگیہ ہوں۔ آپ ایسا آشیرواد کریں +

اوم ایکتا۔ ایکتا۔ پرم ایکتا۔
شانتی۔ شانتی۔ شانتی۔"

اس اُستتی کے اس طور پر پراپت ہونے کے انتر جو دیو گورو پوجن ودھی تیار ہوئی۔ وہ بھی کچھ شابدک پریورتن کے بعد نیچے لکھی جاتی ہے:۔

دیو گورو پوجن۔ ودھی

۱۔ دیو گورو پوجن کرتا شریر کو شدھ کر کے۔ سوچھ۔ سندر۔ رُچیکر اور وگھن۔ رہت ستھان میں اپنے آسن پر سیدھا ہو کر بیٹھے +

۲۔ پھر پتھا ادسر شدھ جل سے آچمن کرے +

۳۔ پھر اپنے چیت کو نانا پرکار کی انیہ انیہ چنتاؤں سے ہٹا کر ایکاگر کرے + کیجیے

۴۔ پھر ایکاگر چیت ہو کر شری دیو گورو جی کی مورتی کا درشن کر کے اپنے بھیتر شردھا کو اُدیپن +

۵۔ پھر دھیرے دھیرے گورو منتر کا کچھ کال جپ کرے۔ اور اتی ونیت اور دین بھاؤ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے اُن کے آگے ڈنڈوت کرکے ہردیہ کو کچھ اور بھی سرس کرے ✣

۶- پھر ہردیہ کے اس پرکار کچھ سرس اور جیوتر مان ہونے پر دیوگورو ستوتر کا جہاں تک گمبھیر انوراگ اور اُتساہ اور سور کے ساتھ پاٹھ کرسکتا ہو۔ وہاں تک پاٹھ کرے ✣

۷- پھر دیوگورو ستوتر کے گان کے انتر اُس کی سنکشپت ویاکھیا کا دھیرے دھیرے پاٹھ اور چنتن کرکے اُن کے پرتی اپنے انوراگ کو اُوتپن وا اُنت کرنے کے لئے اُن سے اُن کی شرن میں آکر اپنے جیون میں جس جس پرکار کا جو جو ہت اور کلیان لابھ کیا ہو۔ اُس پر کچھ کال وچار کرے۔ پھر جن بھجنوں میں اس پرکار کے ہت لابھ کا کتھن کیا گیا ہو۔ اُن میں سے اپنی اوستھا کے انوسار ایک دو واکئی بھجنوں کا گان کرکے جہاں تک اپنے اس بھاؤ کو اور گمبھیر کرکے اُس کا سورگیہ امرت رس اور مادھوریہ اور آنند لابھ کرسکتا ہو۔ اُس کو لابھ کرے ✣

۸- پھر ہردیہ کے اس گمبھیر انوراگ کے سمے جب کہ چت اُن کے ساتھ گاڑھ روپ سے جُڑا ہوا ہو۔ اُن کے بھیتر سے اُوچ جیوتی اور شکتی کو آکرشٹ کرے ✣

۹- اس جیوتی میں اُن کے آنترک ایشوریہ۔ اتھوا اُنکے پرورشت کسی ست کو اُپلبدھ کرے ✣

۱۰- پھر ایک وا دوسرے پرکار کے اُچت تیاگ اور سیوا کے لئے آکانکھا اُتپن کرے ✣

۱۱- اس سب سادھن کے انتر اپنے آپ کو دھن دھن اور کرتارتھ دیکھ کر اور شری دیوگورو جی کے پرتی جے جے کار کے بھاو سے پریچالت ہوکر دیوگورو آرتی ہردیہ کے اُتساہ اور سور کے ساتھ گان کرے ✣

۱۲- پھر شری دیوگورو جی کو ایک وار اور ونیت بھاؤ سے ڈنڈوت پرنام کرکے اور اُن کا شبھ آشیرواد لیکر اوپر چڑھ آتم۔ پرساد پاکر دیوگورو پوجن کو سماپت کرے ✣

(دستخط ہندی) ستیانند اگنی ہوتری۔ جیون پتھ ماگھ سمت ۶۴ صفحہ ۱۳ لغایت ۱۶ ✣

اے ناظرین! آپ نے اس ایڈریس کا مطالعہ کرلیا۔ جو کہ دیوگورو کو دیولوک سے دیوتاؤں نے دیا۔ مت خیال کرو۔ کہ یہ میں نے کوئی فرضی یا من گھڑت عبارت لکھ ماری ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جو عبارت اوپر نقل کی گئی ہے۔ وہ لفظ بہ لفظ دیوگورو کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس پر خود دیوگورو بھگوان کے دستخط ہیں اب کیا یہ شرم کا مقام نہیں ہے۔ کہ یہ شخص خدا کے وجود سے تو اس لئے انکار کر رہا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ کہ اس کو اُس کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ دوسری طرف یہ اس قسم کے لغو خیالات کا شکار ہو رہا ہے۔ کہ دیوتاؤں نے مجھے یہ ایڈریس دیا۔ اور میری اس طرح تعریف و توصیف کی۔ میں کیا تمام پبلک جانتی ہے۔ کہ دیو گورو کا پہلے یہ دعوےٰ تھا۔ کہ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ وہ میرا منہ چومتا ہے۔ اور مجھے گودی میں لٹاتا ہے۔ اور میں علاوہ بات چیت کے خدا سے عین تنہائی میں وصل بھی کرتا ہوں۔ جیسا کہ اس شخص کے خود نوشت بیان کی بنا پر خدائی بمب میں بتایا جا چکا ہے۔ لیکن دوسرے موقع پر یہی شخص خدا کی ہستی سے منکر ہو گیا۔ اور اس قدر منکر ہؤا۔ کہ اس کو ایک زبان میں ہزار ہزار گالیاں سناتا ہے۔ خیر اس خود غرض پر تو ہم کو افسوس نہیں ہے۔ جتنا کہ اس کے قطب نما پنڈوں پر افسوس آتا ہے۔ کہ وہ بھی قطب نما کی سوئی کی طرح جدھر اُن کے پاکھنڈی گورو کا منہ پھرتا ہے۔ "ست وچن مہاراج" کہکر اسی طرف جھٹ پھر جاتے ہیں۔ جب اُن کے گورو کو خدا نظر آتا تھا۔ تو یہ بھی عشق الٰہی کے جلسے کر کے ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ کر "پرم دیو۔ پرم دیو۔ دھن پربھو۔ دھن پربھو" وغیرہ کہکر رویا کرتے تھے۔ لیکن جب اُن کا گورو اندھا ہؤا۔ یا اُس کو خدا نظر آنے سے بند ہو گیا۔ تو اُس کے ساتھ ہی یہ بھی سورداس بن گئے۔ اب جب یہ شخص کہتا ہے۔ کہ دیوتا آکر مجھے ایڈریس دیتے ہیں۔ تو یہ بھی ست وچن مہاراج کہتے چلے جاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان احمقوں نے چنوں کے ستوپی کر اپنی عقل کو بالکل جواب دے دیا ہے۔ اور اُن کی حالت اس کہانی کے ست بچنے دوستوں سے بہتر نہیں ہے۔ جو کہ موڈرن ریویو میں شائع ہوئی تھی۔ وہ کہانی چونکہ دیو گورو اور اس کے بھگتوں کے عین حسب حال ہے۔ اس لئے ہم سنا دیتے ہیں۔ چنانچہ کہانی یوں شروع ہوتی ہے :۔

بنئے اور جاٹ کی کہانی

کسی گاؤں میں ایک بنیا رہتا تھا۔ وہ دال۔ چاول۔ نمک۔ تیل کی دکان کیا کرتا تھا۔ اور گاؤں والوں کو دیگر چھوٹی موٹی چیزیں بھی بہم پہنچاتا رہتا تھا۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

. . . . . ایک دن جب وہ نزدیک کے قصبے سے اپنی دکان کے لئے کچھ سودا خریدنے جا رہا تھا۔ تو اُس کو راستے میں ایک جاٹ مل گیا۔ جاٹ بھی اسی قصبہ کی طرف ایک مہاجن کا روپیہ ادا کرنے جا رہا تھا۔ یہ وہ قرض تھا۔ جو کہ اُس کے پڑدادا نے اپنے پڑدادا کا انتیشٹی سنسکار کرنے کے لئے لیا تھا۔ قرض تو اصل میں ایک سو روپیہ ہی تھا۔ لیکن سود در سود کے حساب سے پچاس سال کے عرصہ میں ایک ہزار روپیہ ہو گیا تھا۔ بیچارہ جاٹ یہ سوچتا جا رہا تھا۔ کہ اپنے آباؤ اجداد کی زمین کو ساہوکار کے پنجے سے کیونکر بچائے۔ کہ اتنے میں ادھر سے بنئے نے جاٹ کو مخاطب کر کے کہا "آہو بھاگ! چودھری صاحب۔ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ کیا آپ اُس مہاجن کا روپیہ ادا کرنے تو نہیں جا رہے" غریب جاٹ نے کہا "شاہ جی آپ جانتے ہیں کہ میری کہانی کیسی پر درد ہے۔ میرے پردادا نے ایک سو روپیہ قرض لیا تھا۔ لیکن اب وہ ایک ہزار روپیہ ہو گیا ہے۔ چند بیگھہ زمین سے اتنا قرض کیونکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ بنئے نے کہا۔ "چودھری صاحب۔ رونے دھونے اور فکر فاقہ سے کیا بنتا ہے۔ جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔ وہی ہُوا کرتا ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ ہم اپنی قسمت پر روئیں۔ آؤ ہم اس راستہ کی کلفت کو کہانیاں سنا کر ہلکا کریں" جاٹ نے کہا "شاہ جی۔ آپ نے ٹھیک کہا ہے۔ بے شک اپنی قسمت پر رونے سے کیا فائدہ۔ اچھا تو پھر ہم راستہ کو کہانیوں کے ذریعہ کاٹتے ہیں۔ مگر ایک شرط ہے کہ کہانی خواہ کیسی ہی جھوٹی یا بکواس ہو۔ لیکن ہم سے کسی کو بھی اس کی سچائی پر شک نہیں کرنا ہوگا۔ نہ ہی اس کو جھوٹا یا من گھڑت کہنا ہوگا۔ اگر ہم میں سے کوئی دوسرے کی کہانی کو جھوٹا یا من گھڑت کہیگا۔ تو اُس کو ایک ہزار روپیہ بطور جرمانہ کے دینا ہوگا۔ بنئے نے کہا۔ "چودھری صاحب! میں آپ کی بات سے قطعی متفق ہوں۔ بے شک ایسا ہی ہوگا لیکن پہلے میں اپنی کہانی شروع کرتا ہوں"

بنیا۔ تم جانتے ہو۔ کہ میرا پڑدادا گاؤں کے تمام بنیوں میں سے بڑا تھا۔ اور وہ غضب کا دولت مند تھا۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن! **بنیا**۔ میرے اس پڑدادا نے ایک دفعہ چالیس جہاز مال تجارت کے بھرے اور چین کو چل پڑا۔ اور وہاں زر و جواہرات کی خوب خرید و فروخت کی۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن **بنیا**

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب میرے پڑدادا نے وہاں بہت سامال جمع کر لیا۔ تو وہ گھر واپس آ گیا۔ اور اپنے ساتھ بس ملک کے بہت سے تحفے تحائف بھی لایا۔ اُن عجائبات میں سونے کی ایک مورت بھی تھی۔ جو کہ ایسی کاریگری سے بنائی گئی تھی۔ کہ اس سے جو سوال پوچھا جاتا تھا۔ وہ اس کا فوراً جواب دیتی تھی۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن! **بنیا** جب میرا پڑدادا اس مورت کو لے کر گھر آیا۔ تو گاؤں میں سے بہت سے آدمی اس مورت سے اپنی اپنی قسمت کے بارے میں سوال کرنے آئے۔ اور اپنے سوالات کے تسلی بخش جوابات پا کر چلے گئے۔ ایک دن تمہارا پردادا بھی میرے پردادا کے ہاں اس مورت سے سوال پوچھنے آیا۔ اور اُس نے مورت سے سوال کیا۔ کہ دنیا میں سب سے ہوشیار قوم کونسی ہے۔ مورت نے کہا۔ بنیوں کی قوم سب سے ہوشیار ہے۔ تمہارے پڑدادا نے دوسرا سوال کیا۔ کہ دنیا میں سب سے بیوقوف قوم کونسی ہے۔ مورت نے جواب دیا۔ کہ جاٹوں کی قوم دنیا میں سب سے مورکھ ہے۔ تمہارے پڑدادا نے آخری سوال مورت سے یہ پوچھا۔ کہ میرے خاندان میں سب سے بڑا بیوقوف کون ہوگا۔ مورت نے جواب دیا۔ تمہارے خاندان میں سب سے بڑا بیوقوف چودھری لہراسنگھ ہوگا۔ (یہ چودھری صاحب کا جو کہ بنئے کے ساتھ بات کر رہا ہے۔ اپنا ہی نام تھا۔ جاٹ بنئے کی اس چوٹ کو سن کر جل کر کباب ہو گیا۔ لیکن وہ کیا کر سکتا تھا۔ شرط طے ہو چکی تھی۔ کہ جو کچھ دوسرا کہے۔ اس پر ست وچن کے سوائے دوسرا لفظ نہیں بولنا ہوگا۔ آخر کار جاٹ نے دل میں یہ سوچ کر کہ اچھا کیا ہوا۔ میری باری بھی تو آئیگی۔ اس سسرے بنئے کی خبر نہ لوں۔ تو میرا نام لہراسنگھ نہیں ہے۔ اس نے بڑی شانتی سے جواب دیا) ست وچن شاہ جی۔ ست وچن! **بنیا**۔ اس مورت کی شہرت دور نزدیک چاروں طرف پھیل گئی۔ یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی پتہ لگ گیا۔ اس نے میرے پڑدادا سے وہ مورت لے لی۔ اور اس کے عوض میں میرے دادا کو اپنا وزیر اعظم بنا لیا۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن! **بنیا**۔ میرا پردادا بہت مدت تک بادشاہ کا وزیر اعظم رہا۔ اور اُس کے مرنے کے بعد میرا دادا وزیر اعظم بنا۔ مگر میرا دادا (دیوگورو بھگوان کی طرح نہ۔) تنک مزاج غضب کا تھا۔ وہ اپنے فرائض منصبی کی طرف چنداں دھیان نہیں دیتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے خفا ہو کر حکم دے دیا۔ کہ اس کو مست ہاتھی کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آگے ڈال دو۔ مگر مست ہاتھی نے میرے دادا کو کچھ نہ کہا بلکہ سلام کر کے اٹھا کر اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا۔
جاٹ ست وچن شاہ جی ست وچن! **بنیا**۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ مست ہاتھی نے میرے دادا کو نہیں مارا تو اُس نے اس کا قصور معاف کر دیا اور از سر نو اپنا وزیر بنا لیا۔ میرے دادا کے مرنے کے بعد میرا باپ وزیر اعظم بنا۔ لیکن چونکہ میرا باپ چنچل بہت تھا اس لئے اُسنے وزارت کا کام چھوڑ کر سفر کرنا شروع کیا۔ اس نے دنیا کے گرد سفر کرتے ہوئے بہت سے عجائبات دیکھے۔ مثلاً کہیں ایک ٹانگ کے آدمی سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کئے درختوں سے لٹک رہے تھے۔ کہیں ایک آنکھ کے آدمی تھے۔ کہیں جن بھوت تھے وغیرہ وغیرہ۔ ایک دن میرے باپ نے دیکھا کہ ایک مچھر اس کے کان کے گرد بھن بھنا رہا ہے۔ میرے باپ کے ہوش اڑ گئے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں۔ کہ ہم اگروال بنیا لوگ بڑے رحم دل ہوتے ہیں۔ کسی جاندار کو مارنا پاپ سمجھتے ہیں۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا**۔ پس ایسی مصیبت کی حالت میں میرا باپ مچھر کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ اور مچھر سے ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرنے لگا۔ ہے مچھر جی مہاراج آپ مجھ پر دیا کیجئے۔ اور مجھے نہ کاٹئے۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا** مچھر نے جب میرے باپ کی پرارتھنا کو سنا۔ تو کہنے لگا۔ ہے شاہ جی مہاراج تو بڑا آدمی ہے۔ تیرے جیسا مہاجن میں نے آج تک کوئی نہیں دیکھا۔ پس میں چاہتا ہوں۔ کہ تیری کچھ سیوا کروں۔ یہ کہکر مچھر نے اپنا منہ کھول دیا۔ اور میرے باپ نے دیکھا۔ کہ مچھر کے منہ میں ایک بڑا بھاری سونے کا محل ہے۔ جس میں بے شمار دروازے۔ کھڑکیاں۔ صحن اور دالان ہیں۔ اور ان میں سے ایک دروازے پر ایک شہزادی کھڑی ہے۔ اور ساتھ ہی ایک جاٹ ہے۔ جو کہ اس شہزادی کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ میرا باپ جو غضب کا بہادر تھا۔ یہ دیکھ کر فوراً مچھر کے منہ میں کود پڑا۔ اور اس کے معدے میں پہنچ گیا۔ اندھیرا گھپ تو تھا ہی۔ اُس نے چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا**۔ تھوڑی دیر کے بعد اندھیرا دور ہو گیا۔ اور میرے باپ نے اس شہزادی کو اور جاٹ کو پھر دیکھا۔ میرا باپ بڑا حوصلہ مند تو تھا ہی۔ وہ جاٹ پر پل پڑا۔ یہ جاٹ تمہارا باپ تھا۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا**۔ میرے باپ کی تمہارے باپ کے ساتھ ایک سال تک متواتر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کشتی ہوتی رہی۔ آخر کار میرے باپ نے تمہارے باپ کو گرا لیا۔ اور اس شاہزادی سے شادی کر کے اسی محل میں رہنے لگ گیا۔ وہاں پر ہی میری پیدائش ہوئی۔ جاٹ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا**۔ تمہارے باپ کو میرے باپ نے دربان بنا لیا۔ اور وہ رات دن میرے باپ کے دروازے پر چوکیداری کرتا رہتا تھا۔ ایک دن جبکہ میں پندرہ سال کا تھا۔ آسمان سے اُبلتا ہوا پانی برسا۔ اور سونے کا محل پگھل گیا اور ہم سب سمندر میں جا گرے۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن! **بنیا** بڑی کوشش کے بعد ہم چاروں یعنی میں۔ میرا باپ۔ میری ماں اور تمہارا باپ کنارے پر لگے۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا**۔ چند منٹوں کے بعد ہم کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ہم ایک باورچی خانہ میں پڑے ہیں۔ اور باورچن ہماری طرف خوف زدہ ہو کر دیکھ رہی ہے۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا**۔ جب باورچن کو پتہ لگا۔ کہ ہم بھوت چڑیل نہیں ہیں۔ بلکہ آدمی ہیں۔ تو اُس نے کہا۔ تم بھی عجیب آدمی ہو۔ بھلا تم میری دیگچی میں کہاں سے آ گئے۔ تم نے تو میری تمام بھاجی ہی خراب کر دی۔ ہم سب نے اس سے معافی مانگی۔ اور کہا۔ کہ ہم تو پندرہ سال سے اس مچھر کے منہ میں رہتے چلے آ رہے تھے۔ پتہ نہیں ہم آپ کی دیگچی میں کیسے آ گئے باورچن بولی۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ مجھے بھی یاد آ گیا۔ ابھی پندرہ منٹ ہوئے کہ مجھے ایک مچھر نے کاٹا تھا۔ میں نے جہاں اس نے کاٹا تھا۔ وہاں سے دبا کر خون کا ایک قطرہ نکال دیا۔ اور وہ قطرہ اس دیگچی میں جا پڑا۔ مجھے کیا معلوم تھا۔ کہ تم سب اس خون کے قطرے میں تھے۔ میرے باپ نے کہا۔ بی بی جی! یہ ٹھیک ہے۔ ہمارے پندرہ سال آپ کے پندرہ منٹ کے برابر ہوئے۔ پس یہی وجہ ہماری آپ کی دیگچی میں گرنے کی ہے۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن! **بنیا**۔ اور درحقیقت میری عمر اُس وقت کل پندرہ منٹ کی ہی تھی۔ گو میں قد و قامت کے لحاظ سے پندرہ برس کا معلوم ہوتا تھا۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا**۔ اور ہم درحقیقت مچھر کے پیٹ میں پندرہ منٹ ہی رہے تھے۔ لیکن اسی عرصہ میں میں پیدا بھی ہو گیا۔ اور میری عمر پندرہ برس کی بھی ہو گئی اور میرا باپ اور تمہارا باپ پندرہ پندرہ برس بڑے بھی ہو گئے۔ گو اس وقت میری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عمر پچیس برس کے قریب ہے۔ تاہم میں ابھی دس سال کا بچہ معلوم ہوتا ہوں **جاٹ** ست وچن شاہ جی ست وچن۔ **بنیا**۔ اس کے بعد ہمیں پتہ لگا۔ کہ ہم اس ملک میں آگئے ہیں۔ پس میرے باپ نے تو دکان کھول لی۔ اور میں اس کے ساتھ شریک ہوگیا۔ میری ماں شہزادی مدت ہوئی مرگئی ہے۔ یہ میری کہانی ہے۔ **جاٹ**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن۔ شاہ جی آپ کی کہانی لفظ بہ لفظ سچ ہے۔ اس میں جھوٹ تو نام کو بھی نہیں ہے۔ لیکن میری کہانی بھی لفظ بہ لفظ سچی ہے۔ گو آپ کی کہانی جیسی دلچسپ تو نہیں ہے۔ لیکن ہے بالکل سچی۔ **بنیا**۔ ست وچن شاہ جی ست وچن **جاٹ** آپ جانتے ہیں کہ میرا پڑدادا گاؤں میں بڑا مالدار آدمی تھا۔ سب اُس کی عزت کرتے تھے یہاں تک کہ جب وہ چوپال میں جاتا تھا۔ تو سب سے پہلے اس کے سامنے حقہ رکھا جاتا تھا۔ اور سب سے عمدہ جگہ پر اُس کو بٹھایا جاتا تھا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن! **جاٹ**۔ ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں قحط پڑگیا۔ بارش نہ ہوئی۔ دریا خشک اور کنوئیں سوکھ گئے۔ موذی پرندوغیرہ مارے بھوک کے مرنے لگے۔ میرے پڑدادا کے جتنے اناج کے کھتے تھے۔ سب خرچ ہوگئے۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ جب میرے پڑدادا نے اس قحط سالی کو دیکھا۔ تو اُس نے گاؤں کے تمام جاٹوں کو بلا کر یوں مخاطب کیا۔ بھائی جاٹو! ہم پر اِندر دیوتا کی کروپی ہے۔ جو بارش نہیں ہوتی۔ اگر ہم لوگ اس کے لئے کوئی تدبیر نہیں سوچینگے۔ تو ہم سب مارے بھوک کے مرجائینگے۔ پس اگر تم میری بات مانو۔ تو چھ ماہ کے لئے تم اپنے کھیتوں کو میرے سپرد کردو۔ تاکہ میں ان میں غلہ پیدا کردوں۔ سب جاٹوں نے یک زبان ہوکر کہا۔ واہ چودھری صاحب اس سے اچھا اور کیا ہوگا۔ ہم نے آپ کو اپنے کھیت دے دئے۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ جب تمام جاٹوں نے اپنے اپنے کھیت میرے پڑدادا کو دے دئے۔ تو میرے پڑدادا نے لنگوٹ باندھ لیا۔ اور ایک ہی ہلے میں ہزار بیگھہ کا گاؤں اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ **بنیا**۔ (جو جاٹ کے اس خوفناک جھوٹ اور بکواس پر دل ہی دل میں ہنس رہا ہے۔ مگر چونکہ شرط قرار پاچکی ہے۔ کہ کوئی دوسرے کی کہانی کو جھوٹا نہیں کہیگا۔ اس لئے چارناچار بولتا ہے) ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ میرا پڑدادا تمام گاؤں کو سر پر اٹھا کر بارش کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تلاش میں چل پڑا۔ جہاں اس کو پتہ لگتا۔ کہ بارش ہوتی ہے۔ وہ وہاں ہی گاؤں سمیت بھاگ کر پہنچ جاتا اور بارش کا پانی اپنے کھیتوں اور تالابوں میں جمع کر لیتا۔ اس طرح جگہ بجگہ کھیتوں میں بارش کر واکر میرا پڑدادا اپنے گاؤں میں واپس آ گیا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ میرے پڑدادا نے جاٹوں کو کہا۔ کہ اب خوب غلہ بودو۔ چنانچہ انہوں نے مکئی بودی۔ مکئی کا ایک ایک پودا اتنا اونچا اُگا کہ وہ آسمان کی چھت کو پھاڑ کر نکل گیا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ مکئی اور گیہوں کا ایک ایک دانہ اتنا بڑا بڑا پیدا ہوا۔ جتنا بڑا کہ تمہارا سر ہے۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ خوب ہی فصل ہوئی۔ میرے پڑدادا نے خوب اناج بیچا۔ ہزاروں کا دان کر دیا۔ لاکھوں کو ویسے ہی دے دیا۔ اور خوب مالا مال ہو گیا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری سب وچن۔ (اب دونوں ہی شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ مگر کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی) **جاٹ**۔ اس وقت تمہارا پڑدادا بڑا غریب ہو گیا۔ اور میرے پڑدادا نے اس پر رحم کر کے اس کو پانڈیوں میں اناج تولنے پر نوکر رکھ لیا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ مگر تمہارا پڑدادا تھا بڑا بیوقوف اور گدھا۔ وہ بعض اوقات اناج تولتا تولتا گنتی بھول جایا کرتا تھا اور کچھ کا کچھ تول ڈالتا تھا۔ اس پر میرا پڑدادا اس کو خوب جوتیوں سے پیٹتا تھا۔ **بنیا** ست وچن چودھری ست وچن (اب دونوں ہی مہاجن کی دوکان پر پہنچ گئے ہیں۔ لیکن کہانی ابھی تک بھی ختم نہیں ہوئی۔ مہاجن کو رام رام کر کے بیٹھ گئے۔ مگر جاٹ بدستور اپنی کہانی میں مشغول ہے) **جاٹ**۔ شاہ جی! جب میرے پڑدادا نے اپنا تمام غلہ فروخت کر دیا۔ تو تمہارے پردادا کو کوئی کام نہ رہا۔ اس لئے میرے پڑدادا نے اس کو برطرف کر دیا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ مگر چونکہ تمہارے پڑدادا کی حالت بڑی خراب تھی۔ اس لئے اس نے جانے سے پہلے میرے پڑدادا سے ایک سو روپیہ قرض مانگا۔ اور میرے پڑدادا نے اس کو فوراً ایک سو روپیہ دے دیا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ (اتنے زور سے کہ مہاجن بھی سن لے) مگر تمہارے پڑدادا نے وہ قرض ادا نہ کیا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ **جاٹ**۔ اور پھر تمہارے دادا نے بھی ادا نہ کیا۔ **بنیا**۔ ست وچن چودھری ست

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وچن۔ جاٹ۔ اور تمہارے باپ نے بھی ہمارا وہ روپیہ ابھی تک ادا نہیں کیا۔ بنیا ست وچن چودھری ست وچن۔ جاٹ اور پھر تم نے بھی ابھی تک وہ روپیہ ادا نہیں کیا۔ بنیا۔ ست وچن چودھری ست وچن جاٹ۔ پس اب وہ ایک سو روپیہ کی رقم سود اور سود در سود کے حساب سے پورا ایک ہزار روپیہ ہو گئی ہے۔ اور تم نے اب میرا ایک ہزار روپیہ دینا ہے۔ بنیا۔ ست وچن چودھری ست وچن۔ جاٹ پس اب چونکہ تم نے میرے مہاجن کے سامنے اس قرضہ کا اقرار کر لیا ہے۔ پس تم یہ ایک ہزار روپیہ جو کہ تم نے میرا دینا ہے۔ سیٹھ جی کو دیدو۔ تاکہ میں ان کے قرض سے سبکدوشی حاصل کروں اور اپنی زمین چھُڑواؤں۔ یہ کہکر جاٹ نے بنئے کا دامن مہاجن کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ اور کہا۔ کہ میں نے اس بنئے سے ایک ہزار روپیہ لینا ہے۔ اور آپ کے سامنے ہی اس نے اس کا اقرار بھی کیا ہے۔ پس میں نے جو آپ کا روپیہ دینا ہے۔ وہ آپ اس بنئے سے وصول کر لیں + بنیا بیچارہ حیران ہے اگر وہ یہ کہتا ہے۔ کہ جاٹ جھوٹ بولتا ہے۔ اُس نے اس کا کوئی روپیہ نہیں دینا۔ تو اُس کو پہلی شرط کے مطابق یعنی جو کوئی دوسرے کی کہانی کو جھوٹا کہے۔ ہزار روپیہ دے۔ اُس کو ہزار روپیہ دینا پڑتا ہے۔ اور اگر وہ جاٹ کی کہانی کو سچ مانتا ہے۔ تو بھی اس کو ہزار روپیہ دینا پڑتا ہے۔ چار ناچار اُس نے ہزار روپیہ ڈھیری کیا۔ اور آئندہ کان کو ہاتھ لگایا۔ کہ کبھی جاٹ کے ساتھ دل لگی نہیں کرونگا۔ اس کہانی کا جاٹ اگرچہ ست وچنیا تھا۔ مگر ہوشیار تھا۔ اس لئے وہ بنئے کے قابو نہ چڑھا بلکہ اُس نے بنئے کو ہی لینے کے دینے ڈال دئے۔ مگر دیو گورو بھگوان کے بعض ست وچنئے جاٹ ایسے مورکھ ہیں۔ کہ جو کچھ دیو گورو کہتا جاتا ہے۔ وہ آگے سے "ست وچن مہاراج ست وچن" کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور ذرا بھی تو اپنی عقل سے کام نہیں لیتے۔ کہ وہ ذرا اس شخص کی خود غرضی اور پاکھنڈ پر ہی ایک نظر ماریں۔ اِدھر دیو گورو کا کیا حال ہے اُس نے یہ چال چل رکھی ہے۔ کہ جو کوئی میرے سامنے ست وچن نہیں بولیگا۔ یا میری ہاں میں ہاں نہیں ملائیگا۔ میں اُس کو اپنی چوکڑی میں سے نکال دونگا۔ اور ساتھ ہی اس کا کچّا چٹھا بھی پبلک میں رکھ دونگا۔ کہ چونکہ یہ ایسا بدمعاش تھا۔ اس لئے اس کو سماج سے نکال دیا گیا۔ چنانچہ اب تک اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شخص نے اپنی اس قسم کی چالاکیوں اور پاکھنڈوں سے بہت سے نوجوانوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اور اُن کو دین و دنیا کسی طرف کا نہیں چھوڑا۔ بلکہ جب ہی وہ اس کے قابو چڑھے۔ اس چالاک بنئے نے ان کے ہاتھ کاٹ لئے۔ وہ نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے۔ ذرا اُنہوں نے چُوں کی۔ اور اس چالاک بنئے نے اُن کو آنکھیں دکھائیں کہ نکال دئے جاؤ گے۔ اور ساتھ ہی تمہارا پول بھی کھول دیا جاویگا آخر یہ بنیا ایک دوسرے جاٹ کے قابو چڑھا۔ میں اپنے آپ کو جاٹ تو نہیں کہتا ہوں مگر اس بنئے کی سرکوبی کے لئے اپنے آپ کو اگر جاٹ فرض کر لوں۔ تو تلازمہ پورا ہو جائیگا۔ اس جاٹ نے اس بنئے کے ہی ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اور ایسے کاٹے کہ یہ قطعی ٹنڈا ہو گیا۔ اب اپنی قسمت کو رو رہا ہے۔ کہ وہ کیسا منحوس دن تھا۔ جبکہ میں نے دھرم پال کی ٹانگ کے ساتھ اپنی دُم باندھی تھی۔ اے ناظرین! آپ نے اس شخص کی احمقانہ بکواس کا نقشہ تو خدائی بمب میں دیکھ لیا تھا۔ اور اُس کی احمقانہ منطق کا خاکہ خدائی سڈیشن میں ملاحظہ کر لیا۔ اب اس کی احمقانہ گپوں کا ذرا اور مطالعہ کر لیجئے۔ آپ نے دیکھ لیا۔ کہ یہ شخص کس طرح ہاتھی کی سونڈ جتنی لمبی لمبی گپیں مار رہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ کہ دیوتاؤں نے مجھے ایڈریس دیا۔ اور یہ تعریف کی اور وہ مدح سرائی کی۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ سب اس شخص کا دوسرے لوگوں کو دھوکہ دینے کا ایک نیا طریقہ ہے۔ اگر اس شخص کی یہ بات سچ ہو۔ کہ دیوتاؤں نے اس کو ایڈریس دیا۔ تو پھر میری بات کیونکر جھوٹ ہو سکتی ہے۔ جو کہ میں آگے درج کرتا ہوں۔ آپ نے اس بنئے کی گپ سن لی۔ اب ذرا اس کے مقابلہ میں اس جاٹ کا گاف پے۔ گپ۔ پے۔ الف پا۔ گپّا یعنی گپ کا باپ بھی سن لیجئے۔ اور پھر بتائیے۔ کہ فتح کس کی ہوئی۔ اس بنئے کی۔ یا اس جاٹ کی ؟

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرا سین

دیولوک سے ایک بھوت کا آنا اور اِندر کو مع محل اڑا لے جانا

گپّی دُلہا - گپّی دُلہن - گپّی نند جٹھانی
ساس سُسر اور دیور گپّی - گپّی راجہ رانی
گپّی راجہ گپّیں مارے - چٹ پٹ چٹ پٹ چاٹ
"ست وچن ہے" سن کر بولیں بنئے مورکھ جاٹ
اِندر نے بھی گپ چلا کر گپّی کا سر پھوڑا
ہارا راجہ ہاری رانی - گپ کا پیشہ چھوڑا
بُوجھ بوجھ کے سب ہی ہارے کنوئیں کے پنہارے
پہ پہیلی جٹ نے بوجھی - واہ رے جٹ نیارے
دیوگورو ہے دیوگورو یہ تڑ پڑ - تڑ پڑ - تڑ
گپ لگاؤں - کتھا سناؤں جھڑ پڑ - جھڑ پڑ - جھڑ
گپ جھڑیگی - گپ جھڑیگی جیسے آک کے پھُول
"سچ ہے سچ ہے" سنکر بولیں دیوگورو کے فُول

۲۴ - ستمبر کی رات کو جبکہ میں دیولوک کے دیوتاؤں کا وہ ایڈریس جو کہ اُنہوں نے دیوگورو بھگوان کو دیا تھا - پڑھ چکا - تو ایک عجیب آشچرج جنک گھٹنا ہوئی - رات بہت گزر چکی تھی - چاروں طرف اندھیرا اور سنسان تھا - یکایک میرا ہردے انوپرانت ہؤا - اور مجھے ایسا پرتیت ہونے لگا - کہ مجھ پر کوئی بلا نازل ہونے والی ہے - میں آرام کرسی پر بیٹھا ہؤا تھا - پرنتو تھوڑی سی دیر میں ہی مجھ پر ایک عجیب قسم کی نیند طاری ہو گئی - اور میں کرسی سے ہی پیٹھ لگا کر لیٹ گیا - اثناء خواب میں میری آنکھیں کھلی تھیں - اور میں سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا - رائے میلا رام کے کارخانے کی چمنی جو کہ بہت اونچی ہے - مجھے نظر آ رہی تھی - یکایک کیا دیکھتا ہوں - کہ وہ چمنی بہت اونچی ہو گئی - اور اونچی ہو کر اوپر سے پھٹ گئی - پھٹنے کی دیر تھی - کہ اس میں سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک کالا بھوت نکلا۔ جو کہ اس چمنی سے بھی کہیں اونچا تھا۔ وہ آسمان کی طرف بلند ہوتا گیا۔ اور خوب پھیلنے لگا۔ تھوڑی دیر میں مجھے اُس کا چہرہ نظر آنے لگا۔ اور اس کی آواز بھی سنائی دینے لگی۔ اگرچہ کارخانے کے بند ہونے یا جاری ہونے پر جو آواز اس کارخانے میں سے نکلا کرتی تھی۔ وہ میں نے کئی دفعہ سنی تھی۔ مگر آج کی آواز بڑی عجیب تھی۔ چنانچہ یہ کالا دیو جو دھوئیں کی طرح چھا رہا تھا۔ بڑے زور سے "تھُو۔ اُو۔ تھُو۔ اُو۔ تھُو۔ اُو۔ تھُو۔ اُو۔ تھُو۔ اُو۔ تھُو۔ اُو۔ تھُو۔ اُو۔ تھُو۔ اُو۔ چوں۔ تھُو۔ چوں۔ تھُو۔ چر۔ چوں۔ چر۔ چوں۔ چیں۔ چاں۔ چوں۔ چیں۔ چیں۔ چوں اڑم۔ ڑوں۔ اڑاں۔ اُڑوں۔ اڑیں۔ ڑیں۔ ڑیں۔ ڑن" کر کے میری طرف بڑھا اور اپنے منہ کو کھولا۔ ایسی آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اور ایسا منہ بھی میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس بھوت نے اپنے جبڑے پھیلائے۔ نیچے کا جبڑا دفتر اندر کے نیچی طرف اور اوپر کا مکان کے اوپر کی طرف رکھّا۔ اور دونوں جبڑوں میں اِندر۔ اِندر کے زبردست دو منزلہ مکان اور اِندر کے ایڈیٹر کو پکڑ کر آسمان کی طرف اڑا۔ میں نے دیو گورو کی تحریر دیکھی تھی۔ کہ ہمارے باپ دادا مر کر بھوت چڑیل بن جاتے ہیں۔ اور ہمارے بچوں کو کھا جاتے ہیں۔ مردار بھی چٹ کر جاتے ہیں۔ لیکن مجھے اس کا یقین نہیں آیا تھا۔ بلکہ میں نے خدائی بمب میں دیو گورو کی اس بات پر بڑا تمسخر اُڑایا تھا۔ مگر آج دیو گورو کی جیوتی میں اپنے آپ کو ایک بھوت کے منہ میں دیکھ کر میرے خیالات کو ایک پاک دھکّا لگا۔ اور میں نے سمجھا۔ کہ بے شک بھوت چڑیل ہوتے ہیں۔ دھن ایسے شری دیو گورو بھگوان جنہوں نے ایسی تعلیم دی ہے۔ میں نے غلطی کی۔ جو ایسی لاثانی تعلیم کا کھنڈن کیا۔ قریب تھا۔ کہ میں اپنے آپ کو اس بھوت کے منہ میں پھنسا ہؤا دیکھ کر جو کہ مجھے دیولوک کی طرف لئے جا رہا تھا۔ رو پڑتا۔ اور اس بھوت سے معافی مانگتا۔ اور ساتھ ہی دیو گورو بھگوان سے بھی معافی مانگتا۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ اب اس بھوت نے مجھے کھا تو جانا ہی ہے۔ کیا فائدہ معافی مانگنے سے۔ چپکے سے تماشا دیکھتے جاؤ۔ کہ یہ کہاں لے جاتا ہے۔ اور مجھے کیا کرتا ہے۔ الغرض وہ بھُوت اُڑا۔ اُڑا۔ اُڑا۔ اور خوب ہی اُڑا۔ یہاں تک کہ وہ پرلوک کے پہلے طبقہ میں پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اُس نے دستک دی۔ پرلوک کے اس طبقہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ایک عورت کی آواز آئی۔ کہ "کون ہے" بھوت نے جواب دیا۔ "اری تو کنڈی تو کھول ہے کون میں ہوں ننھے شبّو کا پتا" شبّو کا نام سن کر میرے دل میں کئی خیالات گزر گئے۔ کہ معلوم نہیں۔ یہ "شبّو" کون ہے۔ جس کا باپ مر کر بھوت بن گیا ہے۔ اور مجھے بھی اٹھا لایا ہے۔ اتنے میں عورت نے کنڈی کھول کر کہا "اچھا! اچھا! آپ آ گئے۔ میرے شونارائن کا کیا حال ہے۔ کیا وہ ابھی تک سولن پہاڑ پر ہی ہے۔ یا لاہور آ گیا ہے" بھوت نے جواب دیا۔ "شونارائن کی حالت بہت خراب ہے" عورت نے کہا۔ کہ کیوں کیا ابھی تک وہ بدذات چھوکرا اس کو دق کئے جاتا ہے۔ باز نہیں آیا۔ کیا تم نے اس کو کچھ نہیں کیا" بھوت بولا۔ "اری اس چھوکرے کی کیا حیثیت تھی۔ اس کو تو میں آج اٹھا کر یہاں لے آیا ہوں۔ آج اسی بدذات کو بھون کر کھائینگے" بھوت اور بھوتنی کی اس بات چیت کو سن کر میرا دل دہل گیا۔ اور میں نے نتیجہ نکالا۔ کہ ہو نہ ہو۔ یہ تو پنڈت شونارائن اگنی ہوتری المعروف بہ سیتانند اگنی ہوتری عرف دیوگورو بھگوان کے ماتا پتا معلوم ہوتے ہیں۔ جو کہ اپنے پیارے بیٹے کو اس کے پہلے نام شونارائن بلکہ اور بھی زیادہ پیار ظاہر کرنے کے لئے "ننھا شبّو" کہکر ہی پکارتے ہیں۔ اب مجھے جہاں شری دیوگورو بھگوان کی "پرلوک سمبندھی سرلوچ وگیان موکلک شکچھا" کا پتہ لگا۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے اس بات کو دیکھ لیا۔ کہ درحقیقت بعض ماتا پتا مر کر بھوت چڑیل بن جاتے ہیں۔ وہاں اس کے ساتھ ہی مجھے یہ جان کر بھی خوف نے آگھیرا۔ کہ جب دیوگورو مہاراج کی ایک بات سچی ہو گئی ہے۔ تو دوسری بھی سچ نکلیگی اب یہ بھوت چڑیل مجھے کھا جائینگے۔ میں اسی فکر میں غلطاں و پیچاں تھا۔ کہ اتنے میں اس بھوت نے بھوتنی سے کہا۔ "تم دیکھتی ہو۔ آج میں کتنی دور سے یہ اتنا بھاری مکان مع اس چھوکرے کے اٹھا کر لایا ہوں۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔ اگر کچھ کھانے کے لئے ہو۔ تو جلدی دو۔ اگر کچھ دودھ ہو۔ تو اور بھی اچھی بات ہے" اس پر بھوتنی نے جواب دیا۔ کہ "آج جب میں ایک جنگل میں ایک گائے کا دودھ پینے لگی۔ تو گائے نے میرے "چھڑ" ماری۔ اور میرے اگلے دو دانت توڑ ڈالے۔ اس لئے آج میں دودھ حاصل نہیں کر سکی۔ اس کے بعد میں شہر کی طرف گئی۔ کہ شاید

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی مردہ کتّا۔ یا مردہ بچّہ ہی مل جائے۔ لیکن آج داروغہ صفائی نے تمام مردے وکُتّے یا دیگر مردار وغیرہ میرے جانے سے پہلے ہی اٹھوا کر زمین میں گڑوا دئے تھے۔ پس مجھے کوئی مردہ کتّا بھی نہ ملا۔ بعد ازاں میں ایک حلوہ فروش کی دُکان پر حلوہ کھانے لگی۔ تو اس نے مکھیوں کو اڑانے کے لئے ایک چھڑی ہلائی۔ اتفاق سے وہ چھڑی میرے کان پر لگی۔ اور میرا کان ہی ٹوٹ گیا۔ میں وہاں سے بھی بھاگ آئی بعد ازاں میں ایک دودھ فروش کی دکان پر پہنچی۔ دودھ کڑاہی میں دھرا تھا۔ میں نے سمجھا۔ کہ یہ ٹھنڈا دودھ ہے۔ مگر وہ سخت گرم تھا۔ جب میں اس کو پینے لگی۔ تو میری زبان جل گئی۔ تم دیکھتے ہو۔ کہ آج مجھ سے ٹھیک طرح بولا بھی نہیں جاتا۔ پس آج کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ بہتر ہے۔ آج اس بدذات دھرم پال کو ہی بھون کر کھائیں۔ اس نے ہمارے بیٹے کو سخت تنگ کر رکھا تھا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ پھر بھاگ جائے۔ آج اس کو ضرور کھا لینگے۔" بھوتنی کی بات کو سن کر میرا جگر پانی پانی ہو گیا۔ اور میں نے سمجھا۔ کہ بس اب تو مارا گیا۔ اگر کچھ کر سکتا ہے۔ تو کر لے میں ابھی تک اس بھوت کے منہ میں ہی تھا۔ اس کا منہ میلوں لمبا چوڑا تھا۔ میں نے اس کے منہ میں بھاگنا شروع کیا۔ مجھے اس کے منہ میں ایک پہاڑ نظر آیا۔ جو کہ اصل میں بھوت کا دانت تھا۔ وہ پہاڑ بہت اونچا تھا۔ میں جھٹ پٹ اس پر چڑھ گیا۔ اس کی دوسری طرف ایک چھوٹا سا تالاب تھا۔ میں اس تالاب میں کودا۔ چونکہ میں تیراک بہت اچھا تھا۔ اس لئے اس تالاب کو تیر کر پار ہو گیا۔ تالاب کے دوسری طرف ایک اور پہاڑ نظر آیا۔ میں اس پہاڑ پر بھی چڑھا۔ اور دوسری طرف گزر گیا۔ یہ پہاڑ اصل میں اس بھوت کے دانت تھے۔ الغرض میں کئی دانتوں یا پہاڑوں کو عبور کرتا ہؤا ایک کھلے میدان میں پہنچ گیا۔ وہاں پختہ سڑکیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک سڑک میں بجلی کی روشنی تھی۔ اس سڑک پر ایک چار گھوڑے کی فٹن کھڑی تھی۔ لیکن اس پر سوار کوئی نہیں تھا۔ میں نے سمجھا۔ کہ یہ میرے لئے ہی ہے۔ چنانچہ میں جھٹ اس فٹن پر سوار ہو گھوڑوں کے ہنٹر لگا بھاگا بھاگ اس سڑک پر چل دیا۔ آن کی آن میں سینکڑوں میل طے کر کے میں ایک عظیم الشان کھُردرے میدان میں پہنچا۔ اصل میں یہ میدان بھوت کا کان تھا اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ سڑک سوائے اس نالی کے جو کہ بھوت کے کان سے ہوتی ہوئی اندر کی طرف گزرتی تھی۔ اور کچھ نہ تھی۔ باوجودیکہ میں اتنے میل دوڑا۔ لیکن ابھی تک میں اس بھوت کے کان میں ہی تھا۔ جو کہ ایک عظیم الشان وسیع میدان تھا۔ اس میدان میں جا بجا کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کوٹھی کے سامنے ایک عظیم الشان ہاتھی کھڑا تھا جس کی دُم تین میل اور ٹانگیں چار چار میل لمبی تھیں۔ اس کی پیٹھ دو میل چوڑی اور چالیس میل لمبی تھی۔ اور اس پر ریل چل رہی تھی۔ اس ریل کا ٹرمینس یا آخری سٹیشن ہاتھی کے اگلے دانت پر تھا۔ اور اس سٹیشن کا نام دیونگر تھا۔ یہ ہاتھی دراصل جُوں تھی۔ جو کہ بھوت کے کان میں پھر رہی تھی۔ اس جُوں کے دانت پر یہی دیونگر دیولوک کا دارالخلافہ آباد ہے۔ جتنے بھی دیوسماج کے مرد یا عورتیں مرتے ہیں۔ وہ سب اسی دیونگر میں آتے ہیں۔ میں نے فٹن تو دی چھوڑ۔ اور ریل پر سوار ہو سیدھا دیونگر میں پہنچا۔ دیونگر کیا چیز ہے۔ اس کا پورا نقشہ پیش کرنا میرے قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اگرچہ وہ اس ہاتھی یا دیولوک کی جُوں کے دانت پر جو دانت کہ تیس میل لمبا چوڑا ہے۔ واقع ہے۔ مگر دیونگر کی لمبائی تیس میل اور چوڑائی پندرہ میل۔ بارہ گز۔ دو فٹ۔ ڈھائی انچ ہے۔ اگر اس میں دیوگورو کے کسی بھی سیوک کو ذرا بھی شک ہو۔ تو وہ فوراً وہاں جا کر جریب لگا کر لمبائی چوڑائی ماپ کر اپنا یقین پختہ کر سکتا ہے۔ جب میں ریل سے اُتر کر شہر کی طرف چلا۔ تو راستہ میں مجھے میرے پُرانے دیوسماجی دوست ہرنام سنگھ جی مل گئے۔ میں نے ان کو اور انہوں نے مجھے جھٹ پہچان لیا۔ وہ وہاں پر میڈیکل پریکٹیشنر ہیں۔ انہوں نے وہاں پر ایک بڑا بھاری میڈیکل ہال بھی کھولا ہوا ہے۔ جس کا نام ہے۔ "سنٹرل میڈیکل ہال دیونگر"۔ میرا دوست ہرنام سنگھ مجھ سے بغل گیر ہوا۔ اس کے ساتھ دو بائیسکل تھے۔ ایک تو وہ جس پر چڑھ کر وہ کبھی دیو آشرم لاہور میں آیا کرتے تھے۔ اور دوسرا اُن کی بیوی کا بائیسکل تھا۔ میں پہلے لاہور میں سنا کرتا تھا۔ کہ ہرنام سنگھ جی پرلوک سے بائیسکل پر چڑھ کر دیو آشرم میں آتے ہیں لیکن اب میں نے ان کا بائیسکل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ وہ ایک بائیسکل پر تو خود چڑھ بیٹھے۔ دوسرے پر مجھے چڑھنے کے لئے کہا۔ لیکن میں نے جواب دیا۔ کہ مجھے تو بائیسکل پر چڑھنا نہیں آتا۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ اچھا۔ تو آپ میرے پیچھے بیٹھ جائیں۔ میں اُن

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور انہوں نے بائیسکل موڑا۔ اور پھر اس کو چلایا۔ اور بھگایا اور خوب زور سے بھگایا۔ آن کی آن میں ہم سنٹرل میڈیکل ہال میں پہنچ گئے۔ ہال کے ایک طرف میرے دوست کا فیملی کوارٹر تھا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ گھر کے دروازہ پر چھوٹے چھوٹے بچے کھیل رہے تھے۔ میں نے اپنے دوست سے پوچھا۔ کہ یہ بچے کس کے ہیں۔ میرے دوست نے جواب دیا۔ کہ یہ میرے ہی ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کہ آپ کا تو کوئی بچہ نہیں تھا۔ یہ کہاں سے آگئے۔ انہوں نے کہا۔ کہ میں نے مرنے کے بعد دیونگر میں آکر شادی کرلی تھی۔ میں نے پوچھا کس سے؟ وہ مسکرا کر بولے۔ کہ شردھیا کماری پریم دیوی جی کے ساتھ۔ میں سخت حیران ہوا۔ میں نے کہا۔ کہ دیو سماج والے تو یہ کہتے ہیں۔ کہ کماری پریم دیوی جی نے دیولوک میں جاکر شادی ہی نہیں کی۔ میرے دوست نے کہا۔ احمق جھوٹ بولتے ہیں۔ یہاں بیاہ شادیاں برابر ہوتے ہیں۔ اور بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھو۔ اس وقت میرے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ یہ کہکر میرے دوست نے ان بچوں کو آواز دی۔ وہ سب بھاگے آئے۔ ان میں سے ایک کا نام بلونت سنگھ۔ دوسرے کا نام مہنت سنگھ۔ تیسرے کا نام سنت سنگھ ہے۔ اور لڑکی کا نام کنول کماری ہے۔ لڑکے بڑے خوبصورت ہیں۔ یقیناً ایسے لڑکے اس دنیا میں پیدا نہیں ہوتے۔ میں نے اُن بچوں کو باری باری گود میں اٹھایا۔ اور پیار کیا۔ ان میں سے مہنت بڑا شریر تھا۔ جب میں نے اس کو گود میں اٹھایا۔ تو وہ میرے کان کے پاس مُنہ لے جاکر بولا۔ "تُو دیوگورو ہے۔ یا دھرم پال"۔ میں اس ننھے کے سوال کو سن کر بڑا حیران ہوا۔ کہ اُس نے میرا نام کیسے جانا۔ آخر میں نے اپنے دوست سے پوچھا۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس کو میرا نام کس نے بتایا۔ میرا دوست بولا۔ بات اصل میں یہ ہے۔ کہ کچھ دن ہوئے۔ سنت بجرنگ بہاری جی جن کے نام سے آپ واقف ہیں۔ نیچے زمین پر گئے تھے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ وہ خدا پرست تھے اور دیوگورو کے شاگرد تھے۔ خدا پرستی کی حالت میں ہی اُن کا انتقال ہوگیا۔ اُن کے مرنے کے بعد دیوگورو بھگوان کے خیالات تو گئے بدل۔ لیکن وہ بدستور خدا پرست ہی رہے۔ اس کے بعد دو چار دیوگورو کے ناستک سیوک مرکر یہاں پہنچے تو انہوں نے یہاں آکر بھی اس تعلیم کا پرچار کرنا چاہا۔ سنت جی کو یہ بات بہت بُری لگی۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور آخر کار دو پارٹیاں بن گئیں۔ ایک خدا پرستوں کی۔ دوسری خدا سے منکروں کی۔ اور دونوں میں جنگ شروع ہو گیا۔ پہلے پہل تو خدا پرستوں کا پلہ بھاری رہا۔ لیکن جب دیو گورو کے سیوک ڈاکٹر چندو لال صاحب مر کر یہاں پہنچے۔ تو خدا سے منکروں کی پارٹی کو زیادہ تقویت مل گئی۔ اور اُن کا غلبہ ہو گیا۔ سنت بجرنگ بہاری جی نے بھی نیچا دیکھا۔ اس کے بعد وہ برابر اس تلاش میں رہے۔ کہ جس طرح ہو ان منکران خدا کی بیخ کنی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ وہ ایک دن آپ کے دفتر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ کہ اُن کو آپ کے دفتر کے دروازہ پر ایک نوٹس "خدائی بمب" کا دوسرا "اگنی" کا نظر پڑا۔ انہوں نے آپ کی لاری میں سے ایک جیب میں "اگنی" اور دوسرے میں "خدائی بمب" رکھ لیا۔ دیو گورمیں آکر جہاں دیو گورو کے بہت سے سیوک موجود تھے۔ انہوں نے "بمب" کو "اگنی" لگا اور چکر دے کر اُن منکروں کے عین بیچ میں پھینک دیا۔ بمب کا پھینکنا تھا۔ کہ وہ پھٹ گیا۔ کسی کی ٹانگ اُڑ گئی۔ کسی کا بازو۔ کسی کا ناک کٹ گیا۔ کسی کا کان۔ کئی مارے گئے۔ چاروں طرف شور مچ گیا۔ کہ خدا پرستوں کی فتح ہو گئی اور باغی مارے گئے۔ میرے یہ بچے بھی اس طرف سے گزر رہے تھے۔ کہ انہوں نے بمب کے ٹکڑوں کو پڑا پایا۔ اٹھا لیا۔ اور اُن پر آپ کا اور دیو گورو کا نام لکھا دیکھا۔ اور مجھ سے پوچھنے لگے۔ کہ یہ دھرم پال کون ہے اور دیو گورو کون ہے۔ میں نے اُن کو کہا۔ کہ یہ بھی ہیں۔ کوئی آدمی۔ آج آپ کو دیکھ کر مہنت کے دل میں خیال آیا ہو گا۔ کہ یہ شاید دیو گورو ہے۔ اس لئے اُس نے آپ سے ایسا سوال کر دیا۔ خیر بچوں کے بارے میں بات چیت کر کے میں نے اپنے دوست سے پوچھا۔ کہ یہاں کے کچھ حالات تو بتائے۔ خاص کر دیو سماج کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائے۔ میرا دوست بولا۔ گو میں خود بھی پہلے دیو گورو کا بھگت تھا۔ مگر مرنے کے بعد میں نے اس کے خیالات کو قطعی چھوڑ دیا ہے۔ اور اب میرا دیو سماج کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُس کی وجہ زیادہ تر یہ ہوئی ہے۔ کہ جب میں وہاں زندہ موجود تھا۔ تو میں اُن کی بد فعلیوں کو جو کہ یہ پوشیدہ پوشیدہ کرتے تھے۔ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اور میں سمجھتا تھا۔ کہ یہ بڑے دھارمک ہیں۔ لیکن مر کر میں کئی دفعہ نیچے گیا۔ اور میں نے ان کے بڑے بڑے آدمیوں کو بد فعلیاں کرتے دیکھا۔ مگر وہ مجھے نہیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیکھ سکتے تھے۔ اُن کی ایسی حالت کو دیکھ کر میرا دل کھٹا ہو گیا۔ ان کے تمام علاقوں میں تقریباً ایسا ہی دُراچار دیکھ کر میں نے دیو سماج کو قطعی چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اپنے دوست سے کہا۔ کہ کیا ایسے واقعات بھی آپ نے دیکھے ہیں۔ جن کا مجھے علم نہ ہو میرا دوست بولا۔ ہاں ہاں بہت سے ایسے واقعات ہیں۔ تم رانیکا رائے پور ضلع انبالہ کے ..... کو جانتے ہو گے۔ وہ دیو گورو کا بھگت تھا۔ اُس نے کیسی بدمعاشی کی۔ اور وہ بھی دوسرے سیوک کی عورت کے ساتھ تم پنڈت ..... کے نام سے واقف ہو گے۔ وہ دیو گورو کا کیسا بھگت تھا۔ جب وہ مر گیا۔ تو اُس کی عورت کی کیا حالت ہوئی۔ جب اُس کے حرام کا بچہ پیدا ہوا۔ اور اُس نے مار ڈالا تو دیو گورو کا لڑکا شانتی جو کہ مر کر بھوت چڑیل بنا ہوا ہے۔ اور جو اسی قسم کے بچوں کو کھا کر گزارہ کرتا ہے۔ جھٹ اس جگہ پر پہنچا۔ اور اس بچہ کو کھا گیا۔ اور تم جانتے ہو۔ کہ دیو گورو کا اپنا باپ بھی جس کے بارے میں وہ اتنی گپیں مارا کرتا تھا۔ مر کر بھوت بن گیا ہے۔ چنانچہ دیو گورو کا لڑکا وگیان اور لڑکی دیو پربھا کے علاوہ جو اور بھی دیو گورو کے کئی بچے مرتے رہے ہیں۔ ان کو یہی شخص کھا جاتا رہا ہے۔ اُس کی ایسی ناپاک زندگی کو دیکھ کر ہمیں سخت نفرت آئی۔ اور ہم نے اس کو اپدیش بھی دیا۔ مگر وہ ایسا اندھا۔ بہرہ اور بدبودار ہے۔ کہ سنتا ہی نہیں۔ دوست کی اس بات کو سن کر میں نے کہا۔ کہ دیو گورو کا باپ تو مجھے بھی منہ میں ڈال کر یہاں لے آیا تھا اور مجھے بھی کھانے لگا تھا۔ لیکن میں بھاگ کر ادھر آ گیا ہوں۔ میرا دوست بولا۔ نہیں۔ نہیں۔ وہ آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے پوچھا۔ کہ دیو گورو کی جو پہلی دو عورتیں مری تھیں۔ اُن کا کیا حال ہے۔ کیا وہ بھی بھوت چڑیل ہی بنی ہیں۔ یا کچھ اور۔ میرے دوست نے کہا۔ نہیں۔ نہیں۔ وہ بھوت چڑیل نہیں بنی ہیں۔ کیونکہ وہ خدا پرست اور خدا ترس تھیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوا ہے۔ کہ انہوں نے یہاں آ کر شادیاں کر لی ہیں۔ اور اب اُن کے بھی اپنے بال بچے ہیں۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ جب اُن کا خاوند دنیا میں موجود ہے۔ تو اُنہوں نے شادیاں کیسے کر لیں۔ میرا دوست بولا۔ کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ دیو نگر ایک چھاؤنی ہے اور چھاؤنی کے تمام قواعد شہر کے قواعد سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ بیاہ شادی کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بارے میں یہاں یہ قاعدہ ہے۔ کہ اگر کوئی مرد مرکر یہاں آئے۔ اور اس کے بعد اس کی عورت شادی کرلے۔ تو مرد کو بھی اجازت ہے۔ کہ وہ یہاں پر دوسری شادی کرلے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت مرکر یہاں آئے۔ اور اس کے بعد اس کا خاوند زمین پر کوئی دوسری شادی کرلے۔ تو عورت کو بھی اجازت ہے۔ کہ اگر وہ چاہے۔ تو یہاں پر دوسری شادی کرلے۔ اسی کنٹونمنٹ رُول کے مطابق دیوگورو کی پہلی دو عورتوں نے یہ جان کر کہ دیوگورو نے ہمارے بعد دوسری شادی کرلی ہے۔ یہاں پر شادیاں کرلی ہیں۔ اور اُن کے بال بچے بھی پیدا ہوگئے ہیں۔ اسی کنٹونمنٹ رول کے مطابق اب دیوگورو کا اپنی مردہ عورتوں پر کوئی حق نہیں رہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کہ اگر دیوگورو یہاں آکر حق شفع کرنا چاہیگا۔ تو کیا ہوگا۔ میرے دوست نے کہا۔ کہ اگر وہ خدا سے باغی رہ کر ہی مرگیا۔ تو وہ بھوت بن جائیگا۔ اور کسی بھوت کو یہ اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ یہاں کسی خدا پرست مرد یا عورت کے برخلاف کچھ کارروائی کرسکے۔ اور دوسرے ابھی شروع ستمبر ۱۹۰۸ء سے کنٹونمنٹ مجسٹریٹ نے یہ قانون پاس کردیا ہے۔ کہ اگر کوئی دیوسماجی بغاوت کی حالت میں مرکر دیونگر میں آجائے۔ اور وہ جلدی ہی بغاوت سے توبہ نہ کردے۔ تو اُس کی دُم کے ساتھ "خدائی بمب" باندھ کر "اگنی" لگاکر اُڑا دو۔ اس نئے قاعدے کے مطابق بہت سے باغی ہلاک کئے جاچکے ہیں۔ جو باقی ہیں۔ وہ توبہ کرتے چلے جارہے ہیں۔ کئی باغیوں سے مچلکہ لے لئے گئے ہیں۔ آپ کے "خدائی بمب" کو کنٹونمنٹ مجسٹریٹ نے بہت پسند کیا ہے۔ اور اُس کی ڈیڑھ ہزار پوری بذریعہ تار منگوائی ہے۔ جب پہلے ہی پہل یہ قانون پاس ہوا۔ تو باغی بہت سٹ پٹائے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنی طاقت کے زعم میں یہاں پر بھی سڈیشن پھیلا کر بغاوت شروع کردی دونوں طرف سے خوب جنگ ہوا۔ آخر کار باغی پسپا ہوئے۔ بہت سے مارے گئے۔ بہت سے قید کرلئے گئے۔ جو قید کرلئے تھے۔ ان میں سے جس جس نے مچلکہ داخل کردیا۔ اس کو تو چھوڑ دیا گیا۔ باقی سب کو دُموں کے ساتھ بمب باندھ کر اڑا دیا گیا اب کنٹونمنٹ مجسٹریٹ کو یہ پتہ لگا ہے۔ کہ باغیوں کا سرغنہ جلدی ہی مرکر یہاں آنے والا ہے۔ اس لئے اس نے اس کو اڑانے یا راہ راست پر لانے کے لئے "بمب" کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک ڈھیر جمع کر رکھا ہے۔ اب جس دن وہ مر کر یہاں آیا۔ اسی دن خوفناک جنگ شروع ہو جائیگا۔ میں اپنے دوست سے یہ باتیں کر ہی رہا تھا۔ کہ اتنے میں سامنے سے کئی گاڑیاں آئیں۔ اُن میں لیڈیز اور جنٹلمین سوار تھے۔ وہ گاڑیاں میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں۔ اُن میں سے کئی مرد اور عورتیں ایسی نکلیں۔ کہ جن کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے دوست ہرنام سنگھ نے مجھے اُن سے اور اُن کو مجھ سے انٹروڈیوس کروایا۔ مجھے پتہ لگا۔ کہ ان میں سے ایک مہاشے سنت بجرنگ بہاری جی ہیں۔ دوسرے بھائی سندر سنگھ جی ہیں۔ تیسرے برکت رائے جی ہیں۔ عورتوں میں سے دو دیوگورو بھگوان کی پہلی عورتیں تھیں۔ ایک اُن میں بھائی امر سنگھ کی عورت تھی۔ جس کی بابت یہ مشہور تھا۔ کہ وہ دیوگورو کی جان کو روتی ہوئی زہر کھا کر مر گئی تھی۔ دو عورتیں موگہ کے سردار سرمکھ سنگھ کی مردہ بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک کو میں جانتا تھا۔ اُس نے مجھ سے سردار سرمکھ سنگھ کے حالات پُوچھے۔ میں نے کہا۔ کہ آپ کے مرنے کے بعد اس نے دوسری شادی کر لی۔ جب دوسری بیوی مر گئی۔ تو اب تیسری شادی کرنے لگا ہے۔ اور شادی بھی اس لڑکی کے ساتھ کرنے لگا ہے۔ کہ جس کو وہ اتنا عرصہ کا کی بیٹی کہکر ایدیش دیتا رہا تھا۔ اور جو اس کے ہی سکول میں پڑھا کرتی تھی۔ وہ دیوی یہ سن کر زار زار رونے لگ گئی۔ اور بولی۔ کہ دیو سماج کے آدمی بڑے بیوفا۔ طوطا چشم اور خود غرض ہیں۔ عورتوں کے جیتے جی تو یہ اُن سے اتنی محبت کرتے ہیں۔ کہ گویا وہ اُن کے ہی ہیں۔ لیکن ادھر عورت مری۔ حالانکہ اولاد بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ اپنی طبیعتوں پر ذرا بھی قابو نہیں رکھ سکتے۔ جھٹ شادی کر لیتے ہیں۔ اس دیوی کو روتے دیکھ کر بھائی امر سنگھ کی عورت بولی۔ اس لحاظ سے تو میں اپنے "دوجھنڑا سنگھ" کی بہت تعریف کرتی ہوں۔ کہ اُس نے میرے مرنے کے بعد اب تک شادی نہیں کی اور بڑی "پاکیزگی" کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ غرضیکہ تمام عورتیں اس طرح اپنا اپنا رونا روتی گئیں۔ کہ اتنے میں سنت بجرنگ بہاری نے مجھے کہا۔ کہ ہم لوگوں کو آج معلوم ہوا تھا۔ کہ ایک بھوت آپ پر حملہ کرنے گیا ہے۔ ہم اسی وقت اس بھوت کے پیچھے بھاگے۔ مگر افسوس۔ ہمارے پہنچنے سے پہلے وہ بھوت آپ کو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لے کر بھاگ آیا تھا۔ ہم اس بدبو کے پیچھے پیچھے جو کہ وہ بھوت چھوڑتا آرہا تھا۔ آپ کی تلاش میں یہاں آگئے۔ آپ یہ فرمائے۔ کہ آپ کو اس بھوت نے کوئی گزند تو نہیں پہنچایا میں نے کہا۔ کہ بھوت بھوتنی نے مجھے بھون کر کھا جانا چاہا تھا۔ لیکن میں بھاگ کر ادھر آگیا۔ اب مجھے معلوم نہیں۔ کہ وہ بھوت کہاں ہے۔ سنت جی بولے۔ کہ اس کو کنٹونمنٹ مجسٹریٹ نے قید کر لیا ہے۔ اور کل کو علے الصبح ہی اس کی دُم کے ساتھ "خدائی بمب" باندھ کر اڑا دیا جاویگا۔ آپ بے فکر رہیں۔ لیکن ایک بات اور بھی ہے۔ جس کے لئے ہم سب آپ کو تکلیف دینے آئے ہیں۔ وہ یہ کہ آپ یہاں پر دو چار لیکچر باغیوں کے بارے میں دے جائیں۔ تاکہ سب لوگوں کو اُن کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ میں نے کہا۔ کہ مجھے زکام ہو رہا ہے۔ لیکچر نہیں دے سکونگا۔ ہاں کچھ زبانی بات چیت ہو سکیگی۔ اور اس کے لئے صبح کا وقت ہی موزوں ہوگا۔ اُن سب نے کہا۔ جیسے آپ کی مرضی۔ ہم آپ کو کوئی ناواجب تکلیف دینا نہیں چاہتے۔ لیکن اتنا میں کہ دیتا ہوں۔ کہ یہاں کے بہت سے سجن مہاشے جو زیادہ تر آپ کی تحریروں کی بدولت بغاوت کے گڑھے سے نکلے ہیں۔ ورنہ ابھی تک کبھی کے بذریعہ بمب اڑا دئے گئے ہوتے۔ وہ آپ کی اس مہربانی کے صلے میں آپ کو ایڈریس دینا چاہتے ہیں۔ کرپا کر کے سوئیکار کیجئے۔ میں نے کہا۔ اچھا کوئی بات نہیں ہے۔ اگر اُن کی خوشی اس بات میں ہے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ وہ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ میرا دوست بھی اپنے بنج کے کام میں لگ گیا۔ میں اکیلا بیٹھا تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔ کہ اب یہ لوگ مجھے ایڈریس دینگے۔ بڑی بیہودہ بات ہوگی۔ دیوگورو کو جو ایڈریس دیا گیا تھا اس پر تو میں نے مخول اڑایا تھا۔ اب کیا دیوگورو مجھ پر مخول نہیں اڑائیگا۔ لیکن اتنے میں ہی مجھے ایک جاٹ کی بات یاد آگئی۔ اور میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ ایڈریس ضرور لینا چاہئے اور اس کا جواب بھی دینا چاہئے۔ کیونکہ ابتدا میری طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ دیوگورو کے "بھوت سیوکوں" کی طرف سے ہوئی ہے۔ جس بات نے مجھے ایڈریس لینے پر مجبور کر دیا۔ وہ یہ تھی۔ کہ کسی گاؤں میں ایک مسلمان قاضی رہتا تھا۔ وہ سردی کے دنوں میں روز صبح اُٹھکر ایک جاٹ کے کماد کے کھیت میں پاخانہ جایا کرتا تھا۔ پاخانہ ہو چکنے کے بعد وہ وہاں سے گنے بھی توڑ لاتا تھا۔ لیکن گنے توڑنے سے پہلے وہ سوچا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتا تھا۔ کہ دیکھو چوری بہت بُری چیز ہے۔ گنا بغیر پوچھے نہیں توڑنا چاہئے۔ پہلے کھیت سے اجازت لے لینی چاہئے۔ پس وہ اس شرعی اجازت کو حاصل کر لینے کے لئے کھیت کے کنارے پر کھڑا ہو کر بولا کرتا۔ "سُن بی بی کما دی۔ تجھ سے پوچھے میاں قاضی۔ گنّا ایک توڑوں یا چار؟" اس سوال کے جواب میں وہ خود ہی کہ دیا کرتا تھا۔ "سُن میاں قاضی۔ تجھ سے بی بی راضی۔ گنّے چار توڑ خواہ آٹھ" یہ کہ کر وہ آٹھ گنّے توڑ لیتا۔ اور سمجھتا۔ کہ میں نے چوری نہیں کی۔ بلکہ کھیت کی اجازت لے کر توڑے ہیں۔ جاٹ نے دیکھا۔ کہ کوئی چور کھیت پر پڑتا ہے۔ اور گنّے دن بدن توڑے جا رہے ہیں لیکن دن بھر حفاظت کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے کھیت کو قاضی کے ہاتھ سے نہ بچا سکا۔ کیونکہ قاضی عین اندھیرے منہ آیا کرتا تھا۔ آخر کار تنگ آ کر ایک دن جاٹ نے ارادہ کر لیا۔ کہ خواہ مر جانا ہو لیکن ایک دفعہ تو چور کو پکڑ کر چھوڑونگا۔ وہ دن کو تو پہرہ دیا ہی کرتا تھا۔ اب اس نے رات کو بھی پہرہ دینا شروع کر دیا۔ ایک رات علے الصبح ہی وہ اس گھات میں بیٹھا ہؤا تھا۔ کہ اتنے میں قاضی جی تشریف لائے اور بعد از فراغت وہی سوالات دہرانے لگے۔ اور جواب دے کر آٹھ گنے توڑ کر چل دئے کہ اتنے میں پیچھے سے جاٹ نے للکارا۔ اور جھٹ سے پکڑ لیا۔ سخت سردی پڑ رہی تھی۔ کھیت کے پاس ہی ایک جوہڑ تھا۔ جو پانی سے بھر رہا تھا۔ اور پانی بھی خوب سرد بلکہ نیم برف ہو رہا تھا۔ جاٹ نے قاضی کو بالوں سے پکڑا۔ اور اس جوہڑ کے کنارے پر لے جا کر کہنے لگا۔ "میاں پانی ٹھنڈے ٹھار۔ تجھ سے پوچھے جٹ گنوار غوطے دو دوں یا چار"۔ اس پر جاٹ نے خود ہی کہا۔ "سُن انوکھے جاٹ۔ میں نے سُن لی تیری بات۔ غوطے چار دے خواہ آٹھ"۔ یہ کہکر جاٹ نے اس قاضی کو بالوں سے پکڑ کر ٹھنڈے پانی میں "ایک۔ دو۔ تین" کر کے غوطے دینے شروع کئے۔ جب آٹھ غوطے دے چکا۔ تو پھر اُس نے پانی سے وہی سوال کیا۔ اور وہی جواب دے کر پھر اس کو آٹھ غوطے دئے۔ غرضیکہ اسی طرح کرتا رہا۔ یہاں تک کہ قاضی ادھ مؤا ہو کر چُوں۔ چُوں کرنے لگا۔ جاٹ نے اس کے کان میں پھونک مار کر کہا۔ "جھوٹ مُوٹھ کی شرع بنا کر۔ گنّے توڑے کھیت اجاڑا۔ جاٹ سے آخر پڑ گیا پالا۔ اب کیوں کرتا چُوں۔ چُوں"۔ یہ کہکر جاٹ اس قاضی کو اسی جوہڑ کے کنارے پر پھینک کر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چل دیا۔ صبح کے وقت دوسرے نمازی مسلمان اپنے قاضی کو ایسی بُری حالت میں دیکھ کر اور خیال کر کے کہ شاید قاضی جی "طہارت" کرنے لگے تھے۔ پاؤں پھسل گیا۔ اور پانی میں چلے گئے۔ اس کے کپڑوں کو بہ لنے اور اس کے جسم کو گرمی پہنچانے لگے جب قاضی جی کو ہوش آیا۔ تو اُنہوں نے کان کو ہاتھ لگایا۔ کہ آئندہ ایسی جھوٹی شرع بنا کر کسی جاٹ کے کھیت میں سے گنّے نہیں توڑونگا۔ دیوگورو بھگوان نے اپنی مکاری سے مجبور ہو کر اس قاضی کی طرح کیسا سوانگ بھرا۔ خود ہی دیوتا بنا۔ خود ہی لاثانی انسان۔ خود ہی بکواس کیا۔ خود ہی ایڈریس لکھا۔ اور خود ہی اس کو پڑھا اور خود ہی اس کو شائع کیا۔ اور خود ہی اپنی آرتی بنائی۔ اور اپنے چیلوں کو سکھائی اس شخص کی ایسی مکاری کو کچلنے کے لئے اگر اس کے مقابلے میں ایک آدھ ایڈریس لے لوں۔ تو کوئی بُری بات نہیں۔ امید ہے۔ کہ مجھے ایڈریس دینے والے میری طبیعت سے واقف ہونگے۔ اور وہ میری شان میں اس قسم کا کوئی لفظ نہیں لکھینگے جو بیجا ہو۔ اگر وہ لکھینگے۔ تو میں جھاڑ دونگا۔ کیونکہ آخری جواب تو میرا ہی ہوگا۔ یہ سوچ کر میں نے ایڈریس لینے کی تیاری کی۔ میں دیکھنا بھی چاہتا تھا۔ کہ دیولوک کے آدمیوں کی دیوگورو کے بارے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ اڈریس کی تیاری ہونے لگی ؛

تیسرا سین

دیوگورو کے بھوت سیوکوں کا ایڈریس

دُوے۔ اِٹ۔ پلینر۔ یُور۔ پن !!

ہم دیوگورو نامی کپتھ گامی۔ متھیا وشواسی۔ ستیاناسی۔ لاہور نواسی۔ گپوڑے چھوڑ۔ پکوڑے توڑ۔ پتاشہ پھوڑ۔ پاپڑ خور دیوگورو کے بھوت ارتھات سابق سیوک آپ کو گدگد چت ہو کر خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور آپ جیسے زندہ دل متر کو اپنے علقہ میں پا کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ متر ورا! اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ہم سب کے سب سچائی کے متلاشی تھے۔ دھرم کے پیاسے تھے۔ چھل۔ کپٹ سے معرّا۔ مکاری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پاکھنڈ سے مبرّا تھے۔ ہم سچائی کی تلاش میں گھر سے نکلے تھے۔ اور ہم اسی کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے تھے۔ کہ اتنے میں ہمارے کان میں اس ستیانند اگنی ہوتری کی آواز آئی۔ کہ روشنی کی چٹان میں ہوں۔ یہ دیکھو میری لالٹین! بلکہ ہنکس لینٹرن!! ہم سب اس کی طرف گئے۔ اُس نے اپنی لالٹین کو ریلوے سگنل کی طرح اوپر نیچے کرنا اور رنگ برنگ کی جھنڈی دکھانا شروع کیا۔ ہم نے سمجھا۔ یہ کوئی بڑا مہاتما ہے۔ ہم سب اس کے نزدیک گئے۔ جب اُس نے ہم کو اپنے نزدیک آتے دیکھا۔ تو اُس نے انوار سہیلی کی بلّی کی طرح آنکھیں بند کرلیں۔ اور بولا۔ تم میرے نزدیک آؤ تم میرے نکٹ ہو جاؤ۔ تم مجھ سے جُڑ جاؤ۔ تم مجھے پکڑو۔ اور خوب زور سے پکڑو ہم نے سمجھا۔ کہ یہ کوئی خدا رسیدہ ہے۔ چنانچہ ہم اس کے نزدیک گئے۔ اس نے پھر کہا۔ تم اور میرے نکٹ آؤ۔ تم میرے ساتھ جُڑ جاؤ۔ ہم اور نزدیک چلے گئے۔ اس نے پھر کہا۔ کہ تم اور نکٹ آؤ۔ ہم اور آگے کھسکے۔ اس نے پھر کہا۔ کہ ذرا اور آگے آؤ۔ ہم اور آگے سرکے۔ جب اس شخص نے دیکھا۔ کہ اب یہ بالکل میری زد میں آگئے ہیں۔ اور اب کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ تو اُس نے ایک چھلانگ ماری۔ اور ہم سب کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ہم نہ باہر کے لائق رہے۔ نہ اندر کے۔ آخر کار اُس شخص نے ہم کو اُلٹی سیدھی پٹی پڑھا کر ایسا اندھا اور بے دست و پا کر دیا۔ کہ ہم الف لیلہ کے سندباد جہازی کی طرح بے بس و بے کس رہ گئے۔ اور یہ شخص الف لیلہ کے بپتسمہ پا کی طرح ہماری گردن پر سوار ہو گیا۔ جدھر چاہتا۔ لے جاتا۔ جو چاہتا کرواتا۔ جو ناچ اس کو پسند آتا۔ وہی ہم ناچتے۔ اگر اس کی بات نہ مانتے تو یہ ہم کو اس بپتسمہ پا کی طرح سخت تنگ کرتا۔ آہ! ہماری زندگی ہمارے لئے وبال جان ہو گئی۔ آخر یہ سوچ کر کہ اس کے پنجے سے نکلنا مشکل ہے۔ ہم بھی راضی برضا ہو گئے۔ آہستہ آہستہ ہماری یہ حالت ہو گئی۔ کہ مارے رات دن کی تکالیف کے ہمارے جسم سوکھ کر کانٹا ہو گئے۔ ہماری آنکھیں اندر کو دھس گئیں۔ ہمارے رنگ زرد ہو گئے۔ چہرے کی ہڈیاں نکل آئیں۔ اور ہم بالکل ایسے مریل ہو گئے۔ کہ عام لوگ ہم کو "چوہا" کہنے لگ گئے۔ اس شخص نے ہمارے سروں پر پیلی پگڑیاں باندھ کر ہمارا رنگ اور بھی نکھار دیا۔ اب تو جدھر سے ہم گزرتے لوگ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمارے پیلے رنگ اور پیلی پگڑی کو دیکھ کر فوراً ہی بول اُٹھتے۔ اور اُنگلی اُٹھا کر کہ دیتے "اوئی! دیکھو۔ دیکھو وہ دیو گورو کا چوہا جاتا ہے" درحقیقت ہماری حالت کسی صورت میں بھی چوہوں سے بہتر نہیں تھی۔ ہمارے دماغ مارے گئے۔ ہم کسی بھی اعلےٰ صداقت کو سمجھنے کے لائق نہ رہے۔ مگر لطف کی بات دیکھئے۔ کہ جس قدر ہم کمزور اور مریل ہوتے گئے۔ اسی قدر یہ شخص موٹا تازہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اُس کا پیٹ فٹ بال کے بلیڈر کی طرح اتنا پھول گیا۔ کہ اس کو ہلنا بھی مشکل ہو گیا۔ ہم چوہوں کی طرح اندھیری کوٹھڑیوں میں رہتے۔ اور گرمی کے دنوں میں گرمی سے اور سردی کے دنوں میں سردی سے تکلیف اُٹھاتے۔ لیکن یہ خود عالیشان محلوں میں رہتا۔ گرمی کے دنوں میں پہاڑوں پر کوٹھیاں بنوا کر وہاں چلا جاتا اور سردیوں میں پھر گرم حصّے میں آجاتا۔ ہمارے بال بچّے۔ بیوی وغیرہ موٹے جھوٹے کپڑے اور موٹا جھوٹا کھانا کھا کر گذارہ کرتے۔ لیکن یہ خود اور اس کے بچے اور عورت نت نئے سے نئے فیشن۔ نئے سے نئے کپڑے۔ اور نئے سے نیا رنگ نکال کر گاڑیوں میں سوار ہو کر گول باغ اور لارنیس گارڈن یا پبلک تھیٹروں یا سولن پہاڑ کی سرسبز چوٹیوں پر ہوا کھاتے۔ اور بہار دکھاتے پھرتے تھے۔ ہم اپنی تکالیف اور مصیبتوں پر دل ہی دل میں کُڑھتے مگر کر کچھ نہیں سکتے تھے۔ اگر ہم میں سے کبھی کوئی چوں تک بھی کرتا تھا۔ تو یہ شخص ایک دم سے اس کو سو سو گالیاں سناتا۔ جھڑکیاں دیتا۔ اور اپنی سخت اور کرخت آواز سے اس کو کھانے کے لئے دوڑتا۔ بلکہ بعض حالتوں میں تو ہنٹر اٹھا کر پیٹنے بھی لگ جاتا۔ یہاں تک کہ اس نے ہم میں سے ہی کئی مردوں اور عورتوں کو پیٹا۔ لیکن ہم کیا کر سکتے تھے۔ ہماری حالت امریکہ کے حبشی غلاموں سے بہتر نہیں تھی۔ ہم سب کے سب خدا پرست تھے۔ اور یہ خود بھی خدا پرست تھا لیکن جب اس کو عدالت نے مجرم قرار دیا۔ اور اس کو پچاس روپیہ جرمانہ ہوا۔ اور اسی طرح ایک دوسرے مقدمہ میں مجسٹریٹ نے اس کے چال چلن کا فیصلہ کر دیا۔ تو یہ خدا سے ہی باغی ہو گیا۔ ہم اس کی بغاوت کو دیکھ کر سخت روئے پیٹے۔ ہم میں سے کتنے ہی اس کی ایسی احمقانہ حالت کو دیکھ کر اس کے پنجے سے نکل کر بھاگ گئے۔ لیکن ہم چند کم بخت! اس وقت بھی اس کے پنجے میں پھنسے رہے۔ چنانچہ جب اس

CC-0. Surakul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے ہم سے کہا۔ کہ خدا کوئی نہیں ہے۔ میں ہی روشنی کی چٹان ہوں۔ تو ہم نے بھی کہہ دیا۔ کہ ہاں مہاراج آپ سچ کہتے ہیں۔ جب اس نے کہا۔ کہ میں ہی تمام جگت کی روشنی ہوں۔ تو ہم نے کہا۔ ہاں مہاراج ست ہے۔ غرضیکہ یہ شخص جو کچھ بھی بکتا گیا۔ ہم بھی اسی طرح بکواس کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہماری عقل ماری گئی۔ اور ہم قطعی اندھے ہو گئے۔ اور ہم نے اس کے بھڑے پر چڑھکر نہ صرف خدا کو ہی گالیاں دینی شروع کیں۔ بلکہ خدا پرستوں کے ساتھ بھی جنگ شروع کر دیا۔ اس بے دینی اور پاجی پن کی حالت میں ہم کو موت نے آدبایا۔ اور ہم مرنے کے بعد ایسے اندھیرے کنوئیں میں گرے۔ کہ جہاں روشنی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اور چاروں طرف گندگی اور بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ ناگہاں اس اندھیرے طبقہ میں "اگنی" کا روپ دھارن کر کے "اندر" کی کرنیں پہنچی۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک "بمب" آکر پھٹا۔ ہم کو ہماری حالت نظر آگئی۔ اور ہم کو پتہ لگا۔ کہ اس دیو گورو نے ہم کو انسانیت سے گرا کر حیوانوں سے بھی بدتر بنا رکھا ہے۔ نہ ہم کو اپنے جسم کی ہوش ہے۔ نہ عقل و تمیز۔ بلکہ اس شخص کے پیچھے لگ کر ہم نے اپنی عمر کو مفت میں ضائع کر دیا۔ یہ سوچ کر ہم نے ارادہ کر لیا۔ کہ اب ہم اس اندھیرے میں چوہوں کی طرح نہیں پڑے رہینگے۔ بلکہ اس سے باہر آکر ہم اس شخص کی مکاری اور پاکھنڈ کے برخلاف جہاد کرینگے۔ اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس تاریکی سے نکالینگے۔ مترور! ہم نے یہ جنگ شروع کر دیا۔ ہم آپ کا دھنیباد ادا کرتے ہیں۔ کہ آپ کی تحریروں نے جن کا لطیف عنصر بذریعہ ایتھر ہمارے پاس پہنچتا رہتا ہے۔ ہمیں اس جنگ میں بڑی مدد دی ہے۔ اور ہم نے اس شخص کے مداحوں کو یا اس کے بعض دوسرے چیلے چانٹوں کو جو کہ مر کر یہاں آئے اور اس گندگی اور غلاظت کا پرچار کرنے لگے تھے۔ مار مار کر سیدھا کر دیا۔ اب وہ سب پرماتما کی کرپا سے اور آپ جیسے مترون کی سہایتا سے اس مردہ پرستی گھنور گپتا۔ جہالت۔ مکاری۔ ریاکاری۔ حرامکاری کے گڑھے سے نکل آئے ہیں۔ اس پر کار ہم سب اب اپنے خالق پرم پتا جگدیشور کے گیت گاتے۔ اور اس کی روشنی سے معمور ہو کر آنند کو پراپت ہوتے ہیں۔ ہم خود بھی آنند پور وک رہتے ہیں اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar.

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرے بھولے بھٹکوں کو بھی اس آنند سروپ کی طرف لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مترور! آج ہم کو اور بھی ادھک آنند پراپت ہو رہا ہے۔ کہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ ہم آپ کو اپنے سے جدا کریں۔ پرنتو چونکہ آپ ایک ناپاک آتما سے کلیش دئے جاکر یہاں پر قبل از وقت پہنچائے گئے ہیں اور ابھی آپ کی عمر کا ایک بہت بڑا حصّہ باقی ہے۔ جس میں کہ آپ نے ان بدکردار باغیوں کی سرکوبی کرنی ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں۔ کہ آپ یہاں سے کشل پوروک واپس جائیں۔ اور جب تک زمین پر رہیں۔ تب تک قطعی نڈر رہو کر پرماتما کی تقدیس پھیلائیں۔ اور اس سے باغی انسانوں کی سرکوبی کریں۔ ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ ہر ایک ایسی روح جو پرماتما سے باغی ہو کر یہاں آتی ہے۔ وہ قطعی اندھیرے کنوئیں میں پھینکی جاتی ہے۔ اور اس اندھیرے سے نکلنے کے لئے اس وقت تک اس کو کوئی راستہ نہیں مل سکتا۔ جب تک کہ وہ اس بغاوت سے نجات نہیں پاتی۔ اور ہر ایک ایسی روح جو پرماتما کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر۔ جان کر اور انوبھو کر کے اپنی دنیوی زندگی میں اس کو اپنی زندگی کا عنصر بناتی ہے۔ اور تمام پاپ کرموں سے بچی رہتی ہے۔ بعد از مرگ اس روشن طبقے میں پہنچتی ہے۔ جہاں نہ دکھ ہے نہ تکلیف۔ نہ رونا ہے۔ نہ دھونا۔ بلکہ پورن آنند ہے۔ مترور! آپ خوش قسمت ہیں۔ کہ آپ اس آنند کے پیغام کو بھولی بھٹکی روحوں تک پہنچانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ پرنتو شوک ہے۔ کہ ہم اپنے جسموں سے علیحدہ ہو کر اس پیغام کو اپنے زمین نواسی دوستوں تک نہیں پہنچا سکتے۔ کو ہم ایسا چاہتے ضرور ہیں۔ کہ کوئی بھی روح پرماتما سے باغی نہ ہونے پائے۔ پرنتو کیا کریں۔ ہم بے بس ہیں۔ دنیا میں مکار۔ خود غرض پاکھنڈی انسان لوگوں کو پرماتما کی طرف سے اکثر گمراہ کر دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مترور! ہم پرماتما سے آشیرباد پرارتھنا کرتے ہیں۔ کہ وہ آپ کے قلم میں ادھک بل دیں اور آپ کو ہر پرکار سے کشل پورک رکھیں۔ تاکہ آپ پرماتما سے باغی انسانوں کی سرکوبی کر سکیں اور سیدھے سادے بھولے بھالے انسانوں کو اُن کے جال میں پھنسنے سے بچا سکیں۔ آخیر میں ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ آپنے ہمارے ٹوٹے پھوٹے شبدوں کو سننا سوئیکار کیا۔ ہم ہیں آپ کے دلی خیر خواہ۔ دیو گورو کے بھوت سیوک اور پرماتما کے وستان اپاسک"

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چوتھا سین

ایڈریس کا جواب

مترگن!

آپ نے اپنے ایڈریس میں کہا ہے۔ کہ آپ مجھ سے مل کر بہت آنندت ہوئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں آپ سب مترووں کے درشن کر کے آپ سے بھی ادھک آنندت ہوا ہوں۔ مترگن! میرا یہ اعتقاد بلکہ یقین ہے اور میرا یہ یقین دن بدن پختہ اور مضبوطی حاصل کرتا چلا جا رہا ہے۔ کہ پرماتما کی سرشٹی میں کوئی بھی بات خالی از فائدہ نہیں ہے۔ وہ بری سے بری گھٹنائیں بھی جن کو بعض انسان دنیا کے لئے بربادی بخش بتایا کرتے ہیں۔ میرے نزدیک اپنے اندر کچھ نہ کچھ بہبودی ضرور لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ دنیا میں بعض نظارے بڑے مکروہ دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن پرماتما نے اُن میں بھی اپنی قدرت کو پوشیدہ رکھا ہوا ہے میں عموماً سوچا کرتا ہوں۔ کہ لوگ کانٹے دار درختوں سے بڑا گھبراتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں۔ کہ پرماتما نے یہ بے فائدہ چیزیں پیدا کر دی ہیں۔ لیکن میرا پختہ یقین ہے۔ کہ دنیا میں جتنے بھی کانٹے دار درخت ہیں۔ وہ اپنے اندر ضرور کوئی نہ کوئی ایسا پوشیدہ خزانہ رکھتے ہیں۔ کہ جس کو محفوظ رکھنے کے لئے پرماتما نے اس خزانہ کے اردگرد کانٹوں کی باڑ لگا رکھی ہے۔ تاکہ ہر ایک کس و ناکس اُس پر ہاتھ نہ ڈال سکے کیونکہ میں اس بات کو ایک ایشوریہ قانون سمجھتا ہوں۔ کہ ہر ایک بیش بہا اور قیمتی چیز کو پرماتما نے بہت حجابوں۔ سخت بندشوں۔ اور خوفناک پہروں کے اندر محفوظ رکھا ہے۔ سونے کے ذروں تک پہنچنے کے لئے انسان کو کس قدر خاک چھاننی پڑتی ہے۔ خود انسان ہی جو سب رتنوں سے بیش قیمت رتن ہے کتنے حجابوں کے اندر سے ہو کر گزرتا اور پیدا ہوتا ہے۔ وہ اعضا جو کہ جسم کے تمام اعضا میں ناپاک سمجھے جاتے ہیں۔ اور جو مل موتر کی بدرو سے بڑھ کر درجہ نہیں رکھتے کیا وہی اعضا انسان کی ابتدائی گذرگاہیں نہیں ہیں۔ وہ چیزیں جو ہمیں علاظت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بھری نظر آتی ہیں۔ جن کو چھونے پر ہم اپنے ہاتھوں کو مٹی صابن اور پانی سے صاف کرنے سے مجبور ہوتے ہیں۔ کیا پرماتما کا امرت پتر انسان کا سب سے پہلا گہوارہ وہی جگہیں نہیں ہیں۔ انسان جیسا بیش قیمت رتن کہاں سے برآمد ہوتا ہے؟ آپ شاید مجھے شریعت کی حد سے باہر جاتا ہوا بول اٹھینگے۔ لیکن میں یہ کہنے سے نہیں رہ سکتا۔ کہ وہ چیز جس کو ہم پاپ کہتے ہیں۔ پرماتما نے اس میں بھی کوئی نہ کوئی بھلائی ضرور پوشیدہ رکھی ہے۔ میں پاپ کو بھی خالی از نیکی نہیں سمجھتا ہوں۔ پاپ کیا ہے؟ انسان کے راستہ میں ایک ٹھوکر کھلانے والا پتھر ہے مگر وہ ساتھ ہی ایک واعظ ہے۔ رہنما ہے۔ سینکڑوں انسان ایک پاپی کی قابل رحم حالت کو دیکھ کر پاپ کرنے سے ڈر جاتے ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ پاپ ایک واعظ ہے۔ جو بآواز بلند من نکردم شما حذر بکنید کا وعظ کر رہا ہے۔ پاپ زہر ہے۔ مگر پاپ کے ساتھ عبرت وابستہ ہے۔ اور یہ عبرت امرت ہے۔ پس پاپ بذات خود زہر اور امرت کا مرکب ہے۔ وہ شخص جو کسی خاص جوش کی وجہ سے اس پتھر کو دیکھ کر نہیں چلتا ہے۔ وہ ضرور ٹھوکر کھاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اُس کی آنکھ سیدھی ہو جاتی ہے۔ اور اس میں ایک نئی حس پیدا ہوتی ہے۔ جو اس کو مجبور کرتی ہے۔ کہ آگاہ دیکھ کر چلنا چاہیئے۔ یہ حس کہاں سے پیدا ہوئی۔ اسی ٹھوکر کھلانیوالے پتھر سے ٹھوکر کھا کر۔ اور اگر ہم بغور دیکھیں۔ تو ہماری زندگی کیا ہے محض ٹھوکروں کا مجموعہ ہے۔ جس کو ہم اپنے تجربات کہتے ہیں۔ اور جن پر ہم فخر کیا کرتے ہیں۔ وہ اصل میں ہماری غلطیوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ غلطی ایک نرم لفظ ہے۔ جو کہ میں پاپ کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ ہمارے تجربات جن پر ہم اترا تے ہیں۔ پاپوں کا مجموعہ ہیں۔ مجھے ناستک مت سمجھئے۔ جبکہ میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ غلطی۔ پاپ یا بُرائی میں بھی پرماتما نے بھلائی کو پوشیدہ رکھا ہے۔ میں دنیا میں کوئی ایسی غلطی یا بُرائی یا پاپ نہیں دیکھتا ہوں۔ جو خالی از بھلائی ہو۔ مگر خبردار رہو۔ باوجود اس بیان کے میں آپ سے یہ کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور میں کہہ آیا ہوں کہ ہر ایک غلطی پاپ یا بُرائی ایک خوفناک زہر ہے۔ سم قاتل ہے۔ لیکن پرماتما نے کوئی زہر یا سم قاتل خالی از فائدہ پیدا نہیں کیا۔ بلکہ میں کہونگا۔ کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُس نے ہر ایک زہر میں امرت پوشیدہ رکھا ہے۔ خوش قسمت ہیں۔ وہ انسان جو زہر سے امرت نکال لیتے ہیں۔ مگر بدقسمت ہیں۔ وہ انسان جو زہر کھاتے ہیں۔ اور امرت کو پھینک دیتے ہیں۔ یقیناً اُن کی روح پر تباہی کا فتوے لگ چکا ہے۔ مترگن! میں نے کہا ہے۔ کہ زہر میں امرت کی طرح پرماتما نے پاپ میں بھی بھلائی پوشیدہ رکھی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ پاپی جو پاپ میں سے پُن کو نکال لیتا ہے۔ اور پاپ کو ہمیشہ کے لئے پرے پھینک دیتا ہے۔ یا پرتیاگ کر دیتا ہے۔ لیکن بدقسمت ہے۔ وہ انسان جو پاپ میں ہی لذت پاتا ہے۔ اور اس سے امرت نکالنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یقیناً وہ ہلاک ہوگا۔ میں نے کہا ہے۔ کہ پاپ ایک ٹھوکر کھلانے والا پتھر ہے۔ جو انسان کی آنکھیں کھول دیتا ہے اور اس کو سیدھے رستہ پر ڈال دیتا ہے۔ لیکن وہ جو ٹھوکر کھا کر بھی سیدھے نہیں ہوتے۔ بلکہ جو ٹھوکر کھانے میں ہی لذت پاتے اور بار بار اس پتھر سے ٹھوکر کھا کر خوش ہوتے ہوں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مترگن! میرا اس بیان سے صرف اتنا ہی مطلب ہے۔ کہ میں آپ کو بتاؤں۔ کہ پرماتما کی کائنات میں کوئی بھی گھٹنا ایسی نہیں ہوتی۔ جو خالی از نیکی ہو۔ یہاں تک کہ جس کو ہم پاپ کہتے ہیں۔ وہ بھی ہمارے لئے ایک ہادی۔ یا رہنما یا امرت ثابت ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ہم اس کو اپنا ہادی یا رہنما بنانا یا اس سے امرت نکالنا چاہتے اور جانتے ہوں۔ اگر ہم ایسا نہیں چاہتے۔ یا ایسا نہیں جانتے۔ تو پاپ تو ایک طرف رہا۔ خود نیکی ہی ہماری ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے۔ پاپ سے آدمی اس قدر ہلاک نہیں ہوتے۔ جس قدر نیکی سے ہلاک ہوتے ہیں۔ امرت زیادہ آدمیوں کی تباہی کا باعث ہوتا ہے بہ نسبت زہر کے۔ کون نہیں جانتا۔ کہ ماتا کا دودھ بچے کے لئے امرت ہے۔ مگر آپ نے درجنوں بار دیکھا یا سنا ہوگا۔ کہ بہت سے گائے۔ بھینس۔ بھیڑ۔ بکری وغیرہ کے بچے اسی دودھ کو پی کر مر گئے ہیں۔ اور مر جاتے ہیں۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ دودھ زہر ہے۔ ہرگز نہیں۔ دودھ امرت ہے۔ نیکی ہے۔ مگر اس کی ایک حد ہے۔ اس حد سے آگے گزر کر وہی نیکی وہی امرت زہر میں تبدیل ہو گیا۔ اور موت کا موجب بنا اناج انسان کی زندگی کے لئے ضروری چیز ہے۔ وہ ایک امرت ہے۔ مگر اناج ہی ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو لاکھوں انسانوں کی ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔ بھوک سے لوگ اس قدر تباہ نہیں ہوتے۔ جس قدر زیادہ کھانے یا حد اعتدال کو توڑنے سے ہلاک ہوتے ہیں۔ سنکھیا کیسا خوفناک زہر ہلاہل ہے۔ مگر سینکڑوں امراض ایسے ہیں۔ جن میں سنکھیا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اُن امراض کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مترگن! جب میں کہتا ہوں۔ کہ پاپ بھی پُن سے خالی نہیں ہے۔ تو پرماتما کی سرشٹی میں کونسی ایسی گھٹنا ہو سکتی ہے جو بھلائی سے خالی ہو۔ یا جس میں پرماتما نے ہمارے لئے بھلائی کو کسی نہ کسی صورت میں پوشیدہ نہ رکھا ہو۔ خوش قسمت ہیں وہ انسان جو آنکھیں رکھتے ہیں۔ اور اس بھلائی کو دیکھ کر اس کو برائی میں بھی حاصل کر لیتے اور برائی کو پرے پھینک دیتے ہیں۔ مگر بدقسمت ہیں وہ انسان جو آنکھیں رکھتے ہیں۔ لیکن اس بھلائی کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور اُس کو بُرائی سے جُدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ زہر کو کھاتے اور تباہی کا منہ دیکھتے اور آخر کار پرماتما کو کوستے۔ گالیاں دیتے۔ اس کی ذات سے منکر ہوتے اور نہایت ہی خوفناک جہالت اور تاریکی کے اندر گر کر اپنا اور دوسروں کا بھی ستیاناس کرتے ہیں۔ مترگن! مجھے آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں۔ کہ ستیانند اگنی ہوتری اسی قسم کے انسانوں میں سے ایک ہے۔ جو کہ زہر میں سے امرت کو علیحدہ کرنا نہیں جانتے اور نہیں چاہتے۔ اور وہ زہر کو ہی امرت سمجھ کر کھاتے اور ہلاک ہُوا کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ پرماتما کی دنیا میں جو گھٹنائیں ہوتی ہیں۔ وہ محض زہر ہی زہر ہیں۔ نہ ان کو بارش میں کوئی خوبی نظر آتی ہے۔ نہ ہوا میں۔ نہ آگ میں۔ نہ پانی میں۔ نہ آتش فشاں پہاڑوں میں۔ نہ طوفان میں۔ نہ آندھی میں نہ جھکڑ میں۔ نہ بیماری میں۔ نہ قحط میں۔ نہ بھونچال میں۔ نہ لاوا میں۔ اسی لئے وہ نہایت ہی خوفناک تاریکی اور جہالت کا شکار ہو کر پرماتما کو ہی خونی۔ چور۔ ٹھگ قاتل۔ بدمعاش۔ ظالم۔ سفاک وغیرہ کہکر اس کی ذات سے ہی منکر ہو کر اپنی زندگی کو تباہ کر لیا کرتے ہیں۔ اصل میں اس قسم کے لوگ بھی اپنی تباہی سے دوسروں کی بھلائی کا موجب ہُوا کرتے ہیں۔ کیونکہ لوگ ان کی زندگیوں سے عبرت لیتے اور پرماتما سے گمراہ ہونے سے بچتے ہیں۔ اُن کی خوفناک ہلاکت سے کتنے ہی سعادت مند سبق سیکھتے ہیں۔ مترگن! ستیانند اگنی ہوتری یا دیو گورو بھگوان بھی اسی قسم کا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک اندھا انسان ہے۔ جو آنکھوں کا دعوےٰ کرتا ہے۔ لیکن آنکھیں نہیں رکھتا جو جیوتی کا دعوےٰ کرتا ہے۔ لیکن ایک خوفناک تاریکی میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ جو شکتی کا دعوےٰ کرتا ہے۔ لیکن ایک قابل رحم اسہائے اوستھا میں مبتلا ہے۔ جو دوسروں کو نجات دینے کا دم بھرتا ہے۔ لیکن خود ایک نہایت ہی ادنےٰ درجہ کے انسان سے بھی نیچے گرا ہؤا ہے۔ جو کیا علم کے لحاظ سے اور کیا عقل کے لحاظ سے ایک بالکل معمولی انسان ہے۔ دیگر معمولی انسانوں سے بڑھکر اگر اس میں کوئی خوبی ہے۔ تو وہ صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ اُس کی خود غرضی اور گھمنڈ ہے۔ جتنا یہ شخص خود غرض ہے۔ اتنا بہت تھوڑے انسان خود غرض ہوتے ہونگے۔ جتنا یہ شخص گھمنڈی ہے۔ اتنا شاید کوئی بھی انسان نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس شخص نے اپنے گھمنڈ میں آکر یہ بکواس کیا ہے۔ کہ دنیا میں میرے جیسا آدمی نہ آج تک کبھی پیدا ہؤا۔ اور نہ آئندہ پیدا ہوگا۔ یہی اس کی جہالت کی سب سے بڑی علامت ہے۔ حالانکہ نہ یہ تمام انسانوں کی ہسٹری سے واقف ہے۔ جو کہ دنیا پر ہوئے نہ یہ شخص ایسا عالم الغیب ہے۔ کہ آئندہ کے بارے میں ایسا ناطق فیصلہ کر سکے۔ مترگن! اس خود غرض اور گھمنڈی انسان نے جن وجوہات پر خدا کو جواب دیا۔ وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر تو آپ نے اپنے اڈریس میں بھی کیا ہے۔ لیکن مفصل ذکر میں خدائی سڈیشن میں کر چکا ہوں۔ جس کو آپ نے پڑھا ہوگا۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ شخص کیسا خود غرض ہے۔ اس شخص کا یہ دعوےٰ کہ اس نے نوکری چھوڑ کر بڑا بھاری تیاگ بلکہ مہان تیاگ کیا ہے۔ قطعی جھوٹ ہے۔ حالانکہ اس شخص نے نوکری چھوڑنے کے بعد جس قدر روپیہ جمع کیا۔ یا مکانات بنوائے یا کوٹھیاں بنائیں۔ یا بگھی گھوڑے خریدے وہ اس صورت میں کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر یہ شخص نوکر رہتا۔ آپ ذرا سوچیں کہ اس نے تیاگ کس چیز کا کیا۔ لالچی یہ اول درجہ کا ہے۔ روپیہ پیسہ پر جان دیتا ہے۔ ایک عورت مری۔ تو دوسری کر لی۔ دوسری مری تو تیسری کر لی۔ اب اگرچہ یہ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہے۔ لیکن پھر بھی میں کہ سکتا ہوں۔ کہ اگر آج اس کی تیسری عورت مر جائے۔ تو یہ شخص چوتھی عورت کرنے سے باز نہیں رہیگا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیونکہ یہ شخص کام باسنا کا تیاگ نہیں کر سکا۔ اور نہیں کر سکتا۔ کرودھی یہ شخص ایسا ہے۔ کہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ نے اپنے ایڈریس میں ذکر کیا ہے۔ کہ اس شخص نے کرودہ کے بس ہو کر کئی دفعہ مردوں اور عورتوں پر بھی ڈنڈا برسایا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہ اس نے اپنی سگی بہن کا ناک کاٹنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس کے آہنکار کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں ہے۔ یہ شخص اپنے آپ کو دھرم کا لاثانی اوتار بتاتا ہے۔ لیکن دراصل یہ جھوٹ۔ ریاکاری۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ آہنکار کا ایک اوتار ہے۔ جیسا کہ اس کی زندگی سے ہی ظاہر ہے۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ یہ شخص کیسا گانٹھ کا پورا ہے۔ مترگن! جب اس نے دیکھا۔ کہ میرے مرنے کے دن نزدیک آگئے ہیں۔ تو اُس نے سلطان محمود کی طرح اپنے اڈمبر پر نظر ماری۔ اور اس کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ اور اس نے سوچا۔ کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے۔ وہ اب دوسروں کے ہاتھ میں چلا جائیگا۔ اس لئے اُس نے اپنے جیتے جی اس کا فیصلہ کر دیا۔ اور اپنی نہایت ہی سیاہ دلی اور خود غرضی سے متحرک ہو کر یہ قواعد منضبط کر دئے۔ جو کہ میں آپ کے سامنے جیون پتھ بابت جیٹھ سمت ۶۴ میں سے پڑھ کر سناتا ہوں۔ یہ تمام تحریر اس شخص کی خود نوشت ہے۔ آپ ذرا غور سے سنیں اور اس شخص کی خود غرضی ملاحظہ کریں۔

دیوسماج کی گٹھن بشیک نیم آولی

ادیش شری دیو گورو بھگوان کے ادو تیہ جیون برت کے پورن کرنے میں ادہک سے ادہک سیوا کاری بننا اور جن جن مہا کاریوں کو سدھ کرنے کے لئے اُن کا اودیتہ آوربھاؤ ہوا ہے۔ اُن کو سنمکھ رکھ کر اُن کی سدھی کے لئے سدا پریتن کرنا۔

گٹھن کاری انگ دیوسماج کی پورن گٹھن کے انگ یہ ہونگے:-

۱۔ دیوسماج سنستھاپک شری دیو گورو بھگوان اور اُن کا پریوار۔ ۲۔ دیوسماج پریشد۔ ۳۔ پریشد۔ نروا چن کارنی مہا سبھا۔ ۴۔ بشیش سیوک شیرینی۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شری دیوگورو بھگوان اور ان کا پریوار

۱- دیوسماج کے جنم اور جیون داتا ہونے کے وچار سے شری دیوگورو بھگوان اب کی نیائیں پرلوک گمن کے انتر بھی اس کے مول انگ اور مول سمبندھی اور اُن کے پریوارک جن بشیش سمبندھی ہونگے ٭

دیوگورو پرتی ندھی

۲- شری دیوگورو بھگوان کے پرلوک گمن کر جانے پر اُن کے پریوار میں سے ایک جن نر یا ناری اس پرتھوی میں اُن کے پرتندھی ہونگے۔ اور وہ دیوگورو پرتندھی یا گورو پرتندھی کہلائینگے ٭

۳- یدی اپنے جیتے جی شری دیوگورو بھگوان نے کسی کو اپنا پرتی ندھی نہ چنا ہو۔ تو اُن کے پرلوک گمن کرنے پر دیوسماج پریشد۔ اُن کے پریوارک جنوں میں سے کسی کو اس پد کے لئے نرواچن کریگی ٭

۴- دیوسماج پریشد ۱۶ دن کے انتر اور ۳۲ دن کے انتر شری دیوگورو بھگوان کے اُن پریوارک جنوں میں سے جو (۱) دیوسماج کے نروشٹ دس پاپوں سے رہت ہوں۔ (۲) دیوسماج کے شبھ چنتک ہوں۔ (۳) گورو پرتندھی کے پد کو گرہن کرنا چاہتے ہوں۔ (۴) کسی وشیش کارن کے بھن ۱۶ برس سے کم ویس (عمر) کے نہ ہوں۔ ایک جن کو گورو پرتندھی نرواچن کریگی ٭

۵- گورو پرتندھی اپنے پد کے وچار سے ساری سماج کے شرومنی ہونگے۔ اور اس کے سب ممبروں کی اور سے شری دیوگورو بھگوان کے نیچے سب سے ادھک سماجک سنمان پانے کے ادھیکاری ہونگے ٭

۶- یدی کوئی پرش گورو پرتندھی ہوں اور اُن کی وواہتا پتنی اس لوک میں وِدیمان ہو۔ اُن کے ساتھ بستی یا رہتی ہو۔ سماج نروشٹ دسوں پاپوں سے رہت ہو۔ سماج کی شبھ چنتک ہو۔ تو وہ گورو پرتندھی کے بعد اپنے سب ساتھیوں اور شردھالوؤں سے بڑھ کر سماجک سنمان پانے کی ادھیکاری ہوگی ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۷- یدی کوئی استری گورو پرتندھی ہو- اور ان کے وواہت پتی اس لوک میں ورتمان ہوں- ان کے ساتھ رہتے یا بستے ہوں- اور سماج نردشٹ دسوں پاپوں سے رہت ہوں- سماج کے شبھ چنتک ہوں- تو وہ گورو پرتندھی کے بعد انیہ سب سیوکوں اور شردھالوؤں سے بڑھ کر سماجک سنمان پانے کے ادھیکاری ہونگے +

۸- گورو پرتندھی اور اُن کی پتنی اتھوا گورو پرتندھی اور ان کے پتی سماج کے سیوکوں کی کسی شیرینی میں داخل نہ ہونگے +

۹- دیو گورو پرتندھی یا اُن کی پتنی یا اُن کے پتی یا دونوں کے کسی سبھا جک سبھا میں اپستھت ہونے پر سب اپستھت سیوک اور شردھالو گن انہیں کھڑے ہو کر سنمان پردرشن کرینگے- اور انہیں بیٹھنے یا کھڑے ہونے کے لئے سب سے سریشٹ اور اوچ ستھان پردان کرینگے +

۱۰- دیو گورو پرتندھی اور اُن کی پتنی یا اُن کے پتی کے بھن دیو گورو پریوار کے اور سب جن بھی جبکہ وہ گورو پرتندھی کے ساتھ دیو سماج کی کسی سبھا میں اپستھت ہوں تو وہ گورو پرتی ندھی کے سمیپ اپنی اپنی مریادا انوسار اوچت پرتوانیہ سب اپستھت جنوں کی اپیکشا سریشٹ ستھان پراپت کرنے کے ادھیکاری ہونگے +

۱۱- یدی دیو گورو پرتندھی یا اُن کی پتنی یا اُن کے پتی دیو سماج کی کسی سبھا میں اپستھت نہ ہوں- پرنتو دیو گورو پریوار کے انیہ کوئی جن گورو پرتی ندھی کی ادر سے پرتی ندھی بنا کر بھیجے جاویں- تو وہ بھی اس سبھا میں وہی سنمان پراپت کرینگے- کہ جو گورو پرتی ندھی کے لئے اوچت سمجھا گیا ہے- اور اُن کے ساتھ بھی جو انیہ پریوار جن ہونگے- وہ بھی اپروکت دسویں نیم کے انوسار سنمان پانے کے ادھیکاری ہونگے +

۱۲- یہ وانچھنیہ ہے- کہ گورو پرتندھی ساری عمر کے لئے گورو پرتندھی ہو- پرنتو یدی دیو سماج پریشد کو کسی کارن سے کسی انیہ سمے میں ان کے ستھان میں کسی انیہ جن کو نیکت کرنا نت انت اوشیک بودھ ہو تو وہ کسی اور جن کو نیکت کرنے کا ادھیکار رکھتی ہے +

دیو گورو پرتی ندھی کا ابھی شیک

جب سب منتری جن اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیں- تو اس کے بعد گورو پرتندھی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنان کرکے اور روئی کے سوتوں کا بنا ہوا نیا اور پرشکار چولہ سفید اور صافہ پہن کر پریشد کے سبھاسدوں کے ساتھ پریوار سہت انوشٹھان سبھا مین پدھاریں گے۔ یدی استری پرتی ندھی ہوں۔ تو وہ روئی کے سوت کی بنی ہوئی گلابی ساڑی پہنکر سبھا میں جائینگی۔ دیوگورو پرتندھی کے سبھاستھان میں پہنچنے پر سب اپستھت جن کھڑے ہوکر انہیں سنمان پردرشن کرینگے۔ اور گورو پرتندھی ایک اونچے ستھان پر آسن گرہن کرینگے۔ سب کے درجے وار بیٹھ جانے پر نمن لکھت بدھی سے انوشٹھان شروع ہوگا:۔

۱۔ سب اپستھت جن جن میں گورو پرتی ندھی بھی ہونگے۔ دیوستوتر کا گان کرینگے۔ ۲۔ پریشد کے منتری کھڑے ہوکر پریشد کی اور سے ایک گھوشنا پتر پاٹھ کرینگے کہ جس میں وہ شری دیوگورو بھگوان یا گورو پرتندھی کے ستھول دیہہ کے تیاگ کرنے اور دیوسماج کی گٹھن سمبندھی نیم آوی کے انوسار دیوگورو پریوار میں سے اپروکت جن کو گورو پرتندھی نیکت ہونے کی گھوشنا کرینگے۔ ۳۔ اپروکت آٹھوں پرکار کے نمنترت جنوں کی اور سے ایک ایک جن اٹھ کران کا چندن کے دوارا ارچن کرینگے۔ ۴۔ پریشد کے جیشٹھ سبھاسد کھڑے ہوکر گورو پرتی ندھی کو نمن لکھت چیزیں پہنائینگے:۔

ٹوپی۔ مکٹ رہت۔ پرنتو یوں شری دیوگورو بھگوان کی ٹوپی کے سدرش۔ وجے مال۔ سورج کے چنہہ رہت۔ پرنتو ایکتا پتاکہ کے چنہہ کے ساتھ۔ انگوٹھی سونے کی جس کے نگ پر شری دیوگورو پرتی ندھی کے اکھشر کھدے ہوئے ہونگے۔

استری گورو پرتی ندھی کے لئے:۔

ٹوپی۔ مکٹ رہت۔ پرنتو لٹکتی ہوئی بشیش جھالر کے ساتھ نئے نمونے اور گلابی رنگ کی۔ وجے مال۔ انگوٹھی وغیرہ کے بعد اپستھت جن گورو پرتندھی کو پرنام کرینگے۔ پھر پھولوں کے ہار۔ اور پھر کچھ کپڑا اور نقد ان کے آگے بھینٹ دھرینگے اور ایک جھنڈا دیا جاویگا۔ پھر گورو پرتندھی دیوسماج کے جھنڈے کے تلے کھڑے ہوکر یہ اکانکشا پتر پاٹھ کرینگے:۔

"میں شری دیوگورو بھگوان یا شری دیوگورو پرتندھی (جیسی کہ صورت ہو)

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ستھول شریر کے تیاگ کے انتر دیوسماج کی گٹھن سمبندھی نیم آولی کے انوسار دیوسماج پریشد کی اور سے اُن کے پرتی ندھی کے پد پر نیکت کیا جانا اپنا بہت بڑا اور سریشٹ ادھیکار سمجھتا ہوں۔ انہوں نے دیوسماج کی گٹھن میں اپنے پریوارک جنوں کا جتنا اور جس پرکار کا سمبندھ نیت کر دیا ہے۔ اس کی شردھا پوروک رکھشا کر کے اُن کی شبھ اچھا کو پورن کرنا اُن کے سب پریوارک جنوں کا ایک بہت بڑا اور اوشیک کرتویہ ہے۔ میری یہ اکانکچھا ہے۔ کہ میں اُن کے پریوار میں جنم لینے کا ادھیکار پا کر اُن کا رُدھرگت (خونی) سمبندھی کہلا کر اس پد کے ہت کر اودیش کو سپھل کروں۔ دھرم کے جس پورنانگ اوتار اور آتمک پورن گٹھن پراپت دیو آتما نے آور بھوت ہو کر اور اُدیتہ جیون برت گرہن کر کے اور ادتیہ تیاگ اور سنگرام کر کے اور مہا گھور دُکھ اور کشٹ سہ کے اور اپنی ادتیہ جیون پتھ ورشک اور جیون پروجیوتی اور شکتی کو پروان کر کے اور شت شت نرناری آتماؤں کی گتیوں کو بدل کے ایک مہا ہتکر اور ادیتہ دیوسماج ستھاپن کی ہے۔ اور دھرم کی ستہ اور وگیان مولک اودیتہ شکچھا دی ہے۔ ایسے دیو آتما کا میں سمبندھی ہو کر اپنی کسی ماں یا پرشنسا آدی باسنا آہنگ جنت دُراگرہ اور پکشپات اور مت بشیک کسی دواد آدی کی نیچ گتی میں بہ کر کیول یہی نہیں کہ اُن کے کسی شبھ کاریہ کو کوئی ہانی نہیں پہنچاؤنگا۔ کنتو اس کی اونتی میں یتھا سادھ سیوا کاری بن سکوں۔ میں اپنے ادھیکار سے کبھی باہر نہ جاؤں۔ اور جو ایکتا پتا کہ مجھے بھینٹ دیا گیا ہے۔ اس کے اودیش کے انوسار دیوسماج کے ایکتا کے ستھاپن کرنے میں سدا سہائیک رہوں۔ ایسا ہو کہ میں آج جس پد پر آروڑہ کیا گیا ہوں اس کی گورو تر ذمہ واری سدا میرے سنمکھ رہے۔ اور میں دین بھاوی رہ کر اس کا گورب ستھاپن کروں۔ شری دیو گورو بھگوان میرے پرلوک باسی سمبندھیوں میرے پریوارک اور سماجک جنوں کی شبہ کامنائیں میری سہائی ہوں جیون پتھ بابت جیٹھ سمت ۶۴ +

مترگن! یہ ہے اس شخص کی وصیت۔ آگے چل کر اس نے لکھا ہے۔ کہ "گورو پرتندھی کے پد اور اُن کی مریاوا۔ اور اُن کے آشرت جنوں کی اوشکتا آدی کا وچار کر کے دیوسماج پریشد۔ اُن کے خرچ کے لئے اوچت روپ سے ماسک بھینٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیت کریگی۔ کہ جو بھینٹ ہمیشہ دیو سماج کے فنڈ سے دی جاویگی" مترگن! اس شخص کی اس تمام وصیت سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی۔ کہ اس شخص نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ سب اپنی اور اپنی اولاد کی پیٹ پورتی کے لئے کیا ہے۔ دیکھئے! اس نے کیسی خوبی سے جا بجا اپنی اولاد کی پرورش۔ عزت اور مان بڑائی کے لئے تاکید کی ہے۔ مترگن! آپ جانتے ہیں۔ کہ اس کی اولاد کیسی نکمی اور ردّی ہے۔ اس کا سب سے بڑا لڑکا ایسا مغرور گھمنڈی اور کم علم ہے۔ کہ جس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ اس کا دوسرا لڑکا ایک معمولی دکاندار ہے۔ اور انارکلی میں گیند۔ بلّے کی دکان کرتا ہے۔ اس کا تیسرا لڑکا ایک اپاہج وجود ہے۔ جس کے لئے اپنی روٹی کمانا بھی مشکل ہے۔ اس کا چوتھا لڑکا ایسا نکمّا ہے۔ کہ وہ دو یا زیادہ دفعہ انٹرینس کے امتحان میں فیل ہوکر آخر کار میں نے سنا ہے۔ کہ ایک دفتر میں بیس پچیس روپیہ کی نوکری کرنے کے لئے مجبور ہؤا ہے۔ علاوہ ازیں اس کے جو اخلاق ہیں۔ وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں اس کی لڑکی بہت کم عمر ہے۔ اور وہ کچھ ایسی ذہین یا پڑھی لکھی بھی نہیں ہے اسکی موجودہ عورت ایک معمولی کواڑئے یا کواڑئے کے بھائی کی ایک معمولی لیاقت کی عورت ہے یہ تو اس کے پریوار کی حالت ہے۔ جن میں سے کوئی نہ کوئی گورو پرتی ندھی چنا جائیگا۔ لیکن دوسری طرف اس کے چیلوں میں بعض چیلے بڑے اچھے لائق ہیں۔ مثلاً فیروز پور کا گورمکھ سنگھ یونیورسٹی کا ایک گریجوئٹ ہے۔ اور پلیڈر بھی تھا۔ اگرچہ اب وہ پلیڈری کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ اسی طرح دیوت سنگھ ایک اچھا ہوشیار اور سمجھدار آدمی ہے۔ علےٰ ہذا القیاس دیورتن بھی خاصہ مکار اور دھوکہ باز ہے۔ مکاری میں تو اس نے اپنے گورو کے بھی کان کاٹ ڈالے ہیں۔ اور گورو کو بھی دھوکہ دے دیتا ہے (شیم) علےٰ ہذا القیاس بھائی امر سنگھ بھی ایک اچھا بالیاقت آدمی ہے۔ اور ایسا عالم ہے کہ "خوشدامن" کا ترجمہ "بیوی" کرسکتا ہے۔ (قہقہہ) اور وہ ہے بھی بڑا "پرہیزگار"۔ گو اُس کی داڑھی سفید ہوگئی ہے۔ لیکن پھر بھی وہ کبھی نہ کبھی ریل وغیرہ میں ادھر اُدھر ہاتھ مار ہی لیتا ہے۔ (شیم۔ شیم) علاوہ ازیں ان لوگوں نے دیو گورو کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں بھی کی ہیں۔ اور تکالیف بھی برداشت کی ہیں۔ اب ان سب کو چھوڑ کر دیو گورو کا اپنی اولاد کو جو کہ زیادہ تر نکمے بچوں کا مجموعہ ہے۔ اپنی گدی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے مقرر کرنا اس شخص کی جس قدر سخت خود غرضی ہے۔ وہ قطعی لاثانی ہے۔
(رشیم) مترگن! آپ جانتے ہیں۔ کہ میں گوروڈم کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں۔ نہ ہی مردم پرستی کو ٹھیک جانتا ہوں۔ کیونکہ ہم سب کا گورو ایک پرماتما ہی ہے۔ اور اسی کی پرستش ہم سب پر لازمی ہے۔ لیکن دنیا میں جہاں جہاں بھی گوروڈم یا مردم پرستی کا پرچار ہوا ہے۔ وہاں وہاں بھی اس قسم کی ذلت آمیز مردم پرستی نہیں دیکھی جائیگی جیسی کہ دیو گورو نے جاری کی ہے۔ مہاتما بدھ مرنے لگے۔ ان کا لڑکا موجود تھا۔ مگر انہوں نے اپنا جانشین لڑکے کو نہیں بلکہ اپنے شاگرد "آنند" کو مقرر کیا۔ بھگت مسیح مرنے لگا۔ اُن کے بھائی موجود تھے۔ مگر انہوں نے خدا کی بادشاہت کی چابیاں اپنے بھائیوں کو نہیں دیں۔ بلکہ اپنے ایک شاگرد "پیٹر" کو دیں۔ حضرت محمد صاحب مرنے لگے۔ ان کی لڑکی ان کی عورتیں اور نواسے موجود تھے۔ مگر انہوں نے خلافت عورتوں یا نواسوں یا لڑکی کو نہیں دی۔ بلکہ ایک غیر شخص "ابوبکر" کے سپرد کی۔ بابا نانک مرنے لگے۔ مگر انہوں نے اپنی گدی اپنے لڑکوں کو نہیں دی۔ بلکہ ایک غیر شخص "انگد" کو دی۔ دور کیوں جاتے ہو۔ ابھی کل کی بات ہے۔ پنجاب میں مرزا غلام احمد مرنے لگا۔ تو اُس نے اپنی خلافت اپنے لڑکوں یا عورت یا دیگر رشتہ داروں کے سپرد نہیں کی۔ بلکہ ایک غیر شخص "نورالدین" کے سپرد کی۔ اگرچہ ان تمام مثالوں میں گوروڈم یا مردم پرستی یا پیغمبری وغیرہ کی بو موجود ہے۔ لیکن دیو گورو کی مردم پرستی سخت بدبودار ہے۔ اس شخص نے جانشینی کی جو مثال قائم کی ہے۔ وہ سخت خود غرضی اور نفس پرستی کو لے کر ہے (رشیم) جب تک یہ شخص جیتا رہا۔ اس کو اپنا فکر رہا۔ جب یہ مرنے لگا۔ تو اس کو اپنی اولاد کا فکر ستانے لگا چنانچہ اپنی اولاد کے لئے کھانے پینے۔ روپیہ۔ بھینٹ۔ عزت۔ گدی وغیرہ کا سب انتظام اپنے جیتے جی کر دیا اور اپنے جان نثار چیلوں کو کورا جواب دے دیا (رشیم) اس سے بڑھکر اس کی خود غرضی اور نفس پرستی کی تائید۔ اور کس بیان سے ہو سکتی ہے (رشیم) مترگن! اب آپ کو کوئی شبہ نہیں رہ سکتا۔ کہ اس شخص نے جو چال چلی وہ سب خود غرضی اور نفس پرستی کو لے کر تھی۔ نہ کہ قربانی یا تیاگ کو لے کر۔ پس ایک ایسے خود غرض انسان کے پنجے میں پھنس کر تباہ ہونا ایک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہت ہی بدقسمتی کی بات ہے۔ لیکن اس شخص کا دعوےٰ پھر بھی یہی ہے۔ کہ اس کا تیاگ ایک لاثانی تیاگ ہے۔ (شیم) نہ صرف تیاگ ہی لاثانی ہے۔ بلکہ اس کی ہر ایک بات لاثانی ہے۔ چنانچہ یہ شخص اپنی اس خودغرضی اور نفس پرستی کو نہ دیکھ کر بھی اپنے لکش کو ایک لاثانی لکش بتاتا ہے۔ اور جیون پتھ بابت بیساکھ سمت ۵۹ میں لکھتا ہے۔ کہ "میرا لکش بالکل نرالا تھا۔ اس کا ورشٹانت پرتھوی نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اور اس کے دکھانے اور گرہن کرنے اور پورا کرنے کے لئے میں نے جنم لیا۔" مترگن! کیا یہ سب اس شخص کی محض جھوٹ پر مبنی خودستائی نہیں ہے۔ پھر یہ شخص جس کی اپنی بچپن کی زندگی تو نہایت ہی خوفناک سیاہ کاریوں میں گزری۔ اور جوانی کی حالت میں سخت مجرمانہ حرکات کرتا اور جرمانہ بھرتا رہا۔ اپنے بارے میں جیون پتھ بابت اساڑھ سمت ۶۱ میں لکھتا ہے۔ کہ "میرے جیسی شکتیاں آج تک کسی انسان میں ظاہر نہیں ہوئیں"۔ مترگن! آپ نے اس کی شکتیوں کا حال خدائی بمب میں پڑھ لیا ہے۔ اس پر بھی اس کا یہ بیہودہ بکواس کرنا جس قدر بھی شرم کی بات ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں (شیم) اسی طرح یہ شخص اپنے دماغ کی صفت میں لکھتا ہے۔ کہ "جیسے بندروں کو پھر آدمی بننا نہ ملا۔ اور نہ مل سکتا تھا۔ ایسے ہی اور آدمیوں کو مجھ جیسا دماغ نہ ملا۔ اور نہ مل سکتا تھا۔" (شیم۔ بُوبی۔ شیم) مترگن! آپ اس شخص کے اس قسم کے دعوؤں پر جس قدر بھی شیم کا آوازہ کسیں۔ تھوڑا ہے۔ (شیم۔ شیم۔ شیم) مترگن! آپ نے اس کے دماغ کا نقشہ خدائی بمب اور خدائی سڈیشن میں بخوبی دیکھ لیا ہے۔ لیکن اس پر بھی یہ مڈلچی اپنے دماغ کو لاثانی بتا رہا ہے (شیم) اس کی جہالت کا کیا ٹھکانا ہے۔ لیکن یہ شخص اسی جیون پتھ میں پھر لکھتا ہے۔ کہ "اگر ایسی جیوتی کہیں اور سے مل جاتی تو میرے خاص ظہور کی کوئی ضرورت نہ تھی۔" مترگن! آپ نے اس کی جیوتی کے نظارے خدائی بمب میں دیکھ لئے۔ لیکن یہ ایسا اندھا ہے۔ کہ اپنے آپ کو چاروں جگتوں کی جیوتی بتاتا ہؤا بھی خود اندھیرے میں ہے۔ چنانچہ یہی شخص جیون پتھ میں لکھتا ہے کہ "پرتھوی انسانوں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن میرا کون ہے؟ سب طرف

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے لاچار ہوں۔ اپنا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔" یہ ایسے شخص کی حالت ہے۔ جو اپنے آپ کو لاثانی بتاتا اور دوسروں کو نجات دینے کا دعوے کرتا ہے۔ (رشیم) مترگن! اس شخص کی جیسی بھی ناپاک حالت ہے۔ اس کا ملاحظہ آپ میری اُن تحریروں سے کر چکے ہیں۔ جو کہ سوکشم حالت میں آپ تک پہنچتی رہی ہیں۔ لیکن اس پر بھی اس کا یہ دعوے ہے کہ میں پورنانگ دھرم اوتار ہوں۔ چنانچہ اپنے پورنانگ ہونے میں یہی شخص لکھتا ہے۔ "دھرم اوتاروں میں پورنانگ دھرم کا اوتار نہ صرف بہت بڑی خصوصیت رکھتا ہے۔ بلکہ وہ اپنی خصوصیت کے اعتبار سے نیچر میں لاثانی ظہور ہے۔" اسی طرح یہ شخص اپنے انگوں کے بارے میں لکھتا ہے۔ "میرے آتما کے سب انگ پورے ہیں۔ جیسے پشوؤں سے منش میں آکر سب انگ پورے ہو گئے ہیں۔ ویسے ہی منشوں کی نسبت میرے آتما کو پورن گٹھن ملی ہے۔ اس لئے میرا ظہور لاثانی ہے۔" مترگن! آپ نے اس شخص کی بکواس کو سن لیا۔ اس کے نزدیک دنیا میں جتنے بھی رشی منی گزرے ہیں۔ وہ سب اس کے مقابلے میں مثل پشوؤں یا حیوانوں کے تھے۔ لیکن یہ شخص لاثانی ظہور پیدا ہوا ہے۔ گویا اس کے نزدیک اس کے ماں باپ بھی پشو ہی تھے (قہقہہ) آپ نے خدائی بمب میں پڑھا ہوگا۔ کہ اس نے اپنے مقابلے میں دنیا کے تمام انسانوں کو بندر بتایا ہے۔ گویا ہم بھی اس کے نزدیک مثل بندروں کے ہیں۔ مگر آپ کو یہ بھی معلوم ہے۔ کہ یہ شخص اپنے آپ کو بندروں کی اولاد بتاتا ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم اور ہمارے پراچین رشی منی اس کے نزدیک بندر ٹھہرے۔ تو یہ ہم بندروں کا بچہ ہوا (قہقہہ) پس اس کے کہنے کے مطابق ہم بندر بن کر بھی اس کے باپ دادا بلکہ جد امجد یا بزرگ ہی ہوئے (قہقہہ) اور اس کی گستاخی دیکھئے۔ کہ یہ ہم ہی بندروں کا برخوردار ہو کر ہماری نقلیں اتارتا اور مخول اڑاتا ہے۔ (قہقہہ) حالانکہ اس نے جو کچھ سیکھا ہے۔ وہ ہم اور ہمارے جیسے دیگر بندروں کی کتابوں کا مطالعہ کرنے یا سنگت کرنے سے سیکھا ہے۔ جیسا کہ اس کے بیان سے ظاہر ہے۔ لیکن اس پر بھی اس شخص کا اپنے آپ کو لاثانی بتانا اور ہمیں بندر اور پشوؤں سے تشبیہ دے کر ہتک کرنا اس کی جس قدر بھی شرمناک چال ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں ہے (رشیم) مترگن! ایسے پاکھنڈی اور جھوٹے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انسان کے پیچھے لگ کر جہاں بہت سے آدمی ہلاک ہو رہے ہیں۔ وہاں یہ میری اور آپ کی بڑی خوش قسمتی ہے۔ کہ ہم اس کے پنجے سے نکل آئے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ایک مدت تک میں نے یا آپ نے اس پاکھنڈی انسان کے پنجے میں پھنس کر پرماتما کو جواب دے دیا تھا۔ اور ہم سمجھتے تھے۔ کہ پرماتما نہیں ہے۔ اور ہماری یہ حالت درحقیقت ایک سخت قابل افسوس اور قابل رحم حالت تھی۔ بلکہ ایک لفظ میں سخت پاپ مولک حالت تھی۔ لیکن جیسا کہ میں شروع میں ہی کہہ چکا ہوں۔ پرماتما کی دنیا میں کوئی گھٹنا بھی بھلائی سے خالی نہیں ہے۔ حتےٰ کہ پاپ میں بھی پُن پوشیدہ ہے۔ ہماری اس پاپ بھری حالت میں بھی ایک نیکی پوشیدہ تھی۔ جو کہ آخر کار ظاہر ہو گئی۔ یعنی ہم کو اس نیکی کی روشنی نے اس بات کا پتہ دے دیا۔ بلکہ اس پاپ مولک حالت نے ہی ہم کو بتا دیا۔ کہ ہم جو رات دن دکھی رہتے ہیں۔ روتے ہیں۔ سڑتے ہیں۔ گلتے ہیں۔ ہمارے جسم مارے جا رہے ہیں۔ ہمارے دماغ تباہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے دل پاجی ہو رہے ہیں۔ یہ سب اس تاریکی کی وجہ سے ہے۔ جس میں ہم مبتلا ہیں۔ اور یہ تاریکی پرماتما کی طرف سے گمراہی اور بغاوت ہے۔ پس اس پاپ کی تاریکی میں بھی ہمیں پُن کی روشنی نظر آئی۔ اور ہم ایک چھلانگ مار کر اس سے باہر آ گئے۔ وہی پاپ یا وہی تاریکی یا وہی پرماتما سے بغاوت جو ہمیں تکلیف دیتی تھی۔ وہ تکلیف ہی ہماری رہنما بنی۔ اور ہم اس اندھیرے سے نکل آئے۔ مترگن! آپ اپنی ذاتی شہادت دے سکتے ہیں۔ لیکن میں اتنا کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ جب سے میں اس تاریکی سے نکلا ہوں۔ میں ایک روشنی کی دنیا میں آ گیا ہوں۔ میری پہلی اندرونی جلن۔ فضول تکالیف۔ دماغی دُکھ دور ہو گئے ہیں۔ اور میں پرماتما کی روشنی سے معمور ہو کر ایک ناقابل بیان راحت۔ بیروں الذقیاس تسکین پاتا ہوں۔ میری کمزوری۔ بزدلی۔ ڈر۔ بھے۔ شنکا وغیرہ دور ہو گئے ہیں۔ میرا دماغ شک و شبہات سے آزاد ہو گیا ہے۔ میرا اغچہ دل اس ایشور یہ آنند کی شبنم سے کھل کر پھول کی شکل میں آ گیا ہے۔ میں اس تاریکی سے قطعی آزاد ہو چکا ہوں۔ جس میں کہ مجھے دیو گورو نے غرق کر رکھا تھا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ سب بھی میری طرح اپنے اندر اسی قسم کی تبدیلی کو محسوس کرتے ہونگے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مترگن! ہمارے بہت بڑے دھن بھاگ ہیں۔ کہ ہم بغاوت سے نکل آئے۔ اندھیرے سے باہر آ گئے۔ ہم نے اپنے پرم پتا پرماتما کو جانا۔ اور اُس کی شرن میں آ گئے۔ اور ان کی روشنی سے معمور ہو کر آنند کو پراپت ہوئے۔ اب ہماری یہی کوشش ہونی چاہیئے۔ کہ ہم اس روشنی کو زیادہ سے زیادہ پاتے اور زیادہ سے زیادہ اپنے پتا کے گن گاتے رہ سکیں۔ اور جو لوگ پرماتما سے باغی ہوں۔ یا بغاوت پھیلاتے ہوں۔ ان کی سرکوبی کر سکیں۔ خواہ ایسا کرنے میں ہمارا جسم بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ ہم مر جائیں۔ یا مارے جائیں۔ مگر پرماتما سے باغی انسانوں کے ساتھ کبھی اور کسی صورت میں بھی رعایت نہ کر سکیں۔ کیونکہ پرماتما سے بغاوت کرنا ایک خوفناک شرارت ہے۔ جو کہ سب شرارتوں کی جڑ ہے۔ پرماتما ہی روشنی کا منبع و مبدا ہے۔ جو شخص ہمیں اس روشنی سے دور لے جاتا ہے۔ وہ ملک کا دشمن ہے قوم کا دشمن ہے۔ انسانوں کا دشمن ہے۔ ہمارا دشمن ہے۔ ہماری اولاد کا دشمن ہے۔ ہماری اولاد کی اولاد کا دشمن ہے۔ ایسے موذی دشمن کی سرکوبی کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ یہی ہمارا کرم۔ یہی ہمارا دھرم۔ یہی ہمارا منتر۔ یہی ہمارا اصول۔ یہی ہماری بازی ہے جس پر ہم کو سب کچھ ہار دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اوم شانتی"

لیکچر کے خاتمہ پر حاضرین نے اس زور سے چیرز دئے۔ کہ تالیوں کی گونج ساتویں لوک تک پہنچ گئی۔ اور ساتوں لوکوں میں سے بعض چیدہ اصحاب پہلے لوک میں اس بات کے دیکھنے کے لئے آئے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جب ان کو اصلیت معلوم ہوئی۔ تو انہوں نے مجھ سے درخواست کی۔ کہ آپ ایک ایک لوک میں ایک ایک لیکچر دے جائیں۔ میں نے منظور کر لیا اور ساتوں لوکوں میں میرے سات لیکچر ہوئے۔ مگر وہ لیکچر کھنڈن کے بارے میں نہیں تھے۔ بلکہ منڈن کے بارے میں تھے ساتویں لوک کے لیکچر کے خاتمہ پر حاضرین نے اس زور سے چیرز دئے۔ کہ نہ صرف تمام دیو لوک ہی گونج اٹھا۔ بلکہ اسی شور و غل میں میری آنکھ بھی کھل گئی۔ دیکھا۔ تو صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ شفق نمودار ہے۔ وہی مکان ہے وہی میز ہے وہی کرسی ہے۔ نہ دیو لوک ہے۔ نہ دیو لوک کے نظارے۔ نہ جن نہ بھوت۔ نہ بھوتنی۔ ہاں اُتنا ضرور معلوم ہوا۔ کہ میں نے اپنے لیکچر میں دیو گورو کی پوتھی میں سے جو جو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عبارت پڑھی تھی۔ وہ عین غین جیون پتھوں میں پائی گئی۔ خاص کر اس کی وہ وصیت جو اس نے اپنی گدی کے بارے میں کی ہے۔ اب یہ دیوگورو کے پنڈے جانیں یا خود دیوگورو بھگوان۔ کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ اگر میرے خواب کا ایک حصہ سچ ہے۔ یعنی جیون پتھوں کے حوالے ٹھیک ہیں۔ تو دوسرا بھی سچ ہی ہونا چاہئے۔ یعنی دیوگورو کے باپ وغیرہ کا مر کر بھوت بن جانا اور اُن کا مردہ بچے کھانا۔ وغیرہ وغیرہ اگر ہمارے یہ چشم دید واقعات غلط ہیں۔ تو دیوگورو کے گپوڑے کہاں سے سچ ہو سکتے ہیں۔ پس یہ دیوگورو کے احمق پنڈوں کا فرض ہے۔ کہ وہ یا تو دیوگورو کے گپوڑوں کو بھی جھوٹ سمجھ کر ترک کر دیں۔ یا پھر ہمارے چشم دید حالات کو بھی صحیح تسلیم کر کے ہمارے سامنے لڈو دھریں۔ افسوس ان احمقوں کی حماقت پر اور افسوس اس پاکھنڈی کے پاکھنڈ پر جو اپنا الّو سیدھا کرنے کے لئے دھرم اور سائنس کے نام پر لوگوں میں اس قسم کی شرمناک تعلیم کا پرچار کر رہا ہے۔ ناظرین! میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ کہ میں نے آپ کا قیمتی وقت ان صفحات کے لئے لیا۔ گو دیو لوک کے ابھی چھ لیکچر باقی ہیں۔ لیکن وہ کسی دوسرے موقع کے لئے ملتوی کر دئے گئے ہیں دھرم پال

پدّا پدّی چڑھے شکار + پدّی گر گئی سر کے بھار

دیوگورو بھگوان تمام خدا پرستوں کو بندر بتا رہا ہے۔ اگر ہم اس کو اور اس کے پنڈوں کو پدّا پدّی کہیں۔ تو زیادتی کی گنجائش ندارد۔ اس شخص نے اپنے پنڈوں کو خدا پرستوں کے مقابلہ پر کھڑا کیا۔ مگر وہ پدی لوگ پر نچوا۔ اور دُم کٹوا کر انارکلی کی گندی موری میں سر کے بھار گر گئے۔ ہماری تحریروں کا تو ان کو نہ کوئی جواب سوجھا۔ اور نہ سوجھ سکتا تھا۔ اور نہ آئندہ سوجھیگا۔ ہاں خدائی بمب کے بارے میں یہی پدّی جتنا دماغ رکھنے والا دیورتن اپنے ۳۰ ستمبر کے اخبار میں لکھتا ہے۔ "اگر وہ چٹھیاں ایسی ہی دیوسماج کو اڑا دینے والی ہوتیں۔ تو پہلے ہم لوگ انہیں اپنی اخبار میں کیوں چھاپتے ..... ایسی کل تحریروں کے باقاعدہ پڑھنے اور ان پر وچار کرنے سے ان کی (دیوگورو کے پنڈوں کی) زندگیاں اوچ بنتی ہیں۔ اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس لئے دیوسماج کی بنیاد پہلے سے زیادہ مضبوط ہوئی ہے۔ تب اُن چٹھیوں کے کسی اور کتاب میں چھپ جانے سے دیوسماج کو کیا ہانی ہو سکتی ہے" اب ہم اس پدّی جتنا دماغ رکھنے والے دیورتن سے پوچھتے ہیں۔ کہ اگر ان چٹھیوں کے پاٹھ سے تمہاری زندگیاں اوچ بنتی ہیں۔ تو تم نے ان کو پہلے ہی پبلک میں کیوں نہ رکھ دیا۔ تاکہ دوسروں کی زندگیاں بھی اوچ بن جاتیں۔ اور اگر یہ سچ ہے۔ کہ ہماری تحریروں سے تمہاری سماج کی بنیاد مضبوط ہوگئی ہے۔ تو پھر تم بڑے احمق ہو۔ جو ہم کو برا بھلا کہتے ہو۔ اور ہم پر مقدمہ چلاتے ہو۔ اس لحاظ سے تو تم کو چاہیئے۔ کہ تم ہمارے چرن دھو کر پیو۔ کیونکہ ہم نے تمہاری سماج کی بنیاد کو مضبوط کر دیا۔ اور اب اگر تم ڈاکٹر پرسرام۔ سیتارام پنساری۔ سچّا سنگھ۔ پربھدیال۔ جیوتی سروپ۔ حکیم محمد عمر۔ سوامی گوبند رام۔ پنڈت درگادت۔ منسارام۔ پرپھل دیو۔ دیورتن۔ امر سنگھ۔ دیوت سنگھ۔ شنکر سنگھ۔ وغیرہ وغیرہ کے جو اور جس قسم کے وقتاً فوقتاً جھگڑے رگڑے قضیئے۔ ٹنٹے کھڑے ہوئے۔ اور رپوٹیں داغی گئیں وہ تمام خطوط بلا کم و کاست ہمارے سپرد کر دو۔ وہ خطوط خواہ عورتوں کے متعلق ہوں۔ خواہ لڑکیوں کے۔ خواہ لڑکوں کے۔ خواہ کسی دوسرے جھگڑے کے۔ تو ہم اُن کو بھی پبلک میں رکھکر تمہاری سماج کی بنیاد ایک دفعہ توشیش ناگ کی دم تک پہنچا دیں۔ اور دنیا کو پتہ لگ جائے۔ کہ تم کس ولائتی نسل کے انسان ہو۔ جو سب کو بندر بتاتے ہو۔ اور خود بندروں کے کرتب کرتے رہتے ہو۔ نہیں۔ نہیں۔ تمہاری دیوسماج کو کیا ہانی پہنچنی تھی۔ ہم نے تو اُس کی بنیاد پاتال میں پہنچا دی ہے۔ اگر یقین نہ ہو۔ تو پاتال دیش سے اپنے گورودت کمار کی شہادت لے لو۔ کہ ہے ٹھیک یا نہیں۔ گورودت کمار کو ہم نے انارکلی کی گندی موری میں گاڑا۔ اور اس نے عین پاتال میں جاکر سر نکالا۔ لیکن سر نکالتے ہی ایک میخ اور ٹھک گئی۔ اور ٹھکی بھی کہاں؟ بس چُپ ہی بھلی! ذرا اکتوبر کا پرچہ دیکھ لو۔ اس نے شاید یہ سمجھا تھا۔ کہ میں امریکہ میں بیٹھا ہوا خواہ کچھ ہی بکواس کر دوں۔ راندر کی یہاں تک رسائی کہاں۔ لیکن اس منحوس کو یہ خبر نہیں تھی۔ کہ جب اِندر نے تمہارے دیولوک کو نہ چھوڑا۔ تو تم کس بھیڑ کی دم کا بال تھے۔ جو بچ جاتے۔ دیوگورو کا کوئی بھی ناستک پنڈا خواہ دنیا کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی طبقہ سے سر نکالے۔ لیکن وہ اندر کو وہاں پر ہی اپنی سرکوبی کے لئے موجود پائیگا یہ جھوٹ ہے کہ دیوگورو کی جیوتی چاروں جگتوں میں پہنچ رہی ہے۔ اور کہ دیوگورو چاروں جگتوں کی روشنی ہے۔ مگر یہ امر واقعہ ہے۔ کہ پرماتما کی اپار کرپا سے اندر اس وقت چاروں براعظموں میں پہنچ رہا ہے۔ ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ۔ امریکہ غرضیکہ اندر کی "سلطنت" اس قدر وسیع ہے۔ کہ جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ پس دیوگورو کا کوئی چوہا خواہ دنیا کے کسی کونے سے سر نکالے۔ فوراً پکڑا جائیگا۔ اور اس ناستک پن کے پسّو خواہ کسی جگہ بھی ان چوہوں کے ذریعہ پھیل رہے ہوں۔ لیکن اندر کی کرنیں ان کو وہاں پر بھی مُورچھت کر دینگی۔ معلوم نہیں۔ ان پڈّے پدیوں نے خدا کو کیا سمجھا تھا۔ اور خدا پرستوں کو کیا جانا تھا۔ جو یہ مدت سے بلا دلیل و عقل پیچ پیچ کرتے چلے آرہے تھے۔ اگنی چمکی۔ جل گئے۔ بمب پڑا۔ اُڑ گئے۔ سٹیشن نکلا۔ دھرے گئے۔ اب معلوم نہیں۔ کس بل میں گھس کر بوتھی سے بوتھی ملا کر چوں چوں کر رہے ہیں۔ کیوں نہیں میدان میں آتے۔ اور جواب دیتے۔ کسی بڑھیا نے سچ کہا ہے۔ "عیسےٰ موسےٰ بڑے پکمبر + ہم بات کریں تم گھس گئے اندر" آگے چل کر دیورتن نے ان تمام خطوط اور بیانات کے بارے میں جو کہ خدائی بمب میں نقل کئے گئے ہیں۔ لکھا ہے۔ کہ "وہ نوع انسان کے اندر جاکر اور ادھیکاری آتماؤں تک پہنچ کر ان کا بھی بھلا کرینگے"۔ اس میں کیا شک ہے۔ وہ ضرور بھلا کر رہے ہیں۔ اور نوع انسان کو تمہارے پاکھنڈ جال میں پھنس کر بے دین اور توہمات کا پتلا بننے سے روک رہے ہیں۔ مگر یہ کس کی بدولت! ہماری بدولت۔ نہ کہ تمہاری کیونکہ تم نے تو اس بنی نوع انسان کا بھلا کرنے والے تریاق کو اب تک پوشیدہ ہی رکھ چھوڑا تھا۔ اور تم نے دیوشاستر کو اب تک بھی چھپا رکھا ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ اس میں کچھ صداقت بھری ہوئی ہے۔ جس سے بنی نوع انسان کا بھلا ہو سکتا ہے۔ تو تم اس کو چھپاتے کیوں ہو۔ کیوں نہیں اس کو باہر لاکر لوگوں کو اس سے فیضیاب ہونے کا موقع دیتے۔ مگر ہم جانتے ہیں۔ کہ تمہارے کوک شاستر میں سوائے زٹل قافیوں اور بھوت چڑیلوں کی تعلیم کے اور خاک بھی نہیں ہے۔ چنانچہ اس کا تھوڑا سا حصہ خدائی بمب میں رکھ کر اڑا دیا گیا ہے۔ اگر باقی کا بھی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دے دو۔ تو تمہاری بڑی کرپا ہوگی۔ چلو دو پتاشے کھلا دینگے۔ لاؤ۔ آنکھ بند کر کے دیدو۔ ہم دیکھیں تو سہی۔ اس میں کیا امرت بھرا ہے۔ مگر تم اس کو ک شاستر کو کیوں ہوا لگانے لگے۔ بلکہ اگر کوئی دوسرا زبردستی ہوا لگا دے۔ تو تم اس کو بے ایمان کہتے ہو۔ چنانچہ دیورتن لکھتا ہے "ایسے لیکھ وہ چاہے ہمارے جیون پتھ میں ہوں اور چاہے کوئی بے ایمان ہو کر انہیں کسی اور کے پاس دے دے اور وہ اسے کسی کتاب میں مشتہر کر دے" واہ رے ایماندار! اپنے گورو کو بھی دھوکہ دینے والے دھوکہ باز پنڈت!! تیرے نزدیک کنور جے دیو سنگھ بے ایمان ہوا۔ کیونکہ اُس نے تمہارا تمام سیاہ نامہ ہمارے سپرد کر دیا۔ مگر تم بتاؤ تو سہی۔ کہ تم اس غریب کو کب سے بے ایمان سمجھنے لگے ہو؟ کیا تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ اسی کنور جے دیو سنگھ کا بارہا نمک کھا کر اور اپنے خطوط میں اس کی تعریف و مدح کے پل باندھ کر آج تم اُس کو بے ایمان کہتے ہو۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ تم خود بے ایمان ہو۔ اور تم نے اپنی اس بے ایمانی کا اقبال بھی کیا ہے۔ جس کو ہم خدائی بمب میں نقل کر چکے ہیں۔ تمہیں انارکلی کی گندی موری میں ڈوب مرنا چاہیئے۔ کہ تم خود بے ایمان ہو کر اور اپنے گورو کو اور دیگر لوگوں کو بھی شرمناک طور پر دھوکہ دے کر اور مختلف قسم کی سیاہ کاریاں کر کے آج کنور جے دیو سنگھ کو محض اس بنا پر بے ایمان کہہ رہے ہو۔ کہ اس نے ہمیں تمہاری سیاہ کاریوں کا بنڈل دیدیا۔ کیا تم اُس کو بے ایمان کہکر اپنی بے ایمانیوں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکیگا۔ یہ ناممکن ہے اور قطعی ناممکن ہے۔ آؤ میدان میں اگر تم کچھ ہڈی پسلی رکھتے ہو۔ اور واقعات کی بنا پر علم و عقل کی بنا پر بحث کرو۔ یوں ہی احمقوں کی طرح شریف آدمیوں کو بے ایمان مت کہو۔ یاد کرو۔ چندا سنگھ کے معاملہ کو۔ اور ڈرو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تم اپنی شرارتوں میں حد سے تجاوز کر جاؤ۔ اور کوئی شریف آدمی جس کو تم بلا وجہ بے ایمان کہہ رہے ہو۔ تمہیں عدالت میں گھسیٹ کر دوبارہ تباہ کر ڈالے تم سب کو دھرم پال مت خیال کرو۔ جو تمہاری گالیوں کو سنتا ہے اور محض قلم تک ہی جانا پسند کرتا ہے۔ "ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگے خفتہ باشد"

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیورتن کا حملہ اور گھوڑے کی دولتی

ناظرین! آپ کو شاید یاد ہوگا۔ کہ دیورتن نے ہمیں ایک لمبی چوڑی دھمکیوں اور گالیوں سے بھری ہوئی چٹھی بھیجی تھی۔ جس کا جواب آسمانی گولہ میں دے دیا گیا تھا۔ اس چٹھی میں اس شخص نے علاوہ دیگر بیہودگیوں کے ایک یہ بیہودہ پن بھی لکھا تھا۔ کہ جیون تت کی زوردار تحریروں اور ست کے زبردست حملوں نے خدا پرستوں کے جھوٹے اعتقادات کی بودی دیواروں کو جڑ بنیاد سے ہلا دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے اس چٹھی کی یاددہانی اس لئے کروائی ہے۔ کیونکہ ہم اس کے عین حسب حال ایک چشم دید تازہ واقعہ سنانا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جس سردار صاحب کے مکان کے ایک حصہ میں دفتر اندر ہے۔ اسی مکان کی دوسری طرف ایک سفید زمین ہے۔ جس کے اردگرد ایک بودی سی چاردیواری ہے۔ ۱۴۔ اکتوبر کی شام کو ایک شریر گھوڑا جس کو مالک نے شاید آرام کرنے کے لئے کچھ دیر کے لئے کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ اس دیوار کے ساتھ آکر پیٹھ رگڑنے لگا۔ تھوڑی دیر تک تو وہ اس سے پیٹھ رگڑتا رہا۔ لیکن معلوم نہیں اس کے جی میں کیا شرارت اٹھی۔ کہ اس نے اس دیوار میں ایک دولتا بھی جڑ دیا۔ دیوار تو پہلے ہی سے اس قدر آزردہ تھی۔ کہ گویا گرنے کے لئے بہانہ ہی ڈھونڈ رہی تھی۔ گھوڑے کا دولتا مارنا تھا۔ کہ وہ سالم کی سالم دیوار دھڑام سے اس کی پیٹھ پر آگری۔ اور گھوڑا نیچے دب گیا۔ اور "ہین۔ ہین" کرنے لگا۔ مگر چونکہ دیوار کوئی لمبی چوڑی نہیں تھی۔ اس لئے گھوڑا ٹانگیں مار کر بصد مشکل زخمی حالت میں اس کے نیچے سے نکل آیا۔ یہ ایک چشم دید واقعہ ہے۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ہمیں دیوگورو اور اُس کے پنڈوں کی حالت یاد آگئی۔ جب ہم نے اپنے ساتھ والوں کے سامنے اس واقعہ کو دیوگورو کے پنڈوں پر گھٹایا۔ اور وہ عین فٹ بیٹھ گیا۔ تو ہمارے ساتھی مارے ہنسی کے پاؤ گھنٹہ تک لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔ دیوگورو نے اپنے پنڈوں کو مدت سے کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ کہ جاؤ خدا پرستی کی بوسیدہ دیوار کے ساتھ پیٹھ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رگڑو۔ یہ لوگ کچھ مدت تک تو اس دیوار کے ساتھ پیٹھ رگڑتے رہے۔ لیکن معلوم نہیں پھر ان کے جی میں کیا موج اٹھی۔ کہ اس دیوار میں دولتے بھی جڑنے لگ گئے۔ خدا پرستی کی دیوار تو پہلے سے ہی بہانہ ڈھونڈ رہی تھی۔ کہ کوئی ناستک آئے۔ اور دولتا مارے۔ اور میں اس کی پیٹھ پر گر کر اُس کو چُور چُور کر دوں۔ چنانچہ ان کا خدا پرستی کی دیوار کو بوسیدہ سمجھ کر دولتا مارتا تھا۔ کہ وہ دھڑام سے اُن کی پیٹھ پر آ گری۔ اور اب یہ پنڈے اس کے نیچے پڑے ہوئے "ہیں۔ ہیں" کر رہے ہیں دیوار والا شریر گھوڑا تو پھر بھی ٹانگ پاؤں مار کر نکل گیا تھا۔ لیکن ان پنڈوں کے بچ نکلنے کی ہرگز کوئی امید نہیں ہے۔ کیونکہ جس شخص نے دنیا میں خدا پرستی کو ایک بوسیدہ دیوار سمجھ کر مارے شرارت کے دولتا مار کر اس کو گرانا چاہا ہے۔ خدا پرستی اس کے سر پر بجلی کی طرح پڑی اور اس نے اس کو تاہ اندیش سرکش باغی کی ہڈیوں تک کو بھی چُور چُور کر ڈالا۔ اور اس کو دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔ یہی حال دیوگورو اور اس کے پنڈوں کا ہو رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ٭

دیوگورو کے پنڈوں کی ناک پر چیلنج

ناظرین! آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہم نے دیوگورو کے پنڈوں کو ان کی شرمناک جھوٹ بیانیوں پر درجنوں چیلنج دئے ہیں۔ لیکن یہ لوگ پھر بھی جھوٹ لکھنے سے باز نہیں آتے۔ آج ہم ان کی ناک پر چیلنج جڑتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہم نے گزشتہ پرچہ میں موگہ میں ان باغیوں کی سرکوبی کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ایک موگہ نواسی سرکش باغی بنام سرمکھ سنگھ بی۔ اے۔ وکیل موگہ دیورتن کے لیکچروں کی اس کے اخبار میں رپورٹ درج کرواتے وقت کہتا ہے۔ کہ "آریہ سماج کے لوگوں نے بلا وجہ خوف کھا کر کہ کہیں لیکچروں کا سلسلہ ہمارے برخلاف نہ ہو۔ مہاشہ دھرم پال صاحب جی کو تار دے کر بلایا تھا۔ جنہوں نے ہمارے برخلاف اپنے آریہ مندر میں کچھ لیکچر دئے۔ اور اپنی ذاتی فطرت کے موافق اپنی طرف سے گند اور بکواس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بک کر ہمارے برخلاف لوگوں میں نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی جہاں تک مجھے لیکچر سننے والوں سے ملنے کا موقع ملا ہے ..... ان سے تو یہی پتہ ملتا ہے۔ کہ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اور اس لئے انہیں اپنا سا منہ لیکر ہی واپس جانا پڑا۔" اچھا! اب ذرا دیوگورو کے اس پنڈے کی جھوٹ بیانی کا ملاحظہ کیجئے۔ ہم اس کو نقد چیلنج دیتے ہیں۔ کہ اگر یہ کسی بھی آسمانی یا زمینی طریقہ پر اس بات کو ثابت کر دے کہ آریہ سماج کے لوگوں نے خوف کھا کر ہمیں "تار دے کر بلایا تھا" تو ہم تمام پبلک کے سامنے یہ تحریری وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اس وقت تک ہم نے جس قدر بھی تحریریں ان پنڈوں کی حرامکاریوں اور بدکاریوں وغیرہ کے بارے میں لکھی ہیں۔ ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے مٹی کا تیل ڈال کر اپنے ہاتھ سے ہی خاک سیاہ کر دینگے۔ اور آئندہ عمر بھر ایک لفظ بھی دیو سماج کے برخلاف نہیں لکھینگے۔ بلکہ اس ملک کو ہی ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائینگے۔ موگہ میں تار گھر موجود ہے تار بابو موجود ہے۔ تاروں کا رجسٹر موجود ہے۔ رسیدوں کا رجسٹر موجود ہے۔ دیو گورو اور اس کے تمام پنڈے پوجاری وہاں جا کر دریافت کریں۔ کہ آیا موگہ کے کسی بھی آریہ سماجی نے ہمیں "تار دے کر بلایا تھا" یقیناً سرمکھ سنگھ اپنے اس نہایت ہی خوفناک اور شرمناک جھوٹ کو کبھی بھی ثابت نہیں کر سکیگا۔ اب سرمکھ سنگھ کو چاہئے۔ کہ وہ اپنی اس قسم کی شرمناک جھوٹ بیانی کے لئے آریہ سماج موگہ کے مندر کے سامنے جو چوہڑوں کا چھپڑ ہے۔ اسی میں ڈوب مرے۔ باقی رہا اس کا یہ کہنا کہ مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ اور میں اپنا سا منہ لے کر چلا آیا۔ یہ بالکل سچ ہے۔ میں اپنی کامیابی اس وقت سمجھتا۔ کہ جیسے سرمکھ سنگھ نے اپنے گورو کی طرح پہلی عورت کے مرنے پر دوسری اور دوسری کے مرنے پر اب تیسری سے متھا جوڑا ہے اور تیسری بھی وہ جس کو یہی سرمکھ سنگھ "کاکی۔ بیٹی۔ بھانی" کہکر اپدیش دیا کرتا تھا۔ اور جو "کاکی" کہ اس کے اپنے ہی سکول میں پڑھتی اور اکثر سرمکھ سنگھ کے گھر پر ہی رہا کرتی تھی۔ اسی طرح دیورتن میرے ساتھ میدان میں آکر متھا جوڑتا جب میں اس کو جہنم رسید کر لیتا۔ تو پھر دیوت سنگھ باہر آتا۔ جب وہ بھی جہنم رسید ہو چکتا۔ تو پھر سرمکھ سنگھ یا سرمکھ سنگھ کا باپ جمعیت سنگھ میرے مقابلہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر آتا۔ لیکن افسوس! یہ سب لوگ موگہ میں موجود تھے۔ مگر باوجود درجنوں بار ہزاروں لوگوں کی حاضری میں چیلنج دینے کے ان میں سے ایک بھی میرے مقابلہ پر نہ آیا۔ بلکہ اندر ہی اندر گھسنے چلے گئے۔ اور میں درحقیقت اپنا سا کیا بلکہ اپنا ہی منہ لیکر چلا آیا۔ اور پرماتما کی کرپا سے میرا منہ کچھ بُرا نہیں ہے۔ مگر دیوگورو کا پنڈا سرمکھ سنگھ ذرا یہ تو بتائے کہ دیورتن کے منہ کو کیا ہو گیا۔ کہ وہ جھلسے ہوئے چہرے کے ساتھ لاہور واپس آیا۔ یہاں تک کہ جب میں ۳۰۔ ستمبر کو کچہری میں گیا۔ اور میرے مینجر نے امرسنگھ اور دیورتن کے درشن کئے۔ تو وہ مجھ سے پوچھنے لگا۔ کہ کیا دیورتن کو آتشک تو نہیں ہو رہا۔ کیونکہ اس کا چہرہ بڑا سیاہ اور جھلسا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے اپنے مینجر سے ہنس کر کہا۔ کہ تمہارا تو پرانا واقف ہے تم خود ہی اس سے پوچھ لو۔ کہ اس کا چہرہ ایسا کیوں ہو گیا ہے۔ گو دیوگورو کے بھوتوں نے مجھے یہ خبر ضرور دی ہے۔ کہ دیوگورو نے دیورتن کو کسی جرم میں سولن سے نکال دیا ہے۔ مگر میں اس بات کو اس وقت تک ہرگز سچ نہیں مان سکتا۔ جب تک کہ دیورتن خود اس کی تصدیق نہ کرے۔ پس تم خود ہی اس سے پوچھ دیکھو۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ خیر ہم دونوں ہنستے مسکراتے کچہری سے گھر پر آ گئے +

کپتان پدی کی ٹیم کے ساتھ میچ

فرسٹ اننگ

دیوگورو کے پنڈے دیورتن نے جو کہ پنڈا پوتھی کا اڈیٹر ہے۔ ایک خداپرست کے خوفناک اور شعلہ زن قلم کے سامنے تھر تھر کانپتے ہوئے کوئی دوسرا چارہ نہ دیکھ کر اور اپنے آپ کو ایک نہایت ہی گندی اور ناپاک موری میں پھنسا ہوا پاکر بجائے میدان مباحثہ میں آنے یا اُن حرامکاریوں کا جواب دینے کے جو کہ ان لوگوں کے دستخطی خطوط کی بنا پر چوراستہ میں طشت از بام کی گئی ہیں۔ اب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک بازاری آدمی کی طرح نہایت ہی شرمناک گالیاں دینے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اب تک یہ اپنے گورو کو بھی دھوکہ دینے والا دھوکہ باز شخص ہمیں کئی بار "لاہوری گنڈا" تک لکھ چکا ہے۔ حالانکہ پبلک اچھی طرح جانتی ہے۔ کہ گنڈا کون ہے؟ آیا وہ شخص یا اشخاص جو بھری ریل گاڑی میں بیگانی عورتوں کے ساتھ "بغاوت" کرکے آنند ڈھونڈتے۔ یا بیگانی عورتوں کی مورتیاں اپنے دل میں ستھاپن کرکے گندہ اور ناپاک رس پاتے۔ اور اُن کے ساتھ ایسے تعلقات رکھتے ہوں۔ کہ جن کی بنا پر کہ وہ خود ہی زندہ آگ میں جلائے جانے کی آرزو کرتے ہوں۔ یا اپنی ہی عورتوں کو اس قسم کے تعلقات کی بنا پر تلوار لیکر مار ڈالنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہوں۔ یا اس سے بھی بڑھ کر چوری۔ بدمعاشی۔ جؤا۔ زناکاری۔ اغلام۔ جلق جیسے شرمناک افعال کے مرتکب پائے گئے ہوں۔ آیا ایسے اشخاص "گنڈے" کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ یا ایسا خدا پرست۔ خدا ترس انسان جو ایسے ایسے حرامکاروں کی حرامکاریوں اور بدمعاشیوں کو طشت از بام کرتا ہو۔ تاکہ لوگ اُن کے پنجے میں پھنس کر اپنے دین و ایمان کو غارت نہ کرسکیں۔ اس بات کا فیصلہ ہم نہیں کرینگے۔ بلکہ پبلک کریگی۔ الغرض اس قسم کی شرمناک گالیوں کے علاوہ دیورتن نے ایک یہ طریقہ بھی اختیار کر رکھا ہے۔ کہ وہ اپنے اخبار میں ایسے گمنام خطوط درج کرتا رہتا ہے۔ کہ جن میں آریہ سماج کو بدنام کیا گیا ہو۔ یا اس کے گورو کی تعریف کی گئی ہو۔ چنانچہ اسی قسم کا ایک گمنام خط اس نے ۳۰۔ ستمبر کے پرچہ میں شائع کیا ہے۔ جس میں آریہ سماج کو پیٹ بھر کر گالیاں دی گئی ہیں۔ ہم نہیں چاہتے تھے۔ کہ ہم بھی اپنے پرچہ میں خطوط کا کالم کھولتے۔ لیکن اس پدّی نے ہمیں مجبور کر دیا ہے۔ کہ خطوط کے پہلو میں بھی ہم اس کے ساتھ میچ یا مقابلہ کریں۔ بخوبی یاد رکھو۔ کہ ہم جو کچھ لکھتے ہیں۔ محض جواب میں لکھتے ہیں۔ اور وہ بھی جب کہ ہم کو تنگ کر دیا جاتا ہے۔ پس اب خطوط کے فیلڈ میں بھی ہم اس پدّی کپتان کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ سنبھل کر بیٹ پکڑ لے۔ اور ذرا سنٹر لے کر کھڑا ہو جائے مگر وکٹوں کے سامنے سے اپنی ٹانگ ہٹا لے۔ کیونکہ ہمارے "بال" "لگ بال" ہونگے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اُس کی ٹانگ ٹوٹ جائے۔ یا یہ "لگ آؤٹ" ہو جائے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لو میاں کپتان پدّی اب تم کھیلو!

فرسٹ بال ٹرائل۔ از پیلی بھیت (ممالک متحدہ) ۱۸۔ ستمبر ۱۹۰۸ء۔

مترور مہاشہ دھرم پال جی۔ نمستے۔ جب سے اِندر طلوع ہؤا۔ برابر میرے مطالعہ میں رہا۔ اگر اِندر کی کرنیں سب رنگ کی ہیں۔ تو اِندر کے مضامین بھی ہر رنگ کے ہیں۔ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر مضمون۔ جو رنگ نکلا۔ سوچوکھا۔ مگر یہ بدقماش انسانوں کا دشمن جانے کس رنگ کا آدمی گندی موری سے نکل پڑا جس نے اِندر کی کرنوں کو اپنی طرف رجوع کر لیا۔ اور ہمارے آنند کو چھُٹا دیا۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اِندر کی کرنوں کو باری باری سے ہر جگہ ہی پڑنا چاہئے۔ مگر بہت سے دِل کنول کی طرح ایسے بھی ہیں۔ جو اِندر کی کرنوں کے دوسری طرف جاتے ہی کملا جاتے ہیں۔ یہی اثر اِندر کے وہ پرچے ہمارے ساتھ کرتے ہیں جو کُل یا ایک بہت بڑے حصّے میں اس مکار گورو کی نذر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے۔ کہ اس طرف نہ کوئی ناستکوں کی سماج نہ کوئی اس فیشن کا آدمی نہ دیو سماج کی دسترس۔ نہ اس مکار بھٹیا کا کوئی چیلہ نہ کوئی اس کے اخبار کا خریدار ہے۔ مگر میں یہ اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ ایسے پاکھنڈی اور بدصورت آدمی جو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے رشیوں منیوں کو بندر یا اُن کی اولاد بتلاویں سب شاستروں پر پانی ڈالیں۔ بلکہ ایشور اور ویدوں تک کو گالی سے یاد کریں۔ کسی طرح کسی قسم کے رحم کے مستحق نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ جس قدر جنگ کیا جاوے۔ تھوڑا ہے۔ آپکا اِندر بھی اگر اپنی کرنیں ڈال کر ان گندی موری کے کیڑوں کو مارنے اور گندگی کو سکھا کر صاف کرنے میں لگ جاوے۔ تو نہ فقط اکیلے دیو گورو کو ہی لابھ ہوگا۔ کہ وہ اس نجاست سے بچ جاویگا۔ بلکہ سینکڑوں بھولے بھائے بھائی جو دانستہ یا نادانستہ اس کے غاروں میں جا پڑتے ہیں۔ بچ جاوینگے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے لئے یہ کہنا لازمی ہے۔ کہ جھوٹے کو دروازہ تک پہنچا دیجئے۔ جو جو مضامین اِندر میں ان گھور پاپی اور انوکھے بام مارگی ناستکوں کے برخلاف نکلے۔ وہ ایک سے ایک زیادہ زوردار تھے۔ مگر سب سے آخر کا پرچہ موسومہ "خدائی سڈیشن" جہاں اس منڈلی کے گورو کے چال چلن پر پوری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روشنی ڈالتا ہے۔ وہاں اس کی کج بحثی کی دلائل کے لئے جسے وہ اپنے زعم میں برہان قاطع کہتا تھا۔ قطعی قاطع ثابت ہوا ہے۔ نہ فقط میری بلکہ جملہ آستکوں کی رائے میں ایسے لامذہب آدمی کو جہاں تک زچ کیا جاوے۔ اور دلائل سے اور واقعات سے جہاں تک اس کے چال چلن کو مشتہر کیا جاوے۔ کارثواب ہے۔ جو شخص ..... راجوں کے راجہ۔ پتا کے پتا۔ گورو کے گورو پرمیشور کے خلاف سازش کرنے لگ جاوے۔ اور گندگی بھرے الفاظ اپنے منہ سے نہیں بلکہ گندگی بھرے پیٹ سے نکالے۔ کیا کسی رحم کے قابل ہے۔ نہیں۔ نہیں۔ اس کو جس قدر گھسیٹا جاوے۔ جس قدر عاجز و زبوں کیا جاوے۔ اسی قدر گھسیٹنے والے اور عاجز و زبوں کرنے والے کو قابل تحسین و آفرین بناتا ہے۔ اندر کے اڈیٹر کو بے خوفی سے اس جنگ کو پورے زور شور سے جاری رکھنا چاہیئے۔ وہ خدا کے کاز میں لڑ رہا ہے۔ خدا اس کا طرفدار ہے۔ اور اگر ضرورت ہو۔ تو آستکوں کی ساری دنیا اس کی جانب ہے۔ رقیمہ سندر لال اشرف

سیکنڈ بال۔ شریمان مہاشہ دھرم پال جی۔ نمستے۔ یونتو پبلک۔ آپ کی تصنیفات کی ایک سے بڑھ کر قدر کرتی ہے۔ لیکن "خدائی سڈیشن" اور "خدائی بمب" کا جس جوش سے خیر مقدم کرتے ہوئے پبلک نے خوش آمدید کہ کر سر ماتھے پر رکھا۔ وہ عجیب ہے۔ کیوں نہ ہو۔ ناستک روپی پلیگ کے دفعیہ کے واسطے ہر دو نسخہ اکسیر ثابت ہو رہے ہیں۔ ان کی سریع التاثیری اور فوری اثر کا ہر ایک خدا پرست مدح و ثنا خواں نظر آتا ہے۔ اُن کی موجودگی میں اپنے منہ میاں مٹھو بننے والے فرضی دعاوی کے نمودبے بود دکھلانے والے خود زندہ درگور ہو گئے ہیں۔ ان کی مکاری کی دکان کا دیوالہ نکل چکا ہے۔ اگر اس طرح آپ کی قلم مددگار رہی۔ تو ناستک روپی پلیگ کا جلد تمت بالخیر ہو گا۔

آپ کا داس۔ اوتم سنگھ عرضی نویس۔ سکرٹری آریہ سماج گوجرخاں۔

تھرڈ بال۔ علیگڈھ۔ ۶ ستمبر ۱۹۰۸ء۔ شریمان مانیہ ور برہمچاری دھرم پال جی۔ نمستے۔ رسالہ اندر نے عین انتظاری کی حالت میں جبکہ گھٹاٹوپ ابر اور لگاتار بارش سے طبیعت اکتا رہی تھی پرکاش کر کے اپنی کرنوں سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسا کہ ہمیشہ سے اندھکار کو ناش کرتا رہا ہے۔ اس دیوی ادویا کو چھن بھن کر دیا۔ آپ کی دیو گورو کی ناپاک تعلیم کو نیست و نابود کرنیکی کوشش کو ہیں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہیں نے آپ کا اندر جس جس صاحب کو پڑھنے کو دیا۔ اُن اصحاب نے آپ کے مضامین کو بہت مفید اور آپ کی اس خاص کوشش کو قابل تحسین بتایا۔ ہمیں کامل یقین ہے۔ کہ آپ کی ان نیک کوششوں کے ذریعہ سے اِن ناستک اور مہذب دام مارگیوں کا گپت راز اچھی طرح طشت از بام ہوگا۔ اور اُن کو آئندہ اچھی طرح سے یہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس سچدانند جگدیشور کے سیوک اس مہاں شکتی بکت شکتی سے کتنے بلوان ہوتے ہیں اور اُن سے مٹھ بھیڑ خالہ کا گھر نہیں ہے۔ ایسا جان کر آئندہ دم بخود رہینگے اور بہت سے سادہ لوح اُن کے دام فریب سے بچ جاوینگے۔ آپکا یہ اپکار سراہنیہ ہے۔ اور پرماتما سے پرارتھنا ہے کہ آپ کو اس دھرم یدھ میں بل پروان کریں۔ ہیں نے اِندر کے لئے دو گراہک اسوقت تک اور بنا لیے ہیں کوشش کر رہا ہوں کہ اور دو چار گراہک ہو سکیں۔ نام پیچھے بھیجونگا۔ کرپا کر کے خدائی بمب وی۔ پی بھیجدیجئے۔ کرپا ہوگی۔ دیر نہ کرنا۔ فقط سیوک گپت سنگھ منتری ویدک آشرم علیگڈھ۔

فورنھ بال ۔ پریہ ور مہاشہ دھرم پال جی۔ نمستے۔ آپ کے سڈیشن اور خدائی بمب نے تو بھس میں آگ لگا دی ہے۔ وہ اپنی فطرت سے دھواں دے رہا ہے۔ اور اب تک مقدمہ بازی سے شرم کھا کر باز نہیں آتا۔ شاید اس کو جوالا مکھی کے نکلنے کا انتظار ہے۔ تف ہے۔ اس اوقات پر۔ ایسے چال چلن پر یہ ناز۔ سچ ہے۔ لالوں کے دیو باتوں سے نہیں مانتے۔ آپ نے خوب کام کیا ہے۔ کہ لوگوں کو اس گمراہ کنندہ فرقہ سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس جھونپڑی پر پرتی بان چلانیکی تو ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جوالا مکھی میں آواہن کر کے سواہا بول دیجئے۔ فقط پنڈت کا نتا پرشاد ڈاکٹر ریاست مہراری۔ آئی۔ آر۔

فضل بال ۔ لکھنؤ۔ مقبول گنج۔ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۸ء پریہ ور مہاشہ اڈیٹر انڈ نمستے۔ آپکی جتنی تحریرات اِن شیطانی چرخوں کا فوکس ٹھیک کرنے کے واسطے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگنی سے لیکر خدائی سرلیشن تک ماسوائے خدائی بمب کے میری نظر سے گذری ہیں
ان میں نہایت ہی عالمانہ۔ محققانہ طور سے بحث کی گئی ہے۔ اور جوان لوگوں کو
راہ راست پر لانے اور دیگر سادہ لوح پرشنوں کو اُن کے زہریلے اثر میں آنے
سے بچانے کے لئے سرتوڑ کوشش کی گئی ہے۔ وہ نہایت ہی سراہنیہ ہے۔
اگر آپ انکا کچّا بھانڈا نہ توڑتے۔ تو شاید یہ کیا کر گذرتے۔ اوہو۔ میں غلطی پر
ہوں۔ پرماتما نے اُن کو ڈنڈ ضرور دینا تھا۔ آپ کی کوشش مبارک ہے اور
یہ گم گشتہ ازراہ صداقت اپنے اصلی معبود حقیقی کے سامنے جوانکی ماتا نیچر پر بھی قابو
رکھنے والا ہے۔ سر تسلیم خم کریں۔ میرا خیال کیا یقین ہے۔ کہ آپ کی ان
تحریرات کو ہر مذہب وملت کے خدا پرست اور ایشور بھگت تو ایک طرف
رہے ہر خاص وعام بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہونگے۔ آپنے دہریت یا
ناستکتا کی جڑ پر زور سے کلہاڑا رکھا ہوا ہے۔ یہ کام آپ کا نہایت ہی مبارک ہے
ہر ایک خدائی بندہ کا فرض ہے کہ آپ کے ساتھ دلی ہمدردی رکھے۔ تاکہ آپ ان
باغی احمقوں کو نرک کے گڑھے سے بچا سکیں۔ اور اوروں کو ان کی صحبت رذیل
سے محفوظ کریں۔ انتم یہی پرارتھنا پرم پتا سے ہے۔ کہ آپ کا یہ شبھ مشن پورا ہو
بقلم آپکا بھائی لچھمی چند ٹریفک کنوسیر۔ مقبول گنج۔ لکھنؤ۔ خدائی بمب کی ایک
کاپی بذریعہ وی۔ پی ارسال کر کے کرتارتھ کیجئے۔

سکستھ بال اینڈ اوور۔ مجسّم دھرم پال۔ بعد ما وجب آنکہ۔ آج اندر مہاراج
کی وہ کرنیں جو گندی موریوں کے جرمس مارنے کے لئے مثل پرشائی اپنی تکیش
سنگینیں پھلائے ہوئے تھیں۔ نوک پلک کے ساتھ آئینہ چشم پر پرتو فگن ہوئیں
تھوڑا ہی حصّہ پڑا تھا۔ کہ دل میں ایک ولولہ پیدا ہوا۔ کہ ان زٹل قافیوں کا
ردیف وار بلا حشو جواب لکھ کر آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ لیکن جوں جوں آگے
بڑھا۔ ثابت ہو گیا کہ ہمارے ہم خیال پال کا قلم کسی برقی انجن کے پہلو سے
وابستہ ہے۔ جسکی گرم رفتاری کی بادتند سے یہ "سیتا ناسی" خس وخاشاک
اڑا اڑا کر کوسوں دور گر رہے ہیں۔ پس سوچا اور رہ گیا۔ جزاک اللہ فی الدارین جزاً
شاباش مہربان شاباش۔ موذی راتا بدرگور باید رسانید۔ ٹک ٹک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بند نہ ہونے پاوے - محمد نعیم ہیڈ مدرس فارسی سردار اسکول ریاست ناگود (سنٹرل انڈیا) ۷ ستمبر ۱۹۰۸ء -

فیلڈ چیف - فرسٹ بال - پیارے دھرم پال جی - نمستے - خدائی سڈیشن ایک دوست نے مجھے بھی مطالعہ کے لئے دیا - دیو سماجیوں کی پریکچھا کا لفظ پڑھ کر جی میں خیال آیا - کہ مسٹر اگنی ہوتری کو دو دیانا شکا کی ڈگری دیدوں - آپ نے بھی تحقیقات مقدمہ میں کمال دکھلایا - اور یہ ضرب المثل میں نے آج سچ ہوتے دیکھی - کہ میاں کی جوتی اور میاں کے ہی سر - سوالات بھی دیو سماجیوں کی ہی کتب کے - اور جوابات بھی وہیں سے ہی برآمد ہو گئے - واقعی تقتیس اسی کا نام ہے - آپ کا گوپال داس دت رام نگری حال وارد ہوشیار -

سیکنڈ بال اینڈ اوور - شریمان ایڈیٹر صاحب اندر - نمستے - خدائی سڈیشن کا جسمیں کہ عدالت نے مجھندر گوسائیں ملزم پر زیر دفعہ (۱۱) تعزیرات منو باب دوم مقدمہ چلا کر اس کے مقدمے کی حق رسی کی ہے - میں نے بغور مطالعہ کیا ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں - کہ اگر خدا کے برخلاف سڈیشن پھیلانے والے ملزم کی جبر اپیل لی جاتی - تو بہت زیادہ نقصان ہونے کا اندیشہ ہوتا - اس لئے شریمان دھرم پال نے دودھ اور پانی میں سے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر کے دکھا دیا ہے - اور اس خدا پرست ایڈیٹر نے (پرماتما اسکو چرنجیو کرے - تاکہ بیدی کا ناشک بنے) جیسا کہ دیو سماج سے ناستک فرقہ کو نتارا ہے - اس لائق ہے کہ پبلک عام طور پر اور دیو سماجی فرقہ اور اس فرقہ کا دیو گورو بھگوان خاصکر اسکی مہربانی کا مشکور ہو - کیونکہ اُس نے عام فہم دلائل سے اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے - کہ درحقیقت پرماتما سروویاپک سرب شکتیمان اور دیالو ہے - نہ کہ ایسا جیسا کہ ناستک مانتے ہیں - داس منگل سین - کلرک ملٹری ورکس - کوئٹہ - ملک بلوچستان -

کھتری ڈ بال - کوٹ چھٹہ - ضلع ڈیرہ غازیخاں - شریمان مانہ ور برہمچاری جی - نمستے - آشا ہے آپ سدیو پکار سے بھیم کشل سے ہونگے - آپ کے رسالہ کی تعریف کرنا حد تحریر سے باہر ہے - آپ کے رسالہ کا نام کرن سنکار واقعی موزوں ہے - آپ کے رسالہ کی چاہ کئی آتماؤں کو انتظاری میں تڑپاتی رہتی ہے - آپ کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رسالہ نے واستو میں ناستکتا کو جڑھ سے اکھیڑ دیا۔ اور مچھند کو سائیں کی جان کے لالے ڈالدیئے۔ خدائی بمب سے اب باغیوں کی جان کی خیر نہیں۔ دیکھیں اب کونسا سوانگ بناتے ہیں۔ آپکا داس نتیانند آریہ۔ وٹرنری اسسٹنٹ انچارج سول وٹرنری ہسپتال ڈیرہ غازی خاں۔ کوٹ چھٹہ۔

فورتھ بال۔ مہاشے جی۔ نمستے۔ خدائی بمب جلد بذریعہ وی۔ پی مرحمت فرمایئے۔ واقعی خدائی سڈیشن نے بہت سے شکوک دیگر لوگوں کے بھی رفع کرکے ان کو بھی آستک بنا دیا ہے۔ آپ کی ذات مغتنمات میں سے ہے۔ پرماتما آپ جیسے خدا پرستوں کو بخیر و عافیت رکھیں۔ لچھمن سنگھ۔ تحصیلدار نوائی۔ ڈاکخانہ ٹونک راجپوتانہ۔

ففتھ بال۔ جناب مینجر صاحب اندر۔ نمستے۔ آپ برائے مہربانی خدائی بمب جو کہ حال میں ہی مہاشہ دھرم پال جی۔ بی۔ اے نے لکھی ہے روانہ کردیں۔ خدائی بمب کی قیمت ۶؍ کے ٹکٹ ساتھ ہی اس لفافہ میں روانہ کئے جاتے ہیں۔ میں نے خدائی سڈیشن شروع سے لیکر پڑھا۔ اور آخر تک ختم کر ڈالا۔ یہ کتاب نہایت مدلل ہے۔ اور اُس کا طرز نہایت معقول ہے۔ علاوہ ازیں ان دیوسماجیوں کی بے جا حرکات کا مناسب طور سے نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں نوٹس لیا گیا ہے۔ میں اس کتاب کے چھپنے کے سبب سے مہاشہ دھرم پال جی کا نہایت ممنون ہوں۔ آپکا شبھ چنتک انوپ سنگھ۔ گارڈن مشن کالج راولپنڈی۔

سکستھ بال اینڈ اوور۔ مہاشہ ور مینجر رسالہ اندر۔ نمستے۔ خدائی سڈیشن کے مقدمہ کی بڑی خوبی سے چھان بین کرتے ہوئے لائق مصنف نے پرماتما کے برخلاف مچھندروں کی پھیلائی ہوئی سڈیشن کا جس خوبی کے ساتھ انسداد کیا ہے میں اسکی تعریف کرتا ہوں۔ میں آرزو رکھتا ہوں۔ کہ خدائی بمب نے کس حد تک مچھندروں کے منحوس اصولوں کا ناش کیا ہے۔ کیا آپ کرپا کرکے ایک عدد خدائی بمب بذریعہ وی۔ پی ارسال فرماوینگے آپکا داس اچھا پورن۔ اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر گورو ہرسہائے براستہ فیروزپور۔

فیلڈ چیجڈ فرسٹ بال از سنسترہ کلاں۔ ۳ ستمبر ۱۹۰۸ء پریہ ور مہاشے جی۔ نمستے۔ آپکا خدائی سڈیشن پہنچ گیا۔ واقعی سچائی اسکا نام ہے۔ کہ کوئی کم علم اور بیوقوف بھی ایسے حالات کو پڑھکر بیوقوف نہیں رہسکتا۔ آپکی اس عنایت اور مہربانی کی ایک مشکور ہوگی۔ آپکا شبھ چنتک بھگوان سنگھ۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سیکنڈ بال - شریمان جی - نمستے - خاکسار نے آپ کا پرچہ خدائی سڈیشن منشی ہیرالال جی سے لیکر مطالعہ کیا - آپ واقعی دنیا کا بڑا بھاری اپکار کر رہے ہیں پرماتما سے یہی پرارتھنا ہے کہ آپ کو سادہ لوح انسانوں کی محافظت کے لئے آہنک بل اور بکتی کے سادھنوں میں سہولیت پروان کریں - آپکا ادنےٰ خاکسار لچھمن سنگھ - لیٹ خزانچی - انفیلڈ ڈاکخانہ رام باغ ضلع ڈیرہ دون -

تھرڈ بال - مانند ور ایڈیٹر صاحب نمستے - خدائی بمب اور خدائی سڈیشن کا میں نے بغور مطالعہ کیا - آپ نے جو کچھ لکھا ہے - لاجواب لکھا ہے - ان ناستکوں کا بھانڈا پھوڑ کر آپنے ہزارہا بندگان خدا کو گڑھے میں گرنے سے بچالیا - غرضیکہ آپ نے بہت بڑا اپکار کیا ہے - میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں - کہ آپ کی تحریرات ان لوگوں کے حق میں برق پتان کا کام رکھتی ہیں - آپ کا تابعدار - جی - پی - ورما - سول کورٹ آمین - پنچ پیر سٹریٹ - متھرا -

پدّی کپتان تیسرے ہی اوور میں معہ اپنی تمام ٹیم کے آؤٹ ہوگیا - اب دوسرا اننگ پھر کبھی کھیلینگے - کیونکہ ابھی ہمارے پاس گیندوں کا ایک بڑا بھاری ڈھیر لگ رہا ہے جسمیں سے چند ایک اوپر درج کئے ہیں - کہو کپتان جی کیسے بولڈ آؤٹ ہوئے - شرم کرو - تمہیں گول انڈا ملا -

دیوگورو کے پنڈوں کی چھاتی

دیوگورو کے پنڈوں کی باطل پرستی ایسی ہی خوفناک ہے جیسی کہ دیوگورو کی بھوت چڑیلوں کی تعلیم - جسکا مفصل ذکر ہم خدائی بمب میں کر چکے ہیں - اب ذرا دیوگورو کے پنڈوں کی چھاتی کا ملاحظہ کیجئے - دیوگورو کا ایک پنڈا ۳۰ ستمبر کی پنڈا پوتھی میں لکھتا ہے "جب میں پوجنیہ جیوں پتھ کو کہ جسمیں ان کا روپ پرکاش پاتا ہے - اپنے سر اور آنکھوں پر لگاتا ہوں - اور اپنی چھاتی سے لگاتا ہوں یا اتی مہاں چھپی (تصویر) کے درشن کرتا ہوں - اوبار بار چھپی کو بھی چھاتی سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لگاتا ہوں - یا ان کی باقی پوتر چرن دھول کو اپنے سر پر رکھتا ہوں - یا اپنی آنکھوں اور چھاتی پر لگاتا ہوں - تو ان سب کریاؤں سے مجھے جیون کا رس اُن کے درشن سے پراپت ہوتا ہے۔" دیکھو ان پنڈوں کے رس پانے کا طریقہ - دیورتن بیگانی عورتوں کے ساتھ شرمناک تعلقات رکھ کر رس پاتا ہے - امرسنگھ ریل میں بیٹھ کر رس پاتا ہے - اور یہ پنڈا دیوگورو کی تصویر کو چھاتی سے لگا کر رس پاتا ہے ذرا دیوگورو کو چھاتی سے لگا کر تو دیکھ تجھے کیسے رس گلے ملتے ہیں - اصل میں ان لوگوں کی عادتیں بگڑی ہوئی ہیں - جب ان کو رس کے پانے کی خواہش ہوتی ہے - تو اول تو امرسنگھ یا دیورتن کی طرح نہیں تو تصویروں کو ہی چھاتیوں سے لگا کر یا دیورتن کی طرح اُن کی تقریریں ہردے میں ستھاپن کر کے رس پا لیتے ہیں یہ نہ صرف باطل پرستی ہی ہے - بلکہ ایک قسم کی شرمناک بداخلاقی ہے - کیونکہ مردوں کی طرح ان کی عورتیں بھی دیوگورو جیسے بیگانے مرد کی تصویر کو اپنی چھاتی سے لگا کر رس پاتی ہیں - دیکھو! اس پاکھنڈی نے کیسا اُلٹا راستہ دام مار چلایا ہے - شرم -

---

دیوگورو کے پنڈوں میں بھوت اور اُن کا ناچ

میں خدائی بمب میں دکھا چکا ہوں کہ دیوگورو کس قسم کے خوفناک توہمات کی تعلیم دیتا ہے - اور بتاتا ہے - کہ ہمارے باپ دادا مر کر بھوت چڑیل بن جاتے ہیں - اور ہمارے بچوں کو کھا جاتے ہیں - مردار بھی چٹ کر جاتے ہیں - لیکن ان باطل پرست پنڈوں کے پیٹ میں بھی بھوت چڑیل گھستے - اور انکو طرح طرح کے نکچ نچواتے رہتے ہیں - چنانچہ ۳۰ ستمبر کی پنڈا لکھتی ہیں ایک پنڈا لکھتا ہے - "میرے دل کو نرمتا کے پاک بھاؤ سے خالی دیکھ کر تمام جن بھوت میرے اندر گھس گئے - اور موافق بھوت پاکر اور کسی کا کوئی ڈر اور کھٹکا نہ پاکر خوب ہی کونسلیں کرنے لگے - اور مجھے نچانے لگے" یہ تو اس پنڈے کو جنون بھوتوں نے ناچ نچوایا - لیکن جب ان کی عورتوں کے سر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر بھوت سوار ہوتے ہیں - تو وہ بھی عجیب قسم کے ناچ ناچتی دیکھی جاتی ہیں - جو لوگ دیو سماج میں رہ چکے ہیں - ان کو اس قسم کے ناچ دیکھنے کا صدہا بار موقع ملا ہوگا یہ سب دیوگورو کی شرمناک تعلیم کے پھل ہیں - اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے - کہ ان احمقوں کے اندر کس راستہ سے بھوت گھستے ہیں - تو شاید ہم اس جگہ "ڈاٹ" ہی لگا دیں - یا لاکھ کی مہریں جڑ دیں - یا دو ٹانکے لگا کر وہ راستہ ہی بند کر دیں - شرم -

دیوگورو کی ماتا اور ہمارا پتا

دیوگورو کے پنڈے نے اپنے ۱۵ اکتوبر کے اخبار میں خدا اور خدا پرستوں کو اس قدر گالیاں دی ہیں - کہ چپ ہی بھلی - محض اس بنا پر کہ خدا نے مینہ برسا کر فلاں شہر کو تباہ کر دیا - فلاں جگہ بیماری ڈالدی - فلاں جگہ شیروں نے آدمیوں کو کھا لیا - وغیرہ وغیرہ - یہ سب دیوگورو اور اس کے پنڈوں کے بھس بھرے دماغ کا نمونہ ہے ہم خدائی سٹیشن میں اس بھس کو جلا کر خاک سیاہ کر چکے ہیں - دوہرانے کی ضرورت نہیں - لیکن اس جگہ ہم اس پنڈے کے احمقانہ دماغ کا ایک نمونہ دکھانا چاہتے ہیں - چنانچہ یہ لکھتا ہے "برہمو وغیرہ صاحبان کہتے ہیں - کہ ایشور ہم سب کا باپ ہے - اور ہم سب آپسمیں بھائی ہیں ..... جو کسی کے باپ کا بھی باپ ہو - اور پردادا کا بھی باپ ہو تو وہ اسکا باپ کیونکر کہلایا جا سکتا ہے - اسی طرح اور ماں باپ دادا دادی سب آپسمیں بھائی کیسے ہو سکتے ہیں" - دیوگورو کے پنڈے کے ناک میں تمکا دیجئے اور اسکو بیدار کر کے ہم بتاتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے - سنو! تمہارا دیوگورو لکھتا ہے - "نیچر نے اپنے لاکھوں برسوں کے لگاتار سنگرام سے اپنے کام میں لانے کے لئے جس بچہ کو جنم دیا تھا - جسکو وہ اپنی گود میں رکھ کر مختلف دکا شکاری گھٹناؤں میں سے گذارتی لائی ہو - جو سچ مچ اسکا بیٹا تھا - مگر غلطی سے اپنے آپکو فرضی ایشور کا بیٹا سمجھتا تھا - آج اسکی یہ کلپنا دور ہو گئی - نیچر کے سچے بیٹے نے اپنی سچی پرم مان کو پہنچان لیا - جیون پتھ جیوتھ سمت ۶۲ خدائی بمب صفحہ ۶۶۹" یہ دیوگورو کے اپنے الفاظ ہیں - یہی نیچر جو دیوگورو کی پرم مان ہے - اسکے باپ کی بھی مان ہوئی -

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے دادا دادی - پڑدادا - پڑدادی - اسکی اپنی عورت - اس کے بچے - اسکے کتّے - اسکے بلّے - اسکی گھوڑی - اسکی بگھّی - اس کی جوتی - اسکے پاخانہ پیشاب کی بھی مان ہوئی - بلکہ یہ سب چیزیں نیچر کا ایک حصّہ ہونے کی وجہ سے دیوگورو کی ماں بننے کا حق رکھتی ہیں - مگر دیوگورو کہتا ہے - کہ ایشور جسکو میں غلطی سے اپنا پتا کہتا تھا - وہ فرضی تھا - تو پھر کیا اب تمہاری ماں نیچر بغیر خاوند یا مالک کے ہی موجود ہے ہرگز نہیں چونکہ دیوگورو کی ماں بالکل اندھی - لولی - لنگڑی اپاہج - بے شعور - بدتمیز - بیوقوف احمق ہے - اسلئے اگر اسکو چلانے والا کوئی نہ ہو - تو یہ قدم قدم پر شرارتیں کرنے لگ جائے - اور ٹھوکریں کھا کر تباہ ہو جائے - مگر چونکہ دیوگورو کی ماں کے سر پر ہمارا پتا موجود ہے - اسلئے وہ شرارت نہیں کر سکتی - لیکن افسوس دیوگورو اپنی ماں کے مالک یا اپنے باپ سے ہی جو کہ کبھی اسکا مُنہ چوما کرتا تھا - منکر ہو گیا - اور اس کو فرضی بتانے لگ گیا - بلکہ گالیاں دینے لگ گیا - دیوگورو خدا پرستوں کو خواہ بیوقوف کہے - احمق کہے - کپتھ گامی کہے - یتھا دشواسی کہے - بندر کہے - اور وہ ہمارے پتا پرماتما کو خواہ ظالم کہے - بیرحم کہے - سفاک کہے - بدمعاش کہے - چور کہے - موذی کہے - جو مرضی ہے کہے - لیکن اسمیں مطلق شک نہیں کہ ہمارا پتا ہے آخر دیوگورو کی ماں نیچر کا خصم !!

نخل اسلام

قیمت آٹھ آنہ . . . . . (۸ ر)

محمد اور محمد کی تعلیم کا نوٹس تو مدت سے نکل چکا تھا - مگر بوجوہات چند یہ کتاب بیچ میں ہی لٹکتی رہی - اب اس تمام سلسلہ کو نخل اسلام کے نام سے مکمل کر کے کتاب کی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے - اسمیں محمد اور محمد کی تعلیم پر بھی محققانہ اور مورخانہ بحث کیگئی ہے کتاب غالباً ۱۰ نومبر تک چھپ کر بالکل تیار ہو جائیگی - (ایڈیٹر)

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نئے خریداروں کو مفت

یکم نومبر سے اندر کے ہر ایک ایسے نئے خریدار کو مفصلہ ذیل کتب مفت دیجاوینگی جو ۱۲ روپیہ سالانہ چندہ اندر کا اور ۵ر محصولڈاک کل ۱۷ر بذریعہ منی آرڈر بھیجدینگے۔ کیونکہ مفصلہ ذیل اشخاص نے درخواست واسطے اجراء اندر اور بھیجنے کتب کے کی تھی۔ اور جب وی۔ پی بھیجے گئے تو لینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے یہ پیشگی قیمت کا قاعدہ اختیار کیا گیا۔

(۱) بابو مولچند جی کلرک پوسٹ آفس بجنور (۲) لالہ فقیر چند جی پٹواری حاجی پور ضلع ہوشیارپور (۳) منشی دیوی لال جی وکیل ریاست جھالاواڑ (۴) لالہ گلاب رائے جی اسسٹنٹ انسپکٹر اکسائز و کسٹم اودھم پور ریاست جموں (۵) بابو دامودر پرشاد جی رئیس بلاقی نگر ڈاکخانہ علیگنج ضلع ایٹہ۔

(۱) لطف زندگی۔ لارڈ آوبری کے بعض نہایت ہی عمدہ اور گراں مایہ مضامین کا ان کی انگریزی کتاب بنام "پلیشرس آف لائف" میں سے منتخب ترجمہ سوادھیائے کے لئے بہت نفیس کتاب ہے۔ قیمت ۶ر۔

(۲) لائیکرگس رشی کے قوانین۔ ہمارے ملک کو کس چیز کی ضرورت ہے؟ اس سوال کا جواب اس کتاب میں ملیگا تمام بچوں اور بوڑھوں کے مطالعہ کے لائق قیمت ۲ر۔

(۳) دھرم بلیدان۔ ایک عیسائی خاتون کی دھرم کے لئے قربانی۔ ایک رقت انگیز اور سبق آموز کہانی۔ خدا پرستی۔ پاکیزگی۔ اور معصومیت کی تصویر قیمت ۱ر۔

(۴) ژراشٹر۔ پارسی مذہب کے بانی ژراشٹر کی سبق آموز زندگی قیمت ۱ر۔

(۵) اگنی۔ ویدوں اور آریہ سماج اور خدا پرستی کے جانی دشمن دیوگورو بھگوان کے بھگتوں کی حرامکاریوں کا مکمل نقشہ قیمت ۴ر۔

(۶) آسمانی گولہ۔ دیوگورو کے بھگتوں کی شرارتوں کا نہایت دلچسپ پیرایہ میں جواب قیمت ۴ر۔

(۷) خدائی بمب۔ دیوگورو اور اسکے بھگتوں کی نہایت ہی خطرناک تعلیم اور ناپاک زندگیوں بلکہ حرامکاریوں کی تصویر سخت عبرتناک اور سبق آموز قیمت ۶ر۔

(۸) خدائی سڈیشن۔ دیوگورو کے خدا پرستی کے خلاف بھس بھرے دلائل کا نہایت ہی دلچسپ اور لطف آمیز پیرایہ میں دندان شکن جواب قیمت ۶ر۔

درباری لال۔ منیجر۔ اندر لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دو پنتھ چھ کاج

جس صورت میں کہ لالہ جیونداس جی نے ستیارتھ پرکاش کو اُلٹا مارا ہو۔ اس صورت میں اگر اندر کا قلم کسی ضرب المثل کو اُلٹا مارے۔ تو کونسی بڑی بات ہے میں "دو پنتھ چھ کاج" کا مطلب بلا فیس بتانا تو نہیں چاہتا تھا لیکن خیر بتا دیتا ہوں۔ سُنئے۔ ہمارے ملک کے اخبارات کی حالت ربڑ کی سی ہے۔ اگر ناظرین کسی اخبار کے دائرہ اشاعت کو کھینچنا شروع کر دیں۔ تو وہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ اگر نہ کھینچیں تو سکڑا پڑا رہتا ہے۔ لیکن اندر کے ناظرین "آہنسا پرمو دھرما" پر ایسے لٹو ہو رہے ہیں۔ کہ وہ اس کھینچا تانی کو بھی "ہنسا" یا ظلم سمجھتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سب کے سب لالہ دیوید اس جی کے معتقد بن گئے ہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ "ہنسا" نہیں ہے۔ بلکہ ایک مفید فعل ہے۔ کیونکہ اگر سال حال کے آخر تک اندر کی اشاعت دو ہزار ہو جائے تو اس سے مضمون ذیل نیک نتائج برآمد ہونگے۔ اوّل اسکو شروع سال سے مہینے میں دو بار یا اس کے حجم کو سو صفحہ سے زیادہ کر دیا جاویگا۔ دوم۔ اسکی قیمت میں بھی کوئی اضافہ نہیں کیا جاویگا۔ سوم۔ اسکی بیرونی شکل و صورت کو بھی اسم بامسمّے بنا دیا جاویگا۔ چہارم۔ اسمیں دیگر اصحاب کے مضامین کیلئے بھی گنجایش نکل آویگی۔ پنجم "معراج آدم" نامی کتاب بجائے علیحدہ جلد و نمبر شائع کرنے کے اندر میں ہی بچاس ساٹھ صفحہ ماہوار کے حساب سے ایک دو سال میں ختم کر دیجاویگی۔ یہ ششم ایک بھید ہے جسکو میں ابھی وقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ اسکو دسمبر کے پرچہ میں ظاہر کیا جاویگا۔ ہاں میں اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ اگر اندر کے ناظرین کے دائرہ نے ربڑ کی شکل اختیار کرنی شروع کر دی۔ تو یہ چھٹا معمّا جسکا ذکر میں دسمبر میں کروں گا بہت کچھ حل ہونیکی طرف بڑھ جائیگا۔ مگر مجھے اندیشہ ہے۔ کہ سردی شروع ہو گئی ہے۔ اسلئے تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اندر کے ناظرین کا دائرہ بجائے پھیلنے کے سردی سے سکڑ کر رہجا خاصکر جبکہ اس سال دسمبر کے مہینے میں "اگنی" کے چمکنے کا بھی کوئی سامان نہیں ہے۔ دیکھو کچھ تو پھونکیں مار کر گرمی پہونچائی جائے گی اب میں زیادہ کیا لکھوں۔ صرف اتنا اور بتا دیتا ہوں کہ مقدمہ کی تاریخ ۳۰ ستمبر پھر ۱۲۔ اکتوبر پھر ۹ نومبر تک کھسک گئی۔ ابتک کوئی بھی ایسی کارروائی نہیں ہوئی۔ جو قابل ذکر ہو۔ صاحب ڈپٹی کمشنر کی کچہری دفتر اندر کے بہت نزدیک ہے۔ اسلئے میں تو دو منٹ میں وہاں جا نکلتا ہوں۔ لیکن مشکل بھائی امر سنگھ جی کیلئے ہے جو اتنی دور سے چلکر آتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

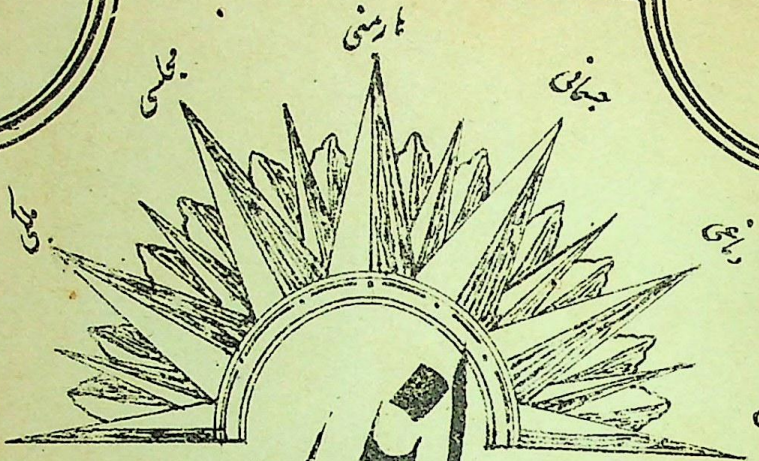

اندر

جلد ۳ | دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

۱- اندر کا بیسواں سال - از ایڈیٹر - ۹۲۹
۲- ہینسراج اور منشی رام - از مسٹر شنب تلال ورمن - ایم - اے - ایڈیٹر سادھو - ۹۵۷
۳- جھیل مانسرور کے نظارے - از مسٹر افشا - ریاست سرمور - ۹۶۳
۴- الکوحل پر ایک طبی تقریر - از ایم پیٹرسن صاحب ایم - ڈی - ۹۶۵
۵- برکشٹون میں جیو وچار - از مہاشہ لچھمن داس جی اوریسر - ۹۷۵
۶- ایک دلچسپ بات چیت از ایڈیٹر - ۹۷۸
۷- ایک ضروری اعلان - از ایڈیٹر ۹۸۸
۸- ہندو یتیم خانہ لاہور - از رائے بہادر بخشی سوہن لال صاحب - ۹۸۹
۹- لالہ لاجپت رائے کا دوبارہ گرفتار ہونا اور ان کے مقدمہ کی اپیل - از ایڈیٹر ۹۹۲
۱۰- خوفناک حادثے - ایڈیٹر صفحہ ۱۰۰۰
۱۱- مختصر خبریں - ایڈیٹر - سرورق
۱۲- ایکہزار صفحہ کی اندر کی مکمل جلد بالکل مفت - منیجر - سرورق
۱۳- نخل اسلام - منیجر - سرورق
۱۴- ایڈیٹر اندر کی دلچسپ تازہ تصانیف - سرورق
۱۵- منیجر کا ضروری نوٹس - منیجر - سرورق
۱۶- ایڈیٹر کا نوٹ اور دکشنا کا ٹکٹ - سرورق

ایڈیٹر دھرم پال بی اے - لاہور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ادوم

اندر کا عہدیدار بننے کی بابت اندر کا عہد

۱- اندر ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو لاہور سے شایع ہوتا ہے سالانہ قیمت سے ممالک غیر ۵ شلنگ فی پرچہ ۵

۲- اندر کا پرچہ بطور نمونہ نہیں بھیجا جاتا۔ کوئی صاحب نمونہ طلب نہ کریں ٭

۳- پتہ تبدیل کی جو اطلاع ۲۰ تاریخ سے پہلے پہلے دفتر میں پہنچ جاتی ہے اُسکا پرچہ اگلے ماہ کا پہلا پرچہ پہلے پتہ پر ہی پرچہ روانہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر ایسی صورتیں پرچہ نہ ملے تو ڈاکخانہ میں شکایت کرنی چاہئے

۴- اندر سب خریداروں کا نام بہت احتیاط سے وقت مقررہ پر روانہ کیا جاتا ہے پرچہ کی گمشدگی کی شکایت اسی ماہ میں دفتر اندر کے علاوہ اپنے ناں کے ڈاکخانہ میں بھی کرنی چاہیئے ٭

۵- بعض صاحب کے نام تین تین چار چار بار پرچہ روانہ کیا جاتا ہے مگر پھر بھی اُن کی شکایت ہے کہ پرچہ نہیں آیا اندر پر لازمی قرار دیا گیا ہے کہ ایسی صورتوں میں دوسرا پرچہ تب بھیجا جائے اگر فریق ثانی ہیرنگ لینے کیلئے تیار ہو ٭

۶- وی پی روانہ کرنے سے پیشتر کارڈ لکھ دیا جاتا ہے جنکو وی۔ پی لینا منظور نہ ہو وہ بواپسی ڈاک مطلع کریں تاکہ انکو پرچہ نہ بھیجا جاوے اس سے نہ تو اندر کا نقصان ہوگا نہ اُن کی غفلت کا امتحان ٭

۷- مذکورہ بالا اطلاع کے باوجود بھی جو مکتب الیہ اندر کے وی۔ پی کا نادر کرتا ہے اُسکا نام فوراً رجسٹر میں سے خارج کر دیا جاتا ہے اندر کے رجسٹر میں تازہ خریداروں کا نام اتنی جلدی نہیں لکھا جاتا جتنی جلدی کہ اسکے نادر کرنیوالوں کا نام اس سے خارج کیا جاتا ہے ٭

۸- یہ لازمی نہیں ہے کہ اندر کا اڈیٹر دیگر اصحاب کے مضامین کیلئے جو کہ اندر میں شایع ہوتے ہیں تمام صورتوں میں کلیتاً اتفاق رکھے یا مضمون نگاروں کے تمام مضامین کو اندر میں جگہ دے یا واپس کرے تاوقتیکہ واپسی کیلئے محصول ڈاک کا ذمہ مضمون نگار نہ لے ٭

۹- اندر میں دوائیوں کے اشتہارات کسی صورت میں بھی نہیں چھپ سکتے اشتہارات میں جتنے خطوط آتے ہیں وہ بلا جواب ہی چاک کر دیئے جاتے ہیں مگر نردوش مفید عام اشتہارات بشرط گنجایش بشرح مندرجہ ذیل فی صفحہ یا چار روپیہ نصف صفحہ یا دو روپیہ چوتھائی صفحہ ماہوار کے حساب سے چھپ سکتے ہیں قیمت پیشگی کی بشرط گنجایش قطعی ناممکن ٭

۱۰- اندر وقت پر نکلتا ہے تا اطلاع ثانی وہ ان قواعد کا پابند ہے اسکے ناظرین کو بھی ان قواعد کا خیال رکھنا چاہیئے تاکہ نظم و کتابت میں کسی کا بھی ہرج نہ ہو ٭

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر

دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء

اندر کا تیسرا سال

اس پرچہ کے ساتھ اندر کا تیسرا سال ختم ہوتا ہے۔ پیشتر اس کے کہ اندر چوتھے سال میں قدم رکھے۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اندر کے ناظرین کے سامنے اسکی تیسرے سال کی کشمکشوں کی رام کہانی رکھ دی جاوے۔ تاکہ اس کے ناظرین کو معلوم ہوجائے۔ کہ اندر نے کن کن تکالیف کے اندر سے گذر کر اس سال کو پورا کیا ہے۔ گو اس رام کہانی کے سنانے سے میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے۔ کہ میں اندر کے ناظرین سے کسی قسم کی مدد کی توقع رکھتا ہوں۔ یا میں ان سے کسی قسم کی مدد کی اپیل کرونگا نہیں بلکہ میرا مطلب صرف اتنا ہی ہے۔ کہ اگر ان تکالیف کی موجودگی میں جنکا کہ میں ابھی ذکر کروں گا۔ اندر نے اپنے فرض کو کماحقہ پورا کرنے میں کہیں لغزش کھائی ہو۔ یا آیندہ کبھی لغزش کھا جائے۔ یا قطعی بند ہو جائے۔ تو مجھے ایک کمزور انسان سمجھ کر معافی دیجاوے۔ اندر نے حتی المقدور شکایتوں کے سلسلہ کو بند رکھا ہے۔ میں اندر کی تیسرے سال کی جو رپورٹ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس کا بغور مطالعہ کرینگے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جنگ کا سال

اگر میں اندر کے تیسرے سال کو جنگ کا سال کہوں۔ تو عین مناسب ہوگا۔ اندر نے ایک ایسی سوسائٹی کے ساتھ جنگ جاری رکھا۔ جو نہ صرف آریہ سماج کی ہی دشمن ہے۔ بلکہ خدا کی بھی دشمن نہ صرف خدا کی دشمن بلکہ شرم وحیا کی بھی دشمن۔ نہ صرف شرم وحیا کی دشمن بلکہ علم و عقل کی بھی دشمن بلکہ انسانیت کی بھی دشمن ہے۔ یہ جنگ کیوں جاری کیا گیا اور ابتدا کس طرف سے اور کب اور کیونکر ہوئی۔ یہ سب ایسے سوالات ہیں جن کے جوابات کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ پبلک ان باتوں سے بخوبی آگاہ ہو چکی ہے۔ میں اس جگہ ان سوالات کا جواب نہیں دونگا۔ بلکہ میں چند دیگر امور پر روشنی ڈالونگا۔ کہ جن پر روشنی ڈالنا میں نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے دوستوں اور خاص کر اندر کے ناظرین کے لئے ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ اگر ذہن یقین میں کسی قسم کی غلط فہمی یا بدمزگی ہوئی ہو۔ تو وہ دور ہو جائے۔ اب میں ایک ایک بات کو اپنے ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں۔

خط و کتابت بند

اس جنگ کے ابتدائی مرحلوں میں سب سے پہلی بات جو میری طرف سے سرزد ہوئی۔ جسپر میرے بعض دوستوں نے اظہار ناراضگی بھی کیا۔ وہ خط و کتابت کا سلسلہ بند کر دینا تھا۔ میں نے دیدہ و دانستہ یہ عمل کیا۔ بلکہ اس عمل کو زیادہ سخت اور مہیب شکل دینے کے لئے میں نے اپنے چند دوستوں کے خطوط اندر میں شایع کر دئے۔ اور ان خطوط کا ایسے پیرایہ میں جواب دیا۔ کہ میرے باقی کے دوستوں کو اس کے بعد اس قسم کے خطوط لکھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ میں خود یہی نتیجہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ میں نے یہ عمل کیوں کیا۔ میں جانتا تھا کہ میں نے ایک خوفناک جنگ میں مصروف ہونا ہے جو کہ میری تمام توجہ کا محتاج ہوگا۔ اور میرے خیال میں یہ جنگ ایک ایسا جنگ تھا۔ کہ جس کے لئے میں کسی قسم کی پبلک یا پرائیویٹ رائے کی پرواہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھا میں جانتا تھا۔ کہ ہر ایک ایسی چٹھی جو مجھے اس جنگ میں مصروف ہونے سے روکنے کے بارے میں ہوگی۔ وہ میرے راستہ میں ایک کانٹے یا رکاوٹ سے بڑھکر

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ثابت نہیں ہوگی۔ میری توجہ اگلی طرف تھی۔ لیکن اس قسم کے خطوط میرے دامن کو پیچھے سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے کا عمل کرنے کے سوائے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ اور میں ہرگز نہیں چاہتا تھا۔ کہ کوئی شخص میری توجہ کو اس نشانہ پر سے ہٹائے۔ کہ جسکو میں نے مدنظر رکھ لیا تھا۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ میرے بعض دوست اس قسم کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ میں اس طرف سے ہٹ جاؤں۔ میں نے مناسب سمجھا۔ کہ جنگ میں گولہ پھینکنے سے پہلے اس پیچھے کی کھینچ گھسیٹ کا دروازہ بند کر دوں۔ چنانچہ دو ہی گولوں سے یہ دروازہ بند ہو گیا۔ اور قطعی بند ہو گیا۔ اس کے بعد کسی شخص نے مجھے پیچھے ہٹنے کی صلاح نہیں دی۔ بلکہ جرأت نہیں کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میں نے کمال اطمینان اور تسلی سے اس چھیر پھاڑ کے کام کو پورا کیا۔ اب چونکہ یہ اپریشن ہو چکا ہے۔ اور صرف مرہم پٹی کرنی باقی رہ گئی ہے۔ اس لئے میں بڑی خوشی سے خط و کتابت کے اس سلسلہ کو جاری کرنے اور اپنے دوستوں کے صلاح و مشورہ کو سننے کیلئے تیار ہوں۔ بلکہ یہانتک کہ اگر ان کے خطوط کو پبلک میں شایع کر دینے سے ان کو کسی قسم کا رنج پہونچا ہو۔ تو میں نہایت ہی عزا سے اُن سے معافی مانگتا ہوں۔

جنگ میں گولہ بارود

اس معافی نامہ کو بلا ٹکٹ داخل کرنے کے بعد میں اپنے ناظرین کے سامنے تھوڑی سی کیفیت اس جنگ کی بھی پیش کر دیتا ہوں۔ میں شاید یہ کیفیت پیش نہ کرتا۔ مگر چونکہ دیو گورو بھگوان خود اور اس کے پنڈے پوجاری اپنے گورو کے بگنے موتنے پر بھی دفتر کے دفتر سیاہ کر کے لمبی لمبی رپورٹیں شایع کرنے کے عادی ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے گورو کے بارے میں اس قسم کی تمام رپورٹیں سال کے اخیر میں پڑھ کر سنایا کرتے ہیں۔ کہ اس سال دیو گورو نے اتنے خطوط لکھے۔ اتنے آدمی ان سے ملنے کے لئے آئے۔ اتنے اخبار میں مضمون دیئے اتنی کتابیں لکھیں۔ جن کے اتنے صفحے تھے۔ حالانکہ وہ کتابیں خواہ چار چار آٹھ آٹھ صفحے کے ٹریکیٹ ہی کیوں نہ ہوتے ہوں۔ لیکن وہ رپورٹ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar.

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ضرور دکھا دئیے جاتے ہیں۔ تاکہ پبلک کو بتایا جاوے۔ کہ دیکھو ہمارا گورو کتنا بڑا۔ مصنف یا رائٹر ہے۔ اور کہ اس نے خدا پرستی پر کیسے زور شور سے حملے کئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن میں نہ تو اس قسم کی کوئی ڈینگ مارنے کے لئے تیار ہوں۔ اور نہ ہی دیو گورو بھگوان کی طرح یہ کہنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ میں نے کوئی لاثانی کام کیا ہے۔ بلکہ قطعی معمولی طور پر اپنے ناظرین کے سامنے اس ایک سالہ جنگ کے گولہ بارود کی فہرست رکھدیتا ہوں۔ اس فہرست میں دسمبر کا مہینہ بھی اندازاً شامل کر لیا گیا ہے اور وہ فہرست یہ ہے۔

وام گڑہ کو اڑانے کیلئے گولہ بارود کی تفصیل

نمبر شمار	نام کتاب یا رسالہ	تعداد کاپی	تعداد صفحات	کل صفحات
۱	اگنی پہلا اڈیشن	۱۵۰۰	۷۶	۱۱۴۰۰۰
۲	اگنی دوسرا اڈیشن	۲۰۰۰	۷۶	۱۵۲۰۰۰
۳	آسمانی گولہ	۳۰۰۰	۷۶	۲۲۸۰۰۰
۴	ورق کا سرورق	۲۰۰۰	۱۰۸	۲۱۶۰۰۰
۵	لاہوری پاکھنڈی	۲۵۰۰۰	۴۴	۱۱۰۰۰۰
۶	خدائی سٹڈیشن	۲۰۰۰	۸۴	۱۶۸۰۰۰
۷	خدائی بمب	۱۶۰۰	۱۰۸	۱۷۲۸۰۰
۸	ہوائی جنگ	۲۵۰۰	۸۴	۲۱۰۰۰۰
۹	فروری کا رسالہ	۱۶۰۰	۹	۱۴۴۰۰
۱۰	مارچ کا رسالہ	۱۶۰۰	۱۸	۲۸۸۰۰
۱۱	مئی کا رسالہ	۱۶۰۰	۱۱	۱۷۶۰۰
۱۲	جولائی کا رسالہ	۱۶۰۰	۱	۱۶۰۰
۱۳	اکتوبر کا رسالہ	۱۶۰۰	۱۶	۲۵۶۰۰
۱۴	دسمبر کا رسالہ	۱۷۰۰	۲۵	۴۲۵۰۰
۱۵	مختلف اشتہارات	۲۴۰۰۰	۱	۲۴۰۰۰
	میزان کل	۵۰۸۰۰	۶۶۰	۱۵۲۵۳۰۰

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناظرین! مذکورہ بالا فہرست آپ کے سامنے فرضی پیش نہیں کی گئی۔ ممکن ہے کسی جگہ جمع کرنے میں غلطی ہو گئی ہو۔ ورنہ دسمبر کے پرچہ کو چھوڑ کر باقی کے اعداد جہاں تک دیکھ بھال سے کام لیا گیا ہے۔ بالکل ٹھیک ہیں۔ اب میں آپ کو ان اعداد کا مطلب سمجھاتا ہوں۔ نہیں۔ نہیں میں غلطی کرتا ہوں۔ آپ کو نہیں بلکہ دیو گورو بھگوان اور اس کے پنڈتوں کو ان اعداد کا جوڑ بتاتا ہوں۔

تعداد و کاپی

اس فہرست کا یہ مطلب ہے۔ کہ دیو گورو بھگوان اور اُسکے پنڈتوں کی پھیلائی ہوئی شرارت کو کچلنے کے لئے اندر نے بلا کسی قسم کی بیرونی مدد کے ایک سال کے اندر اندر پچاس ہزار آٹھ سو کتابیں اور رسالہ اور اشتہارات شایع کئے۔ کُل کتابیں فائل کی کاپیوں کو چھوڑ کر تقریباً سب کی سب پبلک میں بکھیر دیں۔ ان میں سے کئی ایسی کتابیں ہیں جو فائل میں سے بھی جلدی ہی ختم ہو جانے والی ہیں۔ اور اگر اس جنگ کو جاری رکھنا منظور ہوا تو ان کو دوبارہ چھپوایا جاوے گا۔ دیو گورو اور اس کے پنڈتوں نے دس بارہ سال کے عرصہ میں جتنی کتابیں خدا پرستوں کے برخلاف پھیلائی ہیں ان کی تعداد ہماری ایک سال کی کتابوں سے بدرجہا کم ہو گی۔ دیو گورو اور اسکے پنڈتوں کو اس ایک ناچیز خدا پرست کے قلم سے ہی سبق سیکھنا چاہیے۔ کہ خدا پرستی اور خدا پرستوں میں کیا طاقت ہے۔ اور کہ اگر وہ کسی بیدین کے مقابلہ پر قلم لیکر کھڑے ہو جائیں۔ تو کیونکر اسکی "بین" بلا دیتے ہیں۔ دیو گورو کو اپنے قلم پر بڑا بھروسا تھا۔ اور اس کے چیلے چانٹے اس کی دیگر جلالی صفات کے علاوہ ایک صفت اس میں یہ بھی بتایا کرتے تھے۔ کہ ہمارے گورو مہاراج کی لیکھنی بھی لاثانی ہے۔ لیکن اندر کے قلم کے مقابلے میں دیو گورو کی لیکھنی انارکلی کی جس گندی موری میں سے نکلی تھی۔ اسی میں گھُسی رہی اور اس نے ایک لفظ تک بھی لکھنے کی جُرات نہ کی۔ ہاں اس کے پنڈتے پوجاری بونتھی پر ہنٹر کھاتے اور ذلیل و خوار ہو کر میدان سے بھاگ کر انارکلی کی گندی موری میں چھپتے رہے۔

تعداد صفحات

دیو گورو بھگوان اور اس کے پنڈتوں کے بارے میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسقدر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اگر اُن سب کے صفحوں کو جمع کیا جاوے اور اُن کی ایک جلد بندھوائی جاوے تو اس جلد کے صفحے چھ سو ساٹھ ہوں گے۔ گو اس سال اندر کی جلد پورے ایک ہزار صفحہ کی ہوگئی ہے۔ لیکن فہرست مذکورہ بالا سے بخوبی ظاہر ہے۔ کہ اس میں سے نصف سے زیادہ حصّہ دیوگورو کے پنڈتوں کی نظر ہوا ہے۔ اس تعداد کے علاوہ اگر اُن تمام تحریروں کے صفحات کو شمار کیا جاوے۔ جو پبلک میں دیوگورو اور اس کے پنڈتوں کے زہر کو دور کرنے کیلئے بکھیری گئی ہیں تو اس کی تعداد ۱۵ لاکھ پچیس ہزار تین سو صفحہ ہوتی ہے۔ گویا دیوگورو بھگوان کے سر پر پندرہ لاکھ صفحے سے زیادہ صفحات پنجھاور کئے گئے ہیں۔

کاغذی سڑک

اس کا مطلب بخوبی سمجھ میں آجائے گا اگر ان صفحات کو ایک دوسری شکل میں تبدیل کر دیا جاوے۔ یعنی ان کو پہلو بہ پہلو رکھ کر دیوگورو بھگوان کیلئے ایک کاغذی سڑک تیار کیجاوے اگر ہم ایک صفحہ کی لمبائی ایک فٹ اور چوڑائی نصف فٹ بھی لیں اور ایک کاغذی سڑک تیار کی جاوے تو ان پندرہ لاکھ پچیس ہزار صفحوں سے جنمیں دیوگورو کا ذکر کیا گیا ہے ایک نصف فٹ چوڑی ایسی سڑک تیار ہو جائے گی جسکی لمبائی تقریباً تین سو میل ہوگی۔ اگر دیوگورو بھگوان اس سڑک پر تین میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ۵ گھنٹہ روز یعنے ۱۵ میل کا سفر کرے تو اسکو اس کے ایک سرے سے چلکر دوسرے سرے تک پہونچنے کے لئے بیس دن لگیں گے بشرطیکہ وہ کسی دن بیچ میں چھٹی نہ کر دے۔ میرے خیال میں دیوگورو بھگوان کا دیولوک لاہور سے اتنی ہی دور ہوگا۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ دیوگورو کے پنڈتے اسکو صلاح دیں۔ کہ مہاراج اس کاغذی سڑک پر قدم دھرتے ہوئے اب آپ چپ چاپ لاہور کو چھوڑ کر دیولوک کو چل دیں۔

کاغذی بوجھ

اچھا اب میں دیوگورو کو ایک اور بات بتاتا ہوں۔ وہ اپنی نوٹ بک میں نوٹ کر لے۔ مذکورہ بالا کتابوں کو چھاپنے میں جسقدر کاغذ خرچ ہوا ہے۔ اگر اس سب کا وزن کیا جاوے۔ تو

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تقریباً ساٹھ من نکلیگا۔ گویا اکیلے اندر نے ساٹھ من کاغذ کا بوجھ دیوگورو کے سر پر رکھ دیا ہے۔ دیوگورو کا اپنا وزن ڈیڑھ من کے قریب ہے۔ اگر خدانخواستہ دیوگورو آج مرجائے اور دنیا میں کسی جگہ سے اسکو جلانے کے لئے لکڑی نہ ملے تو ہم بڑی خوشی سے یہ ساٹھ من کا بوجھ دیوگورو کے پنڈتوں کے سپرد کر دینگے۔ کہ لیجئے مہاراج! بتیس من نیچے اور بتیس من اوپر بیچ میں دیوگورو۔ اوم سواہا۔

دایرہ اشاعت

دیوگورو کے پنڈتے اپنے نگنے مُوتنے کو بھی پہاڑ بنا کر دکھانے کے عادی ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنی دو ورقی میرے برخلاف پبلک میں کھول کر رکھ دی۔ اور کہیں ان کے سیوکوں میں سے ہی جن میں سے کوئی کوئیٹہ میں ہے اور کوئی بڑھما میں کسی نے اس کتاب کے لئے درخواست بھیجی۔ تو دیورتن نے خوب شور مچایا۔ کہ اس کتاب کی مانگ فلاں فلاں جگہ سے آئی ہے اور اس کا پہلا اڈیشن دو ہفتہ میں ہی ختم ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ پہلا ایک ہزار کا اڈیشن دو ہفتہ تو ایک طرف دو مہینے میں بھی ختم نہوا بلکہ اگر ہم غلطی نہیں کرتے۔ تو نصف سال سے زیادہ ہونے کو آیا۔ دوسرے اڈیشن کا نام تک بھی ہم نے نہ سُنا۔ یہ صرف اُس شخص کا بھیڑ غمزہ تھا ورنہ سوائے دیوگورو کے بھگتوں یا چند دل چلے محمدیوں اور کسی نے اس کتاب کو مُفت پڑھنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اگر کسی آریہ نے اس کو پڑھا بھی۔ تو محض اسلئے۔ کہ ذرا دیکھیں تو سہی معاملہ کیا ہے۔ برعکس اس کے ایک خداپرست کے قلم سے جو تحریریں ان پاکھنڈیوں کے پاکھنڈ اور حرامکاریوں کے ٹانکے اوکھاڑنے کے بارے میں نکلتی رہی ہیں اُن کا دایرہ اثر اتنا وسیع رہا ہے۔ کہ شاید دیوگورو کے پنڈتوں کو کبھی خواب میں بھی نصیب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اندر کا دایرہ اشاعت پنجاب ممالک متحدہ۔ بنگال۔ بہار۔ راجپوتانہ۔ احاطہ مدراس۔ احاطہ بمبئی۔ صوبجات نظام حیدرآباد دکن کشمیر۔ میسور۔ کاٹھیاواڑ گجرات۔ بہاولپور۔ سنٹرل انڈیا۔ غرضیکہ ہندوستان کے تمام حصوں میں سے گزر کر تبت۔ آسام۔ برھما۔ ملایا۔ جاوا۔ سومائرا۔ آسٹریلیا۔ ہانگ کانگ۔ وغیرہ وغیرہ کے علاوہ برٹش ایسٹ افریقہ۔ ٹرنسوال اورینج فری سٹیٹ۔ کیپ کالونی۔ امریکہ کی مختلف ریاستوں۔ اور یورپ کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مختلف شہروں تک پھیلا ہُوا ہونے کی وجہ سے دیوگورو بھگوان اور اس کے بھگتوں کی سیاہ کاریوں کو چاروں براعظموں میں پھیلاتا رہا ہے۔ غرضیکہ دیوگورو کا نام تمام دنیا میں روشن کر دیا ہے وہ بھی بلا فیس و بلا ٹکہ۔ لیکن دیوگورو کے بھگتوں نے ہمیں اس کا کیا انعام دیا۔ عدالت میں گھسیٹا۔ مگر وہاں بھی ان نالائقوں نے جوتے کھائے۔ خیر یہہ رپورٹ تو دیوگورو کی رپورٹوں کے مقابلہ میں پیش کی گئی ہے ورنہ اسکی کچھ ضرورت نہیں تھی۔

پہلی سخت مشکل

مذکورہ بالا رپورٹ کے علاوہ اب میں ناظرین کے سامنے چند ایک ایسی مشکلات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جس سے ان کو پتہ لگ جائے گا۔ کہ خدا پرستوں کی طرف سے مجھے اس جنگ میں کس قدر مدد ملی۔ ان مشکلات میں سے سب سے پہلی مشکل پریس کی مشکل تھی۔ کہ جسکو میں نے بڑی مستعدی اور حوصلہ سے عبور کیا۔ بلکہ اگر فاتحانہ الفاظ میں سُننا چاہو۔ تو میں کہونگا۔ اندر نے لاہور کے پریس کو بھی فتح کر لیا۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اندر میں نہ تو کوئی سخت پولیٹیکل مضامین نکلتے ہیں نہ ہی کوئی ایسے ویسے لائل بھرے مضامین ہوتے ہیں۔ تاہم لاہور کے پریس اندر کی شکل دیکھتے ہی کانپتے رہے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک ایک پریس نے تھوڑے عرصہ میں ہی ہاتھ باندھ کر عرض" کر دی ہے۔ کہ مہاراج یہہ تیج برداشت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اندر پہلے ہی پہل "سرو ہتکاری سٹیم پریس" میں چھپنا شروع ہُوا۔ اندر کے "تیج" سے اس پریس کے کئی پتھر ٹوٹ گئے۔ یہاں تک کہ آخر کار یہ پریس ہی نیست و نابود ہو گیا۔ اور اسکی مشینیں وغیرہ سب کچھ فروخت ہو گئیں۔ چلئے بسم اللہ ہی ٹھیک ہوئی۔ اس کے بعد اندر کچھ دیر تک لالہ دینا ناتھ جی کے عہد میں "ہندوستان پریس" میں چھپتا رہا لیکن "ہندوستان پریس" کی چھپائی میری حسب مرضی نہیں تھی۔ اس لئے اسکو چھوڑ دیا گیا۔ اور "آریہ گزٹ مشین پریس" کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ کچھ دن مزے سے گذری۔ لیکن آخر کار اس پریس نے بھی لید کر دی۔ اور دیوالہ نکل گیا۔ ان فتوحات کے بعد اندر نے "ایکانومیکل مشین پریس" پر حملہ کیا۔ چند ماہ کی جنگ کے بعد اس پریس نے بھی ہار مانی۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد اندر نے ایک گمنام سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پریس "موہیال متر پریس" پر حملہ کیا۔ مگر دو ہی تھپیڑوں سے موہیال کا مُنہ بھی پھر گیا۔ پھر ایک دفعہ اتفاق سے اندر نے "ہندوستان پریس" پر دوبارہ حملہ کیا لیکن جب چودہری رام بھجدت اور چودہرانی سرلا دیوی صاحبہ کو پتہ لگا۔ کہ اندر ہمارے پریس میں آگیا۔ تو ان کو کھانا پینا تک بھول گیا۔ لالہ آتما رام جی کو جو کہ ان دنوں میں ہندوستان پریس کے مینجر تھے۔ گھر پر بلا کر چودہری جمع چودہرانی صاحبہ نے باری باری سے کوسنا اور گالیاں دینا شروع کیا۔ کہ تم ایسے نالایق ایسے بے وقوف۔ ایسے وہ اور ایسے یہ کہ اندر کو ہمارے پریس میں چھاپنے لگ گئے۔ حالانکہ دیو سماج کے اخبار جس میں آریہ سماجیوں کو حرامکاری اور زنا کاری کے پرچارک لکھا جاتا ہے۔ اور وید اور سوامی دیانند پر شرمناک الزام لگائے جاتے ہیں۔ وہ اس پریس میں چھپتا ہے۔ خیر مینجر نے مجھ سے معافی مانگی۔ کہ آپ جیتے اور ہم ہارے۔ اندر ہندوستان پریس کو فتح کر کے فتح کا جھنڈا لہراتا ہوا بڑی "شان و شوکت" سے ہاتھی کی طرح مستانہ وار قدم اُٹھاتا ہوا ہنستا مسکراتا چل پڑا۔ اور کسی دوسرے پریس پر دھاوا مارنے کی سوچنے لگا۔ سوچتے سوچتے اسکو "سیوک پریس" نظر آیا۔ چنانچہ جھٹ وہاں جھنڈا گاڑ دیا۔ چار پانچ ماہ تک محاصرہ رہا۔ آخر تا بہ کجا۔ "سیوک پریس" نے اطاعت قبول کی۔ اور ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ مہاراج! کیا کروں۔ مجبور ہوں۔ پریس بند اور مشین نے لید کر دی۔ سیوک پریس کی لید نکال کر اندر نے ایک دوسرے پریس پر چھاپہ مارا۔ اور وہاں سے "آریہ سٹیم پریس" پر دھاوا کیا۔ اب کچھ دنوں سے "آریہ سٹیم پریس" کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ دیکھیں یہ قلعہ کب فتح ہوتا ہے۔ مجھے یہ قلعہ بہت زبردست معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کچھ دیر تک دم خم رکھے۔ لیکن آخر ایک دن اطاعت قبول کرے گا۔ ناظرین! آپ شاید پوچھیں گے۔ کہ کیا وجہ ہے کہ تمام پریس اندر کے سامنے سر تسلیم خم کرتے گئے۔ کیا وجہ ہے کہ لاہور کے اتنے نامی گرامی پریسوں میں سے کوئی بھی پریس اندر کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ کیا میں ان کو اُجرت کم دیتا تھا۔ یا ان کو خواہ مخواہ تنگ کرتا تھا۔ ہرگز نہیں جس قدر

وجہ کیا؟

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُجرت میں دیتا ہوں۔ اِس قدر غالباً کوئی بھی اخبار یا رسالہ اُجرت نہیں دیتا ہوگا۔ یہانتک کہ لاہور میں کئی مقامات پر یہ شکایت کی جاتی ہے۔ کہ میں نے کاتبوں کو بگاڑ دیا ہے۔ یعنے میں ان کو مُنہ مانگی اُجرت دے دیتا ہوں اور یہ ٹھیک ہے۔ جن کاتبوں کو دوسری جگہ دو ڈھائی آنے فی صفحہ اُجرت ملتے ہوں۔ میں ان کو تین چار آنے صفحہ تک دیدیتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ لاہور کے کاتب میرے کام کو بڑی خوشی سے کرتے ہیں۔ یہانتک کہ اگر میں کہہ دوں۔ کہ اتنے عرصہ کے اندر یہ مضمون لکھا جانا چاہیئے۔ خواہ وہ مضمون کتنا ہی لمبا ہو۔ تو وہ تمام کام کو چھوڑ کر یہاں تک کہ سرکاری کام کو بھی ایک طرف رکھ کر پہلے میرے کام کو کرتے ہیں۔ گذشتہ جنگ میں بعض کتابیں پانچ پانچ کاتبوں کو یکدم بیٹھا کر لکھوائی گئی ہیں۔ اور جتنے دنوں میں میں نے کہا۔ اتنے ہی دنوں میں اُنہوں نے لکھ ڈالی ہیں۔ مجھے دیوگور وبھگو ان کی طرح اپنی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن میں کہہ سکتا ہوں کہ جس قدر خوشی سے کاتب لوگ میرا کام کرتے ہیں۔ اسقدر بہت تھوڑے دوسرے اخبارات کا کرتے ہونگے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ میں ان کو مُنہ مانگی اُجرت دے دیتا ہوں۔ اور آج تک مجھے کبھی بھی کاتبوں کی دقت نہیں پڑی۔ مگر سوال یہ ہے کہ پریس والوں کی طرف سے کیوں دقت پیش آئی کیا میں ان کو کم اجرت دیتا تھا۔ بہت تھوڑے اخبارات یا رسالے ہوں گے جو اِس قدر مہنگی اُجرت دیتے ہوں گے اُجرت کا جھگڑا نہیں تھا۔ بلکہ اِس کی تہ میں ایک بات تو یہ تھی۔ اور یہ ہے۔ کہ میں شروع سے ہی جب سے کہ اندر نکلا ہے اس بات کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ کہ وہ عین وقت پر اور عین مقررہ تاریخ کو شایع ہو جائے۔ اور ایک دن کا بھی آگا پیچھا نہ ہونے پائے۔ چونکہ پریسوں والے کسی قسم کے قواعد کے پابند نہیں ہوتے۔ جب ان کی مرضی آئی کاپی چھاپ دی ورنہ پڑی رہی۔ اور ٹال مٹول کرتے گئے۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ اخبار یا رسالہ دیر سے نکلا۔ لیکن میں نے اس قسم کے بہانہ بازوں کی ہمیشہ گوشمالی کی ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ان کو مجبور کیا ہے۔ کہ رسالہ کی کاپیاں عین وقت پر چھپ جائیں۔ اگر کسی ماہ ایک دن کی دیری ہو گئی ہے۔ تو یا تو پریس نے مالی نقصان اٹھایا ہے۔ ورنہ جھاڑ پھاڑ کی تو کمی نہیں رہتی۔ چونکہ پریس والے عموماً اپنے احاطہ میں "بادشاہ" ہوتے ہیں۔ وہ اس قسم کی پابندی کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے اندر کے قواعد کا ساتھ نہ دے کر وہ اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہوتے رہے ہیں۔ یہ وقت کی پابندی ایک آفت ہے جسکی وجہ سے پریس والے اندر کو ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ میں بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ گذشتہ بتیس سال میں اندر جس قدر وقت کا پابند رہا ہے۔ اور سوائے ایک آدھ دفعہ کے جس طرح وہ عین مقررہ تاریخ کو شایع ہوتا رہا ہے۔ اسکی مثال ہمارے ہندوستان میں سوائے کلکتہ کے انگریزی میگزین "موڈرن ریویو" کے دیگر ماہواری رسالوں میں ملنی مشکل ہے۔ خاکسار اردو رسالوں میں تو اندر وقت کی پابندی کے لحاظ سے قطبی بنتا رہا ہے بلکہ کئی رسالوں کو اس نے وقت کا پابند بنا دیا ہے۔ اور جو ابھی تک وقت کے پابند نہیں ہوئے۔ اندر کی مثال کو دیکھ کر پبلک کی طرف سے ان کو اسقدر جھاڑ پڑ رہی ہے۔ کہ وہ ہر ماہ مارے شرم کے عذر معذرت کرنے کے لئے مجبور ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نامور اردو رسالوں کے خریداروں نے اُن کے برخلاف اندر کے دفتر میں کئی کئی صفحوں کے شکایتی خطوط شایع ہونے کے لئے بھیجے ہیں۔ مگر میں نے اُن خطوط کا شایع کرنا قطعی نامناسب سمجھا۔ میرے خیال میں اخبار یا رسالہ پبلک کے سامنے بطور ایک لیکچر کے آتا ہے۔ جو ان کو کچھ سکھانا چاہتا ہے۔ اگر وہ خود ہی وقت کا پابند نہیں ہے تو اسکی مثال سے دوسروں پر کیا اچھا اثر پڑے گا۔ لیکن ہمارے ملک میں وقت کی پابندی کی چنداں پرواہ نہیں کی جاتی۔ بلکہ عام طور پر ہمارا "سودیشی ٹایم" مشہور ہے۔ مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا۔ گذشتہ دنوں میں جب مجھے لاہور میں کئی پبلک لیکچر دینے کا موقع ہوا تو میں نے اپنے لیکچروں کا وقت ۸½ بجے شام نوٹس میں دیدیا۔ لاہور میں عموماً "سودیشی ٹایم" ہی تمام

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکچروں میں مدنظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن میں گھڑی لیکر کھڑا ہو گیا۔ اور جب منٹ کی سوئی نے ساڑھے پانچ کی اطلاع دی۔ اسی وقت میں نے بولنا شروع کر دیا۔ میرے ایک دوست جو کہ "سودیشی ٹائم" کے پابند تھے چھ بجے لیکچر میں پہونچے۔ لیکن تمام میدان پانچ چھ ہزار سے زیادہ حاضرین سے اس قدر کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کہ کرسی پر جگہ ملنی تو ایک طرف ان کو بنچ بھی نصیب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دری پر بھی جگہ نہ ملی۔ بلکہ یہاں تک کہ ان کو کہیں بیٹھنے کے لئے بھی مناسب موقع نہ ملا۔ بلکہ سب سے آخیر میں دو گھنٹہ تک کھڑے ہونے کی قید بھگتنے پر مجبور ہوئے۔ خیر وہ دوسرے دن مجھ سے ملے۔ تو شکایت کرنے لگے۔ کہ میں نے تو سمجھا تھا۔ آپ سودیشی ٹائم کا خیال رکھیں گے۔ اور ۵ ½ بجے کی بجائے ۶ بجے جاکر لیکچر شروع کریں گے۔ لیکن آپ نے عین وقت پر شروع کر دیا میری تو کل کھڑے کھڑے پیں بول گئی۔ بیٹھنے کے لئے بھی جگہ نہ ملی"۔ میں نے اپنے دوست سے کہا۔ کہ اگر دوسری دفعہ آپ مقررہ وقت سے دس منٹ پہلے نہ پہونچے تو آپ کی "ڈبل پیں" بولے گی۔ چنانچہ دوسرے دن وہ ۵ بجے سے ہی کرسی پر آ ڈٹے خیر یہ تو سودیشی ٹائم کا لطیفہ تھا۔

ایک خاص شکایت

اب میں ایک خاص شکایت بھی سنا دینا چاہتا ہوں۔ سب جانتے ہیں کہ رام بھجدت کسی زمانہ میں آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے پردھان تھے۔ اور پھر وہ منتری رہے۔ وہ پرادیکارنی کے ممبر بھی ہیں۔ اب وہ آریہ پرتی ندھی سبھا کی انترنگ سبھا کے ممبر ہیں۔ گو مجھے اندیشہ ہے۔ کہ اُن کے انترنگ سبھا کا ممبر ہونے کا بھی یہ آخری چانس ہے۔ غالباً کچھ عرصہ میں اُن کو اس سے بھی دست بردار ہونا پڑے گا۔ یہ چودھری صاحب ہی تھے جن کے زمانہ "خلافت" میں مجھے آریہ سماج میں آنے کا فخر حاصل ہوا۔ یہ چودھری صاحب ہی تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے میرے ہاتھ سے "واہگورو جی کا خالصہ واہگورو جی کی فتح" کا نعرہ بلا کر لڈو لیکر کھایا تھا۔ غرضیکہ ایسا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ چودھری صاحب میرے "پیٹرن" اور میں ان کا "عزیز" ہوں اور کہ بطور "پیٹرن" کے چودھری صاحب کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے عزیز کی کسی آڑے وقت پر سہایتا کریں۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ چودھری صاحب بذات خود ایسے نہیں تھے۔ جیسا کہ گذشتہ جنگ میں انہوں نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے نہیں میں غلطی کرتا ہوں۔ چودھری صاحب نے میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی اُن کے برخلاف میرا شکایت کرنا بھی فضول ہے۔ شکایت چودھرانی صاحبہ کے دربار میں ہے۔ اور میں وہ سنا دینا چاہتا ہوں۔ جب "اگنی" کا معالجہ تیار ہو گیا۔ تو میں نے چودھری رام بھجدت سے کہا۔ کہ چونکہ دیو گورو بھگوان کا اخبار اور اُن کی اکثر کتابیں جن میں آریہ سماج کو گالیاں دیجاتی ہیں آپکے پریس میں چھپتا ہے۔ اس لئے کرپا کر کے آپ اُن کے اس جواب کو بھی اپنے پریس میں چھپنے کی اجازت دیں۔ چودھری صاحب نے کہا۔ کہ آپ مجھے مسودہ دکھا دیں۔ میں نے کہا۔ کیا آپ دیو سماجیوں کی اخبار کا مسودہ دیکھ کر چھپنے دیا کرتے ہیں۔ چودھری صاحب بولے۔ اس سے آپ کو کیا مطلب۔ آپ مجھے مسودہ دکھا دیں۔ خیر میں نے مان لیا۔ دوسرے دن تین چار گھنٹہ لگا کر میں نے ان کو مسودہ سنا دیا۔ مسودہ سُنکر بولے۔ کہ میں اپنی وائف (بیوی) سے صلاح کر لوں۔ کل آپ کو اطلاع دونگا۔ میں نے پھر کہا۔ کہ کیا دیو سماجیوں کی اخبار چھاپنے کے لئے بھی آپ اپنی وائف سے صلاح لیا کرتے ہیں۔ یہہ کہہ کر میں ہنستا ہُوا چلا آیا۔ اور چودھری صاحب وائف سے صلاح کرنے لگے۔ دوسرے دن چودھری صاحب نے مجھے کہا۔ کہ آپ جانتے ہیں کہ پریس کا مالک میں نہیں ہوں بلکہ میری وائف ہے۔ اُن کے خیالات کچھ اور ہیں۔ اور وہ نہیں چاہتیں۔ کہ اُن کے پریس میں اس قسم کا لٹریچر چھاپا جاوے۔ جس میں ناملایم الفاظ استعمال کئے گئے ہوں۔ میں نے کہا۔ کہ آپ کو جو ناملایم الفاظ معلوم ہوتے ہیں۔ وہ آپ مجھے بتا دیں۔ میں اُن کو کاٹ دونگا اسپر چودھری صاحب نے مجھے دو تین الفاظ بتائے۔ اور میں نے کاٹ دیئے وہ پھر چودھرانی صاحبہ سے "پروانہ" حاصل کرنے کے لئے اُن کے دربار میں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حاضر ہوئے۔ مگر وہاں سے جواب ملا کہ ہم ایسی "ڈرٹی لنن واشنگ" کو کسی صورت میں بھی اپنے پریس میں چھاپنے کی اجازت نہیں دے سکتے"۔ چودھری صاحب نے پھر مجھ سے دست بستہ "عرض" کی۔ کہ آپ جانتے ہیں وہ بڑے "فائین ٹیسٹ" کی لیڈی ہیں۔ وہ نہیں چاہتیں کہ ایسی کتاب اُن کے پریس میں چھپے۔ میں نے زیادہ زور دینا نامناسب سمجھا۔ اور میں چلا آیا۔ گو مجھے اس بات کو جان کر خوشی ہوئی۔ کہ چودھرانی صاحبہ ایک "فائین ٹیسٹ" کی لیڈی ہیں اور وہ "ڈرٹی لنن واشنگ" کو بُرا خیال کرتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ چودھرانی صاحبہ کے لئے میرے دل میں کوئی کدورت پیدا ہوتی۔ اُلٹا میرے دل میں اُن کے لئے پہلے سے زیادہ عزت کا بھاؤ موجود ہو گیا۔ اور میں نے سمجھا۔ کہ درحقیقت انسان کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ کہ وہ "ڈرٹی لنن واشنگ" سے پرہیز کرے۔ چنانچہ قریب تھا۔ کہ میں "اگنی" کے مسودہ کو جلا دیتا۔ اور میں نے اپنے ایک دوست سے اس بات کا ذکر بھی کیا۔ کہ میں اس "ڈرٹی لنن واشنگ" کو ٹھیک نہیں سمجھتا۔ میں "اگنی" کے مسودہ کو جلا دونگا۔ کیا فائدہ اس جھگڑے سے۔ مگر میرے دوست نے "کرشن" کی طرح مجھے اُپدیش دیا کہ بزدل مت بن۔ کسی عورت کے کہنے پر مت چل۔ تیر کو کمان میں رکھ کر پیچھے مت لوٹ۔ بلکہ چھوڑ دے۔ مگر چودھرانی صاحبہ جیسی "فائین ٹیسٹ" لیڈی کی بات میرے دل میں کھٹک رہی تھی۔ لیکن اُن ہی دنوں میں ایک دن اتفاق سے میں چودھرانی صاحبہ کے اخبار "ہندوستان" کا مطالعہ کر رہا تھا جو کہ چودھرانی صاحبہ کے پریس میں ہی چھپتا ہے۔ اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو وہی اس کے نفع نقصان کی مالکہ ہیں۔ چودھرانی صاحبہ کے اخبار مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۲ پر مجھے "مینجر کا نوٹس" پڑھنے کا اتفاق ہوا یہ نوٹس تقریباً سال بھر تک اِن کے اخبار میں چھپتا رہا۔ شاید اب بھی چھپ رہا ہے۔ اس کی چند سطریں میں اپنے ناظرین سے ہزار بار معافی مانگتا ہوا یہاں پر نقل کرتا ہوں۔ اس سے اندازہ لگایا جائے گا۔ کہ ہمارے ملک کے تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں کا اخلاق کیسا اعلےٰ ہے۔ اور کہ ہمارے ملک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں "فائن ٹیسٹ" کی لیڈی کا معیار کیا سمجھا جاتا ہے۔ چودھرانی صاحبہ اپنے اخبار میں شائع کرتی ہیں :-

"روغن طلاء کے اثر سے ..... (اس خالی جگہ میں اشتہار کی اصلی عبارت ہیں ایک ناجائز لفظ ہے۔ جو کہ ہیں نے فحش جان کر کاٹ دیا ہے اور اسکی جگہ نقطہ لگا دیتے ہیں۔ باقی کی تمام عبارت لفظ بہ لفظ چودھرانی صاحبہ کے اخبار کی ہے) ہرمال سخت۔ نہایت فربہ۔ اور بہ نسبت آگے کے بہت دراز ہو جاتا ہے۔ آزماؤ۔ دیکھو۔ اگر تندرست آدمی زیادتی طاقت کے لئے استعمال کرے تو پھر کیا ہی بات ہے۔ ایک نوجوان سے لیکر ایک سو برس کے بوڑھے تک یکساں مفید ہے۔ اگر کوئی شخص یہ ثابت کر دے۔ کہ یہ دوائی اشتہار کے مطابق نہیں ہے تو ہم ایک سو روپیہ انعام دینگے۔ مرد میدان بنو۔ اور ہماری آزمایش کرو"۔ اس اشتہار سے جو کہ چودھرانی صاحبہ نے اپنے اخبار میں شائع کیا ہے۔ ہمارے ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے ملک کے پولیٹیکل اخبارات کی کیسی شرمناک حالت ہے۔ افسوس ہندوستان پریس یا اخبار کی مالکہ ایک عورت ہے۔ ورنہ میں یہ لکھنے سے کبھی نہ رک سکتا۔ کہ جس پریس یا اخبار میں اس قسم کے اشتہارات نکلتے ہوں۔ اس کے مالک کو اس کے صلہ میں گورنمنٹ کی طرف سے کوئی خاص انعام ملنا چاہیے۔ چودھرانی صاحبہ کے روپیہ کمانے کے اس طریقہ کو دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ چودھرانی صاحبہ کو "فائن ٹیسٹ" کی لیڈی کہنا ایک احمقانہ بات ہے۔ کیونکہ اگر وہ درحقیقت ایسی ہی اپنے "فائن ٹیسٹ" کے اصول کی پابند ہوتیں۔ تو وہ اس قسم کے فحش اور گندے اشتہارات اپنے پریس اور اخبار میں چھاپ کر کسی صورت میں بھی روپیہ نہ کما سکتیں۔ مذکورہ بالا اشتہار کے علاوہ اور بھی بہت سے اشتہارات ہیں۔ جو کہ عضو مخصوص کی تعریف میں چودھرانی صاحبہ کے اخبار میں نکلتے رہتے ہیں اس قسم کے گندے اور فحش اشتہارات چودھرانی صاحبہ کے اخبار اور پریس میں چھپ رہے ہیں۔ اور وہ ان کے ذریعہ روپیہ کما رہی ہیں۔ پس ایسی صورت میں چودھرانی صاحبہ کا یہ کہنا۔ کہ وہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"اگنی" کو ایک "ڈرٹی لنن واشنگ" سمجھ کر اپنے پریس میں چھپنے کی روادار نہیں تھیں۔ کسی صورت میں بھی ٹھیک نہیں تھا۔ میرے خیال میں اگر اصول تجارت کو مدنظر رکھ کر ہی دیکھا جاوے۔ تو بھی چودہرانی صاحبہ کو چاہئے تھا۔ کہ جہاں وہ دیگر مخرب اخلاق۔ اور فحش اشتہارات کو ہر ہفتہ ہزاروں کی تعداد میں پبلک میں پھیلا کر روپیہ کما رہی ہیں۔ وہاں اگر وہ بزعم خود اس "ڈرٹی لنن واشنگ" کو بھی اپنے پریس میں چھاپ دیتیں۔ تو ان کو کچھ نہ کچھ مالی فائدہ ضرور پہونچ جاتا۔ کیونکہ میں ان گندے اور ناپاک اشتہارات کے مالکوں کی نسبت جو کہ ان کے اخبار میں چھپ رہے ہیں۔ کسی صورت میں بھی ان کو کم قیمت نہیں دے سکتا تھا۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی دیتا۔ یہ تو ہوئی پہلی وجہ میری شکایت کی اب میں دوسری وجہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ جس سے مجھے چودہرانی صاحبہ کے برخلاف شکایت کرنے کا حق حاصل ہے۔ اندر کے ناظرین سے

دوسری وجہ

یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ دیوگورو اور اس کے پنڈے پوجاری کس قسم کی شرمناک تحریریں آریہ سماج۔ سوامی دیانند۔ وید۔ ایشور اور خود میرے برخلاف نکال رہے ہیں۔ میں اندر کے متعدد پرچوں میں دکھاتا رہا ہوں کہ ان لوگوں نے اپنے اخبار میں آریہ سماجیوں کو حرامکار بدمعاش گنڈے تک لکھا ہے۔ اور سوامی دیانند کو مکار۔ پاکھنڈی و دہورت۔ دہوکہ باز تک لکھا ہے اور ویدوں کو مورکھوں کے وچن وغیرہ کہکر مخول اڑایا ہے۔ اور خود مجھے ہر ایک قسم کی فحش سے فحش گالیاں دی ہیں۔ یہاں تک کہ آریہ سماج کی عورتوں تک کو بھی شرمناک گالیاں دی ہیں۔ ان مردم آزاروں کی یہ تمام تحریریں ایسی ہیں۔ کہ جن کو پڑھ کر ہر ایک خدا پرست آریہ کا خون جوش میں آسکتا ہے۔ لیکن ہم بڑے افسوس سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ تقریباً یہ تمام تحریریں ایک برھمو جمع آریہ لیڈی کے پریس میں چھپتی رہیں۔ افسوس صد افسوس۔ ہزار افسوس۔ بلکہ لاکھ افسوس۔ کہ سرلا دیوی چودہرانی کی حمیت اور غیرت نے اس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بات کو تو قبول کیا کہ وہ برھمو ہو کر اور اگر میں غلطی نہیں کرتا تو کسی قدر آریہ ہو کر
وہ اپنے پریس میں اس قسم کی فحش اور ناپاک گالیوں سے بھری ہوئی پریس
جن میں کہ آریہ سماج۔ سوامی دیانند۔ وید۔ خدا۔ خدا پرستوں کو سو سو
گالیاں دی گئی ہوں۔ اور آریوں کی ماں بہنوں تک کی خبر لی گئی ہو اور
بازاری گنڈوں اور شہدوں کی طرح آریہ سماجیوں کو حرامکاری کے
موید بتایا گیا ہو۔ چھپنے کی اجازت دیں۔ لیکن اگر آریہ سماج کا کوئی بہی خواہ
یا خدا پرست ان نالائقوں کی ایسی شرمناک کرتوتوں کا گردن زدنی جواب
دینے کے لئے چودہرانی صاحبہ سے درخواست کرے۔ کہ آپ اس جواب
کو اپنے پریس میں چھاپ دیں۔ تو چودہرانی صاحبہ "فائن ٹیسٹ" کا جامہ
اوڑھ لیں۔ اور انکار کر دیں کیا "فائن ٹیسٹ" اسی کا نام ہے۔ لیکن مجھے
چودہرانی صاحبہ کے برخلاف شکایت کرنا بھی فضول ہے۔ کیونکہ جو عورت
اپنے پریس یا اخبار میں فحش اور گندے اشتہارات چھاپ سکتی ہو۔
اس کے لئے یہ بات کونسی مشکل ہے۔ کہ وہ دیوگورو کے بعض حرامکاری
کے مرتکب بھگتوں کے اخبار کو اپنے پریس میں چھاپے۔ بعض اصحاب
بول اٹھیں گے۔ کہ میں نے ایک "فائن ٹیسٹ" لیڈی پر حملہ کیا ہے بیشک
یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر "فائن ٹیسٹ" لیڈی کا حلیہ یہی ہے۔ کہ وہ اپنے
پریس اور اخبار کے ذریعہ پبلک میں نہایت ہی شرمناک گندے اشتہارات
پھیلا کر روپیہ جمع کرے۔ اور بعض حرامکاروں مکاروں۔ سیاہ کاروں
کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ دوسرے معزز خدا پرستوں کی پگڑیاں
اتارنے میں اس کے پریس کا استعمال کریں۔ اور جب وہ خدا پرست اس
قسم کے حرامکاروں کی سرکوبی کے لئے اس کے پریس کا استعمال کرنا چاہیں
تو وہ ان کو ٹکا سا جواب دیدے۔ اگر "فائن ٹیسٹ" لیڈی کے یہی اوصاف
ہیں۔ تو میں اسکو "لیڈی" ہی کہنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ سرلا یہ کہہ سکتی
ہے۔ کہ میں اردو نہیں جانتی ہوں۔ اس لئے مجھے علم نہیں ہے۔ کہ میرے
اخبار میں کس قسم کے اشتہارات یا میرے پریس میں کس قسم کے اخبارات

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چھپتے ہیں اور میں ان کے لئے ذمہ وار نہیں ہوں۔ مگر یہ ایک غلط عذر ہوگا کیونکہ وہ اپنے پریس اور اخبار کی تحریر کے لئے قانونی طور پر ذمہ وار ہے۔ کیا اگر اس کے اخبار میں ایک بغاوت آمیز مضمون چھپ جاوے۔ اور گورنمنٹ اسپر مقدمہ چلاوے۔ تو وہ یہ عذر کر کے کہ میں اُردو نہیں جانتی ہوں بچ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر وہ اُردو نہیں جانتی۔ تو اس نے ایک اُردو پریس یا اخبار کا ذمہ کیوں لے رکھا ہے۔ جب اس نے ذمہ لیا ہے تو وہ اس کے لئے قانوناً ذمہ وار ہے۔ پس وہ اُن تمام فحش اشتہارات کے لئے بھی ذمہ وار ہے۔ جو کہ اس کے پریس یا اخبار میں شایع ہوتے ہیں۔ اس قسم کے فحش اشتہارات کے ذریعہ روپیہ کمانا اور بعض حرامکاروں کی شرمناک تحریروں کو اپنے پریس میں چھپنے کی اجازت دینا اور دوسری طرف اگر کوئی خدا پرست اِن کی شرمناک گالیوں کا جواب دینا چاہے۔ تو ان کو اپنے پریس میں چھپنے کی اجازت نہ دینا۔ کیا بلحاظ اخلاق۔ کیا بلحاظ اصول۔ کیا بلحاظ کاروبار۔ کیا بلحاظ مذہب۔ کیا بلحاظ قانون قطعی قابل اعتراض اور قابل مواخذہ ہے۔ اور چودہرانی صاحبہ ان سب کے لئے ذمہ وار ہیں۔ پچھلے دنوں میں جب کنور جیدیو سنگھ صاحب نے چودہرانی صاحبہ کے اس عمل کے برخلاف آریہ گزٹ میں پروٹسٹ کیا تھا تو چودہرانی صاحبہ کو ڈیفنڈ کرنے کے لئے ایک دوسرے خردماغ احمق نے یہ جواب دیا تھا۔ کہ یہ کاروبار کا معاملہ ہے۔ شرم

تیسری شکایت

جب دیو سماج کے دھوکہ باز دیورتن نے میرے برخلاف کتاب شایع کی۔ تو میں نے دو دن کے اندر ہی اسکا جواب لکھ دیا۔ اور اسکو بطور ضمیمہ کے اندر میں نکالنا چاہا۔ میں نے چودہری رام بھجدت سے کہا۔ کہ پریس کی بڑی دقت ہے۔ یہ جواب جلدی نکلنا ہے۔ آپ کرپا کر کے اس ضمیمہ کو اپنے پریس میں چھاپ دیجئے۔ اسپر آپ ہی پریس کا نام لکھ دیا گیا ہے۔ چودہری صاحب نے کہا کچھ مضایقہ نہیں آپ کاپیاں منیجر صاحب کو دے دیں۔ لیکن اتنا کریں کہ ذرا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُن کے پروف مجھے دکھا دیں۔ میں نے اِس بات کو منظور کر لیا۔ اور دو
کاپیاں پتھر پر چسپ گئیں۔ لیکن اتنے میں ہی معلوم نہیں کس ذریعہ سے
چودھرانی صاحبہ کو پتہ لگ گیا۔ انہوں نے وہاں سے تار مروڑ دی۔ اور
پتھر جیسے کے جیسے پڑے رہ گئے۔ میرے مینجر نے بہتیرا کہا کہ اس میں کوئی
سڈیشن نہیں ہے۔ آپ اگر اور کچھ نہیں تو اِن دو پتھروں کو چھاپ دیں
جو آپ جما چکے ہیں۔ لیکن وہاں کورا جواب موجود تھا۔ آخرکار میرے مینجر
نے کہا۔ اگر آپ نے ایسا ہی کرنا تھا۔ تو پھر ہماری کاپیوں کو کیوں خراب
کیا۔ آپ اجازت دیں کہ ہم اِن پتھروں کو کسی دوسرے پریس میں اٹھوا
لے جائیں۔ کیونکہ دوبارہ کاپی لکھوانے میں دیر ہو جائے گی۔ مگر اس کی
بھی اجازت نہ ملی۔ اور دوسرے دِن وہ دونوں پتھر کاٹ دئیے گئے۔
میں اور میرا مینجر مُنہ دیکھتے رہ گئے۔ میرے مینجر نے چودھرانی صاحبہ کے
نائب السلطنت کو کئی بار کہا۔ کہ بھلے مانس۔ ایک تو تم نے ہم کو دھوکہ
دیا۔ کہ چھاپنے کا وعدہ کر کے پھر انکار کر دیا۔ دوسرے تم نے ہماری
کاپیوں کو خراب کر دیا۔ اب اور اگر کچھ نہیں۔ تو تم کم از کم اِن کاپیوں کی
قیمت تو ہم کو دے دو۔ مگر چودھرانی صاحبہ کے دربار سے قیمت سے
بھی کورا جواب ملا۔ جن لوگوں نے "لاہوری یا کھنڈی" نامی ضمیمہ کو پڑھا
ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس میں نہ تو سڈیشن ہے۔ نہ ہی فحش۔ بلکہ
دیو سماج کی کتاب کا ایک جواب ہے۔ لیکن چودھرانی صاحبہ کو معلوم نہیں
کدھر کی ضد چڑھ گئی۔ کہ انہوں نے میرے برخلاف کتاب چھاپنے کی
تو دیو رتن کو اجازت دے دی۔ لیکن جب میں نے اس کا جواب چھاپنا
چاہا تو اُن کو "وائن ٹیسٹ" کا خیال آ گیا۔ اوّل تو شرافت اِس بات کی مقتضی
تھی کہ جب مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ ضمیمہ چھاپ دیا جاوے گا۔ اور
کاپیاں بھی پتھر پر لگا دی گئیں تھیں۔ تو چودھرانی صاحبہ کا فرض تھا کہ وہ
اس وعدہ کو پورا کر دیتیں۔ لیکن اگر میں یہ بھی تسلیم کر لوں۔ کہ وعدہ خلافی کو
کوئی اخلاقی جرم نہیں سمجھتی تھیں۔ تو کم از کم شرافت اور انسانیت اِس

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی مقتضی ضرور تھی کہ وہ ان کاپیوں کی جو کہ پتھر پر سے اُڑا دی گئیں کم از کم قیمت تو دیدیتیں۔ مگر نہیں۔ اس "فائن ٹیسٹ" لیڈی سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔ چنانچہ آج تک اُن کاپیوں کی قیمت نہیں دی گئی۔ گو میں اسکے بغیر بھوکا نہیں مر رہا۔ مگر میں ایک "فائن ٹیسٹ" لیڈی کے "ٹیسٹ" کو دیکھ کر حیران ضرور ہوا ہوں۔

آخر کوئی وجہ

اب سوال یہ ہے کہ چودہرانی صاحبہ نے دیو سماج کے بعض بدکرداروں کی تحریروں کو میرے برخلاف چھاپنے کی اجازت کیوں دی۔ اور میرے ساتھ ایسا "وحشیانہ" بلکہ شرافت اور انسانیت سے قطعی گرا ہوا سلوک کیوں روا رکھا گیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میری تحریریں ان اشتہارات کی طرح فحش تھیں۔ کہ جن کا روپیہ چودہرانی صاحبہ وصول کر رہی ہیں۔ یا میری تحریروں میں سڈیشن تھا۔ یا لائبل تھا۔ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ بلکہ اصل معاملہ یہ ہے۔ کہ جن دنوں میں میں ستیہ دھرم پرچارک کو ایڈٹ کرتا تھا۔ اُن ہی دنوں میں گورو کل کانگڑی کے سالانہ جلسہ کی رپورٹ کرتے ہوئے میں نے چودھری رام بھجدت صاحب کے لیکچر پر ایک نکتہ چینی کی تھی جسکو پڑھکر چودھری صاحب تو مسکرا اٹھے۔ مگر چودہرانی صاحبہ کو ناپسند آئی میرے خیال میں یہ اسی نکتہ چینی کا بدلہ تھا۔ جو کہ چودہرانی صاحبہ نے مجھ سے لیا۔ مگر کیا اب میری رائے بدل گئی ہے۔ ہرگز نہیں۔ میری رائے وہی ہے جو کہ اس وقت تھی۔ باقی رہا میری کتابوں کی اشاعت۔ وہ آخر چھپنے سے نہ رہ سکیں۔ چودہرانی صاحبہ کی سردمہری کے باوجود وہ شایع ہوئیں۔ اور آئندہ ہونگی۔ ہاں مجھے اتنا پتہ ضرور لگ گیا۔ کہ "فائن ٹیسٹ" کی لیڈی کیسی ہوتی ہیں۔ اور ایسی برھمو لیڈی کہاں تک دیو گورو جیسے موذی انسان کے اخبار کو جو آریہ سماج۔ سوامی دیانند۔ وید۔ خدا۔ خدا پرستی وغیرہ کی جڑ کاٹنے کے درپے ہے اپنے پریس میں چھاپ کر اس کی عملی مدد کر رہی ہیں۔ اس وجہ کے علاوہ چودہرانی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صاحبہ نے جو دیو سماج کے آریہ سماج کے برخلاف شرمناک گالیوں سے بھرے ہوئے اخبار کو اپنے پریس میں شایع کرنے میں مدد دے رہی ہیں اسکی دوسری وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ چودہرانی صاحبہ ایک پولیٹیکل خیالات کی عورت ہیں۔ ان کو شاید یہ یقین دلایا گیا تھا۔ کہ چودہری رام بھجدت پنجاب میں آریہ سماج کے ہرتا کرتا اور پولیٹیکل لیڈر ہیں۔ لیکن جب انہوں نے پنجاب میں آکر چودہری صاحب کو کس مپرسی کی حالت میں دیکھا تو بہت جھنجھلائیں۔ اور یہ جان کر کہ آریہ سماج چودہری صاحب کو اٹھنے نہیں دیتی۔ اور ان کے راستہ میں لالہ منشی رام اور ان کی نوجوان پارٹی روک بن رہی ہے۔ تو انہوں نے جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے۔ لاہور کے بعض اخبارات کے ایڈیٹروں کو اپنے گھر پر بلا کر دعوتیں دیں اور ان سے درخواست کی۔ کہ وہ لالہ منشی رام کے برخلاف قلم اٹھائیں۔ مگر سوائے ایک یا دو اخبارات کے کسی نے بھی ان کا حق نمک ادا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ چودہرانی صاحبہ نے پنجاب میں آکر جو روش اختیار کی ہے۔ اس سے یہی نتیجہ نکالنا پڑتا ہے۔ کہ وہ اس بات پر تلی ہوئی ہیں۔ کہ جس طرح ہو۔ آریہ سماج کو نیچا دکھایا جاوے۔ چنانچہ اگر آریہ سماج گن۔ کرم سوبھاؤ سے ورن ودستھا مانتا ہے۔ تو وہ جنم سے ورن ودستھا کا پرچار کر رہی ہیں۔ اگر آریہ سماج مورتی پوجا کا کھنڈن کرتا ہے۔ تو وہ کالی۔ درگا وغیرہ کے "قومی گیت" گا رہی ہیں۔ اگر آریہ سماج خطرناک پولیٹکس کا پرچار کرنے والے بعض ناتجربہ کار نوجوانوں کو ڈانٹ بتاتا ہے۔ کہ تم تفت کی ہل چل مچاتے ہو۔ تو چودہرانی صاحبہ آریہ سماج کے بھوشن لالہ لاجپت رائے کو گرا کر پولیٹکل لیڈری کا سہرا اس قسم کے نوجوانوں کے سر پر باندھ رہی ہیں۔ غرضیکہ ان کی جو حرکت ہے وہ سب آریہ سماج کی مخالفت کو لیکر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ان کو پتہ لگا۔ کہ دیو سماج آریہ سماج کی مخالفت پر تلا ہوا ہے۔ تو چودہرانی صاحبہ نے اسکو غنیمت سمجھا اور کھلے ہاتھوں اس کے ناپاک اخبار کو اپنے پریس میں چھپنے کی اجازت دی اور اب تک چھاپ رہی ہیں۔ یہاں تک کہ دیو سماج کی بعض

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہایت ہی ناپاک اور آریہ سماج اور سوامی دیانند اور آریہ سماج کے لیڈروں پر شرمناک حملوں سے پُر دیو سماج کی کتابیں بھی چودھرانی صاحبہ کے پریس میں ہی چھپی اور چھپ رہی ہیں۔ لیکن جب میں نے ان بدکرداروں کی سرکوبی کے لئے قلم اٹھایا اور چودھرانی صاحبہ سے درخواست کی۔ کہ وہ اجازت دیں کہ ان کے پریس میں یہ جوابات چھپ جائیں۔ تو ٹکا سا جواب دے دیا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ اس لئے کہ چودھرانی صاحبہ آریہ سماج کو تو ہر ایک قسم کا نقصان پہونچتے ہوئے دیکھنے میں آنند پاتی ہیں کیونکہ آریہ سماج نے چودھرانی صاحبہ کو ان کی بعض ذاتی کمزوریوں کی وجہ سے جن پر بحث کرنی فضول ہے۔ وہ مرتبہ یا پوزیشن نہیں دی۔ جن کی کہ وہ طالب تھیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ چودھرانی صاحبہ دیو سماج کے ہاتھ سے آریہ سماج کو پٹوانے میں عملی مدد کیوں دے رہی ہیں۔ لیکن دیو سماج پر جب چانٹا پڑنے لگے تو وہ ہاتھ آگے کر لیں۔ کہ ہمارے پریس میں مت مارو چودھرانی صاحبہ دیو سماج کی اس قدر گرویدہ ہو رہی ہیں۔ کہ اب انہوں نے اپنے پریس کی مینجری دیو سماج کے اُس شخص کے سپرد کی ہے۔ جس نے کہ مجھ پر چوری کا چھوٹا مقدمہ چلایا تھا۔ اور جسکو مجسٹریٹ صاحب بہادر نے ایک دھوکہ باز شخص قرار دیا ہے مگر دیو سماج نے معلوم نہیں چودھرانی صاحبہ پر کیا جادو سا کر رکھا ہے۔ کہ وہ انکی مدد کر رہی ہیں اور ایسے ایسے ناپاک چال چلن کے دھوکہ باز انسانوں کی سرپرستی کر رہی ہیں۔ میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر لالہ دینا ناتھ جی موجود ہوتے۔ تو مجھے یہ وقت کبھی بھی پیش نہ آتی۔ لالہ دینا ناتھ جی کے وقت میں ہندوستان پریس میں آریہ سماج کا ہر ایک کام بڑی خوش اسلوبی اور عمدگی سے چھاپا جاتا تھا۔ لیکن افسوس جب سے پریس ایک نیگالی عورت کے ہاتھ آیا ہے۔ تب سے آریہ سماج کو بائیکاٹ کرنا شروع کیا گیا ہے۔ بلکہ آریہ سماج کو نقصان پہونچانے میں مدد دی گئی ہے۔

ایک اور شکایت

اب میں ناظرین کے سامنے ایک اور شکایت بھی کر دینا چاہتا ہوں۔ وہ شکایت میری نہیں۔ بلکہ زیادہ تر پبلک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرف سے ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میں نے اپنی کتابوں کی قیمت بہت زیادہ رکھتی ہے۔ چنانچہ بعض اصحاب نے اس امر کی شکایت کی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ شکایت بالکل بجا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے اس کے بارے میں میں صرف اتنا ہی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ کیونکہ آریہ سماج میں ایسا کوئی پریس نہیں ہے جو سستی قیمت پر کام کرنا منظور کرے دوسرے چونکہ میری کتابوں کا چھاپنا ہر ایک پریس کا کام نہیں ہے اس لئے مجھے پریس کو اسکی مُنہ مانگی اُجرت جو کہ معمولی حالات سے بعض اوقات کئی گنا زیادہ بھی دینی پڑی۔ چونکہ لکھائی چھپائی پر زیادہ خرچ آتا ہے اس لئے اسی نسبت سے اسکی قیمت بھی زیادہ رکھنی پڑتی ہے۔ اگر میں بنئے دوکانداروں کی طرح کنجوسی سے کام کرنے لگوں تو شاید نہ تو کوئی کاتب ہی میری کتابوں کو لکھنے کا نام لے۔ نہ ہی کوئی پریس چھاپنے کا ذمہ وار ہو۔ بعض اصحاب کا خیال ہے اور بعض انکھڑ اور بدسلیقہ آدمی میرے مُنہ پر ہی سوال جڑ دیا کرتے ہیں کہ کیوں جی! آپ کی کتابیں اس قدر بک رہی ہیں۔ آپ کے پاس روپیہ تو بہت جمع ہو گیا ہو گا۔ ایسے احمقوں اور بدتمیزوں کو میں عموماً یہی جواب دیا کرتا ہوں کہ ہاں! ابھی تھوڑی سی کسر باقی ہے۔ وہ پوری ہو جائے تو میں دولت کے میدان میں کارنیگی اور روک فیلر کو چیلنج دیدوں گا۔ لیکن معاملہ دراصل کیا ہے۔ اسکو میں ایک عملی مثال سے واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ جنوری کے شروع میں لاہور کی ایک کتب فروش کمپنی نے مجھ سے ایک سو چند روپیہ کے عوض میں ایک کتاب کی ہزار کاپی خریدی اور اسکو اصلی قیمت پر فروخت کرنا شروع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک اس کمپنی نے اس کتاب کی دو سو کاپیاں بھی فروخت نہیں کیں۔ بلکہ وہ کتاب بند کی بند دیمک کا شکار ہو رہی ہے اسی طرح لاہور کے کئی کتب فروشوں نے مجھ سے کئی کتابوں کی بیس بیس یا پندرہ پندرہ کاپیاں خرید کیں لیکن وہ اسی طرح اُن کے ہاں پڑی ہوئی ہیں۔ اسکے برعکس میں نے چند ماہ کے اندر اندر پچیس ہزار سے زیادہ کتابیں پبلک میں بکھیر ڈالیں اس قدر خوفناک فرق کی وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ میں کام کی غرض سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کام کرتا ہوں۔ اور کتب فروش دام کی غرض سے کتاب بیچتے ہیں۔ اگر میں نے بھی دام کی غرض سے ایسا کرنا ہوتا۔ تو شاید آج تک بمشکل تمام چند سو کاپیاں ہی پبلک کے ہاتھوں میں پہونچتی۔ اور جو کام میں نے چند ماہ میں کیا ہے وہ چند سالوں میں بھی پورا نہ ہوتا۔ دوسرے مجھے نازک مزاج کہو۔ بگڑا مزاج کہو۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ میں حرامکاروں کی حرامکاریوں کو طشت از بام کرنے کے کام کو روپیہ کمانے کا ذریعہ بنانا اپنے لئے ایک لعنت کا کام سمجھتا ہوں۔ اور میرا یہ یقین ہے۔ کہ اس طریقہ سے کمایا ہوا روپیہ اپنے پاس رکھنا میرے آتما کو ناپاک کرنے سے نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے دیو سماج کے ناپاک انسانوں کی بدفعلیوں کے بارے میں ہزارہا کتب قطعی مفت تقسیم کیں۔ اور جو فروخت بھی کی گئی ہیں۔ ان کی آمدنی پھر اس موذی کا سر کچلنے میں لگا دی گئی ہے۔ اس طریقہ پر کام کرنے سے صرف یہی نہیں کہ میں نے اس حرامکاری کی ہانڈی کو توڑنے سے کوئی روپیہ جمع نہیں کیا۔ بلکہ اکثر اس کام کو زیادہ مضبوطی اور مستعدی سے جاری رکھنے کے لئے میں کئی سو روپیہ کے قریب سود پر قرض لینے کے لئے مجبور ہوا ہوں۔ کیونکہ ہر ایک شخص اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ پچاس ہزار سے زیادہ کتاب۔ رسالہ۔ اشتہارات کا چند ماہ کے اندر ایک اکیلے انسان کے ہاتھوں سے نکل جانا جس نے کسی قسم کی بیرونی مدد نہ لی ہو کچھ معنے رکھتا ہے۔ کیا آریہ سماجوں کی کوئی پرتی نذھی سبھا اپنے کئی سال کے ریکارڈ میں سے یہ دکھا سکتی ہے۔ کہ اس نے باوجود لاکھوں کا فنڈ رکھنے کے چند ماہ کے اندر آریہ سماج کے کسی مخالف کا سر کچلنے کے لئے پبلک میں اس قدر کتابیں پھیلائی ہوں۔ جس قدر کہ اندر کے دفتر سے نکلیں؟ اگر میں چاہتا۔ تو ان تمام کتابوں کو اصلی قیمت پر فروخت کر کے ہزاروں روپیہ جمع کر سکتا تھا۔ لیکن اگر میں روپیہ پر لات نہ مارتا۔ تو دیو گورو کے سر پر بھی میری لات نہ پڑ سکتی۔ اور وہ آج انارکلی کی گندی موری میں محصور نہ دیکھا جاتا۔ اور اس نے اور اس کے پنڈوں نے اپنی حرامکاریوں۔ بدمعاشیوں پر پردہ ڈال کر جو بیشمار لوگوں کو گمراہ کر رکھا تھا یا آئندہ گمراہ کرتے۔ اسکا امید وار نہ ہوتا۔ میرے خیال میں ایک بھی نوجوان کا اس گمراہی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بچ جانا بہتر ہے۔ ایک ہزار روپیہ کے جمع کرنے سے۔ میرے لئے اس ملک کے ایک ایک نوجوان کی زندگی زیادہ قیمتی ہے۔ بہ نسبت روپیہ کے۔ اس لئے میں نے نوجوانوں کا ہاتھ پکڑنے اور ان کو ناپاکی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے یا آگاہ کرنے کے مقابلہ میں روپیہ کے سر پر اس زور سے لات ماری۔ کہ وہ دیوگورو کی طرح ٹڑھکیناں کھاتا ہوا اسی انارکلی کی گندی موری میں جا گرا ہے جہاں پر کہ دیوگورو پھنسا پڑا ہے۔ شاید اس جنگ میں روپیہ کے لحاظ سے مجھے یہ وقت پیش نہ آتی۔ اگر میں ذرا بھی دیوگورو اور اس کے پنڈوں کیطرح پبلک کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتا۔ دیوگورو کے پنڈوں نے میرے برخلاف جو ذرا سی کتاب لکھی تھی۔ اس کے چھاپنے کے لئے بھی ان لوگوں نے اپنے اخبار میں متواتر اپیلیں شایع کیں۔ کہ اس کتاب کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ پبلک ہماری مدد کرے۔ غرضیکہ دیوگورو کے پنڈوں نے اس بہانہ سے بہت سا روپیہ بٹور لیا۔ اگر میں پبلک کے سامنے اپنی مالی مشکلات رکھ دیتا یا ذرا سا بھی اشارہ کر دیتا۔ کہ دیوگورو اور اس کے پنڈوں کی شرارتوں اور حرامکاریوں کا بھانڈ پھوڑنے کے لئے مجھے روپیہ کی ضرورت ہے تو شاید آن کی آن میں میرے پاس ہزاروں روپیہ آجاتے۔

ایک دو بار تو میں نے ارادہ بھی کیا۔ کہ اکیلے اس بوجھ کے نیچے مرنا ٹھیک نہیں۔ کچھ باہر سے مدد لے لینی چاہیئے۔ مگر میں نے ابھی اس قسم کی بیرونی مدد کا خیال ہی کیا تھا۔ کہ جنگل سے ایک بزرگ کی آواز آئی "خبردار روپیہ کیلئے کسی کے سامنے ہاتھ مت پھیلانا"۔ قریب تھا کہ میرا خیال عملی جامہ پہنے۔ لیکن اس آواز کے آتے ہی وہ خیال بھی مر گیا اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہی ہو۔ لیکن اپنا بوجھ دوسرے کے سر پر نہیں ڈالوں گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے سال بھر تک دیوگورو اور اس کے پنڈوں کو خوب رگڑا۔ رگڑا۔ رگڑ رگڑ کر میرے کا سُرمہ بنا دیا۔ ایک سال تک عدالت میں بھی اُن کے سر پر کھونسڑے پڑتے رہے۔ لیکن میں نے اس تمام رگڑا رگڑی میں کسی سے سل بٹے کی درخواست نہیں کی۔ بلکہ تن تنہا ہی ان بیدینوں کی چٹنی بنا دی اور دیوگورو کی بمبب بُلا دی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مگر یہ کس کی مدد سے۔ محض پرماتما کی مدد سے!

دیوگورو کے پنڈوں کی قلابازیاں

اس مختصر سی رپورٹ کو پڑھ کر دیوگورو کے بعض احمق پنڈے جنکی عقل اُن کی "گُت" کے پیچھے لگی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ قلابازیاں کھائیں گے اور نئے سالانہ جلسہ پر میز کوٹ کوٹ کر اور گلا پھاڑ پھاڑ کر یہ بکواس کریں گے کہ دیکھا دیوگورو بھگوان کی شکتی۔ کہ دھرم پال نے اُن کے کام کو مٹا ڈالنے کے لئے اتنا زور خرچ کیا۔ مقروض تک بھی ہو گیا۔ اور پچاس ہزار سے زیادہ کتابیں رسالے اور اشتہارات اُن کے کام کو مٹا دینے کے لئے تقسیم کئے مگر اسپر بھی اس نے ہمارا کیا بگاڑ لیا۔ نتیجے ہمارا کام پہلے سے ترقی پر ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن دیوگورو کے پنڈوں کا یہ بکواس قطعی فضول ہوگا۔ کیونکہ میں نے یہ دعوے نہیں کیا تھا کہ ان کی دوکانداری بند کر دوں گا۔ بلکہ میرا دعوے یہ تھا کہ اِن کے دعووں کو بیخ و بُن سے اُکھاڑ کر کھاری سمندر میں غرق کر دونگا اور میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اِن لوگوں کے تمام دعووں کو جو کہ زیادہ تر مکاری۔ فریب۔ دھوکہ دہی۔ پاکھنڈ۔ اور شرارت پر مبنی تھے قطعی بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ باقی رہا ان کی دوکانداری کا بند ہونا۔ میرے نزدیک یہ ایک مشکل بات ہے۔ کیونکہ جب اس با امن گورنمنٹ کے سایہ میں کوئی شخص انارکلی کی ایک فاحشہ عورت کی دکان کو بند نہیں کر سکتا۔ بلکہ آئے دن کثرت سے اس لشکے کے آدمی ایک ایک فاحشہ عورت کے پاس جاتے اور اس کے قدموں میں سر رکھتے اور اپنے دین و ایمان کو تباہ کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ تو کیا دیوگورو کے پنڈے اِن عورتوں سے گئے گزرے ہو گئے۔ کہ لوگ ان کی مکاریوں۔ حرامکاریوں۔ سیاہ کاریوں۔ دھوکہ بازیوں اور ہر ایک قسم کی مجرمانہ حرکات کو جانتے بوجھتے بھی اُن کے پاس جانے سے پرہیز کریں ہرگز نہیں۔ لوگ اُن کے پاس جائیں گے۔ اور برابر جائیں گے۔ ہاں میرا فرض صرف اتنا ہی تھا۔ کہ میں لوگوں کو اور خاص کر نوجوانوں کو ان کی اصلیت سے آگاہ کر دوں۔ اور میں نے وہ فرض پورا کر دیا اب اگر کوئی شخص اِن تمام واقعات کو جانتے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے باوجود بھی اُن کے دام میں پھنستا ہے۔ تو جیسے میں ایک نوجوان کو انارکلی کی فاحشہ عورت یا شراب کی دکان پر جانے سے ڈنڈے مار کر نہیں روک سکتا۔ ویسے ہی میں اسکو انارکلی کی اس "وگیان مولک" دکان پر جانے اور اپنا دین وایمان تباہ کرنے سے زبردستی نہیں روک سکتا۔ یا جیسے میں کسی فاحشہ عورت کی دکان کو زبردستی بند نہیں کر سکتا۔ ویسے ہی میں دیوگورو کے پنڈتوں کی دکانداری کو ان کی حرامکاریوں کے جاننے کے باوجود بند نہیں کر سکتا جب اس ملک میں ایک ایک فاحشہ عورت کی دوکان چل رہی ہے تو دیوگورو جیسے "پورنا ناگ دھرم اوتار" کی دکان کو بند کرنیوالا اور کون؟

مالی مشکلات کی دوسری وجہ

مذکورہ بالا بیان سے اندر کی مالی مشکلات کا پتہ لگ سکتا ہے لیکن اوپر بیان کی ہوئی وجہ کے علاوہ اندر کی اس مشکل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اُس نے اس سال بڑی فیاضی سے کام لیا ہے۔ اس فیاضی کے ثبوت کے لئے چند اعداد پیش کر دینے ہی کافی ہیں اندر نے اپنے جنم دن پر پبلک سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ۶۴ صفحہ پر نکالا کرے گا چنانچہ اس حساب سے اندر کی جلد کے ۷۶۸ صفحے ہونے چاہئے تھے لیکن پہلے سال کی جلد ۷۸۶ صفحہ پر ختم ہوئی دوسرے سال کی جلد پورے ۸۰۰ صفحہ کی ہو گئی۔ لیکن اس تیسرے سال کی جلد ایکہزار صفحہ تک پہونچ گئی۔ گویا تیسرے سال اندر نے اپنے وعدہ سے دوسو بتیس صفحہ زیادہ پبلک کی نذر کئے۔ یا بالفاظ دیگر مقررہ صفحوں کے لحاظ سے اس نے چار رسالے زیادہ پبلک کے سامنے رکھے۔ مگر نہیں اسی پر بس نہیں پہلے سال اندر کے ایک صفحہ میں بیس سطریں ہوتی تھیں۔ دوسرے سال تیس سطریں کی گئیں۔ لیکن تیسرے سال پچیس سطریں کر دی گئیں۔ گویا اس حساب سے پہلے سال کی نسبت علاوہ مذکورہ بالا صفحوں کی زیادتی کے تقریباً دوسو صفحوں کی زیادتی اور ہوئی۔ الغرض مضمون کے لحاظ سے اس سال اندر میں پہلے سال کی نسبت چار سو بتیس صفحوں کا مضمون زیادہ نکلا ہے۔ اسکا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر موجودہ سال کا پہلے سال کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو اندر نے اپنے ناظرین کے ہاتھ میں اس سال تقریباً سات رسالوں کا مضمون زیادہ پہونچایا ہے۔ اسی لحاظ سے اس کے اخراجات میں بھی زیادتی ہوئی ہے اگر اندر اپنے پہلے سال کے وعدہ کردہ پیمانہ پر چلتا رہتا۔ اور اس زیادتی سے پرہیز کرتا۔ تو اسکو تقریباً سات سو روپیہ زیادہ خرچ نہ کرنا پڑتا۔ یا یوں کہو۔ کہ اندر اگر شاہانہ چال نہ چلتا تو اس کی مالی حالت بہت اچھی رہتی۔

آخری کلمات

پیشتر اس کے کہ میں اس بیان کو ختم کروں۔ میں اپنے ناظرین کے سامنے چند آخری کلمات اور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایک کمزور انسان ہوں۔ اور میں اپنی کمزوریوں کا معترف ہوں۔ اندر کے ذریعہ میں تین سال سے لگاتار سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں انسانوں سے ملاقات اور بات چیت کرتا رہا ہوں۔ میں نے حتی المقدور ہمیشہ یہی کوشش کی ہے۔ کہ میں کسی کے حقوق کو زائل نہ کروں۔ میرے ناظرین کے مجھ پر حقوق رہے ہیں۔ اور جہاں تک واقعات نے مجھے دیکھ بھال کی اجازت دی ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس تمام عرصہ میں میں نے کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ یہ اور بات ہے۔ کہ ڈاک خانہ کی غفلت کی وجہ سے کسی کو اندر وقت پر نہ ملا ہو۔ یا راستہ میں گم ہو گیا ہو۔ باوجود اس کے جنے پرچہ کے نہ پہونچنے کی شکایت کی ہے میں نے اس کے پاس دوبارہ بلکہ اگر دوبارہ بھی پرچہ نہ ملے۔ تو سہ بارہ تک روانہ کروایا ہے۔ بعض اصحاب کے وی۔ پی کا روپیہ ڈاک خانہ والوں کی بد انتظامی کی وجہ سے اندر کے دفتر میں نہیں پہنچا۔ . . . . . گو اندر اصولاً اور قانوناً یہ حق رکھتا تھا۔ کہ ایسے اصحاب کے نام جن کا چندہ ڈاک خانہ والوں کی غفلت کیوجہ سے اندر کو آج تک وصول نہیں ہوا۔ پرچہ جاری نہ کرتا لیکن میں نے ایسے اصحاب کے نام بھی پرچہ جاری رکھا ہے۔ اندر نے جس تاریخ کو شایع ہونے کا نوٹس دیا ہے۔ اسی تاریخ کو باقاعدہ نکلتا رہا ہے۔ اس سال جہاں تک مجھے یاد ہے۔ اندر دو بار ایک ایک دن کی دیری سے ڈاکخانہ سے روانہ ہوا۔ لیکن اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ پہلی تاریخ کو جو کہ اندر کی روانگی کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاریخ ہے۔ اتوار آگیا۔ اور اتوار کو ڈاک خانہ والوں نے اندر کو روانہ کرنے سے انکار کر دیا۔ میں مانتا ہوں۔ کہ اندر کے ناظرین اندر کی ذراسی دیر سے بے چین ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اصحاب بذریعہ تار شکایت کرتے رہے ہیں۔ کہ آج اندر یہاں آنا چاہیئے تھا۔ لیکن نہیں آیا۔ کیا وجہ ہے؟ مگر میرے خیال میں اس دیری یا گم شدگی کا جواب وہ محکمہ ڈاک ہے۔ تاہم اندر کے منیجر نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی ہے۔ کہ وہ تمام شکایتوں کو سُنے اور ان کا تدارک کرے۔ لیکن باوجود اس کے اگر اندر کی طرف سے پھر بھی کسی قسم کی غلطی یا خطا سرزد ہوئی ہو تو میں بڑے عجز کے ساتھ اسکو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس سال اس بات کو دیکھ کر کہ محض بخار سے بہت سے لوگ آناً فاناً موت کا شکار ہو گئے۔ میرے دل پر ایک عجیب اثر ہوا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ہم میں سے کون کب ہم سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اسلئے ہم سب کی کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ ہمارا باہمی معاملہ قطعی صاف رہے تاکہ ہم کسی کے حقوق کو اپنی گردن پر لے کر نہ جائیں۔ آخر میں میں اپنے ناظرین سے پھر التماس کرتا ہوں۔ کہ میں نے ان کی سیوا کا ذمہ لیا ہے۔ اگر اس سیوا میں میری طرف سے کوئی فروگذاشت ہوئی ہو۔ تو وہ مجھے ایک کمزور انسان سمجھ کر معذور سمجھیں ؎

ہنس راج اور منشی رام

(از مسٹر شب برت لال ایم اے ایڈیٹر سادھو لاہور)

نصیحتے کنمت بشنود بہانہ مگیر
کہ ہرچہ ناصح مشفق بگویدت بہ پذیر

آریہ سماج ضرورتِ وقت ہے۔ آریہ سماج نے ابتک جو کچھ کیا اور جو کچھ کر رہا ہے وہ بھی ضرورتِ وقت کے محدود دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ آگے چلکر آریہ سماج کیا کام کرے گا۔ اس کی کیا صورت ہوگی اور دُنیا میں وہ کیا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حیثیت حاصل کرے گا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ نہ کوئی شخص جان سکتا۔ ہر تحریک کا مستقبل ہمیشہ تاریکی میں رہا کرتا ہے۔ اُس کی نسبت گو عوام کی اُمیدیں بستی بخش ہوں۔ مگر پیشینگوئی کرتے ہوئے عقلمند سے عقلمند آدمی کے کان کھڑے ہوتے ہیں۔ کون جانے آگے چلکر کیا پیش آئے۔ حالات و واقعات کیا صورتیں اختیار کریں اور انسان کے خیالات کس خاص رُخ کی طرف مایل ہوں۔ کیا کسی کو کسی تحریک کسی کام یا کسی آدمی کی زندگی کے متعلق یقینی طور پر پیشینگوئی کرنے کی جُرات ہو سکتی ہے؟ ہم سمجھتے ہیں۔ "نہیں" اور اس لئے ہم کو اور آپ کو اور ساری دُنیا کو زمانہ موجودہ میں ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے خیالی معراج کی پیروی میں لگے رہنا چاہئے۔ اور ہر چیز کی وقعت عزت اور حیثیت صرف اس کی موجودہ حالت دیکھ کر اُسی وقت رائے قایم کرنی چاہئے۔

از خیالِ پری و جاں بگذر
آدمی را بچشم حال نگر

آریہ سماج کا بزرگ بانی بلا کا موقع بین انسان گذرا ہے۔ مہرشی سوامی دیانند کی اصلی تعریف دو مختصر لفظوں میں اس طرح کی جا سکتی ہے "وہ گذشتہ رشیوں کے دماغ کے اعلےٰ و پاکیزہ جوہر۔ اور موجودہ آریہ ورت کے بہترین دلوں کے خلاصہ تھے" ان معدودے چند لفظوں کی تہہ میں میری دانست میں اس بزرگ کی تمام اوصاف۔ تمام حسنات اور تمام خوبیوں کا بخوڑ موجود ہے ممکن ہے میرے بھونڈے لفظ زیدہ واضح پیرایہ میں اصلیت کے اظہار میں قاصر ثابت ہوں۔ مگر میں اس وقت جو کچھ کہہ رہا ہوں صاف صاف اور سچے سچے لفظوں میں ادا کر رہا ہوں۔ سوامی جی نے آریہ ورت کی موجودہ حالت دیکھی۔ وہ حالت ایک زیادہ دن کے کمزور مریض سے مشابہ تھی۔ حکیم بھی ایسا زبردست تھا جو مکان زمان اور موجودہ سامان سے کام لینے کی پوری پوری لیاقت رکھتا تھا اسلئے مرض کی تشخیص و تنقیح کرنے کے بعد اُس نے جو علاج تجویز کیا اسکی عملی صورت ہم آریہ سماج کو کہہ سکتے ہیں۔ آریہ سماج کیا ہے۔ اور اُس کو کیا ہونا چاہئے۔ نہ اس وقت زیر بحث مضمون

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ نہ اُس پر اس قدر بحث کرنے کی ضرورت ہی ہے۔ مگر اس قدر کہہ دینے میں چنداں ہرج نہیں ہے۔ کہ آریہ سماج نہ کوئی پنتھ ہے نہ کوئی نیا فرقہ ہے اسکو سمپردائے بھی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اصل میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ آریوں کا سماج یعنے مذہب اور خوش اخلاق و بہمہ صفت موصوف انسانوں کا انجمن ہے۔ اس سے زیادہ کھینچ تان کر کے اُس میں خاص قسم کی خصوصیت پیدا کرنا فعل عبث ہے۔ سوامی دیانند کی آریہ سماج کے انعقاد سے یہ غرض تھی کہ ملک میں ایک اس قسم کا انجمن قایم ہو جس میں اعلےٰ خدمات اعلےٰ خیالات اور اعلےٰ اصول کے آدمی شریک ہوں اور وہ نہ صرف آریہ جاتی کے ڈوبتے ہوئے بیڑے کو کنارے پر لگنے کا سہارا دیں بلکہ مل جل کر خود نیک و پاک بن کر بھولے بھٹکوں کو رشیوں کے اصول پر لائیں۔ ویدوں کا استحقاق منش ماتر کے لئے ثابت کریں۔ اور اُن کو جو آریوں سے علیحدہ ہیں آریہ بننے۔ آریہ کہلانے اور آریوں میں شامل ہونے کا موقع دیں۔ اور یہی ایک معقول مرغوب اور پسند طریقہ تھا جس سے ویدک اصول کی منادی ہو کر قوم اور ملک اور ساری دُنیا کا بھلا ہو سکتا تھا۔ آریوں کے درمیان آریہ سماج ایسے اولوالعزم اور سمجھ بوجھ والے آدمیوں کا مجمع تھا جو دھرم میں قوم و ملک کی رہبری کے لئے مقصود تھا۔ اور اسی خیال سے اُس دوراندیش اور عقیل مہاتما نے ایسے اصول و قاعدہ منضبط کئے تھے کہ صرف اُن کی پابندی کرنے والوں ہی کو اس میں شرکت و شمولیت کا فخر ہو سکے اور دوسرے لوگ ان کے مثال۔ اقوال اور افعال سے متاثر ہو کر نیک بننے کی کوشش میں لگیں اور اپنے وقت پر اُن کی تقلید میں اوروں کا بھلا کریں۔ سب سے پہلے ایثار نفس اور سچی نفس کشی کی مثال خود سوامی دیانند نے قایم کی۔ اور فنافی الدین کا رُتبہ حاصل کیا۔ امید یہ تھی کہ اُن کے بعد اور بھی بہت سے آدمی اس قسم کے نکلیں گے اور سوامی کے نیک مشن کو سرسبز رکھتے ہوئے اُن کی اصلی غرض کو کامیاب بنا دیں گے۔ مگر افسوس ہے۔ چراغ لیکر ڈھونڈنے پر بھی آریہ سماج میں وسیع النظری اور فراخ حوصلگی کے انسان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نظر نہیں آتے۔ آریہ سماج نے چاہے اور نیک کام جزوی طور پر کئے ہوں۔ مگر اچھے آدمی کے پیدا کرنے میں اُس کی ناکامیابی اظہر من الشمس ہے۔ ہم ایک آدھ مدرسوں کے کھل جانے کو کبھی اتنی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہیں ہمارا سوال صرف یہ ہوا کرتا ہے کہ تم نے دراصل کتنے آدمی پیدا کئے۔ آپ صرف دو چار آدمی پیدا کر دو جن میں تہذیب اخلاق اور دھرم کا پیار ہو اور تمہاری سوسائٹی ہر پہلو سے آراستہ ہو جائے گی۔ اگر آدمی مل جائیں تو دھن دولت۔ سکول۔ کالج۔ بن جانے کوئی چیز نہیں ہے۔ آئیڈیل انسان بذات خود اس قسم کے انسٹیٹوشن ہیں۔ جو تمام نیک کاموں کے مبدا اور موجد ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ آریہ سماج کے اس جانکاہ ناکامیابی کی حالت میں پھر بھی دو ایسی شخصیتیں نظر آتی ہیں جو گو مکمل نہ ہوں تاہم وہ اپنے طور پر نہ صرف اپنے یگانوں بلکہ بیگانوں کے کشش۔ توجہ اور عزت کا باعث بن رہی ہیں یہ شخصیتیں لالہ منشی رام اور لالہ ہنسراج ہیں۔ آریہ سماج میں جو کچھ زندگی نظر آتی ہے۔ جو کچھ تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے جو کچھ ذرا بھی جوش و خروش ہے وہ صرف ہنسراج اور منشی رام کی وجہ سے ہے۔ اور صوبوں میں آریہ سماج کا کام صاف طور پر مُردہ نظر آتا ہے بنگال اور بمبئی میں اس کی وہ حالت ہے جو راکھ کے انبار میں دبی ہوئی چنگاڑیوں کی ہوتی ہے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں سماجوں کی تعداد قابل اطمینان ضرور ہے۔ مگر ان کے کام میں جان نہیں ہے۔ کانپور کے منڈلی نے آریہ سماج کا خون و ماں چوس لیا ذات پانت کی ناقص تمیز ہندوں سے زیادہ آریہ سماج میں آگئی ہے۔ تعلیم یافتہ جماعت تو بالکل ہی سماج کی طرف مخاطب نہیں جو معمولی عقل و تمیز کے آدمی آتے ہیں ان کی موجودہ حالت کا اظہار اس ہندوستانی مسئلہ سے صاف صاف ہو جاتا ہے۔ سوت نہ کپاس جولاہوں سے گتھم گتھا۔ مگر پنجاب میں آریہ سماج ہر پہلو سے زندہ تحریک کہلانے کا مستحق ہے نہ صرف اس کے سالانہ جلسے شاندار ہوتے ہیں نہ صرف اس کے تمام انسٹیٹوشن جیتے جاگتے نظر آتے ہیں بلکہ اس کا مشن پنجاب کے گوشہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گوشہ میں کام کر رہا ہے۔ آریہ سماج یہاں زبردست اثر رکھتا ہے۔ اس کے خیالات بلا مبالغہ تمام ہندوں میں محیط۔ حاوی اور متصرف ہو رہے ہیں اور نہ صرف اہل ہنود بلکہ مسلمان اور عیسائیوں کو بھی اس کا لوہا ماننا پڑتا ہے۔ یہاں ہی سماج کے جدوجہد کا مرکز ہے یہاں ہی کچھ تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے اور جگہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مگر یہ کیوں ہے؟ صرف اس وجہ سے کہ ہنسراج اور منشی رام آریہ سماج کے پودے کو اپنے خون سے سینچ رہے ہیں۔ گالیاں سنتے ہیں۔ لعنت ملامت کا نشانہ بنائے جاتے ہیں۔ اپنا ذاتی نفع بالائے طاق رکھے ہوئے ہیں۔ اور سخت دقتوں کی موجودگی میں استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنا کام کئے جا رہے ہیں۔ کام کرنے میں ایک خاص قسم کی طاقت ہے۔ کام کے سیلاب کا مقابلہ مخالف کبھی نہیں کر سکتے کام کرنا بطور خود کامیابی کی زبردست دلیل ہے۔ اور چونکہ ان دو صاحبان نے کسی نہ کسی صورت میں اپنے آپ کو آریہ سماج کیلئے قربان کر رکھا ہے۔ پنجاب کے آریہ سماج میں جان نظر آتی ہے اور ہم بلا مبالغہ اور بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ پنجاب کا سارا کام صرف ان دونوں آدمیوں کی عملی مثال کا نتیجہ ہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر پنجاب میں جو سب سے زیادہ مایوس کرنے والا واقعہ نظر آرہا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ان سمجھی سے نادانی سے۔ غلط فہمی سے دوسروں کے اشتعالک اور تحریک سے ان دونوں آدمیوں کو وقتاً فوقتاً اس طرح جا بیجا ملامت کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ جو آریہ سماج کا نام رکھنے والی جماعت کے لئے ہر پہلو سے شرمناک ہے۔ بڑی عمر والوں کو جانے دیجئے۔ چھوٹے چھوٹے بچے سماجوں کے پلیٹ پر کھڑے ہو کر دشنام کرنے لگتے ہیں اور جو کچھ اناپ شناپ منہ میں آیا بک دیتے ہیں۔ سماجیں بالعوض اس کے کہ ان کی تہدید و تنبیہ کریں خوش ہوتی ہیں۔ لوگ تالیاں پیٹتے ہیں چیر زدیتے ہیں اور آئندہ کیلئے اس قسم کی بیجا کارروائی کے لئے ان کو حوصلہ دیتے ہیں۔ کیا یہ نظارہ کبھی امید بخش ہو سکتا ہے؟ ہر سوسائٹی میں آرگنزیشن کی متابعت کی سخت ضرورت ہے۔ چھوٹے بڑوں کو اس طرح عمل ملکر رہنا چاہئے جیسے ایک انجن کے تمام پرزے ایک دوسرے کیساتھ گتھے ہوئے کام کرتے ہیں اس لعنت ملامت بس طعن و تشنیع اور اس نفرین اور نکتہ چینی سے ایک اس قسم کی ناقص و نامرغوب

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بُو آتی ہے جو کبھی کبھی ہمارے حوصلوں کے پست کر دینے کے لئے کافی ہے۔ ہر سوسائیٹی کے افراد کو ہمیشہ ضبط کی حالت میں رہنا چاہئے۔ جہاں ضبط نہیں جہاں تہذیب نفس نہیں جہاں چھوٹے بڑوں کے آداب کا لحاظ نہیں۔ وہاں ہمیشہ بغاوت اور بربادی کے شعلے بھڑکتے رہیں گے اور وہ سوسائیٹی کبھی باقاعدہ نہ بن سکیگی۔ میرا یہ مقصد کبھی نہیں ہے کہ مناسب و جایز نکتہ چینی نہ کی جاوے۔ خواہ ہر شخص منشی رام یا ہنسراج کو ولی یا نبی سمجھ کر اُن کی پرستش کرے۔ نہیں کبھی نہیں اُن کی ذات پبلک کی جایداد ہے۔ ہر شخص کو مجاز ہے کہ جائز رائے قایم کرے۔ مگر موقع۔ محل۔ بزرگی اور حالت کا بھی خیال رکھے۔ منشی رام یا ہنسراج۔ جیسا میں نے پہلے کہا ہے۔ مکمل انسان نہیں ہیں اُن میں نقص ہوں گے۔ بہت سی باتوں میں ان میں کمی ہوگی اور ہونی بھی چاہے مگر اس کے معنی یہ کب ہیں کہ ہر وقت خواہ مخواہ ان کو کوسا جاے اور چھوٹے بڑے سب جو جی میں آوے بُرا بھلا کہتے رہیں۔ موجودہ وقت کے آریہ سماج میں ہنس راج اور منشی رام دونوں قابل تعظیم شخصیتیں ہیں سوامی دیانند کے بعد آریہ سماج کی تواریخ میں اگر کہیں دلچسپ قابل مطالعہ اور سبق آموز صفحات ملیں گے تو وہ صرف ان کی مختصر مگر کار آمد زندگیاں ہیں۔ ان کو خارج کر دو۔ پھر کیا باقی رہتا ہے؟ اسلئے شاید یہ بہتر ہوگا کہ اب لوگ کم از کم اس قدر ضرور خیال رکھیں کہ جا بیجا فضول نکتہ چینی نہ ہوا کرے۔ لڑکوں کو کم از کم تنبیہہ کر دینا چاہئے کہ ان کی شان میں بُرے کلمے نہ استعمال کریں ؎

بزرگش نہ خوانند اہل خرد
کہ نام بزرگاں بزشتی برد

بودھوں کی ایک کتاب میں کسی جگہ ذکر آیا ہے۔ ایک مرتبہ بُدھ بھگوان کے بھکشوں نے شکایت کی کہ نوجوان لوگ پاس ادب کا لحاظ نہیں رکھتے۔ بزرگوں کے آگے چلتے ہیں اور اُن کو سخت سُست بھی کہہ دیتے ہیں۔ بُدھ نے اس شکایت کو سُنا اُس وقت کچھ جواب نہیں دیا۔ مگر جب سنگھ (سماج) اکٹھا ہوا اُس نے کہا۔ نوجوانو! بڑوں کا پاس ادب نہ کرنا نہایت مکروہ حرکت ہے۔ جن میں یہ عادت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوگی وہ تہذیب نفس اور دل کے ضبط کرنے میں ناکامیاب ہوں گے اور سنگھ کا بنا بنایا کام بگڑ جائے گا جب تم لوگ میری زندگی میں اس طرح گستاخانہ حرکت کرتے ہو تو آیندہ تم سے کیا امید کی جائے۔ نوجوان ان باتوں کو سُنکر متاثر ہوئے اور پھر کبھی بغاوت یا گستاخی کی شکایت نہیں سُنی گئی۔ آریہ سماج میں صرف یہی دو زندگیاں ہیں جو نہ صرف اس وقت بلکہ آیندہ زمانہ کے ہونہار بچوں کو بھی یاد دلاتی رہینگی۔ کہ منشی رام اور ہنسراج نے اس طرح عامہ خلایق کے منفعت کی نگاہ سے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ مگر اس وقت اُن کے ساتھ بلا ضرورت ناحق ناخوشگوار سلوک کیا جا رہا ہے۔ آریہ سماج پنجاب کو چاہیئے۔ اب اس بات کی اصلاح کرے۔ مہاتما اور کالج پارٹی کی دلخراش تمیز محض اسوجہ سے ہوئی تھی کہ مہاتماؤں کی دانست میں کالج پارٹی کے لوگ مانس خوری کی حمایت کرتے تھے اور اس کے پرچارک تھے مگر عرصہ چار پانچ برس سے میں خود دیکھ رہا ہوں وہ گوشت خوری کے اُسی قدر مخالف ہیں جس قدر خود مہاتما ہیں۔ آریہ گزٹ اُن کے پرتی ندھی سبھا کا آرگن بدفعات متواتر اعلان کر چکا کہ مانس کھانا ویدوں کی رو سے جائز نہیں ہے۔ پھر اب آپس میں کیا اختلاف رہا؟ اس سے زیادہ اور کیا شہادت درکار ہے۔ اگر چند آدمی مانس کھاتے ہیں تو یہ اُن کا ذاتی فعل ہے۔ دو میں سے ایک سماج بھی کسی شخص کے ذاتی فعل کی ذمہ واری نہیں کر سکتا۔ پس دونوں طرف کے لوگوں کو چاہیئے کہ اگر مِل کر کام نہیں کرتے تو نہ سہی۔ الگ الگ اپنا کام کریں مگر دونوں پارٹی کے اِن ممتاز لیڈروں کی عزت کا ہمیشہ خیال رکھیں۔

"جھیل مانسرور کے نظارے"

[از مسٹر افشار ریاست سرمور]

قدرت نے جہاں انسانوں کو بہت سے عطیے بخشے ہیں۔ اُن میں وہ ایک رنگ برنگ کے پہاڑ بھی ہیں جن کو قدرت کے فیاض ہاتھوں نے پھولوں کے گلدستوں کی طرح یکے بعد دیگرے سجایا ہے جہاں اونچے اونچے درخت آسمان سے باتیں کرتے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نظر آتے ہیں۔ سرو قد نوجوانانِ قدرت اپنی معشوقہ باد بہاری سے ہم آغوش ہوکر خود مستی اور خود فراموشی کی حالت میں جھومنے لگتے ہیں۔ اور کبھی اُس کے فرحت بخش جھونکوں سے وجد میں آکر اپنے صانع کے نام کی سمرن کرنے لگتے ہیں۔ جہاں آبشاروں اور جھرنوں سے آب زلال اپنے شیدائیوں اور گل رعناؤں کی طپش وعطش بجھا رہا ہے۔ جہاں دُنیا کے فکر و تردد دم کے دم میں کافور ہو جاتے ہیں۔ اور بے اختیار جی چاہتا ہے۔ کہ اب قدم پیچھے نہ ہٹائے۔ اور یہ چار دن کی زندگی قدرت کے غور و پرداخت اور اُس کے خالق کی عبادت و ریاضت میں میں بسر کر دیجئے۔ یہی پوتر استھان ہیں جہاں جوگیوں۔ منیوں۔ سنیاسیوں کی بود و باش رہتی ہے۔ یہی پاک مقام ہیں جہاں بیٹھ کر دُنیا سے کشیدہ خاطروں اور عارفوں نے آتما کے حصول اور خلق کی بہتری و بہبودی کے مسایل پر غور و خوض کیا۔ یہی نظارے تھے جنپر رام سوامی محو ہو گئے۔ ان کا شعر اُنکی دلی حالت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ میدانوں میں رہنا ٹھیک ہے
کون جائے رام اب گنگا کی لہریں چھوڑ کر

ہارپر میگزن (Harper Magazine) مین ڈاکٹر ہیڈن (Heden) نے تبت کے حالات کے متعلق مزید تحقیقات کی داستان شایع کرائی ہے۔ اُن کی نہایت ہی قابل ذکر تحقیق ایک دو ہزار میل لمبے پہاڑ کے سلسلے کے متعلق ہے جو سطح زمین سے ۱۹۰۰۰ فیٹ ہے۔ جسکو انہوں نے تبت کے بیچوں بیچ گذرتے ہوئے دریافت کیا۔

وہ ذکر کرتے ہیں "اس زمانہ میں جبکہ تمام دُنیا کی تحقیقات مکمل ہو چکی ہے۔ کیسا عجیب معلوم ہوگا اگر کوئی کہے کہ میں نے بذات خود دو ہزار میل لمبا پہاڑوں کا سلسلہ دریافت کیا ہے۔ یہ معلوم کر کے تعجب بہ نسبت کم ہونے کے بڑھتا جائے گا کہ اس سلسلہ کے آس پاس کا ملک دریافت شدہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایسی دریافت دوبارہ نہیں ہو سکتی کیونکہ کرۂ ارض پر اس قدر لمبا پہاڑوں کا سلسلہ دریافت کے لئے اب باقی نہیں ہے۔"

اس سلسلے کا نام اُس نے اسکی اُونچی چوٹی کے نام پر چین نٹگلا (Chen Tan gla)

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکھتا ہے۔

چینی احکام نے ڈاکٹر ہیڈن (Dr Hedin) کی روک تھام کی کوششیں کی کہ مبادا وہ مقدس مقامات تک پہنچ جائے لیکن وہ دروں اور گھاٹیوں کی راہ منزل مقصود تک جا ہی پہونچا۔

وہ لکھتا ہے:۔ "جوں جوں میں اوپر چڑھتا گیا قدرت کی نفاست کا پوشیدہ خزانہ میرے ہاتھ آتا گیا۔ ہرے ہرے درختوں سے سارے پہاڑ ڈھکے ہوئے تھے خوش رنگ جانور شاخوں پر چہچہا رہے تھے۔ پتھروں پر بنفشہ پھلا ہوا تھا۔ پہاڑ چاروں طرف سر بفلک کھڑے تھے۔ سورج کی خوشگوار شعاعیں گنجان درختوں کے پتوں سے چھن چھن کر آرہی تھی۔ اور بڑھا تو منظر ہی بدل گیا سبزی غائب کوہ تھی گزوں برف پہاڑوں پر جما ہوا تھا۔ برف سے ستور تمام کوہسار دھوپ سے منعکس تھا۔ نگاہ مشکل سے ٹھہر سکتی تھی۔ کلیجا سردی سے کانپتا تھا۔ پاؤں چلنے سے جواب دیتے تھے۔ مگر دلی شوق بڑھتا ہی گیا حتےٰ کہ مقدس جھیل مانسرور کے کنارے جا ہی پہونچا۔

بہشت کی سی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اور چار طرف پانی جھر رہا تھا جھیل مانسرور دنیا کی تمام خوبصورت جھیلوں پر سبقت لے گئی ہے۔ بیشمار ہندو جاتریوں کا منزل مقصود ہے۔ وہ جھیل جسکی تعریف و توصیف میں مختلف مذاہب رطب اللسان ہیں۔ اور جسکو راما اپنے دیوتاؤں کا استھان قرار دیتے ہیں۔ میں خوشی کے آنسو بھا رہا تھا اور قدرت کے نظاروں سے متاثر جدھر نظر اٹھاتا تھا شادمانی و فرحت پاتا تھا۔

شمال میں کیلاش اور جنوب میں ماندھاتا کے سلسلے چلے گئے ہیں۔ جن کی برف سے ستور چوٹیوں کی چمک آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے ان پہاڑوں کے درمیان مقدس جھیل مانسرور واقع ہے۔ جسکی شکل گول سی اور قطر قریباً ۲۵ کیلومیٹر ہے۔

یہ مہماں نظارہ دیکھ کر میں خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ صانع قدرت کا شکر ادا کیا۔ اور دل میں آرزو تھی کہ ایک نہ ایک روز ان نظاروں کی بہار مشتاق آنکھوں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو دیکھا دنگا"

میں دو ماہ تک اس جھیل کے کنارے قیام پذیر رہا اور نت نئے نظارے دیکھتا تھا۔

اس قدرت کے لاثانی گھر (جھیل مانسرور) کی آب و تاب مختلف وقتوں میں مختلف ہوتی ہے۔ صبح و سر شام ایک مسرت امیز خاموشی چھا جاتی ہے۔ طوفان کے وقت بے شمار لہریں اُٹھتی ہیں۔ دوپہر کے وقت سورج کی کرنیں ایک عجیب جگمگاہٹ پیدا کر دیتی ہیں۔

آہ! کیا ہی خوشنما جھیل ہے۔ میرے پاس لفظ نہیں کہ اسکی خوبصورتی کا نقشہ کھینچ سکوں۔ آخر دم تک اسکی یاد میرے دل میں باقی رہیگی۔ اس نے مجھکو مسحور کیا ہے۔ اسکی خوبصورتی نے مجھکو دیوانہ بنا دیا ہے۔ آہ! کاش میں پویٹ (Poet) ہوتا وہ جسنے مجھے سب سے متاثر کیا ایک رات کے وقت کا نظارہ تھا۔ رات کی ملکہ (چاند) اپنے پورے جوبن میں نیلگوں براعظم پر حکمرانی کر رہی تھی۔ اور رات کی خموشی میں قدرت کے آنسوؤں کا تار لگ رہا تھا جھیل کے صاف شفاف پانی میں پہاڑوں کا خوشگوار عکس پڑ رہا تھا۔ یہ نظارہ دیکھتے دیکھتے میری آنکھ جھپک گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میں دُنیا کے رنج و الم سے دور بہشت کے لُطف اُٹھا رہا ہوں۔ اور ایک ایسی سرزمین میں ہوں جو خدائی بادشاہت کے بہت نزدیک ہے۔ جب آنکھ کھُلی تو وہی سماں تھا اور میں۔ غرض میری قلم میں طاقت نہیں ہے کہ میں اس نظارہ کی خوبصورتی بیان کر سکوں۔

یہ وہ سرزمین ہے جہاں عابد اپنے معبود کی یاد میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں اور دُنیا کے راہ نورد عافیت و عاقبت کا توشہ لیتے ہیں۔ آہ! آرین متھیالوجی کا کیا اچھا مقولہ ہے کہ بہشت کیلاش کی چوٹی پر ہے۔

آخر رات گذرتی گئی۔ اور روشنی کا آغاز شروع ہوا۔ اوّل روشنی اسقدر دھندلی تھی کہ پہاڑوں کی پُر فضا گھاٹیاں مشکل سے نظر آتی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ سیاہی مٹتی گئی اور سفیدی پھیلتی گئی حتےٰ کہ آفتاب عالمتاب سُنہری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنوں کا تاج پہنے ہوئے مشرق کے پہاڑوں سے نکلا۔ اوّل کیلاش کی چوٹی پر روشنی پھیلی اور پھر آہستہ آہستہ ہر جگہ اُجالا ہو گیا۔ برف سے مستور پہاڑوں کا رنگ سفید سے سُنہری ہو گیا اور اُن کے عکس سے جھیل کا پانی بھی سُرخ ارغوانی رنگ کی ایک چادر بن گیا۔ گویا کہ آگ کا سمندر لہریں مار رہا ہے۔ جوں جوں دن چڑھتا گیا توں توں نظارے کی بہار میں ترقی ہوتی گئی۔ الغرض میں ایک عرصہ تک جھیل کے کنارے رہا اور اسکی لاثانی سیری سے فیضیاب ہوتا تھا۔" فقط۔

الکوحل (روح شراب) پر طبّی تقریر

[از ایم۔ پیٹرسن ایم۔ ڈی]

اس علمی تحقیقات کے زمانہ میں ہم کسی بات کو حق تسلیم کرنے سے پیشتر اُسے سمجھنا چاہتے ہیں۔ ہم بہت کچھ سن چکے ہیں کہ جو لوگ روح شراب استعمال کرتے ہیں ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی کو اس سے بڑا نقصان پہونچتا ہے۔ لہذا اب ہم اِن چند حقیقتوں پر غور کرینگے جو علم طبّی سے روح شراب کے بارے میں آشکار ہوئی ہیں اور انسان کی جسمانی و ذہنی طاقتوں سے واسطہ رکھتی ہیں اور تب ہم اچھی طرح سے سمجھ سکیں گے کہ انسان کی اخلاقی اور روحانی زندگی پر الکوحل کی ایسی تاثیر کیوں ہوتی ہے۔

روح شراب زہر ہے یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اور اب اس پر کسی طرح بحث کی گنجایش نہیں اور عام دنیادار لوگ بھی اسے تسلیم کر چکے ہیں۔ زہر سے ایسی شئے مراد ہے کہ اگر وہ انسان کے جسم میں داخل ہو تو مختلف اعضاء کے کام میں ابتری ڈال دے۔ اور جان کا خطرہ ہو۔ شاید آپ کہیں گے کہ روح شراب بہت ہلکی قسم کا زہر ہے کیونکہ اگرچہ لوگ اُسے متواتر استعمال کرتے ہیں۔ تو بھی عمر کی درازی حاصل کرتے ہیں۔ بیشک یہ بات ٹھیک ہے اور مجھے اس کے ماننے میں عذر نہیں۔ لیکن وہ اس کو استعمال کر کے ایسے نہیں ہو سکتے۔ جیسے بغیر استعمال

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ہو سکتے تھے۔ اور روح شراب ہمیشہ ہلکی قسم کا زہر نہیں ڈاکٹر الفریڈ ایس ٹیلر صاحب جو سمیت کے علم میں بہت ہی ماہر ہیں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے گن (ایک قسم کی شراب) کی ایک بوتل کسی شرط کے معاملہ میں پی اور پینے کے آدھ گھنٹہ بعد مر گیا۔ باوجودیکہ گن کا بہت سا حصہ معدہ کی پچکاری نے دور کر دیا تھا روح شراب عموماً دیر میں تاثیر کرتا ہے کیونکہ یہ مقابلتہً تھوڑی مقدار میں لیا جاتا ہے اور یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ خواہ کسی قسم کا زہر ہو اگر خفیف مقدار میں لیا جاوے تو دیر میں تاثیر کرتا ہے۔

روح شراب کیا چیز ہے؟ طبی لغات کی ایک کتاب میں اسکی تعریف یوں لکھی ہے۔ تجارتی روح شراب میں ۹۱ فیصدی الکوحل ہے اور ۹ فیصدی پانی یہ آتش گیر اور بے رنگ ہے اور نہایت تیز بو اور تلخ مزہ رکھتا ہے بعض اوقات بیرونی زخم دہونے کی محرک دوا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو پینے سے مغز میں ایک قسم کا سخت جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر زیادہ مقدار میں استعمال کیا جاوے تو یہ ایک نشیلا اور سست کرنے والا زہر ہے جس سے پٹھے سست ہو جاتے ہیں۔ غشی طاری ہوتی ہے اور بعض وقت موت تک نوبت پہونچتی ہے۔ حقیقتاً الکوحل کبھی روزمرہ یا بے پرواہی سے استعمال کرنے کی چیز نہیں ہے وہ نہ تو ضروری اور نہ کوئی عمدہ شئے ہے الکوحل جب پینے کے لئے استعمال کیا جاوے تو بدن میں اعضا ہاضمہ کے راستہ سے داخل ہوتا ہے اور اس طرح سے خوراک میں مل جاتا ہے تھوڑی دیر تک اس کی تاثیر پر غور کریں نہ صرف اسکی اس تاثیر پر جو خوراک پر ہوتی ہے بلکہ اس اثر پر بھی جو اعضاء ہاضمہ پر ہوتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ معدہ کا کام یہ ہے کہ بدن کی پرورش کے لئے غذا طیار کرے۔ ہضم کرنے میں ہر ایک عضو کا کام جدا ہے اور جب کسی طرح سے ان اعضا ہاضمہ میں سے کسی کے کام میں فرق آجاتا ہے تو بہت سا کھانا ہضم نہیں ہوتا کیونکہ ایک عضو دوسرے کا کام نہیں کر سکتا۔ خوراک لہو میں تبدیل ہوتی ہے تاکہ بدن کی پرورش ہووے لیکن اس سے پہلے کہ خوراک لہو بنے ہضم ہونا ضروری ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہاضمہ منہ سے شروع ہوتا ہے۔ کھانا صرف چبایا ہی نہیں۔ بلکہ لعاب دہن سے تر کیا جانا چاہیئے۔ تندرستی کی حالت میں کھانا تر کرنے کے لئے منہ میں کافی لعاب موجود رہتا ہے اس سے کھانا نرم رہتا اور ملایم ہو جاتا ہے اور کیلوس کو کیموس بنا دیتا ہے۔ اگر لعاب الکوحل کے استعمال سے سوکھ گیا ہو تو ہاضمہ درست نہیں ہو سکتا الکوحل کو پانی سے ایسی نسبت ہے۔ کہ وہ رگ و ریشے کے پانی کو بالکل جذب کر لیتا ہے اور لعاب کے سوتوں سے لعاب نکال لیتا ہے۔ یہ سوتے سوکھ جاتے ہیں اور جب کھانا کھایا جاتا ہے تو کافی لعاب جس سے کھانا معدہ میں پہونچانے کے لایق بن جائے بہم نہیں پہونچتا معدہ میں جاکر خوراک صفرا سے مل جاتی ہے اور اس عمل سے خون پیدا ہوتا ہے یہ صفرا یا پت خوراک کو خون کے لئے طیار کرتا ہے اور معدہ کے اندرونی پردے میں موجود رہتا ہے جب کوئی شخص شراب یا کوئی اور نشیلی چیز پیتا ہے تو الکوحل جو اس میں موجود ہوتا ہے معدہ کے اندرونی پردے میں جلن پیدا کرتا ہے اور لعاب کے سوتے اس جلن کو دور کرنے کے لئے اپنا سب لعاب نکال دیتے ہیں جیسا جب آنکھ کو کوئی صدمہ پہونچتا ہے تو آنسو نکل آتے ہیں۔

یوں لعاب ضایع ہو جاتا ہے لعاب کے سوتے خالی ہو جاتے ہیں ہضم کرنے میں دیری ہو جاتی ہے اور اچھی طرح ہضم نہیں کیا جا سکتا۔ الکوحل سے غذا سخت ہو جاتی ہے اور ہضم کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر خوراک پر الکوحل کی تاثیر دیکھنا چاہتے ہو تو انڈے کی سفیدی (جو زود ہضم غذا ہے) میں کچھ الکوحل ملاؤ۔ وہ فوراً انڈے کی سفیدی کو سخت اور ریشہ دار بنا دے گا اسی طرح کسی گوشت کا ایک نرم سا ٹکڑا الکوحل میں ڈالو تو وہ بھی بہت سخت اور ناقابل ہضم ہو جائے گا۔ الکوحل معدے کی رگوں کا پانی بالکل جذب کر لیتا ہے اور اطراف معدہ کو سخت اور موٹا بنا دیتا ہے اور طبعی کام سے روک دیتا ہے الکوحل کا ایک اور عجیب اور خطرناک اثر یہ ہوتا ہے کہ معدے پر اس کی تاثیر سے اکثر ضعف طاری ہو جاتا ہے جس سے الکوحل پینے کی اور خواہش بڑھتی ہے۔ نشے بازی سے نشے بازی پیدا ہو کر عادت قایم ہو جاتی ہے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس وقت معدے کو الکوحل سے نقصان پہونچ رہا ہے شرابین اُس سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں وہ خون کو بلا تبدیل جسم کے تمام حصّوں میں پہونچاتی ہیں اور نقصان جاری رہتا ہے الکوحل کے استعمال سے سب سے زیادہ نقصان جگر کو ہوتا ہے کیونکہ یہ معدے سے جگر میں انہی نالیوں سے پہونچتا ہے جن سے خوراک معدے میں جاتی ہے۔ جگر چھلنی کا کام دیتا ہے اور خون فاسد مادے کو خون سے نکال لیتا ہے اور یوں الکوحل ان باریک جالی کی مانند رگوں میں بہ جاتا ہے۔ ڈاکٹر۔ ڈبلیو۔ بی۔ ریچرڈسن صاحب فرماتے ہیں کہ ہمیشہ الکوحل استعمال کرنے والے کا جگر ہرگز زہر سے خالی نہیں ہے۔ جگر کی رگیں جلکر کام کرنے کے لئے ناقابل ہو جاتی ہیں۔ چونکہ الکوحل سے جلا یا ہوا جگر اپنا کام درستی سے نہیں کر سکتا۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ کیلوس۔ مقدار سے زیادہ پیدا ہو۔ جس سے گردے کی کئی سخت بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ یا چربی کی زیادتی سے بدن شرابیوں کا سا پھولا ہوا معلوم ہو اور عضلات پلپلے ہو جائیں۔ جگر کی رگیں خود برباد ہو جاتی ہیں یا سخت ہو کر سوکھ جاتی ہیں یا چربی کی زیادتی سے کمزور ہو جاتی ہیں۔ الکوحل خون سے ملکر دل تک پہنچتا ہے اب دیکھیں کہ دل پر اس کی کیا تاثیر ہوتی ہے۔ دل ایک قسم کی پچکاری ہے اور وہ خون کو جسم میں رواں رکھتا ہے اور دیگر اعضا کی طرح اعصاب سے حرکت پاتا ہے اور ان کی حرکتوں کے مطابق اپنا کام کرتا ہے۔ الکوحل ان اعصاب کو بیکار کر دیتا ہے اور دل کو بغیر کسی ہادی کے اکیلے کام کرنے پر مجبور کرتا ہے کیا یہ ایک بہت خطرناک بات نہیں ہے کہ ہم ایک انجن کو جو بھاپ سے بھرا ہوا بلا کسی آدمی کے جو اُس کو چلا اور تھما سکے چلاویں لیکن دل کو اُس کے چلانے والے سے محروم کرنا اس سے کم خطرناک نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری زندگی کا انحصار دل کی حرکت یا اعصاب کے کام پر ہے دل کو بہت سا کام کرنا ہوتا ہے اور وہ کام دن اور رات متواتر ہونا چاہیئے خواہ ہم جاگتے ہوں یا سوتے ہوں۔

صحت کی حالت میں ہر ایک حرکت کے بعد دل آرام کرتا ہے اور

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خون کا دورہ جاری رہتا ہے اور ایک پل میں قریباً ستّر دفعہ حرکت کرتا ہے لیکن جب الکوحل استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے زیادہ حرکت کرتا ہے اس سے خون بہت جلدی گردش کرتا ہے اور نقصان اور بُرے نتیجہ کے سوائے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دل کو یہ سب فالتو کام بلا زیادہ غذا کے کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ الکوحل سے کچھ غذا نہیں پاتا۔ آرام میں بھی خلل ہوتا ہے اور یوں وہ بالکل تھک جاتا ہے اور بیماری لگنے کا خوف ہو جاتا ہے

الکوحل خون کی نالیوں کی اطراف کو سخت کر دیتا ہے جس سے وہ بآسانی کھینچ نہیں سکتیں یوں دل کو زیادہ زور سے حرکت کرنی ہوتی ہے تاکہ خون کا دورہ جاری رہے الکوحل کے بار بار استعمال سے خواہ کتنی ہی تھوڑی مقدار میں کیوں نہ لیا جاوے دل کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے جس سے خود دل کو بھی نقصان پہونچنے کا خوف ہے اکثر اوقات عضلات بڑھ کر اُس خلا کو بھرتے ہیں جو خون سے پُر ہونے چاہئیں اور کبھی کبھی یہ عضلات ایک چربی نما شئے بن جاتے ہیں جس سے خون پر کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔

ان دونوں حالتوں میں دل کو زیادہ محنت یا کسی بیماری کی برداشت کی طاقت نہیں رہتی اور ممکن ہے کہ اچانک موت واقع ہو۔

اگرچہ الکوحل خون میں ملجاتا ہے۔ تو بھی کبھی خون کا حصّہ نہیں بنتا۔ اور نہ کوئی ضروری جزو ہی بہم پہونچاتا ہے۔ ہمیشہ جدا رہتا ہے۔ بدن کے سب اعضاء کا ایک کام یہ بھی ہے کہ ہر ایک فاسد مادے کو خون سے نکال ڈالے سو جب الکوحل کا استعمال ہوتا ہے تب بھی سب اُسکو نکال دینے میں مشغول ہوتے ہیں یوں سب اعضاء کو مجبوراً زیادہ کام کرنا پڑتا ہے بہت جلدی خون کے ذریعہ سے الکوحل پھیپھڑوں تک جا پہونچتا ہے اور یہاں بھی اسکو نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے یہ الکوحل پینے والوں کی بدبودار سانس سے معلوم کیا جا سکتا ہے الکوحل تمام رگ و ریشہ کو سخت کر دیتا ہے اور اُن پر اس کی تاثیر مضر ہوتی ہے پر سب سے زیادہ نقصان پھیپھڑوں کو پہنچتا ہے۔ اس سے پھیپھڑے میں جو خون کی نالیاں ہیں بہت بھر جاتی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں جس سے سوزش کیساتھ جلن اور تبدیلیوں کا ڈر ہوتا ہے ایک مشہور انگریزی ڈاکٹر آر۔ ای۔ ٹامسن صاحب جنہوں نے چھاتی اور پھیپھڑے کی بیماریوں کی نسبت خاص طور سے تعلیم پائی ہے کہتے ہیں کہ تپ دق زیادہ تر اُنہی لوگوں کو ہوتا ہے جو الکوحل استعمال کرتے ہیں اور جو الکوحل کا استعمال نہیں کرتے اُن کو مقابلتاً بہت کم ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوگیا ہے کہ شرابیوں کے بچوں کو جو بیماریاں ہوتی ہیں اُن میں سے تپ دق بہت عام ہے زندگی کا قیام صرف اس بات پر موقوف ہے کہ سب اندرونی اعضاء کا کام درست ہو۔ اگر بیرونی اعضاء بھی ایک ساتھ کام نہ کریں تو بدن ناکارہ ہو جائے گا اور ذہن سے کچھ نہ ہو سکیگا۔ یہ اتفاق اعصاب کے کام پر موقوف ہے۔ اب دیکھو کہ الکوحل ان پر کیا تاثیر کرتا ہے۔ دیگر مسکرات کی مانند یہ بھی اعصاب کو سُست کرتا ہے۔ یہ تاثیر پہلے ان اعصاب پر ہوتی ہے جو شرائین سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ شرائین زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ جس سے جلد سُرخی مایل ہو جاتی ہے۔ مثلاً شرابیوں کی ناک لال ہوتی ہے الکوحل کی تاثیر حرکت کرنے والے اعصاب سے پہلے ذہنی طاقتوں پر ہوتی ہے۔ لہذا شرابی عقلی اور اخلاقی طور پر گر جاتا ہے اور جسمانی خواہشیں اور شہوتیں غالب آتی ہیں شرابی کی عقل جاتی رہتی ہے اور وہ قوت فیصلہ سے محروم ہو جاتا ہے اور بہت سے ایسے کام اور کلام کر بیٹھتا ہے جو اگر نشے میں نہ ہوتا تو ہرگز نہ کرتا اس میں بجائے مہربانی کے بیرحمی۔ دیانتداری کی جگہ بددیانتی اور سچائی کی جگہ دروغ گوئی پیدا ہو جاتی ہے الکوحل کا تھوڑا سا استعمال بھی اعصاب پر بُری تاثیر کرتا ہے اور اس سے ذہنی کام کی قابلیت جاتی رہتی ہے۔ ڈاکٹر بی۔ ڈبلیو۔ ریچرڈسن صاحب فرماتے ہیں کہ طبیب الکوحل کی تاثیر پر خواہ کسی پہلو سے نظر کرے۔ بیماری اور موت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ یعنے عقلی بیماری اور عقلی موت جسمانی بیماری اور جسمانی موت اگر یہ بڑی بڑی خرابیاں شرابی کی اپنی ہی زندگی اور اخلاق سے واسطہ رکھیں تو چنداں افسوسناک نہیں پر وہ تو اسکی اولاد تک پہونچتی ہیں۔ مثلاً۔ دیوانگی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سودا اور مرگی اور دیگر ذہنی اور جسمانی بیماریاں بچوں تک اپنے شرابی والدین سے پہونچتی ہیں۔ ڈاکٹر ولیم۔ پارکر مرحوم فرماتے ہیں کہ "جب الکوحل سے دیوانگی سودا اور مرگی نہیں ہوتیں تو قوت تمیز اور قوت مرضی کمزور ہو جاتی ہیں اور صحت میں فرق آجاتا ہے اور انسان اپنی مرضی اور عقل کو کھو کر عارضی جوش کا غلام بن جاتا ہے۔" الکوحل کی تاثیر اگرچہ پہلے ذہنی طاقتوں پر ہوتی ہے تو بھی یہ اعصاب متحرکہ پر تاثیر کرتا ہے اور شرابی کا اپنے جسم پر کچھ اختیار نہیں رہتا۔ وہ کوئی مشکل کام نہیں کر سکتا۔ چلتے وقت ڈگمگاتا ہے اور کبھی گر بھی پڑتا ہے الکوحل استعمال کرنے والے کے عضلات کبھی کامل صحت کی حالت میں نہیں ہوتے کیونکہ الکوحل نہ صرف اعصاب پر اپنی بری تاثیر کر کے اُن کو اپنا غلام ہی بنا لیتا ہے بلکہ خون کے فاسد مادے سے بچنے سے بھی روکتا ہے اور صاف خون کی کافی مقدار نہیں لینے دیتا شرابی کے رگ و ریشہ عموماً یا تو ایسے سخت ہو جاتے ہیں کہ سکڑتے نہیں اور یا اُن پر حد سے زیادہ چربی چھا جاتی ہے پس یقیناً یہ ایک ہی بات اس امر کی کافی دلیل ہے کہ الکوحل کسی شخص کو زیادہ کام اور محنت کشی کے لائق نہیں بناتا۔ ایک انگریز طبیب جس نے لڑائی کے موقع پر سپاہیوں پر الکوحل کی تاثیر کو دیکھا یوں کہتا ہے "لڑائی کے وقت سپاہیوں پر الکوحل نقصان دہ اور مضر ہے اس کی جوش میں لانے والی تاثیر دو ڈھائی میل چلنے کے بعد بالکل جاتی رہتی ہے اور پہلے کی نسبت زیادہ تھکان اور ماندگی محسوس ہوتی ہے۔" امریکہ کا ایک پرانا ڈاکٹر جس کا تعلق گذشتہ لڑائی کے دنوں میں یونائیٹڈ سٹیٹس کی فوج سے تھا کہتا ہے "جو لوگ الکوحل کا استعمال کرتے ہیں وہ سب سے پہلے طاقت و ہمت اور استقلال دکھانے کے موقع پر ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔ اور جب کبھی اُن کو کوئی زخم لگتا ہے یا کوئی صدمہ پہونچتا ہے تو اُن کے صحت یاب ہونے کی بہت ہی کم امید ہوتی ہے۔" الکوحل جسم کی زندگی اور تازگی کو کم کرتا ہے اور بیماری سے صحت یاب ہونے کے قابل نہیں چھوڑتا۔ اور یہ بات بڑے بڑے ڈاکٹروں کے تجربہ سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ثابت ہو چکی ہے۔ جب کوئی الکوحل استعمال کرنے والا بیمار جراحی کے عمل کے لئے آتا ہے تو اُس کو دیکھتے ایک طرح کا خوف دل پر چھا جاتا ہے۔

اس کی چنداں ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ جسم کے تمام اعضا پر الکوحل کی تاثیر کا جدا جدا بیان کیا جاوے۔ جو اسپر بھی الکوحل بہت بُری تاثیر کرتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کی تاثیر ہر جگہ بہت ہی بری ہوتی ہے۔ آنکھوں کے سُرخ ہونے سے تو ہم خوب آگاہ ہیں۔ شرابیوں کی گفتگو اکثر بے ربط اور بے معنی ہوتی ہے جن باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان کی تائید میں چند نامی گرامی ڈاکٹروں کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔

سر ٹامس بارلو۔ ایم۔ ڈی۔ سر وکٹر ہورلس۔ ڈی۔ او۔ ایل ایل ڈی۔ ڈبلیو۔ لا۔ ایم۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ سی۔ پی۔ آر تھر ای۔ ٹی۔ لانگہرسٹ۔ ایم ڈی اور بہت سے بڑے بڑے مشہور و معروف اور بھی ہیں۔

سر بی ڈبلیو۔ ریچرڈسن کی کتاب میں الکوحل کی تاثیر کا بیان حسب ذیل ہے (۱) یہ خون کے کام میں خلل ڈالتا ہے (۲) دل کی حرکت کو ناحق بڑھاتا ہے (۳) شرائین کو بیکار کر دیتا ہے (۴) ہاضمے کو بگاڑتا ہے (۵) اعصاب کی متواتر حرکت میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے (۶) جسمانی چُستی کو گھٹاتا ہے (۷) رگ پٹھوں کی قوت کو کم کرتا ہے (۸) یہ کوئی خوراک نہیں ہے لہذا اس سے قوت حاصل نہیں ہو سکتی (۹) وقت سے پیشتر بیمار کرتا ہے (۱۰) اسکی برائیاں والدین سے اولاد تک پہونچتی ہیں (۱۱) اعلےٰ درجہ کی تندرستی توانائی اور عمر کی درازی اسکے بغیر حاصل ہو سکتی ہے (۱۲) جنہوں نے مدت تک اس کا متواتر استعمال کیا ہے وہ بھی دفعتاً بلا خوف چھوڑ سکتے ہیں۔

سر ہنری ٹامسن صاحب فرماتے ہیں "سب سے دردناک اور خطرناک بیماریاں الکوحل کے معمولی روزانہ استعمال سے ہوتی ہیں جسکی برائی کو چھپانے کے لئے اعتدال کا کام دیا جاتا ہے۔

اس کے عام استعمال کا سبب یہ ہے۔ کہ جسم انسانی پر اسکی بُری تاثیر سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ ہم اس ناواقفیت کا کیا علاج کریں؟ سب سے پہلا اور ضروری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قدم یہ ہے کہ تمام اسکولوں میں جسم کی حالت اور حفظان صحت کی تدابیر کے بارے میں کافی تعلیم دیجاوے۔ اگر بچے الکوحل کے نقصان کو بخوبی سمجھ لیں تو وہ بڑے ہو کر اس کا استعمال نہیں کریں گے۔

الکوحل کام تو آتا ہے لیکن اس کا استعمال عام جلسوں میں اور خانگی تہواروں پر نہ ہونا چاہیئے۔ یہ ڈاکٹروں کی زہر کی بوتلوں کی الماریوں۔ دوا فروشوں کی دوکانوں اور علم الاجسام۔ علم الحافظہ۔ علم الذہن اور کیمیائی درسگاہوں میں پایا جانا چاہیئے۔ الکوحل کو چھونا بہت ہی خطرناک ہے اور جو کوئی اسے چھوتا ہے نقصان اٹھاتا ہے نہایت افسوس کی بات ہوگی اگر کوئی بری تاثیر سے ناواقف ہونے کے سبب سے برباد ہو جاوے ہم پر لازم ہے کہ جو بھائی اس بلا میں پھنس گئے ہیں ان کو چھڑاویں اور بچوں کو اس بلا میں پھنسنے سے بچاویں۔ (نور افشاں)

برکشوں میں جیو وچار

[از مہاشہ لچھمن داس جی اوبیسر۔ بارہ ضلع الہ آباد]

اس وشے پر مہاشہ کوڑی مل جی نے مہاشہ رہتو لال جی کے پرشنوں کے اوتر اندر بابت ماہ جولائی ۱۹۰۸ء میں دیئے ہیں۔ جن پر مجھ کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنی بدھی انوسار مذکورہ بالا پرشنوں کے اوتر دیدیئے جاویں۔ اور حسب موقعہ مہاشہ کوڑی مل جی کے مضمون کا ریویو بھی کر دیا جاوے۔ تاکہ مضمون کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

(پرشن اوّل) برکش یونی ہے۔ یکتی پرمان شاستر وکت بدھی سے سدھ کیجئے۔

(جواب) اس پرشن کا جو جواب مہاشہ کوڑی مل جی نے دیا ہے۔ اس سے مجھے کلی اتفاق ہے مگر مضمون کو صاف کرنے کے لئے تھوڑی سی ایزادی کی ضرورت ہے

اوّل۔ مختلف اجسام یا یونین علم کے مدارج ہیں۔ علم حقیقی جس قدر زیادہ ہوتا ہے اوسی قدر اچھی یونی پراپت ہوتی ہے۔ علم کی زیادتی کیساتھ ساتھ ستوگن بڑھتا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتا ہے۔ اور جہالت کی زیادتی تموگن کی زیادتی کا باعث ہوتی ہے۔ کرموں کا اثر انہتکرن میں فی الفور ہوتا ہے۔ جو انسان تموگنی کام ادھک تر کرتے ہیں اُن کا تموگنی ہونا۔ ستوگنی کام کرنے والوں کا ستوگنی ہونا اور رجوگنی کام کرنے والوں کا رجوگنی ہونا لازمی ہے۔ تموگن جب انہتکرن کو ڈھانپ لیتا ہے تو گاڑھ ندرا ہوتی ہے۔ سنسار میں ایسے انسان موجود ہیں۔ جن کو لجّا آدی کچھ بھی محسوس نہیں ہوتی۔ رات دن سونے والے سینکڑوں انسان ملیں گے۔ سب سے نیچا درجہ ششوپت یعنے عالم بیہوشی کا ہے۔ اس کے بعد سوپن۔ جاگرت اور آخری درجہ تُری کا ہے۔ جیو کا ترقی کرتے کرتے خالص تری اوستھا پر۔ اور تنزل کرتے کرتے خالص ششوپت اوستھا پر پہنچنا لازمی ہے۔ سنسار چکر کا دوسرا نام تنزل اور ترقی کا چکر ہے۔ کون نہیں جانتا کہ حرارت اوسی وقت سے کم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جب یہ اپنی جوانی پر پہونچتی ہے سردی جوبن پر آتے ہی کم ہونے لگتی ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے۔ کہ جیو تنزل کرتے کرتے ششوپت اوستھا پر پہونچے۔ اور ترقی کرتے کرتے تری اوستھا کو حاصل کرے۔ میری رائے میں آخری درجہ تنزل کا درختوں کی یونی ہے۔ کیونکہ ایسی یونی اور کوئی نہیں ہے۔

دویم۔ درختوں کا پیدا ہونا بڑھنا آدمی عین اوسی طرح سے ہے۔ جس طرح سے کہ حیوانات میں ہوتا ہے۔ آپ کسی درخت کا بیج لیجئے۔ ضروری ہے کہ اوس کے دو حصّہ ہوں۔ میں ایک حصّہ کو مادہ اور دوسرے کو نر کہونگا۔ کسی کسی کا بیج گانٹھوں میں ہوتا ہے۔ لیکن اوس کے بھی حصّے دو ہی ہوتے ہیں۔ ایک حصّے کے بیج سے درخت کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پیدایش کے بعد نشو و نما کا طریقہ بھی وہی ہے۔ جو عام حیوانی قالبوں میں ہے۔ یعنے عام حیوانی قالبوں میں جسم اندر سے بڑھتا ہے۔ یہی حالت درختوں کی ہے۔ عام حیوانی قالبوں میں رُودھر چکّر چلتا ہے درختوں میں رودھر چکر کی بجائے رس چکر ہے لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درخت یونی ہے۔

(پرشن دویم) چونکہ جیو کی جاگرت۔ سوپن۔ ششوپت اور تریا چار اوستھائیں

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہنے والے جیو کی کونسی اوستھا مانی جاوے۔

(جواب) اس پرشن کا جواب جو مہاشہ کوڑے مل جی نے تحریر فرمایا ہے۔ اوس سے مجھے قطعی اتفاق نہیں ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ درختوں کی بھی چار اوستھائیں ہوتی ہیں۔ لہذا بہتر ہے کہ وہ اپنے دعوے کو ثابت کریں۔ کیونکہ اونہوں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں دی۔ ورنہ اوس کا ریپلو کر دیا جاتا۔ میں نے پہلے سوال کے جواب کے پہلے حصہ میں مختصر طور سے بیان کر دیا ہے کہ درخت آدی یونیوں کی اوستھا ششوپت ہوتی ہے۔ تیسرے پرشن کے جواب سے مجھے کلی اتفاق ہے۔

(سوال نمبر ۴ کا حصہ اوّل) کہ اگر نبسپتی یا پھل میں جیو مانا جاوے تو اوشیہ ہنسا ہوگی وغیرہ۔

(جواب) ہنسا دکھ محسوس کرنے پر ہوتی ہے چونکہ نبسپتی آدی یونی عالم بیہوشی کی یونی ہے۔ لہذا وہ کچھ دکھ سکھ محسوس نہیں کر سکتی۔ اوسکو کاٹنے وغیرہ میں ہنسا نہیں ہوتی۔

(سوال نمبر ۴ کا حصہ دویم) اگر مورچھت اوستھا میں مارنے سے دکھ محسوس نہ ہونا خیال کر کے پاپ لگنا نہ سمجھا جاوے تو سمادھست اوستھا میں چونکہ یوگی کو بھی تکلیف نہیں ہوتی اسلئے اوس کا مار ڈالنا بھی داخل گناہ نہیں ہے۔

(جواب) عالم بیہوشی جو درختوں میں ہے۔ وہ اس کے کرموں کے پھل کے مطابق پرماتما کے نیم انوسار ہے اور وہ اوسوقت تک بنی رہتی ہے۔ جب تک اوس کا بھگتان نہ ہو جاوے۔ مگر سمادھست اوستھا میں مارنے سے یوگی روشیہ اوس اوستھا سے جاگرت اوستھا میں آجاوے گا۔ لہذا یوگی کا مارنا اور نبسپتی کا کاٹنا ایک بات نہیں ہے۔

اس ضمن میں مہاشہ کوڑے مل جی نے ایک یہ دلیل دی ہے۔ کہ یہ ناممکن بات ہے۔ کہ قبل از وقت مقررہ کے کوئی جیو اپنے چولے سے علیحدہ کیا جا سکے۔ واقعی یہ ایک وچتر دلیل ہے۔ اسنے تو سونتر تا کا خاتمہ ہی کر دیا ہے۔ لیجئے فی الحال دو باتوں کا جواب دیجئے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱) ایک آدمی نے بکرے کو مار ڈالا۔ اوس کا وقت آگیا تھا۔ فرمائیے پرماتما کا اوسے ڈنڈ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

(۲) ویدک میں آیو ورودھک اوشدھیوں کے کیا معنے ہیں۔ سوم بلی کے استعمال سے آیو کیوں بڑھ جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے بوڑھا کیوں جوان ہو جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(چوتھے سوال کا تیسرا حصہ) جیو آتما کا شریر سے علیحدہ کر دینا ہی پاپ ہے۔ وغیرہ۔

(جواب) جب ہم کسی جیو آتما کو شریر سے علیحدہ کرتے ہیں۔ اور وہ دکھ محسوس کرتا ہے واقعی پاپ ہے۔ کیونکہ اوسے دوبارہ جنم لینا پڑے گا۔ گویا ایک موت اور ایک پیدائش کی تکلیف مارنے والے کی وجہ سے ہوئی۔ لیکن اگر پیدائش اور موت میں دکھ نہ ہو۔ تو اوس جیو کا شریر سے علیحدہ کر دینا کچھ بھی پاپ نہیں ہے اس ضمن میں اوتر واتا مہاشہ نے اثبات کا بڑے شد و مد سے دعوے کیا ہے۔ کہ اکال مرتیو نہیں ہوتی۔ اچھا مفصلہ ذیل باتوں کا جواب ارقام فرمائیے۔

(ا) ہم مانس اہاری نہیں ہیں۔ مگر چمڑے کے واسطے ایک جانور کو مارتے ہیں۔ چونکہ جانور کا وقت موت آگیا ہوگا۔ تبھی وہ ہم سے قتل ہوگا۔ فرمائیے اس میں کیا دوش ہے۔

(ب) اچھا ہم مانس اہاری بھی نہیں ہیں۔ ایک جانور کو ہم نے اپنے کھانے کیواسطے مارا۔ اوس کا تو وقت آگیا ہوا تھا۔ لہذا ہنسا کا پاپ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ آپکے خیال کے بموجب اوس کی موت کا وقت آپہونچا ہے اور اوسے اوس وقت مرنا ہی ہے۔ لہذا اسے موت کی تکلیف ہر حالت میں ہونا تھی۔

ایک دلچسپ بات چیت

گذشتہ ۱۱۔ اکتوبر کو میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا بھوجن پا رہا تھا۔ کہ اتنے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں میرے مینجر صاحب نے مجھے اطلاع دی۔ کہ دو اصحاب آپ سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے پوچھا کون دو اصحاب۔ مجھے جواب ملا۔ کہ ایک تو قادیان کے اخبار "الحکم" کے اڈیٹر شیخ یعقوب علی صاحب ہیں۔ اور ایک اُن کے ساتھ دوسرے مہاشہ ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ ان کو دفتر میں کرسی دیجئے۔ میں بھوجن پالوں۔ تو ان کو بلالوں گا۔ چنانچہ بعد از تناول طعام میں نے اپنے مہمانوں کو اندر بلایا اور میرے اور شیخ یعقوب علی صاحب کے درمیان مفصلہ ذیل دلچسپ بات چیت شروع ہوئی۔

شیخ صاحب "آجکل آپ کیا شغل رکھتے ہیں"؟

میں "آج کل مجھے بخار کا شغل ہے۔ کل جلاب لیا تھا۔ آج آرام ہے"۔

شیخ صاحب "خیر یہ شغل تو آجکل تقریباً سب کا ہی ہے۔ مگر میرا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ آجکل تحریر کا کام کس قسم کا کرتے ہیں"۔

میں "آجکل میں شری دیو گورو بھگوان کی سیوا کر رہا ہوں۔ اور باقی جھگڑے چھوڑ رکھے ہیں"۔

شیخ صاحب "آپ بُرا نہ مانیں۔ میں آپ کی موجودہ تحریر کے ساتھ اتفاق نہیں رکھتا"۔

میں "بُرا تو میں تب مانوں۔ اگر مجھے اپنے اس طرز تحریر کے ساتھ جو کہ میں نے دیو گورو کے بارے میں اختیار کر رکھا ہے۔ خود اتفاق ہو۔ میں تو خود بارہا لکھ چکا ہوں۔ کہ مجھے مجبوراً یہ طرز اختیار کرنی پڑی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے وہ لوگ کس قسم کی شرمناک پھکڑ بازی اور دل لگی سے آریہ سماج کے علاوہ تمام خدا پرستوں کو استعمال دیتے رہتے ہیں"۔

شیخ صاحب "بے شک ان کی پھکڑ بازی میں تو کسی قسم کا کلام نہیں ہے۔ واقعی ان کی تحریریں بڑی بیہودہ ہوتی ہیں"۔

میں "جب بیہودہ آدمی اشاروں کو نہ سمجھے۔ اور بیہودگی سے باز نہ آئے۔ تو پھر میرے خیال میں یہ گناہ نہیں ہے کہ اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاوے جو کہ وہ خود پسند کرتا ہے۔

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شیخ صاحب "ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن آپ کی ذاتی رائے ان لوگوں کے بارے میں کیا ہے؟"

میں "میری ذاتی رائے وہی ہے۔ جو کہ میں نے لکھا ہے۔"

شیخ صاحب "کیا واقعی یہ لوگ ایسے چال چلن کے آدمی ہیں؟"

میں "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آپ اُن کے خود نوشت خطوط کا مطالعہ کر لیں۔"

شیخ صاحب "خیر جانے دیجئے ان کے ذکر کو۔ مجھے تو آپ کے دیدار کا شوق تھا۔ خاص کر اس لئے بھی کہ آپ کبھی ہمارے ہم مذہب تھے اور زیادہ تر اس لئے بھی کہ میری ولادت گاہ بھی آپ کی ولادت گاہ کے پاس ہے مجھے آپ کے ہم وطن ہونے کا فخر حاصل ہے۔"

میں "یہ آپ کی بڑی عنایت ہے کہ آپ نے مجھے اپنے دیدار سے مسرور فرمایا۔"

شیخ صاحب "اگر آپ کبھی کبھی ملتے رہا کریں تو کیا حرج ہے۔"

میں "میرا حرج تو کوئی نہیں ہے۔ ہاں مسلمانوں کا اس میں سخت حرج ہے۔"

شیخ صاحب "کیسے۔"

میں "جہاں مسلمان نے میری شکل دیکھی غیض و غضب سے بھر گیا۔"

شیخ صاحب "لیکن یہ ان کی جہالت اور تعصب کی دلیل ہے۔"

میں "اس میں شک ہی کیا ہے (ہنسکر) بھلا پھر آپ ہی بتائیں۔ کہ مجھے ایسے جاہلوں اور متعصب لوگوں سے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں۔ آپ نے شاید انڈر میں پڑھا بھی ہوگا۔ آپ کے خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی گورو کل کے پچھلے سالانہ جلسہ پر وہاں گئے تھے۔ اور مجھ سے ملنے کی استدعا کی۔"

شیخ صاحب "ہاں۔ ہاں! میں نے ان کا مفصل حال انڈر میں پڑھا تھا۔ واقعی اس شخص نے سخت غلط بیانی کی۔ مجھے تو اس پر بڑا اعتقاد تھا لیکن اس حال کو پڑھ کر مجھے معلوم ہوا۔ کہ وہ دیگر مسلمانوں کی طرح ایک بہت تنگ دل اور کم ظرف آدمی ہے۔ جو ایسی ایسی جھوٹی باتیں لکھ سکتا ہے۔"

میں "گو میں بارہا کے تجربہ سے یہ نتیجہ نکال چکا تھا۔ کہ مسلمانوں سے ملنا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فضول ہے۔ اور میں مسلمانوں سے مطلق نہیں ملتا ہوں۔ لیکن جب مجھے اطلاع ملی کہ خواجہ صاحب مجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ تو میں نے بڑی خوشی سے ان کو ملنے کے لئے بلایا۔ لیکن اتنے میں خواجہ صاحب وہاں پر خواجہ خضر کیطرح معلوم نہیں کہاں غائب ہو گئے۔ کہ ہزار ڈھونڈا مگر پتہ ندارد۔ آخر اخبار وطن میں جا کر سر نکالا۔ اور میرے برخلاف شرمناک غلط بیانی کی۔"

شیخ صاحب "ان مسلمانوں کی کچھ نہ پوچھئے۔ وہ تو ہم کو بھی کافر مردود سمجھتے ہیں۔"

میں "پھر آپ ہی بتائیے گا۔ کہ میں ایسے لوگوں سے ملنا کیسے گوارا کر سکتا ہوں"

شیخ صاحب "لیکن آپ ہم سے تو ملا کریں۔"

میں "آپ بھی تو آخر ان کے ہی بھائی ہیں۔"

شیخ صاحب "نہیں۔ نہیں آپ نے غلط رائے قایم کر رکھی ہے۔ آپ ایک دفعہ قادیاں تشریف لائیں۔ اور ہمارے پاس سات آٹھ روز ٹھہریں اور ہماری جماعت سے ملیں تو آپ کو بخوبی پتہ لگ جائے گا کہ ہم لوگ تنگ دل نہیں ہیں۔"

میں "اگر آپ لوگ تنگ دل نہ ہوتے۔ تو آپ ان احسانات کو یاد کرتے۔ جو کہ آریہ سماج نے آپ پر کئے ہیں۔"

شیخ صاحب "اس میں مطلق شک نہیں کہ آریہ سماج کے ہم پر بہت احسانات ہیں۔ میں ایک مسلمان شخص ہوں۔ اور مجھے اسبات کی مطلق پرواہ نہیں ہے۔ کہ کوئی کیا کہیگا۔ آپ خواہ اسبات کو اخبار میں لکھ دیں لیکن اگر کوئی شخص مجھے کعبہ شریف کی چھت پر کھڑا کر دے۔ تو میں وہاں سے بھی خدائے پاک کی قسم کھا کر کہونگا۔ کہ آریہ سماج کے ہم پر بہت احسانات ہیں اور ہم صدق دل سے اس کے مشکور ہیں۔ آریہ سماج نے بت پرستی کو ہٹایا۔ یتیموں کی حفاظت کی۔ بیواؤں کی شادی کا انتظام کیا۔ لغویات کو دور کیا۔ ایک خدا کی پرستش جاری کی۔ گویا ان تمام باتوں میں اس نے اسلام کا ہاتھ بٹایا۔ اور ہمارے بوجھ کو اپنے سر پر لیا۔"

میں "لیکن ان سب سے بڑھ کر مسلمانوں پر آریہ سماج نے ایک یہ احسان بھی کیا

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے کہ آریہ سماج نے ان کو اس بوجھ سے بھی سبکدوش کر دیا ہے۔ جس سے کہ وہ گدھے کی طرح لدے ہوئے تھے۔ اس بوجھ سے میری مراد اس تمام اسلامی لٹریچر سے ہے۔ جسکو کہ مسلمانوں نے اپنا مذہبی لٹریچر سمجھ رکھا تھا۔ اور تمام ایرا غیرا کتابوں کو خواہ وہ کیسی ہی لچر اور پوچ کیوں نہ تھیں اپنی مذہبی کتابیں سمجھ کر ان کی اندھا دھند پیروی کرتے تھے۔ لیکن آریہ سماج نے اُس تمام لٹریچر پر اس زور سے حملہ کیا۔ کہ مسلمان اسکو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ اب آپ لوگوں کی گردن پر محض قرآن اور حدیث کا بوجھ رہ گیا۔ باقی ہزاروں کتابوں کا بوجھ اُتر گیا۔ اور اگر (ہنسکر) پرماتما نے کرپا کی۔ تو آپ کو اس بوجھ سے بھی آزادی مل جائے گی۔"

شیخ صاحب "(ہنسکر) خیر یا تو ہمیں ہی قرآن شریف سے آزادی ملے گی یا آپ لوگوں کو ہی وید سے رہائی ملے گی۔"

میں "وید سے تو نہ ہم کو رہائی اور نہ آپ کو وید کے معنے گیان۔ (ہنسکر) خدا نہ کرے کہ آپ ہمکو گیان سے رہائی دے کر کسی اندھیرے کنوئیں میں گرائیں۔"

شیخ صاحب "(ہنسکر) دیکھا جائے گا کیا ہوگا۔ مجھے تو آپ سے ملاقات کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ اور میری بہت سی غلط فہمی دور ہو گئی ہے۔ مینے سُن رکھا تھا کہ آپ بڑے مغرور ہیں کسی سے ملتے جلتے یا بات چیت نہیں کرتے لیکن معاملہ قطعی برعکس نکلا۔ میں آپ کے اخلاق سے بہت خوش ہوں۔ لیکن کبھی آپ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ افسوس ہے کہ میں عیالداری کیوجہ سے نہیں آ سکتا ورنہ اگر میں آپ کی طرح آزاد ہوتا۔ تو کئی دن تک آپ کی خدمت میں ٹھہر کر کچھ سیکھتا میں نے ایک دو بار لالہ منشی رام جی کو بھی چٹھی لکھی تھی کہ اگر گوروکل میں میرے ٹھہرنے کے لئے کوئی انتظام ہو سکے تو میں وہاں سنسکرت پڑھنے کے لئے آجاؤں۔ مگر افسوس ہے انہوں نے جواب دیا کہ ایسا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا۔"

میں "اب آپ سنسکرت کیا پڑھینگے۔ اپنے کسی لڑکے کو سنسکرت پڑھائیں۔"

شیخ صاحب "میں تو اپنے لڑکے کو بھی گوروکل بھیجنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ وہ لے لیں۔"

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں "اگر آپ کا لڑکا لئے جانے کے لایق ہوگا تو اُن کو ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہیں ہوگا"

شیخ صاحب "لیکن میں ایک بات چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ وہ میرے لڑکے سے بھیک نہ منگوائیں۔ اور اُسکو وہاں نماز پڑھنے سے نہ روکا جائے"

میں "گورکل میں داخلے کے لئے جس سنسکار کی ضرورت ہے وہ تو کرنا پڑیگا۔ باقی رہا آپ کے لڑکے کو نماز کی اجازت۔ غالباً اس کی بھی اسکو اجازت ملجائیگی لیکن بڑی بات تو یہ ہے۔ کہ بقول بادآمد و پیشہ غائب۔ گورکل میں جہاں سنے سندھیا کے منتروں اور گائتری کو سُنا۔ اس کی نماز اسی وقت بھاگ کر گنگا کے اس طرف آجائے گی"

شیخ صاحب "خیر یہ تو مقابلہ کی بات ہے۔ اگر سندھیا میں اتنی طاقت ہے تو وہ جیت جائے گی۔ اگر نماز میں کچھ کشش ہوگی تو اسکی فتح ہوگی"

میں "بیشک ٹھیک ہے۔ اچھا تو پھر داخلہ کی فارم دوں؟"

شیخ صاحب "لیکن میرے لڑکے کی عمر بارہ سال سے کچھ زیادہ ہے"

میں "افسوس! پھر تو وہ داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آٹھ برس سے زیادہ عمر کے لڑکے نہیں لئے جاتے"

شیخ صاحب "لیکن میرا ایک چھوٹا لڑکا بھی ہے۔ جسکی عمر ابھی آٹھ سال سے کم ہے"

میں "اچھا تو پھر اسی کو داخل کیجئے۔ لیجئے میں آپ کو ایک خوشخبری سُناتا ہوں۔ میرے ایک دوست نے میرے پاس خط لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان صاحب اپنے لڑکے کو گورکل میں داخل کروانا چاہیں۔ تو میرے لئے ڈیڑھ ہزار روپیہ پیشگی داخل کر دو لگا۔ اگر آپ اس موقع سے فایدہ اُٹھانا چاہیں تو ڈیڑھ ہزار روپیہ حاضر ہے۔ آپ کو اپنے لڑکے کی تعلیم پر ایک کوڑی تک بھی خرچ نہیں کرنا پڑے گی۔ وہ مُفت میں وید شاستر پڑھ جائے گا۔ اور ساتھ ہی اسلام کا بھی تجربہ ہو جائے گا۔ کہ اسلام کی تعلیم زیبدست ہے۔ یا وید شاستر کی کہئے کیا صلاح ہے"

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شیخ صاحب "میں سوچ کر بتاؤں گا"

میں "اس میں سوچنے کی کونسی بات ہے۔ آپ اپنے لڑکے کو گورو کل بھیجئے ڈیڑھ ہزار روپیہ میں اس کیلئے داخل کروا دونگا۔ آپ کو ذرا ہماری کشادہ دلی کا پتہ بھی لگ جائیگا۔ کہ ہم کیونکر تمام بنی نوع انسان کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور کیونکر ویدوں کا دروازہ تمام انسانوں کے لئے یکساں کھلا ہے"

شیخ صاحب "اس بات کو تو سنکر مجھے بڑا تعجب سا ہو رہا ہے۔ میری رائے تو کچھ اور ہی تھی۔ کیونکہ کچھ عرصہ ہوا۔ میں جالندھر گیا تھا۔ ہم نے چونکہ لڑکیوں کے لئے سکول کھولنا تھا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جالندھر کے کنیا مہاودیالہ کو دیکھ لوں۔ شاید وہاں سے کوئی نئی بات جسکو ہم اپنے مدرسے میں جاری کر سکیں۔ ہاتھ آجائے۔ چنانچہ میں نے لالہ وزیر چند جی سے اس بات کا ذکر کیا۔ انہوں نے لالہ بدریداس جی سے ذکر کیا۔ لیکن لالہ بدریداس جی نے کہا۔ کہ آپ سیر کے وقت لڑکیوں کو باہر جاتا ہوا دیکھ سکتے ہیں مگر آپ کو بورڈنگ نہیں دکھایا جا سکتا۔ میں نے کہا۔ کہ میں نے لڑکیوں کو تو نہیں دیکھنا۔ میں نے تو اس تمام انتظام کو دیکھنا ہے۔ جو کہ سکول یا بورڈنگ میں موجود ہے۔ ہر چند کوشش کی لیکن مجھے جواب ہی ملا"

میں "خیر میں اس کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے انہوں نے آپ کو مسلمان ہونے کی وجہ سے دیکھنے کی اجازت نہ دی ہو۔ چونکہ کنیا مہاودیالہ ابھی تک اس سٹیج پر نہیں پہونچا۔ کہ اس کو ایک آریہ انسٹی ٹیوشن کہا جا سکے بلکہ اس میں ابھی تک "ہندو سپرٹ" کا زیادہ زور ہے۔ اس لئے ممکن ہے انہوں نے ہندو لڑکیوں یا ہندوؤں کی ہمدردی کو قایم رکھنے کے لئے آپ کو بورڈنگ وغیرہ میں جانے کی اجازت نہ دی ہو۔ اس کے سوائے مجھے کوئی دوسری وجہ نہیں معلوم ہوتی"

شیخ صاحب "غالباً یہی وجہ ہوگی۔ لیکن مجھے ان کی اس تنگ دلی پر سخت افسوس ہوا اور میں نے چاہا بھی۔ کہ اس بات کو اخبار میں لکھوں لیکن پھر چپ رہنا ہی مناسب سمجھا"

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں "(ہنسکر) مگر یہ چُپ تو آپکی عادت کے برخلاف تھی۔ آپ آریہ سماج پر آئے دن سخت سے سخت حملے کرتے رہتے ہیں ایک حملہ کہنیا مہاودیالہ پر بھی کر دیتے۔"

شیخ صاحب "میں آریہ سماج پر کہاں حملے کرتا ہوں؟"

میں "گذشتہ شورش میں تو آپ نے اس قدر شور مچایا۔ کہ گویا آریہ سماج کا بچہ بچہ بطور باغی کے پھانسی لٹکا دینا چاہئے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آریہ سماج درحقیقت ایک پولٹیکل باڈی ہے۔"

شیخ صاحب "ہاں میرا تو یہی اعتقاد ہے۔ کہ آریہ سماج ایک پولٹیکل باڈی ہے"

میں "کیا آپ اپنے اس اعتقاد کی تائید میں کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں؟"

شیخ صاحب "ہاں بہت سی۔"

میں "مثلاً۔"

شیخ صاحب "مثلاً سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں سیاست کی تعلیم دی ہے"

میں "(ہنسکر) واہ! وا! یہ تو آپ نے بڑے غضب کی دلیل دی۔ شیخ صاحب معاف فرمائیگا۔ اگر آریہ سماج کے پولٹیکل باڈی ہونے کی یہی وجہ ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں سیاست کی تعلیم دی گئی ہے تو پھر آپ بھی پولٹیکل باڈی ہونے سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ قرآن نے سیاست کے بارے میں اس قدر زور شور سے تعلیم دی ہے۔ کہ باید و شاید۔"

شیخ صاحب "اس میں شک ہی کیا ہے۔ اسلام سیاست کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ وہ انسان کو اسکی زندگی کے ہر ایک شعبہ کی تعلیم دیتا ہے۔"

میں "سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش میں ماتا پتا کے فرایض بتائے۔ اولاد کے فرایض بتائے۔ طلباء کے فرایض بتائے۔ اوستادوں کے فرایض بتائے۔ گرہستیوں کے فرایض بتائے۔ سنیاسیوں کے فرایض بتائے۔ برہمنوں کے فرایض بتائے دیشوں کے فرایض بتائے۔ شودروں کے فرایض بتائے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ سوامی دیانند اتنا ہی کوڑ مغز تھا کہ وہ دنیا کے تمام لوگوں کے فرایض تو بتا جائے مگر وہ راجہ کے فرایض نہ بتائے اگر آپکے نزدیک اسلام مکمل ہونے کیوجہ سے سیاست

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تعلیم دینا ضروری سمجھتا ہے۔ تو کیا آپ ویدوں کو ہی ایسا نامکمل سمجھتے ہیں کہ وہ تمام دنیا کے فرائض منصبی پر تو روشنی ڈالیں۔ لیکن راجہ کے فرائض پر کچھ اشارہ نہ دیں۔ اگر آپ قرآن میں سیاست کی تعلیم کو مانتے اور جانتے ہوئے بھی اپنے آپ کو پولیٹیکل گروہ نہیں کہتے اور نہیں سمجھتے ہیں۔ تو کیا یہ انصاف ہے۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں سیاست کی تعلیم دیکھ کر آپ آریہ سماج کو ایک پولیٹیکل پارٹی کہنے لگ جائیں۔ میرے خیال میں یہ ایک ظلم ہے۔ جو کہ آپ لوگوں نے گذشتہ شورش میں ہم پر کیا اور ابھی تک کر رہے ہیں"۔

شیخ صاحب "لیکن سوامی دیانند ایک پولیٹیکل آدمی تھا"

میں "آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے؟"

شیخ صاحب "اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ایک بڑے بھاری مذہبی ریفارمر تھے۔ اور جب تک کوئی مذہبی ریفارمر نہ ہو تب تک وہ پولیٹیکل آدمی نہیں بن سکتا"

میں "اگر یہ سچ ہے۔ تو پھر حضرت محمد صاحب بھی ایک پولیٹیکل آدمی ہی تھے۔ کیونکہ وہ اپنے زمانہ کے مذہبی ریفارمر تھے۔ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ آپ پولیٹیکل آدمی کہتے کسکو ہیں؟"

شیخ صاحب "مثلاً سوامی دیانند نے دیکھا۔ کہ وید کا نام لینے سے تمام ہندو جمع ہو جائیں گے۔ پس انہوں نے یہ پولیٹیکل چال چلی۔ اور آریہ سماج قایم کیا"

میں "شیخ صاحب۔ معاف کیجئے گا۔ آپ موجودہ زمانہ کے پولیٹیکل آدمیوں سے قطعی ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ اگر سوامی دیانند نے ہندوؤں کو جمع کرنا ہوتا تو وہ مورتی پوجا۔ شرادھ۔ پوران۔ تیرتھ گرنتھوں وغیرہ کا کبھی بھی کھنڈن نہ کرتے اور ہندوؤں کو خواہ مخواہ اپنا دشمن نہ بنا لیتے۔ بلکہ وہ ان موقعوں سے فائدہ اٹھاتے۔ جبکہ ان کو راجوں مہاراجوں کی طرف سے گدی تک خالی کر دی گئی بشرطیکہ وہ مورتی پوجا کا کھنڈن چھوڑ دیں۔ ہندو ان کو اوتار سمجھ کر پوجتے۔ اگر وہ ان کے توہمات پر حملہ نہ کرتے۔ کیا قومی اتحاد کا شور مچانے والے پولیٹیکل آدمی کبھی ایسا کیا کرتے ہیں۔ دور کیوں جاتے ہو کانگریس ایک پولیٹیکل پارٹی ہے۔ کیا اس پلیٹ فارم پر سے آج تک کسی نے مورتی پوجا کے برخلاف تقریر کی ہے۔ بلکہ بلکہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسے آدمی مورتی پوجا کی تائید کر رہے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہندوؤں میں یہ ایک مشترکہ بات ہے۔ بلکہ ایک قومی خاصہ ہے۔ اسی طرح وہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑے تو ان کو فوراً پلاؤ کی چاشنی دے کر بھی اپنے پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر کیا آریہ سماج نے آجتک ایسا کیا۔ یقیناً اگر آریہ سماج ایک پولٹیکل باڈی ہوتا تو آج وہ اس قدر بے شمار دشمنوں سے گھرا ہوا نہ ہوتا۔"

شیخ صاحب "خیر جانے دیجئے۔ یہ تو مفت کے جھگڑے ہیں۔ آپ یہ بتائے کہ آپ کو ویدک دھرم میں آکر کیا ملا۔"

میں "مجھے روشنی ملی جسکا میں بچپن سے ہی طالب تھا۔"

شیخ صاحب "میں نے آپکا وہ حال پڑھا ہے۔ لیکن آپکو غلط بتایا گیا تھا۔"

میں "خبر غلط ہو۔ یا صحیح۔ مجھے روشنی کی ضرورت تھی۔ اور وہ مجھے مل گئی۔"

شیخ صاحب "کیا اب آپ کو پورا اطمینان قلب حاصل ہے۔"

میں "ہاں مذہبی لحاظ سے مجھے پورا اطمینان قلب حاصل ہے۔ باقی رہا جسمانی تکالیف کی وجہ سے کبھی شکایت یہ ایک عالمگیر بات ہے۔"

شیخ صاحب "کیا اب آپکو مذہب کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔"

میں "ہرگز نہیں۔ مطلق نہیں۔ میں ایک مکمل روشنی میں آگیا ہوں۔ شک و شبہ کی گنجائش تاریکی میں ہوا کرتی ہے۔ روشنی میں جو چیز جیسی ہے۔ ویسی ہی نظر آجایا کرتی ہے۔ میرا دماغ اس روشنی کو پاکر اس قسم کے شک و شبہات سے قطعی آزادی حاصل کر چکا ہے۔ میرے شکوک قطعی رفع ہو چکے ہیں۔ جب دماغ شکوک سے آزاد ہو گیا تو دل کو شانتی ملجانا ایک قدرتی بات ہے۔ دماغی زنجریں ٹوٹ گئیں۔ دل آزاد ہو گیا۔ دل کی آزادی ہی حقیقی آنند ہے۔"

شیخ صاحب "(سرد آہ بھر کر) اچھا خداوند کریم آپ کو خوش رکھے۔ وقت بہت ہو گیا ہے۔ اب میں جاتا ہوں۔ لیکن آپ سے پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ آپ قادیاں ضرور تشریف لائیں۔ بلکہ آپ وعدہ کریں کہ آپ ضرور آوینگے۔"

میں "میرا قادیاں آنا بڑا مشکل ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ میں نے آریہ سماجوں کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے جلسوں پر بھی آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔"

شیخ صاحب "خیر جلسوں پر آپ نہ جائیں۔ لیکن ہمارے ہاں ضرور تشریف لائیں۔"

میں "میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔"

شیخ صاحب "آپ مجھے مایوس نہ کریں۔ آپ ہماری دعوت قبول کریں۔"

میں "میں آریہ بھائیوں کی دعوت قبول نہیں کرتا ہوں۔ آپکی کیسے کروں۔"

شیخ صاحب "مجھے آپ سے ملکر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

میں "غالباً آپ پہلے ہی شخص ہیں۔ کہ جن سے میں نے اپنے مکان پر اسقدر بات چیت کی ہے۔ ورنہ مجھے کسی سے ملنے کا شوق نہیں ہے۔"

شیخ صاحب "اچھا تو پھر اجازت دیجئے۔"

میں "اچھا۔ نمستے۔"

ایک ضروری اعلان

الحکم کے اڈیٹر شیخ یعقوب علی صاحب سے میں نے جس بات چیت کا خلاصہ اپنے پرچہ میں درج کیا ہے۔ اگر اس میں کوئی بات خلاف لکھی گئی ہو۔ تو شیخ صاحب اس کی اطلاع دے دیں۔ میں اصلاح کر دوں گا۔ میں نے یادداشت سے کام لیا ہے۔ ممکن ہے۔ کسی جگہ میری یادداشت نے غلطی کھائی ہو۔ لیکن اس گفتگو میں جس ڈیڑھ ہزار روپیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ فرضی نہیں ہے۔ بلکہ میرے ایک دوست کی کئی مرتبہ میرے پاس چٹھی آچکی ہے۔ کہ میں بذریعہ اندر مشتہر کروں کہ اگر کوئی مسلمان یا عیسائی اپنے لڑکے کو گورو کل بھیجنے کے لئے تیار ہو۔ تو وہ اس کے اخراجات کے لئے ڈیڑھ ہزار روپیہ گورو کل میں یک مشت داخل کر دینگے میں نے اس بات کو مشتہر کرنا پہلے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ لیکن اب جب وہ زیادہ اصرار کر رہے ہیں تو مجبوراً میں بذریعہ اندر اعلان دیتا ہوں۔ کہ اگر کوئی مسلمان

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا عیسائی بھائی اپنے لڑکے کو گورنمنٹ کالج میں اس کی شرائط کے مطابق داخل کروانا چاہتا ہو تو اس کے اخراجات کے لئے ڈیڑھ ہزار روپیہ یک مشت گورنمنٹ کالج میں پیشگی داخل کر دیا جاوے گا۔ داخلہ کا فارم گورنر گورنمنٹ کالج کانگڑی متصل ہردوار سے مل سکتا ہے لڑکے کی عمر آٹھ برس سے زیادہ اور سات برس سے کم نہیں ہونی چاہیئے تندرست ہو۔ ذہین ہو۔ آریہ بھاشا لکھ پڑھ سکتا ہو۔ کوئی جدی بیماری نہ رکھتا ہو۔ مسلمانوں یا عیسائیوں میں سے جو صاحب اپنے لڑکے کو ان باتوں میں پورا دیکھتے ہوں۔ اور وہ اسکو گورنمنٹ کالج میں داخل کرنا چاہتے ہوں ان کو چاہیئے۔ کہ وہ گورنر گورنمنٹ کالج کانگڑی سے داخلہ کا فارم منگوا کر پُر کر کے ان کی سیوا میں بھیجدیں گورنمنٹ کالج کانگڑی کے گورنر صاحب جس درخواست کو منظور فرمائیں گے اطلاع ملنے پر ڈیڑھ ہزار روپیہ اس لڑکے کی طرف سے گورنمنٹ کالج میں جمع کر دیا جاوے گا۔ جو مسلمان یا عیسائی بھائی اس موقع سے فایدہ اُٹھانا چاہتے ہوں وہ اس سے فایدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

دھرم پال۔ ایڈیٹر۔ اندر لاہور

ہندو یتیم خانہ لاہور

ہندو آرفن رلیف ایسوسی ایشن پنجاب کی اپیل

ہندو قوم کی سیوا میں۔ قومی ہمدردی کیلئے۔ انسانی ہمدردی کیلئے

کیا اس جگت میں انسان کے بچوں کی پرورش۔ حفاظت۔ تعلیم اور تربیت سے بڑھکر کوئی دھرم۔ کوئی ایشور آگیا پالن کوئی انسانی ہمدردی اور کوئی قومی فضیلت ہے؟ کیا انسان کے یتیم بچوں کی ایک بڑی بھاری تعداد جسکو آپ وقتاً فوقتاً قحط زدہ علاقہ جات میں جاکر قحط روپی موت کے منہ سے اور دوسرے مخالف مذاہب کے زبردست پنجے سے چھڑا کر لاتے رہے ہو۔ انسان کی رکھشا پرورش۔ تربیت و تعلیم کے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاری رکھنے کا فرض آپ پر ایسا ہی ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ جیسا کہ آپکے اپنے بچوں کا؟ کیا ان معصوم بچوں میں سے ایسے بے بہا جواہرات نہیں نکل سکتے۔ جو ہندو قوم کو گری ہوئی حالت سے اٹھانے میں مدد دے سکیں۔

آپ کی دان شیل رغبت اور فیض بخش طبیعتوں کے بھروسے پر ہندو آرفن ریلیف ایسوسی ایشن ہر ایک قحط کے موقع پر ۱۸۹۷ء سے لیکر آجتک دور دراز قحط نہ وہ علاقہ جات سے یتیم بچوں کو جن کی پرورش و خبر گیری رکھنے والا سوائے ایشور پرماتما کے اور کوئی نہیں۔ ہندو یتیم خانہ لاہور میں لاکر ہندو دھرم کے مطابق اچھی طرح سے پرورش کرتا رہا ہے اور ایسے بچوں کو تعلیم دلاکر وہ کئی قسم کے ہنر سکھلا کر سبیل حصول روزگار معقول کے لایق بنا رہا ہے اور آپ کیطرف سے ہمیشہ معقول امداد وقتاً فوقتاً اس کار خیر میں ہندو یتیم خانہ لاہور کو ملتی رہی ہے۔ جس کے سبب سے آجتک ہندو یتیم خانہ قایم ہے اور اپنے فرایض کو اچھی طرح ادا کر رہا ہے۔ قحط حال میں بھی جو وسعت و سختی میں کسی سابقہ قحط سے کم نہیں ہوا ہے ایک بڑی تعداد یتیموں کی صوبہ جات متحدہ آگرہ۔ اودھ سے ہندو یتیم خانہ لاہور میں شیر خوار بچے سے لیکر چودہ پندرہ سال تک کی عمر تک داخل ہوئی ہے اور فوٹو کو دیکھ کر جو ان معصوم بچوں کے داخلہ کے وقت لئے گئے تھے آپ معلوم کرینگے کہ بھوک کے سبب سے سوائے جان اور ہڈیوں کے ڈھانچے اور وہ بھی تلی بخش بیماریوں سے مغلوب ان بچوں میں کچھ باقی نہیں تھا اور ان ہی بچوں کو آپ اب ہندو یتیم خانہ میں دیکھ کر اندازہ کریں کہ کیسی پرورش ہندو یتیم خانہ میں یتیم بچوں کی ہوتی ہے لیکن بدقسمتی سے ہندو یتیم خانہ لاہور کی مالی حالت ایسی کمزور ہے کہ وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں امداد کے لئے اپیل کرنی پڑتی ہے۔ اور پھر بھی تھوڑا سا سرمایہ جو شروع میں مہیا کیا گیا تھا۔ روز بروز آمدنی کی کمی اور خرچ کی زیادتی سے گھٹتا جا رہا ہے خاصکر سال رواں کی قحط سالی نے آمدنی کی کمی اور خرچ کی زیادتی میں بہت حصہ لیا ہے اور اب موسم سرما بھی آگیا ہے۔ اور نرخ غلہ بدستور قحط والا۔ گرم کپڑے یتیموں کے لئے ضروری ہیں اور سرمایہ عنقریب خاتمہ پر ہے۔ گو آپ کی دھرم ارتھ حصہ آمدنی پر اور بہت

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سی انسٹی ٹیوشن ملنے مذہبی تعلیمی و قومی کا بوجھ ہے لیکن سوائے آپ کے تیغ بخش دل کے ان معصوم بچوں کا کون پرورش کرنے والا ہے۔ اس وقت ہندو یتیم خانہ لاہور کو قایم رکھنے کے لئے سرمایہ کی اشد ضرورت ہے کیونکہ یتیموں کی رکھشا کا کام سرمایہ ختم ہونے پر فی الفور بند ہو جاتا ہے۔ ملک کی حالت بوجہ مسلسل قحط کے ایسی نازک ہے کہ موجودہ تعداد ہندو یتیم خانوں کے ان سارے ہندو یتیموں کو اپنی حفاظت میں لینے کے لئے کافی نہیں ہے۔ جو کہ قحط میں فاقہ کشی کے سبب سے دوسرے مذہبوں کا یا موت کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں امید نہیں ہے کہ آپ کبھی بجائے اس کے کہ یتیم خانوں کی تعداد ایسے بڑھائیں کہ ایک ہندو بچہ بھی دوسرے مذہب والوں کے ہاتھ جانے نہ پاوے یہ گوارا کر سکیں کہ جب تک آپ خود روٹی کھانے کی طاقت رکھ سکتے ہیں اور جب تک آپ کے جسم میں جان ہے۔ ہندو یتیم خانہ کا بوجہ عدم موجودگی ثمرہ بند ہو جانا۔ اپنی آنکھوں سے آپ دیکھیں اور اجازت دیویں کہ یتیمان ہندو مذہب و قوم کے دوسرے مخالف مذاہب کے ہاتھ میں جا کر ہندو مذہب کے مخالف بن کر ہندو قوم کو گری ہوئی حالت سے اٹھانے میں مدد دینے کی بجائے مخالف مذہبوں کے پیروں کے نیچے کچلنے والوں کی تعداد کو بڑھاویں۔

ہندو قوم نے سب سے بڑا اثر بھاری قومی ہمدردی کا کام جو اس وقت تک کیا اور جس سے ہندو قومیت کا نشان اور ہندو قوم کا قدم آگے بڑھنے والا دکھلائی دیتا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے ہر ایک حصہ کے ہندو اناتھوں کی تکلیف کو محسوس کر کے اور ان کی رکھشا کر کے ان کو موت سے اور دوسرے مذاہب سے جو ہندو دھرم انوسار موت سے بدتر ہیں۔ بچایا ہے۔ آشا ہے کہ اس قومی ہمدردی کے کام کو ہندو پبلک اپنے دیگر سب دھرم سمبندھی اور قومی کاموں سے فضیلت دے کر اپنے تن من۔ دھن سے مدد کریں گے۔ اور جس شکل میں یعنے روپیہ میں۔ کپڑے میں۔ غلہ میں دان دیں گے۔ دلی شکر گذاری اور احسان مندی کیساتھ لیا جاوے گا۔ اور ایشور کے آگے پرارتھنا کی جاوے گی کہ آپ کا یہ دھرم بھاؤ ہندو مذہب اور ہندو قوم کی فضیلت کو بڑھانے والا ہمیشہ قایم رہے اور آپ ہمیشہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندو قوم کے ہر ایک عضو کو خواہ واہ ہندوستان کے کسی دور دراز حصہ میں ہو۔ خواہ ہندوستان کے باہر دُنیا کے کسی حصہ میں ہو۔ اپنا عضو سمجھکر ان کی خوشحالی میں خوشی اور اُن کی مصیبت کو جان کر جو ہندو قوم کے کسی شخص کو کسی حصہ دُنیا میں ہو تکلیف محسوس کریں۔

رائے بہادر بخشی سوہن لعل آنریری سکرٹری ہندو آرفن ریلیف ایسوسی ایشن لاہور

لالہ لاجپت رائے کا دوبارہ گرفتار ہونا

اور

اُن کے مقدمہ کی اپیل

لالہ لاجپت رائے صاحب کو ابھی جلا وطنی سے واپس آئے ایک سال بھی نہیں گذرنے پایا تھا کہ انہوں نے نہایت "جلدی" سے متحرک ہو کر ایک "خوفناک" چٹھی ۱۶ ستمبر ۱۹۰۸ء کی پنجابی اخبار میں لکھ ماری۔ اس چٹھی کا نکلنا تھا۔ کہ "امیزونین گورنمنٹ" کی آنکھیں "بنگال ٹائیگر" کی طرح مارے غصے کے لال ہو گئیں اور اس نے "بنگال کی کالی ماتا" کی طرح رُوررُوپ دھارن کر کے لالہ لاجپت رائے کے نام وارنٹ بلا ضمانت کاٹ ڈالا۔ اور آن کی آن میں اس "سرکش باغی" کو جو کہ اپنی "خود غرضی" سے بھری ہوئی سپرٹ کی بدولت "نیشنلسٹ یا اکسٹریمسٹ" پارٹی سے بغاوت کرنے کا مجرم ثابت ہوا تھا۔ اپنی "امیزونین کورٹ" میں ہتکڑی لگا کر "پبلک" کے سامنے کھڑا کر دیا۔ لالہ لاجپت رائے کے مقدمہ کی "تین ہفتہ" تک تحقیقات ہوتی رہی۔ آخر کار "امیزونین گورنمنٹ" کے لایق اور قابل تعریف "لیڈی جج" نے لالہ لاجپت رائے کو "مجرم" قرار دیا۔ "لیڈی جج" نے جو فیصلہ دیا ہے اس کے برخلاف اپیل کیگئی۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ "لیڈی جج" نے بلا "مختار نامہ" داخل کئے "ہندوستان" کی پبلک

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی طرف نہ صرف جج بلکہ "پبلک پروسیکیوٹر" بنکر جس جلدی سے اس مقدمہ کا فیصلہ کیا ہے وہ تمام فیصلوں سے بڑھ کر عجیب ہے۔ اور غالباً یہ اسلئے بھی عجیب ہے کہ "لیڈی جج" نے علاوہ دیگر "چارجز" کے لالہ لاجپت رائے پر چند ایک "چارجز" آریہ سماج کے بارے میں بھی لگائے ہیں۔ چونکہ آریہ سماج کے ساتھ اس "ٹریبونل" کا تعلق ہے اور ہم اسکی بہبودی چاہتے ہیں۔ اس لئے۔ یہ نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم "لیڈی جج" کے ان چارجز پر غور کریں۔ کہ جن کی بنا پر لالہ لاجپت رائے آریہ سماج کے ساتھ تعلق رکھنے یا توڑنے کے لئے گرفتار کیا گیا۔ "لیڈی جج" اپنے فیصلہ میں لکھتی ہیں "لالہ لاجپت رائے نے ..... آریہ سماج کو ایسے پولیٹیکل میدان میں دھکیل دیا۔ جو گورنمنٹ کی نگاہ میں قابل الزام ہے۔ اور جس پر بہت کچھ بحث مباحثہ ہو سکتا ہے آریہ سماج کو گورنمنٹ کی غلط فہمی اور ناراضگی کا آماجگاہ بنایا۔ اور اس کے مفاد کی کلی کو کھلنے سے پہلے توڑ ڈالا اور آریہ سماج کی کشتی کو تباہی اور بربادی کی لہروں پر ڈال دیا۔ اور یہ تباہی ان کی رفعت اور برتری کا زینہ بن گئی۔" ہمارے خیال میں "لیڈی جج" نے لالہ لاجپت رائے پر یہ الزام لگانے میں بہت کچھ جلدی کی ہے اگرچہ "لیڈی جج" کا "ہندوستان" کی پبلک کے سامنے لالہ لاجپت رائے پر یہ الزام لگانے کا مطلب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کو آریہ سماج کی نظر میں گرا دیں۔ اور آریہ سماج کے دائرہ کے اندر ان کی جو عزت ہے۔ اسکو کم کر دیں۔ لیکن اگر بغور دیکھا جاوے۔ تو "لیڈی جج" نے لالہ لاجپت رائے کو اپنے اس بیان سے اس سے بڑھ کر "عزت" بخشی ہے جو کہ "لیڈی جج" کے "آنریبل کنسورٹ" کو ولایت کے ایک اخبار "ڈیلی نیوز" نے "ہندوستان میں ایک نہایت ہی اعلےٰ۔ سوشیل مذہبی تحریک آریہ سماج" کا "پردھان" لکھ کر بخشی ہے اور جس بیان کو کہ "لیڈی جج" نے "ہندوستان" کی پبلک کے سامنے اسی اخبار سے ترجمہ کر کے ۳۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۱۴۔ کالم اول پر درج کیا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے۔ کہ جیسے "لیڈی جج" کے "آنریبل کنسورٹ" کا ڈیلی نیوز کے نامہ نگار کو یہ بتانا کہ وہ آریہ سماج کے پردھان ہیں۔ قطعی غلط

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلکہ جھوٹ ہے۔ ویسے ہی "لیڈی جج" کا لالہ لاجپت رائے کے بارے میں یہ فیصلہ دینا کہ انہوں نے "آریہ سماج کی کشتی کو بربادی اور تباہی کی لہروں پر ڈال دیا۔ اور یہ تباہی ان کی وقعت اور برتری کا زینہ بن گئی" قطعی بے بنیاد ہے۔ کیونکہ اگر یہ بیان سچ ہے تو اس کا دوسرا مطلب یہ ہوگا۔ کہ لالہ لاجپت رائے آریہ سماج کے "ہرتا کرتا" تھے۔ اور کہ آریہ سماج ان کی چھوٹی انگلی پر قایم تھا۔ کہ جس کے اشارہ سے انہوں نے آریہ سماج کو تباہ کر دیا۔ حالانکہ واقعات بتا رہے ہیں کہ آریہ سماج کے دائرہ میں اگرچہ لالہ لاجپت رائے کی عزت کی جاتی ہے۔ لیکن آریہ سماج جن اصولوں یا شخصیتوں پر قایم تھا یا قایم ہے وہ قطعی اور تھیں اور اور ہیں۔ اگر "لیڈی جج" نے لالہ لاجپت رائے کو مجرم قرار دینے سے پہلے ان کا بیان بھی لے لیا ہوتا تو ہمارا یقین ہے کہ لالہ لاجپت رائے اس الزام کی فوراً تردید کر دیتے کہ جو ان پر آریہ سماج کا ہرتا کرتا ہونے کے بارے میں لگایا گیا ہے۔ کیونکہ ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ کہ لالہ لاجپت رائے نے آریہ سماج میں نہ تو اپنی شخصیت کو کبھی اتنا بڑا سمجھا ہے۔ کہ گویا آریہ سماج ان کی چھوٹی انگلی پر قایم ہے۔ جس کو وہ اپنی ایک حرکت سے تباہ کر سکتے ہیں۔ نہ ہی انہوں نے "ڈیلی نیوز" کے نامہ نگار سے بات چیت کرنے والے "آنریبل چوہدری" کی طرح اپنے آپ کو "آریہ سماج کا پردھان" ظاہر کر کے "رفعت اور برتری" ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے۔ وہ وقعت اور برتری ڈھونڈنے کے لئے اس قسم کی تمام نمائشوں۔ غلط بیانیوں۔ بلکہ جھوٹ بیانیوں کے زینہ کو ٹھوکر لگاتے رہے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ اپنے لیکچروں میں اپنے آپ کو "آریہ سماج کا ایک ادنےٰ خدمت گذار" نہ کہ "جھوٹ موٹ کا پردھان" بتاتے رہے ہیں اور آریہ سماج کی جن شخصیتوں یا اصولوں کی بدولت ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ان "شخصیتوں کی خاک پا" کہتے رہتے ہیں۔ آریہ سماج ایک زبردست پہلوان ہے۔ جسکو "خاکِ پا" تباہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ اس کے قدموں میں بطور ایک ادنےٰ خدمتگذار کے موجود

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔ ہاں اگر آریہ سماج کو کوئی نقصان پہونچا سکتا ہے۔ تو وہ اس کے "پردھان" ہو سکتے ہیں۔ خاصکر وہ جو محض "رفعت اور برتری" کے لئے اپنے آپ کو آریہ سماج کا "پردھان" یا ہر تا کرتا ظاہر کریں۔ جبکہ وہ امر واقعہ میں "پردھان" نہ ہوں۔ نہیں ہم غلط کہتے ہیں۔ آریہ سماج کو اسکا کوئی سچ مچ کا "پردھان" بھی نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ کوئی۔ جھوٹ موٹ کا "پردھان" تو اس کو کیا گرا سکتا ہے۔ خواہ "لیڈی جج" ڈیلی نیوز کے "پردھان" کو "رفعت اور برتری کے زینہ" پر ایک بار نہیں ہزار بار کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن وہ خود ہی گرے گا۔ لالہ لاجپت رائے نے جو یتیموں کی مدد کے لئے روپیہ جمع کیا۔ "آمیزو نین گورنمنٹ" کی رائے میں وہ بھی ایک مجرمانہ حرکت تھی۔ چنانچہ "لیڈی جج" اپنے فیصلہ میں لکھتی ہیں "پنجاب حد اخلاق سے گرنے میں تحت الثرے تک پہونچ گیا۔ جب لالہ لاجپت رائے نے اپنے ذاتی جھگڑے کو آریہ سماج کے جھگڑے سے زیادہ اونچا کر دیا۔ اور ایک ایسے کام کو جو کہ کسی اور حالت میں قابل تحسین بنی نوع انسان کے فایدہ کا کام ہوتا اپنے نام پر شروع کر دیا اور آپ سب سے آگے بڑھ کر بیچاری آریہ سماج کو پیچھے دھکیل دیا" لیڈی جج کا یہ بیان بھی ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ ان کا پہلا بیان ہم پھر کہتے ہیں۔ کہ نہ تو لالہ لاجپت رائے جی شہرت کے اس قدر بھوکے ہیں کہ وہ اپنی شہرت کے لئے اپنے جھگڑے کو آریہ سماج کے جھگڑے سے اونچا کرنا چاہتے ہوں۔ نہ ہی ان میں اس قدر طاقت ہے۔ کہ وہ آریہ سماج کو اس کی اصلی جگہ سے پیچھے دھکیل سکیں۔ لیڈی جج کا یہ بیان کہ "پنجاب کی آریہ سماج کی تاریخ میں اس سے پہلے کسی ایسے فعل کی جو ذاتی مفاد پر مبنی ہو۔ اور اصل مطلب کے خلاف ہو۔ نظیر نہیں ملتی" لالہ لاجپت رائے پر ایک "ظالمانہ" حملہ ہے۔ گویا "لیڈی جج" کی رائے میں لالہ لاجپت رائے نے قحط زدگان کی امداد کے لئے جو روپیہ جمع کیا وہ دراصل قحط زدگان کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ لالہ لاجپت رائے نے اپنے "ذاتی مفاد" کے لئے جمع کیا جو کہ واقعات کے خلاف ہے۔ آگے چلکر "لیڈی جج" نے لالہ لاجپت رائے پر یہ

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

الزام لگایا ہے کہ انہوں نے آریہ سماج کے نشان کو اپنی پگڑی پر سے اوتار کر قومیت کا نشان نصب کر لیا ہے۔ دُنیا میں جو فرق پڑتا ہے نشان ہی کی تبدیلی سے ہوتا ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ جس کسی کے تن پر بھگوے کپڑے ہیں خواہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ عوام الناس اس کی عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ "بھیک منگوا" میں ہے۔ یعنے خدا کے لباس میں ملبوس ہے"۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ لالہ لاجپت رائے نے آریہ سماج کے اس قسم کے نشانات کو جو کہ اس کے بعض آدمی آریہ سماج کے "جھوٹ موٹ کے پردھان" ظاہر کر کے لگانے کے عادی ہیں۔ اپنی پگڑی پر سے اوتار دیئے ہیں۔ کیونکہ لالہ لاجپت رائے "جھوٹا نشان" لگانے کے برخلاف ہیں۔ گو "لیڈی جج" نے اس بات کی تائید کی ہے۔ کہ نشان ہونا چاہیئے۔ خواہ "جھوٹا" ہی ہو۔ اور شاید اسی سکول میں ٹریننگ پاکر "آنریبل کمشنر رٹ" نے ڈیلی نیوز کے نامہ نگار کو کندھے ہلا کر "کپتانی یا پردھانی کا جھوٹا بلا" دکھایا ہے۔ لیکن لالہ لاجپت رائے اس قسم کے "جھوٹے بلے" لگا کر شولڈرس ہلاتے پھرنے" کے سخت برخلاف ہیں۔ ہاں اگر "لیڈی جج" کا نشان سے مراد آریہ سماج کی سچی عزت اور دلی محبت ہے تو ہم کہیں گے۔ کہ لالہ لاجپت رائے نے صرف یہی نہیں۔ کہ اس نشان کو اپنی پگڑی پر سے اوتار کر پھینک نہیں دیا۔ بلکہ اسکو اپنے سینہ اور سینہ سے بھی گذر کر اپنے دل کے گہرے گوشہ میں جگہ دی ہے۔ جہاں "ہندوستان" کی پبلک کی نظر اسکو اگر نہ بھی دیکھ سکے۔ تو بھی وہ گداز پیدا کر رہا ہے۔ اور کریگا۔ اور ہمارا یقین ہے۔ کہ لالہ لاجپت رائے کو اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں اگر کوئی چیز سہارا اور شانتی دینے والی ہوگی تو آریہ سماج کا یہی نشان ہوگا۔ جو کہ اُن کے دل میں مرکوز ہو چکا ہے جسکے بارے میں "لیڈی جج" نہایت ہی طنز آمیز پیرایہ میں لکھتی ہیں۔ کہ "لالہ لاجپت رائے نے قوم کے روبرو اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ اور انہوں نے اپنے دل کو وسعت نہ دی۔ اور ان کی نظر جیسی کہ پہلے محدود تھی۔ ویسی ہی رہی۔ اور وہ ہمیشہ ایک پارٹی کے ممبر رہے اور خود غرضی کے پنجے سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنا ہاتھ نہ چھڑا سکے"۔ ہم خوش ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ لالہ لاجپت رائے ہماری اس خوشی میں شریک ہونگے۔ جبکہ ہم یہ کہیں گے۔ کہ لالہ لاجپت رائے نے اپنے دل کو "وسعت" نہ دی۔ کیونکہ اگر وہ اپنے دل کو اُن ہی معنوں میں وسعت دیدیتے۔ کہ جن معنوں میں اکسٹریمسٹ پارٹی کے لیڈروں نے دی ہے تو ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ اُن کے دل کو وسیع دیکھ کر "بنگالیوں کی کالی ماتا" اسی طرح اُن کے دل میں ناچ ناچنے لگ جاتی جس طرح کہ اس نے مسٹر تلک وغیرہ کے دل میں ناچا۔ اور ایک تباہی برپا کی۔ اگرچہ "لیڈی جج" کے نزدیک لالہ لاجپت رائے کا دل وسیع نہیں ہے۔ تاہم وہ ہمارے خیال میں اس قدر وسیع ضرور ہے کہ اس میں "کالی" کے لئے نہیں مگر "خدا" کے لئے کافی گنجائش ہے۔ کیونکہ "خدا" ایک خوفناک معشوق نہیں ہے اس کے برعکس جس معشوقہ کا "لیڈی جج" نے اپنے فیصلہ میں ذکر کیا ہے "وہ ایک خوفناک معشوقہ ہے۔ اس کے ساتھ محبت کرنے اور نفرت کرنے میں خبردار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی بھوتنی ہے جس کو اگر تم ایک دفعہ اپنی مدد کرنے کے لئے طلب کرو۔ تو تم پر واجب ہے۔ کہ ہمیشہ اس کی تعریف حاصل کرنے کے لئے مصالح مہیا کرتے رہو۔ نہیں تو یہ تم پر حملہ آور ہوگی۔ اور بجائے بوس وکنار کے تمہارے دل کو پاش پاش کردے گی۔ تمہاری انتڑیوں کو کھا جائے گی۔ اور تمہاری لاش پر بھیروں کا دیوانہ اور وحشیانہ ناچ ناچ کر تم کو پاؤں تلے کچل ڈالے گی" درحقیقت ایسا ہی ہوا۔ کہ اُس نے اکسٹریمسٹ گروہ کے سر پر سوار ہو کر ناچ ناچا۔ اور ان کو کچل ڈالا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس ناچ کو جانتے ہوئے بھی "لیڈی جج" لالہ لاجپت رائے کو یہ صلاح دیتی ہیں کہ اُن کو چاہیئے تھا۔ کہ "اگر وہ وفادارانہ اپنے جرنیل مسٹر تلک کی اطاعت کرتے چلے جاتے اور اس کے حکم پر کاربند ہوتے رہتے۔ تو یہ مثال ملک کے نوجوانوں کے لئے نہایت مؤثر اور عملی نصیحت ہوتی"۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خود "لیڈی جج" مسٹر تلک کی طرح ایک "کٹر ہندو" سپرٹ رکھتی ہیں۔ اِن کا دل اِس قدر وسیع ہے۔ کہ اس میں بنگالیوں کی کالی ماتا کے لئے بھی گنجائش ہے۔ وہ لالہ لاجپت رائے کی طرح گُن کرم سوبھاؤ کی

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قایل نہیں ہیں۔ بلکہ مسٹر تلک کی طرح "جنم" کی قایل ہیں۔ وہ لالہ لاجپت رائے کی طرح کنسٹی ٹیوشنل تحریک کی قایل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کا خیال ہے کہ جو شخص قوم کے تتر بتر افراد کو "قومی احساس" کے میدان میں پھر ملانا چاہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ امارت کا کھلونا دنیا کے پردہ پر آنے کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں ہو۔ بلکہ جب وہ پیدا ہو تو ایک تلوار ساتھ لے کر آئے۔" ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ اگر ہمارے ملک کے نوجوان "ایک تلوار ساتھ لے کر بیدار ہونے شروع ہو گئے۔" تو ہماری "ماتا بھومی" کا "دردِ زہ" جس میں کہ وہ اس وقت مبتلا ہے۔ بجائے گھٹنے کے زیادہ بڑھ جائے گا کیونکہ "لیڈری جج" "تعلیم" کی جگہ پر "تلوار" کو رکھنا چاہتی ہیں۔ ان کے نزدیک "عوام کے مناسب لیڈر بننے کے لئے جتنی شرطیں لازمی ہیں۔ اور جن چیزوں کی ضرورت ہے۔ وہ سردار اجیت سنگھ میں پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی نقص اس میں ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ تعلیم یافتہ آدمی ہے۔" لیڈری جج کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ عوام کی لیڈری کے لئے ایسے آدمیوں کو موزوں سمجھتی ہیں۔ جو تعلیم سے بالکل کورے محض ڈنگر ہوں۔ لیکن ساتھ ہی اسکے وہ لالہ لاجپت رائے جی سے یہ استدعا کرتی ہیں کہ "وہ اپنے جنم بھوم کو واپس آکر دوبارہ پولیٹکل میدان میں لیڈر بنیں اور اپنے آپ کو سچا اور کامل نیشنلسٹ ثابت کریں۔" لیکن ہم جانتے ہیں۔ کہ لالہ لاجپت رائے ایک "تعلیم یافتہ" شخص ہیں اور وہ کسی نوجوان کو یہ نصیحت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں "کہ وہ ایک تلوار ساتھ لے کر پیدا ہو۔" مگر "لیڈری جج" کے نزدیک "تعلیم یافتہ ہونا اور تلوار ساتھ لے کر پیدا نہ ہونا ایک نقص ہے۔" جو کہ کسی شخص کو لیڈری کے لایق نہیں بنا سکتا۔ تو پھر ایسی صورت میں لالہ لاجپت رائے کیونکر پولیٹکل لیڈر بننے کا دم بھر سکتے ہیں۔ دوسرے "لیڈری جج" نے لیڈری کے لئے جو ترازو لگایا ہے "اگر لالہ لاجپت رائے کو اس آئیڈیل کے ترازو میں تولا جاوے۔ تو ہمیں خوف ہے۔ لالہ جی بہت ہلکے ثابت ہوں گے۔ اور ان کا پلڑا بہت اونچا ہوگا۔" مگر لیڈری جج نے جس بات سے متحرک ہو کر لالہ لاجپت رائے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو مجرم قرار دیا ہے۔ وہ "لیڈی جج" کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ "جیسے گورو ویسے چیلے۔ اسی لئے لالہ لاجپت رائے کے معتقدین میں سے ہم کو کوئی آدمی ایسا نہیں ملتا جسکا قومی ادراک یہاں تک حد تکمیل کو پہونچ چکا ہو۔ کہ اگر اس کو اپنے جا و رہائش کے علاوہ پنجاب کے دوسرے مقاموں سے کوئی صاحب استعداد نظر آئے اس کی قابلیت کا اعتراف کرے کیسکی عقل و فراست کا خیر مقدم کر سکے۔ اور حب الوطنی کی مدد کرے" ہمارے خیال میں "لیڈی جج" کی یہ شکایت فضول ہے۔ کیونکہ لالہ لاجپت رائے اور انکے معتقدین نے "لیڈی جج" کی "عقل و فراست" کا باوجود اس کے نبگالی ہونے کے بخوبی خیر مقدم کیا اور اس کی "قابلیت کی داد دی"۔ اگر اس کے باوجود بھی "لیڈی جج" کو اپنی عقل و فراست اور قابلیت کی کافی داد نہ ملنے کی شکایت ہو۔ تو ہمارے خیال میں ہم لالہ لاجپت رائے اور اُن کے معتقدین سے سفارش کر سکتے ہیں کہ وہ "لیڈی جج" کی عقل و فراست اور قابلیت پر "تین چیرز" بریڈلا ہال میں دے دیں۔ بہرکیف لیڈی جج کو گھبرا کر لالہ لاجپت رائے اور اُنکے معتقدین کو گرانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ لیڈی جج کی ایک دوسری شکایت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی پنجاب کا آدمی اس تعریف اور عزت کا مستحق اپنے آپ کو بسبب اپنی لیاقت۔ عقل۔ فراست اور دور اندیشی اور عملی ملکی خدمات کے ثابت کرے تو وہ نہ اسکی تعریف کرینگے۔ نہ اسکی خدمات کا اعتراف کرینگے۔ اور اسکو نہ عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اگر وہ ان کی اپنی پارٹی کا آدمی نہیں ہے کیا کسی شخص نے "پنجابی" اخبار میں کبھی کوئی فقرہ سردار اجیت سنگھ کی تعریف میں پڑھا ہے" افسوس ہے۔ کہ ہم پنجابی اخبار کے اڈیٹر سے انٹرویوس نہیں ہیں۔ ورنہ ہم ان سے ضرور التماس کرتے۔ کہ اگر وہ لالہ لاجپت رائے کو "امپیرونین فیوری" سے بچانا چاہتے ہوں تو جھٹ پٹ اپنے اخبار میں سردار اجیت سنگھ کی تعریف کا کالم نکال دیں ورنہ اس "امپیرونین فیوری" کے جھونکوں سے صرف لالہ لاجپت رائے ہی بھسم ہو جائینگے۔ بلکہ پنجابی اخبار مع اپنے مالک اور اڈیٹر کے بھسم ہو جائے گا۔ اور شاید اس کا ٹائپ تک بھی پگھلکر بازاری

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سڑک میں بہ جائے گا۔ اِن تمام امورات پر غور کر کے جو اوپر بیان کئے گئے ہم اُمیز وینن شمال کا زکورٹ کے "آنریبل لیڈی جج سر لا دیوی چودہرانی" کے فیصلہ کو جو کہ انہوں نے اپنے "اخبار ہندوستان" کے تین پرچوں میں شایع کیا ہے منسوخ کرتے ہیں۔ اور ہم لالہ لاجپت رائے کو بری کرتے ہیں۔

خوفناک حادثے

کلکتہ میں جو حادثات آئے دن ہوتے رہتے ہیں وہ بڑی خوفناک شکل میں ظہور پاتے ہیں۔ عین جیل خانے کے اندر نریندر گوسائیں کا مارے جانا ایک تعجب کی بات تھی لیکن اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ سورج غروب ہونے کے نزدیک ایک پولیس انسپکٹر کو عین سڑک میں مار ڈالا گیا اور مارنے والوں کا ابھی تک پتہ نہیں لگا۔ اس کے علاوہ بنگال کے لفٹنٹ گورنر سر انڈرو فریزر صاحب جب ایک لیکچر میں صدارت نشین تھے۔ تو ایک بنگالی نے صف کو چیرتے ہوئے سر انڈرو فریزر صاحب کی عین چھاتی پر پستول جما دیا اور قریب تھا کہ وہ فائر کر دے۔ کہ اتنے میں مہاراجہ دربھنگہ صاحب نے قاتل کا ہاتھ پکڑ لیا اور لاٹ صاحب بال بال بچ گئے۔ ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ باوجود شاہی پیغام کے اعلان کے ابھی تک بنگال سے بے چینی دور نہیں ہوئی ہے۔

مختصر خبریں

(۱) آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزی گووینا پر باضابطہ قبضہ کر لیا ہے۔ سرویا اور بلگیریا جنگ کے لئے آمادہ ہیں۔ ٹرکی کی حالت اس وقت نازک ہے۔ (۲) تبت میں چینی لاما کے برخلاف جہاد کیا گیا۔ اور اسکو شکست دی گئی چین نے اب دلائے لاما کو تبت واپس بھیجا ہے۔ تبتی لوگ اسی بات کے خواہشمند تھے مگر دلائے لاما سرکار

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انگریزی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ ممکن ہے اسکے برخلاف اب دوسرا کمشن روانہ کیا جاوے۔ (۳) شاہی پیغام جو کہ شروع نومبر میں شہنشاہ ایڈورڈ کیطرف سے ہندوستان کے راجوں مہاراجوں اور رعایا کے نام بھیجا گیا تھا اسمیں قیدیونکو رہا کرنے یا ان کی قید کم کرنیکا بھی ذکر تھا لیکن ابھی تک پولٹیکل قیدیوں کے کے بارہ میں کوئی رعایت کی خبر نہیں نکلی اس سے ہندوستانی پریس میں ایک بے چینی پھیل رہی ہے (۴) خیال تھا کہ لارڈ مورلے صاحب شروع نومبر میں ریفارمز کا اعلان کر دینگے لیکن مابعد کی تار خبروں سے معلوم ہوا کہ وہ دسمبر کے اخیر تک بھی اس کام کو مشکل سے پورا کرینگے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ محض پرچاوا ہے نہ کوئی ریفارمز ہونگی نہ کچھ اور لارڈ مورلے صاحب مستعفی ہو کر بیٹھ جائینگے۔ (۵) کانگریس کی گرم پارٹی اپنی کانگریس علیحدہ منعقد کرنیکی تجاویز سوچ رہی تھی لیکن آخر کار انہوں نے نرم پارٹی کے قواعد کو منظور کر لیا (۶) امرتسر میں ملیریا کیوجہ سے سو ڈیڑھ سو اموات روزانہ ہوتی رہی ہیں۔ نئے لاٹ صاحب لوئس ڈین صاحب نے ۱۴ نومبر کو پرائیویٹ طور پر جا کر امرتسر کے حالات دریافت کئے۔ امید ہے صفائی اور دیگر لوازمات کے پورا کئے جانے پر امرتسر اس وبا سے نجات پائیگا۔ (۷) دیو سماج کا مقدمہ ایڈیٹر اندر کے برخلاف ۶۔ نومبر کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب لاہور کی عدالت میں پیش ہوا۔ فریقین کے بیانات سنکر مجسٹریٹ صاحب نے مستغیث امر سنگھ سے کہا کہ تم فضول وقت ضایع کرتا ہے استغاثہ واپس لیلو۔ یہ کوئی مقدمہ نہیں ہے۔ یہ ایک مذہبی بحث ہے۔ دھرم پال نے کتاب لکھی ہے۔ تم اسکا جواب دو۔ ہمارا قیمتی وقت کیوں ضایع کرنا چاہتے ہو۔ اسپر دیورتن نے کہا۔ کہ صاحب چوری ہوئی ہے۔ اور دھرم پال نے چوری کا مال لیا ہے۔ صاحب بہادر نے پھر کہا کہ کوئی چوری کا مال نہیں لیا ہے۔ تم فضول وقت ضایع کرتا ہے مجسٹریٹ صاحب نے ۱۱ نومبر وکیلونکی آخری تقریر کیلئے مقرر کیا ۱۱ نومبر کو مستغیث کے وکیل خواجہ کمال الدین کے وکیل نے کہا۔ کہ میں ایسے حالات میں کچھ کہنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ اگر آپ مقدمہ خارج کرنا چاہتے ہیں تو کر دیں ہم چند گواہ پیش کرنا چاہتے ہیں صاحب بہادر نے کہا کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ یہ ایک نہایت ہی خفیف سی بات ہے۔ ہمارا وقت کیوں ضایع کرتے ہو لیکن خواجہ صاحب نے گواہونکو پیش کرنیپر زور دیا۔ اسپر مجسٹریٹ نے حکم دیدیا۔ کہ چونکہ یہ ایک نہایت ہی خفیف سا معاملہ ہے اور ہمارا وقت زیادہ قیمتی ہے اور مستغیث اسکا فیصلہ جلدی نہیں کرنا چاہتا۔ بلکہ معاملہ کو بڑھانا چاہتا ہے اسلئے میں اس مقدمہ کو مسٹر نکلسن صاحب کی عدالت میں بھیجتا ہوں یہ جنگی مقدمہ دسمبر ۱۹۰۷ء میں شروع ہوا تھا۔ چنانچہ پورا ایکسال ہو گیا لیکن ابھی تک چل رہا ہے (۸) دیو سماج کے دیورتن نے اکتوبر میں چار پبلک لیکچر دیو آشرم لاہور میں دئے تھے اسکے بعد ایڈیٹر اندر کے لیکچرونکا سلسلہ شروع ہوا پہلا لیکچر ۲۱ اکتوبر کو دوسرا [illegible] اکتوبر کو اور تیسرا ۱۲ نومبر کو ڈی۔ اے۔ وی۔ ہائی سکول میں ہوا۔ پہلے دو لیکچر پونے چار چار گھنٹے تک ہوتے رہے ہر ایک لیکچر [illegible] چار پانچ ہزار سے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایکہزار صفحہ کی اندر کی مکمل جلد بالکل مفت

جو اصحاب شروع دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء سے لیکر آخر دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء تک اندر کے خریدار بنینگے انکو سنہ ۱۹۰۹ء کے دسمبر تک اندر کا پرچہ دینے کے علاوہ سنہ ۱۹۰۸ء کی ایکہزار صفحہ کی مکمل جنگی جلد بھی انعام میں بیجا ویگی بشرطیکہ وہ اپنی درخواست میں یہ لکھیں کہ انکو نام ہے کا وی۔پی بھیجکر قیمت وصول کر لیجاوے۔ یہ ایک نہایت ہی نادر موقع ہے۔ پہلی چند درخواستوں کی تعمیل کیجاویگی۔ جو اصحاب اس موقع سے فایدہ اُٹھانا چاہیں وہ اس نوٹس کو دیکھتے ہی درخواست خریداری روانہ کردیں اسکے بعد اندر سنہ ۱۹۰۸ء کی مکمل جلد اپنی اصلی قیمت پر بھی مشکل سے ملیگی ٭

نخل اسلام

اڈیٹر اندر کی یہ تازہ تصنیف ہاتھوں ہاتھ جارہی ہے یہ ایک بہت دلچسپ تواریخی بحث ہے۔ جو شخص ایکدفعہ اس کتاب کا مطالعہ کریگا اسکو محمدؐ اور محمدؐ کی تعلیم کا مکمل پتہ لگ جائیگا۔ حجم معہ سرورق ڈیڑھ سو صفحہ قیمت ۸ر ٭

ایڈیٹر اندر کی چند دلچسپ تازہ تصانیف

(۱) لطف زندگی ۶ر (۲) دھرم بلیدان ۱ر (۳) ٹرانسفارمیشن ۱ر (۴) لائیگر گس رشی کے قوانین ۱ر (۵) اگنی ۴ر (۶) آسمانی گولہ ۴ر (۷) خدائی سٹریشن ۶ر (۸) خدائی بمب ۶ر (۹) ہوائی جنگ ۵ر (۱۰) اسایطر الاولین ۶ر ٭

مینجر کا ضروری نوٹس

گذشتہ جنگ کی وجہ سے جس میں اندر مصروف رہا۔ اندر کو بہت کچھ مالی زیر باری اٹھانی پڑی ہے اس کے ناظرین سے التماس ہے۔ کہ وہ اس پہلو میں اندر کا ہاتھ بٹائیں۔ اور وہ یہی ہو سکتا ہے۔ کہ شروع جنوری سنہ ۱۹۰۹ء سے جن اصحاب کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ اُن کے نام پرچہ وی۔پی بھیجا جاوے گا اُمید ہے وہ اُسکو واپس نہیں کرینگے۔ اگر کسی شخص نے وی۔پی نہ لینا ہو۔ تو وہ بذریعہ کارڈ اطلاع دے دیں۔ تاکہ اُن کے نام وی۔پی نہ بھیجا جاوے اسدفعہ علیحدہ علیحدہ کارڈ نہیں لکھے جائینگے اُمید ہے اندر کے ناظرین اسی نوٹس کو کافی خیال فرمائینگے ٭

درباری لال مینجر اندر۔ لاہور

اڈیٹر کا نوٹ اور دکشنا کا ٹکہ

شروع جنوری سنہ ۱۹۰۹ء سے اندر میں جو تغیر و تبدل ہونگے انکا پتہ ناظرین کو جنوری کے پرچہ سے لگ جائیگا۔ قیمت میں اضافہ نہیں کیا جاویگا۔ بلکہ قیمت بدستور سابق سے روپیہ سالانہ ہی رہیگی۔ امید ہے کہ اندر قطعی نرالی شان و شوکت سے نئے رنگ اور نئے ڈھنگ میں اپنے ناظرین کو درشن دیگا۔ بشرطیکہ اُسکے

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Entered in Database
24/1/2/06
Signature with Date

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri